

وَمَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

جو کچھ رسول تم کو آتا ہے اسے لے لیا کرو، اور جس سے تمہیں منع فرمائیں اس سے لگ جاؤ۔

فیوض الہی

فی شرح

سنة النبی

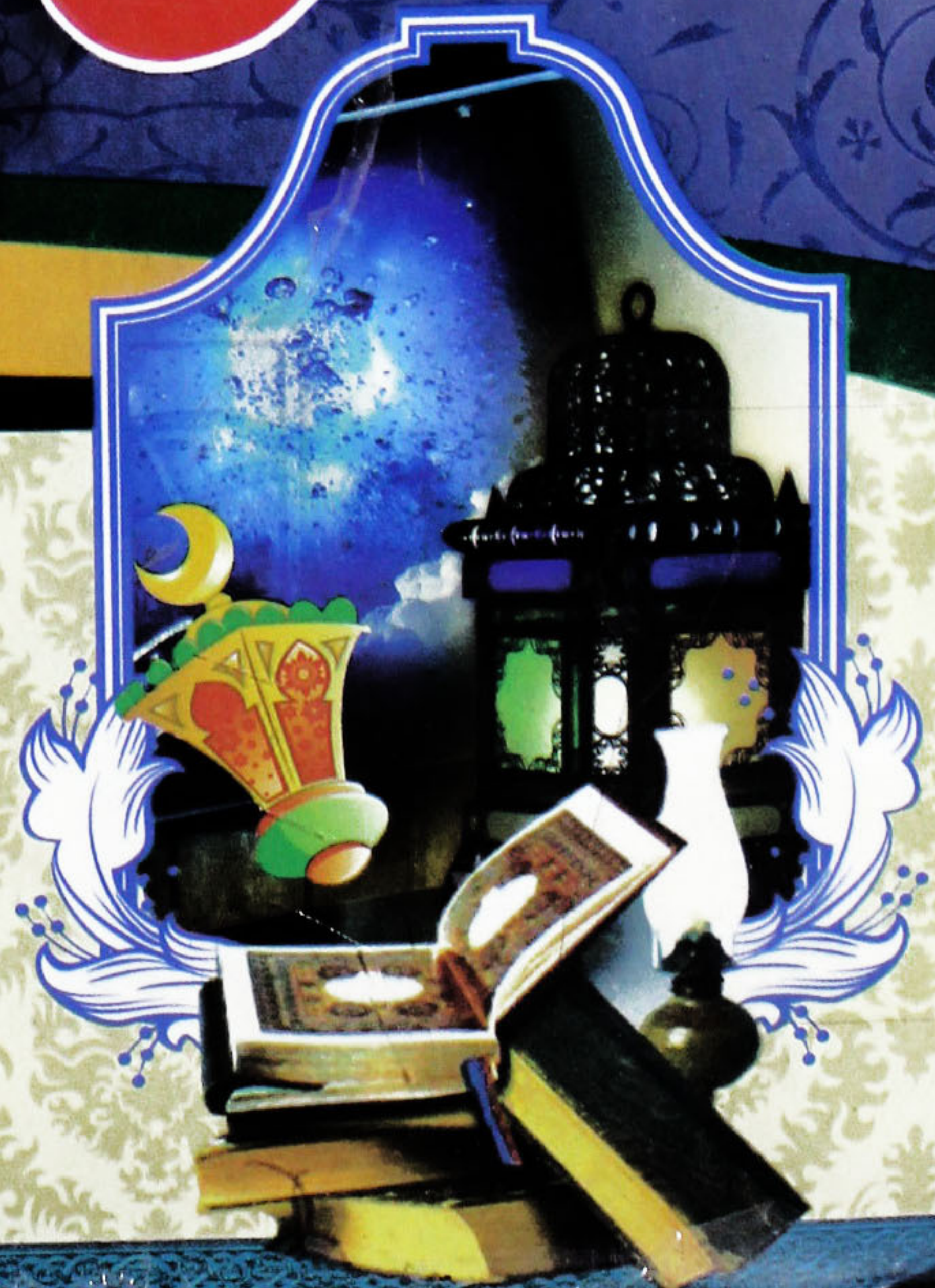
جلد اول

حدیث نمبر
۱۰۰

تصنیف

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان

پروگریسو بکس



Handwritten text on the left margin, possibly a page number or reference.

وَمَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

جو کچھ رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں اسے لے لیا کرو، اور جس سے تمہیں منع فرمائیں اس سے رُک جایا کرو۔

میزان البراہین

فہم شیخ

میزان البراہین

جلد اول
حدیث نمبر

تصنیف

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان

پروفیسر سید سعید علی شاہ
ایسٹ مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور
فون: 011-27252705، 011-27124354

فیوض الزہدی

فی شرح

سنن النسائی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

جلد اول

حدیث نمبر
۱۰۰

ترجمہ تخریج
ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان

بار اول	جولائی 2015ء	26-297
پرٹرز	آصف صدیق، پرٹرز	45
تعداد	1100/-	۱۲۱۲۲۱
ناشر	چوہدری غلام رسول - میاں جوادر رسول میاں شہزاد رسول	جلد 1
قیمت	= / روپے	

ملنے کے پتے

المیل پبلیکیشنز

042-37112941
0323-8836778

ملٹ پبلیکیشنز

Ph: 051-2254111

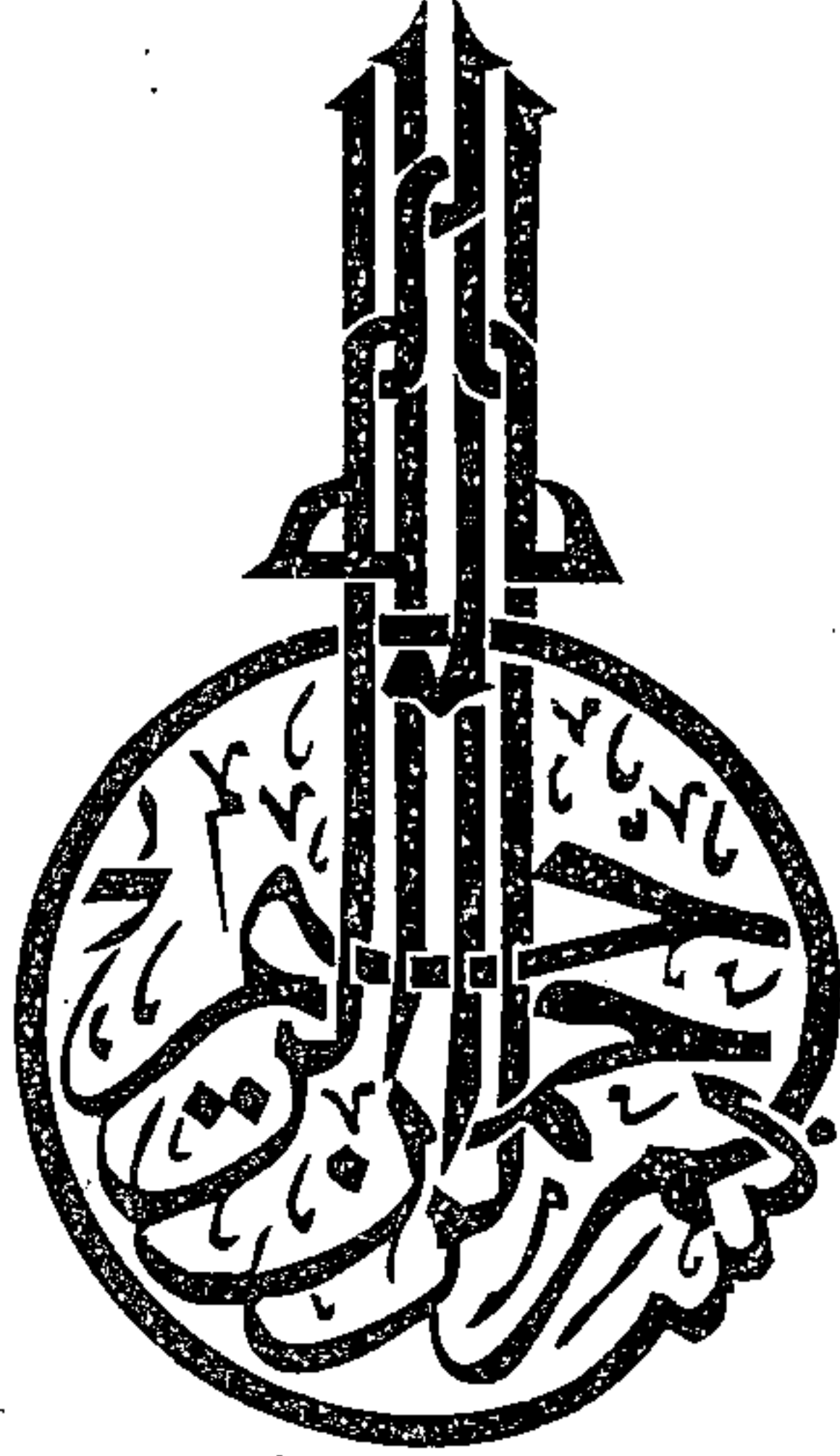
E-mail: millat_publication@yahoo.com

شوروم ملٹ پبلیکیشنز
0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

یوسف مارکیٹ - غزنی سٹریٹ
اردو بازار - لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

پروگریسو بکس



وَمَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

انتساب

سمدوح خدائی ذوالجلال، آفتاب رسالت، منبع رشد و ہدایت، بحر جود و بفا،
صہاب لطف و کرم، سلطان حسینان جہراں، سرور اورنگ نشینان عالم،
رحمت دو عالم، تفاع یوم محشر، حضور اکرم

محمد رسول اللہ ﷺ

کے نام

PAKISTAN
UNIVERSITY
LIBRARY

فہرست مشمولات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	خطبہ الكتاب	۲۲	۱۸	امام نسائی کی تصنیفات کے راوی	۴۷
۲	تقدیم	۲۳	۱۹	وفات	۴۸
	تقریظ ڈاکٹر علامہ محمد راغب حسین عیسیٰ	//	۲۰	سنن نسائی (المجتبیٰ)	۵۱
	تقریظ پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس	//	۲۱	مصنف سنن نسائی	۵۲
	تقریظ ڈاکٹر مفتی محمد حبیب قادری	//	۲۲	تصریحات آئمہ	۵۳
۳	امام نسائی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> احوال و آثار	۳۲	۲۳	سبب تالیف	۵۴
۴	لفظ نسائی کی تحقیق	۳۶	۲۴	سنن مجتبیٰ کے راوی	۵۵
۵	علم و احادیث کیلئے اسفار	۳۶	۲۵	مؤلف شرح نسائی کی اسناد متصلہ	//
۶	اساتذہ کرام و شیوخ عظام	۳۶	۲۶	تعداد مرویات	۶۳
۷	تلامذہ کرام	۳۷	۲۷	شرائط امام نسائی	//
۸	حلیہ، لباس اور خوراک	۳۸	۲۸	سنن نسائی کی بارگاہ مصطفوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> میں شرف قبولیت	۷۲
۹	نبیذ کے استعمال کی وضاحت	۳۹	۲۹	صحاح ستہ میں مقام	//
۱۰	ازواج	//	۳۰	سنن نسائی کا اسلوب	۷۵
۱۱	امام نسائی بطور حاکم جمہ	//	۳۱	سنن نسائی کی خصوصیات	۸۰
۱۲	مسئلہ خلق قرآن	۴۰	۳۲	تسامحات	//
۱۳	عبادت و ریاضت	//	۳۳	شروح	۸۱
۱۴	علم و فضل	۴۱	۳۴	حضور نبی کریم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کے تشریحی اختیارات	۸۴
۱۵	امام نسائی اور فرض و تشبیح کی بحث	۴۲	۳۵	قرآن مجید سے ثبوت	//
۱۶	خلاصہ بحث	۴۵	۳۶	احادیث مبارکہ سے ثبوت	۹۱
۱۷	تصنیفات مطبوعہ	۴۶	۳۷	اقوال آئمہ سلف و خلف	۹۶
۱۸	تصنیفات غیر مطبوعہ	//	۳۸	اسلام میں حدیث کا مقام و حیثیت	۱۰۰

۱۶۲	امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل	۶۱	۱۰۲	حدیث وحی باری تعالیٰ ہے	۳۹
۱۶۵	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۶۲	//	قرآنی آیات سے استدلال	۴۰
۱۶۵	حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فضائل	۶۳	۱۰۳	تصریحات مفسرین	۴۱
۱۶۷	حضرت عبد اللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فضائل	۶۴	۱۱۱	احادیث مبارکہ سے استدلال	۴۲
۱۶۸	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۶۵	۱۱۴	تصریحات آئمہ سلف و خلف	۴۳
۱۶۹	حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے فضائل	۶۷	۱۲۰	حدیث بیان قرآن ہے	۴۴
۱۷۰	حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے فضائل	۶۸	۱۲۰	قرآنی آیات سے استدلال	۴۵
۱۷۳	حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے فضائل	۶۹	۱۲۳	احادیث مبارکہ سے استدلال	۴۶
۱۷۵	حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے فضائل	۷۰	۱۲۶	اقوال آئمہ سلف و خلف	۴۷
۱۷۸	حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ	۷۱	۱۲۹	حدیث فی نفسہ شرع ہے	۴۸
۱۷۸	حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ	۷۲	۱۲۹	قرآنی آیات سے استدلال	۴۹
۱۷۹	حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۷۳	۱۳۱	احادیث مبارکہ سے استدلال	۵۰
۱۸۰	حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے فضائل	۷۴	۱۳۵	اقوال آئمہ سلف و خلف	۵۱
۱۸۲	حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے فضائل	۷۵	۱۳۷	حدیث کے بغیر احکام قرآن پر عمل ناممکن ہے	۵۲
۱۸۵	حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۷۶	۱۳۷	قرآنی آیات سے استدلال	۵۳
۱۸۶	حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۷۷	۱۴۱	کتاب المناقب	۵۴
۱۸۷	حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے فضائل	۷۸	۱۴۱	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل	۵۵
۱۸۸	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے فضائل	۷۹	۱۴۴	حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے فضائل	۵۶
۱۸۸	حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸۰	۱۵۲	حضرت ابو بکر، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے فضائل	۵۷
۱۸۹	حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸۱	۱۵۴	حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل	۵۸
۱۹۰	حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸۲	۱۶۰	حضرت ابو بکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے فضائل	۵۹
۱۹۱	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸۳	۱۶۱	حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے فضائل	۶۰

۲۱۶	حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۰۸	۱۹۳	حضرت اسید بن حفیر رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸۴
۲۱۷	حضرت ہشام بن عاصی رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۰۹	۱۹۴	حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸۵
۲۱۸	حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱۰	۱۹۵	حضرت جلیبب رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸۶
۲۱۸	حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱۱	۱۹۵	حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸۷
۲۱۹	حضرت اصمہ نجاشی رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱۲	۱۹۶	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸۸
۲۱۹	حضرت انج سارنہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱۳	۱۹۶	حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۸۹
۲۲۰	حضرت قرہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱۴	۱۹۸	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۰
۲۲۰	مطلقاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل اور ان کو برا بھلا کہنے کی ممانعت	۱۱۵	۲۰۰	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۱
۲۲۲	مہاجر و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل	۱۱۶	۲۰۲	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۲
۲۲۲	نبی اکرم ﷺ کا فرمان: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا	۱۱۷	۲۰۷	حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۳
۲۲۸	نبی کریم ﷺ کی انصار سے محبت	۱۱۸	۲۰۸	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۴
۲۲۸	انصار صحابہ کی محبت کی ترغیب	۱۱۹	۲۰۸	حضرت سالم مولی ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۵
۲۲۹	انصار سے بغض کی شدید مذمت	۱۲۰	۲۰۹	حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۶
۲۳۱	انصار رضی اللہ عنہم کے بہترین قبائل کا ذکر	۱۲۱	۲۰۹	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۷
۲۳۶	انصار کے بیٹوں اور پوتوں کے فضائل	۱۲۲	۲۱۰	حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۸
۲۳۶	قبیلہ مذحج کے فضائل	۱۲۳	۲۱۱	حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۹
۲۳۶	قبیلہ اشعر کے فضائل	۱۲۴	۲۱۱	حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۰۰
۲۳۷	حضرت مریم بنت عمران کے فضائل	۱۲۵	۲۱۱	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۰۱
۲۳۷	حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا کے فضائل	۱۲۶	۲۱۲	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۰۲
۲۳۸	حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے فضائل	۱۲۷	۲۱۲	حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۰۳
۲۴۰	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کے فضائل	۱۲۸	۲۱۴	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۰۴
۲۴۲	حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے فضائل	۱۲۹	۲۱۵	حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۰۵
۲۴۸	حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے فضائل	۱۳۰	۲۱۵	حضرت حاطب بن ابولتبعہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۰۶
۲۴۹	حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے (مزید) فضائل	۱۳۱	۲۱۵	حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۰۷

۲۷۹	حدیث مذکورہ کے الفاظ کا اختلاف	۱۵۰	۲۵۴	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل	۱۳۲
۲۸۰	مذکورہ روایت میں حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ کا اختلاف	۱۵۱	۲۵۵	حضرت غمیصہ بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے فضائل	۱۳۳
۲۸۱	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے	۱۵۲	۲۵۵	حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کے فضائل	۱۳۴
۲۸۲	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخل اور تمہیں خارج نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں داخل اور تمہیں خارج کیا ہے۔	۱۵۳	۲۵۶	حضرت ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا کے فضائل	۱۳۵
۲۸۳	بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ	۱۵۴	۲۵۶	حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے فضائل	۱۳۶
۲۸۵	حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ	۱۵۵	۲۶۰	کتاب الخصائص	۱۳۷
۲۹۰	حضرت عبداللہ بن شریک رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ	۱۵۶	۲۶۰	امیر المؤمنین حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے فضائل (آپ رضی اللہ عنہ کا امت محمدیہ میں سب سے پہلے نماز پڑھنے کا بیان)	۱۳۸
۲۹۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اخوت کا بیان	۱۵۷	۲۶۰	حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرنے والوں کے اختلاف کا بیان	۱۳۹
۲۹۴	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں	۱۵۸	۲۶۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبادت کا بیان	۱۴۰
۲۹۴	حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ	۱۵۹	۲۶۳	اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت کا بیان	۱۴۱
۲۹۶	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: علی رضی اللہ عنہ میری جان کی طرح ہے	۱۶۰	۲۶۹	حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کے الفاظ	۱۴۲
۲۹۶	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: علی رضی اللہ عنہ میرے صفی اور امین ہیں	۱۶۱	۲۷۱	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت	۱۴۳
۲۹۷	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: میری ذمہ داری میں یا علی ہی ادا کریں گے	۱۶۲	۲۷۲	حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت اور حضرت جبریل امین علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کا غزوہ خیبر میں شریک ہونا	۱۴۴
۲۹۷	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجیہ: سورہ براءۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ	۱۶۳	۲۷۳	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔	۱۴۵
۲۹۹	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: جس کا میں ولی ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے ولی ہیں	۱۶۴	۲۷۵	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: حضرت علی رضی اللہ عنہ بخشے ہوئے ہیں	۱۴۶
۳۰۳	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: میرے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کے ولی ہیں	۱۶۵	۲۷۶	حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ	۱۴۷
۳۰۴	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: میرے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تمہارا ولی ہے	۱۶۶	۲۷۷	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل کو ایمان کے لیے آزما دیا	۱۴۸
۳۰۵	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، اس نے مجھے برا بھلا کہا	۱۶۷	۲۷۸	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ارشاد: اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت اور تمہاری زبان کو استقامت دے گا	۱۴۹

۱۶۸	محبت علی کی ترغیب اور دشمنی کی ترہیب	۳۰۶	۱۸۵	نبی کریم ﷺ کا فرمان: اے علی! تم میرے نزدیک فاطمہ سے زیادہ معزز ہو اور فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے۔	۳۲۹
۱۶۹	نبی کریم ﷺ کی محبت علی کے لیے دعا اور دشمن کے لیے بددعا	۳۰۸	۱۸۶	نبی کریم ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمان: میں نے جو چیز اپنے لیے مانگی وہی تمہارے لئے بھی مانگی	۳۲۹
۱۷۰	مؤمن اور منافق کے درمیان فرق کی علامت	۳۱۰	۱۸۷	نبی کریم ﷺ کی دعا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت	۳۳۰
۱۷۱	رسول اللہ ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مثال بیان کرنا	۳۱۱	۱۸۸	سردی اور گرمی سے بچاؤ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت	۳۳۱
۱۷۲	نبی کریم ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قرب اور قدر و منزلت	۳۱۱	۱۸۹	راز کی بات اور اس امت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آسانی کا بیان	۳۳۲
۱۷۳	رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مختلف امور میں قدر و منزلت	۳۱۵	۱۹۰	بد بخت ترین کا بیان	۳۳۳
۱۷۴	حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ	۳۱۶	۱۹۱	رسول اللہ ﷺ کا سب سے زیادہ قرب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا	۳۳۴
۱۷۵	نبی کریم ﷺ کے شانوں پر سوار ہونے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت	۳۱۷	۱۹۲	نبی کریم ﷺ کا فرمان: جس طرح میں نے قرآن کے نزول پر جہاد کیا ہے اسی طرح علی رضی اللہ عنہ قرآن کے معانی پر جہاد کریں گے۔	۳۳۵
۱۷۶	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت	۳۱۸	۱۹۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی ترغیب	۳۳۵
۱۷۷	حضرت مریم کے علاوہ تمام جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں	۳۲۱	۱۹۴	نبی کریم ﷺ کا فرمان: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا	۳۳۶
۱۷۸	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے امت محمدیہ کی عورتوں کی سردار ہونے کے بارے میں احادیث مبارکہ	۳۲۳	۱۹۵	نبی کریم ﷺ کا فرمان: خوارج کو اہل حق قتل کریں گے	۳۳۹
۱۷۹	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ ﷺ کے جسم کا حصہ ہونے کے بارے میں احادیث مبارکہ	۳۲۵	۱۹۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خوارج کو قتل کرنے میں خصوصیت	۳۴۱
۱۸۰	روایت کے الفاظ کا اختلاف	۳۲۵	۱۹۷	حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ	۳۴۵
۱۸۱	امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت	۳۲۶	۱۹۸	خوارج سے قتال کا اجر	۳۴۷
۱۸۲	نبی کریم ﷺ کا فرمان: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ میرے بیٹے ہیں	۳۲۷	۱۹۹	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا رد یہ سے مناظرہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات	۳۵۳
۱۸۳	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہونے کے بارے میں احادیث مبارکہ	۳۲۷	۲۰۰	اسی امر کی وضاحت میں مزید احادیث	۳۵۶
۱۸۴	نبی کریم ﷺ کا فرمان: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ میری اس دنیا کے دو پھول ہیں	۳۲۸	۲۰۱	کتاب الفصائل	۳۶۱

۲۸۷	امت پر دشوار ہونے کی وضاحت	۲۲۸	۳۶۱	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۲۰۲
۲۸۸	اللہ تعالیٰ نے احکام کی مشروعیت آپ ﷺ کو مفوض فرمادی ہے	۲۲۹	۳۸۱	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سب و شتم کا مفہوم	۲۰۳
۲۸۹	نبی کریم ﷺ کو احکام کی حلت و حرمت کا اختیار دیا گیا ہے	۲۳۰	۳۹۰	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث و آثار	۲۰۴
۲۹۰	باب ۸: ہر وقت مسواک کرنا	۲۳۱	۴۲۵	کتاب ۱- یا کی کا بیان، کتاب الطہارۃ	۲۰۵
۲۹۱	باب ۹: فطری چیزوں کا بیان، ختنے کروانا	۲۳۲	۴۲۵	طہارت کے لغوی معنی کا بیان	۲۰۶
۲۹۲	امام نسائی رحمہ اللہ حفظا: اخبارنا الحارث بن مسکین قراءۃ علیہ وانا اسمع کی وضاحت	۲۳۳	۴۲۵	طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۲۰۷
۲۹۳	ختنہ کرنا واجب ہے یا سنت؟	۲۳۴	۴۲۷	طہارت کے متعلق احادیث اور آثار	۲۰۸
۲۹۴	عورتوں کے لئے ختنہ کا حکم	۲۳۵	۴۵۲	طہارت کے مراتب اور درجات	۲۰۹
۲۹۵	اہل عرب میں عورتوں کے ختنے کا رواج تھا	۲۳۶	۴۵۳	باب ۱: اللہ تعالیٰ کے فرمان "جب تمہارا نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ ہو تو وضو کے لئے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو" کی تفسیر	۲۱۰
۲۹۶	ختنہ کے لئے عمر کی حد	۲۳۷	۴۵۸	باب ۲: رات کو اٹھنے پر مسواک کرنا	۲۱۱
۲۹۷	انسان اور جانوروں کا حسی کرنا	۲۳۸	۴۶۰	امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف	۲۱۱
۵۰۰	باب ۱۰: ناخن کا ثنا	۲۳۹	۴۶۱	علامہ بدرالدین حنفی کی شرح	۲۱۲
۵۰۱	علامہ بدرالدین عینی کی شرح	۲۴۰	۴۶۲	امام بیہقی کی روایات اور ان کا حکم	۲۱۳
۵۰۲	ناخن تراشنے کا سنت طریقہ	۲۴۱	۴۶۳	پیلو کی مسواک، ہاتھ کی انگلی، منجن، ٹوتھ پیسٹ اور برش کا حکم	۲۱۴
۵۰۳	ہر جمعہ کو زوال سے پہلے ناخن تراشنا سنت ہے	۲۴۲	۴۶۳	باب ۳: مسواک کرنے کا طریقہ	۲۱۵
۵۰۴	ناخن تراشنے کی مدت چالیس دن ہے	۲۴۳	۴۶۵	بہترین مسواک لکڑی عود اور پھر کھجور کی ہے	۲۱۶
۵۰۵	ناخن تراشنے کے بارے میں دن کی تعیین والی احادیث کا حکم	۲۴۴	۴۶۶	باب ۴: کیا حکم عوام کی موجودگی میں مسواک کر سکتا ہے؟	۲۱۷
۵۰۶	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ بریلوی کی وضاحت	۲۴۵	۴۶۷	راوی کی طرف سے "وہو ابن سعید" کے الفاظ کی توجیح	۲۱۸
۵۰۷	صرف منڈوانا اور لمبے بال رکھنے کا حکم	۲۴۶	۴۶۸	عہدہ طلب کرنے کی ممانعت کا حکم	۲۱۹
۵۰۸	عورتوں کے بال کٹوانے کا حکم	۲۴۷	۴۷۰	حضرت یوسفؑ کے عہدہ طلب کرنے کی وضاحت	۲۲۰
۵۰۹	باب ۱۱: بغل کے بال صاف کرنا	۲۴۸	۴۷۳	پاکستان میں موجودہ طریقہ انتخاب کی شرعی حیثیت	۲۲۱
۵۱۰	بغلوں کی بال صاف کرنا سنت ہے	۲۴۹	۴۷۶	باب ۵: مسواک کی ترغیب	۲۲۲
۵۱۱	باب ۱۲: زیر ناف بال صاف کرنا	۲۵۰	۴۷۸	مسواک منہ کی صفائی، رب تعالیٰ کی رضا اور فرشتوں کیلئے خوشی کا باعث ہے	۲۲۳
۵۱۲	علامہ یحییٰ بن شرف نووی کی شرح	۲۵۱	۴۸۰	باب ۶: مسواک کثرت سے کرنی چاہیے	۲۲۴
۵۱۳	علامہ ابن قدامہ حنبلی کی شرح	۲۵۲	۴۸۳	باب ۷: روزے دار کو بعد دوپہر مسواک کرنے کی اجازت	۲۲۵
۵۱۴	علامہ ابی مالکی کی شرح	۲۵۳	۴۸۵	مسواک کرنا واجب نہیں ہے	۲۲۶
۵۱۵	علامہ حصکفی حنفی کا موقف	۲۵۴	۴۸۶	مسواک وضو کی سنت ہے یا نماز کی	۲۲۷

۵۵۰	باب ۱۸: بیت الخلاء جانے کی دعا	۲۸۳	۵۱۵	علامہ ابن عابدین شامی کا موقف	۲۵۵
۵۵۱	بیت الخلاء میں ذکر کی ممانعت	۲۸۴	۵۱۶	باب ۱۳: موچھ کترنا	۲۵۶
۵۵۳	باب ۱۹: قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ کرنے کی ممانعت	۲۸۵	۵۱۷	فلیس منا کی وضاحت	۲۵۷
۵۵۵	حضرت ابوایوب انصاریؓ کے حالات	۲۸۶	۵۱۸	علامہ نووی کی شرح	۲۵۸
۵۵۶	اہل روم قحط کی صورت میں آپؐ کی قبر انور پر دعا کرتے	۲۸۷	۵۱۸	علامہ ابی مالکی کی شرح	۲۵۹
۵۵۶	الفاظ روایت ”واللفظ لہ“ کی وضاحت	۲۸۸	۵۱۸	ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی رائے	۲۶۰
۵۵۸	باب ۲۰: قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کی ممانعت	۲۸۹	۵۱۹	فتاویٰ عالمگیری کی وضاحت	۲۶۱
۵۵۹	علامہ یحییٰ نووی کی شرح	۲۹۰	۵۱۹	علامہ علاؤ الدین ہسکتی کی رائے	۲۶۲
۵۶۱	علامہ ابی مالکی کی شرح	۲۹۱	۵۱۹	علامہ ابن عابدین شامی کی رائے	۲۶۳
۵۶۱	علامہ ابن قدامہ حنبلی کی رائے	۲۹۲	۵۱۹	علامہ غلام رسول سعیدی کی رائے	۲۶۴
۵۶۲	علامہ غلام رسول سعیدی کی رائے	۲۹۳	۵۲۰	باب ۱۴: مذکورہ کاموں کے لئے مدت کا بیان	۲۶۵
۵۶۳	علامہ بدرالدین عینی کی شرح	۲۹۴	۵۲۲	قاضی عیاض مالکیؒ کی شرح	۲۶۶
۵۶۳	علامہ ابن بطلال کی شرح	۲۹۵	۵۲۳	باب ۱۵: موچھیں لم کرنا اور ڈاڑھی بڑھانا	۲۶۷
۵۶۵	علامہ ابن قدامہ حنبلی کی رائے	۲۹۶	۵۲۵	ڈاڑھی کے متعلق علامہ یحییٰ بن شرف نووی کی شرح	۲۶۸
۵۶۵	علامہ ابن حجر عسقلانی کی رائے	۲۹۷	۵۲۵	ڈاڑھی کے متعلق علامہ دشتانی مالکی کی رائے	۲۶۹
۵۶۵	امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے جوابات	۲۹۸	۵۲۵	ڈاڑھی کے متعلق علامہ باجی مالکیؒ کی رائے	۲۷۰
۵۶۷	باب ۲۱: قضائے حاجت کے وقت مشرق یا مغرب کی طرف چہرہ کرنے کا حکم	۲۹۹	۵۲۶	ڈاڑھی کے متعلق ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی رائے	۲۷۱
۵۶۸	باب ۲۲: گھروں میں قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنے کی اجازت ہے	۳۰۰	۵۲۶	ڈاڑھی کے متعلق علامہ عینی کی رائے	۲۷۲
۵۷۱	باب ۲۳: قضائے حاجت کے وقت شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونا منع ہے	۳۰۱	۵۲۷	علماء احناف کی آراء	۲۷۳
۵۷۶	باب ۲۴: صحرا میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت	۳۰۲	۵۳۰	ڈاڑھی کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی کا نظریہ	۲۷۴
۵۸۰	باب ۲۵: گھر میں بیٹھ کر پیشاب کرنا	۳۰۳	۵۳۱	ڈاڑھی کے متعلق مفتی محمد عبدالحلیم سیالوی کا موقف	۲۷۵
۵۸۳	باب ۲۶: سترہ کی آڑ میں پیشاب کرنا	۳۰۴	۵۳۳	حدیث مبارکہ صلوا خلف کل بروفاجر کی تشریح	۲۷۶
۵۸۶	حدیث مذکورہ کے پندرہ سے زائد طرق	۳۰۵	۵۳۵	باب ۱۶: قضا حاجت کے لئے دور جانا	۲۷۷
۵۸۶	حدیث مذکور کو حافظ زبیر علی زئی کا ضعیف کہنا درست نہیں ہے	۳۰۶	۵۴۱	علامہ یحییٰ بن شرف نووی کی شرح	۲۷۸
۵۸۸	پیشاب کی وجہ سے جسم کاٹنے کی وضاحت	۳۰۷	۵۴۱	علامہ بدرالدین عینی کی شرح	۲۷۹
۵۸۹	حدیث مذکور سے انفرادی زندگی کے لئے رہنما اصول	۳۰۸	۵۴۳	باب ۱۷: دور نہ جانے کی رخصت	۲۸۰
۵۹۰	باب ۲۷: پیشاب سے بچنا	۳۰۹	۵۴۴	غیر ملوک جگہ پر پیشاب کرنے کی توجیہات	۲۸۱
۵۹۱	مصنف کے قول ”خالقہ“ کی وضاحت	۳۱۰	۵۴۷	موزوں پر مسح کا حکم	۲۸۲

۶۱۸	باب ۳۰: سوراخ میں پیشاب کرنا مکروہ ہے	۳۳۷	۵۹۲	چغلی کی تعریف	۳۱۱
۶۱۹	مدس کا مفہوم	۳۳۸	۵۹۲	گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کی تعریف	۳۱۲
۶۲۱	تدلیس کی اقسام	۳۳۹	۵۹۳	سبز شاخ کی وجہ سے عذاب میں تخفیف	۳۱۳
۶۳۰	تدلیس الاسناد کی قسمیں	۳۴۰	۵۹۸	مردوں کو ایصال ثواب کی شرعی حیثیت	۳۱۴
۶۳۶	تدلیس الاسناد کی حیثیت	۳۴۱	۵۹۹	برزخ اور دنیا سے رسول اللہ ﷺ کا بیک وقت رابطہ	۳۱۵
۶۳۹	تدلیس کے مراتب	۳۴۲	۶۰۰	علامہ ابن حجر عسقلانی کی رائے	۳۱۶
۶۴۶	تدلیس الشیوخ کی حیثیت	۳۴۳	۶۰۰	علامہ بدرالدین عینی کی رائے	۳۱۷
۶۴۷	معنعن کا مفہوم و حکم	۳۴۵	۶۰۱	جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو، اس وقت عذاب میں تخفیف ہونے کی توجیہ	۳۱۸
۶۵۲	جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء	۳۴۶	۶۰۱	تلاوت قرآن اور دیگر عبادات کے ایصال ثواب کا ثبوت	۳۱۹
۶۵۳	جنات کے متعلق مفسرین کی آراء	۳۴۷	۶۰۲	ایصال ثواب کے دلائل اور احادیث مبارکہ	۳۲۰
۶۵۶	جنات کو دیکھنے اور نہ دیکھنے میں احادیث میں تطبیق	۳۴۸	۶۰۳	قبروں پر شاخ اور پھول وغیرہ رکھنے کا ثبوت	۳۲۱
۶۵۷	رسول اللہ ﷺ کے جنات کو دیکھنے پر دلائل	۳۴۹	۶۰۳	علامہ ابن عابدین شامی کی رائے	۳۲۲
۶۵۸	مذکورہ احادیث کے متعلق دیگر مفسرین اور محدثین کی توجیحات	۳۵۰	۶۰۴	ملا علی قاری رحمہ اللہ کی رائے	۳۲۳
۶۵۹	انسان کے جسم میں جنات کے تصرف کی بحث	۳۵۱	۶۰۴	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی رائے	۳۲۴
۶۵۹	انسان کے اعضاء پر جنات کے تصرف کی نفی	۳۵۲	۶۰۶	باب ۲۸: برتن میں پیشاب کرنا	۳۲۵
۶۶۰	صرع (مرگی) کے معنی کا بیان	۳۵۳	۶۰۸	حضرت ام ایمن کا حضور نبی کریم ﷺ کا پیشاب پینا	۳۲۶
۶۶۱	انسان کے جسم پر جن کے تصرف اور تسلط کے متعلق علماء کے نظریات	۳۵۴	۶۰۸	حضرت امیر بن رقیقہ کا حضور نبی کریم ﷺ کا پیشاب پینا	۳۲۷
۶۶۵	انسان کے جسم میں جن کے دخول اور اس کے تصرف اور تسلط کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی کا موقف	۳۵۵	۶۰۹	حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی رائے	۳۲۸
۶۶۶	باب ۳۱: ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے	۳۵۶	۶۰۹	علامہ بدرالدین عینی کی رائے	۳۲۹
۶۶۸	ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کی ممانعت پر دیگر احادیث مبارکہ	۳۵۷	۶۱۰	فضلات نبوی ﷺ کا حکم	۳۳۰
۶۷۱	حوض میں نجاست گرنے سے پانی کا حکم اور مقدار	۳۵۸	۶۱۲	باب ۲۹: تھال میں پیشاب کرنا	۳۳۱
۶۷۲	حقہ اور دیگر مختلف پانیوں کا حکم	۳۵۹	۶۱۴	حضرت علیؓ کی وصیت اور اس سے متعلق دیگر ابحاث	۳۳۲
۶۷۴	باب ۳۲: غسل خانے میں پیشاب کرنے کی ممانعت	۳۶۰	۶۱۴	مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی روایت	۳۳۳
۶۷۶	وسوسہ کا معنی اور اس کی حقیقت	۳۶۱	۶۱۵	متدرک حاکم کی روایت	۳۳۴
۶۷۸	باب ۳۳: پیشاب کرتے ہوئے شخص کو سلام کہنا	۳۶۲	۶۱۵	مسند ابویعلیٰ کی روایت	۳۳۵
۶۸۰	قضاء حاجت کے وقت سلام کرنے اور جواب دینے کا حکم	۳۶۳	۶۱۷	صحیح مسلم کی روایت	۳۳۶

۷۰۴	آزادی	۳۸۷	۶۸۱	غیر مسلموں کو سلام و جواب کا حکم	۳۶۴
۷۰۴	مواخاۃ	۳۸۸	۶۸۳	سلام کرنے کی ممنوع صورتوں کا بیان	۳۶۵
۷۰۵	غزوات	۳۸۹	۶۸۴	سلام کرنے کی فضیلت میں وارد احادیث مبارکہ	۳۶۶
۷۰۵	عہد صدیقی اور عراق	۳۹۰	۶۸۸	باب ۳۴: وضو کر کے سلام کا جواب دینا	۳۶۷
۷۰۵	عہد فاروقی	۳۹۱	۶۹۱	وضو کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حکم	۳۶۸
۷۰۶	گورزی	۳۹۲	۶۹۲	باب ۳۵: ہڈی سے استنجاء کرنے کی ممانعت	۳۶۹
۷۰۶	علالت	۳۹۳	۶۹۲	باب کی مناسبت	۳۷۰
۷۰۶	فضل و کمال	۳۹۴	۶۹۴	امام بخاری کی روایت کے الفاظ	۳۷۱
۷۰۷	عام حالات، تقرب بارگاہ نبوی ﷺ	۳۹۵	۶۹۴	امام مسلم کی روایت کے الفاظ	۳۷۲
۷۰۸	اخلاق و عادات	۳۹۶	۶۹۵	گوبر اور دیگر نجاستوں کا شرعی حکم	۳۷۳
۷۰۸	زہد و تقویٰ	۳۹۷	۶۹۷	باب ۳۶: لید سے استنجاء کرنے کی ممانعت	۳۷۴
۷۰۸	رہبانیت سے اجتناب	۳۹۸	۶۹۹	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل	۳۷۵
۷۰۹	سادگی	۳۹۹	۷۰۰	باب ۳۷: استنجاء میں تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنے کی ممانعت	۳۷۶
۷۰۹	فیاضی	۴۰۰	۷۰۱	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۳۷۷
۷۱۰	صدقات سے اجتناب	۴۰۱	۷۰۱	مجوسیت سے نفرت اور عیسائیت کا میلان	۳۷۸
۷۱۰	حلیہ	۴۰۲	۷۰۲	تبدیلی مذہب	۳۷۹
۷۱۱	حدیث مذکور سے مترشح ہونے والی چار باتیں	۴۰۳	۷۰۲	موصل کا سفر	۳۸۰
۷۱۲	باب ۳۸: دو ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کی اجازت	۴۰۴	۷۰۲	نصیبین کا سفر	۳۸۱
۷۱۵	حضرت ابو عبیدہ کا اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود سے سماع	۴۰۵	۷۰۳	عموریا کا سفر	۳۸۲
۷۱۵	حافظ ابن حجر عسقلانی کے عدم سماع پر دلائل	۴۰۶	۷۰۳	راہب اسقف کی بشارت اور عرب کا سفر	۳۸۳
۷۱۵	علامہ بدرالدین عینی کے سماع پر دلائل	۴۰۷	۷۰۳	غلامی	۳۸۴
۷۱۷	حکم روایت اور رفع اضطرار کی صورتیں	۴۰۸	۷۰۳	غلامی اور مدینہ کا سفر	۳۸۵
۷۱۸	امام ترمذی کا اسرائیل کو روایت کو راجح قرار دینا	۴۰۹	۷۰۴	اسلام	۳۸۶

۴۱۰	حضرت زہیر کی روایت کی وجوہات ترجیح	۴۱۸	۴۳۳	باب ۴۴: پانی کی مقدار کا بیان	۷۵۴
۴۱۱	احناف کی طرف سے جوابات	۷۱۹	۴۳۴	ماء کثیر کی تعیین کا بیان	۷۵۶
۴۱۲	باب ۳۹: ایک ڈھیلے سے استنجا کرنے کی اجازت	۷۲۲	۴۳۵	مقدار قلتین کی وضاحت	۷۵۶
۴۱۳	شوافع کے استدلال پر پتھروں کی تعداد کا حکم	۷۲۳	۴۳۶	حدیث قلتین کا ضعیف ہونا	۷۵۷
۴۱۴	باب ۴۰: استنجا کے لئے صرف ڈھیلے کافی ہیں	۷۲۷	۴۳۷	اضطراب فی السند	۷۵۷
۴۱۵	نجاست کی بحث	۷۲۹	۴۳۸	اضطراب فی المتن	۷۵۷
۴۱۶	نجاست کی قسمیں اور دیگر تفصیل	۷۲۹	۴۳۹	اضطراب فی المعنی	۷۵۷
۴۱۷	نجاست غلیظہ اور نجاست خفیہ	۷۲۹	۴۴۰	حدیث قلتین کا تحدید شرعی نہ ہونا	۷۵۹
۴۱۸	نجاست اور پاکی کے دیگر مسائل	۷۳۰	۴۴۱	حدیث قلتین کی دوران حج توجیحات	۷۵۹
۴۱۹	باب ۴۱: پانی سے استنجا کرنا	۷۳۲	۴۴۲	احناف کی متدل چار احادیث مبارکہ	۷۶۰
۴۲۰	باب ۴۲: دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے کی ممانعت	۷۴۰	۴۴۳	فقہاء احناف کے نزدیک قلیل اور کثیر پانی کے طاہر اور نجس ہونے کا معیار	۷۶۱
۴۲۱	پانی میں پھونک کا شرعی حکم	۷۴۲	۴۴۴	علامہ بدرالدین عینی کی رائے	۷۶۲
۴۲۲	راوی کے ”واللفظ لہ“ کی وضاحت	۷۴۶	۴۴۵	علامہ ابن قدامہ حنبلی کی رائے	۷۶۲
۴۲۳	باب ۴۳: استنجا کے بعد ہاتھ زمین پر رگڑنا	۷۴۷	۴۴۶	فقہاء احناف کی متدل نو احادیث مبارکہ	۷۶۳
۴۲۴	حدیث مذکور کے بخاری و مسلم میں شواہد	۷۴۹	۴۴۷	باب ۴۵: پانی میں حد بندی کا نہ ہونا	۷۶۶
۴۲۵	حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے حالات	۷۵۱	۴۴۸	اعرابی کا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیشاب کرنا	۷۷۲
۴۲۶	اسلام	۷۵۱	۴۴۹	نرم زمین کو کھودنے کے متعلق احادیث مبارکہ	۷۷۴
۴۲۷	حجۃ الوداع	۷۵۲	۴۵۰	حدیث مذکور کا مکمل متن	۷۷۵
۴۲۸	وفات	۷۵۲	۴۵۱	زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے اس کے پاک ہونے کا بیان	۷۷۶
۴۲۹	حلیہ	۷۵۲	۴۵۲	مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم	۷۷۶
۴۳۰	اولاد	۷۵۲	۴۵۳	باب ۴۶: بٹھہرے ہوئے پانی کا بیان	۷۷۸
۴۳۱	فضل و کمال	۷۵۲	۴۵۴	علوم دینیہ پر اجرت لینے کا جواز	۷۸۱
۴۳۲	بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پذیرائی	۷۵۲	۴۵۵	علامہ ابن ملقن کی رائے	۷۸۲

۸۰۴	عصمت انبیاء کی بحث	۴۷۷	۷۸۲	علامہ عینی کی رائے	۴۵۶
۸۰۴	عصمت کی تعریف	۴۷۸	۷۸۳	حافظ جمال الدین زیلیعی کی رائے	۴۵۷
۸۰۴	ملا علی قاری کی رائے	۴۷۹	۷۸۳	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی رائے	۴۵۸
۸۰۴	قاضی عیاض مالکی کی رائے	۴۸۰	۷۸۴	ملائ نظام الدین حنفی کی رائے	۴۵۹
۸۰۵	علامہ شہاب الدین خفاجی کی رائے	۴۸۱	۷۸۴	شیخ تقسیمین نجدی حنبلی کی رائے	۴۶۰
۸۰۵	میر سید شریف جرجانی کی رائے	۴۸۲	۷۸۶	باب ۴۷: سمندر کے پانی کا حکم	۴۶۱
۸۰۶	میر سید شریف جرجانی کی عبارت پر علامہ غلام رسول سعیدی کا تبصرہ	۴۸۳	۷۸۸	سمندر میں مرنے والے جانوروں کا حکم	۴۶۲
۸۰۸	حضرت ہشام بن عروہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کے حالات	۴۸۴	۷۸۸	پانی کے مردار کا حلال ہونا	۴۶۳
۸۰۸	نام و نسب	۴۸۵	۷۸۹	علامہ نووی کی رائے	۴۶۴
۸۰۸	فضل و کمال	۴۸۶	۷۹۰	علامہ دشتانی ابی مالکی کی رائے	۴۶۵
۸۰۹	حدیث میں مقام	۴۸۷	۷۹۱	علامہ ابن قدامہ حنبلی کی رائے	۴۶۶
۸۰۹	شیوخ	۴۸۸	۷۹۱	علامہ ابو بکر حصاص کی رائے	۴۶۷
۸۰۹	تلامذہ	۴۸۹	۷۹۳	علامہ بدر الدین عینی کی رائے	۴۶۸
۸۰۹	فقہ	۴۹۰	۷۹۴	آئمہ ثلاثہ کے استدلال پر علامہ سرخسی کا تعاقب	۴۶۹
۸۰۹	زہد و ورع	۴۹۱	۷۹۴	علامہ غلام رسول سعیدی کا موقف	۴۷۰
۸۰۹	تھذیب لسان	۴۹۲	۷۹۵	امام بخاری کی روایت	۴۷۱
۸۰۹	بغداد کا سفر	۴۹۳	۷۹۶	جھینگا مچھلی کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کا موقف	۴۷۲
۸۰۹	وفات	۴۹۴	۷۹۸	جھینگا مچھلی اور ٹڈی کا حکم	۴۷۳
۸۱۰	حضرت عروہ بن زبیر <small>رضی اللہ عنہ</small> کے حالات	۴۹۵	۷۹۹	باب ۴۸: برف سے وضو کرنا	۴۷۴
۸۱۰	نام و نسب	۴۹۶	۸۰۱	نبی کریم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا معصوم ہونا	۴۷۵
۸۱۰	پیدائش	۴۹۷	۸۰۲	نماز کے افتتاح میں دیگر دعائیں پڑھنا	۴۷۶

۸۲۲	علامہ دشتانی کی رائے	۵۲۰	۸۱۰	جنگ جمل و صفین	۴۹۸
۸۲۲	علامہ ابن قدامہ کی رائے	۵۲۱	۸۱۰	عبدالملک کی بیعت	۴۹۹
۸۲۲	علامہ بدرالدین عینی کی رائے	۵۲۲	۸۱۰	عقیق کا قیام	۵۰۰
۸۲۲	علامہ ابن بطلال کی رائے	۵۲۳	۸۱۱	مصر کا قیام	۵۰۱
۸۲۶	کتے کے جھوٹے برتن کو دھونے کے بارے میں ملا علی قاری کی رائے	۵۲۴	۸۱۱	فضل و کمال	۵۰۲
۸۲۸	باب ۵۲: کتے کے جھوٹے برتن کو انڈیلنے کا حکم	۵۲۵	۸۱۱	حدیث میں مقام	۵۰۳
۸۳۰	آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی کا بیان	۵۲۶	۸۱۲	فقہ میں مقام	۵۰۴
۸۳۰	گھوڑے کا جوٹھا پاک ہے	۵۲۷	۸۱۲	فقہ میں تصانیف	۵۰۵
۸۳۰	دیگر جانوروں کے جوٹھے کا بیان	۵۲۸	۸۱۲	اقوال	۵۰۶
۸۳۱	قاعدہ فقہیہ	۵۲۹	۸۱۲	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استفادہ	۵۰۷
۸۳۲	کتے کے جوٹھے کی نجاست کو اس کے پیشاب کی نجاست پر قیاس کیا جائے گا	۵۳۰	۸۱۲	ترغیب علم	۵۰۸
۸۳۲	خنزیر کے جوٹھے کا حکم	۵۳۱	۸۱۲	فضائل و اخلاق	۵۰۹
۸۳۳	درندوں کے جوٹھے میں فقہ شافعی و حنفی کا موقف و دلائل	۵۳۲	۸۱۲	عبادت و ریاضت	۵۱۰
۸۳۴	باب ۵۳: جس برتن میں کتا منڈالے، اسے مٹی سے مانجھنا	۵۳۳	۸۱۲	صبر و استقامت	۵۱۱
۸۳۵	علامہ بدرالدین عینی کا موقف	۵۳۴	۸۱۳	صبر و شکر	۵۱۲
۸۳۷	چار قسم کے کتے پالنا جائز ہیں	۵۳۵	۸۱۳	دولت دنیا سے بے نیازی	۵۱۳
۸۳۸	باب ۵۴: بلی کے جوٹھے کا بیان	۵۳۶	۸۱۳	نمول اور فارغ البالی	۵۱۴
۸۳۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بلی کا جوٹھا استعمال کیا	۵۳۷	۸۱۳	فیاضی و سیر چشتی	۵۱۵
۸۳۳	بلی اور دیگر گھریلو جانوروں کے جوٹھے کا حکم	۵۳۸	۸۱۴	وفات	۵۱۶
۸۳۵	قاعدہ فقہیہ	۵۳۹	۸۱۵	باب ۵۰: اولوں کے پانی سے وضو کرنا	۵۱۷
۸۳۶	باب ۵۵: گدھے کے جوٹھے کا بیان	۵۴۰	۸۱۸	باب ۵۱: کتے کے جھوٹے کا حکم	۵۱۸
۸۳۷	گدھے کے گوشت کا حکم	۵۴۱	۸۲۱	علامہ نووی کی رائے	۵۱۹

۸۶۳	وفات	۵۶۳	۸۴۸	علامہ بدرالدین عینی کی رائے	۵۴۲
۸۶۳	اولاد	۵۶۵	۸۴۹	گدھے اور خچر کے جوٹھے کا حکم	۵۴۳
۸۶۳	فضل و کمال	۵۶۶	۸۵۰	کسی فقہی حکم کو مشکوک کہنے میں فقہاء کے اقوال	۵۴۴
۸۵۶	اخلاق	۵۶۷	۸۵۰	گدھے کے جوٹھے پر اختلافی دلائل	۵۴۵
۸۵۶	زمانہ نبوی ﷺ میں رائج مختلف پیمانوں کی وضاحت	۵۶۸	۸۵۰	استدلال نقل کی وجہ سے اختلاف	۵۴۶
۸۶۷	پیمانوں مکوک، مد، ظل، صاع، فزق اور فرق کی وضاحت	۵۶۹	۸۵۰	استدلال آثار کی وجہ سے اختلاف	۵۴۷
۸۶۸	باب ۶۰: وضو کے لئے نیت کرنا	۵۷۰	۸۵۰	استدلال قیاس کی وجہ سے اختلاف	۵۴۸
۸۶۹	امام احمد بن حنبل کا قول: اصول اسلام تین احادیث پر مشتمل ہیں	۵۷۱	۸۵۰	استدلال علت کی وجہ سے اختلاف	۵۴۹
۸۶۹	امام ابو داؤد کا فرمان: فقہ کا مدار پانچ احادیث پر ہے	۵۷۲	۸۵۱	لایوکل لحم کا جوٹھا ان کے پیشاب کی طرح	۵۵۰
۸۶۹	چار احادیث انسان کے دین کیلئے کافی ہیں	۵۷۳	۸۵۱	حلال و حرام کے جمع ہونے میں قاعدہ فقہیہ	۵۵۱
۸۷۳	حدیث انما الاعمال بالنیات کا مفہوم	۵۷۴	۸۵۳	باب ۵۶: حائضہ عورت کے جوٹھے کا حکم	۵۵۲
۸۷۳	ہجرت کی صورتیں اور اقسام	۵۷۵	۸۵۵	باب ۵۷: مردوں اور عورتوں کا اکٹھے وضو کرنا	۵۵۳
۸۷۳	مہاجر کی تعریف	۵۷۶	۸۵۶	سند میں "۲"، تحویل کا حکم	۵۵۴
۸۷۸	نیک کام میں متعدد چیزوں کی نیت پر ثواب کی تفصیل	۵۷۷	۸۵۸	باب ۵۸: جنبی کے غسل سے بچا ہوا پانی	۵۵۵
۸۸۰	ہجرت کا پس منظر	۵۷۸	۸۵۹	وضو کے لئے ایک لیٹر اور غسل کے لئے چار لیٹر پانی کافی ہے	۵۵۶
۸۸۱	لاہجرۃ بعد الفتح کا مفہوم	۵۷۹	۸۶۰	علامہ عینی اور ابن حجر عسقلانی کی رائے	۵۵۷
۸۸۲	ہجرت کے شرعی معنی	۵۸۰	۸۶۰	علامہ یتیمی کی رائے	۵۵۸
۸۹۰	باب ۶۱: برتن سے (پانی لے کر) وضو کرنا	۵۸۱	۸۶۳	حضرت ام عمارۃ رضی اللہ عنہا کے حالات	۵۵۹
۸۹۳	معجزہ کی تعریف	۵۸۲	۸۶۳	نام و نسب	۵۶۰
۸۹۸	باب ۶۲: وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا	۵۸۳	۸۶۳	نکاح	۵۶۱
۸۹۹	وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا سنت یا مستحب	۵۸۴	۸۶۳	اسلام	۵۶۲
۸۹۹	امام مالک کا نظریہ	۵۸۵	۸۶۳	غزوات	۵۶۳

۵۸۶	احناف کا موقف	۹۰۰	۶۰۸	واقعہ ہانکہ	۹۱۹
۵۸۷	امام احمد رضا خان بریلوی کا موقف	۹۰۰	۶۰۹	ایثار	۹۲۰
۵۸۸	علامہ محمود الباہرتی کا موقف	۹۰۰	۶۱۰	وفات	۹۲۰
۵۸۹	امام طحاوی و امام قدوری کا موقف	۹۰۱	۶۱۱	علم و فضل	۹۲۰
۵۹۰	حدیث ”لا وضوء لمن لم یسم اللہ“ کا مفہوم	۹۰۱	۶۱۲	اصابت رائے	۹۲۱
۵۹۱	باب ۶۳: خادم کا وضو کروانے کیلئے اعضا پر پانی بہانا	۹۰۲	۶۱۳	اخلاق و عادات	۹۲۱
۵۹۲	وضو کرنے میں غیر سے مدد لینے کی اقسام	۹۰۳	۶۱۴	خوف خدا	۹۲۱
۵۹۳	اصاغر کا اکابر کی از خود خدمت کرنا	۹۰۳	۶۱۵	حب رسول ﷺ	۹۲۱
۵۹۴	حدیث مذکور کی امام مالک کی سند پر بحث و تمحیص	۹۰۵	۶۱۶	صدق و عقاب	۹۲۲
۵۹۵	باب ۶۴: وضو کے اعضاء کو تین تین دفعہ دھونا	۹۰۶	۶۱۷	انفاق فی سبیل اللہ	۹۲۲
۵۹۶	حدیث مذکور کی تائید میں امام بخاری کی روایت	۹۱۰	۶۱۸	مذہبی زندگی	۹۲۳
۵۹۷	باب ۶۶: وضو کا طریقہ دونوں ہتھیلیوں کا دھونا	۹۱۲	۶۱۹	ذریعہ معاش	۹۲۳
۵۹۸	حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حالات	۹۱۷	۶۲۰	غذا و لباس	۹۲۳
۵۹۹	نام و نسب و خاندان	۹۱۷	۶۲۱	حلیہ	۹۲۳
۶۰۰	اسلام	۹۱۷	۶۲۲	اولاد و ازواج	۹۲۳
۶۰۱	ہجرت	۹۱۷	۶۲۳	باب ۶۷: ہاتھ کتھی بار دھونے چاہئے	۹۲۵
۶۰۲	مواخات	۹۱۷	۶۲۴	مذکور سند کا اضطراب	۹۲۶
۶۰۳	غزوات	۹۱۷	۶۲۵	باقی محدثین کی سند میں بھی اضطراب ہے	۹۲۷
۶۰۴	دومتہ الجندل کی مہم	۹۱۸	۶۲۶	سند کے اضطراب کی چار صورتیں	۹۲۷
۶۰۵	فتح مکہ	۹۱۸	۶۲۷	رفع اضطراب کی صورتیں	۹۲۷
۶۰۶	عہد صدیقی	۹۱۹	۶۲۸	وضو کی سنتیں	۹۲۹
۶۰۷	عہد فاروقی	۹۱۹	۶۲۹	سنت کی تعریف	۹۳۰

۹۶۱	تصوف	۶۵۲	۹۳۱	جو واجب کے بغیر مکمل نہ ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے	۶۳۰
۹۶۲	علم نحو کی ایجاد	۶۵۳	۹۳۱	واجب کی تعریف	۶۳۱
۹۶۲	اصابت رائے	۶۵۴	۹۳۲	باب ۶۸: کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا	۶۳۲
۹۶۳	وفات	۶۵۵	۹۳۳	حدیث مذکور کے مفہوم میں علماء کی تصریحات	۶۳۳
۹۶۵	باب ۷۵: چہرہ دھونا	۶۵۶	۹۳۵	الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق احادیث	۶۳۴
۹۶۷	باب ۶۷: چہرہ کتنی بار دھویا جائے؟	۶۵۷	۹۳۵	نقد حدیث	۶۳۵
۹۶۹	باب ۷۷: دونو بازو دھونا	۶۵۸	۹۳۸	باب ۶۹: کس ہاتھ سے کلی کرے؟	۶۳۶
۹۷۱	باب ۷۸: وضو کا طریقہ	۶۵۹	۹۴۰	تحیۃ الوضو کے بارے میں بحث و تحقیق	۶۳۷
۹۷۲	حضرت امام حسین <small>رضی اللہ عنہ</small> کے حالات	۶۶۰	۹۴۱	تحیۃ الوضو اور شکر وضو کی کوئی چیز نہیں	۶۳۸
۹۷۳	پیدائش	۶۶۱	۹۴۱	اصل نماز تحیۃ رب المسجد ہے	۶۳۹
۹۷۳	امام حسین <small>رضی اللہ عنہ</small> کے فضائل میں احادیث مبارکہ	۶۶۲	۹۴۲	باب ۷۰: ناک سنکنا	۶۴۰
۹۷۶	اہل بیت کی صحیح ترین سند	۶۶۳	۹۴۵	باب ۷۱: ناک کو خوب اچھی طرح صاف کرنا	۶۴۱
۹۷۷	باب ۷۹: بازو کتنی بار دھوئے جائیں؟	۶۶۴	۹۴۸	باب ۷۲: ناک صاف کرنے کا حکم	۶۴۲
۹۷۹	باب ۸۰: بازو دھونے کی حد	۶۶۵	۹۵۱	باب ۷۳: نیند سے جاگنے پر ناک سنکنے کا حکم	۶۴۳
۹۸۰	حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم <small>رضی اللہ عنہ</small> کے حالات	۶۶۶	۹۵۳	شیطان کے رات گزارنے کا مفہوم	۶۴۴
۹۸۰	اسلام	۶۶۷	۹۵۵	باب ۷۴: کس ہاتھ سے ناک سنکنا چاہئے؟	۶۴۵
۹۸۰	غزوات	۶۶۸	۹۵۶	حضرت علی <small>رضی اللہ عنہ</small> کے حالات	۶۴۶
۹۸۰	وفات	۶۶۹	۹۵۷	فضل و کمال	۶۴۷
۹۸۱	اولاد	۶۷۰	۹۵۸	تفسیر اور علوم قرآن	۶۴۸
۹۸۱	فضل و کمال	۶۷۱	۹۵۹	علم حدیث	۶۴۹
۹۸۱	اخلاق	۶۷۲	۹۵۹	فقہ و اجتہاد	۶۵۰
۹۸۳	باب ۸۱: سر کے مسح کا طریقہ	۶۷۳	۹۶۰	علم اسرار و حکم	۶۵۱

		۹۸۴	پورے سر کے مسح کرنے کے ثبوت میں امام مالک کے دلائل	۶۷۴
		۹۸۵	تین بالوں کی مقدار سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء شافعیہ کے دلائل	۶۷۵
		۹۸۵	چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل	۶۷۶
		۹۸۶	عمامہ پر مسح کرنے کے جوابات	۶۷۷
		۹۸۷	وضو میں سر کے مسح کی بحث	۶۷۸
		۹۹۱	باب ۸۲: سر پر مسح کتنی بار کیا جائے؟	۶۷۹
		۹۹۲	باب ۸۳: عورت کے لئے اپنے سر کا مسح کرنا	۶۸۰
		۹۹۷	اطراف الحدیث	۶۸۱
		۱۰۰۲	اشاریہ اسماء رجال	۶۸۲
		۱۰۱۳	مصادر و مراجع	۶۸۳

عرض ناشر

الحمد للہ کہ ادارہ پروگریسو بکس کے قیام سے لے کر اب تک ہم کارپردازان ادارہ ہمت وقت اور ہر آن اسی کوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ اس ادارے سے مذہبیات اور ادبیات پر بہترین کتب اپنے کرم فرما حضرات کی خدمت میں پیش کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی رحمت ﷺ کی نگاہِ رحمت اور قارئین کرام کے تعاون سے ہم آج تک اسی نصب العین کی تکمیل میں مشغول و مصروف رہے ہیں اور اب تک ہم نے اپنی جو مطبوعات آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں ان کی پسندیدگی اور قبولیت نے اس راہ میں ہمیں اور زیادہ سرگرم عمل بنا دیا ہے اور اب تک دینی کتب کے اصل متون یا ان کے تراجم کو موجودہ نسل کی رہنمائی کے لیے پیش کرنا ہی ہمارا مقصود اور نصب العین بن گیا ہے۔ انشاء اللہ! ہم اس راہ میں اور زیادہ سرگرمی سے اپنے قدم اٹھائیں گے۔

آفتاب رسالت سے اقتباس شدہ ہدایت کا ذریعہ آیات قرآنی اور احادیث رسول ﷺ ہیں۔

پھر فکرِ آخرت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان ایسے عقائد و خیالات اور اعمال کو اپنائے جن پر اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو بلکہ راضی ہو اور یہ ان بارگاہِ رسالت کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی بات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپ کا ادارہ پروگریسو بکس نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے بہت سی نادر کتابیں شائع کی ہیں، جیسے سنن ابوداؤد شریف، ریاض الصالحین، اجیاء العلوم، غنیۃ الطالبین، تاریخ الخلفاء اور دیگر ادارہ خریدار حضرات کی ڈیمانڈ پوری کرنے میں مصروف عمل ہے۔

اسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ ہم نے حدیث شریف کی عظیم اور مستند کتاب امام نسائی کی ”سنن نسائی“ کی شرح ”فیوض الزاہمی فی شرح سنن النسائی“ پیش کر دی ہے۔

اس عظیم کتاب کے شرح کی خدمت کو سرانجام دینے والے شارح و محقق معروف مذہبی اسکالر ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان سندرائی زید مجدہ ہیں۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ آگے جاری رہے گا۔ ہم نے اپنی مطبوعات کو حسن صوری سے آراستہ پیراستہ کرنے میں کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیا ہے، جس قدر بھی ممکن ہو سکا اور جماعتی حسن سے اپنے کرم فرماؤں کی خدمت میں پیش کیا ہے اور آپ نے ہماری اس کوشش کو سراہا ہے۔

اسی نصب العین کے تحت پیش نظر کتاب ”فیوض الزاہمی فی شرح سنن النسائی“ کو بھی بھرپور طریقے سے حسن معنوی کی طرح حسن ظاہری سے آراستہ کرنے میں بے اعتنائی نہیں برتی ہے۔

امید ہے کہ یہ گراں مایہ کتاب ہماری دیگر مطبوعات کی طرح آپ سے شرف قبول حاصل کرے گی۔ آخر میں گزارش ہے کہ جب آپ اس عظیم کتاب سے استفادہ کریں تو اپنے لیے دعا کرتے ہوئے ہمارے ادارہ کے تمام لوگوں کے لیے بھی ضرور دعا مانگیں۔

والسلام!

☆ میاں غلام رسول ☆ میاں شہباز رسول ☆ میاں جوادر رسول ☆ میاں شہزاد رسول

صاحب تصنیف

نام : ڈاکٹر محمد کریم خان بن محمد لقمان خان

ولادت : 20 اپریل 1980ء

مقام پیدائش: سندرانہ، نزد وواہنڈو، تحصیل کامونکی، ضلع گوجرانوالہ

تعلیم : 1- Ph.D علوم اسلامیہ، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

(2014ء)

2- ایم فل علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

(2006ء)

3- ایم اے عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور،

(2004ء)

4- ایم اے اسلامیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

(2003ء)

5- فاضل عربی، لاہور بورڈ، لاہور

(2002ء)

6- ایم اے تاریخ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

(2001ء)

7- تخصص فی الفقہ (مفتی کورس)، جامعہ نعیمیہ، لاہور

(2001ء)

8- شہادۃ العالمیہ فی العربیۃ والاسلامیہ، تنظیم المدارس پاکستان

(2000ء)

9- تکمیل درس نظامی، جامعہ نعیمیہ، لاہور

(2000ء)

10- حفظ قرآن، جامعہ غوثیہ رضویہ، سوکنوٹ (سیالکوٹ)

(1990ء)

تحقیقی کام: 1- قصص الحدیث (تعلیمی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی پہلو) کا تجزیاتی مطالعہ

اور عصر حاضر میں اس کا اطلاق

(مقالہ Ph.D)

2- امثال الحدیث --- عبر و نصائح

(مقالہ ایم فل)

3- سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ --- ایک عظیم مدبر حکمران

(مقالہ شہادۃ العالمیہ)

4- قانون وراثت ایکٹ اور شریعت اسلامیہ کا تجزیاتی مطالعہ

(مقالہ علماء اکیڈمی)

5- امثال صحیح بخاری 6- امثال صحیح مسلم 7- امثال جامع ترمذی

8- نظریات سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ 9- ہمارے فکری و عملی مسائل اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

10- مختلف مجلات و رسائل میں 40 سے زائد تحقیقی مضامین

تقریظ

نمودة ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون (النمل: ۱۶: ۴۴)

ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا ہے، تاکہ آپ لوگوں کیلئے وہ (پیغام اور احکام) خوب واضح کر دیں، جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں، اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنے حبیب مکرم حضور نبی کریم ﷺ کو اس کی تبیین، وضاحت اور شرح کا منصب عطا فرمایا۔ اسی لیے قرآن مجید کے بعد حدیث مبارکہ شریعت اسلامیہ کا دوسرا ماخذ و منبع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں علماء و فقہاء و محدثین کے ایسے گروہ پیدا کیے، جنہوں نے قرآن مجید کی تفاسیر لکھیں، احادیث مبارکہ کی شرحیں لکھیں اور اجتہاد و قیاس سے کام لیتے ہوئے امت کیلئے راہنما اصول اور قواعد وضع کیے، جن کی روشنی میں قرآن و حدیث سے رہنمائی لینے میں امت مسلمہ جو کام لینا چاہتی ہے، اس کیلئے بڑے بڑے ذہنوں کو اس طرف متوجہ کر دیتی ہے، پھر انہیں ہستیوں کی بدولت بڑے بڑے علوم معروض وجود میں آتے ہیں اور علم تحقیق کی نئی راہیں کھلتی ہیں، انہیں پاکیزہ ہستیوں میں سے محدثین کرام کا گروہ ہے، جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور آثار کو مدون کر کے احادیث مبارکہ کی بڑی بڑی کتب تصنیف کیں، حدیث مبارکہ کی ہزاروں کتب میں سے صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) کو علماء کرام نے سب سے فائق قرار دیا، اسی لیے شارحین حدیث نے ان کتب کی شروحات و تعلیقات پر خصوصی توجہ دی۔ کتب صحاح ستہ میں سے امام نسائی کی تصنیف، سنن نسائی (صغری) کو علماء کرام نے عمومی طور پر پانچویں درجہ پر ذکر کیا ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم پر علماء کرام نے شرح و تعلیقات کی صورت میں بہت کام کیا ہے، اسی طرح سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی پر بھی تسلی بخش کام عربی و اردو زبان میں ہوا ہے، لیکن اس لحاظ سے سب سے کم شرح و تعلیقات کا کام سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ پر ہوا ہے، سنن نسائی پر میری معلومات کی حد تک تحقیقی کام بہت کم ہوا ہے، خاص طور پر اردو زبان میں بہت ہی کم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے سنن نسائی صغریٰ پر کام کرنے کیلئے والد گرامی شہید پاکستان علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کے تلمیذ خاص اور ہمارے دوست ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان صاحب کو شرح لکھنے کی طرف متوجہ کیا، مفتی صاحب نے عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ جدید و قدیم اسلوب تحقیق کو اپناتے ہوئے اس کی پہلی جلد مکمل کی ہے، جس کو دیکھ کر انتہائی خوشی محسوس ہوئی۔ اس شرح میں مفتی صاحب نے احادیث کو آٹھ عنوانات (مطابقت، اطراف، تعارف رجال، حکم روایت، خصوصیات، سند، لغات، مسائل و نصح، خلاصہ) کے تحت موضوع تحقیق بنایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آغاز میں مبسوط مقدمہ بھی تحریر کیا ہے جو کہ امام نسائی اور سنن نسائی کے مقام و مرتبہ کو واضح کرتا ہے۔ اور ان پر تحقیق کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے طفیل ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کتاب کو علماء محققین اور عوام کیلئے دائمی نفع مند بنائے، آمین بجاہ النبی الکریم۔

مولانا محمد راغب حسین نعیمی
(پرنسپل جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور)

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم:

”الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی“

اے حبیب آج کے دن میں نے آپ کے لیے آپ کا دین مکمل کر دیا اور آپ پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذریعہ سے اپنے دین کی تکمیل کرنے کے بعد حضور ﷺ کی ذات پر ہی سلسلہ نبوت و رسالت کا

بھی اختتامیہ اعلان فرمادیا۔

”ماکان محمد اباً احد من رجالکم و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔“

گویا حضور ﷺ کے دین سے پہلے جتنے ادیان تھے منسوخ کر دیئے گئے، جتنی شریعتیں تھیں منسوخ کر دی گئیں، جتنی نبوتیں اور

رسالتیں تھیں، سب کی وسعتوں کو سمیٹ لیا گیا، پہلے انبیاء کے لیے جو جو خاصیات نبوت تھیں ساری نبوتِ مصطفیٰ ﷺ میں جمع ہو گئیں اور نبوتِ

مصطفیٰ ﷺ کی وسعت کو کائنات پر محیط کر دیا گیا، وما ارسلناک الا رحمة للعالمین اسی وسعت کی دلیل ہے۔

جب نبوتِ محمدی ﷺ کی وسعت کا اطلاق ہر فردِ تخلیق پر عائد ہو گیا تو وہ تمام آیات و احکامات بھی ہر اس فرد پر نافذ ہوتے گئے جس

کو اطاعتِ محمدی ﷺ کی رسی سے باندھا گیا اور پھر آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کو اسوۂ حسنہ کی معراج قرار دیا گیا، آپ کی اتباع کو رضائے

ایزدی کی تحصیل کی بنیاد ٹھہرا دیا گیا، ہدایت کی نہروں کو آپ کے دریائے رحمت و نبوت کے کنارے سے جوڑا گیا اور اعلان کر دیا گیا، وان

تطیعوه تہتدوا جس طرح اهدنا الصراط المستقیم کی صدائیں زمانہ نبوی میں گونجتی تھیں، آج بھی ان کی صدائے بازگشت نوائے امت

مسلمہ کی صورت میں سنائی دیتی ہے۔

رضاء و ہدایت دونوں ہی حضور ﷺ کی اتباع اور آپ کے نمونہ حیات کی تقلید کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس امکان ایقان تک جا پہنچتا

ہے کہ قدسی طہارتوں سے معطر سیرتِ رسول ﷺ کے وہ نمونے اور زبانِ ماینطق عن الہوی سے ظہور میں آنے والے وہ مقدس احکام بھی

قرآن کے ساتھ ساتھ باقی رہیں کہ جن سے زمانہ رسول ﷺ میں تربیت پانے والے ہدایت کی راہوں پر گامزن رہے، تاکہ قیامت تک

آنے والی نسلیں اذاتہ الطریق سے گزر کر ایصال الی المطلوب کی منزلوں کی امین بن سکیں۔

اگر حدیثِ رسول کو قرآن سے الگ کر دیا جائے تو یہ انقطاع کبھی بھی ہدایت کا مبداء قرار نہیں دیا جاسکتا۔

یہی وجہ تھی کہ صاحبِ جوامع الکلم ﷺ کی احادیث کی اہمیت، حیثیت اور انفرادیت و امتیازیت امت کے عالی دماغوں اور

دورانِ دیش نظروں کے سامنے تھی، بخاری و مسلم و ترمذی و سنن اور مؤطا مسانید اسی کے نتائج ہیں۔

علامہ طاہر بن صالح الجزائری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب توجیہ النظر فی اصول الاثر میں حدیث کی تعریف کرنے والوں کے دو طبقات کا ذکر کیا ہے۔

ایک تو اصولیین ہیں جو حدیث کی یہ تعریف کرتے ہیں: اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم و افعاله

چونکہ علمائے اصول فقہ کا مقصد حدیث سے استنباط احکام ہے اور ان کے نقطہ نظر سے حدیث صرف وہ ہے جس سے کوئی حکم مستنبط ہوتا ہو۔

ان کے برخلاف دوسرا طبقہ محدثین کا ہے جو حدیث کی تعریف یہ کرتا ہے: اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم و افعاله و احواله

اب یہ تعریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال غیر اختیار یہ کو بھی شامل ہو گئی جبکہ اصولیین کے نزدیک چونکہ ان سے کوئی حکم مستنبط نہیں ہوتا اس لیے ان کا حدیث کی تعریف سے خارج ہو جانا مضر نہیں۔

اس چیز کے پیش نظر محدثین نے کتب احادیث کی ابواب و فصول بندی بھی کی، موضوع در موضوع اور نوع در نوع فصلیں اور ابواب قائم کیے، انہی معتبر اور قابل اعتماد کتب احادیث میں ایک نام سنن نسائی کا ہے۔ سنن نسائی کے بارے میں خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

كتاب السنن كله صحيح، وبعضه معلول الا انه لم يبين علته و المنتخب المسمى بالمجتبى صحيح كله۔

کتاب سنن ساری کی ساری صحیح ہے اور بعض روایات میں علت پائی جاتی ہے مگر یہ کہ جن کی علت کو بیان نہیں کیا گیا، اور مجتبیٰ کی منتخب کتاب (یعنی سنن نسائی) تمام صحیح ہے مگر اس کے باوجود علامہ خولی کا قول ”مفتاح السنہ“ میں یہ ملتا ہے کہ سنن نسائی کا درجہ بخاری و مسلم کے بعد ہے۔ اسی طرح دیگر کئی آئمہ حدیث کا یہی موقف ہے بہر حال اس درجہ بندی کی ایک وجہ تو بخاری و مسلم کا اپنا ایک الگ فنی حکم ہے کہ جس نے اپنی صحت اور متن و سند کی انفرادیت کی الگ تہذیبی سطح کو منوایا اور دوسری وجہ صحیح احادیث کا کثرت سے بخاری و مسلم کی صحیحین میں آجانا ہے کہ جن کی وجہ سے سنن نسائی کی طرف توجہ کا عمل کم رہا۔

اس ضمن میں حاجی خلیفہ کی کشف الظنون کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے جو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے:

انه صنف السنن الكبرى، فساله بعض الامراء عنه اكله صحيح فقال: لا، قال: فاكتب لنا الصحيح مجرداً،

فلخص السنن الصغيرة منها وترك كل حديث اورده في الكبيرة مما تكلم في اسناده بالتعليل و سماه

المجتبى۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ جب اپنی کتاب سنن کبریٰ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو وہاں کے امیر نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا کہ کیا اس کتاب میں مذکور احادیث سب صحیح ہیں تو امام موصوف نے فرمایا: نہیں اس پر امیر نے کہا کہ ہمارے لیے تو صرف صحیح احادیث لکھ کر جمع کر دیجیے۔ تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن کبریٰ کی تلخیص کر لی، جسے سنن صغریٰ کہا اور سنن کبریٰ کی وہ احادیث چھوڑ دیں جس کی اسناد کے متعلق کوئی تعلیل کی بات کی گئی اور اس تلخیص کا نام ”المجتبیٰ“ رکھا۔

اس واقعہ سے تو ایک طرف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ احتیاط مفقود نظر آتی ہے جو بخاری و مسلم میں بدرجہ اتم موجود ہے مگر اس کے باوجود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط کے متعلق علامہ مقدسی کہتے ہیں کہ امام ابو القاسم سعد بن علی زنجانی رحمۃ اللہ علیہ سے مکہ مکرمہ میں میں نے ایک راوی کا حال دریافت کیا تو انہوں نے اس کی توثیق کی۔ میں نے عرض کیا کہ امام عبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تضعیف کی ہے اس پر امام ابو القاسم نے کہا:

یا بنی ان لابی عبدالرحمن فی الرجال شرطاً اشد من شرطاً البخاری و مسلم

بیٹا رجال کے بارے میں ابو عبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرط امام بخاری و مسلم کی شرط سے زیادہ سخت ہے۔

تاہم یہ بات متفق علیہ ہے کہ سنن نسائی کا درجہ بخاری و مسلم کے بعد ہی ہے، درجہ بندی کی یہی وجہ تھی کہ شارحین حدیث نے سنن نسائی کی طرف وہ توجہ نہ دی جو بخاری و مسلم اور ترمذی کے حصے میں آئی۔

بہر حال علمی دنیا میں یہ ایک المیہ رہا اور آج تک سنن نسائی شناسان حدیث سے توجہ کی طالب رہی۔ بالآخر عزیزم مفتی محمد کریم خان صاحب کو خداوند کریم نے لحاظ امر کی تقسیم کا حصہ عنایت کیا اور حسن توفیق سے ان کے وجود میں خدمت حدیث کی تحریک پیدا کی کہ انہوں نے ”فیوض الزاہمی فی شرح سنن نسائی“ لکھ کر مصروف حال قلموں سے یہ بوجھ اتار دیا۔

میں امید کرتا ہوں کہ اہل علم اور حدیث سے ذوق رکھنے والے افراد کے ہاں اس شرح کو خاص مقام دیا جائے گا اور اس سے استفادہ کاری کا ایک الگ ماحول معرض وجود میں آئے گا۔ انوکھے اور اچھوتے طرز استدلال اور تخریج مسائل و احکامات کی حامل اس کتاب کا میں تہہ دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عزیزم مفتی محمد کریم خان کو ادب حدیث کی خدمت میں یونہی سرگرم عمل رکھے۔ آمین!

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

ڈین فیکلٹی آف علوم اسلامیہ و شرقیہ

جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

۲۲ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ / ۱۰ جون ۲۰۱۵ء

تقریظ

(ڈاکٹر مفتی) محمد حسیب قادری

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

امت مسلمہ کے دین کا سرمایہ اور ان کی شریعت کی کل متاع حضور ﷺ کا نمونہ حیات ہے۔ قرآن مجید برہان رشید کے ساتھ ساتھ حضور ختمی المرتبت، سید المرسلین، خاتم النبیین، سید الاولیٰین والآخرین کی سنت مبارکہ قیامت تک آنے والی مسلم امت کے لیے ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ہے، صاحب قرآن محبوب خلاق عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی ہے:

عن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال تروكتم فيكم امرين لئن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة نبيه۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑنے جا رہا ہوں اگر انہیں تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔

زمانہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے امت مسلمہ نے ہدایت کے ان دونوں ذرائع کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کیں بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے کریم آقا و مولیٰ جناب رسول مکرم ﷺ کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا۔ خلوت و جلوت، سفر و حضر اور نجی زندگی کے حالات سے لے کر آپ کی حیات مبارکہ کے جملہ معاملات یہاں تک کہ حیات طیبہ کے کسی پہلو اور واقعہ کو محفوظ کیے بغیر نہیں چھوڑا، صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے بعد تابعین اور ان کے اتباع نے حفظ اور کتابت کے اس عمل کو جاری رکھا، یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے بعد باقاعدہ حدیث کی تدوین شروع ہوئی اور ابواب و کتب کی ترتیب سے حدیث کی کتابیں مدون ہوئیں جن کو محدثین نے کتب حدیث کی صحت، شہرت اور مقبولیت کے اعتبار سے چار طبقوں میں تقسیم کیا ہے:

طبقہ اولیٰ میں وہ کتب حدیث تھیں جن کی صحت، شہرت اور مقبولیت سب سے زیادہ ہے جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک جبکہ طبقہ ثانیہ میں وہ کتب حدیث آتی ہیں جو صحت، شہرت اور مقبولیت میں پہلے طبقہ کے قریب ہیں اس طبقہ کی اکثر کتب میں اکثر احادیث صحیح اور حسن ہیں جیسے جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی۔ طبقہ ثانیہ کی اہم کتب میں ایک کتاب الجتبی المعروف سنن نسائی ہے جو کہ امام ابو عبد الرحمن احمد بن علی بن بحر بن سان بن دینار نسائی کی تصنیف ہے۔ جو کہ ائمہ احادیث میں ایک منفرد اور نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام نسائی نقد رجال میں انتہائی محتاط، معتمد اور اپنے تمام معاصرین پر مقدم تھے۔ فن رجال کے ماہرین کی ایک جماعت نے امام نسائی کو امام مسلم، امام ابو بکر بن خزیمہ پر بھی ترجیح دی ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ امام نسائی حدیث، علل حدیث اور علوم اسماء الرجال میں مسلم، ترمذی اور ابو داؤد سے زیادہ ماہر ہیں۔ امام نسائی کی سنن کتب صحاح ستہ میں اہم حیثیت کی حامل ہے۔ بعض ائمہ حدیث نے بیان کیا ہے کہ سنن نسائی امام بخاری اور امام مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع ہے۔ جبکہ بیان غلل میں ان سے منفرد اور ممتاز ہے۔ کتب صحاح

ستہ میں عموماً صحیحین (بخاری و مسلم) کی فوقیت کی وجہ سے کثیر شروحات لکھی گئی ہیں۔ جبکہ سنن نسائی پر صرف عربی زبان میں بھی محدود کام ہوا ہے۔ جن میں چند شروحات اور زیادہ تر تعلیقات اور حواشی ہیں۔ اردو زبان میں بھی سنن نسائی پر ہونے والا زیادہ تر تحریری کام تراجم اور مختصر حواشی کی صورت میں ہے۔ عصر حاضر میں اس امر کی شدید ضرورت تھی کہ اردو زبان میں سنن نسائی کی مفصل شرح لکھی جائے تاکہ امت مسلمہ کی اردو خوان اکثریت اس عظیم ذخیرہ حدیث سے زیادہ استفادہ کر سکے۔

یہ عظیم سعادت اللہ رب العزت نے ہمارے محترم دوست حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان صاحب کو عطاء فرمائی اور اپنے محبوب مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے توفیق بخشی جنہوں نے اس عظیم کام کے لیے ہمت باندھی اور سنن نسائی کی اردو زبان میں شرح ”فیوض الزاہمی فی شرح سنن النسائی“ کے نام سے تحریر کرنی شروع کی جس کی بجز اللہ پہلی جلد طباعت کے مرحلے سے گزر کر منظر عام پر آ رہی ہے۔

مفتی صاحب علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ میں بھی ماہر ہیں اور جدید و قدیم علوم میں مہارت رکھتے ہیں۔ کئی مضامین میں ایم اے اور اسلامیات میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حامل مصنف محقق ہیں۔

فیوض الزاہمی کی جلد اول میں مفتی صاحب نے چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل مقدمہ تحریر کیا ہے جس میں شرح لکھنے کی غرض و غایت، ضرورت، اسلوب تحریر، مسائل کے استنباط کا طریقہ کار بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں امام نسائی کے حالات زندگی، سنن نسائی کا تعارف اور کتب حدیث میں اس کا مقام اور امتیازات پر تفصیلی گفتگو کی ہے مقدمہ میں نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحی اختیارات اور اسلام میں حدیث کا مقام بھی تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کتاب المناقب کے عنوان سے بیاسی (۸۲) صحابہ و صحابیات کے فضائل و مناقب پر مشتمل (۱۲۸۸) احادیث ترجمہ و تخریج کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ اسی طرح مولائی اہل ایمان حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور دیگر اہل بیت کے فضائل و محاسن پر مشتمل امام نسائی کی کتاب الخصائص کا ترجمہ و تخریج بھی مقدمہ کا حصہ ہے۔ مقدمہ کے آخر میں کتاب الفصائل کے عنوان سے شارح نے خال المسلمین حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر مشتمل احادیث و اقوال صحابہ و تابعین اور اقوال علماء سلف و خلف پر مشتمل اپنی تالیف میں شامل کیا ہے، جبکہ جلد اول میں سنن نسائی کی کتب الطہارۃ کے پہلے تراسی (۸۳) ابواب اور ایک سو (۱۰۰) احادیث کی شرح کی گئی ہے۔

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان صاحب زید مجدہ کی یہ تالیف عصر حاضر کے تحقیقی اصولوں اور تقاضوں سے اہم آہنگ ایک علمی و تحقیقی عمدہ کوشش کی ہے۔ شرح میں احادیث نبویہ کے عام فہم با محاورہ ترجمہ کے ساتھ باب کی سابقہ ابواب سے مناسبت اور مطابقت اور سند حدیث میں مذکور روایہ حدیث کا تعارف ان کے طبقات کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح حدیث کا حکم یعنی اس کی فنی حیثیت سند کی خصوصیات حدیث سے مستنبط مسائل و معارف کا تحقیق و تخریج کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا تمام خصوصیات کسی تصنیف کے عمدہ ہونے اور مصنف کے علم حدیث میں ماہر اور ثقہ ہونے کی علامات ہیں۔

الغرض اردو زبان میں ڈاکٹر صاحب کا علم حدیث میں یہ کام ایک لائق اتباع اضافہ ہے جو کہ علم حدیث کے علماء، طلباء سمیت ہر مسلمان کے لیے کسی قیمتی اثاثہ سے کم نہیں۔

خالق ارض و سماوات کی عالی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان صاحب کو اس شرح کی صحت و عافیت، بے پناہ برکات کے ساتھ تکمیل کی توفیق رفیق عطاء فرمائے۔ اس کتاب کو ائمہ احادیث کی کتب کی طرح شرف قبولیت بخشے اور تمام اہل علم، طلبہ اور عامۃ الناس کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

یک ذرہ غبار خاک راہ طیبہ خادم العلم والعلماء

(ڈاکٹر مفتی) محمد حبیب قادری غفرلہ

خطیب: جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہولا ہور

خادم الفقہ والحديث جامعہ المرکز الاسلامی، شاد باغ، لاہور

خطبۃ الکتاب و تقدیم

خطبة الكتاب

الحمد لله رب العالمين، الذي جعلنا من المسلمين، ووصفنا بخير أمة من الأمم الماضية، وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم، وهدانا به إلى الصراط المستقيم، والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين، الذي شرح الفرقان بأحاديثه وبيانه القويم، وكشف عن أسرار غوامضه لهداية الناس أجمعين، وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين، وعلى آله الطيبين وأصحابه الطاهرين الذين قاموا بإشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم، وعلى أزواجه الطاهرات أمهات المومنين، وعلى جميع الأئمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين إلى يوم الدين.

أشهد إن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن سيدنا ومولانا محمد عبده ورسوله، أعوذ بالله من شرور نفسي ومن سيئات أعمالي، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له، اللهم أرني الحق حقاً وارزقني اتباعه، اللهم أرني الباطل باطلاً وارزقني اجتنابه، اللهم اجعلني في تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم، واجعله موافقاً باسمه واحفظه من شرور الأشرار والحاسدين، اللهم اجعله خالصاً لوجهك الكريم، ومقبولاً عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم، واجعله شائعاً ومستفيضاً ومفيضاً مرغوباً في أطراف العالمين إلى يوم الدين، واجعله لي والجميع من انتسب إلى من المسلمين صدقة جارية إلى يوم القيامة، وارزقني زيارة النبي الكريم صلوات الله عليه في الدنيا وشفاعته في الآخرة، واحيني على الإسلام بالسلامة، وامتنني على الأيمان بالكرامة، اللهم أنت ربي لا إله إلا أنت خلقتني وأنا عبدك وأنا على عهدك ووعدك ما استطعت، أعوذ بك من شر ما صنعت أبوء لك بنعمتك علي وأبوء لك بذنبي، فأغفر لي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت، رب أوزعني إن أشكر نعمتك التي أنعمت علي وعلى والدي وإن أعمل صالحاً ترضه آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين صلوات الله عليهم.

١٤٣٤

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین ﷺ کے لئے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں ﷺ پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی، اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا، اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ ﷺ کے بعد، آپ ﷺ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رحمتوں کا نزول ہو، جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر رحمتوں کا نزول ہو، جو مسلمانوں کی مائیں ہیں، اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال آئمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ ﷻ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بد اعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ﷻ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے، اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ اے اللہ تعالیٰ ﷻ! مجھ پر حق واضح فرما، اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ تعالیٰ ﷻ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراط مستقیم پر گامزن فرما، اور اس شرح کو اسم بہ مسمیٰ کر دے، اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ تعالیٰ ﷻ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے، اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لئے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لئے قیامت تک تھمہ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ ﷺ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ تعالیٰ ﷻ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، اور تجھ سے کئے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بد اعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں، ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں، ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے، جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید

تقدیم

الحمد لله رب العالمین، والعاقبة للمتقین، والصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلی الہ واصحابہ واولیاء ملتہ وعلماہ
اہل سنتہ اجمعین، اما بعد:

اللہ تبارک وتعالیٰ ﷺ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا کیا، مسلمان بنایا، اپنے پیارے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا اور اسلام جیسی عظیم نعمت سے نوازا۔ بے شمار درد و سلام ہو، اس کے محبوب مکرم رسول معظم ﷺ پر، جنہوں نے اپنی ساری زندگی ہم جیسے گناہگاروں کی بخشش کیلئے دعائیں کرتے گذاری اور جب بھی کوئی اہم موقع آیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایات و نوازشات ہونے لگیں تو اس غمخوار اور سراپا رحمت ہستی نے یہ دعا ضرور کی: یا اللہ! میری امت کو بخش دے۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے اپنی تمام عمر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اپنے امتیوں کی ہدایت و راہنمائی فرماتے ہوئی گذاری اور جب اس دنیا سے وصال فرمایا، تو بھی امت کو ہدایت و راہنمائی کے دوسرے چشمے عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتہم بہما: کتاب اللہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو تھامے رکھو گے، گمراہ نہ ہو گے (وہ دو چیزیں ہیں) اللہ کی کتاب اور

سنت نبی ﷺ یعنی حدیث۔

قرآن اور حدیث دو ایسے مجموعے ہیں جن سے مسلمانوں کو اپنی تعلیمی، معاشرتی، سیاسی، معاشی، مذہبی غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو کے متعلق ہر طرح کی معلومات ملتی ہیں۔ قرآن اور حدیث کئی طریقوں سے ہمیں ہدایات اور راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

۱۔ سنن نسائی (صغریٰ) پر کام کی ضرورت:

اللہ تعالیٰ ﷺ کروڑوں رحمتیں اور برکتیں محدثین کرام پر نازل فرمائے، جنہوں نے ہر دور میں احادیث نبوی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر قرونِ اولیٰ سے عصر حاضر تک کام کیا، اس موضوع پر ہزاروں کتب، لاکھوں صفحات تحریر کئے، محدثین کرام نے متن حدیث کی خدمت کے ساتھ ساتھ شروح پر بھی بسط و فرخ سے کام کیا، اب تک ہزاروں کی تعداد میں شروحات کتب حدیث لکھی جا چکی ہیں، سب سے زیادہ شروحات کتب صحاح ستہ کی لکھی گئی ہیں، ان میں سے بھی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی پر شروحات زیادہ لکھی گئی ہیں، صحاح ستہ میں سے سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ پر ہر جہت سے تحریری کام بہت کم ہوا ہے، ان دونوں کتب پر عربی زبان میں کچھ کام ہوا ہے، لیکن اردو زبان میں چند تراجم اور تعلیقات و مختصر حاشیہ جات کے علاوہ (ان کا ذکر آگے آ رہا ہے) کوئی جامع کام نہیں ہوا، اس لئے سنن نسائی (صغریٰ) اور سنن ابن ماجہ پر عصر حاضر میں تحقیق و شرح کی ضرورت ہے، راقم ان دونوں کتب پر کافی عرصہ سے کام کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، اس لئے ۲۰۱۲ء میں پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کے مقالہ کی تکمیل کے بعد اس شرح پر لکھنے کا ارادہ کیا، اور اللہ تعالیٰ ﷺ نے خصوصاً مجھے کرم کا طلب گار ہوا۔ اس کام کی ابتداء سنن نسائی پر شرح لکھنے سے کی ہے۔ راقم اس شرح کا نام ”فیوض الزاہمی فی شرح سنن النسائی“ تجویز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ﷺ اس سعی کو قبول فرمائے اور اس شرح کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۔ اسلوب تحریر:

شرح سنن نسائی کو تحریر کرنے کا اسلوب درج ذیل ہے:

۱۔ ترجمہ:

کتاب، ابواب اور احادیث طیبات کا اردو زبان میں عام فہم اور آسان ترجمہ کیا گیا ہے، کہ عبارات کو عربی سے اردو قالب میں ڈھالتے ہوئے معنی مرادی پر دلالت ہو۔

۲۔ مناسبت:

ہر باب کے شروع میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ باب میں کن مسائل کو بیان کیا گیا ہے، اور اس باب کی سابقہ باب کے ساتھ مناسبت کیا ہے۔

۳۔ اطراف:

اس عنوان کے تحت ہر حدیث کی دوسری کتب احادیث اور دیگر سے تخریج کی گئی ہے۔

۴۔ مطابقت:

اس عنوان کے تحت حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کو واضح کیا گیا ہے۔

۵۔ تعارف و رجال:

اس عنوان کے تحت ہر حدیث کی سند کے راویوں کے اختصار کے ساتھ حالات اور ان کے مقام و مرتبہ کے بارے میں لکھا گیا ہے، البتہ صحابہ کرام کے حالات کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس بحث میں راویوں کے طبقہ کی نشاندہی کی گئی ہے، اور اس نشاندہی میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کردہ طبقات پر اعتماد کیا گیا ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

۶۔ راویوں کے طبقات:

اصحاب جرح و تعدیل نے راویوں کے طبقات مختلف بیان کیے ہوئے ہیں، لیکن اس شرح میں جہاں بھی طبقات کا ذکر ہوگا، اس سے مراد وہ طبقات ہیں، جو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف تقریب التہذیب کے مقدمہ میں ذکر کیے ہیں، انہوں نے راویوں کے بارہ طبقات لکھے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

پہلا طبقہ:

کبار تابعین جیسے ابن مسیب رضی اللہ عنہ۔

دوسرا طبقہ:

تابعین کا طبقہ وسطی جیسے امام حسن و ابن سیرین رضی اللہ عنہ۔

تیسرا طبقہ:

وہ طبقہ جو کبار تابعین سے روایت کرتا ہے جیسے امام زہری و قتادہ رضی اللہ عنہ۔

چوتھا طبقہ:

تابعین کا طبقہ صغار جنہوں نے ایک یا دو صحابہ کی زیارت کی لیکن ان کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع ثابت نہیں جیسے امام عمار رضی اللہ عنہ۔

پانچواں طبقہ:

تابعین کے طبقہ صغار کے معاصرین، جن کی ملاقات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو۔ جیسے امام ابن جریج رضی اللہ عنہ۔

چھٹا طبقہ:

ساتواں طبقہ:	کبار تبع تابعین جیسے امام مالک و سفیان ثوری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۔
آٹھواں طبقہ:	تبع تابعین کا طبقہ وسطی جیسے ابن عیینہ و ابن علیہ <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۔
نواں طبقہ:	تبع تابعین کا طبقہ صغار جیسے یزید بن ہارون، امام شافعی، ابو داؤد الطیالسی اور امام عبدالرزاق <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۔
دواں طبقہ:	ایسے کبار محدثین جو تبع تابعین سے روایات نقل کرتے ہیں اور ان کی ملاقات تابعین سے نہ ہوئی ہو جیسے امام احمد بن حنبل <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۔
گیارہواں طبقہ:	تبع تابعین سے روایت کرنے والے محدثین وسطی جیسے امام ذہلی و امام بخاری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> ۔
بارہواں طبقہ:	تبع تابعین سے روایت کرنے والے محدثین صغار جیسے امام ترمذی۔ (۱)

(۱- تقریب التہذیب، مقدمہ، ص ۲۸)

۶- حکم روایت:

اس عنوان کے تحت حدیث کی فہرست و ثبوت واضح کی گئی ہے۔

۷- خصوصیات سند:

اس عنوان کے تحت سند میں موجود راویوں کے حوالے سے نادر ابحاث اور نکات کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ رواۃ کے علاقہ جات، الفاظ اراء روایت اور دیگر ابحاث کو ذکر کیا گیا ہے۔

۸- لغات:

اس عنوان کے تحت مشکل الفاظ حدیث کے معانی اور مرادی معانی کو بیان کیا گیا ہے۔

۹- مسائل و نصح:

اس عنوان کے تحت مذکورہ حدیث کے ضمن میں آئمہ سلف و خلف اور علماء کے مستنبط شدہ معارف و مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۰- خلاصہ:

اس عنوان کے تحت چار ابحاث کو ذکر کیا گیا ہے:

۱- امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے مستنبط شدہ مسائل کا بیان۔

۲- آئمہ سلف و خلف کے اقوال و ابحاث میں سے ترجیحی قول کا بیان۔

۳- حدیث مبارکہ سے براہ راست مستنبط شدہ مسائل کا بیان۔

۴- حدیث مبارکہ سے عصر حاضر میں رہنمائی کی صورتیں۔

۱۱- راجع:

اس سے مراد شرح میں پہلے گزری ہوئی احادیث کی طرف اشارہ ہے، مثلاً ”راجع: ۱۱“ سے مراد ہے کہ یہ بحث حدیث نمبر گیارہ پر گذر

چکی ہے۔

۱۲- تقدم:

اس سے مراد ہے کہ یہ حدیث مبارکہ یا بحث آگے آرہی ہے، مثلاً ”تقدم: ۹۲“ سے مراد ہے کہ یہ حدیث مبارکہ یا بحث آگے حدیث نمبر

بانوے کے ضمن میں آرہی ہے۔

۳۔ مسائل کے استنباط کا طریقہ کار:

احادیث سے مختلف پہلوؤں پر استنباط کے لیے درج ذیل طریقہ کار سے بحث کی گئی ہے:

- ☆ استنباط مسائل کے لیے کتب احادیث کی عربی، اردو، فارسی اور انگریزی کتب شروحات سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- ☆ قرآن مجید کی آیات اور کتب تفسیر سے مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔
- ☆ مشکل الفاظ و مقامات کی وضاحت کے لیے بنیادی کتب لغات سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- ☆ فقہی مسائل سے متعلق مواد کو کتب فقہ سے لیا گیا ہے۔
- ☆ کلام و عقائد سے متعلق مسائل کے لیے کتب کلامیہ و عقائد سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے۔
- ☆ دیگر فنون کی ابجاث کے لیے متعلقہ فنون کی بنیادی کتب کا مطالعہ کیا گیا ہے۔
- ☆ تعلیم، معاشرت، سیاست اور معیشت سے متعلق عصر حاضر کے لٹریچر سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- ☆ متعلقہ امور کے ماہرین اور شعبہ علوم اسلامیہ کے اساتذہ کرام سے راہنمائی لی گئی ہے۔
- ☆ موضوع سے متعلق مضامین، جو مختلف جرائد میں چھپے ہیں، ان سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- ☆ دائرہ ہائے اور انسائیکلو پیڈیا سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- ☆ موضوع سے متعلق مباحثوں، کانفرنسوں اور لیکچروں سے شرح لکھنے میں رہنمائی لی گئی ہے۔
- ☆ شرح میں زیادہ علماء اسلام کے متفقہ مسائل پر اعتماد کیا گیا ہے۔
- ☆ اختلافی مسائل پر علماء اہل سنت کے موقف کو ترجیح دی گئی ہے۔
- ☆ آئمہ اربعہ کے مابین فقہی اختلافی مسائل پر اکثر اوقات علماء احناف کے موقف کو ترجیح دی گئی ہے۔
- ☆ شرح میں جدید و قدیم شروحات عربی، فارسی، اردو اور انگریزی سے استفادہ کیا گیا ہے، البتہ زیادہ تر مواد عصر حاضر کے علماء کی تحریروں سے لیا گیا ہے۔
- ☆ شرح میں تمام مکتبہ ہائے فکر کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- ☆ عصر حاضر کے مسائل پر عصری علماء کی آراء کو سامنے رکھتے امت مسلمہ کے لئے آسانی پیدا کرنے والے موقف کو ترجیح دی گئی ہے۔

۴۔ تحقیق کا طریقہ کار:

شرح سنن نسائی میں طریقہ تحقیق بیانہ اور تجزیاتی اپنایا گیا ہے، اور زیادہ تر مواد لائبریری تحقیق کے اسلوب میں جمع کیا گیا ہے۔

۵۔ شرح سنن نسائی (جلد اول) کی ابجاث:

یہ جلد درج ذیل ابجاث پر مشتمل ہے:

۱۔ مقدمہ:

کتاب کے شروع میں مقدمہ لکھا گیا ہے، جس میں شرح لکھنے کی غرض و غایت، ضرورت، اسلوب تحریر، مسائل کے استنباط کا طریقہ کار،

منہج ابحاث اور تحقیق کے طریقہ کار کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ فہرست:

اس میں پوری جلد میں آنے والی ابحاث کو عنوانات کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ: احوال و آثار:

اس عنوان کے تحت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے مکمل حالات زندگی کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ سنن نسائی (صغری):

اس عنوان کے تحت سنن نسائی (صغری) کے حوالے سے مختلف زاویوں سے بحث کی گئی ہے، اور سنن نسائی کے مقام و مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریحی اختیارات:

اس عنوان کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریحی اختیارات کو قرآن و سنت اور آئمہ اسلام کی آراء کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

۶۔ اسلام میں حدیث کا مقام:

اس بحث میں حدیث کے مقام و حیثیت کو بیان کیا گیا ہے۔

۷۔ کتاب المناقب:

خلفائے راشدین اور دیگر بیاسی (۸۲) صحابہ و صحابیات کے فضائل و مناقب پر مشتمل دو سو اٹھاسی (۲۸۸) احادیث پر مشتمل کتاب کا

ترجمہ و تخریج ہے، جو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

۸۔ کتاب الخصائص:

یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر اہل بیت کے فضائل و محاسن پر مشتمل تین سو کانوے (۳۹۱) احادیث پر مشتمل امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

کی تصنیف لطیف کا ترجمہ و تخریج ہے۔

۹۔ کتاب الفہائل:

یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر مشتمل احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم، اقوال صحابہ و تابعین اور علماء سلف و خلف پر مشتمل راقم کی

تالیف ہے۔ اس میں کل دو سو تالیس (۲۳۳) احادیث مبارکہ، اقوال و آثار صحابہ و تابعین کو جمع کیا گیا ہے۔

۱۰۔ شرح سنن نسائی میں احادیث کی تعداد:

جلداول میں کتاب الطہارۃ کے پہلے تراسی (۸۳) ابواب کی شرح کی گئی ہے، اور یہ ابواب سو (۱۰۰) احادیث پر مشتمل ہیں۔

۱۱۔ احادیث کا جدول:

جلداول میں جن سو احادیث کی شرح کی گئی ہے، ان کا جدول باعتبار رباعیات، خماسیات، سداسیات، سباعیات اور ثمنائیات درج ذیل

ہے:

(جدول احادیث) جداول

ثمانیات	سبعیات	سداسیات	خمسیات	رباعیات
۹۵	۶۵، ۵۶، ۴۹، ۴۲، ۳۸	۲۵، ۲۳، ۲۲، ۲۰، ۱۰، ۹، ۸، ۴	۱۵، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۷، ۵، ۳، ۲، ۱	۳۵، ۲۹، ۱۴، ۶
	۸۵، ۸۴، ۷۹، ۷۷، ۷۵	۳۶، ۳۳، ۳۱، ۲۸، ۲۷، ۲۶	۳۰، ۲۹، ۲۲، ۲۱، ۱۸، ۱۷، ۱۶	۷۶، ۵۵، ۵۳، ۵۳
		۴۷، ۴۴، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۷	۵۱، ۴۶، ۴۵، ۴۳، ۳۳، ۳۲	
		۶۴، ۶۲، ۵۹، ۵۲، ۵۰، ۴۸	۶۶، ۶۳، ۶۱، ۶۰، ۵۸، ۵۷	
		۷۵، ۷۴، ۷۰، ۶۸، ۶۷	۸۱، ۷۸، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۶۹	
		۸۷، ۸۶، ۸۳، ۸۲، ۸۰	۹۶، ۹۲، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶	
		۹۷، ۹۴، ۹۳، ۹۱، ۹۰، ۸۸	۹۹، ۹۸	
		۱۰۰		

کل تعداد: اس طرح کل تعداد درج ذیل ہے:

رباعیات: ۸ خمسیات: ۲۲ سداسیات: ۴۳ سبعیات: ۱۰ ثمانیات: ۱

نوٹ: حدیث نمبر ۸۶، ۸۷، ۸۸ بیک وقت خمسیات اور سداسیات ہیں، اسی طرح حدیث نمبر ۷۵ سداسیات اور سبعیات ہے۔

۱۲- اشاریہ: شرح کے آخر میں قرآنی آیات اور احادیث طیبات کو بھجائی ترتیب پر ذکر کیا گیا ہے۔

۱۳- مصادر و مراجع: آخر میں فہرست مصادر و مراجع ذکر کی گئی ہے۔

میں اس شرح کے تحریر کرنے میں رہنمائی پر اپنے تمام اساتذہ کرام کا شکر یہ ادا کرتا ہوں، خاص طور پر اپنے شفیق و مہربان استاد گرامی مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی صاحب (شیخ الحدیث والفقہ، جامعہ نعیمیہ، لاہور)، پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس صاحب، ڈاکٹر علامہ راغب حسین نعیمی صاحب اور پروفیسر رازدار تھانی اشرفی صاحب کا شکر یہ ادا کرتا ہوں، کہ جن کی خصوصی تربیت و شفقت اور توجہ نے مجھے علمی، فکری، ذہنی اور قلبی جلاء بخشی اور قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔

میں اپنے تمام مخلص دوستوں اور خاص طور پر پروفیسر محمد عمران بھٹہ، محمد جاوید اقبال سنگھیرا، مفتی محمد حبیب قادری، مفتی محمد عمران حنفی، مفتی انتخاب احمد نوری، ڈاکٹر محمد عمران انور نظامی، مفتی محبوب احمد شرقی پوری، علامہ مشتاق احمد نوری، قاری میاں خان، علامہ مختار احمد ندیم، میاں طاہر یسین، ڈاکٹر عقیل احمد، کلیم اختر قیسرانی، علامہ برکات احمد صدیقی، محمد حماد انور، حافظ حق نواز، قاری محمد ریاض، رانا محمد عظیم ایڈووکیٹ، حافظ محمد رمضان، خواجہ محمد سکندر، حاجی شیخ سعید احمد، میاں جنید احمد جوزی، ملک محمد فیاض، چودھری نوید احمد صاحب کامنوں ہوں، جنہوں نے اس شرح کے تحریر کرنے میں مخلصانہ تعاون کیا۔ اسی طرح میں نہایت شکر گزار ہوں جناب علامہ محمد طاہر صاحب، محمد مظہر صاحب اور مولانا محمد علی کا کہ جنہوں نے شرح کی تصحیح

و ترتیب میں انتہائی اخلاص کے ساتھ تعاون فرمایا۔ خاص طور پر علامہ محمد طاہر صاحب (مدرس: المرکز الاسلامی، شاد باغ، لاہور) کا کہ اس نوجوان عالم نے عرق ریزی کے ساتھ اس شرح پر نظر ثانی کی اور بہت سارے مفید مشورے دیئے، اللہ تعالیٰ ﷻ اس نوجوان عالم کو دین و دنیا کی سعادتیں عطا فرمائے۔ میں اس شرح کی چھپوائی کے لئے چودھری غلام رسول اور چودھری جوادر رسول رمالک پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور) کا خصوصی طور پر شکر گزار ہوں، جنہوں نے پرنٹنگ کے لئے اس کا مالی بوجھ برداشت کیا، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ﷻ سے دعا ہے کہ وہ اس سعی کو قبول فرمائے اور اس کا نفع اہل دنیا کے لیے دائمی بنائے اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین و بارک وسلم

ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان عفی عنہ

۸ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ، ۷ نومبر ۲۰۱۴ء

جامعہ علمیہ، اچھرہ، لاہور

امام نسائی رحمہ اللہ کے حالات

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ - احوال و آثار

تیسری صدی ہجری میں جن علماء راہنہ اور محدثین کرام نے علوم دینیہ کے لئے بالعموم اور علوم حدیث کے لئے بالخصوص اپنی زندگیاں وقف کیں اور اپنی صلاحیتوں کو حدیث کے علوم و فنون کی تدوین، تنقیح، توضیح، تشریح اور توسیع کے لئے بروئے کار لائے اور اس فن میں امامت کے درجہ پر فائز ہوئے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ انہی عظیم ہستیوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کا شمار فن حدیث کے آئمہ کبار میں ہوتا ہے۔ آپ آئمہ حدیث صحاح ستہ میں سے ہیں، اور آپ کی تصنیف ”السنن المجتبیٰ“ حدیث کی مشہور کتاب ہے، اور اس کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔ مؤلفین صحاح ستہ میں باعتبار ترتیب زمانی آپ آخری امام ہیں۔ البتہ سنن نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا صحاح ستہ میں پانچواں، چوتھا یا تیسرا نمبر ہے۔

نام: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام احمد، کنیت ابو عبد الرحمن اور نسبت نسائی خراسانی ہے۔ (۱)

نسب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نسب حسب ذیل ہے:

حافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن سان بن بحر خراسانی نسائی۔ (۲)

ولادت: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۱۵ھ کو خراسان کے شہر نساء میں پیدا ہوئے۔ (۳)

کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۱۵ھ سن ولادت ہونے میں اپنا قول موجود ہے۔ اس لئے یہی صحیح ہے۔ حافظ جمال الدین مزنی ابو بکر بن مامون سے نقل کرتے ہیں:

امام ابو بکر بن مامون ذمیاتی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عبد الرحمن نسائی سے کہا: کہ میرا سن ولادت ۲۱۴ھ ہے، آپ کا سن ولادت کیا ہے؟ امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زیادہ مناسب یہ ہے کہ میرا سن ولادت ۲۱۵ھ ہو۔ کیونکہ میں نے پہلی دفعہ شرف تلمذ کے لئے حضرت قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سفر ۲۳۰ھ میں کیا۔ میں ان کے پاس ایک سال اور دو ماہ رہا۔

قال ابو بکر ابن المأمون سمعت ابا بکر الامام الدمیاطی یقول لابی عبد الرحمن النسائی: ولدت فی سنة اربع عشرة یعنی ومثتین - ففی ای سنة ولدت یا ابا عبد الرحمن؟ فقال ابو عبد الرحمن: یشبه أن یكون فی سنة خمس عشرة ومثتین، لان رحلتی الاولی الی قتیبة کانت فی سنة ثلاثین ومثتین، اقامت عنده سنة وشهرین۔ (۴)

البتہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۲۱۴ھ لکھا ہے۔ (۵)

۱- ذہبی، شمس الدین، ابو عبد اللہ، تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۶۹۸، احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔

۲- ایضاً

۳- ابن حجر، احمد بن علی، شہاب الدین حافظ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۳۸، دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، ۱۳۶۶ھ

۴- مزنی، یوسف بن زکی، ابوالحجاج جمال الدین، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱، ص ۳۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۲ء

۵- عبدالعزیز، شاہ، محدث دہلوی، بستان الحدیث، ج ۲۹۶، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

وضاحت: امام نسائی رحمہ اللہ کے اپنے قول سے چار باتیں مترشح ہوتی ہیں:

- ۱۔ آپ رحمہ اللہ کا سن ولادت ۲۱۵ھ ہے۔
- ۲۔ آپ رحمہ اللہ نے علم حدیث کی تحصیل کے لئے پہلا سفر خراسان کی طرف کیا اور یہ سفر ۲۳۰ھ میں کیا۔
- ۳۔ آپ رحمہ اللہ کے حدیث کے پہلے شیخ حضرت قتیبہ بن سعید بلخی رحمہ اللہ ہیں۔
- ۴۔ آپ رحمہ اللہ حضرت قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک سال اور دو ماہ رہے۔

لفظ نسائی کی تحقیق: شہر نساء کی طرف نسبت کی وجہ سے نسائی ہے۔ اس کا تلفظ نون اور سین پر فتح کے ساتھ ہے اسی بارے میں عبدالمعظم شلمسی لکھتے ہیں:

والنسائی نسبة الى نساء بفتح النون والسين (۱)

نسائی شہر نساء کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے، جس کا تلفظ نون اور سین پر فتح کے ساتھ ہے۔

صاحب معجم البلدان علامہ یاقوت حموی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رہا اس شہر کا نام تو وہ عجیبی ہے۔ ابوسعید رحمہ اللہ کے قول کے مطابق، اس شہر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے خراسان شہر کو فتح کیا، تو وہاں کے تمام آدمی بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو وہاں عورتوں کے علاوہ کوئی نظر نہ آیا تو انہوں نے کہا: ”ہؤلاء نساء والنساء لا یقاتلن۔“ یہ عورتیں ہیں اور عورتوں کے ساتھ ہمارے ہاں لڑائی نہیں لڑی جاتی۔ اس لیے ان کے مردوں کے آنے تک ان کا معاملہ مؤخر کیا جاتا ہے۔ اس لیے انہوں نے اس شہر کو چھوڑ دیا، اور وہاں سے چلے گئے، اور اس وجہ سے اس شہر کا نام ”نساء“ پڑ گیا۔ اس شہر کی نسبت کرتے ہوئے نون کے کسرہ کے ساتھ نسائی پڑھا جائے گا اور بعض نے اسے نسوی بھی پڑھا ہے۔ یہ خراسان کا شہر سرخس اور نساء کے درمیان دو دن، جبکہ ”مرد“ اور ”نساء“ کے درمیان پانچ دن کا اور ”نیشاپور“ اور ”نساء“ کے درمیان چھ یا سات دن کی مسافت ہے۔ اس شہر میں وہاں بہت پھوٹتے ہیں۔ یہاں

فاما اسم هذا البلد فهو اعجمی فیما احسب ، وقال ابو سعد: كان سبب تسميتها بهذا الاسم ان المسلمين لما وردوا خراسان قصدوها فبلغ اهلها فهربوا ولم يتخلف بها غير النساء ، فلما اتاها المسلمون لم يروا بها رجلا فقالوا: هؤلاء نساء والنساء لا یقاتلن، فنساء امرها الان الى ان يعود واجالهن، فتركوها ومضوا فسموا بذلك نساء، والنسبة الصحيحة اليها نسائی وقيل نسوی ایضا، وكان من الواجب كسر النون: وهي مدينة بخراسان، بينها وبين سرخس يومان، وبينها وبين مرو خمسة ايام، وبين ابورد يوم، وبين نيسابور ستة اوسبعة، وهي مدينة وجنة جدا يكثر بها خروج العرق المدیني حتى ان الصيف قل من ینجو منه من اهلها

۱۔ ابن منظور، محمد بن مكرم، ابوالفضل افریقی مصری، لسان العرب، ج ۸، ص ۴۴، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ط ۱، ۲۰۰۵، ۱۲۲۶ھ

ii۔ شلمسی، عبدالمعظم، حسن، مقدمہ السنن النسائی الکبری، ج ۱، ص ۱۳، مؤسسة الرسالة، بیروت

تک کہ گرمیوں میں کم لوگ ہی وباؤں کی وجہ سے زندہ بچتے ہیں۔ اس شہر میں بڑے بڑے علماء نے جنم لیا ہے، جن میں امام ابو عبد الرحمن علی بن بحر بن شان نسائی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں، آپ حافظ الحدیث اور سنن الکبریٰ کے مصنف ہیں، اپنے زمانے میں علم حدیث کے امام ہیں، آپ نے مصر میں سکونت اختیار کی، یہاں سے آپ کی تصانیف دور تک پھیل گئیں، آپ کا نام گرامی بلند پایہ کے علمائے کرام میں سے ایک ہے، آپ نے سنن النسائی کے علاوہ اور بھی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

وقد خرج منها جماعة من اعيان العلماء ، منهم : ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب بن علي بن بحر بن شان النسائي القاضي الحافظ صاحب كتاب السنن وكان امام عصره في علم الحديث وسكن مصر وانتشرت تصانيفه بها وهو احد الائمة الاعلام ، صنف السنن وغيرها من الكتب (۱)

نسائی کی وجہ تسمیہ: نساء کی وجہ تسمیہ کے بارے میں عبدالفتاح ابوغده لکھتے ہیں:

اس شہر کا نام ”نساء“ ہونے کا سبب یہ ہے کہ مسلمان فاتحین جب فتوحات کے سلسلہ میں خراسان پہنچے، اور انہوں نے اس شہر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ جب اہل شہر کو اس کی خبر ملی، تو اس شہر کے مرد شہر چھوڑ کر چلے گئے اور عورتوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ جب مسلم فوج پہنچی تو انہوں نے وہاں پر ایک بھی مرد نہ پایا۔ تو انہوں نے کہا: کہ یہ عورتیں ہیں، اور مسلمان عورتوں سے جنگ نہیں کرتے، تو انہوں نے مردوں کے آنے تک اس جنگ کو چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ اسی وجہ سے اس شہر کا نام نساء ہوا۔ اس کی طرف اسی وجہ سے نسائی نسبت صحیح ہے، اور بعض نے نسبت کی صورت میں نسوی بھی کہا ہے۔ نسوی کی صورت میں نون پر کسر پڑھنا ضروری ہے۔

وسبب تسميتها بهذا الاسم ان المسلمين الفاتحين لما وردوا أرض خراسان قصدوها فبلغ أهلها ذلك فهربوا ولم يتخلف بها غير النساء ، فلما أتاه المسلمون لم يروا بها رجلا واحدا ، فقالوا هؤلاء نساء والنساء لا يقاتلن فنسوا أمرها الآن الى أن يعود رجالها ، فتركوها ومضوا فسميت نساء ، بذلك والنسبة الصحيحة اليها نسائي وقيل نسوي وكان الواجب كسر النون - (۲)

اس شہر کو ابتداءً فیروز بن مزدجر نے آباد کیا تھا (۳)

شہر نساء کا محل وقوع:

شہر نساء، خراسان کے مضافات میں ہے۔ شرعی سفر کے اعتبار سے نساء شہر محمد حسن سے دو دن کی مسافت پر، شہر مرو سے پانچ دن کی مسافت پر، شہر ایبود سے ایک دن کی مسافت پر اور نیشاپور سے چھ یا سات دن کی مسافت پر واقع ہے۔

بنساء، بلدة مشهورة بخراسان بينها وبين سرخس يومان وبين مرو خمسة ايام وبين ايورديوم وبين نيسابور ستة اوسبعة يوم (۴)

۱- معجم البلدان للياقوت حموي، ج ۵، ص ۲۸۲

۲-

ابوغده، عبدالفتاح، مقدمہ سنن النسائی، ج ۱، ص ۱، مکتبۃ المطبوعۃ الاسلامیہ، حلب، شام

۳- قاسمی، زاہد محمود، مقدمہ عمل الیوم واللیلہ، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۱۱ء

۴- مقدمہ سنن النسائی (ابوغده)، ج ۱، ص ۱

شہر نسا کا موجودہ محل وقوع: سابقہ خراسان اس وقت ملک ایران کے شمال مشرقی حصہ اور ترکمانستان کے جنوبی حصہ پر مشتمل ہے، اور شہر نسا ایران کے شمال مشرقی سرحد کے قریب ترکمانستان میں واقع ہے۔ اس وقت کے خراسان کی موجودہ صورت حال درج ذیل نقشہ سے واضح کی جا رہی ہے: (۱)

خراسان

ترکمانستان	ازبکستان	افغانستان	ایران
(۱) نسا	(۴) سمرقند	(۶) بلخ	(۸) مشہد
(۲) مرو	(۵) بخارا	(۷) ہرات	(۹) ہمزوار
(۳) ابی وارد			(۱۰) نیشاپور
			(۱۱) کشمار

اس طرح نسا شہر اس وقت ترکمانستان میں واقع ہوا۔

نسا (Nisa) اور (Parthunisa) شہر کی بنیاد آری اول نے رکھی۔ یہ جگہ پارٹھیان بادشاہان (Parthian Kings) کے شاہی قبرستان کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ اس شہر میں ایک شاہی قلعہ بھی ہے، جو اس وقت عجائب گھر کے طور پر موجود ہے۔ یہ شہر پارٹھیان بادشاہان کا دار الحکومت بھی رہا ہے۔ اس وقت نسا شہر، اشبغت (Ashbaghat) کے گاؤں بگیر (Bagir) سے ۱۸ کلومیٹر جنوب مغرب میں واقع ہے۔ ایک وقت تک یہ علم و فضل کا مرکز رہا ہے، اور یہاں بہت سے اولیاء کرام و علماء عظام کے مزارات بھی ہیں۔ یہ شہر قبل از پیدائش مسیح، پہلے عشرے میں مکمل تباہ ہوا تھا۔ (۲)

ابتدائی حالات و تعلیم: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات و تعلیم کے حوالے سے تذکرہ نگاران اور مؤرخین خاموش ہیں، جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ امام رحمۃ اللہ علیہ کے اوائل عمری کے چودہ سال "نسا" میں ہی گزارے اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں پر حاصل کی۔

علم حدیث کی ابتدائی تحصیل: اس امر پر تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے علم حدیث کی تحصیل کے لئے امام قتیبہ بن سعید بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے، امام قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ اس وقت خراسان میں تعلیم و تعلم میں مصروف تھے۔ اس وقت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک پندرہ سال تھی۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سال دو ماہ امام قتیبہ بن سعید بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر علم حدیث حاصل کیا۔ (۳)

۱- عونى، حاتم بن عارف، الشریف، مقدمہ تسمیہ مشائخ، ص ۸، دار عالم الفوائد للنشر والتوزیع، مکة المکرمة، السعودیة العربیة، ط ۱۴۳۳ھ

۲- انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا

۳- تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۶۹۹

علم و احادیث کے لئے اسفار:

امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی علوم اپنے ہی علاقہ شہر نساء میں حاصل کیے۔ اعلیٰ تعلیم و علوم اور احادیث مبارکہ کے لئے درج ذیل بلاد و ممالک کے اسفار کئے: خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، جزیرہ۔ (۱)

آخر میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے شہر دمشق میں مستقل رہائش اختیار فرمائی تھی، اور یہیں آپ کا مکان مقام زقاق القضا علی میں تھا۔ یہیں پر آپ کی شہادت ہوئی۔ (۲)

اساتذہ کرام و شیوخ عظام:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کثیر تعداد علماء و مشائخ سے اکتساب علم کیا۔ جن اساتذہ کرام و شیوخ حضرات سے امام نے اکتساب علم اور سماعت و روایت حدیث کیا، ان میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۴۰ھ)، حضرت اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۳۸ھ)، حضرت ہشام بن عمار رحمۃ اللہ علیہ (۲۴۵ھ)، حضرت عیسیٰ بن حماد رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۴۸ھ)، حضرت حسین بن منصور السلمی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۳۸ھ)، حضرت عمرو بن زرارہ رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۳۸ھ)، حضرت محمد بن النصر رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۳۹ھ)، حضرت سوید بن نصر رحمۃ اللہ علیہ (ت ۲۴۰ھ)۔

محمود بن غیلان، محمد بن بشار، علی بن حجر، ابوداؤد سلیمان بن اشعث اور ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری۔ (۳)

محمد بن النصر بن مساور، سوید بن نصر، احمد بن عبدۃ الفضی، ابی الطاهر بن السرح، احمد بن منیع، اسحاق بن شاہین، بشر بن معاذ العقدی، بشر بن ہلال الصواف، تمیم بن المنصر، الحارث بن مسکین، الحسن بن الصباح، البزار، حمید بن مسعد، زیاد بن ایوب، زیاد بن یحییٰ الحسانی، سوار بن عبد اللہ العنبری، العباس بن عبد العظیم العنبری، ابی حصین عبد اللہ بن احمد الیربوعی، عبد الاعلیٰ بن واصل، عبد الجبار بن العلاء العطار، عبد الرحمن بن عبید اللہ الکلسی، ابن اخی الامام، عبد الملک بن شعیب بن الیث، عبدۃ بن عبد اللہ الصفار، ابی قدامۃ عبید اللہ بن سعید، عتقہ بن عبد اللہ المروزی، علی بن حجر، علی بن سعید بن مسروق الکندی، عمار بن خالد الواسطی، عمران بن موسیٰ القرظی، عمرو بن زرارہ الکلابی، عمرو بن عثمان الحمصی، عمرو بن علی الفلاس، عیسیٰ بن محمد الرطلی، عیسیٰ بن یونس الرطلی، کثیر بن عبید، محمد بن ابان الیثی، محمد بن آدم الحمصی، محمد بن اسماعیل بن علیہ قاضی دمشق، محمد بن بشار، محمد بن زبور المکی، محمد بن سلیمان لوین، محمد بن عبد اللہ بن عمار، محمد بن عبد اللہ الحزلی، محمد بن عبد العزیز بن ابی رزمہ، محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب، محمد بن عبید الحارثی، محمد بن العلاء الہمدانی، محمد بن قدامۃ الحمصی الجوهری، محمد بن شیبہ، محمد بن مصعب، محمد بن معمر القیس، محمد بن موسیٰ الحرثی، محمد بن ہاشم الجعلبی، ابی المعانی محمد بن وہب، مجاہد بن موسیٰ، محمود بن غیلان، مخلد بن حسن الحرانی، نصر بن علی الحمصی، ہارون بن عبد اللہ الجمال، ہناد بن السری، والہیثم بن ایوب الطالقانی، واصل بن عبد الاعلیٰ، وہب بن بیان، یحییٰ بن درست البصری، یحییٰ بن موسیٰ خت، یعقوب الدورقی، یعقوب بن ماہان البناء، یوسف بن حماد المغنی، یوسف بن عیسیٰ الزہری، یوسف بن واضح الموؤدب۔ (۴)

۱- تہذیب الکمال، ج ۱، ص ۲۳۸-۲۳۹ ۲- تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۶۹۸

۳- شذرات الذهب، ج ۲، ص ۲۴۱ ۴- سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۱۲۶-۱۲۷

اسحاق بن حبیب بن الشہید، اسحاق بن منصور الکوج، اسحاق بن موسیٰ الانصاری، ابراہیم بن سعید الجوهری، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی، علی بن خشرم، مجاہد ابن موسیٰ، احمد بن یحییٰ بن ابی میمونہ، الحسن بن محمد الزعفرانی، احمد بن عبدہ، ہشام بن عمار (۱)

۲۔ نقد حدیث: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے نقد حدیث میں اکثر اقوال درج ذیل شیوخ سے لیے ہیں: حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو زرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام الفلاس رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام عبدالرحمن بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابوداؤد البجستانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ روایت حدیث: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر روایات درج ذیل شیوخ سے روایت ہیں: حضرت ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت احمد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالمالک الجزری، حضرت اسماعیل بن مسعود دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت الحارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سوید بن نضر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی بن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت الفلاس رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن بشار رحمۃ اللہ علیہ بندار، حضرت محمد بن عبدالاعلیٰ الصغانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن المثنیٰ ابوموسیٰ الزمن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن منصور بن داؤد الطوسی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمود بن غیلان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ہناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت یعقوب بن ابراہیم الدورقی رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۔ روایت قرأت: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے علم قرأت درج ذیل شیوخ سے روایت کیا ہے:

حضرت احمد بن نصر نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صالح بن زیاد السدوسی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما

۵۔ علم لغت: امام رحمۃ اللہ علیہ نے علم لغت زیادہ تر امام ابو حاتم البجستانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔

۶۔ علم فقہ: امام رحمۃ اللہ علیہ نے علم فقہ درج ذیل اصحاب سے اکتساب کیا ہے:

(i) اصحاب شافعی: الربیع بن سلیمان المرادی، یونس بن عبدالاعلیٰ۔

(ii) اصحاب مالکی: محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، یحییٰ ابن عبداللہ بن عبدالحکم۔

(iii) اصحاب حنبلی: عبداللہ بن احمد، ابوداؤد البجستانی۔

iv۔ امام مجتہد اسحاق بن راہونیہ۔

تلامذہ کرام:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر تعداد میں علماء و فضلاء نے علم حاصل کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سماعت و روایت حدیث کی، ان میں سے چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:

ابو حاتم بن حبان، ابوعلی نیشاپوری، حمزہ بن محمد کنانی، ابوبکر اسماعیلی، ابوبکر مقبری، ابو عمر بن حمدانی، نصر بن احمد مرجی، محمد بن نصر نحاس۔ (۲)

ابو بشر الدولابی، ابو جعفر الطحاوی، ابو علی النیسابوری، حمزہ بن محمد الکنانی، ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل النحاس النحوی، ابوبکر محمد بن احمد بن الہداد الشافعی، عبدالکریم بن ابی عبدالرحمن

النسائی، الخضر الا سیوطی، ابویکر احمد بن محمد بن السنی، ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، محمد بن معاویہ بن الاحمر الاندلسی، الحسن بن رشیق، محمد بن عبداللہ بن حیویہ النیسابوری، محمد بن موسی المامونی، ابیض بن محمد بن ابیض۔ (۱)

ابو علی الحسین ابن علی الحافظ النیاموزی الطبرانی، احمد بن عمیر بن جوصا، محمد بن جعفر بن فلاس، ابو القاسم بن ابی العقب، ابو المیمون بن راشد، ابو الحسن بن خذلم، ابو سعید الاعرابی الامام ابو جعفر الطحاوی، محمد بن ہارون بن شعیب، ابراہیم بن محمد بن صالح بن سنان، ابو بکر احمد بن اسحاق السنی الحافظ۔ (۲)

امام ابوبکر بن الحداد ایسی شخصیت ہیں، جنہوں نے امام نسائی کے علاوہ کسی اور سے روایت نہیں کیا۔ (۳)

حلیہ مبارک:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سرخ و سفید رنگت والے، نہایت حسین و جمیل اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ (۴)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

كان شيخا مهيبا مليح الوجه ظاهر الدم حسن الشيبة و كان
نضر الوجه مع كبر السن۔ (۵)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک قدیل کی طرح چمکتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بدن پر عموماً خون کی سرخی دوڑتی رہتی تھی۔ جسمانی لحاظ سے انتہائی توانا اور جسم تھے۔ بڑھاپے میں بھی چہرہ مبارک لال سرخ تھا۔

لباس: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ خوش وضع اور نہایت خوش پوشاک تھے۔ انتہائی عمدہ، نفیس اور قیمتی لباس زیب تن فرماتے تھے۔ علامہ مزنی نقل فرماتے ہیں:

وكان ابو عبد الرحمن يؤثر لباس البرود النوبية الخضر و يقول:
هذا عوض من النظر الى الخضرة من النبات فيما يراد لقوة
البصر۔ (۶)

آپ رحمۃ اللہ علیہ قیمتی، دھاریدار اور سبز ٹوپیاں اور چادریں استعمال فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: سبز رنگ نباتات کا ہے، آنکھوں کو بینائی کی قوت عطا کرتا ہے۔

خوراک: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ خوراک کے معاملے میں بہت باذوق تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دسترخوان مختلف انواع و اقسام کے کھانوں والا ہوتا تھا، کھانے میں اکثر کھجوروں اور مرغ کا گوشت استعمال کرتے تھے، بلکہ اکثر اوقات صحت مند مرغ خریدتے، انہیں گھر میں پالتے اور موٹا کرتے، پھر ذبح کر کے کھاتے تھے۔

علامہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خوراک کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔	سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۱۲۸۔	۲۔	مقدمہ السنن (ابوغدہ)، ج ۱، ص ۲۔	۳۔	البدایۃ والنہایۃ، ج ۶، ص ۱۸۴۔
۲۔	ایضاً، ص ۱۸۶۔	۵۔	تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۶۹۸۔	۶۔	تہذیب الکمال، ج ۱، ص ۳۳۶۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی یومیہ خوراک ایک رطل اعلیٰ قسم کی کھجوریں تھیں، جسے بازار حکیمان سے خریدا جاتا تھا۔ آپ حالت صوم اور غیر صوم میں کھجور ضرور کھاتے تھے۔ آپ اکثر اوقات فرہ مرغ کھاتے تھے، بلکہ مرغ خرید کر، اسے موٹا کرتے، پھر ذبح کر کے اسے کھاتے تھے۔

وكان قوته في كل يوم رطل خبز جيد، يُوخذ له من سويقة العرافين، لا ياكل غيره، كان صائما او مفطرا، وكان يكثر اكل الديوك الكبار، تشتري له وتسن، ثم تذبح فيا كلها (۱)

نبیذ کے استعمال کی وضاحت: امام نسائی کے بارے میں بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کھانے کے بعد نبیذ کا استعمال کرتے تھے، لیکن علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو بکر محمد بن موسیٰ بن یعقوب بن المامون الهاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے: کہ جب امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے نبیذ کے بارے میں سوال کیا، تو امام رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نبیذ کے بارے میں میرا مذہب یہ ہے کہ وہ حرام ہے جیسا کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: ہر نشہ دینے والی شراب حرام ہے۔ لہذا کسی کے لئے بھی نبیذ کا تھوڑا یا زیادہ استعمال جائز نہیں ہے۔

فقال: مذهبي انه حرام لحديث ابى سلمة عن عائشة (كل شراب اسكر، فهو حرام) فلا يحل لاحد ان يشرب منه قليلا ولا كثيرا۔ (۲)

ازواج:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی چار بیویاں تھیں، اس کے علاوہ ایک دو کنیریں بھی تھیں، ازواج اور کنیریں سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام ازواج اور کنیروں میں باری کے اعتبار سے دنوں کی تقسیم کی ہوتی تھی، اور کنیروں میں بھی آزاد عورتوں کی طرح تقسیم کا تھی۔ امام مزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام نسائی کی چار بیویاں تھیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے درمیان دنوں کی تقسیم کی ہوئی تھی، اس کے ساتھ ساتھ خریدی ہوئی باندیاں بھی تھیں، آپ نے باندیوں کے لئے بھی آزاد عورتوں کی طرح دنوں کی تقسیم کی ہوئی تھی۔

وكان له اربع زوجات يقسم لهن، ولا يخلو مع ذلك من جارية أو سنتين، يشتري الواحدة المنة و نحوها، و تقسيم لها كما يقسم للحرائر۔ (۳)

امام نسائی بطور حاکم حمص:

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حمص کے حاکم بھی رہے ہیں، علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابن عدوی کہتے ہیں کہ میں نے منصور الفقیہ اور احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آئمہ مسلمین میں سے تھے، اور اسی طرح دیگر آئمہ نے بھی امام نسائی کی تعریف کی ہے، اور ان کے فضل و علم کی گواہی دی ہے۔ امام نسائی کو حمص شہر کا حاکم بھی بنایا گیا تھا، یہ بات

۱- تہذیب الکمال، ج ۱، ص ۳۳۷

۲- ایضاً، ص ۳۳۵ ii- سیر اعلام النبلاء، ج ۱۴، ص ۱۳۰

۳- ایضاً، ص ۳۳۶

میں نے اپنے شیخ مزی رحمۃ اللہ علیہ سے سنی، انہوں نے طبرانی سے روایت کی، جنہوں نے اپنی کتاب المعجم الاوسط میں یہ بات یوں بیان کی ہے، کہ ہم سے حضرت احمد بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، جو کہ حمص کے حاکم تھے، اور پھر انہوں نے ان کے بارے میں یہ بھی ذکر کیا ہے، کہ یہ بڑے حسین و جمیل تھے، ان کا چہرہ قندیل کی طرح چمکتا تھا، ان کی غذا یومیہ ایک مرغ تھی، کھجوری نبیذ استعمال کیا کرتے تھے۔ (۱)

جبکہ امام طبرانی اور امام ابو عوانہ نے حاکم کی بجائے قاضی مصر اور قاضی حمص لکھا ہے۔ (۲)

مسئلہ خلق قرآن:

امام نسائی عقائد میں بھی راسخ اور متصلب تھے، جس زمانہ میں معتزلہ کے عقیدہ خلق قرآن کا چرچا تھا، ان دنوں محمد بن اعین نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ جو شخص آیہ کریمہ **إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي** (۳) کو مخلوق مانے وہ کافر ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حق ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ روایت سنی تو کہا: میرا بھی یہی مذہب ہے۔

عبادت و ریاضت:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بے حد عبادت گزار اور شب بیدار تھے، ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرتے، صوم داؤدی کے طریقہ کو اپنایا ہوا تھا، طبیعت اور مزاج میں حد درجہ استغناء تھا، اس لیے حکام کی مجلس سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے۔

عبادات میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی کثرت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے، کہ حافظ محمد بن مظفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشائخ سے روایت کرتے ہیں، کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ دن کے وقت میں امیر مصر کے ساتھ جہاد کرتے اور رات ساری عبادت میں گزار دیتے تھے، طبعاً فیاض تھے اور مسلمان قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا کرتے تھے۔ (۴)

امام حاکم فرماتے ہیں:

میں نے ابوالحسین محمد بن مظفر سے سنا، کہ ان کے مصر کے اساتذہ، امام ابو عبد الرحمن نسائی کی فضیلت و امامت کے معترف تھے۔ وہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی دن رات عبادت و ریاضت کی کوشش کی تعریف کرتے تھے، اور ان کی حج و اجتہاد پر مواظبت کو سراہتے تھے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حاکم مصر کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میدان جہاد میں شجاعت کے جوہر دکھلائے۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کو تھامنے والے تھے۔ مسلمان قیدیوں کو فدیہ ادا کر کے قید سے آزاد کرواتے تھے۔ جس حاکم کے ساتھ جہاد کے لئے گئے، اسی کی مجلس میں جانے سے احتراز کرتے تھے۔

سمعت ابا الحسين محمد بن المظفر يقول: سمعت مشايخنا بمصر يعترفون لابي عبد الرحمن النسائي بالتقدم والامة، ويصفون من اجتهاده في العبادة بالليل والنهار ومواظبته على الحج والاجتهاد، وانه خرج الى الفداء مع والي مصر، فوصف من شهادته واقامته السنن الماثورة في فداء المسلمين، واحترازه عن مجالسة السلطان الذي خرج معه۔ (۵)

۱- طہ: ۲۰۱

۲- ۳

سیر اعلام النبلاء، ج ۱۴، ص ۱۳۳

۴-

البدایۃ والنہایۃ، ج ۶، ص ۱۸۶

۵-

سعیدی، غلام رسول، علامہ، تذکرۃ المحدثین، ص ۲۹۳، فرید بک شال، لاہور، ط ۱۳۲۳ھ ۲۰۰۲ء

تہذیب الکمال، ج ۱، ص ۳۳۳

علم و فضل: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات و فضائل کی گواہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر علماء اور پھر بعد کے ہر دور کے علماء نے دی ہے۔ آپ کے علم و فضل کے بارے میں علماء و مشائخ کے اقوال حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كان ابوبكر الحداد الشافعي كثير الحديث و لم يحدث عن غير النسائي و قال: رضيت به حجة بيني و بين الله تعالى (۱)

امام ابوبکر حداد شافعی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی اور سے روایت نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے: میں اس پر راضی ہوں، جو میرے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے درمیان حجت ہے۔

۲۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كلام النسائي على فقه الحديث كثير و من نظرفي (سننه) تحير في حسن كلامه۔ (۲)

حدیث کی فقہت میں امام نسائی کی خدمات بہت زیادہ ہیں، جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سنن کو دیکھتا ہے، وہ آپ کے حسن کلام پر حیران ہو جاتا ہے۔

۳۔ امام مامون مصری محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فخرجنا الى طرسوس مع النسائي سنة الفداء فاجتمع جماعة من الأئمة: عبدالله بن احمد بن حنبل و محمد بن ابراهيم مربع و ابوالاذان و كهلجة فتشاوروا من ينتقى لهم علي الشيوخ؟ فاجمعوا على ابي عبدالرحمن النسائي و كتبوا كلهم بانتخابه (۳)

ہم امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جہاد کے دنوں میں طرسوس گئے، وہاں پر آئمہ کرام کی ایک جماعت جمع تھی، جن میں حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن ابراہیم مربع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوالاذان رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کھلجہ رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، انہوں نے آپس میں مشورہ کیا: کہ ان کے شیوخ میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار کون ہے؟ ان سب نے امام ابو عبدالرحمن نسائی پر اتفاق کیا۔ پھر ان تمام نے اپنے انتخاب کے بارے میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ کر بھیجا۔

۴۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سمعت شيخنا ابا عبدالله الذهبي الحافظ وسالته ايهما حفظ مسلم بن الحجاج صاحب الصحيح او النسائي؟ فقال: النسائي۔

میں نے اپنے استاذ ابو عبداللہ ذہبی الحافظ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: کہ اصحیح کے مصنف امام مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ زیادہ حافظہ والے ہیں یا امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ؟ انہوں نے جواب دیا: کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ۔

۵۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کو سیر اعلام النبلاء میں ان الفاظ کے ساتھ شروع کرتے ہیں:

الامام، الحافظ، الثبت، شيخ الاسلام، ناقد الحديث، ابو عبدالرحمن احمد بن شعيب بن علي بن سنان بن بحر

۱۔ طبقات الشافعية، ج ۲، ص ۱۱۳۔ ۲۔ سير اعلام النبلاء، ج ۱۴، ص ۱۳۱۔ ۳۔ ايضاً

۴۔ طبقات الشافعية للسبكي، ج ۳، ص ۱۶

النسائی، صاحب السنن۔ (۱)

کے فریاد فرماتے ہیں:

من بحور العلم، مع الفہم، فالاتقان، والبصر، ونقد
وجال، وحسن التألیف رحل فی طلب العلم فی خراسان،
والحجاز، ومصر، والعراق، والجزیرة، والشام، والشغور،
ثم استوطن مصر، ورحل الحفاظ الیہ، ولم یبق له نظیر فی
هذا الشان۔ (۲)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فہم و اتقان اور بصیرت میں علم کے سمندر اور اچھے قلم
کار تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طلب علم کے لئے خراسان، حجاز، مصر
عراق، جزیرہ، شام اور شغور کا سفر کیا، پھر آخر میں مصر میں سکونت
پذیر ہو گئے، حدیث کے حفاظ نے طلب علم کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی
طرف رخ کیا۔

۷۔ امام ابن یونس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے ثقہ امام اور حافظ تھے۔ (۳)

اصحاب علم و کمال نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا اعتراف کیا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمانوں کا مقتدی و امام تسلیم کیا ہے۔
۸۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابو عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے قابل ذکر علماء میں سے سب سے زیادہ آگے تھے۔ (۴)

۹۔ حافظ ابو علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هو الامام فی الحدیث بلا مدافعة۔ (۵)

وہ بلا کسی حیل و حجت کے حدیث کے امام تھے۔

الغرض امام رحمۃ اللہ علیہ موصوف کے کمال و فضل کا اعتراف جملہ محدثین اور اصحاب الطبقات کے ہاں مسلم ہے۔

۱۰۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وكذلك اثنى عليه غير واحد من الائمة وشهدوا له بالفضل
والتقدم فی هذا الشان۔ (۶)

اسی طرح بہت سے آئمہ حدیث نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی
ہے، اور حدیث کے معاملہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فضل اور برتری کی
شہادت دی ہے۔

امام نسائی اور رفض و تشیع کی بحث:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر اہل بیت کے فضائل پر ایک کتاب "کتاب الخصائص" کے نام سے تصنیف کی
ہے۔ اسی بناء پر بعض تذکرہ نگاروں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر تشیع کے میلان، اور بعض نے رفض کے میلان، کو منسوب کیا ہے۔ اس بارے میں عصر حاضر
کے عظیم محدث، مفسر، اور مورخ علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ نے مختصر مگر بہت جامع و مانع بحث کی ہے، جو من و عن نقل کی جاتی
ہے:

۱۔	سیر اعلام النبلاء الذہبی، ج ۱۳، ص ۱۲۶	۲۔	سیر اعلام النبلاء الذہبی، ج ۱۳، ص ۱۲۶
۳۔	بدلیۃ السائل لابن یونس، ص ۱۲۳	۴۔	التذکرۃ الحفاظ للذہبی، ج ۲، ص ۲۲۳
۵۔	البدلیۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج ۱۱، ص ۱۳۰	۶۔	البدلیۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج ۱۱، ص ۱۳۰

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اخیر عمر میں مصر سے دمشق تشریف لے گئے، وہاں کے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اور فضیلت میں انتہائی عالی اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں انتہائی متعصب تھے، بلکہ دمشق میں اس وقت اکثریت ہی ان لوگوں کی تھی، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں علی الاعلان بدگوئی کیا کرتے تھے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جب وہاں بد عقیدگی کی یہ فضا دیکھی، تو اصلاح عقائد کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب پر مشتمل "کتاب الخصائص" تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کی تصنیف سے ان کا مقصد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب کا احصار کرنا تھا۔ اس لیے اس میں بعض ایسی روایات بھی آگئی ہیں، جو روایت اور درایت کے اصول پر صحیح نہیں ہیں۔

کتاب الخصائص کی تصنیف کے بعد امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے دمشق کی جامع مسجد میں لوگوں کے سامنے اس کو پڑھ کر سنایا، چونکہ یہ کتاب وہاں کے لوگوں کے نظریات کے خلاف تھی، اس لیے اس کتاب کو سن کر وہاں کے لوگ مشتعل ہو گئے، مجمع میں سے کسی شخص نے کہا: ہمیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کوئی ایسی روایت سنائیں، جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہو، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کیا معاویہ رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہیں ہیں کہ ان کا معاملہ برابر برابر ہو جائے، چہ جائیکہ ان کی فضیلت بیان کی جائے۔ (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت احادیث ہیں)۔

اس بات کا سننا تھا کہ وہ لوگ آگ بگولہ ہو گئے، اور تمام آداب کو بالائے طاق رکھ کر، انہوں نے آپ کو زد و کوب کرنا شروع کر دیا، اس حادثہ میں آپ کو شدید ضربات پہنچیں۔ بعض اشیاء نے آپ کے جسم کے نازک حصوں پر لٹھیاں ماریں، جس کی وجہ سے آپ بہت نڈھال اور بے حال ہو گئے۔ (۱)

یہ ہے وہ قضیہ جس کی بناء پر بعض لوگوں نے آپ کو رخص کی طرف منسوب کر دیا، حالانکہ اس الزام سے آپ کو دور کا علاقہ بھی نہیں تھا۔ بعض لوگوں نے اس باب میں ابن خلکان کی اس عبارت سے دھوکہ کھایا ہے: وکان یتشیع (۲) (وہ تشیع کرتے تھے)۔

علامہ ابن خلکان نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے تشیع کا لفظ استعمال فرمایا ہے، اور تشیع اور رخص میں بہت فرقہ ہیں، اس کی تحقیق کے لیے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام ملاحظہ فرمائیے:

متقدمین کی اصطلاح میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینے کو تشیع کہتے ہیں، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام جنگوں میں حق پر اور ان کے مخالف کو خطا کار مانا جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شیخین کے تقدم اور ان کی فضیلت کو بھی مانا جائے، اور متاخرین کی اصطلاح میں تشیع محض رخص کہتے ہیں۔

فالتشیع فی عرف المتقدمین هو اعتقاد تفضیل علی علی عثمان وان کان علیا مصیبا فی حروبہ وان مخالفہ مخطی مع تقدیم الشیخین وتفضیلہما الی ان قال واما التشیع فی عرف المتأخرین فهو الرخص المحض۔ (۳)

نیز علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور انہیں صحابہ سے افضل جاننے کو تشیع کہتے ہیں، پس جو شخص انہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت

والتشیع محبت علی وتقدیمہ علی الصحابة فمن قدمہ علی ابی بکر و عمر فهو غال فی تشیعہ ویطلق علیہ رافضی

عمر رضی اللہ عنہ سے بھی افضل جانے، وہ غالی شیعہ ہے، جس کو رافضی کہتے ہیں، ورنہ وہ شیعہ ہی ہے، اور اگر وہ شیخین کو سب و شتم بھی کرے یا ان سے بغض ظاہر کرے، تو وہ غالی رافضی ہے۔

والافشعی، فان انضاف الی ذالک السب او التصریح
البغض فغال فی الرفض (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص حضرت رضی اللہ عنہ کو شیخین سے افضل جانے وہ رافضی، اور جو ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل جانے، وہ شیعہ ہے۔ لیکن امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہوں، انہوں نے اپنی کتاب السنن میں بیعت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان روایت کیا ہے:

الستم تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امر ابابکر ان یصلی
بالناس فایکم تطیب نفسه ان یتقدم ابابکر قالوا نعوذ باللہ ان
نتقدم ابابکر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنو ساعدہ میں مہاجرین اور انصار کے اجتماع سے خطاب کر کے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امامت کرانے کا حکم دیا، پھر تم میں سے کون ابو بکر رضی اللہ عنہ پر مقدم ہونا چاہتا ہے۔ ان سب نے یک زبان ہو کر کہا: ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ پر مقدم ہونے سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کے ہوتے ہوئے ان کی طرف تشیع کی نسبت کیسے صحیح ہو سکتی ہے، خصوصاً جبکہ انہوں نے باقی صحابہ کے فضائل بھی تصنیف کیے ہیں، چنانچہ ان کے شاگرد محمد بن موسیٰ مامونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجھے معلوم ہوا کہ بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل لکھنے اور فضائل شیخین پر کچھ نہ لکھنے کی وجہ سے امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کرتے ہیں، تو میں نے اس مسئلہ پر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کی، انہوں نے فرمایا: جب میں دمشق گیا تو وہاں اکثر لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منحرف پایا۔ پس میں نے ”خصائص علی“ اس توقع سے تصنیف کی کہ وہ لوگ راہ راست پر آجائیں، مامونی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باقی صحابہ کے فضائل بھی تصنیف کیے۔

سمعت قد ما ینکرون علی ابی عبدالرحمان کتاب
الخصائص لعلی رضی اللہ عنہ و ترکہ تصنیف فضائل
الشیخین فدکرت له ذالک فقال دخلت دمشق والمنحرف
عن علی بها کثیر فصنفت کتاب الخصائص رجوت ان یهد
یہم اللہ ثم انه صنف بعد ذالک فضائل الصحابہ۔ (۲)

اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حسب مراتب تمام صحابہ کے فضائل کے معتقد تھے، البتہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبت میں شدت کی وجہ سے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: ان کا تشیع کی طرف میلان تھا، اسی وجہ سے ابن کثیر نے لکھا ہے

وقد قیل عنہ انه کان ینسب الی شیبی من الشیع (۳)

اسی طرح حسن عبدالمعتم شلمسی نے آپ کی طرف تشیع کی نسبت پر جامع و مانع تبصرہ کیا ہے:

ومن زعم ان فی ابی عبدالرحمن تشیعاً، کالذہبی وغیرہ، فان فی ہذہ المقولۃ نظر اللاتی :

- | | | | |
|----|-------------------------------|-----|---------------------------|
| ۱۔ | هدی الساری، ج ۲، ص ۳۱ | ۲۔ | تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۶۹۹ |
| ۳۔ | البدلیۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۱۲۴ | ii۔ | تذکرۃ المحدثین، ص ۲۹۴-۲۹۷ |

علامہ ذہبی اور بعض دیگر حضرات نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تشیع کی جو نسبت کی ہے، وہ تین وجوہ سے درست نہیں ہے۔

۱۔ ان روایات کے بعض راوی ایسے لوگ ہیں، جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے منخرفین میں شامل ہیں، جیسے ابراہیم بن یعقوب جوزجانی، یہ ناہمی تھے، اکثر روایات انہیں سے ہیں، شمر بن عطیہ اسدی، یہ غالی عثمانی تھے، عمر بن سعد بن ابی وقاص، یہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے لشکر کے امیر تھے۔

۲۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے السنن الکبریٰ میں ”کتاب المناقب لاصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ تصنیف فرمائی ہے اور اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے فضائل لکھے ہیں۔

۳۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الخصائص“ (۱) جو تصنیف فرمائی، اس کا خاص سبب اہل شام کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں نامناسب رویہ تھا۔ اگرچہ اس کتاب کی اکثر احادیث ضعیف ہیں، اسی لیے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کو ”السنن الجتبی“ میں شامل نہیں کیا۔

اولاً: روى عن بعض من اتهموا بالانحراف عن على رضى الله عنه، منهم: ابراهيم بن يعقوب الجوزجاني - رمى بالنصب - روى عنه فاكثر، وشمر ابن عطية الاسدي - كان عثمانياً جداً - روى له ووثقه، وعمر بن سعد بن ابى وقاص - كان امير اعلى الجيش الذى قتل الحسين رضى الله عنه - روى له ايضاً۔

ثانياً: اخرج فى سننه كتاب المناقب لاصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فیہا اخرج مناقب عثمان بن عفان، وعمرو بن العاص رضى الله عنہما۔

ثالثاً: ان تصنیفہ لکتاب ”الخصائص“ لعلی بن ابی طالب رضى الله عنه۔ وهو سبب رمیہ بالتشیع۔ انما كان لما رأى من اهل الشام من انحراف عن امير المؤمنين على بن ابى طالب رضى الله عنه، وان كان اغلب ما اخرج فى باب الخصائص ضعيفاً، ودون مستوى الاحاديث التى خرجها فى كتابه من حيث درجة الصحة۔

خلاصہ بحث:

اوپر ذکر کی گئی آراء سے درج ذیل باتیں مترشح ہوتی ہیں:

- ۱۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الخصائص“ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب پر مشتمل اس لئے تصنیف فرمائی، کیونکہ اہل دمشق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدگوئی کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے یہ کتاب تصنیف کی۔
- ۲۔ کتاب الخصائص کے بعد امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فضائل صحابہ“ پر بھی کتاب لکھی۔ یہ تصنیف ”کتاب المناقب“ (۲) کے عنوان سے ”کتاب السنن الکبریٰ“ کا حصہ ہے اور ”کتاب الخصائص“ سے پہلے درج ہے۔
- ۳۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نہ رافضی تھے اور نہ ہی شیعہ تھے۔

۴۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ تمام صحابہ کرام کی فضیلت کے قائل تھے اور خلفاء راشدین کی افضلیت کے علی ترتیب الخلافہ قائل تھے۔ اس بات کا ثبوت آپ کی کتاب المناقب ہے۔ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی افضلیت کی ترتیب پر مرتب کی ہے۔ اس میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۱۔ امام نسائی کی یہ کتاب، السنن الکبریٰ، کتاب، رقم الكتاب، ۷، رقم الحدیث ۸۳۹۱-۸۵۷۹، ج ۵، ص ۱۰۵-۱۶۹ ادار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱۳۱۱ھ/۱۹۹۱ء کے تحت اس کتاب کا حصہ ہے۔

۲۔ السنن الکبریٰ، رقم ۸۱۰۲-۸۳۹۰، ج ۵، ص ۵۳-۱۰۳

کے فضائل، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کئے ہیں، اور پھر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

۵۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے شدید محبت رکھتے تھے۔
۶۔ اہل دمشق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اور فضیلت میں غلو کرتے تھے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں کمی کرتے تھے۔ اسی وجہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الخصال“ تصنیف فرمائی۔

۷۔ البتہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمایا: ”کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہیں کہ ان کا معاملہ برابر برابر ہو جائے، چہ جائیکہ ان کی فضیلت بیان کی جائے، آپ کے تسامحات میں سے ہے، کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت ساری احادیث وارد ہیں، اور اسی طرح بہت سارے اقوال سلف و خلف بھی منقول ہیں۔

۸۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الخصال“ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل و مناقب کا احصاء کرنے کی کوشش کی۔ اسی لئے اس کتاب میں بعض ایسی روایات بھی منقول ہیں، جو روایت و درایت کے اصول پر صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جب خود بھی کل صحیح احادیث کا مجموعہ ”السنن المجتبیٰ“ کا چناؤ کیا، تو ان میں سے بہت ساری احادیث اس میں روایت نہیں کیں۔ بلکہ ”السنن المجتبیٰ“ میں فضائل و مناقب کا الگ باب ہی قائم نہیں کیا۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ جل جلالہ مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم، خصائص علی رضی اللہ عنہ اور فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے موضوع پر اہل سنت کا موقف تحقیق کے ساتھ فیوض الزاہمی فی شرح سنن نسائی کے مقدمہ میں بیان کریں گے۔

عصر حاضر (۱۳۳۵ھ/۲۰۱۴ء) میں بھی بہت سارے لوگ شعوری و لاشعوری طور پر خارجیت، ناصیت، رافضیت اور شیعیت کی طرف مائل دکھائی دیتے ہیں، جب کہ ان تمام گمراہیوں سے بچنا اور اہل سنت کے عقائد پر قائم رہنا ہی حق و صواب ہے۔

تصنیفات: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث، تفسیر، علل احادیث، اسماء الرجال اور علوم حدیث کے موضوع پر کثیر کتب تصنیف کیں۔ ان میں سے معلوم کتب مطبوعہ و غیر مطبوعہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مطبوعہ کتب درج ذیل ہیں:

- | | | |
|--|--|---|
| ۱۔ المجتبیٰ من السنن المسندة | ۲۔ السنن الكبرى | ۳۔ کتاب الضعفاء والمتروکین |
| ۲۔ الطبقات | ۵۔ الاغراب | ۶۔ تسمية فقهاء الامصار |
| ۷۔ تسمية من لم يرو عنه غير رجل واحد | | ۸۔ مجلسان من املائه (رواية ابيض الفهرى) |
| ۹۔ ذکر من حدث عنه ابن ابی عروبة ولم يسمع منه | ۱۰۔ احسن الاسانيد التي تروى عن رسول الله <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> | |
| ۱۱۔ تسمية الضعفاء والمتروکین و الثقات ممن حمل عنهم العلم من اصحاب ابی حنيفة | | |
| ۱۲۔ الكذابون المعروفون بوضع الحديث على رسول الله <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> (۱) | ۱۳۔ التفسير | ۱۴۔ الجمعة |
| ۱۵۔ خصائص على | ۱۶۔ فضائل القرآن | |

۱۷۔ عمل اليوم والليلة (وهذه الكتب من التفسير الى عمل اليوم والليلة اجزاء من السنن الكبرى)

۱۹۔ ذکر من يعرف من القضاة بالحديث

۱۸۔ تسمية مشايخ ابى عبدالرحمن النسائی

۲۰۔ ذکر المدلسین (وهذه الكتب الثلاثة هي التي اخرجها اليوم)

۲۔ غیر مطبوعہ تصنیفات حسب درج ذیل ہیں:

۲۱۔ الكنى

۲۲۔ التمييز

۲۳۔ معرفة الاخوة والاخوات

۲۴۔ مسند حديث مالك بن انس (ولعله هو: مسند الموطأ)

۲۵۔ مسند حديث الزهري بعلمه والكلام عليه

۲۶۔ مسند حديث شعبة

۲۷۔ مسند حديث سفيان الثوري

۲۸۔ مسند حديث ابن جريج

۲۹۔ مسند حديث يحيى القطان

۳۰۔ مسند حديث فضيل بن عياض وداود الطائي ومفضل بن مهلهل

۳۱۔ مسند علي بن ابى طالب

۳۲۔ مسند منصور بن زاذان

۳۳۔ منتقى مسند ابى يعقوب اسحاق بن ابراهيم المنجنيقى (ت ۳۰۴ھ)

۳۴۔ الجرح والتعديل

۳۵۔ شيوخ الزهري

۳۶۔ الرواة عن الزهري، من كنيته ابو محمد من الصحابة

۳۷۔ جزء من حديثه (مخطوط بالظاهرية)

۳۸۔ المناسك (منسك على مذهب الشافعى)

امام نسائی رضی اللہ عنہ کی تصنیفات کے راوی:

امام نسائی کی تصنیفات کے راوی مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ابواسحاق ابراهيم بن محمد بن احمد بن بشام الهارونى۔ (ت ۳۵۴ھ)

۲۔ احمد بن عبد اللہ بن الحسن العدوى البوهريه بن ابى عصام المصرى (ت ۳۴۶ھ)

۳۔ احمد بن محمد بن اسحاق الدينورى ابن السنى۔ وهو آخز من روى الجبتي: السنن الصغرى (ت ۳۶۴ھ)

۴۔ ابوالحسن احمد بن محمد بن ابى تمام (لعله المتوفى سنة ۳۵۵ھ)

۵۔ ابوبكر احمد بن محمد بن المهندس (ت ۳۸۵ھ) ۶۔ ابوعلى الحسن بن الخضر الاسيوطى (ت ۳۶۱ھ)

۷۔ ابومحمد الحسن بن رشيق العسكري۔ من رواة كتاب الضعفاء، ولكنى، ويروى رسائل كثيرة لنسائی مثل: "تسمية من لم يرو عنه غير رجل واحد"، و"تسمية فقهاء الامصار"، و"الطبقات"، و"ذكر من حدث عنه ابن ابى عروبة ولم يسمع منه"، و"احسن الاسانيد التي تروى عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم"، و"تسمية الضعفاء والمتروكين والثقات ممن حمل عنهم الحديث من اصحاب ابى حنيفة"، و"الكذابون المعروف بوضع الحديث على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم"، و"اسئلة وفوائد للنسائی"۔ (ت ۳۷۰ھ)

۸۔ ابوالقاسم حمزة بن محمد الكنانى۔ وهو من رواة "مشيخة" و"السنن الكبرى"۔ (ت ۳۵۷ھ)

۹۔ عبد اللہ بن محمد بن حكيم بن عبد الصمد الاصم ابو محمد الصيرفى۔ من رواة مشيخة النسائی۔

۱۰۔ عبد الرحمن بن اسماعيل بن عبد اللہ بن سليمان الخولانى النخوى الخشاب ابو عيسى العروضى۔ ومن روايته اشهرت مشيخة النسائی۔ (ت ۳۶۶ھ)

۱۱۔ عبد الكريم ابن النسائی۔ وهو من رواة "المشيخة"، و"الضعفاء"، و"الكنى"، و"الكنى"، و"السنن الكبرى" و"الصغرى"۔ (ت ۳۴۴ھ)

۱۱۔ علی بن ابی جعفر الطحاوی (ت ۳۵۱ھ)

۱۲۔ محمد بن عبداللہ بن زکریا بن حیویہ النیسابوری۔ دھورادی کتاب ”الاغراب“، ومن رواة ”السنن الکبریٰ“ ایضاً۔ (ت ۳۶۶ھ)

۱۳۔ محمد بن القاسم بن محمد بن القاسم بن محمد بن سیار القرطبی الاندلسی (ت ۳۲۷ھ)

۱۴۔ محمد بن معاویہ بن عبدالرحمن الاموی القرطبی المعروف۔ ”ابن الاحمر“ (ت ۳۵۸ھ)

۱۵۔ آخر من روی عن النسائی وفاة: ایضاً بن محمد النھری (ت ۳۷۷ھ)، وهو یروی عن النسائی مجلسین من امالیہ، وقد طبعا۔

وفات: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے حوالے سے پانچ امور ہیں:

۱۔ سبب وفات ۲۔ سن وفات ۳۔ ماہ وفات ۴۔ مقام وفات ۵۔ مدفن

ان میں سے بعض پر آئمہ سیرورجال کا اتفاق ہے اور بعض پر اختلاف ہے۔ ان تمام کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ سبب وفات: اس بات پر آئمہ سیرورجال کا اتفاق ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی موت کا سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان کرنا اورحضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل نہ بیان کرنا ہے۔ اس پر اہل دمشق یا اہل رملہ نے آپ پر تشدد کیا۔ اسی تشدد کی وجہ سے آپ کی موت واقع ہوئی

ہے۔ (۱)

۲۔ سن وفات: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سن ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ اس پر بھی آئمہ سیرورجال کا اتفاق ہے۔ (۲)

۳۔ ماہ وفات: ماہ وفات کے حوالے سے آئمہ سیرورجال کے دو قول ہیں:

i۔ امام دارقطنی اور حافظ ذہبی کے مطابق امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ شعبان ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ (۳)ii۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوسعید بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ صفر المظفر ۳۰۳ھ کو وفات

پائی۔ (۴)

۴۔ مقام وفات: مقام وفات کے بارے میں آئمہ کرام کے تین اقوال ہیں:

i۔ تشدد کی وجہ سے آپ شدید علیل ہو گئے، اسی حالت میں آپ کو مکہ المکرمہ لے جایا گیا، مکہ المکرمہ پہنچ کر آپ کا انتقال ہوا۔ یہ قول

امام حاکم ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (۵)ii۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال شہر رملہ میں ہوا، جو کہ فلسطین کا مشہور شہر ہے، یہ قول امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوسعید بن یونس رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ

کا ہے۔ (۶)

iii۔ امام نسائی پر تشدد دمشق میں ہوا، وہاں سے شدید علالت کی حالت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ المکرمہ کی طرف لے جایا گیا، لیکن راستے میں

۱۔ i۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۸۷ ii۔ بستان الحدیث، ص ۲۹۸ iii۔ البدلیۃ والنہایۃ، ج ۶، ص ۱۸۶

۲۔ iv۔ وفيات الاعیان، ج ۱، ص ۸۳ ایضاً ۳۔ سير اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۱۳۲

۳۔ i۔ تھذیب الکمال، ج ۱، ص ۳۳۰ ii۔ البدلیۃ والنہایۃ، ج ۶، ص ۱۸۶

۴۔ i۔ تھذیب الکمال، ج ۱، ص ۳۳۸ ii۔ سير اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۱۳۲ iii۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۸۷

۵۔ i۔ تھذیب الکمال، ج ۱، ص ۳۳۰ ii۔ وفيات الاعیان، ج ۱، ص ۸۳

شہر ”رملہ“ (فلسطین) میں آپ کا انتقال ہوا، پھر آپ رحمہ اللہ کے جسد خاکی کو مکہ المکرمہ پہنچایا گیا۔ یہ قول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، علامہ ذہبی (دوسرا قول) کا ہے، جبکہ علامہ غلام رسول سعیدی نے بھی اسی تطبیق اور قول کو راجح قرار دیا ہے۔ (۱)

۵۔ مدفن: مذکورہ بالا مقام وفات کے اختلاف کی بناء ہی آپ رحمہ اللہ کے مدفن کے بارے میں دو قول ہیں:

i- امام نسائی رحمہ اللہ کو کوہ صفا اور مردہ کے درمیان مکہ المکرمہ میں دفن کیا گیا۔ یہ قول امام دارقطنی رحمہ اللہ، امام حاکم رحمہ اللہ، حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ہے۔ (۲)

ii- امام نسائی کو بیت المقدس (فلسطین) میں دفن کیا گیا۔ یہ قول امام ابوسعید بن یونس رحمہ اللہ، امام طحاوی رحمہ اللہ اور حافظ ابو بکر محمد بن عبدالغنی رحمہ اللہ کا ہے۔ (۳)

۶۔ مسلک: امام نسائی رحمہ اللہ کے مسلک کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔

i- علامہ ابن اثیر جزیری رحمہ اللہ (۴) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (ایک قول) (۵) اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے مطابق امام نسائی رحمہ اللہ کا مسلک شافعی تھا (۶) بعض نے آپ کا مسلک حنبلی لکھا ہے۔ (۷)

ii- امام حاکم رحمہ اللہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (دوسرا قول)، علامہ طاہر جزیری اور بعض دیگر آئمہ کرام نے آپ کو فقہاء الحدیث اور مجتہدین میں شمار کیا ہے۔ البتہ آپ مجتہد مطلق نہیں ہیں، بلکہ آپ کا شمار ان علماء میں ہے، جنہوں نے احادیث مبارکہ کو نقد و جرح کے اعتبار سے اکٹھا کیا اور ان سے مسائل اخذ کئے، لیکن باقاعدہ اصول مرتب نہیں کئے۔ اسی لئے مختلف مسائل میں مختلف مسالک کی طرف میلان نظر آتا ہے، جس کی وجہ سے علماء نے آپ کے بارے میں حکم لگایا ہے۔ (۸)

۱-	i- بستان الحدیث، ص ۲۹۸	ii- تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۸۷	iii- تذکرۃ الحدیثین، ص ۲۹۷
۲-	i- تہذیب الکمال، ج ۱، ص ۳۳۸-۳۳۹	ii- سیر اعلام النبلاء، ج ۱۴، ص ۱۳۲-۱۳۳	iii- بستان الحدیثین، ص ۲۹۸
۳-	i- تہذیب الکمال، ج ۱، ص ۳۴۰	ii- وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۸۳	
۴-	شرح المہذب، ج ۱، ص ۴۳	حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۱، ص ۱۵۱	۶- بستان الحدیثین، ص ۲۹۶
۷-	مقدمہ عمل الیوم واللیلۃ، ص ۱۹		
۸-	i- المعرفۃ علوم الحدیث، ص ۷۸۲	ii- توجیہ النظر، ص ۸۵	iii- مقدمہ سنن النسائی، ص ۱۶

سنن مجتبیٰ

السنن المجتبیٰ

اللہ تعالیٰ نے جن کتب احادیث کو شرف دوام بخشا، علماء امت نے جن کو جرح و قدح اور تعدیل کے اصولوں پر پرکھنے کے بعد قبول کیا، اور امت نے ہر دور میں چراغ راہ ہدایت سمجھ کر روشنی حاصل کی، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی، ”السنن المجتبیٰ“ انہیں کتب احادیث صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔ پچھلے تقریباً ایک ہزار سال سے یہ کتاب مسلمانوں کے ہاں نصاب میں جزو لاینفک کے طور پر شامل ہے۔ حکومتی و نجی اداروں کے شعبہ اسلامیات کے نصاب میں ہر دور میں شامل رہی ہے اور پوری دنیا کے مدارس دینیہ میں لازمی نصاب کے طور پر پڑھائی جا رہی ہے، جس سے اس کتاب کی عظمت و فضیلت اور نافع ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی تعداد چالیس سے زائد ہے، لیکن ان تمام میں سے شہرت دوام اور قبولیت عامہ اسی کتاب کو حاصل ہوئی۔ یہ کتاب کئی لحاظ سے منفرد مقام کی حامل ہے اور اس کی خصوصیات کئی ایک ہیں۔ سنن نسائی (صغریٰ) کے دیگر پہلوؤں کے حوالے سے مباحث درج ذیل ہیں:

۱۔ تسمیہ: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب چار ناموں سے جانی جاتی ہے:

۱۔ الصغریٰ ۲۔ المجتبیٰ ۳۔ السنن النسائی

ان چاروں ناموں کی وجہ تسمیہ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ الصغریٰ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ”السنن الکبریٰ“ کے نام سے کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب میں تقریباً بارہ ہزار احادیث مبارکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیں۔ پھر بعد میں السنن الصغریٰ کے نام سے کتاب تالیف کی۔ اس کتاب میں تقریباً چھ ہزار احادیث ہیں۔ جو کہ السنن الکبریٰ سے تقریباً نصف ہیں۔ اس لئے یہ کتاب بہ نسبت ”السنن الکبریٰ“ کے چھوٹی ہے۔ اس لئے اسے ”السنن الصغریٰ“ کہا جاتا ہے۔

۲۔ المجتبیٰ:

المجتبیٰ کے معانی منتخب کے ہیں۔ (۱) چونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے السنن الکبریٰ سے احادیث کا انتخاب کر کے اس کتاب کو تصنیف کیا ہے۔ اس لئے اس کا نام المجتبیٰ رکھا۔ (۲)

۳۔ المجتبیٰ:

المجتبیٰ اجتناء سے ماخوذ ہے، جس کے معانی درخت سے پختہ میوے چننے کے ہیں۔ (۳) چونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”السنن الکبریٰ“ سے صحیح احادیث کو چن کر اس کتاب میں جمع کیا ہے۔ اس لئے اس کا نام ”المجتبیٰ“ رکھا۔

۳۔ السنن النسائی:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں سے سب سے زیادہ شہرت اسی کتاب کو ملی، اس لئے عرف عام میں اسے ”السنن النسائی“ کہا جاتا ہے۔ جب محدثین اور اہل علم ”رواہ النسائی“ کا قول کرتے ہیں، تو بھی اس سے مراد یہی کتاب ہوتی ہے۔ اسی طرح جب مطلقاً کتب ستہ صحاح بیتہ یا

۱۔ لسان العرب، ی، ج ۸، ص ۱۲۲ ۲۔ بستان المحدثین، ص ۲۹۷ ۳۔ رحمۃ اللہ علیہ لسان العرب، ی، ج ۸، ص ۱۳۶

اصول ستہ کہیں تو ان کتب ستہ سے بھی یہی کتاب مراد ہوتی ہے۔ (۱) اسی طرح جب آئمہ حدیث درجال کتب خمسہ یا اصول خمسہ کہتے ہیں، تو اس سے مراد بخاری، مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور مجتبیٰ نسائی یہی مراد ہوتی ہے۔
ابوغدۃ عبدالفتاح لکھتے ہیں:

وكذلك اذا قالوا الكتب الخمسة او الاصول الخمسة لم يكن مرادهم غير البخارى و مسلم و سنن ابى داود و جامع الترمذى و مجتبیٰ النسائی (۲)
۲۔ مصنف سنن نسائی:

سنن نسائی (صغریٰ) کس کی تصنیف ہے۔ اس بارے میں دو قول ہیں:

۱۔ حافظ ذہبی کے مطابق السنن المجتبیٰ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف نہیں ہے، بلکہ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدنیوری المعروف ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، اور علامہ ابن سنی رحمۃ اللہ علیہ نے امام نسائی کی ”السنن الکبریٰ“ کا اختصار کیا، اور اس کا نام المجتبیٰ رکھا۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

ان هذه الرواية لم تصح بل المجتبیٰ اختصار ابن السنی بلاشبہ امیر رملہ والی روایت درست نہیں ہے، بلکہ المجتبیٰ، ابن سنی کا تلمیذ النسائی۔ (۳)

مولانا عبدالرشید نعمانی نے بھی حافظ ذہبی کے قول کو اختیار کیا ہے۔

نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

یہ بھی واضح ہے کہ بالفعل جو کتاب ”سنن نسائی“ کے نام سے ہمارے یہاں داخل درس ہے، وہ اصل امام موصوف کی تصنیف نہیں، بلکہ ان کی کتاب کا اختصار ہے، جو ان کے نامور شاگرد حافظ ابوبکر ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کا مرہون منت ہے، اس مختصر کا نام ”المجتبیٰ“ ہے اور اس کو سنن صغریٰ کہا جاتا ہے۔ (۴)

۲۔ علامہ ابن اثیر، علامہ ابن حجر عسقلانی، امام جلال الدین سیوطی، حاجی خلیفہ، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق، شاہ عبدالعزیز، علامہ غلام رسول سعیدی، علامہ انور شاہ کشمیری، سید احمد رضا بجنوری اور دیگر جمہور علماء و محققین کا اتفاق ہے کہ ”المجتبیٰ“ امام نسائی کی خود اپنی تصنیف ہے، اور یہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے امیر رملہ کی درخواست پر تصنیف کی۔ ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان النسائی لما صنف السنن الکبریٰ اهداه الی امیر الرملة فقال له الامیر: کل مافی هذا صحیح؟
امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”السنن الکبریٰ“ لکھ کر امیر رملہ کی خدمت میں پیش کی، تو امیر رملہ نے امام سے دریافت کیا: کیا اس کتاب میں

۱۔ تذکرۃ المحدثین، ص ۲۹۹ ۲۔ مقدمہ سنن النسائی، ص ۳ ۳۔ امیر یمانی، محمد بن اسماعیل، ج ۱، ص ۲۲۱

۴۔ نعمانی، عبدالرشید، محمد، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۲۵۰-۲۵۱، گوہر پبلیکیشنز، لاہور

قال: لا! قال: فجرد الصحيح منه فصنف له المجتبی (۱)۔
ساری احادیث صحیح ہے؟ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: نہیں۔
امیر رملہ نے امام سے درخواست کی: کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس میں سے صحیح
احادیث علیحدہ کر دیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے امیر رملہ کے لئے
”المجتبی“ تصنیف کی۔

۲۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور سنن نسائی کے راوی امام محمد بن معاویہ احمد، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:
قال النسائی کتاب السنن کله صحیح و بعضه معلول الا انه
لم یبین علتہ و المنتخب المسمى بالمجتبی صحیح
کله (۲)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”کتاب السنن“ میں صحیح روایات بھی ہیں
اور معلول بھی، اور ان معلول احادیث کی علت کو بھی اس میں بیان
نہیں کیا گیا۔ البتہ ”المجتبی“ ساری کی ساری صحیح احادیث پر مشتمل
ہے۔

یہ دواہی دلیلیں ہیں۔ جس کے بعد شک کی گنجائش نہیں رہتی، کہ سنن نسائی صغریٰ، خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف ہے۔
امام ذہبی کے قول کی تاویل: علامہ ابو یحییٰ محمد نے صاحب ”الیانح الجنبی“ کے حوالے سے علامہ ذہبی کے کلام کی تاویل ذکر کی ہے ”کہ
”المجتبی“ ابن سنی کی تصنیف ہے“ اس کے درج ذیل احتمال ہو سکتے ہیں:

يمكن حمل كلام الذهبي على ان يكون ابن السني باسرها
اختصارها بامر النسائي او اعانه في ذلك او ما شبه هذا (۳)

علامہ ذہبی کے کلام کو درج ذیل صورتوں میں سے کسی ایک پر محمول
کرنا چاہئے: ابن سنی نے المجتبی کا اختصار اپنے شیخ امام نسائی کے حکم
پر کیا ہو، یا امام نسائی کے اختصار کرنے میں ابن سنی نے اعانت کی
ہو، یا اسی طرح کا کوئی اور طریق اختیار کیا ہو۔

تصریحات آئمہ: سن نسائی صغریٰ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف ہے، اس بارے میں علماء کرام کی تصریحات حسب ذیل ہیں:
۱۔ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فامرہ الامیر بتجرید الصحاح منه فصنع من السنن الكبرى کتابا سماه المجتبی او المجتبی و کلاهما صحیح لکن
الاشهر هو الاخير (۴)

امیر رملہ کے حکم پر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”السنن الکبریٰ“ سے صحیح احادیث کو علیحدہ کیا، اسی کتاب کا نام ”المجتبی“ یا ”المجتبی“ ہے۔ یہ دونوں
نام صحیح ہیں۔ لیکن سنن نسائی المجتبی زیادہ مشہور ہے۔
۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

احمد بن شعيب، ابو عبد الرحمن النسائي الحافظ صاحب السنن (۵)
ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب نسائي، سنن نسائي (المجتبی) کے مصنف ہیں۔

۱۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲ ii۔ جامع الاصول، ج ۱، ص ۱۱۶ ۲۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲

۳۔ حاشیہ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲ ۳۔ جامع الاصول، ج ۱، ص ۱۱۶

۵۔ ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی، شہاب الدین، تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۶، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ط ۳، ۱۳۳۲ھ/۲۰۱۱ء

۳۔ امام ابو یحییٰ محمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان الامام هو الذی باشر اختصار الکبریٰ بنفسه (۱)

بلاشبہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”السنن الکبریٰ“ کا اختصار خود ہی (السنن المجتبیٰ کے نام سے) کیا ہے۔

۴۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امیر التماس نمود کہ از جملہ احادیث آنچه در درجہ اعلائی صحت باشد برائے من جدا باید نوشت پس مجتبیٰ را تصنیف کردہ (۲)

امیر رملہ نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی: کہ ان تمام احادیث میں سے جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوں، میرے لئے ان سب کا مجموعہ مرتب فرمادیجئے، اس پر امام نے ”مجتبیٰ“ تصنیف فرمائی۔

۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

تمام علماء اور محققین کے نزدیک یہ امر معروف اور محقق ہے کہ کتاب ”السنن المجتبیٰ“ امام نسائی کی تصنیف ہے۔ (۳)

۶۔ سید احمد رضا بجنوری، سید انور شاہ کشمیری کے افادات میں لکھتے ہیں:

سنن کبریٰ نسائی میں صحیح و حسن دونوں قسم کی احادیث ہیں، پھر آپ نے سنن صغریٰ تالیف کی، جس میں صرف صحیح و اعلیٰ مرتبہ کی احادیث تھیں، جس کا نام مجتبیٰ رکھا۔ (۴)

۳۔ سبب تالیف:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ”المجتبیٰ“ تصنیف کرنے کی وجہ پر اکثر علماء اور محققین کا اتفاق ہے، کہ آپ نے یہ کتاب امیر رملہ کی درخواست پر تالیف کی۔ علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

چون از تصنیف سنن کبریٰ فارغ شد امیرے از امرائے آن وقت ازوے پرسیدند کہ این کتاب تو ہمہ صحیح ست؟ گفتن صحیح و حسن ہمہ دارد آن امیر التماس نمود کہ از جملہ احادیث آنچه در درجہ اعلائی صحت باشد برائے من جدا باید نوشت پس مجتبیٰ را تصنیف کردہ۔ و لفظ مجتبیٰ اشہر اینست کہ بیا موحده است بعد از تا فوقیہ و بعضی بنون نیز جائز داشته اند و معنی قریب یک دیگر است الاجتباء بالباء الموحده برگزیدن الاجتباء بالنون چیدن میوہ پختہ از درخت۔ (۵)

جب امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سنن کبریٰ کی تصنیف سے فارغ ہوئے، تو امیر وقت نے ان سے دریافت کیا: کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب تمام صحیح احادیث پر مشتمل ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ نہیں، اس میں حسن اور صحیح دونوں موجود ہیں۔ اس امیر نے عرض کیا: کہ ان تمام احادیث میں سے جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوں، میرے لئے ان سب کا مجموعہ مرتب فرمادیجئے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجتبیٰ تصنیف فرمائی۔

لفظ مجتبیٰ تا فوقانیہ کے بعد باء موحده کے ساتھ زیادہ مشہور ہے۔ بعض نے بجائے باء کے نون سے پڑھنا جائز رکھا ہے۔ بہر حال دونوں لفظوں کے معنی قریب قریب ہیں۔ اجتباء جو باء موحده سے ہے: اس کے معنی انتخاب اور برگزیدہ کرنے کے ہیں۔ اور اجتباء جو نون سے ہے: اس کے معنی

۱۔ حاشیہ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲ - ۲ - بستان الحدیثین، ص ۲۹۶-۲۹۷ - ۳ - تذکرۃ الحدیثین، ص ۲۹۹

۲۔ بجنوری، احمد رضا، سید، مقدمہ انوار الباری، ص ۲۶۰، ادارہ تالیفات، اشرفیہ، ملتان، ۱۳۲۵ھ

۵۔ بستان الحدیثین، ص ۲۹۶-۲۹۷

درخت سے پختہ میوہ چننے کے ہیں۔

۴۔ سنن المجتبیٰ کے راوی:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے علماء و شیوخ کی ایک کثیر تعداد نے سنن نسائی کا سماع کیا۔ لیکن ان میں سے دس حضرات ایسے ہیں، جن کی روایت المجتبیٰ کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ عام طور پر علماء و محققین نے انہی کے نام ذکر کئے ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: (۱) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے جن لوگوں نے اس کتاب کو روایت کیا ہے ان کے اسماء یہ ہیں: (۱) عبدالکریم بن النسائی (۲) ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی (۳) ابوعلی الحسن بن الخضر الاسیوطی (۴) الحسن بن رشیق العسکری (۵) الحافظ ابوالقاسم حمزہ بن محمد اکثانی (۶) ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا (۷) محمد بن معاویہ بن الاحمر (۸) محمد بن قاسم الاندلسی (۹) علی بن ابی جعفر طحاوی (۱۰) ابوبکر بن محمد بن احمد (۲)

مذکورہ شیوخ میں سے عبدالکریم بن النسائی رحمۃ اللہ علیہ یہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں اور ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی نسخہ المجتبیٰ ہی اس وقت زیادہ رائج ہے، اور اسی روایت کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ یہی ابن سنی دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اس وقت عالم اسلام میں رائج نسخے زیادہ تر انہی سے مروی ہیں۔

۵۔ مؤلف شرح سنن نسائی کی اسناد متصلہ:

اس بات کا ذکر صرف تحدیث نعمت کے طور پر ہے کہ مؤلف کی سند متصل ”السنن المجتبیٰ“ کئی طرق سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ تک ہے۔ ان میں سے ایک سند عالی (نمبر ۵) جو مشہور محدث ابن سنی دینوری کے ذریعہ سے دس واسطوں سے ہے۔ دوسری سند عالی (نمبر ۶) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے تلمیذ مشہور محدث محمد بن داؤد بن سلیمان نیشاپوری کے ذریعے سے گیارہ واسطوں سے ہے، باقی تیس (۲۳) اسناد طویل ہیں، سب کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ ارویہ عالیاً سنداً جدا عن الشيخ المحدث الفقيه المفتی الاعظم الباكستان الاستاذ سیدی محمد عبد العليم السیالوی لاہوری، الشيخ الحدیث والفقہ بالجامعة النعمیة بلاہور، باكستان، وارویہا عالیاً عن الشيخ ابی البركات السید احمد اللاہوری والشيخ المعمر السید عبدالرحمن عبدالحی الحسنی الکتانی کلاهما عن الامام احمد رضا خان البریلوی عن السید احمد زینی دحلان عن الشيخ عثمان الدمیاطی عن الشيخ محمد الامیر الکبیر المصری عن شیخہ علی الصعیدی عن شیخہ محمد بن عقیلہ عن الشيخ حسن العجیمی عن احمد بن محمد العجل عن الامام یحییٰ الطبری عن جدہ المحب الطبری عن الزین المراغی عن الحجاز عن القبیطی عن ابی زرعة المقدسی عن الدونی عن الکسار عن الامام النسائی رحمة الله تعالى علیه وعلیہم۔

۲۔ اما بعد فیقول فقیر ربہ واسیر ذنبہ محمد حسین النعمی، مهتمم جامعہ نعیمیہ لاہور ابدھا اللہ تعالیٰ وایدھا لما قرأ فی مدرستنا العربیة العالیة مولانا الفاضل الحافظ محمد کریم خان بن محمد لقمان خان متوطن سندرانہ من مضافات

کامونکی ، غجرانوالہ ، الباکستان من کتب الاحادیث والتفاسیر والفقه وغیر ہائم التمس منی ان اجیزہ بما احتوی علیہ سندی من کتب الاحادیث والتفاسیر والفقه وغیر ہا وذلك من حسن ظنه بانى اهل لذلك وليس الامر كذلك ولكن قضى بانى اسئل عن تلك المسالك فاجبته لما سال واجزت له فيما قال كما اجابنى و اجازنى سيدى و مولائى فخر الاماثل صدر الافاضل السيد محمد نعيم الدين المراد آبادى قدس الله تعالى سره وهو مجاز عن استاذہ امام العلماء الاعلام شيخ الكل فى الكل مولانا الحاج محمد كل قدس سره وهو مجاز عن استاذہ قدوة الفضلاء الكرام كوكب الهدية عمدة المحققين السيد محمد المكي الكتبي الخطيب المدرس بالمسجد الحرام وهو مجاز عن والده قدوة المحققين السيد محمد الكتبي الخطيب المدرس بالمسجد الحرام وهو مجاز عن والده مفتى الاحناف ببلدة الحرام السيد محمد بن حسين الكتبي روح الله تعالى روحه وهو مجاز بذلك عن استاذہ خاتم المحققين مولانا مقتدانا السيد احمد الطحطاوى المحشى الدر المختار رحمة مولانه رحمة الابرار ومذكور بالتفصيل فى مسانيدہ المطولة المشهورة فى ديار العرب والعجم خصوصافى المدرسة العالية الازهرية الواقعة قاهره (مصر) وعممته بالعمامة المستحبة كما روى عن عبدالرحمن بن عوف رضى الله تعالى عنه واسال الله تعالى عنه ان ينفعنى و اياه ويبلغنا ما نتمناه بمنه وكرمه۔ (العبد المدعو بالدكتور محمد سرفراز النعيمى الازهرى رحمة الله عليه، ناظم الجامعة النعيمية بـلاهور ، باكستان)

۳۔ ارويه سندا جدا عن الشيخ الحديث المحدث الفقيه المفتى الاستاذ محمد عبد اللطيف المجددى النقشبندى ، الشيخ الحديث بالجامعة النعيمية بـلاهور ، عن الشيخ المحدث المفتى غلام نبى الشيخ الحديث بالجامعة الرضوية مظهر الاسلام ، فيصل آباد ، باكستان ، عن امام المحدثين محدث الاعظم الباكستان ابى الفضل محمد سردار احمد القادري الجشتى مؤسس الجامعة الرضوية مظهر الاسلام فيصل آباد ، باكستان عن شيوخه حجة الاسلام العلامة الشيخ محمد حامد رضا خان القادري البريلوى ومفتى الهند الاعظم محمد مصطفى رضا خان النورى القادري ابى الامام المجدد الشيخ احمد رضا خان القادري البريلوى و صدر الشريعة المفتى العلامة محمد امجد على الاعظمى الرضوى الحنفى البركاتى (صاحب بهار الشريعة فى الفقه سبعة عشر مجلدات) ومحدث الحرمين الشريفين الشيخ العلامة عمر محمد ان المحرسى كلهم عن زين المحدثين شيخ الاسلام الامام المجدد احمد رضا البريلوى (م ۱۳۴۰ھ) عن المنخدوم العلامة السيد الشريف الشاه آل الرسول المارهروى القادري (م ۱۲۹۶ھ) عن سراج الهند شاه عبدالعزیز المحدث الدهلوى عن ابیه امام المحدثين فى الهند احمد المدعو بشاه ولى الله المحدث الدهلوى (م ۱۱۷۶ھ) عن الشيخ العلامة ابى طاهر محمد عبدالسميع بن ابراهيم بن حسن الكردى المدنى (م ۱۱۳۵ھ) عن الشيخ احمد القشاشى عن الشيخ احمد الشناوى عن الشيخ محمد احمد الرملی عن شيخ الاسلام ابى يحيى زكريا بن محمد ابن احمد الانصارى عن الشيخ عزيز الدين عبدالرحيم بن محمد بن على الفرات القاهرى عن الشيخ عمر بى ابى الحسن

المراغي عن الشيخ فخر الدين ابن البخاري عن الشيخ احمد بن محمد اللبان عن الشيخ ابي علي حسن بن احمد الحداد عن الشيخ القاضي ابي نصر احمد بن الحسين الكسار عن الحافظ ابي بكر المعروف ابن السنن احمد بن محمد اسحاق الدينوري عن الشيخ ابي عبدالرحمن احمد بن شعيب بن علي النسائي (المتوفى ٣٠٣هـ) رحمة الله تعالى عليه عليهم - الشيخ محمد احمد الرملي ، عن شيخ الاسلام ابي يحيى زكريا بن محمد بن احمد الانصاري ، عن الشيخ عزيز الدين عبدالرحيم بن محمد بن الفرات القاهري ، عن الشيخ عمر بن ابي الحسن المراغي ، عن الشيخ فخر الدين ابن البخاري ، عن الشيخ العلامة احمد بن محمد اللبان ، عن الشيخ ابي علي حسن بن احمد الحداد ، عن الشيخ القاضي ابي نصر احمد بن الحسين الكسار ، عن الحافظ ابي بكر المعروف ابن السنن احمد بن محمد اسحاق الدينوري ، عن الشيخ ابي عبدالرحمن احمد بن شعيب بن علي النسائي ، (المتوفى ٣٠٣هـ) رحمة الله تعالى عليه و عليهم -

٢- ارويه سندا جدا عن الشيخ المحدث المفتي الاستاذ محمد انور القادري ، الشيخ الحديث بالجامعة النعيمية بلاهو ر ، باكستان ، عن الشيخ الفقيه الاعظم المحدث المفتي محمد نور الله النعيمى البصير فوري ، وارويها عالياً عن الشيخ ابي البركات السيد احمد اللاهوري والشيخ المعمر السيد عبدالرحمن عبدالحي الحسنى الكتاني كلاهما عن الامام احمد رضا خان البريلوي عن السيد احمد زيني دحلان عن الشيخ عثمان الدمياطي عن الشيخ محمد الامير الكبير المصري عن شيخه علي الصعيدي عن شيخه محمد بن عقيلة عن الشيخ حسن العجيمي عن احمد بن محمد العجل عن الامام يحيى الطبري عن جده المحب الطبري عن الزين المراغي عن الحجاز عن القبيطي عن ابي زرعة المقدسي عن الدوني عن الكسار عن الامام النسائي رحمة الله تعالى عليه و عليهم -

٥- وارويه عاليا جدا عن (١) الاستاذ الكبير المحدث الفقيه المفتي العلامة علي احمد السنديلوي (٢) الزاهدة العابدة الفقيهة المعمرة السيدة فاطمة عن (٣) زوجها الشيخ العلامة السيد محمد ادريس ملك ليبيا سابقا عن (٤) ابيه السيد محمد مهدي عن (١) وارويه بسند المتقدم الي (٥) الشيخ العمر عبدالعزيز الحبشي عن (٦) الشيخ فخر الدين ابن البخاري عن (٤) الشيخ احمد بن محمد اللبان عن (٨) الشيخ ابن علي حسن بن احمد الحداد عن (٩) الشيخ القاضي ابن نصر احمد بن الحسين الكسار عن (١٠) الحافظ ابي بكر المعروف ابن السنن احمد بن محمد اسحاق الدينوري (١١) الشيخ ابي عبدالرحمن احمد بن شعيب بن علي النسائي المتوفى (٣٠٣هـ) رحمة الله عليه و عليهم - فعلى هذا السنديكون بيني وبين الامام النسائي عشرة واسطة رحمة الله تعالى عليه -

٦- واروية بسند المتقدم الي (٢) الشيخ المعمر عبدالعزيز الحبشي عن (٥) الشيخ شهاب الدين احمد ابن علي المعروف حافظ ابن حجر العسقلاني (٨٥٢م) عن (٦) الامام ابي هريرة ابن الذهبي عن (٤) الامام ابي نصر محمد بن العماد ابن الشيرازي عن (٨) الامام ابي زرعة طاهر بن ابي الفضل محمد بن طاهر عن (٩) الامام ابي بكر احمد بن علي بن حلف الشيرازي عن (١٠) الامام ابي عبدالرحمن محمد بن الحسن الازدي الشلمى الصوفي عن (١١) محمد بن بن

محمد بن محمد بن عبد اللہ الزفتاوی، (بکسر الزای وسکون الفاء)، قال اخبرنا القاضي مجد الدين اسماعيل بن الكتاني الحنفی، قال اخبرنا به الاصيل ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بن عبدالعزيز الايوبى المعروف بابن المملوك سماعاً لجميعة الاجزاء، الاول فاجازه، قال اخبرنا به شاكر الله بن غلام الله بن الشمعة، قال اخبرنا ابو زرعة طاهر بن محمد المقدسى، قال اخبرنا ابو محمد عبد الرحمن بن احمد الدونى، قال اخبرنا الحافظ ابوبكر احمد بن محمد الشهير بابن السنى الدينورى، عن مؤلفها الامام النسائى، رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

۹- يرويها سيدى محدث الباكستان الاعظم، عن الشيخ محمد الحافظ التيجانى، عن الشيخ محمد عبد الباقي الانصارى، وارويه عالياً، عن صالح بن محمد الفلانى، عن محمد بن عبد الله المغربى، قراءة عليه لبعضه واجازة السائره، عن عبد الله بن سالم البصرى، عن محمد بن علاء الدين البابلى، سماعاً عليه لجميعة بقراءة عيسى التعالبي، عن الشهاب احمد بن خليل السبكي، وابهى التجاسالم بن محمد السنهورى، عن النجم الدين الغيطى، عن شيخ الاسلام ابى يحيى زكريا ابن محمد بن احمد الانصارى، سماعاً لبعضه واجازة لسائره، عن الزين رضوان بن محمد العقبى، قراءة عليه لجميعة، عن البرهان ابراهيم ابن احمد بن عبد الواحد التنوخى، مشافهة، عن الشيخ ابى العباس احمد بن ابى طالب المحدث الحجار سماعاً، عن ابى عبد اللطيف بن محمد بن على اجازة، عن ابى زرعه طاهر بن محمد بن طاهر المقدسى سماعاً، عن القاضى ابى نصر احمد بن الحسن الكسار، عن الحافظ ابى بكر المعروف ابن السنى احمد بن محمد اسحاق الدينورى، عن الشيخ ابى عبد الرحمن احمد بن شعيب بن على النسائى، (المتوفى ۳۰۳هـ) سماعاً لجميعة ستة رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

۱۰- (ح) يرويها سيدى محدث الباكستان الاعظم، بسند المتقدم الى شيخ الاسلام الامام المجدد احمد رضا خان القادري البريلوى عن الشيخ المحدث احمد زينى دحلان، عن الشيخ عثمان الدمياطى، بسند المتقدم الامام المؤلف رحمة الله عليه وعليهم -

۱۱- (ح) يرويها سيدى محدث الباكستان الاعظم، عن الشيخ المحدث العلامة محمد امجد على الاعظمى الرضوى، عن شيخه رئيس المحدثين الشيخ وصى احمد السورتى، عن المحدث المعمر الشيخ فضل الرحمن بن اهل الله غنج مراد آبادى، عن سراج الهند الشاه عبدالعزيز المحدث الدهلوى، عن ابيه الكريم امام المحدثين فى الهند احمد المدعو بالشاه ولى الله المحدث الدهلوى، بسند المتقدم الى الامام بالمؤلف رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

۱۲- (ح) يرويها سيدى محدث الباكستان الاعظم، عن الشيخ عمر حمدان المحرسى، عن المحدث الشيخ فضل الرحمن غنج مراد آبادى، عن سراج الهند الشاه عبدالعزيز المحدث الدهلوى، بسند المتقدم الى الامام المؤلف رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

۱۳- فارويها عن المحدث الكبير الشيخ العلامة غلام الرسول الرضوى فيصل آبادى (مؤلف تفهيم البخارى شرح

صحيح البخاري احدى عشر مجلدات) وفضيلة الشيخ تاج الفقهاء الاستاذ ابي الظفر محمد عبدالحق البند يالوي دامت بركاته وشيخ الطريقة المحدث ابي المصباح محمد الياس الهزاروي وغيرهم كلهم يروون عن محدث الباكستان الاعظم ابي الفضل محمد سردار احمد القادري الجشتي مؤسس الجامعة الرضوية مظهر الاسلام فيصل آباد وهو يروي عن شيوخه حجة الاسلام العلامة الشيخ محمد حامد رضا خان القادري البريلوي ومفتي الهند الاعظم محمد مصطفى رضا خان النوري القادري ابني الامام المجدد الشيخ احمد رضا خان القادري البريلوي و صدر الشريعة المفتي العلامة محمد امجد علي الاعظمي الرضوي الحنفي البركاتي (صاحب بهار الشريعة في الفقه سبعة عشر مجلدات) ومحدث الحرمين الشريفين الشيخ العلامة عمر محمد ان المحرسي كلهم عن زين المحدثين شيخ الاسلام الامام المجدد احمد رضا البريلوي (م ١٣٢٠هـ) عن المنخدم العلامة السيد الشريف الشاه آل الرسول المارهروي القادري (م ١٢٩٦هـ) عن سراج الهند شاه عبدالعزيز المحدث الدهلوي عن ابيه امام المحدثين في الهند احمد المدعو بشاه ولي الله المحدث الدهلوي (م ١١٤٦هـ) عن الشيخ العلامة ابي طاهر محمد عبدالسميع بن ابراهيم بن حسن الكردي المدني (م ١١٢٥هـ) عن الشيخ احمد القشاشي عن الشيخ احمد الشناوي عن الشيخ محمد احمد الرملي عن شيخ الاسلام ابي يحيى زكريا بن محمد ابن احمد الانصاري عن الشيخ عزيز الدين عبدالرحيم بن محمد بن علي الفرات القاهري عن الشيخ عمر بن ابي الحسن المراغي عن الشيخ فخر الدين ابن البخاري عن الشيخ احمد بن محمد اللبان عن الشيخ ابي علي حسن بن احمد الحداد عن الشيخ القاضي ابي نصر احمد بن الحسين الكسار عن الحافظ ابي بكر المعروف ابن السني احمد بن محمد اسحاق الدينوري عن الشيخ ابي عبدالرحمن احمد بن شعيب بن علي النسائي (المتوفى ٣٠٣هـ) رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

١٣- (ح) وارويها عن سيدي وسندي ملك العلماء واستاذ الكل رئيس المدرسين عمدة المتكلمين الشيخ العلامة عطاء محمد الجشتي الكولروي البنديالوي بن الله بنخش الاعوان رحمهما الله تعالى عن الشيخ العلامة الحاج عبدالقادر بن عبدالرزاق البغدادي الخطيب بجامع الامام الاعظم ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه عن العلامة الشيخ مدينة الحدباء الحاج احمد بن العلامة الشيخ عبدالوهاب الجوادى عن العلامة الشيخ عبدالحق اله آبادي عن العلامة الشيخ قطب الدين بن محب الدين المحدث الدهلوي ثم المكي "صاحب مظاهر الحق شرح المشكوة المصابيح" والعلامة الشيخ الشاه عبدالغني المحدث الدهلوي صاحب "اليانع الجني" كلاهما عن العلامة الشيخ الشاه محمد اسحاق المحدث الدهلوي عن سراج الهند شاه عبدالعزيز المحدث الدهلوي عن ابيه امام المحدثين في الهند احمد المدعو بشاه ولي الله المحدث الدهلوي بسند المتقدم الى المؤلف الامام النسائي رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

١٥- (ح) وارويها عن شيخ القرآن ابي الحقائق محمد عبدالغفور الهزاروي وشيخ القرآن العلامة محمد عبدالرازق الاتكي رحمهما الله تعالى، كلاهما عن حجة الاسلام العلامة حامد رضا خان البريلوي القادري عن ابيه امام اهل السنة

العلامة احمد رضا خان بريلوي بسند المتقدم الى المؤلف الامام النسائي رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

١٦- (ح) وارويها عن استاذ العلماء المفتي محمد اعجاز ولي اللاهوري عن صدر الشريعة محمد امجد علي الاعظمي و حجة الاسلام حامد رضا خان القادري ومفتي الهند الاعظم محمد مصطفى رضا خان القادري كلهم عن الشيخ احمد رضا خان القادري بسند المتقدم الى المؤلف الامام النسائي رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

١٧- (ح) وارويها عن غزالي زمان، رازي دوران، العلامة السيد احمد سعيد الكاظمي الملتاني عن مفتي الهند الاعظم مصطفى رضا خان القادري عن ابيه امام المجدد الشيخ احمد رضا خان القادري بسند المتقدم الى المؤلف رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

١٨- (ح) وارويها عن الشيخ الصوفي الصافي العلامة محمد هاشم البصير فوري عن فقيه الاعظم محمد نور الله بصير فوري عن الشيخ ابي البركات السيد احمد اللاهوري عن الامام احمد رضا خان البريلوي بسند المتقدم الى الامام النسائي رحمة الله عليهم -

١٩- (ح) وارويها عالياً عن الشيخ ابي البركات السيد احمد اللاهوري والشيخ المعمر السيد عبدالرحمن الكتاني كلاهما عن الامام احمد رضا خان البريلوي بسند المتقدم الى الامام النسائي رحمة الله عليه وعليهم -

٢٠- (ح) وارويها عن الشيخ المحدث الكبير السيد محمد بن علوي ابن عباس المالكي عن والده السيد علوي بن عباس المالكي المكي قراءة واجازة وكذا عن الشيخ حسن بن محمد المشاط كلاهما عن الشيخ عمر حمدان المحرسي قراءة واجازة عن السيد احمد بن اسماعيل البرزنجي عن السيد احمد زيني ذحلان عن الشيخ عثمان الدمياطي عن الشيخ ابي عبدالله محمد الامير الكبير المصري عن شيخه علي الصعيدي عن شيخه محمد بن عقيلة عن الشيخ حسن العجيمي عن احمد ابن محمد العجل عن الامام يحيى عن الحافظ عبدالعزيز بن فهد قال اخبرنا لمسند ابو اليمن محمد بن محمد بن عبدالله الزفتاوي قال اخبرنا القاضي مجد الدين اسماعيل بن ابراهيم الكتاني الحنفي قال اخبرنا به الاصيل ابو عبدالله محمد بن اسماعيل بن عبدالعزيز الايوبي المعروف بابن المملوك سماعاً لجميعه الا الجذء الاول فاجارة قال اخبرنا به شاكر الله بن غلام الله بن الشمعه قال اخبرنا ابو زرعة طاهر بن محمد المقدسي قال اخبرنا ابو محمد عبدالرحمن بن احمد الدوني قال اخبرنا ابو نصر احمد بن احمد بن الحسين الكسار قال اخبرنا الحافظ ابوبكر احمد بن محمد الشهير بابن السني الدينوري عن مؤلفها الامام النسائي رحمة الله عليه وعليهم -

٢١- (ح) وارويها عن المحدث الكبير محمد بن علوي بن عباس المالكي المكي عن الشيخ حسن يمانى والشيخ محمد الحافظ التيجانى والشيخ الشريف عبدالكبير الصقلي كلهم عن الشيخ محمد عبد الباقي الانصارى عن صالح بن محمد الفلانى عن محمد ابن عبدالله المغربي قراءة عليه لبعضه واجازة لسائر عن عبدالله ابن سالم البصرى عن محمد بن علاء الدين البابلي سماعاً عليه لجميعه بقراءة عيسى الثعالبي عن الشهاب احمد بن خليل السبكي و ابي التجا سالم بن محمد

السنهوري عن النجم الدين الفيض عن زكريا الانصاري سماعاً لبعضه واجازة لسائره عن الزين رضوان بن محمد العقبي قراءة عليه الجميعه عن البرهان ابراهيم بن احمد التنوخي مشافهة عن ابي العباس احمد بن ابي طالب الحجاز سماعاً عن ابي عبداللطيف بن محمد بن علي القبيطي اجازة عن زرعة طاهر بن محمد بن طاهر المقدسي سماعاً لجميعه عن ابي محمد عبدالرحمن بن احمد الدوني سماعاً عن القاضي ابي نصر احمد بن الحسين الكسار عن الحافظ ابي بكر المعروف بن السنن احمد بن محمد اسحاق الدينوري عن الشيخ ابي عبدالرحمن احمد بن شعيب بن علي النسائي (المتوفى ٣٠٣ هـ) سماعاً لجميع ستة رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

٢٢- (ح) وارويها الشيخ العلامة غلام رسول الرضوي فيصل آبادي وفضيلة الشيخ تاج الفقهاء الاستاذ ابي الظفر محمد عبدالحق البنديالوي وشيخ الطريقة المحدث ابي المصباح محمد الياس الهزاروي وغيرهم كلهم يروون عن محدث الباكستان الاعظم ابي الفضل محمد سردار احمد القادري الجشتي عن الشيخ محمد حافظ التيجاني بسند المتقدم الى المؤلف الحافظ الامام النسائي رحمة الله عليه وعليهم -

٢٣- (ح) وارويها عن ملك العلماء عطاء محمد البنديالوي وشيخ القرآن ابي الحقائق محمد عبدالغفور الهزاروي ثم وزير آبادي وتاج الفقهاء العلامة ابي الظفر محمد عبدالحق البنديالوي كلهم عن فقيه العصر العلامة يار محمد البنديالوي عن شيخ الطريقة الصوفي محمد حسين اله آبادي عن الشيخ السيد احمد زيني دحلان المكي عن الشيخ عثمان بن حسن الدمياطي عن الشيخ ابي عبدالله محمد الامير الكبير المصري بسند المتقدم الى الحافظ الامام النسائي رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

٢٤- (ح) وارويها باسانيد المتقدمة الى الامام الشاه احمد رضا خان البريلوي عن السيد احمد زيني دحلان عن الشيخ عثمان الدمياطي عن الشيخ عثمان الدمياطي عن الشيخ ابي عبدالله محمد الامير الكبير المصري بسند المتقدم الى الامام الترمذي رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

٢٥- (ح) وارويها عالياً عن الشيخ ابي البركات السيد احمد اللاهوري والشيخ المعمر السيد عبدالرحمن عبدالحق الحسنن الكتاني كلاهما عن الامام احمد رضا خان البريلوي عن السيد احمد زيني دحلان عن الشيخ عثمان الدمياطي عن الشيخ محمد الامير الكبير المصري عن شيخه علي الصعيدي عن شيخه محمد بن عقيلة عن الشيخ حسن العجيمي عن احمد بن محمد العجل عن الامام يحيى الطبري عن جده المحب الطبري عن الزين المراغي عن الحجاز عن القبيطي عن ابي زرعة المقدسي عن الدوني عن الكسار عن الامام النسائي رحمة الله تعالى عليه وعليهم -

۶۔ تعداد مرویات: سنن نسائی المجتبیٰ کی مرویات کی تعداد مختلف نسخہ جات کے ارقام کے مطابق مختلف ہے، جن میں سے چند ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ دارالفکر، بیروت، ۵۷۶۹ مرویات

۲۔ المکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب: ۵۷۵۴ مرویات

۳۔ دارالسلام، الرياض: ۵۷۶۱ مرویات

۴۔ المکتبۃ السلفیۃ، لاہور: ۵۷۶۱ مرویات

۵۔ مکتبۃ العلم، لاہور: ۵۷۶۵ مرویات

۶۔ ضیاء القرآن، لاہور: ۵۷۶۲ مرویات

۷۔ مکتبۃ رحمانیہ، لاہور: ۵۷۵۸ مرویات

۸۔ دارالمعرفۃ، بیروت: ۵۷۷۴ مرویات

علامہ غلام رسول سعیدی نے دو قول لکھے ہیں۔ (۱)

۹۔ بعض تذکرہ نگاروں کے حوالے سے: ۵۷۶۱ مرویات ۱۰۔ جدید نمبرنگ کے مطابق: ۵۷۷۴ مرویات

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے دارالمعرفۃ، بیروت والے نسخہ کی نمبرنگ کو رائج قرار دیا ہے۔

نوٹ: فیوض الزاہمی فی شرح سنن نسائی میں دارالمعرفۃ، بیروت، والے نسخہ کے مطابق ترتیم کی جائے گی اور باقی تمام نسخہ جات کے ساتھ موازنہ کیا جائے گا۔

۷۔ شرائط امام نسائی: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”السنن المجتبیٰ“ کو جن شرائط پر ترتیب دیا ہے، علماء اصول حدیث نے ان شرائط کو بڑی اہمیت دی ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے قبول حدیث میں بعض بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی کے راویوں سے بھی روایت کو نہیں لیا۔ اسی طرح علل الحدیث کا بھی اہتمام سے بیان کیا ہے۔ اسی لئے صحیحین کے بعد سب سے کم ضعیف حدیثیں اور مجروح راوی سنن نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ احادیث کے بارے میں حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی لکھتے ہیں:

واما ابوداؤد فمن بعده فان كتبهم تنقسم على ثلاثة اقسام: سنن ابوداؤد اور نسائی میں روایت کردہ احادیث تین قسم پر ہیں:

پہلی قسم: وہ صحیح احادیث جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تخریج کیا ہے۔ اس لئے ان احادیث کا وہی حکم ہوگا، جو بخاری اور مسلم کی احادیث کا ہے۔

(القسم الاول) صحیح وهو الجنس المنخرج في هذين الكتابين للبخاري ومسلم فان اكثر ما في هذا الكتب منخرج في هذين الكتابين، والكلام عليه كالکلام على الصحيحين فيما اتفقا عليه واختلفا فيه۔

دوسری قسم: وہ صحیح احادیث جو امام بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق ہیں، امام ابو عبد اللہ بن مندہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ: بے شک امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام راویوں سے روایت کرتے ہیں، کہ جن کے ترک پر تمام کا اجماع نہ ہو، بشرطیکہ حدیث متصل، غیر مقطوع اور غیر مرسل ہو۔ یہ قسم صحیح حدیث کی ہے، کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: کہ انہیں دو لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث حفظ تھیں، اور امام مسلم کا قول ہے: کہ انہوں نے المسند الصحیح (صحیح مسلم) کا انتخاب تین لاکھ صحیح احادیث سے کیا۔

(القسم الثاني) صحیح علی شرطهم، حکى ابو عبد الله بن مندہ ان شرط ابى داود والنسائي اخرج احاديث اقوام لم يجمع على تركهم، اذا صح الحديث باتصال الاسناد من غير قطع ولا ارسال، ويكون هذا القسم من الصحيح، فان البخاري قال احفظ مائتي الف حديث صحيح، مائتي الف حديث غير صحيح، ومسلم قال اخرجت المسند الصحيح من ثلاثمائة الف حديث مسموعة، ثم انا رايناها ما اخرجنا في

ہے۔ جب کہ ان دونوں کتابوں میں تقریباً دس ہزار احادیث مروی ہیں۔ باقی صحیح احادیث کی کثیر تعداد ان حضرات نے اپنی شرائط کی وجہ سے نقل نہیں کیں۔ اس لئے جو احادیث ان حضرات نے نقل نہیں کیں، وہ بھی صحیح احادیث ہی تھیں۔ اگرچہ ان کی اپنی شرائط پر وہ پوری نہیں اترتی تھیں، جو انہوں نے اپنی ان دو کتابوں کے لئے رکھی تھیں۔

تیسری قسم: تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں قسموں کے علاوہ ہے، اور ان کی صحت ان حضرات کے نزدیک قطعی نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے ان کی علل کو بیان کر دیا۔ تاکہ اہل معرفت کو اس کی تفہیم ہو جائے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے، اس کی وضاحت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تیسری قسم کی احادیث ذکر کی ہیں، اور ان کی علل کو بیان بھی کیا ہے، ان احادیث میں سقم ہونے کے باوجود اس لئے بیان کیا، کہ ان کے پاس اس موضوع پر کوئی اور حدیث صحیح نہ تھی، امام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی دوسرے شخص کی رائے سے اس قسم کی احادیث بہتر ہیں۔

حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب خمسہ (بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی) کی شرائط اور روایات پر تفصیلی بحث کی ہے، جس سے ان اصحاب کی شرائط پر روشنی پڑتی ہے۔ امام نسائی کی شرائط کو سمجھنے سے پہلے ان کا سامنے ہونا ضروری ہے۔

حافظ ابو بکر حازمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

راویوں کے پانچ طبقات کو ہم امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی مثال سے سمجھ سکتے ہیں، یہ تمام ایک دوسرے سے باہم متفاوت ہیں۔ یہ کل پانچ طبقات ہیں:

۱۔ پہلا طبقہ: یہ وہ طبقہ ہے، جو عدالت، حفظ و اتقان کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہے، اور انہیں شیخ کی طویل صحبت بھی میسر رہی، حتیٰ کہ یہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر و حضر میں شریک رہے۔ یہی وہ طبقہ ہے جس سے امام بخاری استیجاباً روایت کرتے ہیں۔ یہ امام بخاری کی

کتابیہما ما اتفقا علیہ وما انفردا بہ قریب عشرة آلاف تزيد او تنقص فعلمنا انه قد بقی من الصحیح الكثير الا ان طریقہ لایکون کطریق ما اخرجہ فی ہذین الکتابین فما اخرجہ مما انفردوا بہ دونہما فانہ من جملة ماتر کہ البخاری ومسلم من جملة الصحیح۔

اخر جوهها الضدية في الباب (القسم الثالث) احاديث المتقدم واوردوها لا قطعاً منهم بصحتها وربما ابان المخرج لما عن علتها بما يفهمه اهل المعرفة۔ (۱)

وانما اوردها هذا القسم في كتابيها لانه رواية قوم لها و اجتجاجهم بها، فاوردتها وبيننا سقمها لتزول الشبهة، وذلك اذالم يجداله طريقاً غيره، لانه اقوى عندهما من راي الرجال۔ (۲)

وهو ان نعلم مثلاً ان اصحاب الزهري على طبقات خمس ولكل طبقة منها مزية على التي تلبها وتفاوت فمن كان في (الطبقة الاولى) فهو الغاية في الصحة وهو غاية (مقصد البخاري) شاركت الاولى في العدالة غير ان الاولى جمعت بين الحفظ والاتقان وبين طول اللازمة للزهري حتى كان فيهم من يزامله في السفر ويلزمه في الحضر۔

والطبقة الثانية لم تلازم الزهري الا مدة يسيرة فلم تمارس

۱۔ المقدسي، محمد بن طاهر، ابو الفضل، شروط الائمة الستة، ص ۷۰، قدیمی کتب، خانہ، کراچی

۲۔ مقدمہ زہر الرئی، ص ۲۱

حدیثہ و كانوا فى الاتقان دون الطبقة الاولى وهم (شرط مسلم)

(والطبقة الثالثة) جماعة الزموا الزهرى مثل اهل الطبقة الاولى غير انهم لم يسلموا عن غوائل الجرح فهم بين الرد والقبول، وهم (شرط ابى داؤد والنسوى)۔

(والطبقة الرابعة) قوم شاركوا اهل الطبقة الثالثة فى الجرح والتعديل وتفردوا بقله ممارستهم لحدیث الزهرى لانهم لم يصاحبوا الزهرى كثيراً، وهم (شرط ابى عيسى)، وفى الحقيقة شرط الترمذى ابلغ من شرط ابى داؤد لان الحدیث اذا كان ضعيفاً او مطلعاً من حدیث اهل الطبقة الرابعة فانه يبين ضعفه وينبه عليه فيصير الحدیث عنده من باب الشواهد والمتابعات ويكون اعتماده على ما صح عند الجماعة، وعلى الجملة فكتابه مشتمل على هذا الفن، فلماذا جعلنا شرطه دون شرط ابى داؤد۔

(والطبقة الخامسة) نفر من الضعفاء والمجهولين لا يجوز لمن يخرج الحدیث على الابواب، ان يخرج حدیثهم الا على سبيل الاعتبار والاستشهاد عند ابى داؤد فمن دونه فاما عند الشيخين فلا۔

فاما اهل الطبقة الاولى: فنحو مالك وابن عيينة وعبيد الله بن عمر ويونس وعقيل الايليان وشعيب بن ابى حمزة وجماعة سواهم۔

واما اهل الطبقة الثانية: فنحو عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعى والليث بن سعد والنعمان بن راشد وعبدالرحمن بن خالد بن مسافر وغيرهم۔

والطبقة الثالثة: نحو سفيان بن حسين السلمى وجعفر بن برقان وعبدالله بن عمر ابن حفص العمري وزمعة بن صالح الدكى وغيرهم۔

شرط ہے۔ اس طبقہ کے رواۃ میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ، ابن عیینہ رضی اللہ عنہ، عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، یونس ایلی رضی اللہ عنہ، عقیل ایلی رضی اللہ عنہ، شعیب بن ابو حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شامل ہیں۔

۲۔ دوسرا طبقہ: یہ وہ طبقہ ہے، جو عدالت میں پہلے طبقہ کی مانند ہے۔ البتہ حفظ و اتقان میں پہلے طبقہ سے کم ہے، اور شیخ کی صحبت بھی طویل نہیں ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جس سے امام مسلم استیعاباً روایت کرتے ہیں۔ یہ امام مسلم کی شرط ہے۔ اس طبقہ کے رواۃ میں حضرت عبدالرحمن بن عمر و اوزاعی رضی اللہ عنہ، لیث بن سعد رضی اللہ عنہ، نعمان بن راشد رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن خالد بن مسافر رضی اللہ عنہ اور دیگر شامل ہیں۔

۳۔ طبقہ ثالثہ: یہ وہ طبقہ ہے، جو عادل ہے، اور شیخ کی طویل صحبت بھی میسر ہے، لیکن حفظ و اتقان میں کمی ہے، اور ان پر اصحاب جرح و تعدیل نے رد و قبول کے اعتبار سے جرح کی ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جس سے امام ابو داؤد رضی اللہ عنہ اور امام نسائی رضی اللہ عنہ استیعاباً روایت لیتے ہیں۔ یہ امام ابو داؤد اور امام نسائی رضی اللہ عنہ کی شرط ہے۔ اس طبقہ کے رواۃ میں حضرت سفیان بن حسین سلمی رضی اللہ عنہ، جعفر بن برقان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر بن حفص عمری رضی اللہ عنہ، زمعة بن صالح مکی رضی اللہ عنہ اور دیگر شامل ہیں۔

۴۔ طبقہ رابعہ: یہ وہ طبقہ ہے جو عادل ہے، لیکن ان پر جرح و تعدیل کی گئی ہے، ان کو شیخ کی طویل صحبت میسر نہیں ہے، اور یہ ناقص الضبط بھی ہے۔ اس طبقہ سے امام ترمذی استیعاباً روایت کرتے ہیں۔ یہ امام ترمذی کی شرط ہے، اور حقیقت میں امام ترمذی کی شرائط امام ابو داؤد اور نسائی کی شرائط سے زیادہ توسع والی ہیں۔ کیونکہ جب حدیث ضعیف یا طبقہ رابعہ کی ہو تو امام ترمذی اس کے ضعف کو بیان کرتے ہیں، اور اس پر مطلع کر دیتے ہیں۔ اس طرح ان کے نزدیک حدیث شواہد اور متابعات والی ہو جاتی ہے، اور ان کا طریقہ دوسروں کے نزدیک صحیح ہے۔ امام ترمذی رضی اللہ عنہ کی کتاب اسی قسم پر مشتمل ہے۔

والطبقة الرابعة: نحو اسحاق بن يحيى الكلبى ومعاوية بن يحيى الصدفى واسحاق بن عبدالله بن ابى فروة المدنى و ابراهيم بن يزيد المكى والمثنى بن الصباح وجماعة سواهم -

والطبقة الخامسة: نحو بحر بن كنيز السقا والحكم بن عبدالله الايلى وعبد القدوس بن حبيب الدمشقى ومحمد بن سعيد المصلوب وغيرهم، وهم خلق كثير اقتصرت منهم على هؤلاء، وقد افرت لهم كتاباً استوفيت فيه ذكرهم -

وقد يخرج البخارى احياناً عن اعيان الطبقة الثانية، ومسلم عن اعيان الطبقة الثالثة، ابوداؤد عن مشاهين الطبقة الرابعة - (۱)

اسی لئے ہم نے اس شرط کو علیحدہ ذکر کیا ہے۔ اس طبقہ کے روایت میں حضرت اسحاق بن یحییٰ کلبی رضی اللہ عنہ، معاویہ بن یحییٰ صدیق رضی اللہ عنہ، اسحاق بن عبداللہ بن ابوفروہ مدنی رضی اللہ عنہ، ابراہیم بن یزید مکی رضی اللہ عنہ، مثنیٰ بن صباح رضی اللہ عنہ اور دیگر شامل ہیں۔

۵۔ طبقہ خامسہ: یہ طبقہ ضعیف اور مجہول روایت پر مشتمل ہے، ان سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔ امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی کے نزدیک ضعف اور جہالت کے بیان کے لئے، ان کی روایت بیان کرنا درست ہے۔ البتہ امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک یہ بھی درست نہیں ہے۔ اس طبقہ کے روایت میں بحر بن کنیز سقا، حکم بن عبداللہ ایلی، عبدالقدوس بن حبیب دمشقی، محمد بن سعید مصلوب اور دیگر کثیر تعداد روایت کی شامل ہے۔

ان طبقات میں سے امام بخاری پہلے طبقہ سے استیعاباً اور دوسرے طبقہ سے انتخاباً روایت کرتے ہیں۔ امام مسلم رضی اللہ عنہ پہلے دوسرے طبقہ سے استیعاباً اور تیسرے طبقہ سے انتخاباً روایت کرتے ہیں۔ جبکہ امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی پہلے تین طبقہ سے استیعاباً اور چوتھے طبقہ کے کبار سے انتخاباً روایت کرتے ہیں۔

تجزیہ: حافظ ابوبکر حازمی رضی اللہ عنہ کے بیان سے یہ بات واضح ہے، کہ امام نسائی رضی اللہ عنہ پہلے تین طبقات سے استیعاباً روایت کرتے ہیں، اور چوتھے طبقہ کبار سے انتخاباً روایت کرتے ہیں۔

امام نسائی رضی اللہ عنہ کی شرائط کے بارے میں دیگر آئمہ حدیث ورجال کی چند ایک آراء درج ذیل ہیں:
۱۔ امام ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی رضی اللہ عنہ شیخ الحرم الشریف کی رائے:

سالت الامام ابوالقاسم سعد بن علی الزنجانی بمكة عن حال رجل من الرواة فوثقه، فقلت: ان اباعبدالرحمن النسائي ضعفه، فقال: يا بني ان لابي عبدالرحمن في الرجال شرطاً اشد من شرط البخاري و مسلم (۲)

حافظ ابوالفضل مقدسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی رضی اللہ عنہ سے مکہ المکرمہ میں ایک راوی کے متعلق پوچھا، امام ابوالقاسم رضی اللہ عنہ نے اس راوی کو ثقہ قرار دیا، تو میں نے کہا کہ: ابو عبدالرحمن نسائی رضی اللہ عنہ نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے؟ اس پر امام ابو القاسم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بیٹے! راویوں کے بارے میں امام نسائی رضی اللہ عنہ کی شرائط امام بخاری رضی اللہ عنہ اور امام مسلم رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

۱۔ حازی، محمد بن موسیٰ، ابوبکر، شروط الائمة الثمثة، ص ۷۹۔ ۸۰ قدیمی کتب خانہ، کراچی

۲۔ شروط الائمة الستة، ص ۷۲

۲۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

قال الحافظ ابن حجر و اذا تقرر ذلك ظهر ان الذي يتبادر الى الذهن من ان مذهب النسائي في الرجال مذهب متسع ليس كذلك، فكم من رجل اخرج ابوداؤد والترمذی، تجنب النسائي اخراج حديثه، بل تجنب النسائي اخراج حديث جماعة من رجال الصحيحين۔ (۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حافظ ابوالفضل عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے کہ ”امام نسائی کے مذهب رجال میں بہت وسعت ہے“ سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ کتنے ہی ایسے راوی ہیں، جن سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایات کی تخریج کی ہے، لیکن امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اجتناب کیا ہے، بلکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری اور مسلم کے بہت سارے رواۃ سے بھی احادیث لینے سے اجتناب کیا ہے۔

۳۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

وكان عنده عالیا عن قتيبة عنه ولم يحدث به لا في السنن ولا في غيرها (۲)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس (ابن لھیعہ کے علاوہ) حضرت قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک اور سند عالی سے بھی روایت تھی، لیکن انہوں نے ان سے بھی روایت نہیں کی، نہ سنن نسائی (صغریٰ) میں اور نہ ہی کسی اور کتاب میں۔

۴۔ شیخ دارقطنی امام ابوطالب الدین نصر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

من يصبر على ما يصبر عليه النسائي كان عنده حديث ابن لهيعة ترجمة ترجمة فما حدث عنه بشيء (۳)

جن مصائب پر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے صبر کیا، ان جیسی استقامت کون دکھلا سکتا ہے۔ انہوں نے ابن لھیعہ سے بھی روایت نہیں لی (حالانکہ ابن لھیعہ سے امام مسلم، امام ابوداؤد امام ترمذی روایت لیتے ہیں)۔

۵۔ امام ابوالحسن معافری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

اذا نظرت الى ما يخرج اهل الحديث فما خرج النسائي اقرب الى الصحة مما خرج غيره۔ (۴)

جب تم محدثین کی روایات پر نظر ڈالو گے، تو تمہیں معلوم ہوگا کہ جس حدیث کا امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اخراج کرتے ہیں۔ وہ باقی محدثین کے اخراج کی نسبت صحت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

۶۔ علامہ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

اما النسائي فشرط اشد ولا يكاد يخرج يغلب عليه الوهم ولا لمن يفحش الخطاء كثير۔ (۵)

امام نسائی کی اخذ حدیث میں شرائط بہت زیادہ سخت ہیں، وہ وہم کے غلبہ اور فحش غلطی والے راوی سے روایت بالکل نہیں لیتے۔

۱۔ فتح المغیث، ص ۳۲ ۲۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲ ۳۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲

۴۔ ایضاً ۵۔ تذکرۃ المحدثین (سوپرروی)، ص ۷۰

۷۔ علامہ ابن تیمیہ کی رائے:

لکن نبہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ انہ لیس مراد الامام بہ
ضیف المتاخرین بل هو ما یقابل الصحیح الذی یشمل
الحسن علی مصطلح المتقدمین۔ (۱)

(حافظ مقدسی نے جو کہا ہے کہ امام نسائی اس حدیث کو بھی روایت کر
لیتے ہیں، جس کی صحت یقینی نہ ہو، پھر اس کی علت بیان کرتے
ہیں) اس سے متاخرین والی ضعیف حدیث مراد نہیں ہے، بلکہ
متقدمین کے ہاں اس سے صحیح کے مقابل مراد ہے، اور وہ ان کے
ہاں ”حسن“ کے درجہ کی حدیث ہے۔

۸۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

وفی الجملہ فکتاب السنن اقل الکتب بعد الصحیحین
حدیثا ضعیفا ورجلا مجروحا۔ (۲)

سنن نسائی (صغریٰ) میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد سب سے کم
ضعیف حدیثیں ہیں، اور سب سے کم اس کے راوی مجروح ہیں۔

تجزیہ: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے حوالے سے مذکورہ بالا آراء سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ رجال کے معاملہ میں شدت
رکھتے تھے، اور آپ کی شرائط رواۃ کے حوالے سے باقی آئمہ سے بھی فوق تھیں۔ اسی لئے امام رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم کے
بعض راویوں سے بھی روایت لینے میں احتراز کیا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی ”السنن المجتبیٰ“ کے بارے میں بعض علماء کی رائے اس کے برعکس ہے، جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابوالفضل بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد اور امام نسائی نے تیسری قسم احادیث کی وہ تخریج کی
ہے، جو ان کے نزدیک قطعی صحیح نہ تھیں، البتہ ان کی علت بھی بیان کر
دی ہے۔ تیسری قسم اسی صورت میں بیان کی ہے، جب ان کے
پاس کوئی اور صحیح حدیث موجود نہ تھی۔ کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور
امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرے لوگوں کی رائے کی بہ نسبت
احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہر حال قوی ہیں۔

القسم الثالث احادیث اخر جاہامن غیر قطع منها لصحتها
وقد ابانا علتها وذلك اذا لم یجد الہ طریقاً غیرہ لانہ اقوی
عندہما من رای الرجال۔ (۳)

یہ مذکورہ طریق اور عمل امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت ہے، امام ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

میرے نزدیک لوگوں کی رائے سے حدیث ضعیف زیادہ پسندیدہ ہے۔

ان ضعیف الحدیث احب الی من رای الرجال۔ (۴)

۲۔ امام محمد بن سعد باوردی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ہر اس راوی سے روایت کرتے ہیں، جس کے
ترک پر اجماع نہ ہو۔

کان من مذهب ابی عبد الرحمن النسائی ان یخرج عن کل
من لم یجمع علی ترکہ۔ (۵)

۱۔ قواعد الحدیث، ص ۹۸

۲۔

مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲

۳۔

تدریب الراوی، ص ۵۵

۴۔

مقدمہ زہر الربی، ص ۲۱

۵۔

ترک اجماع کی وضاحت:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ترک اجماع کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

فانه اراد بذلك اجماعاً خاصاً، وذلك ان كل طبقة من نقاد الرجال لا تخلو من متشدد و متسوط۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ترک اجماع سے خاص اجماع مراد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آئمہ نقد و رجال کے ہر طبقہ میں متشدد اور معتدل لوگ ہیں۔ یہ چار طبقات ہیں:

فمن الاولى شعبة و سفیان الثوری و شعبة اشد منه۔

۱۔ پہلا طبقہ: اس طبقہ میں حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ متشدد ہیں اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ معتدل ہیں۔

ومن الثانية يحيى القطان و عبدالرحمن بن مهدي و يحيى اشد من عبدالرحمن۔

۲۔ دوسرا طبقہ: اس طبقہ میں حضرت یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبدالرحمن بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ متشدد ہیں اور حضرت عبدالرحمن بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ معتدل ہیں۔

و من الثالثة يحيى بن معين و احمد بن حنبل و يحيى اشد من احمد۔

۳۔ تیسرا طبقہ: اس طبقہ میں حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ متشدد اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ معتدل ہیں۔

و من الرابعة ابو حاتم و البخاری و ابو حاتم اشد من البخاری۔

۴۔ چوتھا طبقہ: اس طبقہ میں حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ متشدد اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ معتدل ہیں۔

فقال النسائی: لا يترك الرجل عندي حتى يجتمع الجميع على تركه، فما اذا وثقه ابن مهدي و ضعفه يحيى القطان مثلاً، فانه لا يترك، لما عرف من تشديد يحيى و من هو مثله في النقل۔ (۱)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کسی راوی کو اسی وقت ترک کرتا ہوں، جب اس کے ترک پر تمام کا اجماع ہو۔ جب کسی راوی کی توثیق ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کریں اور حضرت یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ اسے ضعیف قرار دیں، تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اسے ترک نہیں کرتے، کیونکہ حضرت یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ متشدد ہیں۔

۳۔ حافظ ابوالفضل زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

هذا مذهب متسع۔ (۲)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط میں بہت وسعت ہے۔

۴۔ حافظ ابن کثیر کی رائے:

(امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا السنن المجتبیٰ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ سب صحیح احادیث پر مشتمل ہے) غیر مسلم ہے، کیونکہ اس میں مجروح اور مجہول رواۃ سے بھی احادیث کی تخریج ہے، یہ کبھی ذات اور کبھی حالات کے حوالے سے ہے۔ اس کتاب میں ضعیف، معطل اور منکر احادیث بھی ہیں۔

انہ غیر مسلم فان فیہ رجالا و مجهولین اما عینا او حالا و فیہم المجروح و فیہ احادیث ضعیفة معللة و منكرة۔ (۱)

۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

فن حدیث کے ماہرین نے امام نسائی کی شرائط کو بڑی اہمیت سے بیان کیا ہے۔ بعض لوگ شرائط کے لحاظ سے امام نسائی کو امام مسلم پر ترجیح دیتے ہیں، حافظ ابوعلی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ رجال میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ سخت ہیں۔ اسی طرح حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط سے زیادہ سخت قرار دیا ہے۔ (۲)

بعض لوگ تو شرائط کے لحاظ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ترجیح دیتے تھے، چنانچہ ابن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے امام ابو القاسم سعد بن علی زنجانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک راوی کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے اس کی توثیق کی، میں نے کہا: کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ تو اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا: کہ رجال میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ سخت ہیں۔ (۳)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کہ بہت سے راوی ایسے ہیں، جن کی روایت کو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ قبول کر لیتے ہیں، لیکن امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ان سے روایت نہیں لیتے، بلکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے تو صحیحین کے راویوں کی ایک جماعت سے بھی روایت میں احتراز کیا ہے۔ (۴)

امام نسائی کی شرائط کے بارے میں اس قسم کی اور بھی بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں، لیکن ان کو ماننے میں ہمیں تامل ہے، کیونکہ ان باتوں کے ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ سنن نسائی کی احادیث صحت اور قوت کے اعتبار سے صحیحین کی احادیث سے زیادہ معتمد ہوں، اور یہ واقعہ اور تحقیق کے سراسر خلاف ہے، کیونکہ خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ ان کی اس کتاب میں شاذ، منکر، منقطع معلول، مضطرب اور مرسل روایات بکثرت موجود ہیں۔ اس لیے امام نسائی کی شرائط کے بارے میں ان کا اپنا بیان کیا ہوا ضابطہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ لا یتروک عندی حتی یجتمع الجمع علی ترکہ۔ (۵)

یعنی وہ کسی راوی کو اس وقت جائز الروایت سمجھتے ہیں، جب تک کہ اس کے ترک پر سب کا اتفاق نہ ہو، اور سنن نسائی میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ اولاً: کسی موضوع پر حدیث صحیح کو درج کرتے ہیں، اور اگر حدیث صحیح نہ مل سکے تو حدیث ضعیف کو بھی لے آتے ہیں، مگر اس کے ضعف کی تصریح کر دیتے ہیں۔ (۶)

۲۔ کشف الطنون، ج ۲، ص ۱۰۰۶

۳۔ مقدمہ زہرا ربی، ص ۳۵

۶۔ تذکرہ المحدثین، ص ۳۰۸-۳۰۹

۱۔ الباعث، ص ۳۲

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۷۰۰

۵۔ فتح الغیب، ص ۳۱

تجزیہ:

حافظ مقدسی، امام باوردی، حافظ عراقی، علامہ ابن کثیر اور علامہ غلام رسول سعیدی کی تصریحات کے مطابق امام نسائی کی ”السنن المجتبیٰ“ میں مجروح اور مجہول راویوں سے بھی بعض روایات لی گئی ہیں۔ اس طرح اس کتاب میں بعض شاذ، منکر، منقطع، معلول، مضطرب اور مرسل حدیثیں موجود ہیں۔ البتہ یہ تعداد سنن رابعہ میں سب سے کم ہے۔

السنن المجتبیٰ کی شرائط کے بارے میں دونوں قسم کی آراء کے مزید تجزیے سے پہلے ضروری ہے کہ اس حوالے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصریحات کا جائزہ لیا جائے، اس بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے چار اقوال مروی ہیں:

۱۔ امام محمد بن معاویہ ابن الحر محدث اندلس رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

قال النسائی کتاب السنن کله صحیح و بعضه معلول الا انه لم یبین علته و المنتخب المسمی بالمجتبیٰ صحیح کله (۱)۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کتاب السنن (الکبریٰ) زیادہ صحیح روایات پر مشتمل ہے، البتہ اس میں بعض معلول احادیث بھی ہے اور ان کی علل کو بھی بیان نہیں کیا گیا، جبکہ السنن المجتبیٰ (صغریٰ) ساری صحیح احادیث پر مشتمل ہے۔

۲۔ امام محمد بن سعد باوردی رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

فقال النسائی لا ینزک عندی حتی یجتمع الجميع علی ترکہ۔ (۲)

جب تک کسی راوی کے ترک پر سب کا اتفاق نہ ہو، اس وقت وہ (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ) اس راوی سے روایت جائز سمجھتے ہیں۔

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

القسم الثالث: احادیث اخر جاها من غیر قطع منها لصحتها و قد ابانا علتها... و ذلك اذالم یجداله طریقا غیره لانه اقوی عندهما من رای الرجال۔ (۳)

سنن نسائی کی تیسری قسم میں وہ احادیث ہیں، جن کی صحت غیر قطعی ہے، اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس صورت میں تخریج کیا ہے، جب انہیں کسی طریق سے بھی صحیح حدیث نہیں ملی، کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی احادیث بہر حال کسی اور انسان کی رائے سے بہتر ہیں۔

۴۔ حضرت امام احمد بن محبوب رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

یقول لماعزمت علی جمع السنن استخرت اللہ فی الروایة عن شیوخ کان فی القلب منهم بعض الشئی فوقعت الخیرة علی ترکهم فترکت جملة من الحدیث کنت اعلم انها عنہم۔ (۴)

جب میں نے ”السنن“ کو جمع کرنے کا ارادہ کیا، تو بعض شیوخ کے حوالے سے میرا دل غیر مطمئن تھا، میں نے ان کی روایت کے بارے میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے استخارہ کیا۔ مجھے ان کے ترک کرنے میں خیر نظر آئی، اس لئے میں نے ان شیوخ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

۱۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲ - ۲۔ فتح المغیث، ص ۳۱

۳۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۱ - ۴۔ ایضاً

تجزیہ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے السنن المجتبیٰ میں جن شرائط احادیث کو ملحوظ رکھا، ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پہلے تین طبقات سے استیعاباً، چوتھے طبقہ سے انتخاب کرتے ہیں، ممکن ہے اس کے ساتھ ساتھ ان طبقات کے راویوں میں سے بعض کو استخارہ کی بناء پر چھوڑ دیا ہو، اس طرح بعض بخاری اور مسلم کے روایہ سے بھی روایت نہ لی ہو، اس لئے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط نسبت دوسروں کے سخت ہیں۔

۲۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کوشش اور بساط کے مطابق صحت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ اس تمام تر کوشش کے باوجود ”السنن المجتبیٰ“ میں ضعیف و معلول احادیث موجود ہیں۔ لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد سب سے کم ضعیف حدیثیں ہیں اور سب سے کم راوی مجروح ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی ضعیف حدیثیں اور مجروح راوی موجود ہیں، اگرچہ بہت کم ہیں۔

۳۔ بعض علماء نے یہ تطبیق بیان کی ہے:

ویمکن ان یکون اشدیة شرطه فی المنجبتی و مذہبه المتسع
فی الکبریٰ۔ ممکن ہے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المجتبیٰ“ میں سخت شرائط رکھی ہوں اور
”الکبریٰ“ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا طریق وسیع تر ہو۔

۴۔ کسی موضوع پر جب کوئی حدیث صحیح نہ ملی، تو حدیث ضعیف کو روایت کیا اور اس کی علل بھی بیان فرمادیں۔

۸۔ سنن نسائی صغریٰ کی بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرف قبولیت:

علامہ تجمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”حضرت ابوعلی بن الخضر الاسیوطی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: کہ انہوں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کافی کتابیں موجود تھیں۔ ان میں امام نسوی کی کتاب ”السنن“ بھی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: کب تک اور کہاں تک یہ کافی ہیں؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابو عبد الرحمن النسوی رحمۃ اللہ علیہ کی ”السنن“ کی کتاب الطہارۃ کو ہاتھ میں لیا، امام اسیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے دل میں یہ یقین ہو گیا کہ یہ امام نسوی کی کتاب ہے۔ (۱)

۹۔ صحاح ستہ میں مقام:

سنن نسائی کے صحاح ستہ میں مقام و مرتبے کے اعتبار سے آئمہ کرام کی آراء درج ذیل ہیں:

۱۔ حافظ امام ابو عبد اللہ ابن رشید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انہ ابداع الكتب المصنفة فی السنن تصنیفا واحسنها
توصیفا، وهو جامع بین طریقتی البخاری و مسلم مع حظ
کثیر من بیان العلل (۲)
علم حدیث میں جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، سنن نسائی ان
سب سے بہتر اور ترتیب کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ کتاب
صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اسلوب کی جامع ہے، جبکہ علل کے بیان
میں ان سے منفرد اور ممتاز ہے۔

۱۔ مقدمہ تفسیر النسائی، ج ۱، ص ۶۷-۶۸

۲۔ سخاوی، محمد بن عبد الرحمن، حافظ شمس الدین، فتح المغنیث شرح الفیہ الحدیث، ج ۱، ص ۱۷۱، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ، مصر

۲۔ امام ابن احمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

انہ اشرف المصنفات کلھا وما وضع فی الاسلام مثله۔ (۱)

۳۔ امام ابوالحسن معافری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اذا نظرت الی ما ینخرجہ اهل الحدیث فما ینخرجہ النسائی اقرب الی الصحة مما ینخرجہ غیرہ۔ (۲)

۴۔ حافظ شمس الدین سخاوی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

صرح بعض المغاربة بتفضیل کتاب النسائی علی صحیح البخاری۔ (۳)

۵۔ امام ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان لابى عبدالرحمن فى الرجال شرطاً اشد من شرط البخارى و مسلم۔ (۴)

۶۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

قدمه قوم من الحذاق فى معرفة ذلك على مسلم بن الحجاج و قدمه الدار قطنى وغيره فى ذلك وغيره على امام الأئمة ابى بكر بن خزيمة صاحب الصحيح۔ (۵)

۷۔ حافظ شمس الدین ذہبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

هو احذق بالحدیث و علله و رجاله من مسلم و الترمذی و ابى داؤد و هو جار فى مضمار البخارى و ابى زرعة۔ (۶)

۸۔ امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

وفى الجملة فكتاب السنن اقل الكتب بعد الصحيحين حديثاً ضعيفاً و رجلاً مجروحاً۔ (۷)

سنن نسائی علم حدیث میں تمام تصنیفات سے افضل ہے، اور کتب اسلامیہ میں سنن نسائی کی مثل کوئی کتاب نہیں ہے۔

جو روایات محدثین نے تخریج کی ہیں، ان میں امام نسائی رضی اللہ عنہ کی تخریج کردہ روایات باقی محدثین کی روایات کی بہ نسبت صحت کے زیادہ قریب ہیں۔

بعض مغربی علماء نے سنن نسائی کی صحیح بخاری پر فضیلت کی تصریح فرمائی ہے۔

امام نسائی رضی اللہ عنہ کی رجال کے معاملے میں شرائط امام بخاری رضی اللہ عنہ اور مسلم رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

بعض آئمہ رجال نے امام نسائی رضی اللہ عنہ کو امام مسلم رضی اللہ عنہ پر ترجیح دی ہے۔ امام دارقطنی رضی اللہ عنہ نے امام نسائی رضی اللہ عنہ کو فن رجال اور علوم حدیث میں امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہ رضی اللہ عنہ (مصنف صحیح ابن خزیمہ) پر بھی ترجیح دی ہے۔

امام نسائی رضی اللہ عنہ حدیث، علل اور رجال کے فن میں امام مسلم رضی اللہ عنہ، امام ترمذی رضی اللہ عنہ اور امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے بڑے عالم ہیں، اور امام بخاری رضی اللہ عنہ و امام ابوزرعہ رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ ہے۔

سنن نسائی کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد سب سے کم ضعیف حدیثیں اور سب سے کم مجروح راوی اس کے ہیں۔

۱۔ سخاوی، محمد بن عبدالرحمن، حافظ شمس الدین، فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث، ج ۱، ص ۷۱، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ، مصر

۲۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲

۳۔ فتح المغیث، ص ۲۶

۴۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۲۲۰

۵۔ مقدمہ فتح الباری، ج ۱، ص ۸

۶۔ شروط الائمۃ الستہ، ص ۷۲

۷۔ مقدمہ زہر الربی، ص ۲۲

۹۔ امام ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی رحمہ اللہ نے آئمہ صحاح ستہ کی ترتیب حسب ذیل لکھی ہے:

ہولاء الائمة السنة یعنی البخاری و مسلما و ابا داؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ۔ (۱)

چھ آئمہ حدیث یہ ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ، امام ابو داؤد رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ۔

۱۰۔ امام ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی رحمہ اللہ نے کتب صحاح خمسہ کی ترتیب حسب ذیل لکھی ہے:

ان اذکرک شروط الائمة الخمسة فی کتبہم المعتمد علی نقلہم و حکمہم، ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرة بن الاحنف بن بردز الجعفی مولاہم البخاری، و ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری، و ابی داؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی، و ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورة الترمذی، و ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب النسوی رحمہم اللہ عزوجل۔ (۲)

آئمہ خمسہ نے اپنی کتب حدیث میں روایت و درایت کے جن اصولوں کو مدنظر رکھا: یہ آئمہ خمسہ امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ، امام ابو داؤد رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ ہیں۔

۱۱۔ عصر حاضر کے عظیم محدث، مفسر، فقیہ اور مؤرخ علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ نے سنن نسائی کو بخاری، مسلم، ترمذی اور ابو داؤد کے بعد پانچویں درجہ پر ذکر کیا ہے۔ (۳)

مولانا عبدالرشید نعمانی دیوبندی نے سنن نسائی کو بخاری اور مسلم کے بعد تیسرے درجہ پر ذکر کیا ہے۔ (۴)

تجزیہ:

مذکورہ بالا تصریحات و آراء سے سنن نسائی کے صحاح ستہ میں مقام و مرتبہ کے بارے میں چار باتیں مترشح ہوتی ہیں:

- ۱۔ بعض مغاربہ اور دیگر علماء کے مطابق سنن نسائی کو تمام کتب احادیث پر فوقیت حاصل ہے۔ اس اعتبار سے صحاح ستہ میں اس کا درجہ پہلا ہے۔
- ۲۔ بعض آئمہ کرام صحیح بخاری کے بعد باقی کتب پر سنن نسائی کی فوقیت کے قائل ہیں۔ اس اعتبار سے اس کا صحاح ستہ میں درجہ دوسرا ہے۔
- ۳۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اور بعض دیگر آئمہ کارحجان اس طرف ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد سنن نسائی کا درجہ ہے۔ اس لحاظ سے سنن نسائی کا صحاح ستہ میں درجہ تیسرا ہے۔

۴۔ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی رحمہ اللہ، امام ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کارحجان اس طرف ہے کہ سنن نسائی کا درجہ صحیح

- | | |
|------------------------------|--|
| ۱۔ شروط الائمة الستہ، ص ۷۰ | ۲۔ شروط الائمة الخمسة، ص ۷۳ |
| ۳۔ تذکرۃ المحدثین، ص ۲۹۸-۳۱۲ | ۴۔ امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۲۴۷-۲۵۲ |

بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی کے بعد ہے۔ اس اعتبار سے سنن نسائی کا صحاح ستہ میں درجہ پانچواں ہے۔ متاخرین علماء کی اکثریت نے حافظ طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ حازمی رحمۃ اللہ علیہ کی ترتیب کو راجح قرار دیا ہے، اور پھر اسی ترتیب کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ واللہ تعالیٰ جل جلالہ اعلم بالصواب۔

۱۰۔ سنن نسائی کا اسلوب:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس تصنیف کی ترتیب اور تالیف میں جو اسلوب اختیار کیا ہے، وہ اکثر کتب صحاح کے اسالیب کا جامع ہے، انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ایک حدیث کو متعدد ابواب میں ذکر کر کے اس سے مختلف مسائل کا اثبات کیا ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی طرز پر ایک حدیث کے تمام طرق کو اختلاف الفاظ کے ساتھ روایت کر کے ایک جگہ جمع کیا ہے، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے انداز پر صرف احکام فقہیہ سے متعلق احادیث کی تدوین کی ہے، اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح احادیث کے ذیل میں ان پر فنی نقطہ نگاہ سے گفتگو کی ہے، اس کے علاوہ اس کتاب میں اور بھی بہت سی خوبیاں ہیں، جن میں سے چند کا ذکر مع امثلہ کیا جاتا ہے:

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک حدیث کو متعدد مسائل کے اثبات کے لیے مختلف ابواب کے تحت ذکر کرتے ہیں، مثلاً اسامہ بن عمیر سے ایک روایت ہے: ان الله عزوجل لا يقبل صلوة بغير طهور ولا صدقة من غلول، اس حدیث کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الطہارۃ میں بھی ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوٰۃ میں بھی۔ اسی طرح ضمام بن ثعلبہ کی وہ روایت جس میں اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارکان اسلام دریافت کیے ہیں، اس کو امام نسائی نے کتاب الصلوٰۃ کے باب کم فرضت فی الیوم واللیلہ اور کتاب الایمان میں باب الزکوٰۃ کے تحت ذکر کیا۔ نیز حدیث جبرئیل کو کتاب الایمان کے باب نعت الایمان اور باب صفت الایمان والا سلام میں ذکر کیا ہے۔

(۲) ایک حدیث جس قدر طرق اور اسانید سے مروی ہو، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو اختلاف الفاظ کے ساتھ ان تمام طرق سے ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں، جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ ہے، لیکن امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں یہ خوبی زائد ہے کہ وہ تمام طرق ذکر کرنے کے بعد بسا اوقات ان طرق میں جو اسانید مجروح ہوں، ان کی نشاندہی کر دیتے ہیں، اور بسا اوقات ان طرق کے درمیان محاکمہ کرتے ہیں، اور بتلاتے ہیں کہ ان میں سے کونسا طریقہ صحیح اور کونسا منی برخطا ہے، اور اگر تمام اسانید صحیح ہوں، تو بتلاتے ہیں کہ ان میں سے اصح اور ارجح کون سی اسناد ہیں۔ مثلاً امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ باب النهی عن التبتل کے تحت وہ حدیث لائے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجرد سے منع فرمایا ہے، اس حدیث کو انہوں نے پانچ طرق سے ذکر کیا ہے، جن میں سے تین طرق پر جرح کی ہے، ایک روایت اسماعیل بن مسعود کی ہے، جس کی سند میں اشعث ہے، دوسری روایت اسحاق بن ابراہیم کی ہے، جس کی سند میں قتادہ ہے، فرماتے ہیں: قتادہ اشعث سے زیادہ احفظ اور اشعث اثبت ہے، مگر اشعث کی حدیث اشبه بالصواب ہے۔ تیسری روایت یحییٰ بن موسیٰ کی ہے، اس کی سند میں اوزاعی ہیں، جو زہری سے روایت کرتے ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اوزاعی کا زہری سے سماع ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح باب التوقیت فی الخیار کے تحت وہ حدیث لائے ہیں، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دیا تھا کہ: وہ تنگی گزران کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیں، یا اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں رہیں، اس حدیث کو انہوں نے دو سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے، پہلی سند یونس بن عہد عن ابن وہب عن موسیٰ بن علی ہے اور دوسری سند محمد بن عبد الاعلیٰ عن محمد بن ثور عن معمر ہے، ان دونوں سندوں کے ساتھ حدیثوں کو ذکر کرنے کے بعد، دوسری حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: قال ابو

عبدالرحمان هذا خطاء والا ول اولی بالصواب۔ (۱)

اسی طرح مردار جانور کی کھال کے استعمال کے جواز میں حدیث ان لا تنتفعوا من الميتة باهاب کوانہوں نے باب جلو دالمیتة میں اختلاف الفاظ کے ساتھ چار اور طرق سے ذکر کیا ہے، اس طرح اس حدیث کوانہوں نے اٹھارہ طرق سے ذکر کیا ہے، اس کے بعد ان اٹھارہ طرق کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان اصح ما فی هذا الباب فی جلو دالمیتة اذا دبغت حدیث الزہری عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس عن میمونہ (۲) یعنی ان اٹھارہ حدیثوں میں جو صحیح ترین حدیث ہے، وہ زہری کی عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس عن میمونہ ہے اور وہ حدیث یہ ہے: ان النبی ﷺ مر علی شاة میتة فملا فمال لمن هذا فقالوا المیمونہ فقال ما علیہا لو انتفعت باہابہا قالوا انها میتة فقال انما حرم الہ عز واکلہا (۳)

(۳) بعض مرتبہ ایک حدیث سند غریب سے مرفوعاً مروی ہوتی ہے، اور سند مشہور کے لحاظ سے وہ حدیث موقوف ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں امام نسائی اس کی غرابت اور وقف کا بیان کر دیتے ہیں، مثلاً روایت کرتے ہیں:

ان قتیبة بن سعید عن مالک عن موذن یحییٰ عن سعید بن یسار عن ابن عمر قال رایت رسول اللہ ﷺ یصلی علی حمار و هو متوجہ الی خیر۔ اس کے بعد امام نسائی لکھتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان لانعلم احد اتابع عمرو بن یحییٰ عن قولہ یصلی علی حمار و حدیث یحییٰ بن سعید عن انس الصواب موقوف (۴)

یعنی اس حدیث کے رفع میں عمرو بن یحییٰ متفرد ہیں، اور اصل میں یہ حدیث موقوف ہے۔

(۴) بعض اوقات ایک حدیث مضطرب المتن ہوتی ہے یعنی راوی ایک حدیث کے متن کو دوسری حدیث کے متن میں ملا دیتا ہے، ایسی صورت میں امام نسائی اس کی وضاحت کر دیتے ہیں، مثلاً انہوں نے ایک روایت ذکر کی ہے:

عن عائشہ قالت مالعن رسول اللہ ﷺ من لعنتہ تذکروا کان اذا کان قریب عہد بجبرئیل علیہ السلام یدارسہ کان اجود بالخیر من الریح المرسلۃ،

در اصل یہ الگ الگ حدیثیں ہیں جن کو راوی نے ملا دیا ہے۔ امام نسائی لکھتے ہیں: قال ابو عبدالرحمن هذا خطاء وادخل

هذا حدیثا فی حدیث (۵)

(۵) بعض اوقات ایک حدیث فی نفسہ مشہور ہوتی ہے لیکن بعض الفاظ کے لحاظ سے اس کو غریب قرار دیا جاتا ہے، ایسی شکل میں امام نسائی

اس کی غرابت کا بیان کر دیتے ہیں، مثلاً وہ روایت کرتے ہیں: اخبرنا علی بن حجر اخبرنا علی بن مسہر عن الاعمش عن ابی

زرین و ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا ولغ الکلب فی اناء احد کم فلیرقہ فلیغله سبع مرات (۶)

اس حدیث میں صرف علی بن مسہر نے فلیرقہ کے الفاظ کی روایت کی ہے۔ دوسرے راوی اس کی متابعت نہیں کرتے، اس لیے امام

نسائی فرماتے ہیں۔ قال ابو عبدالرحمان لا اعلم احد اتابع علی بن مسہر علی قولہ فلیرقہ۔

۱۔ سنن نسائی، ج ۲، ص ۸۶ ۲۔ ایضاً، ص ۱۶۹ ۳۔ ایضاً، ص ۱۶۸

۳۔ ایضاً، ص ۷۶ ۴۔ ایضاً، ص ۱۲۳ ۵۔ ایضاً، ص ۱۰

- (۶) جو حدیث شاذ اور غیر محفوظ ہو، اس کی تصریح کر دیتے ہیں، مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، ان رسول اللہ ﷺ راہی علیہا مسکتی ذہب الحدیث (۱) اس کے بعد فرماتے ہیں قال ابو عبدالرحمان هذا غیر محفوظ۔ یعنی یہ حدیث شاذ ہے۔
- (۷) جو حدیث منکر ہو اس کی تعیین کر دیتے ہیں مثلاً انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: امرک بیدک تین طلاقیں ہیں، اس کے بعد فرماتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان هذا حدیث منکر (۲) یعنی یہ حدیث منکر ہے۔
- (۸) بعض اوقات ایک حدیث کسی راوی سے موصولاً ذکر کرتے ہیں لیکن وہ روایت درحقیقت مرسل ہوتی ہے، ایسی صورت میں امام نسائی اس کا ذکر کر دیتے ہیں مثلاً وہ روایت کرتے ہیں۔ اخبرنا محمد بن وہب قال حدثنا محمد بن سلمة عن ابی عبدالرحیم قال حدثنی زید بن ابی انیسہ عن طلحة بن مصرف عن یحییٰ بن سعید عن انس بن مالک قال قدم اعراب من عرینة الی النبی ﷺ الحدیث، اس کے بعد امام نسائی لکھتے ہیں، قال ابو عبدالرحمن لا نعلم احد اقال عن یحییٰ بن انس فی هذا الحدیث غیر طلحة والصواب عندی واللہ اعلم یحییٰ عن سعید بن المسیب مرسل (۳) یعنی اس حدیث کے تمام طریق میں سے صرف طلحہ نے عن یحییٰ عن سعید عن انس روایت کر کے اس کو موصول قرار دیا اور درحقیقت یہ حدیث سعید بن المسیب سے مرسل مروی ہے۔
- (۹) امام نسائی حدیث مرسل اور منقطع میں کوئی فرق نہیں کرتے اور حدیث منقطع پر بھی مرسل کا اطلاق کر دیتے ہیں، مثلاً وہ روایت کرتے ہیں: اخبرنا اسحاق بن ابراہیم قال حدثنا نصر بن محمد المرزوی ثقة قال حدثنا العلاء بن المسیب عن عمرو بن مرة عن طلحة بن یزید الانصاری عن حذیفہ انہ صلی مع رسول اللہ ﷺ فی رمضان فرکع فقال فی رکوعہ سبحان ربی العظیم مثل ماکان قائما الحدیث۔ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام نسائی لکھتے ہیں۔ قال ابو عبدالرحمان هذا الحدیث عندی مرسل وطلحة بن یزید لا اعلم سمع من حذیفہ وغیر العلاء بن المسیب قال فی هذا الحدیث عن طلحة عن رجل عن حذیفہ (۴) خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں طلحہ اور حذیفہ کے درمیان ایک اور شیخ کا واسطہ ہے، جس کا دوسرے راوی ذکر کرتے ہیں مگر طلحہ نے اس کا ذکر نہیں کیا، اس لیے یہ حدیث منقطع قرار پائی، اور امام نسائی نے اس کو مرسل کہا ہے، خیال رہے کہ امام نسائی کا حدیث منقطع پر مرسل کا اطلاق کرنا بعض محدثین کے مذہب کے مطابق ہے، کیونکہ بہت سے محدثین مثلاً امام ابو زرہ، ابو حاتم اور دارقطنی وغیرہ حدیث مرسل اور منقطع میں فرق نہیں کرتے۔
- (۱۰) بعض دفعہ شیخ کی بیان کی ہوئی سند میں کسی راوی کا نام صحیح نہیں ہوتا تو حدیث ذکر کرنے کے بعد امام نسائی راوی کی اصلاح کر دیتے ہیں، مثلاً روایت کرتے ہیں۔ اخبرنا سوید بن نصر قال اخبرنا عبداللہ وهو ابن مبارک عن شعبہ عن مالک عن عرفطة عن عبدخیر عن علی انہ اتی بکرسی فقعہ علیہ مشود عابتور فیہ ماء الحدیث: اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام نسائی لکھتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان هذا خطأ والصواب خالد بن علقمة لیس مالک بن عرفطة (۵) یعنی سند حدیث میں جس راوی کا نام مالک بن عرفطة ذکر کیا گیا ہے، اس کا نام اصل میں خالد بن علقمہ ہے۔

۱۔ سنن نسائی، ج ۱، ص ۲۳۵	۲۔ ایضاً، ص ۸۲	۳۔ ایضاً، ج ۱، ص ۳۳
۲۔ ایضاً، ص ۱۷۲	۵۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۳	

(۱۱) اگر کسی حدیث کی سند میں کوئی غریب راوی آجائے تو اس کی نشاندہی کر دیتے ہیں، مثلاً روایت کرتے ہیں۔ اخبرنا بشر بن خالد

والعسکری قال حدثنا غندوق قال حدثنا شعبة عن سليمان و منصور و عماد و مغیره و ابی هاشم عن ابی وائل عن عبدالله

عن النبی ﷺ قال فی التشهد التحیات لله الحدیث، اس کے بعد لکھتے ہیں قال ابو عبدالرحمان ابو هاشم غریب (۱)

(۱۲) بعض اوقات سند حدیث میں کوئی راوی قوی نہیں ہوتا، تو اس کا تعین کر دیتے ہیں مثلاً روایت کرتے ہیں: اخبرنا احمد بن نصر

قال حدثنا یحییٰ بن ابی بکیر قال حدثنا ابو جعفر الرازی عن محمد بن المنکدر عن سعید بن جبیر عن عائشة ان رسول

الله ﷺ قال فذکر بنحوہ۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: قال ابو عبدالرحمن ابو جعفر الرازی لیس بالقوی فی الحدیث (۲)

یعنی اس سند میں ابو جعفر نام کا ایک راوی ہے جو قوی نہیں ہے۔

(۱۳) اسی طرح اگر سند میں کوئی راوی ضعیف ہو، تو اس کی نشاندہی کر دیتے ہیں، مثلاً روایت کرتے ہیں: اخبرنا محمد بن عبدالله بن

المبارک قال حدثنی یحییٰ بن اسحاق قال حدثنا محمد بن سلیمان عن سهیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی هريرة عن

النبی ﷺ قال من صلی فی یوم اثنی عشر رکعة الحدیث: اس کے بعد لکھتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان هذا خطأ و محمد بن

سلیمان ضعیف و هو ابن الاصبهانی (۳)

یعنی اس سند میں محمد بن سلیمان نام کا ایک ضعیف راوی ہے۔

(۱۴) اگر ایک نام کے دو راوی ہوں اور ان میں سے ایک راوی ضعیف اور دوسرا قوی ہو تو اس کا بیان کر دیتے ہیں، مثلاً روایت کرتے ہیں:

اخبرنا محمد بن عبدالله بن بزيع قال ثنا بشر یعنی ابن المفضل قال اخبرنا عبدالرحمان بن اسحاق عن الزهري عن

سهل بن سعد قال رايت مروان بن الحكم جالسا الحدیث، اس کے بعد لکھتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان عبدالرحمان بن

اسحاق هذا لیس به باس و عبدالرحمان بن اسحاق یروی عنه علی بن مسهر و ابو معاوية و عبدالواحد بن زیاد عن

النعمان بن سعد لیس بثقة (۴)

یعنی عبدالرحمان بن اسحاق نام کے دو راوی ہیں، ایک وہ جن سے بشر بن مفضل اور ابراہیم بن طہمان روایت کرتے ہیں، یہ قوی راوی

ہیں، اور اس حدیث میں انہیں سے روایت ہے اور ایک عبدالرحمان بن اسحاق، وہ ہیں جن سے علی بن مسهر اور ابو معاویہ وغیرہ روایت کرتے ہیں، یہ

ضعیف راوی ہیں۔

(۱۵) بسا اوقات امام نسائی حدیث کے راویوں کے مراتب اور ایک استاذ کے متعدد شاگردوں کے درجات کا بھی تعین کرتے ہیں، مثلاً انہوں

نے وتر کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر یہ روایت ذکر کی: فاذا اراد ان ینصرف قال سبحان الملك القدوس ثلثا یرفع بہا صوتہ: اس روایت

کو اختلاف الفاظ کے ساتھ انہوں نے پانچ طرق سے ذکر کیا ہے: اولاً: یہ روایت قاسم بن یزید سے، ثانیاً: محمد بن عبید سے، اور ثالثاً: ابو نعیم سے ذکر کی

ہے، پھر ان تینوں طرق کے مراتب کا فرق بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان ابو نعیم اثبت عندنا من محمد بن عبید

۱- سنن نسائی، ج ۱، ص ۷۱۱

۲- ایضاً، ص ۱۸۲

۳- ایضاً، ج ۱، ص ۱۸۵

۴- ایضاً، ج ۲، ص ۲۳

ومن قاسم بن یزید یعنی پہلے دور او یوں کی نسبت ابو نعیم راجح ہے اور ابو نعیم سفیان سے روایت کرتے ہیں، اس لیے سفیان کے شاگردوں میں ابو نعیم کی حیثیت متعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واثبت اصحاب سفیان عندنا والله اعلم یحییٰ بن سعید القطان ثم عبد الله بن المبارك ثم وکیع بن الجراح ثم عبدالرحمان بن مهدی ثم ابو نعیم (۱)

یعنی سفیان کے شاگردوں میں ابو نعیم پانچویں درجہ میں شمار ہوتے ہیں۔

(۱۷) بعض دفعہ امام نسائی کسی حدیث کی تخریج میں دوسرے آئمہ حدیث سے اختلاف کرتے ہیں، پھر اپنے موقف پر عقلی اور نقلی دلائل فراہم کرتے ہیں، مثلاً انہوں نے ایک روایت ذکر کی: اخبرنا اسحاق بن ابراہیم قال قرأت علی ابی قوۃ موسیٰ بن طارق عن ابن جریج قال حدثنا عبد الله بن عثمان بن خثیم عن ابی الزبیر عن جابر ان النبی ﷺ حین رجع من عمرۃ الجعرانۃ بعث ابا بکر علی الحج الحدیث: اس حدیث کی سند میں ابن جریج اور ابوالزبیر کے درمیان ایک راوی ہے۔ ابن خثیم جو ضعیف ہے، دوسرے آئمہ حدیث جب اس روایت کو ذکر کرتے ہیں، تو ابن جریج اور ابوالزبیر کے درمیان ابن خثیم کا ذکر نہیں کرتے، امام نسائی نے اس کا ذکر اس وجہ سے کیا ہے کہ درمیان میں اس کا ذکر نہ کرنے کی صورت میں یہ حدیث منقطع ہو جائے گی، چنانچہ لکھتے ہیں: قال ابو عبدالرحمان ابن خثیم لیس بالقوی فی الحدیث وانما اخرجت هذا لئلا يجعل ابن جریج عن ابی الزبیر: پھر اپنی تخریج کی تائید کے لیے ان محدثین کے حوالے دیتے ہیں جنہوں نے ابن خثیم کا اسناد میں ذکر کیا ہے۔ پس لکھتے ہیں: وما کتبناہ الا عن اسحاق بن راہویہ ابن ابراہیم - ویحییٰ بن سعید القطان لم یترك الحدیث ابن خثیم ولا عبدالرحمان یعنی اسحاق، یحییٰ اور عبدالرحمان یہ سب لوگ ابن خثیم سے روایت کرتے ہیں۔ اخیر میں ابن خثیم کے ضعف کی وجہ بتلاتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ ان علی بن المدینی قال ابن خثیم منکر الحدیث (۲)

(۱۸) سنن نسائی میں ایک جگہ امام نسائی نے ایک حدیث سب سے طویل اسناد کے ساتھ بیان فرمائی ہے، جس میں چھ تابعین کا ذکر ہے اور اس حدیث کے بعد امام نسائی لکھتے ہیں: میرے علم میں اس سے طویل سند اور کوئی نہیں ہے، وہ روایت یہ ہے: اخبرنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمان حدثنا زائدة عن منصور عن هلال بن سیاف عن ربيع بن خثیم عن عمرو بن میمون عن ابن ابی لیلیٰ عن امرأة عن ابی ایوب عن النبی ﷺ قال: قل هو الله احد ثلث القرآن قال ابو عبدالرحمان ما عرف اسناداً یہ کہا ہے؟ من هذا (۳)

(۱۹) بعض دفعہ متن حدیث میں کوئی مشکل لفظ مستعمل ہوتا ہے، تو امام نسائی اس کا آسان لفظ کے ساتھ معنی بیان کر دیتے ہیں، چنانچہ امام نسائی نے ایک روایت ذکر کی، کہ ایک اعرابی نے مسجد میں آ کر پیشاب کر دیا، صحابہ کرام اس کو ڈانٹنے لگے، تو حضور ﷺ نے فرمایا، لا تدرؤہ امام نسائی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں قال ابو عبدالرحمان یعنی لا تقطعوا علیہ (۴)

(۲۰) امام نسائی نے سنن صغریٰ کی تالیف میں انتہائی غور و فکر، تتبع اور تحقیق سے کام لیا ہے، اس کے باوجود جس بات کی کنہ تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں، صاف کہہ دیتے ہیں: لم افہم کما اردت میں اس بات کو حسب منشا نہیں سمجھ سکا۔ (۵)

ایضاً، ج ۱، ص ۱۰۰

۳

ایضاً، ج ۱، ص ۱۸۰

۲

سنن نسائی، ج ۱، ص ۱۸۰

۱

تذکرہ الحدیثین (سودھروی)، ص ۶۹-۷۰

۵

ایضاً، ص ۹

۳

۱۱۔ سنن نسائی کی خصوصیات:

خصوصیات سنن نسائی میں جو چیزیں ہمیں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

- ۱۔ حسن ترتیب چنانچہ ابن رشید کا قول ہے کہ یہ تصنیف ترتیب کے لحاظ سے بہتر اور عمدہ نمونہ ہے۔
- ۲۔ متعدد مسائل کو ثابت کرنے کے لیے ایک روایت کو کئی جگہوں میں ذکر کرتے ہیں جیسا کہ امام بخاری کا طریقہ ہے۔
- ۳۔ احادیث کے طرق کی خوب وضاحت کرتے ہیں اور اختلاف الفاظ کو ملحوظ رکھتے ہیں جیسا کہ امام مسلم کا انداز ہے۔
- ۴۔ بسا اوقات علل حدیث پر بھی گفتگو فرماتے ہیں اور آپ کو علل حدیث میں غیر معمولی ملکہ حاصل تھا، حافظ ذہبی نے آپ کو اس فن میں امام بخاری اور امام ابو زرعد کا ہمسر قرار دیا ہے۔
- ۵۔ کبھی کبھی رواۃ کے اسماء والقباب اور کنیتوں کے ابہام کی وضاحت راویوں کے تفرد و اختلاف، متابعت و عدم متابعت کا بیان، سماع و عدم سماع کا ذکر، حدیث کے مرسل، متصل، ضعیف و منکر کی نشاندہی اور غریب الفاظ کی توضیح بھی بیان فرماتے ہیں۔

۱۲۔ تسامحات:

کتاب السنن میں بعض مقامات پر تتبع کی کمی کی وجہ سے امام نسائی سے تسامح بھی واقع ہوا ہے، عام طور پر کسی حدیث کے بارے میں امام نسائی یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ فرد ہے اور اس کا کوئی متابع نہیں ہے، حالانکہ واقع میں اس کے بہت سے متابع ہوتے ہیں مثلاً امام نسائی نے حماد سے فاطمہ بنت ابی جیش کی روایت میں حضور ﷺ کا یہ فرمان ذکر ہے: انما ذالك عرق وليست بالحیضة فاذا اقبلت الحيضة فرعى الصلوة واذابرت فاغتسلى عنك الدم وتوضى و صلى فانما ذالك عرق وليست بالحیضة: اس حدیث کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں: قال ابو عبد الرحمن قد روى هذا الحديث غير واحد عن هشام بن عروة ولم يذكر فيه وتوضى غير حماد (۱) یعنی اس حدیث کے راویوں میں سے صرف حماد نے توضی کا لفظ ذکر کیا ہے حالانکہ حماد اس زیادتی میں منفر نہیں ہیں بلکہ اور راویوں نے بھی اس حدیث میں توضی کا ذکر کیا ہے، چنانچہ امام بخاری نے محمد بن سلام عن ابی معاویہ عن هشام عن عروة عن عائشہ کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں ہے ثم توضى لكل صلوة حتى يجئى ذالك الوقت (۲)

اسی طرح امام ترمذی نے بھی ابو معاویہ کی روایت سے توضی کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں: قال ابو معاویة في حديثه وقال توضى لكل صلوة حتى يجئى ذالك الوقت (۳)

امام ابوداؤد نے حماد اور ابو معاویہ کے علاوہ ایک اور سند سے اس حدیث کو روایت کیا جس میں توضی کا لفظ مذکور ہے، اور وہ روایت اس طرح ہے: حدثنا محمد بن المثنى نا محمد بن ابى عدى عمر يعنى ابن عمر قال ثنى ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن فاطمة بنت ابى جيش فاذا كان الاخر فتوضى و صلى فانما هو عرق (۴)

اس کے علاوہ بیہقی نے ایک اور سند سے توضی کا ذکر کیا ہے (۵)

۱۔ سنن نسائی، ج ۱، ص ۳۹ - ۲۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۶ - ۳۔ جامع ترمذی، ج ۱، ص ۴۴

۴۔ سنن ابوداؤد، ج ۱، ص ۳۹ - ۵۔ سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۳۲۵

پس اس تفصیل اور تحقیق سے یہ ظاہر ہو گیا کہ و تو ضعیفی کی روایت میں حماد تنہا نہیں ہیں، اور ان پر تفرک کا حکم لگانا، امام نسائی کا محض تسامح ہے۔ یہ صرف ایک مثال ہے ورنہ اس قسم کے تسامحات سنن نسائی میں کافی تعداد میں ہیں۔

۱۲۔ شروح: صحاح ستہ کی دیگر کتب کی جس طرح شروح، حواشی اور تعلیقات لکھی گئی ہیں، سنن نسائی کی شروح اور حواشی اتنی نہیں لکھی گئیں، بلکہ صرف چند ایک ہی ضبط تحریر میں آئی ہیں۔ صحاح ستہ کی دیگر کتب کی عربی شروحات کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی شروحات لکھی گئی ہیں۔ اکثر کتب کی فارسی اور اردو میں بھی شروحات، حواشی یا تعلیقات موجود ہیں، لیکن سنن نسائی کی فارسی، یا دیگر زبانوں میں شاید کوئی بھی شرح، حاشیہ یا تعلیق موجود نہیں ہے۔ البتہ اردو زبان میں ایک مختصر حاشیہ حال ہی میں شائع ہوا ہے، جسے مکتبہ دارالسلام، لاہور نے شائع کیا ہے۔

عربی میں سنن نسائی کی درج ذیل شروحات ہیں:

۱۔ الامعان فی شرح سنن النسائی لابن عبدالرحمن:

یہ موجود شروحات میں سنن نسائی کی پہلی شرح ہے، یہ علامہ ابوالحسن علی بن عبداللہ انصاری کی تصنیف ہے۔ یہ ایک مسبووط شرح ہے، جس کے مباحث علمی بہت مفید اور جامع و مانع ہیں۔ علامہ انصاری کی تاریخ وفات ۵۷۶ھ ہے۔ (۱)

۲۔ شرح سنن النسائی:

یہ ایک نامکمل شرح ہے جو کہ محدث حافظ محمد بن علی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ حافظ دمشقی کی تاریخ وفات ۷۶۵ھ ہے۔ اس کا ذکر بعض تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔ (۲)

۳۔ زوائد النسائی:

یہ شرح مختصر ہے اور علامہ سراج الدین عمر بن علی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، جو کہ علامہ ابن ملقن کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ غالباً سنن نسائی کی تیسری شرح ہے، جو معلوم ہو سکی۔ علامہ ابن ملقن کی تاریخ وفات ۸۰۴ھ ہے۔ (۳)

۴۔ زہر الربی علی المجتبیٰ:

سنن نسائی کی یہ پہلی شرح ہے، جسے قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ پہلی تینوں شروح عام طور پر دستیاب نہیں ہیں۔ البتہ یہ شرح تقریباً ہر جگہ دستیاب ہے اور اکثر سنن نسائی کے حاشیہ کے طور پر شائع شدہ ہے۔ یہ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی کی تصنیف لطیف ہے۔ علامہ سیوطی کی تاریخ وفات ۹۱۱ھ ہے۔ متاخرین کے ہاں یہ شرح ایک سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

۵۔ ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ: یہ شرح اب تک کی لکھی گئی شرح میں سب سے زیادہ ضخیم ہے اور چالیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ شیخ علامہ علی بن آدم بن موسیٰ الاشیبوبی اللؤلؤی کی تصنیف ہے۔

۱۲۔ تعلیقات و حواشی:

سنن نسائی پر چند ایک تعلیقات اور حواشی بھی لکھے گئے ہیں، یہ سب عربی زبان میں ہیں اور ان کی تعداد چھ ہے۔

۱۔ التعلیق علی المجتبی: یہ تعلیق حاشیہ سندھی کے نام سے مشہور ہے، سنن نسائی کی تعلیقات اور حواشی میں علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیق کو اولیت حاصل ہے۔ اس تعلیق کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی اور اب اکثر سنن نسائی کے نسخہ جات پر اسے شائع کر دیا گیا ہے۔ یہ علامہ ابوالحسن محمد بن ہادی سندھی کی تعلیق ہے۔ علامہ سندھی کی تاریخ وفات ۱۱۳۸ھ ہے۔

۲۔ الحواشی الجدیدة: یہ مختصر حاشیہ علامہ ابو عبد الرحمن محمد پنجابی دہلوی سلفی کا تحریر کردہ ہے۔ اور ایک نامکمل حاشیہ ہے۔ علامہ محمد پنجابی سلفی کی تاریخ وفات ۱۳۱۵ھ ہے۔

۳۔ تکملة الحواشی الجدیدة: یہ حاشیہ علامہ محمد پنجابی کے حاشیہ کا تکملہ ہے اور علامہ ابو یحییٰ محمد بن کفایت اللہ شاہ جہانپوری کا تحریر کردہ ہے۔

علامہ شاہ جہانپوری کی تاریخ وفات ۱۳۳۸ھ ہے۔ علامہ شاہ جہانپوری نے جدید انداز تحقیق اور مکمل حوالہ جات کے ساتھ اس کی تکمیل کی ہے۔

۴۔ تعلیقہ لطیفہ علی المجتبی: یہ حاشیہ علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی کا تحریر کردہ ہے۔ علامہ شیخ انصاری یمانی کی تاریخ وفات ۱۳۲۷ھ ہے۔

۵۔ تعلیقات سلفیہ: یہ تعلیقات علامہ ابو طیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی امرتسری کی تحریر کردہ ہیں۔ علماء اہل حدیث کی طرف سے لکھے گئے

حواشی و تعلیقات میں سے یہ ایک محققانہ اسلوب اور جدید انداز تحریر پر مشتمل تعلیق ہے۔ علامہ بھوجیانی کی تاریخ وفات ۱۹۸۷ھ ہے۔

نوٹ: مؤخر الذکر چاروں حواشی اور تعلیقات المکتبۃ السلفیہ، لاہور کی جانب سے شائع کردہ سنن النسائی کے حاشیہ پر موجود ہیں۔

۶۔ حاشیہ ابو طیب: یہ حاشیہ علامہ ابو طیب محدث دیا نوی کا تحریر کردہ ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریحی اختیارات

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریحی اختیارات

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شارع بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ امر و نہی اور تحلیل و تحریم جس طرح قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے علاوہ بھی اوامر و نواہی اور تحلیل و تحریم کو بیان فرمایا ہے، جو کہ احادیث کی صورت میں محفوظ ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کردہ تشریحی اختیارات کی بناء پر ہے۔ اس لیے یہ سب بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ اور قرآن ہی کی طرح واجب الاتباع ہیں، قرآن کے بعد حدیث و سنت اسلامی شریعت کا دوسرا بنیادی ماخذ ہے، اس مضمون میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریحی اختیارات کو بیان کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریحی اختیارات کی وضاحت حدیث و سنت کی صورت میں امت کے پاس محفوظ ہیں۔ تشریحی امور سے مراد ہے:

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اقوال و افعال جن کا تعلق عبادات سے ہے یا ایسی چیزوں کو منع کرنے سے ہے۔ جن سے دین کے اصولوں کو ضعف پہنچتا ہے مثلاً شرک و کفر اور غیر اللہ کے لیے حیوانات ذبح کرنا یا ان سے عقل، جسم، مال اور آبرو کے تلف اور برباد ہو جانے کا خطرہ ہی۔ یا ان میں ایسے حقوق مادیہ اور معنویہ کا بیان ہے جن کے ادا کرنے کا ہمیں حکم ہے جیسے وراثت، اقارب کے نفقہ اور میاں بیوی کے حسن معاشرت کے احکام یا ایسے حقوق جن کی پابندی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے جیسے معاملات میں اپنے قول کی پابندی وغیرہ۔ ایسے تمام اقوال و افعال تشریحی ہیں اور ان کی اطاعت تمام امت پر فرض ہے۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اقوال و افعال جن کا تعلق حقوق اللہ یا حقوق العباد سے نہیں اور نہ ہی ان سے ان بنیادی امور سے ضرر و فساد کا ازالہ مقصود ہے یہ اقوال و افعال غیر تشریحی ہیں۔ مثلاً عادات، صنعت، زراعت اور وہ علوم و فنون جن کا دار و مدار بحث و تجربہ پر ہے۔ ان امور کے متعلق جو اقوال ہیں اسے علماء کی اصطلاح میں ارشاد کہا جاتا ہے وہ تشریحی نہیں ہے۔ (۱)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب شارع پر فائز ہونا امت محمدیہ کا اجماعی عقیدہ ہے، جس پر قرآن و حدیث اور آئمہ سلف و خلف کے اقوال و عمل شاہد ہے، اس بارے میں قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اقوال آئمہ سلف و خلف کو بالترتیب بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ قرآن مجید:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شارع ہونے کے حوالے سے قرآنی آیات اور ان کا مفہوم درج ذیل ہے:

۱۔ یَا مَرْهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۲)

وہ انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں، اور ان سے بارگراں اور طوق ساقط فرماتے (اور انہیں نعمت آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جن پاک چیزوں کو انہوں نے اپنی خواہش سے حرام کر لیا ہے، ان کو یہ نبی حلال کرے گا، اور جن ناپاک چیزوں کو انہوں نے

اپنی مرضی سے حلال کر لیا ہے، ان کو یہ نبی حرام کرے گا، یا اس کا یہ معنی ہے کہ جو پاک چیزیں بنی اسرائیل پر بطور سزا حرام کر دی گئی تھیں، ان کو یہ نبی حلال کر دے گا۔ مثلاً حلال جانوروں کی چربی، اور ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام کر دے گا مثلاً خون، مردار جانور اور شراب وغیرہ۔ جو چیزیں حرام ذریعہ آمدنی سے حاصل ہوں ان کو بھی حرام کر دے گا۔ مثلاً سود، رشوت اور جوا وغیرہ۔ (۱)

اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نبی کریم ﷺ کو حلال اور حرام کرنے کا منصب عطا فرمایا ہے، اور آپ کو یہ منصب عطا کیا ہے کہ آپ پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کر دیں۔

۲۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۲)

اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں سو اسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اس سے) رک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول ﷺ کی تقسیم و عطا پر کبھی زبان طعن نہ کھولو) ، بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

سلسلہ بیان کے لحاظ سے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اموال بنی نصیر کے انتظام، اور اسی طرح بعد کے اموال نے کی تقسیم کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ جو فیصلہ فرمائیں، اسے بے چون و چرا تسلیم کر لو، جو کچھ حضور ﷺ کسی کو دیں وہ اسے لے لے، اور جو کسی کو نہ دیں وہ اس پر کوئی احتجاج یا مطالبہ نہ کرے۔ لیکن چونکہ حکم کے الفاظ عام ہیں، اس لئے یہ صرف اموال نے کی تقسیم تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ تمام معاملات میں مسلمان رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں۔ اس منشا کو یہ بات اور زیادہ واضح کر دیتی ہے کہ ”جو کچھ رسول تمہیں دے کے مقابلہ میں ”جو کچھ نہ دے“ کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے گئے ہیں، بلکہ فرمایا گیا ہے کہ ”جس چیز سے وہ تمہیں روک دے (یا منع کر دے) اس سے رک جاؤ“۔ اگر حکم کا مقصود صرف اموال نے کی تقسیم کے معاملہ تک اطاعت کو محدود کرنا ہوتا تو جو کچھ دے“ کے مقابلہ میں ”جو کچھ نہ دے“ فرمایا جاتا۔ منع کرنے یا روک دینے کے الفاظ اس موقع پر لانا خود یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ حکم کا مقصود حضور ﷺ کے امر و نہی کی اطاعت ہے۔ یہی بات ہے جو خود رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اذا امرتکم بشئ فأتوا منه ما استطعتم واذا نهيتکم عن شئ فذعوه (۳) ”جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ممکن ہو اس پر عمل کرو۔ اور جس بات سے روک دوں اس کو چھوڑو“ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا ”اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں فیشن کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے“۔ اس تقریر کو سن کر ایک عورت ان کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا: یہ بات آپ نے کہاں سے اخذ کی ہے؟ کتاب اللہ میں تو یہ مضمون کہیں میری نظر سے نہیں گزرا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے اگر اللہ کی کتاب پڑھی ہوتی تو یہ بات ضرور تجھے اس میں مل جاتی۔ کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی کہ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا؟ اس نے عرض کیا، ہاں، یہ آیت تو میں نے پڑھی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو رسول اللہ ﷺ نے اس فعل سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ نے ایسا فعل کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ عورت نے عرض کیا اب میں سمجھ گئی۔ (۴) (۵)

۱۔ تبیان القرآن، ج ۴، ص ۳۷۵

۲۔ الحشر ۵۹: ۷

۳۔ مسلم: ۳۲۵۷

۴۔ بخاری: ۲۸۸۶

۵۔ تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۳۹۳-۳۹۴

(اے مسلمانو!) تم اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے ساتھ (بھی) جنگ کرو، جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ یوم آخرت پر، اور ان چیزوں کو حرام نہیں جانتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔

۳۔ قَاتِلُوا الدِّينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ (۱)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہ سمجھنے والوں پر وعید فرمائی اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ جہاد کا حکم فرمایا۔

اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرما دیں، تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا۔

۴۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمِئِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (۲)

یہ آیت اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی ہے مگر جو حکم اس میں بیان کیا گیا ہے، وہ اسلامی آئین کا اصل الاصول ہے، اور اس کا اطلاق پورے اسلامی نظام زندگی پر ہوتا ہے۔ اس کی رو سے کسی مسلمان فرد، یا قوم، یا ادارے، یا عدالت یا پارلیمنٹ، یا ریاست کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملہ میں اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کوئی حکم ثابت ہو، اس میں وہ خود اپنی آزادی رائے استعمال کرے۔ مسلمان ہونے کے معنی ہی خدا اور رسول ﷺ کے آگے اپنے آزادانہ اختیار سے دستبردار ہو جانے کے ہیں، کسی شخص یا قوم کا مسلمان بھی ہونا اور اپنے لئے اس اختیار کو محفوظ بھی رکھنا، دونوں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ کوئی ذی عقل انسان ان دونوں رویوں کو جمع کرنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ جسے مسلمان رہنا ہو اس کو لازماً حکم خدا جل جلالہ و رسول ﷺ کے آگے جھک جانا ہوگا۔ اور جسے نہ جھکنا ہو اس کو سیدھی طرح ماننا پڑے گا کہ وہ مسلمان نہیں ہے، نہ مانے گا تو چاہے اپنے مسلمان ہونے کا وہ کتنا ہی ڈھول پیٹے، خدا جل جلالہ اور خلق دونوں کی نگاہ میں وہ منافق ہی قرار پائے گا۔ (۳)

۵۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (۴)

پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے؟ یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنا لیں، پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرمائیں، اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے فیصلہ کو نہ ماننے والا مومن نہیں ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک فیصلہ کو بہ ظاہر مان لیتا ہے، لیکن دل سے قبول نہیں کرتا اس لئے فرمایا: کہ وہ آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف دل میں بھی تنگی نہ پائیں، بعض اوقات ایک عدالت سے فیصلہ کے بعد اس سے اوپر کی عدالت میں اس فیصلہ کے خلاف رٹ کرنے کا اختیار ہوتا ہے، جیسے ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں

رٹ کی جاسکتی ہے۔ لیکن نبی ﷺ کے فیصلہ کرنے کے بعد پھر کسی عدالت میں اس فیصلہ کے خلاف رٹ نہیں کی جاسکتی، اس لیے بعد میں فرمایا اس فیصلہ کو خوشی سے مان لو، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ جو فیصلہ کریں وہ خطا سے مامون اور محفوظ بلکہ معصوم ہوتا ہے۔ یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے۔ اگر کوئی شخص کتنا ہی عبادت گزار ہو، لیکن اس کے دل میں یہ خیال آئے کہ اگر حضور ﷺ ایسا نہ کرتے اور ایسا کر لیتے تو وہ مومن نہیں رہے گا۔ (۱)

اور وہ (لوگ) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں، اطاعت کرتے ہیں، پھر اس (قول) کے بعد ان میں ایک گروہ (اپنے اقرار سے) روگردانی کرتا ہے اور یہ لوگ (حقیقت میں) مومن (ہی) نہیں ہیں۔ اور جب ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے، تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ (دربار رسالت ﷺ میں آنے سے) گریزاں ہوتا ہے۔ اور اگر وہ حق والے ہوتے تو وہ اس (رسول ﷺ) کی طرف مطیع ہو کر تیزی سے چلے آتے۔ کیا ان کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے یا وہ (شان رسالت ﷺ میں) شک کرتے ہیں یا وہ اس بات کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان پر ظلم کریں گے، (نہیں) بلکہ وہی لوگ خود ظالم ہیں۔ ایمان والوں کی بات تو فقط یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ یہی کچھ کہیں کہ ہم نے سن لیا، اور ہم (سزا پا) اطاعت پیرا ہو گئے، اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ پس ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

۶۔ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّن بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ۝ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولَهُ بَلْ أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَن يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ (۲)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک روز مسجد نبوی ﷺ میں کھڑے تھے، اچانک ایک رومی دہقانی آدمی بالکل آپ کے برابر آکھڑا ہو گیا، اور کہنے لگا: انا اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو کہا میں اللہ جل جلالہ کے لئے مسلمان ہو گیا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اس کا کوئی سبب ہے؟ اس نے کہا: ہاں! بات یہ ہے کہ میں نے تورات، انجیل، زبور اور انبیاء سابقین کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ مگر حال میں ایک مسلمان قیدی قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا، وہ سنی، تو معلوم ہوا کہ اس چھوٹی سی آیت نے تمام کتب قدیمہ کو اپنے اندر سمولیا ہے، تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ جل جلالہ ہی کی طرف سے ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کہ وہ کونسی آیت ہے؟ تو اس رومی دہقان نے یہی آیت مذکور تلاوت کی، اور اس کے ساتھ اس کی تفسیر بھی عجیب و غریب اس طرح بیان کی کہ: من یطع اللہ فرائض الہیہ کے متعلق ہے۔ ورسولہ سنت نبوی کے متعلق ہے۔ ویخش اللہ گزشتہ عمر کے متعلق ہے۔ ویتقہ آئندہ باقی عمر کے متعلق ہے۔ جب انسان ان چار چیزوں کا عامل ہو جائے، تو اس کو اولیک ہم الفائزون کی بشارت ہے، اور فائز وہ شخص ہے جو جہنم سے نجات پائے اور جنت میں اس کو ٹھکانا ملے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ (کے کلام میں اس کی تصدیق موجود ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہے: اوتیت جوامع الکلم یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے جامع کلمات عطا فرمائے ہیں جن کے الفاظ مختصر اور معانی نہایت وسیع ہیں (۱)

۷۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔ (۲)

نی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

نظریات جب تک صرف نظریات ہوں، نہ ان کے حسن و قبح کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے، نہ ان میں یہ کشش اور جاذبیت پائی جاسکتی ہے کہ وہ کسی کو عمل پر ابھار سکیں۔ دلائل کے آپ انبار لگا دیجیے، فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیجیے، لوگ تحسین و آفرین ضرور کریں گے، لیکن ان نظریات کو اپنانے اور اس اپنانے کی جو ذمہ داریاں ہیں، اور ان ذمہ داریوں کو نبہنے کی راہ میں جو خطرات ہیں، ان کو وہ اٹھانے کے لئے آمادہ نہیں ہوں گے۔ اسلام فلسفیانہ نظریات کا مجموعہ نہیں کہ آپ اپنے ڈرائنگ روم میں آرام دہ صوفوں پر بیٹھ کر انہیں موضوع بحث بنائیں۔ اپنے ذہن رسا سے طرح طرح کی ترمیمیں پیش کریں۔ مجلس مذاکرہ منعقد کر کے مقالے پڑھیں اور پھر یہ سمجھ لیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا، بلکہ یہ تو ایک نظام حیات ہے، جو زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتا ہے، اور ہر مرحلہ پر پیغام دیتا ہے، اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیمات پر کاربند ہونا، اس وقت تک آسان نہیں، جب تک ایک عملی نمونہ ہمارے پاس نہ ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے صرف قرآن نازل کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کی تبلیغ کرنے کے لئے اپنے محبوب کو منتخب فرمایا، تاکہ وہ ارشادات خداوندی پر خود عمل کر کے دکھائے اور ان پر عمل کرنے سے زندگی میں جو زیبائی اور نکھار پیدا ہوتا ہے، اس کا عملی نمونہ پیش کرے، تاکہ جو حق کے متلاشی ہیں، وہ قرآنی تعلیمات کی عملی تصویر دیکھ کر اس کو اپنے سینہ سے لگالیں۔

یہ آیت اپنے الفاظ کے اعتبار سے عام ہے۔ اسے زندگی کے کسی ایک شعبہ کے ساتھ وابستہ نہیں کیا جاسکتا۔ (۳)

۸۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (۴)

پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (ﷺ) کے امر (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آپہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فتنے کا مطلب ”ظالموں کا تسلط“ لیا ہے۔ یعنی اگر مسلمان رسول اللہ ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو ان پر جابر و ظالم حکمراں مسلط کر دیئے جائیں گے۔ بہر حال فتنے کی یہ بھی ایک صورت ہو سکتی ہے اور اسکے سوا دوسری بے شمار صورتیں بھی ممکن ہیں۔ مثلاً آپس کے تفرقے اور خانہ جنگیاں، اخلاقی زوال، نظام جماعت کی پراگندگی، داخل انتشار، سیاسی اور مادی طاقت کا ٹوٹ جانا، غیروں کا محکوم ہو جانا وغیرہ۔ (۵)

۱۔ معارف القرآن، ج ۶، ص ۲۳۷۔ ۲۔ الاحزاب ۲۱:۳۳۔ ۳۔ ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۳۳۔

۴۔ النور ۲۳:۶۳۔ ۵۔ تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۲۲۷-۲۲۸۔

جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا، بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی اطاعت ہے، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور رسول ﷺ کی اطاعت حجت ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے الرسالہ میں ذکر کیا ہے کہ: ہر وہ کام جس کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی کتاب میں فرض کیا ہے، مثلاً حج، نماز اور زکوٰۃ، اگر رسول اللہ ﷺ ان کا بیان نہ فرماتے تو ہم ان کو کیسے ادا کرتے؟ اور کسی بھی عبادت کو انجام دینا ہمارے لیے کس طرح ممکن ہوتا؟ جب احکام شرعیہ کا آپ کے بیان کے بغیر ادا کرنا ممکن نہیں ہے تو پھر آپ کی اطاعت کرنا حقیقت میں اللہ عزوجل کی اطاعت ہے۔ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری معصیت کی اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی معصیت کی، اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے امیر کی معصیت کی اس نے میری معصیت کی۔ (۳)

قاضی عیاض مالکی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے، اور معصیت میں اس کی اطاعت حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا حکم دینا اللہ جل جلالہ کا حکم دینا ہے، آپ کا منع کرنا اللہ جل جلالہ کا منع کرنا ہے، آپ کا وعدہ اللہ جل جلالہ کا وعدہ ہے، اور آپ کی وعید اللہ جل جلالہ کی وعید ہے، آپ کی رضا اللہ جل جلالہ کی رضا ہے، اور آپ کا غضب اللہ جل جلالہ کا غضب ہے، اور آپ کو ایذا پہنچانا اللہ جل جلالہ کو ایذا پہنچانا ہے۔

اس آیت میں نبی ﷺ کے معصوم ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ آپ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور سورہ آل عمران: ۳۱، میں آپ کی اتباع کو واجب قرار دیا ہے، اگر آپ کے قول یا عمل میں معصیت اور گناہ آسکے، تو پھر معصیت اور گناہ میں بھی آپ کی اتباع واجب ہوگی اور یہ محال ہے۔ (۴)

۱۰- مَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ- (۵) اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

خدا کی طرف سے رسول اس لئے نہیں آتا ہے کہ: بس اس کی رسالت پر ایمان لے آؤ اور پھر اطاعت جس کی چاہو کرتے رہو۔ بلکہ رسول کے آنے کی غرض ہی یہ ہوتی ہے کہ زندگی کا جو قانون وہ لے کر آیا ہے، تمام قوانین کو چھوڑ کر صرف اسی کی پیروی کی جائے اور خدا کی طرف سے جو احکام وہ دیتا ہے، تمام احکام کو چھوڑ کر صرف انہی پر عمل کیا جائے، اگر کسی نے یہی نہ کیا تو پھر اس کا محض رسول کو رسول مان لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ (۶)

۱- النساء: ۴۰

۲- امین، محمد ترقی، المعجم الوسیط، ج ۲، ص ۸۴، مطبوعہ اشرف علی الطبع حسن علی عطیہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۳۱۳ھ/۱۹۹۵ء

۳- ۱- مسلم، رقم: ۱۸۳۵ ii- بخاری، رقم: ۷۱۳۷ iii- ابن ماجہ: ۲۸۵۹

۴- تبیان القرآن: ج ۲، ۷۳۱-۵- النساء: ۴، ۶۳-۶- تفسیر القرآن، ج ۱، ص ۳۶۸

۱۲۔ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ
الْكَافِرِينَ۔ (۱)

آپ فرمادیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو پھر اگر وہ
روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت میں بھی دعوت اسلام قبول کرنے والوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ آج کل بعض لوگ اس تحریک کو بڑی سرگرمی سے چلا رہے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن کا اتباع کرنا چاہیے۔ سنت نبوی ﷺ کی پیروی کی ضرورت نہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ قرآن کے احکام کا اتباع کرنے کے دعویٰ کے ساتھ وہ انکار سنت کی کیسے جرأت کرتے ہیں۔ کیا قرآن نے ہی بے شمار مقامات پر نہایت واضح اور زوردار انداز میں یہ حکم نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اس رسول ﷺ پر حق کی اطاعت کرو، اس کا حکم مانو اور اس کے اسوہ حسنہ کو اپناؤ۔ تو گویا حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری قرآن سے کوئی الگ چیز نہیں۔ بلکہ قرآن ہی کی بے شمار آیات کی تعمیل ہے۔ اگر آپ سنت نبوی ﷺ کی پیروی سے انکار کریں گے تو آپ نے صرف سنت کا ہی انکار نہیں کیا، بلکہ قرآن کی بے شمار آیات کا انکار کر دیا۔ اتباع رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ کے کہتے ہیں؟ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے تاکہ کوئی لفظی ابہام راہ راست سے منحرف کرنے کا باعث نہ بنے۔ امام ابو الحسن آمدی نے ”اتباع“ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ الاتباع فی الفعل هو التاسی بعینہ والتاء سی ان تفعل مثل فعلہ علی وجہہ من اجلہ: کسی کے فعل اتباع کا یہ معنی ہے کہ اس کے اس فعل کو اس طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لیے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے۔ امام آمدی اطاعت کے مفہوم کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ومن اتی بمثل فعل الغير علی قصد اعظامہ فهو مطیع له جب کوئی شخص کسی دوسرے کی عزت و احترام کے باعث بعینہ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل کرے تو وہ اس کا مطیع کہلاتا ہے۔ اتباع و اطاعت رسالت ﷺ کے متعلق جو حکم قرآن نے ہم کو دیا ہے (جس کی اطاعت وہ بھی فرض سمجھتے ہیں) اس کی تعمیل کی صورت ہے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افعال کو بالکل اسی طرح ادا کریں جیسے حضور ﷺ نے ادا فرمایا، اور صرف اس لیے ادا کریں کہ یہ افعال اس ذات اطہر و اقدس سے ظہور پذیر ہوئے ہیں، جو جمال و کمال کا وہ پیکر ہے جس سے حسین تر اور جمیل تر چیز کا تصور تک ممکن نہیں۔ کاش ہم قرآن کے الفاظ کو اپنی من گھڑت تاویلات کا اکھاڑہ بنانے سے باز رہیں، (۲)

۱۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا
تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ۔ (۳)

اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کیا کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت
کیا کرو اور اپنے اعمال برباد مت کرو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت نہ کرنے کو اعمال کی بربادی کا سبب قرار دیا، گویا آپ ﷺ کی اطاعت واجب ہوئی، اور اس سے روگردانی باعث عتاب ہے۔

۲۔ احادیث مبارکہ:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نبی کریم ﷺ کو قرآن و شرع بیان کرنے کے ساتھ ساتھ واضح اور شارع کا منصب بھی عطا فرمایا ہے، اس لیے احکام شرعیہ کو بیان کرنے کے ساتھ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا، تحلیل و تحریم، عموماً شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا اور مخصوصیات شرعیہ میں تعین کرنا بھی آپ ﷺ کے منصب نبوت میں شامل ہے۔ اس بارے میں احادیث مبارکہ سے چند استشہاد درج ذیل ہیں:

حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سن لو! بیشک مجھے کتاب اور اس کی مثل دی گئی ہے۔ عنقریب ایک شکم سیر شخص (یعنی آسودہ آدمی) اپنے بستر پر لیٹا ہوا کہے گا کہ تم لوگ اس قرآن کریم ہی کو اختیار کرو، اور تم قرآن کریم میں جو حلال پاؤ اسکو حلال سمجھو، اور قرآن کریم میں جو حرام پاؤ اس کو حرام سمجھو۔ یاد رکھو! گھریلو گدھے کا گوشت تمہارے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی درندوں میں سے دانت والا جانور حلال ہے (یعنی شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ)، اور نہ ذمی شخص کا پڑا ہوا مال، لیکن جب اس مال کا مالک مستغنی ہو۔ اور جو آدمی کسی قوم کے پاس مہمان ہو تو اس قوم کے ذمہ اس شخص کی مہمانداری کرنا ضروری ہے۔ ادا کر کوئی قوم اس کی مہمانداری نہ کرے تو اس مہمان کو حق حاصل ہے کہ اس قوم سے اپنی مہمانداری کا حق وصول کرے۔

۱- عَنْ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبَعَانٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ النَّبُوعِ، وَلَا لُقْطَةٌ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعَقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَائِهِ- (۱)

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے صرف قرآن مجید کو ماننے اور حدیث و سنت کے نہ ماننے والے کی مذمت بیان فرمائی، اور

خود چار چیزوں کی حلت و حرمت کو بیان فرمایا، جس سے واضح ہوا کہ چیزوں کی تحلیل و تحریم کا منصب حضور نبی کریم ﷺ کو عطا فرمایا گیا ہے۔

حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جان لو! عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ کسی شخص کو میری حدیث پہنچے گی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہے گا کہ: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے۔ پس ہم جو کچھ اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے، اور جو حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جسے اللہ کے رسول ﷺ نے حرام کیا وہ بھی اسی چیز کی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

۲- عَنْ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكٍ عَلَى أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحَلَلْنَاهُ. وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ: "هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ- (۲)

اس حدیث مبارکہ میں بھی نبی کریم ﷺ نے صرف قرآن مجید کے ماننے اور حدیث و سنت کے نہ ماننے کی مذمت بیان فرمائی، اور

ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرمادی کہ خود نبی کریم ﷺ کو بھی چیزوں کے حرام اور حلال قرار دینے کا اختیار ہے، اور وہ ایسے ہی حرام و حلال ہوں گی جیسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے انہیں حرام و حلال قرار دیا ہو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: مسجد میں تمام دروازوں کو بند کر دیا جائے سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔

۳۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: حَخَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا يُبْقَيْنَ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدًّا، إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ۔ (۱)

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھلا رہنے کی اجازت فرمائی اور

باقی تمام دروازوں کے لیے ممانعت فرمادی، جس سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تخصیص و تعین کا اختیار حاصل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: خزاعہ والوں نے بنی لیث کے ایک آدمی کو فتح مکہ کے سال اپنے ایک مقتول کے بدلے قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر تشریف لے گئے اور خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سے قتل یا ہاتھی کو روک دیا ہے، محمد راوی کا بیان ہے کہ اسے شک میں رکھو۔ ابو نعیم نے بھی قتل یا ہاتھی کہا ہے۔ جبکہ دوسرے ہاتھی کہتے ہیں۔ اور اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر مسلط کیا اور ایمان والوں کو۔ خبردار! یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہے۔ آگاہ رہو! کہ میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا اور اس ساعت کے بعد حرام ہے۔ نہ اس کا کاٹنا توڑا جائے، نہ اس کا درخت کاٹا جائے، اور نہ اس کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے۔ جس آدمی کا قتل ہوا نہیں دو میں سے ایک بات کا اختیار ہے، چاہے دیت لیں، اور چاہے قصاص۔ پس اہل یمن کا آدمی آ کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! یہ مجھے لکھ دیجیے۔ فرمایا: کہ ابو فلاں کو لکھ دو۔ قریش میں سے ایک شخص عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! اذخر کے سوا، کیونکہ اسے ہم اپنے گھروں اور قبروں کے لیے استعمال کرتے ہیں فرمایا: اذخر کے سوا۔

۴۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ خَزَاعَةَ قَتَلُوا رَجُلًا مِنْ بَنِي لَيْثٍ - عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ - بِقَتِيلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوهُ، فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَحَخَبَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ، أَوْ الْفَيْلَ - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَذَا، قَالَ أَبُو نَعِيمٍ وَاجْعَلُوهُ عَلَى الشَّكِّ الْفَيْلَ أَوْ الْقَتْلَ وَغَيْرَهُ يَقُولُ الْفَيْلَ - وَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ، أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، أَلَا وَإِنَّهَا حَلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ، لَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، فَمَنْ قُتِلَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يُعْقَلَ، وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ. "فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: اكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ: اكْتُبُوا لِأَبِي فَلَانَ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ: إِلَّا الْإِذْخَرَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِلَّا الْإِذْخَرَ إِلَّا الْإِذْخَرَ۔ (۲)

یہ حدیث مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب شارع ہونے کے بارے میں بڑی واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی چیزوں کی حلت و حرمت کو بیان فرمایا، بلکہ درخت کاٹنے کا پہلے عام حکم فرمایا، پھر صحابی رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر "اذخر" کے لیے تخصیص فرمادی۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شارع ہونے کی وضاحت ہوتی ہے۔

۵۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ، فَقَامَتْ قِيَامًا طَوِيلًا، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَوْجِيهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصَدِّقُهَا بِهَا؟ فَقَالَ: مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا إِزَارَكَ جَلَسْتَ وَلَا إِزَارَ لَكَ فَاتَمِسْ شَيْئًا، قَالَ: لَا أَجِدُ شَيْئًا، قَالَ: فَاتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، فَاتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَهَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟ قَالَ: نَعَمْ سُورَةٌ كَذَا وَسُورَةٌ كَذَا لِسُورٍ سَمَّاهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ. (۱)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک عورت آئی تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے اپنی جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔ وہ کافی دیر کھڑی رہی تو ایک آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: کہ یا رسول اللہ! اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے، اگر آپ کو اس کی کوئی حاجت نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے مہر میں دینے کے لیے کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ عرض کی: نہیں! سوائے اس چادر کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ چادر تم سے دوگے تو خود چادر کے بغیر بیٹھ رہو گے۔ جاؤ کوئی اور چیز تلاش کرو۔ عرض کی میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا: تلاش تو کرو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں کچھ قرآن مجید یاد ہے؟ عرض کی فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں اور ان کے نام لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تمہیں جو قرآن کریم یاد ہے، میں نے اُس کے بدلے اس عورت کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا۔

اس واقعہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی رضی اللہ عنہ کے لیے قرآن مجید پڑھنے کو حق مہر قرار دیا۔ جس سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ

تعالیٰ نے تشریحی، تخصیصی اور تمیمی اختیارات تفویض کیے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی حاضر بارگاہ ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا، فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی: کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کیا تمہیں آزاد کرنے کے لیے ایک گردن میسر ہے؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: کہ کیا تم دو مہینوں کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا کہ کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض کی: نہیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے اور ہم وہیں تھے کہ نبی

۶۔ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتُ. قَالَ: مَا لَكَ؟ قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، قَالَ: لَا، فَقَالَ: فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مَسْكِينًا. قَالَ: لَا، قَالَ: فَمَكَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ - وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ - قَالَ: أَيُّنَ السَّائِلُ؟ فَقَالَ: أَنَا، قَالَ: خُذْهَا، فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ: أَعْلَى أَفْقَرِ مِنِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟

کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عرق پیش کیا گیا، جس میں کھجوریں تھیں۔ عرق ایک پیاناہ ہے۔ فرمایا: کہ سائل کہاں ہے۔ عرض کی: کہ میں ہوں۔ فرمایا: کہ انہیں لے کر خیرات کر دو۔ وہ آدمی عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! کیا اپنے سے زیادہ غریب پر؟ خدا کی قسم! ان دونوں سنگلاخ میدانوں کے درمیان کوئی گھر والے ایسے نہیں جو میرے گھر والوں سے زیادہ غریب ہوں۔ پس نبی کریم ﷺ نے اس پر پڑے یہاں تک کہ پچھلے دانت نظر آنے لگے پھر فرمایا: کہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

قَالَ اللَّهُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا - يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ - أَهْلُ بَيْتِ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَطْعِمَهُ أَهْلَكَ - (۱)

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے نادار صحابی رضی اللہ عنہ خود کھجوریں کھانے کو اس کے لیے روزہ توڑنے کا کفارہ قرار دیا، یہ آپ

ﷺ کے تشریحی و تخصیصی اختیارات کی بڑی عمدہ مثال ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سالم جو کہ ابوحنیفہ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے، وہ ابوحنیفہ اور ان کے گھر والوں کے ساتھ ان کے گھر میں رہتے تھے۔ تو بنت سہیل نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: کہ سالم نو جوانوں کی طرح جوان ہو گیا اور مردوں کی طرح ہر بات سمجھنے لگا ہے، وہ ہمارے پاس آتا جاتا رہتا ہے اور میرا گمان ہے کہ ابوحنیفہ کے دل میں اس کے بارے میں کوئی بات ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: تو اسے دودھ پلا دے تو تو اس پر حرام ہو جائے گی، اور ابوحنیفہ کے دل میں جو بات ہے وہ چلی جائے گی۔ وہ پھر حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا: میں نے (سالم کو) دودھ پلا دیا ہے اور ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے دل سے کراہت جاتی رہی۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ سَالِمًا، مَوْلَى أَبِي حُدَيْفَةَ كَانَ مَعَ أَبِي حُدَيْفَةَ وَأَهْلِهِ فِي بَيْتِهِمْ، فَأَتَتْ - تَعْنِي ابْنَةَ سَهِيلٍ - النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنَّ سَالِمًا قَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ. وَعَقَلَ مَا عَقَلُوا. وَإِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْنَا. وَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّ فِي نَفْسِ أَبِي حُدَيْفَةَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا. فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِيهِ تَحْرِمِي عَلَيْهِ، وَيَذْهَبَ الَّذِي فِي نَفْسِ أَبِي حُدَيْفَةَ فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُهُ. فَذْهَبَ الَّذِي فِي نَفْسِ أَبِي حُدَيْفَةَ - (۲)

رضاعت کی مدت اڑھائی سال تک ہے، جب کہ اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے لیے بلوغت کے بعد بھی

رضاعت قرار دیا، جس سے نبی کریم ﷺ کے تشریحی اختیارات کی وضاحت ہوتی ہے۔

ii- مسلم: ۲۵۹۵، ۲۵۹۶، ۲۵۹۷، ۲۵۹۸، ۲۵۹۹، ۲۶۰۰

i- بخاری: ۱۹۳۶

iv- ترمذی: ۷۲۳

iii- ابوداؤد: ۳۳۹۰، ۳۳۹۱، ۳۳۹۲

v- ابن ماجہ: ۱۶۷۱

ii- نسائی: ۳۳۱۶، ۳۳۲۲

i- مسلم: ۳۶۰۱-۳۶۰۵

iii- ابن ماجہ: ۱۹۳۳

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، تم ان دونوں کو جب تک مضبوطی سے تھامے رکھو گے، کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت ہے۔ یہ دونوں کسی صورت میں الگ الگ نہیں ہوں گی اور حوض کوثر پر یہ دونوں میرے پاس اکٹھی ہوں گی۔

۸۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انی قد ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدہما کتاب اللہ وسنتی ولن یتفرقا حتی یرادا علی الحوض۔ (۱)

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے امت کے لیے قرآن کے ساتھ ساتھ سنت پر عمل اور تھامے رکھنے کو لازمی قرار دیا ہے، اور گمراہی سے بچنے کا راستہ قرآن و سنت دونوں کو قرار دیا ہے۔ جس سے حدیث و سنت کے شارع ہونے کی وضاحت ہوتی ہے۔

۳۔ اقوال آئمہ سلف و خلف:

احادیث مبارکہ فی نفسہ شرع ہیں اور آپ ﷺ خود بھی شارع ہیں، اس بارے میں علماء کرام اور آئمہ اطہار کی آراء درج ذیل ہیں:

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان المرجع فی الاحکام انما هو الی النبی ﷺ وانه قد یخص بعض امتہ بجمک ویمنع غیرہ ولو کان بغير عذر۔ (۲)

احکام کا رجوع نبی کریم ﷺ کی طرف ہوتا ہے بعض اوقات آپ ﷺ امت کے بعض افراد کو کسی حکم کے ساتھ خاص کر لیتے اور دوسروں کو اس حکم سے منع فرمادیتے خواہ عذر نہ ہو۔

۲۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

کان الحق تعالیٰ جعل له ﷺ ان یشرع قبل نفسه ماشاء کما فی حدیث تحريم شجر مكة فان عمه العباس رضی اللہ عنہ لما قال له یارسول اللہ ﷺ الا الاذخر فقال ﷺ الا الاذخر حرمة اللہ۔ (۳)

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے کہ آپ شریعت میں جو چاہیں حکم مقرر کر دیں، جس طرح کہ حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کا حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اذخر (گھاس) کو اس حکم سے نکال دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: چلو اذخر کے علاوہ۔

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی طرف سے احکام جاری اور نافذ کرنے کا اختیار اور منصب نہ دیا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس بات کی ہرگز جرأت نہ کرتے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، اس میں کسی کو مستثنیٰ کر دیں۔

۳۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الشارع (ﷺ) ان یخص من العموم ماشاء۔ (۴)

۱۔ مستدرک: ۳۲۳ - ۲۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۰، ص ۱۶

۳۔ میزان الشریعۃ الکبری، ج ۱، ص ۲۸ - ۴۔ شرح مسلم، ج ۱، ص ۳۰۴

شارع ﷺ کے لیے جائز ہے کہ عمومی احکام میں سے جس چیز کو چاہیں خاص فرمادیں۔

۴۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عندائمتنا من خصائصه عليه الصلاة والسلام انه يخص من شاء بما شاء۔ (۱)

ہمارے آئمہ نے رسول اللہ ﷺ کے خصائص سے اس چیز کو شمار کیا ہے کہ آپ ﷺ جس شخص کو چاہیں، جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص

فرمادیں۔

۵۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان النبي ﷺ مفوض في شرع الاحكام۔ (۲)

نبی ﷺ کی طرف احکام کی مشروعیت سپرد کردی گئی ہے۔

۶۔ نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

ومذهب بعضه آنت است کہ احکام مفوض بود ہر چہ خواہد و برہر کہ خواہد حلال و حرام گرداند، و بعضه

گویند با اجتہاد گفت و اول اصح و اظہر است۔ (۳)

بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام حضور ﷺ کے سپرد ہیں، جو چاہیں اور جس پر چاہیں حلال اور حرام فرمادیں، بعض کہتے ہیں، کہ

آپ ﷺ اجتہاد سے کہتے تھے اور پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔

۷۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

قرآن اور حدیث، ابدی ماخذ قانون ہیں۔ چونکہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ لہذا

آپ ﷺ کا لایا ہوا قانون یعنی قرآنی قانون قیامت تک نافذ رہے گا۔ اسی طرح پیغمبر ﷺ کے حکم کو منسوخ کرنے کے لئے ایک نئے پیغمبر کی

ضرورت ہوگی، اس کے نہ آسکنے کی بنا پر حدیث و سنت بھی ابدی بن جائیں گے، اور قیامت تک ان پر عمل کرنا ہمارے لیے واجب ہو جائے گا۔

کتاب و سنت میں بعض چیزیں مستحب ہیں، بعض حرام ہیں اور بعض مکروہ ہیں۔ محض امر کا صیغہ استعمال کرنے سے وہ ایک درجہ میں نہیں پہنچ جاتیں۔

مثلاً قرآن مجید میں زکوٰۃ دینے کا حکم ہے، جو فرض ہے۔ اور قرآن میں اسی صیغے کے ذریعے حکم آئے گا کہ خیرات کرو، ظاہر ہے کہ یہ فرض نہیں بلکہ

اس کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ (۴)

اسلامی قانون کا دوسرا ماخذ حدیث و سنت ہیں اور وہ قیامت تک برقرار تو رہتے ہیں لیکن ان کا بننا اور بدل سکنا ایک محدود زمانے یعنی

رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں وقوع میں آتا ہے، رسول اکرم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ان کے بننے اور بدلنے کا زمانہ ختم ہو جاتا

ہے۔ وہ ہمارے پاس محفوظ رہتے ہیں۔ اس کے بعد، ان میں تبدیلی غیر ممکن ہو جاتی ہے۔ (۵)

۱۔ علی قاری، ملا، حنفی، مرقات، شرح مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۳۲۳، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ۱۳۹۲ھ

۲۔ شوکانی، محمد بن علی، شیخ، نیل الاوطار، ج ۶، ص ۴، مکتبہ الکلیات الازہریہ، مصر، ۱۳۹۸ھ

۳۔ صدیق حسن، بھوپالی، مسک الختام، ص ۵۱۲-۵۱۳، مکتبہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن

۴۔ حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص ۲۹۸-۲۹۹، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء

۵۔ ایضاً، ص ۲۹۴

۸۔ علامہ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں بیان کردہ قوانین کے علاوہ دیگر قوانین بنانے کا بھی اختیار تفویض کیا گیا تھا۔ (۱)

۹۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریحی اختیارات عطا کیے ہیں۔ اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحلیل و تحریم صرف وہی نہیں ہے، جو قرآن میں بیان ہوئی ہے، بلکہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام یا حلال قرار دیا ہے، اور جس چیز کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، یا جس سے منع کیا ہے، وہ بھی اللہ کے دیے ہوئے اختیارات سے ہے، اس لیے وہ بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ ہے۔ (۲)

۱۰۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اہل اسلام کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب صرف پیغام رسانی اور صرف احکام شریعت کو بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا، تحلیل و تحریم اور عموماً شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا بھی منصب نبوت میں داخل ہے۔ (۳)

۱۱۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

یہ سمجھنا درست نہیں ہوگا کہ سنت کا کام بس یہی ہے کہ قرآن پاک کے اجمال کی تفصیل کرے یا اس کے دائرے میں توسیع کر دے اور اس کے علاوہ سنت کا کوئی کردار نہیں۔ سنت کا کردار براہ راست احکام دینا بھی ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجالیہم الطیبات و یحرم علیہم الخبائث، تاکہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم طیبات کو ان کے لیے حلال قرار دے اور خبائث کو ناجائز قرار دے۔ گویا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی جس چیز کو طیب دیکھیں اس کو جائز قرار دیں اور جس چیز کو خبیث دیکھیں اس کو حرام قرار دے سکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جائز و ناجائز کے کئی ایسے احکام ہیں جو سنت میں براہ راست ملتے ہیں، جن کی کوئی بنیاد براہ راست قرآن پاک میں نہیں ہے۔ مثلاً خیار شرط کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ تھے جو بڑے سادہ لوح تھے ان کا نام جہان ابن منقذ رضی اللہ عنہ تھا۔ وہ جب خرید و فروخت کیا کرتے تھے تو اکثر دھوکہ کھا کے آتے تھے، گھر والے کہتے تھے کہ آپ تو یہ چیز مہنگی لے آئے، آپ تو غلط لے آئے، یہ تو سستی مل سکتی تھی، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں اس طرح جاتا ہوں اور خریداری کر کے گھر واپس آتا ہوں تو گھر والے کہتے ہیں کہ یہ سودا تو غلط ہوا، دوبارہ بازار جاتا ہوں تو بازار کے لوگ مانتے نہیں، مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا بايعت، جب تم آئندہ بیع و شراء کرو، فقل، تو یہ کہہ دیا کرو، کہ لا حلابہ، میں دھوکہ نہیں دینا چاہتا، ولی الخیار ثلاثة ایام، مجھے اختیار ہوگا کہ میں تین دن تک چاہوں تو اس کو واپس کر سکوں۔ یہ تین دن کی شرط رکھ لیا کرو۔ یہ بنیاد ہے تین دن کی شرط کی کہ گویا اگر کوئی خریدار تین دن خیار شرط رکھنا چاہے کہ میں تین دن تک اس پر دوبارہ غور کر سکتا ہوں اور اگر رائے بدلی تو واپس کر سکتا ہوں تو اس کی اجازت ہے اگر دونوں فریق طے کریں۔ اس کی کوئی بنیاد براہ راست قرآن پاک میں نہیں ہے۔ لیکن بالواسطہ تراضی میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر دونوں فریق راضی ہوں تو یہ ہو سکتا ہے۔ لہذا قرآن پاک میں اس حکم کی بالواسطہ بنیادیں تو ہیں لیکن براہ راست بنیاد کا تعین کرنا مشکل ہے۔ (۴)

- | | | | |
|----|---------------------------|----|--|
| ۱۔ | حجیت حدیث، ص ۶۴ | ۲۔ | سنت کی آئینی حیثیت، ص ۷۴ |
| ۳۔ | شرح صحیح مسلم، ج ۲، ص ۷۸۷ | ۴۔ | غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات حدیث، ص ۱۲۵-۱۲۶، الفیصل ناشران، لاہور، ط ۳، ۲۰۰۷ء |

اسلام میں حدیث کا مقام و حیثیت

اسلام میں حدیث کا مقام و حیثیت

مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی ذات سے جو تعلق ہے اس نے دنیا کو علم کی کئی جہتیں عطا کی ہیں، یہ تعلق کئی علوم و فنون کی تخلیق کا باعث بنا ہے اور مسلم علماء و مفکرین نے علمی دنیا کو فکر و جستجو کے نئے زاویوں سے روشناس کرایا۔ ابن خلدون نے ”مقدمہ تاریخ“ میں، حاجی خلیفہ نے ”کشف الظنون“ میں اور نواب صدیق حسن خان نے ”ابجد العلوم“ میں ان علوم کا تذکرہ کیا ہے، جن میں مسلمانوں نے اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے ہیں، ان علوم میں حدیث کو خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ عہد صحابہ سے تا ہنوز حدیث سے مسلمانوں کا شغف جاری ہے۔ حدیث سے متعلق جو علوم ہیں ان کی تعداد ابن الصلاح نے پینسٹھ (۶۵) بیان کی ہے، ان میں سے ہر ایک کے بارے میں مفصل بحثیں موجود ہیں۔

مسلمان دنیا کی اولین قوم ہے جس نے حدیث کے حوالے سے نقد و جرح کے اصول و ضوابط وضع کیے، نقد متن (Textual criticism) اور تعدیل و تخریج رجال (Soundness of the narrates) کے معیارات طے کیے اور خبر دینے والے کی ثقاہت اور غیر جانبداری (Authenticity and neutrality) اور اس کے انداز کی معرفت (Objectivity) کے اصول متعارف کروائے، تحقیق و تنقید کے تمام جدید اسالیب میں ان قواعد و ضوابط اور اس طریق و منہاج کی جھلک کسی نہ کسی طرح دکھائی دیتی ہے، تحقیق و تنقید کے جن مناہج پر آج بڑے فخر کا اظہار کیا جاتا ہے ان کے اولین آثار ہمیں مسلمانوں کے اسالیب تحقیق میں نظر آتے ہیں۔

مسلمان اس اعتبار سے دنیا کی ایسی منفرد قوم ہے جس نے اپنے نبی ﷺ کے اقوال و آثار کو محفوظ کرنے میں بے مثال سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت کی حفاظت میں ان جزئیات کا بھی استقصاء کیا جو بظاہر غیر اہم معلوم ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ کے رفقاء نے آپ کی جملہ تفصیلات کو نقل کیا، یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ یہ نقل و روایت کا عمل بے ہنگم نہیں تھا۔ اول روز سے ہی احتیاط پیش نظر رہی۔ ابتدائی دور میں سادہ احتیاطی تدابیریں تھیں، جو آگے چل کر اصول علمیہ کی صورت اختیار کی گئیں۔

حافظ ذہبی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احوال میں لکھا ہے:

”کان اول من احتاط فی قبول الاخبار“۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے آدمی تھے جنہوں نے قبول خبر میں احتیاط سے کام لیا۔ (۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے احوال میں ہے:

”وہو الذی سن للمحدثین الثبت فی النقل وربما یتوقف فی خبر الواحد اذا ارتاب“۔ (۲)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محدثین کے لیے روایت میں جانچ پڑتال کا طریقہ وضع کیا، اور جب آپ کو شک ہوتا تو خبر واحد کے قبول کرنے میں توقف سے کام لیتے تھے۔

۱- ذہبی، احمد بن عثمان، ابو عبد اللہ، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲، دارۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء

ii- عقیلی، محمد بن عمرو، ابو جعفر، الضعفاء الکبیر، ج ۱، ص ۱۰، مکتبہ علمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۳ء

ii- تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۰

i- الضعفاء الکبیر، ج ۱، ص ۹-۱۰

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حالات میں ہے:

”کان اماماً عالماً متحریراً فی الاخذ بحیث انه يستحلف من یحدثه بالحدیث“۔ (۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ امام عالم تھے اور روایت قبول کرنے میں چھان پھانک سے کام لیتے یہاں تک کہ حدیث روایت کرنے والے سے حلف کا مطالبہ کرتے۔

ان حضرات کی احتیاط صحابہ کرام پر کسی عدم اعتماد کا نتیجہ نہ تھی، کیونکہ یہ سب لوگ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ تھے یہ متقیانہ روش تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سماع و فہم کی غلطی سے کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے، اکثر صحابی روایت کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی یہ قول پیش نظر رکھتے:

من کذب علی متعمداً فلیتبو أمقعدہ من النار۔ (۲)

ترجمہ: جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہے، اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔

مسلمانوں کے دین کا سرمایہ اور ان کی شریعت کی متاع کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ حیات ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز کے معمولات ہی ان کے لیے سرچشمہ ہدایت ہیں، صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا، خلوت و جلوت، سفر و حضر اور نجی حالات سے لے کر عام سیاسی حالات تک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ نہیں، جسے انہوں نے محفوظ نہ کیا ہو۔ (۳)

اکابر علماء ملت اور اسانید شریعت نے علم حدیث کی تحصیل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں، انہوں نے بارہا صرف ایک حدیث کی خاطر سینکڑوں میل کا سفر کیا، طلب حدیث میں کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی، وہ اپنے شاگردوں سے بھی احادیث روایت کر لیتے تھے۔ انہوں نے احادیث کو اپنے سینوں میں اور پھر نوشتوں میں محفوظ کیا، ناقلمین حدیث کو پڑھنے کے لیے علم رجال ایجاد کیا اور اس میدان میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیے۔ (۴)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے انسانی معیشت کے اصول و مبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں، جن کی تعبیر بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں ہے نیز احکام کی عملی صورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے، احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہے علاوہ ازیں نماز، زکوٰۃ، تیمم، حج اور عمرہ، یہ محض الفاظ ہیں، لغت عربی ان الفاظ کے وہ معانی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں، پس اگر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔ (۵)

۱۔	i- الضعفاء الکبیر، ج ۱، ص ۱۰	ii- تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۰
۲۔	i- بخاری: رقم ۱۱۰	ii- مسلم: ۶-۳
	iv- ابوداؤد: ۳۶۸۱	iii- ترمذی: ۲۶۵۹-۲۶۶۱
۳۔	نعمۃ الباری ج ۱، ص ۵۳	v- ابن ماجہ: ۳۰-۳۷
	۴۔	۵۔
	یضاً	یضاً

عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک تمام امت محمدیہ کے علماء و صلحاء اور عوام و خواص کا یہ عقیدہ رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گا کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات آفتاب نبوت و رسالت ہے، آپ کا وجود باوجود تمام عالم کے لیے رحمت ہے، آپ ﷺ کی حدیث اور سنت امت کے لیے حجت اور مشعل ہدایت ہے، آپ کے اسوہ حسنہ کا اتباع کیمیائے سعادت اور کلید جنت ہے۔ آپ ﷺ کا عشق اور آپ کی محبت موجب شفاعت اور جنت میں معیت و مرافقت ہے۔ (۱)

حدیث کا مقام و حیثیت:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو کہ تمام شعبہ ہائے حیات میں کامیاب عملی راہنمائی کا نظام ہے، اللہ تعالیٰ ﷻ کے ہاں مقبول دین بھی اسلام ہی ہے۔ (۲) اسلام کی بنیادی تعلیمات قرآن و حدیث کی صورت میں محفوظ ہیں۔ اس نظریاتی و عملی دین کا مکمل نمونہ رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات ہے، اسلام کے اساسی اصول اور بنیادی تعلیمات، تو قرآن میں موجود ہیں جبکہ اس کی تشریح و توضیح رسول اللہ ﷺ کی احادیث و سنن مبارکہ ہیں، اس طرح دین اسلام کا پہلا بنیادی ماخذ قرآن مجید ہے اور دوسرا بنیادی ماخذ حدیث و سنت ہے، اس مصدر ثانی کی دین اسلام میں کیا اہمیت ہے؟ اس بارے میں قرآن، حدیث، اجماع، قیاس، آئمہ سلف و خلف اور علمائے کرام کی تصریحات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حدیث وحی باری تعالیٰ ہے:

قرآن مجید میں ہے:

۱۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ (۱۰) آپ ﷺ اپنی خواہش سے کلام (حکم دین) نہیں فرماتے بلکہ وہ تو وحی ہے جو آپ ﷺ پر بھیجی جاتی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی آراء حسب ذیل ہیں:

i۔ دین کے باب میں (آپ ﷺ) جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی کے بغیر نہیں فرماتے۔ معلوم ہوا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح وحی ہے اور واجب الاتباع ہونے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ علماء نے قرآن کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو کہا ہے۔ (۳)

ii۔ خواہ الفاظ کی بھی وحی ہو جو قرآن کہلاتا ہے، خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہے، اور خواہ وحی جزئی ہو یا کسی قاعدہ کلیہ کی وحی ہو، جس سے اجتہاد فرماتے ہیں۔ (۴)

iii۔ یہ باتیں اگرچہ اس طرح لفظاً لفظاً آپ ﷺ پر نازل نہیں کی جاتی تھیں جس طرح قرآن آپ پر نازل کیا جاتا تھا، مگر یہ لازماً اسی علم پر مبنی تھیں جو وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ کو دیا گیا تھا۔ ان میں اور قرآن میں فرق صرف یہ تھا کہ قرآن کے الفاظ اور معانی سب کچھ اللہ کی طرف سے تھے، اور ان دوسری باتوں میں معانی و مطالب وہ تھے جو اللہ نے آپ ﷺ کو سکھائے تھے اور ان کو ادا آپ ﷺ اپنے الفاظ میں کرتے تھے۔ اسی فرق کی بناء پر قرآن کو وحی جلی اور آپ ﷺ کے ان ارشادات کو وحی خفی کہا جاتا ہے۔ (۵)

۱۔ کاندھلوی، محمد اور لیس، حجیت حدیث، ص ۲۳، مکتبہ عثمانیہ، لاہور، ط ۲، ۱۹۹۶ء

۲۔ آل عمران ۸۵:۳ ۳۔ النجم ۵۳:۵

۳۔ الفلاح، محمد عبدہ، تفسیر الحدیث، لیس، اشرف الحواشی، ص ۶۲۸، شیخ محمد اشرف ناشران، لاہور

۴۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ج ۸، ص ۱۸۹، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۳۲۷ھ/۲۰۰۶ء

۵۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۱۹۳، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ط ۲، ۱۳۲۶ھ/۲۰۰۵ء

iv- بعض علماء کی رائے ہے کہ ہو کا مرجع صرف قرآن کریم نہیں، بلکہ قرآن کریم اور جو بات حضور ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے نکلتی ہے، وہ سب وحی ہے۔ وحی کی دو قسمیں ہیں: جب معانی اور کلمات سب منزل من اللہ ہوں، اسے وحی جلی کہتے ہیں، جو قرآن کریم کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اور جب معانی کا نزول تو من جانب اللہ ہو، لیکن ان کو الفاظ کا جامہ حضور ﷺ نے خود پہنایا ہو، اسے وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے، جیسے احادیث طیبہ (۱)

v- اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ ﷻ کے ذات و صفات اور افعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا، تجلی ربانی کا یہ استیلانے تام ہوا کہ جو کچھ فرماتے ہیں، وہ وحی الہی ہوتی ہے۔ (۲)

vi- یعنی کوئی کام تو کیا ایک حرف بھی آپ ﷺ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو۔ بلکہ آپ ﷺ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں، وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں وحی متلو کو "قرآن" اور غیر متلو کو "حدیث" کہا جاتا ہے۔ (۳)

vii- اور اس وحی میں سے متلو کو قرآن اور وحی غیر متلو کو حدیث کہتے ہیں۔ (۴)

viii- اس سے اس کلام کی حقیقت معلوم ہوگئی جو بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ وحی کی دو قسمیں ہیں:

متلو (جو تلاوت کی جاتی ہے) اور غیر متلو (جو تلاوت نہیں کی جاتی)۔ وحی متلو قرآن کا نام ہے جس کے معانی اور الفاظ دونوں اللہ کی جانب سے ہیں، اور غیر متلو حدیث رسول ﷺ کا نام ہے، جن کے الفاظ آنحضرت ﷺ کے ہیں اور معانی اللہ کی طرف سے ہیں۔ (۵)

ix- پس اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی اپنے رسول ﷺ کی طرف بھیجی گئی وحی دو اقسام میں منقسم ہے: وحی متلو جو مؤلف تالیفاً اور معجز النظام ہے اور وحی جو مروی و منقول، غیر مؤلف، غیر معجز النظام اور غیر متلو ہے۔ وحی کی یہ قسم رسول اللہ ﷺ سے مروی اخبار پر مبنی ہے۔ (۶)

۲- وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكْتُمَ اللَّهُ إِلًّا وَحِيًّا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ
أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بآذُنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيُّ حَكِيمٌ (۷)

کسی بھی انسان کے لیے اللہ تعالیٰ ﷻ سے گفتگو کرنا ممکن نہیں سوائے ان صورتوں کے کہ وحی کے ذریعے، پردہ کے پیچھے سے یا اس کے بھیجے ہوئے پیغامبر کے ذریعے اور وہ اللہ کی اجازت سے جو اللہ چاہے نازل کر دے۔

اس آیت مبارکہ میں وحی کی تین صورتیں بیان ہوئی ہیں:

- ۱- وحیا: اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ﷻ کوئی بات نازل کرنا چاہتا ہے تو وہ براہ راست نبی کے دل پر اتارتا ہے اور درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ ۲- او من وراء حجاب: کانوں سے صرف آواز سننے اور متکلم دکھائی نہ دے۔
- ۳- او يرسل رسولا: قاصد کے توسط سے وحی آئے۔

۱- الأزهري، كرم شاه، محمد پير، ضياء القرآن، ج ۵، ص ۱۱، ضياء القرآن، پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۵ھ

۲- مراد آبادی، نعم الدین، سید محمد، خزائن العرفان، ص ۹۳۶، حافظ کمپنی، لاہور

۳- عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، ص ۶۹۸، پاک کمپنی، لاہور

۴- حجیت حدیث، ص ۴۱

۵- معارف القرآن، ج ۲، ص ۴۳

۶- آمدی، علی بن ابی علی، سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، ص ۸۷، مطبع محمد علی داوادارہ، مصر، ۱۳۳۷ھ

۷- الثوری، ص ۵۱، ۳۲

اس میں پہلی صورت الہام نبوی ﷺ کی ہے اور یہ وحی غیر متلو (حدیث) ہے، کہ ایک چیز نبی ﷺ کے دل میں القاء فرمادی اور نبی نے اس کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کی گفتگو میں اگرچہ الفاظ نبی کے ہوتے ہیں لیکن وہ معانی و مفہیم منزل من اللہ ہوتے ہیں۔ (۱)

۳-i- وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ (۲)

اللہ تعالیٰ ﷻ نے آپ پر کتاب اتاری اور حکمت اتاری اور جو آپ نہیں جانتے تھے وہ آپ کو سکھلایا۔

ii- وَأَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ بِعَظْمِكُمْ بِهِ۔ (۳)

اور اللہ تعالیٰ ﷻ نے تم پر جو احسان کیا اسے یاد کرو اور جو تم پر کتاب اور حکمت تمہارے سمجھانے کے لیے اتاری۔

تصریحات مفسرین:

حکمت سے کیا مراد ہے اس سے متعلق تصریحات علماء کرام حسب ذیل ہیں:

i- الحکمة ای السنة۔ (۴) یعنی حکمت سے مراد سنت رسول ہے۔

ii- سمعت من ارضی من اهل العلم بالقرآن ان يقول الحکمة سنة رسول اللہ ﷺ (۵)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ میں نے قرآن کے ان اہل علم سے جنہیں میں پسند کرتا ہوں، یہ سنا کہ حکمت رسول اللہ ﷺ کی سنت و حدیث ہے۔

iii- ان آیات میں الحکمة سے مراد سنت ہے یعنی کتاب و سنت کی جو نعمت تم پر نازل کی ہے اسے مت بھولو۔ یہ دونوں وحی الہی ہیں اور دلیل ہونے میں برابر ہیں۔ لہذا منکر حدیث کا وہی حکم ہے جو منکر قرآن کا ہے۔ (۶)

iv- علماء امت متفق ہیں کہ حکمت سے مراد نبی کا خاص فہم ہوتا ہے، جس کی راہنمائی اللہ تعالیٰ ﷻ کرتا ہے۔ اس خاص فہم کو پیغمبرانہ بصیرت کے ساتھ ساتھ وحی خفی کے نام سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ (۷)

v- اور قرین قیاس یہی ہے کہ حکمت یعنی سنت منزل من اللہ ہو، کیونکہ اگر کتاب اللہ کے احکام کے مصداق و مدلول کا تعین عقل انسانی کے سپرد کر دیا جائے، تو احکام الہی فرد کی موشگافیوں کی بھیجٹ چڑھ جائیں گے، اور امت کی وحدت و یکجہتی جو اس کی زندگی کی کفیل اور بقا کی ضامن ہے، کسی ٹھوس اور مضبوط نظام حیات کی غیر موجودگی کے باعث، تشتت و افتراق کی نذر ہو جائے گی۔ (۸)

قرآن مجید میں لفظ حکمت سے مراد حدیث و سنت ہے جبکہ لفظ حکمت کتاب کے بعد مذکور ہو۔ آیات قرآنیہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

يَتْلُوا عَلَيْهٖمُ اٰیٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (۹)

وہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کردانائے راز بنادے) اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک و صاف کر دے۔

- ۱- معارف القرآن، ج ۷، ص ۷۱۳ - ۲- النساء: ۱۳۳ - ۳- البقرة: ۲۳۱
- ۴- طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تفسیر القرآن، ج ۳، ص ۷۷، المکتبۃ التجاریہ، القاہرہ
- ۵- شافعی، محمد بن ادریس، امام، الرسالة، ص ۷۸، مصطفیٰ البابی الحلی، القاہرہ، مصر، ط ۱۹۸۳ء
- ۶- تفسیر الحدیث، ص ۲۵ - ۷- خالد علوی، ڈاکٹر، حفاظت حدیث، ص ۹۴، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۸ء
- ۸- الازہری، بکر شاہ، محمد پیر، سنت خیر الانام، ص ۵۶-۵۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳
- ۹- البقرة: ۱۲۹

وہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً وقلبا) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے۔

اور اللہ اسے کتاب، حکمت، تورات اور انجیل (سب کچھ) سکھائے گا۔

وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اور جب میں نے تمہیں کتاب اور حکمت (و دانائی) اور تورات اور انجیل سکھائی۔

یہ حکمت اور دانائی کی ان باتوں میں سے ہے جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہیں۔

اور تم یاد کرو اللہ کی آیتوں کو اور (رسول ﷺ کی) سنت و حکمت کو جن کی تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے۔

سو اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح (قلوب و ارواح) کی وحی فرمائی (جو قرآن ہے)۔

یہاں ”روحاً من امرنا“ سے مراد قرآن کے علاوہ حدیث مبارکہ بھی ہے۔ جو الفاظ کی بجائے معانی کی صورت میں نازل ہوئی۔

(اے حبیب!) بیشک ہم نے آپ کی طرف (اسی طرح) وحی بھیجی ہے جیسے ہم نے نوح (علیہ السلام) کی طرف اور ان کے بعد (دوسرے) پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل اور اسحاق و یعقوب اور (ان کی) اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف (بھی) وحی فرمائی، اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو (بھی) زبور عطا فرمائی تھی۔

يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰیٰتِنَا وَيُزَكِّیْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ (۱)

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ۔ (۲)

يَتْلُو عَلَيْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَيُزَكِّیْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ (۳)

وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ۔ (۴)

ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰی اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ۔ (۵)

وَ اذْكُرْنَا مَا يَتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ۔ (۶)

۳۔ وَ كَذٰلِكَ اَوْحٰیْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ (۷)

۵۔ اِنَّا اَوْحٰیْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحٰیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَ النَّبِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِهٖ وَ اَوْحٰیْنَا اِلٰی اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰی وَ اٰیُوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اٰتٰیْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا ۝ (۸)

- | | | | |
|----|-----------------|----|--------------------|
| ۱۔ | ایضاً: ۱۵۱: | ۲۔ | آل عمران ۳: ۲۸ |
| ۳۔ | i- ایضاً: ۱۶۳: | | ii- الحجۃ ۶۲: ۲ |
| ۴۔ | المآئدہ: ۵: ۱۱۰ | ۵۔ | بنی اسرائیل ۱۷: ۳۹ |
| ۶۔ | الاحزاب: ۳۳: ۳۳ | ۷۔ | الشوریٰ ۴۲: ۵۲ |
| ۸۔ | النساء: ۴: ۱۶۳ | | |

اس آیت مبارکہ میں جن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے، ان میں سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے صرف حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”کتاب“ وحی متلو عطا فرمائی۔ دوسرے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف جو وحی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے بھیجی گئی وہ ان چار صحف سماوی کی طرح متلو نہ تھی بلکہ ان کی حیثیت غیر متلو کی تھی جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی وہ دو قسم کی تھی: ایک تو قرآن کریم کی آیات، جن کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے تھے اور جو قرآن کریم میں ہمیشہ کے لیے اس طرح محفوظ کر دی گئیں، کہ ان کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی نہ بدلا جاسکا ہے اور نہ بدلا جاسکتا ہے۔ اس وحی کو علماء کی اصطلاح میں ”وحی متلو“ کہا جاتا ہے یعنی وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ دوسری قسم اس وحی کی ہے جو قرآن کریم کا جز نہیں بنی، لیکن اس کے ذریعے آپ کو بہت سے احکام عطا فرمائے گئے۔ اس وحی کو ”وحی غیر متلو“ کہتے ہیں، یعنی وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ عموماً وحی متلو یعنی قرآن کریم میں اسلام کے اصولی عقائد اور بنیادی تعلیمات کی تشریح پر اکتفا کیا گیا ہے، ان تعلیمات کی تفصیل اور جزوی مسائل زیادہ تر ”وحی غیر متلو“ کے ذریعے عطا فرمائے گئے ہیں۔ یہ وحی غیر متلو صحیح احادیث کی شکل میں محفوظ ہے، اور اس میں سے عموماً صرف مضامین وحی کے ذریعے آپ پر نازل کئے گئے ہیں ان مضامین کی تعبیر کے لیے الفاظ کا انتخاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے۔ (۱)

۶۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقْبَيْهِ۔ (۲)

اور جس قبلے پر تم تھے اس کو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کون رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع رہتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے۔

یہاں سابقہ مقرر کردہ قبلے کے حکم کی خود اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جانب نسبت کی گئی ہے۔ جس سے واضح ہے کہ بیت المقدس کو خود اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حکم سے قبلہ مقرر کیا گیا تھا۔ اب قرآن کریم کو شروع سے آخر تک پڑھا جائے، اس حکم کا قرآن کریم میں کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ کوئی آیت ایسی ہے جس میں بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم موجود ہو۔ درحقیقت یہ حکم خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی کسی آیت کے حوالے کے بغیر دیا تھا لیکن اس کے باوجود قرآن کریم میں اسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا حکم قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم کا یہ بیان ثابت کرتا ہے کہ سابقہ حکم جو رسالت مآب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دیا گیا تھا، ایک ایسی وحی پر مبنی تھا جو کہ قرآن کا جز نہیں تھی۔ اور یہی ”وحی غیر متلو“ کا مطلب ہے۔

۷۔ اِحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لِهِنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنْكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَاَبْتَعُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاَشْرَبُوا حَتّٰى يَبَيِّنَ لَكُمْ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ۔ (۳)

روزوں کی راتوں میں تمہارے لیے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے، وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔ خدا کو معلوم ہے کہ تم اپنے حق میں خیانت کرتے تھے، سو اس نے تم کو معاف کیا اور تمہاری حرکات سے درگزر فرمایا، اب (تم کو اختیار ہے کہ) ان سے مباشرت کرو۔ اور خدا نے جو چیز تمہارے لیے لکھی رکھی ہے اس کو (خدا سے) طلب کرو اور کھاؤ اور پیو۔ یہاں تک صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔ پھر روزہ رات تک پورا کرو۔

۱۔ سیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ص ۴۵، ج ۱، دارالکتب العربی، بیروت، لبنان، ۸، ۸، ۲۵، ۱۳۲۵ھ / ۲۰۰۴ء

۲۔ البقرة: ۱۸۷

۳۔ البقرة: ۱۸۳

اس آیت کے نزول سے قبل رمضان المبارک کی راتوں میں مذکورہ صورت میں مباشرت ممنوع تھی یہ ممانعت کسی واجب الاطاعت اتھارٹی کی طرف سے تھی اور تمام مسلمانوں پر اس حکم کی پابندی لازمی تھی۔

لیکن قرآن کریم میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں اس پابندی کا حکم ہو۔ درحقیقت یہ پابندی رسول اللہ ﷺ کی عائد کردہ تھی۔ پھر بھی قرآن کریم نہ صرف اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اسے اس طریقے پر بیان کرتا ہے کہ گویا یہ اس کی خود لگائی ہوئی پابندی تھی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم اپنی خواہش سے نہیں دیا تھا، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ﷻ کی جانب سے ایسی وحی پر مبنی تھا جو قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے۔

۸۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلاَفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنَزَّلِينَ ۝ بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فُورِهِمْ هَذَا يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلاَفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ (۱)

اور یہ بات متحقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا، حالانکہ تم بے سروسامان تھے، سو اللہ تعالیٰ ﷻ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم شکر گزار رہو۔ جبکہ آپ مسلمانوں سے فرما رہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے، تین ہزار فرشتوں کے ساتھ، جو اتارے جائیں گے۔ ہاں! کیوں نہیں؟ اگر تم مستقل رہو گے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آپہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا، پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص وضع بنائے ہوئے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ﷻ نے یہ محض اس لئے کیا کہ تمہارے لئے بشارت ہو اور تا کہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے، جو کہ زبردست ہے، حکیم ہے۔

یہاں فرشتوں کی غیبی امداد کی خوشخبری کا انتساب اللہ تعالیٰ ﷻ کی جانب کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امداد کی خوشخبری خود اللہ تعالیٰ ﷻ نے دی تھی۔ لیکن بدر کے موقع پر دی جانے والی یہ خوشخبری قرآن مجید میں کسی بھی جگہ موجود نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر جنگ بدر کے موقع پر نازل ہونے والی ایسی ایک بھی آیت نہیں ملتی، جس میں فرشتوں کی امداد کی خوشخبری دی گئی ہو۔ مذکورہ بالا آیت میں محض یہ حوالہ ہے کہ ایسی ایک خوشخبری جنگ بدر کے موقع پر دی گئی تھی اور صراحتاً اس بات کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کو یہ خوشخبری رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس کا انتساب اللہ تعالیٰ ﷻ ہی کی طرف کیا گیا ہے۔

ایک اور موقع پر جنگ بدر کے حوالے سے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

۹۔ وَإِذْ يَعِدُّكُمْ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ۔ (۲)

اور جب کہ اللہ تعالیٰ ﷻ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی۔

اس آیت کریمہ میں دونوں جماعتوں میں سے ایک سے مراد وہ تجارتی قافلہ ہے جو شام کی جانب سے ابوسفیان کی سرکردگی میں آرہا تھا۔ اور دوسری جماعت سے مراد کفار مکہ کا لشکر ہے، جو ابو جہل کی سالاری میں روانہ ہوا تھا۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کا مسلمانوں سے

وعدہ تھا کہ وہ ان دونوں جماعتوں میں سے ایک پر فتح یاب ہوں گے۔ اس وعدے کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ مسلمانوں نے ابو جہل کے لشکر پر میدان بدر میں فتح حاصل کی۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷺ کا مسلمانوں سے یہ وعدہ کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک جماعت پر غالب ہوں گے قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس بات کی تو یہ خود رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی کسی آیت کریمہ کے حوالے کے بغیر دی تھی۔ پھر بھی اوپر دی گئی آیت میں اس وعدے کو نبی اکرم ﷺ کے بجائے اللہ تعالیٰ ﷺ ہی سے منسوب کیا گیا ہے۔

۱۰۔ وَإِذْ أَسْرَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ (۱)

اور جب کہ پیغمبر ﷺ نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات چپکے سے فرمائی۔ پھر جب اس بیوی نے وہ بات بتلا دی۔ اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ ﷺ نے اس کی خبر کر دی تو پیغمبر نے تھوڑی سی بات تو بتلا دی اور تھوڑی سی بات کو نال گئے۔ سو جب پیغمبر نے اس بیوی کو وہ بات بتلائی، وہ کہنے لگی، کہ آپ ﷺ کو اس کی کس نے خبر کر دی، آپ نے فرمایا: کہ مجھ کو بڑے جاننے والے خبر رکھنے والے (یعنی خدا) نے خبر کر دی۔

اللہ تعالیٰ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کو اس افشائے راز سے مطلع فرمایا تھا۔ لیکن یہ اطلاع بھی قرآن کریم میں کہیں نہیں ہے۔

۱۱۔ مَا قَطَعْتُمْ مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا (۲) جو کھجوروں کے درخت کے تنے تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا ہی کے حکم کے موافق ہے۔

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے یہ درخت اللہ تعالیٰ ﷺ کی اجازت سے کاٹے تھے۔ لیکن کوئی بھی شخص قرآن کریم کی کوئی آیت کریمہ نہیں بتلا سکتا، جس میں اس جنگ کے دوران درخت کاٹنے کی اجازت ہو۔ سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس اجازت کا کس طرح علم ہوا؟ اس کا جواب اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، کہ اللہ تعالیٰ ﷺ کی جانب سے یہ اجازت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو دی تھی اور خود نبی کریم ﷺ کو اس اجازت کا علم ”وحی غیر مملو“ کے ذریعے ہوا تھا۔

اور جب آپ ﷺ اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا، اور آپ نے بھی انعام کیا، کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈر۔ اور آپ اپنے دل میں وہ چھپائے ہوئے تھے، جس کو اللہ تعالیٰ ﷺ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور آپ لوگوں سے اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپ کو خدا ہی سے زیادہ سزاوار ہے پھر جب زید کا ان سے جی بھر گیا۔ ہم نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا۔ تاکہ مسلمانوں پر اس کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے، جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا ہی تھا۔

۱۲۔ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا (۳)

اس آیت کریمہ کے الفاظ اس حقیقت کا اظہار ہیں کہ اللہ تعالیٰ ﷻ رسول اللہ ﷺ کو مطلع فرمادیا تھا: کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آجائیں گی لیکن حیا اور شرم کے باعث آپ نے یہ بات ظاہر نہ فرمائی اور جب حضرت زید نے اس بارے میں آپ سے مشورہ لیا، تو آپ نے نباہنے اور طلاق نہ دینے ہی کی رائے دی۔

۱۳۔ حَافِظُوا عَلٰی الصَّلٰوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰی وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ ۝ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَا اٰمَنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوْا تَعْلَمُوْنَ (۱)

موافقت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی۔ اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے۔ پھر اگر تم کو اندیشہ ہو تو کھڑے کھڑے اور سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو۔ پھر جب تم کو اطمینان ہو جائے تو تم خدا تعالیٰ کی یاد اس طریق سے کرو۔ اس نے تم کو سکھلایا ہے، جس کو تم نہ جانتے تھے۔

اس آیت کریمہ کے سلسلے میں کئی نکات قابل ذکر ہیں: پہلی بات تو یہ کہ آیت کریمہ میں بین السطور یہ بات موجود ہے کہ مسلمانوں پر ایک سے زائد نمازیں فرض ہیں۔ لیکن نہ اس آیت کریمہ میں اور نہ ہی قرآن کریم کی کسی دوسری آیت کریمہ میں نمازوں کی کل تعداد بتلائی گئی ہے۔ یہ بات کہ فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے، مسلمانوں کو صرف نبی کریم ﷺ ہی کے ذریعہ معلوم ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ کہہ کر کہ ”تمام نمازوں کی حفاظت کرو“ نبی کریم ﷺ کے ذریعے مسلمانوں کو معلوم ہونے والی بات کی توثیق کی گئی ہے۔ اور یہی وحی غیر متلو یعنی حدیث ہے۔

۱۴۔ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ اِذَا اَنْطَلَقْتُمْ اِلٰی مَغَانِمٍ لِتَاْخُذُوْهَا ذُرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يَّرِيْدُوْنَ اَنْ يَّبْدُلُوْا كَلَامَ اللّٰهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُوْنَا كَمَا لَكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ۔ (۲)

جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے، کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ تمہارے ساتھ چلیں، وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں، آپ کہہ دیجئے: کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے سے یوں ہی فرمادیا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ قبل ازیں اس بارے میں اللہ تعالیٰ ﷻ کا واضح حکم آچکا تھا، جس میں منافقین کو غزوہ خیبر میں شرکت کی ممانعت اور صرف شرکاء حدیبیہ کو شرکت کی اجازت دی گئی تھی۔ لیکن یہ الفاظ اور یہ حکم قرآن کریم میں کسی بھی جگہ نہیں ملتا۔ یہ ایک پیغمبری حکم تھا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ﷻ نے اسے خود اپنے حکم کے طور پر ذکر کیا ہے۔ وجہ واضح اور بالکل صاف ہے۔ پیغمبری حکم اللہ تعالیٰ ﷻ کے حکم پر ہی مبنی تھا اور اللہ تعالیٰ ﷻ کا حکم پیغمبر علیہ السلام پر ایسی وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا تھا، جو قرآن میں شامل نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود یہ وحی تھی۔ اتنی واضح اور یقینی بات اللہ تعالیٰ ﷻ کی طرف سے وحی ہی ہو سکتی ہے۔

اے پیغمبر! آپ قرآن پاک پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں۔ ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اس کا پڑھو دینا۔ تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ پڑھنے لگا کرے) تو آپ اس کا تابع ہو جایا کیجئے۔ پھر اس کا بیان کر دینا ہمارا ذمہ ہے۔

۱۵۔ لَا تَحْرِكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنُهُ ۝ فَاِذَا قُرْآنَا فَاتَبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ اِنَّا عَلَيْنَا بَيِّنَاتُهُ (۳)

اس آیت کریمہ کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ ﷻ نے قرآن کریم کی توضیح و تشریح اپنے ذمہ لیتے ہوئے، رسول اللہ ﷺ سے وعدہ فرمایا، کہ آپ ﷺ سے قرآن کریم کی تشریح بیان کی جائے گی۔ یہاں یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ توضیح و تشریح قرآن کریم سے ”جداگانہ کوئی چیز“ ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ یہ قرآن کریم سے کوئی جداگانہ شکل اور اس کے الفاظ سے علیحدہ کسی امتیازی خصوصیت کی حامل ہو۔ یہی حدیث و سنت ہے۔

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن (جمعہ کی) نماز کیلئے آذان دی جائے تو فوراً اللہ کے ذکر (یعنی خطبہ و نماز) کی طرف تیزی سے چل پڑو اور خرید و فروخت (یعنی کاروبار) چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پھر جب نماز ادا کر چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرنے لگو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھا تو (اپنی حاجت مندی اور معاشی تنگی کے باعث) اس کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑے چھوڑ گئے، فرمادیتے: جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

۱۶۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكَوْكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝ (۱)

جمعہ کی نماز، اس کی آذان اور اس کے خطبہ سے متعلق یہاں مسلمانوں کو جو ہدایات دی گئی ہیں، اور ان کی ایک غلطی پر جس طرح تنبیہ کی گئی ہے اس کا اندازہ شاہد ہے کہ جمعہ کے قیام سے متعلق ساری باتیں اللہ کے حکم سے انجام پائی ہیں۔ حالانکہ قرآن میں کہیں بھی جمعہ کا ذکر نہ اس سے پہلے آیا ہے نہ اس کے بعد ہے۔ بلکہ روایات سے ثابت ہے کہ اس کے قیام کا اہتمام ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اور لوگوں کو آپ ہی نے اس کے احکام و آداب کی تعلیم دی، پھر جب لوگوں سے اس کے آداب ملحوظ رکھنے میں کوتاہی ہوئی، تو اس پر قرآن نے اس طرح گرفت فرمائی گویا براہ راست اللہ تعالیٰ ﷻ ہی کے بتائے ہوئے احکام و آداب کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے دیئے ہوئے احکامات بعینہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے احکام ہیں۔ ان کا ذکر قرآن میں ہو یا نہ ہو۔ رسول ﷺ کی طرف نسبت کی تحقیق تو ضروری ہے، لیکن اگر ثابت ہے تو ان کا انکار خود اللہ تعالیٰ ﷻ کے احکام کا انکار ہے۔ (۲)

۱۷۔ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هُزُؤًا وَلَعِبًا ذَلِكُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ۔ (۳)

اور جب تم نماز کیلئے (لوگوں کو بصورت اذان) پکارتے ہو تو یہ (لوگ) اسے ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو بالکل عقل نہیں رکھتے۔

مذکورہ بالا آیات سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے بھی اذان ایک دینی عمل کی حیثیت سے رائج تھی لیکن قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں، جس میں اذان دینے کا حکم دیا گیا ہو یا اذان دینے کا طریقہ بتلایا گیا ہو۔

اور آپ کبھی بھی ان (منافقوں) میں سے جو کوئی مر جائے، اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ (کیونکہ آپ کا کسی جگہ قدم رکھنا بھی رحمت و برکت کا باعث ہوتا ہے اور یہ آپ کی رحمت و برکت کے حق دار نہیں ہیں)۔

۱۸۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهِ۔ (۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مومنوں پر نماز جنازہ پڑھنا مشروع تھی، اور آپ ﷺ نماز جنازہ پڑھاتے تھے، اور صحابہ کرام بھی۔ حالانکہ قرآن مجید میں نماز جنازہ پڑھنے کے حکم والی کوئی آیت موجود نہیں اور نہ ہی اسکے طریقہ کار کا بیان ہے۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے بتلایا گیا جو کہ غیر متلو اور احادیث کی شکل میں موجود ہے۔

۲۔ احادیث مبارکہ:

حدیث وحی باری تعالیٰ ہے، اس سے متعلق احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سن لو! بیشک مجھے کتاب اور اس کی مثل دی گئی ہے۔ عنقریب ایک شکم سیر شخص (یعنی آسودہ آدمی) اپنے بستر پر لیٹا ہوا کہے گا کہ تم لوگ اس قرآن کریم ہی کو اختیار کرو اور تم قرآن کریم میں جو حلال پاؤ اس کو حلال سمجھو اور قرآن کریم میں جو حرام پاؤ اس کو حرام سمجھو۔ یاد رکھو! گھریلو گدھے کا گوشت تمہارے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی درندوں میں سے دانت والا جانور حلال ہے (یعنی شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ) اور نہ ذمی شخص کا پڑا ہوا مال، مگر جب اس مال کا مالک مستغنی ہو۔ اور جو آدمی کسی قوم کے پاس مہمان ہو تو اس قوم کے ذمہ اس شخص کی مہمانداری کرنا ضروری ہے۔ اواگر کوئی قوم اس کی مہمانداری نہ کرے تو اس مہمان کو حق حاصل ہے کہ اس قوم سے اپنی مہمانداری کا حق وصول کرے۔

۱۔ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبَعَانٌ عَلَيَّ أُرِيكْتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبْعِ، وَلَا لُقْطَةٌ مُّبَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعَقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاةٍ. (۲)

۲- عَنْ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكٍ عَلَى أَرِيكْتِهِ، فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ. وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ: "هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ (۱)

حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جان لو! عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ کسی شخص کو میری حدیث پہنچے گی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے، اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہے گا، کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے۔ پس ہم جو کچھ اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جسے اللہ کے رسول ﷺ نے حرام کیا وہ بھی اسی چیز کی طرح ہے، جسے اللہ تعالیٰ ﷻ نے حرام کیا ہے۔

۳- عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا الْفَيْنَ أَحَدَكُمْ مُتَّكِنًا عَلَى أَرِيكْتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا نَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَاهُ۔ (۲)

حضرت عبید اللہ بن ابی رافع اپنے والد ابورافع سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تم لوگوں میں کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی بات آئے جس کا میں نے حکم دیا، یا جس سے میں نے منع کیا ہو تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا۔ ہم تو جو چیز قرآن میں پائیں گے اس کی پیروی کریں گے۔

۴- عَنْ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ الْكِنْدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يُوشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِنًا عَلَى أَرِيكْتِهِ، يُحَدِّثُ بِحَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِي، فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ (۳)

حضرت مقدم بن معدیکرب کنندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہت جلد ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو جواب میں کہے گا ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اللہ کی کتاب ہے، جو کچھ ہم اس میں حلال پائیں گے اسے حلال جانیں گے اور جو کچھ حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ آگاہ ہو جاؤ! جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے حرام فرمادیا، وہ بھی ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ نے حرام کیا۔

۱- ترمذی، کتاب العلم، رقم ۲۶۶۳، ص ۱۰۳۷

ii- ترمذی، کتاب العلم، رقم ۲۶۶۳، ص ۱۰۳۶

۲- ابوداؤد، کتاب السنن، رقم ۴۶۰۵، ص ۸۶۲

iii- ابن ماجہ، المقدمة، رقم ۱۳، ج ۱، ص ۳۰

۳- ابن ماجہ، المقدمة، رقم ۱۲، ج ۱، ص ۳۰

حضرت عبید اللہ بن ابی رافع اپنے باپ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم میں سے کسی ایک کے پاس میری حدیث پہنچے گی درآنحالیکہ وہ اپنی مسند پر ٹیک لگائے ہوئے کہے گا، میں اسے کتاب اللہ میں نہیں پاتا۔

۵۔ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَأَعْرِفَنَّ مَا بَلَغَ أَحَدَكُمْ مِنْ حَدِيثِي شَيْءٌ، وَهُوَ مَتَّكٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ: مَا أَجِدُ هَذَا فِي كِتَابِ اللَّهِ" (۱)

حضرت حسان بن عطیہ سے مروی ہے: حضرت جبریل امین علیہ السلام جس طرح قرآن لے کر آتے تھے اسی طرح سنت بھی لے کر آتے تھے، سنت بھی اسی طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن سکھاتے تھے۔

۶۔ عَنْ حَسَّانَ، قَالَ: كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ عَلَيَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسُّنَّةِ، كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ (۲)

رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی اور حضرت جبریل امین علیہ السلام سنت کی شکل میں اس وحی کی تفسیر لے کر نازل ہوتے تھے۔

۷۔ كَانَ الْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَيَحْفَرُهُ جِبْرِيلُ بِالسُّنَّةِ الَّتِي تَفْسِرُ بِذَلِكَ (۳)

حضرت جبریل امین علیہ السلام جس طرح قرآن لے کر آتے تھے اسی طرح سنت بھی لے کر آتے تھے، سنت بھی اسی طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن سکھاتے تھے۔

۸۔ كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ بِالْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَيَعْلَمُهُ أَيَّاهَا كَمَا يَعْلَمُهُ الْقُرْآنَ (۴)

حضرت عبداللہ سے امام مروزی نے روایت کی ہے: حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ ﷺ پر قرآن نازل فرماتے تو آپ ﷺ کی طبیعت گراں ہو جاتی تھی، قرآن آپ کے قلب پر آسان کر دیا جاتا تھا، آپ ﷺ سے یاد کرتے اور پڑھتے تھے اور سنت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو سکھلاتے تھے یہ قرآن ہی کے مشابہ ہوتی تھی۔

۹۔ كَانَ جِبْرِيلُ إِذْ نَزَلَ بِالْقُرْآنِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَأْخُذُهُ بِالْغَشْوَةِ فَيَلْقَاهُ عَلَى قَلْبِهِ فَيَسِيرِي عَنْهُ وَقَدْ حَفِظَهُ فَيَقْرُؤُهُ وَأَمَّا السُّنَنُ فَكَانَ يَعْلَمُهُ جِبْرِيلُ وَيَشَابَهُهُ بِهِ (۵)

۱۔ ابن حنبل، احمد، مسند، البوراع، رقم ۲۳۹۲۳، ج ۶، ص ۱۱، نشر السنہ، ملتان

۲۔ دارمی، عبداللہ بن عبد الرحمن، حافظ، سنن الدارمی، ج ۱، ص ۱۴۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۳۔ خطیب بغدادی، احمد بن علی، ابوبکر، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص ۱۲، دائرة المعارف، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۷ھ

۴۔ ابن حجر، احمد بن علی، عسقلانی، فتح الباری، ج ۱۳، ص ۲۹۱، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

۵۔ قاسمی، جمال الدین، قواعد التحدیث، ص ۵۹، مکتبہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۸ھ

۶۔ مبارکپوری، عبدالرحمن بن عبد الرحیم، ابوالعلی، تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، ج ۳، ص ۳۷۴، بیت الافکار الدولیہ، بیروت، لبنان

۷۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، ابواسحاق، الموافقات فی اصول الشریعہ، ج ۴، ص ۲۶، المطبعة الرحمانیہ، القاہرہ، المصر

۸۔ ابن حجر مکی، احمد، علامہ، الصواعق المحرقتہ، ج ۲، ص ۲۴۰، مکتبۃ القاہرہ، مصر، ۱۳۸۵ھ

۹۔ مروزی، محمد بن نصر، امام فقیہ شیخ الاسلام، المسند، ص ۳۰، مکتبۃ مصطفیٰ البابی، بولاق، مصر، ۱۴۰۲ھ

۱۰۔ حضرت مکیول سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اتانی الله القرآن ومن الحكمة مثله۔ (۱)

مجھے اللہ تعالیٰ ﷻ نے قرآن بھی عطا فرمایا اور اس کی مثل حکمت بھی۔

۱۱۔ حضرت جریر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ

یا رسول اللہ ﷺ ای البلدان احب الی الله وای البلدان ابغض

الی الله؟ قال النبی ﷺ لا ادری حتی اسأل جبریل۔ (۲)

اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ شہر کا کون سا حصہ ہے اور سب سے ناپسندیدہ شہر کا کون سا حصہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں جبریل سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ پھر جبریل وحی لے کر آئے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے نزدیک شہروں میں مساجد کا حصہ محبوب ترین ہے اور بازاروں کا حصہ مبغوض ترین ہے۔

۳۔ تصریحات آئمہ سلف و خلف:

حدیث وحی باری تعالیٰ ہے، اس کے بارے میں آئمہ کرام کے ارشادات درج ذیل ہیں:

۱۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا الحديث يحتمل وجهين: احدهما انه اوتى من الوحي الباطن غير المتلوم مثل ما اوتى من الظاهر المتلو، والثاني ان معناه انه اوتى الكتاب وحياتلى و اوتى مثله من البيان اى اذن له ان يبين ما فى الكتاب، فيعم ويخص، وان يزيد عليه، فيشرع ما ليس فى الكتاب له ذكر، فيكون ذلك فى وجوب الحكم ولزوم العمل به كالظاهر المتلوم من القرآن۔ (۳)

ترجمہ: اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

۱۔ آپ ﷺ کو وحی متلو (قرآن) کی طرح ہی وحی باطن غیر متلو (حدیث و سنت) عطا فرمائی گئی۔

۲۔ آپ ﷺ کو وحی متلو (قرآن) عطا کی گئی اور اس کے بیان و تشریح، وضاحت، عام و خاص کی وضاحت اور قرآن کے علاوہ مزید احکام کا اختیار بھی دیا گیا (یہ حدیث و سنت ہی ہے)، یہ حکم اور عمل کے لحاظ سے قرآن کی طرح لازم و واجب ہے۔

۲۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معناه على وجهين: انه اوتى من الوحي الباطن غير المتلوم مثل ما اوتى من الظاهر المتلو، اوتى الكتاب وحياتلى و اوتى مثله من البيان اى اذن له ان يعم ويخص وان يزيد عليه وان يشرع ما ليس فى الكتاب له ذكر فيكون ذلك فى وجوب الحكم ولزوم العمل كالظاهر المتلوم من القرآن يعنى اوتيت القرآن واحكاما ومواعظا وامثالاتماثل القرآن فى كونها واجبة القبول اوفى المآدار، فيه رد على الخوارج والروافض تعلقوا بظاهر القرآن وتركوا السنن التى قد ضمنت بيان الكتاب فتحيروا و اوضوا۔ (۴)

۱۔ قواعد التحدیث، ص ۵۹

۲۔ بیہقی، علی بن ابوبکر، نور الدین، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ج ۲، ص ۶، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ

۳۔ شمس الحق، محمد، الوطیب عظیم آبادی، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، ج ۴، ص ۳۲۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۴۔ خطابی، محمد بن محمد۔ ابوسلیمان ہستی، معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، ج ۳، ص ۸، مکتبۃ العارف للنشر و التوزیع، الریاض، ط ۱، ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ء

ترجمہ: حدیث کے مثل قرآن ہونے کی تشریح دو طرح کی جاسکتی ہے: پہلی جس طرح آپ کو وحی متلو (قرآن) عطا ہوئی اسی طرح آپ کو وحی غیر متلو (حدیث و سنت) بھی عطا کی گئی ہے۔ دوسری آپ کو بطور وحی متلو (جو تلاوت کی جاتی ہے) دیا گیا ہے اور اسی کی طرح آپ ﷺ کو قرآن تو ضیح و تشریح پر مشتمل وحی (غیر متلو) بھی دی گئی ہے، یعنی آپ کو اجازت دی گئی ہے کہ آپ قرآن کے عموم کو خاص اور خصوص کو عام قرار دیں، قرآن سے زائد احکام بیان فرمائیں۔ اور جن امور کا قرآن میں ذکر نہیں ہے ان کو قانونی طور پر امت پر نافذ کریں۔ یہ بھی حکم کے واجب و ضروری ہونے اور عمل کے لازم ہونے میں قرآن ہی کی طرح ہے۔ یعنی مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور اس کیساتھ ساتھ احکامات، نصح اور نظائر و امثال بھی دیا گیا ہوں جن کا قبول کرنا اور عمل کرنا قرآن ہی کی طرح لازم ہے، یا یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ ایک اعتبار سے دونوں کی باہمی مماثلت مراد ہو۔ اس بات میں خارجیوں اور رافضیوں کا رد موجود ہے، جنہوں نے قرآن کے ظاہری الفاظ کو لے لیا اور قرآن کی تشریح و توضیح پر مشتمل سنن کو چھوڑ دیا اور گمراہی میں پڑ گئے۔

۳۔ امام اوزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان الوحي ينزل على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ويحفره جبريل بالسنة التي تفسر بذلك۔ (۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی اور حضرت جبریل علیہ السلام سنت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے جو اس وحی کی تفسیر کر دیتی تھی۔

۴۔ حضرت عامر بن سیاف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اذ بلغك عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حديث فإياك ان تقول بغيره فانه كان مبلغا عن الله۔ (۲)

ترجمہ: اگر تیرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پہنچے تو تجھے چاہیے کہ اس کے خلاف یا اس کے علاوہ کچھ کہنے سے بچے، کیونکہ وہ حدیث دراصل اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

۵۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يسأل عن الشيء فلا يجيب حتى يأتيه الوحي من السماء۔ (۳)

ترجمہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شے کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک جواب نہیں دیتے تھے، جب تک کہ آسمان سے وحی نہ آجاتی۔

۶۔ علامہ ابن حزم اندلسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی تلاوت فرماتے تو اس کی تشریح و توضیح بھی فرماتے۔ اگر قرآن کا کوئی حکم مجمل ہوتا، جس کے معانی الفاظ سے پوری طرح سمجھ نہ آسکتے ہوں، تو موصولہ وحی کے ذریعے اس کی توضیح فرماتے، خواہ وہ وحی متلو ہو یا غیر متلو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اس ارشاد میں مذکور ہے فَبِإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (۴) اس آیت میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ خبر دے رہا ہے کہ قرآن کی تشریح اس کے ذمہ ہے۔ پس اگر یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ذمہ ہی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جانب ہی سے ہوا۔ پس قرآن اور اس کی تفسیر میں ہر چیز خواہ وحی متلو یا غیر متلو ہو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جانب سے ہی وحی ہوتی ہے۔ (۵)

۱۔ الموافقات شاطبی، ج ۴، ص ۲۶۔ ۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۸۰۔ ۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ص ۱۷۶۔

۴۔ القیلمۃ ۷۵: ۱۸-۱۹۔ ۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ص ۱۰۹۔

۷۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فالكتاب ما يتلى والحكمة السنة وهو ما جاء به عن الله بغير تلاوة۔ (۱)

ترجمہ: کتاب وہ وحی ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے، اور حکمت سنت ہے، جو کہ بصورت وحی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے بغیر تلاوت کے آتی ہے۔
۸۔ امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا کلام دو قسموں میں نازل ہوا ہے: ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے: اس طرح کر دیا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس اس طرح حکم دیا ہے۔ پس حضرت جبریل امین علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کو سمجھا اور اس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور آپ سے اپنے رب کا ارشاد بیان کیا، لیکن اس کے لیے کوئی مخصوص عبارت نہ ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر مالک یہ کہے کہ فلاں سے کہو کہ مالک نے تیرے لیے یہ حکم دیا ہے: اجتهد في الخدمة واجمع جندك للقتال۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی بات کو اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمائیں مالک نے کہا ہے: لا تتهاون في خدمتي ولا تترك الجند تتفرق وحنهم على المقاتلة۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہ کذب پر محمول ہوگا اور نہ ہی ادائیگی رسالت میں تقصیر پر۔

کلام اللہ کی دوسری قسم وہ ہے جب کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ جبریل امین علیہ السلام کو حکم دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب قرأت کرو، تو جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے انہیں کلمات کے ساتھ بلا تغیر نازل ہوں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مالک کوئی کتاب لکھ کر اپنے امین کو یہ کہہ کر دے کہ: اسے فلاں شخص کو پڑھ کر سناؤ، تو وہ اس میں کوئی بھی کلمہ یا حرف اپنی طرف سے نہیں بدلتا۔ (۲)

۹۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں! کہ دو قسموں میں سے قرأت کا تعلق دوسری قسم سے اور سنت کا تعلق پہلی قسم سے ہے، جیسا کہ وارد ہے کہ جبریل امین علیہ السلام جس طرح قرآن لے کر نازل ہوتے تھے اسی طرح سنت کے ساتھ بھی نازل ہوتے تھے۔ پس اس سے سنت کی بالمعنی روایت جائز ہوئی، کیونکہ جبریل علیہ السلام نے اسے بالمعنی ادا فرمایا ہے، لیکن قرآن کی بالمعنی روایت جائز نہیں ہے، کیونکہ جبریل علیہ السلام نے اسے باللفظ ہی ادا کیا تھا اور بالمعنی وحی کرنا جائز نہ سمجھتے تھے۔ (۳)

۱۰۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قول رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حجة لدلالة المعجزة على صدقه ولأمر الله تعالى ايانا باتباعه ولانه لا ينطق عن الهوى ان

هو الا وحى يوحى ولكن بعض الوحى يتلى فيسمى كتابا وبعضه لا يتلى وهو السنة۔ (۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حجت ہے اس لیے کہ معجزات آپ کے صدق پر دلالت کرتے ہیں، اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کی اتباع کا حکم دیا ہے، اور اس لیے بھی کہ آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے، بلکہ آپ کا کلام نرا وحی ہوتا ہے، جو کہ آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض وحی کی تلاوت کی جاتی ہے پس اس کا نام کتاب (قرآن) ہے اور بعض وحی کی تلاوت نہیں کی جاتی اور یہی سنت ہے۔

۱۔ فتح الباری، ج ۱۳، ص ۲۹۱۔ ۲۔ الاقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۵۹۔ ۳۔ ایضاً

۴۔ غزالی، محمد بن محمد، ابو حامد امام، المستصفی من علم الاصول، ج ۱، ص ۱۲۹، امیر یہ کبری، بولاق، مصر، ۱۲۹۴ھ

۱۱۔ امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی اجازت اور وحی کے ذریعہ ہی شراعی کو مشروع اور سنن کو مسنون بنایا ہے، نہ کہ اپنی مرضی اور خواہش نفس کے مطابق۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے خود اس بات کی شہادت یوں ارشاد فرمائی:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (۱)
تمہیں اپنی محبت سے نوازنے والے نہ راہ بھولے اور نہ کبھی بھٹکے
اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ (۲)

۱۲۔ علامہ ابوالبقاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی جانب سے نازل کردہ وحی کی حیثیت سے قرآن و حدیث ایک ہی ہیں اور باہم وابستہ ہیں۔ جس کی دلیل یہ آیت ہے کہ:

إِنَّهُ هُوَ الْوَحْيُ وَالْوَحْيُ يُوْحَىٰ (۳)
ان کا کلام وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ (۴)

ان دونوں چیزوں میں اگر کچھ فرق ہے تو وہ اس حیثیت سے ہے کہ حدیث کے برخلاف قرآن اعجاز و تحدی کے ساتھ نازل ہوا ہے، اس کے الفاظ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں جن میں تصرف کا حق اصلاً نہ جبریل علیہ السلام کو حاصل ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ لیکن احادیث اس بات کی متحمل تھیں کہ جبریل علیہ السلام پر ان کے حرفا معانی نازل ہوں، جنہیں یا تو وہ عبارت کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کر دیں یا بذریعہ الہام آپ تک پہنچادیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فصیح عبارت میں اس کو بیان کر دیں۔ (۵)

۱۳۔ مفتی محمد شفیع ذیل کی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (۶)
اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے۔

میں کتاب کے ساتھ حکمت کو بھی داخل فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ حکمت جو نام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تعلیمات کا، یہ بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی کی نازل کی ہوئی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس کے الفاظ اللہ کی طرف سے نہیں ہیں، اس لیے داخل قرآن نہیں، اور معانی اس کے اور قرآن کے دونوں اللہ ہی کی جانب سے ہیں۔ اس لیے دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔ (۷)

۱۴۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احکامی آیات کے اجمالات کی وضاحت فرمائی، اسی طرح حکمت کے دقیق اشارات قرآن میں ہیں، ان کی بھی وضاحت فرمائی۔ یہی چیز ہے جس کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ (۸)
ترجمہ: دیکھو مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے مثل اور بھی۔

- | | | | | | |
|----|--------------------------------------|----|--|----|----------------------|
| ۱۔ | انجم ۲: ۵۳-۳ | ۲۔ | انجم ۳: ۵۳ | ۳۔ | المسند للمروزی، ص ۱۰ |
| ۲۔ | انجم ۳: ۵۳ | ۵۔ | ابوبقاء، کلیات ابی البقاء، ص ۲۸۸، مطبعۃ الامیر، قاہرہ، ۱۲۸۱ھ | | |
| ۶۔ | النساء ۴: ۱۱۳ | ۷۔ | معارف القرآن، ج ۲، ص ۵۲۳-۵۲۴ | | |
| ۸۔ | ابوداؤد، کتاب السنہ، رقم ۴۶۰۴، ص ۸۶۲ | | | | |

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ سنت مثل قرآن ہے۔ اس لیے قرآن امت کے قولی تو اتر سے ہے اور سنت عملی تو اتر سے۔ ہم ان دونوں کو مقدم و مؤخر نہیں کر سکتے اور کسی کو ادنیٰ نہیں قرار دے سکتے۔ دونوں دین کے قیام کے لیے یکساں ضروری ہیں۔ (۱)

۱۵۔ حافظ ابن قیم جوزی لکھتے ہیں:

الكتاب هو القرآن والحكمة هي السنة باتفاق السلف۔ (۲)

کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے، سلف صالحین کا اس پر اتفاق ہے۔

۱۶۔ مولانا محمد برجیس کریمی لکھتے ہیں:

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح قرآن شریعت کی بنیاد ہے اور وحی پر مبنی ہے، اسی طرح سنت رسول یا احادیث رسول

صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریعت کی بنیاد ہے اور وہ بھی وحی پر مبنی ہیں۔ (۳)

۱۷۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور قرین قیاس یہی ہے کہ حکمت یعنی سنت منزل من اللہ ہو، کیونکہ اگر کتاب اللہ کے احکام مصداق و بدل لول کا تعین عقل انسانی کے

سپرد کر دیا جائے تو احکام الہی اہل فرد کی مویشگافیوں کی بھینٹ چڑھ جائیں گے، اور امت کی وحدت و یکجہتی، جو اس کی زندگی کی کفیل اور بقا کی ضامن

ہے، کسی ٹھوس اور مضبوط نظام حیات کی غیر موجودگی کے باعث تشتت و افتراق کی نذر ہو جائے گی۔ (۴)

۱۸۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغمبر کی حیثیت سے جو کچھ بھی کیا اور کہا ہے، وہ بر بنائے وحی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پیغمبرانہ کارنامہ اپنی پرائیویٹ

حیثیت میں نہ تھا، بلکہ خدا کے نمائندہ مجاز ہونے کی حیثیت میں تھا۔ اس حیثیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام بھی خدا کی مرضی کے خلاف یا اس کے بغیر نہ

کر سکتے تھے۔ ایک معلم، ایک مربی، ایک مصلح اخلاق، ایک معمار تہذیب و تمدن، ایک قاضی، ایک مقنن، ایک مدبر، ایک سپہ سالار، ایک حکمران کی

حیثیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا کام بھی کیا وہ سب دراصل خدا کے رسول ہونے کی حیثیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تھا۔ اس میں خدا کی وحی آپ کی

رہنمائی اور نگرانی کرتی تھی، اور اگر کہیں ذرا سی چوک بھی ہو جاتی تھی تو خدا کی وحی بروقت اس کی اصلاح کر دیتی تھی۔ (۵)

۱۹۔ مفتی محمد عبدالفلاح لکھتے ہیں:

دین کے باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی کے بغیر نہیں فرماتے، معلوم ہوا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح وحی ہے اور واجب

الاتباع ہونے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ علماء نے قرآن کو وحی مقلو اور حدیث کو وحی غیر مقلو کہا ہے۔ (۶)

۱۔ اصلاحی، امین احسن، مبادی تدبر حدیث، ص ۳۵، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط ۳، ۲۰۰۸ء

۲۔ ابن قیم، محمد، شمس الدین ابو عبد اللہ جوزی، کتاب الروح، ص ۱۱۹، حیدرآباد، دکن، ط ۲، سن

۳۔ کریمی، محمد برجیس، تحقیقات اسلامی، وحی پر مبنی دین، ص ۵۹، ج ۲۸، شمارہ ۱۰، جنوری، ۲۰۰۹ء، ادارہ تحقیق و تصنیف، علی گڑھ، بھارت

۴۔ سنت خیر الانام، ص ۵۶-۵۷

۵۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، سنت کی آئینی حیثیت، ص ۱۳۲، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ط ۲، ۲۰۰۰ء

۶۔ تفسیر الحدیث اسمعیٰ اشرف الحواشی، ص ۶۲۸

۲۰۔ ڈاکٹر محمد سعد صدیقی لکھتے ہیں:

خلاصہ مقصود یہ ہوا کہ حدیث بھی وحی الہی ہے، اگرچہ اس کے الفاظ نبی کریم ﷺ کے الفاظ ہیں، لیکن معانی و مفاہیم کے اعتبار سے یہ القائے رحمانی ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کے قلب پر اتارتے ہیں۔ اس اعتبار سے جہاں ایک طرف ہم قرآن کو حجت اور مصدر شرعی مانتے ہیں دوسری طرف ہمیں حدیث کو بھی بحیثیت وحی الہی، حجت ماننا ہوگا۔ (۱)

۲۱۔ علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

وسنة الحكمة التي القى في روعه عن الله عز وجل۔ (۲)

ترجمہ: اور آپ ﷺ کی سنت وہ حکمت ہے جو آپ ﷺ کے دل میں اللہ تعالیٰ ﷻ کی طرف سے ڈالی گئی۔

۲۲۔ سید سلمان ندوی لکھتے ہیں:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اصل حکمت نبوی وہ نور نبوت اور الہامی معرفت ہے، جس کو اللہ تعالیٰ ﷻ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب و دماغ

میں ودیعت کیا تھا۔ (۳)

۲۳۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ بیان کرتے ہیں:

قرآنی تصور میں حدیث کوئی کم درجے کی چیز نہیں، بلکہ ایک لحاظ سے اس کا درجہ قرآن کے برابر ہی ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک سفیر کسی بادشاہ کی طرف سے دوسرے بادشاہ کے پاس ایک خط لے کر جاتا ہے، ظاہر ہے خط میں زیادہ تفصیلیں نہیں ہوں گی، لیکن جس مسئلے کے لیے سفیر بھیجا جاتا ہے، اس مسئلے پر جب گفتگو ہوگی، تو سفیر کا بیان کیا ہوا وہ ہر لفظ بھیجنے والے بادشاہ ہی کا پیغام سمجھا جائے گا۔ اس مثال کے بیان کرنے سے میرا منشاء یہ ہے کہ حقیقت میں حدیث اور قرآن ایک ہی چیز ہیں دونوں کا درجہ بالکل مساوی ہے۔ (۴)

۲۴۔ علامہ قرطبی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سنت بھی عمل میں وحی منزل کی طرح ہے۔ (۵)

۲۵۔ علامہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ جو بھی قرآن یا قرآن کے علاوہ کلام کرتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ ﷻ کی طرف سے بھیجی ہوئی وحی سے ہے۔ (۶)

۲۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ مفسرین میں سے محققین نے لکھا ہے کہ آپ کا ہر قول وحی کے موافق تھا۔ (۷)

۱۔ صدیقی، محمد سعد، ڈاکٹر، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، ص ۶۴، شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری، لاہور، ط ۱۹۸۸ء

۲۔ تفسیر طبری، ص ۸۷، ج ۳

۳۔ ندوی، سید سلمان، سیرۃ النبی ﷺ، ج ۴، ص ۱۵۸، ندوۃ العلماء، اعظم گڑھ

۴۔ حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص ۳۵، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ط ۲۰۰۳ء

۵۔ قرطبی، محمد بن احمد، ابو عبد اللہ مالکی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۸، ص ۷۹، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۶۔ بیضاوی، عبد اللہ بن عمر، ناصر الدین قاضی، انوار التنزیل و اسرار التاویل، ج ۸، ص ۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۷۔ نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، ج ۱، ص ۲۵۱

۲۔ حدیث بیان قرآن ہے:

اللہ تعالیٰ ﷻ نے قرآن پاک کے حقائق و دقائق، مجملات و مشکلات اور مطلقات و مقیدات کی توضیح و تشریح کی ذمہ داری آقا کریم ﷺ کو سونپی، کہ آپ ﷺ اپنے عملی مظاہرہ سے قرآن کا منشاء و مقصود عیاں کریں۔ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی کتاب اللہ کی مقتضیات کا عملی بیان ہے، یہ سب کچھ حدیث مبارکہ کی صورت میں امت کے پاس محفوظ ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ حدیث قرآن کا بیان ہے اس کے بارے میں قرآنی ارشادات، آقا کریم ﷺ کی احادیث اور آئمہ سلف و خلف کے ارشادات بیان کیے جاتے ہیں:

۱۔ قرآنی آیات:

۱۔ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (۱)

ہم نے آپ ﷺ پر اس لیے قرآن اتارا تا کہ آپ لوگوں کے لیے اس کتاب کے معانی بیان فرمائیں کہ جو ان کی ہدایت کے لیے اتاری گئی ہے تاکہ لوگ اس میں غور و فکر کریں۔

اور ہم نے آپ ﷺ کی طرف کتاب نہیں اتاری مگر اس لیے کہ آپ ان پر وہ امور واضح کر دیں، جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، اور اس لیے کہ یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہے، اس قوم کے لیے جو ایمان لائے۔

۲۔ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ (۲)

یہ قرآن لوگوں کے لیے واضح بیان ہے اور ہدایت ہے اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔

۳۔ هَذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۝ (۳)

اسی نے (اس کامل) انسان کو پیدا فرمایا۔ اسی نے اسے (یعنی نبی برحق ﷺ کو) ما کان و ما یکون کا بیان سکھایا۔

۴۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (۴)

پھر بیشک اس (کے معانی) کا کھول کر بیان کرنا ہمارا ہی ذمہ ہے۔

۵۔ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ (۵)

ان آیات طیبات میں بیان سے مراد احادیث مبارکہ ہیں۔ اس بارے میں مفسرین کرام کی آراء حسب ذیل ہیں:

۱۔ میرے خیال میں اس آیت کریمہ میں جس بیان کا ذکر ہے اس کے دو پہلو ہیں:

۱۔ لفظ و نظم کا بیان ہو، یعنی نبی، قرآن کریم کو جس طرح کہ وہ نازل ہوا، اسے اسی طرح امت تک پہنچادیں اور کسی حصہ کو چھپانہ رکھیں۔

۲۔ دوم یہ کہ لفظ یا جملہ یا آیت کے اس مفہوم کا بیان جس کی امت کو ضرورت ہے، ایسا عام طور پر ان آیات میں ہوتا ہے جو مجمل، عام یا مطلق ہوں اور پھر سنت کے ذریعے ان کی توضیح، تخصیص یا تقیید ہو۔ وہ سنت خواہ قولی ہو یا فعلی یا تقریری۔ (۶)

۱۔ النحل ۱۶: ۳۴ - ۲۔ النحل ۱۶: ۶۴ - ۳۔ آل عمران ۳: ۱۳۸

۴۔ الرحمن ۵۵: ۳ - ۵۔ القیامۃ ۱۹: ۷۵

۶۔ البانی، ناصر الدین، محمد، حجیت حدیث، ص ۳۱-۳۲ مکتبہ محمدیہ، لاہور، ط ۱، ۲۰۰۸ء

ii- یعنی یہ کتاب حکیم جو آپ ﷺ پر اتاری گئی ہے، وہ تمام انبیاء کرام ﷺ کے صحیفوں کی اجمالی یادداشت ہے، جس میں تمام کتب الہیہ کے علوم نہایت ایجاز اور اعجاز کے ساتھ بھرے ہوئے ہیں، ہر کس و ناکس کی ان علوم تک رسائی نہ ہوگی۔ اس ذکر حکیم کے مشکلات کی شرح اور جملات کی تفسیر آپ کے ذمہ ہے۔ لہذا آپ ﷺ اس کتاب کے مضامین کو واضح فرمائیں، اور آپ کی توضیح و تشریح کے بعد بھی اس میں اتنے حقائق و دقائق باقی رہیں گے، کہ ان تک پہنچنے کے لیے غور و فکر کی ضرورت ہوگی، جن کا عقدہ حضرات صحابہ و تابعین اور آئمہ مجتہدین کے ناخن فکر سے کھلے گا۔ (۱)

iii- قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کو کتاب اللہ کے شارح کی حیثیت سے پیش کیا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے اجمال کی تفصیل سے تفسیر، اس کے اطلاق کی تعقید بیان فرمائیں۔ ظاہرات ہے یہ توضیح و تشریح صرف کتاب اللہ کے الفاظ پڑھ کر سنا دینے سے نہیں ہوتی، اس کے قول و عمل کی تفسیر ضروری ہے۔ مندرجہ بالا تفصیل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات و اعمال کے بغیر کتاب اللہ اور منشاء الہی کو سمجھنا ممکن نہیں۔ (۲)

iv- اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سپرد یہ خدمت کی گئی تھیں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ ﷻ جو احکام و ہدایات دے، ان کی آپ ﷺ کو توضیح فرمائیں، ایک موٹی سی عقل کا آدمی بھی کم از کم اتنی بات تو سمجھ سکتا ہے کہ کسی کتاب کی توضیح و تشریح محض اس کتاب کے الفاظ پڑھ دینے سے نہیں ہو جاتی۔ بلکہ تشریح کرنے والا اس کے الفاظ سے زائد کچھ کہتا ہے تاکہ سننے والا کتاب کا مطلب پوری طرح سمجھ جائے۔ اور کتاب کی کوئی بات کسی عملی مسئلے سے متعلق ہو تو شارح عملی مظاہرہ کر کے بتاتا ہے، کہ مصنف کا منشاء اس طرح عمل کرنا ہے۔ (۳)

v- اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا ہے کہ قرآن کریم کی جو تفسیر اور تشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی، وہی قابل اعتماد ہے، اور اس کے خلاف اگر کوئی اور قرآن کی تفسیر کرے، خواہ وہ کتنا ہی علامہ، کتنا ہی دانشمند اور کتنا ہی قرآن و اسلام کی خدمت کا مدعی ہو، وہ ناقابل التفات ہے۔ (۴)

vi. It is unequivocally established here that the basic function of the Holy prophet is to explain the Holy Book and to interpret the revelation sent down to him. (5)

vii. It is this obvious that the explanation entrusted to the Holy Prophet was something more than the literal meaning of the Book. It was an explanation of what Allah Almighty intended, including all the implications involved and the details needed, these details are also received by the Holy Prophet through the unrecited revelation. (6)

حفاظت حدیث، ص ۷۱

۲-

جیت حدیث (کاندھلوی)، ص ۵۰-۵۱

۱-

سنت خیر الانام، ص ۹۳-۹۴

۳-

سنت کی آئینی حیثیت، ص ۷۱-۷۲

۳-

5. Taqi Usmani, Muhammad, The Authority of Sunnah, p53, Idaratul Quran, Karachi, 1425A.H/ 2004

6. do, P54

viii۔ یعنی قرآن مجید کے حقائق و دقائق، مجملات و مشکلات کی توضیح و تشریح امت کا ہر فرد کرنے سے قاصر ہوگا، ان کی تفسیر کے لیے آپ ﷺ کے اقوال و افعال ہی معتبر ہوں گے۔ آپ ﷺ کے اقوال و افعال کو قرآن سے جدا کر کے اگر کوئی شخص محض زبان دانی، اپنی عقل و فکر اور ذہن و دانش سے سمجھنے کی کوشش کرے گا تو قرآن کے صحیح مفہوم اور معنی و مراد کو نہیں سمجھ سکتا اور گمراہی کی راہ اختیار کرے گا۔ (۱)

۶۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۲)

بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہیں میں سے (عظمت والا) رسول ﷺ بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

(اے رسول گرامی!) بیشک ہم نے آپ کی طرف حق پر مبنی کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں میں اس (حق) کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا۔

جن لوگوں نے کتاب کو (بھی) جھٹلادیا اور ان (نشانیوں) کو (بھی) جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا، تو وہ عنقریب (اپنا انجام) جان لیں گے۔

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول کو بھیجا، وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، اور ان (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول مبعوث فرما، جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کردانائے راز بنادے)، اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا، جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے، اور تمہیں (نفساً قلباً) پاک صاف کرتا ہے، اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے، اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور وہ (اسرار معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے، جو تم نہ جانتے تھے۔

۷۔ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ (۳)

۸۔ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أُرْسِلْنَا بِهِ رَسُولَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (۴)

۹۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (۵)

۱۰۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۶)

۱۱۔ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (۷)

النساء ۴: ۱۰۵

۳۔

آل عمران ۳: ۱۶۳

۲۔

علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، ص ۸۷

الذین: ۱۵۱

۷۔

البقرة ۲: ۱۲۹

۶۔

الحج ۲۲: ۲۰

المؤمن ۴۰: ۷۰

۴۔

اے اہل کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے (یہ) رسول ﷺ تشریف لائے ہیں جو تمہارے لئے بہت سی ایسی باتیں (واضح طور پر) ظاہر فرماتے ہیں، جو تم کتاب میں چھپائے رکھتے تھے اور (تمہاری) بہت سی باتوں سے درگزر (بھی) فرماتے ہیں۔

۱۲۔ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ (۱)

۲۔ احادیث مبارکہ:

احادیث مبارکہ قرآن کا بیان ہیں، اس بارے میں احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

بے شک میں اسی (چیز) کو حلال کروں گا جسے اللہ تعالیٰ ﷻ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور میں اسی (چیز) کو حرام کروں گا جسے اللہ تعالیٰ ﷻ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔

۱۔ انی لا احل ما احل اللہ فی کتابہ ولا احرم الا ما احرم اللہ فی کتابہ۔ (۲)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ”یہاں تک کہ واضح ہو جائے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے، تو میں نے دودھاگے (سیاہ و سفید) اپنے تکیے تلے رکھ لیے اور جب تک ان کے رنگ میں تمیز نہ ہوئی تب تک کھاتا پیتا رہا۔ صبح کو آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا تکیہ بڑا لمبا چوڑا نکلا، اس سے مراد تو صبح کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے ظاہر ہونا ہے۔

۲۔ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: (حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ) (البقرة: ۱۸۷) مِنْ الْفَجْرِ قَالَ لَهُ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَجْعَلُ تَحْتِ وَسَادَتِي عِقَالَيْنِ: عِقَالًا أبيض وَعِقَالًا أَسْوَدًا، أَعْرِفُ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ وَسَادَتَكَ لَعَرِيضٌ، إِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ، وَبَيَاضُ النَّهَارِ۔ (۳)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا تو یہ آیت اتری۔ جو برا عمل کرے گا اسے اس برے عمل کی سزا دی جائے گی اور اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔ جب حضور ﷺ نے اسے پڑھ کر سنایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غم ناک ہو گئے، انہیں یہ معلوم ہونے لگا کہ گویا ہر عمل کا بدلہ ہی ملنا جب ٹھہرا، تو نجات مشکل ہو جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! تم اور تمہارے ساتھی یعنی مومن تو دنیا میں ہی بدلہ دے دیے جاؤ گے اور ان مصیبتوں کے باعث تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ قیامت کے دن

۳۔ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَتْ عَلَيْهِ هَذِهِ الْآيَةُ: (مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ) (النساء: ۱۲۳) بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا أَفْرُنُكَ آيَةَ أَنْزَلْتُ عَلَيَّ؟ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَأَقْرَأِيهَا فَلَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنِّي وَجَدْتُ اقْتِصَامًا فِي ظَهْرِي، فَتَمَطَّاتُ لَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا شَأْنُكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ بَابِي أَنْتَ وَأُمِّي، وَأَيْنَا لَمْ يَعْمَلْ سُوءًا، وَإِنَّا لَمَجْرِيُونَ بِمَا عَمَلْنَا؟

پاک صاف اٹھو گے، ہاں اور لوگوں کی برائیاں جمع ہوتی جائیں گی اور قیامت کے دن انہیں سزا دی جائے گی۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ وَالْمُؤْمِنُونَ فَتُجْزَوْنَ بِذَلِكَ فِي الدُّنْيَا حَتَّى تَلْقُوا اللَّهَ وَلَيْسَ لَكُمْ ذُنُوبٌ، وَأَمَّا الْآخِرُونَ فَيُجْمَعُ ذَلِكَ لَهُمْ حَتَّى يُجْزَوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

حضرت عبداللہ سے مروی ہے: فرمایا کہ جب یہ آیت اتری ”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم شامل نہیں کیا“ تو صحابہ کرامؓ تھرا اٹھے اور دربار رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں ایسا کون شخص ہے جس نے ایمان لانے کے بعد کوئی ظلم اور معصیت نہ کی ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بات ایسی نہیں جیسی تم سوچ رہے ہو، بلکہ وہ خاص بات جو لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمائی ”اے میرے بیٹو! تم اللہ کے ساتھ شریک نہ بنانا بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“

۳- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: (الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا) (الأنعام: ۸۲: ۶) إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالُوا: إِنَّا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّونَ، إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: (يَا بَنِيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ) (۲)

حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی! اپنے گلے سے اسے اتار پھینک۔ اور میں نے آپ کو سورہ توبہ کی یہ آیت تلاوت کرتے سنا ”انہوں نے اللہ کے سوا اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے“ فرمایا ایسا نہیں ہے کہ وہ ان کی عبادت کرتے تھے لیکن وہ (اپنی عقل سے) جس چیز کو چاہتے حلال کر لیتے اور جس چیز کو چاہتے حرام کر لیتے۔

۵- عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ. فَقَالَ: يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الْوَتْنَ، وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةِ: (اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ) (التوبة: ۳۱: ۹)، قَالَ: أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ، وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحْلَوْا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحْلَوْهُ، وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. (۳)

اور ان تین شخصوں پر (بھی نظر رحمت فرمادی) جن (کے فیصلہ) کو موخر کیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہو گئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دو بھر ہو گئیں، اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں، بجز اس کی طرف (رجوع کے)، تب اللہ ان پر لطف و کرم سے مائل ہوا تا کہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے۔

۶- وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحَّبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ. (۴)

اس آیت مبارکہ میں تین آدمیوں سے مراد کون ہیں؟ اس کی تعیین آپ ﷺ نے فرمائی: کہ اس سے حضرت کعب بن مالک، حضرت

ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ (۱)

حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں: کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے نجران کی طرف بھیجا، وہاں مجھ سے سوال ہوا کہ تم یا اخت ہارون پڑھتے ہو، حالانکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان لمبی مدت ہے، آپ فرماتے ہیں جب میں واپس آیا تو اس بات کا میں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے ان کو یہ نہ بتایا کہ بنی اسرائیل (اپنی اولاد کے نام) اپنے انبیاء و صالحین کے ناموں پر رکھتے تھے۔

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى نَجْرَانَ، قَالَ: فَقَالُوا: أَرَأَيْتَ مَا تَقْرَأُونَ يَا أُخْتَ هَارُونَ وَمُوسَى قَبْلَ عِيسَى بِكَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: فَزَجَعْتُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَلَا أَخْبَرْتَهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يُسَمُّونَ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ قَبْلَهُمْ (۲)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمان بن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے، تو میں نے ان سے پوچھا جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی آپ نے اپنے والد سے اس کے متعلق کیا سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میرے والد نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے کسی کے گھر گیا اور رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ! ان دو میں سے کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ آپ نے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر زمیں پر ماری اور فرمایا وہ تمہاری یہی مسجد ہے، مدینہ منورہ کی مسجد! میں نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے تمہارے والد سے اسی طرح سنا ہے۔

۸- أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: مَرَّ بِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: كَيْفَ سَمِعْتَ أَبَاكَ يَذْكُرُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى؟ قَالَ: قَالَ أَبِي: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْمَسْجِدَيْنِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى؟ قَالَ: فَأَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصْبَاءَ، فَضْرَبَ بِهِ الْأَرْضَ، ثُمَّ قَالَ: هُوَ مَسْجِدُكُمْ هَذَا لِمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ، قَالَ: فَقُلْتُ: أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ أَبَاكَ هَكَذَا يَذْكُرُهُ. (۳)

حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ کیا میں اپنی قوم کے اسلام قبول کرنے والے ساتھیوں کیساتھ مل کر ان لوگوں سے جنگ نہ کروں جو اسلام سے منہ موڑیں؟ آپ ﷺ نے مجھے اس کی اجازت دے دی اور مجھے اپنی قوم کا امیر بنا دیا۔ پھر جب میں آپ ﷺ کے پاس سے نکلا تو آپ نے پوچھا غطفانی نے کیا کہا؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ چلا گیا ہے۔

۹- عَنْ فُرْوَةَ بْنِ مَسِيكٍ الْمُرَادِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا أَقَاتِلُ مَنْ أَدْبَرَ مِنْ قَوْمِي بِمَنْ أَقْبَلَ مِنْهُمْ؟ فَأَذِنَ لِي فِي قِتَالِهِمْ وَأَمَرَنِي، فَلَمَّا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهِ سَأَلَ عَنِّي، مَا فَعَلَ الْغُطَفِيُّ؟ فَأَخْبَرْتُهُ قَدْ سَرْتُ، قَالَ: فَأَرْسَلَنِي فِي أَنْبِيءِ قَوْمِي فَاتَيْتُهُ وَهُوَ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: ادْعُ الْقَوْمَ فَمَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمْ فَأَقْبَلْ مِنْهُ، وَمَنْ لَمْ يُسَلِّمْ فَلَا تَعْجَلْ حَتَّى أُحْدِثَ إِلَيْكَ قَالَ: وَأَنْزَلَ فِي سَبِّ مَا أَنْزَلَ،

راوی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے واپس بلوایا، جب آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو کچھ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دو، جو لوگ اسلام لے آئیں قبول کر لو، اور جو نہ لائیں ان کے متعلق جلدی نہ کرو۔ یہاں تک کہ میں دوسرا حکم دوں۔ راوی کہتے ہیں کہ سورہ سباء اس وقت نازل ہو چکی تھی۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ایہ سباء کیا ہے؟ کوئی عورت یا کوئی زمین؟ آپ نے فرمایا: نہ زمین اور نہ عورت بلکہ یہ عرب کا ایک آدمی ہے جس کے دس بیٹے تھے، جن میں سے چھ یمن میں آباد ہوئے اور چار عرب میں۔ جو شام میں آباد ہوئے وہ یہ ہیں: نجم، جذام، غسان اور عاملہ، اور جو یمن میں آباد ہوئے وہ یہ ہیں: ازد، اشعر، حمیم، کندہ، مذحج اور انمار۔ ایک شخص نے پوچھا انمار کون سا قبیلہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس سے نخعم اور بجیلہ ہیں۔

فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا سَبَأٌ، أَرْضٌ أَوْ امْرَأَةٌ؟ قَالَ: "لَيْسَ بِأَرْضٍ وَلَا امْرَأَةً، وَلَكِنَّهُ رَجُلٌ وَلَدَتْ عَشْرَةَ مِنَ الْعَرَبِ فْتِيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ، وَتَشَاءَمَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ. فَأَمَّا الَّذِينَ تَشَاءَمُوا فَلَنُحَمِّمُ، وَجُذَامُ، وَعَسَّانُ، وَعَامِلَةٌ، وَأَمَّا الَّذِينَ تِيَامَنُوا: فَالْأَزْدُ، وَالْأَشْعَرِيُّونَ، وَحَمِيمٌ، وَمَذْحِجٌ، وَأَنْمَارٌ، وَكِنْدَةٌ." فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا أَنْمَارٌ؟ قَالَ: الَّذِينَ مِنْهُمْ خَنْعَمٌ، وَبَجِيلَةٌ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. (۱)

۳۔ اقوال آئمہ سلف و خلف:

حدیث قرآن کا بیان ہے، اس کے بارے میں آئمہ سلف و خلف کے ارشادات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بعد کتاب اللہ عزوجل سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہی المبنیة لمراد اللہ عزوجل من مجملات کتابہ والذالۃ علی حدودہ والمفسرۃ لہ۔ (۲)

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی کتاب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن ہیں، جو قرآن مجید کے جملات سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی مراد بیان کرتی ہیں، اس کی حدود پر دلالت کرتی اور اس کی تفسیر و توضیح کرتی ہیں۔

۲۔ علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فكانت السنة بمنزلة التفسیر والشرح لمعانی احکام الكتاب۔ (۳)

ترجمہ: سنت قرآن مجید کے احکام کے معانی کے لیے تفسیر و تشریح کا درجہ رکھتی ہے۔

۳۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جميع ما تقوله الأئمة شرح للسنة وجميع السنة شرح للقرآن۔ (۴)

ترجمہ: آئمہ کرام جو تمام چیزیں بیان کرتے ہیں وہ سنت کی شرح ہیں اور تمام سنن قرآن کی شرح ہیں۔

۱۔ ترمذی: ۳۲۲۲ ۲۔ خطبۃ الاستیعاب علی ہوامش الاصابۃ، ج ۱، ص ۲

۳۔ قواعد التحدیث، ص ۵۹

۴۔ الموافقات، ج ۴، ص ۱۰

۴۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لاخلاف فی وجوب افعاله التي هی لبيان مجمل الكتاب۔ (۱)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال جو کہ جملات قرآن کے بیان سے عبارت ہیں، ان کے وجوب کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۵۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

صحابہ و تابعین نے حکمت کی تفسیر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے، جس سے واضح ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جس طرح معانی قرآن کا سمجھنا بتلانا فرض ہے، اسی طرح پیغمبرانہ تربیت کے اصول و آداب، جن کا نام سنت ہے ان کی تعلیم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”انما بعثت معلما“ میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (۲)

۶۔ علامہ حمید الدین فراہی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت کی تعلیم کے لیے مبعوث فرمایا تو حکمت اور اسرار شریعت کی تعلیم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں داخل کر دی، تاکہ امت اجتہاد کے قابل ہو سکے، اپنی عقلوں کا استعمال کرنا سیکھے اور ظاہری و باطنی دلائل سے استدلال کر سکے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے کتاب اللہ کی تبیین کرتے تھے، تاکہ ہم پر قرآن کے اشارات پر تفکر و تدبر کا منہاج واضح ہو۔ (۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کے مبین و مفسر تھے۔ اس لیے شرائع ہوں یا عقائد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تادیلات ایک مفسر کے لیے علم کی مضبوط ترین بنیاد ہیں۔ پہلی چیز جو قرآن کی تفسیر میں مرجع کا کام دے سکتی ہے خود قرآن ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا فہم ہے۔ پس میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب وہی تفسیر ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہو۔ (۴)

۷۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور شریعت کی اصطلاحات کا مفہوم بیان کرنے کا حق صرف صاحب وحی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کتاب لانے والے تھے اسی طرح اس کے معلم اور مبین بھی تھے۔ اور یہ تعلیم و تبیین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضہ رسالت ہی کا ایک حصہ تھی۔ (۵)

۸۔ علامہ جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ بات صاف الفاظ میں فرمائی گئی ہے کہ خالق کائنات نے اپنا یہ فرمان محض اس لیے پیغمبر کی وساطت سے نازل کیا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے اس کی تبیین کرے، گویا تبیین یا بیان پیغمبر کی منصبی ذمہ داری بھی ہے اور اس کے لازمی نتیجے کے طور پر اس کا حق بھی، جو اسے خود پروردگار عالم نے دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر مامور من اللہ مبین کتاب ہے۔ (۶)

- | | |
|---|--|
| ۱۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۲۵۴ | ۲۔ معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۷۷-۲۷۸ |
| ۳۔ احکام الاصول، رسالہ ”تدبر“ لاہور، عدد ۳، ص ۳۲، نومبر ۱۹۹۱ء | ۴۔ ایضاً، ص ۳۷ |
| ۵۔ مقدمہ تدبر قرآن، ص ۴، ج ۱ | ۶۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، ج ۱، ص ۸۳، المورد لاہور، ط ۳، ۲۰۰۹ء |

۹۔ مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں:

یہ آیت اس موضوع پر خود اپنی تفسیر ہے اللہ تعالیٰ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی کتاب کی تشریح خود بیان کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی جانب سے کتاب اللہ کی جو بھی تفسیر کی گئی ہے وہ خود اللہ تعالیٰ ﷻ کی بیان کردہ تشریح پر مبنی ہے۔ لہذا کسی آیت کے بارے میں آپ ﷺ کی بیان کردہ تفسیر تمام ممکنہ تفاسیر پر بالاتر ہے۔ پس آپ ﷺ کی ذات اقدس قرآن مجید کی تفسیر و تعبیر کے لیے معتبر ترین ٹھہری اور اس بارے میں آپ ﷺ کا بیان حرف آخر قرار پایا۔ (۱)

۱۰۔ علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

میرے خیال میں آیت کریمہ میں جس بیان کا ذکر ہے اس کے دو پہلو ہیں:

۱۔ لفظ و نظم کا بیان ہو، یعنی نبی قرآن کریم کو جس طرح کہ وہ نازل، ہوا سے اسی طرح امت تک پہنچادیں اور کسی چیز کو چھپانہ رکھیں۔
۲۔ لفظ یا جملہ یا آیت کے اس مفہوم کا بیان جس کی امت کو ضرورت ہے، ایسا عام طور پر ان آیات میں ہوتا ہے جو مجمل یا عام یا مطلق ہوں اور پھر سنت کے ذریعہ سے ان کی توضیح یا تخصیص یا تقیید ہو، وہ سنت خواہ قولی ہو یا فعلی یا تقریری۔ (۲)

۱۱۔ ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

کتاب اللہ کی جامعیت اور اس کی صحیح مراد سمجھنے کے لیے ایک ایسے معلم کی بھی ضرورت ہے جو اپنی عقل سے نہیں بلکہ اللہ کی ہدایت کے مطابق حسب ضرورت اس کی تفصیل مہیا کرتا رہے۔ کتاب اللہ کے ساتھ اگر کوئی معلم نہ ہو تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے معلم کے ساتھ کتاب نہ ہو۔ اس لیے کتاب اللہ کا رشتہ رسول سے ہرگز قطع نہیں کیا جاسکتا۔ جو رشتہ کہ خدا اور رسول کے مابین ہے، وہی کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کے درمیان سمجھنا چاہیے۔ (۳)

۱۲۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

اس ذکر حکیم کے مشکلات کی شرح اور جملات کی تفسیر آپ ﷺ کے ذمہ ہے۔ لہذا آپ ﷺ اس کتاب کے مضامین کو واضح فرمائیں، اور آپ ﷺ کی توضیح و تشریح کے بعد بھی اس میں اتنے حقائق و دقائق باقی رہیں گے کہ ان تک پہنچنے کے لیے غور و فکر کی ضرورت ہوگی، جن کا عقدہ حضرات صحابہ و تابعین اور آئمہ مجتہدین کے ناخن فکر سے کھلے گا۔ (۴)

۱۳۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے سپرد یہ خدمت کی گئی تھی کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ ﷻ جو احکام و ہدایات دے، ان کی آپ ﷺ کی توضیح و تشریح فرمائیں۔ (۵)

۱۴۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قرآن مجید کی جو تفسیر اور تشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی، وہی قابل اعتماد ہے اور اس کے خلاف اگر کوئی اور قرآن کی تفسیر کرے، خواہ وہ کتنا ہی علامہ، کتنا ہی دانشمند اور کتنا ہی قرآن و اسلام کی خدمت کا داعی ہو، وہ ناقابل التفات ہے۔ (۶)

۱۔	تقی عثمانی، محمد، حجیت حدیث، ص ۷۳، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط ۱، ۱۳۱۱ھ/۱۹۹۱ء	۲۔	حجیت حدیث، ص ۳۱-۳۲
۳۔	حفاظت حدیث، ص ۶۱-۶۲	۴۔	حجیت حدیث، ص ۵۰-۵۱
۵۔	سنت کی آئینی حیثیت، ص ۷۱	۶۔	سنت خیر الانام، ص ۹۳-۹۴

۱۵۔ مولانا ابن احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی رو سے زندگی کے نقشے میں رنگ بھرنے کا کام نبی ﷺ نے محض بطور احسان کے نہیں کیا ہے، بلکہ بطور فریضہ نبوت کے کیا ہے، یہ کام آپ ﷺ کی نبوت کا جزو لاینفک ہے۔ آپ ﷺ نے ایک معلم کی طرح پوری دل سوزی اور بے مثل شفقت کے ساتھ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ کا معلم ہونا، آپ ﷺ کے منصب رسالت کا ہی ایک پہلو ہے۔ اس وجہ سے اپنی اس حیثیت میں آپ نے جو کچھ لوگوں کو بتایا اور سکھایا، اس کو آپ ﷺ کے فرائض نبوت سے نہ تو خارج کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا درجہ اصل کتاب کے مقابلہ میں گرایا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ قرآن مجید کے صرف سنادینے والے نہ تھے جیسا کہ منکرین سنت کا گمان ہے، بلکہ اس کے معلم اور مبین بھی تھے۔ (۱)

واضح رہے کہ حدیث نبوی ہی قرآن کریم کے معانی و مفہیم اس طور پر متعین کرتی ہے کہ اس سے قرآنی جملات کی تفصیل، مہمات کی تبیین، مشکلات کی تفسیر، کنایات کی تصریح اور اس کے اشارات کی توضیح ہو جاتی ہے۔ (۲)

۳۔ حدیث فی نفسہ شرع ہے:

اللہ تعالیٰ ﷻ نے حضور اکرم ﷺ کو شارع بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ امر و نہی اور تحلیل و تحریم جس طرح قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے قرآن کے علاوہ بھی امر و نہی اور تحلیل و تحریم کو بیان فرمایا ہے، جو کہ احادیث کی صورت میں محفوظ ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ﷻ کی طرف سے آپ ﷺ کو عطا کردہ تشریحی اختیارات کی بناء پر ہے۔ اس لیے یہ سب بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ ہیں۔ اس بارے میں قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اقوال سلف و خلف کو بالترتیب بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ قرآن مجید: حدیث کے خود شرع ہونے کے حوالے سے قرآنی آیات اور ان کا مفہوم درج ذیل ہے:

۱۔ یَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۳)

وہ انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں، اور ان سے بارگراں اور طوق ساقط فرماتے (اور انہیں نعمت آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔

اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں سو اسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اس سے) رک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول ﷺ کی تقسیم و عطا پر کبھی زبان طعن نہ کھولو)، بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

۲۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۴)

۳۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (۵)

(اے مسلمانو!) تم اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے ساتھ (بھی) جنگ کرو، جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ یوم آخرت پر، اور ان چیزوں کو حرام جانتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔

۱۔ مبادی تدبر حدیث، ص ۳۴ ۲۔ حماد، عبد الستار، ابو محمد، حجیت حدیث، ص ۱۴، دار السلام، الریاض

۳۔ الاعراف ۷: ۱۵۷ ۴۔ المحشر ۷: ۵۹ ۵۔ التوبہ ۹: ۲۹

۴۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمِئِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (۱)

اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرمادیں، تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا۔

۵۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۲)

پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے؟ یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنا لیں، پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرمائیں، اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

۶۔ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّن بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝ وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ۝ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولَهُ بَلْ أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ (۳)

اور وہ (لوگ) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں، اطاعت کرتے ہیں، پھر اس (قول) کے بعد ان میں ایک گروہ (اپنے اقرار سے) روگردانی کرتا ہے اور یہ لوگ (حقیقت میں) مومن (ہی) نہیں ہیں۔ اور جب ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے، تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ (در بار رسالت ﷺ میں آنے سے) گریزاں ہوتا ہے۔ اور اگر وہ حق والے ہوتے تو وہ اس (رسول ﷺ) کی طرف مطیع ہو کر تیزی سے چلے آتے۔ کیا ان کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے یا وہ (شان رسالت ﷺ میں) شک کرتے ہیں یا وہ اس بات کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان پر ظلم کریں گے، (نہیں) بلکہ وہی لوگ خود ظالم ہیں۔ ایمان والوں کی بات تو فقط یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے، تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ یہی کچھ کہیں کہ ہم نے سن لیا، اور ہم (سراپا) اطاعت پیرا ہو گئے، اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ پس ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی ذات (میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے ملنے کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

۷۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔ (۱)

پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (ﷺ) کے امر (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آپہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا۔

۸۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (۲)

جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا، بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔

۹۔ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ (۳)

اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

۱۰۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (۴)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبان امر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی (تمہارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

۱۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔ (۵)

آپ فرمادیں کہ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

۱۲۔ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ۔ (۶)

اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کیا کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کیا کرو اور اپنے اعمال برباد مت کرو۔

۱۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ۔ (۷)

۲۔ احادیث مبارکہ:

اللہ تعالیٰ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو قرآن و شرع بیان کرنے کے ساتھ ساتھ واضح اور شارع کا منصب بھی عطا فرمایا ہے اس لیے احکام شرعیہ کو بیان کرنے کے ساتھ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا، تحلیل و تحریم، عموماً شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا اور خصوصیات شرعیہ میں تعین کرنا بھی آپ ﷺ کے منصب نبوت میں شامل ہے۔ اس بارے میں احادیث مبارکہ سے چند استہاد درج ذیل ہیں:

۱۔	الاحزاب ۲۱:۳۳	۲۔	النور ۶۳:۲۳	۳۔	النساء ۸۰:۴
۲۔	النساء ۶۳:۴	۴۔	آل عمران ۳۲:۳	۵۔	محمد ۳۳:۴۷

۱- عَنْ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبَعَانُ عَلَيَّ أُرِيكْتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبْعِ، وَلَا لُقْطَةٌ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِي عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعَقِّبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاةٍ (۱)

حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سن لو! بیشک مجھے کتاب اور اس کی مثل دی گئی ہے۔ عنقریب ایک شکم سیر شخص (یعنی آسودہ آدمی) اپنے بستر پر لیٹا ہوا کہے گا کہ تم لوگ اس قرآن کریم ہی کو اختیار کرو، اور تم قرآن کریم میں جو حلال پاؤ اس کو حلال سمجھو، اور قرآن کریم میں جو حرام پاؤ اس کو حرام سمجھو۔ یاد رکھو! گھریلو گدھے کا گوشت تمہارے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی درندوں میں سے دانت والا جانور حلال ہے (یعنی شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ)، اور نہ ذمی شخص کا پڑا ہوا مال، مگر جب اس مال کا مالک مستغنی ہو۔ اور جو آدمی کسی قوم کے پاس مہمان ہو تو اس قوم کے ذمہ اس شخص کی مہمانداری کرنا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی قوم اس کی مہمانداری نہ کرے تو اس مہمان کو حق حاصل ہے کہ اس قوم سے اپنی مہمانداری کا حق وصول کرے۔

حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جان لو! عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ کسی شخص کو میری حدیث پہنچے گی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہے گا کہ: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے۔ پس ہم جو کچھ اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے، اور جو حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا وہ بھی اسی چیز کی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حرام کیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: مسجد میں تمام دروازوں کو بند کر دیا جائے سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: خزاعہ والوں نے بنی لیث کے ایک آدمی کو فتح مکہ کے سال اپنے ایک مقتول کے بدلے قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر تشریف لے گئے اور خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ

۲- عَنْ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكٍ عَلَى أُرِيكْتِهِ، فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ. وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ: "هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ (۲)

۳- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا يَبْقَيْنَ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدًّا، إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ (۳)

۴- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ خَزَاعَةَ قَتَلُوا رَجُلًا مِنْ بَنِي لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوهُ، فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَخَطَبَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ، أَوْ الْفَيْلَ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَذَا

نے مکہ مکرمہ سے قتل یا ہاتھی کو روک دیا ہے، محمد راوی کا بیان ہے کہ اسے شک میں رکھو۔ ابو نعیم نے بھی قتل یا ہاتھی کہا ہے۔ جبکہ دوسرے ہاتھی کہتے ہیں۔ اور اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو ان پر مسلط کیا اور ایمان والوں کو۔ خبردار! یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہے۔ آگاہ رہو! کہ میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا اور اس ساعت کے بعد حرام ہے۔ نہ اس کا کانا توڑا جائے، نہ اس کا درخت کاٹا جائے، اور نہ اس کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے۔ جس آدمی کا قتل ہوا نہیں دو میں سے ایک بات کا اختیار ہے، چاہے دیت لیں، اور چاہے قصاص۔ پس اہل یمن کا آدمی آ کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! یہ مجھے لکھ دیجیے۔ فرمایا: کہ ابو فلاں کو لکھ دو۔ قریش میں سے ایک شخص عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! اذخر کے سوا، کیونکہ اسے ہم اپنے گھروں اور قبروں کے لیے استعمال کرتے ہیں فرمایا: اذخر کے سوا۔

قَالَ أَبُو نَعِيمٍ وَاجْعَلُوهُ عَلَى الشَّكِّ الْفَيْلَ أَوْ الْقَتْلَ وَغَيْرَهُ يَقُولُ الْفَيْلَ - وَسَلَطَ عَلَيْهِمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ، أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، أَلَا وَإِنَّهَا حَلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ، لَا يُحْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، فَمَنْ قُتِلَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يُعْقَلَ، وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَبِيلِ: "فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: اكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ: اكْتُبُوا لِأَبِي فَلَانَ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ: إِلَّا إِذْ خَرَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي بَيْوتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِلَّا إِذْ خَرَّ إِلَّا إِذْ خَرَّ - (۱)

نوٹ: اس کے علاوہ یہ حدیث مبارکہ سنن ابوداؤد میں رقم ۲۰۱۷، ۳۶۲۹، ۳۶۵۰، ۴۵۰۵، جامع ترمذی میں رقم ۱۴۰۵، ۲۶۶۷، سنن نسائی میں ۲۸۰۱، ۴۷۹۹ اور سنن ابن ماجہ میں رقم ۲۶۲۳ پر منقول ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک عورت آئی تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے اپنی جان آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔ وہ کافی دیر کھڑی رہی تو ایک آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: کہ یا رسول اللہ! اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے، اگر آپ کو اس کی کوئی حاجت نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے مہر میں دینے کے لیے کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ عرض کی: نہیں! سوائے اس چادر کے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ چادر تم سے دوگے تو خود چادر کے بغیر بیٹھ رہو گے۔ جاؤ کوئی اور چیز تلاش کرو۔ عرض کی میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا: تلاش تو کرو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں کچھ قرآن مجید یاد ہے؟ عرض کی فلاں

۵- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ، فَقَامَتْ فِيمَا طَوِيلًا، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصَدِّقُهَا بِهَا؟ ، فَقَالَ: مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا إِزَارَكَ جَلَسْتَ وَلَا إِزَارَكَ فَالتَّمَسْتُ شَيْئًا، قَالَ: لَا أَجِدُ شَيْئًا، قَالَ: فَالتَّمَسْتُ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، فَالتَّمَسْتُ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَهَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟ ، قَالَ: نَعَمْ سُورَةٌ كَذَا وَسُورَةٌ كَذَا لِسُورٍ سَمَّاهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ. (۲)

۱- بخاری: ۱۱۲، ۲۲۳۴، ۶۸۸۰، ۷- مسلم: ۳۳۰۵

۲- ابوداؤد: ۲۱۱۱-۲۱۱۲، ii- ترمذی: ۱۱۱۴

فلاں سورتیں یاد ہیں اور ان کے نام لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہیں جو قرآن کریم یاد ہے، میں نے اُس کے بدلے اس عورت کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا۔

نوٹ: اس حدیث کو امام بخاری نے تیرہ مقامات پر صحیح بخاری میں نقل کیا ہے۔ ان کے ارقام درج ذیل ہیں۔

۷۴۱۷، ۵۸۷۱، ۵۱۵۰، ۵۱۴۹، ۵۱۴۱، ۵۱۳۵، ۵۱۳۲، ۵۱۲۶، ۵۱۲۱، ۵۰۸۷، ۵۰۲۹، ۲۳۱۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی حاضر بارگاہ ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا، فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی: کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کیا تمہیں آزاد کرنے کے لیے ایک گردن میسر ہے؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: کہ کیا تم دو مہینوں کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا کہ کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض کی: نہیں۔ پس نبی کریم ﷺ کچھ دیر خاموش رہے اور ہم وہیں تھے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عرق پیش کیا گیا، جس میں کھجوریں تھیں۔ عرق ایک پیانہ ہے۔ فرمایا: کہ سائل کہاں ہے۔ عرض کی: کہ میں ہوں۔ فرمایا: کہ انہیں لے کر خیرات کر دو۔ وہ آدمی عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! کیا اپنے سے زیادہ غریب پر؟ خدا کی قسم! ان دونوں سنگلاخ میدانوں کے درمیان کوئی گھروالے ایسے نہیں جو میرے گھروالوں سے زیادہ غریب ہوں۔ پس نبی کریم ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ پچھلے دانت نظر آنے لگے پھر فرمایا: کہ اپنے گھروالوں کو کھلا دو۔

۶۔ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتُ. قَالَ: مَا لَكَ؟ قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُغْتِقُهَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، قَالَ: لَا، فَقَالَ: فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مَسْكِينًا. قَالَ: لَا، قَالَ: فَمَكَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ - وَالْعَرَقُ الْمِكَتَلُ - قَالَ: أَيُّنَ السَّائِلُ؟ فَقَالَ: أَنَا، قَالَ: خُذْهَا، فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ: أَعَلَى أَفْقَرِ مِنِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا - يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ - أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أُنْيَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَطْعِمَهُ أَهْلَكَ. (۱)

نوٹ: امام بخاری نے یہ حدیث دس مختلف مقامات پر نقل فرمائی ہے باقی احادیث و کتب متفرقہ کے ارقام درج ذیل ہیں:

۶۷۲۱، ۶۷۱۱، ۶۷۱۰، ۶۷۰۹، ۶۱۶۴، ۶۰۸۷، ۵۳۶۸، ۲۹۰۰، ۱۹۳۷

۱۶۷۱- ابن ماجہ: ۱۶۷۱

۷- iii- ابو داؤد: ۳۳۹۰، ۳۳۹۱، ۲۳۹۲- iv- ترمذی: ۷۲۴

ii- مسلم: ۲۵۹۵، ۲۵۹۶، ۲۵۹۷، ۲۵۹۹، ۲۶۰۰

۷۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ سَالِمًا، مَوْلَى أَبِي حُدَيْفَةَ كَانَ مَعَ أَبِي حُدَيْفَةَ وَأَهْلِهِ فِي بَيْتِهِمْ، فَأَتَتْ -تَعْنِي ابْنَةَ سُهَيْلٍ- النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنَّ سَالِمًا قَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ. وَعَقَلَ مَا عَقَلُوا. وَإِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْنَا. وَإِنِّي أُنْظَنُّ أَنَّ فِي نَفْسِ أَبِي حُدَيْفَةَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا. فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْضِعِيهِ تَحْرُمِي عَلَيْهِ، وَيَذْهَبِ الْإِدْيُ فِي نَفْسِ أَبِي حُدَيْفَةَ فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُهُ. فَذْهَبَ الْإِدْيُ فِي نَفْسِ أَبِي حُدَيْفَةَ. (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سالم جو کہ ابو حذیفہ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے، وہ ابو حذیفہ اور ان کے گھر والوں کے ساتھ ان کے گھر میں رہتے تھے۔ تو بنت سہیل نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: کہ سالم نو جوانوں کی طرح جوان ہو گیا اور مردوں کی طرح ہر بات سمجھنے لگا ہے، وہ ہمارے پاس آتا جاتا رہتا ہے اور میرا گمان ہے کہ ابو حذیفہ کے دل میں اس کے بارے میں کوئی بات ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: تو اسے دودھ پلا دے تو تو اس پر حرام ہو جائے گی، اور ابو حذیفہ کے دل میں جو بات ہے وہ چلی جائے گی۔ وہ پھر حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا: میں نے (سالم کو) دودھ پلا دیا ہے اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے دل سے کراہت جاتی رہی۔

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، تم ان دونوں کو جب تک مضبوطی سے تھامے رکھو گے، کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت ہے۔ یہ دونوں کسی صورت میں الگ الگ نہیں ہوں گی اور حوض کوثر پر یہ دونوں میرے پاس اکٹھی ہوں گی۔

۸۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انی قد ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدہما کتاب اللہ وسنتی ولن یتفرقا حتی یرادا علی الحوض۔ (۲)

۳۔ اقوال آئمہ سلف و خلف:

احادیث مبارکہ فی نفسہ شرع ہیں اور آپ ﷺ خود شارع ہیں، اس بارے میں علماء کرام اور آئمہ اطہار کی آراء درج ذیل ہیں:

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان المرجع فی الاحکام انما هو الی النبی ﷺ وانه قد یخص بعض امتہ بحکم ویمنع غیرہ ولو کان بغير عذر۔ (۳)

ترجمہ: احکام کا رجوع نبی کریم ﷺ کی طرف ہوتا ہے بعض اوقات آپ ﷺ امت کے بعض افراد کو کسی حکم کے ساتھ خاص کر لیتے اور دوسروں کو اس حکم سے منع فرمادیتے خواہ عذر نہ ہو۔

iii- ابن ماجہ: ۱۹۴۳

ii- نسائی: ۳۳۱۶-۳۳۲۲

i- مسلم: ۳۶۰۱-۳۶۰۵

۲۔ حاکم، محمد بن عبد اللہ، ابو عبد اللہ نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، العلم، رقم ۳۲۳، ج ۱، ص ۲۸۴، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۲۵، ۱۳۲۷ھ/۲۰۰۶ء

۳۔ فتح الباری، ج ۱۰، ص ۱۶

۲۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

كان الحق تعالى جعل له ^{صلی اللہ علیہ وسلم} ان يشرع قبل نفسه ماشاء كما في حديث تحريم شجر مكة فان عمه العباس

رضي الله عنه لما قال له يا رسول الله ^{صلی اللہ علیہ وسلم} الا الاذخر فقال ^{صلی اللہ علیہ وسلم} الا الاذخر حرمة الله۔ (۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} نے نبی ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کو یہ منصب عطا فرمایا ہے کہ آپ شریعت میں جو چاہیں حکم مقرر کر دیں، جس طرح کہ حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کا حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کے چچا حضرت عباس ^{رضی اللہ عنہ} نے عرض کی: یا رسول اللہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم}! اذخر (گھاس) کو اس حکم سے نکال دیں، آپ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} نے فرمایا: چلو اذخر کے علاوہ۔

اگر اللہ تعالیٰ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} نے آپ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کو اپنی طرف سے احکام جاری اور نافذ کرنے کا اختیار اور منصب نہ دیا ہوتا تو رسول اللہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} اس بات کی ہرگز جرأت نہ کرتے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، اس میں کسی کو مستثنیٰ کر دیں۔

۳۔ علامہ خووی ^{رحمۃ اللہ علیہ} فرماتے ہیں:

الشارع ^{صلی اللہ علیہ وسلم} ان يخص من العموم ماشاء۔ (۲)

ترجمہ: شارع ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کے لیے جائز ہے کہ عمومی احکام میں سے جس چیز کو چاہیں خاص فرمادیں۔

۴۔ ملا علی قاری ^{رحمۃ اللہ علیہ} فرماتے ہیں:

عندائمتنا من خصائصه عليه الصلاة والسلام انه يخص من شاء بما شاء۔ (۳)

ترجمہ: ہمارے آئمہ نے رسول اللہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کے خصائص سے اس چیز کو شمار کیا ہے کہ آپ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} جس شخص کو چاہیں، جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرمادیں۔

۵۔ علامہ شوکانی ^{رحمۃ اللہ علیہ} لکھتے ہیں:

ان النبي ^{صلی اللہ علیہ وسلم} مفوض في شرع الاحكام۔ (۴)

ترجمہ: نبی ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کی طرف احکام کی مشروعیت سپرد کر دی گئی ہے۔

۶۔ نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

ومذهب بعضه انست که احکام مفوض بود هر چه خواهد بود هر که خواهد حلال و حرام گرداند، وبعضه

گویند با اجتہاد گفت و اول اصح و اظہر است۔ (۵)

- ۱۔ شعرانی، عبدالوہاب، میزان الشریعہ الکبری، ج ۱، ص ۲۸، مصطفیٰ البابی ^{الکلبی}، مصر، ط ۱۳۵۹ھ
- ۲۔ نووی، یحییٰ بن شرف، شافعی، شرح مسلم، ج ۱، ص ۳۰۲، نور محمد، کراچی، ط ۱۳۷۵ھ
- ۳۔ علی قاری، ملا، حنفی، مرقات، شرح مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۲۲۳، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ط ۱۳۹۲ھ
- ۴۔ شوکانی، محمد بن علی، شیخ، نیل الاوطار، ج ۶، ص ۴، مکتبہ الکلیات الازہریہ، مصر، ط ۱۳۹۸ھ
- ۵۔ صدیق حسن بھوپالی، مسک الختام، ص ۵۱۲-۵۱۳، مکتبہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن

ترجمہ: بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام حضور ﷺ کے سپرد ہیں، جو چاہیں اور جس پر چاہیں حلال اور حرام فرمادیں، بعض کہتے ہیں، کہ آپ ﷺ اجتہاد سے کہتے تھے اور پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔
۷۔ علامہ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کو قرآن کریم میں بیان کردہ قوانین کے علاوہ دیگر قوانین بنانے کا بھی اختیار تفویض کیا گیا تھا۔ (۱)

۸۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ﷻ نے نبی ﷺ کو شرعی اختیارات عطا کیے ہیں۔ اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحلیل و تحریم صرف وہی نہیں ہے، جو قرآن میں بیان ہوئی ہے، بلکہ جو کچھ نبی ﷺ نے حرام یا حلال قرار دیا ہے، اور جس چیز کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے، یا جس سے منع کیا ہے، وہ بھی اللہ کے دیے ہوئے اختیارات سے ہے، اس لیے وہ بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ ہے۔ (۲)

۹۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اہل اسلام کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا منصب صرف پیغام رسانی اور صرف احکام شریعت کو بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا، تحلیل و تحریم اور عموماً شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا بھی منصب نبوت میں داخل ہے۔ (۳)

۱۰۔ حدیث کے بغیر احکام قرآن پر عمل ناممکن ہے:

اللہ تعالیٰ ﷻ نے جو دین نبی آخر الزمان ﷺ کے ذریعے سے عطا کیا ہے۔ اس کی نوعیت یہ ہے کہ اس نے قرآن میں اصولی احکام بیان کیے ہیں اور جزئیات و تفصیلات اس نے تمام تر معلم قرآن یعنی حضور ﷺ کے سپرد کی ہیں۔ اس طرح دین اسلام کا پورا اور مکمل ڈھانچہ حدیث و سنت سے کھڑا ہوتا ہے۔ حدیث و سنت کے بغیر قرآن مجید پر عمل ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں ہے:

أَقِمُوا الصَّلَاةَ (۴)

نماز قائم کرو۔

یہ حکم قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ہے مگر نماز کے تفصیلی احکام اوقات نماز، ارکان و فرائض، شرائط و واجبات، سنن و مستحبات اور ممنوعات و مکروہات کے بارے میں قرآن خاموش ہے۔ ان سب امور کی تفصیل احادیث مبارکہ میں ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (۵)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔

روزہ رکھنے کا حکم تو قرآن مجید میں موجود ہے لیکن اس کی باقی تفصیل کے بارے میں قرآن خاموش ہے۔ قرآن کریم میں اس امر کی کوئی صراحت نہیں کہ روزہ کن احوال و وجوہ کی وجہ سے فاسد ہو جاتا ہے اور کن صورتوں میں کفارہ لازم ہے، قضا کس صورت میں ہے فدیہ دینے کی اجازت کن لوگوں کو ہے، کن صورتوں میں روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔ ان تمام امور کی وضاحت حدیث رسول ﷺ سے ہوتی ہے۔

۱۔ حجیت حدیث، ص ۶۲

۲۔ سنت کی آئینی حیثیت، ص ۷۴

۳۔ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۲، ص ۷۸، فرید بک سٹال، لاہور، ط ۱۰، ۱۳۲۳ھ/۲۰۰۲ء

۴۔ ایضاً: ۲: ۱۸۳

۵۔ ایضاً: ۲: ۲۳

۳۔ اسی طرح قرآن کریم نے مختلف مقامات پر حج کے ارکان اور وظائف کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً وقت کا تعین کرتے ہوئے فرمایا:
حج کے مہینے مقرر ہیں۔

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ (۱)

عرفات کے حوالے سے حکم ہے۔

جب تم عرفات سے واپس لوٹو۔

فَإِذَا أَقَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ (۲)

طواف کے حوالے سے فرمایا:

اور قدیم گھر کا طواف کرو۔

وَلِيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ (۳)

حج کے بارے میں حکم دیا:

وَاللَّهُ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (۴)

اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے، جسے اس کی طاقت ہو۔
ان مذکورہ آیات میں ایام حج کی تخصیص نہیں، میدان عرفات میں کس تاریخ کو جانا ہے، وہاں کیا کرنا ہے، کتنا ٹھہرنا ہے اور کب لوٹنا ہے، اس کی وضاحت نہیں۔ طواف کے کتنے چکر ہوں گے، ابتداء کہاں سے ہوگی، اور اختتام کہاں ہوگا۔ اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ حج بشرط استطاعت ہر سال فرض ہوگا یا عمر میں ایک دفعہ، احرام کی جملہ تفصیلات کا ذکر بھی نہیں ہے۔ ان تمام جزئیات و تفصیلات کا علم ہمیں بذریعہ حدیث ملتا ہے۔

۴۔ زکوٰۃ کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

زکوٰۃ ادا کرو۔

وَأَتُوا الزَّكَاةَ۔ (۵)

لیکن زکوٰۃ کا نصاب، اس کی شرح، اس کی مدت، زرعی پیداوار کے احکام اور عشر و خراج کے مسائل کیا ہیں، اس بارے میں قرآن ہماری رہنمائی نہیں کرتا، بلکہ یہ تمام چیزیں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ملتی ہیں۔

۵۔ قرآن مجید میں چوری کرنے کی سزا بیان ہوئی:

چور مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا۔ (۶)

اس آیت میں لفظ سارق اور ید دونوں مطلق ہیں اور اس سے وضاحت نہیں ہوتی، کہ کتنے مال کی چوری مراد ہے اور کون سا ہاتھ کاٹا مراد ہے، اس کی تفصیل ہمیں احادیث مبارکہ سے ملتی ہیں۔

۶۔ نماز قصر کے حوالے سے قرآن کریم میں ہے:

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا (۷)

جب تم زمین میں سفر کرنے کے لیے نکلو تو تمہیں نماز کا قصر کرنا جائز ہے، اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔

الحج ۲۹:۲۲

۳

البقرہ ۱۹۸:۲

۲

البقرہ ۱۹۷:۲

۱

المائدہ ۳۸:۵

۶

البقرہ ۲۳:۲

۵

آل عمران ۹۷:۳

۴

النساء ۱۰۱:۴

۷

آیت کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں نماز قصر کرنے کا حکم خوف کے ساتھ مشروط ہے، جبکہ حالت امن، سفر کی حد، مسافت کا تعین، قصر کی شرائط کا ذکر، ہمیں احادیث مبارکہ سے ملتا ہے، جس سے اس قرآنی حکم پر عمل کرنا ممکن ہوتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن اور سنت کا آپس میں تعلق روح اور قالب کا ہے یعنی قرآن مجید روح ہے اور سنت رسول اللہ اس کا قالب ہے۔ ان دونوں کی باہمی ترکیب ہی سے دین اسلام مکمل ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی الگ کر لیں تو سارا شیرازہ بکھر جائے گا۔

کتاب المناقب

کتاب المناقب

مہاجرین و انصار صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کے مناقب

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض وصال میں (حجرہ مبارک سے) باہر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک کپڑے سے لپیٹا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے، اللہ عزوجل کی حمد و ثنائیاں کی اور فرمایا: لوگوں میں سے جان و مال (قربان کرنے) کے اعتبار سے ابو بکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا، لیکن اسلام کی اخوت سب سے بہتر ہے۔ میری طرف سے ابو بکر کی کھڑکی کے علاوہ مسجد (نبوی) کی تمام کھڑکیاں بند کر دو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہے، ہم نشینی کا بھی اور مال کا بھی، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا، لیکن اسلام کی اخوت (ہی سب سے بڑھ کر ہے)، مسجد (نبوی) میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے علاوہ کوئی کھڑکی باقی نہ رکھی جائے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔ لیکن وہ میرے بھائی اور ہم نشین نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں صحبت سے فیض یاب (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کرنے والے کو خلیل بنایا ہے۔

(۸۱۰۲) ۱: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي مَرَجِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ عَاصِبُ رَأْسَهُ بِخَرْقَةٍ، فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، ثُمَّ حَمِدَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَمَنٌ عَلَيَّ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرٍ بِنُ أَبِي قُحَافَةَ، وَلَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلَكِنْ خَلَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ، سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ (۱)

(۸۱۰۳) ۲: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكِ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَمَنَ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلَكِنْ أَخُوَّةُ الْإِسْلَامِ، وَلَا يَبْقَيْنَ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةُ أَبِي بَكْرٍ (۲)

(۸۱۰۴) ۳: أَخْبَرَنَا أَزْهَرُ بْنُ جَمِيلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْهَدَيْلِ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ اتَّخَذْتُ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلَكِنَّهُ أَخِي وَصَاحِبِي وَقَدْ اتَّخَذَ اللَّهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيلًا (۳)

ii۔ بخاری: ۳۶۵۶، ۳۶۵۷

۱۔ احمد: ج ۲، ص ۲۵۳

ii۔ مسلم: ۲۳۸۲

۲۔ بخاری: ۳۶۵۴

ii۔ مسلم: ۲۳۸۳

۳۔ احمد: ج ۱، ص ۳۷۷

۴ (۸۱۰۵): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَةَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى كُلِّ خَلِيلٍ مِنْ خَلْقِهِ وَلَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ خَلِيلًا، وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللَّهِ (۱)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہر خلیل کی دوستی سے برأت (کا اظہار) کرتا ہوں، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو بناتا، بے شک تمہیں صحبت سے فیض یاب کرنے والے کا اللہ تعالیٰ خلیل ہے۔

۵ (۸۱۰۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، عَنِ ابْنِ الْمُبَارِكِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسِ، عَنْ عَمْرُو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ قُلْتُ: لَيْسَ مِنَ النِّسَاءِ؟ قَالَ: أَبُوهَا (۲)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ پسندیدہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا۔ میں نے عرض کی! میری مراد عورتیں نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ کے والد (ابو بکر رضی اللہ عنہ)

۶ (۸۱۰۷): أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ صَانِمًا؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا قَالَ: فَمَنْ أَطْعَمَ الْيَوْمَ مِسْكِينًا؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا قَالَ: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ جَنَازَةً؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا قَالَ: فَمَنْ عَادَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ مَرِيضًا؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا (۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی! میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! آج مسکین کو کھانا کس نے کھلایا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی! میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج تم میں سے جنازہ کے ساتھ کون حاضر ہوا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج تم میں سے مریض کی عیادت کس نے کی؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں نے۔

۷ (۸۱۰۸): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ هَذَا خَيْرٌ، وَلِلْجَنَّةِ أَبْوَابٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک چیز کا جوڑا خرچ کرے گا، اسے جنت کے دروازوں میں سے بلایا جائے گا، یہ خیر ہے۔

ii - مسلم: ۲۳۸۳

i - احمد، ج ۱، ص ۳۷۷

iii - مسلم: ۲۳۸۳

ii - بخاری: ۳۶۶۲

i - احمد، ج ۲، ص ۲۰۳

ii - الادب المفرد للبخاری: ۵۱۵

i - مسلم: ۱۰۲۸

نمازی کو باب الصلاة سے بلایا جائے گا، مجاہد کو باب الجهاد سے بلایا جائے گا، سخی کو باب الصدقة سے بلایا جائے گا، روزہ دار کو باب الریان سے بلایا جائے گا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا، اسے تو کوئی خدشہ ہی نہ ہوگا۔ پھر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کوئی ایسا بھی ہے جو ان بھتمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، مجھے امید ہے کہ تم انہیں لوگوں میں سے ہو۔

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ (جو اصحاب صفہ میں سے ہیں) بیان کرتے ہیں: انصار صحابہ نے کہا: ایک امیر ہم سے اور ایک تم میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک کمان میں دو تلواریں ہوں تو بہتری نہیں ہے، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یہ تین (مقام) کس کے ہیں؟ (اذ یقول یضاحبہ) جب وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے۔ صاحب کون تھا؟ (اذہما فی الغار) جب وہ دونوں غار میں تھے۔ وہ دونوں کون تھے؟ (ان اللہ معنا) بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، ساتھ کون تھا؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، اور لوگوں سے بیعت کرنے کا کہا: پس لوگوں نے نہایت اچھے اور خوبصورت انداز سے بیعت کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا، جتنا ابو بکر کے مال نے دیا ہے، یہ بات سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے کہا: میں اور میرا مال صرف آپ ﷺ کے لئے ہے۔

دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرِّيَّانِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ عَلَى الَّذِي يُدْعَى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ؟ فَهَلْ يُدْعَى مِنْهَا كُلُّهَا أَحَدٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ (۱)

۸ (۸۱۰۹): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَلْمَةَ بْنِ نَبِيطٍ، عَنْ نَعِيمٍ، عَنْ نَبِيطٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبِيدٍ قَالَ: وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ قَالَ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ: مِنَّا أَمِيرٌ، وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ قَالَ عُمَرُ: نِسِي فَاِنْ فِي غَمْدٍ وَاحِدٍ، إِذَا لَا يَصْلُحَانِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: " مَنْ لَهْ هَذِهِ الثَّلَاثُ: (إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ) (التوبة: ۴۰) مَنْ صَاحِبُهُ؟ (إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ) (التوبة: ۴۰) مَنْ هُمَا؟ (إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا) (التوبة: ۴۰) مَعَ مَنْ؟ ثُمَّ بَايَعَهُ ثُمَّ قَالَ: بَايَعُوا، فَبَايَعَ النَّاسُ أَحْسَنَ بَيْعَةٍ وَأَجْمَلَهَا (۲)

۹ (۸۱۱۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا نَفَعَنَا مَالُهُ مَا نَفَعَنَا مَالُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ: وَهَلْ أَنَا وَمَالِي إِلَّا لَكَ؟ (۱)

ii - مسلم: ۱۰۲۸

i - بخاری: ۳۶۶۶

ii - ابن ماجہ: ۱۲۳۳

i - شمائل الترمذی: ۳۹۷

iv - ابن خزیمہ: ۱۶۲۳

iii - مسند ابی یعلیٰ: ۳۹۰۵

ii - مسند الحمیدی: ۲۵۰

i - احمد بن حنبل: ۲۸

v - تاریخ بغداد للخطیب، ج ۳، ص ۳۵۸، vi - بخاری: ۳۶۵۳

iv - ترمذی: ۳۶۶۱

۲۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے فضائل

۱۰ (۸۱۱۱): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ وَعُمَرُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقْرَةً فَارَادَ أَنْ يَرْكَبَهَا فَقَالَتْ: إِنَّا لَمْ نَخْلُقْ لِهَذَا، إِنَّمَا خُلِقْنَا لِيُحْرَثَ عَلَيْنَا فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ: سُبْحَانَ اللَّهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثُمَّ قَالَ: وَبَيْنَمَا رَجُلٌ فِي غَنَمٍ لَهُ، فَجَاءَ الذَّنْبُ فَأَخَذَ شَاةً مِنْهَا فَتَبِعَهَا الرَّاعِي لِيَأْخُذَهَا فَقَالَ الذَّنْبُ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ يَوْمَ السَّبَاعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي؟ فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ: سُبْحَانَ اللَّهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ فَقَالَ: آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَمَا هُمَا ثُمَّ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی بیل کے ساتھ جا رہا تھا، اس نے بیل پر سوار ہونے کا ارادہ کیا، تو بیل نے کہا: ہماری خلقت اس کام کے لئے نہیں ہے، بلکہ ہمیں تو کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے صحابہ نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر میں صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ایمان رکھتے ہیں، حالانکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہیں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: ایک آدمی اپنی بکریوں میں موجود تھا، اس اثنا میں ایک بھیڑیا آیا اور ایک بکری کو پکڑ لیا۔ اس چرواہے نے اس بھیڑیے کا پیچھا کیا اور اس سے بکری کو چھڑوایا۔ اس پر بھیڑیے نے کہا: تو یوم السباع (درندوں کے دن) کو اس کی حفاظت کیسے کرے گا، اس دن بکریوں کے لئے میرے علاوہ کوئی چرواہا نہیں ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے صحابہ نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بات پر میں یقین رکھتا ہوں، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما یقین رکھتے ہیں، حالانکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہیں تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے پاس تشریف لا فرمایا: ایک آدمی بیل کے ساتھ جا رہا تھا، اس نے بیل پر سوار ہونے کا ارادہ کیا۔ بیل نے اس کی طرف مڑ کر کہا: ہم اس کے لئے پیدا نہیں کئے گئے، ہمیں کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس پر ارد گرد بیٹھے ہوئے صحابہ نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر اور عمر

۱۱ (۸۱۱۲): أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَيْسَى وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ بْنِ سَمِيحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقْرَةً أَرَادَ أَنْ يَرْكَبَهَا فَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِ فَقَالَتْ: إِنَّا لَمْ نَخْلُقْ لِهَذَا، إِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحِرَاثَةِ فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ: سُبْحَانَ اللَّهِ، تَكَلَّمْتُ

رضی اللہ عنہما اس پر یقین رکھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما وہاں موجود نہیں تھے۔ پھر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان کیا: میں بکریاں چرا رہا تھا، ایک بھیڑیا آیا، اسے ایک بکری اٹھالی، میں نے اس کا پیچھا کر کے اس سے بکری چھڑالی، اس نے مجھے کہا پوم السبع کو تو بکری کو کیسے چھڑائے گا، اس دن میرے علاوہ بکریوں کا کوئی چرواہا نہیں ہوگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تعجب سے کہا: سبحان اللہ! بھیڑیا بھی کلام کرتا ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس بلاشبہ میں تم سے بھیڑیا ہوں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس پر یقین رکھتے ہیں، حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس مجلس میں نہ تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تکمیل کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف چہرہ انور کر کے فرمایا: ایک شخص نیل کے ساتھ جا رہا تھا، وہ شخص اس نیل پر بیٹھنے لگا تو اس نیل نے کہا: ہمیں اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ ہمیں کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک کے پاس بیٹھے ہوئے صحابی نے تعجب سے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اس پر میں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما یقین رکھتے ہیں۔ ایک چرواہا اپنی بکریوں کے ریوڑ میں موجود تھا کہ ایک بھیڑیا آیا اور ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھالی، چرواہے نے اس کا پیچھا کیا۔

بَقْرَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنِّي آمَنْتُ بِهِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَلَيْسَ هُمَا ثُمَّ وَقَالَ رَجُلٌ: بَيْنَمَا أَنَا فِي غَنَمٍ إِذْ أَقْبَلَ ذَنْبٌ فَأَخَذَ شَاةً فَطَلَبْتُهَا فَأَخَذْتُهَا مِنْهُ فَقَالَ لِي: كَيْفَ لَهَا يَوْمَ السَّبْعِ حِينَ لَا يَكُونُ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي قَالُوا: سُبْحَانَ اللَّهِ تَكَلَّمَ ذَنْبٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنِّي آمَنْتُ بِهِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَلَيْسَا ثُمَّ (۱)

۱۲ (۸۱۱۳): أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ اللَّيْثِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَنْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ أَصْحَابِي فَقَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقْرَةً فَبَدَأَ لَهُ أَنْ يَرُكِبَهَا فَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِ فَقَالَتْ: إِنَّا لَمْ نَخْلُقْ لِهَذَا إِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْجِرَاةِ فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ: سُبْحَانَ اللَّهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنِّي آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَبَيْنَمَا رَجُلٌ فِي غَنَمِهِ إِذْ جَاءَ الذُّبُّ فَأَخَذَ شَاةً مِنْ غَنَمِهِ، فَطَلَبَهُ رَاعِيهَا، فَلَمَّا أَدْرَكَهُ لَفِظَهَا، وَأَقْبَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبْعِ لَا يَكُونُ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي؟ فَقَالَ مَنْ حَوْلَهُ: سُبْحَانَ اللَّهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنِّي آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ (۲)

جب بھیڑیے کو اس نے گھیر لیا تو بھیڑیے نے بکری چھوڑ دی اور اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہا: یوم السبع کے دن اس کا کون محافظ ہوگا؟ اس دن میرے علاوہ کوئی چرواہا نہیں ہوگا۔ پاس بیٹھے ہوئے صحابی نے تعجب سے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ! اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اس پر میں ﷺ، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما یقین رکھتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص بیل کے اوپر بوجھ لادے جا رہا تھا، بیل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: بے شک میں سواری کے لئے پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ ہماری تخلیق تو کھیتی باڑی کے لئے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سبحان اللہ! کہا اور تعجب سے پوچھا: بیل بھی کلام کرتا ہے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میں ﷺ، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس پر یقین رکھتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک چرواہا بکریاں چرا رہا ہے کہ ایک بھیڑیا آیا اور اس نے ایک بکری اٹھالی، چرواہے نے اس کا پیچھا کر کے بکری چھڑوا لی، بھیڑیا نے چرواہے کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اس کے لئے یوم السبع کے دن کون حفاظت کرے گا؟ جس دن میرے علاوہ کوئی اس کا چرواہا نہیں ہوگا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس بلاشبہ میں ﷺ، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس پر یقین رکھتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا۔ لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے، لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا کی، میں بھی لوگوں میں شامل تھا، جنازہ اٹھانے سے پہلے، اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے

۱۳ (۸۱۱۴): أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقْرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا، انْتَفَتَتْ إِلَيْهِ الْبَقْرَةُ فَقَالَتْ: إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهَذَا، وَلَكِنَّا خُلِقْنَا لِلْحَرْثِ فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللَّهِ تَعْجَبًا بِقَرَّةٍ تَتَكَلَّمُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَأَنِّي أُوْمِنُ بِهِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ"

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَمَا رَاعٍ فِي غَنَمِهِ عَدَا الذَّنْبُ فَأَخَذَ شَاةَ فَطَلَبَهُ الرَّاعِي يَسْتَنْقِذُهَا مِنْهُ، فَانْتَفَتَ الذَّنْبُ إِلَيْهِ فَقَالَ: مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبْعِ؟ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي قَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَأَنِّي أُوْمِنُ بِذَلِكَ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ" (۱)

۱۴ (۸۱۱۵): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: وَضَعَ عُمَرُ عَلَى سَرِيرِهِ اكْتَنَفَهُ النَّاسُ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ وَيَدْعُونَ قَبْلَ يَرْفَعُ، وَأَنَا فِيهِمْ، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَجُلٌ قَدْ أَخَذَ مِنْ كِبِيٍّ مِنْ وَرَائِي، فَانْتَفَتُ إِلَيَّ عَلَى يَتَرَحَّمُ عَلَيَّ عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: مَا خَلَفْتُ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ وَأَيُّمُ اللَّهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرَى

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے رحمت کی دعا کی اور فرمایا: (اے عمر رضی اللہ عنہ!) آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا، جس کے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات پسند ہو۔ بخدا! مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مقام آپ کے دونوں ساتھیوں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کرے گا، اس لئے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: میں، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما گئے۔ میں، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے، میں، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نکلے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے خواب میں ایک کنواں ڈول سمیت دیکھا، میں نے اس سے پانی نکالا، جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا، پھر وہ ابو قحافہ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے پکڑ لیا، اور انہوں نے ایک ڈول یا دو ڈول پانی نکالا، لیکن ان کو پانی نکالنے میں مشکل پیش آرہی تھی، اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے۔ پھر وہ ڈول ایک بڑا ڈول بن گیا۔ اس کو عمر بن خطاب نے پکڑ لیا۔ میں نے کسی بھی جوان مرد کو، ابن خطاب کی طرح ڈول سے پانی نکالتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ لوگ خود بھی سیراب ہوئے اور جانور بھی اس حوض سے سیراب ہوئے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غزوہ ذات سلاسل کے لئے امیر لشکر بنا کر روانہ فرمایا، جب میں واپس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ پسند کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا۔ میں نے عرض کی: مردوں میں سے کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کا باپ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اور مردوں کے نام لئے۔

نقد: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو عثمان کے بعض حروف صحیح نہیں ہیں۔

أَنْ يُجْعَلَ اللَّهُ مَعَهُ صَاحِبِيكَ وَذَلِكَ أَنِّي كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: نَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَإِنْ كُنْتُ لَأُظَنَّ أَنْ يُجْعَلَ اللَّهُ مَعَهُمَا" (۱)

۱۵ (۸۱۱۶): أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتَنِي عَلَى قَلْبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ، فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَهُ ذُنُوبًا أَوْ ذُنُوبَيْنِ، وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَلِيُغْفِرَ اللَّهُ لَهُ، ثُمَّ اسْتَحَالَتِ الدَّلْوُ غَرِبَةً، فَأَخَذَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَلَمَّ أَرَّ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ ابْنِ الْخَطَّابِ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنِ (۲)

۱۶ (۸۱۱۷): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ قَالَ: اسْتَعْمَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَأَتَيْتُهُ " فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ قُلْتُ: مِنْ الرِّجَالِ؟ قَالَ: أَبُو هَارَةَ قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ، فَعَدَّ رِجَالًا " قَالَ: أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ بَعْضُ حُرُوفِ أَبِي عُثْمَانَ لَمْ تَصِحَّ (۳)

ii- مسلم: ۲۳۹۲

i- بخاری: ۳۶۸۲

۲-

ii- مسلم: ۲۳۸۹

i- بخاری: ۳۶۸۵

۱-

ii- مسلم: ۲۳۸۲

i- بخاری: ۳۶۶۲

۳-

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمانے تک کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا، لیکن آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا: اگر میں کسی کو اپنا خلیفہ نامزد کرتا، تو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو کرتا۔

۱۷ (۸۱۱۸): أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا وَكَيْعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَمِيْسِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَسْتَخْلَفْ قَالَتْ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كُنْتُ مُسْتَخْلَفًا أَحَدًا لَأَسْتَخْلَفْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ (۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سابقہ امتوں میں محدثین تھے، میری امت کا محدث اگر کوئی ہے تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے۔

۱۸ (۸۱۱۹): أَخْبَرَنَا قَتِيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأُمَّةِ مُحَدِّثُونَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَعَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں ایسے لوگ ہوئے تھے، جنہیں محدث کہا جاتا تھا، اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے۔

۱۹ (۸۱۲۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيْمُ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ كَانَ فِيهَا خَلَا قِبَلِكُمْ مِنَ الْأُمَّةِ نَاسٌ يُحَدِّثُونَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي هَذِهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ فَعَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ (۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا، قمیض پہنے ہوئے لوگ مجھ پر پیش کی جا رہے ہیں، ان میں سے بعض کی قمیضیں سینے تک اور بعض کی اس سے بھی چھوٹی تھیں، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پیش کئے گئے، ان کی قمیض ایسی تھی، جسے وہ گھسیٹ رہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی تعبیر دین ہے۔

۲۰ (۸۱۲۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أَمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخَدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ، وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثَّدْيَ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذَلِكَ وَعَرَضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجْرُهُ قَالُوا: فَمَاذَا أَوْلَتْ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الدِّينُ (۴)

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا، کہ مجھے ایک پیالہ دیا گیا ہے، میں نے اس سے خوب سیر ہو کر پیا، یہاں تک کہ اس کی تازگی ظاہر ہونے لگی، پھر بچا ہوا میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی تعبیر علم ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مجھے خواب میں دودھ کا پیالہ دیا گیا، میں نے اس سے پیا، یہاں تک کہ اس کی تازگی میرے ناخنوں سے ظاہر ہوئی، پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی تعبیر علم ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے (حالت خواب میں) اپنے آپ کو جنت میں موجود پایا۔ وہاں پر ایک انتہائی سفید خوبصورت محل ہے، اس کے ایک کونے میں ایک عورت تھی، میں نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا: اے جبریل علیہ السلام! یہ کس کے لئے ہے؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔ میں نے اس محل میں داخل ہو کر اسے دیکھنے کا ارادہ کیا، تو مجھے (اے عمر رضی اللہ عنہ!) تمہاری غیرت یاد آگئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں!! کیا میں آپ ﷺ پر بھی غیرت کر سکتا ہوں؟

۲۱ (۸۱۲۲): أَخْبَرَنَا نُوحُ بْنُ حَبِيبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ أَنِّي أُتَيْتُ بِقَدَحٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي أَرَى الرَّيَّ يَخْرُجُ، ثُمَّ أُعْطِيتُ فَضُلِي عُمَرُ قَالُوا: فَمَا أَوْلَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الْعِلْمُ (۱)

۲۲ (۸۱۲۳): أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عَثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةٌ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ حَمَزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتَيْتُ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرَّيَّ يَجْرِي فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أُعْطِيتُ فَضُلِي عُمَرُ قَالُوا: فَمَا أَوْلَتْ ذَلِكَ؟ قَالَ: الْعِلْمُ (۲)

۲۳ (۸۱۲۴): أَخْبَرَنَا نَصِيبُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُرِيتُ أَنِّي دَخَلْتُ الْجَنَّةَ وَإِذَا قَصْرٌ أبيضُ بَيْنَيْنَاهِ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا يَا جَبْرِيلُ؟ قَالَ: هَذَا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ، فَانظُرْ إِلَيْهِ فذَكَرْتُ غَمْرَتَكَ فَقَالَ: يَا بَيْبِي أَنْتِ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ عَلَيْكَ أَغَارٌ؟ (۳)

iii- المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۸۶-۸۵

ii- العجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۱۵۵

i- احمد، ج ۷، ص ۱۳۰

ii- مسلم: ۲۳۹۱

i- بخاری: ۳۶۸۱

ii- مسلم: ۲۳۹۳

i- بخاری: ۳۶۷۹

۲۳ (۸۱۲۵): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ، وَابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ فِيهَا قَصْرًا أَوْ دَارًا فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا؟ قَالُوا: لِعَمْرٍو بْنِ الْخَطَّابِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ يَا أَبَا حَفْصٍ، فَلَمْ أَدْخُلْهَا فَبَكَى عَمْرٌو وَقَالَ: أَوْ عَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ (۱)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس میں ایک محل یا گھر دیکھا، میں نے پوچھا: یہ کس کے لئے ہے؟ فرشتوں نے بتلایا: یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔ میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اے ابو حفص! مجھے تمہاری غیرت یاد آگئی، اس لئے میں داخل نہ ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روتے لگ گئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غیرت کر سکتا ہوں؟

۲۵ (۸۱۲۶): أَخْبَرَنَا عَمْرٌو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِقَصْرِ مِنْ ذَهَبٍ قُلْتُ: لِمَنْ هَذَا؟ قَالُوا: لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَمَا يَمْنَعُنِي أَنْ أَدْخُلَهُ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِلَّا مَا أَعْلَمُ مِنْ غَيْرَتِكَ قَالَ: وَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ (۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا، تو میں نے سونے کا ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ کس کے لئے ہے؟ فرشتوں نے جواباً عرض کیا: قبیلہ قریش کے ایک آدمی کے لئے ہے، اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت نے مجھے اس محل میں داخل ہونے سے روک دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غیرت کر سکتا ہوں؟

۲۶ (۸۱۲۷): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِقَصْرِ مِنْ ذَهَبٍ قُلْتُ: لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ؟ قَالُوا: لِشَابٍّ مِنْ قُرَيْشٍ، فَظَنَنْتُ أَنِّي أَنَا هُوَ، فَقُلْتُ: وَمَنْ هُوَ؟ قَالُوا: عَمْرٌو بْنُ الْخَطَّابِ (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا، تو میں نے سونے کا ایک محل دیکھا، میں نے پوچھا: یہ محل کس کے لئے ہے؟ فرشتوں نے جواباً عرض کیا: ایک قریشی جوان کے لئے۔ میں نے سوچا: میں ہی وہ قریشی ہوں، پھر میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ فرشتوں نے بتلایا: وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے۔

- | | |
|-------------------------------|--|
| ۱۔ مسلم: ۲۳۹۳ | ۲۔ بخاری: ۷۰۲۳ |
| ۳۔ احمد، ج ۳، ص ۱۰۷ | ii۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۲۷ iii۔ ترمذی: ۳۶۸۸ |
| iv۔ السنن لابن ابی عاصم: ۱۲۶۶ | v۔ مسند ابی یعلیٰ: ۳۸۶۰ vi۔ الجعديات للبخاری: ۳۰۱۲ |
| vii۔ امام حبان: ۶۸۸۷ | viii۔ المختار: ۲۰۶۹ |

یہ روایت ایک دوسری سند عن الزبیدی عن الزہری سے بھی مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا تو میں نے خود کو جنت میں پایا، وہاں میں نے ایک محل کے کونے میں ایک عورت کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے بتلایا: عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ مجھے ان کی غیرت یاد آگئی، اس لئے واپس آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی مجلس میں موجود تھے، آپ رونے لگ گئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر میرا باپ قربان ہو! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غیرت کر سکتا ہوں؟

حضرت سعد بن ابوقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی، اس وقت انصار کی کچھ عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں اور خوب اونچی آواز میں باتیں کر رہی تھیں۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی، تو وہ پردے میں چلی گئیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سکرانے لگے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان کو تبسم ریز رکھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان عورتوں پر حیران ہوں جو میرے پاس تھیں، جب تمہاری آواز سنی تو وہ پردے میں چھپ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق دار ہیں کہ یہ عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈریں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟ عورتوں نے جواباً کہا: ہاں! آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت زیادہ سخت گیر اور سخت دل ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔

۲۷ (۸۱۲۸): أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ (۱)

۲۸ (۸۱۲۹): وَأَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةٌ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ إِذَا امْرَأَةٌ تَوَضَّأَتْ إِلَيَّ جَانِبٍ تَصْرَفْتُ لِي: لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ؟ فَقَالُوا: لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكَى عُمَرُ وَهُوَ فِي الْمَجْلِسِ قَالَ: عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ (۲)

۲۹ (۸۱۳۰): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ، عَنْ شُعَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ ابْنِ شِهَابَةَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَعِنْدَهُ نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ يَكَلِّمُهُنَّ وَيَسْتَكْبِرْنَ لَهُنَّ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ، فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ تَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ: أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجِبْتُ مِنْ هَؤُلَاءِ اللَّائِي كُنَّ عِنْدِي، فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ تَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَقَالَ عُمَرُ: وَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَهْبَنَ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: أَيُّ عَدَوَاتِ أَنْفُسِهِنَّ أَتَهْبِنُنِي وَلَمْ تَهْبَنِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْنَ: نَعَمْ، أَنْتَ أَفْظُ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَبَا إِلَّا سَلَكَ غَيْرَ فَبَجَكَ (۳)

۳۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے فضائل

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منورہ کے ایک باغ میں کنویں کے منڈیر پر پاؤں لٹکانے ہوئے تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری دو، پس حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوشخبری دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری دو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوشخبری دی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ اور عنقریب آزمائش میں مبتلا ہونے کا بھی بتلاؤ۔

حضرت نافع بن عبد الحارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منورہ کے باغات میں سے ایک باغ میں داخل ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: دروازے کو بند کر دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر داخل ہونے کی اجازت مانگی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منڈیر پر دونوں پاؤں لٹکائے تشریف فرما تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر بتلایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دروازے پر اجازت مانگ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو آنے دو اور جنت کی خوشخبری دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منڈیر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ دروازہ دوبارہ کھٹکھٹایا گیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور بتلایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجازت مانگ رہے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو آنے دو اور

۳۰ (۸۱۳۱): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ الْخُزَاعِيَّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي حَائِطٍ بِالْمَدِينَةِ عَلَى قَفِّ الْبَيْتِ مُدَلِّيًا رَجُلِيهِ فَدَقَّ الْبَابَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشْرَةٌ بِالْجَنَّةِ فَفَعَلَ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَدَلَّى رَجُلِيهِ ثُمَّ دَقَّ الْبَابَ عُمَرُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشْرَةٌ بِالْجَنَّةِ فَفَعَلَ ثُمَّ دَقَّ الْبَابَ عُثْمَانُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشْرَةٌ بِالْجَنَّةِ وَسَيَلِقُنِي بَلَاءٌ (۱)

۳۱ (۸۱۳۲): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ الْخُزَاعِيَّ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطًا مِنْ حَوَائِطِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لِبَلَالٍ: أَمْسِكْ عَلَيَّ الْبَابَ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَاسْتَأْذَنَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَفِّ مَا دَا رَجُلِيهِ، فَجَاءَ بَلَالٌ فَقَالَ: هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشْرَةٌ بِالْجَنَّةِ فَجَاءَ فَجَلَسَ وَدَلَّى رَجُلِيهِ عَلَى الْقَفِّ مَعَهُ ثُمَّ ضَرَبَ الْبَابَ فَجَاءَ بَلَالٌ فَقَالَ: هَذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ قَالَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشْرَةٌ بِالْجَنَّةِ قَالَ: فَجَاءَ فَجَلَسَ مَعَهُ عَلَى الْقَفِّ، وَدَلَّى رَجُلِيهِ، ثُمَّ ضَرَبَ الْبَابَ فَجَاءَ بَلَالٌ فَقَالَ: هَذَا عُثْمَانُ يَسْتَأْذِنُ قَالَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشْرَةٌ بِالْجَنَّةِ وَمَعَهَا بَلَاءٌ (۲)

ii۔ الادب المفرد للبخاری: ۱۱۹۵

۱۔ احمد، ج ۳، ص ۴۰۷

iii۔ السنة لابن ابی عاصم: ۱۱۴۷

ii۔ ابی داؤد: ۵۱۸۸

۲۔ احمد، ج ۳، ص ۴۰۸

جنت کی خوشخبری دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ منڈیر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ دروازہ پھر کھٹکھٹایا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر بتلایا: کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اجازت مانگ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں آنے دو اور جنت کی خوشخبری کے ساتھ ساتھ آزمائش کا بھی بتلاؤ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف فرماتھے، ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ کھولو اور جنت کی خوشخبری دو، میں نے دروازہ کھولا اور جنت کی خوشخبری دی، حضرت ابوبکر صدیق دروازے پر تھے۔ دوسری دفعہ دروازہ کھٹکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ کھولو اور جنت کی خوشخبری دو۔ اس دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دروازے پر موجود تھے۔ تیسری دفعہ دروازہ کھٹکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ کھولو اور جنت کی خوشخبری دو، ساتھ آزمائش کا بھی بتلاؤ، میں نے دروازہ کھولا، جنت کی خوشخبری دی اور ساتھ آزمائش کا بھی بتلایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ مدد فرمانے والا ہے۔

یہ حدیث دوسرے طریق عبید اللہ بن سعد، اناجی، ثنا ابن ابی عروبہ سے بھی مروی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی تھے، اچانک پہاڑ جھوننے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے پہاڑ! رک جا، تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

نوٹ: روایت کے الفاظ حضرت عمرو بن علی کے ہیں۔

۳۲ (۸۱۳۳): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَاللَّفْظُ لَهُ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ، فَاسْتَفْتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحَتْ لَهُ وَبَشَّرَتْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ اسْتَفْتَاهُ آخَرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا عُمَرُ، ثُمَّ اسْتَفْتَاهُ آخَرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى فَفَتَحَتْ وَبَشَّرَتْهُ بِالْجَنَّةِ وَأَخْبَرْتَهُ بِالَّذِي قَالَ قَالَ: اللَّهُ السُّتَعَانُ (۱)

۳۳ (۸۱۳۴): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ (۲)

۳۴ (۸۱۳۵): أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ، وَيَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أَحَدًا وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضْرَبَهُ بِرَجْلِهِ وَقَالَ: اثْبُتْ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ اللَّفْظُ لِعَبْرُو (۳)

۳۵ (۸۱۳۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنْ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ رُؤْيَا؟ فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا رَأَيْتُ مِيزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ، فَوُزِنْتَ أَنْتَ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحْتَ أَنْتَ بِأَبِي بَكْرٍ، ثُمَّ وُزِنَ عُمَرُ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ وُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ، ثُمَّ رَفَعَ الْمِيزَانَ فَرَأَيْتُ الْكِرَاهِيَةَ فِي وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کسی شخص نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک شخص نے بتلایا: میں نے آسمان سے اترتا ایک ترازو دیکھا، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر حضرت عمر اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری تھا، پھر حضرت عثمان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر ترازو اٹھالیا گیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔

فصل ۴: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، دوسری روایت کے مطابق: جو سب سے پہلے ایمان لایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۳۶ (۸۱۳۷): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ، عَنْ خَالِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَمْزَةَ مَوْلَى الْأَنْصَارِ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمٍ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلَيَّ (۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا: تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بنایا، بعض لوگوں نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور ان کی سنگت کو ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو راستے میں آکر ملے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بچوں اور عورتوں میں مدینہ منورہ میں رہنے دیا اور بعض لوگ کہتے ہیں: اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا ہے اور اس کی سنگت کو ناپسند کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! میں نے تجھے اپنے اہل و عیال میں

۳۷ (۸۱۳۸): أَخْبَرَنَا بَشْرُ بْنُ هَلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ خَلَّفَ عَلِيًّا بِالْمَدِينَةِ فَقَالُوا فِيهِ مَلَّةٌ وَكَرِهَةٌ صُحْبَتُهُ فَتَبِعَ عَلِيُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى لَحِقَهُ بِالطَّرِيقِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، خَلَفْتَنِي بِالْمَدِينَةِ مَعَ الدَّرَارِيِّ وَالنِّسَاءِ حَتَّى قَالُوا: مَلَّةٌ وَكَرِهَةٌ صُحْبَتُهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ إِنَّمَا خَلَفْتِكَ عَلَى أَهْلِي، أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (۳)

iii-الحاکم، ج ۳، ص ۷۱

ii-ترمذی، ۲۲۸۷

i-ابی داؤد، ۴۶۳۳

iii-المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۴۷

ii-ترمذی، ۳۷۳۵

i-احمد، ج ۴، ص ۳۷۸، ۳۷۱

iii-مسلم، ۲۴۰۴

چھوڑا ہے، کیا تو اس بات پر راضی نہیں! کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہے، جیسے حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سنا ہے: تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس کے کہ بے شک میرے ساتھ یا میرے بعد کوئی نبی نہیں؟ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں میں نے سنا ہے۔ میں نے دوبارہ پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے سنا ہے؟ انہوں نے کانوں میں انگلیاں رکھ کر کہا: ہاں، یہاں تک کہ ہم دونوں خاموش ہو گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (مدینہ منورہ میں) چھوڑا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں! کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۳۸ (۸۱۳۹): أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى (۱)

۳۹ (۸۱۴۰): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَعْقُوبَ الْمَاجِشُونُ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ قَالَ: سَأَلْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، فَهَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ مَعِيَ أَوْ بَعْدِي نَبِيٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُهُ قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ فَأَدْخَلَ إصْبَعِيهِ فِي أُذُنِيهِ قَالَ: نَعَمْ وَإِلَّا فَاسْتَكْتَمْتُ (۲)

۴۰ (۸۱۴۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدِ قَالَ: خَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تَخَلَّفَنِي فِي النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ فَقَالَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (۳)

۱- ایضاً ۲- ایضاً

۳- ایضاً بخاری: ۴۴۱۶ ii- مسلم: ۲۴۰۴

۴۱ (۸۱۳۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ إِبرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ (۱)

۴۲ (۸۱۳۳): أَخْبَرَنَا عَبْدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى الْجُهَنِيُّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلِيَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ عَلِيٍّ، فَقَالَ لَهَا رَفِيقِي: عِنْدِكَ شَيْءٌ عَن وَالِدِكَ مُثَبَّتٌ قَالَتْ: حَدَّثْتَنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے؟

حضرت موسیٰ الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میں نے فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا سے کہا میری مدد کیجئے؟ کیا تمہارے پاس اپنے والد کے حوالے سے کوئی مثبت چیز ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے اسی طرح ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں ولی ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے ولی ہیں۔

۴۳ (۸۱۳۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي بَرِيدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كُنْتُ وَلِيًّا، فَعَلِيٌّ وَلِيًّا (۳)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن گیا، اس دوران مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ شکایت ہوئی، جب میں واپس آیا، تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تنقیص پر مبنی گفتگو کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور رنگ متغیر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بریدہ رضی اللہ عنہ! کیا میں مومنوں کی جانوں سے بھی قریب نہیں ہوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔

۴۴ (۸۱۳۵): أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ سَلِيمَانُ بْنُ سَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي غَنِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ عَنْ بَرِيدَةَ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَلِيٍّ إِلَى الْيَمَنِ، فَرَأَيْتُ مِنْهُ جَفْوَةً فَقَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَدَكَّرْتُ عَلَيْهَا فَتَنَقَّصْتُهُ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ وَجْهَهُ قَالَ: يَا بَرِيدَةُ أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً، فَعَلِيٌّ مَوْلَاً (۳)

۱۔ بخاری: ۳۷۰۶	ii۔ مسلم: ۲۳۰۴	۲۔ احمد، ج ۶، ص ۳۶۹
۳۔ ۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۵۷	ii۔ احمد، ج ۵، ص ۳۵۰	iii۔ السنن لابن ابی عاصم: ۱۳۵۴
iv۔ ابن حبان: ۶۹۳۰	v۔ والحاکم، ج ۲، ص ۱۳۰-۱۲۹	vi۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۱۰
۴۔ ۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۸۳، ۲۸	ii۔ احمد، ج ۵، ص ۳۳۷	

حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں، میری ذمہ داری میں خود ہی ادا کروں گا یا علی رضی اللہ عنہ ادا کریں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجت الوداع سے لوٹے اور تھک رہے تھے پر قیام فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائبان لگانے کا حکم دیا۔ وہ لگا دیئے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لگتا ہے عنقریب مجھے بلاوا آنے کو ہے، جسے میں قبول کر لوں گا۔ بے شک میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جو ایک دوسرے سے بڑھ کر اہمیت کی حامل ہیں۔ اللہ کی کتاب اور میری عمرت۔ غور کرو! میرے بعد تم ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی، حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میرا مولا ہے اور میں ہر مومن کا مولا ہوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کا یہ مولیٰ ہے۔ اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! جو اسے دوست رکھے، تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے، تو اس سے عداوت رکھ۔ راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور فرمایا: سائبانوں میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا، جس نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو اور یہ الفاظ اپنے کانوں سے نہ سنے ہوں۔

۴۵ (۸۱۳۶): أَخْبَرَنَا قَتِيبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ يَزِيدَ الرَّشِيقِ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي (۱)

۴۶ (۸۱۳۷): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ جُنَادَةَ السُّلَوِيُّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِيٌّ مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ، وَلَا يُؤَدِي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِيٌّ (۲)

۴۷ (۸۱۳۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَّانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: لَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَنَزَلَ غَدِيرَ خُمٍّ أَمَرَ بِدُوحَاتِهِ فَمِيعَنَ، ثُمَّ قَالَ: "كَأَنِّي قَدْ دُعِيتُ فَأَجِبتُ، إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ: كِتَابَ اللَّهِ وَعِترَتِي أَهْلَ بَيْتِي، فَانظُرُوا كَيْفَ تَخْلُقُونِي فِيهِمَا؟ فَإِنَّمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ" ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ مَوْلَايَ وَأَنَا وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ وَلِيًّا فِهَذَا وَوَلِيُّهُ اللَّهُمَّ وَالِ مِنْ وَالِيٍّ وَعَادٍ مِنْ عَادِكَةٍ فَعَلْتُ لِزَيْدٍ: سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا كَانَ فِي الدُّوحَاتِ رَجُلٌ إِلَّا رَأَاهُ بِعَيْنِي وَسَمِعَهُ بِأُذُنِي (۳)

۱- مسند الطيالسی: ۸۲۹

ii- احمد، ج ۴، ص ۲۳۸-۲۳۷

iii- ترمذی: ۳۷۱۲

iv- الجامع، ج ۳، ص ۱۱۰-۱۱۱

v- ابن حبان: ۶۹۲۹

۲- احمد، ج ۴، ص ۱۲۴

۳- احمد، ج ۱، ص ۱۱۸

iii- المسند رک للجامع، ج ۳، ص ۱۱۸

ii- السنن لابن ابی عامر: ۱۳۶۵

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص سے محبت کرتے ہیں، اگلی صبح تمام لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، یہ امید رکھے ہوئے کہ جھنڈا انہیں عطا کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کدھر ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور ان کو لے کر آؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دھن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگایا اور ان کے لئے دعا کی۔ وہ اسی وقت صحت یاب ہو گئے، جیسا کہ وہ کبھی اس بیماری میں مبتلا ہی نہیں ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ان سے جہاد کروں گا، یہاں تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نرمی کے ساتھ روانہ ہو، جب تم ان کے ساتھ میدان میں اترو، تو انہیں اسلام کی دعوت دینا۔ اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری وجہ سے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت عطا کر دی، تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے، یا فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے فتح عطا فرمائی۔

۲۸ (۸۱۴۹): أَخْبَرَنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: «لَأُعْطِينَ الرَّايَةَ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا قَالَ: «أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالُوا: «هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ: «فَارْسُلُوا إِلَيْهِ فَأَتَى بِهِ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتَّى كَانَ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيُّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا قَالَ: «انْفِذْ عَلِيُّ رِسْلَكَ حَتَّى تَنْزَلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ (۱)

۲۹ (۸۱۵۰): أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْتَمِرُ بْنُ سَلِيمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رَبِيعٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حَصِينٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَأُعْطِينَ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أَوْ قَالَ: يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَدَعَا عَلَيْهِ، وَهُوَ أَرْمَدٌ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَى يَعْنِي يَدَيْهِ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آج جھنڈا اس شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتظار کرنے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: علی کدھر ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دھن ہتھیلیوں پر ڈال کر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں پر لگا دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے اسی اثناء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، باقی لوگ باہر چلے گئے۔ جب وہ باہر نکلے تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نہیں نکالا اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخل کیا ہے؟ تمام لوگ لوٹ کر واپس آ گئے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخل کیا ہے اور نہ ہی تمہیں باہر نکالا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخل کیا ہے اور تمہیں باہر نکالا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: اس رب کی قسم! جو دانے کو پھاڑنے والا اور روح کو بالیدگی عطا کرنے والا ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ: مجھ سے ہر مومن محبت کرے گا اور مجھ سے بغض رکھنے والا ہر شخص منافق ہوگا۔

۵۰ (۸۱۵۱): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِأَدْفَعَنَّ الرَّأْيَةَ الْيَوْمَ إِلَى رَجُلٍ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَتَطَاوَلَ الْقَوْمُ فَقَالَ: أَيُّنَ عَلِيٍّ؟ قَالُوا: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، فَدَعَا بِهِ فَبَزَقَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كَفِّهِ، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا عَيْنِي عَلِيٌّ وَدَفَعَ إِلَيْهِ الرَّأْيَةَ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ (۱)

۵۱ (۸۱۵۲): قَرَأْتُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ ابْنِ عِيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَلَمْ يَقُلْ مَرَّةً عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ جُلُوسٌ، فَدَخَلَ عَلِيٌّ، فَلَمَّا دَخَلَ خَرَجُوا، فَلَمَّا خَرَجُوا تَلَاوَمُوا فَقَالُوا: وَاللَّهِ مَا أَخْرَجْنَا وَأَدْخَلَهُ، فَرَجَعُوا فَدَخَلُوا فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَنَا أَدْخَلْتُهُ وَأَخْرَجْتُمْ، بَلِ اللَّهُ أَدْخَلَهُ وَأَخْرَجَكُمْ (۲)

۵۲ (۸۱۵۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زُرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ إِلَيَّ، أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يَبْغُضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ (۳)

۱- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۶۹ ii- مسند اسحاق بن راہویہ: ۲۰۹

۱- مسند البزار، كشف الاستار: ۲۵۵۶ ii- طبقات المحررین باصمیان لابی الشیخ: ۱۶۵ iii- تاریخ اصمیان لابی نعیم، ج ۲، ص ۱۷۷

iv- تاریخ بغداد للخطیب، ج ۳، ص ۲۲۰-۲۱۹

۳- مسلم: ۷۸

حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو قسمیں اٹھا کر بیان کرتے ہوئے ہے کہ: یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، جنہوں نے غزوہ بدر کے دن مقابلہ کیا: ان میں (مسلمانوں کی طرف سے) حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم تھے اور (کفار مکہ کی طرف سے) عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تھے۔

۵۳ (۸۱۵۳): وَفِيهَا قَرَأَ عَلَيْنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي مَجَلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُنَسِّمُ قَسْمًا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ تَبَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةَ وَعَلِيًّا، وَعَبِيدَةَ بْنَ الْحَارِثِ وَعُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَا رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدَ بْنَ عُتْبَةَ (۱)

فصل ۵: حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے فضائل:

حضرت سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں خلافت تیس سال تک ہوگی، اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: ہمارے مطابق اس سے مراد حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا زمانہ خلافت ہے۔

۵۴ (۸۱۵۵): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جَمَاهَانَ عَنْ سَفِينَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ مَلَكًا بَعْدَ ذَلِكَ قَالَ: فَحَسْبُنَا فَوْجِدُنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيًّا (۲)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حراء پہاڑ جھومنے لگا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حراء ٹھہر جا! تیرے اوپر نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہیں۔ اس وقت حراء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور میں (حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ) موجود تھے۔

۵۵ (۸۱۵۶): أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّاهُ عَنْ جُسَيْنٍ، عَنْ زَائِدَةَ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْحُرَيْنِ صَبَاحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَحْنَسِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: ائْتَمَرْتُ حِرَاءَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْتَمْتُ حِرَاءَ، فَلَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ وَعَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَأَنَا (۳)

- | | | |
|--|--------------------------------|---------------------------|
| i- بخاری: ۳۹۶۵ | ii- مسلم: ۳۰۳۳ | |
| ii- لآ حادو المشائی لابن ابی عاصم: ۱۴۰ | iii- الشریحہ لآ جری: ۱۱۷۸ | |
| i- مصنف ابن ابی ہبیب، ج ۱۲، ص ۱۵ | ii- مسند الشاشی: ۱۹۵، ۱۹۴، ۱۹۳ | iii- واخرجه ابوداؤد: ۳۶۳۹ |
| iv- ترمذی: ۳۷۵۷ | | |

۶۔ حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: جوتا پہننے، سوار ہونے، اونٹنی پر بیٹھنے اور پیدل چلنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخص نہیں ہے۔

۵۶ (۸۱۵۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا أَحْتَدِي النَّعَالَ وَلَا رِكَبَ الْكُورِ وَلَا رِكَبَ الْمُطَايَا، وَلَا وَطْءَ التُّرَابِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ (۱)

حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی عبداللہ بن جعفر کو سلام کرتے تو یہ الفاظ کہتے: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ تَمَّ بِرِسْلَاتِي هُوَ، اے دوپروں والے کے بیٹے

۵۷ (۸۱۵۸): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا سَلَّمَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ (۲)

حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور منادی کو ندا کا حکم دیا، اس نے آواز دی: الصلوة جامعة (اگٹھے ہو جاؤ)۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبر سنو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین دفعہ ادا فرمائے!) میں تمہیں تمہارے غازی لشکر کے بارے میں بتلاتا ہوں، بے شک وہ (مسلمان فوج) روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ان کی دشمن سے مڈ بھڑ ہوئی، سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہادت نصیب ہوئی تم ان کے لیے بخشش کی دعا کرو۔ پھر علم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا، وہ بڑی دلیری کے ساتھ دشمن سے لڑے، انہیں بھی شہید کر دیا گیا، میں ان کی شہادت کی گواہی دیتا ہوں، تم ان کی لیے بھی بخشش کی دعا کرو۔ پھر علم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا، وہ بڑے ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ انہیں بھی شہادت نصیب ہوئی، پس تم ان کے لئے بھی طلب

۵۸ (۸۱۵۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ نَعِيمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: أَبِي، أَخْبَرَنَا قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ شَيْبَانَ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَمِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رِبَاعٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَأَمَرَ الْمُنَادِيَ أَنْ ينادِيَ الصَّلَاةَ جَامِعَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَابَ حَبْرٌ، ثَابَ حَبْرٌ، ثَابَ حَبْرٌ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنْ جَيْشِكُمْ هَذَا الْغَازِي؟ إِنَّهُمْ أَنْطَلِقُوا حَتَّى إِذَا لَقُوا الْعَدُوَّ، لَكِنَّ زَيْدًا أُصِيبَ شَهِيدًا فَاسْتَفِيرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللَّوَاءَ جَعْفَرٌ فَشَدَّ عَلَى الْقَوْمِ فَقَتَلَ شَهِيدًا، أَنَا أَشْهَدُ لَهُ بِالشَّهَادَةِ فَاسْتَفِيرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللَّوَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَانْبَتَتْ قَدَمُهُ حَتَّى أُصِيبَ شَهِيدًا فَاسْتَفِيرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللَّوَاءَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَكَمْ يَكُنْ مِنَ الْأَمْرَاءِ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَبْعِيهِ وَقَالَ: اللَّهُمَّ هَذَا سَيْفٌ مِنْ سَيُوفِكَ فَانْتَصِرْ بِهِ فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ خَالِدٌ سَيْفَ اللَّهِ (۳)

۱۔ احمد، ج ۲، ص ۲۱۲

۲۔ ترمذی: ۳۷۶۳

۳۔ احمد، ج ۲، ص ۲۱۲

۱۔ احمد، ج ۲، ص ۲۱۲

۲۔ بخاری: ۳۷۰۹

۳۔ احمد، ج ۲، ص ۲۱۲

۱۔ احمد، ج ۲، ص ۲۱۲

۲۔ السنن الکبریٰ، ج ۳، ص ۳۶۸-۳۶۷

۳۔ احمد، ج ۲، ص ۲۱۲

مغفرت کرو۔ پھر علم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا، حالانکہ وہ امراء لشکر میں سے نہ تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے یہ دعا مانگی: اے اللہ تعالیٰ! یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، تو اس کی مدد فرما۔ اس دن سے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک آل جعفر کے گھر تشریف نہ لے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میرے بھائی کے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غمگین حالت میں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سروں کے موٹے ہننے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا: محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ میرے چچا ابوطالب کی شبیہ ہیں اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ صورت اور سیرت میں میری شبیہ ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے ہاتھوں کو پکڑ کر دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! جل جلالہ! تو جعفر کے گھر والوں کے لئے قائم مقام بن جا اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے سودے میں برکت عطا فرما (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تین مرتبہ فرمائی)

۵۹ (۸۱۶۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي يَعْقُوبَ يُحَدِّثُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَ آلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا أَنْ يَأْتِيَهُمْ ثُمَّ أَتَاهُمْ فَقَالَ: لَا تَبْكُوا أَحْيَى بَعْدَ الْيَوْمِ ثُمَّ قَالَ: أَيُّتُونِي بِنِي أَحْيَى فَجِيءَ بِنَا كَأَنَّا أَفْرَاحٌ فَأَمَرَ بِحَلْقِ رُءُوسِنَا "ثُمَّ قَالَ: أَمَّا مُحَمَّدٌ فَشَبِيهُ عَمَّنَا أَبِي طَالِبٍ وَأَمَّا عَبْدُ اللَّهِ فَشَبِيهُ خَلْقِي وَخَلْقِي ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اخْلُفْ جَعْفَرًا فِي أَهْلِهِ، وَبَارِكْ لِعَبْدِ اللَّهِ فِي صَفْقَةِ يَمِينِهِ، اللَّهُمَّ اخْلُفْ جَعْفَرًا فِي أَهْلِهِ، وَبَارِكْ لِعَبْدِ اللَّهِ فِي صَفْقَةِ يَمِينِهِ، اللَّهُمَّ اخْلُفْ جَعْفَرًا فِي أَهْلِهِ وَبَارِكْ لِعَبْدِ اللَّهِ فِي صَفْقَةِ يَمِينِهِ (۱)

۷۔ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اسی اثنا میں وہاں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ گذرے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو گردن سے پکڑا اور فرمایا: مجھے میرے باپ کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شبیہ نہیں ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، آپ رضی اللہ عنہ مسکرانے لگ گئے۔

۶۰ (۸۱۶۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مَلِيكَةَ، عَنْ عَقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: إِنِّي مَعَ أَبِي بَكْرٍ حِينَ مَرَّ عَلَيَّ الْحَسَنُ فَوَضَعَهُ عَلَيَّ عُنُقِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَبِي شَبِيهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شَبِيهُ عَلَيَّ، وَعَلَيَّ مَعَهُ فَبَجَعَلْ يَضْحَكُ (۲)

iii۔ ابوداؤد: ۳۱۹۲

ii۔ الطبقات الكبرى لابن سعد، ج ۴، ص ۳۷-۳۶

i۔ احمد، ج ۱، ص ۲۰۵-۲۰۴

iv۔ رياض الصالحين للنووي: ۱۶۴۲

بخاری: ۳۷۵۰

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شباہت تھی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھایا ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے تھے: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت فرما۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت فرما اور جو حسن سے محبت کرے، تو اس سے بھی محبت فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کچھ بات کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف چہرہ مبارک کر کے ان کا بوسہ لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: مجھے یقین ہے کہ اس کے ذریعے سے میری امت کے دو گروہوں میں صلح ہوگی۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا ہوا تھا اور فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے دو مسلمان گروہوں میں صلح کروائے گا۔

۶۱ (۸۱۶۲): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَحِيْفَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشَبِّهُهُ (۱)

۶۲ (۸۱۶۳): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ: حَدَّثَنَا أُمِيَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ عَلَى عَاتِقِهِ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَحِبُّ هَذَا فَأَجِبْهُ (۲)

۶۳ (۸۱۶۴): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْحَسَنِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَحِبُّهُ فَأَجِبْهُ وَأَجِبْ مَنْ يُحِبُّهُ (۳)

۶۴ (۸۱۶۵): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي أَنَسًا قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَخْطُبُ وَالْحَسَنُ عَلَى فِخْذِهِ فَيَتَكَلَّمُ مَا بَدَأَ لَهُ ثُمَّ يَقْبَلُ عَلَيْهِ فَيَقْبَلُهُ فَيَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَحِبُّهُ فَأَجِبْهُ قَالَ وَيَقُولُ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ مِنْ أُمَّتِي (۴)

۶۵ (۸۱۶۶): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْتَضِنُ الْحَسَنَ وَيَقُولُ: إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهُ أَنْ يُصْلِحَ عَلَيَّ يَدِيهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (۵)

ii - مسلم: ۲۴۲۲

i - بخاری: ۳۷۴۹

- ۲

ii - مسلم: ۲۳۳۳

i - بخاری: ۳۵۲۳

- ۳ مسلم: ۲۴۲۱

iii - بخاری: ۳۶۲۹

ii - ترمذی: ۳۳۷۳

i - ابوداؤد: ۴۶۶۲

- ۵ بخاری: ۳۷۴۹، ۳۷۰۴

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا یا اکثر حاضر ہوتا تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر کھیل رہے تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں اس امت کے پھول ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن اور حسین سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں: سوائے دو خالہ زاد بھائیوں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت سجدہ میں گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دونوں کو روکنے کا ارادہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے صحابہ کرام کو منع کر دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی، تو دونوں کو اپنی گود مبارک میں بٹھالیا اور فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے، اس پر ان دونوں کی محبت لازم ہے۔

۶۶ (۸۱۶۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَعْنِي أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: دَخَلْتُ أَوْ رِيْمًا دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَتَقَلَّبَانِ عَلَيَّ بِطَبِيءٍ قَالَ: وَيَقُولُ: رِيْحَانَتِي مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ (۱)

۶۷ (۸۱۶۸): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الْجَعْفَانِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْبَبَهُمَا فَقَدْ أَحْبَبَنِي، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ (۲)

۶۸ (۸۱۶۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ مَرْوَانَ عَنِ الْحَكَمِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَمِيحٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا ابْنِي الْخَالَةِ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَيَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا (۳)

۶۹ (۸۱۷۰): أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَيَأْتِي سَجْدًا وَتَبَّ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَى ظَهْرِهِ فَإِذَا أَرَادُوا أَنْ يَمْنَعُوهُمَا أَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ دَعُوهُمَا فَلَمَّا صَلَّى وَضَعَهُمَا فِي حِجْرِهِ ثُمَّ قَالَ: مَنْ أَحْبَبَنِي فَلْيَحِبِّ هَذَيْنِ (۴)

- | | | | |
|-----------------------------------|---------------------------------------|--|-----|
| i- احمد، ج ۲، ص ۸۵ | ii- بخاری: ۳۷۵۳ | iii- ترمذی: ۳۷۷۰ | - ۱ |
| i- ابن ماجہ: ۱۳۳ | ii- المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۳، ص ۲۸ | iii- المسجد رک علی المحسن للحاکم، ج ۳، ص ۱۸۷ | - ۲ |
| i- احمد، ج ۳، ص ۸۲-۸۳، ۶۴، ۶۸، ۶۹ | ii- ترمذی: ۳۷۶۸ | iii- المسجد رک، ج ۳، ص ۱۶۷-۱۶۶ | - ۳ |
| i- ابن حبان: ۶۹۵۹ | | | |
| i- مسند ابن ابی شیبہ: ۳۹۷ | ii- مسند الشافعی: ۶۳۸ | iii- مسند ابی یحییٰ: ۵۰۱۷ | - ۴ |
| i- مسند ابی یحییٰ: ۱۸۳۳ | ii- ابن خزیمہ: ۸۸۷ | | |

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اٹھایا ہوا تھا اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ! تو ان دونوں سے محبت فرما، کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔

۷۰ (۸۱۷۱): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ التَّمِيمِيِّ، وَأَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا التَّمِيمِيُّ، عَنْ أَبِي عَثْمَانَ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُنِي وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَيَقُولُ: اللَّهُمَّ أَحِبَّهُمَا فَإِنِّي أَحِبُّهُمَا (۱)

۸۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو قسم اٹھا کر بیان کرتے ہوئے سنا: ”دو فریق جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔“ یہ آیت مبارکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ، حضرت عبیدہ بن حارث (مسلمان گروہ) اور شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ (کفار مکہ کا گروہ) کے بارے میں نازل ہوئی، جو کہ بدر کے دن جھگڑے تھے۔

۷۱ (۸۱۷۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي مَجَلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عِبَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقْسِمُ: لَقَدْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (هَذَانِ غَضَبَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ) (الحج: ۱۹) فِي عَلِيٍّ وَحَمْزَةَ وَعُبَيْدَةَ بْنَ الْحَارِثِ وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدَ بْنَ عُتْبَةَ اخْتَصَمُوا يَوْمَ بَدْرٍ (۲)

۹۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت عباس رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

۷۲ (۸۱۷۳): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْعَبَّاسَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ (۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: یہ عباس بن عبدالمطلب ہیں، جو قبیلہ قریش سے، بہت سخی، آبرو اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔

۷۳ (۸۱۷۴): أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ التَّمِيمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعُ أَبُو سَهْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: هَذَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَحْمَدُ قُرَيْشٍ كَفًّا وَأَوْصَلَهَا (۴)

ii- مسلم: ۳۰۳۳

i- بخاری: ۲۲۷۷

بخاری: ۳۷۲۷

iii- الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۳-۲۴

ii- ترمذی: ۳۷۵۹

i- احمد، ج ۱، ص ۳۰۰

iii- المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۹۲۷

ii- المعرفۃ والتاریخ للفوسی، ج ۱، ص ۵۰۲

iv- المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۲۹، ۳۲۵

i- احمد، ج ۱، ص ۱۸۵

v- ابن حبان: ۷۰۵۲

iv- المستدرک، ج ۳، ص ۳۲۹، ۳۲۸

حضرت حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام خم پر ایک چشمہ کے قریب کھڑے ہوئے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی، پھر وعظ و نصیحت کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! بہر حال میں ایک انسان ہوں، امید ہے عنقریب میرے پروردگار کا فرشتہ (اجل) میرے پاس آئے گا اور میں اسے جواب (اجازت) دوں گا: بے شک میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) ہے، اس میں ہدایت اور روشنی ہے، جو اس کو (قرآن) مضبوطی سے تھامے گا، وہ ہدایت پر ہوگا اور جو اس پر عمل نہیں کرے گا اور چھوڑ دے گا، وہ گمراہی پر ہوگا۔ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔ حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اہل بیت سے کون مراد ہیں؟ کیا ازواج مطہرات اہل بیت نہیں ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں! ازواج مطہرات اہل بیت ہی ہیں، لیکن اہل بیت سے مراد وہ سب لوگ ہیں، جن پر صدقہ حرام ہے۔ حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ کون ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ آل علی رضی اللہ عنہ، آل عقیل رضی اللہ عنہ، آل جعفر رضی اللہ عنہ اور آل عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت مطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بن حارث رضی اللہ عنہ کرتے ہیں: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غصہ کی حالت میں آئے، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں کیوں ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ہمارے ساتھ

۷۴ (۸۱۷۵): أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّمِيمِيِّ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ يَزِيدِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَحَصِينُ بْنُ سَمْرَةَ بْنِ عُمَرَ بْنِ مُسْلِمٍ، إِلَى زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَجَلَسْنَا إِلَيْهِ فَقَالَ حَصِينُ: يَا زَيْدُ، حَدَّثْنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا شَهِدْتَ مَعَهُ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ يُدْعَى حُمًا فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَوَعَّظَ وَذَكَرْتُمْ قَالَ: "أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَنِي رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبُهُ وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ: أَوْلَاهُمَا كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ، وَمَنْ اسْتَمْسَكَ بِهِ وَأَخَذَ بِهِ كَانَ عَلَى الْهُدَى، وَمَنْ أَخْطَأَهُ وَتَرَكَهُ كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ وَأَهْلُ بَيْتِي أَذْكَرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ حَصِينُ: فَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ يَا زَيْدُ؟ أَلَيْسَ نِسَاءُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ: بَلَى، إِنَّ نِسَاءً مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلَكِنَّ أَهْلَ بَيْتِهِ مِنْ حُرْمِ الصَّدَقَةِ قَالَ: مَنْ هُمْ؟ قَالَ: آلُ عَلِيٍّ، وَآلُ عَقِيلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ الْعَبَّاسِ (۱)

۷۵ (۸۱۷۶): أَخْبَرَنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ يَزِيدِ بْنِ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنِي الْمُطَّلِبُ بْنُ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا وَأَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ: مَا أَغْضَبَكَ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا لَنَا وَلِقُرَيْشٍ،

قریش والوں کا رویہ درست نہیں ہے؟ جب وہ آپس میں ملتے ہیں، تو خوشگوار موڈ میں ملتے ہیں، لیکن جب ہم سے ملتے ہیں تو ان کا انداز خوشگوار نہیں ہوتا۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور غصہ کی وجہ سے سرخ ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی عزت کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! (تم میں سے) کسی بھی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا، جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت نہ کرو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! جس شخص نے میرے چچا کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی، کیونکہ آدمی کا چچا، اس کے باپ کی مثل ہے۔

إِذَا تَلَّاقُوا بَيْنَهُمْ تَلَّاقُوا بِوَجْهِهِ مُبَشِّرَةٍ وَإِذَا لَقُونَا لَقُونَا بِغَيْرِ ذَلِكَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيمَانُ حَتَّى يُحِبَّكُمْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ آذَى عَنِّي فَقَدْ آذَانِي، إِنَّمَا عَمَّ الرَّجُلِ صِنُؤُ أَبِيهِ (۱)

۱۰۔ حبر الامۃ، عالم الامۃ، ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کے فضائل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم ﷺ بیت الخلا میں داخل ہوئے، میں نے آپ ﷺ کے لئے پانی رکھا۔ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلا سے باہر تشریف لائے تو پوچھا: پانی کس نے رکھا تھا؟ میں نے عرض کیا: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے، آپ ﷺ نے دعا دی: اے اللہ تعالیٰ! تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کو فقہت عطا فرما۔

۷۶ (۸۱۷۷): أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي النَّضْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ الْيَشْكُرِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي يَزِيدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعَتْ لَهُ مَاءً فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ صَنَعَ ذَا؟ قُلْتُ: ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: اللَّهُمَّ فَفَهِّمْهُ (۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: رسول اللہ ﷺ نے دفعہ میرے لئے یہ دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ! اس کو حکمت عطا فرما۔

۷۷ (۸۱۷۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: دَعَا لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤْتِيَنِي الْحِكْمَةَ مَرَّتَيْنِ (۳)

iii - مسلم: ۹۸۳

ii - ترمذی: ۳۷۵۸

i - مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۱۰۸

ii - مسلم: ۲۳۷۷

i - بخاری: ۱۳۳

ii - ترمذی: ۳۸۲۳

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اسے حکمت عطا فرما۔

۷۸ (۸۱۷۹): أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ضَمَّنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِهِ وَقَالَ: اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْحِكْمَةَ (۱)

۱۱۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے معتمد اور امین ہو: تم زینب کے پاس جا کر میرا ذکر کرو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ان کے پاس گیا، اس وقت وہ آٹا گوندھ رہی تھیں، جب میں نے ان کو دیکھا تو میرے دل میں ان کی بہت عظمت پیدا ہو گئی، یہاں تک کہ میں ان کی طرف دیکھنے کی تاب نہ لایا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا میرے علم میں تھا۔ پس میں ان کی طرف پیٹھ بھر کر کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا: اے زینب! تمہیں خوشخبری مبارک ہو! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، وہ تمہارا ذکر فرما رہے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اپنے رب کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کروں گی، پھر وہ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ چلی گئیں۔ اسی وقت قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت کے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئے۔

۷۹ (۸۱۸۰): أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا زَيْدُ مَا أَحَدٌ أَوْثَقُ فِي نَفْسِي، وَلَا آمَنُ عِنْدِي مِنْكَ فَادْكُرْهَا عَلَيَّ فَأَنْطَلَقْتُ، فَإِذَا هِيَ تَخْبِزُ عَجِينَهَا، فَلَمَّا رَأَيْتَهَا عَظُمْتُ فِي صَدْرِي حَتَّى مَا اسْتَطَعْتُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَيْهَا حِينَ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا، فَوَلَّيْتُهَا ظَهْرِي، وَقُلْتُ: يَا زَيْنَبُ أَبْشِرِي أَرْسَلَنِي نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُكِ فَقَالَتْ: مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتَّى أُوَامِرَ رَبِّي، فَقَامَتْ إِلَيَّ مَسْجِدَهَا، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا بِغَيْرِ إِذْنٍ (۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس کا امیر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی امارت پر اعتراض کرتے ہو، حالانکہ تم اس سے پہلے ان کے والد کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو، خدا کی قسم: وہ امارت کے حق دار تھے اور وہ لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ تھے اور ان کے بعد یہ (مراد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ) مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

۸۰ (۸۱۸۱): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، وَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِي أَمْرِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ تَطَعْتُمْ فِي أَمْرِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطَعْتُمْ فِي أَمْرِهِ مِنْ قَبْلُ، وَإِيمُ اللَّهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْبُؤْمَرَةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هَذَا لِمَنْ أَحَبَّ النَّاسَ إِلَى بَعْدِهِ (۳)

۱۳۲۸: مسلم

۲

بخاری: ۳۷۵۶

۱

۲۳۶۶: مسلم

۱۱

بخاری: ۳۳۶۹

۳

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لشکر بھی بھیجا، اگر اس میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ہی امیر لشکر بناتے۔ اگر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد ان کو خلیفہ بناتے۔ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سند میں موجود راوی حضرت بھئی کا نام عبد اللہ ہے۔

۱۲۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑا اور اپنی ران پر بٹھایا اور دوسری ران پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیٹھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دونوں کے لئے یہ دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! تو ان دونوں سے محبت کر، کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بعض لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی امارت پر اعتراض کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: اگر تم اسامہ بن زید کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو، تو تم اس سے پہلے اس کے والد کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو۔ خدا کی قسم! وہ امارت کے حقدار تھے اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے۔ زید کے بعد اسامہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ تم ان کے بارے میں خیر کو لازم پکڑو، وہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہیں۔

۸۱ (۸۱۸۲): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلِيمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَائِلُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبُهَيْ، يُحَدِّثُ أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُولُ: مَا بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فِي جَيْشٍ قَطُّ إِلَّا أَمَرَهُ عَلَيْهِمْ، وَلَوْ بَقِيَ بَعْدَهُ لَأَسْتَخْلَفَهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: اسْمُ الْبُهَيْ عَبْدِ اللَّهِ (۱)

۸۲ (۸۱۸۳): أَخْبَرَنَا قَتِيبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عَثْمَانَ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ بِيَدِي وَيَدِ الْحَسَنِ فَيَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا (۲)

۸۳ (۸۱۸۴): أَخْبَرَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَوَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا تَيْمِيمَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عَثْمَانَ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُنِي فَيُقْعِدُنِي عَلَى فِخْذِهِ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ بْنِ عَلِيٍّ عَلَى فِخْذِهِ الْآخَرِي، ثُمَّ يَضَعُنَا ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ أَحِبَّهُمَا، فَإِنِّي أُحِبُّهُمَا (۳)

۸۴ (۸۱۸۵): أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ طَعَنَ النَّاسُ فِي إِمَارَةِ ابْنِ زَيْدٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنْ تَطَعَنُوا فِي إِمَارَةِ ابْنِ زَيْدٍ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطَعَنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ، وَإِيْمُ اللَّهِ إِنْ كَانَ حَقِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لِمَنْ أَحَبَّ النَّاسُ كُلَّهُمْ إِلَيَّ، وَإِنْ هَذَا لِأَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ فَاسْتَوْصُوا بِهِ خَيْرًا، فَإِنَّهُ مِنْ خَيْرِكُمْ (۴)

ii- احمد، ج ۶، ص ۲۲۷
iv- المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۱۵
بخاری: ۶۰۰۳
ii- مسلم: ۲۳۲۶

i- الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۳۶
iii- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۵۱۹، ج ۱۲، ص ۱۳۰
بخاری: ۳۷۳۵
i- بخاری: ۶۶۲۷

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ناپسند کر رہے ہیں اور ان کی امارت پر اعتراض کر رہے ہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسامہ رضی اللہ عنہ کو ناپسند کر رہے ہو اور اس کی امارت پر طعن کر رہے ہو، حالانکہ تم اس کے والد کے بارے میں بھی یہی کہتے ہو، وہ امارت کے حقدار تھے اور لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ پسند تھے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا، مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تم ان کے بارے میں بھلائی کو لازم پکڑو، بے شک وہ تمہارے اچھے لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب بھی یہ حدیث سنی، تو آپ رضی اللہ عنہ سے اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا استثنیٰ فرماتے تھے۔

۸۵ (۸۱۸۶): أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعَاذِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ، فَبَلَغَهُ أَنَّ النَّاسَ يَعْيبُونَ أُسَامَةَ وَيَطْعَنُونَ فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ: إِنَّكُمْ تَعْيبُونَ أُسَامَةَ وَتَطْعَنُونَ فِي إِمَارَتِهِ، وَقَدْ فَعَلْتُمْ ذَلِكَ بِأَبِيهِ مِنْ قَبْلُ، وَإِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ لِأَحَبِّ النَّاسِ كُلِّهِمْ إِلَيَّ، وَإِنَّ ابْنَهُ هَذَا مِنْ بَعْدِهِ لِأَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَاسْتَوْصُوا بِهِ خَيْرًا، فَإِنَّهُ مِنْ خِيَارِكُمْ. قَالَ سَالِمٌ: فَمَا سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ هَذَا الْحَدِيثَ قَطُّ إِلَّا قَالَ: مَا حَاشَا فَاطِمَةَ (۱)

۱۳۔ حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور یہ کہہ رہے تھے: آج تم میں سے میرے علاوہ کوئی دین ابراہیم پر نہیں ہے اور یہ بھی کہہ رہے تھے: میرا معبود، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معبود ہے، میرا دین حضرت ابراہیم علیہ السلام والا دین ہے، جب اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قیامت کے دن اکیلا ہی امت کے طور پر اٹھایا جائے گا۔ اس کا زمانہ میرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہے۔

۸۶ (۸۱۸۷): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَنْصُورٍ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءِ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: رَأَيْتُ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو بْنِ نَفِيلٍ وَهُوَ مُسْنَدٌ ظَهْرَهُ إِلَيَّ الْكَعْبَةَ وَهُوَ يَقُولُ: مَا مِنْكُمْ الْيَوْمَ أَحَدٌ عَلَى دِينِ إِبْرَاهِيمَ غَيْرِي وَكَانَ يَقُولُ: إِلَهِي إِلَهُ إِبْرَاهِيمَ، وَدِينِي دِينُ إِبْرَاهِيمَ قَالَتْ: وَذَكَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُمَّةٌ وَحِدَةٌ بَيْنِي وَبَيْنَ عِيسَى (۲)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں موجود ایک پتھر کے پیچھے تشریف فرما ہوئے، ہم نے وہاں پر ایک بکری ذبح کی، اس کا گوشت صاف کیا اور پکا کر اپنے دسترخوان میں رکھ لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے، یہ دن انتہائی گرم دنوں میں سے ایک تھا، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتے چلتے مکہ کی اوپر والی وادی میں پہنچے، وہاں پر ہمیں زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ ملے۔ ہم نے ایک دوسرے کو جاہلیت والا سلام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن عمرو سے پوچھا: آپ کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر معترض کیوں ہے؟ حضرت زید بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم: مجھے ان کے ساتھ کوئی ہیجان نہیں، سوائے اس کے کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ گمراہی پر ہیں۔ میں اس دین کو تلاش کرنے کے لئے نکلا اور یثرب کے احبار کے پاس پہنچا، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔ میں نے سوچا: یہ وہ دین نہیں ہے، جس کی مجھے تلاش ہے۔ پھر میں خیبر کے احبار کے پاس پہنچا، میں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شرک کرتے ہوئے پایا۔ میں نے سوچا، یہ وہ دین نہیں ہے، جس کا میں متلاشی ہوں۔ پھر میں فدک کے احبار کے پاس پہنچا۔ میں نے ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شرک کرتے ہوئے پایا۔ میں نے سوچا: یہ وہ دین نہیں ہے، جس کا میں متلاشی ہوں۔ پھر مجھے شام کے ایک عالم نے بتلایا، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت والے دین کے بارے میں تجھے جزیرہ کا ایک شیخ ہی بتلا سکتا ہے۔ میں جزیرہ میں اس شیخ کے پاس پہنچا۔ میں نے انہیں اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ اس نے کہا: بے شک تو نے جو کچھ دیکھا ہے، وہ سب گمراہی ہے۔

۸۷ (۸۱۸۸): أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ حِزَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَيَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " وَهُوَ مُرْدِفِي إِلَى نَصَبٍ مِنَ الْأَنْصَابِ فَذَبَحْنَا لَهُ شَاةً ثُمَّ صَنَعْنَاهَا لَهُ حَتَّى إِذَا نَضِجَتْ جَعَلْنَاهَا فِي سَفَرْتِنَا ثُمَّ أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرٌ وَهُوَ مُرْدِفِي فِي يَوْمٍ حَارٍّ مِنْ أَيَّامِ مَكَّةَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِأَعْلَى الْوَادِي لَقِيَهُ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ نَفِيلٍ، فَحَيَّا أَحَدَهُمَا الْآخَرَ بِتَحِيَّةِ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لِي أَرَى قَوْمَكَ قَدْ شَنِفُوا لَكَ فَقَالَ: أَمَا وَاللَّهِ إِنْ ذَلِكَ لَبَغِيرٍ نَائِرَةٌ كَانَتْ مِنِّي إِلَيْهِمْ، وَلَكِنِّي أَرَاهُمْ عَلَى ضَلَالَةٍ، فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي هَذَا الدِّينَ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى أَحْبَارِ يَثْرِبَ فَوَجَدْتُهُمْ يَعْبُدُونَ اللَّهَ وَيُشْرِكُونَ بِهِ قُلْتُ: مَا هَذَا بِالَّذِينَ الَّذِينَ أَبْتَغِي، فَخَرَجْتُ حَتَّى أَقْدِمَ عَلَى أَحْبَارِ خَيْبَرَ فَوَجَدْتُهُمْ يَعْبُدُونَ اللَّهَ وَيُشْرِكُونَ بِهِ قُلْتُ: مَا هَذَا بِالَّذِينَ الَّذِينَ أَبْتَغِي، فَخَرَجْتُ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى أَحْبَارِ فَدَاكٍ فَوَجَدْتُهُمْ يَعْبُدُونَ اللَّهَ وَيُشْرِكُونَ بِهِ قُلْتُ: مَا هَذَا بِالَّذِينَ الَّذِينَ أَبْتَغِي، خَرَجْتُ حَتَّى أَقْدِمَ عَلَى أَحْبَارِ أَيْلَةَ فَوَجَدْتُهُمْ يَعْبُدُونَ اللَّهَ وَيُشْرِكُونَ بِهِ قُلْتُ: مَا هَذَا بِالَّذِينَ الَّذِينَ أَبْتَغِي، فَقَالَ لِي حَبْرٌ مِنْ أَحْبَارِ الشَّامِ: أَسْأَلُ عَنْ دِينٍ مَا نَعْلَمُ أَحَدًا يَعْبُدُ اللَّهَ بِهِ إِلَّا شَيْخًا بِالْجَزِيرَةِ؟ فَخَرَجْتُ فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي خَرَجْتُ لَهُ فَقَالَ: إِنْ كُنتَ مِنْ رَأَيْتَ فِي ضَلَالٍ إِنَّكَ تَسْأَلُ عَنْ دِينٍ هُوَ دِينُ اللَّهِ وَدِينُ مَلَائِكَتِهِ، وَقَدْ خَرَجَ فِي أَرْضِكَ نَبِيٌّ أَوْ هُوَ خَارِجٌ يَدْعُو إِلَيْهِ، ارْجِعْ فَصَدِّقْهُ وَاتَّبِعْهُ وَآمِنْ بِمَا جَاءَ بِهِ، فَلَمْ أَحْسَ نَبِيًّا بَعْدُ، وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَعِيرَ الَّذِي تَحْتَهُ، ثُمَّ قَدَمْنَا إِلَيْهِ السُّفْرَةَ الَّتِي كَانَتْ فِيهَا الشَّوَاءُ فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قُلْنَا: هَذِهِ الشَّاةُ ذَبَحْنَاهَا لِنَصَبٍ كَذَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی، اس وقت مکہ کے بالائی حصہ پر رہتے تھے اور یہ نزول وحی سے پہلے کا زمانہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے دسترخوان رکھا، جس میں گوشت تھا، حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ نے وہ گوشت کھانے سے انکار کر دیا اور یہ کہا: میں وہ چیز نہیں کھاتا، جسے تم بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو، اور نہ ہی وہ چیز کھاتا ہوں، جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

۸۸ (۸۱۸۹): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلِيمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانٌ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا سَالِمٌ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو بْنِ نَفِيلٍ بِأَسْفَلِ بَلَدِهِ قَبْلَ أَنْ يَنْزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَقَدَّمَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَفْرَةَ فِيهَا لَحْمٌ، فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَا آكُلُ مِمَّا تَذْبَحُونَ عَلَيَّ أَصْنَامِكُمْ، وَلَا آكُلُ إِلَّا مَا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ، حَدَّثَ بِهِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

۱۲۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت عبداللہ بن ظالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو ان ظالموں پر حیرت نہیں! جو اپنے خطبوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرتے ہیں؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا واقعی وہ ایسا کرتے ہیں؟ میں نو لوگوں کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور اگر میں دسویں کے جنتی ہونے کی گواہی دوں، تو میں سچا ہوں گا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوہ حراء پر تھے، کوہ حراء نے جھومنا شروع کر دیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حراء! ٹھہر جا! تیرے اوپر نبی ہے، یا صدیق ہے، یا شہید ہے۔ حضرت عبداللہ بن ظالم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس وقت کوہ حراء پر کون کون تھا؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد حضرت عبداللہ بن ظالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم نے پوچھا: دسواں کون تھا؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں۔

۸۹ (۸۱۹۰): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ حَصِينٍ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ فَقُلْتُ: أَلَا تَعْجَبُ مِنْ هَذَا الظَّالِمِ أَقَامَ خُطْبَاءَ يَشْتُمُونَ عَلِيًّا؟ فَقَالَ: أَوْقَدُ فَعَلُوها، أَشْهَدُ عَلَى التَّسْعَةِ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَصَدَّقْتَهُ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِرَاءٍ، فَتَحَرَّكَ فَقَالَ: اثْبُتْ حِرَاءَ، فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صَدِيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ قُلْتُ: وَمَنْ كَانَ عَلَى حِرَاءٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ قُلْنَا: فَمَنْ الْعَاشِرُ؟ قَالَ: أَنَا (۲)

۹۰ (۸۱۹۱): أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: سَمِعْتُ حُصَيْنَةَ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ. هِلَالُ بْنُ يَسَافٍ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ (۱)

۹۱ (۸۱۹۲): عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنِ ابْنِ حَيَّانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: تَحَرَّكَ حِرَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَذَكَرَ مِثْلَهُ (۲)

۹۲ (۸۱۹۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي رِيَّاحُ بْنُ الْعَارِثِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: "أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا سَمِعْتُهُ أَذْنَايَ وَوَعَاةَ قَلْبِي، وَإِنِّي لَمْ أَكُنْ لِأَرَوِي عَلَيْهِ كَذِبًا يَسْأَلُنِي عَنْهُ إِذَا لَقِيتَهُ أَنَّهُ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ وَتَاسِعُ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَهُ لَسَمِيتُهُ فَرَجَّ أَهْلُ الْمَسْجِدِ يَنَاشِدُونَهُ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ التَّاسِعُ؟ قَالَ: نَاشِدْتُمُونِي بِاللَّهِ الْعَظِيمِ، أَنَا تَاسِعُ الْمُؤْمِنِينَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَاشِرُ (۳)

حضرت حصین رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔
نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہلال بن یساف کا عبد اللہ ظالم سے سماع ثابت نہیں ہے۔

ہلال بن یساف عن ابن حیان عن عبد اللہ بن ظالم عن سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ: تحرك حراء فقال رسول الله ﷺ سے شروع ہوتے ہیں۔ (یعنی ابتدائی الفاظ اس روایات میں نہیں ہے۔)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور دل میں محفوظ کیا ہے، اور میں آپ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا، آپ ﷺ نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ جنتی ہیں اور ایک نویں جنتی کا نام بھی آپ ﷺ نے لیا، اگر تم چاہو تو میں بتا دیتا ہوں۔ مسجد میں موجود لوگوں نے بلند آواز سے پوچھا: اے صحابی رسول نواں کون ہیں؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھ سے اللہ تعالیٰ، عظمت والے کے نام پر پوچھا ہے: نواں مومن میں ہوں اور دسویں رسول اللہ ﷺ ہیں۔

۱- ایضاً

ii- المسند لعبد اللہ بن احمد: ۲۵۴، ۸۴ iii- مسند الشاشی: ۲۱۴

۲- احمد، ج ۱، ص ۱۸۷

iv- المسند رک للحاکم، ج ۳، ص ۳۱۶-۳۱۷

iii- ابوداؤد: ۴۶۵۰

ii- احمد، ج ۱، ص ۱۸۷

۳- i- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۱۲، ۱۳، ۱۴

iv- ابن ماجہ: ۱۳۳

۱۵۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ پھر فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنتی ہیں اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک مجمع میں بیان کیا، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: دس لوگ جنتی ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے ان نو لوگوں کے نام لیے اور دسویں کا نام لیے بغیر خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا: اے ابو اعمور! اللہ تعالیٰ کے لیے دسویں کا نام بھی بتلائیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا، تم نے چونکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر پوچھا ہے، اس لئے میں تمہیں بیان کرتا ہوں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو اعمور رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔

۹۳ (۸۱۹۳): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَمِيدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى: وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو عَبِيدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ (۱)

۹۴ (۸۱۹۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي قُدَيْبَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ يَعْقُوبَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهَبِ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَمِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ حَدَّثَهُ فِي نَفَرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عَشْرَةٌ فِي الْجَنَّةِ: أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَأَبُو عَبِيدَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ قَالَ: "فَعَدَّ هَؤُلَاءِ التَّسْعَةَ، ثُمَّ سَكَتَ عَنِ الْعَاشِرِ، فَقَالَ الْقَوْمُ: نَنْشُدُكَ اللَّهُ يَا أَبَا الْأَعْمُورِ، أَنْتَ الْعَاشِرُ قَالَ: إِذْ نَشَدْتُمُونِي بِاللَّهِ، أَبُو الْأَعْمُورِ فِي الْجَنَّةِ (۲)

iii۔ مسند ابی یعلیٰ: ۸۳۵

ii۔ ترمذی: ۳۷۲۷

i۔ احمد، ج ۱، ص ۱۹۳

iv۔ ابن حبان: ۷۰۰۲

iii۔ ترمذی: ۳۷۲۸

ii۔ احمد بن حنبل: ۸۵

i۔ التاريخ الكبير للبخاري، ج ۵، ص ۲۷۳

v۔ المسند رك للحاكم، ج ۳، ص ۲۴۰

iv۔ نعيم الاصبهاني: ۵۵، ۵۲۶

۹۵ (۸۱۹۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاسِمٌ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: إِنَّ الْعَاقِبَ وَالسَّيِّدَ صَاحِبِي نَجْرَانَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرَادَ أَنْ يَلْعَنَاهُ فَقَالَ: أَحَدُهُمَا لَا تَلْعَنُهُ فَوَاللَّهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا لَعَلْنَا لَا نُفْلِحُ وَلَا عَقِبْنَا مِنْ بَعْدِنَا قَالَا لَهُ: نُعْطِيكَ مَا سَأَلْتَ، فَأَبَعْتُ مَعَنَا رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ، فَاسْتَشْرَفَ لَهَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ فَلَمَّا قَفَى قَالَ: هَذَا أَمِينٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عیسائی قبیلہ نجران کے دوسرے عاقب اور سید نامی آئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا: ان سے مباہلہ نہیں کرنا چاہئے: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم: اگر یہ نبی ہوئے، تو ہم کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور ہم میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہم آپ کو جزیہ دیں گے، ہمارے ساتھ اپنا امین بھیج دیں۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے لیے تیار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ تم جاؤ۔ جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس امت کے امین ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عیسائی قبیلہ نجران کے دوسرے عاقب اور سید آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہمارے ساتھ اپنا امین شخص بھیجیں، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متوجہ ہو گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ! تم جاؤ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل نجران نے آ کر عرض کیا: ہمارے ساتھ امین شخص کو بھیجیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایک سچے امین کو بھیجوں گا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متوجہ ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

۹۶ (۸۱۹۷): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ وَهُمَا صَاحِبَا نَجْرَانَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا: أَبَعْتُ مَعَنَا رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ، فَجَمَعَ النَّاسُ فَقَالَ: قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ (۲)

۹۷ (۸۱۹۸): أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ نَصْرٍ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ، عَنْ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَنَّ أَبَا إِسْحَاقَ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: سَمِعْتُ صِلَةَ بْنَ زُفَرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ ذَكَرَ أَهْلَ نَجْرَانَ أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: أَبَعْتُ عَلَيْنَا رَجُلًا أَمِينًا قَالَ: لَا بَعَثَنَّ عَلَيْكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ (۳)

iii- ابن ماجہ: ۱۳۶

ii- احمد، ج ۱، ص ۴۱۲

i- الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۴۱۲

v- مسلم: ۲۴۲۰/۵۵

iv- بخاری: ۲۳۸۰

ii- مسلم: ۲۴۲۰/۵۵

i- بخاری: ۲۳۸۱

ii- مسلم: ۲۴۲۰

i- بخاری: ۲۷۲۵

۹۸ (۸۱۹۹) أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مُسْعَدَةَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ بَشْرِ بْنِ الْمُفْضَلِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ (۱)

۹۹ (۸۲۰۰): أَخْبَرَنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ خَالِدٍ: وَقَالَ أَبُو قَلَابَةَ: قَالَ أَنَسُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ، وَإِنَّ أَمِينَنَا آيَتُهَا الْأُمَّةُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ (۲)

۱۰۰ (۸۲۰۱): أَخْبَرَنَا عُمَرَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ قُلْتُ: أَيُّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ؟ قَالَتْ: أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ فَسَكَتَتْ (۳)

۱۰۱ (۸۲۰۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَسئِلْتُ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْلِفًا لَوْ اسْتَخْلَفَ؟ قَالَتْ: أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قِيلَ لَهَا: مَنْ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَتْ: عُمَرُ ثُمَّ قِيلَ لَهَا: مَنْ بَعْدَ عُمَرَ؟ قَالَتْ: أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ ثُمَّ انْتَهَتْ إِلَيَّ ذَا (۴)

یہ حدیث دوسری سند حضرت خالد بن ولیدؓ سے بھی مروی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن شقیقؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: آپ ﷺ کو صحابہ میں سب سے زیادہ کون پسند تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: حضرت ابو بکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ میں نے عرض کیا: پھر کون زیادہ پسندیدہ ہے؟ اس نے حضرت عائشہؓ خاموش رہیں۔

حضرت ابن ابی ملیکہؓ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: اگر رسول اللہ ﷺ کسی کو خلیفہ نامزد کرتے تو کسے نامزد کرتے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: حضرت ابو بکر صدیقؓ، آپ سے پوچھا گیا: ابو بکرؓ کے بعد کون ہوتا؟ آپ نے فرمایا: حضرت عمر فاروقؓ، آپ سے پوچھا گیا: حضرت عمر فاروقؓ کے بعد کون ہوتا؟ آپ نے فرمایا: حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اس کے بعد آپ نے مزید کسی کا نام نہیں لیا۔

ii - مسلم: ۲۳۱۹

i - بخاری: ۳۷۳۳

iii - ابن ماجہ: ۱۰۲

ii - ترمذی: ۳۶۵۷

v - ابو عوانہ، ج ۲، ص ۲۶۸

iv - ابن خزیمہ: ۱۲۳۱

مسلم: ۲۳۸۵

۱۶۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو قسم اٹھا کر بیان کرتے سنا: یہ آیت مبارکہ (ہذان خصمن اختصموا فی ربہم) (یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔) حضرت علی، حضرت حمزہ، حضرت عبید بن حارث رضی اللہ عنہم (مسلمان فریق) اور شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ (کافر فریق) کے بارے میں غزوہ بدر کے موقع پر نازل ہوئی۔

۱۰۲ (۸۲۰۳): عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقْسِمُ قَسْمًا لَقَدْ أَنْزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ) (الْحَج: ۱۹) فِي عَلِيٍّ، وَحَمْزَةَ، وَعَبِيدَةَ بْنِ الْحَارِثِ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ اخْتَصَمُوا يَوْمَ بَدْرٍ (۱)

۱۷۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ اگر تم چاہو تو میں نوں آدمی کا نام بھی بتلا سکتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ نوں سے مراد وہ خود ہی ہیں۔

۱۰۳ (۸۲۰۴): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَرُّ بْنُ صِيَّاحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَخْنَسِ قَالَ: قَامَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أَسْمِيَ التَّاسِعَ لَسَمَّيْتُ فَظَنَّاہُ يَعْنِي نَفْسِهِ (۲)

حضرت عبداللہ بن ظالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ناخوشگوار باتیں کہیں۔ اس پر حضرت سعید بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے کوہ حراء ٹھہر جا! بلاشبہ تیرے اوپر نبی ہے، یا صدیق ہے، یا شہید ہے اور اس وقت کوہ حراء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم تھے۔

۱۰۴ (۸۲۰۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حَصِينٍ، عَنْ هَلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ قَالَ: خَطَبَ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ فَسَبَّ عَلَيًّا فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسَمِعْتَهُ يَقُولُ: أَثْبَتَ حِرَاءً، فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صَدِيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ وَعَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ هَلَالُ بْنُ يَسَافٍ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ. (۳)

نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہلال بن یساف کا سماع عبداللہ بن ظالم سے ثابت نہیں ہے۔

۱۔ بخاری: ۴۷۴۴ ii۔ مسلم: ۳۰۳۳
۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵/۱۲ ii۔ ترمذی: ۳۷۵۷ iii۔ ابوداؤد: ۴۶۴۹ ۳۔ احمد، ج ۱، ص ۱۸۷

حضرت عبداللہ بن ظالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ہمارے امیر ہمیں اپنے بھائیوں کو برا بھلا کہنے کا حکم دیتے ہیں، ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے، ہم انہیں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میرے بعد عنقریب فتنے ہوں گے، ان میں یہ ہو گا اور وہ ہوگا۔ ایک آدمی نے کہا: اگر ہم اس وقت موجود ہوئے تو ضرور ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری مراد قتل ہے۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: بے شک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں، اتنی محبت کسی اور سے نہیں کرتا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو ایک جنتی شخص سے محبت کرتا ہے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان فرمائی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، اگر تو چاہے تو دسواں بھی شامل کر لے، یعنی وہ خود (حضرت سعید رضی اللہ عنہ) سب موجود تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کوہ حراء! تو ٹھہر جا! بلاشبہ تیرے اوپر نبی ہے، یا صدیق ہے، یا شہید ہے۔

۱۸۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کوہ حراء پر موجود تھے، کوہ حراء نے جھومنا شروع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کوہ حراء! رک جا! تیرے اوپر نبی ہے، یا صدیق ہے، یا شہید ہے۔

۱۰۶ (۸۲۰۷): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى جِرَاءٍ هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَهْدِيهِ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ (۲)

iii۔ مسند الشاشی: ۲۱۴

ii۔ عبداللہ بن احمد: ۲۵۴، ۸۴

i۔ احمد، ج ۱، ص ۱۸۷

iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۱۷-۳۱۶

۲۔ مسلم: ۲۳۱۷

حضرت عبداللہ بن ظالم رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں: جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے، تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا کلمات کہے، اس پر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا تو اس ظالم کو دیکھ رہا ہے، جو ایک جنتی شخص کو برا بھلا کہنے کا کہہ رہا ہے؟ میں نو لوگوں کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور میں دسویں کے جنتی ہونے پر بھی شاہد ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: نو جنتی کون ہیں؟ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ تراء پر فرمایا: اے کوہ تراء! ٹھہر جا! تیرے اوپر نبی ہے، یا صدیق ہے، یا شہید ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: نو جنتی یہ ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: دسواں جنتی کون ہے؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں۔

۱۰۷ (۸۲۰۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَاصِبٌ، عَنْ هَلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ، وَعَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هَلَالِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ، وَذَكَرَ سُفْيَانُ رَجُلًا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْكُوفَةَ أَقَامَ مُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ خُطْبَاءً يَتَنَاوَلُونَ عَلِيًّا فَأَخَذَ بِيَدِي سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ فَقَالَ: أَلَا تَرَى هَذَا الظَّالِمَ الَّذِي يَأْمُرُ بِلَعْنِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَأَشْهَدُ عَلَى التُّسَعَةِ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ قُلْتُ مَنْ التُّسَعَةُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهُوَ عَلَى حِرَاءِ: اثْبُتْ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ قَالَ: وَمَنْ التُّسَعَةُ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدٌ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ قُلْتُ: مَنْ الْعَاشِرُ قَالَ: أَنَا (۱)

۱۹۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مروان بن حکم نے کہا: ہمارے ماموں (مراد حضرت عثمان غنی) ہمارا خیال نہیں کرتے، اس سال گرمی بہت تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اکثر نکسیر پھوٹی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صحابہ نے عرض کیا: آپ رضی اللہ عنہ کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

۱۰۸ (۸۲۰۹): أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَرْوَانَ قَالَ: لَا إِخَالَهَ يَتَّهُمُ عَلَيْنَا قَالَ: أَصَابَ عُثْمَانَ رُعَافٌ سَنَةَ الرَّعَافِ فَقِيلَ لَهُ: اسْتَخْلِفْ فَقَالَ: فَقَالُوا: الزُّبَيْرُ فَقَالَ: أَمَا وَاللَّهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ كَانَ لِأَخِيهِمْ وَأَحِبَّهُمْ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۲)

iii۔ مسند الشاشی: ۲۱۳

ii۔ عبداللہ بن احمد: ۸۲، ۲۵۳

i۔ احمد، ج ۱، ص ۱۸۷

۲۔ بخاری: ۳۷۱۷

iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۱۷-۳۱۶

حضرت عبدالرحمن بن احنس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، وہاں پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا بات کہی۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: قبیلہ قریش کے دس لوگ جنتی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنتی ہیں اور حضرت سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ہمارے پاس قوم کے حالات کی خبر کون لائے گا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا ایک حواری (مددگار) تھا اور میرا حواری (مددگار) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میری پھوپھی کے بیٹے ہیں اور میری امت کے حواری (مددگار) ہیں۔

۱۰۹ (۸۲۱۰): أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ وَكَيْعٍ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَرْبِ بْنِ صِيَّاحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَخْنَسِ قَالَ: شَهِدْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ نَفِيلٍ عِنْدَ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ فذَكَرَ مِنْ عَلِيٍّ شَيْئًا فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "عَشْرَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ فِي الْجَنَّةِ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو" (۱)

۱۱۰ (۸۲۱۱): أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّا قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَسُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟ فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيَّةً وَحَوَارِيَ الزُّبَيْرِ (۲)

۱۱۱ (۸۲۱۲): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الزُّبَيْرُ هُوَ ابْنُ عَمَّتِي، وَحَوَارِيَ مِنْ أُمَّتِي (۳)

iii- ابوداؤد: ۳۶۳۹

ii- مسند الشاشی: ۱۹۵-۱۹۴-۱۹۳

i- مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵/۱۲

iv- ترمذی: ۳۷۵۷

ii- مسلم: ۲۳۱۵

i- بخاری: ۲۷۶۱

ii- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۹۲

i- احمد، ج ۳، ص ۳۱۳

حضرت عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خندق کے دن میں اور عمر بن مسلمہ عورتوں کی حفاظت پر مامور تھے۔ اچانک میں نے دیکھا: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دو یا تین دفعہ بنو قریظہ کی طرف تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو میں نے پوچھا: اے ابا جان! میں نے آپ کو بار بار آتے جاتے دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: کیا واقعی تو نے مجھے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ اس پر انہوں نے بیان کیا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: بنو قریظہ کے حالات کی خبر کون لائے گا، پس میں ان کے حالات کی خبر لایا۔ میں خبر لانے کے لئے گیا، جب واپس لوٹا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اپنے ماں باپ کے الفاظ اکٹھے ادا فرمائے اور کہا: اے زبیر! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ قریظہ کے دن میرے لئے اپنے ماں باپ کے الفاظ اکٹھے ادا فرمائے اور کہا: اے زبیر! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

۱۱۲ (۸۲۱۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ نَعِيمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَبَّانٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: كُنْتُ يَوْمَ الْأَحْزَابِ جُعِلْتُ أَنَا وَعُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ مَعَ النَّسَاءِ فَنَظَرْتُ، فَإِذَا أَنَا بِالزُّبَيْرِ عَلَى فَرَسِهِ يَخْتَلِفُ إِلَى قَرْيَظَةَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ: لَهُ يَا أَبَتِ رَأَيْتَكَ تَخْتَلِفُ قَالَ: أَوْهَلُ رَأَيْتَنِي يَا بَنِي؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ يَأْتِي بَنِي قَرْيَظَةَ فَيَأْتِيَنِي بِخَبَرِهِمْ؟ فَأَنْطَلَقْتُ، فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوَيْهِ فَقَالَ: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي (۱)

۱۱۳ (۸۲۱۴): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوَيْهِ يَوْمَ قَرْيَظَةَ فَقَالَ: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي (۲)

۲۰۔ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن میرے لئے اپنے ماں باپ کے الفاظ ادا فرمائے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن اپنے ماں باپ کے الفاظ میرے لئے اکٹھے ادا فرمائے اور کہا: تیرا برساؤ! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

امام نسائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت قتیبہ رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں شریک تھے لیکن ان کی روایت میں ارم کے الفاظ نہیں ہیں۔

۱۱۴ (۸۲۱۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيْبِ يَقُولُ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ (۳)

۱۱۵ (۸۲۱۶): أَخْبَرَنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، وَأَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِمْسَى، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيْبِ، عَنْ سَعْدِ قَالَ: جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ: أَرَمَ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي قَالَ قَتَيْبَةُ: وَهُوَ يَقَاتِلُ، وَلَمْ يَذْكُرْ قَتَيْبَةُ أَرَمَ (۴)

ii - مسلم: ۲۴۱۶

i - بخاری: ۳۷۲۰

- ۲

ii - مسلم: ۲۴۱۶

i - بخاری: ۳۷۲۰

- ۱

ii - مسلم: ۲۴۱۴

i - بخاری: ۴۰۵۷

- ۲

ii - مسلم: ۲۴۱۴

i - بخاری: ۳۷۲۵

- ۲

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں جب مدینہ المنورہ تشریف لائے، تو ساری رات جاگتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش میرا کوئی نیک صحابی رات کو میرا پہرہ دے۔ اسی دوران ہم نے اسلحہ لے کر چلنے کی آواز سنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون ہے؟ جواب آیا: میں سعد ہوں اور رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔

۱۱۶ (۸۲۱۷): أَخْبَرَنَا عُمَرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَوَّلِ مَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ يَسْهَرُ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ: لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ السَّلَاحِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: أَنَا سَعْدٌ، جِئْتُ أَحْرُسُكَ قَالَتْ: وَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں پہلا عربی ہوں، جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا۔

۱۱۷ (۸۲۱۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: إِنِّي لِأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (۲)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ اگر تم چاہو تو میں نوں جنتی کا نام بھی بتلا سکتا ہوں: میں مومنوں کا نواں ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں میں ہیں۔

۱۱۸ (۸۲۱۹): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ جَدِّهِ رِيَّاحِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَ التَّاسِعَ لَسَمَّيْتُهُ أَنَا تَاسِعَ الْمُؤْمِنِينَ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَاشِرُ (۳)

ii - مسلم: ۲۳۱۰

i - بخاری: ۷۳۲۱

ii - مسلم: ۲۹۶۶

i - بخاری: ۳۷۲۸

iii - ابوداؤد: ۴۶۳۹

ii - مسند الشاشی: ۱۵۹-۱۹۳-۱۹۴

i - مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵/۱۲

iv - ترمذی: ۳۷۵۷

۱۱۹ (۸۲۲۰): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْمُقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعْدِ قَالَ: نَزَلَ فِيَّ وَفِي سِتَّةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْهُمْ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ طَرَدْتَ هَؤُلَاءِ السُّفْلَةَ عَنْكَ، هُمُ الَّذِينَ يَكُونُكَ فَوْقَ فِي نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانزَلَتْ هَذِهِ آيَةٌ (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ) (الأنعام: ۵۲) يُرِيدُونَ وَجْهَهُ إِلَى قَوْلِهِ (أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ) (الأنعام: ۵۳) (۱)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے اور چھ صحابہ کرام کے بارے میں قرآن نازل ہوا، ان چھ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کم تر لوگوں کو اپنے سے دور کر دیں، تو وہ (مراد صاحب حیثیت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں سوچا تو یہ آیات نازل ہوئیں: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ (۵۲)

ترجمہ: اور آپ ان (شکستہ دل اور خستہ حال) لوگوں کو (اپنی صحبت و قربت سے) دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے ہیں۔ ان کے (عمل و جزا کے) حساب میں سے آپ پر کوئی چیز (واجب) نہیں اور نہ آپ کے حساب میں سے کوئی چیز ان پر (واجب) ہے (اگر) پھر بھی آپ انہیں (اپنے لطف و کرم سے) دور کر دیں تو آپ حق تلفی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے (جو آپ کے شایان شان نہیں)۔

وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ (۵۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزماتے ہیں تاکہ وہ (دوہمتند کا فرغریب مسلمانوں کو دیکھ کر استہزاء یہ) کہیں: کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے۔ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟

۲۱۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (قبیلہ اوس کے سردار) کے فضائل

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشم کا ایک کپڑا ہدیہ کیا گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی خوبصورتی اور نرمی پر تعجب کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سعد کے رومال اس سے زیادہ اچھے ہوں گے۔

۱۲۰ (۸۲۲۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ: أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ حَرِيرٍ، فَجَعَلُوا يَعْجَبُونَ مِنْ حُسْنِهِ وَلِينِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِمَنَادِيلُ سَعْدٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنْ هَذَا (۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ثالث بنانے پر راضی ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا، وہ دراز گوش پر سوار ہو کر آئے۔ جب مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا: اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ لوگ تمہارے حکم کے منتظر ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے، اور بعض روایت کے الفاظ یہ ہیں: تم نے مالک حقیقی کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا۔

۱۲۱ (۸۲۲۲): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أَمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ بْنِ حَنِيْفٍ، يُحَدِّثُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ " نَزَلَ أَهْلُ قَرِيظَةَ عَلَى حَكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَأَتَاهُ عَلَى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَرِيبًا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ: قُومُوا إِلَيَّ سَيِّدُكُمْ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَيَّ حُكْمِكَ قَالَ: تَقْتُلُ مُقَاتِلَتَهُمْ، وَتَسْبِي ذُرِّيَّتَهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللَّهِ وَرَبِّمَا قَالَ: قَضَيْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ (۲)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے بنو قریظہ کے بارے میں فیصلہ دیا: جن لوگوں نے مقابلہ کیا ہے، ان کو قتل کر دیا جائے، بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور ان کے مال تقسیم کر دیئے جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فیصلے کا بتایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد رضی اللہ عنہ نے وہی فیصلہ کیا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔

۱۲۲ (۸۲۲۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ، وَأَخْبَرَنَا هَارُونَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ سَعْدًا، حَكَّمَ عَلَى بَنِي قَرِيظَةَ: أَنْ يَقْتُلَ مِنْهُمْ كُلُّ مَنْ جَرَتْ عَلَيْهِ الْمَوَاسِي، وَأَنْ تَسْبِي ذُرَارِيَهُمْ، وَأَنْ تَقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَقَدْ حَكَمَ فِيهِمْ حُكْمَ اللَّهِ الَّذِي حَكَّمَ بِهِ فَوْقَ سَبْعِ سَمَوَاتِهِ (۳)

ii۔ مسلم: ۲۳۶۸

i۔ بخاری: ۳۸۰۴

ii۔ مسلم: ۱۷۶۸

i۔ بخاری: ۳۸۰۴

ii۔ مسند ابی یوسف: ۱۰۹۱

i۔ مسند عبد بن حمید: ۱۳۹

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے حضرت سعد کو دفنانے کے بعد فرمایا: بے شک اس نیک بندے پر عرش الہی جنبش میں آگیا اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔

۱۲۳ (۸۲۲۳): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَيَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَسَامَةَ وَهُوَ ابْنُ الْهَادِ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ رَفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَعْدٍ وَهُوَ يَدْفَنُ: إِنَّ هَذَا الْعَبْدَ الصَّالِحَ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ (۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے عرش الہی نے جنبش کی۔

۱۲۴ (۸۲۲۵): أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَوْفٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ (۲)

۲۲۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (سردار خزر ج) کے فضائل

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی (اور وہ لوگ جو پاکباز عورتوں پر تہمت لگائیں پھر وہ چار گواہ نہ لاسکیں) (النور ۲۳: ۴)۔ تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں کسی کینی عورت کو مرد کے ساتھ ناپسندیدہ حالت میں دیکھوں تو میرے چار گواہوں کے جمع کرنے سے پہلے وہ مرد اپنی حاجت پوری کر لے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صحابہ! تم اپنے سردار کی بات کو سنو۔

۱۲۵ (۸۲۲۶): أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءِ) (النور 4) قَالَ سَعْدُ بْنُ عِبَادَةَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِن أَنَا رَأَيْتُ لَكَاعٍ قَدْ تَفَخَّذَهَا رَجُلٌ، لَا أَجْمَعُ الْأَرْبَعَةَ حَتَّى يَقْضِيَ الْآخِرَ حَاجَتَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْمَعُوا مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ (۳)

iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۰۶

ii۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۶، ص ۱۱

i۔ احمد، ج ۳، ص ۳۲۷

iv۔ ابن حبان: ۷۰۳۳

iii۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۳، ص ۳۱۶، ۱۳۲/۱۲

ii۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۳۳۳

i۔ احمد، ج ۳، ص ۲۲

vi۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۶، ص ۱۰

v۔ مسند ابی یعلیٰ: ۱۲۶۰

iv۔ مسند عبد بن حمید: ۸۷۱

vii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۲۷

ix۔ البخاری: ۳۸۰۳

x۔ مسلم: ۲۳۶۷، ۲۳۶۸

iii۔ مسند ابی یعلیٰ: ۲۷۳۱، ۲۷۳۰

ii۔ مسند الطیالسی: ۲۶۶۷

i۔ ابوداؤد: ۲۲۵۶

v۔ بخاری: ۲۷۳۷

iv۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۸، ص ۸۳-۸۲

۲۳۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: (اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور ان کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات نہ کیا کرو، جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے کرتے ہو، کہیں تمہارے سارے اعمال ہی غارت ہو جائیں اور تمہیں شعور ہی نہ ہو۔) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے سوچا: میں ہی وہ شخص ہوں جس کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلند ہوتی ہے اور بے شک مجھے ہی اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر غضب ناک ہوا ہے۔ پس حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بہت غمگین ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر حاضر پا کر ان کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کہتا ہے: مجھے خوف ہے کہ میں دوزخیوں میں سے ہوں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلند آواز میری ہی ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جنتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ہم ان کو اپنے درمیان چلتے دیکھتے تھے، تو ہم ایک جنتی شخص کو دیکھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدینہ منورہ میں عرض کیا: ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اپنی جان و اولاد سے بڑھ کر کی، ہمارا انعام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم راضی ہو گئے ہیں۔

۱۲۶ (۸۲۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا أَنْزَلَتْ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ) (الحجرات: ۲) قَالَ: قَالَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ: أَنَا وَاللَّهِ الَّذِي كُنْتُ أَرْفَعُ صَوْتِي عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَكُونَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ غَضِبَ عَلَيَّ فَحَزَنَهُ وَأَصْفَرَ، فَقَدَّه النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عَنْهُ فَقِيلَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّهُ يَقُولُ " إِنِّي أَخْشَى أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ إِنِّي كُنْتُ أَرْفَعُ صَوْتِي عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ: فَكُنَّا نَرَاهُ يَمْشِي بَيْنَ أَظْهُرِنَا، رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ (۱)

۱۲۷ (۸۲۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شِمَاسٍ مَقْدَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَقَالَ: لَمَنْعَكَ مِمَّا نَمْنَعُ مِنْهُ الْفَسْنَا وَأَوْلَادُنَا، فَمَا لَنَا؟ قَالَ: الْجَنَّةُ قَالَ: رَضِينَا (۲)

ii۔ مسلم: ۱۱۹

i۔ بخاری: ۲۸۳۶

ii۔ مسند البزار: ۶۸۶۳

i۔ مسند ابی یعلیٰ: ۳۷۷۲

iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۶۰

۲۴۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سے سنا ہے میں ان سے محبت کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پاک چار لوگوں سے سیکھو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔

۱۲۸ (۸۲۲۹): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا بِهِزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ عَمْرُو بْنُ مَرْثَةَ أَخْبَرَنِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: ذَكَرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ: لَا أَزَالُ أَحِبُّهُ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اسْتَقْرَبُوا أَرْبَعَةً فَذَكَرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ، وَسَالِمًا مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ وَأَبِي بَنِ كَعْبٍ، وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ (۱)

۲۵۔ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، عمر رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، سہل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں۔ شیخ عبدالرحمن کہتے ہیں: آپ نے سہل بن بیضاء رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح فرمایا۔

۱۲۹ (۸۲۳۰): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعَمَ الرَّجُلُ أَبُو بَكْرٍ، نِعَمَ الرَّجُلُ عُمَرُ، نِعَمَ الرَّجُلُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، نِعَمَ الرَّجُلُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، نِعَمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْجُمُوحِ، نِعَمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، نِعَمَ الرَّجُلُ سَهْلُ بْنُ بَيْضَاءَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ كَذَا: قَالَ سَهْلُ بْنُ بَيْضَاءَ (۲)

ii۔ مسلم: ۲۳۶۳

i۔ بخاری: ۳۸۰۶

iii۔ السنن لابن ابی عاصم: ۱۲۴۳

ii۔ الادب المفرد للبخاری: ۳۵۳

ii۔ احمد، ج ۲، ص ۲۱۹

v۔ حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء لابن نعیم، ج ۹، ص ۴۲

iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۶۸، ۲۳۳

vii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۲۵، ۲۸۹

vi۔ الترمذی: ۳۷۹۵

۲۶۔ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر میں حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی نامعلوم تیر کے سبب شہادت کے بعد ام حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں، اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حارثہ کی وجہ سے میرے دل کو جو دکھ پہنچا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں: اگر حارثہ رضی اللہ عنہ جنت میں ہے تو میں اس کے لئے آنسو نہیں بہاؤں گی، وگرنہ عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں گے، جو میں کروں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا: تجھے کیا ہو گیا ہے؟ کیا وہ ایک جنت ہے؟! بے شک وہ بے شمار جنتیں ہیں اور حارثہ رضی اللہ عنہ سب سے اعلیٰ جنت (فردوس اعلیٰ) میں ہے۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں: حضرت حارثہ میرے پھوپھی زاد غزوہ بدر کے بڑے جوش کے ساتھ نکلے، وہ ایک تیر کے لگنے سے شہید ہوئے۔ میری پھوپھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا بیٹا حارثہ رضی اللہ عنہ اگر جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور ضبط کروں گی، وگرنہ عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں گے جو میں کروں گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام حارثہ! نبی جنت بے شک بہت ساری جنتیں ہیں اور یقیناً حارثہ سب سے اعلیٰ جنت (فردوس اعلیٰ) میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں پایا۔ میں نے قرآن مجید کی خوبصورت آواز میں تلاوت کی آواز سنی، میں نے پوچھا، یہ آواز کس کی ہے؟ بتلا گیا: یہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرمانبردار ایسا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ چار دفعہ ادا فرمائے۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی ماں کے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی کرنے والے تھے۔ اس روایت کے الفاظ حضرت اسحاق رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

۱۳۰ (۸۲۳۱): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ أُمَّ حَارِثَةَ أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ هَلَكَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَأَصَابَهُ سَهْمٌ غَرِبَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ عَلِمْتَ مَوْقِعَ حَارِثَةَ مِنْ قَلْبِي، فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ لَمْ أَبْكِ عَلَيْهِ، وَإِلَّا فَسَوْفَ تَرَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ لَهَا: هُبْلَيْتِ أَوْ جَنَّةٍ وَاحِدَةً؟ هِيَ إِنِّهَا لَجَنَّانٌ كَثِيرَةٌ وَإِنَّهُ لَفِي الْفِرْدَوْسِ الْأَعْلَى (۱)

۱۳۱ (۸۲۳۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ نَعِيمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَبِيبٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: انْطَلَقَ حَارِثَةُ ابْنُ عَمَّتِي نَظَارًا يَوْمَ بَدْرٍ مَا انْطَلَقَ لِقِتَالٍ فَأَصَابَهُ سَهْمٌ، فَقَتَلَهُ فَجَاءَتْ عَمَّتِي أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ابْنِي حَارِثَةُ إِنْ يَكُنْ فِي الْجَنَّةِ أَصْبِرْ وَأَحْتَسِبْ، وَإِلَّا فَسَتَرَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أُمَّ حَارِثَةَ إِنَّهَا جَنَّانٌ كَثِيرَةٌ وَإِنَّ حَارِثَةَ فِي الْفِرْدَوْسِ الْأَعْلَى (۲)

۱۳۲ (۸۲۳۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نِمْتُ فَرَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَسَمِعْتُ صَوْتَ قِرَاءَةٍ تُقْرَأُ فَقُلْتُ: قِرَاءَةٌ مِنْ هَذَا؟ فَقِيلَ: قِرَاءَةُ حَارِثَةَ بْنِ التُّعْمَانِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَذَلِكَ الْبِرُّ، كَذَلِكَ الْبِرُّ، وَكَانَ مِنْ أَبْرَ النَّاسِ بِأُمَّهِ وَاللَّفْظُ لِكِسْحَاقٍ (۳)

بخاری: ۶۵۶۷

بخاری: ۳۹۸۲

۱۔ مصنف عبدالرزاق: ۲۰۱۱۹

ii۔ بخاری احمد، ج ۶، ص ۱۶۶، ۱۵۱

iii۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۰۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں پایا۔ وہاں پر میں نے ایک آدمی کے قرآن پڑھنے کی آواز کو سنا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ فرشتوں نے عرض کیا: یہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرمانبردار ہو تو ایسا ہو، فرمانبردار ہو تو ایسا ہو، فرمانبردار ہو تو ایسا ہو۔

۱۳۳ (۸۲۳۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ بَلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، وَمُوسَى قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ شَهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي أَرَانِي فِي الْجَنَّةِ، فَيُنَمَّا أَنَا فِيهَا سَمِعْتُ صَوْتَ رَجُلٍ بِالْقُرْآنِ فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ كَذَاكَ الْبِرِّ، كَذَاكَ الْبِرِّ، كَذَاكَ الْبِرِّ (۱)

۲۷۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ میں جنت میں ہوں۔ میں نے اپنے آگے چلنے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا: اے جبریل علیہ السلام یہ کون ہے؟ انہوں نے بتلایا: یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہاں پر میں نے ایک سفید محل دیکھا، جس کے ایک کونے میں ایک عورت تھی۔ میں نے پوچھا: اے جبریل علیہ السلام! یہ کس کے لئے ہے؟ انہوں نے بتلایا: یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔

۱۳۴ (۸۲۳۵): أَخْبَرَنَا نَصِيرُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُرَيْتُ أَنِّي دَخَلْتُ الْجَنَّةَ وَسَمِعْتُ خَشْفًا أَمَايَ فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا يَا جَبْرِيْلُ؟ قَالَ: هَذَا بَلَالٌ فَإِذَا قَصْرٌ أبيضُ بِفَنَائِهِ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا يَا جَبْرِيْلُ؟ قَالَ: هَذَا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے وہ عمل بتلاؤ، جس کی تمہیں اسلام میں سب سے زیادہ امید ہو۔ کیونکہ رات میں نے اپنے آگے جنت میں تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا، جس کی مجھے زیادہ امید ہو۔ بے شک رات ہو یا دن جب میں مکمل وضو کرتا ہوں تو میں اس کے ساتھ اپنے رب کی نماز پڑھتا ہوں، جتنی اس نے میرے لئے مقدر کر دی ہو۔

۱۳۵ (۸۲۳۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَلَالٍ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ: حَدَّثَنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ عِنْدَكَ فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ الْبَارِحَةَ خَشْفًا نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ: مَا عَمِلْتُ فِي الْإِسْلَامِ أَرْجَى عِنْدِي أَنِّي لَمْ أَطَهَّرْ طَهْوَرًا تَامًا فِي سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ، إِلَّا صَلَّيْتُ لِرَبِّي مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ (۳)

۱۔ العباد للبخاری: ۵۴۷

ii۔ مسلم: ۲۲۵۷

۲۔ بخاری: ۳۶۷۹

ii۔ مسلم: ۲۲۵۸

۳۔ بخاری: ۱۱۴۹

۱۳۶ (۸۲۳۷): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنِ الْمُقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ سِتَّةٌ نَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: اطْرُدْ هَؤُلَاءِ عَنْكَ فَإِنَّهُمْ وَإِنَّهُمْ قَالَ: "وَكُنْتُ أَنَا وَأَبْنُ مَسْعُودٍ وَرَجُلٌ مِّنْ هَذِيلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ نَسَبْتُ أَسْمَاءَهُمَا قَالَ: فَوَقَعَ فِيَّ يَعْزِي نَفْسِي مَا شَاءَ اللَّهُ وَحَدَّثَ بِهِ نَفْسَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ) (الأنعام: ۵۲) وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ إِلَيَّ (الظَّالِمِينَ) (الأنعام: ۵۲) (۱)

حضرت سعد بن ابوقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم چھ لوگوں کی موجودگی میں مشرکوں نے کہا: فلاں فلاں لوگوں کو اپنے سے علیحدہ کر دیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، قبیلہ ہذیل کا ایک آدمی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دیگر دو آدمی تھے۔ جن کے نام مجھے یاد نہیں ہیں۔ بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو اللہ تعالیٰ نے چاہا، وہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بات اپنے دل میں ہی رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۵۲ نازل فرمائی: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَنْ قَطَرْتَهُمْ فَتُكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ (۵۲) اور آپ ان (شکستہ دل اور خستہ حال) لوگوں کو (اپنی صحبت و قربت سے) دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے ہیں۔ ان کے (عمل و جزا کے) حساب میں سے آپ پر کوئی چیز (واجب) نہیں اور نہ آپ کے حساب میں سے کوئی چیز ان پر (واجب) ہے (اگر) پھر بھی آپ انہیں (اپنے لطف و کرم سے) دور کر دیں تو آپ حق تلفی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے (جو آپ کے شایان شان نہیں)۔

۲۸۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن مجید پڑھوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے۔ پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

۱۳۷ (۸۲۳۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بِنِ كَعْبٍ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ قَالَ: وَسَمَانِي قَالَ: سَمَّاكَ فَبِكِّي (۲)

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے قرآن مجید ابوالعالیہ کے سامنے پڑھا، ابوالعالیہ نے حضرت ابی کے سامنے پڑھا اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں قرآن مجید تمہارے سامنے پڑھوں۔ حضرت ابی نے پوچھا: کیا میرا نام لیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ پھر حضرت ابی رونے لگے۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبت سے روئے یا خوف سے روئے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی اور تلاوت میں ایک آیت چھوڑی دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جماعت میں موجود ہیں؟ حضرت ابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں آیت اس طرح ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نسیان لاحق ہوا ہے یا آیت منسوخ کر دی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے نسیان لاحق ہوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید چار لوگوں سے سیکھو: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے۔

۱۳۸ (۸۲۳۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ الرَّبِيعَ بْنَ أَنَسٍ يَقُولُ: قَرَأْتُ الْقُرْآنَ عَلَى أَبِي الْعَالِيَةِ وَقَرَأَ أَبُو الْعَالِيَةِ عَلَيَّ أَبِي وَقَالَ أَبِي: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أَقْرِنَكَ الْقُرْآنَ قَالَ: أَوْ ذِكْرْتُ هُنَاكَ؟ قَالَ: نَعَمْ فَبَكَى أَبِي قَالَ: وَلَا أَدْرِي شَوْقَهُ أَوْ خَوْفَهُ (۱)

۱۳۹ (۸۲۴۰): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلْمَةُ بْنُ كَهَيْلٍ، عَنْ ذُرِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ فَتَرَكَ آيَةً فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ نَسِيتَ آيَةً كَذَا وَكَذَلِكَ أَوْ نَسِخْتَ؟ قَالَ: نَسِيتُهَا (۲)

۱۴۰ (۸۲۴۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي بِنِ كَعْبٍ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَسَالِمِ مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ" (۳)

iii - المقدسی: ۱۱۴۷

ii - لابی نعیم الاصبہانی، ج ۱، ص ۲۵۱

i - المجموع الاوسط للطبرانی: ۱۶۷۹

iii - ابن خزیمہ: ۱۶۴۷

ii - احمد، ج ۵، ص ۱۲۲

i - بخاری: ۱۹۳

ii - مسلم: ۲۲۶۴

۱۳۱ (۸۲۳۲): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللَّهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءٌ عُثْمَانُ، وَأَقْرَبُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ أَبِي بَكْرٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا، أَلَا وَإِنَّ أَمِينَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ شرم و حیا والے ہیں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خوبصورت قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ہیں، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ علم وراثت جاننے والے ہیں، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔ خبردار! ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲۹۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے فضائل:

۱۳۲ (۸۲۳۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ عَمْرَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعَمَ الرَّجُلِ أَبُو بَكْرٍ، نِعَمَ الرَّجُلِ عُمَرُ، نِعَمَ الرَّجُلِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، نِعَمَ الرَّجُلِ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، نِعَمَ الرَّجُلِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، نِعَمَ الرَّجُلِ مُعَاذُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْجَمُوحِ (۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں، حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کتنے اچھے آدمی ہیں۔

- | | | |
|--------------------------------------|--|--|
| i- احمد، ج ۳، ص ۲۸۱ | ii- مسند الطیالسی: ۲۰۹۶ | iii- مشکل الآثار للطحاوی، ج ۱، ص ۳۵۱-۳۵۰ |
| iv- المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۲۲ | v- السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۶، ص ۲۱۰ | vi- ابن حبان: ۷۱۳۱ |
| i- احمد، ج ۲، ص ۳۱۹ | ii- الادب المفرد للبخاری: ۳۵۳ | iii- السنن لابن ابی عاصم: ۱۲۲۳ |
| iv- المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۶۸، ۲۳۳ | v- حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء لابن نعیم، ج ۹، ص ۲۲ | |
| vi- ترمذی: ۳۷۹۵ | vii- الحاکم، ج ۳، ص ۲۲۵، ۲۸۹ | |

۱۳۳ (۸۲۴۴): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ الْهَادِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ خَبَّابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أَسِيدَ بْنَ حُضَيْرٍ بَيْنَا هُوَ لَيْلَةً يَقْرَأُ فِي مِرْبَدِي، إِذْ جَالَتْ فَرَسُهُ فَقَرَأَهُ ثُمَّ جَالَتْ أُخْرَى فَقَرَأَهُ ثُمَّ جَالَتْ أَيْضًا قَالَ أَسِيدٌ: فَخَشِيتُ أَنْ تَطَأَ يَحْيَى، فَقُمْتُ إِلَيْهَا، فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فَوْقَ رَأْسِي، فِيهَا أَمْثَالُ السُّرُجِ، عَرَجَتْ فِي الْجَوْحَتِي مَا أَرَاهَا قَالَ: فَغَدَوْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ بَيْنَا أَنَا الْبَارِحَةَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فِي مِرْبَدِي، إِذْ جَالَتْ فَرَسِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ ابْنُ حُضَيْرٍ فَقَرَأَتْ، ثُمَّ جَالَتْ أَيْضًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ ابْنُ حُضَيْرٍ فَقَرَأَتْ، فَكَانَ يَحْيَى قَرِيبًا مِنْهَا، فَخَشِيتُ أَنْ تَطَأَهُ فَرَأَيْتُ مِثْلَ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ السُّرُجِ عَرَجَتْ فِي الْجَوْحَتِي مَا أَرَاهَا "فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ كَانَتْ تَسْتَمِعُ لَكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لِأَصْبَحْتَ تَرَاهَا النَّاسُ لَا تَسْتَرُّ مِنْهُمْ" (۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: انہوں نے رات کو کھجوروں کے کھلیان میں قرآن مجید کی تلاوت شروع کی تو گھوڑا اچھلنا شروع ہو گیا، پھر دوبارہ قرآن مجید پڑھا تو گھوڑا دوبارہ اچھلنا شروع ہو گیا، پھر دوبارہ تلاوت شروع کی تو وہ پھر اچھلنا شروع ہو گیا، حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ اے میرے بیٹے! یحییٰ میرے ساتھ تھا، مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں گھوڑا اسے کچل نہ دے، میں یحییٰ کے پاس آ گیا اس وقت میں نے اپنے سر کے اوپر سائبان دیکھا، اس میں نورانی چیزیں تھیں، جو فضا میں چلی گئیں، میں صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: پچھلی رات میں کھجوروں کے کھلیان میں تھا، تو میرا گھوڑا کودنا شروع ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن حضیر پڑھتے رہتے، (میں نے عرض کیا) پس میں نے تلاوت کی تو گھوڑا پھر کودنا شروع ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن حضیر پڑھتے رہتے، (میں نے عرض کیا) میں نے پھر پڑھنا شروع کیا تو میرا بیٹا یحییٰ قریب ہی تھا، مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں گھوڑا اسے کچل نہ دے۔ پس میں نے سائبان دیکھا، اس میں نورانی چیزیں تھیں، جو فضاء کی طرف بلند ہو گئیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سننے آئے تھے، اگر تو صبح تک پڑھتا رہتا تو لوگ فرشتوں کو دیکھ لیتے اور وہ لوگوں سے نہ چھپتے۔

۳۰۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ایک گھپ اندھیری رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے جب یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے تو ان دونوں میں سے ایک کی چھڑی نے روشنی کی، یہ دونوں اس چھڑی کی روشنی میں چلتے رہے، جب یہ دونوں جدا ہوئے تو دوسرے کی چھڑی نے روشنی کی۔

۱۳۴ (۸۲۴۵): أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ أَسِيدَ بْنَ حُضَيْرٍ، وَعَبَادَ بْنَ بَشَرَ كَانَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ ظَلَمَاءَ حِنْدِسٍ، فَخَرَجَا مِنْ عِنْدِهِ، فَأَضَاءَتْ عَصَا أَحَدِهِمَا، فَجَعَلَا يَمْشِيَانِ بِضَوْوْنِهَا، فَلَمَّا تَفَرَّقَا أَضَاءَتْ عَصَا الْآخَرَ (۲)

۳۱۔ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ابو بزرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ میں دشمن سے جہاد کے بعد پوچھا کوئی مفقود تو نہیں ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: **فَلَا نَا فَلَاسَ** گم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جلیبیب رضی اللہ عنہ نظر نہیں آرہے، تم ان کو شہیدوں میں تلاش کرو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو سات مقتول دشمنوں کے پہلو میں پایا، حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ نے ساتوں کو واصل جہنم کیا اور ان ساتوں کے ہاتھوں سے خود شہادت پائی، حضور نبی کریم ﷺ کو جب یہ خبر پہنچائی گئی تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، انہوں نے سات دشمنوں کو واصل جہنم کیا اور ان ساتوں نے ان کو شہید کیا، آپ ﷺ نے دو دفعہ یہ فرمایا، پھر نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنے بازوؤں پر اٹھایا، اس دن حضرت جلیبیب کا تکیہ حضور نبی کریم ﷺ کے بازو تھے۔ ان کے لئے قبر کھودی گئی اور ان کو دفن کیا گیا، حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کو غسل نہیں دیا گیا تھا۔

۱۴۵ (۸۲۳۶): أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْهَيْثَمِ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ كِنَانَةَ بْنِ نَعِيمٍ، عَنْ أَبِي بَرزَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَقَالَ: هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالُوا: نَعَمْ، فَقَدْنَا فُلَانًا وَفُلَانًا فَقَالَ: هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ فِي الثَّانِيَةِ؟ قَالُوا: لَا قَالَ: لَكِنِّي أَفْقِدُ جُلَيْبِيْبَةَ، انْطَلِقُوا فَالْتَمِسُوهُ فِي الْقَتْلِ فَإِذَا هُوَ قَتِلَ إِلَى جَنْبِهِ سَبْعَةٌ، قَدْ قَتَلَهُمْ، ثُمَّ قَتَلُوهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرَ فَبَجَاءَ حَتَّى قَامَ عَلَيْهِ فَقَالَ: هَذَا مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ قَتَلَ سَبْعَةً، ثُمَّ قَتَلُوهُ هَذَا مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ، قَتَلَ سَبْعَةً، ثُمَّ قَتَلُوهُ يَقُولُهَا مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ حَمَلَهُ عَلَى سَاعِدِهِ مَا لَهُ سَرِيرٌ إِلَّا سَاعِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى حُفِرَ لَهُ وَدُفِنَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ غُسْلًا (۱)

۳۲۔ حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: غزوہ احد میں میرے باپ شہید ہو گئے، ان کی بہن فاطمہ رونے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو عبداللہ پر نہ رو، ان کی شان یہ ہے کہ: فرشتوں نے اپنے پروں سے ان پر سایہ کئے رکھا یہاں تک کہ ان کا جنازہ اٹھا گیا۔

۱۴۶ (۸۲۳۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: سَمِعْتُ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جِئْتُ بِأَبِي قَتَيْلًا يَوْمَ أُحُدٍ، فَجَعَلَتْ فَاطِمَةُ أُخْتُهُ تَبْكِيهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَبْكِيهِ، مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتَيْهَا حَتَّى رُفِعَ (۲)

۱۔ مسلم: ۲۳۷۲

ii۔ مسلم: ۲۳۷۱

۲۔ بخاری: ۲۸۱۶

۳۳۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لیلۃ البعیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے پچیس مرتبہ دعائے مغفرت فرمائی۔

۱۲۷ (۸۲۳۸): أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: اسْتَغْفَرَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً لَيْلَةَ الْبُعَيْرِ (۱)

۳۴۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ فارس رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر امراء کو روانہ کیا تو فرمایا: تمہارے لئے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ امیر لشکر ہیں، اگر زید شہید ہو جائیں، تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے، اگر جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے کھڑے ہو کر عرض کیا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں: زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنانے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نامناسب نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور تمہیں نہیں معلوم، کہ بھلائی کس چیز میں ہے، پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت زید رضی اللہ عنہ کی امارت میں چلے اور جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے چاہا ٹھہرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں کو اکٹھے ہونے کے لئے اعلان کا حکم دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے غازی لشکر کے حالات نہ بتلاؤں؟ بے شک مسلمان چلے اور دشمن سے مقابلہ کیا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہادت نصیب ہوئی، پس تم ان کے لئے دعائے مغفرت کرو، صحابہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے مغفرت کی، پھر جھنڈا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا، انہوں نے دشمن پر پے درپے حملے کئے، یہاں تک کہ انہیں شہید کر دیا گیا، پس میں ان کی

۱۲۸ (۸۲۳۹): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سَمِيرٍ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رِيَّاحٍ فَاتَيْتُهُ وَكَانَتْ الْأَنْصَارُ تَفْقَهُهُ فَقَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ، فَارْسُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْأَمْرَاءِ فَقَالَ: عَلَيْكُمْ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَإِنْ أُصِيبَ زَيْدٌ فَجَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَإِنْ أُصِيبَ جَعْفَرُ فَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ، فَوَثَبُ جَعْفَرٍ فَقَالَ: يَا بِي أَنْتَ وَأُمِّي مَا كُنْتُ أَرْهَبُ أَنْ تَسْتَعِيلَ عَلَيَّ زَيْدًا فَقَالَ: امْضُ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي فِي أَيِّ ذَلِكَ خَيْرٌ؟ فَانْطَلِقُوا، فَلَبِثُوا مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ، وَأَمَرَ أَنْ يُنَادَى الصَّلَاةُ جَامِعَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنْ جَيْشِكُمْ هَذَا الْغَازِي؟ إِنَّهُمْ انْطَلِقُوا فَلَقُوا الْعَدُوَّ، فَأُصِيبَ زَيْدٌ شَهِيدًا، فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ، فَاسْتَغْفَرَ لَهُ النَّاسُ ثُمَّ أَخَذَ الرَّايَةَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَشَدَّ عَلَى التُّومِ حَتَّى قُتِلَ شَهِيدًا، أَشْهَدُ لَهُ بِالشَّهَادَةِ، فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ، ثُمَّ أَخَذَ اللَّوَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَاتَّبَتْ قَدَمَيْهِ حَتَّى قُتِلَ شَهِيدًا، فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ، ثُمَّ أَخَذَ اللَّوَاءَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْأَمْرَاءِ هُوَ أَدْرَ نَفْسَهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِصْبِعِيهِ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ سَيْفٌ مِنْ سَيُوفِكَ فَانْتَصِرْ بِهِ ثُمَّ قَالَ: انْفِرُوا فَأَمِدُوا إِخْوَانَكُمْ، وَلَا يَخْتَلِفَنَّ أَحَدٌ فَنَفَرَ النَّاسُ فِي حَرِّ شَدِيدٍ مُشَاةً وَرُكْبَانًا (۲)

iii۔ ابن حبان: ۷۱۲۲

ii۔ ترمذی: ۳۸۵۲

i۔ مسند الطیالسی: ۱۸۳۰

iii۔ ابن حبان: ۷۰۴۸

ii۔ دلائل النبوة للبیہقی، ج ۴، ص ۳۶۸-۳۶۷

i۔ احمد، ج ۵، ص ۳۰۱-۳۰۰-۲۹۹

شہادت کی گواہی دیتا ہوں، پس تم ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ پھر جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے تھام لیا، وہ ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ شہید کر دیئے گئے، تم ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ پھر جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بطور امیر کے تھام لیا، حالانکہ وہ منتخب امراء میں سے نہ تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور دعا کی: اے اللہ: بلاشبہ وہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو اس کی مدد فرما۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: تم نکلو اور اپنے بھائیوں کی مدد کرو اور کوئی اختلاف نہ کرے، پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیدل اور سوار شدید ترین گرمی میں نکلے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کاش تو ہمارے ساتھ سفر کرتا، حضرت عبداللہ نے عرض کیا: میں نے اپنی بات چھوڑ دی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے کہا: غور سے سنو اور فرمانبرداری کرو، انہوں نے یہ اشعار کہے:

اے اللہ تعالیٰ: اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے
نہ صدقہ و خیرات کرتے اور نہ ہی نماز ادا کر سکتے
تو ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما

اگر ہمارا دشمنوں سے آسنا سامنا ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرما۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قبول ہوگئی۔

۱۳۹ (۸۲۵۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ أَعْيَنَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ: لَوْ حَرَكْتَ بِنَا الرَّكَابِ فَقَالَ: قَدْ تَرَكْتُ قَوْلِي، قَالَ لَهُ عُمَرُ: اسْمِعْ وَأَطِعْ، قَالَ: (البحر الرجز)
اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا... وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلِّينَا
فَأَنْزَلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا... وَثَبَّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ فَقَالَ عُمَرُ:
وَجِبَتْ (۱)

ii- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۶، ص ۳۹۵

iv- المخلصیات لابن الطاهر: ۱۳۶۱

vi- المقدسی: ۲۶۳

viii- بخاری: ۶۶۲۰ ix- مسلم: ۱۸۰۳

i- الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۳۹۳

iii- الغیلانیات لابن بکر محمد بن عبداللہ الزاری: ۸۳۳

v- السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱۰، ص ۲۲۷

vii- تاریخ دمشق لابن عساکر: ۱۰۴/۲۸

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ! اترو اور سواری کو حرکت دو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے چھوڑ دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: غمور سے سنو اور فرمانبرداری کرو، انہوں نے کہا: میں نے اپنے آپ کو چھوڑ دیا اور یہ اشعار کہے:

اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نصیب نہ ہوتی
نہ ہم صدقہ و خیرات کرتے اور نہ ہی نمازیں پڑھتے
تو ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما
اگر ہم دشمنوں سے جہاد کریں تو ہمیں ثابت قدم رکھ
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ ان پر رحم فرما تو حضرت عمر نے
کہا قبول ہوگئی۔

۳۵۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے فضائل:

حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روئے زمین پر چلنے والے لوگوں میں حضرت عبد اللہ بن سلام کے علاوہ کسی کے متعلق نہیں سنا: کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔

حضرت یزید بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر موت کا وقت قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: اے ابو عبید الرحمن رضی اللہ عنہ! ہمیں وصیت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: مجھے بٹھاؤ، پھر فرمایا: بے شک علم اور ایمان ایک جگہ پر ہیں، جو ان کو تلاش کر لے گا وہ پالے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ یہی فرمایا: پس تم علم کو چار آدمیوں کے پاس تلاش کرو، حضرت عویمر ابو درداء، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس، جو پہلے یہودی تھے پھر

۱۵۰ (۸۲۵۱): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ لَهُ فَقَالَ لَهُ: يَا ابْنَ رَوَاحَةَ، أَنْزِلْ فَحَرِّكِ الرِّكَابَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ تَرَكْتُ ذَلِكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اسْمِعْ وَأَطِعْ، قَالَ: فَرَمَى بِنَفْسِهِ وَقَالَ: (البحر الرجز)

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا... وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلِّينَا
فَأَنْزَلْنَا سَكِينَةً عَلَيْنَا... وَوَثَّبْتَ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ فَقَالَ عُمَرُ:
وَجَبَتْ (۱)

۱۵۱ (۸۲۵۲): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسَهَّرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لِأَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ (۲)

۱۵۲ (۸۲۵۳): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَمِيرَةَ قَالَ: لَمَّا حَضَرَ مُعَاذًا الْمَوْتَ قِيلَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَوْصِنَا قَالَ: أَجْلِسُونِي قَالَ: إِنَّ الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ مَكَانَهُمَا مَنْ ابْتَغَاهُمَا وَجَدَهُمَا يَقُولُهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَالْتَمِسُوا الْعِلْمَ عِنْدَ أَرْبَعَةِ رَهْطٍ عِنْدَ عُوَيْمِرِ أَبِي الدُّدَاءِ، وَعِنْدَ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ، وَعِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَعِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ الَّذِي كَانَ يَهُودِيًّا، فَاسْلَمَ، فَأَبَى سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ تحفة الاشراف، ج ۴، ص ۳۱۹

ii۔ مسلم: ۲۲۸۳

۲۔ بخاری: ۳۸۱۲

يَقُولُ: إِنَّهُ عَاشِرُ عَشْرَةٍ فِي الْجَنَّةِ (۱)

مسلمان ہو گئے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: وہ جنت میں جانے والے دس شخصوں میں سے دسویں ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر کہا: میں آپ ﷺ سے تین چیزیں پوچھوں گا، جنہیں نبی ﷺ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا، پہلی: قیامت کے قائم ہونے کی پہلی علامت کیا ہوگی؟ دوسری: جنتی پہلی چیز کیا کھائیں گے؟ تیسری: بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے یا ماں کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبریل امین علیہ السلام نے ان چیزوں کے بارے میں مجھے ابھی بتلایا ہے، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا وہ فرشتوں میں یہودیوں کے دشمن ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ قیامت کی پہلی علامت یہ ہوگی کہ ایک آگ مشرق سے مغرب کی طرف چلے گی۔

۲۔ جنتی پہلا کھانا مچھلی کے جگر کا گوشت کھائیں گے۔

۳۔ اگر باپ کے پانی کا غلبہ ہو تو بچے کی مشابہت باپ سے ہوتی ہے اور اگر ماں کا پانی غالب ہو تو بچے کی مشابہت ماں سے ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہودی بہت الزام تراشی کرنے والے ہیں، اگر ان کو آپ ﷺ کے پوچھنے سے پہلے میرے اسلام لانے کا پتہ چل گیا، تو وہ آپ ﷺ کے پاس

۱۵۳ (۸۲۵۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ، إِنَّ شَاءَ اللَّهُ قَالَ: جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْدَمَهُ الْمَدِينَةَ فَقَالَ: "إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ: مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟ وَأَوَّلُ مَا يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ؟ وَالْوَلَدُ يَنْزِعُ إِلَى أَبِيهِ وَإِلَى أُمِّهِ؟" قَالَ: أَخْبَرَنِي بِهِنَّ جَبْرِيلُ أَنِفًا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: ذَلِكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالَ: أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُهُمْ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَرِزَادَةٌ كَبِدِ حُوتٍ وَأَمَّا الْوَلَدُ فَاذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ نَزَعَهُ وَإِنْ سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْهُ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ الْيَهُودُ قَوْمٌ بَهْتٌ وَإِنْ عَلِمُوا بِإِسْلَامِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ عَنِّي بَهْتُونِي عِنْدَكَ فَجَاءَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللَّهِ فِيكُمْ؟ فَقَالُوا: خَيْرُنَا وَسَيِّدُنَا وَأَبْنُ سَيِّدِنَا وَأَعْلَمُنَا قَالَ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ؟ قَالُوا: أَعَاذَهُ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالُوا: شَرُّنَا وَأَبْنُ شَرِّنَا وَاسْتَنْقَصُوهُ فَقَالَ: هَذَا كُنْتُ أَخَافُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ (۲)

iii۔ ترمذی: ۳۸۰۳

ii۔ التاريخ الصغير للبخاري، ج ۱، ص ۷۳

i۔ احمد، ج ۵، ص ۲۳۳-۲۳۲

vi۔ ابن حبان: ۷۱۶۵

v۔ المستدرک للحاكم، ج ۳، ص ۴۱۶، ۴۲۰

iv۔ المعجم الكبير للطبراني: ۸۵۱۳

۲۔ بخاری: ۳۳۲۹

میری بدگوئی کریں گے، اسی اثناء میں یہودی آئے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم میں سے سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا بندہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہمارا بہترین ہے، ہمارا سردار ہے، اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے اور سب سے زیادہ علم والا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: اگر عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر لیں، تو تمہارا رد عمل کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، انہوں نے کہا: یہ بد بخت ہے اور بد بخت کا بیٹا ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی عیب جوئی کی۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اسی بات کا خوف تھا۔

۳۶۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو قرآن کی تلاوت اس اصل پر کرنا چاہتا ہے جیسا کہ قرآن مجید نازل ہوا ہے، اسے چاہیے کہ وہ ابن ام معبد رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو قرآن مجید کو اصل طریقہ پر پڑھنا پسند کرتا ہے (امام اسحاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے غصا کی بجائے رطبا فرمایا ہے) جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے، اسے چاہئے کہ وہ ابن معبد کے طریقہ پر پڑھے۔

حضرت قیس بن مروان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا: عراق سے، وہاں پر ایک شخص ایسا ہے جو قرآن مجید کی املاء زبانی طور پر کرواتا ہے۔

۱۵۴ (۸۲۵۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ عَنْ ابْنِ فَضِيلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مَرْوَانَ عَنْ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أَنْزَلَهُ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُودٍ (۱)

۱۵۵ (۸۲۵۶): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا وَقَالَ إِسْحَاقُ: رَطْبًا كَمَا أَنْزَلَ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدِ (۲)

۱۵۶ (۸۲۵۷): أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ الْمَكِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا فَضِيلٌ وَهُوَ ابْنُ عِمَاضٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، وَخَيْثَمَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مَرْوَانَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ: مِنْ أَيْنَ جِئْتَ؟ قَالَ: مِنَ الْعِرَاقِ، وَتَرَكْتُ بِهَا رَجُلًا يَمْلِكُ الْمُصْحَفَ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِهِ

i-ii- المعجم الكبير للطبرانی، رقم ۸۲۲۳

i- مستدرک الحارث، رقم ۱۰۱۱

ii- مستدرک الزاری، ج ۱، ص ۶۶، رقم ۱۳

i- ابن ماجہ، ص ۳۹، رقم ۱۳۷

قَالَ: وَمَنْ هُوَ؟ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: مَا فِي النَّاسِ أَحَدٌ أَحَقُّ بِذَلِكَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: أَحَدُثُكَ عَنْ ذَلِكَ سَمَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ فَخَرَجْنَا فَسَمِعْنَا قِرَاءَةَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَتَسَمَّعَ فِقِيلٌ: رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ يُصَلِّي قَالَ: سَلُّ تُعْطِيهِ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَطْبًا كَمَا أَنْزَلَ فَلْيَقْرَأْهُ كَمَا يَقْرَأُ ابْنُ أُمِّ عَبْدِ (۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا: وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بات کا لوگوں میں اس سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہے۔ پھر فرمایا: میں اس کے بارے میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں باتیں کر رہے تھے۔ جب ہم وہاں سے نکلے تو ایک شخص کو قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو مانگ! تجھے دیا جائے گا۔ یہ تین دفعہ فرمایا، پھر فرمایا: جو قرآن مجید کو اس کی اصل پر پڑھنا چاہتا ہے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے، اسے چاہیے کہ وہ ابن ام مبعوث رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر قرآن پڑھے۔

حضرت ابو ظبیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ہم سے پوچھا: تم کون کون سی قرأت میں قرآن مجید پڑھتے ہو۔ ہم نے عرض کیا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت۔ انہوں نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال میں ایک دفعہ قرآن مجید پیش کیا جاتا تھا، اور جس سال آپ کا وصال مبارک ہوا، اس سال دو مرتبہ پیش کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ منسوخ آیات کے گواہ ہیں۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان سے بہت محبت کرتا ہوں، جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے: قرآن مجید چار لوگوں سے سیکھو: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے۔ امام شعبہ فرماتے ہیں: میں علم نہیں سالم کے بعد تیسرے حضرت ابی ہیں یا حضرت معاذ ہیں۔

۱۵۷ (۸۲۵۸): أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ مُعْتَمِرٍ، وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ قَالَ: قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ: أَيُّ الْقِرَاءَاتَيْنِ تَقْرَأُونَ؟ قُلْنَا: قِرَاءَةَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْرِضُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً وَإِنَّهُ عَرَضَ عَلَيْهِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ مَرَّتَيْنِ فَشَهِدَ عَبْدُ اللَّهِ مَا نَسِيَ (۱)

۱۵۸ (۸۲۵۹): أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: ذَكَرُوا ابْنَ مَسْعُودٍ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اسْتَقْرَبُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: ابْنِ مَسْعُودٍ، وَسَالِمِ مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ وَأَبِي بِنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ" قَالَ شُعْبَةُ وَسَالِمٌ: لَا أَدْرِي مَنْ الثَّلَاثُ أَبِي أَوْ مُعَاذٌ (۲)

ii- مسند احمد، ج ۱، ص ۳۰۸، رقم ۱۲۵

i- المصاحف لابن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۱۵

iii- احمد، ج ۱، ص ۲۷۵

ii- احمد، ج ۱، ص ۳۶۳

i- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۰، ص ۵۵۹

vii- بخاری، ج ۱، ص ۲۹۹

v- المستدرک للحاکم، ج ۲، ص ۲۳۰

iv- مسلم، ج ۱، ص ۲۳۰

ii- مسلم، ج ۱، ص ۲۳۶

i- بخاری، ج ۱، ص ۳۷۵

۱۵۹ (۸۲۶۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا قُطَيْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ قَالَ: كُنَّا فِي دَارِ أَبِي مُوسَى فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ يَنْظُرُونَ فِي مُصْحَفٍ، فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: مَا أَعْلَمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ بَعْدَهُ رَجُلًا أَعْلَمَ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ هَذَا الْقَائِمِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى: لَيْسَ قُلْتُ ذَلِكَ لَقَدْ كَانَ يَشْهَدُ إِذَا غَبْنَا، وَيُؤَذِّنُ لَنَا إِذَا حُجِبْنَا (۱)

حضرت ابوا حوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم صحابہ کرام کی ایک جماعت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے گھر میں قرآن مجید کو دیکھ رہے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، تو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اس کھڑے ہونے والے شخص سے بڑھ کر کوئی قرآن مجید کا علم جاننے والا نہیں چھوڑا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے جیسا کہا وہ ویسے ہی ہیں، کیونکہ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غائب ہوتے تھے، تو وہ موجود ہوتے تھے، جب ہم محجوب ہوتے تھے، تو انہیں اجازت ہوتی تھی۔

۱۶۰ (۸۲۶۲۱): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدٍ يَقُولُ: قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذْنُكَ عَلَيَّ أَنْ تَرَفَعَ الْحِجَابُ، وَأَنْ تَسْتَمِعَ سَوَادِي حَتَّى أَنْهَاكَ (۲)

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے میرے پاس آنے کی اجازت ہے، تمہارے لیے حجاب اٹھا دیا گیا ہے اور تمہیں میری راز کی باتیں سننے کی اجازت ہے، جب تک میں تمہیں منع نہ کروں۔

۱۶۱ (۸۲۶۲): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، مَرْسَلٌ (۳)

ایک دوسری سند سے یہ حدیث مرسل ہے۔

۱۶۲ (۸۲۶۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا أَرَى أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ (۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اہل بیت میں دیکھا۔

۱۶۳ (۸۲۶۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْمُقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعْدِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ) (الأنعام: ۵۲) قَالَ: نَزَلَتْ فِي سِتَّةِ أَنَا وَأَبْنُ مَسْعُودٍ فِيهِمْ، فَأَنْزَلَتْ أَنْ ائْتَدَنْ لَهُؤُلَاءِ (۵)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت مبارکہ (اور آپ ان لوگوں کو دور نہ کیجئے گا جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں): چھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی، ان چھ میں میں اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ اس آیت کے نزول سے ان تمام کو اجازت ملی۔

۱- مسلم: ۲۳۶۱۱	۲-	مسلم: ۲۱۶۹	۳-	ایضاً
۲- بخاری: ۴۳۸۴	ii-	مسلم: ۲۳۶۰	۵-	مسلم: ۲۳۱۳

۱۶۴ (۸۲۶۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: قُلْنَا لِحَدِيثِيفَةَ: أَخْبَرَنَا بَرَجُلٌ قَرِيبُ الْهُدَى وَالسَّمْتِ وَالِدَلِّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَلْزَمَهُ قَالَ: مَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَهُدًيًا وَدَلًّا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُوَازِيَهُ مِنْ ابْنِ أُمِّ عَبْدِ (۱)

حضرت عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمیں اس شخص کے بارے میں بتلائیں جو چال ڈھال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو تا کہ ہم اس کی پیروی کو لازم پکڑ لیں، انہوں نے کہا: میں ان تمام معاملات میں حضرت ابن ام معبد رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی اور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں سمجھتا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم چھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے تو مشرکین نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو اپنے سے دور کر دیں، فلاں اور فلاں حضرت سعد کہتے ہیں: وہاں پر میں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، قبیلہ ہذیل کا شخص، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دو لوگ اور تھے، جن کا میں نام بھول گیا ہوں، موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

۱۶۵ (۸۲۶۶): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شَرِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ سِتَّةٌ نَفَرٌ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: اطْرُدْ هَؤُلَاءِ عَنْكَ فَإِنَّهُمْ وَإِنَّهُمْ قَالَ: وَكُنْتُ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ وَرَجُلٌ مِنْ هَذِيلٍ وَبَلَالٌ وَرَجُلَانِ نَسِيتُ أَسْمَاءَهُمَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ) (الأنعام: ۵۲) إِلَى قَوْلِهِ (الظَّالِمِينَ) (الأنعام: ۵۲) (۲)

اور ان میں کچھ وہ (بھی) ہیں جو آپ کی طرف کان لگائے رہتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر (ان کی اپنی بدنیتی کے باعث) پردے ڈال دیئے ہیں (سوا اب ان کے لئے ممکن نہیں) کہ وہ اس (قرآن) کو سمجھ سکیں اور (ہم نے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دی ہے، اور اگر وہ تمام نشانیوں کو (کھلا بھی) دیکھ لیں تو (بھی) اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ حتیٰ کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں، آپ سے جھگڑا کرتے ہیں (اس وقت) کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیوں کے سوا (کچھ) نہیں۔

۱۶۶ (۸۲۶۷): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعَاذِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ وَهُوَ ابْنُ مَعْنٍ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَبِرِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كُنْتُ مُسْتَخْلِفًا أَحَدًا عَلَى أُمَّتِي مِنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ لَأَسْتَخْلِفْتُ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اپنی امت پر بغیر مشورہ کے کسی کو خلیفہ نامزد کرتا، تو عبداللہ بن مسعود کو خلیفہ نامزد کرتا۔

۱- بخاری: ۳۷۶۲ - ۲- مسلم: ۲۳۱۳

۳- المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۱۸ - ii- احمد، ج ۱، ص ۷۶

iv- ترمذی: ۳۸۰۸ - v- المعرفة والتاریخ للفوسی، ج ۲، ص ۵۳۳

iii- مسند البزار: ۸۳۷

vi- تاریخ بغداد للخطیب، ج ۱، ص ۱۴۸

۳۷۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت سلمہ بن کھیل رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے جو کہ آگے آرہی ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی، میں نے ان کے بارے میں سخت کلمات کہے۔ حضرت عمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے تاکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا شکوہ بیان کریں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ آگئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں مزید سخت گفتگو کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھ رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر بلند کیا اور فرمایا: جس نے عمار رضی اللہ عنہ سے دشمنی کی، اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے بغض رکھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں وہاں سے اس حال میں نکلا کہ مجھے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز پسند نہ تھی۔ پھر میں ان سے اس حال میں ملا کہ وہ مجھ سے راضی ہو چکے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمار سے دشمنی کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرتا ہے۔ اور جو عمار کو گالی دیتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو گالی دیتا ہے۔

۱۶۷ (۸۲۶۸): أخبرنا محمد بن ابان قال: ثنا يزيد قال: انا

العوام عن سلمة بن كهيل
 ۱۶۸ (۸۲۶۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ:
 أَخْبَرَنَا الْعَوَامُ، عَنْ سَلْمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ. وَأَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلِيمَانَ
 قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْعَوَامُ، عَنْ سَلْمَةَ بْنِ
 كُهَيْلٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ
 عَمَّارٍ كَلَامٌ، فَأَغْلَظْتُ لَهُ فِي الْقَوْلِ، فَانْطَلَقَ عَمَّارٌ يَشْكُو خَالِدًا إِلَى
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ خَالِدٌ وَعَمَّارٌ يَشْكُوَانِ
 فَجَعَلَ يُغْلِظُ لَهُ وَلَا يَزِيدُهُ إِلَّا غِلَظَةً وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَاكِتٌ فَبَكَى عَمَّارٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَرَاهُ؟ قَالَ: فَرَفَعَ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ قَالَ: مَنْ عَادَى عَمَّارًا عَادَاهُ اللَّهُ وَمَنْ
 أَبْغَضَ عَمَّارًا أَبْغَضَهُ اللَّهُ قَالَ خَالِدٌ: فَخَرَجْتُ، فَمَا كَانَ شَيْءٌ أَحَبَّ
 إِلَيَّ مِنْ رِضَى عَمَّارٍ، فَلَقِيْتَهُ فَرَضِي. "الَلْفْظُ لِأَحْمَدَ (۱)"

۱۶۹ (۸۲۷۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيْلَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ
 شُعْبَةَ، عَنْ سَلْمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ،
 يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْأَشْتَرِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يُعَادِ عَمَّارًا يُعَادِهِ اللَّهُ، وَمَنْ يَسُبَّ
 عَمَّارًا يَسِبْهُ اللَّهُ (۲)

iii - المعجم الكبير للطبراني: ۳۸۳۵

ii - احمد، ج ۴، ص ۸۹

i - مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۱۲۰

vi - مسند احمد، ج ۴، ص ۹۰

v - ابن حبان: ۷۰۸۱

iv - المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۹۱-۳۹۰

vii - الحاکم، ج ۳، ص ۳۹۰-۳۸۹

iii - المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۸۹

ii - مسند الطيالسی: ۱۱۵۶

i - احمد، ج ۴، ص ۹۰

حضرت یزید بن اشتر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نماز عصر کے بعد لوگوں کو خطاب کیا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک سریہ میں بھیجا، ہماری ملاقات ایک ایسے گھرانے کے افراد سے ہوئی، جو توحید الہی کا اقرار کرنے والے تھے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: ان لوگوں نے توحید کی وجہ سے ہمیں اپنے سے روک دیا ہے۔ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی بات پر کوئی توجہ نہ دی، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کی خبر ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوں گا، جب ہم واپس پہنچے تو عمار رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میرا شکوہ کیا، جب انہوں نے محسوس کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مدد نہیں کر رہے، تو وہ روتے ہوئے وہاں سے واپس مڑ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور فرمایا: اے خالد! عمار کو برا بھلا نہ کہو، پس بے شک جس نے عمار رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو برا بھلا کہا، جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی عیب جوئی کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عیب جوئی کرتا ہے، جس نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی رائے کو غلط قرار دیا، اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو غلط قرار دیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دن سے میرے نزدیک سب سے بڑا گناہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی رائے کو رد کرنا ہے، میرے نزدیک سب سے زیادہ خوف والی یہی بات ہے۔

حضرت اشتر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہ کہو، کیونکہ جس نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو برا بھلا کہا، جس نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا، اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے بغض رکھا، جس نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی رائے کو رد کیا اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے فرمان کو رد کیا۔

۱۷۰ (۸۲۷۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَسْعُودُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدٍ، عَنِ الْأَشْتَرِ قَالَ: كَانَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ يَضْرِبُ النَّاسَ عَلَى الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ: فَقَالَ خَالِدٌ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَأَصَبْنَا أَهْلَ بَيْتٍ قَدْ كَانُوا وَحَدُوا فَقَالَ عَمَّارٌ هَؤُلَاءِ قَدْ احْتَجَزُوا مِنَّا بِتَوْحِيدِهِمْ فَلَمْ أَلْتَفِتْ إِلَى قَوْلِ عَمَّارٍ فَقَالَ عَمَّارٌ: أَمَا لِأَخْبَرَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَيْهِ شَكَانِي إِلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْتَصِرُ مِنِّي أَدْبَرَ وَعَيْنَاهُ تَدْمَعَانِ فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: يَا خَالِدُ لَا تَسِبْ عَمَّارًا فَإِنَّهُ مِنْ سَبِّ عَمَّارٍ يَسِبُهُ اللَّهُ وَمَنْ يَنْتَقِصْ عَمَّارًا يَنْتَقِصْهُ اللَّهُ، وَمَنْ سَفَهَ عَمَّارًا يَسْفَهُهُ اللَّهُ قَالَ خَالِدٌ: فَمَا مِنْ ذُنُوبِي شَيْءٌ أَخَوْفُ عِنْدِي مِنْ تَسْفِيهِ عَمَّارًا (۱)

۱۷۱ (۸۲۷۲): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدٍ، عَنِ الْأَشْتَرِ قَالَ: سَمِعْتُ خَالِدًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسِبْ عَمَّارًا فَإِنَّهُ مِنْ يَسْبِ عَمَّارٍ يَسِبُهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَبْغِضْ عَمَّارًا يَبْغِضْهُ اللَّهُ، وَمَنْ سَفَهَ عَمَّارًا يَسْفَهُهُ اللَّهُ (۲)

ii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۳۹

۱۔ التاجم الکبیر للنظیر، ج ۳، ص ۱۱۲

۲۔ مشکل الآثار للطحاوی، ج ۸، ص ۲۷۱

حضرت عمرو بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ ایمان کے لحاظ سے کناروں تک بھرے ہوئے ہیں۔

۱۷۲ (۸۲۷۳): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي عَمَّارٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرْحَبِيلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِلءَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ إِيْمَانًا إِلَى مُشَاشِهِ (۱)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک مجھے یقین ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوصال فرمانے تک، جس شخص سے بھی محبت فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوزخ میں داخل نہیں کرے گا، لوگوں نے عرض کیا: ہمیں یقین ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے محبت فرماتے تھے، اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا تھا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے محبت فرماتے تھے یا مجھے آزمائش میں چھوڑا، لیکن ہم ایک ایسے شخص کے بارے میں جانتے ہیں، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبت فرماتے تھے، لوگوں نے پوچھا: وہ کون شخص ہے؟ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں، لوگوں نے کہا: یہ تو وہی ہیں جن کو آپ کے لوگوں نے جنگ صفین کے دن شہید کیا تھا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم: ہم نے ہی ان کو شہید کیا ہے۔

۱۷۳ (۸۲۷۴): أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَبِي عَوْنٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا يَكُونَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ يَوْمَ مَاتَ وَهُوَ يُحِبُّ رَجُلًا، فَيَدْخِلُهُ اللَّهُ النَّارَ قَالُوا: قَدْ كُنَّا نَرَاهُ يُحِبُّكَ قَدْ كَانَ يَسْتَعْمِلُكَ قَالَ: اللَّهُ أَعْلَمُ، أَحَبَّنِي أَمْ تَأَلَّفَنِي، وَلَكِنَّا قَدْ كُنَّا نَرَاهُ يُحِبُّ رَجُلًا قَالُوا: مَنْ ذَلِكَ الرَّجُلُ؟ قَالَ: عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ قَالُوا: فَذَلِكَ قَتِيلُكُمْ يَوْمَ صَفِّينَ قَالَ: قَدْ وَاللَّهِ قَتَلْنَاهُ (۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تمہیں ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔

۱۷۴ (۸۲۷۵): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَلِيَّةَ، عَنْ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ: تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَّةُ (۳)

۱- کتاب الایمان لابن ابی عمیر: ۹۳

۲- ابن ماجہ: ۱۴۱

۳- نعیم الاصبہانی، ج ۱، ص ۱۳۹

۴- ابن حبان: ۷۰۷۶

۵- معجم الاوسط للطبرانی: ۶۱۱

۶- احمد بن حنبل: ۱۶۰۶

۷- المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۹۲

۸- المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۴۲

۹- مسلم: ۲۹۱۶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ دو کاموں میں سے مشکل کام کو اختیار
فرمایا۔

۱۷۵ (۸۲۷۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ
بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ سِيَّاحٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي
ثَابِتٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا خَيْرَ عَمَارٍ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ
أَشَدَّهُمَا (۱)

۳۸- حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کے فضائل:

حضرت عاز بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ
، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، ان
کے پاس حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، انہوں نے کہا: اللہ
تعالیٰ کی تلواریں، اللہ تعالیٰ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ نہیں
پہنچیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم قریش کے شیخ اور سردار کے
متعلق اس طرح کہتے ہو پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ! نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
: اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! شاید تم نے ان کو ناراض کر دیا، اگر تم نے ان کو
ناراض کر دیا، تو اپنے رب کو ناراض کر دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوٹ
کر ان کے پاس آئے اور کہا: اے میرے بھائیوں! شاید میں نے
تم کو ناراض کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! اللہ
تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ الفاظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
ہیں۔

۱۷۶ (۸۲۷۷): أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ
بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَفَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ:
حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ عَائِدِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ سَلْمَانَ
وَصَهْبِيَةَ وَبِلَالًا كَانُوا قَعُودًا فَمَرَّ بِهِمْ أَبُو سَفْيَانَ فَقَالُوا: مَا أَخَذَتْ
سَيْوْفُ اللَّهِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللَّهِ مَا أَخَذَهَا بَعْدُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: تَقُولُونَ
هَذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهَا قَالَ: فَاتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَخْبَرَهُ قَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ أَغْضَبْتَهُمْ، لَيْتَنِي كُنْتُ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ
أَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَرَجَعِ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: يَا إِخْوَتَاهُ لَعَلِّي أَغْضَبْتَكُمْ قَالُوا:
لَا يَا أَبَا بَكْرٍ، يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ اللَّفْظُ لِإِبْرَاهِيمَ (۲)

iii- ابن ماجہ: ۱۲۸

ii- ترمذی: ۳۹۷۷

i- احمد، ج ۶، ص ۱۱۳

v- تاریخ بغداد للخطیب، ج ۱۱، ص ۲۸۸

iv- المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۸۸

ii- مسلم: ۲۵۰۳

۳۹۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: اور ان میں سے دوسروں کو بھی جو ابھی ان پہلوں سے نہیں ملے۔ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ اس نے دو یا تین بار پوچھا، اس وقت ہم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اگر دین ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہو تو ان لوگوں میں سے ایک شخص اس کو پالے گا۔

۱۷۷ (۸۲۷۸): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا قَرَأَ (وَأَخْرَجَ مِنْهُمْ لِمَا يَلْحَقُوا بِهِمْ) (الجمعة: 3) قَالَ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَلَمْ يَرَأِ جَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَأَلَهُ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالَ: وَفِينَا سَلْمَانَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هَؤُلَاءِ (۱)

۴۰۔ حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید چار لوگوں سے پڑھو: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سالم مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے۔

۱۷۸ (۸۲۷۹): أَخْبَرَنَا بَشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اسْتَقْرَبُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ، وَمَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَأَبِي بِنِ كَعْبٍ" (۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سنا ہے، اس وقت سے میں ان سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید چار لوگوں سے حاصل کرو: حضرت ابن ام معبد رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے۔

۱۷۹ (۸۲۸۰): أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ الْمَكِّيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا فَضِيلٌ وَهُوَ ابْنُ عِيَّاضٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: لَا أَرَأَى أَحَبُّ ابْنِ مَسْعُودٍ بَعْدَ مَا بَدَأَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: ابْنِ أُمِّ عَبْدِ وَائِلٍ بِنِ كَعْبٍ وَمَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ" (۳)

ii - مسلم: ۲۵۲۶

i - بخاری: ۲۸۹۷

ii - مسلم: ۲۳۶۳

i - بخاری: ۳۷۵۸

ii - مسلم: ۲۳۶۳

i - بخاری: ۳۹۹۹

۴۱۔ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ گروہ انصار کو بہترین جزا عطا فرمائے، خاص طور پر عمرو بن حزم اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کی آل کو۔

۱۸۰ (۸۲۸۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَبِيبٍ بْنُ الشَّهِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَزَاكُمْ اللَّهُ مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ خَيْرًا، وَلَا سِوَمَا آلِ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَسَعْدِ بْنِ عِبَادَةَ (۱)

۴۲۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور منادی کو ندا کا حکم دیا، اس نے آواز دی: الصلوة جامعة (اکٹھے ہو جاؤ)۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبر سنو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین دفعہ ادا فرمائے!) میں تمہیں تمہارے غازی لشکر کے بارے میں بتلاتا ہوں، بے شک وہ (مسلمان فوج) روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ان کی دشمن سے بڑ بھڑھٹی ہوئی، سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہادت نصیب ہوئی تم ان کے لیے بخشش کی دعا کرو۔ پھر علم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا، وہ بڑی دلیری کے ساتھ دشمن سے لڑے، انہیں بھی شہید کر دیا گیا، میں ان کی شہادت کی گواہی دیتا ہوں، تم ان کی لیے بھی بخشش کی دعا کرو۔ پھر علم حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا، وہ بڑے ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ انہیں بھی شہادت نصیب ہوئی، پس تم ان کے لئے بھی طلب مغفرت کرو۔ پھر علم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا، حالانکہ وہ امراء لشکر میں سے نہ تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے یہ دعا مانگی: اے اللہ تعالیٰ! یہ تیری تلواروں میں

۱۸۱ (۸۲۸۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ نَعِيمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ أَبِي أَخْبَرَنَا قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ شَيْبَانَ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَمِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رِيَّاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَأَمَرَ الْمُنَادِيَ أَنْ يُنَادِيَ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَابَ خَيْرٌ، ثَابَ خَيْرٌ، ثَابَ خَيْرٌ، أَلَا أَخْبِرُكُمْ عَنْ جَيْشِكُمْ هَذَا الْغَازِي؟ إِنَّهُمْ أَنْطَلِقُوا حَتَّى لَقُوا الْعَدُوَّ لَكِنْ زَيْدٌ أُصِيبَ شَهِيدًا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللَّوَاءَ جَعَفَرٌ فَشَدَّ عَلَى الْقَوْمِ، فَقَتِلَ شَهِيدًا أَنَا أَشْهَدُ لَهُ بِالشَّهَادَةِ فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللَّوَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَانْتَبَتْ قَدَمِيهِ حَتَّى أُصِيبَ شَهِيدًا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ أَخَذَ اللَّوَاءَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْأَمْرَاءِ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَبْعِيهِ وَقَالَ: اللَّهُمَّ هُوَ سَيْفٌ مِنْ سَيُوفِكَ فَانْتَصِرْ بِهِ فَيَوْمَئِذٍ سَمِيَ خَالِدٌ سَيْفَ اللَّهِ (۲)

iii۔ مسند البزاري: ۲۷۰۶

ii۔ اخصیات المخلص: ۱۲۳۱

i۔ مسند ابی یعلیٰ: ۲۰۸۸، ۲۰۷۹

vi۔ ابن حبان: ۷۰۲۰

v۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۱۲-۱۱۱

iv۔ ابن السنی: ۲۷۶

iii۔ ابن حبان: ۷۰۲۸

ii۔ دلائل النبوة للبیہقی، ج ۳، ص ۳۶۸-۳۶۷

i۔ احمد، ج ۵، ص ۲۹۹

سے ایک تلوار ہے، تو اس کی مدد فرما۔ اس دن سے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت ناشرہ بن سہمی یزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: بے شک میں تمہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں وضاحت کرتا ہوں: میں نے خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ وہ اس مال کو غریب مہاجرین کے لئے بچائے۔ لیکن خالد نے وہ مال خوشحال، صاحب ثروت اور شاعروں پر لٹا دیا۔ اس وجہ سے میں نے ان کو معزول کر کے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا ہے۔ حضرت ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے کہا: بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے عامل کو معزول کیا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا، آپ نے ایک ایسی تلوار کو میان میں رکھا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکالا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا جھنڈا سرنگوں کیا ہے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لہرایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قطع رحمی کی ہے اور چچازاد سے حسد کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بے شک آپ قریبی رشتہ دار ہیں، ہم عمر ساتھی ہیں اور اپنے چچازاد کے بارے میں غصہ کرنے والے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھود رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔

۱۸۲ (۸۲۸۳): أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَارِثَ بْنَ يَزِيدَ الْحَضْرَمِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعٍ عَنْ نَاشِرَةَ بْنِ سَمِيِّ الْيَزَنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَهُوَ يَخُطُبُ النَّاسَ فَقَالَ: "إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكُمْ مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، فَإِنِّي أَمَرْتُهُ أَنْ يَحْبِسَ هَذَا الْمَالَ عَلَى ضَعْفَةِ الْمُهَاجِرِينَ، فَأَعْطَاهُ ذَا الْبِئْسَاءِ وَذَا الشُّرْفِ وَذَا اللِّسَانَ، فَزَعَّتْهُ، وَأَمَرْتُ أَبَا عَبِيدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَقَالَ أَبُو عَمْرٍو بْنُ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ: لَقَدْ نَزَعْتَ عَامِلًا اسْتَعْمَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَعْمَدْتَ سَيْفًا سَلَّهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَضَعْتَ لَوَاءً نَصَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَقَدْ قَطَعْتَ الرَّحِمَ، وَحَسَدْتَ ابْنَ الْعَمِّ فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّكَ قَرِيبُ الْقَرَابَةِ، حَدِيثُ السَّنَنِ، مُغْضَبٌ فِي ابْنِ عَمِّكَ (۱)

۲۳۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر تیز اندازی کر رہے تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچا ہو کر دیکھا کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا تیر کہاں گرتا ہے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف ہو جائیں، تاکہ اگر نقصان پہنچے تو مجھے پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ رہیں۔

۱۸۳ (۸۲۸۴): أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ حُمَيْدًا، يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ، أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ كَانَ يَرْمِي بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَطَاوَلُ يَنْظُرُ أَيْنَ تَقَعُ نَبْلُهُ؟ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: هَكَذَا يَا نَبِيَّ اللَّهِ، يَا أَبِي أَنْتَ وَأُمِّي نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ (۲)

۲۴۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! تو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بخشش فرما، اس کے درجات ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرما، اس کے گھر والوں کو اچھا جائنشین عطا فرما، اے تمام جہانوں کے پالنے والے! ہمیں بھی بخش اور اس کی بھی بخشش فرما، اے اللہ تعالیٰ! اس کی قبر کو کشادہ فرما، اور اسے قبر میں روشنی عطا فرما۔

۱۸۳ (۸۲۸۵): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَىٰ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بِنِ دُوَيْبٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ أَبِي سَلَمَةَ، وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ وَأَغْمَضَهُ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَأَخْلِفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا، وَكَهْ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ، اللَّهُمَّ افْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَنُورْ لَهُ فِيهِ (۱)

۲۵۔ حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں قرآن حضرت ابی، حضرت معاذ، حضرت زید اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہم نے پڑھا۔

۱۸۵ (۸۲۸۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَىٰ بْنِ أَيُّوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَرَأَ الْقُرْآنَ عَلَيَّ عَهْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبِي، وَمَعَاذُ زَيْدٍ، وَأَبُو زَيْدٍ (۲)

۲۶۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر سب سے زیادہ مہربان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، اللہ کے دین کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، علم کی میراث کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں، حلال و حرام کے بڑے عالم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں، خبردار! ہر امت کا ایک امین ہے اور اس امت کے امین حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۸۶ (۸۲۸۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَىٰ بْنِ أَيُّوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءُ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي دِينِ اللَّهِ عُمَرُ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدٌ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا، وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عَبِيدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ (۳)

- ۱۔ مسلم: ۹۲۰
۲۔ i۔ بخاری: ۳۸۱۰ ii۔ مسلم: ۲۳۶۵
۳۔ i۔ احمد، ج ۳، ص ۲۸۱ ii۔ مسند الطیالسی: ۲۰۹۶ iii۔ مشکل الآثار للطحاوی، ج ۱، ص ۳۵۱-۳۵۰
iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۲۲
v۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۶، ص ۲۱۰ vi۔ ابن حبان: ۷۱۳۱

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ (مراد زید بن ثابت رضی اللہ عنہ) نوجوان سمجھدار آدمی ہیں، آپ رضی اللہ عنہ قابل بھروسہ ہیں، آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھتے رہے ہیں، پس تم کوشش کر کے قرآن پاک کو جمع کرو۔

۱۸۷ (۸۲۸۸): أَخْبَرَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شَهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: أُرْسِلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ قَالَ: إِنَّكَ غُلَامٌ شَابٌّ عَاقِلٌ، لَا تَنْتَهَمُكَ، قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَّبِعُ الْقُرْآنَ فَاجْمَعُهُ (۱)

۴۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے، میں جنت میں جس طرف اشارہ کرتا ہوں، وہ ٹکڑا اڑ کر اس جگہ آجاتا ہے، میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ عبداللہ نیک آدمی ہے۔

۱۸۸ (۸۲۸۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي شُعَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ عَمِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ رَأَى كَأَنَّ بِيَدِهِ سَرَقَةً مِنْ اسْتَبْرَقٍ لَا يُشِيرُ بِهَا إِلَى شَيْءٍ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ، فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَصْتُهَا حَفْصَةَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَجُلٌ صَالِحٌ (۲)

۴۸۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے لڑیکہ باندی کے دو دانت توڑ دیئے، ان لوگوں سے معافی مانگی گئی لیکن انہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا، ان کو دین کی پیش کش کی گئی، لیکن وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لے کر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حضرت ربیع رضی اللہ عنہ کے دانت توڑ دیئے جائیں گے؟ اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق مبعوث فرمایا! حضرت ربیع رضی اللہ عنہ کے دانت نہیں

۱۸۹ (۸۲۹۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ قَالَ: كَسَرَتِ الرَّبِيعُ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ فَطَلَبُوا إِلَيْهِمُ الْعُقُوفَ فَأَبَوْا فَعَرَضَ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ، فَأَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِالْقِصَاصِ قَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تُكْسِرُ ثَنِيَّةَ الرَّبِيعِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسِرُ قَالَ: يَا أَنَسُ كِتَابُ اللَّهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا قَالَ: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لِأَبْرَةٍ (۳)

ii - مسلم: ۷۱۹۱

i - بخاری: ۳۹۸۶

ii - مسلم: ۲۳۷۸

i - بخاری: ۷۰۱۵

ii - مسلم: ۱۶۷۵

i - بخاری: ۲۷۰۳

ٹوٹنے چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی کتاب نے قصاص لازم قرار دیا ہے، اس کے بعد وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے حضرت ربیع بن ریحہؓ کو معاف کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے بہت سارے بندے ایسے ہیں، جب وہ کسی کام کے بارے میں قسم اٹھا لیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کام کو پورا کر دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، اس کا ان کو بہت قلق تھا وہ کہتے تھے کہ جو کفر اور اسلام کا پہلا بڑا معرکہ ہوا، میں اس میں حاضر نہ ہو سکا، اگر اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مجھے کسی اور غزوہ میں حاضر ہونے کا موقع دیا تو پھر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ضرور دکھائے گا کہ میں کیا کرتا ہوں، پھر وہ غزوہ احد میں حاضر ہوئے اور ان کی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا اے ابو عمر وہاں جا رہے ہو؟ حضرت انس بن نضر نے کہا وہ دیکھو مجھے احد پہاڑ کے پاس سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے، انہوں نے قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے، ان کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسی ۸۰ سے زیادہ زخم تھے۔ میری پھوپھی اور حضرت ربیع بن نضر رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا: میں نے اپنے بھائی کو ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: مومنوں میں کچھ ایسے (ہمت والے) مرد ہیں، جنہوں نے اس وعدہ کو سچا کر دکھایا، جو انہوں نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے کیا تھا، سو ان میں سے بعض نے شہید ہو کر اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض منتظر ہیں، اور انہوں نے اپنے وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ (الاحزاب: ۳۳) (۲۳)

۱۹۰ (۸۲۹۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ نَعِيمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَبَّانٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ قَالَ: قَالَ عَمِّي أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: سَمَّيْتُ بِهِ. وَكَمْ يَشْهَدُ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبُرَ ذَلِكَ عَلَيْهِ وَقَالَ: أَوْلُ مُشْهَدٍ شَهِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْبَتُ عَنْهُ، أَمَا وَاللَّهِ لَئِنْ أَرَانِي اللَّهَ مُشْهَدًا فِيمَا بَعْدَ لَيْرِينَ اللَّهَ مَا أَصْنَعُ قَالَ: وَهَابَ أَنْ يَقُولَ غَيْرَهَا، فَشَهِدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ: يَا أَبَا عَمْرٍو أَيْنَ؟ قَالَ: وَأَمَا لِرِيحِ الْجَنَّةِ أَجْدُهَا دُونَ أُحُدٍ، فَقاتَلَ حَتَّى قُتِلَ، فَوُجِدَ فِي جَسَدِهِ بَضْعٌ وَثَمَانُونَ مِنْ بَيْنِ يَعْغِي ضَرْبِيَّةٍ وَرَهْيِيَّةٍ، وَطَعْنَةٌ فَقَالَتْ عَمَّتِي الرَّبِيعَةُ بِنْتُ النَّضْرِ أُخْتُهُ: فَمَا عَرَفْتُ أُخِي إِلَّا بَيْنَانِهِ قَالَ: وَأَنْزَلَتْ هَذِهِ آيَةٌ (مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رَجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَن يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا) (الاحزاب: ۳۳) (۱)

۴۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مہمان نوازی کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھجوریں اور گھی رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھی کو کٹورے میں واپس رکھو اور اپنی کھجوروں کو برتن میں سنبھالو، کیونکہ میں روزے سے ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے ایک کونے میں کھڑے ہو کر نفل پڑھے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے گھرانے کے لئے دعا کی، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میرا ایک لاڈلہ ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم انس رضی اللہ عنہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی کی میرے لئے دعا کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کو مال اور اولاد عطا فرما، اور ان میں برکت عطا فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پس میں انصار میں سب سے زیادہ مال والا ہوں، مزید مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صابری نے بیان کیا: کہ حجاج بن یوسف کے بصرہ آنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلبی اولاد کی تعداد ایک سو بیس سے کچھ اوپر تھی، جنہیں دین کیا جا چکا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو، یہ چھوٹا انس ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے تین دعائیں کی، ان میں سے دو دعاؤں کے اثرات میں نے اسی دنیا میں دیکھ لئے ہیں اور تیسری دعا کی میں آخرت میں امید رکھتا ہوں۔

۱۹۱ (۸۲۹۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَمِيدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ أُمَّ سَلِيمٍ فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ فَقَالَ: أَعِيدُوا سَمْنَكُمْ فِي سِقَانِي وَتَمْرَكُمْ فِي وَعَائِي، فَإِنِّي صَائِمٌ، ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةِ مِنَ الْبَيْتِ، فَصَلَّى صَلَاةً غَيْرَ مَكْتُوبَةٍ، وَدَعَا لِمَا سَلِمٌ، وَرَأَاهُ بَيْتَهَا فَقَالَتْ أُمَّ سَلِيمٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لِي خُوَيْصَةً فَقَالَ: مَا هِيَ؟ قُلْتُ: خَادِمُكَ أَنَسٌ، فَمَا تَرَكَ خَيْرًا مِنْ خَيْرِ آخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا، وَوَلَدًا وَبَارِكْ لَهُ قَالَ: فَإِنِّي لِمَنْ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ مَالًا قَالَ: وَحَدَّثَنِي ابْنَتِي أَنَّهُ قَدْ دُفِنَ لِصَلْبِي إِلَى مَقْدَمِ الْحَجَّاجِ إِلَى الْبَصْرَةِ بَضْعٌ وَعِشْرُونَ وَمِائَةٌ (۱)

۱۹۲ (۸۲۹۳): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَسَمِعْتُ أُمَّ سَلِيمٍ صَوْتَهُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَيْسٌ، فَدَعَا لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ دَعَوَاتٍ، قَدْ رَأَيْتُ مِنْهَا اثْنَتَيْنِ، وَأَنَا أَرْجُو الْثَالِثَةَ فِي الْآخِرَةِ (۲)

۵۰۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، غزوہ قرظہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت کے لئے فرمایا: تم مشرکین کی ہجو کرو، بے شک جبریل امین علیہ السلام تمہارے مددگار ہیں۔

۱۹۳ (۸۲۹۳): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانِ بْنِ ثَابِتٍ: أَهْجِ الْمُشْرِكِينَ، فَإِنَّ جِبْرِيْلَ مَعَكَ (۱)

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کے لئے فرمایا: تم مشرکین کی ہجو کرو بے شک روح القدس تمہارے مددگار ہیں۔

۱۹۴ (۸۲۹۵): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ: أَهْجِ الْمُشْرِكِينَ، فَإِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ مَعَكَ (۲)

۵۱۔ حضرت حاطب بن ابولبتعہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت حاطب کا ایک غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضرت حاطب کی شکایت کرتے ہوئے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حاطب دوزخ میں داخل ہو جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جھوٹ کہتے ہو، وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ وہ غزوہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا ہے۔

۱۹۵ (۸۲۹۶): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبٍ جَاءَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو حَاطِبًا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَيْدُ خَلْنِ حَاطِبُ النَّارِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا، فَإِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَّةَ (۳)

۵۲۔ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ (جو کہ حضرت انس کے ماموں ہیں) کو سریہ بئر معونہ کے دن جب نیزہ مار کر زخمی کیا گیا تو انہوں نے خون کو اپنے چہرے اور سر پر چھڑکتے ہوئے کہا: کعبہ کے رب کی عزت کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

۱۹۶ (۸۲۹۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ عَنْ نَعِيمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَبَّانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ: لَمَّا طَعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَكَانَ خَالَهُ يَوْمَ بَيْرِ مَعُونَةَ قَالَ: بِالْذَّمِّ هَكَذَا فَنَضَحَهُ عَلَى وَجْهِهِ وَرَأْسِهِ وَقَالَ: فَزَتْ وَرَبِّ الْكُعْبَةِ (۴)

- | | | |
|-------------------------------------|--------------------------------------|---------------------------------|
| i۔ بخاری: ۴۱۲۴ | ii۔ مسلم: ۲۳۸۶ | - |
| ii۔ معجم الکبیر للطبرانی، ج ۴، ص ۴۲ | iii۔ مشکل الآثار للطحاوی، ج ۴، ص ۲۹۸ | ۲۔ i۔ احمد، ج ۴، ص ۳۰۱-۱۲۹۸ |
| v۔ ابن حبان: ۷۱۳۶ | ii۔ مسلم: ۶۷۷ | iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۸۷ |
| i۔ بخاری: ۴۰۹۲ | - | ۳۔ مسلم: ۲۳۹۵ |

۵۳۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے ماں نے مجھ سے پوچھا: تو کب سے نبی کریم ﷺ کے پاس نہیں گیا؟ میں نے اتنے دنوں سے، والدہ نے مجھے زدوکوب کیا اور برا بھلا کہا: میں نے والدہ سے کہا: آپ ﷺ نے مجھے معاف کر دیں، میں نبی کریم ﷺ کے پاس نماز مغرب پڑھنے کیلئے حاضر ہوتا ہوں، میں نے آپ ﷺ کی سنگت اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ ﷺ سے اپنی اور آپ رضی اللہ عنہ کی بخشش کی دعا نہیں کرواؤں گا۔ پس میں نے آپ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی پھر آپ ﷺ عشاء تک عبادت میں مشغول رہے اور آپ ﷺ نے نفل ادا کئے، میں نے بھی آپ ﷺ کی پیروی کی، میں نے آپ ﷺ کو اپنی گزارش پیش کی، آپ ﷺ نے سنا اور چل دیئے، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا، آپ ﷺ نے میری آواز سنی تو فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی: میں حذیفہ ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا تیرا کیا معاملہ ہے؟ میں نے مدعا بیان کیا: آپ ﷺ نے کہا: اللہ تعالیٰ! آپ کی اور آپ کی ماں کی بخشش فرمائے، کیا تو نے میرے ساتھ پیش آنے والا معاملہ نہیں دیکھا؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا، جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا، اس نے اللہ تعالیٰ سے مجھ پر سلام بھیجنے کے لئے اجازت مانگی تھی، اس نے مجھے خوشخبری دی ہے۔ کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

۱۹۷ (۸۲۹۸): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو أَحْمَدَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ بْنُ يُونُسَ، عَنْ مَيْسِرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زُرِّ بْنِ حَبِيشٍ، عَنْ حَذِيفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: سَأَلْتَنِي أُمِّي مِنْذُ مَتَى عَهْدُكَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا: مِنْذُ كَذَا وَكَذَا، فَتَأَلَّتْ مِنِّي وَسَبَّتَنِي فَقُلْتُ لَهَا: دَعِينِي فَإِنِّي آتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُصَلِّي مَعَهُ الْمَغْرِبَ وَلَا أَدْعُهُ حَتَّى يَسْتَغْفِرَ لِي وَلَكَ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ، فَصَلَّيْتُ إِلَى الْعِشَاءِ، ثُمَّ انْفَتَلَ وَتَبِعْتُهُ فَعَرَضَ لَهُ عَارِضٌ، فَأَخَذَهُ وَذَهَبَ فَاتَّبَعْتُهُ فَسَمِعَ صَوْتِي فَقَالَ: مَنْ هَذَا فَقُلْتُ: حَذِيفَةُ فَقَالَ: مَا لَكَ فَحَدَّثْتَهُ بِالْأَمْرِ فَقَالَ: غَفَرَ اللَّهُ لَكَ وَلِأُمَّكَ أَمَا رَأَيْتَ الْعَارِضَ الَّذِي عَرَضَ لِي قَبْلُ قُلْتُ: بَلَى قَالَ: هُوَ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَمْ يَهْبِطْ إِلَى الْأَرْضِ قَطُّ قَبْلَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ، اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ أَنْ يُسَلَّمَ عَلَيَّ، وَيُبَشِّرَنِي أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَأَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (۱)

iii۔ ج ۱۲، ص ۹۶، ج ۲، ص ۱۹۸

ii۔ ابن حبان: ۶۹۶۰

i۔ احمد، ج ۵، ص ۳۹۱

vi۔ دلائل النبوة للبيهقي، ج ۷، ص ۷۸

v۔ المستدرک للحاكم، ج ۳، ص ۳۸۱، ۱۵۱

iv۔ ترمذی: ۳۷۸۱

vii۔ ابن خزيمة: ۱۱۹۳

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ملک شام پہنچ کر جامع مسجد دمشق میں داخل ہوا اور دو رکعت نفل ادا کئے اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! مجھے نیک آدمی کی صحبت عطا فرما، پس میں حضرت ابو ذر داء رضی اللہ عنہ کی مجلس میں گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ میں نے عرض کی: میں اہل عراق سے ہوں، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: ان آیات کو کیسے پڑھتے ہیں: واللیل اذا یغشی، والنہار اذا تجلی والذکر والانثی (۱)۔ حضرت ابو ذر داء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے کہا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم میں حضرت عمار بن یاسر بھی ہیں، جن سے شیطان بھاگتا ہے، اور تم میں وہ بھی ہیں، جو علم سر (راز) کو جانتے ہیں، اور ان کے علاوہ کوئی اور جاننے والا نہیں ہے یعنی حضرت حذیفہ (بن یمان) ہیں۔

۱۹۸ (۸۲۹۹): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلِيمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مِسْكِينُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَدِمْتُ الشَّامَ فَدَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقٍ فَصَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ قُلْتُ "اللَّهُمَّ ارزُقْنِي جَلِيسًا صَالِحًا، فَجَلَسْتُ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ لِي: مِمَّنْ أَنْتَ؟ قُلْتُ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ "فَكَيْفَ كَانَ يَقْرَأُ عَبْدُ اللَّهِ: (وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى. وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَالذَّكَرَ وَالْأُنْثَى) قُلْتُ: هَكَذَا كَانَ يَقْرؤها عَبْدُ اللَّهِ، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: هَكَذَا سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: فِيكُمْ الَّذِي أُجِيرَ مِنَ الشَّيْطَانِ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، وَفِيكُمْ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهُ يَعْنِي حَذِيفَةَ (۱)

۵۴۔ حضرت ہشام بن عاصی رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاصی کے دونوں بیٹے ہشام اور عمرو مومن ہیں۔

۱۹۹ (۸۳۰۰): أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِبْنَا الْعَاصِ مُؤْمِنَانِ: هِشَامٌ وَعَمْرُو" (۲)

iii۔ المعجم الكبير للطبرانی، ج ۲۲، ص ۱۷۷

ii۔ احمد، ج ۲، ص ۳۲۷، ۳۰۴

i۔ الطبقات الكبرى لابن سعد، ج ۴، ص ۱۹۱

iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۴۰

۵۵۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام مدینہ منورہ میں خوفزدہ تھے، اور علیحدہ علیحدہ کھڑے ہوئے تھے میں نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ تلوار گلے میں لٹکا کر مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، جب میں نے ان کو اس حالت میں دیکھا، تو میں نے بھی ایسا ہی کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھ کر دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: خبردار! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ والے کیوں نہیں ہو، تم بھی اس طرح کرو جیسا کہ ان دو مومن مردوں نے کیا

۲۰۰ (۸۳۰۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَبَّانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ بْنِ رِيَّاحٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: سَمِعْتُ عَمْرًا بْنَ الْعَاصِ يَقُولُ: فَزَعِ النَّاسُ بِالْمَدِينَةِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَفَرَّقُوا، فَرَأَيْتُ سَالِمًا أَحْتَبِي سَيْفَهُ فَجَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ فَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي فَعَلَ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَرَأَيْتُ وَسَالِمًا وَأَتَى النَّاسَ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا كَانَ مَفْزَعُكُمْ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، أَلَا فَعَلْتُمْ كَمَا فَعَلَ هَذَانِ الرَّجُلَانِ الْمُؤْمِنَانِ (۱)

۵۶۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ میری طرف دیکھ کر تبسم فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دروازے سے تم پر یمن کا بہترین شخص داخل ہوگا، اس کے چہرہ پر فرشتے کے چھونے کی نشانی ہوگی۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: کیا تم مجھے ذوالخصلہ کے بارے میں راحت نہیں دو گے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! پھر میں فارسی قبیلہ حمس کے ڈیڑھ سولوگوں کے ساتھ روانہ ہوئے، وہ گھوڑوں پر سوار تھے اور میں گھوڑے کے اوپر جم نہیں سکتا تھا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! جل جلالہ! اس کو جمادے اور ہادی و مہدی بنا دے، حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھا ہوں۔

۲۰۱ (۸۳۰۲): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا تَبَسَّ فِي وَجْهِ، وَقَالَ: يَدْخُلُ عَلَيْكُمْ مِنْ هَذَا الْبَابِ مَنْ خَيْرُ ذِي يَمَنِ، عَلَى وَجْهِهِ مَسْحَةٌ مَلَكٍ (۲)

۲۰۲ (۸۳۰۳): أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلْصَةِ؟ قُلْتُ: بَلَى، فَأَنْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةَ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ، فَكُنْتُ لَا أَتْبِتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي فَقَالَ: اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا قَالَ: فَمَا قَلِعْتُ عَنْ فَرَسٍ قَطُّ (۳)

ii۔ ابن حبان: ۷۰۹۲

i۔ احمد، ج ۲، ص ۲۰۳

ii۔ المعجم الكبير للطبرانی، ج ۲، ص ۳۰۱

i۔ مسند الحمیری: ۸۱۸

ii۔ مسلم: ۲۲۷۵

i۔ بخاری: ۳۰۳۶، ۶۰۹۰

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو میں نے اپنی سواری بٹھائی، اپنا سوٹ کیس کھولا اور حلہ پہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا، لوگوں نے مجھے آنکھوں سے اشارہ کیا، میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا: اے اللہ کے بندے! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا اچھے الفاظ میں تذکرہ کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ ارشاد فرمایا ہے ابھی ابھی تمہارے پاس اس دروازے یا کھڑکی سے یمن کا بہترین شخص داخل ہوگا اور اس کے چہرے پر فرشتے کے چھونے کی علامت ہوگی، میں نے اس عزت افزائی پر خدا کا شکر ادا کیا۔

۲۰۳ (۸۳۰۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ غَزْوَانَ وَالْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ أَنْخَتُ رَاحِلَتِي، فَحَلَلْتُ عَيْبَتِي، وَكَبَسْتُ حُلَّتِي، وَدَخَلْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ، فَسَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَانِي النَّاسُ بِالْحَدَقِ، فَقُلْتُ لِبَلْبِيسِي: أَيُّ عَبْدٍ لِلَّهِ هَلْ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمْرِي شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَحْسَنَ الذِّكْرَ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ إِذْ عَرَضَ لَهُ فِي خُطْبَتِهِ فَقَالَ: إِنَّهُ سَيَدْخُلُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ هَذَا الْبَابِ مِنْ هَذَا الْفَجِّ، مِنْ خَيْرِ ذِي يَمَنِ، وَإِنَّ عَلَى وَجْهِهِ مَسْحَةَ مَلَكٍ قَالَ: فَحَدَّثْتُ اللَّهَ عَلَى مَا أَهْلَانِي اللَّفْظُ لِمُحَمَّدٍ (۱)

۵۷۔ حضرت اصمہ نجاشی رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصمہ نیک آدمی فوت ہو گیا ہے، پس تم کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھو، ہم کھڑے ہوئے اور ہم نے اس کی نماز جنازہ ادا کی۔

۲۰۴ (۸۳۰۵): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَاتَ رَجُلٌ صَالِحٌ أَصْحَمَةٌ فَقَوْمُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ فَقُمْنَا فَصَلَّيْنَا عَلَيْهِ (۲)

۵۸۔ حضرت انج رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے فرمایا: تم میں دو اچھی عادات ایسی ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ حضرت انج رضی اللہ عنہ چھٹا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سی دو خصلتیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بردباری اور حیا، حضرت انج رضی اللہ عنہ نے عرض

۲۰۵ (۸۳۰۶): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ أَشَجُّ بْنُ عَصْرٍ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِيكَ خُلُقَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ قُلْتُ: مَا هُمَا؟ قَالَ: الْعِلْمُ وَالْحَيَاءُ قُلْتُ: أَقْدِيمًا أَوْ حَدِيثًا؟

i- احمد، ج ۴، ص ۳۶۴-۳۶۵-۳۵۹ ii- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۱۵۳-۱۵۲ iii- المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۲، ص ۳۵۲

iv- المسند رک للحاکم، ج ۱، ص ۲۸۵ v- السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۳، ص ۲۲۲ vi- ابن حبان: ۷۱۹۹

۲- بخاری: ۹۵۱، ۳۸۷۷

کیا: یہ پرانی ہیں یا نئی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: پرانی ہیں۔ میں نے عرض کیا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے لئے ہیں، جس نے مجھے یہ دو خصالتیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائی، جن کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ پسند فرماتا ہے۔

قَالَ: لَا بَلْ قَدِيمًا قُلْتُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلَىٰ خَلْقَيْنِ يُجِبُهُمَا اللَّهُ (۱)

۵۹۔ حضرت قرہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت قرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے ہاتھ سے مہر خاتمیت کو چھونے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی اور منع نہیں فرمایا۔ میں نے آپ ﷺ کے گریبان مبارک سے ہاتھ داخل کر کے مہر خاتمیت کو چھوا۔ وہ مہر آپ ﷺ کے شانہ مبارک کی ہڈی کے قریب کھال مبارک میں ابھری ہوئی تھی اور گوشت کی گرہ کے مانند تھی۔

۲۰۶ (۸۳۰۷): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قُرَّةٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَأْذَنْتُهُ أَنْ أُدْخِلَ يَدِي فَاِمَسَّ الْخَاتَمَ قَالَ: فَأَدْخَلْتُ يَدِي فِي جُرْبَانِهِ، وَإِنَّهُ لَيَدْعُو فَمَا مَنَعَهُ، وَأَنَا أَلْمَسُهُ أَنْ دَعَا لِي قَالَ: فَوَجَدْتُ عَلَىٰ نُغْضٍ كَتِفِهِ مِثْلَ السَّلْعَةِ خَاتَمَ النَّبُوَّةِ (۲)

۶۰۔ مطلقاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل اور ان کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان کے بارے میں درج ذیل آیات مبارکہ ہیں: ترجمہ: اور وہ لوگ (بھی) جوان (مہاجرین و انصار) کے بعد آئے (اور) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۃ الحشر: ۱۰)

قَالَ: أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: اللَّهُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ (وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ) وَقَالَ: جَلَّ ثَنَاؤُهُ (وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ) (التوبة: ۱۰۰) الْآيَةَ وَقَالَ تَعَالَى: (مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاةً فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجَبُ الزُّرَّاعَ لَيَغِيظَنَّ بِهِمُ الْكُفَّارَ) (الفتح: ۲۹)

i- الطبقات الكبرى لابن سعد، ج ۷، ص ۸۵، ج ۵، ص ۵۵۷

i- احمد، ج ۳، ص ۲۰۶-۲۰۵

iv- الادب المفرد للبخاری: ۵۸۳

iii- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۲۰۲

iii- المعجم الكبير للطبرانی، ج ۱۹، ص ۵۲

ii- مسند الطيالسي: ۱۰۷۱

i- احمد، ج ۵، ص ۳۵

iv- دلائل النبوة للبيهقي، ج ۱، ص ۲۶۳

ترجمہ: اور مہاجرین اور ان کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجہ احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہو گیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے۔
(سورۃ التوبہ: ۱۰۰)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجد کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ ان کی نشانی ان کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے (جو بصورت نور نمایاں ہے)۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں (بھی مذکور) ہیں اور ان کے (یہی) اوصاف انجیل میں (بھی مرقوم) ہیں۔ وہ (صحابہ ہمارے محبوب مکرم کی) کھیتی کی طرح ہیں جس نے (سب سے پہلے) اپنی باریک سی کوئیل نکالی، پھر اسے طاقتور اور مضبوط کیا، پھر وہ موٹی اور دبیز ہو گئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی (اور جب سرسبز و شاداب ہو کر لہلہائی تو) کاشتکاروں کو کیا ہی اچھی لگنے لگی (اللہ نے اپنی حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی طرح ایمان کے تناور درخت بنایا ہے) تاکہ ان کے ذریعے وہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جلنے والے) کافروں کے دل جلانے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔
(سورۃ الفتح: ۲۹)

۲۰۷ (۸۳۰۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ ذُكْوَانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا لَمْ يَبْلُغْ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ (۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرے، تو وہ ان کے ایک مد کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی مد کے آدھے کے برابر ہو سکتا ہے۔

۲۰۸ (۸۳۰۹): أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کی مقدار سونا صدقہ کرے تو وہ ان کے مد کے برابر اور نہ ہی اس کے آدھے کی مقدار کو پہنچ سکتا ہے۔

۶۱۔ مہاجر و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل

۲۰۹ (۸۳۱۰): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَنْصُورٍ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَبِشَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، لِأَنَّهُمْ هَجَرُوا الْمُشْرِكِينَ، وَكَانَ الْأَنْصَارُ مُهَاجِرِينَ، لِأَنَّ الْمَدِينَةَ كَانَتْ دَارَ شِرْكِهِ فَجَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهَيْلَةِ الْعُقَبَةِ (۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین تھے، کیونکہ انہوں نے مشرکین سے علیحدگی اختیار کی تھی، اور مدینہ منورہ کے انصار بھی مہاجرین تھے، کیونکہ اس وقت مدینہ دار شرک تھا۔ اہل مدینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عقبہ والی رات آئے تھے۔

۲۱۰ (۸۳۱۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ خَالِدِ بْنِ حَمِيدٍ قَالَ: قَالَ أَنَسُ: كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يَلِيَهُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ لِيَأْخُذُوا عَنْهُ (۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر اور انصار سے گھل مل کر رضا پسند فرماتے تھے، تاکہ انصار و مہاجرین (دونوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ فیض کریں۔

۱۔ بخاری: ۳۶۷۳	ii۔ مسلم: ۲۵۳۱	۲۔ مسلم: ۲۵۳۰
۳۔ نسائی: ۴۱۶۶	ii۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۲، ص ۱۷۹	
۴۔ احمد، ج ۳، ص ۲۶۳، ۱۹۹، ۱۰۰	ii۔ ابن ماجہ: ۹۷۷	ii۔ مسند ابی یعلیٰ: ۳۸۱۶
iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۱، ص ۲۰۸	v۔ ابن حبان: ۷۲۵۸	

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے غزوہ خندق والے دن فرمایا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، تو مہاجرین و انصار کی بخشش فرمادے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اصل بھلائی آخرت کی بھلائی ہے، تو انصار و مہاجرین کی اصلاح فرمادے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اصل بھلائی آخرت کی بھلائی ہے، تو انصار و مہاجرین کی بخشش فرمادے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم انصار و مہاجرین کی عزت و اکرام کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خندق کے دن انصاریہ شعر گنگتے تھے:

ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ جہاد کی بیعت کی ہے، ہم جب تک زندہ ہیں، اس پر قائم ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، تو انصار و مہاجرین کی بخشش فرمادے۔

۲۱۱ (۸۳۱۲): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْخَنْدَقِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاعْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ (۱)

۲۱۲ (۸۳۱۳): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِيَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ فَأَصْلِحِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ (۲)

۲۱۳ (۸۳۱۴): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ النَّضْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةَ (۳)

۲۱۴ (۸۳۱۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْحَدِيثِ: أَكْرَمَ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ (۴)

۲۱۵ (۸۳۱۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلِيمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْكِينُ بْنُ بَكِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَتِ الْأَنْصَارُ تَقُولُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: (البحر الرجز)

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا... عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِينَا أَبَدًا فَاجَابَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاعْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةَ (۵)

- | | | |
|----|----------------|----------------|
| ۱- | ۱- بخاری: ۶۳۱۳ | ii- مسلم: ۱۸۰۳ |
| ۲- | ۱- بخاری: ۶۳۱۳ | ii- مسلم: ۱۸۰۵ |
| ۳- | ۱- بخاری: ۳۲۹۶ | ii- مسلم: ۱۸۰۵ |
| ۴- | ایضاً | ۵- ایضاً |

۲۱۶ (۸۳۱۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخُنْدُقَ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ. فَأَجَابُوهُ: (البحر الرجز)

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا... عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے دن صبح سویرے تشریف لائے، انصار خندق کھود رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اصل بھلائی تو آخرت کی بھلائی ہے، تو انصار و مہاجرین کی بخشش فرما۔ انصار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواباً عرض کیا:

ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ جہاد کی بیعت کی ہے، ہم جب تک زندہ ہیں اس پر قائم ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مہاجرین و انصار مدینہ منورہ کے ارد گرد خندق کھود رہے تھے، ہ شعر گنگنا رہے تھے، مٹی کو اپنے کندھو پر اٹھا کر پھینک رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی ہے جس تک ہم زندہ ہیں، اس پر قائم ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ان کے لئے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اصل بھلائی آخرت کی بھلائی ہے، تو انصار و مہاجرین کو برکت عطا فرما۔

۲۱۷ (۸۳۱۸): أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: جَعَلَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخُنْدُقَ حَوْلَ الْمَدِينَةِ وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ وَيَنْقُلُونَ التُّرَابَ عَلَى مَتُونِهِمْ وَيَقُولُونَ: نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِينَا أَبَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهُوَ يَجِيبُهُمُ اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ (۲)

۶۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ابو القاسم نے فرمایا: اگر انصار ایک وادی یا گھائی کی طرف چلتے اور باقی لوگ دوسری وادی یا گھائی کی طرف چلتے تو میں انصار کی وادی کی طرف چلتا۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کی جماعت کا فرد ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اپنے ماں باپ کی قسم! انصار نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ نہیں پہنچایا، بلکہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر حاضر ہوئے اور آپ کی مدد کی۔

۲۱۸ (۸۳۱۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَرَبِّمَا قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّ الْأَنْصَارَ سَلَكُوا وَاوْدِيَهُ، أَوْ شُعْبًا وَسَلَّتِ النَّاسُ وَاوْدِيَهُ، أَوْ شُعْبًا لَسَلَّتْ وَاوْدِي الْأَنْصَارِ، وَلَوْ لَا الْهَجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: مَا ظَلَمَ بَابِي وَأُمِّي لَقَدْ آوَوْتُ وَنَصَرُوهُ وَكَلِمَةٌ أُخْرَى (۳)

ii۔ مسلم: ۱۸۰۵

۱۔ بخاری: ۷۲۰۱

ii۔ مسلم: ۱۸۰۵

۲۔ بخاری: ۴۱۰۰

۳۔ بخاری: ۳۷۷۹

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب مہاجر صحابہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے، وہ بے سرو سامان تھے۔ جب کہ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم زمین و باغات کے مالک تھے۔ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے مہاجرین سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ اپنے باغات سے ہر سال انہیں پھل دیا کریں گے اور وہ سال بھر ان کے باغات میں کام کریں گے، حضرت انس کی والدہ ام انس رضی اللہ عنہا، جو کہ ام سلیم کے نام سے مشہور ہیں، یہ ام عبداللہ بن ابوطحہ بھی ہیں، عبداللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجور کا باغ بطور ہدیہ پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ باغ اپنی کنیز حضرت ام ایمن والدہ اسامہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے، تو مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم نے وہ تمام اشیاء جو انصار رضی اللہ عنہم نے ان کو دی تھیں، واپس لوٹا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس کو باغ لوٹایا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی طرف سے لوٹا یا، اور ام ایمن کو اپنی طرف سے باغ عطا فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان کھجوروں کے باغات تقسیم فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے اور فرمایا: تم نے ہم سے باغ کے پودے روک لیے اور ہم تمہارے پھلوں میں شریک ہو گئے، انصار نے کہا: ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

۲۱۹ (۸۳۲۰): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَادٍ بْنُ الْأَسْوَدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَنَسِ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ قَدِمُوا، وَلَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ، وَكَانَ الْأَنْصَارُ أَهْلَ أَرْضٍ وَعَقَارٍ، فَتَقَاسَمَهُمُ الْأَنْصَارُ عَلَى أَنْ أُعْطُوهُمْ أَنْصَافَ ثَمَارِ أَمْوَالِهِمْ كُلِّ عَامٍ وَيَكْفُونَهُمُ الْعَمَلَ وَالْمُونَةَ وَكَانَتْ أُمُّهُ أُمُّ أَنَسِ، وَهِيَ تُدْعَى أُمَّ سَلِيمٍ، كَانَتْ أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَخِي لَأَنَسِ لِأُمِّهِ وَكَانَتْ أُمُّ أَنَسِ أُعْطَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْدَاقًا لَهَا، فَأَعْطَاهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ مَوْلَاتَهُ أُمَّ أُسَامَةَ. قَالَ ابْنُ شَهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قِتْلِ أَهْلِ خَيْبَرَ وَأَنْصَرَفَ إِلَى الْمَدِينَةِ رَدَّ الْمُهَاجِرُونَ إِلَى الْأَنْصَارِ مَنَاقِحَهُمُ الَّتِي كَانُوا مَنَحُوهُمْ مِنْ ثَمَارِهِمْ، فَرَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُمِّ أَنَسِ أَعْدَاقَهَا وَأَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ مَكَانَهَا (۱)

۲۲۰ (۸۳۲۱): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنْ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، اقْسِمِ النَّخِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا فَقَالَ: نَعَمْ قَالَ: تَكْفُونَا الْمُونَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمْرِ قَالُوا: سَبِعْنَا وَأَطَعْنَا (۲)

۲۲۱ (۸۳۲۲): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فَأَخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَكَانَ مِنْ أَكْثَرِهِمْ مَالًا فَقَالَ سَعْدٌ: قَدْ عَلِمْتَ الْأَنْصَارَ، أَنَّى مِنْ أَكْثَرِهَا مَالًا فَسَأَلْتُمُ مَالِي بَيْنِي وَبَيْنَكَ شَطْرَيْنِ، وَلَكِي أُمْرَاتَانِ فَإِنْظِرْهُمَا إِلَيْكَ فَأَطْلَقَهُمَا، فَإِذَا حَلَّتْ تَزْوُجَتَهَا فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ دُلُونِي عَلَى السُّوقِ، فَلَمْ يَرْجِعْ يَوْمَئِذٍ حَتَّى أَفْضَلَ شَيْئًا مِنْ سَمْنٍ وَأَقِطَ (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع کے درمیان اخوت قائم فرمادی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: تمام انصار جانتے ہیں کہ میں ان میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ پس میں عنقریب اپنا مال اپنے اور تمہارے درمیان آدھا آدھا تقسیم کروں گا۔ میری دو بیویاں ہیں، تمہیں ان میں سے جو پسند ہو، میں اسے طلاق دے دوں گا، جب وہ عدت پوری کرے گی، تو تمہارے ساتھ نکاح کر دوں گا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ تمہارے لئے اہل و عیال میں برکت دے۔ آپ رضی اللہ عنہ مجھے بازار کا راستہ بتلا دیں، اس دن حضرت عبدالرحمن بن عوف بازار سے جو سامان بطور نفع لے کر واپس آئے، وہ گھی اور پنیر تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ جل جلالہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض نہیں رکھ سکتا۔ اگر انصار کسی وادی اور گھاٹی کی طرف چلتے تو میں بھی اسی وادی اور گھاٹی کی طرف چلتا۔ انصار میرا لباس ہیں اور باقی لوگ میری کھلی کی مانند ہیں۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار میرے مخلص ساتھی اور رازدان ہیں۔ عنقریب لوگ افراط و تفریط کا شکار ہوں گے، تم انصار کی نیکیوں کو یاد رکھنا اور ان کی خطاؤں کو نظر انداز کرنا۔

۲۲۲ (۸۳۲۳): عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَقَالَ: لَوْلَا الْهَجْرَةُ لَكُنْتُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، وَلَوْ سَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيَهُ، وَشَعْبًا لَسَلَكَتُ وَادِيَهُمْ، وَشَعْبَهُمُ الْأَنْصَارُ شِعَارِي، وَالنَّاسُ دِثَارِي (۲)

۲۲۳ (۸۳۲۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَنْصَارُ كَرِّشِي وَعَمِيَّتِي، فَالنَّاسُ سَيَكْفُرُونَ وَيَقْلُونَ فَأَقْبِلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ (۳)

مسلم: ۷۶

۲

بخاری: ۳۷۸۱

مسلم: ۲۵۱۰

ii

بخاری: ۳۸۰۱

۳

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک انصار میرے مخلص ساتھی اور رازدان ہیں۔ عنقریب لوگ افراط و تفریط کا شکار ہو جائیں گے۔ تم ان کی نیکیوں کو یاد رکھنا اور خطاؤں کو نظر انداز کرنا۔

۲۲۳ (۸۳۲۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْأَنْصَارَ كَرِّشِي وَعَيْبَتِي، وَإِنَّ النَّاسَ سَيَكْثُرُونَ وَيَقْلُونَ، فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے: اگر لوگ ایک وادی کو لیتے اور انصار دوسری وادی کو لیتے تو میں انصار کی گھائی کو لازم پکڑتا۔ انصار میرے مخلص ساتھی اور رازدان ہیں، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔

۲۲۵ (۸۳۲۶): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَخَذَ النَّاسُ وَاوِيَّهُ، وَأَخَذَتِ الْأَنْصَارُ وَاوِيًّا لَأَخَذْتُ شُعْبَ الْأَنْصَارِ، الْأَنْصَارَ كَرِّشِي وَعَيْبَتِي، وَلَوْلَا الْهَجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأًا مِنَ الْأَنْصَارِ (۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن انصار نے کہا: قریش کے خون ہماری تلواروں نے بہائے اور مالِ غنیمت یہ لئے جا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہارے حوالے سے مجھے جو بات پہنچی ہے وہ کیا ہے؟ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکار نہ کیا اور عرض کیا: وہ درست ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ وہ لوگ بالغنیمت اپنے گھروں کو لے جائیں اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے گھروں کو جاؤ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: اگر انصار کسی وادی یا گھائی کی طرف چلتے تو میں بھی انصار کی وادی اور گھائی کی طرف چلتا۔

۲۲۶ (۸۳۲۷): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: إِنَّ سَيُوفِنَا تَقَطُّرٌ مِنْ دِمَاءِ قُرَيْشٍ، وَيَذْهَبُ هَؤُلَاءِ بِالْغَنَائِمِ خَاصَّةً فَقَالَ: مَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْكُمْ؟ وَكَانُوا لَا يَكْذِبُونَ قَالَ: هُوَ الَّذِي بَلَغَكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ هَؤُلَاءِ بِالْغَنَائِمِ إِلَيَّ بِيُوتِهِمْ وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ بِيُوتِكُمْ؟ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ سَلَكْتُ الْأَنْصَارَ وَاوِيَّهُ، أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَاوِيَّ الْأَنْصَارِ، أَوْ شِعْبَهُمْ (۳)

iii - مسلم: ۲۵۱۰

ii - بخاری: ۳۸۰۱

i - احمد، ج ۳، ص ۲۷۲، ۱۷۶

ii - مسلم: ۲۵۱۰

ii - بخاری: ۳۸۰۱

ii - مسلم: ۱۰۵۹

i - بخاری: ۳۷۷۸

۶۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انصار سے محبت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باندھے ہوئے تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات انصار کی اولاد اور غلاموں سے ہوئی، جن کی شکل و شباهت انصار جیسی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: بے شک میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین دفعہ فرمانے کے بعد کہا: بلاشبہ انصار پر جو قرض تھا، وہ ادا کر چکے، البتہ ان کا حق باقی ہے۔ تم ان کی نیکیوں کو یاد رکھو اور خطاؤں کو نظر انداز کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت اپنے بچے سمیت آئی، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کلام کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے: مجھے لوگوں میں تم سب سے زیادہ پسند ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات تین دفعہ ادا فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انصار کی ایک عورت آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے: جو انصار سے محبت کرتا ہے، وہ میری وجہ سے محبت کرتا ہے اور جو انصار سے بغض رکھتا ہے، وہ میری وجہ سے بغض رکھتا ہے۔

۶۴۔ انصار صحابہ کی محبت کی ترغیب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے اور مومن کی علامت انصار سے محبت کرنا ہے۔

۲۲۷ (۸۳۲۸): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي حَمِيدٌ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا عَاصِبًا رَأْسَهُ فَتَلَقَاهُ ذُرَّارِيُّ الْأَنْصَارِ وَخَدَمَهُمْ مَا هُمْ بِوَجُوهِ الْأَنْصَارِ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأُحِبُّكُمْ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الْأَنْصَارَ قَدْ قَضَوْا الَّذِي عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِي عَلَيْكُمْ فَأَحْسِنُوا إِلَيَّ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَن مُسِيئِهِمْ (۱)

۲۲۸ (۸۳۲۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْهُ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا تَكَلَّمَهُ فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّكُمْ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كَأَنَّهُ يَعْنِي نَفْسَهُ (۲)

۲۲۹ (۸۳۳۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ بِنِ أَنَسٍ، عَنْ جَدِّهِ أَنَسٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّكُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، مَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِي أَبْغَضَهُمْ (۳)

۲۳۰ (۸۳۳۱): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آيَةُ الْمُنَافِقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ، وَآيَةُ الْمُؤْمِنِ حُبُّ الْأَنْصَارِ (۴)

۱۔	۱۔ احمد، ج ۳، ص ۲۸۵، ۱۵۰	ii۔ مسند ابی یعلیٰ: ۳۷۷۰	iii۔ شرح السنة للبخاری: ۳۹۷۷	iv۔ ابن حبان: ۷۲۶۶
۲۔	۱۔ بخاری: ۳۷۸۶	ii۔ مسلم: ۲۵۰۹	۳۔	ii۔ مسلم: ۲۵۰۹
۳۔	۱۔ بخاری: ۳۷۸۳	ii۔ مسلم: ۷۴۷		

۶۵۔ انصار سے بغض کی شدید مذمت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو انصار سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ جو انصار سے بغض رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس سے ناراضگی رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر رکھتا ہے، وہ انصار سے بغض نہیں رکھتا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا: ہر مومن انصار سے محبت کرتا ہے اور ان سے بغض صرف کافر رکھتا ہے، جو ان سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے، جو ان سے بغض رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ناراضگی رکھتا ہے۔

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے یہ حضرت براء سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، انہوں نے اسی طرح بیان کیا۔

۲۳۱ (۸۳۳۲): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَهُ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ مِهْنَاءَ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ جَارِيَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَحَبَّ الْأَنْصَارَ أَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَ الْأَنْصَارَ أَبْغَضَهُ اللَّهُ (۱)

۲۳۲ (۸۳۳۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (۲)

۲۳۳ (۸۳۳۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي الْأَنْصَارِ لَا يُجِبُهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا كَافِرٌ، مَنْ أَحْبَبَهُمْ أَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ قَالَ شُعْبَةُ: قُلْتُ لِعَدِيِّ: أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنَ الْبَرَاءِ قَالَ: إِيَّايَ حَدَّثَكَ (۳)

iii۔ التاريخ الكبير للبخاري، ج ۳، ص ۳۸۹

ii۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۱۵۸

i۔ احمد، ج ۴، ص ۹۶، ۱۰۰

iv۔ المعجم الكبير للطبراني، ج ۱۹، ص ۳۱۷

iii۔ المعجم الكبير للطبراني، ج ۱۲، ص ۱۷

ii۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۱۶۳

i۔ احمد، ج ۱، ص ۳۰۹

v۔ ابی سعید الخدری: ۷۷

iv۔ مسلم: ۷۶

ii۔ مسلم: ۷۵

i۔ احمد، ج ۱، ص ۳۰۸، ۳۰۹

۲۳۴ (۸۳۳۵): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ إِبرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مَا أَفَاءَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ طَفِقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي رِجَالًا مِنْ قُرَيْشِ الْمِائَةِ مِنَ الْبَابِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسَيُوفُنَا تَقَطَّرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ أَنَسُ: فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ، فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمَ، وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ أَحَدًا، فَلَمَّا اجْتَمَعُوا قَالَ: مَا حَدِيثُ بَلْغَنِي عَنْكُمْ؟ قَالَ فَقَهَاءُ الْأَنْصَارِ: أَمَا ذُوو الرِّأْيِ مِنْهُ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا، وَإِنَّمَا أَنَا حَدِيثُ أَسْنَانِهِمْ فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسَيُوفُنَا تَقَطَّرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأُعْطِي رِجَالًا، حَدِيثُ عَهْدِهِمْ بِالْكَفْرِ، فَاتَّأَلَفَهُمْ أَفَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ، وَتَرْجِعُونَ إِلَيَّ رِحَالَكُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَوَاللَّهِ لَمَّا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِنَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ رَضِينَا فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثْرَةً شَدِيدَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ عَلَى الْحَوْضِ قَالَ أَنَسُ: فَلَمْ نَصْبِرْ (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے قبیلہ ہوازن کے مال غنیمت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مال تقسیم کرنا شروع کیا اور چند قریشیوں کو سو سوانٹ عطا فرمائے۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کرم فرمائے، جو قریشیوں کو عطا کرتے ہیں اور ہمیں محروم رکھتے ہیں، حالانکہ ان کے خون ہماری تلواروں نے بہائے! حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا اور ان کو قبۃ آدم میں جمع کیا۔ وہاں پر انصار کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: جو بات تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ انصار کے عقل مند لوگوں نے عرض کیا: ہم میں سے جو اہل رائے ہیں، انہوں نے کوئی بات نہیں کی، چند لوگوں نے غیر ضروری بات کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کرم فرمائے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو عطا کرتے ہیں اور ہمیں محروم رکھتے ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں کسی شخص کو اس لئے عطا کرتا ہوں کہ وہ ابھی ابھی کفر سے نکلا ہے، تاکہ اس کے دل کو مائل کیا جاسکے۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ مال غنیمت لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! جو چیز تم لے کر جاؤ گے، وہ اس سے بہتر ہے، جو دوسرے لوگ لے کر جائیں گے۔ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم راضی ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: بلاشبہ عنقریب میرے بعد تم سخت آزمائش میں مبتلا ہو گے، اس حالت میں تم صبر کرنا، یہاں تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض کوثر پر ملاقات کرو گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن ہم صبر نہ کر سکے۔

۶۶۔ انصار رضی اللہ عنہم کے بہترین قبائل کا ذکر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں انصار کے بہترین قبائل یا انصار کے بہتر لوگوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتلائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب بہتر بنو نجار ہیں، پھر بنو عبدالاشھل ہیں، پھر بنو حارث بن خزرج ہیں، پھر بنو ساعدہ بہتر ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں باہم ملائیں، دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو تیر کی مثل کشادہ کیا اور فرمایا: انصار کے تمام قبیلوں میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں انصار کے بہترین قبائل کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ سب سے بہتر بنو نجار، پھر بنو عبدالاشھل، پھر بنو حارث بن خزرج، پھر بنو ساعدہ، اور فرمایا: انصار کے ہر قبیلہ میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں انصار کے بہترین قبائل کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ بنو نجار، پھر قبیلہ بنو عبدالاشھل، پھر قبیلہ بنو حارث بن خزرج، پھر قبیلہ بنو ساعدہ اور انصار کے ہر قبیلہ میں بھلائی ہے۔

۲۳۵ (۸۳۳۶): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ، أَوْ بِخَيْرِ الْأَنْصَارِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: "بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِيِّ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو سَاعِدَةَ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ فَقَبَضَ أَصَابِعَهُ ثُمَّ بَسَطَهُنَّ كَالرَّامِيِّ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: دُورُ الْأَنْصَارِ كُلِّهَا خَيْرٌ" (۱)

۲۳۶ (۸۳۳۷): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عِمْسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ؟ بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَلْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِيِّ، ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ قَالَ: وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ كُلِّهَا خَيْرٌ" (۲)

۲۳۷ (۸۳۳۸): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ؟ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: "دَارُ بَنِي النَّجَّارِ، ثُمَّ دَارُ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ دَارُ بَلْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِيِّ، ثُمَّ دَارُ بَنِي سَاعِدَةَ وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ" (۳)

ii- مسلم: ۲۵۱۱

i- بخاری: ۵۳۰۰

ii- مسند الحمیدی: ۱۹۷ iii- مسلم: ۲۵۱۱

i- احمد، ج ۳، ص ۲۰۲

ii- ابن حبان: ۷۲۸۵

i- شرح الترمذی لللبغوی: ۳۹۷۹

۲۳۸ (۸۳۳۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِيِّ، ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ، وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ قَالَ سَعْدٌ: مَا أَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيلَ: قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلَى كَثِيرٍ (۱)

۲۳۹ (۸۳۴۰): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خَيْرُ الْأَنْصَارِ، أَوْ خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ، بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ، ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ (۲)

۲۴۰ (۸۳۴۱): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاسِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِيِّ، ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ وَكُلُّكُمْ خَيْرٌ (۳)

حضرت اسید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے قبائل میں سب سے بہتر بنو نجار ہیں، پھر بنو عبد الاشہل ہیں، پھر بنو حارث بن خزرج ہیں، پھر بنو ساعدہ ہیں اور انصار کے ہر قبیلہ میں بھلائی ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر فضیلت کو بیان کیا اور یہ بھی کہا گیا: کہ تم کو بہت ساروں پر فضیلت دی۔

حضرت ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے بہترین یا قبائل انصار کے بہترین بنو نجار ہیں، پھر بنو عبد الاشہل ہیں، پھر بنو حارث ہیں، پھر بنو ساعدہ ہیں۔

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے بہترین بنو نجار ہیں، پھر بنو عبد الاشہل ہیں، پھر بنو حارث بن خزرج ہیں، پھر بنو ساعدہ ہیں اور انصار کے سارے قبیلے ہی بہترین ہیں۔

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کا بہترین قبیلہ بنونجار ہے، پھر بنوعبدالاشھل ہے، پھر بنوحارث بن خزرج ہے، پھر بنوساعدہ ہے۔

۲۳۱ (۸۳۲۲): أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزُّنَادِ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أُسَيْدٍ يَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِيِّ، ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مسلمانوں کے ایک بڑے اجتماع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو انصار کے بہترین قبائل کے بارے میں بتلانے کا پوچھا: تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا: ضرور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنوعبدالاشھل، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بعد کون ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنونجار، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بعد کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنوحارث بن خزرج، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بعد کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنوساعدہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بعد کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے ہر قبیلے میں بھلائی ہے۔

۲۳۲ (۸۳۲۳): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: قَالَ: أَبُو سَلَمَةَ وَعُبَيْدُ اللَّهِ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَهُوَ فِي مَجْلِسٍ عَظِيمٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، أَخْبَرَكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ؟ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ قَالُوا: ثُمَّ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ثُمَّ بَنِي النَّجَّارِ قَالُوا: ثُمَّ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ثُمَّ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِيِّ قَالُوا: ثُمَّ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَنِي سَاعِدَةَ قَالُوا: ثُمَّ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: فِي كُلِّ دُورٍ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ (۲)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک انصاری شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا: کیا آپ مجھے عامل مقرر نہیں فرماتے؟ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص کو عامل مقرر فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ عنقریب تم میرے بعد خود غرضی پاؤ گے، پس تم صبر سے کام لینا، یہاں تک کہ تم مجھے حوض کوثر پر ملو۔

۲۳۳ (۸۳۲۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ، يُحَدِّثُ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فَلَانًا؟ قَالَ: إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَهُ فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ (۳)

ii - مسلم: ۲۵۱۱

i - بخاری: ۶۰۵۳

ii - مسلم: ۲۵۱۲

i - بخاری: ۳۷۹۲

ii - مسلم: ۱۸۲۵

۲۳۴ (۸۳۳۵): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ عَامِرِ بْنِ زَيْدِ بْنِ جَارِيَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: جَاءَ أَسِيدُ بْنُ حَضِيرٍ الْأَشْهَلِيُّ النَّقِيبُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ كَانَ قَسَمَ طَعَامًا، فذَكَرَ لَهُ أَهْلُ بَيْتِ مَنْ بَنَى ظَفَرَ مِنَ الْأَنْصَارِ فِيهِمْ حَاجَةٌ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسِيدُ تَرَكَتْنَا حَتَّى إِذَا ذَهَبَ مَا فِي أَيْدِينَا، فَإِذَا سَمِعْتَ بِشَيْءٍ قَدْ جَاءَ نَهْ فَادْكُرْ لِي أَهْلَ ذَلِكَ الْبَيْتِ قَالَ: فَجَاءَ هُوَ بَعْدَ ذَلِكَ طَعَامًا مِنْ خَيْبَرَ شَعِيرًا وَتَمْرًا قَالَ: فَقَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ، وَقَسَمَ فِي الْأَنْصَارِ فَأَجْزَلَ، وَقَسَمَ فِي أَهْلِ ذَلِكَ الْبَيْتِ فَأَجْزَلَ فَقَالَ لَهُ أَسِيدُ بْنُ حَضِيرٍ مُسْتَشْكِرًا: جَزَاكَ اللَّهُ أَيُّ نَبِيِّ اللَّهِ أَطْيَبَ الْجَزَاءِ، أَوْ قَالَ: خَيْرًا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، فَجَزَاكُمْ اللَّهُ أَطْيَبَ الْجَزَاءِ أَوْ قَالَ: خَيْرًا، فَإِنَّكُمْ مَا عَلِمْتُ أَعْفَى صَبْرًا، وَسَتْرُونَ بَعْدِي أَثْرَةً فِي الْأَمْرِ وَالْقَسَمِ، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت اسید بن حضیر اشہلی نقیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال تقسیم فرما رہے تھے، حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے بنو ظفر کے ایک گھرانے کی ضرورت کا ذکر کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسید: تو نے اس وقت ذکر کیا ہے، جب مال تقسیم ہو چکا ہے، جب تو دیکھے کہ کوئی اور چیز ہمارے پاس آئی ہے، پھر مجھے اس گھرانے کا یاد کرادینا۔ اس کے بعد خیبر سے خوراک کا سامان آیا، اس میں جو اور کھجوریں بھی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سامان لوگوں میں بانٹا اور انصاری لوگوں میں دل کھول کر بانٹا، اور اس گھرانے کو وافر مال دیا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو پاکیزہ جزا عطا فرمائے یا فرمایا: بہترین جزا عطا فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: تم انصار کے گروہ ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں پاکیزہ اور بہترین جزا عطا فرمائے، بلاشبہ تم سوال سے بچنے والے ہو اور تمہارا صبر پہاڑ کی مانند ہے۔ عنقریب میرے بعد تم کاموں میں اور تقسیم میں خود غرضی دیکھو گے، ان حالات میں تم صبر کرنا، یہاں تک کہ تم مجھے حوض کوثر پر ملو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انصار کی ایک مجلس کے قریب سے گزرے، تو وہ رو رہے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کیوں روتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں کو یاد کر کے روتے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر یہ ماجرا سنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر مبارک پر جلوہ افروز نہیں ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور فرمایا: میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، بے شک وہ میرے مخلص ساتھی اور ہم راز ہیں۔ جو فرض ان کے ذمہ تھا وہ ادا کر چکے اور ان کا قرض ابھی باقی ہے۔ تم ان کے لوگوں کی نیکیوں کو قبول کرنا اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کرنا۔

۲۳۵ (۸۳۳۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْمُرُوزِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شَاذَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: مَرَّ أَبُو بَكْرٍ بِمَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُونَ فَقَالَ: مَا يَبْكِيكُمْ قَالُوا: ذَكَرْنَا مَجْلِسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِمَّا فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، وَلَمْ يَصْعُدْهُ بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْمَ، فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَوْصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ، فَإِنَّهُمْ كَرِّشِي وَعَيْبَتِي، وَقَدْ قَضُوا الَّذِي عَلَيْهِمْ، وَبَقِيَ الَّذِي لَهُمْ فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ (۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انصار کے گروہ: کیا ایسا نہیں کہ میں تمہارے پاس آیا، تو تم گمراہی میں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت عطا فرمائی، انصار صحابہ نے عرض کیا، ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ایسا نہیں! کہ میں تمہارے پاس آیا، تو تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہارے درمیان الفت پیدا فرمادی؟ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خوف کی حالت میں آئے اور ہم نے آپ کو سکون دیا، اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جلا وطن کیا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی، لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے سرور سامان کیا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد فراہم کی۔ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: بلکہ احسان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے معاملے میں مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس پر مشورہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مشورہ طلب کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رائے کا اظہار کیا۔ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے کہا: اے انصار صحابہ کے گروہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تمہاری رائے ہے۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بات نہیں کہیں گے، جو بات بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی: کہ تو اور تیرا رب جا کر قتال کرو۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق مبعوث فرمایا ہے: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں برک غماد پہاڑ پر سواریاں چڑھانے کا حکم دیں گے، ہم چڑھا دیں گے۔

۲۳۶ (۸۳۳۷): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ حَمِيدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ آتِكُمْ وَأَنْتُمْ ضَلَالٌ فَهَذَا كُمْ اللَّهُ بِي؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: أَوْلَكُمْ آتِكُمْ وَأَنْتُمْ أَعْدَاءُ فَالْفَ بَيْنَكُمْ بِي؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: "أَفَلَا تَقُولُونَ: أَلَمْ تَأْتِنَا خَائِفًا فَأَمَّنَّاكَ؟ وَطَرِيدًا فَأَوَيْنَاكَ؟ وَمَخْذُولًا فَعَصَرْنَاكَ؟" قَالَتِ الْأَنْصَارُ: بَلِ الْمَنُّ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ (۱)

۲۳۷ (۸۳۳۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمِيدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَارَ إِلَى بَدْرٍ فَاسْتَشَارَ الْمُسْلِمِينَ وَأَشَارَ عَلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ اسْتَشَارَهُمْ فَأَشَارَ عَلَيْهِ عُمَرُ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، إِنَّا كُمْ يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا لَا نَقُولُ مَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى: فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبِّكَ فَقَاتِلَا، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَوْ ضَرَبْتَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرَكِ الْغَمَادِ لَاتَّبَعْنَاكَ" (۲)

۶۷۔ انصار کے بیٹوں کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات انصار صحابہ سے ہوتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بچوں کو سلام کرتے، ان بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنے اور ان کو دعائیں دیتے تھے۔

۲۳۸ (۸۳۳۹): أَخْبَرَنَا قَتِيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُ الْأَنْصَارَ فَيَسَلُّمُ عَلَى صِبْيَانِهِمْ، وَيَمْسَحُ بِرَأْسِهِمْ، وَيَدْعُو لَهُمْ (۱)

۶۸۔ انصار کے پوتوں کے فضائل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ! تو انصار کی بخشش فرما دے، انصار کے بیٹوں کی بخشش فرما دے، انصار کے پوتوں کی بخشش فرما دے۔

۲۳۹ (۸۳۵۰): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ، وَلِأَبْنَائِهِمْ، وَلِأَبْنَاءِ آبَائِهِمْ (۲)

۶۹۔ قبیلہ مذحج کے فضائل

حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں اکثریت قبیلہ مذحج کے قبائل کی ہے۔

۲۵۰ (۸۳۵۱): أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيْرَةِ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ شُرَيْحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِدٍ الْأَزْدِيِّ عَنْ عَمْرُو بْنِ عَبْسَةَ السَّلْمِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثَرُ الْقَبَائِلِ فِي الْجَنَّةِ مَذْحِجٌ (۳)

۷۰۔ قبیلہ اشعر کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس مختلف قبیلوں کے لوگ آئے اور ان میں سے بعض بہت نرم دلوں والے بھی ہیں۔ ان میں قبیلہ اشعر کے لوگ زیادہ نرم دل ہیں، جن میں سے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، جب وہ مدینہ منورہ سے آئے تو وہ لوگ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے: ہم صبح ملاقات کر رہے ہیں، پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں سے۔

۲۵۱ (۸۳۵۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ أَقْوَامٌ هُمْ أَرْقُ مِنْكُمْ قُلُوبًا قَالَ: فَقَدِمَ الْأَشْعَرِيُّونَ مِنْهُمْ أَبُو مُوسَى، فَلَمَّا دَنَوْا مِنَ الْمَدِينَةِ جَعَلُوا يَرْتَجِزُونَ: غَدًا نَلْقَى الْأَحِبَّةَ... مُحَمَّدًا وَحِزْبَهُ (۴)

احمد، ج ۳، ص ۱۶۲

۲

ii۔ مسلم: ۲۱۶۸

i۔ بخاری: ۶۲۴۷

ii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۸۱

i۔ احمد، ج ۳، ص ۳۸۷

iii۔ مسند عبد بن حمید: ۱۳۱۰

ii۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۱۲۲

i۔ احمد، ج ۳، ص ۲۶۲، ۱۸۲، ۱۰۵

vi۔ دلائل النبوة للبیہقی، ج ۵، ص ۳۵۱

v۔ مسند ابی یعلیٰ: ۳۸۲۵

iv۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۱۰۶

ii۔ ابن حبان: ۷۱۹۲

۷۱۔ حضرت مریم بنت عمران کے فضائل

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کامل مرد بہت ہیں لیکن کامل عورتیں صرف حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا اور حضرت آسیہ زوجہ فرعون رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲۵۲ (۸۳۵۳): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْثَةَ عَنْ مَرْثَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ، وَأَسِيَّةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ (۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین عورتیں حضرت مریم بنت عمران اور حضرت خدیجہ ہیں۔

۲۵۳ (۸۳۵۴): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ نِسَائِهِا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهِا خَدِيجَةُ (۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین جنتی عورتیں حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا، حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا اور حضرت آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲۵۴ (۸۳۵۵): أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفَرَّائِثِ عَنْ عَلِيٍّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَأَسِيَّةُ بِنْتُ مَزَاحِمٍ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ (۳)

۷۲۔ حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا کے فضائل

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کامل مرد بہت ہے اور کامل عورتیں صرف حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا اور حضرت آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲۵۵ (۸۳۵۶): أَخْبَرَنَا قَتِيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرُو بْنِ مَرْثَةَ عَنْ مَرْثَةَ الْهَمْدَانِيٍّ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَأَسِيَّةُ بِنْتُ مَزَاحِمٍ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ (۴)

iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۸۵۔ ۱۶۰

ii۔ مسلم: ۲۳۳۱

ii۔ مستدابی یعلیٰ: ۲۷۲۲

i۔ بخاری: ۳۳۳۳

i۔ بخاری: ۳۳۳۳

i۔ بخاری: ۳۸۱۵

i۔ احمد، ج ۱، ص ۲۹۳

iv۔ ابن حبان: ۷۰۱۰

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور پوچھا: تم جانتے ہو، یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا، حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا اور حضرت آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲۵۶ (۸۳۵۷): أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَحْمَرَ، عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَطَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَهُ خُطُوطٍ ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَا هَذَا؟ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَرِيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ، امْرَأَةٌ فِرْعَوْنَ (۱)

۷۳۰۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ اور میرا سلام پہنچادیں اور انہیں جنت میں موتیوں کے ایسے محل کی خوشخبری دیں، جس میں نہ شور ہوگا اور نہ کوئی تکلیف ہوگی۔

۲۵۷ (۸۳۵۸): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ سَمِعَهُ يَقُولُ: أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَقْرَأُ خَدِيجَةَ مِنَ اللَّهِ وَمِنِّي السَّلَامُ، وَبَشَّرُهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے، اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس موجود تھیں، حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ پر سلام بھیجتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: بے شک اللہ تعالیٰ ہی سلامتی والا ہے، حضرت جبریل امین علیہ السلام پر سلامتی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکات ہوں۔

۲۵۸ (۸۳۵۹): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ فَضَالَةَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ خَدِيجَةُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يُقْرَأُ خَدِيجَةَ السَّلَامَ فَقَالَتْ: إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ، وَعَلَى جِبْرِيلَ السَّلَامُ، وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ (۳)

iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۸۵-۱۶۰، ج ۲، ص ۵۹۲

ii۔ مسند ابی یعلیٰ، ۲۷۲۲

i۔ احمد، ج ۱، ص ۲۹۳

iv۔ ابن حبان، ۷۰۱۰

ii۔ مسلم، ۲۳۳۲

i۔ بخاری، ۳۸۲۰

ii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۷۵

i۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۵/۲۳

حضرت ابو اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایسے محل کی بشارت دی، جس میں نہ شور و غل ہوگا اور نہ ہی کوئی تکلیف ہوگی۔

۲۵۹ (۸۳۵۰): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: بَشَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيجَةَ بَبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ (۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں آتی تھی، جتنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتی تھی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کو یاد فرماتے تھے اور ان کی تعریف بیان کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی گئی: کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر جنت میں ہے۔

۲۶۰ (۸۳۶۱): أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: مَا غَرَّتْ عَلِيَّ امْرَأَةً لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا غَرَّتْ لِخَدِيجَةَ لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِآيَاهَا وَثَنَائِهِ عَلَيْهَا وَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبْشُرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ (۲)

حضرت عائشہ صدیقہ عقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور عورت پر نہیں آیا، حالانکہ میری شادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی وفات کے بعد ہوئی۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت میں گھر کی خوشخبری دی تھی، جس میں نہ شور و غل ہوگا اور نہ ہی کوئی تکلیف ہوگی۔

۲۶۱ (۸۳۶۲): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا حَسَدْتُ امْرَأَةً مَا حَسَدْتُ خَدِيجَةَ وَلَا تَزَوَّجَنِي إِلَّا بَعْدَ مَا مَاتَتْ، وَذَلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ (۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور عورت کے بارے میں اشک نہیں آیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کا ذکر کرتے تھے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ نکاح ان کی وفات کے تین سال بعد فرمایا۔

۲۶۲ (۸۳۶۳): أَخْبَرَنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا غَرَّتْ عَلِيَّ امْرَأَةً مَا غَرَّتْ عَلِيَّ خَدِيجَةَ مِنْ كَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا قَالَتْ: وَتَزَوَّجَنِي بَعْدَهَا بِثَلَاثِ سِنِينَ (۴)

ii - مسلم: ۲۲۳۳

i - بخاری: ۳۸۱۹

ii - مسلم: ۲۲۳۳

i - بخاری: ۳۸۱۷

ii - مسلم: ۲۲۳۳

i - بخاری: ۳۸۱۷

ii - مسلم: ۲۲۳۳

i - بخاری: ۳۸۱۷

۲۶۳ (۸۳۶۴): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفَرَاتِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَطَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَرْضِ خُطُوطَهُ قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا هَذَا؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَأَسِيَّةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ أَمْرَأَةٌ فَرَعُونَ (۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چند لکیریں کھینچیں اور پوچھا: کیا تم جانتے ہو، یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی عورتوں میں سب سے بہتر حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا، حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا اور حضرت آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون رضی اللہ عنہا ہیں۔

۷۴۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری والدہ نے مجھے ڈانٹتے ہوئے پوچھا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کب گئے تھے؟ میں نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنے دن پہلے گیا تھا، وہ غصے سے مجھے زد و کوب کرنے کے لئے آمادہ ہوئیں، تو میں نے عرض کیا، مجھے چھوڑ دیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابھی جاتا ہوں اور میں اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا، جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے لئے بخشش کی دعا نہ فرمادیں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھنے میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہولیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام سے تھوڑی دیر کے لیے رکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر چل دیئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ساتھ آتا دیکھ کر پوچھا حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا: بلیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تو نے میرے ساتھ آنے والا معاملہ دیکھا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ تھا، جس نے اللہ تعالیٰ سے مجھے سلام کرنے کے لئے اجازت مانگی تھی اور مجھے خوشخبری دینے کے لئے

۲۶۴ (۸۳۶۵): أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْرَائِيلُ بْنُ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبِ النَّهْدِيِّ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو الْأَسَدِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ حَذِيفَةَ هُوَ ابْنُ الْيَمَانِ، أَنَّ أُمَّهُ قَالَتْ لَهُ: مَتَى عَهْدُكَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مَا لِي بِهِ عَهْدٌ مِثْلُ كَذَاهُ فَهَمَّتْ أَنْ تَنَالَ مِنِّي، فَقُلْتُ: دَعِينِي، فَإِنِّي أَذْهَبُ فَلَا أَدْعُهُ حَتَّى يَسْتَغْفِرَ لِي، وَيَسْتَغْفِرَ لَكَ وَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي حَتَّى صَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ خَرَجَ فَخَرَجْتُ مَعَهُ، فَإِذَا عَارِضٌ قَدْ عَرَضَ لَهُ، ثُمَّ ذَهَبَ فَرَأَيْتُ فَقَالَ: حَذِيفَةُ؟ فَقُلْتُ: لَبَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ رَأَيْتَ الْعَارِضَ الَّذِي عَرَضَ لِي؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: فَإِنَّهُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ لِيَسْلَمَ عَلَيَّ، وَلِيُبَشِّرَنِي أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شِبَابِ الْجَنَّةِ، وَأَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (۲)

ii۔ مسند ابی یعلیٰ: ۲۲۲

i۔ احمد، ج ۱، ص ۲۹۳

iv۔ ابن حبان: ۷۰۱۰

iii۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۸۵-۱۶۰، ج ۲، ص ۵۹۴

ii۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۹۶، ج ۲، ص ۱۹۸، iii۔ ترمذی: ۳۷۸۱

i۔ احمد، ج ۵، ص ۳۹۱

vi۔ ابن حبان: ۷۱۲۳

v۔ دلائل النبوة للشیخ، ج ۷، ص ۷۸

iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۲۸۱-۱۵۱

اجازت مانگی تھی کہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور حضرت فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال میں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سرگوشی فرمائی، تو حضرت فاطمہ رونے لگیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی، تو وہ ہنسنے لگیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے تو میرے پوچھنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا: جب میں پہلی دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتلایا: کہ اسی بیماری میں میرا وصال ہو جائے گا، پس میں رونے لگ گئی۔ پھر جب میں دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتلایا: کہ اہل بیت میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی ہوں، میں جنتی عورتوں کی سردار ہوں، سوائے مریم بنت عمران کے، میں نے اپنے سر کو اٹھایا اور میں ہنسنے لگ گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وصال میں اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی۔ وہ رونے لگ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ بلایا اور سرگوشی فرمائی، وہ ہنسنے لگ گئیں۔ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں پوچھا، تو انہوں نے بتلایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتلایا: کہ اس مرض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جائے گا، تو میں رونے لگ گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ اہل بیت میں سے میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی ہوں، تو میں ہنسنے لگ گئی۔

۲۶۵ (۸۳۶۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَكْبَتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَهَا، فَبَكَتْ، ثُمَّ أَكْبَتُ عَلَيْهِ فَسَارَهَا فَضَحِكْتُ، فَلَمَّا تَوَفَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا "فَقَالَتْ: لَمَّا أَكْبَيْتُ عَلَيْهِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ مَيِّتٌ مِنْ وَجَعِهِ ذَلِكَ فَبَكَتُ، ثُمَّ أَكْبَيْتُ عَلَيْهِ فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَسْرَعُ أَهْلِهِ بِهِ لِحُوقِهِ، وَأَنِّي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَضَحِكْتُ (۱)

۲۶۶ (۸۳۶۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَكْبَتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَهَا، فَبَكَتْ، ثُمَّ أَكْبَتُ عَلَيْهِ فَسَارَهَا فَضَحِكْتُ، فَلَمَّا تَوَفَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا "فَقَالَتْ: لَمَّا أَكْبَيْتُ عَلَيْهِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ مَيِّتٌ مِنْ وَجَعِهِ ذَلِكَ فَبَكَتُ، ثُمَّ أَكْبَيْتُ عَلَيْهِ فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَسْرَعُ أَهْلِهِ بِهِ لِحُوقِهِ، وَأَنِّي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَضَحِكْتُ (۲)

iii- ابن حبان: ۹۵۲

ii- المعجم الكبير للطبرانی: ۱۰۳۳

i- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۱۲۶

ii- مسلم: ۲۳۵۰

ii- مسلم: ۲۳۵۰

i- بخاری: ۲۳۳۳

۲۶۷ (۸۳۶۸): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ زَكْرِيَّاهُ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَغَادِرْ دُونََ امْرَأَةٍ قَالَتْ: فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي كَأَنَّ مَشِيَّتَهَا مِشْيَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَرْحَبًا بِابْنَتِي، ثُمَّ أَجْلَسَهَا، فَاسْرَأَ إِلَيْهَا حَدِيثًا فَبَكَتْ فَقُلْتُ: حِينَ بَكَتْ خَصَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثِهِ دُونَكَ، ثُمَّ تَبَكَّيْنِ، ثُمَّ اسْرَأَ إِلَيْهَا حَدِيثًا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا قَطُّ أَقْرَبَ مِنْ حُزْنِهِ فَسَأَلْتُهَا عَمَّا قَالَتْ لَهَا فَقَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأَفْشَى سِرِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا قُبِضَ سَأَلْتُهَا فَقَالَتْ: إِنَّهُ كَانَ حَدَّثَنِي قَالَ: كَانَ جَبْرِيلُ يُعَارِضُنِي كُلَّ عَامٍ مَرَّةً وَإِنَّهُ عَارِضُنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أُرَانِي إِلَّا وَقَدْ حَضَرَ أَجْلِي، وَإِنَّكَ أَوْلُ أَهْلِي بِي لِحُوقِهِ، وَنِعْمَ السَّلْفُ أَنَا لَكَ فَبَكَيتُ، ثُمَّ إِنَّهُ سَأَرَنِي أَلَّا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالَتْ: فَضَحِكْتُ لِذَلِكَ (۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ساری ازواج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع تھیں، اسی اثناء میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، ان کی چال ڈھال بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے میری بیٹی خوش آمدید! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بٹھا کر، ان کے ساتھ سرگوشی کے انداز میں کوئی بات کی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ساتھ کوئی خاص بات کی ہے، جو ہمارے ساتھ نہیں کی، اسی لئے آپ رو رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ سرگوشی کے انداز میں ان سے کوئی بات کی، تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے کہا: میں نے آج کے دن سے پہلے خوشی کو غم کے اتنے قریب نہیں دیکھا۔ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا سے کیا بات کی ہے۔ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشا نہیں کرتی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوصال فرما گئے تو میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا، انہوں نے جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ بات بیان کی تھی کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ ایک دفعہ (قرآن مجید کا) دور کرتے تھے، اس سال انہوں نے دو دفعہ دور کیا ہے۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ میرے وصال کا وقت آن پہنچا ہے اور اہل خانہ میں سے تو سب سے پہلے میرے ساتھ ملے گی۔ میں تمہارے لئے جانے والا کتنا اچھا ہوں۔ یہ سن کر میں رونے لگ گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ سرگوشی کے انداز میں فرمایا: کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو جنتی عورتوں کی سردار ہو، یا یہ فرمایا کہ تو اس امت کی جنتی عورتوں کی سردار ہو، اس پر میں ہنسنے لگ گئی۔

م المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے چال ڈھال، فہم و فراست اور بول چال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹھنا، اٹھنا بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تھا۔ وہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان

کے لئے کھڑے ہو جاتے، ان کو چومتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔ اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے، وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو جاتیں، آپ ﷺ کا بوسہ لیتیں اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔ جب نبی کریم ﷺ کا مرض وصال شروع ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ انہوں نے جھک کر آپ ﷺ کا بوسہ لیا، پھر سر اٹھایا تو رونے لگیں۔ پھر دوبارہ آپ ﷺ کی طرف جھکیں، پھر سر اٹھایا تو ہنسنے لگیں۔ میں نے سوچا یہ عورتوں کی عادات سے ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ایک عورت ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ کا وصال مبارک ہو گیا تو میں نے پوچھا: جب آپ ﷺ نے نبی کریم پر جھکیں، اور سر اٹھایا، تو آپ رونے لگیں۔ پھر دوبارہ آپ ﷺ پر جھکیں، سر اٹھایا تو آپ مسکرانے لگیں، اس کی کیا وجہ تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا۔ آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ وہ اسی بیماری میں وصال فرما جائیں گے، میں رونے لگی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ میرے اہل بیت میں سے تو سب سے پہلے میرے ساتھ ملے گی، یہ بات سن کر میں مسکرائی تھی۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے، جس نے اسے خوش کیا، اس نے مجھے خوش کیا، جس نے اسے تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے، جس نے اسے غضبناک کیا، اس نے مجھے غضبناک کیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ " وَكَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهَا وَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا، فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا، فَلَمَّا مَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَتْ فَاطِمَةُ فَأَكْبَتُ عَلَيْهِ وَقَبَّلَتْهُ ثُمَّ رَفَعَتْ رَأْسَهَا فَبَكَتُ، ثُمَّ أَكْبَتُ عَلَيْهِ ثُمَّ رَفَعَتْ رَأْسَهَا فَضَحِكْتُ فَقُلْتُ: إِنْ كُنْتُ لِأَظُنُّ أَنَّ هَذِهِ مِنْ أَعْقَلِ النِّسَاءِ، فَإِذَا هِيَ مِنَ النِّسَاءِ، فَلَمَّا تَوَفَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: أَرَأَيْتِ حِينَ أَكْبَيْتِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعْتَ رَأْسَكَ فَبَكَتِ، ثُمَّ أَكْبَيْتِ عَلَيْهِ فَرَفَعْتَ رَأْسَكَ فَضَحِكْتَ، مَا حَمَلَكَ عَلَى ذَلِكَ؟ قَالَتْ: أَخْبَرَنِي، تَعْنِي أَنَّهُ مَيِّتٌ مِنْ وَجَعِهِ هَذَا فَبَكَتِ، ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنِّي أَسْرَعُ أَهْلَ بَيْتِي لِحُوقَابِهِ، فَذَلِكَ حِينَ ضَحِكْتُ (۱)

۲۶۹ (۸۳۷۰): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمُسَوَّرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّمَا فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّْي يَرِيْبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْدِبُنِي مَا آدَاهَا (۲)

۲۷۰ (۸۳۷۱): الْحَارِثُ بْنُ مُسْكِينٍ قَرَأَهُ عَلَيْهِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمُسَوَّرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنْ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّْي، مَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي (۳)

iii- المعجم الكبير للطبرانی، ج ۲۲، ص ۲۲۱

ii- ترمذی: ۳۸۷۲

i- ابی داؤد: ۵۲۱۷

ii- مسلم: ۲۴۳۹

i- بخاری: ۵۲۳۰

ii- مسلم: ۲۴۳۹

i- بخاری: ۳۷۶۷

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا: بے شک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھ سے ہے۔
حضرت مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس وقت مجھ پر غسل واجب تھا۔

۲۲۱ (۸۳۷۲): أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ شَهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمُسَوَّرَ بْنَ مَخْرَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُطُبُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ: إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي (۱)

۵۷۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام کے ساتھ ہجرت فرمائی، وہ ایک ایسی بستی میں داخل ہوئے، جہاں پر ایک جابر و ظالم بادشاہ حکمران تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام رات کے وقت اپنی زوجہ کے ساتھ داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ دنیا کی حسین و جمیل عورت تھی۔ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر پوچھا: تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: میری بہن ہے۔ پھر آپ حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس آئے اور کہا: تو مجھے جھٹلانا مت! کیونکہ میں نے بادشاہ کو بتلایا ہے کہ تو میری بہن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کون مومن نہیں ہے۔ بادشاہ نے حضرت سارہ علیہا السلام کو بلوانے کے لئے قاصد بھیجا، حضرت سارہ علیہا السلام بادشاہ کے پاس گئیں، وہ حضرت سارہ علیہا السلام کی طرف کھڑا ہوا، تو حضرت سارہ علیہا السلام نے کھڑے ہو کر وضو کیا اور نماز پڑھنی شروع کر دی اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر امان رکھتی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے علاوہ اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے، تو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ فرما۔ وہ کافر اپنے قدموں پر زمین میں دھنسا دیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سارہ علیہا السلام نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اگر یہ مر گیا تو یہ الزام لگے گا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے۔ اس دعا کے بعد وہ تندرست ہو گیا۔ پھر دوبارہ بری نیت سے حضرت سارہ علیہا السلام کی طرف بڑھا۔

۲۲۲ (۸۳۷۳): أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيَّاشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الزُّنَادِ، مِمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ، مِمَّا ذَكَرَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ بَسَارَةَ فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوكِ أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَبَقِيلَ: دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ اللَّيْلَةَ بِامْرَأَةٍ هِيَ أَحْسَنُ النِّسَاءِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمَ، مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ؟ قَالَ: أُخْتِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ: لَا تُكَذِّبِينِي، قَدْ أَخْبَرْتَهُمْ أَنَّكَ أُخْتِي فَوَاللَّهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرِكَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ أَرْسِلْ بِهَا، فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضُّأً وَتَوَضَّأَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأُحْصِنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ فَعَطَّ حَتَّى رَكَّضَ بَرَجِلَهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ إِنْ يَمُتْ، يُقَلِّهِ هِيَ قَتَلْتَهُ، فَأَرْسَلَ، ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضُّأً وَتَوَضَّأَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأُحْصِنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ، فَعَطَّ حَتَّى رَكَّضَ بَرَجِلَهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ: اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلْتَهُ فَأَرْسَلَ فِي الثَّانِيَةِ وَفِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا، ارْجِعُوا إِلَيَّ إِبْرَاهِيمَ وَأَعْطَوْهَا أَجْرًا، فَرَجَعَتْ إِلَيَّ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَتْ: أَشَعَّرْتُ أَنَّ اللَّهَ كَبَّتِ الْكَافِرَ، وَأَخْدَمَ وَوَلِيدَةً (۲)

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ وضو کیا، نماز پڑھی اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے علاوہ اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے، تو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ فرما۔ وہ ظالم دوبارہ اپنے قدموں پر زمین میں دھنسا دیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اگر یہ مر گیا تو یہ الزام لگے گا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے، اسے پھر چھٹکارا حاصل ہو گیا پھر اسی طرح تیسری دفعہ بھی ہوا۔ اس پر بادشاہ نے اپنے قاصدوں سے کہا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عزت کی قسم! تم میرے پاس کوئی انسان نہیں، بلکہ شیطان لائے ہو (نعوذ باللہ)۔ تم اس کو حضرت ابراہیم کو لوٹا دو اور ایک خادمہ بھی بطور تحفہ دے دو۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آ کر بتلایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے کافر کی سازش کو اس کے حلق میں اتار دیا اور اس نے خدمت کے لئے باندی دی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین دفعہ کے علاوہ کبھی جھوٹ (صورتاً) نہیں بولا۔ ان میں سے دو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں تھے۔ ایک بار فرمایا: انی سقیم (الصافات ۳۷: ۸۹) میں بیمار ہوں اور دوسرا: بل فعلہ کبیر ہم هذا (الانبیاء ۲۱: ۶۳) ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہوگا؟ تیسرا: ایک دفعہ وہ سفر کر رہے تھے، اور ایک جابر و ظالم حکمران کے علاقہ میں پہنچے، تو ایک شخص نے ظالم بادشاہ کو بتلایا: تمہاری اس سرزمین پر ایک شخص آیا ہے، اور اس کے ساتھ ایسی حسین و جمیل عورت ہے کہ لوگوں میں کوئی اور نہیں ہے۔ اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلوا کر پوچھا: یہ تیرے ساتھ عورت کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے کہا: یہ میری بہن ہے۔ بادشاہ نے آپ سے کہا: جاؤ اور اس کو لے کر آؤ۔ آپ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے آ کر کہا: اس ظالم نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا، تو میں نے اسے بتلایا: کہ تو میری بہن ہے۔ پس تو اس کے پاس مجھے جھٹلانا مت، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تو میری بہن ہے، کیونکہ زمین پر اس وقت میرے اور تمہارے

۲۷۳ (۸۳۷۴): أَخْبَرَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَمْ يَكْذِبْ إِلَّا فِي ثَلَاثَةِ ثِنْتَيْنِ فِي ذَاتِ اللَّهِ قَوْلُهُ (إِنِّي سَقِيمٌ) (الصافات: ۸۹) وَقَوْلُهُ (قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ) (الأنبياء: ۶۳) هَذَا قَالَ: "وَبَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ فِي أَرْضِ جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ إِذْ نَزَلَ مِنْزَلًا، فَأَتَى الْجَبَّارَ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ هَاهُنَا فِي أَرْضِكَ رَجُلٌ مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ، فَأَرْسَلْ إِلَيْهِ فَقَالَ: مَا هَذِهِ الْمَرْأَةُ مِنْكَ؟ قَالَ: هِيَ أُخْتِي قَالَ: أَذْهَبُ فَأَرْسِلْ بِهَا قَالَ: فَانْطَلَقَ إِلَى سَارَةَ فَقَالَ لَهَا: إِنَّ هَذَا الْجَبَّارَ سَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ: أَنَّكَ أُخْتِي فَلَا تُكْذِبِينِي عِنْدَهُ فَإِنَّكَ أُخْتِي فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّهُ لَيْسَ فِي الْأَرْضِ مُسْلِمٌ غَيْرِي وَغَيْرِكَ فَانْطَلَقَ بِهَا وَقَامَ إِبْرَاهِيمُ يُصَلِّي فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ فَرَأَاهَا أَهْوَى إِلَيْهَا فَتَنَاوَلَهَا، فَأَخَذَ أَخْذًا شَدِيدًا فَقَالَ: ادْعِي اللَّهَ لِي، وَلَا أَضْرِكِ فَدَعَتْ لَهُ فَأَرْسَلَ، فَأَهْوَى إِلَيْهَا فَتَنَاوَلَهَا، فَأَخَذَ بِمِثْلِهَا، أَوْ أَشَدَّ مِنْهَا، ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ الثَّالِثَةَ، فَأَخَذَ فَذَكَرَ مِثْلَ الْمَرَّتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، وَكَفَّ فَقَالَ: ادْعِي اللَّهَ لِي وَلَا أَضْرِكِ فَدَعَتْ

لَهُ فَأُرْسِلَ، ثُمَّ دَعَا أَدْنَىٰ حِجَابِهِ فَقَالَ: إِنَّكَ لَمْ تَأْتِنِي بِإِنْسَانٍ،
وَلَكِنَّكَ أَتَيْتَنِي بِشَيْطَانٍ أَخْرَجَهَا وَأَعْطَيْتَهَا هَاجِرًا قَالَ: فَخَرَجْتُ
وَأَعْطَيْتُ هَاجِرًا، فَأَقْبَلْتُ فَلَمَّا أَحَسَّ إِبْرَاهِيمُ بِمَجِيئِهَا انْفَتَلَ مِنْ
صَلَاتِهِ فَقَالَ: مَهِيمٌ فَقَالَتْ: قَدْ كَفَىٰ اللَّهُ كَيْدَ الْكَافِرِ، وَأَخَذَ مِنِّي
هَاجِرًا وَقَفَّهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَوْنٍ (۱)

علاوہ کوئی اور مسلمان نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ
علیہا السلام کو ساتھ لے کر آئے اور خود کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر
دی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ علیہا السلام کو ساتھ لے کر
آئے اور خود کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی، حضرت سارہ علیہا السلام
بادشاہ کے پاس داخل ہوئیں، تو اس نے ازراہ شیطانیت آپ کی
طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی تو اسی وقت سخت پکڑ میں جکڑا
گیا۔ اس نے حضرت سارہ علیہا السلام سے کہا: میرے لئے اللہ تعالیٰ سے
دعا کرو۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں دوں گا، حضرت سارہ علیہا السلام نے
دعا کی، تو اسے خلاصی مل گئی۔ اس نے دوبارہ شیطانی خیال سے
آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا، تو پہلے سے بھی زیادہ سخت پکڑ میں آ
گیا۔ پھر اس نے تین دفعہ ایسے ہی کیا اور پکڑ میں آیا۔ پھر تیسری
دفعہ بھی پہلی دو دفعہ کی طرح واقعہ ہوا۔ پس اس نے التجا کی: میرے
لئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے دعا کرو، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں
دوں گا۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے دعا کی۔ تو اسے خلاصی مل گئی۔ پھر
اس نے اپنے بعض دربانوں کو بلوایا اور کہا: تم میرے پاس کوئی
انسان نہیں، بلکہ شیطان لے کر آئے ہو (نعوذ باللہ)۔ اس کو لے
جاؤ اور ہاجر علیہ السلام بطور تحفہ دے دو۔ حضرت سارہ علیہا السلام حضرت
ہاجر علیہ السلام کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں۔ جب
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام کو محسوس کیا تو حالت
نماز میں ہی پوچھا: کیا معاملہ ہوا ہے۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے بتایا:
اللہ تعالیٰ جل جلالہ کافر کی سازش کے لئے کافی ہو گیا اور اس نے
میرے لئے خادمہ ہاجر علیہ السلام دی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے تین دفعہ (صورتاً) کے علاوہ کبھی جھوٹ نہیں بولا۔
ان میں سے دو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہیں۔ ایک: جب
انہوں نے ستاروں کی طرف دیکھا تو کہا: میں بیمار ہوں۔ دوسرا:
سورۃ الانبیاء میں ان کا کہنا: بلکہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہو
گا۔

۲۷۴ (۸۳۷۵): أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ قَالَ:
حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: " لَمْ
يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَطُّ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ: ثِنْتَانِ فِي
ذَاتِ اللَّهِ (فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ) (الصفات:
۸۹) وَقَوْلُهُ فِي سُورَةِ الْأَنْبِيَاءِ (قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا)
(الأنبياء: ۶۳) قَالَ: وَأَتَىٰ عَلِيَّ مَلِكٌ مِنْ بَعْضِ الْمُلُوكِ وَمَعَهُ

امْرَأَةً فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَأَخْبَرَهُ أَنَّهَا أُخْتُهُ قَالَ: قُلْ لَهَا: تَأْتِينِي، أَوْ مَرِّهَا أَنْ تَأْتِيَنِي، فَكَتَاهَا فَقَالَ لَهَا: إِنَّ هَذَا قَدْ سَأَلَنِي عَنْكَ وَإِنِّي أَخْبَرْتُهُ أَنَّكَ أُخْتِي وَإِنَّكَ أُخْتِي فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ وَلَا مُؤْمِنَةٌ غَيْرِي وَغَيْرِكَ وَإِنَّهُ قَدْ أَمَرَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي قَالَ: فَانْتُ فَنَنْظُرَ إِلَيْهَا فَضُغِطَ فَقَالَ: ادْعِي لِي وَكَانَ أَنْ لَا أَعُودَ قَالَ: فَخَلَّى عَنْهُ فَعَادَ قَالَ: فَضُغِطَ مِثْلَهَا، أَوْ أَشَدَّ قَالَ: ادْعِي لِي، وَكَانَ أَلَّا أَعُودَ قَالَ: فَخَلَّى عَنْهُ فَأَمَرَ لَهَا بِطَعَامٍ، وَأَخْدَمَهَا جَارِيَةً يُقَالُ لَهَا هَاجِرٌ، فَلَمَّا أَنْتَ إِبْرَاهِيمُ قَالَ: مَهِيْمٌ فَقَالَتْ: كَفَى اللَّهُ كَيْدَ الْكَافِرِ الْفَاجِرِ وَأَخْدَمَ جَارِيَةً قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: تِلْكَ أُمَّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ، وَمَدَّ بِهَا ابْنُ عَوْنٍ صَوْتَهُ (۱)

تیسرا: آپ علیہ السلام ایک بادشاہ کے پاس آئے۔ آپ علیہ السلام کے ساتھ آپ علیہ السلام کی زوجہ تھیں۔ اس بادشاہ نے پوچھا: تو آپ علیہ السلام نے کہا: وہ میری بہن ہے۔ بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس لاؤ یا اس کے ساتھ میرے پاس آؤ۔ آپ علیہ السلام زوجہ کے پاس آئے اور بتلایا: اس نے مجھے تمہارے بارے میں پوچھا، تو میں نے اسے بتلایا: کہ تو میری بہن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق تو میری بہن ہے۔ اس وقت زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کوئی ایمان دار نہیں ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے لے کر اس کے پاس جاؤں، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جب اس کے پاس آئیں۔ اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا، تو عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔ اس نے التجا کی: میرے لئے دعا کرو اور میں دوبارہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا سے اسے خلاصی مل گئی۔ اس نے پھر وہی حرکت کی۔ دوبارہ پکڑا گیا۔ بلکہ پہلے سے بھی سخت پکڑ میں آ گیا۔ اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے التجا کی: میرے لئے دعا کرو، میں دوبارہ حرکت نہیں کروں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا سے، اسے پھر خلاصی مل گئی۔ اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے لئے کھانے کا حکم دیا اور آپ کی خدمت کے لئے باندی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بطور تحفہ دی۔ حضرت سارہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما کے پاس آئیں، تو آپ نے ان سے پوچھا تیرا معاملہ کیا ہوا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ظالم و فاسق و کافر کے مکر کے لئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کافی ہو گیا اور اس نے خدمت کے لئے باندی دی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بارش کے بیٹو! یہی ہاجرہ رضی اللہ عنہا تمہاری ماں ہے۔ حضرت ابن عون رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ کہتے ہوئے اپنی آواز کو بلند فرمایا:

۷۶۔ حضرت ہاجر علیہ السلام کے فضائل

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے جب زمزم پر اپنی ایڑھی ماری، تو وہاں سے چشمہ پھوٹ پڑا، حضرت ہاجر علیہ السلام نے اس پانی کو حوض کی شکل میں جمع کیا۔ تاکہ اپنی ادھر ادھر بہہ نہ جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت ہاجر علیہ السلام پر رحم فرمائے! اگر وہ پانی کو اسی طرح چھوڑ دیتیں، تو وہ بہنے والا چشمہ ہوتا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضرت ہاجر علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آئے، انہوں نے اپنی ایڑھی آب زمزم کی جگہ پر ماری، تو اس سے چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضرت ہاجر علیہ السلام نے اس پانی کو حوض کی شکل میں جمع کیا، تاکہ پانی ادھر ادھر بہہ نہ جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ حضرت ہاجر علیہ السلام پر رحم فرمائے، اگر وہ پانی کو چھوڑ دیتیں، تو وہ بہنے والا چشمہ ہوتا۔

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے کہا: حضرت حماد تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی مرفوع روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: میں اس بات کو زیادہ یاد رکھنے والا ہوں۔ حضرت ایوب رضی اللہ عنہ نے مجھے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے نہ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور نہ ہی اس کی سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک بیان کی: حضرت وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں حضرت سلام بن ابوطیح کے پاس آیا، تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔ ان کے سامنے: عن حماد بن زید عن ایوب عن عبد اللہ بن

۲۷۵ (۸۳۷۶) أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَنَّ جَبْرِيْلَ حِينَ رَكَضَ زَمْزَمَ بِعَقْبِهِ فَنَبَعَ الْمَاءُ، فَجَعَلَتْ هَاجِرٌ تَجْمَعُ الْبَطْحَاءَ حَوْلَ الْمَاءِ لِيَلَّا يَتَفَرَّقَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللَّهُ هَاجِرَ لَوْ تَرَ كَتَمَهَا لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا (۱)

۲۷۶ (۸۳۷۷) أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ أَيُّوبَ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَزَلَ جَبْرِيْلُ إِلَى هَاجِرَ وَإِسْمَاعِيلَ، فَرَكَضَ عَلَيْهِ مَوْضِعَ زَمْزَمَ بِعَقْبِهِ فَنَبَعَ الْمَاءُ قَالَ: فَجَعَلَتْ هَاجِرٌ تَجْمَعُ الْبَطْحَاءَ حَوْلَهُ لَا يَتَفَرَّقُ الْمَاءُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللَّهُ هَاجِرَ، لَوْ تَرَ كَتَمَهَا كَانَ عَيْنًا مَعِينًا. قَالَ: فَقُلْتُ لِأَبِي حَمَادٍ: لَا يَذْكُرُ أَبِي بِنِ كَعْبٍ، وَلَا يَرْفَعُهُ قَالَ: أَنَا أَحْفَظُ لِيَذَا هَكَذَا حَدَّثَنِي بِهِ أَيُّوبُ قَالَ وَهْبٌ (۲)

۲۷۷ (۸۳۷۸) وَحَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبِيًّا وَلَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهْبٌ " فَاتَيْتُ سَلَامَ بْنَ أَبِي مُطِيعٍ فَحَدَّثَنِي هَذَا الْحَدِيثَ، فَزَوَى لِي عَنْ حَمَادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَردَّ ذَلِكَ رَدًّا شَدِيدًا ثُمَّ قَالَ لِي: فَأَبُوكَ مَا يَقُولُ؟ قُلْتُ: أَبِي يَقُولُ: أَيُّوبُ

ii - بخاری: ۳۳۶۲

i - احمد، ج ۵، ص ۱۲۱

ii - بخاری: ۳۳۶۲

i - احمد، ج ۵، ص ۱۲۱

سعید بن جبیر: کی سند بیان کی گئی، تو انہوں نے اس کی سختی سے تردید کی۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا: آپ کے والد کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: میرے والد: ایوب عن سعید بن جبیر کی سند سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: یہ بڑی تعجب والی بات ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عزت کی قسم! ہمارے تمام ساتھی میں سے جو ہمیشہ حافظ کہلاتا رہا اس نے بھی غلطی کی اور صحیح سند: ایوب عن عمر مہ بن خالد ہے۔

۷۷۔ حضرت ہاجر علیہ السلام کے (مزید) فضائل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جس عورت نے سب سے پہلے کمر کا پٹکا باندھا، وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (حضرت ہاجر علیہ السلام) تھیں۔ انہوں نے پٹکا اس لئے باندھا، تاکہ وہ حضرت سارہ علیہا السلام سے اپنے قدموں کے نشانات بتا دے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہاجر علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر بیت اللہ کے پاس تشریف لائے۔ ان دنوں مکہ مکرمہ میں آبادی نہیں تھی، یہاں پر پانی کا بھی کوئی بندوبست نہیں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجر علیہا السلام کو یہاں چھوڑا۔ انہوں نے ایک مٹکا کھجوروں والا اور ایک مشکیزہ پانی والا، ان کے پاس رکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں واپس چل دیئے۔ حضرت ہاجر علیہا السلام ان کے پیچھے پیچھے گئیں اور پوچھا: اے ابراہیم علیہ السلام! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اور ہمیں ایک ایسی وادی میں چھوڑے جا رہے ہیں، جہاں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی اور چیز؟ حضرت ہاجر علیہا السلام نے متعدد بار پوچھا، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر حضرت ہاجر علیہا السلام نے کہا: کیا آپ کو اس کام کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے جواباً کہا: ہاں حضرت ہاجر علیہا السلام نے کہا: تب تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور واپس لوٹ گئیں۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے۔ ایک جگہ کھڑے ہو کر بیت اللہ کی طرف چہرہ کر کے، ہاتھ اٹھا کر، یہ دعا مانگی: اے ہمارے رب جل جلالہ! میں نے اپنی اولاد کو،

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: الْعَجَبُ وَاللَّهِ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ مِنْ أَصْحَابِنَا الْحَافِظُ قَدْ غَلِطَ إِنَّمَا هُوَ أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ (۱)

۲۷۸ (۸۳۷۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ وَكَثِيرِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَلِّبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ يَزِيدُ أَحَدَهُمَا عَلَى الْأَخْر، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: "أَوَّلُ مَا أَخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطِقَ مِنْ قَبْلِ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ، اتَّخَذَتْ مِنْطِقًا لَتَعْفَى أَثَرَهَا عَلَى سَارَةَ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ وَأَبْنَاهَا إِسْمَاعِيلُ وَهِيَ تَرْضِعُهُ حَتَّى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهَا هُنَالِكَ وَوَضَعَ عِنْدَهَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ وَسِقَاءٌ فِيهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَى إِبْرَاهِيمُ، فَاتَّبَعْتَهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ: يَا إِبْرَاهِيمُ، أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ بِهِ أُنْيَسٌ وَلَا شَيْءٌ، فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، فَقَالَتْ لَهُ: اللَّهُ أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَتْ: إِذَا لَا يُضِيعُنَا، ثُمَّ رَجَعَتْ، فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ، اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهَوْلَاءِ الدَّعَوَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: (إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ قُرْبَيْتِي بَوَادِي غَيْرِي زُرِعَ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحْرَمِ) (إِبْرَاهِيمُ ۱۳: ۳۷) إِلَى (لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ) (إِبْرَاهِيمُ ۱۳: ۷۳)، فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تَرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ، وَتَشْرَبُ ذَلِكَ الْمَاءَ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي ذَلِكَ السِّقَاءِ عَطِشَتْ، وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَاءَ، وَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةً أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ فَوَجَدَتْ الصِّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ يَلِيهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ، وَاسْتَقْبَلَتْ الْوَادِيَ هَلْ تَرَى أَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَهَبَّتْ مِنَ الصِّفَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرْفَ دُرْعِهَا

ثُمَّ سَعَتْ سَعَى الْمَجْهَدِ، ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ
 هَلْ تَرَى أَحَدًا، فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَعَلَتْ ذَلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ. قَالَ ابْنُ
 عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِذَلِكَ سَعَى النَّاسُ
 بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا نَزَلَتْ عَنِ الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتَهُ، فَقَالَتْ: صَهْ تُرِيدُ
 نَفْسَهَا، ثُمَّ تَسْمَعَتْ فَسَمِعَتْ أَيْضًا قَالَتْ: قَدْ أَسْمَعْتُ إِنْ كَانَ
 عِنْدَكَ غَوْتٌ، فَإِذَا هِيَ بِالْمَلِكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ يَبْحَثُ بِعَقْبِهِ أَوْ
 بِجَنَاحِهِ حَتَّى ظَهَرَ الْمَاءُ، فَجَاءَتْ تَحْوِضُهُ هَكَذَا وَتَقُولُ بِيَدِهَا،
 وَجَعَلْتُ، يَعْنِي تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بِقَدْرِ مَا
 تَغْرِفُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَرْحَمُ
 اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، لَوْ تَرَكْتُ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْتَرِفْ مِنَ الْمَاءِ
 لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا، فَشَرِبْتُ وَأَرْضَعْتُ وَلَدَهَا "فَقَالَ الْمَلِكُ: لَا
 تَخَافِي الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هَاهُنَا بَيْتَ اللَّهِ، بَيْنِيهِ هَذَا الْغَلَامُ وَأَبُوهُ، وَإِنَّ
 اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَهْلَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَأْتِيهِ
 السُّيُولُ عَنِ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ، فَكَانُوا كَذَلِكَ حَتَّى مَرَّتْ رَفِيقَةُ أَوْ
 قَالَ: بَيْتٌ مِنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِينَ، فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ، فَرَأَوْا طَائِرًا
 عَارِضًا، فَقَالُوا: إِنَّ هَذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلَى مَاءٍ، وَلَعَهْدُنَا بِهَذَا
 الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ، فَارْسَلُوا فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَارْجِعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ
 بِالْمَاءِ، وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ فَقَالُوا: أَتَأْذِنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزَلَ
 عِنْدَكَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ
 نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَالْفَى ذَلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ
 تُحِبُّ الْأَنْسَ، فَنَزَلُوا وَارْسَلُوا إِلَى أَهْلِ بَيْتِهِمْ، فَنَزَلُوا مَعَهُمْ، وَشَبَّ
 الْغَلَامُ، وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ
 زَوْجُوهَ امْرَأَةٍ مِنْهُمْ، وَمَاتَتْ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ (۱)

اس بے آب و گیاہ وادی میں تیرے عزت والے گھر کے قریب آباد
 کیا ہے۔ اے ہمارے رب! تاکہ یہ نماز قائم کریں، پس تو لوگوں
 کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں میووں سے رزق
 دے، تاکہ وہ شکر ادا کریں۔ ادھر حضرت ہاجر علیہ السلام حضرت اسماعیل
علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں اور پانی پی کر گزارہ کرتی تھیں، یہاں تک
 کہ جب مشکیزے سے پانی ختم ہو گیا، تو وہ خود بھی پیاسی ہو گئیں اور
 بیٹا بھی بھوکا پیاسا ہو گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مشکل صورتحال
 میں دیکھ، آپ وہاں سے چلیں اور قریبی پہاڑ صفا پر پہنچیں۔ آپ
 پہاڑ کے اوپر کھڑی ہوئیں اور وادی کی دوسری طرف رخ کر کے
 دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آئے، لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر آپ صفا
 سے اتر آئیں، جب وادی میں پہنچیں، تو اپنی چادر کا ایک پلو اونچا
 کیا اور آپ پریشانی کی صورت میں دوڑنے لگیں۔ پھر مروہ پہاڑ پر
 آئیں اور کھڑے ہو کر دیکھا کہ شاید کوئی نظر آئے۔ لیکن کوئی نظر نہ
 آیا۔ آپ نے سات دفعہ یہی عمل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی وجہ سے صفا و
 مروہ کے مابین لوگوں کے لئے سعی لازم کی گئی۔ جب آپ مروہ
 سے اتریں، تو آپ نے ایک آواز سنی، تو اپنے آپ سے کہا: خاموش
 ہو جا۔ پھر دوبارہ آواز سنی تو کہا: اگر تمہارے پاس کوئی مدد ہے، (تو
 تم کرو) وہ ایک فرشتہ تھا، جو آب زمزم کے پاس موجود تھا، اس نے
 اپنی ایرٹھی یا پر مارا، جس سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضرت
 ہاجر علیہ السلام اس پانی کو حوض کی شکل میں محفوظ کرنے لگیں اور اپنے ہاتھ
 کے اشارے سے کہنے لگیں: اس طرح، اس طرح پھر اس پانی کو
 مشکیزے میں بھرنے لگیں اور جب مشکیزہ بھر گیا تو پانی ابلنے لگا،
 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے!
 اگر وہ زمزم کو یونہی چھوڑ دیتیں یا فرمایا: اسے محفوظ نہ کرتیں، تو زمزم
 آب زمزم جاری چشمہ ہوتا۔ حضرت ہاجر علیہ السلام نے پانی پیا اور اپنے
 بیٹے کو دودھ پلایا۔ فرشتے نے آپ سے کہا: اپنی ہلاکت کا خوف نہ
 کر، یہاں پر اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، جسے یہ لڑکا اور اس کا باپ تعمیر

کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے رہنے والوں کو ضائع نہیں فرماتا۔ اس زمانہ میں بیت اللہ زمین سے اونچائی پر ٹیلے کی مانند موجود تھا۔ کیونکہ سیلابوں کی وجہ سے بیت اللہ کے دائیں بائیں حصوں کو نقصان پہنچتا تھا۔ اسی طرح دن گذرتے رہے، یہاں تک کہ وہاں سے چند لوگوں کا گذر ہوا یا فرمایا: قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں آئے، جو مکہ کے نشیبی علاقہ میں فروکش ہوئے، انہوں نے ایک پرندے کو منڈلاتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے سوچا: یہ پرندہ پانی پر منڈلاتا ہے، لیکن اس وادی میں نہ تو آبادی ہے اور نہ ہی پانی ہے۔ انہوں نے کچھ آدمیوں کو بھیجا۔ جب انہوں نے پانی موجود پایا تو واپس جا کر اس کی خبر دی۔ اس وقت حضرت ہاجر رضی اللہ عنہ پانی کے پاس تھیں۔ ان لوگوں نے عرض کیا: کیا آپ ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دیں گی؟ حضرت ہاجر رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھیک ہے، لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہ ہوگا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کو مانوسیت ہوئی اور وہ انس چاہتی تھیں۔ وہ لوگ وہاں ٹھہرے اور اپنے اہل و عیال کو بھی وہیں بلا لیا۔ وہ سب یہیں فروکش ہو گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہو گئے اور آپ نے ان سے عربی زبان بھی سیکھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو سب سے زیادہ نفیس تھے۔ جب آپ شعور کو پہنچے تو قبیلہ بنو جرہم والوں نے اپنی ایک عورت سے آپ کی شادی کر دی۔ پھر حضرت ہاجر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجر رضی اللہ عنہ نکلے، اس وقت ان کے پاس پانی کا مشکیزہ تھا۔ حضرت ہاجر رضی اللہ عنہ پانی پیتی تھیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں۔ جب یہ تینوں مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زوجہ اور بچے کو ایک سائبان کے نیچے چھوڑا اور خود واپس چل پڑے۔ حضرت ہاجر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑیں۔ جب مقام ”کدا“ پر پہنچیں تو آواز دی: اے ابراہیم علیہ السلام! ہمیں چھوڑ کر آپ کدھر جا رہے ہیں؟ ابو عامر کہتے ہیں آپ نے کہا: آپ کس کے بھروسے پر ہمیں چھوڑ کر جا رہے

۲۷۹ (۸۳۸۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ بَيْنَ إِبْرَاهِيمَ وَبَيْنَ أَهْلِهِ مَا كَانَ، خَرَجَ هُوَ وَإِسْمَاعِيلُ وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ، وَمَعَهُمْ شَنَّةٌ يَعْنِي فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ الْمَاءَ وَيَبْدُ لَبْنَهَا عَلَى صَبِيهَا، حَتَّى إِذَا دَخَلُوا مَكَّةَ وَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ تَوَلَّى رَاجِعًا، وَتَتَبَعَهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ أَثَرَهُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ كُدَاءَ نَادِيهِ: يَا إِبْرَاهِيمُ، إِلَى مَنْ تَتَرَكُنَا؟ قَالَ أَبُو عَامِرٍ: إِلَى مَنْ تَكَلَّنَا؟ قَالَ: إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

قَالَتْ: رَضِيتُ بِاللَّهِ، ثُمَّ رَجَعْتُ، فَجَعَلْتُ تَشْرَبُ مِنْهَا، وَيَدِيرُ لَبَنَهَا عَلَى صَبِيهَا، فَلَمَّا فَنِي بَلَغَ مِنَ الصَّبِيِّ الْعَطَشُ، قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أَحْسُ أَحَدًا، فَقَامْتُ عَلَى الصَّفَا، فَإِذَا هِيَ لَا تَحْسُ أَحَدًا "فَنَزَلْتُ فَلَمَّا حَاذَتْ بِالْوَادِي رَفَعْتُ إِزَارَهَا، ثُمَّ سَعْتُ حَتَّى تَأْتِيَ الْمَرْوَةَ فَنَظَرْتُ فَلَمْ تَحْسُ أَحَدًا، فَفَعَلْتُ ذَلِكَ أَشْوَاطًا ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ أَطْلَعْتُ حَتَّى أَنْظُرَ مَا فَعَلَ، فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ فَأَبَتْ نَفْسَهَا حَتَّى رَجَعْتُ لَعَلَّهَا تَحْسُ أَحَدًا، فَصَنَعْتُ ذَلِكَ حَتَّى أَتَمَّتْ سَبْعًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ أَطْلَعْتُ حَتَّى أَنْظُرَ مَا فَعَلَ، فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ وَإِذَا هِيَ تَسْمَعُ صَوْتًا فَقَالَتْ: قَدْ سَمِعْتُ، فَقُلْتُ تَجِبُ أَوْ يَأْتِي مِنْكَ خَيْرٌ، قَالَ أَبُو عَامِرٍ: قَدْ سَمِعْتُ فَأَغِثْ فَإِذَا هُوَ جَبْرِيْلُ، فَرَكَّضَ بِقَدَمِهِ فَنَبِعَ، فَذَهَبَتْ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ تَحْفِرُ. قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَرَكَتُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ الْمَاءَ كَانَ ظَاهِرًا. فَمَرَّ نَاسٌ مِنْ جُرْهُمَ، فَإِذَا هُمْ بِالطَّيْرِ فَقَالُوا: مَا يَكُونُ هَذَا الطَّيْرُ إِلَّا عَلَى مَاءٍ، فَارْسَلُوا رَسُولَهُمْ وَكَرِيَهُمْ، فَجَاءُوا وَإِيهَا فَقَالُوا: أَلَا نَكُونُ مَعَكَ؟ قَالَتْ: بَلَى، فَسَكَنُوا مَعَهَا، وَتَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْهُمْ ثُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ لَهُ قَالَ: إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرَكَتِي فَجَاءَ فَسَأَلَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ أَيْنَ هُوَ؟ فَقَالُوا: يَصِيدُ، وَلَمْ يَعْرِضُوا عَلَيْهِ شَيْئًا، قَالَ: "إِذَا جَاءَ فَقُولُوا لَهُ: يَغِيْرُ عَتَبَةَ بَيْتِهِ فَجَاءَ فَخَبَّرَتْهُ" فَقَالَ: أَنْتِ ذَلِكَ فَانْطَلِقِي إِلَى أَهْلِكَ، ثُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ لَهُ فَقَالَ: إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرَكَتِي، فَجَاءَ أَهْلَ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَ: أَيْنَ هُوَ؟ قَالُوا: ذَهَبَ يَصِيدُ وَقَالُوا لَهُ: أَنْزِلْ فَاطْعَمْ، وَأَشْرَبْ قَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَشَرَابُكُمْ؟ قَالُوا: طَعَامُنَا اللَّحْمُ، وَشَرَابُنَا الْمَاءُ قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ، قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَا تَزَالُ فِيهِ بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ

ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر۔ حضرت ہاجر علیہ السلام نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں، پھر آپ واپس لوٹ آئیں۔ آپ پانی پیتی تھیں اور اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی تھیں۔ جب پانی ختم ہو گیا تو بچے کو پیاس نے ستایا، پھر آپ یہ دیکھنے کے لئے کہ شاید کوئی انسان موجود ہو، صفا پہاڑ پر گئیں، وہاں کھڑے ہو کر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ وہاں سے آپ اتریں۔ جب نیچے وادی میں پہنچیں تو اپنا دوپٹہ بلند کیا۔ پھر آپ دوڑ کر مروہ پہاڑ پر پہنچیں۔ وہاں سے بھی کوئی نظر نہ آیا۔ اس طرح صفا اور مروہ کا ایک چکر آپ نے لگایا۔ پھر اپنے آپ سے کہا: کاش! مجھے پتہ ہوتا کہ بیٹا کس حال میں ہے۔ جب ان کو درست حال میں پایا۔ پھر دوبارہ ضبط کے ساتھ چل پڑیں، تاکہ کوئی سہارا مل جائے۔ اسی حال میں حضرت ہاجر علیہ السلام نے سات چکر مکمل کئے۔ پھر کہا: کاش! میں جانتی کہ بیٹا کس حال میں ہے، جب واپس آئیں، تو حضرت اسماعیل درست حالت میں تھے۔ اسی اثناء میں حضرت ہاجر علیہ السلام نے ایک آواز سنی۔ آپ نے کہا: تو سنا گیا ہے تو پوچھ، تجھے جواب دیا جائے گا یا تیرے پاس کوئی بھلائی ہے۔ حضرت ابو عامر فرماتے ہیں: حضرت ہاجر علیہ السلام نے یہ کہا: تحقیق تو سنا گیا ہے، تو مدد کر۔ اس وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام موجود تھے۔ آپ نے اپنا پاؤں مارا تو پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ حضرت ہاجر علیہ السلام نے گڑھا کھودنا شروع کر دیا۔ حضور ابو القاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پانی کو چھوڑ دیتیں، تو چشمہ جاری پانی ہوتا وہاں سے قبیلہ جرہم کے کچھ لوگوں کا گزر رہا، تو انہوں نے وہاں پرندہ دیکھا، انہوں نے کہا: یہ پرندہ تو صرف پانی والی جگہ ہوتا ہے قبیلہ جرہم نے اپنے کچھ لوگ اور سوار بھیجے۔ انہوں نے آ کر حضرت ہاجر علیہ السلام سے کہا: کیا ہم آپ کے پاس ٹھہر سکتے ہیں۔ حضرت ہاجر علیہ السلام نے کہا: کیوں نہیں، آپ ٹھہر سکتے ہیں۔ ان لوگوں

وہاں سکونت اختیار کر لی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسی قبیلے کی ایک عورت سے شادی کر لی۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام فکر مند ہوئے۔ یہ سوچتے ہوئے کہ: مجھے ان کی خبر گیری کرنی چاہئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں پوچھا کہ کہاں ہیں؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اہل خانہ نے کہا: کہ وہ شکار کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ اہل خانہ نے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی نہ کی۔ آپ نے فرمایا: جب وہ آئیں تو انہیں کہنا: کہ گھر کی چوکھٹ تبدیل کر لیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو زوجہ نے مذکورہ صورت حال

بتلائی۔ آپ نے کہا: وہ چوکھٹ تو ہی ہے تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ فکر مند ہوئے کہ انہیں اس گھرانے کی خبر گیری کرنی چاہئے۔ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر

تشریف لائے اور پوچھا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ انہوں نے بتلایا: کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کی:

آپ کچھ دیر رکئے، کھانا کھائیے اور مشروب پیئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہارا کھانا پینا کیا ہے؟ انہوں نے بتلایا۔ گوشت ہمارا کھانا ہے اور پانی ہمارا مشروب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کے طعام اور مشروب میں برکت نازل فرما۔ حضرت ابوالقاسم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہمیشہ رہے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس گھرانے

کی خبر گیری کی فکر پھر لاحق ہوئی، تو آپ وہاں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام آپ زمزم کے پیچھے اپنے تیر ٹھیک کر رہے تھے۔ آپ نے کہا: اے اسماعیل علیہ السلام! بے شک تیرے رب نے مجھے اس گھر کے بنانے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے جواباً عرض کیا:

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَا لَهُ فَقَالَ: إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرَكْتِي، فَجَاءَ فَاذًا إِسْمَاعِيلُ وَرَأَى زَمْزَمًا يُصَلِّي نَبِيًّا لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا إِسْمَاعِيلُ، إِنَّ رَبَّكَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُنَبِّئَكَ لَهُ بَيْتًا " قَالَ: أَطِيعُ رَبَّكَ قَالَ: وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ تُعِينَنِي عَلَيْهِ قَالَ: فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاوِلُ إِبْرَاهِيمَ الْحِجَارَةَ وَيَقُولَانِ: (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) (البقرة: ۱۲۷) فَلَمَّا أَنْ رَفَعَ الْبُنْيَانَ وَضَعَفَ الشَّيْخُ عَنْ رَفْعِ الْحِجَارَةِ فَقَامَ عَلَى الْمَقَامِ، وَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُولَانِ: (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) (البقرة: ۲: ۱۲۷) (۱)

آپ اپنے رب کی فرمانبرداری کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اس نے مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ تم میری مدد کرو۔ پس حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لالا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیتے تھے اور دونوں یہ دعا بھی کر رہے تھے: اے ہمارے رب جل جلالہ! تو ہم سے قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا، جاننے والا ہے۔ جب بنیادیں اونچی ہو گئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے پتھر اٹھانا مشکل ہو گیا تو وہ (مقام ابراہیم والے) پتھر پر کھڑے ہو گئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر لالا کر دیتے تھے اور دونوں یہ دعا بھی پڑھتے تھے: اے ہمارے رب جل جلالہ! تو ہم سے قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا، جاننے والا ہے۔

۷۸۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حبیبہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی راضی تھے اور ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عثمان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی راضی تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسے ہے، جیسے تریڈ کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اذیت نہ پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! تم تمام عورتوں میں سے صرف عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لحاف میں موجود ہونے کے باوجود میرے پاس وحی آتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ میں نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خاص کیفیت سے فارغ ہو گئے، تو فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! حضرت جبریل امین علیہ السلام تمہیں سلام کہتے ہیں۔

حَبِيبَةُ حَبِيبِ اللَّهِ وَحَبِيبَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ عَنْهَا وَعَنْ أَبِيهَا عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهَا

۲۸۰ (۸۳۸۱): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بَشْرٌ وَهُوَ ابْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ مَرْثَدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَضَّلْتُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضَّلْتُ الثَّرِيدَ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ (۱)

۲۸۱ (۸۳۸۲): أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا شَاذَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤَدِّبِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّهُ وَاللَّهِ مَا أَتَانِي الْوَحْيُ فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُمْ إِلَّا هِيَ (۲)

۲۸۲ (۸۳۸۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ بْنِ سَلِيمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ هِشَامِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ هُدَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَوْحِيَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ، فَقُمْتُ فَأَجَفْتُ الْبَابَ فَلَمَّا رَفَعَهُ عَنْهُ قَالَ: يَا عَائِشَةُ إِنَّ جِبْرِيلَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ (۳)

۲۔ بخاری: ۳۷۷۵

ii۔ مسلم: ۲۳۳۱

i۔ بخاری: ۳۷۶۹

ii۔ مسلم: ۲۳۳۷

i۔ بخاری: ۳۷۶۸

۷۹۔ حضرت غمیصا بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے فضائل

انہیں کی کنیت ام سلیم ہے اور بعض نے غمیصا کی بجائے رمیصا بنت ملحان بھی نام ذکر کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے کسی کے چلنے کی آہٹ سنی، جب میں نے دیکھا: وہ حضرت غمیصا بنت ملحان رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضرت حمید فرماتے ہیں: یہی ام سلیم رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ میں جنت میں ہوں اور حضرت رمیصا زوجہ ابو طلحہ، ام سلیم بھی جنت میں ہیں۔

۲۸۳ (۸۳۸۳): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمِيدٌ قَالَ أَنَسٌ: قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَدْخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خُشْفَةً بَيْنَ يَدَيَّ، فَإِذَا أَنَا بِالْغَمِيصَاءِ ابْنَةِ مِلْحَانَ قَالَ حَمِيدٌ هِيَ أُمُّ سَلِيمٍ (۱)»

۲۸۴ (۸۳۸۵): أَخْبَرَنَا نَصِيرُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُرَيْتُ أَنِّي أُدْخِلُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ امْرَأَةِ أَبِي طَلْحَةَ أُمِّ سَلِيمٍ (۲)»

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب بھی گزر حضرت ام سلیم کے محلے سے ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جاتے اور انہیں سلام کرتے۔

۲۸۵ (۸۳۸۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي عَثْمَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ بِجَنَابَاتِ أُمِّ سَلِيمٍ، دَخَلَ عَلَيْهَا، فَسَلَّمَ عَلَيْهَا (۳)

۸۰۔ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کے فضائل

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل ایمان بہنیں ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا، سلمیٰ زوجہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں، یہ اخیانی بہن ہیں۔

۲۸۶ (۸۳۸۷): أَخْبَرَنَا عمرو بن منصور قال: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْأَخْوَاتُ مُؤْمِنَاتٌ، مَيْمُونَةٌ زَوْجَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ الْفَضْلِ بِنْتُ الْحَارِثِ وَسَلْمَى امْرَأَةُ حَمْزَةَ وَأَسْمَاءُ بِنْتُ عَمِيْسٍ أَخْتُهُنَّ لِأُمَّهِنَّ (۴)»

iii۔ شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۸۶۸

ii۔ المعجم الكبير للطبرانی، ج ۲۳، ص ۱۳۰

i۔ الطبقات الكبرى لابن سعد، ج ۸، ص ۱۳۸

iv۔ المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۳۲

۸۱۔ حضرت ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اور میرا بھائی یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور ہمیں انتظار کرنا پڑتا، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کثرت سے آنا جانا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ان کو میسر رہتی تھی۔

۲۸۷ (۸۳۸۸): أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ آدَمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَكَثْنَا حِينًا، وَمَا نَحْسِبُ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأُمَّهُ إِلَّا مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَثْرَةِ دُخُولِهِمْ، وَلَزُومِهِمْ لَهُ (۱)

۸۲۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے فضائل

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ملاقات کے لئے گئیں۔ حضرت اسماء نے بھی ہجرت کرنے والوں کے ساتھ نجاشی کی طرف ہجرت کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، اس وقت ان کے پاس حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسماء رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا۔ یہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اسماء حبشہ بحر یہ ہیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ حقدار ہیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو غصہ آ گیا اور انہوں نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عزت کی قسم: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے اور تمہارے جاہلوں کو نصیحت فرماتے تھے، اور ہم دشمن کے گھریا دشمن کی زمین، دور دراز حبشہ میں تھے اور ہمارا فعل صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے تھا۔ بخدا! میں اس

۲۸۸ (۹۸۳۸): أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي بَرِيدٌ عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: دَخَلْتُ أَسْمَاءَ بِنْتُ عُمَيْسٍ عَلَى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَةً وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَى النَّجَاشِيِّ فِيمَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى حَفْصَةَ وَأَسْمَاءَ عِنْدَهَا فَقَالَ عُمَرُ: حِينَ رَأَى أَسْمَاءَ: مَنْ هَذِهِ؟ قَالَتْ: أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ قَالَ عُمَرُ: الْحَبَشِيَّةُ هَذِهِ الْبَحْرِيَّةُ؟ فَقَالَتْ أَسْمَاءُ: نَعَمْ فَقَالَ عُمَرُ: سَبَقْنَاكُمْ بِالْهَجْرَةِ فَنَحْنُ أَحَقُّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكُمْ، فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ: كَلَّا وَاللَّهِ كُنْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْعِمُ جَانِعَكُمْ وَيَعْظُمُ جَاهِلِكُمْ، وَكُنَّا فِي دَارٍ، أَوْ فِي أَرْضِ الْعَدَى الْبُغْضَاءِ، فِي الْحَبَشَةِ وَذَلِكَ فِي ذَاتِ اللَّهِ، وَفِي رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيْمُ اللَّهِ لَا أَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا أَشْرَبُ شَرَابًا حَتَّى أَذْكَرَ مَا قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ كُنَّا نُؤْذِي، وَنَخَافُ فَسَأَذْكَرُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ لَا أَكْذِبُ وَلَا أَزِيدُ عَلَى ذَلِكَ فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّ عُمَرَ قَالَ: كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مَا قُلْتِ؟ قَالَتْ: قُلْتُ: كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ بِأَحَقَّ بِي مِنْكُمْ وَلَهُ وَلَا صُحَابِهِ هِجْرَةٌ وَاحِدَةٌ وَلَكُمْ أَهْلُ السَّفِينَةِ هِجْرَتَانِ قَالَتْ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ يَأْتُونِي أَرْسَالًا يَسْأَلُونَ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، مَا مِنَ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُوَ أَفْرَحُ وَلَا أَعْظَمُ فِي أَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَرْدَةَ قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسَى وَإِنَّهُ لَيَسْتَعِيدُ مِنِّي هَذَا الْحَدِيثَ (۱)

وقت تک نہ کھاؤں گی، اور نہ پیوں گی جب تک کہ میں تمہاری اس بات کو رسول اللہ ﷺ سے بیان نہ کر دوں۔ جہشہ میں ہمیں اذیت دی جاتی تھی اور ہمیں خوف زدہ کیا جاتا تھا۔ میں عنقریب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کروں گی، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عزت کی قسم میں نہ جھوٹ بولوں گی اور نہ ہی اس بات پر زیادہ کروں گی۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ یہ کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا انہوں نے کیا کہا ہے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: انہوں نے اس اس طرح کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کا مجھ پر تم سے زیادہ حق نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ایک ہجرت کی ہے اور اے اہل سفینہ تم نے دو ہجرتیں کی ہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور اصحاب سفینہ گروہ درگروہ آتے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق سوال کرتے، ان کے نزدیک دنیا کی کوئی چیز رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے زیادہ خوش کن اور عظیم نہ تھی، جو رسول اللہ ﷺ نے اصحاب سفینہ کے متعلق فرمایا تھا۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو اکثر مجھ سے دہرایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے شادی کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، تو ان کے گھر سے کسی شخص کو نکلتے ہوئے پایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں خلش پیدا ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماجرا سنایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں حرج محسوس نہیں کرتے، جو میں نے دیکھا ہے؟ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند بات محسوس فرمائیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کیا ہوگی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اس بات سے پاک فرمادیا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: آج کے بعد کوئی شخص کسی عورت کے پاس، اس کے خاوند کی عدم موجودگی میں نہ جائے۔

۲۸۹ (۸۳۹۰): أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ شُعَيْبَ بْنَ اللَّيْثِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَبْرِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصَّدِيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَزَوَّجَ أَسْمَاءَ بِنْتَ عَمَيْسَ، بَعْدَ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَأَقْبَلَ دَاخِلًا عَلَى أَسْمَاءَ، فَإِذَا نَفَرٌ جُلُوسٌ فِي بَيْتِهِ، فَوَجَدَ فِي نَفْسِهِ، فَرَجَعَ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا ذَاكَ أَنِّي رَأَيْتُ بَأْسًا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَأَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ ذَلِكَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا يَدْخُلَنَّ رَجُلٌ عَلَى مُغِيبَةٍ إِلَّا وَغَيْرُهُ مَعَهُ (۱)

الحمد لله رب العلمين الذي بتوفيقه تتم الصالحات والصلوة والسلام على حبيبه الذي بجمامه تقبل الحسنات وايحفظ

السالك عن العثرات وعلى آله واصحابه منابع الخيرات ومصادر البركات

مفتي محمد كريم خان

۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ یوم السبت یکم جون ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ

کتاب الخصاص

کتاب الخصال

۱- ذِکْرُ خَصَائِصِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَذِکْرُ صَلَاتِهِ قَبْلَ النَّاسِ وَأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ صَلَّى مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے فضائل (آپ رضی اللہ عنہ کا امت محمدیہ میں سب سے پہلے نماز پڑھنے کا بیان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والا میں پہلا شخص ہوں۔

۳۸۹۱-۱: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلْمَةَ بِنِ كَهْمَلٍ قَالَ: سَمِعْتُ حَبَّةَ الْعُرَيْبِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: أَنَا أَوَّلُ مَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۳۸۹۱-۲: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ (۲)

۲- ذِکْرُ اخْتِلَافِ النَّاقِلِينَ لِهَذَا الْخَبَرِ عَنْ شُعْبَةَ

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرنے والوں کے اختلاف کا بیان۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لایا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب ہیں۔

۸۳۹۲-۳: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ (۳)

i- السنن الکبریٰ: ۸۳۳۲، ۸۳۹۱	ii- احمد: ۱۱۹۱، ۱۱۹۲	iii- فضائل الصحابة: ۹۹۹
iv- کتاب الاوائل لابن ابی عاصم: ۶۸	v- المصنف لابن ابی شیبہ: ۳۲۰، ۷۶	vi- الاستیعاب، ج ۳، ص ۲۰۰
vii- اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۰۲	viii- الآحاد والشانی، ج ۱، ص ۱۳۹	ix- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۳۱
x- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۰۲	xi- مجمع الزوائد: ۱۳۶۰، ۷	
i- السنن الکبریٰ: ۸۳۳۳، ۸۳۹۱	ii- فضائل الصحابة: ۱۰۰۳	iii- ترمذی: ۳۷۴۳، ابی داؤد: ۶۷۸
iv- المستدرک للحاکم: ۴۷۱۸	v- الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۷۱۳	vi- الاستیعاب، ج ۳، ص ۲۰۰، ۲۰۱
vii- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۳۷	viii- مجمع الزوائد: ۱۳۶۰، ۸	viii- اتحاف الخیرة المکرمة: ۶۶۷، ۹
ix- احمد: ۱۹۳۹۹		
i- السنن الکبریٰ: ۸۳۳۳، ۸۳۹۲	ii- کتاب الاوائل لابن ابی عاصم: ۷۰	iii- الآحاد والشانی لابن ابی عاصم: ۱۸۰
iv- المستدرک للحاکم: ۴۷۱۸	v- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰، ۹۷	vi- معجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۱، ص ۲۵

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھی۔ دوسری روایت میں ہے: سب سے پہلے اسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ لائے۔

حضرت عقیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں زمانہ جاہلیت اپنے گھر والوں کے لئے کپڑے اور خوشبو خریدنے کی غرض سے مکہ مکرمہ آیا۔ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے پاس آیا۔ آپ ان دنوں تجارت کرتے تھے۔ میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سورج نکلا اور اس کی روشنی آسمان پر پھیل گئی۔ اس وقت میں خانہ کعبہ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک نوجوان آیا اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کعبہ کی طرف چہرہ کر کے کھڑا ہو گیا، تھوڑی دیر بعد ایک بچہ آیا اور اس نوجوان کی دائیں جانب کھڑا ہو گیا، پھر تھوڑی دیر بعد ایک عورت آئی اور ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ پس نوجوان نے رکوع کیا تو بچے اور عورت نے بھی رکوع کیا، پھر اس نوجوان نے سر اٹھایا تو اس بچے اور عورت نے بھی سر اٹھایا۔ پھر نوجوان نے سجدہ، تو ان دونوں بے بھی سجدہ کیا۔ میں نے کہا: اے عباس! بڑی بات ہے۔ حضرت عباس نے جواب دیا: بڑی بات ہے۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو! کہ یہ نوجوان کون ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ انہوں نے بتلایا: یہ میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ پھر انہوں نے

۸۳۹۲-۴: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: سَمِعْتُ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِيٌّ (۱)

۸۳۹۳-۵: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ، عَنْ خَالِدٍ وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَمْزَةَ مَوْلَى الْأَنْصَارِ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: أَسْلَمَ عَلِيٌّ (۲)

۸۳۹۴-۶: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ بْنِ مُحَمَّدِ الْكُوفِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ خَثِيمٍ، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَقِيفٍ عَنْ عَقِيفٍ قَالَ: جِئْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِلَى مَكَّةَ فَنَزَلْتُ عَلَى الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ، وَحَلَقْتُ فِي السَّمَاءِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْكُعْبَةِ أَقْبَلَ شَابٌّ فَرَمَى بَبَصْرِهِ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَقَامَ مُسْتَقْبِلَهَا، فَلَمْ يَلْبَثْ حَتَّى جَاءَ غُلَامٌ، فَقَامَ عَنْ يَمِينِهِ، فَلَمْ يَلْبَثْ حَتَّى جَاءَتْ امْرَأَةٌ فَقَامَتْ خَلْفَهُمَا، فَرَكَعَ الشَّابُّ فَرَكَعَ الْغُلَامُ وَالْمَرْأَةُ فَرَفَعَ الشَّابُّ فَرَفَعَ الْغُلَامُ وَالْمَرْأَةُ فَخَرَّ الشَّابُّ سَاجِدًا، فَسَجَدَا مَعَهُ فَقُلْتُ: يَا عَبَّاسُ أَمْرٌ عَظِيمٌ فَقَالَ لِي: أَمْرٌ عَظِيمٌ؟ فَقَالَ: أَتَدْرِي مَنْ هَذَا الشَّابُّ؟ فَقُلْتُ: لَا فَقَالَ: " هَذَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ هَذَا ابْنُ أَخِي، وَقَالَ: تَدْرِي مَنْ هَذَا الْغُلَامُ؟ فَقُلْتُ: لَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ هَذَا ابْنُ أَخِي هَلْ تَدْرِي مَنْ هَذِهِ الْمَرْأَةُ الَّتِي خَلْفَهُمَا؟ قُلْتُ: لَا قَالَ: هَذِهِ خَدِيجَةُ ابْنَةُ خُوَيْلِدٍ زَوْجَةُ ابْنِ أَخِي هَذَا حَدَّثَنِي أَنَّ رَبَّكَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَمْرَةٌ بِهَذَا الدِّينِ الَّذِي هُوَ عَلَيْهِ، وَلَا وَاللَّهِ مَا عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ كُلِّهَا أَحَدٌ

عَلَى هَذَا الدِّينِ غَيْرُ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ (۱)

پوچھا: کیا تم جانتے ہو! کہ یہ بچہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ انہوں نے بتلایا یہ بھی میرا بھتیجا علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہے۔ (پھر انہوں نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہونے والی عورت کون ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ انہوں نے بتلایا۔ یہ میرے اس بھتیجے کی بیوی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہے۔ میرے اس بھتیجے نے مجھے بتلایا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے رب نے اسے اس دین کا حکم دیا ہے۔ جس پر وہ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم: اس وقت روئے زمین پر ان تینوں کے علاوہ کوئی اور اس دین پر نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: میں اللہ تعالیٰ کا بندہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی (چچا زاد) اور صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد کوئی جھوٹا آدمی ہی یہ دعویٰ کرے گا۔ میں نے تمام لوگوں سے پہلے سات برس کی عمر میں نماز پڑھی۔

۸۳۹۵-۷: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ عَلِيُّ: أَنَا عَبْدُ اللَّهِ، وَأَخُو رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا الصَّدِيقُ الْأَكْبَرُ، لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَاذِبٌ صَلَّى قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِ سِنِينَ (۲)

۱- السنن الكبرى: ۸۳۳۷، ۸۳۹۴، احمد، ج ۱، ص ۲۰۹، ۲۱۰، مسند ابی یعلیٰ، ۱۵۳۳، المقصد العلیٰ: ۱۳۷، السیرة النبویة لابن اسحاق، ص ۱۸۲، المستدرک للحاکم: ۴۸۹۵، المعجم الكبير ج ۱۸ ص ۱۰۰، ۱۰۱، دلائل النبوة للبيهقي، ج ۲، ص ۱۶۲، الاشراف علی مناقب الاشراف لابن ابی الدنيا، ص ۴۹، معجم الصحابة لابن قانع البغدادي: ۱۳۲۸، کتاب الضعفاء للعقيلي، ج ۱، ص ۵۳، ۳۸، الطبقات الكبرى لابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۱، الوفا باحوال المصطفى لابن الجوزي، ص ۱۶۳، ۱۶۴، اسد الغابة، ج ۴، ص ۵۴، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۳۳، ۳۵، مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۰۵، عیون الاثر، ج ۱، ص ۱۸۱، السیرة النبویة لابن کثیر، ج ۱، ص ۴۳، البدلیة والنہایة، ج ۲، ص ۳۶۳، ۳۶۲، الریاض النضرۃ، ج ۴، ص ۹۶، ذخائر العقبی، ص ۷۲، مجمع الزوائد: ۱۳۶۰۵، جمع الجوامع: ۱۳۹۵۶، سبل الہدی، ج ۲، ص ۲۹۷، اتحاف الخیرة المہرۃ: ۶۶۸۰، ۶۶۸۷، انسان العیون فی سیرة الامین المامون صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۴۳۶، نساء اہل البیت، ص ۵۶، ۵۷، مناقب علی والحسین واماہما فاطمة الزہراء للفقہ ابو عبد الباقی، ص ۱۱۔

۲- i- السنن الكبرى: ۸۳۳۸، ۸۳۹۶ ii- ابن ماجہ: ۱۲۰ iii- المستدرک للحاکم: ۳۶۳۱

iv- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۷۵ v- کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۲۳۔

۳- ذِکْرُ عِبَادَةِ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبادت کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: میرے اپنے علم کے مطابق اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے عبادت کرنے والا میں ہی ہوں۔ میں نے باقی تمام سے سات سال پہلے عبادت کی۔ (یہ حدیث منکر ہے)

۸-۸۳۹۶: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَجَلِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْهَدَيْلِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مَا أَعْرِفُ أَحَدًا مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَبَدَ اللَّهَ بَعْدَ نَبِيِّهَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرِي، عَبَدْتُ اللَّهَ قَبْلَ أَنْ يَعْبُدَهُ أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ بِسَبْعِ سِنِينَ (۱)

۳- ذِکْرُ مَنْزِلَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت کا بیان

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام جھنڈ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا ولی ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے سچ فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کر کے فرمایا: یہ میرا ولی ہے اور میری ذمہ داری پوری کرنے والا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس کا دوست ہے، جو اس کا دوست ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دشمن ہے۔

۹-۸۳۹۷: أَخْبَرَنِي هَلَالُ بْنُ بَشْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، وَهُوَ ابْنُ عَثْمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُهَاجِرُ بْنُ مِسْمَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُحْفَةِ وَأَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ، فَخَطَبَهُ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي وَلِيُّكُمْ قَالُوا: صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَرَفَعَهَا وَقَالَ: هَذَا وَلِيِّي، وَالْمُؤَدَى عَنِّي، وَإِنَّ اللَّهَ مُوَالٍ مَنْ وَالَاهُ وَمُعَادٍ مَنْ عَادَاهُ (۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پرندے کا گوشت موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ! تو میرے پاس اس کو بھیج، جو تجھے مخلوق میں سب سے زیادہ پسند ہو، تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کو کھائے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت عطا فرمادی۔

۱۰-۸۳۹۸: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُسَهَّرُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عِمْسَى بْنِ عَمْرٍ، عَنْ السُّدِّيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهُ طَائِرٌ فَقَالَ: اللَّهُمَّ انْتِنِي بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَا كَلُّ مَعِي مِنْ هَذَا الطَّيْرِ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَرَدَّهُ وَجَاءَ عُمَرُ فَرَدَّهُ وَجَاءَ عَلِيُّ فَأَذِنَ لَهُ (۳)

ii- المستدرک للحاكم: ۴۶۳۲-

i- السنن الكبرى: ۸۳۳۹، ۸۳۹۶

ii- كتاب السنن لابن ابی عاصم: ۱۱۸۹-

i- السنن الكبرى: ۸۳۳۰، ۸۳۹۷

i- السنن الكبرى: ۸۳۸۲، ۸۳۸۵، ۸۳۹۹، ۸۳۳۹

۸۳۹۹-۱۱: أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَهَشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مَسْمَارٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: أَمَرَ مُعَاوِيَةُ سَعْدًا، فَقَالَ: "مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا تَرَابٍ؟" قَالَ: أَمَا مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ أُسِّبَهُ، لِأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةً مِنْهُنَّ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ. سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُ، وَخَلْفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ، فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تَخْلُفُنِي مَعَ النَّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِثْلَ مَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبُوَّةَ بَعْدِي؟ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: فِي يَوْمِ خَيْبَرَ: لَا أُعْطِينَ الرَّأْيَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا، فَقَالَ: ادْعُوا لِي عَلِيًّا فَأَتَنِي بِهِ أَرْمَدًا فَبَصَقَ فِي عَيْنِي، وَدَفَعَ الرَّأْيَةَ إِلَيْهِ، وَلَمَّا نَزَلَتْ زَادَ هَشَامٌ: (إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ) (الأحزاب: ۳۳) دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا، وَفَاطِمَةَ، وَحَسَنَةَ وَحُسَيْنًا فَقَالَ: اللَّهُمَّ، يَعْنِي هَؤُلَاءِ أَهْلِي (۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو امیر مقرر فرمایا اور پوچھا: ابوتراب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو برا بھلا کہنے سے تمہیں کیا چیز روکتی ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ارشاد مبارک کہ ان کے بارے میں کئے ہوئے یاد ہیں، اس لئے میں کبھی ان کے بارے میں ناپسندیدہ بات نہیں کہوں گا، اگر ان تین باتوں میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی، تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ عزیز تھی۔ ۱- میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں کہتے ہوئے سنا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض جہاد کے موقع پر ان کو پیچھے چھوڑا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑ دیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ۲- اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا: میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبوب رکھتے ہیں۔ ہم سب اس پرچم کو تھامنے کے امیدوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لاؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا تو وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا اور جھنڈا انہیں عطا کر دیا۔ ۳- جب یہ آیت نازل ہوئی (اس کا اضافہ ہشام نے کیا): بے شک اللہ تعالیٰ اہل بیت تم سے ناپاکی دور کرنے کا ارادہ کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

i- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۸۲

ii- مسند سعد بن ابی وقاص: ۱۹

iii- مسلم: ۶۲۲۰

iv- احمد: ۱۶۰۸

v- ترمذی: ۳۷۲۳

vi- المستدرک: ۶۳۳۲

vii- مسند بزار: ۱۱۲۰

viii- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۱۱

ix- البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۴۵۲

x- سیر اعلام النبلاء، ص ۶۱۹

xi- الاصابہ، ج ۴، ص ۲۶۸

xii- مناقب علی للفقہاء عبد الباقی، ص ۳۳

xiii- الانوار الباہرۃ للظاہرۃ للتعلیٰدی، ص ۴۱

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری موجودگی میں کچھ لوگ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ناپسندیدہ باتیں کرنے لگے، میں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین شانیں سنی ہیں، اگر ان میں سے ایک بات بھی میرے لئے ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند تھی۔

۱- میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: بے شک وہ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم) میرے لئے ایسے ہی ہیں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس بات کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲- میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: کل میں ایسے شخص کو پرچم دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبوب رکھتے ہیں۔

۳- میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا! جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کا علی مولیٰ ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبوب رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پرچم لینے کی تمنا کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

۱۲-۸۳۹۹: أَخْبَرَنَا حَرَمِيُّ بْنُ يُونُسَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ مُوسَى الصَّغِيرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَابِطٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا فَتَنَقَّصُوا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ: لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُ خِصَالٌ ثَلَاثَةٌ لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةً مِنْهُمْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: إِنَّهُ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: لَا تُعْطِينَ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ (۱)

۱۳-۸۴۰۰: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَيْمَنَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَعْدًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا دَفْعَانَ الرَّايَةَ غَدًا إِلَى رَجُلٍ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا أَصْحَابُهُ فَدَفَعَهُ إِلَى عَلِيٍّ (۲)

۱- السنن الكبرى: ۸۳۳۳، ۸۳۹۹، ابن ماجه: ۱۲۱ ii- تاريخ مدينة دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۱۵، ۱۱۶۔

۲- السنن الكبرى: ۸۳۳۳، ۸۴۰۰۔

۸۳۰۱-۱۳: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْحَكَمِ، وَالْمِنْهَالِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ لِعَلِيِّ وَكَانَ يَسِيرُ مَعَهُ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ أَنْكَرُوا مِنْكَ أَنَّكَ تَخْرُجُ فِي الْبُرْدِ فِي الْمَلَأِ تَيْنِ، وَتَخْرُجُ فِي الْحَرِّ فِي الْحُشْوِ، وَالثَّوْبِ الْغَلِيظِ قَالَ: أَوْلَمْ تَكُنْ مَعَنَا بِخَبِيرٍ؟ قَالَ: بَلَى قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا بَكْرٍ وَعَقَدَ لَهُ لِيَاءَ فَرَجَعِ، وَبَعَثَ عُمَرَ وَعَقَدَ لَهُ لِيَاءَ فَرَجَعِ بِالنَّاسِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّأْيَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ لَيْسَ بِفَرَّارٍ فَارْسَلِ إِلَيَّ، وَأَنَا أَرْمُدُ قُلْتُ: إِنِّي أَرْمُدُ فَتَفَلَّ فِي عَيْنِي وَقَالَ: اللَّهُمَّ اكْفِهِ أَذَى الْحَرِّ وَالْبُرْدِ، فَمَا وَجَدْتُ حَرًّا بَعْدَ ذَلِكَ وَلَا بَرْدًا (۱)

حضرت ابی لیلی کا بیان ہے کہ: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا: لوگ آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سردیوں میں نرم و ملائم لباس پہنتے ہیں اور گرمیوں میں موٹا اور سخت لباس پہنتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم خیبر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پرچم دے کر بھیجا اور وہ (بغیر فتح) واپس لوٹ آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پرچم تھما کر بھیجا، وہ بھی (بغیر فتح) لوگوں کے ساتھ واپس آئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ بھاگنے والا نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور میں آشوب چشم تھا، میں نے عرض کی: میں آشوب چشم ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن میری آنکھوں میں ڈالا اور دعا فرمائی: اے اللہ! اسے گرمی اور سردی کی اذیت سے محفوظ فرما۔ اس دن کے بعد نہ مجھے گرمی محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی سردی محسوس ہوتی ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا، تو پرچم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اٹھایا، لیکن ان کے ہاتھ پر خیبر فتح نہ ہوا۔ اگلے دن پرچم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تھاما، وہ بھی اس حال میں لوٹے کہ خیبر فتح نہ ہوا، اس دن لوگوں کو شدید مشکلات پیش آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۸۳۰۲-۱۵: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ حَرْبِ الْمَرْوَزِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ وَقِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بَرِيْدَةَ يَقُولُ: حَاصِرْنَا خَيْبَرَ، فَأَخَذَ اللَّوَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَلَمْ يَفْتَحْ لَهُ، وَأَخَذَ مِنَ الْغَدِ عُمَرُ، فَانْصَرَفَ وَلَمْ يَفْتَحْ لَهُ، وَأَصَابَ النَّاسَ يَوْمَئِذٍ شِدَّةٌ وَجَهْدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

۱- سنن الکبریٰ: ۸۳۳۵، ۸۳۰۱، احمد: ۷۷۸، ۷۷۹، فضائل الصحابة: ۹۵۰، ۱۰۸۴، ابن ماجہ: ۱۱۷، مصنف

ابن ابی شیبہ: ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۶۸، مسند البزار: ۴۹۶، المعجم الاوسط: ۲۳۰، ۵۷۸۵، شرف المصطفى لابن سعید، ج ۳، ص ۲۷۲، ج ۵، ص ۵۰۱، دلائل النبوة

للبيهقي، ج ۳، ص ۲۱۳، دلائل النبوة لابن نعيم: ۳۹۱، الوفا لابن الجوزي، ص ۳۵۰، الرياض النضرة، ج ۴، ص ۱۳۳، ذخائر العقبى، ص ۹۰، سير اعلام النبلاء، ص

۶۱۸، البداية والنهاية، ج ۵، ص ۲۵۲، طبع جديد، ج ۷، ص ۵۶۳، مجمع الزوائد: ۱۲۷، كشف الاستار للبيهقي: ۲۵۲، مجمع البحرين للهيثمی: ۳۶۹۲، انخاف

الخيرة المحرقة للبوصيري: ۶۶۳، الانوار في آيات النبي المختار للخواصي، ج ۳، ص ۸۳، مختصر زوائد البزار للعسقلاني: ۱۹۶۳، فتح الباري، ج ۸، ص ۲۵۵، مجمع

الجوامع للسيوطي: ۵۳۲۵، الخصاص الكبرى للسيوطي، ج ۱، ص ۴۱۸، سبل الهدى، ج ۱، ص ۲۰۱، مناقب علي، ص ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱

فرمایا: کل میں اپنا پرچم ضرور ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ سے محبوب رکھتے ہیں۔ وہ خیبر فتح کر کے ہی واپس لوٹے گا۔ ہم سب نے رات خوشی خوشی گذاری کہ کل فتح ضرور نصیب ہو گی۔ صبح رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور پرچم منگوا یا اور لوگ اپنی اپنی صفوں میں تھے۔ ہم میں سے ہر شخص، جو بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاں قدر و منزلت رکھتا تھا، اس پرچم کو اٹھانے کا امیدوار تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو بلوایا، وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، آپ ﷺ نے لعاب دہن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر ملا اور پرچم ان کو عطا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو پرچم اٹھانے کے امیدوار تھے۔

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ اہل خیبر کے پاس پہنچے، تو رسول اللہ ﷺ نے پرچم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جن لوگوں نے ان کے ساتھ جانا تھا، وہ گئے، ان کا اہل خیبر سے مقابلہ ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ پر ان کا معاملہ واضح ہوا، وہ سب رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل میں پرچم ضرور ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ سے محبوب رکھتے ہیں۔ جب اگلی صبح ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، لیکن آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، آپ ﷺ نے لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ تیار ہو کر ان کے ساتھ گئے۔ ان کا اہل خیبر سے آمنا سامنا ہوا تو مرحب یہ شعر گنگنار ہا تھا:

إِنِّي دَأَيْتُ لِي وَائِي غَدًا إِلَى رَجُلٍ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ
وَرَسُولَهُ لَا يَرْجِعُ حَتَّى يَفْتَحَ لَهُ وَبِتَنَا طَيِّبَةً أَنْفُسَنَا أَنْ الْفَتْحَ غَدًا
فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْغَدَاةَ ثُمَّ قَامَ
قَائِمًا وَدَعَا بِاللَّوَاءِ وَالنَّاسُ عَلَى مَصَافِهِمْ فَمَا مِنَّا إِنْسَانٌ لَهُ مَنْزِلَةٌ
عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا هُوَ يَرْجُو أَنْ يَكُونَ
صَاحِبَ اللَّوَاءِ فَدَعَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَهُوَ أَرْمَدٌ فَتَفَلَّ فِي
عَيْنَيْهِ وَمَسَّ عَنْهُ وَدَفَعَ إِلَيْهِ اللَّوَاءَ وَفَتَحَ اللَّهُ لَهُ قَالٍ: وَأَنَا فِيمَنْ
تَطَاوَلَ لَهَا (۱)

۱۲-۸۴۰۳: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ
قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مَيْمُونِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ
بُرَيْدَةَ حَدَّثَهُ عَنْ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ: لَمَّا كَانَ حَيْثُ نَزَلَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَضْرَةِ أَهْلِ خَيْبَرَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ
اللَّوَاءَ عُمَرَ، فَتَهَضَّ مَعَهُ مِنْ نَهْضٍ مِنَ النَّاسِ فَلَقُوا أَهْلَ خَيْبَرَ
فَأَنْكَشَفَ عُمَرُ وَأَصْحَابَهُ فَرَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِأَعْطِيَنَّ اللَّوَاءَ
رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ
تَصَادَرِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَدَعَا عَلَيْهِ وَهُوَ أَرْمَدٌ فَتَفَلَّ فِي عَيْنَيْهِ
وَنَهَضَ مَعَهُ مِنَ النَّاسِ مَنْ نَهَضَ فَلَقِيَ أَهْلَ خَيْبَرَ، فَبَادَا مَرْحَبٌ
يَرْتَجِزُ وَهُوَ يَقُولُ: (البحر الرجز)

قَدْ عَلِمْتُ خَيْبَرَ أَنِّي مَرْحَبٌ... شَاكِي السَّلَاحِ بَطْلٌ مُجَرَّبٌ
أَطْعَنُ أَحْيَانًا وَحِينًا أُضْرِبُ... إِذَا اللَّيُوثُ أَقْبَلَتْ تَلْهَبُ

iii- فضائل الصحابة، ج ۳، ص ۷۳۵،

ii- السيرة النبوية لابن اسحاق، ص ۲۷۶

i- السنن الكبرى: ۸۳۳۶، ۸۵۲۷، ۸۴۰۴، ۸۶۰۱

vi- تاريخ دمشق لابن عساکر، ج ۲۲، ص ۹۳

vii- دلائل النبوة للبيهقي، ج ۳، ص ۲۱۰، ۲۰۹

iv- السيرة النبوية لابن هشام، ج ۳، ص ۲۹۳

ix- البدلية والنهائية، ج ۳۵۹

viii- السيرة النبوية لابن كثير، ج ۳، ص ۳۳۹

vii- مختصر تاريخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۲۷

فَاخْتَلَفَ هُوَ وَعَلِيٌّ ضَرْبَتَيْنِ، فَضْرِبَهُ عَلِيٌّ عَلَى هَامَتِهِ حَتَّى عَضَّ
السَّيْفَ مِنْهَا أَبْيَضَ رَأْسِهِ، وَسَمِعَ أَهْلَ الْعُسْكَرِ صَوْتَ ضَرْبَتِهِ، فَمَا
تَنَامَ آخِرُ النَّاسِ مَعَ عَلِيٍّ فَفَتَحَ اللَّهُ لَهُ وَلَهُمْ (۱)

میرا نام مرحب ہے، اہل خیبر اچھی طرح مجھے جانتے ہیں
ہتھیار بند، بہادر اور تجربہ کار ہوں
میں کبھی زخمی کرتا ہوں اور کبھی گردن اڑاتا ہوں
میرے سامنے اگر شہر آئیں، تو غبار ہو جاتے ہیں۔

مرحب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے پر وار کئے۔ حضرت
علی رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر تلوار سے وار کیا اور اس کے سر کے دو حصے
کردیئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وار کی آواز تمام لشکر نے سنی۔ لشکر علی
رضی اللہ عنہ کے آخری حصہ تک نوبت ہی نہ آئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان
کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

حضرت سعد بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
خیبر کے دن فرمایا: کل میں ایسے شخص کو پرچم دوں گا، جس کے ہاتھ
کے ذریعے اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، وہ اللہ تعالیٰ اور اس
کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول
صلی اللہ علیہ وسلم اسے محبوب رکھتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو تمام صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے، ہر کوئی پرچم لینے کا
امیدوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ
کدھر ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم! انہیں آنکھوں کی بیماری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی
رضی اللہ عنہ بلوا بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا
گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دھن ان کی آنکھوں پر لگا

۱-۸۴۰۳: أَخْبَرَنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي
حَازِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لِأَعْظَمِينَ هَذِهِ الرَّايَةُ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ
عَلَيْهِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَا
عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَى،
فَقَالَ: أَيُّنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَشْتَكِي
عَيْنَيْهِ قَالَ: فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأَتَى بِهِ، فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ فِي عَيْنَيْهِ
وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ كَمَا كَانَ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ، فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ، أَقَاتِلَهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ قَالَ: أَنْفِذْ عَلَيَّ رِسْلَكَ
حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ
عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ، فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ
لَكَ مِنْ أَنْ تَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ (۲)

- ۱- السنن الکبریٰ: ۸۳۳۷، ۸۳۳۶، ۸۴۰۳، ۸۶۰۰، احمد: ۲۳۳۱۹، فضائل الصحابة: ۱۰۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۸۶۸، کتاب السنۃ لابن ابی عاصم
۱۳۷۹، کشف الاستار: ۱۸۱۳، مجمع الزوائد: ۱۰۲۰۰، اتحاف الخیرۃ المحرر: ۶۶۳۶، الدرر لابن عبدالبر، ص ۱۳۶، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴، ص ۳
مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۲۶، مناقب علی، ص ۶۵، ۱۲۱۔
۲- السنن الکبریٰ: ۸۳۳۸، ۸۴۰۳، بخاری: ۲۹۳۲، مسلم: ۶۲۲۲، احمد: ۲۳۳۰۹، فضائل الصحابة: ۱۰۳۷، مسند ابن ابی شیبہ: ۱۱۳، سنن سعید بن مسعود
۲۳۷۳، ۲۳۷۲، ابن حبان: ۶۸۹۳، ۶۹۳۲، مسند ابی یعلیٰ: ۳۳۹، المسند للرویان: ۱۰۲۳، دلائل النبوة للابن کثیر، ج ۲، ص ۱۰۹۲، دلائل النبوة للسیوطی
ج ۴، ص ۲۰۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۲۳، حلیۃ الاولیاء لابن نعیم، ج ۱، ص ۱۰۱، شرح السنۃ: ۳۹۰۵، مصابح السنۃ: ۴۷۶۳، مشکاۃ: ۶۰۸۹،
المطالب لابن حجر مکی، ص ۳۸۲۔

اور ان کے لیے دعا فرمائی، انہیں اسی وقت آفاقہ ہو گیا، جیسا کہ وہ بیمار ہی نہ تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پرچم عطا فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ان سے اس وقت تک جہاد کروں گا، یہاں تک کہ وہ ہماری مانند ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے نصیحت فرمائی: نرمی کے ساتھ جاؤ، جب تم ان کے ساتھ میدان جنگ میں اترو، تو انہیں اسلام کی دعوت دینا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا بتلانا اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت عطا فرمادے، تو تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

۵- ذکر اختلافی الفاظ الناقلین لخبر ابي هريرة فيه

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کے الفاظ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج میں پرچم ضرور ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ سے محبوب رکھتے ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پرچم لینے کے امیدوار تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کدھر ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنا لعاب دھن ہتھیلی پر ڈال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگایا، اور پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے دن فرمایا: یہ پرچم میں اسے عطا کروں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول، اسے محبوب رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے فتح عطا فرمائے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

۱۸-۸۴۰۴: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِأَدْفَعَنَّ الْيَوْمَ الرَّايَةَ إِلَى رَجُلٍ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَتَطَاوَلَ الْقَوْمُ فَقَالَ: أَيُّنَ عَلِيٍّ؟ فَقَالُوا: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ: فَبَصِقَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كَفْيِهِ، وَمَسَحَ بِهَا عَيْنِي عَلِيٌّ، وَدَفَعَ إِلَيْهِ الرَّايَةَ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ (۱)

۱۹-۸۴۰۵: أَخْبَرَنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ سَهِيلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لِأَعْطِينَ هَذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَا أَحْبَبْتُ الْبِمَارَةَ إِلَّا يَوْمَئِذٍ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَقَالَ: امْسُ، وَلَا تَلْتَفِتْ حَتَّى يَفْتَحَ

ii- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۸۸۳ iii- مسند اسحاق بن راہویہ: ۲۹۱

i- السنن الکبری: ۸۰۹۵، ۸۳۳۹، ۸۱۵۱، ۸۴۰۴

v- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۲۲، ص ۹۱

iv- الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان: ۶۸۹۳، ۶۹۳۳

اللَّهُ عَلَيْكَ فَسَارِعَلِيُّ ثُمَّ تَوَقَّفَ - يَعْنِي - فَصَرَخَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَامَ أَقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: قَاتِلَهُمْ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ فَقَدْ مَنَعُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَيَّ اللَّهُ (۱)

اس دن مجھے امیر بننا بہت زیادہ پسند تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پرچم انہیں عطا کیا اور نصیحت فرمائی: جاؤ اور ادھر ادھر متوجہ نہ ہونا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے، پھر رک گئے اور بلند آواز سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں کس مقصد کے لئے لوگوں سے جہاد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان سے جہاد کرو، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ ہوں۔ اگر وہ ایسا کریں، تو انہوں نے اپنے خون اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کر لیا، سوائے بدلے کے اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل میں پرچم اس شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے محبوب رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے فتح عطا فرمائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اس دن کے علاوہ کبھی بھی امارت اچھی نہ لگی۔ اس دن میرے دل میں امارت کی شدید خواہش تھی، آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور امیر مقرر فرما دیا اور انہیں نصیحت فرمائی: جاؤ اور اس وقت تک جہاد کرو، جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمادے، کسی اور طرف دھیان نہ دینا، حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے، جتنا اللہ تعالیٰ بنے چاہا۔ پھر رک گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ادھر ادھر متوجہ ہوئے بغیر عرض کیا: میں کس بنیاد پر لوگوں سے جہاد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان سے لڑو، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب وہ اس بات کا اقرار کر لیں تو ان کے خون اور مال محفوظ ہیں، سوائے بدلے کے اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

۸۳۰۶-۲۰: أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَأُعْطِينَ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، يَفْتَحُ عَلَيْهِ. قَالَ عُمَرُ: فَمَا أَحْبَبْتُ الْإِمَارَةَ قَطُّ إِلَّا يَوْمَئِذٍ. قَالَ: فَاشْرَأَبْ لَهَا، فَدَعَا عَلِيًّا فَبَعَثَهُ» ثُمَّ قَالَ: «أَذْهَبُ فِقَاتِلُ حَتَّى يَفْتَحَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَلَا تَلْتَفِتْ قَالَ: فَمَشَى مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ وَقَفَ فَلَمْ يَلْتَفِتْ فَقَالَ: عَلَامَ أَقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: قَاتِلَهُمْ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ فَقَدْ مَنَعُوا دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَيَّ اللَّهُ (۲)

iii- الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان: ۶۹۳۳: ۶۸۹۴

ii- فضائل الصحابة: ۱۰۳۰: ۱۰۲۴

i- السنن الکبری: ۸۳۵۱: ۸۳۰۶

v- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۲۵

iv- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۲۲، ص ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵

iii- الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان: ۶۹۳۳: ۶۸۹۴

ii- فضائل الصحابة: ۱۰۳۰: ۱۰۲۴

i- السنن الکبری: ۸۳۵۱: ۸۳۰۶

v- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۲۵

iv- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۲۲، ص ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا: میں پرچم ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبوب رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اس دن کے علاوہ کبھی امارت کو پسند نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور نصیحت فرمائی: جہاد کرنا اور کسی اور طرف دھیان نہ لگانا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تھوڑی دور چل کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کس بنیاد پر لوگوں سے جہاد کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بات پر کہ وہ گواہی دیں کہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اگر انہوں نے گواہی دی، تو انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کر لیا۔ سوائے اس کے کہ ان پر کوئی بدلہ ہو اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

۸۴۰۶-۲۱: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سَهِيلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لِأَدْفَعَنَّ الرَّايَةَ إِلَى رَجُلٍ يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَيَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ. قَالَ عُمَرُ فَمَا أَحْبَبْتُ الْإِمَارَةَ قَطُّ قَبْلَ يَوْمِنِذٍ، فَدَفَعَهَا إِلَيَّ عَلِيُّ فَقَالَ: قَاتِلْ، وَلَا تَلْتَفِتْ فَسَارَ قَرِيبًا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، عَلَامَ أَقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: عَلَيَّ أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَإِذَا فَعَلُوا فَقَدْ عَصَمُوا دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ مِنِّي إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحَسَابُهُمْ عَلَيَّ اللَّهُ (۱)

۲- ذِكْرُ خَبَرِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي ذَلِكَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسے شخص کو پرچم دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبوب رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

۸۴۰۷-۲۲: أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْتَبِرُ بْنُ سَلِيمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِأَعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أَوْ قَالَ: يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَدَعَا عَلَيْهِ، وَهُوَ أَرْمَدٌ، فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيَّ يَدَيْهِ (۲)

iii- الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان: ۶۸۹۴، ۶۹۳۳

v- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۲۵

ii- فضائل الصحابة: ۱۱۲۲، ۱۰۵۶

iv- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵

vi- ذخائر العقبی، ص ۹۰

iii- مجمع الزوائد: ۱۲۷۱۶

vi- البدلیة والنہایة، ج ۵، ص ۲۵۱

ii- المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۸، ص ۲۳۷، ۲۳۸

v- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۳۰

i- السنن الکبری: ۸۳۵۲، ۸۱۵۰، ۸۳۵۲، ۸۰۹۳

iv- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۰۳

۷- ذُكِرَ خَيْرَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ وَأَنَّ جَبْرِيلَ يُقَاتِلُ، عَنْ يَمِينِهِ وَمِيكَائِيلَ عَنْ يَسَارِهِ
حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت اور حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کا غزوہ خیبر میں شریک ہونا۔

حضرت ہبیرہ بن مریم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے، اس وقت آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کل تمہارے درمیان ایسا شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) تھا، جو پہلوں میں سبقت لینے والا تھا اور بعد والوں میں کوئی اس کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، کل میں ایسے شخص کو پرچم دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبوب رکھتے ہیں۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے ان کے دائیں جانب اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے ان کے بائیں جانب جہاد کیا اور وہ نہ پلٹے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔ انہوں نے سات سو درہم کے علاوہ کوئی ترکہ نہیں چھوڑا، وہ بھی مال غنیمت سے حصہ ملا تھا۔ ان پیسوں سے ان کا ارادہ اپنے گھر والوں کے لئے غلام خریدنے کا تھا۔

۸۳۰۸-۲۳: أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هُبَيْرَةَ بِنِ يَرِيمَ قَالَ: خَرَجَ إِلَيْنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَ: لَقَدْ كَانَ فِيكُمْ بِالْأَمْسِ رَجُلٌ مَا سَبَقَهُ الْأَوْلُونَ، وَلَا يُدْرِكُهُ الْآخِرُونَ وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِأَعْظَمِينَ الرَّأْيَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَقَاتَلَ جَبْرِيلُ عَنْ يَمِينِهِ، وَمِيكَائِيلُ عَنْ يَسَارِهِ ثُمَّ لَا تَرُدُّ - يَعْنِي رَأْيَتَهُ - حَتَّى يَفْتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ، مَا تَرَكَ دِينَارًا، وَلَا دِرْهَمًا إِلَّا سَبْعِمِائَةَ دِرْهَمٍ أَخَذَهَا مِنْ عَطَائِهِ كَانَ أَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَ بِهَا خَادِمًا لِأَهْلِهِ (۱)

۱- سنن الکبریٰ: ۸۳۵۴، ۸۳۰۸، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان: ۶۹۳۶، ۶۸۹۷، ۶۸۹۷، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، کتاب الزهد للإمام احمد: ۷۰۹، فضائل الصحابة: ۱۰۱۳، ۹۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۸۵، ۳۲۰۹۶، ۳۲۱۰۱، مسند ابی یعلیٰ: ۶۷۲۳، ۶۷۲۵، المستدرک للحاکم: ۴۸۵۵، تاریخ الطبری، ج ۳، ص ۱۶۴، حلیۃ الاولیاء لابن نعیم، ج ۱، ص ۱۰۵، المجالس وجواهر العلم للذہبی، ج ۱، ص ۱۸۱، صفة الصفوة، ج ۱، ص ۱۶۵، الکامل فی التاریخ لابن اثیر الجذری، ج ۳، ص ۴۰۱، ۴۰۲، طبع مجلد واحد، ص ۶۳، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۹۷، ۹۸، الریاض النضرۃ، ج ۴، ص ۱۳۳، البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۴۴۴، طبع جدید، ج ۷، ص ۵۵۳، اتحاد الخیرۃ المحمدرۃ: ۶۶۹۵، مجمع البحرین للہیثمی: ۳۷۳۴، مجمع الزوائد للہیثمی: ۱۴۷۹۸، مختصر زوائد البزار للعسقلانی: ۱۹۳۷، المطالب العالیۃ: ۴۵۱۴، ۴۵۱۵، مناقب علی والحسین واماہما فاطمۃ الزہراء، ص ۱۶۰۔

۸- ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَلِيٍّ: إِنَّ اللَّهَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ لَا يُخْزِيهِ أَبَدًا

نبی کریم ﷺ کا فرمان: اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دس رکنی وفد نے آکر آپ رضی اللہ عنہ سے عرض: یا تو آپ علیحدہ ہو کر ہماری بات سنیں یا ان لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھادیں، آپ رضی اللہ عنہ نے ان دنوں بیٹھا تھے، آپ نے فرمایا: میں علیحدہ ہو کر تمہاری بات سنتا ہوں۔ ان لوگوں نے آپ سے کچھ باتیں کیں، جن کا ہمیں پتہ نہ چلا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کپڑے جھاڑتے ہوئے آئے اور فرمایا: افسوس! یہ لوگ اس ہستی کے بارے ناپسندیدہ باتیں کرتے ہیں، جن کو دس خصوصیات ہوئی ہیں:

۱- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کو مقرر کروں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے کبھی شرمندہ نہ کرے گا۔ تمام صحابہ اس کے طلبگار تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کدھر ہیں؟ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتلایا) وہ چلکی میں آٹا پیس رہے ہیں، (آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا): تم میں سے کوئی اور آٹا نہیں پیتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، آپ رضی اللہ عنہ کو چشم آشوب کی وجہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لعاب دھن ان کی آنکھوں میں ڈالا، پھر تین دفعہ پرچم لہرایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھما دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت صفیہ بن ابی کو قیدی بنا کر لائے۔

۲- حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورۃ توبہ لے کر بھیجا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ سورۃ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لی اور کہا: اس سورۃ کے ساتھ صرف وہی جاسکتا ہے، جو مجھ سے ہو یا میں اس سے ہوں۔

۳- رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چادر کے نیچے لے کر

۲۳-۸۴۰۹: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَضَّاحُ وَهُوَ أَبُو عَوَانَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ: إِنِّي لَجَالِسٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ إِذْ أَنَا تِسْعَةُ رَهْطٍ، فَقَالُوا إِمَّا أَنْ تَقُومَ مَعَهُ وَإِمَّا أَنْ تَخْلُونَا يَا هَوْلَاءُ وَهُوَ يَوْمِنِي صَحِيحٌ قَبْلَ أَنْ يَعْنَى قَالَ: إِنَّا أَقَوْمٌ مَعَكُمْ فَتَحَدَّثُواهُ فَلَا أَدْرِي مَا قَالُوا: فَجَاءَ وَهُوَ يَنْفُضُ ثَوْبَهُ وَهُوَ يَقُولُ: أَفْ وَتَفْ يَقَعُونَ فِي رَجُلٍ لَهُ عَشْرٌ وَقَعُوا فِي رَجُلٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا بُعْثَنَّ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يُخْزِيهِ اللَّهُ أَبَدًا فَأَشْرَفَ مَنْ اسْتَشْرَفَ فَقَالَ: أَيُّنَ عَلِيٍّ؟ وَهُوَ فِي الرَّحَا يَطْحَنُ، وَمَا كَانَ أَحَدٌ كُمْ لِيَطْحَنَ، فَدَعَاهُ وَهُوَ أَرْمَدٌ، مَا يَكَادُ أَنْ يُبْصِرَ، فَفَنَفَثَ فِي عَيْنَيْهِ، ثُمَّ هَزَّ الرَّايَةَ ثَلَاثًا، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ فَجَاءَ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حَيْبَةَ وَبِعَتْ أَبَا بَكْرٍ سُورَةَ التَّوْبَةِ وَبِعَتْ عَلِيًّا خَلْفَهُ فَأَخَذَهَا مِنْهُ فَقَالَ: لَا يَذْهَبُ بِهَا رَجُلٌ إِلَّا رَجُلٌ هُوَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ وَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَعَلِيًّا وَفَاطِمَةَ فَمَدَّ عَلَيْهِمْ ثَوْبًا فَقَالَ: هَوْلَاءُ أَهْلَ بَيْتِي وَخَاصَّتِي، فَأَذْهَبَ عَنْهُمْ الرَّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ خَدِيجَةَ وَكَبَسَ ثَوْبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَامَ فَجَعَلَ الْمَشْرُكُونَ يَرْمُونَ كَمَا يَرْمُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَهَبَ نَحْوَ بَنِي مَيْمُونٍ، فَاتَّبَعَهُ فَدَخَلَ مَعَهُ الْغَارَ، وَكَانَ الْمَشْرُكُونَ يَرْمُونَ عَلِيًّا حَتَّى أَصْبَحَ، وَخَرَجَ بِالنَّاسِ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَقَالَ عَلِيٌّ أَخْرُجْ مَعَكَ؟ فَقَالَ: لَا فَبَكَى فَقَالَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنْكَ لَسْتَ بِنَبِيِّ؟

ثُمَّ قَالَ: أَنْتَ خَلِيفَتِي يَعْنِي فِي كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي قَالَ: وَسَدَّ أَبْوَابَ الْمَسْجِدِ غَيْرَ بَابِ عَلِيٍّ، فَكَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَهُوَ جَنْبٌ وَهُوَ فِي طَرِيقِهِ لَيْسَ لَهُ طَرِيقٌ غَيْرُهُ وَقَالَ: مَنْ كُنْتُ وَكَلِيَّهُ فَعَلِيٌّ وَكَلِيَّهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَأَخْبَرَنَا اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ أَنَّهُ قَدْ رَضِيَ عَنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ فَهَلْ حَدَّثَنَا بَعْدُ أَنَّهُ سَخِطَ عَلَيْهِمْ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ حِينَ قَالَ: ائْذَنْ لِي، فَلَا ضَرْبَ عُنُقِهِ - يَعْنِي حَاطِبًا - وَقَالَ: مَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ قَدْ أَطْلَعَ عَلَيَّ أَهْلَ بَدْرٍ؟ فَقَالَ: اْعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ (۲۴)

فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے ناپاکی کو دور فرما دے اور انہیں پاک فرما دے۔

۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں، جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے ایمان لائے۔

۵- (ہجرت کی رات) حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھ کر بستر پر سوئے تھے، مشرکین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گمان کرکے پر پتھر اور تیر برساتے رہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور پکارا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہمون کی طرف تشریف لے گئے ہیں، تم بھی اسی طرف جاؤ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں داخل ہوئے۔ مشرکین۔ مکہ صبح تک حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پتھر برساتے رہے۔

۶- جب صحابہ کرام غزوہ تبوک کے لئے نکلے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتھ جانے کی اجازت مانگی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لانے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام، سوائے اس کے کہ تم نبی نہیں ہو۔

۷- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم میرے جانشین ہو، یعنی میرے بعد ہر مومن کے۔

۸- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں، سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے،

۱- السنن الکبریٰ: ۸۳۵۵، ۸۳۰۹، ۸۳۰۶، فضائل الصحابة: ۱۱۶۸، المستدرک للحاکم: ۴۷۰۸، کتاب السنة لابن ابی عاصم: ۳۵۱، المعجم الکبیر: ۱۲۵۹۳، المعجم الاوسط: ۲۷۱۵، مجمع البحرین فی زوائد المعجمین: ۳۷۱۶، مجمع الزوائد: ۱۳۶۹۶، اتحاف الخیرة المحررة للبویری: ۶۶۶۲، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۹۷ تا ۱۰۲، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۲۸، الریاض النضرة، ج ۴، ص ۱۵۰، البدایة والنہایة، ج ۵، ص ۳۵۰، طبع جدید، ج ۷، ص ۵۶۱، الاصابہ، ج ۴، ص ۴۶۶، ازالة الخفاء فی تاریخ الخلفاء، ج ۴، ص ۴۴۵، مناقب علی والحسین واهمافاطمة الزهراء للفقواد عبدالباقی، ص ۹، ۲۷، ۳۷، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں بھی داخل ہوتے تھے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔

۹- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں ولی ہوں، اس کا علی ولی ہے۔
۱۰- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے اعلان فرمایا ہے کہ وہ تمام درخت کے نیچے بیعت کرنے والے صحابہ سے راضی ہے۔ کیا اس تمام کے بعد وہ پھر ان سے ناراض ہو گیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اہل بدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

۹- ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ: إِنَّهُ مَغْفُورٌ لَكَ
رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: حضرت علی رضی اللہ عنہ بخشے ہوئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ جب تم انہیں پڑھو، تو تمہیں بخش دیا جائے، حالانکہ تم (پہلے ہی) بخشے ہوئے ہو، کلمات یہ ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ” اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہی برباد اور سخی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہی مرتبے والا، عظمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، وہ ساتوں آسمان کا پالنے والا ہے اور عزت والے عرش کا رب ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔“

۲۵-۸۳۱۰: أَخْبَرَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الْأَسَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مَرْثَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أَعْلَمُكُمْ كَلِمَاتٍ إِذَا قُلْتَهُنَّ غُفِرَ لَكُمْ مَعَهُ أَنَّهُ مَغْفُورٌ لَكُمْ؟ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱)

iii- فضائل الصحابة: ۱۰۵۳، ۱۲۱۶

ii- احمد: ۸۲۶، ۷۱۲، ۷۰۱

i- السنن الكبرى: ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۸۳۱۰

v- المستدرک للحاكم: ۲۷۲۵

iv- صحيح ابن حبان: ۶۹۲۸، ۶۸۸۹

vii- مسند البزار: ۷۰۵، ۶۲۷

vi- كتاب السنة لابن ابى عاصم: ۱۳۱۳، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶

۱۰- ذِکْرُ الْاِخْتِلَافِ عَلٰی اَبِيْ اِسْحَاقَ فِيْ هَذَا الْحَدِيْثِ

حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں خوشحال کرنے والے کلمات نہ سکھلاؤں:
لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ،
سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۸۴۱۱-۲۶: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ
وَهُوَ ابْنُ مَخْلَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ وَهَّابٍ وَهُوَ ابْنُ صَالِحِ بْنِ حَيٍّ أَخُو
حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَةَ عَنْ
عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
يَا عَلِيُّ أَلَا أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ إِذَا أَنْتَ قُلْتَهُنَّ غُفِرَ لَكَ مَعَهُ أَنَّهُ مَغْفُورٌ
لَكَ؟ تَقُولُ: لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ
الْعَظِيْمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، الْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھلاؤں، جنہیں تم پڑھو تو اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمادے، اس کے باوجود کہ تم بخشتے ہوئے ہو: لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ، وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۸۴۱۲-۲۷: أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ
قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَةَ عَنْ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كَلِمَاتُ الْفَرَجِ لَا اِلَهَ اِلَّا
اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ
السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ، وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
(۲)

روایت کے الفاظ حدیث خالد والے ہیں۔ البتہ سند مختلف ہے۔

۸۴۱۳-۲۸: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو
غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ
يَعْنِي نَحْوَ حَدِيْثِ خَالِدٍ (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھلاؤں، جنہیں تم پڑھو، تو تمہاری بخشش کر دی جائے، اس کے باوجود کہ تم بخشتے ہوئے ہو: لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۸۴۱۴-۲۹: أَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَلْفُ
بْنِ تَيْمِيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: أَلَا أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ إِذَا قُلْتَهُنَّ غُفِرَ لَكَ عَلَيَّ أَنَّهُ مَغْفُورٌ لَكَ؟
لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ
اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۴)

۱- السنن الکبری: ۸۳۵۷، ۸۴۱۱

۲

۳- السنن الکبری: ۸۳۵۸، ۸۴۱۲

۴- السنن الکبری: ۸۳۶۰، ۸۴۱۵

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی دعا سکھلاؤں، جب تم وہ دعا پڑھو، تو تم بخش دیے جاؤ، اگرچہ تم بخشے ہوئے ہو؟ میں نے عرض کی: ضرور سکھلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے صرف چار احادیث سماعت کی ہیں۔ یہ حدیث ان چار میں سے نہیں ہے۔ اسی لیے ہم نے حسین بن و اقداسرائیل اور علی بن صالح کی مخالفت کی وجہ سے احادیث ان سے تخریج کی ہیں۔ حارث امور معتبر نہیں ہے اور حضرت عاصم بن حمزہ زیادہ معتبر ہیں۔

۱۱- ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَمْتَحَنَ اللَّهُ قَلْبَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لِلْإِيمَانِ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل کو ایمان کے لیے آزمایا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قریشی آئے اور عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے ہمسائے اور حلیف ہیں۔ ہمارے کچھ غلام آپ کے پاس آئے ہیں: جنہیں دین اور فقہ میں کوئی رغبت نہیں ہے، وہ محض ہمارے جائیدادیں اور مالوں کی حفاظت سے بچنے کے لئے آئے ہیں، آپ مہربانی فرما کر وہ ہمیں واپس کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے رائے پوچھی؟ انہوں نے جواب دیا: قریشی سچ کہتے ہیں، بے شک وہ آپ کے ہمسائے اور حلیف ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں رائے طلب کی؟ انہوں نے بھی عرض کیا: قریشی سچے ہیں، بلاشبہ وہ آپ کے ہمسائے اور حلیف ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

۸۳۱۶-۳۱: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكُهُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رَبِيعٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَسُ بْنُ قُرَيْشٍ فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ جَبْرَانَكَ وَخَلْفَاءَكَ وَإِنَّ أَنَسًا مِنْ عِبِيدِنَا قَدْ أَتَوْكَ لَيْسَ بِهِمْ رَغْبَةٌ فِي الدِّينِ، وَلَا رَغْبَةٌ فِي الْفِقْهِ، إِنَّمَا فَرُّوا مِنْ ضِيَاعِنَا، وَأَمْوَالِنَا، فَارُدَّهُمْ إِلَيْنَا فَقَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: مَا تَقُولُ؟ فَقَالَ: صَدَقُوا، إِنَّهُمْ لَجَبْرَانُكَ وَأَخْلَافُكَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيِّ: مَا تَقُولُ؟ قَالَ: صَدَقُوا، إِنَّهُمْ لَجَبْرَانُكَ وَخَلْفَاؤُكَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ وَاللَّهِ لَيُبْعَثَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ رَجُلًا مِنْكُمْ قَدْ

امْتَحَنَ اللَّهُ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ فَلْيَضْرِبَنَّكُمْ عَلَى الدِّينِ، أَوْ يَضْرِبْ بَعْضُكُمْ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: عُمَرُ: أَنَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لَا. وَلَكِنْ ذَلِكَ الَّذِي يَخْصِفُ النَّعْلَ وَقَدْ كَانَ أُعْطِيَ عَلِيًّا نَعْلَهُ يَخْصِفُهَا (۱)

چہرہ انور اور متغیر ہو گیا۔ آپ آپ ﷺ نے فرمایا: اے قریشیو! اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! عنقریب میں تمہارے پاس ایسے آدمی کو بھیجوں گا، جسے کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لئے آزمایا ہے، وہ تمہارے ساتھ دین کے بارے میں جہاد کرے گا یا تمہارے کچھ لوگوں کو قتل کرے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں وہ شخص ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں وہ شخص ہوں آپ ﷺ نے جواب دیا: نہیں، بلکہ وہ آدمی وہ ہے جو اس وقت جوتا ٹھیک کر رہا ہے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے جوتے مبارک ٹھیک کر رہے تھے۔

۱۲- ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ إِنَّ اللَّهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ

نبی کریم ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ارشاد: اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت اور تمہاری زبان کو استقامت دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے جب مجھے یمن کی طرف بھیجا، اس وقت میں نوجوان تھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے ایک ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں، جس میں نئے نئے واقعات پیش آئیں گے اور میں نوجوان ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی رہنمائی فرمائے اور تمہاری زبان کو سلامت رکھے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس دن کے بعد کبھی بھی مجھے دو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے، شک نہیں ہوا۔

۳۲-۸۳۱۷: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مَرْثَةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ، وَأَنَا شَابٌ حَدِيثُ السِّنِّ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ بَعَثْتَنِي إِلَى قَوْمٍ يَكُونُ بَيْنَهُمْ أَحْدَاثٌ وَأَنَا شَابٌ حَدِيثُ السِّنِّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ فَمَا شَكَّكَتُ فِي قَضَاءِ بَيْنِ الْاِثْنَيْنِ (۲)

i- السنن الكبرى: ۸۳۶۲، ۸۳۱۶	ii- ترمذی: ۳۷۲۳	iii- ابی داؤد: ۲۷۰۰
iv- احمد: ۱۳۳۶	v- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۷۲	vi- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴، ص ۳۳۲، ۳۳۳
vii- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۸۹	viii- اتحاف الخيرة المهر: ۶۶۳۳	ix- الرياض النضرة، ج ۴، ص ۱۳۵
x- جمع الجوامع: ۵۶۲۱، ۵۶۶۱، ۵۷۶۳، ۵۷۹۶	ii- ابن ماجہ: ۲۳۱۰	iii- احمد: ۶۳۶، ۶۶۶، ۱۱۳۵
i- السنن الكبرى: ۸۳۶۳، ۸۳۱۷	ii- ابن ماجہ: ۲۳۱۰	iii- احمد: ۶۳۶، ۶۶۶، ۱۱۳۵
iv- تحفة الاخير بترتيب شرح مشكل الآثار: ۳۰۷۷، ۳۰۷۹	vii- مسند ابی یعلیٰ: ۳۹۷، ۳۱۱، ۳۸۸	v- مسند البزار: ۹۱۲، ۷۲۱
vi- مسند ابی داؤد الطيالسي: ۱۰۰، ۹۸	viii- المستدرک للحاکم: ۳۷۱۳	vii- مسند البزار: ۹۱۲، ۷۲۱
ix- السنن الكبرى للبيهقي: ۲۰۱۵۵، ۲۰۱۵۳	x- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۵۹، ۳۰۹۰۸۹	viii- المستدرک للحاکم: ۳۷۱۳
x- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۵۹، ۳۰۹۰۸۹	xi- الطبقات الكبرى لابن سعد، ج ۶، ص ۴۹	x- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۵۹، ۳۰۹۰۸۹

۱۳- ذکر اختلاف الفاظ الناقِلین لهذا الخبر

حدیث مذکورہ کے الفاظ کا اختلاف

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا، تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں، جس کے باشندے عمر میں مجھ سے بڑے ہیں، تو میں ان کے درمیان کیسے فیصلے کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب اللہ تعالیٰ تیرے دل کو اور ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو استقامت عطا فرمائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد مجھے حکومت کرنے میں کبھی دشواری پیش نہیں آئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس قانون کا علم نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت عطا فرما اور اس کی زبان کو سلامت رکھ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (اس کے بعد) مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے، کبھی بھی تذبذب نہیں ہوا۔

نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث شعبۂ عن عمرو بن مرة، عن ابی البختری سے بھی روایت ہے، جس میں ابی البختری نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی، جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ ابوالبختری کا براہ راست حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

۸۳۱۸-۳۳: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَةَ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ إِلَى الْيَمَنِ فَقُلْتُ: إِنَّكَ تَبْعَثُنِي إِلَى قَوْمٍ أَسَنُّ مِنِّي فَكَيْفَ الْقَضَاءِ فِيهِمْ؟ فَقَالَ: اللَّهُ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ قَالَ: فَمَا تَعَايَيْتُ فِي حُكُومَةٍ بَعْدَ (۱)

۸۳۱۹-۳۴: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَةَ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ لِأَقْضِي بَيْنَهُمْ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَاءِ، فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلِيٌّ صَدْرِي وَقَالَ: اللَّهُمَّ اهْدِ قَلْبَهُ، وَسَدِّدْ لِسَانَهُ فَمَا شَكَّكْتُ فِي قَضَاءِ بَيْنِ اثْنَيْنِ حَتَّى جَلَسْتُ مَجْلِسِي هَذَا قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيًّا قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَبُو الْبَخْتَرِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَلِيٍّ شَيْئًا (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا، میں اس وقت نوجوان تھا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نوجوان ہو اور آپ مجھے عمر رسیدہ لوگوں کا قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں۔ حالانکہ میرے پاس قضاء کا علم بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت عطا فرمائے گا اور تمہاری زبان کو استقامت عطا فرمائے گا۔ اے علی رضی اللہ عنہ! جب تم فیصلہ کرنے کے لئے بیٹھو، تو دونوں فریقوں کو سننے تک فیصلہ نہ کرتا۔ جب تم دونوں فریقین کو سن لو گے، تو تم پر فیصلہ واضح ہو جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے میں کبھی دشواری پیش نہیں آئی۔

۱۴- ذکر الاختلاف علی ابی إسحاق فی هذا الحدیث

مذکورہ روایت میں حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ کا اختلاف

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا، میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسے قوم کی طرف قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں، جو مجھے سے عمر میں بڑی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت اور تمہاری زبان کو استقامت عطا فرمائے گا۔

نقد سند: حضرت شعبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ حدیث ابواسحاق عن عمرو بن حبشی عن علی کے طریق سے بھی مروی ہے۔

۸۳۲۰-۳۵: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلِيمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكُهُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ حَنْشِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ وَأَنَا شَابٌّ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تَبْعَثَنِي وَأَنَا شَابٌّ إِلَى قَوْمٍ ذَوِي أَسْنَانٍ لَا قَضِيَّ بَيْنَهُمْ وَلَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَاءِ؟ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيَّ صَدْرِي ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيَثْبُتُ لِسَانَكَ يَا عَلِيُّ، إِذَا جَلَسَ إِلَيْكَ الْخُصْمَانِ فَلَا تَقْضُ بَيْنَهُمَا حَتَّى تَسْمَعَ مِنَ الْآخِرِ كَمَا سَمِعْتَ مِنَ الْأَوَّلِ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ تَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ قَالَ عَلِيُّ: فَمَا أَشْكَلَ عَلَيَّ قَضَاءُ بَعْدُ (۳۵)

۸۳۲۱-۳۶: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلِيمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرَّبٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ فَقُلْتُ: إِنَّكَ تَبْعَثَنِي إِلَى قَوْمٍ هُمْ أَسْنُ مِنْنِي لَا قَضِيَّ بَيْنَهُمْ فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيَثْبُتُ لِسَانَكَ قَالَ شَيْبَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حَبَشَةَ، عَنْ عَلِيٍّ (۲)

- ii- احمد: ۶۹۰، ۱۲۱۱، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۵
 iv- ابی داؤد: ۳۵۸۲
 v- ترمذی: ۱۳۳۱
 vii- مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۸۸
 viii- مشکوٰۃ: ۳۷۳۸
 x- مسند ابی یعلیٰ: ۳۶۷
 xii- السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۰۱۵۳، ۲۰۲۸۶، ۲۰۲۸۷

- i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۶، ۸۳۲۰
 iii- مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۲۷، ۱۲۵
 vi- المستدرک للحاکم: ۱۷۰۷
 ix- تحفة الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۳۰۵۸، ۳۰۸۰
 xi- الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۶، ص ۲۲۰
 ۲- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۷، ۸۳۲۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا، تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں، جس میں بڑی بڑی عمر کے شیوخ ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں درست فیصلہ نہ کر سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری زبان کو استقامت اور تمہارے دل کو ہدایت فرمائے گا۔

۸۳۲۲-۳۷: أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حَبِشٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَبْعَثُنِي إِلَى شُيُوخِ ذَوِي أَسْنَانَ، إِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أُصِيبَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ سَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ وَيَهْدِي قَلْبَكَ (۱)

۱۵- ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ بِسَدِّ هَذِهِ الْأَبْوَابِ غَيْرِ بَابِ عَلِيٍّ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دروازے مسجد کی جانب کھلتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ تمام دروازے بند کر دو۔ لوگوں نے اس بارے میں چہ میگوئیاں کیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: بلاشبہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس بارے میں تم میں سے بعض نے چہ میگوئیاں کیں، اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں نہ کسی دروازے کو بند کرتا ہوں اور نہ ہی کھولتا ہوں، لیکن مجھے جب کسی چیز کا حکم دیا جاتا ہے، تو میں اس کی پیروی کرتا ہوں۔

۸۳۲۳-۳۸: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مَيْمُونِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: كَانَ لِنَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْوَابٌ شَارِعَةٌ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُدُّوا هَذِهِ الْأَبْوَابَ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ فَتَكَلَّمُ فِي ذَلِكَ أَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَا بَعْدُ، فَإِنِّي أَمَرْتُ بِسَدِّ هَذِهِ الْأَبْوَابِ غَيْرِ بَابِ عَلِيٍّ فَقَالَ فِيهِ قَائِلُكُمْ، وَاللَّهِ مَا سَدَدْتُهُ وَلَا فَتَحْتُهُ، وَلَكِنِّي أَمَرْتُ بِشَيْءٍ فَاتَّبَعْتُهُ (۲)

۱- السنن الكبرى للنسائی: ۸۳۶۹، ۸۳۲۲

۲- السنن الكبرى للنسائی: ۸۳۶۹، ۸۳۲۳

iii- فضائل الصحابة: ۹۸۵

ii- احمد: ۱۹۵۰۲

vi- البدلية والنهائية، ج ۵، ص ۲۵۶

v- مجمع الزوائد: ۱۳۶۷۱

iv- المستدرک: ۳۶۸۸

iii- الرياض النضرة، ج ۳، ص ۱۳۶

vii- الحاوی للفتاوی، ص ۳۲۲

۱۶- ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنَا أَدْخَلْتَهُ وَأَخْرَجْتَكُمْ بَلِ اللَّهُ أَدْخَلَهُ وَأَخْرَجَكُمْ

نبی کریم ﷺ کا ارشاد: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخل اور تمہیں خارج نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں داخل اور تمہیں خارج کیا ہے۔

حضرت ابو وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو سارے لوگ باہر چلے گئے، باہر جا کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے پر ملامت کی اور کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم ہمیں آپ ﷺ نے باہر نہیں نکالا اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخل کیا ہے۔ سب صحابہ واپس آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخل اور تمہیں خارج نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو داخل کیا اور تمہیں باہر نکالا ہے۔

حضرت حارث بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مکہ مکرمہ آیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی فضیلت والی بات سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ رات کو اعلان کیا گیا، آل رسول ﷺ اور آل علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام مسجد سے چلے جائیں، ہم تمام چلے گئے، جب صبح ہوئی، تو آپ ﷺ کے چچا نے آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنے تمام صحابہ اور تمام چچاؤں کو نکال دیا اور اس بچے کو ٹھہرایا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے نکلنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی اس لڑکے کو ٹھہرنے کا، بے شک اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔

نقد سند: فطر نے عن عبد اللہ بن شریک عن عبد اللہ بن الرقیم عن سعد سے روایت کیا کہ: حضرت عباس نے نبی کریم ﷺ سے آ کر کہا: آپ ﷺ نے ہمارے دروازے بند کروادے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ بند نہیں کروایا، آپ ﷺ نے فرمایا: نہ میں نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور نہ ہی دروازہ بند کرنے کا۔ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ عبد اللہ بن شریک ناقابل اعتبار ہے۔ حارث بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن الرقیم مجہول ہیں۔

۳۹-۸۳۲۳: قَرَأْتُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ لُوَيْنَ عَنِ ابْنِ عِيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَكَمْ يَقُلُ مَرَّةً عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ جُلُوسٌ، فَدَخَلَ عَلِيٌّ فَلَمَّا دَخَلَ خَرَجُوا، فَلَمَّا خَرَجُوا تَلَاوَمُوا فَقَالُوا: وَاللَّهِ مَا أَخْرَجْنَا وَأَدْخَلَهُ، فَرَجَعُوا فَدَخَلُوا فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَنَا أَدْخَلْتَهُ وَأَخْرَجْتَكُمْ بَلِ اللَّهُ أَدْخَلَهُ وَأَخْرَجَكُمْ (۱)

۳۰-۸۳۲۵: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَرِيكٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَتَيْتُ مَكَّةَ، فَلَقَيْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ فَقُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَ لِعَلِيٍّ، مَنْقَبَةً؟ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَنُودِيَ فِينَا لَيْلًا: لِيَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ إِلَّا آلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَآلَ عَلِيٍّ قَالَ: فَخَرَجْنَا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَنَا هُوَ عَمْرٍو فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْرَجْتَ أَصْحَابَكَ وَأَعْمَامَكَ وَأَسْكَنْتَ هَذَا الْغُلَامَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَنَا أَمَرْتُ بِأَخْرَاجِكُمْ وَلَا بِإِسْكَانِ هَذَا الْغُلَامِ، إِنَّ اللَّهَ هُوَ أَمْرٌ بِهِ قَالَ فِطْرٌ: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَرِيكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الرَّقِيمِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: سَدَدْتُ أَبْوَابَنَا إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ فَقَالَ: مَا أَنَا فَتَحْتُهَا وَلَا سَدَدْتُهَا قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَرِيكٍ لَيْسَ بِذَلِكَ وَالْحَارِثُ بْنُ مَالِكٍ لَدَا عَرَفَةَ وَلَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الرَّقِيمِ (۲)

iii- محقرزوائد البرزاز: ۱۹۱۸

ii- البحر الزخار: ۱۱۹۵

i- السنن الكبرى للنسائي: ۸۰۹۶، ۸۱۵۲، ۸۳۷۰

v- مجمع الروايات: ۱۳۶۸۷، vi- طبقات المحمدين لابن الشيخ: ۱۶۵

iv- كشف الاستار: ۲۵۵۳

السنن الكبرى للنسائي: ۸۳۷۱، ۸۳۲۵-

۲-

viii- تاريخ بغداد: ۲۲۸۲۱

vii- تاريخ اصحابنا لابن يعقوب، ج ۲، ص ۱۷۷

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ہی سند مختلف سے روایت ہے۔

۸۳۲۶-۲۱: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ، عَنْ فِطْرِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَرِيكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الرَّقِيمِ، عَنْ سَعْدِ، نَحْوَهُ (۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو تمام دروازے بند کر دیے گئے، سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔

۸۳۲۷-۲۲: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَهَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْكِينٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بُلَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبُو بُلَيْجٍ هُوَ يَحْيَى بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَسُدَّتْ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ (۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مسجد نبوی کے تمام دروازے بند کر دیے گئے، سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے، وہ حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہوتے تھے، ان کا راستہ مسجد کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

۸۳۲۸-۲۳: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَضَّاحُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَسَدَّ أَبْوَابَ الْمَسْجِدِ غَيْرَ بَابِ عَلِيٍّ فَكَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَهُوَ جُنُبٌ وَهُوَ طَرِيقُهُ لَيْسَ لَهُ طَرِيقٌ غَيْرُهُ (۳)

۱۷- ذِكْرُ مَنْزِلَةِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں نائب مقرر کیا، اس پر بعض لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا ہے اور ان کے ساتھ کسی کو نہ پسند کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر ملے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بچوں اور عورتوں کے ساتھ مدینہ منورہ چھوڑ دیا ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا ہے اور اس کے ساتھ کو ناپسند کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے

۸۳۲۹-۲۴: أَخْبَرَنَا بَشْرُ بْنُ هَلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ خَلَفَ عَلِيًّا بِالْمَدِينَةِ فَقَالُوا فِيهِ: مَلَأَهُ وَكْرَهُ صُحْبَتَهُ، فَتَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى لَحِقَهُ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ خَلَفْتَنِي فِي الْمَدِينَةِ مَعَ الذَّرَارِيِّ وَالنِّسَاءِ حَتَّى قَالُوا: مَلَأَهُ وَكْرَهُ صُحْبَتَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ إِنَّمَا خَلَفْتُكَ عَلَى أَهْلِي، أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (۴)

۱- السنن الکبری للنسائی: ۸۳۲۶، ۸۳۲۷-۲ ۲- السنن الکبری للنسائی: ۸۳۲۷، ۸۳۲۸-۳ ۳- السنن الکبری للنسائی: ۸۳۲۷، ۸۳۲۸-۴

۴- i- السنن الکبری للنسائی: ۸۳۲۹، ۸۱۳۸، ۸۳۲۵، ۸۰۸۳-ii- مسند سعد بن ابی وقاص للدورقی: ۱۰۰

iii- مسند ابی یعلی: ۷۳۳

iv- شرف المصطفی، ج ۵، ص ۵۰۰ ۷- شرح اصول اعتقاد اهل السنۃ للاکائی، ج ۲، ص ۳۰۸

vii- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۲۲ ۱۰۶، ۱۵۱-۶

علیؑ! تجھے میں نے اپنے گھر والوں پر نائب مقرر کیا ہے، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو، جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے؟ سوائے اس بات کے کہ میری بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ سوائے نبوت کے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک کے لئے نکلے، تو حضرت علیؑ روتے ہوئے پیچھے آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ نے مجھے پیچھے رہ جانے والے لوگوں میں چھوڑ جا رہے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے علیؑ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں، کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون تھے، سوائے نبوت کے۔

۸۴۳۰-۳۵: أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ يُحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى (۱)

۸۴۳۱-۳۶: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يُحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، أَنَّ الدَّرَاوَرْدِيَّ، حَدَّثَنَا، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ الْجَمْحَوِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا النَّبُوءَةَ؟ (۲)

۸۴۳۲-۳۷: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يُحْيَى قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ، عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبَوَّكَ خَرَجَ عَلَيَّ يُشِيعُهُ، فَبَكَى وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتَتْرُكُنِي مَعَ الْخَوَالِفِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا النَّبُوءَةَ (۳)

۱-iii- المعجم الصغير: ۸۴۳۰

ii- ترمذی: ۳۷۴۰

i- السنن الكبرى للنسائی: ۸۴۳۰، ۸۴۳۶

v- الفوائد المشقة والغرائب الحسان للصوری: ۱۳

iv- حلیۃ الاولیاء: ۱۰۳۰۳

۳- السنن الكبرى للنسائی: ۸۴۳۲، ۸۴۳۸

۲- السنن الكبرى للنسائی: ۸۴۳۲، ۸۴۳۸

۱۸- ذکر الاختلاف علی محمد بن المنکدر فی هذا الحدیث

حضرت محمد بن منکدر کی روایت کے الفاظ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

حضرت سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے، سوائے نبوت کے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اطمینان نہ ہوا، میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے آکر پوچھا: آپ کے بیٹے نے آپ کے حوالے سے مجھ سے حدیث بیان کی ہے۔ انہوں نے پوچھا: کیا بیان کی ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مجھے جھڑک دیا، میں نے کہا: اگر ایسا ہی ہے تو کوئی بات نہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بھتیجے! کیا حدیث ہے؟ میں نے عرض کیا: کی آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فلاں فلاں الفاظ سنے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، اور اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر کے کہا: اگر نہ سنا ہو تو یہ بہرے ہو جائیں۔ تحقیق میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے۔

نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یوسف بن ماحشون نے اس کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے محمد بن منکدر سے سعید بن عامر بن سعد بن سعد کے طریق سے روایت کی ہے اور اس کی متابعت میں علی بن زید بن جدعان نے عامر بن سعد سے روایت کی ہے۔

۸۳۳۳-۲۸: أَخْبَرَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ كَثِيرٍ الرَّقِّيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيِّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (۱)

۸۳۳۳-۲۹: أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجْشُونُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ سَعْدًا وَهُوَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي قَالَ سَعِيدٌ: فَلَمْ أَرْضَ حَتَّى أَتَيْتُ سَعْدًا فَقُلْتُ: شَيْئًا حَدَّثَنِي بِهِ ابْنُكَ عَنْكَ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ وَانْتَهَرَنِي، فَقُلْتُ: أَمَا عَلِيٌّ هَذَا فَلَا، فَقَالَ: مَا هُوَ يَا ابْنَ أَخِي؟ فَقُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيِّ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، وَأَشَارَ إِلَيَّ أُذُنَيْهِ، وَإِلَّا فَاسْكُتْ، لَقَدْ سَمِعْتَهُ يَقُولُ ذَلِكَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: وَمَا أَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا تَابَعَ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنِ الْمَاجْشُونِ عَلَى رِوَايَتِهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، عَنْ إِبْرَاهِيمِ بْنِ سَعْدٍ عَلَى أَنَّ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ أَبِيهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: خَالَفَهُ يَوْسُفُ بْنُ الْمَاجْشُونِ فَرَوَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ وَتَابَعَهُ عَلِيُّ رِوَايَتِهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ (۲)

۱- السنن الكبرى للنسائی: ۸۳۲۹، ۸۳۳۳۔

۲- i- السنن الكبرى للنسائی: ۸۳۸۰، ۸۳۳۳۔

iv- مسند ابی یعلیٰ: ۷۵۱۔

ii- فضائل الصحابة: ۱۰۷۹، iii- کتاب السنة لابن ابی عاصم: ۱۳۳۵۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں، جب میں نے عامر بن سعد رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ سنی، تو میں نے چاہا کہ میں براہ راست حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنوں۔ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ کے بیٹے حضرت عامر جو حدیث بیان کرتے ہیں۔ وہ درست ہے؟ انہوں نے اپنی انگلیاں، اپنے کانوں میں داخل کرتے ہوئے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، وگرنہ میرے کان بہرے ہو جائیں۔

نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت شعبہ نے یہ حدیث علی بن زید سے روایت کی ہے اور انہوں نے عامر بن سعد کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ پہلی دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں راضی ہوں، میں راضی ہوں۔ جب دوبارہ پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، کیوں نہیں۔

نقد سند: میرے علم کے مطابق کسی نے بھی عبدالعزیز بن الماجشون سے محمد بن منکدر عن سعید بن المسیب عن ابراہیم بن سعد کے طریق سے موافقت نہیں کی اور یہ کہ ابراہیم بن سعد نے اس کی نسبت اپنے والد کی طرف ہو۔

۵۰-۸۳۳۵: أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الشَّوَّارِبِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيِّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي قَالَ: سَعِيدٌ: فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُشَافِهَ بِذَلِكَ سَعْدًا فَاتَيْتُهُ فَقُلْتُ: مَا حَدِيثُ حَدَّثَنِي بِهِ عَنْكَ عَامِرٌ فَأَدْخَلَ إصْبَعِي فِي أُذُنِيهِ وَقَالَ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِلَّا فَاسْكُتَا وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ قَلَّمَ يَدُ زَكَرِيَّا عَامِرَ بْنِ سَعْدٍ (۱)

۵۱-۸۳۳۶: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَهَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْكِينٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيْبِ، يُحَدِّثُ، عَنْ سَعْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيِّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى فَقَالَ أَوْلَ مَرَّةً: رَضِيتُ رَضِيتُ، فَسَأَلْتَهُ بَعْدَ ذَلِكَ فَقَالَ: بَلَى، بَلَى قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمَا أَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا تَابَعَ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنِ الْمَاجِشُونَ عَلِيَّ رِوَايَتِهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُبَكِّرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ، غَيْرَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَلَى أَنَّ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ أَبِيهِ (۲)

iii- مسند ابی یعلی: ۷۳۵

ii- مسلم: ۶۲۱۷

i- السنن الکبری للنسائی: ۸۰۸۳، ۸۳۸۱، ۸۱۴۰

iv- الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع، ج ۱، ص ۱۲۰

iii- احمد، ج ۱، ص ۱۷۵: ۱۵۰۹

ii- مسند ابی یعلی: ۷۰۵

i- السنن الکبری للنسائی: ۸۳۳۶، ۸۳۸۲

v- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۱۳۲

iv- حلیۃ الاولیاء، ج ۷، ص ۲۲۹

vi- مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۳۷، ۳۳۸

حضرت سعد کا بیان ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کے لیے فرمایا: کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے؟

۵۲-۸۳۳۷: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ (۱)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ سنا: جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر اہل بیت کے لئے نائب مقرر فرمایا تھا: کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۵۳-۸۳۳۸: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَّانَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيٍّ حِينَ خَلَفَهُ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ عَلَى أَهْلِهِ: أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي؟ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ مِنْ غَيْرِ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ (۲)

نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت عامر بن سعد عن ابیہ سے سعید بن المسیب کے طریق کے علاوہ بھی روایت کی گئی ہے۔

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا: تم حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ پر سب و ستم کیوں نہیں کرتے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے جب تک رسول اللہ ﷺ کی کہی ہوئی تین باتیں یاد ہیں، میں انہیں کبھی بھی برا بھلا نہیں کہوں گا۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی آپ ﷺ نے میرے لئے فرمائی ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند تھی۔ (وہ تین فرمان ہی ہیں)

۵۴-۸۳۳۹: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَنْفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكِيرُ بْنُ مِسْمَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ: قَالَ مُعَاوِيَةُ لِسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ؟ قَالَ: لَا أَسْبُهُ مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ تَكُونَ لِي قَالَ: وَاحِدَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، لَا أَسْبُهُ مَا ذَكَرْتُ حِينَ نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَأَخَذَ عَلِيًّا، وَأَبْنَيْهِ، وَقَاطِمَةَ، فَأَدْخَلَهُمْ تَحْتَ ثَوْبِهِ ثُمَّ قَالَ: رَبِّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي وَأَهْلُ بَيْتِي وَلَا أَسْبُهُ حِينَ خَلَفَهُ فِي غَزْوَةِ غَزَاهَا قَالَ: خَلَفْتَنِي مَعَ

iii- احمد، ج ۱، ص ۱۷۵: ۱۵۰۵

ii- مسند سعد بن ابی وقاص الدورق: ۸۵

i- السنن الکبری للنسائی: ۸۰۸۶، ۸۱۳۹، ۸۳۳۷

iv- بخاری: ۳۷۰۶

vi- ابن ماجہ: ۱۱۵

v- مسلم: ۶۲۲۱

vii- مسند ابی داؤد الطیالسی: ۲۱۰، ۲۰۵

ii- کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۳۲

i- السنن الکبری للنسائی: ۸۳۸۳، ۸۳۳۸

الصَّبِيَّانِ وَالنِّسَاءِ؟ قَالَ: أَوْ لَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ
هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ وَلَا أَسْبَهُ مَا ذَكَرْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ
حِينَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِأَعْظَمِينَ هَذِهِ الرَّأْيَةَ
رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ فَتَطَاوَلْنَا فَقَالَ:
أَيْنَ عَلِيٌّ؟ فَقَالُوا: هُوَ أَرْمَدٌ فَقَالَ: ادْعُوهُ فَدَعُوهُ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ
ثُمَّ أَعْطَاهُ الرَّأْيَةَ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهِ مَا ذَكَرَهُ مُعَاوِيَةُ بِحَرْفٍ حَتَّى
خَرَجَ مِنَ الْمَدِينَةِ (۱)

۱۔ میں انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا، جب تک مجھے یاد ہے کہ جب وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی کملی کے نیچے لے کر فرمایا: اے میرے رب! یہ میرے اہل اور اہل بیت ہیں۔

۲۔ میں انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا۔ جب کہ آپ ﷺ نے ایک غزوہ میں ان کو نائب مقرر فرمایا، تو انہوں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے نبوت کے۔

۳۔ میں انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا، جب کہ مجھے یاد ہے کہ رسول اللہ نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا تھا: پرچم میں ضرور ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا۔ ہم تمام اس پرچم کو تقاضے کے امیدوار تھے، آپ ﷺ نے پوچھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کدھر ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتلایا: وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو بلاؤ، جب آپ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، تو آپ ﷺ نے لعاب دھن ان کی آنکھوں پر لگایا اور پرچم عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے فتح عطا فرمائی۔ راوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک حرف بھی نہ کیا، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے تشریف لے گئے۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۸۵، ۸۳۳۲، ۸۳۳۹، ۸۳۹۹، ۸۴۳۹، مسند سعد بن ابی وقاص للذوری: ۱۹، مسلم: ۶۲۲۰، احمد: ۱۶۰۸، ترمذی: ۶۹۹۹، ۳۷۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۶۹، المستدرک للحاکم: ۶۳۳۲، مسند البزار: ۱۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۳۹۲، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۱۱، مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۳۲، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ للالکافی، ج ۲، ص ۳۰۸، البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج ۵، ص ۴۵۲، سیر اعلام النبلاء للذہبی، ص ۶۱۹، الاصابۃ، ج ۴، ص ۴۶۸، مناقب علی والحسین للفقہاد عبد الباقی، ص ۳۳، ۶۰، ۱۱۶، ۱۱۷، الانوار الباہرۃ، للتلیدی، ص ۴۱

حضرت عائشہ بنت سعد اپنے والد سے روایت کرتی ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے ہوئے ثنیۃ الوداع کے مقام پر آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شکایت کے انداز میں عرض کیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ چھوڑے جا رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے نبوت کے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نائب مقرر فرمایا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو، کہ تم میرے لیے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، لیث نے اس سند کی مخالفت کی ہے اور کہا کہ یہ از حکم از عائشہ بنت سعد سے روایت ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: تم میرے لیے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت شعبہ زیادہ قابل اعتماد ہیں اور حضرت لیث ضعیف ہیں۔ یہ حدیث عائشہ بنت سعد سے روایت ہے۔

۸۴۴۰-۵۵: أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ عَنِ الْجُعَيْدِيِّ عَنِ عَائِشَةَ عَنِ أَبِيهَا أَنَّ عَلِيًّا "خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَاءَ ثَنِيَّةَ الْوُدَاعِ يُرِيدُ غَزْوَةَ تَبُوكَ وَعَلِيٌّ يَشْتَكِي وَهُوَ يَقُولُ: أَتُخَلِّفُنِي مَعَ الْخَوَالِفِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا النَّبُوءَةَ؟ (۱)

۸۴۴۱: ۵۶: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ سَعْدِ قَالَ: خَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تُخَلِّفُنِي فِي النَّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ؟ فَقَالَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي؟ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ خَالَفَهُ لَيْثٌ، فَقَالَ: عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ (۲)

۸۴۴۲-۵۷: أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْمُطَّلِبُ عَنِ لَيْثٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ، عَنِ سَعْدِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ: أَنْتَ مِنِّي مَكَانَ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: وَشُعْبَةُ أَحْفَظُ، وَلَيْثٌ ضَعِيفٌ، وَالْحَدِيثُ قَدْ رَوَتْهُ عَائِشَةُ (۳)

iii- فضائل الصحابة: ۱۰۰۶

ii- مسند احمد: ۱۳۶۳

i- السنن الكبرى للنسائي: ۸۳۸۹

v- تاريخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۶۲

v- مسند البزار: ۱۲۰۰

ii- السنن الكبرى للنسائي: ۸۰۸۵، ۸۱۴۱، ۸۳۴۱، بخاری: ۴۴۱۶، مسلم: ۶۲۱۸، فضائل الصحابة: ۹۶۰، احمد: ۱۵۸۳، مسند سعد بن ابی وقاص للدورقي: ۴۹، مصنف ابن ابی عثیمه: ۳۲۰۶۵، مسند ابی داؤد الطيالسي: ۲۰۹، ۲۰۶، مسند البزار: ۱۱۷۰، مسند ابی یعلیٰ: ۳۳۹، دلائل النبوة للبيهقي: ج ۵، ص ۲۲۰، الاعتقاد للبيهقي: ص ۵۵۰

iii- السنن الكبرى للنسائي: ۸۳۴۲، ۸۳۸۸

۵۸-۸۲۲۳: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ، عَنِ الجُعَيْدِ، عَنِ عَائِشَةَ، عَنْ أَبِيهَا، أَنَّ عَلِيًّا خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَاءَتْ ثَنِيَّةَ الْوُدَاعِ يُرِيدُ غَزْوَةَ تَبُوكَ وَعَلِيٌّ يَشْتَكِي وَهُوَ يَقُولُ: أَتَخَلَّفُنِي مَعَ الْخَوَالِفِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا النَّبُوءَةَ؟ (۱)

حضرت عائشہ بنت سعد اپنے والد سے روایت کرتی ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثنیۃ الوداع کے مقام تک آئے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ شکوہ کے انداز میں عرض کیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ چھوڑ جا رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے نبوت کے۔

۵۹-۸۲۲۴: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَبِيبٍ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعْدِ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، وَخَلَّفَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ أَتَخَلَّفُنِي؟ فَقَالَ لَهُ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي؟ (۲)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لیے نکلے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پیچھے چھوڑ جا رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم میرے لیے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

۱۹-ذِكْرُ الْاِخْتِلَافِ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَرِيكٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

حضرت عبد اللہ بن شریک کی روایت کے الفاظ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے۔
نقد سند: اسرائیل فرماتے ہیں: عبد اللہ بن شریک سے دوسری سند از حارث بن مالک از سعد سے بھی حدیث مروی ہے۔

۶۰-۸۲۲۵: أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فِطْرٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَرِيكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَقِيمٍ الْكِنَانِيِّ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيِّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى قَالَ إِسْرَائِيلُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَرِيكٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ سَعْدِ (۳)

۱- السنن الكبرى للنسائی: ۸۲۲۳، ۸۲۸۹	ii- احمد، ج ۱، ص ۱۷۰: ۱۳۶۳	iii- فضائل الصحابة: ۱۰۰۶
iv- مسند البزار: ۱۲۰۰	v- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۲۳، ص ۱۶۲	
۲- السنن الكبرى للنسائی: ۸۲۳۴، ۸۳۹۰	ii- احمد، ج ۱، ص ۱۸۲: ۱۶۰۰	iii- کتاب السنن لابن ابن عاصم: ۱۳۳۳
۳- السنن الكبرى للنسائی: ۸۲۳۵، ۸۳۹۱	ii- الطبقات الكبرى لابن سعد، ج ۳، ص ۱۱۵: iii- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۲۲، ص ۱۶۵	

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کے لیے اپنی اونٹنی حمراء پر سوار ہو کر نکلے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور اونٹنی کی مہار پکڑ کر عرض کیا: یا رسول اللہ قریش والوں کا خیال ہے کہ آپ نے مجھے پیچھے چھوڑ دیا ہے اور مجھے بوجھ سمجھا اور میرے سنگت کو ناپسند کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں اعلان کروایا: کیا تم میں سے ہر کسی کا کوئی نہ کوئی قریبی نہیں ہے؟ اے ابوطالب کے بیٹے! کیا تم اس پر رضائی نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر راضی ہو گیا۔

حضرت موسیٰ الجہنی بیان کرتے ہیں: میں حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میرے ساتھی نے ان سے پوچھا: کیا آپ کے پاس اپنے والد کے حوالے سے کوئی مضبوط بات ہے؟ انہوں نے بتلایا: مجھے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تمہارا میرے نزدیک وہی مقام ہے، جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔

حضرت موسیٰ الجہنی بیان کرتے ہیں: میں حضرت فاطمہ بنت علی کو ملا، اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی، میں نے ان سے پوچھا: تمہیں اپنے والد کے بارے میں کوئی بات یاد ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، سوائے اس بات کے جو مجھے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیان کی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: اے علی! تم میرے لیے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۸۳۳۶-۶۱: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَرِيكٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا عَلِيَّ نَاقَتِهِ الْحَمْرَاءَ وَخَلَفَ عَلَيْهِ فَبَاءَ عَلِيٌّ حَتَّى أَخَذَ بَعْرَزِ النَّاقَةِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ زَعَمْتُ قُرَيْشٌ أَنَّكَ إِنَّمَا خَلَفْتَنِي أَنْكَ اسْتَقْلَمْتَنِي، وَكَرِهْتَ صُحْبَتِي وَبَكَيْتَنِي عَلِيٌّ، فَنَادَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ: أَمِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا وَكَلَهُ حَامَةٌ؟ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي؟ قَالَ: عَلِيٌّ: رَضِيتُ عَنِ اللَّهِ وَعَنْ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

۸۳۳۷-۶۲: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى الْجُهَنِيُّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلِيَّ فَاطِمَةَ ابْنَةَ عَلِيٍّ فَقَالَ لَهَا: رَفِيقِي هَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ عَنِ وَالِدِكَ مُثَبَّتٌ؟ قَالَتْ: حَدَّثْتَنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي؟ (۲)

۸۳۳۸-۶۳: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ قَالَ: أَدْرَكْتُ فَاطِمَةَ ابْنَةَ عَلِيٍّ، وَهِيَ ابْنَةُ ثَمَانِينَ سَنَةً فَقُلْتُ: لَهَا تَحْفَظِينَ عَنْ أَبِيكِ شَيْئًا؟ قَالَتْ: لَا، وَلَكِنِّي أَخْبَرْتَنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَا عَلِيُّ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي نَبِيٌّ (۳)

- | | |
|---|----|
| i- السنن الكبرى للنسائي: ۸۳۹۲، ۸۳۳۶ | -۱ |
| ii- جمع الجوامع: ۸۳۳۰ | -۱ |
| i- السنن الكبرى للنسائي: ۸۳۹۳، ۸۳۳۷ | -۲ |
| ii- احمد، ج ۶، ص ۳۶۹، ۲۷۶۲۱ | -۲ |
| iii- فضائل الصحابة: ۱۰۲۰ | -۲ |
| iv- مصنف ابن أبي شيبة: ۳۲۰۶۷ | -۲ |
| v- كتاب السنة لابن أبي عاصم: ۱۳۳۶ | -۲ |
| vi- اتحاف الخيرة المحررة: ۶۶۳۱ | -۲ |
| vii- تاريخ الثقات للعجلي: ۲۱۰۶ | -۲ |
| viii- تاريخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۸۲، ۱۸۵ | -۲ |
| i- السنن الكبرى للنسائي: ۸۳۹۳، ۸۳۳۸ | -۳ |
| ii- فضائل الصحابة: ۱۰۹۱ | -۳ |

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۸۳۳۹-۶۳: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَسَنٌ، وَهُوَ ابْنُ صَالِحٍ، عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ عَلِيٍّ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيِّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ (۱)

۲۰- ذِكْرُ الْأَخْوَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اخوت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں فرمایا کرتے تھے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر وہ وصال فرما جائیں، یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم اُسے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو پھرے گا۔ (آل عمران 3: 144)

۸۳۵۰-۶۵: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ النَّيْسَابُورِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ بْنِ حَكِيمٍ، - وَاللَّفْظُ لِمُحَمَّدٍ - قَالَا: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ طَلْحَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أُسْبَاطُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ عَلِيًّا، كَانَ يَقُولُ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: أَفَبِأَنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ، وَاللَّهِ لَا نَنْقَلِبُ عَلَى أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ، وَاللَّهِ لَئِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ لَأَقَاتِلَنَّ عَلَى مَا قَاتَلَ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخُوهُ وَوَلِيُّهُ، وَوَارِثُهُ، وَابْنُ عَمِّهِ، وَمَنْ أَحَقُّ بِهِ مِنِّي؟ (۲)

اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! ہم اللہ تعالیٰ کی ہدایت مل جانے کے بعد ہرگز نہیں پھریں گے، اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر آپ وصال فرما جائیں، یا آپ شہید کر دیئے جائیں، تو میں ضرور بالفور اس پر امر پر جہاد کروں گا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا، یہاں تک کہ میں شہید کر دیا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی، ولی، وارث اور چچا زاد ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ سے بڑھ کر کون حقدار ہے؟

۸۳۵۱-۶۶: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ أَبِي صَادِقٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ نَاجِدٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَلِيِّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لِمَ وَرِثْتَ ابْنَ عَمِّكَ دُونَ عَمِّكَ؟ قَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَوْ قَالَ - دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَصَنَعَ لَهُمْ مِدًّا مِنْ طَعَامٍ قَالَ: فَآكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا

حضرت ربیعہ بن ناجد عجمی سے پوچھا: اے امیر المؤمنین! آپ چچاؤں کے ہوتے ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کیسے ہو سکتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا یا بلایا۔ ان کے لیے ایک مد کھانا تیار کیا، ان تمام نے سیر ہو کر کھایا، لیکن کھانا اسی طرح باقی تھا، گویا کہ اسے کسی

۱- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۳۹، ۸۳۹۵

۲- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۶، ۸۳۵۰

۳- تفسیر ابن ابی حاتم، ج ۳، ص ۷۷۷

۴- المستدرک، ج ۳، ص ۱۲۶: ۲۶۹۱

۵- المعجم الکبیر: ۱۷۴

۶- مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۳۲: ۱۳۲۶۵ - الدر المنثور، ج ۲، ص ۳۲۸

نے چھوٹا ہی نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پانی کا چھوٹا پیالہ منگوا لیا، ان تمام نے اس سے سیر ہو کر پانی پیا، لیکن اس میں پانی ویسے ہی باقی تھا، گویا کہ کسی نے پانی کو چھوٹا ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنو عبدالمطلب! میں تمہاری طرف بالخصوص اور باقی تمام لوگوں کی طرف بالعموم مبعوث کیا گیا ہوں اور تم نے مجھ کو بھی ابھی دیکھا ہے۔ بس تم میں سے کون ہے، جو میری بیعت کرے اور وہ میرا بھائی، میرا ساتھی اور میرا وارث ہو؟ ان میں سے کوئی بھی کھڑا نہ ہو، صرف میں کھڑا ہوں اور میں عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا اور تینوں دفعہ میرے علاوہ کوئی کھڑا نہ ہوا۔ آپ ﷺ ہر دفعہ مجھے بیٹھنے کا فرما دیتے۔ تیسری دفعہ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا: تو میرا بھائی، میرا ساتھی، میرا وارث اور میرا وزیر ہے۔ پس اس سبب سے میں چچاؤں کی بجائے آپ ﷺ کا وارث ہوں۔

حضرت ابو سلیمان جھنی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہر پر ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کے رسول ﷺ کا بھائی ہوں۔ یہ دعویٰ (میرے سوا) صرف جھوٹا اور بہتان تراش ہی کرے گا۔ ایک شخص نے کہا: میں بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کے رسول ﷺ کا بھائی ہوں، وہ اسی وقت وہ خناق کی بیماری میں مبتلا ہو گیا، حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

وَبَقِيَ الطَّعَامُ كَمَا هُوَ كَأَنَّهُ لَمْ يَمَسَّ، ثُمَّ دَعَا بَعْمَرَ فَشَرِبُوا حَتَّى رَوَوْا وَبَقِيَ الشَّرَابُ كَأَنَّهُ لَمْ يَمَسَّ أَوْ لَمْ يُشْرَبْ فَقَالَ: يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّي بَعِثْتُ إِلَيْكُمْ بِخَاصَّةٍ وَإِلَى النَّاسِ بَعَامَّةٍ، وَقَدْ رَأَيْتُمْ مِنْ هَذِهِ آيَةِ مَا قَدْ رَأَيْتُمْ، فَأَيُّكُمْ يُبَايِعُنِي عَلَى أَنْ يَكُونَ أَخِي، وَصَاحِبِي، وَوَارِثِي؟ فَلَمْ يَقُمْ إِلَيْهِ أَحَدٌ فَقُمْتُ إِلَيْهِ، وَكُنْتُ أَصْغَرَ الْقَوْمِ فَقَالَ: اجْلِسْ ثُمَّ قَالَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذَلِكَ أَقَوْمٌ إِلَيْهِ فَيَقُولُ: اجْلِسْ حَتَّى كَانَ فِي الثَّلَاثَةِ ضَرْبَ بَيْدِهِ عَلَى يَدِي ثُمَّ قَالَ: "فَبِذَلِكَ وَرِثْتُ ابْنَ عَمِّي دُونَ عَمِّي" (۱)

۶۷-۸۲۵۲: أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ حَصِيرَةَ، عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ الْجُهَنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا، عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَأَخُو رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا يَقُولُهَا إِلَّا كَذَّابٌ مُفْتَرٍ فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَأَخُو رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَنَقَ فَحَمَلَ " (۲)

۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۹۷، ۸۳۵۱، ۸۳۷۱، فضائل الصحابة: ۱۱۰۸، ۱۱۹۶، ۱۲۲۰، مسند البزار: ۳۵۵، تفسیر ابن ابی حاتم، ج ۹، ص ۲۸۲۶، ۱، ۱۱، الاوسط: ۱۹۹۲، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۳۲، ص ۴۶، ۴۷، مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۰۷ تا ۳۱۲، تفسیر الطبری، ج ۱۹ (مجلد ۱۱) ص ۱۲۸، الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۱، ص ۸۹، ۹۰، دلائل النبوة للبیہقی، ج ۲، ص ۱۷۹، ۱۸۰، الدر المنثور، ج ۶، ص ۳۲۸، سبل الهدی، ج ۲، ص ۳۲۳، حجة اللہ علی العالمین ص ۳۳۳، ۳۳۴

۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۹۸، ۸۳۵۲

۲۱- ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ

نبی کریم ﷺ کا فرمان: علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوں، اور علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کے ولی ہیں۔

۶۸-۸۴۵۳: أَخْبَرَنَا بَشْرُ بْنُ هَلَالٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَزِيدَ الرَّشَكِيِّ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حَصِينٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ وَوَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ (۱)

۲۲- ذِکْرُ الْاِخْتِلَافِ عَلَيَّ أَبِي إِسْحَاقَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ

حضرت حبشی بن جنادہ سلولبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ نقد حدیث: حضرت شریک کہتے ہیں، میں نے ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ نے یہ حدیث کیسے سنی ہے؟ انہوں نے کہا: حبشی بن جنادہ سلولبی ایسے میرے پاس کھڑے تھے، جب انہوں نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی۔ (حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ نے عملاً کر کے دکھایا) حضرت اسرائیل نے یہ حدیث ابواسحاق از براء سے بھی روایت کی ہے۔

۶۹-۸۴۵۴: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي حَبَشِيُّ بْنُ جُنَادَةَ السَّلُولِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: عَلِيٌّ مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ فَقُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: أَيْنَ سَمِعْتَهُ؟ قَالَ: وَقَفَ عَلَيَّ هَاهُنَا فَحَدَّثَنِي رَوَاهُ إِسْرَائِيلُ فَقَالَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ (۲)

- ۱- السنن الكبرى للنسائی: ۸۰۹۰، ۸۳۹۹، ۸۱۳۶، ۸۴۵۳، احمد: ۲۰۱۷۰، فضائل الصحابة: ۱۰۳۵، ۱۰۶۰، ۱۰۰۴، ۱۱۰۳، ترمذی: ۳۷۱۲، ابن حبان: ۶۸۹۰، ۶۹۲۹ مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۱۱۲، مسند البزار: ۳۵۵۸، مسند ابی یعلیٰ: ۳۵۰، مسند الصحابة للرویانی: ۱۱۹، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۸۲۹، ۸۶۸، المستدرک للحاکم: ۳۶۳۶، الآحاد والثانی لابن ابی عاصم، ج ۳، ص ۳۲۱، المعجم الکبیر، ج ۱۸، ص ۱۲۸، حلیۃ الاولیاء، ج ۶، ص ۳۲۱، تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۳۸ تا ۳۵۰، سیر اعلام النبلاء (سیرة)، ص ۶۲۲، مشکوٰۃ: ۶۰۹۰، اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۷، الریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۱۱۱، الاصابۃ، ج ۳، ص ۳۶۸
- ۲- ۱- السنن الكبرى للنسائی: ۸۰۹۱، ۸۳۰۰، ۸۱۳۷، ۸۴۵۴
 ii- ابن ماجہ: ۱۱۹
 iii- ترمذی: ۳۷۱۹
 iv- احمد: ۱۷۶۳۵، ۱۷۶۳۶، ۱۷۶۳۷، ۱۷۶۳۸، ۱۷۶۳۹
 v- فضائل الصحابة: ۱۰۳۲، ۱۰۱۰
 vi- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۶۳
 vii- کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۳۱۲۰، viii- مشکوٰۃ: ۶۰۹۲

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔
نقد سند: یہ حدیث قاسم بن یزید جری نے اسرائیل از ابواسحاق از ہبیرہ اور ہانی از علی کے طریق سے بھی روایت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب ہم مکہ مکرمہ سے جانے لگے تو حضرت حمزہ کی صاحبزادی نے آواز دی: اے چچا! اے چچا!
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو لے لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اس کو لے، یہ آپ کے چچا کی بیٹی ہے۔ اس لڑکی کو لینے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ میں تنازع ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، اس لیے میں اس کا زیادہ حقدار ہوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے بھی چچا کی بیٹی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی خالہ میری زوجہ ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے (مواخاتی) بھائی کی بیٹی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اسے خالہ کو دے دیا جائے۔
کیونکہ خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہہ ہو اور حضرت زید کے لئے فرمایا: اے زید! تم ہمارے بھائی اور مولیٰ ہو۔

۸۴۵۵-۷۰: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبِيدُ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ: أَنْتَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْكَ وَرَوَاهُ الْقَاسِمُ بْنُ يَزِيدَ الْجَرُمِيُّ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هُبَيْرَةَ وَهَانِ بْنِ عَنُوعٍ (۱)

۸۴۵۶-۷۱: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاسِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيمَ، وَهَانِ بْنِ هَانٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لَمَّا صَدَرْنَا مِنْ مَكَّةَ إِذَا ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِي يَا عَمُّ، يَا عَمُّ، فَتَنَاوَلَهَا عَلِيُّ فَأَخَذَهَا فَقَالَ لِفَاطِمَةَ دُونَكَ ابْنَةَ عَمِّكَ فَحَمَلَهَا فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيُّ، وَجَعْفَرٌ، وَزَيْدٌ فَقَالَ عَلِيُّ أَنَا أَحَقُّ بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّي وَقَالَ جَعْفَرٌ: ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي وَقَالَ زَيْدٌ: بِنْتُ أُخِي فَقَضَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ: الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ وَقَالَ لِعَلِيِّ: أَنْتَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْكَ وَقَالَ: لِيَجَعْفَرُ: أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي وَقَالَ لِيَزِيدَ: يَا زَيْدُ أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا (۲)

- ۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۵۵، ۸۴۰۱
ii- بخاری: ۲۶۹۹، ۲۴۵۱
iii- مصنف عبدالرزاق: ۲۸۴۵
iv- مصنف ابن ابی عیینہ: ۳۲۰۸۱
v- دلائل النبوة للبیہقی، ج ۳، ص ۳۳۸
vi- سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۷۶۸، ۱۵۷۷۰
vii- شرح السنہ: ۳۹۳۶
۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۵۷، ۸۴۰۲
iii- تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۲۳۱۸، ۲۳۲۱
v- مشکوٰۃ: ۳۳۷۷
ii- احمد: ۹۳۱، ۸۵۷، ۱۰۹، ۷۷۰
iv- المستدرک للحاکم: ۲۶۷۲
vi- سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۱۰۲۷

۲۳- ذِکْرُ قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِيٌّ كَنَفْسِي

آپ ﷺ کا فرمان: علی رضی اللہ عنہ میری جان کی طرح ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنو لویعہ کو چاہیے باز آ جائیں، وگرنہ میں ان پر ایسے شخص کو بھیجوں گا، جو میری جان کی طرح ہے، وہ ان پر میرا حکم نافذ کرے گا، جنگجوؤں سے جنگ کرے گا اور ان کی اولادوں کو غلام بنائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیچھے سے میرا دامن پکڑا اور پوچھا: اس سے مراد کون ہے؟ میں نے کہا: اس سے مراد نہ آپ ﷺ ہیں اور نہ ہی میں ہوں۔ انہوں نے کہا: پھر کون مراد ہے؟ میں نے کہا: اس سے مراد جوتے درست کرنے والا ہے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ جوتے مرمت فرما رہے تھے۔

۷۲-۸۳۵۷: أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْأَحْوَصُ بْنُ جَوَابٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ يَثِيعٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَنْتَهِيَنَّ بَنُو وَلِيْعَةَ أَوْ لَابِعَثَنَّ إِلَيْهِمْ رَجُلًا كَنَفْسِي يُنْفِذُ فِيهِمْ أَمْرِي، فَيَقْتُلُ الْمُقَاتِلَةَ، وَيَسْبِي الذَّرِيَّةَ فَمَا رَاعَيْتُ إِلَّا وَكَفُّ عُمَرَ فِي حُجْرَتِي مِنْ خَلْفِي مَنْ يَعْنِي؟ فَقُلْتُ: مَا إِلَيْكَ يَعْنِي، وَلَا صَاحِبِكَ قَالَ: فَسَنْ يَعْنِي؟ قَالَ: خَاصِصُ النَّعْلِ قَالَ: وَعَلِيٌّ يَخْصِصُ نَعْلًا (۱)

۲۴- ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ صَفِيٌّ وَأَمِينِي

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد: علی رضی اللہ عنہ میرے صفی اور امین ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تم میرے صفی اور امین ہو۔

۷۳ (۸۳۵۸): أَخْبَرَنِي زَكْرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، وَأَبُو مَرْوَانَ، قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ نَافِعِ بْنِ عَجْبَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا أَنْتَ يَا عَلِيُّ فَصَفِيٌّ وَأَمِينِي (۲)

i- سنن الکبری للنسائی: ۸۳۵۷، ۸۳۰۳	ii- فضائل الصحابة: ۱۰۰۸، ۹۶۶	iii- مصنف عبدالرزاق: ۲۰۵۵۷
iv- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۸۲، ۳۲۰۷۷	v- مسند البزار: ۱۰۵۰	vi- مسند ابی یعلی: ۸۵۶
vii- مجمع الزوائد: ۱۳۹۶۰، ۱۳۷۶۶	viii- کشف الاستار: ۶۲۱۸	ix- الرياض النضرة، ج ۳، ص ۱۰۳
x- ازالة الخفاء، ج ۳، ص ۲۲۵		
i- سنن الکبری للنسائی: ۸۳۵۸، ۸۳۰۳	ii- کتاب السنة لابن ابی عاصم: ۱۳۳۰	
iii- تحفة الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۲۳۲۱	iv- مسند البزار: ۸۹۱	v- جمع الجوامع: ۵۷۲۲

۲۵۔ ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِيٌّ

نبی کریم ﷺ کا فرمان: میری ذمہ داری میں یا علی ہی ادا کریں گے

حضرت حبشی بن جنادہ سلولی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ میری ذمہ داری میں خود ادا کروں گا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ادا کریں گے۔

۴۳ (۸۳۵۹): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَبِشَةَ بْنِ جُنَادَةَ السَّلُولِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِيٌّ مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ، وَلَا يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِيٌّ (۱)

۲۶۔ ذِکْرُ تَوْجِيهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِرَاءَةِ مَعِ عَلِيٍّ

نبی کریم ﷺ کی توجیہ: سورہ براءۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورہ براءۃ دے کر روانہ کیا، پھر آپ ﷺ نے واپس بلوایا اور فرمایا: اس کام کو میرے اہل بیت کے علاوہ کسی کا سرانجام دینا مناسب نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورہ براءۃ دے کر روانہ فرمایا۔

۴۵ (۸۳۶۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ وَعَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ أَنَسِ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِرَاءَةِ مَعِ أَبِي بَكْرٍ، ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ: لَا يَنْبَغِي أَنْ يُبَلِّغَ هَذَا إِلَّا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِی فَدَعَا عَلَيْهِ، فَأَعْطَاهُ آيَاتَهُ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورہ براءۃ دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے بھیجا اور کہا، تم ان سے لکھا ہو سورہ لے لو اور اہل مکہ کی طرف چلے جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے وہ سورہ لکھا ہوا لے لی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غمگین حالت میں واپس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرے بارے میں کوئی شے نازل ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس کو خود پہنچاؤں یا میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص پہنچائے۔

۴۶ (۸۳۶۱): أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُجَيْدٍ وَأَسْمَةُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَزْوَانَ قُرَادٌ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ يَثِيجٍ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَعَثَ بِبِرَاءَةٍ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ مَعِ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ أَتَبَعَهُ بِعَلِيٍّ فَقَالَ لَهُ: خُذِ الْكِتَابَ فَاْمُضْ بِهِ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ قَالَ: فَلِحَقَّتْهُ فَأَخَذْتُ الْكِتَابَ مِنْهُ فَانصَرَفَ أَبُو بَكْرٍ، وَهُوَ كَنِيْبٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْزِلْ فِي شَيْءٍ؟ قَالَ: لَا، إِنِّي أَمَرْتُ أَنْ أُبَلِّغَهُ أَنَا أَوْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي (۳)

- | | | | |
|-----------------------------------|--|--|----|
| i- سنن الکبری للنسائی: ۸۳۵۹، ۸۳۰۵ | ii- مسند ابن ابی شیبہ: ۸۳۳ | iii- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۵، ۶، ۷ | -۱ |
| i- سنن الکبری للنسائی: ۸۳۶۰، ۸۳۰۶ | ii- ترمذی: ۳۰۹۰ | iii- مسند احمد: ۱۳۲۳۶، ۱۳۰۶۳ | -۲ |
| iv- فضائل الصحابة: ۱۰۹۰، ۹۳۶ | v- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۱۲۶ | vi- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۶ | -۳ |
| i- سنن الکبری للنسائی: ۸۳۶، ۸۳۰۷ | ii- احمد: ۱۲۹۷، ۴ | iii- فضائل الصحابة: ۱۲۰۳ | |
| iv- مسند ابی یعلی: ۹۹ | v- السیرة النبویة لابن اسحاق، ص ۶۲۳، ۶۲۴-vi- مجمع الزوائد: ۱۱۰۳۹ | | |
| vii- الریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۱۱۳ | | | |

۷۷ (۸۳۶۲): أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ، عَنْ فِطْرِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَرِيكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَقِيمٍ، عَنْ سَعْدِ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ بَرَاءَةً حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ الطَّرِيقِ أُرْسِلَ عَلِيًّا فَأَخَذَهَا مِنْهُ ثُمَّ سَارَ بِهَا، فَوَجَدَ أَبُو بَكْرٍ فِي نَفْسِهِ، فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَا يُؤَدِي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ رَجُلٌ مِنِّي (۱)

۷۸ (۸۳۶۳): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى أَبِي قُرَّةَ مُوسَى بْنِ طَارِقٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَجَعَ مِنْ عُمْرَةِ الْجِعْرَانَةِ بَعَثَ أَبَا بَكْرٍ عَلَى الْحَجِّ، فَأَقْبَلْنَا مَعَهُ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْعَرَجِ ثَوَّبَ بِالصُّبْحِ، ثُمَّ اسْتَوَى لِكَبِيرٍ، فَسَمِعَ الرَّغْوَةَ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَوَقَّفَ عَنِ التَّكْبِيرِ، فَقَالَ: "هَذِهِ رَغْوَةُ نَاقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَقَدْ بَدَأَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجِّ، فَلَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجِّ، فَأَذَا عَلِيٌّ عَلَيْهَا فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ: أَمِيرُ أُمَّةٍ رَسُولٌ؟ فَقَالَ: لَا. بَلْ رَسُولٌ أُرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَاءَةً أَقْرُوهَا عَلَى النَّاسِ فِي مَوَاقِفِ الْحَجِّ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِيَوْمٍ قَامَ أَبُو بَكْرٍ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَدَّثَهُمْ عَنْ مَنَاسِكِهِمْ، حَتَّى إِذَا فَرَّغَ قَامَ عَلِيٌّ فَقَرَأَ عَلَى النَّاسِ بَرَاءَةً حَتَّى خَتَمَهَا ثُمَّ خَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمَ عَرَفَةَ، قَامَ أَبُو بَكْرٍ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَدَّثَهُمْ عَنْ مَنَاسِكِهِمْ، حَتَّى إِذَا فَرَّغَ قَامَ عَلِيٌّ فَقَرَأَ عَلَى النَّاسِ سُورَةَ بَرَاءَةٍ حَتَّى خَتَمَهَا ثُمَّ كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَأَفْضَنَاهُ فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو بَكْرٍ خَطَبَ النَّاسَ، فَحَدَّثَهُمْ عَنْ إِفَاضَتِهِمْ، وَعَنْ نَحْرِهِمْ، وَعَنْ مَنَاسِكِهِمْ، فَلَمَّا فَرَّغَ قَامَ عَلِيٌّ فَقَرَأَ عَلَى النَّاسِ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورۃ براءۃ دے کر روانہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے بجا، انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وہ لے لی اور چل پڑے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے ناپسند کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو میں ہی ادا کروں گا یا میرے گھرانے کا کوئی شخص ادا کرے گا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ جمرانہ سے واپس تشریف لائے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا، ہم تمام ان کے ساتھ تھے، جب ہم مقام عرج پر پہنچے، تو نماز صبح کے لئے اعلان کیا گیا اور تکبیر کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نیا رکھڑے ہوئے، انہوں نے پیچھے سے اونٹنی کے بلبلانے کی آواز سنی، تو وہ تکبیر سے رک گئے اور فرمایا: یہ بلبلانے کی آواز تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی ہے، شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے بارے میں کوئی حکم پہنچا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو ہم نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھیں گے۔ دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ امیر ہیں یا قصد ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امیر نہیں، قاصد ہوں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ براءۃ دے کر بھیجا ہے تاکہ میں اسے حج کے موقع پر لوگوں کے سامنے پڑھوں۔ حضرت جابر کہتے ہیں۔ ہم مکہ مکرمہ پہنچے یوم ترویجہ سے ایک دل پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور لوگوں کو حج کے مناسک سکھلائے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فارغ ہو گئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور سورۃ براءۃ مکمل تلاوت

فرمائی۔ پھر ہم نکلے اور عرفہ کے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا، انہوں نے مناسک حج کے بارے میں گفتگو کی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر سورۃ براءۃ کی تلاوت مکمل کی۔ پھر قربانی کا دن آیا، تو ہم سب نے قربانی کی۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واپس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ نے قربانی کے فوائد و مسائل بیان فرمائے، جب آپ رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پوری سورۃ براءۃ پڑھ کر سنائی۔ جب رمی کا پہلا دن آیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور واپسی اور پتھر پھینکنے کے مسائل پر گفتگو کی اور اس کے طور طریقے سکھلائے، جب فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر مکمل سورۃ براءۃ پڑھ کر سنائی۔

۲۷۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ كُنْتُ وَكَيْفَ فَعَلِيَّ وَكَيْفَ

نبی کریم کا فرمان: جس کا میں ولی ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے ولی ہیں

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے جب واپس لوٹے، تو غدیر خم کے مقام پر رکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خیمے لگا دیئے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بلایا گیا ہے اور میں نے بلاوے کو قبول کر لیا ہے۔ بے شک میں تم میں دو مضبوط چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جو دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری میری اولاد و اہل بیت۔ پس تم غور و فکر کرو کہ تم ان دونوں کی کیس پیروی کرو گے۔ یہ دونوں جدا نہیں ہوں گی، یہاں تک حوض (کوثر) پر میرے پاس آئیں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں ہر ایمان والے کا ولی ہوں۔

۷۹ (۸۴۶۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ قَالَ: لَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَنَزَلَ غَدِيرَ خَمٍّ أَمَرَ بِدُوحَاتٍ فُقِيمَتْ ثُمَّ قَالَ: "كَأَنِّي قَدْ دُعَيْتُ فَأَجَبْتُ، إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخِرِ: كِتَابُ اللَّهِ وَعِترَتِي أَهْلُ بَيْتِي، فَانظُرُوا كَيْفَ تَخْلِفُونِي فِيهِمَا، فَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ" ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ مَوْلَايَ، وَأَنَا وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ وَكَيْفَ فَعَلِيَّ وَكَيْفَ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاةُ وَعَادِ مَنْ عَادَاةً فَقُلْتُ لِيَزِيدَ: سَمِعْتُهُ مِنْ

iii- ابن خزيمة: ۲۹۷۳

i- السنن الكبرى للنسائي: ۸۴۶۳، ۳۹۷، ۸۴۰۹، ii- سنن الدارمي: ۱۹۱۵

v- دلائل النبوة للبيهقي، ج ۵، ص ۲۹۷، ۲۹۸

iv- ابن حبان: ۲۶۱۱

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: مَا كَانَ فِي الدُّوحَاتِ
أَحَدٌ إِلَّا رَأَاهُ بِعَيْنَيْهِ، وَسَمِعَهُ بِأُذُنَيْهِ (۱)

پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس جس کا
میں ولی ہوں، اس اس کا یہ ولی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! تو اس کے
دوست کا دوست ہو جاؤ اور جو اس سے دشمنی کرے تو اس کا دشمن ہو
جا۔ حضرت ابو طفیل کہتے ہیں: میں نے حضرت زید بن ارقم سے
پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے انہوں نے
فرمایا: ہر وہ شخص جو خیموں میں موجود تھا، اس نے اپنی آنکھوں سے
یہ منظر دیکھا اور کانوں سے یہ الفاظ سنے تھے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں
جہاد کے لئے بھیجا اور ہمارا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔
جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم نے اپنے امیر کو
کیسے پایا؟ میں نے یا میرے کسی ساتھی نے شکوہ کیا۔ میں نے سراٹھا
کر دیکھا کیونکہ میں سر جھکا کر سامنے بات کرتا تھا) تو رسول اللہ
ﷺ کا چہرہ انور سرخ تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا میں ولی
ہوں، اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے مجھے
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن بھیجا، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
سے جفا محسوس کی۔ واپس آ کر میں نے رسول اللہ سے شکوہ کیا۔
آپ ﷺ نے میری طرف سر مبارک اٹھاتے ہوئے فرمایا: اے
بریدہ! جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کے علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہیں۔

۸۰ (۸۳۶۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ
قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ ابْنِ بَرِيدَةَ، عَنْ
أَبِيهِ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ،
وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْنَا عَلَيْهِ فَلَمَّا رَجَعْنَا سَأَلْنَا: كَيْفَ رَأَيْتُمْ صُحْبَةَ
صَاحِبِكُمْ؟ فَأَمَّا شَكْوَتُهُ أَنَا، وَإِمَّا شَكَاةُ غَيْرِي، فَرَفَعْتُ رَأْسِي
وَكُنْتُ رَجُلًا مَكْبَأًا فَإِذَا بَوَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ قَدْ احْمَرَّ فَقَالَ: مَنْ
كُنْتُ وَلِيًّا، فَعَلِيٌّ وَلِيًّا (۲)

۸۱ (۸۳۶۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي غَنِيَّةٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ
جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي بَرِيدَةُ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَلِيٍّ إِلَى الْيَمَنِ، فَرَأَيْتُ مِنْهُ جَفْوَةً فَلَمَّا
رَجَعْتُ شَكْوَتُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيَّ
وَقَالَ: يَا بَرِيدَةُ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاةً فَعَلِيٌّ مَوْلَاةً (۳)

۱- السنن الكبرى للنسائی: ۸۰۹۲، ۸۱۴۸، ۸۳۶۴، احمد: ۹۵۰، ۹۹۲، ۹۹۱، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۴۰، ۱۹۴۱، ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۴۶، ۱۹۴۷، ۱۹۴۸، ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، ۱۹۵۱، ۱۹۵۲، ۱۹۵۳، ۱۹۵۴، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۳، ۱۹۶۴، ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۱۹۶۷، ۱۹۶۸، ۱۹۶۹، ۱۹۷۰، ۱۹۷۱، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۱۹۸۶، ۱۹۸۷، ۱۹۸۸، ۱۹۸۹، ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، ۱۹۹۴، ۱۹۹۵، ۱۹۹۶، ۱۹۹۷، ۱۹۹۸، ۱۹۹۹، ۲۰۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۲۰۰۳، ۲۰۰۴، ۲۰۰۵، ۲۰۰۶، ۲۰۰۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۲۰۱۳، ۲۰۱۴، ۲۰۱۵، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷، ۲۰۱۸، ۲۰۱۹، ۲۰۲۰، ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴، ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۳۲، ۲۰۳۳، ۲۰۳۴، ۲۰۳۵، ۲۰۳۶، ۲۰۳۷، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۲۰۴۰، ۲۰۴۱، ۲۰۴۲، ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، ۲۰۴۵، ۲۰۴۶، ۲۰۴۷، ۲۰۴۸، ۲۰۴۹، ۲۰۵۰، ۲۰۵۱، ۲۰۵۲، ۲۰۵۳، ۲۰۵۴، ۲۰۵۵، ۲۰۵۶، ۲۰۵۷، ۲۰۵۸، ۲۰۵۹، ۲۰۶۰، ۲۰۶۱، ۲۰۶۲، ۲۰۶۳، ۲۰۶۴، ۲۰۶۵، ۲۰۶۶، ۲۰۶۷، ۲۰۶۸، ۲۰۶۹، ۲۰۷۰، ۲۰۷۱، ۲۰۷۲، ۲۰۷۳، ۲۰۷۴، ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، ۲۰۷۷، ۲۰۷۸، ۲۰۷۹، ۲۰۸۰، ۲۰۸۱، ۲۰۸۲، ۲۰۸۳، ۲۰۸۴، ۲۰۸۵، ۲۰۸۶، ۲۰۸۷، ۲۰۸۸، ۲۰۸۹، ۲۰۹۰، ۲۰۹۱، ۲۰۹۲، ۲۰۹۳، ۲۰۹۴، ۲۰۹۵، ۲۰۹۶، ۲۰۹۷، ۲۰۹۸، ۲۰۹۹، ۲۱۰۰، ۲۱۰۱، ۲۱۰۲، ۲۱۰۳، ۲۱۰۴، ۲۱۰۵، ۲۱۰۶، ۲۱۰۷، ۲۱۰۸، ۲۱۰۹، ۲۱۱۰، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن گیا، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے زیادتی محسوس کی۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور فرمایا: اے بریدہ کیا میں مومنوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب نہیں ہوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولی ہوں، اس کا علی رضی اللہ عنہ مولی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولی ہوں، اس کا علی رضی اللہ عنہ مولی ہے۔

۸۲ (۸۳۶۷): أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي غَنِيَّةٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَلِيٍّ إِلَى الْهَمَنِ، فَرَأَيْتُ مِنْهُ جَفْوَةً فَقَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ عَلَيْهِ فَتَنَقَّصْتَهُ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ وَجْهَهُ وَقَالَ: يَا بُرَيْدَةُ أَلَسْتَ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ؟ قُلْتُ: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ (۱)

۸۳ (۸۳۶۸): أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَيْمَنَ، عَنْ أَبِيهِ أَنْ سَعْدًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ (۲)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کے لیے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن کے لیے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: بے شک جس کا میں مولی ہوں، یہ بھی اس کے مولی ہیں۔

۸۴ (۸۳۶۹): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَيْمُونٍ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَلَسْتُ تَعْلَمُونَ أَنِّي أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ؟ قَالُوا: بَلَى، نَحْنُ نَشْهَدُ لَأَنْتَ أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ قَالَ: فَإِنِّي مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهَذَا مَوْلَاهُ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ (۳)

- | | | | |
|--|-----------------------------------|-------------------------|------------------------------------|
| i- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۸۹، ۸۳۱۳، ۸۱۳۵، ۸۳۶۷ | ii- احمد: ۲۳۳۳۳ | iii- فضائل الصحابة: ۹۸۹ | i- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۸، ۸۳۱۳ |
| iv- الآحاد والثانی: ۲۳۵۷ | v- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۲۸ | vi- جمع الجوامع: ۹۷۵۹ | ii- کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۵۹ |
| ii- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۹، ۸۳۱۵ | iii- البحر الزخار: ۳۲۹۸، ۳۳۲۷ | ii- احمد: ۱۹۵۴۰، ۱۹۵۴۳ | iii- البحر الزخار: ۳۲۹۸، ۳۳۲۷ |
| iv- المعجم الکبیر، ج ۵، ص ۲۰۲ | v- کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۳۶۲ | | |

حضرت عمیرہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک بڑے میدان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمان کس کس نے سنا ہے، جس کا میں مولی ہوں، علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولی ہیں، تقریباً دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی گواہی دی۔

حضرت سعید بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا، تو پانچ یا چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولی ہوں، علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولی ہیں۔

حضرت سعید بن وہب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن شیح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے پاس سے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گواہی دی، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: جس کا میں مولی ہوں، بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولی ہیں۔

حضرت زید بن شیح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں منبر پر اعلان کیا: میں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کوئی دوسرا شخص گواہی نہ دے: کس کس نے عزیز خم کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا: جس کا میں مولی ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولی ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ جو اس سے محبت کرے، تو بھی اس پر نظر کرم فرما۔

۸۵ (۸۴۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ النَّيسَابُورِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ بْنِ حَكِيمِ الْأَوْدِيِّ قَالَا: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنِي هَانِئُ بْنُ أَيُّوبَ عَنْ طَلْحَةَ الْأَيْمِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِيرَةُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا وَهُوَ يُنْشِدُ فِي الرَّحْبَةِ مَنْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، فَقَامَ بَضْعَةَ عَشْرَ فَشَهِدُوا (۱)

۸۶ (۸۴۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْبَثْنِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ وَهَبٍ قَالَ: قَامَ خَمْسَةَ أَوْ سِتَّةَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَهِدُوا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ (۲)

۸۷ (۸۴۲): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَلْفٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ وَهَبٍ أَنَّهُ قَامَ مِمَّا يَلِيهِ سِتَّةٌ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ يَثِيعٍ: وَقَامَ مِمَّا يَلِينِي سِتَّةٌ فَشَهِدُوا أَنَّهُمْ سَمِعُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَإِنَّ عَلِيًّا مَوْلَاهُ (۳)

۸۸ (۸۴۳): أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ أَبَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ يَثِيعٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ: إِنِّي مُنْشِدُ اللَّهَ رَجُلًا، وَلَا أَنْشُدُ إِلَّا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ؟"

iii-المعجم الصغير: ۱۷۵

ii-المعجم الاوسط، ج ۲، ص ۵۷۶، ۹۱۸

i-السنن الكبرى للنسائي: ۸۴۰، ۸۴۱

iv-مجمع الروايات: ۱۳۶۳۳

iii-البدایة والنہایة، ج ۵، ص ۲۶۲

ii-احمد: ۲۳۳۹۵

i-السنن الكبرى للنسائي: ۸۴۱، ۸۴۲

iii-السنن الكبرى للنسائي: ۸۴۲، ۸۴۱

۲۹۔ ذِکْرُ قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِيٌّ وَلِيُّكُمْ بَعْدِي

آپ ﷺ کا فرمان: میرے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تمہارا ولی ہے

۹۰ (۸۴۷۵): أَخْبَرَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنِ ابْنِ فَضِيلٍ، عَنِ الْأَجَلِجِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَبَعَثَ عَلِيًّا عَلَى جَيْشٍ آخَرَ، وَقَالَ: إِنَّ التَّقِيَّتِمَا فَعَلِيٌّ عَلَى النَّاسِ، وَإِنْ تَفَرَّقْتُمَا فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْكُمَا عَلَى حِدَّتِهِ فَلَقِينَا بِنَبِيِّ زَيْدٍ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، وَظَهَرَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَفَقَلْنَا الْمُقَاتِلَةَ وَسَبِينَا الذُّرِّيَّةَ فَأَصْطَفَى عَلِيٌّ جَارِيَةً لِنَفْسِهِ مِنَ السَّبْيِ، فَكَتَبَ بِذَلِكَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَرَنِي أَنْ أَنْالَ مِنْهُ " قَالَ: فَدَفَعْتُ الْكِتَابَ إِلَيْهِ، وَنَلْتُ مِنْ عَلِيٍّ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: هَذَا مَكَانُ الْعَائِدِ، بَعَثْتَنِي مَعَ رَجُلٍ وَأَمَرْتَنِي بِطَاعَتِهِ، فَبَلَّغْتُ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقَعَنَّ يَا بَرِيدَةُ فِي عَلِيٍّ، فَإِنَّ عَلِيًّا مِنِّي، وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّكُمْ بَعْدِي (۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں یمن بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر دونوں لشکر اکٹھے ہو جائیں، تو امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے اور اگر علیحدہ علیحدہ رہیں تو دونوں اپنے اپنے لشکر کے امیر ہوں گے۔ دونوں لشکر یمن میں مقام زبید پر اکٹھے ہو گئے، مسلمانوں نے زبردست لڑائی کے بعد مشرکین پر فتح حاصل کی، اور بہت سارے مشرکین کو قیدی بنا لیا۔ قیدیوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک باندی کو اپنے لیے پسند فرمایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس صورت حال کو لکھ کر نبی کریم ﷺ کی طرف بھیجا اور مجھے قاصد بنایا۔ میں نے وہ خط آپ ﷺ کو دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا۔ یہ مقام پناہ ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے ایک آدمی کے ماتحت بھیجا اور اس کی اطاعت حکم دیا۔ میں نے آپ ﷺ کو وہی پہنچایا، جس کے ساتھ اس نے مجھے بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بریدہ! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہ ہو، بلاشبہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ میرے بعد تمہارے ولی ہیں۔

iii۔ فضائل الصحابة: ۱۱۷۵

ii۔ احمد: ۲۳۴۰۰

i۔ السنن الكبرى للنسائی: ۸۴۷۵، ۸۴۲۱

v۔ كشف الاستار عن زوائد البزار، ج ۳، ص ۲۰۰

iv۔ البحر الزخار: ۴۳۹۱

vi۔ البدایة والنہایة، ج ۷، ص ۵۷۰

۳۰۔ ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي

نبی کریم ﷺ کا فرمان: جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، اس نے مجھے برا بھلا کہا

حضرت ابو عبد اللہ جدلی فرماتے ہیں: میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا، آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، کیا تمہاری مجلسوں میں کوئی رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ پاک ہے یا اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ انہوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، اس نے مجھے برا بھلا کہا۔

حضرت ابو بکر بن خالد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں ملا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بتایا گیا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہو۔ میں نے جواب دیا: ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: شاید تم بھی ایسا ہی کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ انہوں نے فرمایا: تم ہرگز برا بھلا نہ کہنا اور اگر آدمی میرے سر کے درمیان کاٹنے کے لئے رکھ دی جائے، میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہیں کہوں گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے جو سنا ہوا ہے، اس کے بعد ایسا نہیں کر سکتا۔

۹۱ (۸۳۷۶): أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ: أَيَسَّبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيكُمْ؟ فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللَّهِ أَوْ مَعَاذَ اللَّهِ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي (۱)

۹۲ (۸۳۷۷): أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلٍ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَرْفُطَةَ قَالَ: رَأَيْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ: ذِكْرُ أَنْتُمْ تَسْبُونَ عَلِيًّا قُلْتُ: قَدْ فَعَلْنَا قَالَ: لَعَلَّكَ سَبَبْتَهُ؟ قُلْتُ: مَعَاذَ اللَّهِ قَالَ: لَا تَسَبَّهُ فَإِنْ وُضِعَ الْمُنْشَارُ عَلَى مِفْرَقِي عَلَى أَنْ أُسَبَّ عَلِيًّا مَا سَبَبْتَهُ بَعْدَمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَمِعْتُ (۲)

- ۱۔ السنن الكبرى للنسائی: ۸۳۲۲، ۸۳۷۶، احمد: ۲۷۲۸۳، فضائل الصحابة: ۱۰۱۱، المستدرک للحاکم: ۳۶۷۳، ۳۶۷۴، ۳۶۷۵، ۳۶۷۶، شرف المصطفى، ج ۵، ص ۵۰۲، اتحاف الخيرة المحررة: ۶۶۷۰، مجمع الزوائد: ۱۲۷۴۰، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۲۶۶، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۶۶، الرياض النضرة، ج ۴، ص ۱۰۶، سير اعلام النبلاء للذہبی (سیرت) ص ۶۲۳، البدایة والنہایة، ج ۵، ص ۳۶۹، طبع جدید، ج ۷، ص ۵۸۴، مشکوٰۃ: ۶۹۲، الجامع الصغير: ۸۷۳۶، ازالة الخفاء، ج ۴، ص ۳۵۰، مناقب علی والحسين واهمافاطمة الزهراء، ص ۳۲، السلسلة الصحيحة للالبانی، ج ۳، ص ۲۸۸۔
- ۲۔ ا۔ السنن الكبرى للنسائی: ۸۳۷۷، ۸۳۷۸، ii۔ مسند ابی یعلیٰ: ۷۷۳، iii۔ اتحاف الخيرة المحررة: ۶۶۶۹، iv۔ کتاب السنة لابن ابی عاصم: ۱۳۵۳، v۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۲۸، vi۔ جمع الجوامع: ۸۳۲۹، vii۔ المقصد العلی فی زوائد مسند ابی یعلیٰ للموصلی: ۱۳۳۷، viii۔ الطالب العالی: ۳۹۶۷۔

حضرت عائشہ بنت سعد بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر خطبہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کر کے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمہارے لیے تمہاری جانوں سے بھی زیادہ قری ہوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا: جس کا میں دوست ہوں۔ اس کا یہ بھی دوست ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے دوستی کرے گا، جو اس سے دوستی کرے گا اور اس سے دشمنی کرے گا، جو اس سے دشمنی کرے گا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں مکہ مکرمہ کے راستے میں تھے کہ آپ ﷺ کا چہرہ انور مکہ کی طرف تھا، جب آپ ﷺ نجد یرخیم کے مقام پر پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روک دیا، جو آگے جا چکے تھے، ان کو واپس بلا لیا اور جو پیچھے رہ گئے تھے، ان کو ساتھ ملا لیا۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! کیا میں نے تمہیں (خدا کا پیغام) پہنچا دیا؟ تمام نے جواباً کہا: ہاں آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! گواہ ہو جا۔ اے اللہ تعالیٰ! گواہ ہو جا۔ اے اللہ تعالیٰ! گواہ ہو جا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تمہاری ولی کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواباً عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ۔ آپ ﷺ نے تین دفعہ یہی پوچھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تینوں دفعہ یہی جواباً عرض کیا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور فرمایا: جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ولی ہے، اس کا یہ بھی ولی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! تو اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے اور تو اس سے دشمنی کر جو اس سے دشمنی کرے۔

۹۵ (۸۲۸۰): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ أَبُو الْجَوْزَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ قَالَتْ: أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِ عَلِيٍّ، فَخَطَبَ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي أَوْلَىٰ بِكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ؟ قَالُوا: نَعَمْ، صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَرَفَعَهَا فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ وَلِيًّا فَهَذَا وَلِيٌّ، فَإِنَّ اللَّهَ يُوَالِي مَنْ وَالَاهُ وَيُعَادِي مَنْ عَادَاهُ (۱)

۹۶ (۸۲۸۱): أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ قَالَ: أَخْبَرْتَنِي عَائِشَةُ ابْنَةُ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، وَهُوَ مُوجَّهٌ إِلَيْهَا، فَلَمَّا بَلَغَ غَدِيرَ خُمٍّ وَقَفَ النَّاسُ، ثُمَّ رَدَّ مِنْ مَضَى، وَلِحَقِّهِ مَنْ تَخَلَّفَ، فَلَمَّا اجْتَمَعَ النَّاسُ إِلَيْهِ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: اللَّهُمَّ أَشْهَدُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَقُولُهَا، ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ وَلِيُّكُمْ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ، فَأَقَامَهُ ثُمَّ قَالَ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَلِيًّا، فَهَذَا وَلِيُّهُ، اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ (۲)

۳۲۔ التَّوْبَةُ فِي حُبِّ عَلِيٍّ، وَذِكْرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ أَحَبَّهُ وَدَعَايَهُ عَلِيٌّ مَنْ أَبْغَضَهُ

نبی کریم ﷺ کی محبت علی کے لیے دعا اور دشمن کے لیے بددعا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے نزدیک حضرت علی بن ابوطالب سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی شخص نہ تھا، یہاں تک کہ ایک قریشی سے میری دوستی صرف اس وجہ سے تھی کہ وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناپسند کرتا تھا۔ اس شخص کو نبی کریم ﷺ نے ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، میں بھی اس کے لشکر میں شامل ہو گیا، اس کی وجہ بھی صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناپسند کرنا تھی۔ اس جنگ میں کچھ دشمن قیدی ہوئے۔ اس امیر لشکر نے نبی کریم ﷺ کی طرف لکھا، کہ کسی ایسے آدمی کو بھیجیں، جو مال غنیمت تقسیم کر دے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ ان قیدیوں میں ایک وصیفہ نامی باندی بھی تھی، جو کہ سب سے زیادہ حسین و جمیل تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب تقسیم فرمائی، تو وصیفہ نامی باندی خمس کے طور پر اہل بیت کے حصہ میں آئی۔ پھر جب اہل بیت میں تقسیم ہوئی تو وہ وصیفہ آل علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کے سرانور سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ہم نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے وصیفہ نامی باندی نہیں دیکھی؟ وہ خمس کے طور پر اہل بیت رسول ﷺ کے حصہ میں آئی، پھر اہل بیت سے آل علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی، میں نے اس سے مباشرت کی ہے۔ قریشی امیر لشکر نے ایک قاصد مکتوب اور مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا، مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقرار کے گواہ کے طور پر بھیجا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو خط پڑھ کر سنانا شروع کیا، تو وہ

۹۷ (۸۴۸۲): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَلِيلِ بْنُ عَطِيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيدَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ حَتَّى أَحْبَبْتُ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ لَا أَحِبُّهُ إِلَّا عَلَى بَغْضَاءِ عَلِيٍّ، فَبِعْتُ ذَلِكَ الرَّجُلَ عَلَى خَيْلٍ، فَصَحِبْتَهُ، وَمَا أَصْحَبَهُ إِلَّا عَنَى بَغْضَاءِ عَلِيٍّ، فَأَصَابَ سَبِيَّهُ، فَكَتَبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبْعَثَ إِلَيْهِ مَنْ يُخَمِّسُهُ، فَبَعَثَ إِلَيْنَا عَلِيًّا، وَفِي السَّبْيِ وَصِيْفَةٌ مِنْ أَفْضَلِ السَّبْيِ، فَلَمَّا خَمَسَهُ صَارَتْ الْوَصِيْفَةُ فِي الْخُمْسِ، ثُمَّ خَمَسَ فَصَارَتْ فِي أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ خَمَسَ فَصَارَتْ فِي آلِ عَلِيٍّ، فَاتَانَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فُقُلْنَا: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: أَلَمْ تَرَوْا الْوَصِيْفَةَ؟ صَارَتْ فِي الْخُمْسِ، ثُمَّ صَارَتْ فِي أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَارَتْ فِي آلِ عَلِيٍّ، فَوَقَعَتْ عَلَيْهَا، فَكَتَبَ وَبَعَثَنِي مُصَدِّقًا لِكِتَابِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَدِّقًا لِمَا قَالَ عَلِيٌّ: فَجَعَلْتُ أَقُولُ عَلَيْهِ: وَيَقُولُ: صَدَقَ وَأَقُولُ: وَيَقُولُ: صَدَقَ، فَأَمْسَكَ بِيَدِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: أَتَبْغِضُ عَلِيًّا؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ فَقَالَ: لَا تَبْغِضْهُ، وَإِنْ كُنْتَ تُحِبُّهُ فَازِدْ لَهُ حُبًّا، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَنَصِيبُ آلِ عَلِيٍّ فِي الْخُمْسِ أَفْضَلُ مِنْ وَصِيْفَةٍ فَمَا كَانَ أَحَدٌ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ عَلِيٍّ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيدَةَ: وَاللَّهِ مَا فِي الْحَدِيثِ بَيْنِي وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ أَبِي (۱)

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۸۲، ۸۴۸۳، ۸۴۸۴، ۸۴۸۵، ۸۴۸۶، ۸۴۸۷، ۸۴۸۸، ۸۴۸۹، ۸۴۹۰، ۸۴۹۱، ۸۴۹۲، ۸۴۹۳، ۸۴۹۴، ۸۴۹۵، ۸۴۹۶، ۸۴۹۷، ۸۴۹۸، ۸۴۹۹، ۸۵۰۰، ۸۵۰۱، ۸۵۰۲، ۸۵۰۳، ۸۵۰۴، ۸۵۰۵، ۸۵۰۶، ۸۵۰۷، ۸۵۰۸، ۸۵۰۹، ۸۵۱۰، ۸۵۱۱، ۸۵۱۲، ۸۵۱۳، ۸۵۱۴، ۸۵۱۵، ۸۵۱۶، ۸۵۱۷، ۸۵۱۸، ۸۵۱۹، ۸۵۲۰، ۸۵۲۱، ۸۵۲۲، ۸۵۲۳، ۸۵۲۴، ۸۵۲۵، ۸۵۲۶، ۸۵۲۷، ۸۵۲۸، ۸۵۲۹، ۸۵۳۰، ۸۵۳۱، ۸۵۳۲، ۸۵۳۳، ۸۵۳۴، ۸۵۳۵، ۸۵۳۶، ۸۵۳۷، ۸۵۳۸، ۸۵۳۹، ۸۵۴۰، ۸۵۴۱، ۸۵۴۲، ۸۵۴۳، ۸۵۴۴، ۸۵۴۵، ۸۵۴۶، ۸۵۴۷، ۸۵۴۸، ۸۵۴۹، ۸۵۵۰، ۸۵۵۱، ۸۵۵۲، ۸۵۵۳، ۸۵۵۴، ۸۵۵۵، ۸۵۵۶، ۸۵۵۷، ۸۵۵۸، ۸۵۵۹، ۸۵۶۰، ۸۵۶۱، ۸۵۶۲، ۸۵۶۳، ۸۵۶۴، ۸۵۶۵، ۸۵۶۶، ۸۵۶۷، ۸۵۶۸، ۸۵۶۹، ۸۵۷۰، ۸۵۷۱، ۸۵۷۲، ۸۵۷۳، ۸۵۷۴، ۸۵۷۵، ۸۵۷۶، ۸۵۷۷، ۸۵۷۸، ۸۵۷۹، ۸۵۸۰، ۸۵۸۱، ۸۵۸۲، ۸۵۸۳، ۸۵۸۴، ۸۵۸۵، ۸۵۸۶، ۸۵۸۷، ۸۵۸۸، ۸۵۸۹، ۸۵۹۰، ۸۵۹۱، ۸۵۹۲، ۸۵۹۳، ۸۵۹۴، ۸۵۹۵، ۸۵۹۶، ۸۵۹۷، ۸۵۹۸، ۸۵۹۹، ۸۶۰۰، ۸۶۰۱، ۸۶۰۲، ۸۶۰۳، ۸۶۰۴، ۸۶۰۵، ۸۶۰۶، ۸۶۰۷، ۸۶۰۸، ۸۶۰۹، ۸۶۱۰، ۸۶۱۱، ۸۶۱۲، ۸۶۱۳، ۸۶۱۴، ۸۶۱۵، ۸۶۱۶، ۸۶۱۷، ۸۶۱۸، ۸۶۱۹، ۸۶۲۰، ۸۶۲۱، ۸۶۲۲، ۸۶۲۳، ۸۶۲۴، ۸۶۲۵، ۸۶۲۶، ۸۶۲۷، ۸۶۲۸، ۸۶۲۹، ۸۶۳۰، ۸۶۳۱، ۸۶۳۲، ۸۶۳۳، ۸۶۳۴، ۸۶۳۵، ۸۶۳۶، ۸۶۳۷، ۸۶۳۸، ۸۶۳۹، ۸۶۴۰، ۸۶۴۱، ۸۶۴۲، ۸۶۴۳، ۸۶۴۴، ۸۶۴۵، ۸۶۴۶، ۸۶۴۷، ۸۶۴۸، ۸۶۴۹، ۸۶۵۰، ۸۶۵۱، ۸۶۵۲، ۸۶۵۳، ۸۶۵۴، ۸۶۵۵، ۸۶۵۶، ۸۶۵۷، ۸۶۵۸، ۸۶۵۹، ۸۶۶۰، ۸۶۶۱، ۸۶۶۲، ۸۶۶۳، ۸۶۶۴، ۸۶۶۵، ۸۶۶۶، ۸۶۶۷، ۸۶۶۸، ۸۶۶۹، ۸۶۷۰، ۸۶۷۱، ۸۶۷۲، ۸۶۷۳، ۸۶۷۴، ۸۶۷۵، ۸۶۷۶، ۸۶۷۷، ۸۶۷۸، ۸۶۷۹، ۸۶۸۰، ۸۶۸۱، ۸۶۸۲، ۸۶۸۳، ۸۶۸۴، ۸۶۸۵، ۸۶۸۶، ۸۶۸۷، ۸۶۸۸، ۸۶۸۹، ۸۶۹۰، ۸۶۹۱، ۸۶۹۲، ۸۶۹۳، ۸۶۹۴، ۸۶۹۵، ۸۶۹۶، ۸۶۹۷، ۸۶۹۸، ۸۶۹۹، ۸۷۰۰، ۸۷۰۱، ۸۷۰۲، ۸۷۰۳، ۸۷۰۴، ۸۷۰۵، ۸۷۰۶، ۸۷۰۷، ۸۷۰۸، ۸۷۰۹، ۸۷۱۰، ۸۷۱۱، ۸۷۱۲، ۸۷۱۳، ۸۷۱۴، ۸۷۱۵، ۸۷۱۶، ۸۷۱۷، ۸۷۱۸، ۸۷۱۹، ۸۷۲۰، ۸۷۲۱، ۸۷۲۲، ۸۷۲۳، ۸۷۲۴، ۸۷۲۵، ۸۷۲۶، ۸۷۲۷، ۸۷۲۸، ۸۷۲۹، ۸۷۳۰، ۸۷۳۱، ۸۷۳۲، ۸۷۳۳، ۸۷۳۴، ۸۷۳۵، ۸۷۳۶، ۸۷۳۷، ۸۷۳۸، ۸۷۳۹، ۸۷۴۰، ۸۷۴۱، ۸۷۴۲، ۸۷۴۳، ۸۷۴۴، ۸۷۴۵، ۸۷۴۶، ۸۷۴۷، ۸۷۴۸، ۸۷۴۹، ۸۷۵۰، ۸۷۵۱، ۸۷۵۲، ۸۷۵۳، ۸۷۵۴، ۸۷۵۵، ۸۷۵۶، ۸۷۵۷، ۸۷۵۸، ۸۷۵۹، ۸۷۶۰، ۸۷۶۱، ۸۷۶۲، ۸۷۶۳، ۸۷۶۴، ۸۷۶۵، ۸۷۶۶، ۸۷۶۷، ۸۷۶۸، ۸۷۶۹، ۸۷۷۰، ۸۷۷۱، ۸۷۷۲، ۸۷۷۳، ۸۷۷۴، ۸۷۷۵، ۸۷۷۶، ۸۷۷۷، ۸۷۷۸، ۸۷۷۹، ۸۷۸۰، ۸۷۸۱، ۸۷۸۲، ۸۷۸۳، ۸۷۸۴، ۸۷۸۵، ۸۷۸۶، ۸۷۸۷، ۸۷۸۸، ۸۷۸۹، ۸۷۹۰، ۸۷۹۱، ۸۷۹۲، ۸۷۹۳، ۸۷۹۴، ۸۷۹۵، ۸۷۹۶، ۸۷۹۷، ۸۷۹۸، ۸۷۹۹، ۸۸۰۰، ۸۸۰۱، ۸۸۰۲، ۸۸۰۳، ۸۸۰۴، ۸۸۰۵، ۸۸۰۶، ۸۸۰۷، ۸۸۰۸، ۸۸۰۹، ۸۸۱۰، ۸۸۱۱، ۸۸۱۲، ۸۸۱۳، ۸۸۱۴، ۸۸۱۵، ۸۸۱۶، ۸۸۱۷، ۸۸۱۸، ۸۸۱۹، ۸۸۲۰، ۸۸۲۱، ۸۸۲۲، ۸۸۲۳، ۸۸۲۴، ۸۸۲۵، ۸۸۲۶، ۸۸۲۷، ۸۸۲۸، ۸۸۲۹، ۸۸۳۰، ۸۸۳۱، ۸۸۳۲، ۸۸۳۳، ۸۸۳۴، ۸۸۳۵، ۸۸۳۶، ۸۸۳۷، ۸۸۳۸، ۸۸۳۹، ۸۸۴۰، ۸۸۴۱، ۸۸۴۲، ۸۸۴۳، ۸۸۴۴، ۸۸۴۵، ۸۸۴۶، ۸۸۴۷، ۸۸۴۸، ۸۸۴۹، ۸۸۵۰، ۸۸۵۱، ۸۸۵۲، ۸۸۵۳، ۸۸۵۴، ۸۸۵۵، ۸۸۵۶، ۸۸۵۷، ۸۸۵۸، ۸۸۵۹، ۸۸۶۰، ۸۸۶۱، ۸۸۶۲، ۸۸۶۳، ۸۸۶۴، ۸۸۶۵، ۸۸۶۶، ۸۸۶۷، ۸۸۶۸، ۸۸۶۹، ۸۸۷۰، ۸۸۷۱، ۸۸۷۲، ۸۸۷۳، ۸۸۷۴، ۸۸۷۵، ۸۸۷۶، ۸۸۷۷، ۸۸۷۸، ۸۸۷۹، ۸۸۸۰، ۸۸۸۱، ۸۸۸۲، ۸۸۸۳، ۸۸۸۴، ۸۸۸۵، ۸۸۸۶، ۸۸۸۷، ۸۸۸۸، ۸۸۸۹، ۸۸۹۰، ۸۸۹۱، ۸۸۹۲، ۸۸۹۳، ۸۸۹۴، ۸۸۹۵، ۸۸۹۶، ۸۸۹۷، ۸۸۹۸، ۸۸۹۹، ۸۹۰۰، ۸۹۰۱، ۸۹۰۲، ۸۹۰۳، ۸۹۰۴، ۸۹۰۵، ۸۹۰۶، ۸۹۰۷، ۸۹۰۸، ۸۹۰۹، ۸۹۱۰، ۸۹۱۱، ۸۹۱۲، ۸۹۱۳، ۸۹۱۴، ۸۹۱۵، ۸۹۱۶، ۸۹۱۷، ۸۹۱۸، ۸۹۱۹، ۸۹۲۰، ۸۹۲۱، ۸۹۲۲، ۸۹۲۳، ۸۹۲۴، ۸۹۲۵، ۸۹۲۶، ۸۹۲۷، ۸۹۲۸، ۸۹۲۹، ۸۹۳۰، ۸۹۳۱، ۸۹۳۲، ۸۹۳۳، ۸۹۳۴، ۸۹۳۵، ۸۹۳۶، ۸۹۳۷، ۸۹۳۸، ۸۹۳۹، ۸۹۴۰، ۸۹۴۱، ۸۹۴۲، ۸۹۴۳، ۸۹۴۴، ۸۹۴۵، ۸۹۴۶، ۸۹۴۷، ۸۹۴۸، ۸۹۴۹، ۸۹۵۰، ۸۹۵۱، ۸۹۵۲، ۸۹۵۳، ۸۹۵۴، ۸۹۵۵، ۸۹۵۶، ۸۹۵۷، ۸۹۵۸، ۸۹۵۹، ۸۹۶۰، ۸۹۶۱، ۸۹۶۲، ۸۹۶۳، ۸۹۶۴، ۸۹۶۵، ۸۹۶۶، ۸۹۶۷، ۸۹۶۸، ۸۹۶۹، ۸۹۷۰، ۸۹۷۱، ۸۹۷۲، ۸۹۷۳، ۸۹۷۴، ۸۹۷۵، ۸۹۷۶، ۸۹۷۷، ۸۹۷۸، ۸۹۷۹، ۸۹۸۰، ۸۹۸۱، ۸۹۸۲، ۸۹۸۳، ۸۹۸۴، ۸۹۸۵، ۸۹۸۶، ۸۹۸۷، ۸۹۸۸، ۸۹۸۹، ۸۹۹۰، ۸۹۹۱، ۸۹۹۲، ۸۹۹۳، ۸۹۹۴، ۸۹۹۵، ۸۹۹۶، ۸۹۹۷، ۸۹۹۸، ۸۹۹۹، ۹۰۰۰، ۹۰۰۱، ۹۰۰۲، ۹۰۰۳، ۹۰۰۴، ۹۰۰۵، ۹۰۰۶، ۹۰۰۷، ۹۰۰۸، ۹۰۰۹، ۹۰۱۰، ۹۰۱۱، ۹۰۱۲، ۹۰۱۳، ۹۰۱۴، ۹۰۱۵، ۹۰۱۶، ۹۰۱۷، ۹۰۱۸، ۹۰۱۹، ۹۰۲۰، ۹۰۲۱، ۹۰۲۲، ۹۰۲۳، ۹۰۲۴، ۹۰۲۵، ۹۰۲۶، ۹۰۲۷، ۹۰۲۸، ۹۰۲۹، ۹۰۳۰، ۹۰۳۱، ۹۰۳۲، ۹۰۳۳، ۹۰۳۴، ۹۰۳۵، ۹۰۳۶، ۹۰۳۷، ۹۰۳۸، ۹۰۳۹، ۹۰۴۰، ۹۰۴۱، ۹۰۴۲، ۹۰۴۳، ۹۰۴۴، ۹۰۴۵، ۹۰۴۶، ۹۰۴۷، ۹۰۴۸، ۹۰۴۹، ۹۰۵۰، ۹۰۵۱، ۹۰۵۲، ۹۰۵۳، ۹۰۵۴، ۹۰۵۵، ۹۰۵۶، ۹۰۵۷، ۹۰۵۸، ۹۰۵۹، ۹۰۶۰، ۹۰۶۱، ۹۰۶۲، ۹۰۶۳، ۹۰۶۴، ۹۰۶۵، ۹۰۶۶، ۹۰۶۷، ۹۰۶۸، ۹۰۶۹، ۹۰۷۰، ۹۰۷۱، ۹۰۷۲، ۹۰۷۳، ۹۰۷۴، ۹۰۷۵، ۹۰۷۶، ۹۰۷۷، ۹۰۷۸، ۹۰۷۹، ۹۰۸۰، ۹۰۸۱، ۹۰۸۲، ۹۰۸۳، ۹۰۸۴، ۹۰۸۵، ۹۰۸۶، ۹۰۸۷، ۹۰۸۸، ۹۰۸۹، ۹۰۹۰، ۹۰۹۱، ۹۰۹۲، ۹۰۹۳، ۹۰۹۴، ۹۰۹۵، ۹۰۹۶، ۹۰۹۷، ۹۰۹۸، ۹۰۹۹، ۹۱۰۰، ۹۱۰۱، ۹۱۰۲، ۹۱۰۳، ۹۱۰۴، ۹۱۰۵، ۹۱۰۶، ۹۱۰۷، ۹۱۰۸، ۹۱۰۹، ۹۱۱۰، ۹۱۱۱، ۹۱۱۲، ۹۱۱۳، ۹۱۱۴، ۹۱۱۵، ۹۱۱۶، ۹۱۱۷، ۹۱۱۸، ۹۱۱۹، ۹۱۲۰، ۹۱۲۱، ۹۱۲۲، ۹۱۲۳، ۹۱۲۴، ۹۱۲۵، ۹۱۲۶، ۹۱۲۷، ۹۱۲۸، ۹۱۲۹، ۹۱۳۰، ۹۱۳۱، ۹۱۳۲، ۹۱۳۳، ۹۱۳۴، ۹۱۳۵، ۹۱۳۶، ۹۱۳۷، ۹۱۳۸، ۹۱۳۹، ۹۱۴۰، ۹۱۴۱، ۹۱۴۲، ۹۱۴۳، ۹۱۴۴، ۹۱۴۵، ۹۱۴۶، ۹۱۴۷، ۹۱۴۸، ۹۱۴۹، ۹۱۵۰، ۹۱۵۱، ۹۱۵۲، ۹۱۵۳، ۹۱۵۴، ۹۱۵۵، ۹۱۵۶، ۹۱۵۷، ۹۱۵۸، ۹۱۵۹، ۹۱۶۰، ۹۱۶۱، ۹۱۶۲، ۹۱۶۳، ۹۱۶۴، ۹۱۶۵، ۹۱۶۶، ۹۱۶۷، ۹۱۶۸، ۹۱۶۹، ۹۱۷۰، ۹۱۷۱، ۹۱۷۲، ۹۱۷۳، ۹۱۷۴، ۹۱۷۵، ۹۱۷۶، ۹۱۷۷، ۹۱۷۸، ۹۱۷۹، ۹۱۸۰، ۹۱۸۱، ۹۱۸۲، ۹۱۸۳، ۹۱۸۴، ۹۱۸۵، ۹۱۸۶، ۹۱۸۷، ۹۱۸۸، ۹۱۸۹، ۹۱۹۰، ۹۱۹۱، ۹۱۹۲، ۹۱۹۳، ۹۱۹۴، ۹۱۹۵، ۹۱۹۶، ۹۱۹۷، ۹۱۹۸، ۹۱۹۹، ۹۲۰۰، ۹۲۰۱، ۹۲۰۲، ۹۲۰۳، ۹۲۰۴، ۹۲۰۵، ۹۲۰۶، ۹۲۰۷، ۹۲۰۸، ۹۲۰۹، ۹۲۱۰، ۹۲۱۱، ۹۲۱۲، ۹۲۱۳، ۹۲۱۴، ۹۲۱۵، ۹۲۱۶، ۹۲۱۷، ۹۲۱۸، ۹۲۱۹، ۹۲۲۰، ۹۲۲۱، ۹۲۲۲، ۹۲۲۳، ۹۲۲۴، ۹۲۲۵، ۹۲۲۶، ۹۲۲۷، ۹۲۲۸، ۹۲۲۹، ۹۲۳۰، ۹۲۳۱، ۹۲۳۲، ۹۲۳۳، ۹۲۳۴، ۹۲۳۵، ۹۲۳۶، ۹۲۳۷، ۹۲۳۸، ۹۲۳۹، ۹۲۴۰، ۹۲۴۱، ۹۲۴۲، ۹۲۴۳، ۹۲۴۴، ۹۲۴۵، ۹۲۴۶، ۹۲۴۷، ۹۲۴۸، ۹۲۴۹، ۹۲۵۰، ۹۲۵۱، ۹۲۵۲، ۹۲۵۳، ۹۲۵۴، ۹۲۵۵، ۹۲۵۶، ۹۲۵۷، ۹۲۵۸، ۹۲۵۹، ۹۲۶۰، ۹۲۶۱، ۹۲۶۲، ۹۲۶۳، ۹۲۶۴، ۹۲۶۵، ۹۲۶۶، ۹۲۶۷، ۹۲۶۸، ۹۲۶۹، ۹۲۷۰، ۹۲۷۱، ۹۲۷۲، ۹۲۷۳، ۹۲۷۴، ۹۲۷۵، ۹۲۷۶، ۹۲۷۷، ۹۲۷۸، ۹۲۷۹، ۹۲۸۰، ۹۲۸۱، ۹۲۸۲، ۹۲۸۳، ۹۲۸۴، ۹۲۸۵، ۹۲۸۶، ۹۲۸۷، ۹۲۸۸، ۹۲۸۹، ۹۲۹۰، ۹۲۹۱، ۹۲۹۲، ۹۲۹۳، ۹۲۹۴، ۹۲۹۵، ۹۲۹۶، ۹۲۹۷، ۹۲۹۸، ۹۲۹۹، ۹۳۰۰، ۹۳۰۱، ۹۳۰۲، ۹۳۰۳، ۹۳۰۴، ۹۳۰۵، ۹۳۰۶، ۹۳۰۷، ۹۳۰۸، ۹۳۰۹، ۹۳۱۰، ۹۳۱۱، ۹۳۱۲، ۹۳۱۳، ۹۳۱۴، ۹۳۱۵، ۹۳۱۶، ۹۳۱۷، ۹۳۱۸، ۹۳۱۹، ۹۳۲۰، ۹۳۲۱، ۹۳۲۲، ۹۳۲۳، ۹۳۲۴، ۹۳۲۵، ۹۳۲۶، ۹۳۲۷، ۹۳۲۸، ۹۳۲۹، ۹۳۳۰، ۹۳۳۱، ۹۳۳۲، ۹۳۳۳، ۹۳۳۴، ۹۳۳۵، ۹۳۳۶، ۹۳۳۷، ۹۳۳۸، ۹۳۳۹، ۹۳۴۰، ۹۳۴۱، ۹۳۴۲، ۹۳۴۳، ۹۳۴۴، ۹۳۴۵، ۹۳۴۶، ۹۳۴۷، ۹۳۴۸، ۹۳۴۹، ۹۳۵۰، ۹۳۵۱، ۹۳۵۲، ۹۳۵۳، ۹۳۵۴، ۹۳۵۵، ۹۳۵۶، ۹۳۵۷، ۹۳۵۸، ۹۳۵۹، ۹۳۶۰، ۹۳۶۱، ۹۳۶۲، ۹۳۶۳، ۹۳۶۴، ۹۳۶۵، ۹۳۶۶، ۹۳۶۷، ۹۳۶۸، ۹۳۶۹، ۹۳۷۰، ۹۳۷۱، ۹۳۷۲، ۹۳۷۳، ۹۳۷۴، ۹۳۷۵، ۹۳۷۶، ۹۳۷۷، ۹۳۷۸، ۹۳۷۹، ۹۳۸۰، ۹۳۸۱، ۹۳۸۲، ۹۳۸۳، ۹۳۸۴، ۹۳۸۵، ۹۳۸۶، ۹۳۸۷، ۹۳۸۸، ۹۳۸۹، ۹۳۹۰، ۹۳۹۱، ۹۳۹۲، ۹۳۹۳، ۹۳۹۴، ۹۳۹۵، ۹۳۹۶، ۹۳۹۷، ۹۳۹۸، ۹۳۹۹، ۹۴۰۰، ۹۴۰۱، ۹۴۰۲، ۹۴۰۳، ۹۴۰۴، ۹۴۰۵، ۹۴۰۶، ۹۴۰۷، ۹۴۰۸، ۹۴۰۹، ۹۴۱۰، ۹۴۱۱، ۹۴۱۲، ۹۴۱۳، ۹۴۱۴، ۹۴۱۵، ۹۴۱۶، ۹۴۱۷، ۹۴۱۸، ۹۴۱۹، ۹۴۲۰، ۹۴۲۱، ۹۴۲۲، ۹۴۲۳، ۹۴۲۴، ۹۴۲۵، ۹۴۲۶، ۹۴۲۷، ۹۴۲۸، ۹۴۲۹، ۹۴۳۰، ۹۴۳۱، ۹۴۳۲، ۹۴۳۳، ۹۴۳۴، ۹۴۳۵، ۹۴۳۶، ۹۴۳۷، ۹۴۳۸، ۹۴۳۹، ۹۴۴۰، ۹۴۴۱، ۹۴۴۲، ۹۴۴۳، ۹۴۴۴، ۹۴۴۵، ۹۴۴۶، ۹۴۴۷، ۹۴۴۸، ۹۴۴۹، ۹۴۵۰، ۹۴۵۱، ۹۴۵۲، ۹۴۵۳، ۹۴۵۴، ۹۴۵۵، ۹۴۵۶، ۹۴۵۷، ۹۴۵۸، ۹۴۵۹، ۹۴۶۰، ۹۴۶۱، ۹۴۶۲، ۹۴۶۳، ۹۴۶۴، ۹۴۶۵، ۹۴۶۶، ۹۴۶۷، ۹۴۶۸، ۹۴۶۹، ۹۴۷۰، ۹۴۷۱، ۹۴۷۲، ۹۴۷۳، ۹۴۷۴، ۹۴۷۵، ۹۴۷۶، ۹۴۷۷، ۹۴۷۸، ۹۴۷۹، ۹۴۸۰، ۹۴۸۱، ۹۴۸۲، ۹۴۸۳، ۹۴۸۴، ۹۴۸۵، ۹۴۸۶، ۹۴۸۷، ۹۴۸۸، ۹۴۸۹، ۹۴۹۰، ۹۴۹۱، ۹۴۹۲، ۹۴۹۳، ۹۴۹۴، ۹۴۹۵، ۹۴۹۶، ۹۴۹۷، ۹۴۹۸، ۹۴۹۹، ۹۵۰۰، ۹۵۰۱، ۹۵۰۲، ۹۵۰۳، ۹۵۰۴، ۹۵۰۵، ۹۵۰۶، ۹۵۰۷، ۹۵۰۸، ۹۵۰۹، ۹۵۱۰، ۹۵۱۱، ۹۵۱۲، ۹۵۱۳، ۹۵۱۴، ۹۵۱۵، ۹۵۱۶، ۹۵۱۷، ۹۵۱۸، ۹۵۱۹، ۹۵۲۰، ۹۵۲۱، ۹۵۲۲، ۹۵۲۳، ۹۵۲۴، ۹۵۲۵، ۹۵۲۶، ۹۵۲۷، ۹۵۲۸، ۹۵۲۹، ۹۵۳۰، ۹۵۳۱، ۹۵۳۲، ۹۵۳۳، ۹۵۳۴، ۹۵۳۵، ۹۵۳۶، ۹۵۳۷، ۹۵۳۸، ۹۵۳۹، ۹۵۴۰، ۹۵۴۱، ۹۵۴۲، ۹۵۴۳، ۹۵۴۴، ۹۵۴۵، ۹۵۴۶، ۹۵۴۷، ۹۵۴۸، ۹۵۴۹، ۹۵۵۰، ۹۵۵۱، ۹۵۵۲، ۹۵۵۳، ۹۵۵۴،

(قاصد) تصدیق کرتا اور کہتا یہ سچ کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کیا تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناپسند کرتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اسے ناپسند مت کر، اگر تو اس سے محبت کرتا ہے تو اور زیادہ محبت کرے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! آل علی کا خمس میں حصہ وصیفہ سے زیادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد مجھے سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔

نقد حدیث: حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس حدیث کی روایت میں میرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میرے والد کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

حضرت سعید بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کھلے مقام میں فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غدیر خم کے دن سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میرا دوست ہے اور میں تمام ایمان والوں کا ولی ہوں، جس کا میں ولی ہوں، اس کا یہ بھی ولی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ!! تو اسے پسند فرما، جو اسے پسند کرتا ہے، جو اس سے دشمنی کرتا ہے، تو بھی اسے دشمن بنا، جو اس کی مدد کرے، تو اس کی مدد کر۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری جانب سے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے حضرت زید بن شیح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میری جانب سے کھڑے ہوئے حضرت عمرو ذومر کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ تو اس سے محبت فرما، جو اس سے محبت کرے، جو اس سے بغض رکھے، تو بھی اسے ناپسند فرما۔

نقد حدیث: اسرائیل از ابو اسحاق شیبانی از عمرو ذومر نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں بھی ”احب“ کے الفاظ ہیں۔

۹۸ (۸۲۸۳): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: قَالَ عَلِيُّ فِي الرَّحْبَةِ: أَنْشُدُ بِاللَّهِ مَنْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ، وَمَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَهَذَا وَلِيُّهُ، اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَأَنْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ. قَالَ: فَقَالَ سَعِيدٌ: قَامَ إِلَيَّ جُنْبِي سِتَّةٌ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ يَثِيجَ: قَامَ عِنْدِي سِتَّةٌ. وَقَالَ عَمْرُو ذُو مَرَّةٍ: أَحَبُّ مَنْ أَحَبَّهُ وَأَبْغَضُ مَنْ أَبْغَضَهُ وَسَأَقُ الْحَدِيثَ. رَوَاهُ إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَمْرُو ذِي مَرَّةٍ أَحَبُّ (۱)

۹۹ (۸۲۸۳): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَلْفٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو ذِي مَرٍّ قَالَ: " شَهِدْتُ عَلِيًّا بِالرَّحْبَةِ يَنْشُدُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " : أَيُّكُمْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ مَا قَالَ: فَقَامَ أَنَسٌ فَشَهِدُوا أَنَّهُمْ سَمِعُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَإِنَّ عَلِيًّا مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَأَحِبَّ مَنْ أَحَبَّهُ وَأَبْغَضْ مَنْ أَبْغَضَهُ وَأَنْصِرْ مَنْ نَصَرَهُ " (۱)

حضرت عمر زومر بیان کرتے ہیں: میں اس کھلے مقام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں موجود تھا، جب آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو قسم دے کر پوچھا: تم میں سے غدیر خم کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد مبارک کس کس نے سنا ہے؟ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ بلاشبہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمان سنا: جس کا میں مولیٰ ہوں، بلاشبہ اس کے علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ! تو اس کو دوست بنا، جو اس کو دوست بنائے۔ تو اس سے دشمنین فرما، جو اس سے دشمنی کرے، تو اس سے محبت فرما، جو اس سے محبت کرے، تو اس کی مدد فرما، جو اس کی مدد کرے۔

۳۳۔ الفرق بین المؤمنین والمنافقین

مؤمن اور منافق کے درمیان فرق کی علامت

۱۰۰ (۸۲۸۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زُرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لِعَهْدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ: لَا يُحِبُّنِي إِلَّا الْمُؤْمِنُ، وَلَا يَبْغُضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ (۲)

۱۰۱ (۸۲۸۶): أَخْبَرَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زُرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: عَهَدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ لَا يُحِبُّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يَبْغُضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے ہیں: اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو نکالا اور انسان کو پیدا فرمایا، نبی امی نے مجھ سے وعدہ فرمایا: ہر مومن مجھ سے محبت کرے گا اور مجھ سے بغض صرف منافق رکھے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم رضی اللہ عنہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا: ہر مومن مجھ سے محبت کرے گا اور مجھ سے بغض رکھنے والا منافق ہوگا۔

۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۸۳، ۸۲۸۴، ۸۲۸۵، ۸۱۵۳، ۸۳۳۱، ۸۰۹۷، احمد: ۹۵۰، ۹۵۱، iii۔ مسند البزازی: ۷۸۶، iv۔ جزء فیہ ما انتقاہ ابن مردودیه: ۱۰۵

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۸۵، ۸۱۵۳، ۸۳۳۱، ۸۰۹۷، احمد: ۸۲۸۵، ۸۱۵۳، ۸۳۳۱، ۸۰۹۷، عن سلمة: فضائل الصحابة: ۴۹۸، ۹۶۱، مسلم: ۲۳۰، ترمذی: ۳۷۳۶، نسائی: ۵۰۳۳، ابن ماجہ: ۱۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۳۳، ۵۰۳۷، مسند الحمیدی: ۵۸، البحر الزخار المعروف بـ مسند البزازی: ۵۶۰، کتاب السنن لابن ابی عاصم: ۱۳۲۵، مسند ابی یعلیٰ: ۲۸۶، ۳۳۱، کتاب الایمان لابن مندہ: ۶۶۱، معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ص ۱۸۰، البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۲۶۹، ۲۷۰، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان: ۶۸۸۵، مشکاۃ: ۶۰۸۸۔

۳۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۸۶، ۸۳۳۲، ii۔ الفوائد المنتقاہ والغرائب الحسان للصوری، ص ۳۸

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی امی نے مجھ سے وعدہ فرمایا: ہر مومن تجھ سے پیار کرے گا اور تجھ سے بغض رکھنے والا منافق ہو گا۔

۱۰۲ (۸۴۸۷): أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عَمِيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ زُرٍّ قَالَ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ إِنَّهُ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يَبْغُضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ (۱)

۳۳- ذِكْرُ الْمَثَلِ الَّذِي ضَرَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مثال بیان کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے، یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بغض کیا، یہاں تک کہ ان کی والدہ پر تہمت لگائی عیسائیوں نے ان سے محبت کی اور اس محبت میں غلو کیا۔

۱۰۳ (۸۴۸۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ الْأَبَارُ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ حَصِيْرَةَ عَنْ أَبِي صَادِقٍ، عَنْ رَيْبَعَةَ بْنِ نَاجِدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ فَبِكِ مَثَلُ مَنْ عَيْسَى، أَبْغَضَتْهُ يَهُودٌ حَتَّى بَهَتُوا أُمَّهُ، وَأَحْبَبَتْهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلِ الَّذِي لَيْسَ بِهِ (۲)

۳۵- ذِكْرُ مَنْزِلَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَقُرْبِهِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِزَوْجِهِ بِهِ، وَحُبِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قرب اور قدر و منزلت

حضرت علاء بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں، جو غزوہ احد کے دن پھرنے والے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمایا دیا، پھر انہیں تھوڑی سی بھول کی وجہ سے لوگوں نے شہید کر دیا۔ اس شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کی شان نہ پوچھو کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شان نہیں دیکھی۔

۱۰۴ (۸۴۸۹): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَلَاءِ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ، عَنْ عُثْمَانَ قَالَ: كَانَ مِنَ الَّذِينَ تَوَلَّوْا يَوْمَ التَّقْيِ الْجُمُعَانِ، فَتَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَصَابَ ذَنْبًا فَتَقَلَّبَتْهُ وَسَأَلَهُ عَنْ عَلِيٍّ فَقَالَ: لَا تَسَلْ عَنْهُ إِلَّا قُرْبَ مَنْزِلَتِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۳)

۱- السنن الكبرى للنسائی: ۸۴۸۷، ۸۴۸۸

۲- السنن الكبرى للنسائی: ۸۴۸۸، ۸۴۸۹، احمد: ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، فضائل الصحابة: ۱۰۲۵، ۱۰۸۷، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، البحر الزخار المعروف بمسند البرزاز: ۷۵۸، ابن احمد: ۱۹۵، ۱۹۶، السنة لعبد اللہ بن احمد: ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۳۰، المستدرک للحاکم: ۳۶۸، كشف الاستار: ۲۵۶۶، ذخائر العقبی، ص ۱۱۲، الریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۱۶۷، البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۲۷۰، طبع آخر، ج ۷، ص ۵۸۶، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۲۹۳، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۷۳، ۳۷۴، مجمع الزوائد: ۱۲۷۶۲، فتح البین فی فضل الخلفاء الراشدين، ص ۲۳۹، مشکاة: ۶۱۰۳، الصواعق المحرقة، ص ۱۲۳، اتحاف الخیرة المھر: ۶۷۷-۶۷۸

iii- فضائل الصحابة: ۱۰۱۲

ii- مصنف عبدالرزاق: ۹۸۲۹

۳- السنن الكبرى للنسائی: ۸۴۸۹، ۸۴۹۰

vi- مجمع الزوائد: ۱۲۷۶۵

v- مجمع البحرين: ۳۶۸۴

iv- المعجم الاوسط: ۱۱۶۶

حضرت علاء بن عرار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مجھے کچھ بتائیں گے نہیں؟ انہوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا گھر سمجھتے تھے۔ میں اس کے علاوہ کچھ اور بیان نہیں کروں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے دن بہت بڑی خطا کی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا اور تمہارے ہوتے ہوئے بہت چھوٹی خطا ان سے سرزد ہوئی، لیکن تم نے ان کو شہید کر دیا۔

حضرت علاء بن عرار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مسجد نبوی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کے کیا کہنے، تم صرف اس بات کو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی کتنی قدر و منزلت تھی کہ ان کے علاوہ مسجد نبوی میں کسی اور کا گھر نہیں تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے غزوہ احد کے دن بہت بڑی خطا سرزد ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا اور ان کی بخشش فرمادی۔ جب کہ تمہارے زمانے میں ان سے بہت چھوٹی خطا سرزد ہوئی، تو تم نے انہیں شہید کر دیا۔

حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان نہ پوچھو! ان کی صرف یہ ایک شان دیکھو کہاں کا گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تھا۔ اس شخص نے کہا: میں انہیں ناپسند کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ناپسند کرتا ہے۔

۱۰۵ (۸۴۹۰): أَخْبَرَنِي هَلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ هَلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَرَارٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قُلْتُ: أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ؟ قَالَ: أَمَّا عَلِيٌّ فَهَذَا بَيْتُهُ مِنْ حُبِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أُحَدِّثُكَ عَنْهُ بغيرِهِ وَأَمَّا عُثْمَانُ فَإِنَّهُ أَذْنَبَ يَوْمَ أُحُدٍ ذَنْبًا عَظِيمًا، فَعَفَا اللَّهُ عَنْهُ وَأَذْنَبَ فِيكُمْ صَغِيرًا، فَتَقَلَّتْ مَوَةَ (۱)

۱۰۶ (۸۴۹۱): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَرَارٍ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ وَهُوَ فِي مَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ فَقَالَ: أَمَّا عَلِيٌّ فَلَا تَسْلُبُنِي عَنْهُ، وَأَنْظُرْ إِلَيَّ مِنْزِلَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ بَيْتٌ غَيْرَ بَيْتِهِ، وَأَمَّا عُثْمَانُ فَإِنَّهُ أَذْنَبَ ذَنْبًا عَظِيمًا تَوَلَّى يَوْمَ التَّقَى الْجَمْعَانَ، فَعَفَا اللَّهُ عَنْهُ، وَغَفَرَ لَهُ، وَأَذْنَبَ فِيكُمْ ذَنْبًا دُونَ فَتَقَلَّتْ مَوَةَ (۲)

۱۰۷ (۸۴۹۲): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَيَّ ابْنِ عُمَرَ، فَسَأَلَهُ عَنْ عَلِيٍّ فَقَالَ: لَا تَسَلْ عَنْ عَلِيٍّ، وَلَكِنْ أَنْظُرْ إِلَيَّ بَيْتِهِ مِنْ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَإِنِّي أَبْغِضُهُ قَالَ: أَبْغِضَكَ اللَّهُ (۳)

۱- السنن الكبرى للنسائی: ۸۴۳۷، ۸۴۹۱

۲

۱- السنن الكبرى للنسائی: ۸۴۳۶، ۸۴۹۰

۱

ii- بخاری: ۳۷۰۴

۱- السنن الكبرى للنسائی: ۸۴۳۸، ۸۴۹۲

۳

حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمن قثم بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیسے وارث ہیں؟ انہوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت میں آئے اور ہم سب سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستہ رہے۔

تقدیر سند: حضرت زید بن ابوانیسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ حدیث خالد بن قثم سے مروی ہے۔

حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت خالد بن قثم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: آپ کے دادا کے ہوتے ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کیسے بن گئے، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ کے دادا رسول اللہ کے چچا تھے؟ انہوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت میں آئے اور ہم سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی، تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلند سے بات کرتے ہوئے سنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی قسم میں جانتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انہیں تھپڑ مارنے کے لئے آگے بڑھے اور کہا: اے فلاں کی بیٹی! تمہاری یہ جرات کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے بات کرتی ہو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو روک دیا وہ غصہ کی حالت میں باہر چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میں نے اس شخص سے تمہیں کیسے بچایا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ آنے کی

۱۰۸ (۸۴۹۳): أَخْبَرَنِي هَلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ هَلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَأَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ قُثْمَ بْنَ عَبَّاسٍ مِنَ أَبِيْن وَرَثَ عَلِيٍّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: " إِنَّهُ كَانَ أَوْلَانَا بِهِ لِحُوقِهِ، وَأَشَدَّنَا لَهُ لِرُؤْمِهِ، خَالَفَهُ زَيْدُ بْنُ أَبِي أَنَيْسَةَ فَقَالَ: عَنْ خَالِدِ بْنِ قُثْمٍ (۱)

۱۰۹ (۸۴۹۴): أَخْبَرَنَا هَلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أَنَيْسَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ خَالِدِ بْنِ قُثْمٍ أَنَّهُ قِيلَ لَهُ: مَا لِعَلِيٍّ وَرَثَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُونَ جَدِّكَ وَهُوَ عَمُّهُ؟ قَالَ: إِنَّ عَلِيًّا كَانَ أَوْلَانَا بِهِ لِحُوقِهِ، وَأَشَدَّنَا بِهِ لُصُوقًا (۲)

۱۱۰ (۸۴۹۵): أَخْبَرَنِي عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ الْعِزَّارِ بْنِ حُرَيْثٍ، عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: اسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيَةً، وَهِيَ تَقُولُ: وَاللَّهِ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ عَلِيًّا أَحَبُّ إِلَيْكَ مِنْ أَبِي، فَأَهْوَى إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ: يَا ابْنَةَ فُلَانَةَ أَرَأَيْتَ تَرَفَعِينَ صَوْتِكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَامْسَكِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُغْضِبًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ كَيْفَ رَأَيْتِنِي أَنْقَذْتُكَ مِنَ الرَّجُلِ؟ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ ذَلِكَ وَقَدْ اصْطَلَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِشَةُ فَقَالَ: أَدْخَلَانِي فِي السَّلَامِ كَمَا أَدْخَلْتُمَانِي فِي الْحَرْبِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ فَعَلْنَا (۳)

iii- المستدرک للحاکم: ۴۶۹۰

ii- المعجم الکبیر، ج ۱۹، ص ۴۰

i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۹، ۸۴۹۳

v- ازالة الخفاء، ج ۴، ص ۲۶۵

iv- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۲۰

ii- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۰، ۸۴۹۳

iii- مجمع الزوائد: ۱۵۱۹۴

ii- احمد: ۱۸۶۱۱

i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۳۱، ۸۴۹۵، ۹۱۱۰

اجازت طلب کی، تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں صلح ہو چکی تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ تم نے جس طرح اپنی لڑائی میں مجھے شامل کیا تھا، اسی طرح اپنی صلح میں بھی شامل کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم نے شامل کر لیا۔

حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی والدہ کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا، میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا، میری والدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان سے پسندیدہ کوئی شخص نہیں دیکھا اور نہ ہی ان کی زوجہ (فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے بڑھ کر کوئی عورت پسندیدہ دیکھی ہے۔

حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی والدہ کے ہمراہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا، میری والدہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا، میں نے پردے کے پیچھے سے آپ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، تم جس شخصیت کے بارے میں پوچھ رہی ہو، میرے علم کے مطابق ان سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا اور نہ ان کی زوجہ سے بڑھ کر کوئی عورت آپ رضی اللہ عنہ کی محبوب تھی۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میرے والد سے ایک آدمی نے آکر پوچھا: رسول اللہ ﷺ کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھیں؟ انہوں نے فرمایا: عورتوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اور مردوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ محبوب تھے۔

۱۱۱ (۸۴۹۶): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي غَنِيَّةٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ جَمِيعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أُمِّي عَلَى عَائِشَةَ وَأَنَا غُلَامٌ فَذَكَرْتُ لَهَا عَلِيًّا فَقَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ، وَلَا امْرَأَةً أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ امْرَأَتِهِ (۱)

۱۱۲ (۸۴۹۷): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْخَطَّابِ ثِقَةً قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءِ الزُّبَيْدِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ جَمِيعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أُمِّي عَلَى عَائِشَةَ، فَسَمِعْتُهَا تَسْأَلُهَا مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ عَنْ عَلِيٍّ فَقَالَتْ: تَسْأَلِينِي عَنْ رَجُلٍ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ، وَلَا أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ امْرَأَتِهِ (۲)

۱۱۳ (۸۴۹۸): أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَاذَانُ عَنْ جَعْفَرِ الْأَحْمَرِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ ابْنِ بَرِيدَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَيَّ أَبِي، فَسَأَلَهُ: أَيُّ النَّاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النِّسَاءِ؟ فَقَالَ: كَانَ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النِّسَاءِ

- | | | |
|---------------------------------------|---|--|
| i- السنن الكبرى للنسائی: ۸۴۹۶، ۸۴۹۷ | ii- ترمذی: ۳۸۷۴ | iii- تحفة الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۶۳۹۳، ۶۳۹۵ |
| iv- المستدرک للحاکم: ۷۴۸، ۷۴۹ | v- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۲۲، ص ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲ | |
| vi- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱، ص ۳۶۵، ۳۶۶ | vii- مشکاة: ۶۱۵۵ | viii- ذخائر العقبی، ص ۲۸ |
| ix- الریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۱۰۰ | x- الصواعق المحرقة، ص ۱۲۱ | |

فَاطِمَةُ وَمَنْ الرَّجَالِ عَلِيٌّ. قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَطَاءٍ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ (۱)

نقدِ سند: امام نسائی فرماتے ہیں: عبد اللہ بن عطاء ثقہ نہیں ہے۔

۳۶۔ ذِکْرُ مَنْزِلَةِ عَلِيٍّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَمَسْأَلَتِهِ وَسُكُوتِهِ

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مختلف امور میں قدر و منزلت

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اگر آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تو سبحان اللہ کہتے اور اگر نماز میں نہ ہوتے، تو آپ ﷺ مجھے داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرماتے اور میں داخل ہو جاتا۔

۱۱۳ (۸۳۹۹): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَهَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدٌ وَهُوَ ابْنُ أَبِي أَنَسَةَ عَنِ الْحَارِثِ عَنِ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَجِيٍّ، سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ: كُنْتُ أَدْخُلُ عَلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ كَانَ يُصَلِّي سَبَّحَ، فَدَخَلْتُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ يُصَلِّي أَدْنَى لِي فَدَخَلْتُ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تہجد کے وقت میرے لئے ایک مقررہ وقت تھا، جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوتا آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تو سبحان اللہ کہتے، یہ میرے لئے اجازت کے الفاظ تھے، اور اگر آپ ﷺ نماز میں ہوتے، تو مجھے اجازت مرحمت فرمادیتے۔

۱۱۵ (۸۵۰۰): أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، عَنِ الْحَارِثِ الْعُكْلِيِّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَجِيٍّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: كَانَتْ لِي سَاعَةٌ مِنَ السَّحَرِ أَدْخُلُ فِيهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ كَانَ فِي صَلَاتِهِ سَبَّحَ، فَكَانَ ذَلِكَ إِذْنَهُ لِي، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي صَلَاتِهِ أَدْنَى لِي (۳)

iii۔ المستدرک للحاكم: ۴۷۸۸

ii۔ ترمذی: ۳۸۶۸

i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۹۸، ۸۳۳۳

v۔ تاریخ دمشق لایبن عساکر، ج ۲۲، ص ۲۶۰

iv۔ المعجم الاوسط: ۱۷۲۵۸

viii۔ ذخائر العقبی، ص ۳۸

vi۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۶۵

۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۹۹، ۸۳۳۵

iii۔ مسند ابی یعلیٰ: ۵۸۸

ii۔ احمد: ۵۷۰

i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۳۵

vi۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۳۳۸

v۔ السنن الصغریٰ للنسائی: ۱۲۱۰

iv۔ مسند بزار: ۸۸۲

vii۔ تلخیص الحیبر، ج ۱، ص ۶۷۶، ۶۷۵

۳۷۔ ذکر الاختلاف علی المغیرة فی هذا الحدیث

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تہجد کے وقت میرے لئے ایک وقت مقرر نکالا، جس میں میں حاضری دیتا تھا، میں آکر اجازت مانگتا، اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے پاتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ کہتے اور میں داخل ہو جاتا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوتے، تو مجھے اجازت عنایت فرمادیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے دو دفعہ داخل ہونے کی اجازت تھی: ایک دن کے وقت اور دوسری رات کے وقت میں جب میں رات کو داخل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے کھنگارتے۔

نقد روایت: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں شرجیل بن مدرک نے اختلاف کیا ہے، البتہ لفظ ”تخ“ میں موافقت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے ایسا مقام حاصل تھا، جو کسی اور کو حاصل نہیں تھا، میں ہر روز تہجد کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کرتا تھا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھنگارتے تو میں واپس گھر لوٹ جاتا، اگر نہ کھنگارتے تو میں داخل ہو جاتا تھا۔

۱۱۶ (۸۵۰۱): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ قُدَّامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ مَغِيرَةَ عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَجِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كَانَتْ لِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةٌ مِنَ السَّحَرِ آتِيهِ فِيهَا، إِذَا أَتَيْتَهُ اسْتَأْذَنْتُ، فَإِنْ وَجَدْتَهُ يُصَلِّي سَبَّحَ، فَدَخَلْتُ، وَإِنْ وَجَدْتَهُ فَارِغًا أَدْنَى لِي (۱)

۱۱۷ (۸۵۰۲): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عِيَّاشٍ، عَنِ الْمَغِيرَةِ، عَنِ الْحَارِثِ الْعُكْلِيِّ، عَنِ ابْنِ نَجِيٍّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: كَانَ لِي مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدْخَلَانِ مَدْخَلٌ بِاللَّيْلِ وَمَدْخَلٌ بِالنَّهَارِ، فَكُنْتُ إِذَا دَخَلْتُ بِاللَّيْلِ تَنَحَّنَحَ لِي خَالَفَهُ شُرْحَبِيلُ بْنُ مُدْرِكٍ فِي إِسْنَادِهِ وَوَافَقَهُ عَلِيُّ قَوْلَهُ تَنَحَّنَحَ (۲)

۱۱۸ (۸۵۰۳): أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي شُرْحَبِيلُ يَعْنِي ابْنَ مُدْرِكٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَجِيٍّ الْحَضْرَمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ وَكَانَ صَاحِبَ مَطْهَرَةٍ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: كَانَتْ لِي مَنْزِلَةٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَكُنْ لِأَحَدٍ مِنَ الْخَلَائِقِ، فَكُنْتُ آتِيهِ كُلَّ سَحَرٍ فَأَقُولُ لَهُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَإِنْ تَنَحَّنَحَ انصَرَفْتُ إِلَى أَهْلِي، وَإِلَّا دَخَلْتُ عَلَيْهِ (۳)

iii- زاد المعاد، ج ۱، ص ۲۶۲	ii- السنن الصغرى للنسائی: ۲۱۰
iii- ابن ماجه: ۳۷۰۸	ii- السنن الصغرى للنسائی: ۱۲۱۱
vi- سبل الهدى، ج ۱، ص ۱۸۶	v- مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۶۶
	viii- زاد المعاد، ج ۱، ص ۲۶۲
iii- مسند البزار: ۸۷۹	ii- السنن الصغرى للنسائی: ۱۲۱۲
vi- مناقب علی و الحسنین، ص ۵۶	v- جمع الجوامع: ۵۲۹۳

i- السنن الكبرى للنسائی: ۱۱۳۵، ۸۳۳۷، ۱۱۳۳، ۸۵۰۱	۱-
i- السنن الكبرى للنسائی: ۱۱۳۷، ۸۳۳۸، ۱۱۳۶، ۸۵۰۲	۲-
iv- مسند احمد: ۶۰۸، ۸۳۵	
vii- مناقب علی و الحسنین، ص ۵۶	
i- السنن الكبرى للنسائی: ۱۱۳۸، ۸۳۳۹، ۱۱۳۷، ۵۰۲	۳-
iv- مشکاة: ۶۱۰۶	

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال کرتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا فرماتے تھے، جب میں خاموش رہتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع مجھ سے فرماتے۔

۱۱۹ (۸۵۰۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْمَسَاوِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ هِنْدِ الْجَمَلِيِّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي، وَإِذَا سَكَتَ ابْتَدَأَنِي (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تھا، تو مجھے عطا کیا جاتا تھا، اور جب میں خاموش رہتا تھا، تو مجھ سے شروع کیا جاتا تھا۔

۱۲۰ (۸۵۰۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرٍو بْنِ مَرْثَةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ أُعْطِيتُ، وَإِذَا سَكَتَ ابْتَدِيتُ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! جب میں سوال کرتا تھا، تو مجھے عطا کیا جاتا تھا، اور جب میں خاموش رہتا تھا، تو مجھ سے شروع کیا جاتا تھا۔

۱۲۱ (۸۵۰۶): أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَبَّابُ بْنُ أَبِي جَرِيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَرْبٍ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ وَرَجُلٍ آخَرَ، عَنْ زَادَانَ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: كُنْتُ وَاللَّهِ إِذَا سَأَلْتُ أُعْطِيتُ، وَإِذَا سَكَتَ ابْتَدِيتُ (۱)

نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن جریج نے ابو حرب سے سماع نہیں کیا۔

۳۸- ذِكْرُ مَا خُصَّ بِهِ عَلِيٌّ مِنْ صُعُودِهِ عَلَى مَنْكِبِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں پر سوار ہونے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خانہ کعبہ آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کندھوں پر سوار ہوئے، میں نے کھڑے ہونے کی کوشش کی، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کمزوری دیکھی، تو مجھے بیٹھنے کا حکم دیا، میں بیٹھ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے کندھوں سے اترے اور فرمایا: تم میرے کندھوں پر بیٹھ جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھے محسوس ہوا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کو چھو لوں۔ پھر میں کعبہ شریف کے اوپر چڑھا، اور وہاں پر موجود

۱۲۲ (۸۵۰۷): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أُسْبَاطُ، عَنْ نَعِيمِ بْنِ حَكِيمِ الْمَدَائِنِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَرِيَمَةَ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: انْطَلَقْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى آتَيْنَا الْكَعْبَةَ فَصَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ مِنْكِبِي، فَنَهَضَ بِهِ عَلِيٌّ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْفَهُ قَالَ لَهُ: اجْلِسْ، فَجَلَسَ، فَنَزَلَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اصْعِدْ عَلَيَّ مِنْكِبِي فَفَهَضَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّهُ لِيُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنِّي لَوْ شِئْتُ لَنَلْتُ أَفْقَ السَّمَاءِ، فَصَعِدَ عَلَيٌّ

۱- السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۰۴، ۸۳۵۰، فضائل الصحابة: ۱۰۹۹، ترمذی: ۳۷۲۲، ۳۷۲۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۶۱، ۳۲۰۶۲، اطراف الغراب

والا فراد اللد ار قطنی: ۴۰۲، المستدرک للحاکم: ۳۶۸، الاحادیث المختارة: ۶۱۳، مشکاة: ۶۰۹۵، حلیۃ الاولیاء لابن نعیم: ۶۰۸۳، الطبقات الکبریٰ لابن

سعد، ج ۲، ص ۲۲۰، مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۱۶، الریاض النضرۃ فی مناقب العسرة، ج ۳، ص ۱۶۵، ذخائر العقبی، ص ۱۱۴، جمع الجوامع: ۵۳۲۳،

الصواعق المحرقة، ص ۱۲۳، مناقب علی والحسین، ص ۱۹

۲- السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۰۶، ۸۳۵۲

پیتل یا تانبے کے بت کو اکھاڑنے لگا، میں نے اسے اکھاڑنے کے لئے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہلایا، جس سے وہ اکھڑ گیا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے پٹھو، میں نے اسے پٹخ دیا، میں نے اسے ایسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، جیسے شیشہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ پھر میں کعبہ شریف سے نیچے اترا۔ میں اور رسول اللہ ﷺ جلدی جلدی گھروں کی اوٹ لے کر چلے، تاکہ کوئی ہمیں دیکھ نہ لے۔

الْكُعْبَةُ وَعَلَيْهَا تِمْتَالٌ مِنْ صُفْرِ أَوْ نَحَاسٍ فَجَعَلْتُ أَعْلَجَهُ لِأَزِيلَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا، وَقَدَّامًا وَمِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ، وَمِنْ خَلْفِهِ، حَتَّى إِذَا اسْتَمَكْتُ مِنْهُ قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْذِفْهُ فَقَذَفْتُ بِهِ فَكَسَرْتُهُ كَمَا تُكْسِرُ الْقَوَارِيرُ، ثُمَّ نَزَلْتُ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَبِقُ حَتَّى تَوَارَيْنَا بِالْبُيُوتِ خَشِيَةَ أَنْ يَلْقَانَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ" (۱)

۳۹۔ ذُكِرَ مَا خُصَّ بِهِ عَلِيُّ دُونَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِضْعَةٍ مِنْهُ وَسَيِّدَةٌ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرِيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ابھی چھوٹی ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خواہش کا اظہار کیا، تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔

۱۲۳ (۸۵۰۸): أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَطَبَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَاطِمَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا صَغِيرَةٌ فَخَطَبَ عَلِيُّ فَرَزَّوَجَهَا مِنْهُ (۲)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رسم رخصتی میں شریک تھی پس میں نے سیدہ کو مبارکباد دی۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے دروازہ کھولا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام ایمن! ہمارے بھائی کو بلاؤ، ام ایمن نے کہا: وہ آپ ﷺ کے بھائی ہیں اور آپ ﷺ ان سے فاطمہ کا نکاح کر رہے ہیں؟ آپ

۱۲۴ (۸۵۰۹): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنْ أَبِي يَزِيدَ الْمَدَنِيِّ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ: كُنْتُ فِي زَفَافِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْرَبَ الْبَابَ، فَفَتَحَتْ لَهُ أُمُّ أَيْمَنَ الْبَابَ فَقَالَ: يَا أُمَّ أَيْمَنَ ادْعِي لِي أَخِي. قَالَتْ: هُوَ أَخُوكَ وَتَنَكَّحْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، يَا أُمَّ أَيْمَنَ

۱۔ السنن الكبرى للنسائی: ۸۴۵۳، ۸۵۰۷، مسند احمد: ۶۲۴، ۱۳۰۲، تہذیب الآثار لابن جریر الطبری: ۱۸۳۳، ۱۸۳۴،

مسند ابی یعلیٰ: ۲۸۷، البحر الزخار المعروف بـمسند المزار: ۷۹، المستدرک للحاکم: ۳۳۳۹، ۳۳۴۰، المعجم الكبير للطبرانی، ج ۱، ص ۲۹۲، صفحہ الصفوة لابن الجوزی، ج ۱، ص ۱۶۳، اتحاد الخيرة الكهنة بزوائد المسانيد العشرة: ۴۵۲۳، ذخائر العقبی، ص ۱۰۳، مجمع الزوائد: ۸۹۳۶، الرياض النضرة، ج ۳، ص ۱۳۶، ۱۳۷، جمع الجوامع: ۵۵۱۴، انسان العیون کلخی، ج ۳، ص ۲۹، ازالة الخفاء، ج ۳، ص ۴۱، مناقب علی والحسین، ص ۵۵

۲۔ ۱۔ السنن الكبرى للنسائی: ۵۸۰۸، ۸۴۵۴، ۵۳۱۰ ii۔ السنن الصغرى للنسائی: ۳۲۲۱ iii۔ فضائل الصحابة: ۱۰۵۱

۳۔ iv۔ ابن حبان: ۶۹۰۹ v۔ المستدرک للحاکم: ۲۷۵۳ vi۔ الرياض النضرة، ج ۳، ص ۱۲۴

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ہاں! ام ایمن۔ باقی موجود عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو وہ ایک کو نے کی طرف علیحدہ ہو گئیں، اسی طرح میں بھی ایک طرف ہو گئی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان پر پانی چھڑکا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلاؤ، تو حضرت فاطمہ شرم و حیا کا پیکر بنے ہوئے تشریف لائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارا نکاح اپنے اہل بیت میں سے سب سے پسندیدہ آدمی سے کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا فرمائی اور پھر دونوں پر پانی چھڑکا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاں تشریف لائے تو کالی رنگت دیکھ کر پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: اسماء ہول، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: عمیس کی بیٹی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی میں اس کی عزت و تکریم کے لئے کو جو دتھی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے بھی دعا فرمائی۔

نقد سند: سعید بن ابی عروبہ نے اس سند کی مخالفت کی ہے اور ایوب از نکرہ از ابن عباس روایت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا، تو سیدہ کو بطور ہدیہ ایک چار پائی، ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال سے بھرا تھا، اور ایک پانی کا مشکیزہ عنایت فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بطحاء سے ریت لا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں بچھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے آنے تک تم زوجہ کے قریب نہ جانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت امام ایمن رضی اللہ عنہ نے درازہ کھولا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۲۵ (۸۵۱۰): أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ خَلَادٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا زَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ كَانَ فِيهَا أَهْدَى مَعَهَا سَرِيرًا مَشْرُوطًا وَوَسَانَةً مِنْ أَدَمٍ حَشَوْهَا لَيْفٍ وَقَرْبَةً قَالَ: وَجَاءُوا بِبَطْحَاءِ الرَّمْلِ فَبَسَطُوهُ فِي الْبَيْتِ؟ وَقَالَ لِعَلِيٍّ: إِذَا أَتَيْتَ بِهَا فَلَا تَقْرُبَهَا حَتَّى آتِيكَ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَقَّ الْبَابَ، فَخَرَجَتْ

i- السنن الكبرى للنسائی: ۸۵۰۹، ۸۲۵۵

iii- المستدرک للحاکم: ۲۸۰۶

ii- فضائل الصحابة: ۱۳۳۳

iv- ۱- معجم الکبیر، ج ۲۳، ص ۳۶

vi- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۴۱

v- تاریخ دمشق، ج ۴۲، ص ۱۳۳

إِلَيْهِ أُمُّ أَيْمَنَ فَقَالَ لَهَا: ثُمَّ أَخِي؟ فَقَالَتْ: وَكَيْفَ يَكُونُ أَخَاكَ وَقَدْ زَوَّجْتَهُ ابْنَتَكَ؟ قَالَ: فَإِنَّهُ أَخِي قَالَ: ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ لَهَا: جَنَّتِ تَكْرِمِينَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَدَعَا لَهَا وَقَالَ لَهَا: خَيْرًا قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَكَانَ الْيَهُودُ يُؤْخِذُونَ الرَّجُلَ عَنِ امْرَأَتِهِ إِذَا دَخَلَ بِهَا قَالَ: فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ، فَتَفَلَّ فِيهِ، وَعَوَّذَ فِيهِ، ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا فَرَشَّ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ عَلَى وَجْهِهِ وَصَدْرِهِ، وَذَرَأَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَا فَاطِمَةَ، فَأَقْبَلَتْ تَعْتُرُ فِي ثَوْبِهَا حَيَاءً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفَعَلَ بِهَا مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ لَهَا: ابْنِي وَاللَّهِ مَا آلَوْتُ أَنْ أَزُوجَكَ خَيْرَ أَهْلِي، ثُمَّ قَامَ فَخَرَجَ (۱)

پوچھا: کیا میرا بھائی نہیں ہے؟ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی کیسے ہے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ وہ میرا بھائی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پوچھا: کیا تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی عزت و تکریم کے لئے آئی ہو؟ میں نے جواباً عرض کی: جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔ راوی کہتے ہیں: یہودی مرد کو اس کی زوجہ سے سو خر رکھتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا چھوٹا برتن منگوا لیا، اس پر استعاذہ کے الفاظ سے دم کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر پانی کے چھینٹے ان کے چہرے، سینے اور بازوؤں پر پھینکے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، حضرت فاطمہ شرم و حیا کے پیکر بن کر تشریف لائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے چھینٹے سیدہ فاطمہ کے چہرے، سینے اور بازوؤں پر پھینکے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں نے تمہارا نکاح اہل بیت کے بہترین شخص سے کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مسلمانوں میں تفریق کے وقت علیحدہ ہونے والے گروہ سے دور رہنا، کیونکہ وہ حق پرست گروہ سے لڑائی کرے گا۔

حضرت ابو نوح بیان کرتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم: جو تین شانیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہیں، اگر ان میں سے ایک شان بھی مجھے حاصل ہوتی، تو وہ مجھے دنیا کی ہر شے سے زیادہ

۱۲۶ (۸۵۱۱): أَخْبَرَنَا سَلْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا بِهِزٌ عَنِ الْقَاسِمِ وَهُوَ ابْنُ الْفَضْلِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُزَيْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فِرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (۲)

۱۲۷ (۸۵۱۱): أَخْبَرَنِي عِمْرَانُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ ذَكَرَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ: وَاللَّهِ لَأَنْ تَكُونَ لِي إِحْدَى خِلَالِهِ الثَّلَاثِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ لَأَنْ يَكُونَ قَالَ لِي مَا قَالَ لَهُ

ii- الطبقات الكبرى لابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۴

i- السنن الكبرى للنسائی: ۸۳۵۶، ۵۸۱۰

iv- فضائل الصحابة: ۹۵۸-

iii- مصنف عبد الرزاق: ۲۷۳۲، ۹۸۴۴

ii- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۳۵ iii- البدلية والنهائية، ج ۵، ص ۲۵۳

i- السنن الكبرى للنسائی: ۸۳۵۸، ۸۵۱۱

پسند تھی۔ پہلی: اگر حضور ﷺ نے میرے لیے فرمایا ہوتا، جو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے غزوہ تبوک پر نہ لیجانے کے وقت فرمایا تھا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

دوسری: اگر آپ ﷺ نے میرے لئے فرمایا ہوتا، جو آپ ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا تھا، میں پرچم ضرور ایسے شخص کو عطا کروں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا اور وہ میدان چھوڑنے والا نہیں ہے۔ اگر یہ ارشاد میرے لیے ہوتا تو مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پسند تھا۔

تیسری: اگر مجھے آقا کریم ﷺ سے سسرالی رشتے کا شرف حاصل ہوتا، میں آپ ﷺ کی صاحبزادی کا شوہر ہوتا اور ان سے میری اولاد ہوتی۔ یہ چیز مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز تھی۔

۴۰۔ ذِکْرُ الْأَخْبَارِ الْمَأْتُورَةِ بِأَنَّ فَاطِمَةَ ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ

حضرت مریم کے علاوہ تمام جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ کے مرض وصال میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور آپ ﷺ کے قریب ہوئیں۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ پھر دوبارہ آپ ﷺ کے قریب ہوئیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد میں نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، تو انہوں نے بتلایا: جب میں پہلی مرتبہ آپ ﷺ کے قریب ہوئی، تو آپ ﷺ نے بتلایا کہ آپ

۱۲۸ (۸۵۱۲): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَكْبَتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَهَا، فَبَكَتْ، ثُمَّ أَكْبَتُ عَلَيْهِ فَسَارَهَا، فَضَحِكْتُ، فَلَمَّا تَوَفَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا فَقَالَتْ: لَمَّا أَكْبَبْتُ عَلَيْهِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ مَيِّتٌ مِنْ وَجَعِهِ ذَلِكَ، فَبَكَتْ، ثُمَّ أَكْبَبْتُ عَلَيْهِ، فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَسْرَعُ أَهْلَ بَيْتِي بِهِ لِحُوقِهِ، وَأَنِّي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَضَحِكْتُ (۲)

۱۔ ایضاً

صلی اللہ علیہ وسلم اسی بیماری میں وصال فرمائیں گے، میں رونے لگ گئی۔ پھر جب دوبارہ قریب ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ: میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملنے والی ہوں، میں حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے علاوہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہوں۔ میں ہنسنے لگ گئی۔

حضرت سلمہ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنتی النبیؑ کو بلوایا، ان کے کان میں سرگوشی فرمائی، تو سیدہ رونے لگ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان سے کوئی بات کی، تو وہ ہنسنے لگ گئیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال کا مجھے بتلایا تو میں رونے لگ گئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتلایا کہ میں حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے علاوہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہوں، تو میں ہنسنے لگ گئی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے علاوہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

۱۲۹ (۸۵۱۳): أَخْبَرَنِي هِلَالُ بْنُ بَشْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهَبٍ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاطِمَةَ فَنَاجَاهَا، فَبَكَتُ، ثُمَّ حَدَّثَهَا فَضَحِكْتُ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَلَمَّا تَوَقَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا عَنْ بُكَائِهَا، وَضَحِكِهَا فَقَالَتْ: أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَمُوتُ ثُمَّ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ بَعْدَ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ فَضَحِكْتُ (۱)

۱۳۰ (۸۵۱۳): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ مَرْيَمَ ابْنَةِ عِمْرَانَ (۲)

iii- مناقب علی و الحسنین للخواجہ، ص ۱۹۴

ii- ترمذی: ۳۸۷۳، ۳۸۹۳

i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۳، ۸۳۶۰

iii- احمد: ۱۱۰۲، ۱۱۶۱۶، ۱۱۶۱۷، ۱۱۶۱۸، ۱۱۶۱۹

ii- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۱۶۷

i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۳، ۸۳۶۱

۳۱- ذِکْرُ الْأَخْبَارِ الْمَأْثُورَةِ بِأَنَّ فَاطِمَةَ بَدَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی امت محمدیہ کی عورتوں کی سردار ہونے کے بارے میں احادیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک دن آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی دیر سے ہمارے ہاں جلوہ افروز ہوئے، شام کو ہم میں سے ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے اور ہمارے لیے یہ بہت گراں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ نے میری زیارت نہیں کی تھی، اس نے اللہ تعالیٰ سے میری زیارت کی اجازت طلب کی، اس نے مجھے خوشخبری سنائی، بلاشبہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا میری امت کی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت فاطمہ تشریف لائیں، آپ چال ڈھال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی مشابہہ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹی! خوش آمدید، پھر سیدہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں یا بائیں جانب بٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کے انداز میں ان سے کوئی بات کی، تو وہ رونے لگیں۔ میں نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی خاص بات کی ہے، جس سے آپ رضی اللہ عنہا رونے لگ گئیں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کے انداز میں دوبارہ ان سے کوئی بات کی، جس سے وہ ہنسنے لگ گئیں۔ میں نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے کہا: میں نے آج تک خوشی کو غم کے اتنے قریب نہیں دیکھا، میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشا نہیں کرتی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا، تو میرے پوچھنے پر انہوں نے بتلایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ سرگوشی میں فرمایا: حضرت جبریل امین علیہ السلام ہر سال قرآن مجید کا ایک دفعہ

۱۳۱ (۸۵۱۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّبَيْرِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ وَأَسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَبْطَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانًا يَوْمًا صَدَرَ النَّهَارِ، فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَالَ لَهُ قَائِلُنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ شَقَّ عَلَيْنَا، لَمْ نَرَكَ الْيَوْمَ قَالَ: إِنَّ مَلَكًا مِنَ السَّمَاءِ لَمْ يَكُنْ رَأَى، فَاسْتَأْذَنَ اللَّهُ فِي زِيَارَتِي، فَأَخْبَرَنِي أَوْ بَشَّرَنِي أَنَّ فَاطِمَةَ ابْنَتِي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أُمَّتِي، وَأَنَّ حَسَنًا وَحُسَيْنًا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (۱)

۱۳۲ (۸۵۱۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَقْبَلْتُ فَاطِمَةَ كَأَنَّ مَشِيَّتَهَا مِشْيَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَرَحِبًا بِابْنَتِي، ثُمَّ اجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ أَسْرَأَ إِلَيْهَا حَدِيثًا، فَبَكَتْ فَقُلْتُ لَهَا: اسْتَخْصِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثِهِ وَتَبْكِينَ؟، ثُمَّ إِنَّهُ أَسْرَأَ إِلَيْهَا حَدِيثًا، فَضَحِكْتُ فَقُلْتُ لَهَا: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا أَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ وَسَأَلْتُهَا عَمَّا قَالَ: فَقَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُنْشِئَ سِرًّا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى إِذَا قُبِضَ سَأَلْتُهَا فَقَالَتْ: إِنَّهُ أَسْرَأَ إِلَيَّ فَقَالَ: إِنَّ جَبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُنِي بِالْقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ عَارِضُنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أُرَانِي إِلَّا قَدْ حَضَرَ أَجْلِي، وَإِنَّكَ أَوْلُ أَهْلِ بَيْتِي لِحَاقًا بِي، وَنِعْمَ السَّلْفُ أَنَا لَكَ قَالَتْ: فَبَكَيْتُ لِذَلِكَ ثُمَّ قَالَ: أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَتْ: فَضَحِكْتُ (۲)

۱- السنن الكبرى للنسائی: ۸۳۶۲، ۸۵۱۵

۲- السنن الكبرى للنسائی: ۸۳۶۳، ۸۵۱۶، ۷۰۸۷

iii- مسلم: ۶۳۱۳، ۲۳۱۴

ii- بخاری: ۶۲۸۵، ۳۶۲۴

v- دلائل النبوة للبيهقي، ج ۶، ص ۳۶۲

iv- احمد: ۲۶۹۳۵

دور فرماتے تھے، اس دفعہ انہوں نے دو دفعہ دور فرمایا ہے، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ میرے وصال کا وقت قریب ہے، اہل بیت میں سے تو سب سے پہلے میرے ساتھ ملنیوالی ہے اور میں تمہارے لیے آگے بہترین مددگار ہوں گا۔ سیدہ نے فرمایا: اس پر میں رونے لگ گئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم اس امت یا مومن عورتوں کی سردار ہو۔ سیدہ نے فرمایا۔ اس پر میں ہنسنے لگ گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ہم تمام امہات المؤمنین نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھیں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چلتے ہوئے تشریف لائیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کی چال ڈھال بالکل رسول اللہ ﷺ جیسی تھی، وہ جیسے پہنچیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اب میری بیٹی! خوش آمدید!! آپ ﷺ نے سیدہ کو دائیں یا بائیں جانب بٹھا کر، ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی تو سیدہ شدت سے رونے لگ گئیں، آپ ﷺ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی، تو سیدہ ہنسنے لگ گئیں۔ میں نے سیدہ سے کہا: ہم تمام کی موجودگی میں آقا کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کو راز دان بنایا اور آپ رونے لگ گئیں؟ مجھے بتلائیے آپ ﷺ نے کون سی بات کہی سیدہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو ظاہر نہیں کرتی۔ پھر جب آقا کریم ﷺ نے وصال فرمایا تو میں نے سیدہ سے کہا: میں اپنے حق کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیسا سرگوشی فرمائی تھی؟ سیدہ نے فرمایا: ہاں، اب بتلاتی ہوں۔ آپ ﷺ نے پہلی دفعہ فرمایا: حضرت جبریل امین علیہ السلام ہر سال ایک دفعہ قرآن مجید کا دور فرماتے تھے، اس دفعہ انہوں نے دو دفعہ قرآن مجید کا دور فرمایا ہے۔ اس لیے میں سمجھتا

۱۳۳ (۸۵۱۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: أَخْبَرْتَنِي عَائِشَةُ قَالَتْ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعًا مَا تُغَادِرُ مِنَّا وَاحِدَةً، فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي، وَلَا وَاللَّهِ إِنْ تُخْطِئُ مِشْيَتَهَا مِثْمَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَهَتْ إِلَيْهِ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِابْنَتِي، فَأَقْعَدَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ يَسَارِهِ ثُمَّ سَارَهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ بَكَاءً شَدِيدًا، ثُمَّ سَارَهَا بِشَيْءٍ فَضَحِكَتْ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَهَا: خَصَّكَ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ بَيْنِنَا بِالسَّرَارِ، وَأَنْتِ تَبْكِينَ أَخْبَرْتَنِي مَا قَالَ لَكَ؟ قَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأَنْفُسِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرًّا فَلَمَّا تَوَفَّيْتُ قُلْتُ لَهَا: أَسْأَلُكَ بِالَّذِي لِي عَلَيْكَ مِنَ الْحَقِّ مَا الَّذِي سَارَكَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ، سَارَنِي أَمَّا مَرَّتَهُ الْأُولَى فَقَالَ: إِنَّ جَبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُنِي بِالْقُرْآنِ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ عَارِضُنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أَرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدْ اقْتَرَبَ فَاتَّقَى اللَّهَ وَاصْبِرِي ثُمَّ قَالَ: يَا فَاطِمَةُ أَمَا تَرْضِينَ أَنَّكَ سَيِّدَةٌ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوْ سَيِّدَةٌ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ؟ فَضَحِكْتُ (۱)

iii- ابن ماجہ: ۱۶۲۱

ii- مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۳۷۳، ۱۳۷۰

i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۳، ۸۵۱۷

vi- دلائل النبوة للبیہقی، ج ۷، ص ۱۶۵

v- الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۶

iv- فضائل الصحابة: ۱۳۳۳

vii- مشکوٰۃ: ۶۱۳۸

ہوں، میرے وصال کا وقت قریب ہے، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم اس امت یا تمام عورتوں کی سردار ہو؟ اس پر میں ہنسنے لگ گئی۔

۳۲۔ ذِکْرُ الْأَخْبَارِ الْمَأْثُورَةِ بِأَنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ ﷺ کے جسم کا حصہ ہونے کے بارے میں احادیث مبارکہ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر پر فرمایا: بے شک بنو حشام بن مغیرہ نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علی بن ابوطالب سے کرنے کے لئے اجازت مانگی ہے۔ میں اجازت نہیں دیتا۔ میں اجازت نہیں دیتا پھر بھی اگر ابن ابوطالب نکاح کرنا چاہتا ہے، تو میری بیوی کو طلاق دے دے۔ کیونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے۔ اس کی بے قراری میری بے قراری ہے، اور اس کی اذیت، میری اذیت ہے۔

۱۳۴ (۸۵۱۸): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمُسَوَّرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: إِنَّ بِنْتِي هِشَامُ بْنُ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُونِي فِي أَنْ يَنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَلَا أَدْنُ ثُمَّ لَا أَدْنُ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ، فَإِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّي يَرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا (۱)

۳۳۔ ذِکْرُ اخْتِلَافِ الْفَاطِظِ النَّاقِلِينَ لِهَذَا الْخَبَرِ

روایت کے الفاظ کا اختلاف

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے مکہ مکرمہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: بے شک بنو حشام نے اپنی لڑکی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کے لئے مجھ سے اجازت مانگی ہے۔ میں ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ میں ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ پھر بھی اگر ابوطالب کے بیٹے نے نکاح کرنا ہے، تو وہ میری بیٹی کو علیحدہ کر دے۔ بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے، اس کی اذیت میری اذیت ہے، اس کی بے قراری میری بے قراری ہے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بیٹی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

۱۳۵ (۸۵۱۹): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ الْمُسَوَّرَ بْنَ مَخْرَمَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ يَخْطُبُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ بِنْتِي هِشَامُ اسْتَأْذَنُونِي فِي أَنْ يَنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيٌّ وَابْنِي لَا أَدْنُ ثُمَّ لَا أَدْنُ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُفَارِقَ ابْنَتِي، وَأَنْ يَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ فَاطِمَةَ مَضْغَةٌ أَوْ بَضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا وَيَرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا، وَمَا كَانَ لَهُ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ بِنْتِ عَدُوِّ اللَّهِ وَبَيْنَ ابْنَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۲)

۱۳۶ (۸۵۲۰): الْحَارِثُ بْنُ مَسْكِينٍ، قَرَأَهُ عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنْ سَفِيَّانَ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ ابْنِ أَبِي مَلِيكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فَاطِمَةَ مُضْغَةٌ مِنِّي، مَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي (۱)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے، جس نے اسے غضب ناک کیا، اس نے مجھے غضب ناک کیا۔

۱۳۷ (۸۵۲۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ خَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فَاطِمَةَ مُضْغَةٌ مِنِّي (۲)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے۔

۱۳۸ (۸۵۲۲): أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ خَلْحَلَةَ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ شَهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَيَّ مِنْبِرَهُ هَذَا، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ فَقَالَ: إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي (۳)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، اس وقت میں حالت جنابت میں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے۔

۴۴- ذِكْرُ مَا خُصَّ بِهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ابْنَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِدِّحَانَتَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا عَمْسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَيَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ
امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم میرے داماد اور میری اولاد کے باپ ہو، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

۱۳۹ (۸۵۲۳): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَكَّارٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَنْتَ يَا عَلِيُّ فَخَتْنِي، وَأَبُو وَلَدِي، وَأَنْتَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْكَ (۴)

۱- اسنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۲۰، ۸۴۶۷، ۸۳۱۳، ۸۳۷۹، ۸۳۷۲، ۸۳۷۱

۲- اسنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۲۲، ۸۴۶۹، ۸۳۱۳، ۸۳۷۹، ۸۳۷۲، ۸۳۷۱

۳- اسنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۲۳، ۸۴۷۰، ۸۳۷۲، ۸۳۷۱

۴- المستدرک للحاکم: ۵۰۱۰

ii- احمد: ۲۲۱۴۰

iii- المعجم الکبیر، ج ۱، ص ۱۲۳

v- جمع الجوامع: ۸۸۳۵

۴۵۔ ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ابْنَايَ

نبی کریم ﷺ کا فرمان: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ میرے بیٹے ہیں

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک رات میں نے اپنی کسی ضرورت کے لئے رسول اللہ ﷺ کے در اقدس پر دستک دی، آپ ﷺ کوئی چیز اٹھائے ہوئے تشریف لائے، میں نے جان سکا کہ آپ ﷺ نے کہا چیز اٹھائی ہے۔ جب میں حاجت سے فارغ ہوا تو میں نے آپ ﷺ سے پوچھا: آپ ﷺ نے کہا چیز اٹھائی ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے چادر مبارک ہٹائی، تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دونوں پہلوؤں پر موجود تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ بے شک تو جانتا ہے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ پس تو بھی ان سے محبت فرما۔ اے اللہ تعالیٰ! بے شک تو جانتا ہے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت فرما۔

۱۴۰ (۸۵۲۳): أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى وَهُوَ ابْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ النَّبَالِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُسَيْنُ بْنُ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: طَرَقْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً لِبَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَيَّ شَيْءٌ لَا أَدْرِي مَا هُوَ، فَلَمَّا فَرَعْتُ مِنْ حَاجَتِي قُلْتُ: مَا هَذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ؟ فَكَشَفَهُ فَبَازَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيَّ وَرَكِبَهُ فَقَالَ: هَذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي، اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا (۱)

۴۶۔ ذِکْرُ الْأَثَرِ الْمَأْثُورَةِ بِأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہونے کے بارے میں احادیث مبارکہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۱۴۱ (۸۵۲۵): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مَرْدَانِيَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نَعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۱۴۲ (۸۵۲۶): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ يَزِيدِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي نَعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (۳)

iii- ابن حبان: ۶۹۶۷، ۶۹۲۸

ii- سنن الترمذی: ۳۷۶۹

i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۷۱، ۸۵۲۳

vi- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۱۷۳

v- مصابیح السنة: ۴۸۲۹

iv- مشکاة: ۶۱۶۵

ii- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۷۲، ۸۵۲۵

iii- ترمذی: ۳۷۶۸

i- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۷۳، ۸۵۲۶

vi- مصابیح السنة: ۴۸۲۸

v- حلیۃ الاولیاء لابن نعیم: ۶۳۰۹

iv- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۱۶۷

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں، البتہ بعض کا استثنا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ، دو خالہ زاد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے علاوہ تمام جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۱۳۳ (۸۵۲۷): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نَعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ حَسَنًا وَحُسَيْنًا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (۱)

۱۳۴ (۸۵۲۸): أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ، عَنْ مَرْوَانَ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَهُوَ ابْنُ أَبِي نَعْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، إِلَّا ابْنِي الْخَالَةَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ، وَيَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا (۲)

۴۷- ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رِيحَانَتِي مِنْ هَذِهِ الدُّنْيَا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ میری اس دنیا کے دو پھول ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا، تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر کھیل رہے ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہ دونوں میری اس امت کے دو پھول ہیں۔

۱۳۵ (۸۵۲۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَعْنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: "دَخَلْنَا وَرَبِّمَا قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَتَقَلَّبَانِ عَلَى بَطْنِهِ" قَالَ: وَيَقُولُ: رِيحَانَتِي مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ (۳)

حضرت ابن ابونعیم بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے آکر پوچھا: کیا مچھر کا خون اگر کپڑے پر لگ جائے تو اس سے نماز ہو جائے گی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا: میں عراق سے ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سے میری جان

۱۳۶ (۸۵۳۰): أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَعْمٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ، فَاتَاهُ رَجُلٌ، فَسَأَلَهُ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ، يَكُونُ فِي ثَوْبِهِ أَيُصَلِّي بِهِ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مِمَّنْ أَنْتَ؟ قَالَ: مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ: مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ هَذَا

i- ابن حبان: ۶۹۲۰ iii- تحفة الاخيار بترتيب شرح مشكل الآثار: ۶۳۲۱

v- حلية الاولياء: ۶۳۰۸ vi- مجمع الزوائد: ۱۵۰۸۳

سنن الكبرى للنسائي: ۸۵۲۹، ۸۳۷۶، ۷۱۱۱

i- سنن الكبرى للنسائي: ۸۵۲۸، ۸۱۶۹، ۸۳۷۵، ۸۱۱۳

iv- المستدرک للحاکم: ۲۸۳۱

vii- الجامع الصغير: ۳۸۲۲

ii- سنن الكبرى للنسائي: ۸۵۲۹، ۸۳۷۶، ۷۱۱۱

کون چھڑائے گا! یہ مجھ سے مجھڑ کے خون کے بارے میں پوچھتا ہے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کو شہید کر دیا ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: وہ دونوں (حسن و حسین) دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔

يَسْأَلُنِي عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: هُمَا رِيحَانَتِي مِنَ الدُّنْيَا (۱)

۳۸- ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ أَعَزُّ عَلَيَّ مِنْ فَاطِمَةَ وَفَاطِمَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْكَ

نبی کریم ﷺ کا فرمان: اے علی! تم میرے نزدیک فاطمہ سے زیادہ معزز ہو اور فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے بیان کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہ کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا، تو آپ ﷺ نے میرے ساتھ ان کا نکاح فرمادیا۔ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو میں زیادہ محبوب ہوں یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا؟ آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو۔

۱۴۷ (۸۵۳۱): أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَجُلٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلَيْهِ، عَلَى الْمِنْبَرِ بِالْكُوفَةِ يَقُولُ: خَطَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فَرَزَجَنِي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَحَبُّ إِلَيْكَ أَمْ هِيَ؟ فَقَالَ: هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْكَ وَأَنْتَ أَعَزُّ عَلَيَّ مِنْهَا (۲)

۳۹- ذِكْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: مَا سَأَلْتُ لِنَفْسِي شَيْئًا إِلَّا قَدْ سَأَلْتَهُ لَكَ

نبی کریم ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمان: میں نے جو چیز اپنے لیے مانگی وہی تمہارے لئے بھی مانگی

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بیمار ہوا، تو رسول اللہ ﷺ میرے عیادت کے لئے تشریف لائے، میں اس وقت لیٹا ہوا تھا، آپ ﷺ میرے پہلو میں تشریف فرما ہوئے اور میرے اوپر کپڑا ڈال دیا جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ مجھے آفاقہ ہوا ہے تو آپ ﷺ نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نماز کی ادائیگی کے بعد تشریف لائے، تو میرے

۱۴۸ (۸۵۳۲): أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلِ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ يَزِيدِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مَرَضْتُ فَعَادَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيَّ، وَأَنَا مُضْطَجِعٌ، فَاتَّكَأَ إِلَيَّ جَنْبِي، ثُمَّ سَجَّانِي بِثَوْبِهِ، فَلَمَّا رَأَى قَدْ هُدَيْتُ قَامَ إِلَى الْمَسْجِدِ يُصَلِّي، فَلَمَّا قَضَى

- | | | |
|------------------------------------|---------------------------------------|------------------------------|
| i- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۰، ۸۴۷۷ | ii- بخاری: ۵۳۹۴، ۳۷۵۳ | iii- ترمذی: ۳۷۷۰ |
| iv- احمد: ۶۳۰۶، ۵۹۴۰، ۵۶۸۷، ۵۵۶۸ | v- مسند ابی داؤد الطیالسی: ۲۰۳۹، ۱۹۲۷ | vi- الادب المفرد للبخاری: ۸۵ |
| vii- مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۱۸۰ | viii- شرح السنۃ: ۳۰۳۳ | |
| i- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۱، ۸۴۷۸ | ii- سنن سعید بن منصور: ۶۰۰ | iii- مسند الحمیدی: ۳۸ |
| iv- فضائل الصحابة: ۱۰۷۶ | v- جمع الجوامع، ج ۱۳، ص ۲۵ | |

اوپر سے کپڑا ہٹاتے ہوئے فرمایا، اے علی رضی اللہ عنہ! اٹھو، بے شک تمہیں تندرستی مل چکی، میں اٹھا تو واقعی ایسا تھا، جیسا کہ میں کبھی اس سے پہلے بیمار ہی نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: میں نے نماز میں اپنے رب تعالیٰ سے جو بھی مانگا، اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا ہے، میں نے جو کچھ بھی اپنے لیے مانگا ہے، وہی تمہارے لئے بھی مانگا ہے۔

نقد سند: جعفر الاحمر نے اس سند کی مخالفت کی ہے اور دوسری سند یزید بن ابوزیاد از عبد اللہ بن حارث از علی روایت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں شدید بیمار ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس بھی حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ مجھے عطا فرمائی۔ مجھ پر اپنی چار مبارک کا ایک پلو پھ ڈال کر، نماز پڑھنا شروع کر دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! اٹھو، تم سے بیماری دور ہو چکی، اب تمہیں کوئی شکایت نہیں۔ میں نے جو دعا اپنے لیے مانگی، تمہارے لئے بھی وہی دعا مانگی ہے۔ میں نے جو چند مانگی ہے وہ مجھے عطا کر دی گئی، مگر مجھے فرمایا گیا ہے، تیرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

صَلَاتُهُ جَاءَ فَرَفَعَ الثَّوْبَ عَنِّي وَقَالَ: قُمْ يَا عَلِيُّ فَقَدْ بَرَّنتُ، فَقُمْتُ كَأَنَّمَا لَمْ أَشْتِكْ شَيْئًا قَبْلَ ذَلِكَ فَقَالَ: مَا سَأَلْتُ رَبِّي شَيْئًا فِي صَلَاتِي إِلَّا أَعْطَانِي، وَمَا سَأَلْتُ لِنَفْسِي شَيْئًا إِلَّا قَدْ سَأَلْتُ لَكَ خَالَفَهُ جَعْفَرُ الْأَحْمَرُ فَقَالَ: عَنِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ (۱)

۱۴۹ (۸۵۳۳): أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ الْأَحْمَرُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: وَجَعْتُ وَجَعًا فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقَامَنِي فِي مَكَانِهِ وَقَامَ يُصَلِّي، وَالْقَى عَلَيَّ طَرْفَ ثَوْبِهِ ثُمَّ قَالَ: قُمْ يَا عَلِيُّ قَدْ بَرَّنتُ لَأَبَاسَ عَلَيْكَ وَمَا دَعَوْتُ لِنَفْسِي بِشَيْءٍ إِلَّا دَعَوْتُ لَكَ مِثْلَهُ وَمَا دَعَوْتُ بِشَيْءٍ إِلَّا قَدْ اسْتَجِيبَ لِي أَوْ قَالَ "أُعْطِيتُ إِلَّا أَنَّهُ قِيلَ لِي: لَا نَبِيَّ بَعْدَكَ" (۲)

۵۰۔ دُكْرُ مَا خَصَّ بِهِ عَلِيًّا مِنَ الدَّعَاوِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر گزارش کی: بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بوڑھے چچا وفات پا گئے ہیں، ان کو کون دفنائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ اپنے والد کو دفناؤ، اور میرے پاس واپس آنے تک کوئی بات نہ کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان کو دفنا کر واپس ایسے ہی آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں نے غسل کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ دعائیں سکھلائیں۔ مجھے ان دعاؤں سے زیادہ عزیز لائے زمین پر کوئی چیز نہیں ہے۔

۱۵۰ (۸۵۳۴): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاسِمٌ وَهُوَ ابْنُ يَزِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ نَاجِيَةَ بِنْتِ كَعْبِ الْأَسَدِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ جَاءَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ فَمَنْ يُؤَارِيهِ؟ قَالَ: أَذْهَبُ فَوَارِ أَبَاكَ وَلَا تُحَدِّثْ حَدَّثًا حَتَّى تَأْتِيَنِي فَفَعَلْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَأَمَرَنِي أَنْ أُغْتَسِلَ، فَأَغْتَسَلْتُ وَدَعَا لِي بِدَعَاوَاتٍ مَا يَسْرُرُنِي مَا عَلَى الْأَرْضِ بِشَيْءٍ مِنْهُنَّ (۳)

- | | | |
|---|------------------------------------|----|
| i- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۲، ۸۴۷۹ | ii- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۳۷۷ | 1- |
| i- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۳، ۸۴۸۰ | iii- مجمع العم الاوسط: ۷۹۱۳ | 2- |
| iv- تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۲۲، ص ۳۱۰، ۳۱۱ | v- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۷، ص ۳۷۷ | |
| vii- مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۱۰ | vi- مجمع البحرین: ۳۶۸۹ | |
| i- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۵، ۸۴۸۱ | viii- جمع الجوامع: ۶۰۱۲ | |
| iv- دلائل النبوة للبیہقی، ج ۲، ص ۳۴۹ | iii- مسند ابی یعلیٰ: ۲۲۰ | 3- |
| | ii- احمد: ۱۰۹۳، ۸۰۷ | |
| | v- سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۲۵۳، ۱۲۵۲ | |

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے ایسے پسندیدہ کلمات کہے، جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ سند ہیں۔

۱۵۱ (۸۵۳۵): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ أَبِي دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي فَضِيلُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: "لَمَّا رَجَعْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي: كَلِمَةٌ مَا أَحَبُّ أَنْ لِي بِهَا الدُّنْيَا" (۱)

۵۱۔ ذِكْرُ مَا حُصَّ بِهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنْ صَرْفِ أَدَى الْحَرِّ وَالْبَرْدِ عَنْهُ

سردی اور گرمی سے بچاؤ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

حضرت عبدالرحمن بن ابولیلیا بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ رضی اللہ عنہ نے شدید گرمی میں سردیوں والا لباس پہنا ہوا تھا، اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے سردیوں میں گرمیوں والا لباس پہنا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوا کر پیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر کو تشریف لے گئے، تو میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کی طرف دیکھا۔ انہوں نے کیا کیا ہوا تھا؟ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے سردیوں میں گرمیوں والا لباس پہنا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوا کر پیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر کو تشریف لے گئے، تو میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کی طرف دیکھا، انہوں نے کیا کیا ہوا تھا۔ وہ ہمارے پاس سردیوں میں تشریف لائے تو گرمیوں والا لباس پہنا ہوا تھا، جب گرمیوں میں تشریف لائے تو سردیوں والا لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ ابولیلیا نے پوچھا: کیا تم نے غور سے دیکھا تھا؟ اور اپنے بیٹے عبدالرحمن کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔

۱۵۲ (۸۵۳۶): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ بْنِ إِسْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ مَخْلَدٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِي أَيُّوبُ بْنُ إِسْرَاهِيمَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَهُوَ جَدِّي عَنْ إِسْرَاهِيمَ الصَّائِغِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، أَنَّ عَلِيًّا خَرَجَ عَلَيْنَا فِي حَرٍّ شَدِيدٍ، وَعَلَيْهِ ثِيَابُ الشِّتَاءِ، وَخَرَجَ عَلَيْنَا فِي الشِّتَاءِ، وَعَلَيْهِ ثِيَابُ الصَّيْفِ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَشَرِبَهُ ثُمَّ مَسَحَ الْعِرْقَ عَنْ جَبْهَتِهِ فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى أَبِيهِ قَالَ: يَا أَبَتِ أَرَأَيْتَ مَا صَعَّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ؟ خَرَجَ إِلَيْنَا فِي الشِّتَاءِ، وَعَلَيْهِ ثِيَابُ الصَّيْفِ، وَخَرَجَ عَلَيْنَا فِي الصَّيْفِ، وَعَلَيْهِ ثِيَابُ الشِّتَاءِ فَقَالَ أَبُو لَيْلَى: هَلْ فَطِنْتَ؟ وَأَخَذَ بِيَدِ ابْنِهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَأَتَى عَلِيًّا فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بَعَثَ إِلَيَّ، وَأَنَا أُرْمَدُ شَدِيدَ الرَّمْدِ، فَبَزَقَ فِي عَيْنِي ثُمَّ قَالَ: انْتَحَ عَيْنَيْكَ فَفَتَحْتَهُمَا، فَمَا اشْتَكَيْتَهُمَا حَتَّى السَّاعَةِ، وَدَعَا لِي فَقَالَ: اللَّهُمَّ أَذْهَبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ، فَمَا وَجَدْتُ حَرًّا وَلَا بَرْدًا حَتَّى يَوْمِي هَذَا (۲)

iii۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۵، ص ۲۶۶

ii۔ مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۲۱، ۱۲۳

i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۸۲، ۸۵۳۵

ii۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۱۰۸، ۱۰۹

i۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۸۲، ۸۳۳۵، ۸۵۳۶

iv۔ البدایة والنہایة، ج ۷، ص ۵۲۳

iii۔ مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۳۰، ۳۳۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ایک دفعہ بن کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا، تو میں آشوب چشم کی بیماری میں مبتلا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دھن میری آنکھوں پر لگا کر فرمایا: اپنی آنکھوں کھولو، میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ بالکل درست تھیں اور اس دن سے آج تک درست ہیں۔ اس موقع پر آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا فرمائی، اے اللہ تعالیٰ! اس سے سردی اور گرمی کی تکلیف کو دور فرما دے۔ اس کے بعد آج تک نہ میں نے گرمی محسوس کی ہے اور نہ ہی سردی محسوس کی ہے۔

۵۲۔ النَّجْوَى وَمَا خَفَّفَ بَعْلِيَّ عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ

سراز کی بات اور اس امت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آسانی کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: اے ایمان والو! جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی راز کی بات تنہائی میں عرض کرنا چاہو تو اپنی راز دارانہ بات کہنے سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات کر لیا کرو۔ (المجادلہ: ۱۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: صحابہ کو صدقہ کرنے کا حکم دو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کتنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدھار دینار۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ اس کی بھی اطاعت نہیں رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: پھر کتنا ہونا چاہئے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ایک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم عبادت و ریاضت والے ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: کیا

۱۵۳ (۸۵۳۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمَّارِ الْمُوصِلِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاسِمُ الْجَرْمِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُثْمَانَ وَهُوَ ابْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لَمَّا أَنْزَلَتْ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمْ) (المجادلة: ۱۲) الرَّسُولَ فَقَدَّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ: مَرُّهُمْ أَنْ يَتَّصَدَّقُوا قَالَ: بَكُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: بَدِينَارٍ قَالَ: لَا يُطِيقُونَ قَالَ: فَيَصِفُ دِينَارٍ قَالَ: لَا يُطِيقُونَ قَالَ: فَبِكُمْ؟ قَالَ: بِشَعِيرَةٍ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ لَزَهِيدٌ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: (أَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ) (المجادلة: ۱۳) إِلَى آخِرِ آيَةٍ، وَكَانَ عَلِيٌّ يَقُولُ: بِي خَفَّفَ عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ (۱)

۱۔ السنن الكبرى للنسائی: ۸۲۸۳، ۸۵۳۷، ترمذی: ۳۳۰۰، ابن حبان: ۶۹۰۲، ۶۹۴۱، البحر الزخار المعروف بمسند البراز: ۶۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۱۱۶، مسند ابی یعلیٰ: ۳۹۶، المستدرک للحاکم، ج ۲، ص ۲۸۱، طبع جدید: ۳۸۳۶، المطالب العالیہ: ۳۷۶۹، جمع الجوامع: ۵۸۶۸، تفسیر الطبری ج ۱۳، ص ۲۶، ۲۵، تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۳۳۹، ۳۵۰، الدر المنثور، ج ۸، ص ۸۳، ۸۴، فتح البیان، ج ۱۲، ص ۲۸، فتح القدر، ج ۵، ص ۲۲۸، لباب القول للسیوطی، ص ۸۲، اسباب نزول القرآن الکریم للواحدی: ۷۹۷، الوسیط للواحدی، ج ۴، ص ۲۶۶۔

(بارگاہ رسالت میں) تنہائی و رازداری کے ساتھ بات کرنے سے قبل صدقات و خیرات دینے سے تم گھبرا گئے؟ (المجادلہ: ۱۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اس امت پر میری وجہ سے آسانی پیدا کی گئی ہے۔

۵۳۔ ذکر أشقى الناس

بد بخت ترین کا بیان

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ غزوہ عشیہ میں اکٹھے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں تشریف لا کر قیام فرمایا تو ہم نے بنو مدینہ کے لوگوں کو کونو میں یا کھجوروں کے درختوں میں کام کرتے دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا، اے ابوبقطان! کیا ہم ان لوگوں کو نہ دیکھیں کہ وہ کیسے کام کرتے ہیں؟ میں نے کہا: جیسے آپ کی مرضی ہم ان کے پاس گئے اور ایک وقت تک انہیں کام کرتا دیکھتے رہے۔ پھر ہم پر نیند کا غلبہ ہونے لگا، تو ہم کھجوروں کے سائے میں مٹی کے اوپر جا کر سو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہمیں پاؤں کی حرکت سے جگایا۔ ہم مٹی پر الٹ پلٹ تھے، اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جسم پر مٹی لگی ہوئی دیکھ فرمایا، اے ابوتراب! تمہیں کیا ہوا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں دنیا کے بد بخت ترین کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں!! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلا بد بخت ترین شخص امیر نامی ہے، جس نے قوم ثمود کی اونٹنی کی کوچیں کالی تھیں اور دوسرا بد بخت ترین وہ شخص ہوگا، جو تمہیں یہاں مارے گا۔ (آپ نے ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھتے ہوئے فرمایا) اور اس سے یہ تر ہو جائے گی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی کو پکڑتے ہوئے فرمایا۔)

۱۵۲ (۸۵۳۸): أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَهَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سِمَاكِ بْنِ أَبِي كَرِيمَةَ الْحَرَّانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلْمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ الْقُرْظِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَفِيقَيْنِ فِي غَزْوَةٍ فَلَمَّا نَزَلَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَقَامَ بَهَا رَأَيْنَا أَنَا مِنْ بَنِي مُدَلِجٍ يَعْمَلُونَ فِي عَمِنٍ لَهُمْ، أَوْ فِي نَخْلٍ فَقَالَ لِي عَلِيُّ: يَا أَبَا الْيَعْقُظَانِ هَلْ لَكَ أَنْ نَأْتِيَ هَؤُلَاءِ، فَنَنْظُرَ كَيْفَ يَعْمَلُونَ؟ قَالَ: قُلْتُ: إِنَّ شِئْتَ فَجِئْنَاهُمْ، فَنَنْظُرْنَا إِلَى عَمَلِهِمْ سَاعَةً ثُمَّ غَشِينَا النَّوْمَ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَعَلِيُّ حَتَّى اضْطَجَعْنَا فِي ظِلِّ صُورٍ مِنَ النَّخْلِ، وَدُقْعَاءَ مِنَ التُّرَابِ فَنِينَا قَوْلَ اللَّهِ مَا أَنْبَهَنَا إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُنَا بِرَجْلِهِ وَقَدْ تَتَرَّبْنَا مِنْ تِلْكَ الدَّقْعَاءِ الَّتِي بَيْنَنَا فِيهَا، فَيَوْمَئِذٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ: مَا لَكَ يَا أَبَا تُرَابٍ؟ لِمَا يَرَى مِمَّا عَلَيْهِ مِنَ التُّرَابِ ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَحَدُكُمَا بِأَشَقَى النَّاسِ؟ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: أَحَبُّهُمُ ثَمُودُ الَّذِي عَقَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِي يَضْرِبُكَ يَا عَلِيُّ عَلَى هَذِهِ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى قَرْبِهِ حَتَّى يَبْلُغَ مِنْهَا هَذِهِ وَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ (۱)

۱۔ السنن الكبرى للنسائي: ۸۲۸۵، ۸۵۳۸، ۱۸۵۱۱، فضائل الصحابة للإمام أحمد: ۱۱۷۲، المستدرک للحاكم: ۲۷۳۳، الآحاد والشانئ لابن أبي عاصم: ۱۷۵

تختة الاخير بترتيب شرح مشكل الآثار: ۶۵۶۰، دلائل النبوة لابی نعیم: ۴۹۰، دلائل النبوة للبيهقي، ج ۳، ص ۱۲، ۱۳، السيرة النبوة لابن هشام،

ج ۲، ص ۱۹۰، ۱۹۱، البدلية، ج ۲، ص ۲۲۸، ۲۲۹، السيرة النبوية لابن كثير، ج ۲، ص ۳۱۹، تاريخ مدينة دمشق، ج ۲۲، ص ۵۲۹، مختصر تاريخ دمشق،

۵۴۔ ذکرُ أحدثِ الناسِ عهدًا برسولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ ﷺ کا سب سے زیادہ قرب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے محرم راز حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

۱۵۵ (۸۵۳۹): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ أُمِّ مُوسَى قَالَتْ: قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: إِنَّ أَحَدَثَ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ (۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حلفاً بیان کیا ہے: رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے محرم راز حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، جن دن رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا، اس صبح آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام سے بھیجا، پھر آپ ﷺ نے پوچھنا شروع کیا: کیا جعلی رضی اللہ عنہ آگے ہیں؟ تین دفعہ آپ ﷺ نے یہ پوچھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ طلوع آفتاب سے پہلے تشریف لائے، ہم نے یہ سمجھتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان سے کوئی خاص کام ہے، گھر خالی کر دیا، اس دن ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کی عیادت کے لئے جمع تھیں، میں سب سے آخر میں گھر سے نکلی اور دروازے کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی طرف جھکے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے آخری شخص تھے، جن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے سرگوشی فرمائی اور جنہیں محرم راز بنایا۔

۱۵۶ (۸۵۴۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَّامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ أُمِّ مُوسَى قَالَتْ: قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: وَالَّذِي تَحْلِفُ بِهِ أُمُّ سَلَمَةَ إِنْ كَانَ أَقْرَبُ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ قَالَتْ: لَمَّا كَانَ غَدَاةَ قُبُضِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَرَى فِي حَاجَةٍ أَظُنُّهُ بَعَثَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ: جَاءَ عَلِيٌّ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتْ: فَجَاءَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، فَلَمَّا أَنْ جَاءَ عَرَفْنَا أَنَّ لَهُ إِلَيْهِ حَاجَةٌ فَخَرَجْنَا مِنَ الْبَيْتِ وَكُنَّا عِدْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ فَكُنْتُ فِي آخِرِ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْبَيْتِ ثُمَّ جَلَسْتُ أَدْنَاهُمْ مِنَ الْبَابِ فَأَكَبَ عَلَيْهِ عَلِيٌّ، فَكَانَ آخِرَ النَّاسِ بِهِ عَهْدًا، جَعَلَ يُسَارُّهُ وَيُنَاجِيهِ (۲)

۱۔ السنن الكبرى للنسائی: ۸۵۳۹، ۸۴۸۶

۲۔ السنن الكبرى للنسائی: ۸۵۴۰

iii۔ احمد: ۲۷۱۰۰

ii۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۵۷

vi۔ المعجم الكبير: ۱۹۳۳۰

v۔ المستدرک للحاکم: ۴۷۲۶

iv۔ مسند ابی یعلیٰ: ۶۳۲، ۶۸۹۸

viii۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۲۱

vii۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۳۲، ص ۳۹۴

۵۵۔ ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِيُّ يُقَاتِلُ عَلَيَّ تَأْوِيلَ الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلِيَّ تَنْزِيلِهِ

نبی کریم ﷺ کا فرمان: جس طرح میں نے قرآن کے نزول پر جہاد کیا ہے، اسی طرح علی رضی اللہ عنہ قرآن کے معانی پر جہاد کریں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ آپ تشریف لائے اور آپ ﷺ کے جوتے مبارک کا تسمہ ٹوٹ چکا تھا، آپ ﷺ نے جوتا مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کیا اور فرمایا: تم میں سے ایک شخص ایسا ہے، جو قرآن کے معانی کے لیے ایسے ہی جہاد کرے گا، جیسے میں نے اس کے نزول پر کیا ہے۔
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میں ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ہے جس کے پاس جوتا ہے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جوتا مبارک تھا)

۱۵۷ (۸۵۴۱): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنْ جَرِيرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ إِلَيْنَا قَدْ انْقَطَعَ شِسْعٌ نَعْلِهِ فَرَمَى بِهَا إِلَيَّ عَلِيٌّ فَقَالَ: إِنَّ مِنْكُمْ مَنْ يُقَاتِلُ عَلَيَّ تَأْوِيلَ الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلِيَّ تَنْزِيلِهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا؟ قَالَ: لَا قَالَ عُمَرُ: أَنَا قَالَ: لَهُ وَلَكِنْ صَاحِبَ النَّعْلِ (۱)

۵۶۔ التَّغْرِيْبُ فِي نُصْرَةِ عَلِيٍّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی ترغیب

حضرت سعید بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کھلے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ سے غد پر خم کے دن کس نے سنا تھا: میرا دوست اللہ تعالیٰ ہے اور میں تمام اہل ایمان کا ولی ہوں، جس کا میں ولی ہوں، اس کا یہ ولی ہے اے اللہ تعالیٰ!! تو اس کو دوست رکھ، جو اسے دوست رکھے اور اسے دشمن سمجھ جو اس سے دشمنی کرے، تو اس کی مدد فرما، جو اس کی مدد کرے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری جانب سے چھ صحابہ نے گواہی دی۔

۱۵۸ (۸۵۴۲): أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عِيسَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ فِي الرَّحْبَةِ أَنْشَدُ بِاللَّهِ مَنْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ يَقُولُ: اللَّهُ وَلِيِّي، وَأَنَا وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ، وَمَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَهَذَا وَلِيُّهُ اللَّهُ وَالْمَنْ وَالْآلَهُ وَعَادٍ مِنْ عَادَاهُ وَأَنْصُرُ مَنْ نَصَرَهُ فَقَالَ سَعِيدٌ: قَامَ إِلَى جَنْبِي سِتَّةٌ وَقَالَ خَارِثَةُ بْنُ مُضَرَّبٍ: قَامَ عِنْدِي سِتَّةٌ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ يَثِيجٍ: قَامَ عِنْدِي سِتَّةٌ وَقَالَ عَمْرُو دُوْمَرٍ: أَحِبَّ مَنْ أَحَبَّهُ وَابْغَضَ مَنْ ابْغَضَهُ (۲)

۱۔ السنن الكبرى للنسائي: ۸۵۴۱، ۸۴۸۸، مصنف ابن أبي شيبة: ۳۲۰۷۳، احمد: ۱۱۲۷۸، ۱۳۰۹، ۱۱۷۹۵، فضائل الصحابة، ج ۲، ص ۷۷۷، ابن حبان:

۶۸۹۸، ۶۹۳۷، مسند أبي يعلى: ۱۰۸۱، المستدرک للحاكم: ۳۶۷۹، دلائل النبوة للبيهقي، ج ۶، ص ۳۳۵، ۳۳۶، حلية الاولياء لابن نعيم، ج ۱، ص ۱۰۸،

البدلية والنهلية، ج ۵، ص ۴۷۸، تاريخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۲، ص ۲۵۱ تا ۲۵۵، مختصر تاريخ دمشق لابن منظور، ج ۱۷، ص ۳۸۹، ج ۱۸، ص ۳۶،

اتحاف الخيرة المحررة: ۶۶۳۰، شرح السنة: ۲۵۵۷، المقصد العلي: ۸۴۹، الرياض النضرة، ج ۴، ص ۱۳۵، مجمع الزوائد: ۱۴۷۶۳، جمع الجوامع: ۱۵۱۶۲،

الخصال الكبرى، ج ۲، ص ۲۳۳

۲۔ السنن الكبرى للنسائي: ۸۵۴۲، ۸۴۸۹

حضرت حارث بن مضرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے پاس سے چھ صحابہ نے گواہی دی۔ حضرت زید بن شیح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے پاس سے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گواہی دی۔ عمرو زومرنے درج ذیل الفاظ کا اضافہ کیا ہے: تو اس سے محبت فرما، جو اس سے محبت کرے، تو اس کو ناپسند فرما، جو اس سے بغض رکھے۔

۵۷۔ ذِکْرُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَمَّارٌ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَّةُ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔
نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس مسند کی مخالفت کی ہے اور از شعبہ از خالد از حسن روایت کی ہے۔

۱۵۹ (۸۵۳۳): أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ خَالِدًا يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، عَنِ امِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ: تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَّةُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: خَالَفَهُ أَبُو دَاوُدَ فَقَالَ: عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خَالِدٍ عَنِ الْحَسَنِ (۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔
نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ابن عون از حسن بھی مروی ہے۔

۱۶۰ (۸۵۳۴): أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ امِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ: تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَّةُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ عُيُونٍ عَنِ الْحَسَنِ (۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: غزوہ خندق کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتھر اٹھوارہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک ابر آلود تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں وہ منظر نہیں بھول سکتی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت میں یہ شعر گنگنا رہے تھے: اے اللہ تعالیٰ! بے شک اصل بھلائی، آخرت کی بھلائی ہے۔ تو انصار و مہاجرین کی بخشش فرما دے۔ اسی دوران حضرت عمار رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: اے سید کے بیٹے! تجھے باغی گروہ قتل کر دے گا۔

۱۶۱ (۸۵۳۵): أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيُونٍ عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ امِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْخَنْدَقِ، وَهُوَ يُعَاطِيهِمُ اللَّبَنَ، وَقَدْ اغْبَرَّ شَعْرُ صَدْرِهِ قَالَتْ: فَوَاللَّهِ مَا نَسِيتُهُ، وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ فَأَغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ قَالَتْ: وَجَاءَ عَمَّارٌ فَقَالَ: ابْنُ سَمِيَةَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَّةُ (۳)

iii - مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۵۹۸، ۱۷۰۳

ii - مسلم: ۷۳۲۲

i - السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۱۷، ۸۲۹۰، ۸۲۷۵، ۸۵۳۳

vii - الجمع بین اخیسین: ۳۳۶۷، ۳۳۶۸

iv - ابن حبان: ۶۷۳۶، ۷۰۷۷

iii - دلائل النبوة للبیہقی، ج ۲، ص ۵۴۹

ii - احمد: ۲۷۰۹۸، ۲۷۱۸۶

i - السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۹۱، ۸۵۳۳

vi - المصنف لعبد الرزاق: ۲۰۵۹۳

vii - ابن حبان: ۶۷۳۶

iv - مسند ابی یعلیٰ: ۶۹۵۳

iii - المعجم الکبیر: ۱۹۲۹۸

ii - دلائل النبوة للبیہقی، ج ۲، ص ۵۵۰

i - السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۹۲، ۸۵۳۵

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں غزوہ خندق دن کو نہیں بھول سکتی، جب آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم پتھر اٹھوارہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک غبار آلود ہو گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنگنارہے تھے۔ اے اللہ تعالیٰ بے شک اصل بھلائی، آخرت کی بھلائی ہے۔ پس تو انصار و مہاجرین کی بخشش فرما دے، اسی اثناء میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سمیہ کے بیٹے! تمہیں باغی گروہ قتل کر دے گا۔

۱۶۲ (۸۵۳۶): حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَتْ أُمُّ الْحَسَنِ: قَالَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ أُمُّ سَلَمَةَ: مَا نَسِيتُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، وَهُوَ يُعَاطِيهِمُ اللَّبَنَ، وَقَدْ اغْبَرَّ شَعْرُهُ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ فَأَغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ. وَجَاءَ عَمَّارٌ فَقَالَ: يَا ابْنَ سَمِيَةَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ (۱)

۱۶۳ (۸۵۳۷): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَكَمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ: تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ (۲)

۱۶۴ (۸۵۳۸): أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شَمِيلٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي مُسَلَمَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَبُو قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِعَمَّارٍ بُوْسًا لَكَ يَا ابْنَ سَمِيَةَ، وَمَسَحَ الْغُبَّارَ عَنْ رَأْسِهِ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ (۳)

۱۶۵ (۸۵۳۹): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ خُوَيْلِدٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ فَاتَاهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي رَأْسِ عَمَّارٍ يَقُولُ: كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو لِيَطْبُ بِهِ أَحَدُكُمْمَا نَفْسًا لِصَاحِبِهِ، فَبَأْنِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: خَالَفَهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہیں باغی گروہ قتل کر دے گا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سر سے گرد جھاڑتے ہوئے فرمایا: تمہارے لئے آزمائش کی بات یہ ہے کہ تمہیں باغی گروہ شہید کر دے گا۔

حضرت حنظلہ بن خویلد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ دو شخص حضرت عمار کے سر کے بارے میں جھگڑتے ہوئے آئے، ان میں سے ہر کوئی حضرت عمار کو شہید کرنے کا دعویٰ کرتا تھا، اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے ہر کوئی اپنے آپ کو بہتر ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:

- | | | |
|--------------------------------------|--------------------------------------|--------------------------------------|
| ۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۶، ۸۳۹۳ | ۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۶، ۸۳۹۳ | ۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۴- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۵- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۶- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۷- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۸- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۹- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۱۰- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۱۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۴- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۵- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۱۶- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۷- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۸- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۱۹- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۲۰- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۲۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۲۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۲۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۲۴- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۲۵- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۲۶- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۲۷- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۲۸- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۲۹- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۳۰- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۳۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۳۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۳۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۳۴- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۳۵- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۳۶- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۳۷- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۳۸- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۳۹- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۴۰- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۴۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۴۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۴۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۴۴- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۴۵- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۴۶- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۴۷- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۴۸- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۴۹- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۵۰- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۵۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۵۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۵۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۵۴- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۵۵- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۵۶- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۵۷- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۵۸- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۵۹- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۶۰- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۶۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۶۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۶۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۶۴- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۶۵- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۶۶- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۶۷- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۶۸- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۶۹- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۷۰- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۷۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۷۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۷۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۷۴- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۷۵- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۷۶- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۷۷- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۷۸- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۷۹- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۸۰- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۸۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۸۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۸۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۸۴- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۸۵- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۸۶- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۸۷- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۸۸- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۸۹- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۹۰- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۹۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۹۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۹۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۹۴- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۹۵- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۹۶- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۹۷- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۹۸- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۹۹- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۱۰۰- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۰۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۰۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۱۰۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۰۴- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۰۵- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۱۰۶- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۰۷- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۰۸- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۱۰۹- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۱۰- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۱۱- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۱۱۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۱۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۱۴- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۱۱۵- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۱۶- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۱۷- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |
| ۱۱۸- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۱۹- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ | ۱۲۰- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، ۸۳۹۳ |

شُعْبَةُ فَقَالَ: عَنِ الْعَوَامِ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ سُوَيْدٍ (۱)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ شہید کرے گا۔

نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرمایت ہیں: حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور عوام از اجل از حنظلہ بن سوید روایت کی ہے۔

حضرت حنظلہ بن سوید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا، تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ان کو باغی گروہ شہید کر دے گا۔

۱۶۶ (۸۵۵۰): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَوَامِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي شَيْبَانَ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ: "جِيءَ بِرَأْسِ عَمَّارٍ فَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَّةُ (۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ شہید کر دیں گے۔

نقد سند: امام نسائی رحمہ اللہ فرمایت ہیں: اس سند کی ابو معاویہ نے مخالفت کی ہے اور عن الأعمش عن عبدالرحمن بن زیاد عن عبداللہ بن الحارث کی سند سے روایت کی ہے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل روایت ہے۔

نقد سند: اس سند کی سفیان ثوری نے مخالف کی ہے اور اعمش از عبدالرحمان بن ابوزیاد سے روایات کی ہے۔

۱۶۷ (۸۵۵۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَّامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَّةُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: خَالَفَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، فَرَوَاهُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ (۳)

۱۶۸ (۸۵۵۲): أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو نَحْوَهُ. خَالَفَهُ سَفْيَانُ الثَّوْرِيُّ فَقَالَ: عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ (۴)

i- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۰، ۸۵۴۹

ii- حلیۃ الاولیاء لابن نعیم، ج ۷، ص ۲۳۳ iii- الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص ۱۳۵

v- مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۶۱۹ vi- احمد: ۶۵۳۸، ۶۹۲۹

iv- البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۶۲۱

viii- الطالب العالیۃ: ۴۴۸۳ ix- تحقیق مدیف للکلیکادی، ص ۸۸

vii- جمع الجوامع: ۱۳۳۲۸

۳- ایضاً

۲- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۷، ۸۵۵۰

۳- سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۹۸، ۱۶۹۸۵۵۱

۱۷۲ (۸۵۵۶): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُزَيْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَفْتَرِقُ أُمَّتِي فِرْقَتَيْنِ يَمْرُقُ بَيْنَهُمَا مَارِقَةٌ تَقْتُلُهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (۱)

۱۷۳ (۸۵۵۷): أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو الْغِيلَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا بِهِزٌ، عَنِ الْقَاسِمِ وَهُوَ ابْنُ الْفَضْلِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُزَيْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ تَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (۲)

۱۷۴ (۸۵۵۸): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُزَيْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ نَاسًا فِي أُمَّتِهِ يَخْرُجُونَ فِي فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ سِيمَاهُمْ التَّحْلِيْقُ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، هُمْ مِنْ شَرِّ الْخَلْقِ أَوْ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ، تَقْتُلُهُمْ أَدْنَى الطَّائِفَتَيْنِ إِلَى الْحَقِّ قَالَ: وَقَالَ كَلِمَةٌ أُخْرَى قُلْتُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ: مَا هِيَ؟ قَالَ: وَأَنْتُمْ قَتَلْتُمُوهُمْ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ (۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت دو گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی، ایک گروہ دین سے نکلنے والا ہوگا، ان کو وہ گروہ قتل کرے گا، جو حق کے قریب ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں افتراق کے وقت ایک بے دین گروہ کا خروج ہوگا اور اس کو اہل حق کا بہترین گروہ قتل کرے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کا ذکر فرمایا کہ لوگوں کا ایک گروہ خروج کرے گا، جن کی علامت سرمنڈ ہونا ہوگا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیرکمان سے نکل جاتا ہے، وہ بدترین لوگ ہوں گے، ان کو اہل حق کا بہترین گروہ قتل کرے گا۔ راوی کیلئے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اور جملہ بھی کیا تھا۔ ابونفرہ کہتے ہیں، میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا: میرے اور اس گروہ کے درمیان کیا تعلق ہے؟ آپ نے فرمایا: اے عراقیو! تم نے ہی اس گروہ کو قتل کیا ہے۔

۱- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۵۶، ۸۵۰۳ ii- مسند ابی یعلیٰ: ۱۰۳۲، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱ iii- شرح السنن: ۲۵۵

iv- تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۶۶۸۲ v- سنن سعید بن منصور: ۲۹۷۲

۲- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۵۷، ۸۵۰۳ ii- نیل الاوطار: ۳۱۹۰ iii- جمع الجوامع: ۱۵۲۷، ۱۶۲۳، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸

۳- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۵۹، ۸۵۰۶ ii- مسلم: ۲۴۵۷

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں ایک گروہ خروج کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازوں، صدقات اور روزوں کا ذکر فرمایا، وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیرکمان سے نکل جاتا ہے، قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، وہ مسلمانوں سے ایک گروہ کی صورت میں خروج کریں گے، ان کو وہ شخص قتل کرے گا جو اہل حق کا بہترین فرد ہوگا۔

۱۷۵ (۸۵۵۹): أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلِ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَاضِرُ بْنُ الْمُبَرِّعِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَجَلِيُّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَمْعَانَ الضَّحَّاكِ الْمَشْرُقِيِّ، يُحَدِّثُهُمْ وَمَعَهُمْ سَعِيدُ بْنُ جَبْرِ وَمِيمُونُ بْنُ أَبِي شَبِيبٍ وَأَبُو الْبَخْتَرِيِّ وَأَبُو صَالِحٍ، وَذُو الْهَمْدَانِيِّ وَالْحَسَنُ الْعَرَنِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَرُوي عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْمٍ يَخْرُجُونَ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ فَذَكَرَ مِنْ صَلَاتِهِمْ، وَزَكَاتِهِمْ، وَصَوْمِهِمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ الْقُرْآنَ تَرَاقِيهِمْ يَخْرُجُونَ فِي فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ يُقَاتِلُهُمْ أَقْرَبُ النَّاسِ إِلَى الْحَقِّ (۱)

۶۰ - ذِكْرُ مَا خُصَّ بِهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنَ الْقِتَالِ الْمَارِقِينَ

حضرت علی کرم اللہ کی خوارج کو قتل کرنے میں خصوصیت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، اسی دوران ذوالخویصرہ تمیمی آیا اس نے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انصاف کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں انصاف نہیں کروں گا، تو اور کون انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں، تو ناکام و نامراد رہ جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسے قتل کرنے کی اجازت عنایت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، اسے چھوڑ دو، اس کے اور بھی ساتھی ہوں، تو تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر سمجھو، اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں کم تر جانو گے، وہ قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیرکمان سے نکل جاتا ہے۔ اس تیر کی نوک، پھل کی جڑ، پیکان میں کوئی اتر نہ ہوگا، حالانکہ وہ تیر گوشت پوست سے گزرا ہوگا۔ ان

۱۷۶ (۸۵۶۰): أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ، قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، وَاللَّفْظُ لَهُ عَنْ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقْسِمُ قَسْمًا أَتَاهُ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اعْدِلْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ قَدْ خَبِتَ وَخَسِرْتَ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ قَالَ عُمَرُ: أَنْذَنْ لِي فِيهِ أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ: دَعُهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدَكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مَرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَنْظُرُ إِلَى نَصْلِهِ، فَلَا يُوْجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى رِصَافِهِ، فَلَا يُوْجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى نَضِيْبِهِ، فَلَا يُوْجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، وَهُوَ الْقَدْحُ، ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى قُدْزِهِ، فَلَا يُوْجَدُ فِيهِ شَيْءٌ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالْدَّمَ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ إِحْدَى

کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ آدمی ہوگا، جس کا ایک بازو عورت کے پستان یا لوتھڑے کی طرح ڈھلکتا ہوگا۔ وہ ایسے لوگوں میں خروج کریں گے، جو بہترین لوگ ہوں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں، میں نے یہ حدیث خود آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ان خوارج سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا اور میں بھی شریک تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کی لاش کو تلاش کرنے کا حکم دیا، تو اس کی لاش مل گئی۔ اس کی لاش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، تو میں نے دیکھا کہ وہ ساری علامتیں اس میں موجود تھیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، اسی دوران ذوالخولیعہ تمیمی نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انصاف کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے! اگر میں انصاف نہیں کروں گا، تو کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس کی گردن اڑانے کی اجازت عنایت فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر کے فرمایا: اس کے کچھ ساتھی ہوں گے، تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے، اپنے روزے کو ان کے روزے کے مقابلے میں حقیر سمجھے گے، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی اس تیر کی نوک، پھل اور پریکان پر کوئی اثر نہیں دیکھے گا، وہ

عَضُدِيهِ مِثْلُ ثُدَيِ الْمَرَأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبُضْعَةِ تَدْرُدُّ، يَخْرُجُونَ عَلَيَّ خَيْرَ فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَأَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ، وَأَنَا مَعَهُ فَأَمَرَ بِذَلِكَ الرَّجُلِ فَالْتَمَسَ فَوُجِدَ، فَأَتَيْتُ بِهِ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهِ عَلَى نَعْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي نَعَتَ (۱)

۱۷۷ (۸۵۶۱): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى بْنِ بَهْلُولٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَكِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: وَحَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَذَكَرَ آخِرُ قَوْلَا: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَالضُّبَّاحِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ: بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْتَمُّ ذَاتَ يَوْمٍ قَسْمًا فَقَالَ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ التَّمِيمِيُّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْدِلْ قَالَ: وَيُحْكُ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ انْزِدْ لِي حَتَّى أَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْتَقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مَرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ حَتَّى إِنْ أَحَدُهُمْ لَيَنْظُرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يَجِدُ فِيهِ شَيْئًا، ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى رِصَافِهِ فَلَا يَجِدُ فِيهِ شَيْئًا، ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى نَضِيْبِهِ فَلَا يَجِدُ فِيهِ شَيْئًا، ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى قُدْبِهِ فَلَا يَجِدُ فِيهِ شَيْئًا سَبَقَ الْفَرْثُ وَالْدَّمُ،

iii - مسلم: ۲۲۵۶

ii - بخاری: ۶۹۳۳، ۳۶۱۰

i - السنن الكبرى للنسائی: ۸۵۰۷، ۸۵۶۰

v - دلائل النبوة للبيهقي، ج ۶، ص ۳۲۷ - vi - شرح السنة: ۲۵۵۲

iv - ابن حبان: ۱۳۱، ۶۷۳۱

ii - كتاب السنة لابن أبي عاصم: ۹۲۳

يَخْرُجُونَ عَلَيَّ خَيْرَ فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَدْعَبُ أَحَدِي يَدِيهِ مِثْلُ ثُدِي الْمَرَأَةِ أَوْ كَالْبِضْعَةِ تَدْرُدُّ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَشْهَدُ أَنِّي كُنْتُ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ حِينَ قَاتَلْتَهُمْ، فَأُرْسِلَ إِلَيَّ الْقَتْلَى، فَأَتَيْتُ بِهِ عَلِيَّ النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

تیر گوشت پوست سے گزر جائے گا۔ وہ لوگ بہترین لوگوں پر خروج کریں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے ایک شخص کی آنکھ بڑی اور باز و عورت کے پستان یا لوتھڑے کی طرح ڈھلکتا ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب ان لوگوں سے جہاد کیا تو میں بھی شریک تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل ہونے کی طرف بھیجا، تو اس شخص کو لایا گیا، جس میں وہ ساری علامات تھیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔

حضرت عبید اللہ بن ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب فرقہ حروریہ کے لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا، تو کہا: حکم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کلمہ حق ہے اور اس سے مراد باطل ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں، جنہیں میں پہچانتا ہوں، یہی وہ لوگ ہیں جو زبان سے حق کہتے ہیں، لیکن یہ بات ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ ان میں ایک سیاہ شخص ہوگا، جس کا ایک ہاتھ بکری کی شرم گاہ یا پستان کی طرح ڈھلکا ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے تقال کر لیا تو فرمایا: تلاش کرو، لوگوں نے تلاش کیا، لیکن انہیں نہ ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوبارہ تلاش کرو، اللہ تعالیٰ کی قسم! نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی مجھے جھٹلایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین دفعہ ارشاد

۱۷۸ (۸۵۶۲): الْحَارِثُ بْنُ مَسْكِينٍ قَرَأَهُ عَلَيَّ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ وَهَبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بَكْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ بَسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ الْحَرُورِيَّةَ لَمَّا خَرَجَتْ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَالُوا: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ قَالَ عَلِيُّ: كَلِمَةٌ حَقٌّ أُرِيدُ بِهَا بَاطِلٌ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَ نَاسًا، إِنِّي لَأَعْرِفُ صِفَتَهُمْ فِي هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَقُولُونَ الْحَقَّ بِالسِّنْتِهِمْ لَا يَجُوزُ هَذَا مِنْهُمْ، وَأَشَارَ إِلَى حَلْقِهِ مِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللَّهِ إِلَيْهِ مِنْهُمْ أَسْوَدُ أَحَدِي يَدِيهِ طَبِي شَاةٍ أَوْ حَلْمَةٌ ثُدِي، فَلَمَّا قَاتَلْتَهُمْ عَلِيُّ قَالَ: انظُرُوا فَانظُرُوا، فَلَمْ يَجِدُوا شَيْئًا فَقَالَ: ارْجِعُوا وَاللَّهِ مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِّبْتُ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، ثُمَّ وَجَدُوهُ فِي خَرِبَةٍ فَأَتَوْا بِهِ حَتَّى وَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: أَنَا حَاضِرٌ ذَلِكَ مِنْ أَمْرِهِمْ، وَقَوْلُ عَلِيِّ فِيهِمْ (۲)

iii-مشكاة: ۸۵۹۶

ii-مصانح السنة: ۳۶۰۹

i-السنن الكبرى للنسائي: ۸۵۶۱، ۸۵۰۸

v-الموطأ للإمام مالك بن انس: ۳۸۷

iv-السنة لعبد الله بن احمد: ۱۳۷۷

vi-موطأ للإمام مالك برواية امام محمد بن الحسن الشيباني: ۸۶۳

iii-كتاب السنة لابن ابى عاصم: ۹۶۵

ii-مسلم: ۶۳۶۸

i-السنن الكبرى للنسائي: ۸۵۶۲، ۸۵۰۹

فرمایا: پھر لوگوں نے اسے ایک ویران جگہ سے تلاش کر لیا، لوگوں نے اس کی لاش آپ ﷺ کے سامنے لا کر رکھ دی۔ حضرت عبید اللہ بن ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس موقع پر موجود تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرمان کے حق ہونے کا گواہ ہوں۔

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرنے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا: جب میں تمہیں کوئی بات اپنی طرف سے بیان کروں، تو بے شک جنگ ایک چال کا نام ہے، لیکن جب میں کوئی بات رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بیان کروں، تو میں اس بات کو زیادہ پسندیدہ سمجھتا ہوں کہ مجھے آسمان سے گرا دیا جائے، بہت اس کے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ بات منسوب کروں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: ایک ایسی قوم خروج کرے گی، جو کم عمر اور کم عقل لوگوں پر مشتمل ہوگی، وہ زبان سے بہتری بات کہے گی، لیکن ایمان ان کے حلقوں سے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیرکمان سے نکل جاتا ہے، اگر تم ان کو پاؤ، تو ان کو قتل کرنا۔ کیونکہ ان کے قتل کرنے اجر قائل کو قیامت کے دن ملے گا۔

۱۸۰ (۸۵۶۳): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ سُؤَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ نَفْسِي فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدَعَتْ، وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " فَلَا تُؤْخِرَنَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيمَانَهُمْ حَنَا جَرَّهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَإِنْ أَدْرَكْتَهُمْ فَاقْتُلَهُمْ، فَإِنْ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱)

۱- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۰، ۸۵۶۳، ۸۵۶۴، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۴۰، ۱۹۴۱، ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۴۶، ۱۹۴۷، ۱۹۴۸، ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، ۱۹۵۱، ۱۹۵۲، ۱۹۵۳، ۱۹۵۴، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۳، ۱۹۶۴، ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۱۹۶۷، ۱۹۶۸، ۱۹۶۹، ۱۹۷۰، ۱۹۷۱، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۱۹۸۶، ۱۹۸۷، ۱۹۸۸، ۱۹۸۹، ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، ۱۹۹۴، ۱۹۹۵، ۱۹۹۶، ۱۹۹۷، ۱۹۹۸، ۱۹۹۹، ۲۰۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۲۰۰۳، ۲۰۰۴، ۲۰۰۵، ۲۰۰۶، ۲۰۰۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۲۰۱۳، ۲۰۱۴، ۲۰۱۵، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷، ۲۰۱۸، ۲۰۱۹، ۲۰۲۰، ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴، ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۳۲، ۲۰۳۳، ۲۰۳۴، ۲۰۳۵، ۲۰۳۶، ۲۰۳۷، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۲۰۴۰، ۲۰۴۱، ۲۰۴۲، ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، ۲۰۴۵، ۲۰۴۶، ۲۰۴۷، ۲۰۴۸، ۲۰۴۹، ۲۰۵۰، ۲۰۵۱، ۲۰۵۲، ۲۰۵۳، ۲۰۵۴، ۲۰۵۵، ۲۰۵۶، ۲۰۵۷، ۲۰۵۸، ۲۰۵۹، ۲۰۶۰، ۲۰۶۱، ۲۰۶۲، ۲۰۶۳، ۲۰۶۴، ۲۰۶۵، ۲۰۶۶، ۲۰۶۷، ۲۰۶۸، ۲۰۶۹، ۲۰۷۰، ۲۰۷۱، ۲۰۷۲، ۲۰۷۳، ۲۰۷۴، ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، ۲۰۷۷، ۲۰۷۸، ۲۰۷۹، ۲۰۸۰، ۲۰۸۱، ۲۰۸۲، ۲۰۸۳، ۲۰۸۴، ۲۰۸۵، ۲۰۸۶، ۲۰۸۷، ۲۰۸۸، ۲۰۸۹، ۲۰۹۰، ۲۰۹۱، ۲۰۹۲، ۲۰۹۳، ۲۰۹۴، ۲۰۹۵، ۲۰۹۶، ۲۰۹۷، ۲۰۹۸، ۲۰۹۹، ۲۱۰۰، ۲۱۰۱، ۲۱۰۲، ۲۱۰۳، ۲۱۰۴، ۲۱۰۵، ۲۱۰۶، ۲۱۰۷، ۲۱۰۸، ۲۱۰۹، ۲۱۱۰، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۴، ۲۱۱۵، ۲۱۱۶، ۲۱۱۷، ۲۱۱۸، ۲۱۱۹، ۲۱۲۰، ۲۱۲۱، ۲۱۲۲، ۲۱۲۳، ۲۱۲۴، ۲۱۲۵، ۲۱۲۶، ۲۱۲۷، ۲۱۲۸، ۲۱۲۹، ۲۱۳۰، ۲۱۳۱، ۲۱۳۲، ۲۱۳۳، ۲۱۳۴، ۲۱۳۵، ۲۱۳۶، ۲۱۳۷، ۲۱۳۸، ۲۱۳۹، ۲۱۴۰، ۲۱۴۱، ۲۱۴۲، ۲۱۴۳، ۲۱۴۴، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۲۱۴۷، ۲۱۴۸، ۲۱۴۹، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۱۵۴، ۲۱۵۵، ۲۱۵۶، ۲۱۵۷، ۲۱۵۸، ۲۱۵۹، ۲۱۶۰، ۲۱۶۱، ۲۱۶۲، ۲۱۶۳، ۲۱۶۴، ۲۱۶۵، ۲۱۶۶، ۲۱۶۷، ۲۱۶۸، ۲۱۶۹، ۲۱۷۰، ۲۱۷۱، ۲۱۷۲، ۲۱۷۳، ۲۱۷۴، ۲۱۷۵، ۲۱۷۶، ۲۱۷۷، ۲۱۷۸، ۲۱۷۹، ۲۱۸۰، ۲۱۸۱، ۲۱۸۲، ۲۱۸۳، ۲۱۸۴، ۲۱۸۵، ۲۱۸۶، ۲۱۸۷، ۲۱۸۸، ۲۱۸۹، ۲۱۹۰، ۲۱۹۱، ۲۱۹۲، ۲۱۹۳، ۲۱۹۴، ۲۱۹۵، ۲۱۹۶، ۲۱۹۷، ۲۱۹۸، ۲۱۹۹، ۲۲۰۰، ۲۲۰۱، ۲۲۰۲، ۲۲۰۳، ۲۲۰۴، ۲۲۰۵، ۲۲۰۶، ۲۲۰۷، ۲۲۰۸، ۲۲۰۹، ۲۲۱۰، ۲۲۱۱، ۲۲۱۲، ۲۲۱۳، ۲۲۱۴، ۲۲۱۵، ۲۲۱۶، ۲۲۱۷، ۲۲۱۸، ۲۲۱۹، ۲۲۲۰، ۲۲۲۱، ۲۲۲۲، ۲۲۲۳، ۲۲۲۴، ۲۲۲۵، ۲۲

۶۰ ذکر الاختلاف علی ابی اسحاق فی هذا الحدیث

حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی، وہ قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیرکمان سے نکل جاتا ہے۔ ان سے جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

نقد سند: یوسف بن ابو اسحاق رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور سند میں ابو اسحاق اور سوید بن غفلہ کے درمیان عبدالرحمن بن ثروان کو ذکر کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں ایک قوم ظاہر ہوگی، وہ قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیرکمان سے نکل جاتا ہے، ان سے جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ان کی نشانی سر مند ہونا ہے۔

حضرت طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج سے قتال کے لئے نکلے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تلاش کرو، بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: عنقریب ایسی قوم نکلے گی، جو زبان سے حق بات کرے گی، لیکن وہ حق ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ حق ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیرکمان سے نکل جاتا ہے اور ان کی علامت یہ ہوگی کہ ان میں ایک

۱۸۱ (۸۵۶۳): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّا قَالَا: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سُؤَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ آخِرِ الزَّمَانِ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، قِتَالَهُمْ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ خَالَفَهُ يُوسُفُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، فَأَدْخَلَ بَيْنَ أَبِي إِسْحَاقَ وَبَيْنَ سُؤَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ ثُرَوَانَ (۱)

۱۸۲ (۸۵۶۵): أَخْبَرَنِي زَكْرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُونُسَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي قَيْسِ الْأَوْدِيِّ، عَنْ سُؤَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مَرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، قِتَالَهُمْ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ - سَيَمَاهُمْ (۲)

۱۸۳ (۸۵۶۶): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَكَّارٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ طَارِقِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ إِلَى الْخَوَارِجِ، فَقَاتَلَهُمْ ثُمَّ قَالَ: انظُرُوا، فَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ يَتَكَلَّمُونَ بِالْحَقِّ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ، يَخْرُجُونَ مِنَ الْحَقِّ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَسَيَمَاهُمْ أَنْ فِيهِمْ رَجُلًا أَسْوَدَ مُخَدَجٍ الْبَيْدِ فِي يَدَيْهِ شَعْرَاتٌ سَوْدٌ، إِنْ كَانَ هُوَ، فَقَدْ قَاتَلْتُمْ شَرَّ النَّاسِ، وَإِنْ

iii - مسند ابی حنیفہ: ۵۶۶

ii - احمد: ۱۳۳۶

i - السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۶۳، ۸۵۱۱

v - مسند ابی یعلیٰ: ۳۱۹

iv - کتاب السنن لابن ابی عاصم: ۹۱۱

ii - السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۶۵، ۸۵۶۱۲، ۳۵۵۱

لَمْ يَكُنْ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ فَبَكِينًا ثُمَّ قَالَ " : اَطْلُبُوهُ
فَطَلَبْنَاهُ فَوَجَدْنَا الْمُخْدَجَ فَخَرَرْنَا سُجُودًا وَخَرَّ عَلَيَّ مَعَنَا سَاجِدًا
غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ : يَتَكَلَّمُونَ بِكَلِمَةِ الْحَقِّ " (۱)

ایسا شخص ہوگا، جس کا ہاتھ عیب دارد ہوگا، اس کے ہاتھ پر سیاہ بال
ہوں گے، اگر وہ شخص ان میں موجود ہے تو تم نے بدترین لوگوں کو قتل
کیا ہے اور اگر وہ شخص نہیں ہے، تو تم نے بہترین لوگوں کو قتل کیا
ہے۔ ہم رونے لگ گئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تلاش کرو، جب
ہم نے تلاش کیا، تو اس عیب دارد شخص کو پایا۔ ہم نے سجدہ شکر ادا
کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی سجدہ شکر ادا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کبر
رہے تھے: انہوں نے بات حق کہی۔

حضرت ابو سلیم بن بلج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ جنگ نہروان کے
دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اس سے پہلے وہ ایک ایسے شخص
کو ملے تھے، جس کا ہاتھ عیب دار تھا، فرماتے ہیں: میں نے اس
سے پوچھا: تیرے ہاتھ کو کیا ہوا ہے؟ اس نے بتلایا: اونٹ نے چپایا
ہے۔ نہروان کے دن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرقرہ حروریہ کے
لوگوں کو قتل کیا، تو آپ ﷺ اس وقت پریشان ہو گئے، جب اس
ناقص ہاتھ والے کو نہ پایا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ تلاش کیا، تو اسے
ایک ندی میں موجود پایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا، اور اس
کے رسول ﷺ نے حق پہنچایا۔ راوی کہتے ہیں: اس شخص کے
کندھے پر پستان کے سرے کی طرح کے تین گوشت کے ٹوٹھے
تھے۔

۱۸۴ (۸۵۶۷): أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ
حَمَادٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ : أَخْبَرَنَا أَبُو بَلْجٍ يَحْيَى بْنُ سَلِيمٍ
بْنِ بَلْجٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي سَلِيمٌ بْنُ بَلْجٍ أَنَّهُ كَانَ مَعَ عَلِيٍّ فِي
النَّهْرَوَانَ قَالَ : كُنْتُ قَبْلَ ذَلِكَ أَصَارِعُ رَجُلًا عَلَى يَدَيْهِ شَيْءٌ
فَقُلْتُ : مَا شَأْنُ يَدِكَ؟ قَالَ : أَكَلَهَا بَعِيرٌ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ النَّهْرَوَانَ
وَقَتَلَ عَلِيُّ الْحَرُورِيَّةَ فَجَزَعَهُ عَلِيٌّ مِنْ قَتْلِهِمْ حِينَ لَمْ يَجِدْ ذَا
الْشُدِيِّ فَطَافَهُ حَتَّى وَجَدَهُ فِي سَاقِيَّةٍ فَقَالَ : صَدَقَ اللَّهُ وَبَلَغَ رَسُولُهُ
وَقَالَ : وَفِي مَنْكِبَيْهِ ثَلَاثُ شَعْرَاتٍ فِي مِثْلِ حَلْمَةِ الشُّدِيِّ (۲)

iii - مسند البزاري: ۸۹۷

ii - احمد: ۸۴۸، ۱۲۵۵

i - السنن الكبرى للنسائي: ۸۵۱۳، ۸۵۶۷

iv - فضائل الصحابة: ۱۲۲۳

v - السنن الكبرى للنسائي: ۸۵۶۷، ۸۵۱۳

۶۱۔ ثَوَابٌ مَنْ قَاتَلَهُمْ

خوارج سے قتال کا اجر

حضرت کلیب جرمی بیان کرتے ہیں: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا، اور آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے مخاطب تھے، اسی اثنا میں ایک مسافر شخص آیا اور اس نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! کیا آپ مجھے بات کرنے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی گفتگو جاری رکھی اور اس کی طرف توجہ نہ دی۔ میں اس شخص کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: تیرے پاس کیا خبر ہے؟ اس نے بتلایا: میں عمرہ کی ادائیگی کے لئے گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا، آپ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے پوچھا: جو قوم تمہارے علاقے سے نکلی ہے، اسے حروریہ کیوں کہتے ہیں: میں نے عرض کی: وہ حروراء نامی بستی سے نکلے ہیں، اس لئے حروریہ نام ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خوش بخت ہے وہ، جو ان کو قتل کرنے میں شریک ہوا، اگر تم چاہو تو حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں بتلا سکتے ہیں۔ میں اسی کے بارے میں پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب فارغ ہوئے تو پوچھا: اجازت طلب کرنے والا کدھر ہے؟ اس شخص نے ساری داستان بیان کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا، جب تمہارا ایسی ایسی قوم سے واسطہ ہوگا؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: ایک قوم مشرق سے نکلے گی، جو قرآن

۱۸۵ (۸۵۶۸): أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ فَضِيلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كَلَيْبِ الْجَرْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَلِيٍّ جَالِسًا إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابُ السَّفَرِ قَالَ: وَعَلِيُّ يُكَلِّمُ النَّاسَ وَيُكَلِّمُونَهُ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَتَأْذِنُ أَنْ أَتَكَلَّمَ؟ فَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ، وَشَغَلَهُ مَا هُوَ فِيهِ، فَجَلَسْتُ إِلَى الرَّجُلِ، فَسَأَلْتُهُ مَا خَبْرُكَ؟ قَالَ: كُنْتُ مُعْتَمِرًا، فَلَقِيتُ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لِي: هَؤُلَاءِ الْقَوْمُ الَّذِينَ خَرَجُوا فِي أَرْضِكُمْ يُسْتَوْنَ حُرُورِيَّةً قُلْتُ: خَرَجُوا فِي مَوْضِعٍ يُسَمَّى حُرُورَاءَ، فَسَمُوا بِذَلِكَ فَقَالَتْ: طُوبَى لِمَنْ شَهِدَ هَلَكَتَهُمْ، لَوْ شَاءَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ لَأَخْبَرَكُمْ خَبْرَهُمْ، فَجِئْتُ أَسْأَلُهُ عَنْ خَبْرِهِمْ، فَلَمَّا فَرَغَ عَلِيُّ قَالَ: أَيُّنَ الْمُسْتَأْذِنِ؟ فَقَصَّ عَلَيْهِ كَمَا قَصَّ عَلَيْنَا قَالَ: إِنِّي دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ عِنْدَهُ أَحَدٌ غَيْرُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ لِي: كَيْفَ أَنْتَ يَا عَلِيُّ، وَقَوْمٌ كَذَا وَكَذَا؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ وَقَالَ: ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهِ فَقَالَ: قَوْمٌ يَخْرُجُونَ مِنَ الْمَشْرِقِ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يَجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فِيهِمْ رَجُلٌ مُخْذَجٌ كَانَ يَدُهُ تُدِي أَنشِدُكُمْ بِاللَّهِ أَخْبَرْتُكُمْ بِهِمْ؟ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: أَنَشِدُكُمْ بِاللَّهِ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّهُ فِيهِمْ؟ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: فَاتَّبِعُونِي، فَأَخْبَرْتُكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ فِيهِمْ، فَحَلَفْتُ لَكُمْ بِاللَّهِ أَنَّهُ فِيهِمْ، فَاتَّبِعُونِي بِهِ تَسْحُبُونَهُ كَمَا نَعَيْتُمْ لَكُمْ؟ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (۱)

iii۔ فضائل الصحابة: ۱۲۲۳

ii۔ احمد: ۱۳۷۸، ۱۳۷۹

i۔ السنن الكبرى للنسائی: ۸۵۱۵، ۸۵۶۸

vi۔ مسند ابی یعلیٰ: ۳۶۸، ۳۷۸

v۔ مسند البرار: ۷۷۳، ۷۷۴

iv۔ السنن لعبد اللہ بن احمد: ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲

viii۔ البدلیۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۲۹۳

vii۔ کتاب السنن لابن ابی عاصم: ۹۱۳

پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان میں ایک شخص عیب دار ہوگا، جس کا ہاتھ پستان کی طرح ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میں نے تمہیں ان کے بارے میں بتلایا تھا؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میں نے اس شخص کے بارے میں بھی تمہیں بتلایا تھا؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھے آکر بتلایا تھا کہ وہ شخص ان میں نہیں ہے، اور میں نے قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ انہی میں ہے۔ پھر تم اسے گھسیٹتے ہوئے میرے پاس لائے تھے، جیسا کہ میں نے تمہیں بیان کیا تھا؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نہروان کے دن میں خوارج سے جنگ ہوئی، تو وہ ڈٹ گئے، حتیٰ کہ ان پر تیروں سے حملہ کیا گیا، جس سے وہ سارے مارے گئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پستان کی مثل ہاتھ والے کو تلاش کرو۔ لوگوں نے تلاش کیا، لیکن وہ نہ مل سکا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی جھٹلایا جاسکتا ہوں۔ تلاش کرو۔ لوگوں نے دوبارہ تلاش کیا، تو اسے ایک گڑھے میں لاشوں کے نیچے پالیا، ان میں ایک ایسا آدمی تھا، جس کے ہاتھ پر بلی کی مونچھوں کی مثل بال تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور باقی تمام نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور اس پر اظہار تعجب کیا۔

۱۸۶ (۸۵۶۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدٍ وَهُوَ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّهْرَوَانَ لَقِيَ الْخَوَارِجَ، فَلَمْ يَبْرَحُوا حَتَّى شَجَرُوا بِالرَّمَاةِ، فَقَاتَلُوا جَمِيعًا قَالَ عَلِيُّ: أَطْلَبُوا ذَا الشُّدِّيَّةِ، فَطَلَبُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَقَالَ عَلِيُّ: مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِّبْتُ، أَطْلَبُوهُ فَطَلَبُوهُ فَوَجَدُوهُ فِي وَهْدَةٍ مِنَ الْأَرْضِ عَلَيْهِ نَاسٌ مِنَ الْقَتْلِ، فَأَذَا رَجُلٌ عَلَى يَدِهِ مِثْلُ سِبْلَاتِ السَّنُورِ، فَكَبَّرَ عَلِيُّ وَالنَّاسُ، وَأَعْجَبَهُمْ ذَلِكَ (۱)

iii۔ ابی داؤد: ۴۷۶۸

ii۔ مسلم: ۱۲۳۶۷، ۵۰۶

i۔ سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۱۶، ۸۵۶۹

iv۔ مسند الزہری: ۵۷۹، ۸۰، ۵۸۱

حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیزجان کے پل پر ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: بے شک انہیں بتلایا گیا تھا کہ مشرق کی طرف سے ایک گروہ خروج کرے گا، جن میں پستان کی مثل ہاتھ والا شخص ہوگا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی۔ حروریہ فرقہ کے لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا: اس سے مذاکرات نہ کرو، اور ان پر حملہ حروراء والے حملے کی طرح کرو۔ دونوں گروہوں نے ایک دوسرے پر خوب تیر اندازی کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ایک شخص نے کہا: دشمن کے تیروں کی کاٹ کرو، وہ آگے بڑھے اور لشکر کا گھیراؤ کیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے بارہ یا تیرہ افراد نے جام شہادت نوش کیا: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عیب دار ہاتھ کو تلاش کرو، یہ سخت گرمی کا دن تھا۔ لوگوں نے عرض کیا: ہم تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سنی خچر پر سوار ہوئے اور ایک گڑھے پر پہنچ کر فرمایا: اس میں تلاش کرو اس شخص کو اس سے نکالا اور فرمایا: نہ میں نے جھوٹ بولا ہے، اور نہ جھٹلایا گیا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا: تم کوشش کرتے رہو اور سستی نہ کرو، اگر مجھے تمہارے سست پڑ جانے کا خدشہ نہ ہوتا، تو میں ضرور تمہیں بتلاتا، جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے فیصلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جاری فرمایا تھا۔ اس وقت کچھ یمنی لوگ حاضر تھے، انہوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! وہ کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ان کے بارے میں تھا جو ہمارے ساتھ ہیں۔

۱۸۷ (۸۵۷۰): أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلِ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ قَيْسِ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهْمَلٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيُّ بِتَنْطَرَةَ الدِّيزْجَانِ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ ذُكِرَ لِي خَارِجَةٌ تَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، وَفِيهِمْ ذُو الشُّدْيَةِ فَقَاتِلَهُمْ فَقَالَتِ الْحَرُورِيَّةُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: لَا تَكَلِّمُوهُ فَيَرُدُّكُمْ كَمَا رَدَّكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ، فَشَجَرَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِالرَّمَاحِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ: اقْطَعُوا الْعَوَالِيَّ، وَالْعَوَالِي الرَّمَاحُ فَدَارُوا وَاسْتَدَارُوا، وَقُتِلَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا، أَوْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَقَالَ عَلِيٌّ: التَّمِسُوا الْمُخَدَجَ، وَذَلِكَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ فَقَالُوا: مَا نَقْدُ عَلَيْهِ فَرَكِبَ عَلِيُّ بَغْلَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْبَاءَ، فَاتَى وَهْدَةً مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ: التَّمِسُوا فِي هَؤُلَاءِ، فَأُخْرِجَ فَقَالَ: مَا كَذَبْتُ، وَلَا كُذِّبْتُ فَقَالَ: اْعْمَلُوا وَلَا تَتَكَلَّمُوا لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَتَكَلَّمُوا لِأَخْبَرْتُكُمْ بِمَا قَضَى اللَّهُ لَكُمْ عَلَى لِسَانِهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَقَدْ شَهِدْنَا أَنَّا بِالْيَمَنِ قَالُوا: كَيْفَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: كَانَ هَوَاهُمْ مَعَنَا (۱)

۱۸۸ (۸۵۷۱): أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ كَهَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيِّ الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ عَلِيُّ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "سَيُخْرِجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُهُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ شَيْئًا وَلَا صَلَاتُهُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ شَيْئًا وَلَا صِيَامُهُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ شَيْئًا يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ يَحْسُبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ، وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تَجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيهِمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَوْ تَعْلَمُونَ الْجَيْشَ الَّذِي يُصِيبُونَهُمْ مَا قَضَى لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكَلُّوا عَلَى الْعَمَلِ، وَآيَةٌ ذَلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ، وَلَمَسَتْ لَهُ ذِرَاعٌ، عَلَى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلْمَةِ ثَدْيِ الْمَرَأَةِ عَلَيْهِ شَعْرَاتٌ بَيْضٌ، قَالَ سَلْمَةُ: فَتَزَلَنِي زَيْدٌ مَنْزِلًا مَنْزِلًا حَتَّى مَرَرْنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ عَلَى الْخَوَارِجِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ: أَلْقُوا الرَّمَاحَ وَسَلُّوا سِوْفَكُمْ مِنْ جُفُونِهَا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَنْشِدُوكُمْ قَالَ: فَسَلُّوا السُّيُوفَ وَأَلْقُوا جُفُونَهَا، وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ يَعْنِي بِرِمَاحِهِمْ فَقَتَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَمَا أُصِيبُ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ قَالَ عَلِيُّ: التَّمِسُوا فِيهِمُ الْمُخَدَجَ، فَلَمْ يَجِدُوهُ فَقَامَ عَلِيُّ بِنَفْسِهِ حَتَّى أَتَى نَاسًا قَتَلَى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ: جَرِدُوهُمْ، فَوَجِدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ، فَكَبَّرَ عَلِيُّ وَقَالَ: صَدَقَ اللَّهُ وَبَلَغَ رَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ إِلَيْهِ عُبَيْدَةُ السَّلْمَانِيُّ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سَمِعْتَ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: إِي وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَسَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا وَهُوَ يَحْلِفُ لَهُ (۱)

حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جو لشکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امارت میں خوارج کی طرف نکلا، وہ بھی اس کے ساتھ تھے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: عنقریب میری امت میں سے ایسی قوم خروج کرے گی، وہ قرآن ایسے پڑھیں گے کہ تمہاری قرأت ان کے پاس کچھ نہ ہوگی، نہ تمہاری نمازیں ان کی نمازوں کے مقابل کی ہوں گی اور نہ ہی تمہارے روزے ان کے روزے کے مقابل کی ہوں گے۔ وہ قرآن ایسے پڑھیں گے کہ گمان کریں گے کہ قرآن کا نزول انہیں کے لئے ہے، ان کی نمازیں ان کے حلقوں سے نہیں اتریں گی، وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیرکمان سے نکل جاتا ہے۔ جو لشکر ان کا قلع قمع کرنے کے لئے جائے گا، اگر ان کو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے صادر ہونے والے فیصلے کا علم ہو جائے، تو وہ عمل سے سستی کریں گے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک بازو کٹا شخص ہوگا، جس کا بازو کہنی تک ہوگا اور ہاتھ نہیں ہوگا۔ اس کے کٹے بازو کے سر اعورت کے پستان کی طرح ہوگا اور اس پر سفید بال ہوں گے۔ پس تم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کی طرف جانا چاہتے ہو اور ان خوارج کو چھوڑنا چاہتے ہو، حالانکہ یہ تمہاری اولادوں اور ماموں کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں۔ بے شک وہ حرام خون بہاتے ہیں اور لوگوں کو نکلنے کے لئے غیرت پر ابھارتے ہیں۔ پس تم اللہ تعالیٰ کے لئے آگے بڑھو۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت زید بن قدم قدم بتلاتے رہے، یہاں تک کہ ہم پلی سے گزرے۔ (حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا) جب ہم خوارج کے مد مقابل آئے، تو امیر لشکر عبد اللہ بن وہب رضی اللہ عنہ راہی تھا، اس نے خوارج سے کہا: نیزے پھینکو اور

تلواریں میان سے نکال لو۔ پس مجھے خدشہ ہے کہ کہیں وہ تمہیں الجھانہ دیں۔ خوارج نے تلواریں نکال لیں اور میان پھینک دیں، دونوں لشکر ایک دوسرے پر تیروں کے ساتھ ٹوٹ پڑے، لوگوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے دو لوگ شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں بازو کٹنا شخص تلاش کرو، لوگوں کو وہ شخص نہ ملا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خود کھڑے ہوئے اور مقتولین کے پاس آئے، جن کی لاشیں ایک دوسرے کے اوپر پڑی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو ہٹاؤ، پس اس شخص کی لاش سب سے نیچے زمین سے ملی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ پہنچایا۔ اس وقت حضرت عبیدہ سلمانی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پوچھا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، کیا آپ رضی اللہ عنہ نے واقعی یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: ہاں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی وہ ہستی ہے، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت عبیدہ سلمانی رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ حلفاً آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے تین دفعہ حلفاً بیان کیا۔

حضرت عبیدہ سلمانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے تمہاری سستی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تمہیں ضرور بتلاتا، جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس کے ذریعے خوارج کو قتل کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! رب کعبہ کی قسم، ہاں! رب کعبہ کی قسم۔

۱۸۹ (۸۵۷۲): أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدَةَ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: "لَوْلَا أَنْ تَبَطَّرُوا لِأَنْبَاءِكُمْ مَا وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ يَقْتُلُونَهُمْ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ؟ قَالَ: إِي وَرَبِّ الْكُعْبَةِ إِي وَرَبِّ الْكُعْبَةِ (۱)

i- السنن الكبرى للنسائی: ۸۵۷۲، ۸۵۱۹

ii- مسلم: ۶۳۶۵

iii- ابی داؤد: ۴۷۶۳

iv- ابن ماجہ: ۱۶۷

v- دلائل النبوة للبيهقي، ج ۶، ص ۳۳۱

۱۹۰ (۸۵۷۳): أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَوْفِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ: قَالَ عُبَيْدَةُ السَّلْمَانِيُّ لَمَّا كَانَ حَيْثُ أُصِيبَ أَصْحَابُ النَّهْرِ قَالَ: قَالَ عَلِيُّ: ابْتَغُوا فِيهِمْ، فَإِنَّهُمْ إِنْ كَانُوا هُمُ الْقَوْمُ الَّذِينَ ذَكَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ فِيهِمْ رَجُلًا مُخَدِّجَ الْيَدِ، أَوْ مُدُونَ الْيَدِ، فَابْتَغِينَاهُ فَوَجَدْنَاهُ فَدَلَلْنَاهُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَاهُ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ: وَاللَّهِ لَوْلَا أَنْ تَبَطَّرُوا، ثُمَّ ذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا لِحَدَّثْتُمْ بِمَا قَضَى اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ وَلِيَ قَتَلَ هَؤُلَاءِ قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: إِي وَرَبِّ الْكُعْبَةِ ثَلَاثًا (۱)

حضرت عبیدہ سلمانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب اہل نہروان اپنے انجام کو پہنچ گئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں تلاش کرو، اگر یہ وہی لوگ ہیں، جن کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، تو ان میں ایک شخص بازو کٹا ہوگا یا پستان کی مثل بازو والا یا ڈھلکتے بازو والا شخص ہوگا۔ ہم نے اسے تلاش کیا، تو اسے پالیا، ہم اس اٹھا کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے، جب آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کہا: اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے، اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے، اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر مجھے تمہاری کاہلی کا اندیشہ نہ ہوتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسی کے ہم معنی اور جملہ بھی کہا۔ تو میں تمہیں ضرور بیان کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ان کو قتل کرنے والوں کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔ حضرت عبیدہ سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً کہا: ہاں! رب کعبہ کی قسم، آپ نے تین دفعہ فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے فتنے کی آنکھ پھوڑ دی ہے، اگر میں نہ ہوتا تو اہل نہروان نہ مارے جاتے، اگر مجھے تمہاری سستی کا خوف نہ ہوتا، تو میں تمہیں بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے خوارج کو قتل کرنے والوں کے بارے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کیا فیصلہ صادر فرمایا ہے، جنہوں نے کی خارجیوں کی گراہی بھانپا، اور اپنی ہدایت کو پہنچانا ہے۔

۱۹۱ (۸۵۷۴): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ عَمْرُو وَهُوَ ابْنُ هَاشِمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ وَهُوَ ابْنُ أَبِي خَالِدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ قَيْسٍ، عَنِ الْمُنْهَالِ بْنِ عَمْرُو، عَنْ زُرِّ بْنِ حَبِيشٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ: أَنَا فَتَاتُ عَيْنِ الْفِتْنَةِ، وَلَوْلَا أَنَا مَا قُوتِلَ أَهْلُ النَّهْرَوَانِ، وَلَوْلَا أَنِّي أَخْشَى أَنْ تَتْرُكُوا الْعَمَلَ لِأَخْبَرْتُمْ بِالَّذِي قَضَى اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ قَاتَلَهُمْ، مُبْصِرًا لِضَلَالَتِهِمْ، عَارِفًا بِالْهُدَى الَّذِي نَحْنُ عَلَيْهِ" (۲)

iii- دلائل النبوة للبيهقي، ج ۶، ص ۳۳۱

ii- ابی داؤد: ۴۷۶۳

۱- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۷۳، ۸۵۲۰

iii- جمع الجوامع: ۵۹۵۹

ii- حلیۃ الاولیاء: ۵۲۶۹، ۲۱۳

۲- السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۷۳، ۸۵۲۱

۶۲۔ ذکر مناظرۃ عبد اللہ بن عباس الحروریۃ واحتجاجہ فیما انکروہ علی امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا حروریہ سے مناظرہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب حروریہ نے خروج کیا، تو وہ ایک جگہ جمع ہوئے، ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نماز آرام سے پڑھیں، تاکہ میں حروریہ سے بات کر لوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ان سے تمہاری ذات کے بارے میں خطر ہے۔ میں نے عرض کی: کوئی بات نہیں۔ میں جوتی کپڑے پہن کر دوپہر کو ان کے پاس پہنچ گیا، وہ اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور پوچھا: اے عباس کے بیٹے! کیسے آنا ہوا؟ میں نے انہیں کہا: میں تمہارے پاس اصحاب نبی مہاجر بن و انصار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور داماد کی طرف سے حاضر ہوا ہوں۔ یہ تمام وہ ہستیاں ہیں جن پر قرآن نازل ہوا تھا، اور وہ قرآن کے معانی و مفہم کو تم سے بہتر جانتے ہیں۔ تم دونوں کے درمیان کوئی ایسا شخص نہیں ہے، جو ایک دوسرے کے موقف کو دونوں تک پہنچائے۔ اس بات پر ان میں سے کچھ لوگ میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے کہا: تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور چچا زاد پر جو اعتراضات ہیں، وہ بیان کرو۔ انہوں نے کہا: تین اعتراض ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کون کون سے ہیں؟

۱۔ پہلا اعتراض: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے معاملہ لوگوں کو حکم بنا رکھا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حکم صفا اللہ تعالیٰ کا ہے۔ کہاں انسان اور کہاں حکم؟

میں نے کہا: یہ پہلا اعتراض ہے۔

۲۔ دوسرا اعتراض: خوارج نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب تک لیکن نہ قیدی بنائے اور نہ ہی مال غنیمت حاصل کیا، اگر یہ مقابلہ کافر تھے، تو انہیں قید کرنا حلال تھا۔ اگر وہ مومن تھے، تو نہ انہیں

۱۹۲ (۸۵۷۵): أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو زَمِيلٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا خَرَجَتِ الْحُرُورِيَّةُ اعْتَزَلُوا فِي دَارٍ، وَكَانُوا سِتَّةَ آلَافٍ فَقُلْتُ لِعَلِيِّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَبْرِدْ بِالصَّلَاةِ لِعَلِّي أَكَلِمُ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَالَ: إِنِّي أَخَافُهُمْ عَلَيْكَ قُلْتُ: كَلَّا، فَلَبَسْتُ وَتَرَجَلْتُ، وَدَخَلْتُ عَلَيْهِمْ فِي دَارِ نِصْفِ النَّهَارِ، وَهُمْ يَا كَلُونَ فَقَالُوا: مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، فَمَا جَاءَ بِكَ؟ قُلْتُ لَهُمْ: أَتَيْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارِ، وَمِنْ عِنْدِ ابْنِ عَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَهْرِهِ وَعَلَيْهِمْ نَزَلَ الْقُرْآنُ، فَهُمْ أَعْلَمُ بِتَأْوِيلِهِ مِنْكُمْ، وَلَيْسَ فِيكُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ يُبَلِّغُكُمْ مَا يَقُولُونَ، وَأَبْلَغُهُمْ مَا يَقُولُونَ، فَانْتَحَى لِي نَفَرٌ مِنْهُمْ قُلْتُ: هَاتُوا مَا نَقِمْتُمْ عَلَيَّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبْنِ عَمِّهِ قَالُوا: ثَلَاثٌ قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَ: أَمَّا إِحْدَاهُنَّ، فَإِنَّهُ حُكِمَ الرَّجَالُ فِي أَمْرِ اللَّهِ وَقَالَ اللَّهُ: (إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ) (الأنعام 57) مَا شَأْنُ الرَّجَالِ وَالْحُكْمِ؟ قُلْتُ: هَذِهِ وَاحِدَةٌ قَالُوا: وَأَمَّا الثَّانِيَةُ، فَإِنَّهُ قَاتَلَ، وَلَمْ يَسِبْ، وَلَمْ يَغْنَمْ، إِنْ كَانُوا كُفَّارًا لَقَدْ حَلَّ سِبَاهُهُمْ، وَلَكِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ مَا حَلَّ سِبَاهُهُمْ وَلَا قَاتَلَهُمْ قُلْتُ: هَذِهِ ثِنْتَانِ، فَمَا الثَّالِثَةُ؟ "وَذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا قَالُوا: مَحَى نَفْسَهُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَهُوَ أَمِيرُ الْكَافِرِينَ" قُلْتُ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ غَيْرٌ هَذَا؟ قَالُوا: حَسْبُنَا هَذَا قُلْتُ: لَهُمْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَرَأْتُ عَلَيْكُمْ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ مَا يَرُدُّ قَوْلَكُمْ أَتُرْجِعُونَ؟ قَالُوا: نَعَمْ قُلْتُ: أَمَّا قَوْلُكُمْ: حُكِمَ الرَّجَالُ فِي أَمْرِ اللَّهِ، فَإِنِّي أَقْرَأُ عَلَيْكُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ أَنْ قَدْ صَهَرَ اللَّهُ حُكْمَهُ إِلَى الرَّجَالِ فِي ثَمَنٍ

قیدی بنانا جانا تھا اور نہ ہی ان سے جنگ جائز تھی۔ میں نے کہا: یہ دوسرا اعتراض ہے، اور تیسرا اعتراض کیا ہے؟

۳۔ تیسرا اعتراض: خوارج نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کے منصب سے گرایا ہے، اس لئے اب وہ امیر المؤمنین نہیں رہے، بلکہ امیر الکافرین ہو گئے ہیں۔

میں نے پوچھا: ان کے علاوہ بھی تمہارا کوئی اعتراض ہے، انہوں نے جواباً کہا: ہمارے یہی اعتراضات ہیں۔ میں نے انہیں کہا: اگر میں قرآن و سنت سے ایسے دلائل پیش کروں، جو تمہارے خیالات کی تردید کرتے ہوں، تو کیا تم اپنے موقف سے رجوع کر لو گے، انہوں نے جواب دیا: ہم رجوع کر لیں گے۔

۱۔ پہلے اعتراض کا جواب: انسانوں کو حکم بنانے کے بارے میں تمہارے قول کی تردید میں قرآن مجید کی آیات پیش کرتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ نے چوتھائی درہم میں انسانوں کو فیصل بنانے کا حکم دیا ہے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: (اے نبی مکرم!) آپ فرما دیجئے، اے اہل کتاب تمہیں ہماری کون سی بات بری لگی ہے بجز اس کے کہ ہم اللہ پر اور اس (کتاب) پر جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے اور ان (کتابوں) پر جو پہلے نازل ہو چکی ہیں ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ (المائدہ: ۵۹)

اللہ تعالیٰ نے اپنے امر میں بھی انسانوں کو فیصلہ کرنے کے لئے حکم بنانے کا حکم دیا ہے، اگر وہ چاہتا تو خود ہی فیصلہ فرمادیتا، لیکن اس نے انسانوں کے فیصلے کو جائز رکھا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: انسانوں کا حکم اپنی ذات یا خون ناحق روکنے کے بارے میں افضل ہے یا خرگوش؟ انہوں نے کہا: بلکہ یہ افضل ہے۔ اسی امر کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاوند اور بیوی کے جھگڑے کے بارے میں فرمایا: اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان

رُبِعِ دِرْهَمٍ، فَأَمَرَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنْ يُحْكُمُوا فِيهِ أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ، وَأَنْتُمْ حُرْمٌ، وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعْمِ يُحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ) (المائدة: ۹۵) وَكَانَ مِنْ حُكْمِ اللَّهِ أَنَّهُ صَيَّرَهُ إِلَى الرَّجَالِ يُحْكُمُونَ فِيهِ، وَلَوْ شَاءَ لَحَكَمَ فِيهِ، فَجَازَ مِنْ حُكْمِ الرَّجَالِ، أَنْشُدْكُمْ بِاللَّهِ أَحْكُمُ الرَّجَالُ فِي صَلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَحَقِّنْ دِمَائِهِمْ أَفْضَلُ أَوْ فِي أَرْبَابٍ؟ قَالُوا: بَلَى، هَذَا أَفْضَلُ وَفِي الْمَرْأَةِ وَزَوْجِهَا: (وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا) (النساء: ۳۵) فَانْشُدْتُمْ بِاللَّهِ حُكْمَ الرَّجَالِ فِي صَلَاحِ ذَاتِ بَيْنِهِمْ، وَحَقِّنْ دِمَائِهِمْ أَفْضَلُ مِنْ حُكْمِهِمْ فِي بَضْعِ امْرَأَةٍ؟ خَرَجَتْ مِنْ هَذِهِ؟ قَالُوا: نَعَمْ قُلْتُ: وَأَمَّا قَوْلُكُمْ قَاتِلْ وَلَمْ يَسِبْ، وَلَمْ يَغْنَمْ، أَفَتَسْبُونَ أُمَّكُمْ عَائِشَةَ تَسْتَحِلُّونَ مِنْهَا مَا تَسْتَحِلُّونَ مِنْ غَيْرِهَا وَهِيَ أُمَّكُمْ؟ فَإِنْ قُلْتُمْ: إِنَّا نَسْتَحِلُّ مِنْهَا مَا نَسْتَحِلُّ مِنْ غَيْرِهَا فَقَدْ كَفَرْتُمْ، وَإِنْ قُلْتُمْ: لَيْسَتْ بِأُمَّنَا فَقَدْ كَفَرْتُمْ: (النبي أولى بالمؤمنين من أنفسهم وأزواجه أمهاتهم) (الأحزاب: ۶) فَأَنْتُمْ بَيْنَ ضَلَالَتَيْنِ، فَأَتُوا مِنْهَا بِمُخْرَجٍ، أَفَخَرَجَتْ مِنْ هَذِهِ؟ قَالُوا: نَعَمْ، وَأَمَّا مَحَى نَفْسِهِ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَأَنَا أَتَيْتُكُمْ بِمَا تَرْضَوْنَ. إِنْ نَبَى اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ صَالِحَ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لِعَلِيٍّ: اكْتُبْ يَا عَلِيُّ هَذَا مَا صَالِحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولَ اللَّهِ قَالُوا: لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ مَا قَاتَلْنَاكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَحُ يَا عَلِيُّ اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، أَمَحُ يَا عَلِيُّ، وَاكْتُبْ هَذَا مَا صَالِحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِنْ عَلِيٍّ، وَقَدْ مَحَى نَفْسَهُ، وَلَمْ يَكُنْ مَحْوَةً نَفْسُهُ ذَلِكَ مَحَاهُ مِنَ النَّبُوَّةِ أَخْرَجَتْ مِنْ هَذِهِ؟ قَالُوا: نَعَمْ، فَرَجَعْنَا مِنْهُمْ الْفَاقِ، وَخَرَجَ سَائِرُهُمْ، فَاقْتُلُوا عَلَى ضَلَالَتِهِمْ، فَاقْتُلُوا الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارَ (۱)

مخالفت کے خاندان سے مقرر کرو۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ: انسانوں کا اپنی ذات اور خون ناقص روکنے میں حکم بنانے کا معاملہ اہم ہے یا ایک عورت کا؟ کیا تمہارے اعتراض کا جواب میں نے دے دیا ہے؟ خارجیوں نے کہا: ہاں۔

۲۔ دوسرے اعتراض کا جواب: تمہارا یہ اعتراض کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی، لیکن نہ قیدی بنائے اور نہ مال غنیمت لیا۔ کیا تم اپنی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو باندی بناؤ گے، اور ان کے ساتھ وہ امور جائز جانو گے، جو باندیوں سے جائز ہوتے ہیں، حالانکہ وہ تمہاری ماں ہیں؟ اگر تم کہو کہ ہم ان کے ساتھ وہ امور حلال جانیں گے جو دوسری باندیوں سے حلال ہوتے ہیں، تو تم نے کفر کیا۔ اگر تم کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں، تو یہ بھی کفر ہے۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں، اور ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ اس لئے تم دو گمراہیوں میں گرے ہوئے ہو، تو اس سے نکلنے کا تمہارے پاس کیا راستہ ہے؟ کیا میں نے تمہارے اس اعتراض کا جواب دے دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

۳۔ تیسرے اعتراض کا جواب: تمہارا اعتراض کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو امیر المومنین کے منصب سے گرا دیا ہے، اس کے بارے میں تمہیں ایسی دلیل دیتا ہوں، جس سے تمہیں اطمینان ہوگا۔ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن جب مشرکین سے صلح کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا لکھو: یہ صلح نامہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے؟ اس پر مشرکین نے اعتراض کیا: اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول مانتے تو آپ سے جنگ ہی نہ کرتے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اسے مٹا دو۔ اے اللہ تعالیٰ بے شک تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں۔ اے علی رضی اللہ عنہ! تو اسے مٹا کر لکھ: یہ صلح نامہ محمد بن

عبداللہ کی جانب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم: رسول اللہ کی ذات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام کو مٹایا، اور یہ مٹانا اپنے آپ رضی اللہ عنہ کو منصب نبوت سے گرانما نہیں ہے۔ کیا میں نے تمہارے اس اعتراض کا جواب دے دیا ہے؟ انہوں نے ہا: ہاں۔ پس یہ دلائل سننے کے بعد دو ہزار خارجیوں نے رجوع کر لیا اور باقیوں نے جنگ کی، وہ گمراہی پر قتل کئے گئے اور ان کو مہاجر و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے واصل جہنم کیا۔

۶۳۔ ذِکْرُ الْأَخْبَارِ الْمُؤَيَّدَةِ لِمَا تَقَدَّمَ وَصَفَهُ

اسی امر کی وضاحت میں مزید احادیث

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اور خوارج کے درمیان فیصل بنا لیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صلح حدیبیہ کے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کاتب تھا، میں نے لکھا، یہ صلح نامہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سہیل بن عمرو کے درمیان ہے، اس پر سہیل نے اعتراض کیا: اگر ہم ان کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے تو ان سے جنگ نہ کرتے، اس لئے اس لفظ کو مٹاؤ۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اگرچہ تمہیں ناپسند ہو۔ اس لئے میں اس لفظ کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ اس پر آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لفظ مجھے دکھلاؤ، میں نے دکھلایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مٹا دیا، اور فرمایا: عنقریب تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آئے گا اور تم مجبور ہو گے۔

۱۹۳ (۸۵۶۷): أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ هَاشِمٍ الْجَنْبِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ الْقُرْظِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيِّ: تَجْعَلُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ ابْنِ آكَلَةِ الْأَكْبَادِ حَكْمًا قَالَ: إِنِّي كُنْتُ كَاتِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ، فَكُتِبَ هَذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، وَسُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ سُهَيْلٌ: لَوْ عَلِمْنَا أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ مَا قَاتَلْنَا، أَمْحَاهَا فَقُلْتُ: هُوَ وَاللَّهِ رَسُولُ اللَّهِ، وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُكَ لَأَ، وَاللَّهِ لَا أَمْحَاهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرِنِي مَكَانَهَا، فَأَرَيْتُهُ فَمَحَاهَا وَقَالَ: أَمَا إِنَّ لَكَ مِثْلَهَا، سَتَاتِيهَا وَأَنْتَ مُضْطَرٌّ (۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حدیبیہ۔ ابن بشار نے کہا: اہل مکہ سے صلح فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ تحریر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لکھا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مشرکین نے کہا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لکھو، اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے، تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی نہ کرتے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ لفظ مٹانے کا کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دیا۔ اس طرح اس شرط پر صلح ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم تین دن کے لئے کعبہ اللہ حاضر ہوں گے، لیکن تلواریں میان میں ہوں گی۔ راوی کہتے ہیں: میں نے پوچھا اور ابن بشار کی روایت میں ہے انہوں نے پوچھا: جلبان السلاح کیا ہے، تو براء بن عازب نے فرمایا: میان، جس میں تلوار ہوتی ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ذی مقدس میں عمرہ کرنے کا ارادہ فرمایا، اہل مکہ نے داخل ہونے سے آپ کا راستہ روکا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ساتھ تین دن قیام کا معاہدہ ہوا۔ جب انہوں نے معاہدہ لکھا تو عبارت لکھی: یہ معاہدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ مشرکین نے کہا: ہم اسے نہیں مانتے۔ اگر ہم آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے، تو بیت اللہ سے روکتے ہی نہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف محمد بن عبد اللہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تحریر لی، اور وہ انداز تحریر

۱۹۳ (۸۵۷۷): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ: لَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الْهَدْيِيَّةِ وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ: أَهْلُ مَكَّةَ كَتَبَ عَلِيُّ كِتَابًا بَيْنَهُمْ قَالَ: فَكَتَبَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: لَا تَكْتُبْ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ لَوْ كُنْتَ رَسُولَ اللَّهِ لَمْ نُقَاتِلْكَ قَالَ: عَلِيُّ أَمْحُهُ قَالَ: مَا أَنَا بِالَّذِي أَمْحَاهُ فَمَحَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فَصَالِحُهُمْ عَلَى أَنْ يَدْخُلَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَا يَدْخُلُهَا إِلَّا بِجُلْبَانِ السَّلَاحِ فَسَأَلْتُهُ قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ: فَسَأَلُوهُ مَا جُلْبَانِ السَّلَاحِ؟ قَالَ: الْقِرَابُ بِمَا فِيهِ (۱)

۱۹۵ (۸۵۷۸): أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدْخُلُوا مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يُقِيمَ فِيهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوا: هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ " قَالُوا " : لَا نُقَرُّ بِهَا، لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ مَا مَنَعْنَاكَ بَيْتَهُ، وَلَكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَنَا رَسُولُ اللَّهِ، وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: لِعَلِيٍّ: أَمْحُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَاللَّهِ لَا أَمْحُوكَ أَبَدًا، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ، فَكَتَبَ مَكَانَ

i- السنن الكبرى للنسائي: ۸۵۷۷، ۸۵۷۸ ii- بخاری: ۲۶۹۸، ۲۷۰۰، ۳۳۲۳، ۳۳۲۴ iii- مسلم: ۶۲۹، ۱۷۰۷ iv- احمد، ج ۳، ص ۲۹۱ v- مسند ابی داؤد الطيالسي: ۷۱۳ vi- مسند ابی يعلى: ۱۷۰۷ vii- ابن حبان: ۴۸۶۹ viii- سنن الدراري: ۲۵۰۷

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا، فَكَتَبَ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا السَّيْفَ فِي الْقِرَابِ وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَهُ وَأَنْ لَا يَمْنَعَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ إِنْ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ فَلَمَّا دَخَلَهَا، وَمَضَى الْأَجَلَ اتُّوا عَلِيًّا فَقَالُوا: قُلْ لِصَاحِبِكَ فَلْيَخْرُجْ عَنَّا، فَقَدْ مَضَى الْأَجَلَ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِي يَا عَمُّ يَا عَمُّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ، فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَقَالَ لِفَاطِمَةَ: دُونَكَ ابْنَةَ عَمِّكَ فَحَمَلَتْهَا، فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ، وَزَيْدٌ، وَجَعْفَرٌ فَقَالَ عَلِيٌّ: أَنَا أَخَذُهَا، وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّي وَقَالَ جَعْفَرٌ: ابْنَةُ عَمِّي، وَخَالَتَهَا تَحْتِي وَقَالَ زَيْدٌ: ابْنَةُ أُخِي، فَقَضَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ: الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ ثُمَّ قَالَ: لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْكَ وَقَالَ: لِيَجَعْفَرٍ أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي ثُمَّ قَالَ: لِيَزِيدٍ: أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا فَقَالَ عَلِيٌّ: أَلَا تَتَزَوَّجُ ابْنَةَ حَمْزَةَ؟ فَقَالَ: إِنَّهَا ابْنَةُ أُخِي مِنَ الرِّضَاعَةِ خَالَفَهُ يَحْيَى بْنُ أَدَمَ، فَرَوَى آخِرُ هَذَا الْحَدِيثِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هَانَءٍ وَهَبِيرَةَ بْنِ يَرِيمَ، عَنْ عَلِيٍّ (۱)

واضح نہ تھا، آپ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کی جگہ محمد ﷺ لکھا، اور معاہدہ اس طرح لکھا: یہ معاہدہ محمد بن عبد اللہ ﷺ کی جانب سے ہے، وہ اسلحہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوں گے، مگر وہ تلوار جو میان میں ہوگی، اگر کوئی مکی باشندہ اسلام قبول کر لے، تو آپ ﷺ اسے ساتھ لے کر نہیں جائیں گے، اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہنا ہے تو آپ ﷺ اسے روکیں گے نہیں۔ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور مدت متعینہ پوری ہو گئی، تو اہل مکہ حضرت علی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: مدت پوری ہو چکی ہے، اس لئے اپنے سردار سے کہیے کہ وہ چلے جائیں۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے جانے لگے، تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی اے چچا! پکارتی ہوئی آئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ہاتھ سے پکرتے ہوئے کہا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو سنبھالو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے لے لیا۔ اس بچی کو لینے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، اس لئے اسے لینے کا میرا حق ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، اور اس کی خالہ میری زوجہ ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خالہ کو دینے کا فیصلہ فرمایا اور کہا: خالہ میاں کی قائم مقام ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے فرمایا: تو مجھ سے ہے اور میں تم سے ہوں۔ آپ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میری شباہت کے مالک ہو۔ آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم ہمارے بھائی اور ہمارے سردار ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی

صاحبزادی سے نکاح نہیں کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

نقد سند: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت یحییٰ بن آدم نے اس سند کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے ایک اور سند سے روایت کی ہے، اور وہ اسرائیل از ابو اسحاق از ہانی بن ہانی وہبیرہ بن مریم از حضرت علی رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بے شک وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے بارے میں جھگڑے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو خالہ کی کفالت میں دینے کا فیصلہ فرمایا اور کہا: بے شک خالہ ماں ہی ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے شادی نہیں کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: وہ میرے لئے حلال نہیں ہے، کیونکہ یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم ہمارے بھائی اور ہمارے سردار ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہہ ہو۔

۱۹۶ (۸۵۷۹): أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هَانِئِ بْنِ هَانٍ، وَهَبِيرَةَ بِنِ يَرِيمَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُمْ اخْتَصَمُوا فِي ابْنَةِ حَمْزَةَ، فَقَضَىٰ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ: إِنَّ الْخَالََةَ أُمَّ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَزَوِّجُهَا؟ قَالَ: إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي، إِنَّهَا ابْنَةُ أُخِي مِنَ الرِّضَاعَةِ وَقَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي، وَأَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِيَزِيدَ: أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا وَقَالَ لِيَجْعَفِرَ: أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي (۱)

الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على حبيبه خير خلقه محمد صلى الله عليه وسلم وعلى آله واصحابه واولياء

ملته وعلماؤه اجمعين

تکمیل ترجمہ: ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ ۶۲ جولائی ۲۰۱۳ء بروز جمعرات، بوقت رات: ۲۱:۳۰

کتاب الفضائل

کتاب الفضائل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام کی ان چند عظیم الشان ہستیوں میں سے ایک ہیں، جن کے احسانات امت محمدیہ ﷺ پر اس قدر ہیں، کہ شاید یہ امت قیامت تک ان کے احسانات سے سبکدوش نہ ہو سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان چند صحابہ کرام میں سے ہیں، جن کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں مسلسل حاضری، رب تعالیٰ جل اللہ جلالہ کی طرف سے نازل شدہ وحی کی کتابت، آقا کریم ﷺ کے خطوط لکھنے اور آپ ﷺ کے ساتھ صحری رشتے دار (برادر نسبتی) ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عالم اسلام کی وہ مظلوم ترین ہستی بھی ہیں، کہ جن کے ذاتی کمالات و محاسن اور اعلیٰ کردار کو نہ صرف نظر انداز کیا گیا، بلکہ ان کو چھپانے کی بہیم کوششیں کی گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات پر نہ صرف بے بنیاد الزامات لگائے گئے، بلکہ ایسی ایسی من گھڑت باتیں پھیلانی گئیں کہ جن کا کسی بھی عام مسلمان تو درکنار، کسی بھی شریف النفس انسان میں پایا جانا بہت مشکل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف مختلف فتنوں نے جو بے سرو پا پروپیگنڈہ کیا، وہ اتنا زور آور تھا، کہ اس سے آپ رضی اللہ عنہ کا وہ حسین و عالی کردار جو آقا کریم ﷺ کی صحبت اور نظرِ کرم سے پیدا ہوا تھا۔ نظروں سے اوجھل ہوتا چلا گیا۔ اس پروپیگنڈے میں پرایوں کے ساتھ ساتھ بہت سارے اپنے بھی بہہ گئے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عصر حاضر کا انسان زیادہ تر آپ رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین کے قائد یا یزید کے والد کے طور پر جانتا ہے۔ لیکن وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو نبی کریم ﷺ کے منظور نظر، وحی خدا کے کاتب، رسول خدا ﷺ کے کاتب، نبی کریم ﷺ کے برادر نسبتی، جن کو نبی کریم نے ہادی اور مہدی ہونے کی دعائیں دیں، جن کو رسول اکرم ﷺ نے بادشاہ ہونے کا مژدہ سنایا، جنہوں نے حضور ﷺ کی معیت میں غزوہ حنین و طائف میں شرکت کی، جنہوں نے سلیمہ کذاب جیسے جھوٹے مدعی نبوت کا قلع قمع کرنے میں اہم کردار ادا کیا، جنہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ کے دور میں قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا، جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں عیسائیوں کی طاقت کا قلع قمع کیا، جنہوں نے تاریخ اسلام میں سب سے پہلے بحری بیڑہ تیار کیا، جنہوں نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ رومی عیسائیوں کے خلاف جہاد میں گزارا، آج کا مسلمان انہیں فراموش کر چکا ہے۔ عصر حاضر میں اکثر لوگ یہ تو جانتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہ ہیں: جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی تھی، لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ قبرص، روڈس، صفلیہ، سوڈان، قسطنطنیہ، افرنطیہ، ملطیہ، روم کے قلعے، ذی شیب، بختان، سندھ، کابل، قذائبیل (ہندوستان)، افریقہ، بخارا، سمرقند کو فتح کرنے کا سہرا کس کے سر ہے؟۔ سالہا سال کے خلفشار کے بعد ایک جھنڈے تلے مسلمانوں کو اکٹھا کس نے کیا؟ جہاد کا فریضہ از سر نو کس نے زندہ کیا؟ اپنے دور حکومت میں حالات کے مطابق شجاعت و جوان مردی، علم و عمل، حلم و بردباری، امانت و دیانت، جو د و سخا، محبت اہل بیت و صحابہ کرام، حکومتی امراء کی احتسابی اور نظم و ضبط کی بہترین مثالیں کس نے قائم کیں؟ افسوس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ ساری خصوصیات و صفات نامناسب سوچ و فکر اور رویوں کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ اس مختصر مقالہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسین کردار کے انہی پہلوؤں کو بیان کرنا مقصود ہے، تاکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقی کردار کی دلکش تصویر سامنے آسکے، جو کہ ایک صحابی رسول ﷺ کے شایان شان بھی ہے، حقیقت کا بیان بھی اور گمراہی و بے اعتدالی سے بچنے کا سامان بھی ہے۔

سبب تالیف: امام نسائی رحمہ اللہ نے ”کتاب الخصال“ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اہل مضر اور خصوصاً اہل دمشق کو حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب سے غافل پایا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو کرتے دیکھا اس لئے یہ کتاب تحریر کی۔

موجودہ دور میں (۱۳۳۳ھ/۲۰۱۳ء) معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ آج لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان و فضیلت میں غلو کرتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی کی شان تو درکنار ایک عام مسلمان ماننا بھی بعض کو ناگوار ہے۔ اس تالیف کا عمومی سبب تو یہی ہے، کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر ایک جامع و مانع تحریر لکھی جائے، تاکہ آپ رضی اللہ عنہ کا اصل مقام و مرتبہ واضح ہو اور آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو۔ اس تالیف کا خاص سبب امام نسائی رضی اللہ عنہ کی طرف دو منسوب و قول ہیں۔ ہمارا ارادہ تو سنن نسائی صغریٰ پر توضیح و شرح کا تھا، لیکن جب امام نسائی رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی اور خدمات و تالیفات کے لئے کتب تراجم و اسماء الرجال اور دیگر کتب کا مطالعہ کیا، تو آپ کے حوالے سے بعض مصنفین کی طرف سے تشیع کی بحث نظر سے گزری۔ اس لئے پہلے اسی حوالے سے کچھ لکھنے کا ارادہ کیا۔ اس سلسلے میں سنن نسائی کے مقدمہ کے طور پر تین کتابوں پر کام کیا، جو کہ درج ذیل ہیں:

- ۱۔ کتاب المناقب (نسائی) کا ترجمہ
 - ۲۔ کتاب الخصائص (نسائی) کا ترجمہ
 - ۳۔ کتاب الفضائل (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل رسالہ کی تالیف)
- یہ رسالہ شرح سنن نسائی کے مقدمے کا تتمہ ہے۔

منسوب اقوال: امام نسائی رضی اللہ عنہ کی طرف دو منسوب قول درج ذیل ہیں:

پہلا قول:

علامہ حافظ ذہبی نقل فرماتے ہیں:

۱۔ محمد بن موسیٰ المامونی صاحب النسائی قال: سمعت قوما ینکرون علی ابی عبدالرحمن النسائی کتاب الخصائص لعلی رضی اللہ عنہ وترکہ تصنیف فضائل الشیخین، فدکرت له ذلك فقال: دخلت دمشق والمنحرف بها عن علی کثیر، فصنفت کتاب "الخصائص" رجوت ان یهدیهم اللہ تعالیٰ۔ ثم انه صنف بعد ذلك فضائل الصحابة، فقیل له: وانا اسمع الاتخرج فضائل معاویة۔ رضی اللہ عنہ؟ فقال: ای شی اخرج؟ حدیث: اللہم لاتشعب بطنہ۔ فسکت السائل (۱)

امام نسائی کے شاگرد حضرت محمد بن موسیٰ مامونی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کچھ لوگوں نے امام نسائی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصائص پر کتاب لکھی ہے، لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل کو چھوڑ دیا ہے، حضرت مامونی فرماتے ہیں: میں نے لوگوں کا یہ اعتراض امام نسائی سے ذکر کیا، تو آپ نے وضاحت فرمائی: میں دمشق گیا تو اکثر لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان سے ناواقف پایا، اس لئے میں نے "کتاب الخصائص" لکھی، تاکہ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ پھر امام نسائی نے فضائل صحابہ پر (کتاب المناقب) کتاب لکھی۔ اس کے بعد آپ سے پوچھا گیا آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کیوں نہیں لکھتے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں یہ حدیث لکھتا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! اسکا پیٹ نہ بھرنا اس پر سائل خاموش ہو گیا۔

۱۔ ذہبی، محمد بن احمد، ابو عبد اللہ شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، رقم الترجمة ۲۵۸۶، ج ۱۱، ص ۷۹، دار الحدیث، قاہرہ، ۱۳۲۷ھ/۲۰۰۶ء

امام نسائی نے آخری جملہ جو فرمایا، یہ صحیح مسلم کی طویل حدیث کا ایک جملہ ہے، جو امام مسلم نے دو سندوں سے ذکر کی ہے مکمل حدیث

مبارکہ درج ذیل ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصَّبِيَّانِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ، قَالَ فَجَاءَ فَحَطَّأَنِي حَطَّاءً، وَقَالَ: أَذْهَبُ وَأَدْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: فَجِئْتُ فَقُلْتُ: هُوَ يَا كُلُّ، قَالَ: نَمَّ قَالَ لِي: أَذْهَبُ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: فَجِئْتُ فَقُلْتُ: هُوَ يَا كُلُّ، فَقَالَ: لَا أَشْبَعُ اللَّهُ بَطْنَهُ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: قُلْتُ لِأُمِّيَّةَ: مَا حَطَّأَنِي؟ قَالَ: فَقَدَنِي قَفْدَةً (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے، میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، آپ نے آکر میرے شانوں کے درمیان تھکی دی اور فرمایا: جاؤ میرے پاس معاویہ کو بلا کر لاؤ، میں نے آپ سے آکر کہا وہ کھانا کھا رہے ہیں: آپ نے پھر مجھ سے فرمایا: جاؤ معاویہ کو بلاؤ، میں نے پھر آکر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کا پیٹ نہ بھرنے“۔ ابن المثنی کہتے ہیں: میں نے امیہ سے حطائی کا معنی پوچھا: انہوں نے کہا: تھکی دینا۔

اس حدیث مبارکہ کو امام مسلم نے کتاب البر والصلة والآداب کے تحت باب نمبر ۲۵ میں زیر عنوان، ”من لعنه النبي ﷺ اوسبہ اودعا عليه، وليس هو اهلا لذلك، كان له زكاة واجرا ورحمة“ کے تحت نقل کیا ہے:

اس حدیث مبارکہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ہیں یا مذمت؟ اس کے لئے امام مسلم نے اس باب میں اس سے پہلے جو احادیث مبارکہ نقل فرمائی ہیں، صرف ان کا مطالعہ کر لیا جائے، تو بات واضح ہو جائے گی اور اشکال دور ہو جائیں گے۔

امام مسلم کی اس باب میں روایت کردہ احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ فَكَلَّمَاهُ بِشَيْءٍ، لَا أَدْرِي مَا هُوَ فَأَغْضَبَاهُ، فَلَعَنَهُمَا، وَسَبَّهُمَا، فَلَمَّا خَرَجَا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَصَابَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا، مَا أَصَابَهُ هَذَا، قَالَ: وَمَا ذَلِكَ قَالَتْ: قُلْتُ: لَعَنْتَهُمَا وَسَبَبْتَهُمَا، قَالَ: "أَوْ مَا عَلِمْتِ مَا شَارَطْتُ عَلَيْهِ رَبِّي؟ قُلْتُ: اللَّهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّ الْمُسْلِمِينَ لَعَنْتُهُ، أَوْ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا" (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص آئے اور نہ جانے کس مسئلہ پر آپ سے گفتگو کی، جس کے نتیجہ میں انہوں نے آپ کو ناراض کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت کی اور ان کی مذمت کی، جب وہ چلے گئے تو میں نے عرض کیا: ان دونوں کو جو مصیبت پہنچی ہے وہ کسی اور کو نہ پہنچی ہوگی! آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ میں نے عرض کیا آپ نے ان کو لعنت اور سب کی ہے، آپ نے فرمایا کیا تم کو علم نہیں ہے میں نے اپنے رب سے کیا شرط کی ہے؟ میں نے کہا اے اللہ میں صرف بشر ہوں، سو میں جس مسلمان کو لعنت یا سب کر دوں تو تو اس لعنت کو اس کے گناہوں کی پاکیزگی اور اجر کا سبب بنا دے۔

۱- مسلم، ابن حجاج، ابوالحسین قشیری، صحیح مسلم، رقم ۶۶۲۸-۶۶۲۹، ص ۶۷۶، دارالکتب العربی، بیروت، لبنان، ۱۳۹۹ھ/۲۰۰۸ء

۲- مسلم، ۶۶۱۳

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، عیسیٰ کی سند سے مروی ہے، آپ ﷺ نے ان سے خلوت میں ملاقات کی، ان پر سب اور لعنت کی اور ان کو نکال دیا۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، جَمِيعًا عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرٍ، وَقَالَ: فِي حَدِيثِ عِيسَى فَخَلَّوْا بِهِ فَسَبَّهُمَا وَلَعَنَهُمَا وَأَخْرَجَهُمَا (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں بھی بشر ہوں، سو میں جس مسلمان کو سب کروں یا اس پر لعنت کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لئے پاکیزگی اور رحمت بنادے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَّتُهُ، أَوْ لَعَنْتُهُ، أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ زَكَاةً وَرَحْمَةً (۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے اس حدیث کی مثل روایت کی اس میں پاکیزگی اور اجر کا ذکر ہے۔

عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهُ، إِلَّا أَنَّ فِيهِ زَكَاةً وَأَجْرًا (۳)

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک سند سے اجر اور دوسری سے رحمت مروی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ، بِإِسْنَادِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، مِثْلَ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عِيسَى جَعَلَ وَأَجْرًا فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَعَلَ وَرَحْمَةً فِي حَدِيثِ جَابِرٍ (۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور تو عہد کے خلاف نہیں کرتا، میں ایک بشر ہوں، سو میں جس بشر کو اذیت دوں، اس کو سب کروں، اس پر لعنت کروں یا اس کو سزا دوں، اس سب وغیرہ کو اس شخص کے لئے رحمت، پاکیزگی اور ایسا درجہ قرب بنادے کہ وہ قیامت کے دن تیرے قریب ہو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَخِيذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ آذَيْتَهُ شَتَمْتَهُ، لَعَنْتَهُ، جَلَدْتَهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ صَلَاةً وَزَكَاةً، وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۵)

حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں او جلدتہ ہے، ابو الزناد نے کہا: یہ ابو ہریرہ کی لعنت ہے، یہ لفظ جلدتہ ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: أَوْ جَلَدْتُهُ قَالَ أَبُو الزِّنَادِ وَهِيَ لَعْنَةُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِنَّمَا هِيَ جَلَدْتُهُ (۶)

۱- مسلم: ۶۶۵۳	۲- ایضاً: ۶۶۱۶	۳- ایضاً: ۶۶۱۷
۲- ایضاً: ۶۶۱۸	۵- ایضاً: ۶۶۱۹	۶- ایضاً: ۶۶۲۰

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک بشر ہے، جس طرح بشر کو غصہ آتا ہے اسے غصہ آتا ہے، اور میں تجھ سے عہد کرتا ہوں، اور تو عہد کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرتا، سو میں جس مومن کو ایذا دوں، یا سب کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لئے کفارہ اور ایسا قرب بنا دے کہ وہ قیامت کے دن تیرے قریب ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میں جس بندہ مومن کو سب کروں، تو اس کو اس بندے کے لئے قیامت کے دن قرب بنا دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں، تو عہد کے خلاف نہیں کرتا، میں جس مومن کو بھی سب کروں یا سزا دوں تو قیامت کے دن اس کو اس کے لئے کفارہ بنا دے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ: میں بشر ہوں اور میں نے اپنے رب عزوجل سے یہ عہد کیا ہے کہ میں جس بندہ مسلمان کو سب و شتم کروں، تو اس سب و شتم کو اس کے لئے پاکیزگی اور اجر بنا دے۔

حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبُدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ (۱)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ سَالِمٍ، مَوْلَى النَّصْرِيِّينَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ، يَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، وَإِنِّي قَدْ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تَخْلِفَنِيهِ، فَإِنَّمَا مُؤْمِنٌ آذَيْتُهُ، أَوْ سَبَّيْتُهُ، أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ كَفَّارَةً، وَقُرْبَةً، تَقْرُبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۲)

حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهَبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ فَإِنَّمَا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ سَبَّيْتُهُ، فَاجْعَلْ ذَلِكَ لَهُ قُرْبَةً إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳)

حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ، قَالَ: زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَحْيَى ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تَخْلِفَنِيهِ، فَإِنَّمَا مُؤْمِنٌ سَبَّيْتُهُ، أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْ ذَلِكَ كَفَّارَةً لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۴)

حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، أَيُّ عَبْدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَّيْتُهُ أَوْ شَتَّمْتُهُ، أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا (۵)

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي خَلْفٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ بَنٍ حَمِيدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ام سلیم کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی اور یہ ام انس تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا تو تو وہی ہے، تو بڑی ہوگئی ہے، تیری عمر بڑی نہ ہو، وہ لڑکی روتی ہوئی حضرت ام سلیم کے پاس گئی، حضرت ام سلیم نے پوچھا: اے بیٹی! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا ضرر کی ہے کہ میری عمر زیادہ نہ ہو، اب میری عمر ہرگز زیادہ نہ ہوگی، یا کہا اب میرا زمانہ زیادہ نہیں ہوگا، حضرت ام سلیم جلدی سے دوپٹہ اوڑھتی ہوئی نکلیں، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: اے ام سلیم! کیا بات ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا: یا نبی اللہ جل جلالہ! کیا آپ نے میری یتیم لڑکی کے خلاف دعا ضرر کی ہے؟ آپ نے پوچھا: اس سوال کا کیا سبب ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا: وہ کہتی ہے کہ آپ نے دعا کی ہے کہ اس کی عمر زیادہ نہ ہو، یا فرمایا اس کا قرن زیادہ نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر آپ نے فرمایا: اے ام سلیم! کیا تم کو یہ علم نہیں ہے کہ میں نے اپنے رب سے یہ عہد لیا ہے کہ میں ایک بشر ہوں، جس طرح بشر راضی ہوتے ہیں، میں راضی ہوتا ہے اور جس طرح بشر غصہ ہوتے ہیں، میں بھی غصہ ہوتا ہوں، میں نے اپنی امت میں سے جس غیر مستحق کے لئے دعا ضرر کروں، اس دعا کو اس کے لئے پاکیزگی، رحمت اور ایسا قرب بنادے جس کے ساتھ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے قریب ہو۔ راوی ابو معن نے تینوں جگہ تصغیر کے ساتھ یتیمہ کہا ہے۔

حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ - وَاللَّفْظُ لِي زُهَيْرٍ - قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ، حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَتْ عِنْدَ أُمِّ سُلَيْمٍ يَتِيمَةٌ، وَهِيَ أُمُّ أَنَسٍ، فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمَةَ، فَقَالَ: أَنْتِ هِيَ؟ لَقَدْ كَبُرَتْ، لَا كَبِيرَ سِنِّكَ فَرَجَعْتَ الْيَتِيمَةَ إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَبْكِي، فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ: مَا لِكَ؟ يَا بِنْتُ قَالَتِ الْجَارِيَةُ: دَعَا عَلِيُّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ لَا يَكْبُرَ سِنِّي، فَالآنَ لَا يَكْبُرُ سِنِّي أَبَدًا، أَوْ قَالَتْ قَرْنِي فَخَرَجَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوْتُ حِمَارَهَا، حَتَّى لَقِيَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لِكَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَدْعُوكَ عَلَى يَتِيمَتِي قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ: زَعَمْتُ أَنَّكَ دَعَوْتَ أَنْ لَا يَكْبُرَ سِنِّي، وَلَا يَكْبُرَ قَرْنِي، قَالَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: "يَا أُمَّ سُلَيْمٍ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ شَرْطِي عَلَى رَبِّي، أَنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي فَقُلْتُ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، أَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ، وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ، مِنْ أُمَّتِي، بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ، أَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا وَزَكَاةً، وَقُرْبَةً يَقْرُبُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" وَقَالَ أَبُو مَعْنٍ: يَتِيمَةٌ، بِالتَّصْغِيرِ، فِي الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَةِ مِنَ الْحَدِيثِ (۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اچانک رسول اللہ ﷺ آگئے، میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، آپ ﷺ نے آکر میرے شانوں کے درمیان تھپکی دی اور فرمایا: جاؤ میرے پاس معاویہ کو بلا کر لاؤ، میں نے آپ سے آکر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ ﷺ نے پھر مجھ سے فرمایا: جاؤ معاویہ کو بلاؤ، میں نے پھر آکر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے“ ابن المشی کہتے ہیں میں نے امیہ سے حطائی کا معنی پوچھا، انہوں نے کہا تھپکی دینا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنْزِيُّ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، - وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى - قَالَ: حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الْقَصَّابِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصَّبِيَّانِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ، قَالَ فَجَاءَ فَحَطَّأَنِي حَطَّأَةً، وَقَالَ: اذْهَبْ وَاذْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: فَجِئْتُ فَقُلْتُ: هُوَ يَأْكُلُ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ لِي: اذْهَبْ فَاذْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: فَجِئْتُ فَقُلْتُ: هُوَ يَأْكُلُ، فَقَالَ: لَا أَشْبَعُ اللَّهُ بَطْنَهُ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: قُلْتُ لِأُمَيَّةَ: مَا حَطَّأَنِي؟ قَالَ: فَقَدَنِي قَفْدَةً (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، رسول اللہ ﷺ آئے تو میں آپ سے چھپ گیا۔

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شَمِيلٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ، سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصَّبِيَّانِ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَبَأْتُ مِنْهُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ (۲)

دعا ضرر کی توجیہ میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امت پر کس قدر شفقت اور رحمت تھی، اور آپ ان کی خیر خواہی پر بہت حریص تھے، حدیث مبارکہ میں ہے ”اگر میں غیر مستحق کے خلاف دعا ضرر کروں تو اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ تو اس کو ان کے لئے پاکیزگی اور رحمت بنا دے“، یہ قید تمام احادیث میں معتبر ہے، اس لئے آپ کی دعا ضرر اس مسلمان کے حق میں رحمت ہوگی جو دعا ضرر کا مستحق نہ ہو، ورنہ نبی ﷺ نے کفار اور منافقین کے لئے جو دعا ضرر کی وہ ان کے حق میں رحمت نہیں ہوئی، بلکہ کسی رد و بدل کے بغیر وہ دعا مستجاب ہوگئی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی ﷺ نے غیر مستحق کے لئے دعا ضرر کیوں کی؟ اس کے دو جواب ہیں: ایک یہ ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور باطن میں دعا ضرر کا غیر مستحق تھا اور ظاہر میں یہ مستحق تھا، ظاہری علامات سے نبی ﷺ پر اس کا استحقاق ظاہر ہوا، ہر چند کہ باطن میں وہ ایسا نہ تھا اور نبی ﷺ ظاہر کے مکلف ہیں، باطن کے مکلف نہیں ہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ ظاہر ضرر کے جو کلمات فرمائے، ان سے آپ نے ان کے حقیقی معنی کا ارادہ نہیں کیا، بلکہ یہ ان کلمات کی طرح ہیں جن کو اہل عرب معنی کی نیت اور قصد کے بغیر بولتے ہیں، جیسے تربت یمینک (تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں، عقری (زخمی)، حلقی (سر مندی) وغیرہ، اور ان کلمات کا صدور بھی شاذ و نادر ہوا، ورنہ نبی ﷺ درشت کلام نہیں تھے، لعنت کرنے والے تھے نہ اپنے نفس کا بدلہ لینے والے، صحابہ نے آپ سے کہا دوس پر لعنت کریں، آپ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! دوس کو ہدایت دے، اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میری قوم کی مغفرت فرما وہ میرا مقام نہیں پہچانتے۔ (۳)

حدیث مبارکہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس کو شکم سیر نہ کرنے“ علامہ نووی لکھتے ہیں: نبی ﷺ کا حضرت معاویہ کے متعلق یہ ارشاد یا بلائیت اور بلا قصد جاری ہوا، اور یا اس وجہ سے کہ انہوں نے آنے میں تاخیر کی، امام مسلم نے یہ سمجھا کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف دعاء ضرر ہے، اس لئے انہوں نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا اور دوسرے آئمہ حدیث نے اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا خیر قرار دیا اور اس کو ان کے مناقب میں شمار کیا۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اگر کوئی کھیل حرام نہ ہو تو بچوں کو اس کھیل سے منع نہیں کرنا چاہیے، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کھیل سے منع نہیں فرمایا۔ (۱)

اکثر تذکرہ نگاروں نے امام نسائی کا یہ قول علامہ ذہبی اور علامہ ابن کثیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ان دونوں صاحبان علم و فضل کی اس حدیث مبارکہ پر توجیہ درج ذیل ہے:

۱۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

قلت: لعل ان تعال هذه منقبة لمعاوية لقوله ﷺ: اللهم من لعنته او سبته فاجعل ذلك له زكاة ورحمة (۲)

میں کہتا ہوں، یہ حدیث مبارکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ہے، کیونکہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا ہے: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میں جس شخص پر لعنت کروں یا برا بھلا کہوں، تو اسے اس شخص کے لئے بدلہ اور رحمت بنا دے۔

۲۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

هذا لحديث فضيلة لمعاوية۔ (۳)

یہ حدیث مبارکہ اصل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہے۔

۲۔ دوسرا قول: علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ودخل الى دمشق فسأله اهلها ان يحدثهم بشئ من فضائل معاوية، فقال: اما لكفى معاوية ان يذهب رأسا برأس حتى يروى له فضائل؟ (۴)

امام نسائی کے یہ الفاظ مختلف تذکرہ نگاروں نے ذکر کئے ہیں۔ ان الفاظ سے امام کی مراد کیا ہے؟ اور کیا واقعی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے؟ اس حوالے سے خود امام نسائی اور دیگر آئمہ کرام کی تصریحات درج ذیل ہیں:

۱۔ امام ابوالقاسم ﷺ فرماتے ہیں:

وهذه الحكاية لاتدل على سوء الاعتقاد ابى عبدالرحمن فى معاوية ابن ابى سفيان، وانما تدل على الكف فى

ذکرہ بكل حال (۵)

- ۱۔ شرح مسلم، ج ۲، ص ۳۲۵
- ۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۷۹۔ II۔ تذکرہ الحفاظ، ج ۲، ص ۶۹۹ (۳۔ البدایة النہایة، ج ۳، ص ۱۶۳۵)
- ۳۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابوالفداء عماد الدین، البدایة والنہایة، ج ۲، ص ۲۲۵، مؤسستہ المعارف، بیروت، لبنان، ۱۳۳۰ھ/۲۰۰۹ء
- III۔ ذہبی، محمد بن احمد، ابوعبداللہ شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۲۵۸۶، ج ۱۱، ص ۷۹، مکتبہ دار الحدیث، قاہرہ، مصر، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء
- ۵۔ ندی، یوسف بن عبدالرحمن، ابوالنجاج جمال الدین، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱، ص ۱۰۹، الف، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱، ۲۰۰۴ء

یہ حکایت امام نسائی کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوء اعتقاد پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ یہ اس امر پر امریہ دلالت کرتی ہے کہ ہر حال میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدزبانی سے بچا جائے۔

۲۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عن ابی الحسن علی بن محمد القابسی قال: سمعت ابا علی الحسن بن ابی ہلال یقول: سئل ابو عبد الرحمن النسائی عن معاویة بن ابی سفیان صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: انما الاسلام کدار لها باب فیاب الاسلام الصحابة، فمن اذی الصحابة انما اراد الاسلام کمن نقر الباب انما یرید دخول الدار، قال: فمن اراد معاویة فانما اراد الصحابة۔ (۱)

امام نسائی کے شاگرد حضرت ابوعلی الحسن بن ابی ہلال روایت کرتے ہیں:

امام نسائی سے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا: بے شک اسلام ایک گھر کی مانند ہے اور ہر گھر کا ایک دروازہ ہوتا ہے، بلاشبہ اسلام کا دروازہ صحابہ کرام ہیں، جس نے صحابہ کرام کو اذیت دینے کا سوچا، اس نے اسلام کا پورا سوچا، جیسا کہ گھر میں داخل ہونے کے لئے دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے۔ اسی طرح جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں برا خیال کیا، اس نے صحابہ کرام کے بارے میں برا چاہا۔

۳۔ علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واکتفینا بما اور دناء من الاجادیت الصحاح والحسان والمستجدات (۲)

علامہ ابن کثیر نے تقریباً پچیس (۲۵) احادیث مبارکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ہم نے حضرت معاویہ کی فضیلت میں وارد شدہ صرف صحیح، حسن اور جید اسناد والی احادیث ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ورد فی فضائلہ احادیث قلما ثبت (۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضائل میں بہت ساری احادیث وارد ہیں، جن میں سے چند ایک ثابت شدہ ہیں۔ (امام سیوطی نے پانچ احادیث مبارکہ نقل کی ہیں، جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہیں)

۵۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں: (۴)

(فضائل مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انہیں اللہ

۱۔ تہذیب الکمال، ج ۱، ص ۱۰۹ - ۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۳، ص ۱۶۳۵

۳۔ سیوطی، جلال الدین، ابو عبد الرحمن، تاریخ الخلفاء، ص ۱۲۸-۱۲۹، نزاد مصطفیٰ الباز، ط ۱، ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء

۴۔ اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۲۷۸-۲۷۹، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء

عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ ان کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، رسالہ قاری و مرقاۃ و شرح ابن حجر مکی، تعقبات و لآلی امام سیوطی و قول مسدد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادہ دوم و سوم و چہارم و دہم میں گزریں، عبارت تعقبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے، با آنکہ اس میں ضعیف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعیف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء و العرفاء سعیدی ابو طالب محمد بن علی مکی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب میں فرماتے ہیں: (۱)

الاحادیث فی فضائل الاعمال و تفضیل اصحاب متقبلة محتملة علی کل حال مقابطیہا و مراسیلہا لا تعار

ض و لا تردد، كذلك كان السلف يفعلون (۲)

فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انہیں رد کریں، آئمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

۶۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

امام نسائی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت احادیث ہیں۔ (۳)

۷۔ علامہ نووی فرماتے ہیں:

بلاشبہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا حرام امور میں سے ہے، اس میں چاہے وہ صحابہ کرام ہوں، جن کے درمیان جنگ و جدل ہوئے، یا دوسرے صحابہ کرام ہوں، کیونکہ تمام صحابہ کرام ان جنگوں میں اجتہاد کرنے والے تھے، جیسا کہ ہم پہلے اس کی وضاحت کر چکے ہیں، علامہ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں: کسی بھی صحابی کو برا بھلا کہنا گناہ کبیرہ ہے۔ ایسا کرنے والے کو کوڑے مارے جائیں گے۔ لیکن قتل نہیں کیا جائے گا، ہمارا اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔ البتہ بعض مالکی علماء فرماتے ہیں: صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے والے کو قتل کیا جائے گا۔ (۴)

علامہ نووی احادیث کے مفہوم کی وضاحت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں:

وہ احادیث جن میں بظاہر کسی صحابی کی شان پر حرف آتا ہو، اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔ صحیح احادیث میں کوئی ایسی بات نہیں ہے،

جس کی تاویل ممکن نہ ہو۔ (۵)

۱۔ مخ الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہون عن الکبار والصفار مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۷

۲۔ قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب فضل الحاوی والعشرون مطبوعہ دار صادر مصر ۱۷۸

۳۔ تذکرہ المحدثین، ص ۲۹۴

۴۔ نووی، یحییٰ بن شرف، ابوزکریا، المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ص ۱۵۲۶، بیت الافکار الاولیٰ، لبنان، ۵، ط ۲۰۰۷ء

۵۔ شرح مسلم نووی، ص ۱۲۷۰

۱۔ علامہ نووی صحابہ کرام کی عصمت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولسنا نقطع بالعصمة الالنبی ﷺ ولمن شهد له بها لکنا مامورون بحسن الظن بالصحابه ونفی کل رذیلة عنهم، واذا انسدت طرق تاویلها نسبنا الکذب الی رواتها۔ (۱)

اگرچہ ہم صرف نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام ﷺ کی عصمت کے قائل ہیں، لیکن ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حسن ظن کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح ان سے ہر ذیل صفت کی نفی کا حکم ہے۔ جب کسی حدیث کی تاویل کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے، تو ہم جھوٹ کی نسبت راوی کی طرف کریں گے۔

i۔ حضرت امیر معاویہ اللہ عزوجل کے آخری نبی سیدنا محمد رسول اللہ فداہ ابی وامی ورومی و جسدی ﷺ کے صحابی، بلکہ آپ کے والد سیدنا ابوسفیان صخر، والدہ سیدہ ہند، بھائی: سیدنا ابو خالد اور سیدنا عتبہ رضی اللہ عنہم، بہنیں: سیدام حبیبہ رملہ، سیدہ ام الحکم اور سیدہ عذہ رضی اللہ عنہن بھی شرف صحابیت سے مشرف ہیں۔ (۲)

ii۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی اقدس ﷺ کے رشتہ دار بھی ہیں: وہ اس طرح کہ والد اور والدہ کی طرف سے آپ کا شجرہ نسب پانچ ویں پشت میں جا کر حضور ﷺ سے مل جاتا ہے۔ (۳)

iii۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ سیدہ ام حبیبہ رملہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجیت کے شرف سے بھی مشرف ہیں۔ (۴)

iv۔ اور یہی وہ دور شتے ہیں (یعنی نسبتی و سرالی) کہ شرف صحابیت کے بعد، جو خود بہت بڑے شرف کے حامل ہیں: انہی کی بزرگی کا خود حبیب خدا ﷺ نے اس طرح اظہار فرمایا:

کل نسب و صهر ینقطع یوم القیامة الا نسبی و صهری۔ (۵)

یہ روز قیامت تمام نسبی اور سرالی رشتے منقطع ہو جائیں گے ماسوا میرے نسب والوں اور سرال والوں کے۔

اس حدیث پاک کے بارے میں ثقہ محدث، حافظ ابوالحسن عبدالملک بن عبدالحمید میمون (متوفی ۲۷۴ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے عرض کی: کیا یہ نبی پاک ﷺ کا فرمان نہیں:

کل صهر و نسب ینقطع الا صهری و نسبی؟ قال بلی۔ قلت: و هذه لمعاویة؟ قال: نعم له صهر و نسب۔ (۶)

۱۔ شرح مسلم نووی، ص ۱۱۲۹

۲۔ i۔ اسد الغالبہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۲، ص ۴۷۷، ۵۹۶۹۔ ii۔ ایضاً، ج ۵، ص ۲۱۶، ۷۳۵۱۔

iii۔ ایضاً، ج ۴، ص ۳۳۱، ۵۵۵۹۔ iv۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۹۸، ۳۵۳۶۔

v۔ ج ۵، ص ۲۳۲، ۷۳۱۸۔ vi۔ ج ۵، ص ۲۳۷، ۷۳۱۸۔

۳۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۴۰۔ ۴۔ کتاب الاربعین فی مناقب اصحاب المؤمنین، ص ۲۵۔

۵۔ i۔ حدیث الزہری، ص ۳۸۸، ۹۵۳۔ ii۔ الفوائد، ج ۲، ص ۲۳۳، ۶۰۳۔

۶۔ i۔ السنۃ: ذکر ابی عبدالرحمن معاویہ، ج ۲، ص ۴۳۲، ۶۵۴۔ ii۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنۃ والجماعۃ، ج ۸، ص ۱۵۳۲، ۲۷۸۶۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں، میں نے عرض کی: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس میں داخل ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم ﷺ کے نسبی و سرالی رشتہ دار ہیں۔

۲۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے شرف صحابیت و سرالی رشتہ داری کے بارے میں مشہور ولی اللہ حضرت بشر بن حارث حافی رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۲۷ھ) کے استاذ، حافظ الحدیث، یاقوتہ العلماء، ولی کامل و باکرامت، امام ابو مسعود معافی بن عمران علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۱۸۵ھ) کا فرمان درج ذیل ہے:

آپ ﷺ سے ایک آدمی نے سوال کیا:

یا ابا مسعود! ابن عمر بن عبدالعزیز من معاویة بن ابی سفیان؟ فغضب من ذلك غضباً شديداً وقال: لا يقاس باصحاب رسول الله ﷺ احد، معاویة صاحبه وصهره وکاتبه وامينه علی وحی اللہ عزوجل وقد قال رسول الله ﷺ:

دعوالی اصحابی واصهارى فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين۔ (۱)

اے ابو مسعود! حضرت عمر بن عبدالعزیز سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کیسے ہیں؟ اس کی یہ بات سن کر امام صاحب کو انتہائی غصہ آیا اور فرمانے لگے: رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی پر غیر صحابی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی، سرالی رشتہ دار، آپ ﷺ کے کاتب اور وحی الہی پر آپ کے امین ہیں، اور بے شک حضور سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: میرے صحابہ اور سرال والوں سے درگزر کرو! جس نے ان سے کسی کی بھی بدگوئی کی، اس پر اللہ تعالیٰ ﷻ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت۔

۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَمَّادٍ الْعَدْلُ، ثنا بَشْرُ بْنُ مُوسَى، ثنا الْحَمِيدِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ التَّيْمِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَالِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى اخْتَارَنِي وَاخْتَارَ بِي أَصْحَابًا فَجَعَلَ لِي مِنْهُمْ وُزَرَءَ وَأَنْصَارًا وَأَصْهَارًا، فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرَّجَاهُ (۲)

سیدنا عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے (اپنی ساری مخلوق سے) مجھے برگزیدہ کیا، اور میرے لیے صحابہ منتخب کیے، انہی میں سے میرے وزیر، مددگار اور سرال والے ہیں، پس جو ان (میں سے کسی) کی بدگوئی کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ ﷻ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی، اور اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہیں کیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے، لیکن امام بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کہا۔ حافظ ذہبی رضی اللہ عنہ نے موافقت کی ہے۔

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۵۷۷، ۱۳۴۰

ii۔ الاحاد والثنائی، ج ۳، ص ۴، ۱۹۴۶

i۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۷۳۲، ۶۶۵۶

iv۔ السنن لابن بکر الخلال، ج ۳، ص ۵۱۵، ۸۳۳

iii۔ السنن لابن الی عاصم، ج ۲، ص ۴۸۳، ۱۰۰۰

۴۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الله اختارني واختار اصحابي فجعلهم اصحابي وجعلهم انصاريو انه سيجيء في آخر الزمان قوم ينتقصونهم الا فلا تنال كحورهم الا فلا تنكحوا اليهم الا فلا تصلوا معهم الا فلا تصلوا عليهم حلت اللعنة۔ (۱)

اللہ عزوجل نے مجھے پسند فرمایا، اور میرے لیے میرے صحابہ کا انتخاب کیا، انہی میں سے میرے سرال والے اور مددگار ہیں۔ آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے، جو ان کی تنقیص کریں گے، (اے میرے امتیو!) خبردار! ان سے رشتہ لینا، نہ انہیں رشتہ دینا، انکے ساتھ نماز پڑھنا نہ ان کی نماز (جنازہ) پڑھنا کیوں کہ وہ لعنتی ہیں۔

۵۔ محدث و فقیہ، شیخ ابوالموہب عبدالوہاب بن احمد شعرانی حنفی (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

فمن طعن في الصحابة فقد طعن في نفس دينه فيجب سد الباب جملة واحدة لاسيما الخوض في امر معاوية وعمر بن العاص۔ (۲)

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرتا ہے بے شک وہ اپنے دین پر طعن کرتا ہے لہذا واجب و ضروری ہے کہ یہ دروازہ بالکل بند کر دیا جائے بالخصوص سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے۔

۶۔ فقیہ اعظم، صدر الشریعہ، مفتی محمد امجد علی بن حکیم جمال الدین اعظمی حنفی (متوفی ۱۳۶۷ھ) اہل سنت کے عقائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل خیر و صلاح ہیں اور عادل، ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کی ساتھ ہونا فرض ہے، کسی صحابی کے ساتھ سوئے عقیدت بد مذہبی و گم راہی و استحقاق جہنم ہے، کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے، ایسا شخص رافضی ہے، اگرچہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے۔ مثلاً: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا، اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص و حضرت مغیرہ بن شعبہ و حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم، حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سیدنا سید الشہد احمدہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، اور بعد اسلام انہیں خبیث الناس خبیث مسیلمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا، (وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خیر الناس و شر الناس کو قتل کیا۔) ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی، تبرا ہے، اور اس کا قائل رافضی، اگرچہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کی توہین کے مثل نہیں ہو سکتی کہ ان کی توہین، بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ (۳)

۷۔ امام حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر (ابن کثیر) قرشی شافعی (متوفی ۷۷۳ھ) لکھتے ہیں:

وقال بعضهم: رایت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وعنده ابوبکر وعمر و عثمان و علي و معاوية، اذ جاء رجل فقال عسر: يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم! هذا يتنقصنا۔ فكانه التهره رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اني لا اتنقص هؤلاء ولكن هذا، يعني معاوية۔ فقال: ويلك! وليس هو من اصحابي؟ قالها ثلاثا، ثم اخذ رسول الله حربة فناولها معاوية فقال بجابها في لبتة، فضربه بها و انتبهت فبكرت الى منزلي فاذا ذلك الرجل قد اصابته الزبحة من الليل و مات، وهو اشد الكندي۔ (۴)

۱۔ الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص ۲۸

۲۔ الیواقیت و الجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ج ۲، ص ۳۲۳

۳۔ البدایۃ و النہایۃ، ج ۸، ص ۱۳۹

۴۔ اخلصیات، ج ۳، ص ۳۶۸، (۲۲۸) ۲۷۳۲

بہار شریعت، ج ۱، ص ۲۵۳-۲۵۴

بعض بزرگ فرماتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خواب میں اس حال میں زیارت کی کہ آپ ﷺ کے پاس سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا، تو سیدنا عمر پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ ﷻ کے رسول ﷺ! یہ ہماری تنقیص کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے اسے جھڑکا تو وہ کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ان کی تنقیص نہیں کرتا، میں تو صرف معاویہ کی تنقیص کرتا ہوں۔ (اس بد بخت کی یہ بات سن کر) نبی پاک ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: تیرا ناس ہو جائے، کیا یہ میرے صحابی نہیں؟ پھر آپ ﷺ نے ایک نیزہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے کر فرمایا: یہ اس کے سینے میں مارو! آپ ﷺ نے اسے نیزہ مارا۔ یہ بزرگ فرماتے ہیں: صبح بیدار ہو کر جب میں اس کے گھر گیا، تو معلوم ہوا: کہ راشد کنڈی نامی وہ آدمی رات کا واقعی مرچکا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اس واقعہ کا ذکر بہ صیغہ ترمیض ("بعضم" سے) کیا ہے، راوی کا نام ذکر نہیں کیا، لیکن صاحب لسان العرب علامہ ابن منظور نے یہ خواب محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ (۱)

اور کہا ہے: یہ بزرگ ابدال میں سے ہیں۔ (۲)

انہی امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب قرشی رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۴۴ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی کہتے ہیں: یہ ثقہ امام، محدث اور فقیہ تھے۔ امام نسائی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ (۳)

۸۔ امام ابوالقاسم عبد اللہ بن محمد بغدادی (متوفی ۴۰۶ھ) کہتے ہیں: محمد بن حسن نے بیان کیا کہ میں نے ملک شام کے ایک پہاڑ پر ہاتف کو یہ کہتے سنا:

من ابغض الصديق فذاك زنديق، من ابغض عمر الى جهنم زمر، من ابغض عثمان فذاك خصمه الرحمن، من ابغض عليا فذاك خصمه النبي ﷺ، من ابغض معاوية تحسبه الزبانية الى نار الله الحامية۔ (۴)

جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھے وہ زندقہ ہے۔ جس نے سیدنا عمر پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھا وہ جہنمی گروہ میں ہوگا۔ جس نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھا اس کا مد مقابل رحمن عزوجل ہوگا۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس کے مد مقابل نبی کریم ﷺ ہوں گے، جس نے سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھا، فرشتے اسے پیشانی سے پکڑ کر بھڑکتی آگ میں پھینکیں گے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہم جو مشاجرات و اختلافات ہوئے مثلاً: امام مظلوم سیدنا عثمان پاک رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سانحہ ذل دوز کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کی بابت جو اختلافات رونما ہوئے، اور معاملہ جدال تک پہنچ گیا وغیرہ، ان کی بنا پر بھی کسی صحابی پر طعن کرنا جائز نہیں، ان معاملات میں اکابر اہل سنت نے روافض و خوارج سے الگ راہ اختیار کی ہے، اور وہ یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان معاملات میں خاموشی اختیار کی جائے اور ان کے شرف صحبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سب کا حسب مراتب احترام کیا جائے۔

۱۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۵۲، ص ۷۶۔ ۲۔ ایضاً۔ ۳۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۱۰۳، ۱۰۴۔ ۴۔ iii۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۳۹۔ ii۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۲۵، ص ۷۶۔ i۔ تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۲۱۲۔

صحابہ کرام کے باہمی مشاجرات اور خاص طور پر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف کے حوالے سے علماء امت کی آراء حسب ذیل ہیں:

۹۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

امر اللہ عزوجل بالاستغفار لاصحاب محمد ﷺ وهو يعلم انهم سيقتلون - (۱)

اللہ عزوجل نے تمہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے، حالاں کہ وہ جانتا تھا کہ ان میں مقاتلہ ہوگا۔ (یعنی جب اس عالم الغیب والشہادہ نے سب کچھ جانتے ہوئے ان کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے، تو تمہیں چاہیے کہ اپنے رب کی بات مانو نہ کہ ان کے مشاجرات کی آڑ لے کر ان میں سے کسی پر طعن کرو!)

۱۰۔ امام احمد بن محمد بن حنبل رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

ذكر محاسن اصحاب رسول الله ﷺ كلهم اجمعين ، والكف عن ذكر مساوئهم والخلاف الذي شجر بينهم فمن سب اصحاب رسول الله ﷺ او احد منهم اور تنقصه اور طعن عليهم اور عرض بعيثهم او عاب احدا منهم فهو مبتدع رافضی خبیث مخالف لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا بل حبه سنة والدعاء لهم قرابة والافتداء بهم وسيلة والاخذ باثارهم فضيلة، لا يجوز لا حد ان يذكر شيئا من مساوئهم ولا يطعن على احد منهم بعيث ولا بنقص فمن فعل ذلك فقد وجب على السلطان تاديبه وعقوبته ليس له ان يعفو عنه بل يعاقبه ويستبيبه فان تاب قبل منه وان ثبت عاد عالياه بالعقوبة وخلده الحبس حتى يموت او يراجع - (۲)

رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوبیاں ہی بیان کی جائیں، ان کی لغزشوں اور ان کے باہمی اختلافات کے ذکر سے اجتناب کیا جائے۔ جو شخص حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم یا ان میں سے کسی ایک کی بھی تنقیص کرتا ہے، یا ان پر طعن کرتا ہے، یا انہیں عیب دار کرنے کے درپے ہوتا ہے، یا ان میں سے کسی ایک کی عیب جوئی کرتا ہے، تو (خوب جان لو کہ) وہ بدعتی (سنی نہیں) رافضی خبیث ہے۔ اللہ تعالیٰ ﷻ اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہیں فرمائے گا۔ (اے مسلمان! یاد رکھ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت سنت ہے، ان کے لیے دعا قرب الہی کا ذریعہ ہے اور ان کی پیروی وسیلہ نجات اور ان کے آثار کی اتباع باعث فضیلت ہے، کسی کے لیے جائز نہیں کہ صحابہ کرام کی کم زوریاں بیان کرے اور کسی عیب و نقص کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک پر بھی طعن کرے۔ پس جو اس فعل کا مرتکب ہو، حاکم پر ضروری ہے کہ اس کی تادیب کرے، اور اسے سزا دے معاف نہ کرے، نیز اس سے توبہ بھی کروائے: اگر وہ توبہ کر لے تو فیہا، ورنہ پھر اسے سزا دے، اور قید کر دے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے یا مر جائے۔

۱۱۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ مزید فرمایا کرتے:

ترحم علی جمیع اصحاب محمد ﷺ صغیرہم و کبیرہم و حدث بفضائلہم وامسک عما شجر بینہم - (۳)

سیدنا محمد رسول ﷺ کے چھوٹے بڑے سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے رحمت کی دعا کرو، ان کے فضائل بیان کرو اور ان کے مابین ہونے والے مشاجرات کے ذکر سے زبانیں بند رکھو۔

۱۲۔ امام ابو محمد عبدالرحمن بن محمد (بن ابی حاتم) رازی تمیمی (متوفی ۳۲۷ھ) کہتے ہیں: میں نے اپنے والد گرامی اور امام ابو زرہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اصول دین میں اہل سنت کا مذہب کیا ہے؟ اور آپ تمام بلاد (اسلامیہ) میں جن علماء سے ملے ہیں، ان کا اس بابت کیا عقیدہ ہے؟ ان دونوں بزرگوں نے اس سوال کے جواب میں یہ بھی فرمایا: کہ ہم تمام بلاد کے علماء سے ملے، جن میں حجاز و عراق اور شام و یمن بھی ہیں، ان سب کا مذہب یہی تھا کہ:

الترحم علی جمیع اصحاب محمد (ﷺ) و الکف عما شجر بینہم - (۱)

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں رحمت کی دعا کرو، اور ان کے باہمی مشاجرات میں نہ پڑو!

۱۳۔ شیخ ابو محمد حسن بن علی بر بھاری (متوفی ۳۲۹ھ) فرماتے ہیں:

والکف عن حرب علی و معاویة و عائشة و طلحة و الزبیر ، و من کان معہم ، و لا تخاصم (فیہم) و کل امرہم

الی اللہ تبارک و تعالیٰ۔ لا یسلم لک قلبک ان سمعت و اعلم انه من تناول احد من اصحاب محمد ﷺ فاعلم انه انما اراد

محمد ﷺ و قد اذاہ فی قبرہ - (۲)

حضرت علی و معاویہ، عائشہ، طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کے باہمی محاربات میں خاموشی اختیار کرو، اس جھگڑے میں نہ پڑو، ان کا معاملہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سپرد کرو، (ان کے متعلق کوئی غلط بات ہرگز نہ سنو! کیوں کہ) ایسی باتیں سننے سے دل سلامت نہیں رہتا۔ اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ جو کسی ایک صحابی کی بھی تنقیص کرتا ہے، دراصل وہ سید عالم رضی اللہ عنہ کی تنقیص کا ارادہ کرتا ہے اور ایسا کرنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں تکلیف پہنچاتا ہے۔

۱۴۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

و اعتقاد اہل السنة تزکیة جمیع الصحابة و الثناء علیہم کما اثنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ و رسولہ ﷺ۔ و ما جرى

بین معاویة و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان مینیا علی الاجتہاد لا منازعة من معاویة فی الامامة، اذ ظن علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ان تسلیم قتلة عثمان مع کثرة عشائرہم و اختلاطہم بالعسکریودی الی اضطراب امر الامامة فی بدایتہا قرای

التاخیر اصوب، و ظن معاویة ان تاخیر امرہم مع عظم جنایتہم یوجب الاغراء بالائمة و یعرض الدماء للشفاک۔ و قد قال

افاضل العلماء: کل مجتہد مصیب۔ و قال قاتلون: المصیب واحد، و لم یدہب الی تخطئة علی ذو تحصیل اصلا۔ (۳)

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پاک اور قابل تعریف ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف

فرمائی۔ حضرت معاویہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے مابین جو اختلاف ہوا، وہ اجتہاد پر مبنی تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے امامت کا جھگڑا نہ

تھا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے قبائل بھی زیادہ ہیں، اور وہ لشکر میں بھی شامل ہیں، لہذا ان

قاتلین کو (فوراً سزا دینا یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ داروں کے) حوالے کرنا خلافت کے ابتدائی دور میں ہی اس میں خلل کا باعث ہوگا،

۱۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة، ج ۱، ص ۱۹۸، ۳۲۱

۲۔ شرح السنة، ص ۱۰۶، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵

لہذا آپ نے تاخیر کو زیادہ بہتر سمجھا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا: کہ ان لوگوں کے اتنے بڑے جرم کے باوجود اس معاملہ میں تاخیر انہیں امرہ کے خلاف ابھارنے کے مترادف ہے، اور اس سے خون ریزی ہوگی۔ جلیل القدر علمائے کرام فرماتے ہیں: کہ ہر مجتہد کی رائے صحیح ہوتی ہے (ولہذا سیدنا علی و معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی رائے ہی درست تھی)، لیکن دوسرے حضرات نے فرمایا: ایک کی بات درست ہوتی ہے، مگر کسی بھی اہل علم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سوچ کو غلط قرار نہیں دیا۔

۱۵۔ محبوب سجانی، قطب ربانی، شیخ سید ابو محمد عبدالقادر (حضور غوث پاک) بن ابوصالح موسیٰ احسنی حسینی جناب علی بن ابی طالب (متوفی ۵۶۱ھ) فرماتے ہیں: واتفق اهل السنة على وجوب الكف عما شجر بينهم والامساك عن مساويهم و اظهار فضائلهم ومحاسنهم وتسليم امرهم الى الله عز وجل على ما كان وجري من اختلاف على وطلحة والزبير وعائشة ومعاوية رضي الله عنهم على ما قدمنا بيانه واعطاءه كل ذي فضل فضله۔ (۱)

اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی درمیان پناہ ہونے والے اختلاف اور جھگڑے کے بارے میں گفتگو سے باز رہنا چاہیے، ان کی برائی بیان کرنے سے رکنا، ان کے فضائل و محاسن کا اظہار کرنا ضروری ہے، اور جو کچھ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف رونما ہوا، اسے سپرد خدا کیا جائے: ہر صاحب فضل کی فضیلت کو تسلیم کیا جائے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہما صاحبانہ انداز میں مزید فرماتے ہیں:

فاحسن احوالنا الامساك في ذلك وردهم الى الله عز وجل وهو احكم الحكمين وخير الفاصلين، والاشتغال بعيوب انفسنا و تطهير قلوبنا من امهات الذنوب وظواهرها من موبقات الامور۔ (۲)

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات میں دخل اندازی کی بجائے) ہمارے لیے اس مسئلہ میں خاموش رہنا، اور اسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حوالے کر دینا زیادہ بہتر ہے، وہی تمام حاکموں سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمیں (ان باتوں میں پڑنے کی بجائے) اپنے نفسانی عیوب کی طرف متوجہ ہونے، بڑے بڑے گناہوں سے دلوں کو پاک کرنے اور مہلک باتوں سے (ظاہر و باطن) پاک رکھنے کی ضرورت ہے۔ علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد قسطلانی شافعی رضی اللہ عنہ (متوفی ۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

ومما يجب ايضاً: الامساك عما شجر بينهم، اي وقع بينهم من الاختلاف، والاضراب عن اخبار المؤرخين وجهلة الرواة، وضلال الشيعة والمبتدعين، القادحة في احد منهم، قال عليه السلام اذا ذكر اصحابي فامسكوا۔ وان يلتبس لهم مما نقل من ذلك فيما كان بينهم من الفتن احسن التاويلات، ويخرج لهم اصوب المخارج، اذ هم اهل ذلك كما هو في مناقبهم، ومعدود من مآثرهم، مما يطول ايراد بعضه۔ ومار وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل وتاويلات، فسبهم والطعن فيهم اذا كان مما يخالف الادلة القطعية كفر، كقذف عائشة رضي الله عنها، والافبدعة وفسق، وقال عليه السلام: الله، الله في اصحابي! لاتخذوهم غرضاً من بعدى، من احبهم فقد احبني، ومن ابغضهم فقد ابغضني، ومن اذاهم فقد اذاني، ومن اذاني فقد اذى الله، ومن اذى الله فيوشك ان ياخذ به الله۔ رواه المخلص الذهبي۔

(ابو طاهر محمد بن عبدالرحمن الذهبی) وهذا الحديث كما قال بعضهم خرج مخرج الوصية باصحابه على طريق التاكيد والترغيب في حبهم، والترهيب عن بغضهم، وفيه اشارة الى ان حبهم من الايمان، وبغضهم كفر، لانه اذا كان بغضهم بغضاله كان كفرا بلانزاع، للحديث السابق: لن يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من نفسه، وهذا يدل على كمال قربهم منه بتنزيلهم منزلة نفسه، حتى كان اذاهم واقع عليه وواصل اليه عليه السلام - "والغرض": الهدف الذي يرمى فيه - فهو نهى عن رميهم مؤكدا ذلك بتحذيرهم الله منه، وما ذلك الا لشدة الحرمة..... وقال مالك بن انس وغيره - فيما ذكره القاضي عياض: من ابغض الصحابة فليس له في فيء المسلمين حق - قال: ونزع باية الحشرو الذين جاء وامن بعدهم - الآية - وقال: من غاظه اصحاب محمد فهو كافر - قال الله تعالى: ليغيظ بهم الكفار - والله اعلم - (۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت میں یہ بات بھی واجب ہے، کہ ان کے درمیان جو اختلاف ہوا، اس پر خاموشی اختیار کرے، مؤرخین کی خبروں اور راویوں کی جہالت، نیز شیعہ اور بدعتی لوگوں کی ایسی باتوں کی طرف توجہ نہ دے، جو ان کی شان میں نقص ثابت کرتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو رک جاؤ! نیز ان کے درمیان جو اختلاف ہوا، اس کی کوئی تاویل کرے، اور اچھا ہی راستہ تلاش کرے، کیونکہ ان کی شان کے لائق یہی بات ہے۔ (اور یہ بھی یاد رکھے کہ) ان کے مابین جو محاربات و منازعت کا سلسلہ ہوا، اس کی کوئی وجہ ہے، تو ان کی بدگوئی کرنا یا ان پر طعن کرنا، جو قطعی دلائل کے خلاف ہو، وہ کفر ہے: جیسے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر الزام تراشی۔ اور اگر دلائل قطعیہ کے خلاف نہ ہو تو بدعت و فسق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے ڈرو! میرے بعد انہیں اپنی "غرض" کا نشانہ نہ بنا لینا، جس نے ان سے محبت کی، تحقیق اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے ان سے دشمنی رکھی، اس نے مجھ سے دشمنی رکھی، اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو اذیت دی، اور جس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو اذیت دی، تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کا مواخذہ فرمائے۔ اسے ابو طاہر محمد بن عبدالرحمن مخلص ذہبی بغدادی (متوفی ۵۳۹۳ھ) نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کے متعلق بعض (علماء) فرماتے ہیں: اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تاکید و وصیت، ان سے محبت کی ترغیب اور ان کے بغض سے ڈرانا ہے، نیز اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے: کہ ان سے محبت کرنا ایمان سے ہے، اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے کیوں کہ اگر ان سے بغض سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض کی وجہ سے ہو تو بلا اختلاف کفر ہے، جیسا کہ حدیث پاک گزر چکی ہے، جس میں فرمایا گیا:

لن يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من نفسه -

تم میں سے کوئی شخص ہرگز مومن نہیں ہو سکتا، جب تک مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس پر بھی دلالت کرتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ طور کمال قرب حاصل تھا، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی ذات کی جگہ رکھا یہاں تک کہ ان کی ایذا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ایذا سانی قرار پائی۔ "غرض" کسے کہتے ہیں؟ مذکورہ حدیث پاک (اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوهم غرضا، بعدی...) میں جو لفظ غرض ہے، یہ اس نشانے کو کہتے ہیں، جس پر تیر چلائے جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے ڈرانے کی تاکید کے

ساتھ اس بات سے بھی منع کیا گیا، اور ایسا اس کی شدت حرمت کی بنا پر فرمایا گیا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے: کہ حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں: کہ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھے اس کا مسلمانوں کے مال نے (یعنی اس مال میں جو بغیر جنگ کے کافروں سے حاصل ہو) میں کوئی حصہ نہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات پر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ حشر کی اس آیت سے استدلال کیا:

اور وہ جو ان کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب ﷻ! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر گئے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ رکھ! اے ہمارے رب! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (۱)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جلے وہ کافر ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

تاکہ ان (صحابہ) سے کافروں کے دل جلیں۔ (۲) واللہ اعلم۔ (۳)

۱۸۔ علامہ ابو عبد الرحمن عبدالعزیز بن احمد ملتانی پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں:

ذکر کثیر من المحققین ان ذکرہ حرام مخالفۃ ان یؤدی الی سوء الظن ببعض الصحابة ویعضدہ الحدیث المرفوع: لا یبلغنی احد من اصحابی عن احد شیئاً فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر (۴)..... وانما اضطر اهل السنة الی ذکر تلك القصص لان المبتدعة اختر عوافیها مفتریات واکاذیب حتی ذهب بعض المتکلمین الی ان روایات التشاجر کلها کذب۔ ونعم القول هو لاء ان بعضها ثابت بالتواتر واجمع اهل السنة والجماعة علی تاویل ما ثبت منها تخلیصاً للجماعة عن الوسوس والهواجس واما ما لم یقبل التاویل فهو مردود۔ فان فضل الصحابة وحسن سیرتهم واتباعهم الحق ثابت بالنصوص القاطعة واجماع اهل الحق فكیف یعارضه رواية الاحاد، سیما من الروافض المتعصبة الکذابين۔ (۵)

کثیر محققین (علماء و محدثین رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات کا تذکرہ حرام ہے، کیونکہ اندیشہ ہے کہ اس سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو جائے (جو کہ ایمان کے لیے انتہائی تباہ کن ہے)، اور اس بات کی تائید حدیث مرفوع (یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان) سے ہوتی ہے، جس میں فرمایا گیا: کوئی شخص کسی صحابی کے بارے میں مجھ سے شکایت نہ کرے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف صاف دل نکلوں۔۔۔ اہل سنت کو ان واقعات کا تذکرہ مجبوراً کرنا پڑا (جو مشاجرات صحابہ سے متعلق تھے)، اس لیے کہ بدعتیوں نے ان میں بہت سی من گھڑت اور جھوٹی باتیں شامل کر دی تھیں، یہاں تک کہ بعض متکلمین رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: کہ مشاجرات صحابہ کی سب روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں: اگرچہ یہ قول بہت اچھا ہے، مگر بعض واقعات تواتر سے بھی ثابت ہیں۔ لہذا سب اہل سنت وجماعت نے اس پر اجماع کیا: کہ ان میں سے ثابت شدہ واقعات کی مناسب تاویل کی جائے، تاکہ عامۃ المسلمین وسواس و شبہات سے بچیں، اور وہ واقعات جو ناقابل تاویل ہیں، انہیں رد کر دیا جائے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت، حسن سیرت اور اتباع حق نصوص قاطعہ اور اہل حق کے اجماع سے ثابت ہے، پس یہ اکادکار وایتیں خصوصاً متعصب و کذاب رافضیوں کی (وضع کردہ) اس کے مقابل کیا حیثیت رکھتی ہیں۔

- ۱۔ الحشر ۵۹: ۱۰۔ ۲۔ لفتح ۱۹: ۲۸۔ ۳۔ المواہب اللدنیۃ باب الخ محمدیۃ، ج ۲، ص ۷۰۵۔ ۷۰۷۔ ۴۔ سنن ابوداؤد، ج ۳، ص ۲۶۵، ۲۸۶۔ ۵۔ الناہیۃ عن طعن امیر المؤمنین معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص ۵۔

۱۹۔ اعلیٰ حضرت امام حافظ احمد رضا بن مفتی نقی علی ہندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہل سنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم فرض ہے، اور ان میں کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرات میں خوض ممنوع۔ حدیث میں ارشاد: اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔ جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو (بحث و خوض سے) رک جاؤ! رب عزوجل کہ عالم الغیب والشہادہ ہے، اس نے صحابہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں:

۱۔ مومنین قبل الفتح، جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ و جہاد کیا۔

۲۔ اور مومنین بعد الفتح، جنہوں نے بعد کو اللہ کی راہ میں خرچ اور جہاد کیا۔

فریق اول کو دوم پر تفصیل عطا فرمائی کہ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین

انفقوا من بعد و قاتلوا۔ (۱)

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں۔ جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد

کیا۔

ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرما دیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا: واللہ بما تعملون خبیر۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے۔ یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو، وہ سب جانتا ہے۔ یہ ایسے ہمہ سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، خواہ سابقین ہوں یا لاحقین۔ اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ: مولیٰ عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اس کے لیے کیا فرماتا ہے: (اس کے بارے میں فرماتا ہے) ان الذین سبقت لهم منا الحسنیٰ اولئک عنہا مبعدون لا یسمعون حسیسہا وہم فیما اشتہت انفسہم خلدون لا یحزنہم الفزع الاکبر وتعلقہم الملتکة هذا یومکم الذی کنتم توعدون۔ (۲) بے شک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں، اس کی بھنک (دھیمی سی آواز) تک نہ سنیں گے، اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیش دانی کو آئیں گے، یہ کہتے ہوئے: کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوئے ظن کر سکتا ہے نہ اس کے اعمال کی تفتیش، نہ فرض غلط (صحابہ نے) کچھ بھی کیا، تم حاکم ہو یا اللہ تعالیٰ، تم زیادہ جانو یا اللہ، انتم اعلم ام اللہ (کیا تمہیں علم زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو)، دلوں کی جاننے والا سچا حاکم یہ فیصلہ فرما چکا کہ مجھے تمہارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے۔ ضرور (سیدنا معاویہ سمیت) ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائے گا، ضرور رضی اللہ عنہ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز و احترام فرض ہے۔ ولو کره المعجمون۔ (اگرچہ مجرم برائیاں) (۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سب و شتم کا مفہوم:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کے عمال و گورنروں اور ساتھیوں کے بارے میں ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ یہ حضرات اپنے خطبات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب پر سب و شتم کرتے تھے، اس بارے میں دو روایات امام نسائی نے بھی کتاب الخصال میں نقل کی ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ ان تمام روایات و اقوال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا جائے۔ سب و شتم کے حوالے سے جو روایات بیان کی جاتی ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فَقَالَ: هَذَا فُلَانٌ لِأَمِيرِ الْمَدِينَةِ يَدْعُو عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ، قَالَ: فَيَقُولُ: مَاذَا؟ قَالَ: يَقُولُ لَهُ: يَا أَبُوتَرَابٍ فَضَحِكَ قَالَ: وَاللَّهِ مَا سَمَاءُ إِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ لَهُ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهُ فَاسْتَطَعْتُ الْحَدِيثَ سَهْلًا، وَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ كَيْفَ ذَلِكَ قَالَ: دَخَلَ عَلِيٌّ عَلَى فَاطِمَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَاصْطَبَحَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيْنَ ابْنُ عَمَلِكٍ قَالَتْ: فِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ فَوَجَدَ رِدَاءَهُ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ، وَخَلَصَ التُّرَابُ إِلَى ظَهْرِهِ فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ" فَيَقُولُ: اجْلِسْ يَا أَبَا تَرَابٍ مَرَّتَيْنِ (۱)

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ فلاں شخص گورنر مدینہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر بیٹھ کر برا بھلا کہتا ہے، انہوں نے دریافت کیا کہ آخر وہ کیا کہتا ہے۔ جواب دیا وہ ان کو ابو تراب کہتا ہے۔ یہ ہنس پڑے اور فرمایا: خدا کی قسم ان کا یہ نام تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ نام اپنے اصلی نام سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ پس راوی کو حضرت سہل سے پوری حدیث سننے کی طمع ہوئی اور کہنے لگے اے ابو عباس! واقعہ کیا تھا؟ فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک روز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پھر مسجد میں آ کر لیٹ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مسجد میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ چادر ان کی پیٹھ سے ہٹ گئی ہے اور ان کی پیٹھ مٹی سے آلودہ ہو گئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیٹھ سے مٹی جھاڑنے لگے اور دو مرتبہ فرمایا اے ابو تراب! بیٹھ جائیے۔

تجزیہ: اس حدیث سے واضح ہے کہ سب و شتم سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب کی کنیت سے یاد کرنا تھا، اس حدیث مبارکہ میں مذکور گورنر مدینہ سے مراد غالباً مروان بن حکم ہیں۔

حضرت ابو بکر بن خالد کا بیان ہے: میں حضرت سعد بن مالک کو مدینہ منورہ میں ملا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بتایا گیا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہو۔ میں نے جواب دیا: ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: شاید تم

۲۔ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَعْمٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ، فَاتَاهُ رَجُلٌ، فَسَأَلَهُ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ، يَكُونُ فِي ثَوْبِهِ أَيُصَلِّي بِهِ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مِنْ أَنْتَ؟

قَالَ: مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ: مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ هَذَا يَسْأَلُنِي عَنْ دَمِ
الْبُعُوضِ، وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: هُمَا رِيحَانَتِي مِنَ
الدُّنْيَا (۱)

بھی ایسا ہی کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی پناہ۔
انہوں نے فرمایا: تم ہرگز برا بھلا نہ کہنا اور اگر آدمی میرے سر کے
درمیان کاٹنے کے لئے رکھ دی جائے، میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
برا بھلا نہیں کہوں گا، کیونکہ میں نے رسول اللہ رضی اللہ عنہ سے جو سنا ہوا
ہے، اس کے بعد ایسا نہیں کر سکتا۔

تجزیہ: اس حدیث مبارکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرنے کا ذکر موجود ہے، لیکن کس نے کیا، یہ واضح نہیں ہے، اور نہ ہی وضاحت ہے
کہ سب و شتم کے الفاظ کیا تھے۔

۳۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ
الدُّمَيْثِيِّ النَّخَعِيُّ، حَدَّثَنِي جَدِّي رِيَّاحُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: كُنْتُ قَاعِدًا
عِنْدَ فُلَانٍ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ وَعِنْدَهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ، فَجَاءَ سَعِيدُ بْنُ
زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ نَفِيلٍ فَرَحَّبَ بِهِ وَحَيَّاهُ وَأَقْعَدَهُ عِنْدَ رَجُلِهِ عَلِي
السَّرِيرِ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ يُقَالُ لَهُ قَيْسُ بْنُ عُلْقَمَةَ
فَاسْتَقْبَلَهُ فَسَبَّ وَسَبَّ فَقَالَ سَعِيدٌ: مَنْ يَسُبُّ هَذَا الرَّجُلَ؟ قَالَ:
يَسُبُّ عَلَيْهِ، قَالَ أَلَا أَرَى أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُسَبُّونَ عِنْدَكَ ثُمَّ لَا تُنْكِرُ، وَلَا تُغَيِّرُ، أَنَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَإِنِّي لَغَنِيٌّ أَنْ أَقُولَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلْ
فِيَسْأَلُنِي عَنْهُ غَدًا إِذَا لَقِيْتَهُ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعَمْرٌ فِي الْجَنَّةِ
وَسَاقٍ مَعْنَاهُ ثُمَّ قَالَ: لَمْ يَشْهَدْ رَجُلٌ مِنْهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْبِرُ فِيهِ وَجْهَهُ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ وَكُو
عُمُرَ عُمُرٍ نَوْحٍ (۲)

حضرت ریحاح بن حارث فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کی مسجد میں فلاں
صاحب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو حضرت سعید بن زید تشریف لائے
تو مغیرہ نے انہیں مرحبا کہا اور انہیں سلام کیا اور ان کو اپنے پاؤں کے
پاس اپنی مسند پر بٹھایا، اس دوران ایک شخص اہل کوفہ سے آیا جسے
قیس بن علقمہ کہا جاتا تھا اور اس نے برائی کی جس کی برائی کی
(حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا کلمات کہے)، تو سعید بن
زید نے کہا کہ یہ کس کو برا بھلا کہہ رہا ہے؟ تو مغیرہ نے کہا کہ یہ کس
کو برا بھلا کہہ رہا ہے؟ تو حضرت مغیرہ نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
برا بھلا کہہ رہا ہے۔ حضرت سعید نے کہا ارے میں کیا دیکھ رہا ہوں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے برائی سے یاد کیا
جا رہا ہے، پھر بھی آپ اسے منع نہیں کرتے اور اس کو ختم کرتے ہیں
، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک میں
اس سے بے نیاز ہوں کہ آپ سے منسوب کوئی بات کہوں جو آپ
نے نہیں کہی اور پھر کل کو جب آملی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کروں تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اس بارے میں پوچھ گچھ کریں، آپ نے فرمایا: کہ
ابو بکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، آگے سابقہ حدیث کی مانند
ذکر کیا پھر فرمایا کہ حضرت صحابہ میں کسی آدمی کا آپ کے ساتھ
دعوت و جہاد کے میدانوں میں حاضر رہنا، کہ جس سے اس کا چہرہ
غبار آلود ہو جائے بہتر ہے تم میں سے کسی ایک کے ساری عمر کے
عمل سے اگر چہ اسے حضرت نوح علیہ السلام کے برابر عمل جائے۔

۳۔ تجزیہ: امام ابو داؤد اور امام احمد بن حنبل کی روایت کردہ اس حدیث سے واضح ہے کہ سب و شتم گورز کوفہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے نہیں کیا، بلکہ ایک اور کوئی شخص قیس بن علقمہ نے کیا۔ اس میں حضرت امیر معاویہ یا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کردہ گورز کے سب و شتم کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی واضح نہیں ہے کہ کن الفاظ کے ساتھ سب و شتم کیا گیا۔

۴۔ امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ صَدَقَةَ بْنِ الْمَثَنِيِّ، حَدَّثَنِي رِيَّاحُ بْنُ الْحَارِثِ: أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ، وَعِنْدَهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ فَجَاءَ رَجُلٌ يُدْعَى سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ، فَحَيَّاهُ الْمُغِيرَةَ وَأَجْلَسَهُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ عَلَى السَّرِيرِ. فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ فَاسْتَقْبَلَ الْمُغِيرَةَ فَسَبَّ وَسَبَّ فَقَالَ: مَنْ يَسُبُّ هَذَا يَا مُغِيرَةَ؟ قَالَ: يَسُبُّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: يَا مُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَا مُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ ثَلَاثَةَ أَلَا أَسْمَعُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسُبُّونَ عِنْدَكَ؟ لَا تُنْكِرُ وَلَا تُغَيِّرُ، فَإِنَّا أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَا سَمِعْتِ أَدْنَاكَى وَوَعَاةُ قَلْبِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ أَرُوى عَنْهُ كَذِبًا يَسْأَلُنِي عَنْهُ إِذَا لَقَيْتُهُ أَنَّهُ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ وَتَائِبُ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْجَنَّةِ لَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَهُ لَسَمَيْتُهُ، قَالَ: فَضَخَّ أَهْلُ الْمَسْجِدِ يَنَاشِدُونَهُ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ التَّائِبُ؟ قَالَ: نَاشِدْتُمُونِي بِاللَّهِ وَاللَّهِ عَظِيمٌ أَنَا تَائِبُ الْمُؤْمِنِينَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الْعَاشِرُ، ثُمَّ اتَّبَعَ ذَلِكَ يَمِينَهُ، قَالَ: وَاللَّهِ لَمْ شَهِدْ شَهِدَةً رَجُلٌ يُغَيِّرُ فِيهِ وَجْهَهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَفْضَلُ مِنْ عَمَلِ أَحَدٍ كُمْ. وَلَوْ عَمَرَ عَمْرٌ نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ (۱)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ان کے دائیں بائیں اہل کوفہ بیٹھے ہوئے تھے، اتنی دیر میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ آگے، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خوش آمدید کہا، اور چار پائی کی پانٹی کے پاس انہیں بٹھالیا، کچھ دیر کے بعد ایک کوئی شخص حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا، اور کسی کو گالیاں دینے لگا، انہوں نے پوچھا، مغیرہ! یہ کسے برا بھلا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، انہوں نے تین مرتبہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو ان کا نام لے کر پکارا، اور فرمایا: آپ کی موجودگی میں نبی علیہ السلام کے صحابہ کو برا بھلا کہا جا رہا ہے، اور آپ لوگوں کو منع نہیں کر رہے، اور نہ اپنی مجلس کو تبدیل کر رہے ہیں، میں اس بات کا گواہ ہوں کہ میرے کانوں نے نبی علیہ السلام سے یہ سنا ہے اور میرے دل نے اسے محفوظ کیا ہے اور میں اس سے کوئی جھوٹی بات روایت نہیں کرتا، کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ابو بکر جنت میں ہوں گے، عمر، علی، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ایک نواں مسلمان بھی جنت میں ہوگا، جس کا نام اگر میں بتانا چاہتا تو بتا سکتا ہوں۔ اہل مسجد نے باواز بلند انہیں قسم دے کر پوچھا: کہ اے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ نواں آدمی کون ہے؟ فرمایا تم مجھے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم دے رہے ہو، اللہ کا نام بہت بڑا ہے، وہ نواں آدمی میں ہی ہوں، اور دسویں خود نبی علیہ السلام تھے، اس کے بعد وہ دائیں طرف چلے گئے اور فرمایا: کہ بخدا! وہ ایک غزوہ جس میں کوئی شخص نبی علیہ السلام کے ساتھ شریک ہوا، اور اس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہوا، وہ تمہارے ہر عمل سے افضل ہے اگرچہ تمہیں عمر نوح ہی مل جائے۔

۵۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ - وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ -
قَالَا: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ - عَنْ بَكْرِ بْنِ مِسَارٍ، عَنْ
عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَرَ مَعَاوِيَةَ بْنُ أَبِي
سَفْيَانَ سَعْدًا فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسَبَّ أَبَا التَّرَابِ؟ فَقَالَ: أَمَا مَا
ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ أُسَبَّهُ
لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةً مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُ خَلَقَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ،
فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ خَلَقْتَنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ لَهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ
هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي وَسَمِعْتَهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ
لَأُعْطِينَ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَالَ
فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ: ادْعُوا لِي عَلِيًّا فَأَتَيْتَنِي بِهِ أُرْمَدًا، فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ
وَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ، وَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ آيَةُ: (فَقُلْ تَعَالَوْا
نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ) (آل عمران ۶۱) دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ: اَللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ
أَهْلِي (۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت
معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد کو امیر بنایا، تو ان سے
دریافت کیا کہ تمہیں ابو تراب کو برا کہنے سے کیا چیز مانع ہے؟
حضرت سعد نے کہا: مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمائی تھیں، اس لئے میں ان کو کبھی
برا نہیں کہہ سکتا، اگر ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی میرے
لئے فرمائی ہوتی، تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مغازی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھے عورتوں
اور بچوں میں چھوڑ دیا، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم
میرے لئے ایسے ہو جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت
ہارون علیہ السلام تھے، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ غزوہ خیبر کے
دن میں نے آپ سے یہ سنا: کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا، جو
اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا، اور
اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتا ہے،
حضرت سعد نے کہا: پھر ہم سب اس کے انتظار میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لاؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا
، درآں حالیکہ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی
آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا، اور ان کو جھنڈا عطا کیا، اللہ تعالیٰ جل
جلالہ نے ان پر خیبر فتح کر دیا۔ اور جب آیت نازل ہوئی:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیے! آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو
بلاؤ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا،
حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا: اے اللہ
تعالیٰ جل جلالہ! یہ میرے اہل ہیں۔

۶۔ امام ترمذی نے بھی امام مسلم والی روایت نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا قَتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسَارٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَرَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدَهُ، فَقَالَ: مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَسَبَّ أَبَا تَرَابٍ قَالَ: أَمَا مَا ذَكَرْتَ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ أَسْبَهُ لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةً مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ. سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيِّ وَخَلْفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ، فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تَخْلِفُنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِثِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبُوَّةَ بَعْدِي، وَسَمِعْتَهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ: لِأَعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ. قَالَ: فَتَطَاوَلْنَا لَهَا، فَقَالَ: ادْعُوا لِي عَلَيْهَا فَاتَاهُ وَبِهِ رَمْدٌ فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ، فَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ، فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ، وَأَنْزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ) (آل عمران ۶۱) الْآيَةَ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ: اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ (۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد سے پوچھا کہ تم ابو تراب کو برا کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے فرمایا: کیا آپ کو وہ تین باتیں یاد نہیں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائیں ہیں، لہذا میں انہیں کبھی برا نہیں کہوں گا۔ او ان تینوں میں سے ایک کا میرے لیے ہونا میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ تو میں نے رسول اللہ ﷺ حضرت رضی اللہ عنہ علی سے کچھ فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی جنگ میں جاتے ہوئے چھوڑ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا آپ اس بات سے راضی نہیں ہیں کہ تمہارا مقام میرے نزدیک ایسا ہو جیسا ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا۔ (فرق صرف اتنا ہے کہ وہ نبی تھے) اور میرے بعد نبوت نہیں۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو خیبر کے روز یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں یہ جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم سب چاہتے تھے کہ آج جھنڈا سے دیا جائے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا علی کو میرے پاس بلاؤ، چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب ڈالا اور جھنڈا انہیں دے دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے انہی کے ہاتھ پر فتح فرمائی اور جب یہ آیت نازل ہوئی: فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ (آل عمران ۳: ۶۱) تو آپ ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت (گھر والے) ہیں۔

۷۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَنْفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مِسَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ: قَالَ مُعَاوِيَةُ لِسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ؟ قَالَ: لَا أَسْبُهُ مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ تَكُونَ لِي قَالَ: وَاحِدَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، لَا أَسْبُهُ مَا ذَكَرْتُ حِينَ نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَأَخَذَ عَلَيْهِ وَأَبْنَيْهِ، وَفَاطِمَةَ، فَأَدْخَلَهُمْ تَحْتَ ثَوْبِهِ ثُمَّ قَالَ: رَبِّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي وَأَهْلُ بَيْتِي وَلَا أَسْبُهُ حِينَ خَلَفَهُ فِي غَزْوَةِ غَزَاهَا قَالَ: خَلَفْتَنِي مَعَ النَّصَبِيَّانِ وَالنِّسَاءِ؟ قَالَ: أَوْ لَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ وَلَا أَسْبُهُ مَا ذَكَرْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ حِينَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِأَعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ فَتَطَاوَلْنَا فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيٌّ؟ فَقَالُوا: هُوَ أَرْمَدٌ فَقَالَ: ادْعُوهُ فَدَعُوهُ فَبَصِقَ فِي عَيْنَيْهِ ثُمَّ أَعْطَاهُ الرَّايَةَ، فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهِ مَا ذَكَرَهُ مُعَاوِيَةُ بِحَرْفٍ حَتَّى خَرَجَ مِنَ الْمَدِينَةِ (۱)

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہا: تم حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ پر سب و ستم کیوں نہیں کرتے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہی ہوئی تین باتیں یاد ہیں، میں انہیں کبھی بھی برا بھلا نہیں کہوں گا۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے فرمائی ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند تھی۔ (وہ تین فرمان ہی ہیں) (۱)۔ میں انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا، جب تک مجھے یاد ہے کہ جب وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی کملی کے نیچے لے کر فرمایا: اے میرے رب! یہ میرے اہل اور اہل بیت ہیں۔ (۲)۔ میں انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا۔ جب کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک غزوہ میں ان کو نائب مقرر فرمایا، تو انہوں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، سوائے نبوت کے۔ (۳)۔ میں انہیں برا بھلا نہیں کہوں گا، جب کہ مجھے یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا تھا: پرچم میں ضرور ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا۔ ہم تمام اس پرچم کو تقاضے کے امیدوار تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کدھر ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتلایا: وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو بلاؤ، جب آپ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے لعاب دھن ان کی آنکھوں پر لگایا اور پرچم عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے فتح عطا فرمائی۔ راوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک حرف بھی نہ کیا، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے تشریف لے گئے۔

۸۔ امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی حج کے موقع پر تشریف لائے، حضرت سعدان کے پاس تھے، انہوں نے حضرت علی کا تذکرہ کیا، حضرت معاویہ نے ان کے بارے میں کچھ کہا، حضرت سعد غصے میں آگئے اور فرمایا تم اس شخص کے متعلق کہتے ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس میں میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے، اور میں نے یہ بھی آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تیم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آج میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ سَابِطٍ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ، قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ فِي بَعْضِ حَجَّاتِهِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ سَعْدٌ، فَذَكَرُوا عَلِيًّا، فَنَالَ مِنْهُ، فَغَضِبَ سَعْدٌ، وَقَالَ: تَقُولُ هَذَا لِرَجُلٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَيْبَ بَعْدِي، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: لِأَعْطِينَ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (۱)

تجزیہ:

یہ چاروں احادیث ایک ہی مضمون کی ہیں۔ البتہ امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی کی روایت کے مطابق:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر سب و شتم نہ کرنے کا سبب پوچھا؟ آپ رضی اللہ عنہ کے جواب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی تین خصوصیات بیان فرمائیں۔ البتہ ابن ماجہ کی روایت کا مضمون قدرے مختلف ہے، اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خود سب و شتم کا ذکر اشارۃً موجود ہے، اگرچہ سب و شتم کے الفاظ مذکور نہیں ہیں۔ اسی طرح اس حدیث مبارکہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے غضب ناک ہونے کا بھی ذکر ہے۔ اس طرح یہ روایت امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی کی روایت سے قدرے مختلف ہے۔ اس لئے اصل صورت حال تک پہنچنے کے لئے اس روایت کو روایتاً اور درایتاً پرکھنا ضروری ہے۔ امام ابن ماجہ کی سند میں ایک راوی ابو معاویہ ہیں۔ ان کے بارے میں آئمہ نقد و جرح کی آراء حسب ذیل ہیں:

۱۔ ابو معاویہ:

ان کا نام ابو معاویہ محمد بن خازم ضریر کوفی ہے، ان کے بارے میں آئمہ جرح و تعدیل کی آراء:

۱۔ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: احفظ الناس لحدیث الاعمش وقدیہم فی حدیث غیرہ... وقد رمی بالارجاء (۲)

حضرت ابو معاویہ امام اعمش کے شاگردوں میں سے سب سے قابل اعتماد ہیں، البتہ امام اعمش کے علاوہ دیگر محدثین سے روایت کرتے ہیں وہی ہیں، اور مرجح خیالات کی طرف مائل ہیں۔

۲۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ابو معاویة الضریبر فی غیر حدیث الاعمش مضطرب لایحفظها حفظاً جیداً (۱)
حضرت ابو معاویہ امام اعمش رضی اللہ عنہ کے علاوہ روایت کرتے ہیں مضطرب ہیں، ان کا حافظہ قابلہ اعتماد نہیں۔

۳۔ علامہ ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں:

کان ثقة کثیر الحدیث یدلس وکان مرحباً خبیثاً (۲)
حضرت ابو معاویہ ثقہ، کثیر الحدیث، مدلس راوی ہیں، اور بدترین مرجحہ خیالات کے مالک تھے۔

۴۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

ابو معاویة اثبت من جریر فی الاعمش وروی ابو معاویہ عن عبید اللہ بن عمر احادیث مناکیر۔ (۳)
حضرت ابو معاویہ امام اعمش رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جریر سے زیادہ قابل اعتماد ہیں، اور ابو معاویہ نے عبید اللہ بن عمر سے منکر احادیث روایت کی ہیں۔

۵۔ امام عجل فرماتے ہیں:

کوفی ثقة وکان یری الارحاء وکان لہن القول فیہ (۴)
حضرت ابو معاویہ کوفی، ثقہ راوی ہیں، البتہ مرجحہ خیالات کے حامی اور روایت کرتے ہیں قابل اعتماد نہ تھے۔

۶۔ امام ابو بکر بن خثیمہ فرماتے ہیں:

وقال ابو بکر بن ابی خثیمہ: قیل لیحیی بن معین: ایہما احسب الیک فی الاعمش عیسیٰ بن یونس، او حفص بن غیاث او ابو معاویة؟ قال: ابو معاویة، وقال ایضاً، عن یحیی بن معین: قال لنا وکیع: من تلزمون؟ قلنا: تلزم ابا معاویة، قال: اما انه کان یعد علینا فی حیاة الاعمش الفأ وسبعمانہ، فقلت لابی معاویة: ان وکیعاً قال کذا وکذا، فقال: صدق، ولكنی مرضت مرضة، فانسیت اربع مائة، وقال عباس الدورى ایضاً، عن یحیی بن معین: قال ابو معاویة الضریبر: حفظت من الاعمش الفأ وست مائة، فمرضت مرضة فذهب عنی منها اربع مائة فكان عند ابی معاویة الف ومانتین۔ (۵)

حضرت یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: حضرت اعمش رضی اللہ عنہ کے شاگردوں عیسیٰ بن یونس، حمض بن غیاث اور ابو معاویہ میں سے آپ کے نزدیک کون سا قابل اعتماد ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو معاویہ۔ اسی طرح امام ابو بکر، حضرت یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں، کہ ہمیں امام وکیع رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کسے قابل اعتماد سمجھتے ہو؟ ہم نے ابو معاویہ کا نام لیا، تو انہوں نے فرمایا: ابو معاویہ نے امام اعمش رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ میں ایک ہزار سات سو (۱۷۰۰) احادیث مبارکہ سنائیں، راوی کہتے ہیں: میں نے یہ بات ابو معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتلائی کہ حضرت وکیع رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے، ابو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ انہوں نے سچ فرمایا، لیکن مجھے بیماری لاحق ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے میں چار سو احادیث بھول گیا ہوں۔ اسی طرح عباس دوری حضرت یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ: ان کو ابو معاویہ نے بتلایا کہ: میں نے حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے سولہ سو احادیث (۱۶۰۰) یاد کی تھیں، لیکن بیماری کی وجہ سے چار سو احادیث بھول گیا ہوں، اور ابو معاویہ کو بارہ سو احادیث یاد تھیں۔

۱۔ تہذیب الکمال، ج ۸، ص ۶۶۲، رقم الرجال، ۵۸۰۰۔ ۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۳۹۲

۳۔ تہذیب الکمال، ج ۸، ص ۶۶۲۔ ۴۔ تاریخ الثقات، ص ۴۰۳۔ ۵۔ تہذیب الکمال، ج ۸، ص ۶۶۲

خلاصہ بحث:

اس طرح یہ حدیث مضطرب، مدلس اور منکر کے درجہ میں ہے۔ لہذا حدیث کا اصل مفہوم وہی ہے، جو امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی رضی اللہ عنہم کی روایت سے مترشح ہوتا ہے۔

سب و شتم کا مفہوم:

ان تمام احادیث میں سب و شتم کا ذکر موجود ہے۔ امام بخاری کی روایت میں سب و شتم کے الفاظ بھی مذکور ہیں، کہ مروان بن حکم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ابتراب کی کنیت سے ذکر کرتا تھا۔ اسی طرح طبری کی روایت سے ہمیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ سب و شتم کا بھی پتہ چلتا ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

قام المغيرة فقال في علي وعثمان كما كان يقول وكانت
مقالته: اللهم ارحم عثمان بن عفان وتجاوز عنه واجزه باحسن
عمله فانه عمل بكتابتك واتبع سنة نبيك صلی اللہ علیہ وسلم وجمع كلمتنا
وحقن دماءنا وقتل مظلوما اللهم فارحم انصار واولياءه ومحبيه
والطالبين بدمه ويدعو علي قتلته (۱)

حضرت مغیرہ کھڑے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہما کے
تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو کچھ کہا کرتے تھے، وہی کہا۔ ان کے
الفاظ یہ تھے کہ: یا اللہ! عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر رحم فرما اور ان سے
درگزر فرما اور ان کے بہتر عمل کی انہیں جزا دے، کیونکہ انہوں نے
تیری کتاب پر عمل کیا اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور ہماری
بات ایک کر دی، اور ہمارے خون کو بچایا اور مظلوم ہو کر قتل ہو گئے، یا
اللہ تعالیٰ جل جلالہ! ان کے مددگاروں، دوستوں، محبت کرنے
والوں اور ان کے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں پر رحم فرما۔ اور وہ
ان کے قاتلوں کے لئے بددعا کرتے تھے۔

امام بخاری اور طبری کی روایات سے ہمیں سب و شتم کا مفہوم متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔ عربی زبان میں لفظ سب کا مفہوم بہت وسیع
ہے، حتیٰ کہ معمولی اعتراض، اظہار ناپسندیدگی، معمولی غلطی، ناپسندیدہ انداز، اختلاف رائے، ٹوکنا اور غلط روش پر ناراض ہونے کو بھی عربی زبان
میں سب و شتم کہا جاتا ہے (۲) اس لئے عربی زبان میں سب و شتم کا اردو یا پنجابی زبان میں صرف گالی والا مفہوم مراد نہیں ہے، بلکہ اس میں توسع
ہے اس کی مزید وضاحت درج ذیل احادیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

۱۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں دو صحابہ کرام نے جب حکم عدولی کی تو

مسمى فسبهما النبي صلى الله عليه وقال لهما ماشاء الله۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو سب و شتم کیا اور جو اللہ تعالیٰ

نے چاہا ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث و آثار

۱۔ قال ابو مسهر حدثنا سعید بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن ابی عميرة قال النبی ﷺ: اللهم اجعله هاديا مهديا واهده واهدبه۔ (۱)

حضرت سیدنا ابو عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے ہادی و مہدی بنا، اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

۲۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ الْمُزْنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِمُعَاوِيَةَ: "اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهِدِهِ وَاهِدِيهِ بِهِ (۲)

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ مزنئی رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرماتے سنا اے اللہ تعالیٰ اسے ہادی، مہدی بنا دے، اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔

۳۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ: "اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهِدِيهِ (۳)

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کہ آپ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ اسے ہادی، مہدی بنا دے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔

حدیث مذکور کے ناقلین:

- مستجاب الدعوات غلاموں کے آقا و مولیٰ کی یہ دعا عظیم المرتبت محدثین، فقہاء متکلمین، مؤرخین، مفسرین اور کثیر علمائے اپنی کتب میں نقل کی ہے حصول برکت کے لیے کچھ ناقلین کے اسماء کے ساتھ کتب ملاحظہ فرمائیں:
- ۴۔ امام حافظ ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (متوفی ۲۴۱ھ)
(مسند احمد حدیث عبدالرحمن بن ابی عمیرہ، ج ۲۹، ص ۴۲۶، رقم ۱۷۸۹)
- ۵۔ حافظ ابو بکر احمد بن ابی خثیمہ (متوفی ۲۷۹ھ)
(التاریخ الکبیر (السفر الثانی) حرف العین، ج ۱، ص ۳۳۹)
- ۶۔ امام حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)
(سنن ترمذی، باب مناقب معاویہ.....، ج ۵، ص ۶۸۷، رقم ۳۸۴۲)
- ۷۔ امام ابو بکر احمد بن عمرو شیبانی (ابن ابی عاصم) (متوفی ۲۸۷ھ)
(الاحاد والمثنائی، عبدالرحمن بن ابی عمیرہ المزنئی رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۳۵۸، رقم ۱۱۲۹)

- ۸- امام حافظ ابو بکر احمد بن محمد الخلال حنبلی (متوفی ۳۱۱ھ)
(السنۃ، باب ذکر ابی عبدالرحمن معاویۃ.....، ج ۲، ص ۴۵۰، رقم ۶۹۷ و ۶۹۹)
- ۹- امام حافظ ابو القاسم عبداللہ بن محمد بغوی بغدادی (متوفی ۳۱۷ھ)
(معجم الصحابۃ، عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ.....، ج ۴، ص ۴۹۰، رقم ۱۹۲۸)
- ۱۰- حافظ ابو الحسین عبدالباقی بن قانع اموی بغدادی (متوفی ۳۵۱ھ)
(معجم الصحابۃ - عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ، ج ۲، ص ۱۲۶)
- ۱۱- امام حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد شامی طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)
(المعجم الاوسط، من اسمہ احمد، ج ۱، ص ۲۰۵، رقم ۶۵۶، مسند الشامیین، سعید، عن یونس بن میسرہ، ج ۱، ص ۱۸۱، رقم ۳۱۱)
- ۱۲- امام ابو بکر محمد بن حسین آجری شافعی (متوفی ۳۶۰ھ)
(الشریعۃ، باب ذکر دعاء النبی ﷺ، ج ۵، ص ۲۳۶، رقم ۱۹۱۵)
- ۱۳- استاذ الحدیث، امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد انصاری اصبہانی (ابی الشیخ) (متوفی ۳۶۹ھ)
(طبقات الحدیثین باصبہان الواردین علیہا، ج ۲، ص ۳۲۳)
- ۱۴- شیخ ابو الحسین محمد بن عبداللہ وفاق بغدادی (ابن اخی میسی) (متوفی ۳۹۰ھ)
(فوائد، ص ۲۱۱، رقم ۲۵۲)
- ۱۵- حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ)
(تاریخ اصبہان ابراہیم بن عیسی الزاهد.....، ج ۱، ص ۲۲۱، معرفۃ الصحابۃ، عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ المزنی، ج ۴، ص ۱۸۴۶، رقم ۴۰۴۴)
(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، بسیرین الحارث و منہم.....، ج ۸، ص ۳۵۸)
- ۱۶- حافظ ابو ذر عبید بن احمد انصاری خراسانی (متوفی ۴۳۴ھ)
(جزء فیہ احادیث من مسوعات، ص ۵۱)
- ۱۷- حافظ ابو بکر احمد بن علی (خطیب بغدادی) (متوفی ۴۶۳ھ)
(تالی تلخیص المنشاب، عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ.....، ج ۲، ص ۵۳۹، رقم ۳۲۸)
- ۱۸- حافظ ابو القاسم اسماعیل بن محمد قرشی اصبہانی (قوام السنۃ) (متوفی ۵۳۵ھ)
(الحجۃ فی بیان الحجۃ و شرح عقیدۃ اهل السنۃ، فصل فی فضل معاویۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۴۰۴، رقم ۳۷۹)
- ۱۹- حافظ علی بن حسن (ابن عساکر) (متوفی ۵۷۱ھ)
(تاریخ دمشق، ذکر معاویۃ بن صخر ابی سفیان.....، ج ۵۹، ص ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، وغیرہ)
- ۲۰- حافظ ابو محمد عبدالحق بن عبدالرحمن ازوی اشبیلی (ابن خراط) (متوفی ۵۸۱ھ)

- (الاحکام الشرعية الکبریٰ، باب فضل معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ..... ج ۴، ص ۲۲۸)
- ۲۱- علامہ ابوالسعادات مبارک بن محمد شیبانی، (ابن الاثیر) جزری (متوفی ۶۰۶ھ)
- (جامع الاصول، معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج ۹، ص ۱۰۷)
- ۲۲- امام عزالدین ابوالحسن علی بن محمد جزری (ابن الاثیر) (متوفی ۶۳۰ھ)
- (اسد الغابة فی معرفة الصحابة، حرف المیم، معاویة بن صخر..... ج ۴، ص ۱۵۵، رقم ۴۹۸۵)
- ۲۳- امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ)
- (تهدیب الاسماء واللغات، حرف المیم، ج ۲، ص ۱۰۴)
- ۲۴- علامہ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ تبریزی (متوفی ۷۴۱ھ)
- (مشکوٰۃ المصابیح، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، ج ۳، ص ۱۷۵۸، رقم ۶۲۴۴)
- ۲۵- حافظ ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمن مزنی (متوفی ۷۴۲ھ)
- (تهدیب الکمال فی اسماء الرجال، عبدالرحمن بن ابی عمیرة..... ج ۱۷، ص ۳۲۲)
- ۲۶- امام حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)
- (سیر اعلام النبلاء، معاویة بن ابی سفیان..... ج ۳، ص ۱۲۵-۱۲۶، مجتم الشیوخ الکبیر، ابراهیم بن محمد بن احمد، ج ۱، ص ۱۵۵، تاریخ اسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، حرف المیم، ج ۴، ص ۳۰۱)
- ۲۷- علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (متوفی ۷۶۳ھ)
- (الوفی بالوفیات، ابن ابی عمیرة، ج ۱۸، ص ۱۲۴)
- ۲۸- حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمرو (ابن کثیر) قرشی (متوفی ۷۷۴ھ)
- (جامع المسانید والسنن الہادی لاقوم سنن، عبدالرحمن بن ابی عمیرة، ج ۵، ص ۵۳۶-البداية والنهاية، ترجمة معاوية، ج ۸، ص ۱۲۹)
- ۲۹- امام شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی (ابن حجر) شافعی (متوفی ۸۵۲ھ)
- (اتحاف المھر ة بالفوائد المبتكرة من اطراف العشرة، من مسند عبدالرحمن بن ابی عمیرة، ج ۱۰، ص ۶۲۵، رقم ۱۳۵۱۳- اطراف المسند المحتسب باطراف المسند الحسبى، من مسند عبدالرحمن، ج ۴، ص ۲۶۸، رقم ۵۸۶۹)
- ۳۰- امام حافظ جلال الدین عبدالرحمان بن ابوبکر سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ)
- (تاریخ الخلفاء، ذکر معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، ص ۱۵۲)
- ۳۱- امام حافظ احمد بن محمد شافعی مکی (ابن حجر ہیتمی) (متوفی ۹۷۹ھ)
- (الصواعق المحرقة فی الرد علی اهل البدع والزندقة، ص ۳۱۰)
- ۳۲- امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ بدرالدین ابوالبرکات احمد بن عبدالاحد سرہندی حنفی (متوفی ۱۰۳۳ھ)

(مکتوبات، مکتوب دوسرو پنجاہ ویکم (۲۱۵) دفتر اول، حصہ چہارم، ج ۱، ص ۵۸)

۳۳۔ علامہ نور الدین ابوالفرج علی بن ابراہیم حلبی (متوفی ۱۰۴۲ھ)

(انسان العیون فی سیرة الامین والمأمون (سیرة حلویہ)، باب فتح مکة شرفها اللہ تعالیٰ، ج ۳، ص ۱۳۶)

۳۴۔ علامہ عبدالملک بن حسین عصامی مکی (متوفی ۱۱۱۱ھ)

(سمط النجوم العوالی فی انباء الاول والاولی، ذکر مناقبہ.....، ج ۳، ص ۱۵۵)

۳۵۔ الشاہ ابو محمد قطب الدین احمد بن عبدالرحیم (شاہ ولی اللہ) دہلوی فاروقی (متوفی ۱۱۷۶ھ)

(ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، مقصد اول، فصل پنجم، تنبیہ سوم، ج ۱، ص ۵۷۱-۵۷۲)

۳۶۔ عارف باللہ علامہ عبدالعزیز بن احمد پراہروی (متوفی ۱۲۳۹ھ)

الناہیة عن طعن امیر المؤمنین معاویة رضی اللہ عنہ، فصل فی فضائل معاویة رضی اللہ عنہ، ص ۱۵)

۳۷۔ سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۸۴-۸۵

رواة

اس حدیث پاک کی جو سند مذکور ہوئی اس میں پہلے راوی ہیں:

۱۔ امام ابو مسہد عبدالاعلیٰ بن مسہر دمشقی (متوفی ۲۱۸ھ)

ان کے متعلق امام ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ ملک شام کے بزرگ اور فقیہ تھے۔ (۱)

امام ابن معین، ابو حاتم، عجل اور حاکم کہتے ہیں: یہ ثقہ تھے۔ اسی طرح خلیل کا کہنا ہے کہ یہ ثقہ، حافظ اور متفق علیہ امام تھے۔ ابن وضاح

انہیں ثقہ فاضل کہتے تھے۔ (۲)

۲۔ دوسرے راوی ہیں: امام القدوة، ابو محمد سعید بن عبدالعزیز تنوخی (متوفی ۱۶۷ھ)

آپ کی ولادت سیدنا اہل بن سعد اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما کی حیات مبارکہ میں ہوئی۔ آپ دمشق کے مفتی تھے۔ (۳)

امام ابن حبان فرماتے ہیں: سعد بن عبدالعزیز ملک شام کے فقہاء عباد اور دمشق کے حافظ وزہاد میں سے ہیں۔ (۴)

حافظ ابن سعد کہتے ہیں: ان شاء اللہ یہ ثقہ ہیں۔ (۵)

امام ابن معین اور عجل کہتے ہیں: یہ ثقہ تھے۔ (۶)

امام نسائی کہتے ہیں: یہ ثقہ ثبت تھے۔ (۷) (ثقہ ثبت کا درجہ "ثقہ" سے بلند ہوتا ہے۔)

۱۔	سیر اعلام النبلاء، ج ۱۰، ص ۲۲۸، رقم ۶۰	۲۔	تحدیب التحدیب، من اسمہ عبدالاعلیٰ، ج ۳، ص ۷۲۶-۷۲۷، رقم ۲۳۵۵
۳۔	سیر اعلام النبلاء، ج ۸، ص ۳۲، رقم ۵	۴۔	مشاہیر علماء الامصار و اعلام فقہاء الافطار، ص ۱۰۳، رقم ۱۳۶۶
۵۔	الطبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۲۳۲، رقم ۳۹۱۳	۶۔	تحدیب التحدیب، من اسمہ سعید، ج ۲، ص ۶۶۷، رقم ۲۷۷۳
۷۔	ایضاً		

بلکہ سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی (سیدنا احمد) کو فرماتے سنا:

لیس فی الشام رجل ، اصح حدیثا من سعید بن عبد العزیز - (۱)

۳- تیسرے راوی: امام القدوة ابو شعیب ربیعہ بن یزید ایادی (متوفی ۲۱۱ یا ۲۲۳ھ) ہیں۔

ان کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: یہ ثقہ عابد تھے۔ (۲)

امام نسائی، عجل، ابن عمار، یعقوب بن شیبہ اور ابن سعد نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے۔ (۳)

۴- اس حدیث پاک کے چوتھے راوی، جنہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ دعائیہ کلمات (اللہم اجعلہ ہادیا الخ) سنے، حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیرہ مزنی ہیں۔ آپ اور آپ کے بھائی سیدنا محمد شرف صحابیت سے مشرف ہیں۔ (۴)

اور مزنی کے میم پر پیش اور "ز" پر زبر ہے۔ یعنی مُزنی۔ (۵)

سیدنا محمد بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت پر اختلاف تو نظر سے نہیں گزرا، البتہ سیدنا عبد الرحمن کے صحابی ہونے میں معدودے چند علما میں اختلاف پایا جاتا ہے، مگر وہ قابل اعتنا نہیں: حفاظ و محدثین عظام، فقہاء و علمائے کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد کا آپ کی صحابیت پر ہی اتفاق ہے، اور امام

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اصح (یعنی صحیح ترین) یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ (۶)

علاوہ ازیں ان بزرگوں نے اپنی کتب میں آپ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا بیان کیا ہے:

۱- حافظ ابن سعد (متوفی ۲۴۰ھ) (طبقات الکبریٰ، ج ۷، ص ۲۹۲)

۲- امام ترقمی (متوفی ۲۶۷ھ) (حدیث عباس ترقمی، رقم ۴۴)

۳- امام ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) (ترمذی، ج ۵، ص ۶۸۷، رقم ۳۸۴۲)

۴- امام ابن ابی عاصم (متوفی ۲۸۷ھ) (السنۃ، ج ۱، ص ۱۲۳، رقم ۲۸۲)

۵- امام بغوی (متوفی ۳۱۷ھ) (معجم الصحابة، ج ۴، ص ۴۸۹)

۶- حافظ ابن قانع (متوفی ۳۵۱ھ) (معجم الصحابة، ج ۲، ص ۱۴۶، رقم ۶۲۱)

۷- امام آجری (متوفی ۳۶۰ھ) (السریۃ، ج ۵، ص ۲۳۶، رقم ۱۹۱۵، ص ۲۳۷، رقم ۱۹۱۶)

۸- امام طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) (مسند الشامیین، ج ۱، ص ۱۹۰، رقم ۳۳۳)

۹- استاذ الحدیث ابن ابی الشیخ اصہبانی (متوفی ۳۶۹ھ) (طبقات المحدثین)

۱۰- حافظ ابو نعیم (متوفی ۳۳۰ھ) (تاریخ اصہبان، ج ۱، ص ۲۲۱، معرفۃ الصحابة، ج ۴، ص ۱۸۳۶)

۱۱- خطیب بغدادی (متوفی ۳۶۳ھ) (تالی تلخیص المتشابہ، ج ۲، ص ۵۳۹، غنیۃ الملتبس ایضاً، ص ۸، رقم ۴)

۱- مسند احمد، ج ۲۹، ص ۱۲، رقم ۱۷۶۹، ج ۱۷، ص ۳۷، رقم ۲۲۷۵

۲- تقریب التہذیب، ص ۱۴۸، رقم ۱۹۱۹

۳- i- الجرح والتعديل، ج ۸، ص ۵۴

ii- اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابة، ج ۴، ص ۸۱، رقم ۴۷۶۲

iii- مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸، ص ۳۳۱۴

۴- i- المعنی فی ضبط اسماء الرجال، ص ۲۴۷

۵- ii- تجرید اسماء الصحابة للذہبی، ج ۱، ص ۳۵۳، رقم ۳۷۲۲

- ۱۲- حافظ ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ)
 ۱۳- حافظ ابن خراط (متوفی ۵۸۱ھ)
 ۱۴- امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ)
 ۱۵- امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)
 ۱۶- علامہ صفدی (متوفی ۷۶۳ھ)
 ۱۷- حافظ ابن حجر مکی (متوفی ۷۹۹ھ)
 ۱۸- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ)
 ۱۹- علامہ پرباروی (متوفی ۱۲۳۹ھ)
- (تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۸۳، ج ۵۳، ص ۱۳۲-۱۳۱-۲۳۰)
 (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ، ج ۴، ص ۲۲۸)
 (تہذیب الاسماء واللغات، ج ۲، ص ۱۰۳)
 (معجم الشیوخ الکبیر، ج ۱، ص ۱۵۵، تجرید اسماء الصحابة، ج ۱، ص ۳۵۳، رقم ۳۷۴۲)
 (الکاشف فی معرفۃ من لہ رولیۃ فی الکتب السنۃ، ج ۱، ص ۶۳۸، رقم ۳۲۸۱)
 (سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۱۲۲، تاریخ اسلام، ج ۴، ص ۳۰۹)
 (الوفائی بالوفیات، ج ۱۸، ص ۱۲۴)
 (الصواعق المحرقة، ص ۳۱۰)
 (ازالۃ الخفاء عن خلافة الخلفاء، ج ۱، ص ۵۷۱)
 (الناہیۃ عن طعن امیر المؤمنین معاویۃ رضی اللہ عنہ، ص ۱۵) وغیرہ

امام ابن حجر مکی نور اللہ مرقدہ نبی مکرم ﷺ کی مذکورہ دعا (اے اللہ! معاویہ کو ہادی، مہدی بنا..... الخ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

فتامل هذا الدعاء من الصادق المصدوق وان ادعيتہ المته لاسيما اصحابه مقبولة غير مردودة تعلم ان الله سبحانه استجاب الرسول الله ﷺ هذا الدعاء المعاوية فجعله هاديا للناس مهديا في نفسه ومن جمع الله له بين هاتين المرتبتين كيف يتخيل فيه ما تقوله عليه المبطلون ووصمه به المعاندون معاذ الله لا يدعو رسول الله ﷺ هذا الدعاء الجماع المعالي الدنيا والآخرة المانع لكل نقص نسبتہ اليه الطائفة المعارضة الفاجرة، الا لمن علم ﷺ انه اهل لذلك حقيق بما هنالك فان قلت هذان اللفظان اعنى هاديا مهديا مترادفان او متلازمان فلم جمع النبي ﷺ بينهما؟ قلت: ليس بينهما ترادف ولا تلازم، لان الانسان قد يكون مهديا في نفسه ولا يهتدى غيره به، وهذه طريق من آثار من العارفين السياحة والخلوة، وقد يهتدى غيره ولا يكون مهديا وهي طريقة كثيرين من القصاص الذين اصلحو اما بينهم وبين الناس وفسدوا اما بينهم وبين الله، وقد شاهدت من هؤلاء جماعة لم يبال الله بهم في اى وادهلكوا، وقد قال ﷺ: ان الله يؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر۔ فلاجل هذا طلب ﷺ لمعاوية حيازة هاتين المرتبتين الجليلتين حتى يكون مهديا في نفسه هاديا للناس۔

”صادق و مصدوق ﷺ کی اس دعا پور غور کرو اور (اس پر بھی غور کرو کہ) آپ ﷺ کی وہ دعائیں جو آپ نے اپنی امت، بالخصوص اپنے اصحاب کے لیے خدا کے حضور مانگیں مقبول ہوئیں ان میں سے کوئی بھی رد نہیں کی گئی، تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ دعا جو حضور ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے کی، یہ بھی مقبول ہوئی، اور اللہ جل جلالہ نے آپ ﷺ کو لوگوں کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیا اور (غور کرو کہ) جس شخص میں اللہ رب العزت نے یہ دونوں صفتیں جمع فرمادی ہوں اس کی بابت معاذ اللہ وہ باتیں کیوں کر خیال کی جاسکتی ہیں جو باطل پرست معاند کہتے ہیں! (ظاہر ہے کہ) اللہ کے پیارے رسول ﷺ ایسی جامع دعا جو دنیا و آخرت کے مراتب کو شامل ہو اور ہر نقص سے پاک کرنے والی ہو اسی کے لیے ہی کریں گے جسے آپ نے اس کا اہل سمجھا ہوگا۔ اور اگر تم کہو کہ ”ہادیا“ (ہدایت دینے والا) اور ”مہدیا“ (ہدایت یافتہ) مترادف یا

متلازم ہیں، پھر نبی کریم ﷺ نے یہ دونوں الفاظ کیوں فرمائے؟ تو میں کہوں گا کہ ان دونوں لفظوں میں ترادف ہے نہ تلازم: کیوں کہ انسان کبھی خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے مگر دوسروں کو اس سے ہدایت نہیں ملتی، جیسا کہ ان عافین کا حال ہے جنہوں نے سیاحت اور خلوت اختیار کر لی ہے۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے تو اس سے ہدایت پاتے ہیں مگر خود ہدایت یافتہ نہیں ہوتا اور یہ روش اکثر قصاص (قصے کہانیاں سنانے والے مقررین، خطبا) کی ہے کہ جنہوں نے بندوں کے معاملات تو درست رکھے مگر خدا کے ساتھ معاملہ بگاڑ دیا: میں (ابن حجر مکی) نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے ہیں، ایسے لوگ جس جنگل میں چاہیں ہلاک ہو جائیں اللہ عزوجل کو ان کی کوئی پروا نہیں۔ اور رحمت عالم ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کبھی اس دین کی مدد بدکار آدمی سے بھی کر دیتا ہے۔ (۱)

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ان دونوں مراتب جلیلہ کی طلب فرمائی تاکہ آپ خود ہدایت یافتہ ہونے کے ساتھ لوگوں کو بھی ہدایت دیں۔ (۲)

امام کبیر شرف الدین حسین بن عبد اللہ طیبی (متوفی ۴۳۳ھ) اس حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں:

ولا أرتابہ ان دعاء النبی ﷺ مستجاب فمن كان حاله هذا كيف يرتاب في حقه۔ (۳)

اس میں کوئی شک نہیں، بلاشبہ (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں) نبی کریم ﷺ کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔ پس جس کا یہ حال ہو (کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دینے والا اور خود ہدایت پر قائم رہنے والا بنا دیا ہو) تو اس کے بارے میں کیسے شک کیا جاسکتا ہے۔

یہی بات ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔ (۴)

مذکورہ سند کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کی گئی یہ دعا بھی منقول ہے:

۳۸۔ عن العرْبَابِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُونَا إِلَى السُّحُورِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ: هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارِكِ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: اللَّهُمَّ عَلِّمْ مَعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ (۵)

حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ماہ رمضان میں، ہمیں سحری کی طرف بلا تے سنا: کہ صبح کے بابرکت کھانے کی طرف آؤ، پھر میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا: اے اللہ تعالیٰ! معاویہ کو حساب و کتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا۔

۳۹۔ وفي رواية بشر بن السري "وأدخله الجنة" ورواه ابن عدي وغيره من حديث عثمان بن عبد الرحمن الجمحي، عن عطاء، عن ابن عباس. قال: قال رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُمَّ عَلِّمْ مَعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ (۶)

حضرت بشر بن السری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے: کہ اسے جنت میں داخل کر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ مزنی رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے نے ہم سے بیان کیا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ اسے حساب و کتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا۔

۳۰۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ الْمُزَنِيِّ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ " :اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَرِقِّهِ الْعَذَابَ " (۱)

۳۱۔ مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:-

اللهم علمه الكتاب ومكن له في البلاد وقره العذاب (۲)

اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! معاویہ کو کتاب سکھلا دے اور شہروں میں اس کے لئے ٹھکانہ بنا دے اور اس کو عذاب سے بچالے۔

اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقره العذاب. (۳)

اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما، اور اسے عذاب سے محفوظ فرما۔

۳۲۔ سیدنا عراباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

۳۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعا نقل فرمائی ہے:

اللهم علمه الكتاب والحساب وقره العذاب (۴)

اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! معاویہ کو کتاب (قرآن) اور حساب کا علم عطا فرما، اور اسے عذاب سے بچا!

۳۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کی گئی یہ دعا بھی منقول ہے:

اللهم علم معاوية الحساب وقره العذاب - (۵)

”اے اللہ! معاویہ کو حساب سکھا اور عذاب سے بچا!“

اے میرے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم، شہروں میں حکومت اور عذاب سے امن دے۔

۳۵۔ اللهم علم معاوية الكتاب ومكن له في البلاد وقره العذاب - (۶)

iii۔ مجمع الزوائد ۵۵۴/۹

ii۔ ابن حبان ۳۷۱/۶

vi۔ التاريخ الكبير بخاری ۲۰۳/۸

v۔ البدلية والنهلية ۱۲۰/۸

۱۔ ایضاً
۲۔ مجمع الزوائد طبع الفوائد ج ۹ ص ۳۵۶

۳۔ ا۔ مستدرج ۱۵۷/۳

iv۔ سیر اعلام النبلاء ۲۸۸/۵

۴۔ مستدرج ۱۷۱۵۲

۴۶۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ (صحابی) فرماتے ہیں: کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائیہ کلمات میں نے سماعت کئے، آپ فرماتے ہیں:

يقول (عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ) سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب اور حساب بقول: اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب کا علم عنایت فرما، اور اسے عذاب سے محفوظ فرما۔

اس روایت کو مندرجہ ذیل محدثین اور مورخین اور کبار علماء نے اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے:

- ۴۷۔ فضائل الصحابة، امام احمد، ج ۲، ص ۹۱۳-۹۱۴
 ۴۸۔ مجمع الزوائد (بیہقی)، ص ۵۶۶
 ۴۹۔ کتاب المعرفة والتاریخ (بسوی)، ج ۲، ص ۳۳۵
 ۵۰۔ تاریخ دمشق (ابن عساکر)، (قلمی)، ج ۱۶، ص ۶۸۳
 ۵۱۔ الاستیعاب (مع الاصابہ)، ج ۳، ص ۳۸۱
 ۵۲۔ کنز العمال (علی متقی ہندی)، ج ۶، ص ۱۹۰
 ۵۳۔ جزء الحسن بن عرفہ عبدی، ص ۶۱، روایت ۶۶۳۶
 ۵۴۔ کتاب الاباطیل (محدث ابو عبد اللہ حسین بن ابراہیم الجوزقانی)، ج ۱، ص ۲۹۰، روایت ۱۸۱ (ہذا حدیث حسن)

۵۵۔ سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۸۵-۸۶

۵۶۔ سیدنا عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اهْدِيهِ - (۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیر سے ہی یاد کیا کرو: میں نے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: اے اللہ! معاویہ کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمص کے علاقہ پر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ (صحابی) کو والی مقرر فرمایا، پھر کچھ عرصہ بعد ان کو اس منصب سے الگ کر کے ان کی جگہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حمص کا حاکم بنا دیا۔ اس وقت لوگ اس تبدیلی پر اعتراض کرنے لگے۔ اس موقع پر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں درج بالا روایت ذکر کی۔ اس روایت کو درج ذیل محدثین و مورخین نے نقل کیا ہے:

۵۷۔ تاریخ کبیر (امام بخاری)، ج ۴، ص ۳۲۸

۵۸۔ تاریخ دمشق (ابن عساکر)، (قلمی)، ج ۱۶، ص ۶۸۷

۵۹۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، ج ۸، ص ۲۱۲

حضرت صالح بن کیسان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو چھپنے میں ایک عرب قیافہ شناس نے دیکھا، تو کہنے لگا: میرا خیال ہے کہ یہ بچہ عنقریب اپنی قوم کی سیادت کرے گا اس پر حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے کہا: اور اگر یہ اپنی ہی قوم کی سیادت نہ کرے، تو اس کی ماں اسے کھودے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا کو مکہ میں دیکھا، گویا اس کا چہرہ، چاند کا ٹکڑا ہے، اور اس کے سر میں بیٹھے ہوئے شخص کی طرح ہیں، اور اس کے ساتھ ایک بچہ کھیل رہا ہے، پس ایک شخص گذرا اور اس نے اس بچے کی طرف دیکھ کر کہا: اگر یہ بچہ زندہ رہا، تو میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ ضرور اپنی قوم کا سردار بنے گا، حضرت ہند رضی اللہ عنہا کہنے لگی، اگر یہ اپنی قوم کا سردار نہ بنے تو اللہ اسے موت دے دے۔ اور وہ بچہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھا۔

حضرت محمد بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا: کہ ایک روز حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا، جب کہ وہ بچے ہی تھے، تو حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے بلاشبہ میرا یہ بیٹا بڑے سردار ہے، اور یہ اپنی قوم کا سردار بننے کے لائق ہے، حضرت ہند رضی اللہ عنہا کہنے لگی فقط اپنی قوم کا، اگر یہ تمام عربوں کا سردار نہ بنے، تو اس کی ماں اسے کھودے اور حضرت ہند رضی اللہ عنہا چھوٹی عمر میں آپ کو اٹھائے ہوئے اکثر کہتی تھی: بلاشبہ میرا بیٹا خاندانی اور کریم ہے، اور اپنے اہل میں پسندیدہ اور حلیم ہے، وہ فحش گو اور کمینہ نہیں، اور نہ ہی اکتانے والا اور تنگ پڑنے والا ہے، وہ صحیح بنی فہر کا سردار ہے، اور وہ ظن کے خلاف نہیں کرتا اور نہ ناکام ہوتا ہے۔

۶۰- عن صالح بن کیسان قال: رأی بعض متفرسی العرب معاویة وهو صبوی صغیر، فقال: انی لأظن هذا الغلام سیسود قومہ، فقالت ہند: نکلته ان کان لا یسود إلا قومہ. (۱)

۶۱- وقال الشافعی قال ابو هريرة: رأیت ہندا بمکة کان وجهها فلقة قمر، وخلفها من عجیزتها مثل الرجال الجاليس، ومعها صبوی یلعب، فمر رجل فنظر إلیه فقال: انی لأری غلاما ان عاش لیسودن قومہ، فقالت ہند: ان لم یسود إلا قومہ فأمانه اللہ، وهو معاویة بن ابی سفیان. (۲)

۶۲- وقال محمد بن سعد: انبأنا علی بن محمد بن عبد اللہ بن ابی سیف قال: نظر أبو سفیان یوماً إلی معاویة وهو غلام فقال لہند: ان ابنی هذا لعظیم الرأس، وإنه لخلق أن یسود قومہ، فقالت ہند: قومہ فقط، نکلته ان لم یسود العرب قاطبة. وكانت ہند تحمله وهو صغیر وتقول: ان بنی معرق کریم * محبب فی اہله حلیم لیس بفاحش ولا لئیم * ولا ضجور ولا سؤوم صخر بنی فہر بہ زعیم * لا یخلف الظن ولا یخیم (۳)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو شام کے علاقے کا امیر بنایا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے، اور حضرت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے کہا: تو نے دیکھا کہ تیرا بیٹا کس طرح میرے بیٹے کا تابع بن گیا ہے؟ وہ کہنے لگی: اگر عربوں کے سواروں نے حرکت کی، تو عنقریب تجھے پتہ چل جائے گا: کہ تمہارے بیٹے کو میرے بیٹے سے کیا نسبت ہے، اور جب حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ چودہ پندرہ ہجری میں فوت ہو گئے، اور ایتلی ان کی موت کی خبر لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی حضرت یزید رضی اللہ عنہ کی جگہ والی بنا کر ایتلی کو شام واپس کر دیا، پھر حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے بارے میں تعزیت کی، انہوں نے پوچھا: یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! اس کی جگہ آپ نے کس کو امیر بنایا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! آپ نے صلہ رحمی کی ہے۔

حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا: ”اے میرے بیٹے خدا کی قسم! کوئی شریف زادی کم ہی تیرے جیسا بچہ جنے گی اور بلاشبہ اس شخص نے مجھے اس کام کے لئے کھڑا کیا ہے، پس تو پسند و ناپسند میں اس کی اطاعت کر۔“

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے میرے بیٹے مہاجرین کے اس گروہ نے ہم سے سبقت کی ہے، اور ہم پیچھے رہ گئے ہیں، پس ان کی سبقت اور اقدمیت نے انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بلند مقام دے دیا ہے، اور ہماری تاخیر نے ہم کو چھوٹا کر دیا ہے، پس وہ قائد اور سردار بن گئے ہیں، اور ہم تبع بن گئے ہیں۔ اور انہوں نے تمہارے سپرد بڑا کام کیا ہے، پس ان کی مخالفت نہ کرنا، تو ایک غایت کی طرف جا رہا ہے، اگر تو نے اسے حاصل کر لیا تو تو اسے اپنی اولاد کو دے گا۔

۶۳۔ فَلَمَّا وَلَّى عُمَرُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ مَا وَّلَاهُ مِنَ الشَّامِ، خَرَجَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ لِهِنْدَ: كَيْفَ رَأَيْتِ صَارَ ابْنُكَ تَابِعًا لِابْنِي؟ فَقَالَتْ: إِنْ اضْطَرَبَتْ خَيْلُ الْعَرَبِ فَسَتَعْلَمُ أَيْنَ يَقَعُ ابْنُكَ مِمَّا يَكُونُ فِيهِ ابْنِي، فَلَمَّا مَاتَ يَزِيدُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَنَةَ بَضْعَ عَشْرَةَ، وَجَاءَ الْبَرِيدُ إِلَى عُمَرَ بِمَوْتِهِ، رَدَّ عُمَرُ الْبَرِيدَ إِلَى الشَّامِ بِوِلَايَةِ مُعَاوِيَةَ مَكَانَ أَخِيهِ يَزِيدَ، ثُمَّ عَزَى أَبَا سُفْيَانَ فِي ابْنِهِ يَزِيدَ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ وَرَيْتَ مَكَانَهُ؟ قَالَ أَخُوهُ مُعَاوِيَةُ، قَالَ: وَصَلْتَ رَحْمًا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. (۱)

۶۴۔ وَقَالَتْ هِنْدُ لِمُعَاوِيَةَ فِيمَا كَتَبَتْ بِهِ إِلَيْهِ: وَاللَّهِ يَا بَنِيَّ إِنَّهُ قَلَّ أَنْ تَلِدَ حُرَّةً مِثْلَكَ، وَإِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ اسْتَنْهَضَكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ، فَأَعْمَلْ بِطَاعَتِهِ فِيمَا أَحْبَبْتَ وَكَرِهْتَ. (۲)

۶۵۔ وَقَالَ لَهُ أَبُوهُ: يَا بَنِيَّ إِنْ هَوَّلَاءِ الرَّهْطُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ سَبَقُونَا وَتَأَخَّرْنَا فَرَفَعَهُمْ سَبَقَهُمْ وَقَدَّمَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ، وَقَصُرْنَا تَأَخَّرْنَا فَصَارُوا قَادَةَ وَسَادَةَ. وَصِرْنَا أَتْبَاعًا، وَقَدْ وَكَلْنَاكَ جَسِيمًا مِنْ أُمُورِهِمْ فَلَا تُخَالِفُهُمْ، فَإِنَّكَ تَجْرِي إِلَى أَمَدٍ فَنَافِسُ فَإِنْ بَلَغَتْهُ أَوْرَثَتْهُ عَقِبَكَ (۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ابوسفیان نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تین باتیں عطا فرمائیں؟ آپ نے فرمایا بہت اچھا، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے امیر بنادیتے تھے، تاکہ میں کفار سے اس طرح جنگ کروں جیسے میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھا، اس نے کہا معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھا، اور تیسری بات اس نے یہ بیان کی: کہ اس کی خواہش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دوسری بیٹی عذرا بنت ابی سفیان سے نکاح کر لیں، اور اس بارے میں اس نے اس کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی مدد طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بات میرے لئے جائز نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا: کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ میں نے کہا: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف ہی آئے ہیں، پس میں دروازے میں چھپ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس آ کر مجھے ایک یا دو علامات لگائیں، پھر فرمایا: جاؤ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے، آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے جا کر آپ کو بلایا، تو بتایا گیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں، میں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور انہیں بلاؤ، میں دو سری بار گیا تو بتایا گیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا: اللہ تعالیٰ حجلاً اس کے پیٹ کو سیر نہ کرے، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ اس کے بعد آپ سیر نہیں ہوئے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی دنیا اور آخرت میں اس دعا سے فائدہ اٹھایا ہے، دنیا میں اس طرح کہ جب آپ شام کے امیر ہو گئے، تو آپ رضی اللہ عنہ دن میں سات بار کھانا کھاتے تھے، جسے ایک پیالے میں لایا جاتا تھا جس میں

۶۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ثَلَاثًا أُعْطِينِيهَا، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: تُوَمَّرُنِي حَتَّى أَقَاتِلَ الْكُفَّارَ كَمَا كُنْتُ أَقَاتِلُ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: وَمَعَاوِيَةَ تَجْعَلُهُ كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ، قَالَ: نَعَمْ! وَذَكَرَ الثَّلَاثَةَ وَهُوَ أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يُزَوِّجَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنَتِهِ الْأُخْرَى عِزَّةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ، وَاسْتَعَانَ عَلِيٌّ ذَلِكَ بِأُخْتِهَا أُمِّ حَبِيبَةَ، فَقَالَ: "إِنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لِي" (۱)

۶۷۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ: كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الْغُلَّامَانِ إِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَ فَقُلْتُ: مَا جَاءَ إِلَّا إِلَيَّ، فَأَخْبَتُ عَلَيَّ بَابَ فِجَاءِ نِي فَخَطَانِي خِطَاةً أَوْ خِطَاتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: "أَذْهَبُ فَادْعُ لِي مَعَاوِيَةَ - وَكَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ - قَالَ: فَذَهَبْتُ فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَقِيلَ: إِنَّهُ يَأْكُلُ، فَاتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّهُ يَأْكُلُ، فَقَالَ: أَذْهَبُ فَادْعُهُ، فَاتَيْتُهُ الثَّانِيَةَ فَقِيلَ: إِنَّهُ يَأْكُلُ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ فِي الثَّلَاثَةِ: لَا أَشْبَعُ اللَّهُ بَطْنَهُ" قَالَ: فَمَا شَبِعَ بَعْدَهَا، وَقَدْ انْتَفَعَ مَعَاوِيَةُ بِهِدِهِ الدَّعْوَةَ فِي دُنْيَاهُ وَأُخْرَاهُ، أَمَا فِي دُنْيَاهُ فَإِنَّهُ لَمَّا صَارَ إِلَى الشَّامِ أَمِيرًا، كَانَ يَأْكُلُ فِي الْيَوْمِ سَبْعَ مَرَاتٍ يَجَاءُ بِقِصْعَةٍ فِيهَا لَحْمٌ كَثِيرٌ وَيَصِلُ فَيَأْكُلُ مِنْهَا، وَيَأْكُلُ فِي الْيَوْمِ سَبْعَ أَكْلاَتٍ بِلَحْمٍ، وَمِنَ الْحَلْوَى وَالْفَاكِهَةِ شَيْئًا كَثِيرًا وَيَقُولُ وَاللَّهِ مَا أَشْبَعُ وَإِنَّمَا أَعْيَا، وَهَذِهِ نِعْمَةٌ وَمَعِينَةٌ يَرْغَبُ فِيهَا كُلُّ الْمُلُوكِ. وَأَمَا فِي الْآخِرَةِ فَقَدْ اتَّبَعَ مُسْلِمٌ هَذَا الْحَدِيثَ بِالْحَدِيثِ الَّذِي رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُمَا مِنْ غَيْرِ أَوْجِهٍ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ " :اللَّهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّمَا عَبْدٍ سَبَبْتُهُ أَوْ جَلَدْتُهُ أَوْ دَعَوْتُ عَلَيْهِ وَلَيْسَ لِدَلِكْ أَهْلًا فَاجْعَلْ ذَلِكَ كَفَّارَةً وَقُرْبَةً تَقَرُّبَةً بِهَا عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ). فَرَكَبَ مُسْلِمٌ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ وَهَذَا الْحَدِيثِ فَضِيلَةً لِمُعَاوِيَةَ، وَلَمْ يُورِدْ لَهُ غَيْرَ ذَلِكَ. (۱)

بہت سا گوشت اور پیڑ ہوتا تھا، اور آپ ﷺ اس میں سے کھاتے تھے، اور آپ دن میں سات بار گوشت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے، اور حلوہ اور بہت سے پھل بھی کھاتے تھے، اور کہتے تھے: خدا کی قسم! میں سیر نہیں ہوا، البتہ تھک گیا ہوں، اور یہ ایک نعمت اور معدہ ہے جس میں سب بادشاہ رغبت رکھتے ہیں، اور آخرت میں اس طرح فائدہ اٹھایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: کہ اے اللہ تعالیٰ ﷻ میں ایک بشر ہوں، پس جس بندے کو میں نے برا بھلا کہا ہے، یا اسے کوڑے مارے ہیں، یا اس پر بددعا کی ہے، اور وہ اس مستحق نہ تھا، تو اسے کفارہ اور قربت بنا دے، جس سے وہ قیامت کے روز تیرا قرب حاصل کرے، پس مسلم بن عبد اللہ نے پہلی حدیث اور اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی ہے، اور اس کے علاوہ انہوں نے کوئی حدیث بیان نہیں کی۔

۶۸ - عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ " :أَتَى جَبْرِيلُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ أَقْرِءْ مُعَاوِيَةَ السَّلَامَ وَاسْتَوْصِ بِهِ خَيْرًا، فَإِنَّهُ أَمِينُ اللَّهِ عَلَى كِتَابِهِ وَوَحْيِهِ وَنِعْمَ الْأَمِينُ. ثُمَّ أوردَهُ ابْنُ عَسَاكِرٍ مِنْ وَجْهِ آخَرَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، ثُمَّ أوردَهُ أَيضًا مِنْ رِوَايَةِ عَلِيٍّ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَشَارَ جَبْرِيلَ فِي اسْتِكْتَابِهِ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ :اسْتَكْتَبْتَهُ فَإِنَّهُ أَمِينٌ. " وَلَكِنْ فِي الْأَسَانِيدِ إِلَيْهِمَا غَرَابَةٌ، ثُمَّ أوردَ عَنْ عَلِيٍّ فِي ذَلِكَ غَرَائِبَ كَثِيرَةً عَنْ غَيْرِهِ أَيضًا. (۲)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضرت جبریل علیہ السلام، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد ﷺ! معاویہ کو سلام کہیے اور انہیں بھلائی کی وصیت کیجئے، بلاشبہ وہ کتاب اور وحی پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں اور بہت اچھے امین ہیں۔ پھر ابن عساکر نے اسے ایک اور طریق سے بحوالہ عبد الملک بن ابی سلیمان بیان کیا ہے، پھر اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ کی روایت سے اسی طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا کاتب بنانے کے لئے حضرت جبریل علیہ السلام سے مشورہ کیا، تو انہوں نے کہا: انہیں کاتب بنا لیجئے، بلاشبہ وہ امین ہیں، لیکن ان دونوں کی طرف اسانید میں غرابت پائی جاتی ہے، پھر ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں سے اس بارے میں بہت سے غرائب بیان کئے ہیں۔

۶۹ - عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ :كَانَ مُعَاوِيَةَ يُكْتَبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (۳)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت نبی کریم ﷺ کے کاتب تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری تھی، تو ایک کھٹکھٹانے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟ لوگوں نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اجازت دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کان میں قلم تھا، جس سے آپ لکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے معاویہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان پر یہ قلم کیسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: میں نے اس قلم کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ آپ کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جزائے خیر دے، خدا کی قسم! میں نے وحی الہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاتب مقرر کیا ہے، اور میں ہر چھوٹا بڑا کام وحی الہی سے کرتا ہوں، اگر اللہ تعالیٰ جل جلالہ تجھے قیص یعنی خلافت پہنائے تو تیرا کیا حال ہوگا، پس حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئیں اور پوچھنے لگیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ جل جلالہ انہیں قیص پہنانے والا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، لیکن اس میں مصیبت پائی جاتی ہے، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کے لئے اللہ جل جلالہ سے دعا کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ ہدایت سے ان کی رہنمائی فرما، انہیں ہلاکت سے بچا اور انہیں دنیا اور آخرت میں بخش دے۔

اور ہم نے حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، اور حضرت وائلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہم کے طریق سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ امین تین ہیں: جبریل، میں اور معاویہ اور یہ اپنے جمیع وجوہ سے صحیح نہیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: کہ امین سات ہیں: قلم، لوح، اسرافیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، جبریل علیہ السلام، میں اور معاویہ۔ اور یہ پہلی احادیث سے بھی زیادہ منکر اور اسناد کے لحاظ سے زیادہ ضعیف ہے۔

۷۰۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُمِّ حَبِيبَةَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَقَّ الْبَابَ دَاقًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "انظروا من هذا؟ قالوا: معاوية، قال: انذروا له، فدخل وعلى أذنيه قلم يخط به، فقال: ما هذا القلم علي أذنك يا معاوية؟ قال: قلم أعددت له لرسوله، فقال له: جزاك الله عن نبيك خيراً، والله ما استكتبك إلا بوحي من الله، وما أفعل من صغيرة ولا كبيرة إلا بوحي من الله، كيف بك لو قمصك الله قميصاً - يعنى الخليفة -؟ فقامت أم حبيبة فجلست بين يديه وقالت: يا رسول الله وإن الله مقمصه قميصاً؟ قال: نعم! ولكن فيه هنات وهنات. فقالت: يا رسول الله فادع الله له، فقال: اللهم اهده بالهدى، وجنبه الردى، واغفر له في الآخرة والأولى." (۱)

۷۱۔ وقد وردنا من طريق أبي هريرة وأنس ووائلة بن الأسقع مرفوعاً: "الأمناء ثلاثة، جبريل، وأنا ومعاوية" ولا يصح من جميع وجوهه، ومن رواية ابن عباس: "الأمناء سبعة، القلم، واللوح، وإسرافيل، وميكائيل، وجبريل، وأنا، ومعاوية" وهذا أنكر من الأحاديث التي قبله، وأضعف إسناداً. (۲)

حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہا نے کسی شخص کے حوالہ سے بیان کیا کہ اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھانا کھاتے دیکھا، تو اس نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا: بلاشبہ تیرا یہ عمزاد بہت کھانے والا ہے۔

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے سنا ہے: کہ اے اللہ تعالیٰ اسے کتاب سکھا، اسے شہروں میں مختار بنا اور اسے عذاب سے بچا۔ کئی تابعین نے اسے مرسل قرار دیا ہے، جن میں زہری، عروہ بن رویم، جریر بن عثمان الرجبی الحمصی اور یونس بن میسرہ بن حلبس شامل ہیں۔

ایسے ہی ترمذی نے اسے عن محمد بن یحییٰ عن ابی مسہر عن سعید بن عبدالعزیز روایت کیا ہے، اور بیان کیا ہے: کہ یہ حسن غریب ہے، اور عمر بن عبدالواحد اور محمد بن سلیمان حرانی نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے، جس طرح ولید بن مسلم اور ابو مسہر نے اسے عن سعید بن ربیعہ بن یزید عن عبدالرحمن بن عمیرہ روایت کیا ہے۔

حضرت ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ اسے علم سکھا اور اسے ہادی، مہدی بنا اور اسے ہدایت دے، اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ مزنی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ اسے ہادی، مہدی بنا دے اور اسے ہدایت دے۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جماعت کا قول ہی صحیح ہے، اور ابن عساکر نے اس حدیث کا اہتمام کیا ہے، اور اس میں طوالت سے کام لیا ہے، اور اسے نہایت شان دار اور اچھے انداز اور حسن انتقاد سے بیان کیا ہے۔ اور کتنے ہی میدان ہیں جن میں آپ دوسری حفاظ و نقاد پر سبقت لے گئے ہیں

۷۲۔ عَنْ مَسْلَمَةَ بِنِ مَخْلَدٍ، وَقَالَ الْأَشْهَبُ: قَالَ أَبُو هَلَالٍ أَوْ عَنْ رَجُلٍ عَنْ مَسْلَمَةَ بِنِ مَخْلَدٍ، وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ أَوْ حَدَّثَهُ مَسْلَمَةُ عَنْ رَجُلٍ أَنَّهُ رَأَى مُعَاوِيَةَ يَأْكُلُ فَقَالَ لِعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: إِنَّ ابْنَ عَمِّكَ هَذَا لِمُخْضَدٌ۔ (۱)

۷۳۔ قَالَ أَمَا إِنِّي أَقُولُ لَكَ هَذَا وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ وَمَكِّنْ لَهُ فِي الْبِلَادِ وَقِهِ الْعَذَابَ." وَقَدْ أُرْسَلَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ التَّابِعِينَ مِنْهُمْ الزَّهْرِيُّ، وَعُرْوَةُ بْنُ رُوَيْمٍ، وَجَرِيرُ بْنُ عُثْمَانَ الرَّحْبِيُّ الْحَمِصِيُّ، وَيُونُسُ بْنُ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ۔ (۲)

۷۴۔ وَهَكَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِي مُسَهَّرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِهِ. وَقَالَ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ رَوَاهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْحَرَّانِيُّ كَمَا رَوَاهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَأَبُو مُسَهَّرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ۔ (۳)

۷۵۔ عَنِ ابْنِ أَبِي عَمِيرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لِمُعَاوِيَةَ فَقَالَ: "اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْعِلْمَ، وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا، وَاهْدِهِ وَاهْدِيهِ" (۴)

۷۶۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ الْمُزَنِيِّ. أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ: "اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا وَاهْدِهِ" قَالَ ابْنُ عَسَاكِرَ: وَقَوْلُ الْجَمَاعَةِ هُوَ الصَّوَابُ. وَقَدْ اعْتَنَى ابْنُ عَسَاكِرَ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَأَطْنَبَ فِيهِ وَأَطْيَبَ وَأَطْرَبَ، وَأَفَادَ وَأَجَادَ، وَأَحْسَنَ الْإِنْتِقَادَ، فَرَحِمَهُ اللَّهُ، كَمْ لَهُ مِنْ مَوْطِنٍ قَدْ تَبَرَّزَ فِيهِ عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الْحُفَاطِ وَالنُّقَادِ۔ (۵)

حضرت ابو ادریس خولانی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بن سعد کو شام سے معزول کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، تو لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھلائی سے کر، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: اے اللہ تعالیٰ! اس کے ذریعے ہدایت دے۔

اسی طرح اسے اصحاب الاطراف نے حضرت عمیر بن سعد انصاری کی مسند میں بیان کیا ہے، اور میرے نزدیک حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہی صحیح ہونی چاہیے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھلائی سے کرو، تاکہ ان کے امیر مقرر کرنے میں آپ کا عذر ہو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، تو لوگ کہنے لگے: آپ رضی اللہ عنہ نے نوعمر کو امیر مقرر کر دیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھے اس کی امارت کے بارے میں ملامت کرتے ہو، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے سنا ہے: کہ اے اللہ تعالیٰ اسے ہادی، مہدی بنا دے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔ یہ منقطع ہے اور اسے اس کے ماقبل کی حدیث تقویت دیتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی معاملے میں مشورہ طلب کیا اور فرمایا: مجھے مشورہ دو، ان دونوں حضرات نے کہا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ کو بلاؤ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے مردوں میں سے دو مردان کے معاملے کو پختہ نہیں کر سکتے؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے نوجوانوں میں سے ایک نوجوان کی طرف پیغام بھیج رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ کو میرے پاس بلا لاؤ، انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلایا گیا اور جب وہ آپ کے سامنے کھڑے ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اپنے

۷۷۔ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ: لَمَّا عَزَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُمَيْرَ بْنَ سَعْدٍ عَنِ الشَّامِ وَوَلَّى مُعَاوِيَةَ قَالَ النَّاسُ: عَزَلَ عُمَرَ عَمِيرًا وَوَلَّى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "اللَّهُمَّ اهْدِهِ" (۱)

۷۸۔ هَكَذَا ذَكَرَهُ أَصْحَابُ الْأَطْرَافِ فِي مُسْنَدِ عُمَيْرِ بْنِ سَعْدِ الْأَنْصَارِيِّ. وَعِنْدِي أَنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ مِنْ رِوَايَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَيَكُونُ الصَّوَابُ فَقَالَ عُمَرُ: لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ، لِيَكُونَ عُذْرًا لَهُ فِي تَوَلَّيْتَهُ لَهُ. (۲)

۷۹۔ وَمِمَّا يَقْوَى هَذَا أَنَّ هِشَامَ بْنَ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي السَّائِبِ - وَهُوَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ سُلَيْمَانَ - قَالَ: وَسَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَوَلِيَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ قَالُوا: وَلَّى حَدَّثَ السُّنَّ، فَقَالَ: تَلَمَّوْنِي فِي وِلَايَتِهِ، وَأَنَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا وَاهْدِهِ" وَهَذَا مُنْقَطِعٌ يَقْوَاهُ مَا قَبْلَهُ. (۳)

۸۰۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَسْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اسْتَشَارَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي أَمْرٍ فَقَالَ: أَشِيرُوا عَلَيَّ، فَقَالَ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَقَالَ: ادْعُوا مُعَاوِيَةَ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ: أَمَا فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَيْنِ مِنْ رِجَالِ قُرَيْشٍ مَا يُتَّقُونَ أَمْرَهُمْ، حَتَّى يُبْعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى غُلَامٍ مِنْ غِلْمَانِ قُرَيْشٍ؟ فَقَالَ: ادْعُوا لِي مُعَاوِيَةَ فَدَعِيَ لَهُ، فَلَمَّا وَقَفَ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحْضِرُوهُ أَمْرَكُمْ وَأَشْهَدُوهُ أَمْرَكُمْ، فَإِنَّهُ قَوِيٌّ أَمِينٌ. "وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ نَعِيمٍ وَزَادَ "وَحَمَلُوهُ أَمْرَكُمْ". ثُمَّ سَأَلَ ابْنَ عَسَاكِرَ أَحَادِيثَ كَثِيرَةً مَوْضُوعَةٌ بِلَا شَكِّ فِي

فَضْلٍ مُعَاوِيَةَ، أَضْرَبْنَا عَنْهَا صَفْحًا، وَاکْتَفَيْنَا بِمَا أوردناه من
الْأَحَادِيثِ الصَّحاحِ وَالْحَسَانِ وَالْمُسْتَجَادَاتِ عَمَّا سواها
من الموضوعات وَالْمُنْكَرَاتِ. (۱)

معاملے میں شامل کرو، اور انہیں اپنے معاملے میں گواہ بناؤ، بلاشبہ یہ
قوی اور امین ہیں۔ بعض لوگوں نے اسے بحوالہ نعیم روایت کیا ہے اور
اس میں یہ اضافہ کیا ہے، کہ اپنا معاملہ اس کے سپرد رکھ دو، پھر ابن عساکر
نے بہت سی موضوع احادیث کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں
بیان کیا ہے جن سے ہم نے پہلو تہی کی ہے، اور ہم نے موضوعات اور
منکرات کے مقابلہ میں جو صحاح، حسان اور مستجدات احادیث بیان کی
ہیں، انہیں پراکتفا کیا ہے۔

پھر ابن عساکر نے بیان کیا ہے، کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی
فضیلت میں جو روایات بیان ہوئی ہیں، ان میں سب سے صحیح
ابو جمرہ کی حدیث ہے، جو بحوالہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان ہوئی
ہے: کہ وہ جب سے مسلمان ہوئے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
کاتب تھے۔

۸۱- ثُمَّ قَالَ ابْنُ عَسَاكِرَ: وَأَصْحَحُ مَا رَوَى فِي فَضْلِ مُعَاوِيَةَ
حَدِيثَ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ "أَنَّهُ كَانَ كَاتِبَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمَ" (۲)

۸۲- ثُمَّ قَالَ الْبُخَارِيُّ بَعْدَ ذَلِكَ ذِكْرُ هِنْدَ بِنْتِ عُتْبَةَ بْنِ
رَبِيعَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ثنا عبد الله يونسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي
عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ - امْرَأَةُ أَبِي
سُفْيَانَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقَالَتْ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ مَا كَانَ عَلَيَّ ظَهْرُ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ خِجَابٍ أَحَبَّ إِلَيَّ
مِنْ أَنْ يَدْخُلُوا مِنْ أَهْلِ خِجَابِكَ (ثُمَّ مَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلَيَّ ظَهْرُ
الْأَرْضِ أَهْلُ خِجَابٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خِجَابِكَ،
فَقَالَ: وَأَيْضًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ. فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا
سُفْيَانَ رَجُلٌ مَسِيكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ حَرَجٍ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الْوَدِيِّ
لَهُ عِيَالَنَا؟ قَالَ: لَا إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ. "فَالْمِدْحَةُ فِي قَوْلِهِ:
وَأَيْضًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ" وَهُوَ أَنَّهُ كَانَ يُوَدُّ أَنْ هِنْدُ وَأَهْلُهَا
وَكَوْلُ كَافِرٍ يَدْخُلُوا فِي حَالِ كُفْرِهِمْ، فَلَمَّا أَسْلَمُوا كَانَ يُحِبُّ
أَنْ يَعِزُّوا فَأَعَزَّهُمُ اللَّهُ - يَعْنِي أَهْلَ خِجَابِهَا. (۳)

امام بخاری نے حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا کے ذکر میں
بیان کیا ہے، کہ عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہ عبد اللہ نے ہم سے
بیان کیا کہ یونس نے بحوالہ زہری ہم سے بیان کیا کہ عروہ نے مجھ
سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ حضرت ہند بنت
عتبہ زوجہ ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! روئے زمین پر جس قدر بھی اہل خیام ہیں، ان کے متعلق
مجھے یہ بات سب سے زیادہ محبوب ہے، کہ وہ آپ کے خیمہ والوں
کے مقابلہ میں ذلیل ہو جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اس ذات کی
قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ایسے ہی ہوگا، وہ کہنے لگی: یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوسفیان ایک بخیل شخص ہے، کیا مجھے اس کے مال
سے اپنے عیال کو کھلانے پر گناہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معروف
طریق سے ایسا کرنے سے گناہ نہیں ہوگا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول
"اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، ایسے ہی

ہوگا“ میں تعریف پائی جاتی ہے، اور آپ ﷺ چاہتے تھے کہ ہند اور اس کے اہل اور تمام کافر اپنی حالت کفر میں ذلیل ہوں، پس جب وہ مسلمان ہو گئے، تو آپ ﷺ چاہتے تھے کہ وہ معزز ہوں، پس اللہ تعالیٰ ﷻ نے ان کو معزز کر دیا۔ یعنی ہند کے خیمہ والوں کو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چھاگل پکڑ لی، اور اسے ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ اسی دوران میں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو وضو کروا رہے تھے، کہ آپ ﷺ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو بار آپ رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: اے معاویہ رضی اللہ عنہ! اگر تو امیر بنے تو اللہ تعالیٰ ﷻ سے ڈرنا اور عدل کرنا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ کے قول کی وجہ سے ہمیشہ ہی اس بات کا خیال رہا: کہ عنقریب میری اس کام میں آزمائش ہوگی، حتیٰ کہ میری آزمائش ہوئی۔

حضرت ابو امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا، کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیمار ہونے کے بعد، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کو وضو کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے سر اٹھا کر انہیں ایک دو بار دیکھا، پھر فرمایا: اگر تم حاکم بنو تو اللہ تعالیٰ ﷻ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا، کہ میں اس عمل میں مبتلا کیا جاؤں گا، یہاں تک کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔

حضرت عمرو بن یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ نے اپنے دادا سے بحوالہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہم سے بیان کیا: آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ میں وضو کا برتن لے کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلا، اور جب آپ ﷺ نے وضو کیا، تو آپ ﷺ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے معاویہ! اگر تو امیر بنے، تو اللہ تعالیٰ ﷻ سے ڈرنا اور عدل کرنا، پس میں ہمیشہ ہی اس خیال میں رہا: کہ میں اس کام میں آزمایا جاؤں گا، حتیٰ کہ مجھے امیر بنایا گیا۔

۸۳۔ أَنَّ مُعَاوِيَةَ أَخَذَ الْبِادَاوَةَ بَعْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَتَبِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا - وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَدِ اشْتَكَى فَبَيْنَمَا هُوَ يُوَضُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهِ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ إِنَّ وَلِيْتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللَّهَ وَاعْدِلْ. قَالَ مُعَاوِيَةُ فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنَّي سَابَتَلِي بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ابْتَلَيْتُ. (۱)

۸۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو أُمِيَّةَ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ جَدِّي يَحَدِّثُ: أَنَّ مُعَاوِيَةَ أَخَذَ الْبِادَاوَةَ بَعْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ يَتَّبِعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، وَاشْتَكَى أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَبَيْنَمَا هُوَ يُوَضُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهِ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ يَا مُعَاوِيَةُ! إِنَّ وَلِيْتَ أَمْرًا: فَاتَّقِ اللَّهَ عِزَّ وَجَلِّ وَاعْدِلْ، قَالَ فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنَّي مَبْتَلِي بِعَمَلٍ يَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ابْتَلَيْتُ. (۲)

۸۵۔ ثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ جَدِّهِ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: "اتَّبَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوءٍ، فَلَمَّا تَوَضَّأَ نَظَرَ إِلَيَّ فَقَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ إِنَّ وَلِيْتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللَّهَ وَاعْدِلْ، فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنَّي مَبْتَلِي بِعَمَلٍ حَتَّى وَلِيْتُ." (۳)

۸۶۔ عن معاوية قال قال رسول الله ﷺ، توضؤا قال فلما توضأ نظر الي، فقال يا معاوية! ان وليت امر افاق الله واعدل، فما زلت اظن اني مبتلى بعمل لقول رسول الله ﷺ حتى وليت۔ (۱)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کرو، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، تو میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے معاویہ رضی اللہ عنہ! جب تم کسی جگہ حکومت کرو، تو اللہ تعالیٰ ﷻ سے ڈرنا اور عدل کرنا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے، میں نے ہمیشہ یہ یقین رکھا، کہ میں حکومت کرنے پر مقرر کیا جاؤں گا، حتیٰ کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔

۸۷۔ وَرَوَاهُ غَالِبُ الْقَطَّانُ عَنِ الْحَسَنِ. قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ "صَبَّبْتُ يَوْمًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءَهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيَّ فَقَالَ: أَمَا إِنَّكَ سَتَلِي أَمْرَ أُمَّتِي بَعْدِي، فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَقْبِلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ، وَقَالَ: فَمَا زِلْتُ أَرْجُو حَتَّى قُمْتُ مَقَامِي هَذَا"۔ (۲)

حضرت غالب القطان رحمہ اللہ نے اسے حسن سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ میں بیان کرتے سنا: کہ ایک روز میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضو کا پانی ڈالا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف سر اٹھا کر فرمایا: کہ عنقریب میرے بعد تو میری امت کا حاکم بنے گا، اور جب ایسا ہو، تو ان کے اچھے کی بات کو قبول کرنا، اور ان کے برے سے درگزر کرنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: کہ میں ہمیشہ ہی اس بات کا آرزو مند رہا، حتیٰ کہ میں اپنے اس مقام پر کھڑا ہو گیا۔

۸۸۔ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ. قَالَ قَالَ مُعَاوِيَةُ: وَاللَّهِ مَا حَمَلَنِي عَلَى الْخِلَافَةِ إِلَّا قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنْ مَلَكَتْ فَأَحْسِنُ" (۳)

حضرت عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! مجھے خلافت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "اگر تو بادشاہ بنے تو حسن سلوک کرنا" نے آمادہ کیا ہے۔

۸۹۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاویہ! اگر تمہیں اقتدار نصیب ہو تو (لوگوں سے) حسن سلوک کرنا

یا معاوية! ان ملك فاحسن۔ (۴)

۹۰۔ مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:۔

اللهم علمه الكتاب ومكن له في البلاد وقه العذاب (۵)

اے اللہ تعالیٰ! جل جلالہ! معاویہ کو کتاب سکھلا دے اور شہروں میں اس کے لئے ٹھکانہ بنا دے اور اس کو عذاب سے بچالے۔

۱۔ مستدبرو بیعی: ج ۶، ص ۴۴۲ ۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۱۶۳۲ ۳۔ ایضاً

۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱/۱۳۷ ۵۔ مجمع الزوائد وشرح الفوائد، ج ۹، ص ۳۵۶

۹۱۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وضو کا پانی لے کر گیا، آپ نے پانی سے وضو فرمایا اور وضو کرنے کے بعد میری طرف دیکھا اور فرمایا:

اے معاویہ! اگر تمہارے سپردامارت کی جائے (یعنی تمہیں امیر بنا دیا جائے) تو تم اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے ڈرتے رہنا اور انصاف کرنا۔ (۱)

بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اچھا کام کرے اس کی طرف توجہ کر اور مہربانی کر اور جو کوئی برا کام کرے اس سے درگزر کر۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد خیال لگا رہا کہ مجھے ضرور اس کام میں آزما دیا جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (مجھے امیر بنا دیا گیا)

۹۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی کام میں مشورے کے لئے طلب فرمایا، مگر دونوں کا مشورہ نتیجہ خیز نہ ہو سکا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ادعوا معاویة احضروه امرکم فانہ قوی امین (۲)

معاویہ کو بلاؤ اور معاملے کو ان کے سامنے رکھو، کیونکہ وہ قوی ہیں (مشورہ دیں گے) اور امین ہیں (غلط مشورہ نہ دیں گے)۔ اس روایت کی سند کمزور اور ضعیف ہے۔

۹۳۔ روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اور حضرت معاویہ کو اپنے پیچھے بٹھایا، تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے معاویہ! تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا پیٹ (اور سینہ) آپ کے جسم مبارک کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی:

اللہم املاء علما (۳)

۹۴۔ حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کی روایت:

کان معاویة رضی اللہ عنہ ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا معاویة ما یلینى منک قال بطنی قال اللہم املاء علماء وحلماء

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے قریب تر ہے؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ میرا شکم آپ کے نزدیک ہے۔ تو اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ! اسے علم اور حلم سے پُر فرما دے۔

اس روایت کو درج ذیل محدثین و مؤرخین نے نقل کیا ہے:

۹۵۔ تاریخ کبیر (امام بخاری)، ج ۴، ص ۱۸۰

۹۶۔ تاریخ دمشق (ابن عساکر)، (قلمی)، ج ۱۶، ص ۶۸۸

۱۱۳۔ علل الحدیث (ابن ابی حاتم)، ج ۲، ص ۳۵۹، روایت ۲۵۹۴

۱۱۵۔ تاریخ اسلام (ذہبی)، ج ۲، ص ۳۱۹

۹۷۔ اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مختلف غزوات میں شرکت کی اور کفار سے جہاد کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ حنین میں شرکت کی، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قبیلہ ہوازن کے مال غنیمت میں سے سواونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ (۴)

۱۔ ابن حجر، الاصابہ، ج ۳، ص ۴۱۳

۲۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ج ۹، ص ۳۵۶

۳۔ البدایہ و النہایہ: ج ۸، ص ۱۱۷

۴۔ ایضاً

۹۸۔ ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دعوانا من ذم فتی قریش من یضحک فی الغضب والاینال
ما عنده الا علی الرضا ولا یؤخذ ما فوق راسه الا من تحت
قدمیه۔ (۱)

قریش کے اس جوان کی برائی مت کرو، جو غصے کے وقت ہنستا ہے
(یعنی انتہائی بردبار ہے) اور جو کچھ اس کے پاس ہے بغیر اس کی
رضا مندی کے حاصل نہیں کیا جاسکتا، اور اس کے سر پر کسی چیز کو
حاصل کرنا چاہو تو اس کے قدموں پر جھکننا پڑے گا (یعنی انتہائی غیور
اور شجاع ہے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! تم میرے بعد آپس میں فرقہ بندی سے بچو، اہل اگر تم نے ایسا کیا تو سمجھ رکھو

کہ معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں موجود ہیں۔ (۲)

۹۹۔ ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت ایک سبز رنگ کا جوڑا پہنا ہوا تھا، صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو کھڑے ہوئے اور درہ لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کی طرف بڑھے اور مارنے لگے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پکارتے رہے: اللہ! اللہ! اے امیر المؤمنین! آپ کیوں مارتے ہیں؟ مگر حضرت عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ واپس اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: آپ نے اس جوان

(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کو کیوں مارا؟ حالانکہ ان جیسا آپ کی قوم میں ایک نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے اس شخص میں بھلائی کے

علاوہ کچھ نہ پایا اور اس کے متعلق مجھے صرف بھلائی کی ہی خبر ملی ہے، لیکن میں نے چاہا کہ اس کو اتاروں اور یہ کہہ کر آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے

لباس کی جانب اشارہ کیا۔ (۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: تم قیصر و کسریٰ اور ان کی سیاست کی تعریف کرتے ہو، حالانکہ خود تم میں معاویہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ (۴)

۱۰۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین سے واپس لوٹے تو فرمایا:

ایہا الناس! لا تکر ہوا امارۃ معاویہ فانکم لو فقدتموہ رایتم

الرءوس تندر عن کواہلہا کانما الحنظل (۵)

کٹ کٹ کر گریں گے، جس طرح حنظل کا پھل اپنے درخت سے

ٹوٹ کر گرتا ہے۔

۱۰۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دور خلافت میں کبھی کسی کو کوڑوں سے نہیں مارا، مگر ایک شخص جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان

درازی کی تھی، اس کے متعلق انہوں نے حکم دیا کہ اسے کوڑے لگائے جائیں (۶)

۱۰۲۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جو مشہور تابعین میں سے ہیں، ان سے کسی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، تو حضرت ابن

المبارک جواب میں کہنے لگے: بھلا میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں؟ جس نے سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم

”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہا تو انہوں نے جواب میں ”ربنا لك الحمد“ کہا ہو۔ (۷)

۱- الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۷۷

۲-

الاصابة، ج ۳، ص ۴۱۴

۳-

البدایة والنہایة ج ۸، ص ۱۳۱

۴-

ایضاً

البدایة والنہایة، ج ۸، ص ۱۳۹

۵-

ii- البدایة والنہایة، ج ۸، ص ۱۳۹

۶-

i- الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۸۳

۱۰۳۔ حضرت عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ: یہ بتلائیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ میں سے کون افضل ہے؟ سوال کرنے والے نے ایک جانب اس صحابی کو رکھا، جس پر طرح طرح کے اعتراضات کئے گئے تھے، اور دوسری طرف اس جلیل القدر تابعی کو، جس کی جلالت شان پر تمام امت کا اتفاق ہے، یہ سوال سن کر حضرت عبداللہ ابن المبارک غصے میں آگئے اور فرمایا: ”تم ان دونوں کی آپس میں نسبت پوچھتے ہو، خدا کی قسم! وہ مٹی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ناک کے سوراخ میں چلی گئی، وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے افضل ہے۔“ (۱)

۱۰۴۔ اسی حضرت معانی بن عمران رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو وہ بھی غضب ناک ہو گئے اور فرمایا: ”بھلا ایک تابعی کسی صحابی کے برابر ہو سکتا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، ان کی بہن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں، انہوں نے وحی خداوندی کی کتابت کی اور حفاظت کی، بھلا ان کے مقام کو کوئی تابعی کیسے پہنچ سکتا ہے؟“

پھر یہ حدیث پڑھ کر سنائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے اصحاب اور رشتہ داروں کو برا بھلا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ (۲)

۱۰۵۔ مشہور تابعی حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ اہل عرب میں بہت حلیم اور بردبار مشہور ہیں، ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ: بردبار کون ہے؟ آپ یا معاویہ رضی اللہ عنہ؟ آپ نے فرمایا: بخدا میں نے تم سے بڑا جاہل کوئی نہیں دیکھا، (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ قدرت رکھتے ہوئے حلم اور بردباری سے کام لیتے ہیں اور میں قدرت نہ رکھتے ہوئے بردباری کرتا ہوں، لہذا میں ان سے کیسے بڑھ سکتا ہوں؟ یا ان کے برابر کیسے ہو سکتا ہے؟ (۳)

۱۰۶۔ سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر سوائے اچھائی کے مت کرو کیوں کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: (اللہم اہدہ) اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت عطا فرما۔ (۴)

ان چاروں احادیث کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

اکتفینا بما اور دناہ من الاحادیث الصحاح والحسان والمستجدات عما سواہا من الموضوعات والمنکرات (۵)

ہم نے صحیح، حسن اور جید احادیث ہی کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے، اور موضوع، منکر روایات سے احتراز کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ چاروں روایات حافظ ابن کثیر کے نزدیک صحیح، حسن اور جید ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو اپنی کتاب ”المطالب العالیہ“ (۱۰۸/۳) میں بھی نقل فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجر المکی نے اس کے بارے میں لکھا ہے: کہ یہ روایت درجہ حسن میں ہے اور فضائل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں قابل استدلال ہے۔ (۶)

۱۰۷۔ حجۃ الوداع کے موقع پر سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی قصواء پر اپنے پیچھے بٹھایا، اور جا کر طواف افاضہ کیا۔ اسی کو طواف صدر اور طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ (۷)

۱۔ ایضاً ۲۔ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۳۹

۳۔ ۱۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۱۸۷ ۲۔ العقد الفرید، ج ۸، ص ۱۶۵

۴۔ ترمذی: ۳۸۳۳ ۵۔ البدایہ والنہایہ، ۱۳۲/۸

۶۔ الصواعق المحرقة، ص ۲۱۸ ۷۔ ضیاء النبوی صلی اللہ علیہ وسلم، پیر کرم شاہ الازہری، ۷۶۸/۴

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی خالہ سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر پر سوئے ہوئے تھے۔ آپ مسکراتے ہوئے اٹھے۔ میں نے پوچھا: کس چیز نے آپ کو ہنسایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لوگ مجھ پر پیش کئے گئے، وہ بحرِ احقر پر اس طرح سوار تھے، جس طرح بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعا فرمائیے: کہ میں بھی ان میں شامل ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آرام فرمانے کے لئے سو گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ پھر مسکراتے ہوئے اٹھے اور اسی خواب کا اعادہ فرمایا۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے، پھر اپنی شرکت کے لئے دعا کی درخواست کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پہلی جماعت میں سے ہو۔

۱۰۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَيَّ أُمَّ حَرَامِ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتَطْعِمُهُ - وَكَانَتْ أُمَّ حَرَامٍ تَحْتَ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ - فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَطَعْتَهُ وَجَعَلْتُ تَفْلِي رَأْسَهُ، فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ: فَقُلْتُ: وَمَا يَضْحَكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عَرَضُوا عَلَيَّ غَزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَرُكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسْرَةِ، أَوْ: مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسْرَةِ"، شَكَ إِسْحَاقُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَدَعَا لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ: وَمَا يَضْحَكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عَرَضُوا عَلَيَّ غَزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ - كَمَا قَالَ فِي الْأَوَّلِ - قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، (۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خواب کہ میری امت کے لوگ سمندر میں جنگ کرتے ہوئے مجھ پر پیش کئے گئے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا تعجب اور خوشی سے تھا، اور یہ ان کا ایک بلند مرتبہ پر فائز ہونے کی دلیل ہے۔ (۲)

۱۰۹۔ سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا ایک اور روایت میں فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میری امت میں سے جو پہلا لشکر سمندر کے راستہ جہاد کرے گا، تحقیق یہ ہے کہ اس نے جنت کو واجب کر لیا ہے۔ حضرت ام حرام نے بتایا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں ہو گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جہاد کرے گا، وہ بخشا ہوا گا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بھی ان میں ہو گی؟ فرمایا نہیں۔

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا، قَالَتْ أُمَّ حَرَامٍ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا فِيهِمْ؟ قَالَ: أَنْتِ فِيهِمْ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ، فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لَا (۳)

”قد او جبوا“ کا مطلب حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے یہ لکھا ہے، کہ ان پر جنت واجب ہوگئی۔ (۱)

تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلا بحری لشکر، جس نے سنہ ۲۷ھ میں سمندر کے سینے کو چیر کر، سمندر پار کے علاقے

قبرص پر اسلامی علم بلند کیا، وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تھا۔ (۲)

اس لشکر میں سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جیسے اکابر امت شامل

تھے۔ (۳) اس جنگ سے واپسی پر سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سواری پر سوار ہو رہی تھیں، کہ اس کے بدکنے سے نیچے گر پڑیں اور انتقال فرما گئیں۔

(۴) چنانچہ سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی قبر قبرص میں ہے، اور وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک نیک اور پاک باز عورت کی قبر ہے۔ (۵)

امام مہلبت رضی اللہ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

فی هذا الحدیث منقبہ لمعاویة لانه اول من غزا البحر. (۶)

اس حدیث میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت بیان کی گئی ہے، کیوں کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہیں نے بحری جنگ لڑی۔

اس حدیث کی پیش گوئی کا دوسرا حصہ جس میں مدینہ قیصر یعنی قسطنطنیہ پر مسلمانوں نے حملہ کیا، وہ ان کے دور خلافت میں پورا ہوا۔ علامہ

قسطلانی نے لکھا ہے: کہ قسطنطنیہ (مدینہ قیصر) پر سب سے پہلا حملہ سنہ ۵۲ھ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوا، جس میں بڑے بڑے

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شرکت فرمائی۔ اس لشکر کی قیادت یزید بن معاویہ کر رہے تھے۔ (۷)

۱۱۰۔ عن ابن عباس، قال جاء جبریل الی رسول اللہ ﷺ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل امین

فقال یا محمد استوص معاویة فانه، امین علی کتاب اللہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد ﷺ! معاویہ سے خیر

خواہی کرو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ ﷻ کی کتاب پر امین ہیں اور کیا ہی

اتجھے امین ہیں۔

۱۱۱۔ حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

یا محمد استوص معاویة فانه امین علی کتاب اللہ ونعم

الامین ہو. (۹)

۱۱۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اشهدوا معاویة امر کم فانه قوی امین. (۱۰)

اپنے امور میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو گواہ بناؤ، بے شک وہ طاقت ور اور

امانت دار ہے۔

۱۔ فتح الباری، ۷۸/۶	۲۔ عمدۃ القاری، ۱۹۸/۱۴	۳۔ اسد الغابۃ، ۵۷۵/۵
۲۔	۱۔ اسد الغابۃ، ۵۷۵/۵	۳۔
۳۔	۲۔ عمدۃ القاری، ۱۹۸/۴	۱۔ ارشاد الساری، ۱۰۴/۵
۴۔	۱۔ صفوۃ الصفوۃ، ۳۸/۴	۲۔ اسد الغابۃ، ۵۷۵/۵
۵۔	۲۔	۱۔ فتح الباری، ۱۲۰/۶
۶۔	۱۔ ارشاد الساری، ۴۰/۵	۲۔ ابن اثیر، ۲۲۷/۳
۷۔	۱۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۳۸۷	۲۔
۸۔	۱۔ البحر الزخار، ۳۵۰۷	۲۔ مسند الشامیین، ۱۱۰
۹۔	۱۔	۲۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھتے تھے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

حضرت یزید بن اصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اور معاویہ کے لشکروں کے شہید جنت میں ہیں۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے بعض راویوں کی توثیق کی گئی ہے، ان میں سے بعض میں اختلاف ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے فرامین عالیہ سے بخوبی واضح ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مومن، مسلمان، مخلص اور اپنا بھائی قرار دیا، اور وہ اپنے اور ان کے درمیان جنگ کو ان کی اجتہادی خطا پر محمول کرتے تھے، اس لئے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو جنتی قرار دیا۔

صفین کے قتال کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے مقتول اور ان کے مقتول دونوں جنتی ہیں۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا، جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کے تمام راوی صحیح ہیں، سوائے قیس کے۔

۱۱۳۔ عن عبد اللہ ابن عمر ان معاویة كان يكتب بين يدي رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواه الطبرانی واسناده حسن (۱)

۱۱۴۔ عن يزيد ابن الاصم قال قال علي رضی اللہ عنہ قتلاي معاوية في الجنة، رواه الطبرانی ورجاله وثقوا وفي بعضهم خلاف۔ (۲)

۱۱۵۔ سئل قتال يوم الصفين فقال قتلانا وقتلاهم في الجنة۔ (۳)

۱۱۶۔ عن ابي الدرداء، قال مارايت احدا م بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اشبه صلوة برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من امير کم هذا، یعنی معاوية، رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحيح غير قيس۔ (۴)

۱۱۷۔ مؤرخ ابن خلدون لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں، جنہوں نے بحری بیڑہ تیار کرایا اور مسلمانوں کو اس کے ذریعہ جہاد کی دعوت دی، ہمیں یہاں تاریخی حیثیت ذکر کرنے کی غرض نہیں، بلکہ اس کے متعلق جو عظیم سعادت انہیں حاصل ہوئی، اس کا ذکر مقصود ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے۔

اول جيش من امتي يغزون البحر قد او جبوا۔ (۵)

۲۷ھ ہجری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بحری بیڑہ لے کر قبرص کی جانب روانہ ہوئے، اور ۲۸ھ ہجری میں وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہو گیا، اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کے لوگوں پر جزیہ عائد کیا۔ (۶)

۱۔	ایضاً	۲۔	مجمع الزوائد: ج ۹، ص ۳۵۷	۳۔	کنز العمال، ج ۲، واقعة الصفین
۲۔	مجمع الزوائد: ج ۹، ص ۳۰۷	۵۔	بخاری، ج ۱، ص ۳۱۰	۶۔	ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۰۸

۱۱۸۔ امیر المؤمنین مراد رسول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شکوہ کیا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعونا من ذم فتی قریش، من یضحک فی الغضب والاینال ما عنده، الا علی الرضا ولا یؤخذ مافوق راسه الام تحت قدمیه۔ (۱)

قریش کے اس جوان کی برائی مت کرو، جو غصہ کے وقت ہنستا ہے، اور اس کے پاس جو کچھ ہے، اس کی رضامندی کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا، اور اس کے سر کی چیز حاصل کرنے کے لئے اس کے قدموں پر جھکنا پڑتا ہے۔

۱۱۹۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! تم میرے بعد فرقہ بندی سے بچو، اور اگر تم نے ایسا کیا، تو سمجھ رکھو، کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں موجود ہیں۔ (۲)

۱۲۰۔ اسد اللہ الغالب مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے شامی لشکر کے بارے میں وہ ارشاد، جو بطور اعلان تمام شہروں میں بھیجا:

وکان یدامرنا ان التقینا والقوم من اهل الشام، والظاهر ان ربنا واحد، ودعوتنا فی الاسلام واحدة، ولا نستزیدهم بالله والتصدیق برسوله، ولا یتزیدوننا، الامر واحد، الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان ونحن منه براء۔ (۳)

ہمارے آپس کے جھگڑے کا آغاز یہ ہے، کہ ہم اور شامی آپس میں ٹکرائے، حالانکہ ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے، ہماری دعوت اسلام بھی ایک ہے، ایمان باللہ اور تصدیق رسل میں، نہ ہم ان سے کسی اضافے کا مطالبہ کرتے ہیں، اور نہ وہ ہم سے کرتے تھے، ہم سب ایک تھے، اختلاف تو صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون میں تھا، حالانکہ اس خون میں ہم بری الذمہ تھے۔

۱۲۱۔ روی جعفر عن ابیہ ان علیا کان یقول انا لم نقاتل ہم علی التکفیر لهم، ولم یقاتلونا علی التکفیر لنا، ولكننا راينا انا علی حق، وانا علی حق۔ (۴)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ بیشک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے محاربین کے متعلق فرماتے تھے، بے شک ہم ان سے اس لئے نہیں لڑے، کہ وہ کافر تھے، اور نہ اس لئے کہ وہ ہم کو کافر کہتے تھے، بلکہ وجہ یہ ہوئی: کہ ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا، اور انہوں نے خود کو حق پر سمجھا۔ یعنی اس جنگ کی بنا اجتہاد پر تھی۔

۱۲۲۔ جعفر عن ابیہ ان علیا علیہ السلام لم یکن ینسب احدا من اهل حربة الی الشریک ولا الی النفاق ولكن یقول ہم اخواننا بغوا علینا۔ (۵)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے محاربین میں سے کسی کو بھی مشرک اور منافق نہیں کہتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، کہ وہ ہمارے بھائی ہیں، جنہوں نے ہماری اطاعت نہیں کی۔

نیج البلاغہ، ص ۸۱۱

۳۔

ابن حجر الاصابہ، ج ۳، ص ۴۱۴

۲۔

الاستیعاب ابن عبدالبر، ج ۳، ص ۷۷

۱۔

قرب الاسناد، ص ۴۵

۵۔

قرب الاسناد، ص ۴۵

۳۔

۱۲۳۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے، امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو مع ساتھیوں کے شام بلایا، جب یہ سب آگے تو گفتگو کے آخر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن سے فرمایا:

قال يا حسن قم فبايع، فقام فبايع، ثم قال للحسين عليه السلام قم فبايع، فقام فبايع، ثم قال يا قيس قم فبايع، فالتفت الي الحسين عليه السلام ينظر ما يامرہ، فقال يا قيس انه اما مي يعني الحسن عليه السلام۔ (۱)

اٹھے اور میری بیعت کیجئے، آپ اٹھے اور بیعت کی، پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھ کر بیعت کرنے کو کہا، انہوں نے بھی اٹھ کر بیعت کی، پھر قیس کو فرمایا: اٹھ کر بیعت کرو، اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کی، تاکہ مرضی معلوم کر سکے، آپ نے فرمایا: اے قیس! امام حسن میرے امام ہیں۔

۱۲۴۔ اجتمع الناس عليه حسين بايع له الحسن ابن علي رضی اللہ عنہ و جماعة ممن معه۔ (۲)

جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی، تو سب لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو گئے۔

۱۲۵۔ وقد صالح الحسن معاوية، علي ان جعل له ما في بيت ماله وخراج دار ابحدرد، و علي ان لا يشتم علي وهو يسمع، فاخذ في بيت ماله بالكوفة و كان فيه خمسة الاف الف۔ (۳)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اس شرط پر کی تھی، کہ کوفہ کے بیت المال میں جو کچھ ہے، وہ ان کا ہوگا، نیز! بجز دکان خراج ان کو ملا کرے گا، اور یہ کہ ان کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم نہیں ہوا کرے گا۔ پس انہوں نے وہ تمام رقم لے لی، جو کوفہ کے بیت المال میں تھی، اور وہ پانچ کروڑ تھی۔

۱۲۶۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو نذرانہ پیش کیا، جو چالیس کروڑ درہم تھا۔ (۴)

۱۲۷۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو بیت المال سے بقول بعض پچاس لاکھ اور بعض ستر لاکھ روپے دیئے تھے۔ (۵)

۱۲۸۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو چار لاکھ درہم دیئے۔ (۶)

۱۲۹۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے سالانہ دس لاکھ درہم مقرر کئے، اور اس کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ دس سال زندہ رہے۔ (۷)

۱۳۰۔ علامہ بدرالدین عینی محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو تین لاکھ درہم، ایک ہزار کپڑے، تیس غلام اور ایک سواونٹ پیش کئے۔ (۸)

۱۔	شیعی کتب رجال کشی، ص ۱۱۲، تذکرہ قیس بن سعد	۲۔	الاستیعاب تحت الاصابہ: ص ۳۶۸، ج ۳
۳۔	تاریخ طبری: ج ۶، ص ۹۲	۴۔	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
۵۔	البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۴۱	۶۔	الاصابہ تمیز الصحابہ: ج ۱، ص ۳۳۰
۷۔	الاصابہ تمیز الصحابہ: ج ۱، ص ۳۳۰	۸۔	عمدة القاری: ص ۲۸۳

۱۳۱۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں دمشق میں تشریف لے جاتے، تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہمراہ ہوتے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو انعامات دیتے، یہاں تک کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے جاتے رہے۔

۱۳۲۔ ولما توفی الحسن کان الحسین یغدو الی معاویة فی کل عام یعطیہ ویکرمہ۔ (۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہر سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے، وہ ان کا اعزاز بھی کرتے اور انعامات بھی پیش کرتے رہے۔

۱۳۳۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول الله ﷺ: یدخل علیکم من هذا الباب رجل من اهل الجنة، فدخل معاویة، ثم قال من الغد، و دخل معاویة، ثم قال من الغد مثل ذلك، فدخل معاویة، فقال رجل: یا رسول الله ﷺ، هذا هو؟ قال هذا هو، ثم قال رسول الله ﷺ: انت منی یا معاویة وانا منك، انت تزاحمنی علی باب الجنة کھاتین۔ السبابة والوسطی۔ قال وجمعھما۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس اس دروازے سے ایک جنتی شخص داخل ہوگا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، دوسرے دن آپ ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا: اور پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، پھر تیسرے دن بھی ایسے ہی فرمایا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ وہی شخص ہے؟ فرمایا: یہ وہی ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاویہ رضی اللہ عنہ! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں، تو میرے ساتھ جنت کے دروازے پر یوں اکٹھا ہوگا، جس طرح یہ انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی ایک ساتھ ہیں، اور اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا۔

۱۳۴۔ سیدنا مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے سنا: رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں:

اللهم علمہ معاویة الكتاب ومکن له فی البلاد وقہ العذاب۔ اے اللہ تعالیٰ! معاویہ کو کتاب کا علم اور شہروں کی حکومت عطا فرما، اور اسے تکلیف سے محفوظ فرما!۔ (۳)

۱۳۵۔ مقام تبوک پر ہر قل بادشاہ کا قاصد ایک خط لے کر حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، اس کا بیان ہے:

فانطلقت بکتابہ حتی جئت تبوک، فاذا هو جالس بین ظھرانی اصحابہ محتبیا علی الماء فقلت: این صاحبک؟ قیل: ہا هو ذا! فاقبلت امشی حتی جلست بین یدیه، فناولتہ کتابی، فوضعه فی حجرہ، ثم قال ممن انت؟ فقلت: انا احد تنوخ... ثم انه ناول الصحیفة رجلا عن یسارہ، فسالت من صاحب کتابکم الذی یقرکم؟ قالوا: معاویة۔ (۴)

میں ہر قل کا خط لے کر تبوک کے مقام پر بارگاہ اقدس ﷺ میں پہنچا، تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پانی کے قریب اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان، اس طرح تشریف فرما ہیں، کہ آپ نے اپنی ٹانگوں کے گرد ہاتھوں سے حلقہ بنایا ہوا ہے، میں نے لوگوں سے پوچھا: تمہارے آقا (ﷺ) کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ ہیں! میں چلتا ہوا بارگاہ ﷺ میں حاضر ہوا، اور آپ ﷺ کے حضور بیٹھ

۱۔ البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۱۶۲

۲۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ للإکافی، ج ۲، ص ۳۵۲، رقم ۲۷۷۹ ii۔ تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۹۹

۳۔ الشریعۃ، ج ۵، ص ۲۳۳۸، رقم ۱۹۱۸ ۴۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۴۱۸، ۴۱۷، رقم ۱۵۶۵۵

گیا، اور (ہرقل) کا خط پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں رکھ لیا اور مجھ سے فرمایا: تو کون ہے؟ میں نے عرض کی: (قبیلہ) تنوخ کا ایک فرد بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے کچھ گفتگو فرمائی، پھر آپ ﷺ نے وہ خط اپنی بائیں جانب بیٹھے ایک آدمی کو دیا، تو میں نے (وہاں موجود لوگوں) سے پوچھا: خط پڑھنے والے یہ صاحب کون ہیں؟ وہ کہنے لگے: یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۳۶۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا سورہ ممتحنہ کی ساتویں آیت کی تفسیر میں بیان ہے:

جب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آئیں، فکانت ام حبیبہ ام المومنین، ومعاویہ خال المومنین۔ (۱)
تو آپ ام المومنین (مومنوں کی ماں) بن گئیں، اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ (ان کے بھائی ہونے کی بنا پر) خال المومنین (ایمان والوں کے ماموں ہو گئے)۔

۱۳۷۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے کے بعد، آپ کے والد گرامی رضی اللہ عنہ نے حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عرض کی:
یا نبی اللہ ﷺ... ومعاویہ تجعله کاتب بین یدیک۔ (۲)
یا نبی اللہ ﷺ! معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

۱۳۸۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

ان معاویہ کان یکتب بین یدی النبی ﷺ۔ (۳)
سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کتابت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

حافظ نور الدین بیہقی نے اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے

۱۳۹۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ جب میں لکھ رہا تھا، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:
یا معاویہ! الق الدعواة وحرف القلم، وانصب الباء و فرق
السين، ولا تعور الميم، وحسن الله، ومدالرحمن،
وجود الرحيم۔ (۴)
اے معاویہ! دو ات کی سیاہی درست رکھو، قلم کو ٹیڑھا کرو، (بسم اللہ الرحمن الرحیم کی) 'ب' کھڑی لکھو، 'س' کے دندانے جدا رکھو، 'م' کے دائرے کو اندھانہ کرو (کھلا رکھو)، لفظ 'اللہ' خوب صورت لکھو، لفظ 'رحمن' کو دراز کرو اور لفظ 'رحیم' عمدگی سے لکھو!

۱۔ الشریعہ، ج ۵، ص ۲۳۲۸، رقم ۱۹۳۰

ii۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۶، ص ۱۸۹، رقم ۷۲۰۹

۲۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۰

ii۔ مجمع الزوائد ج ۹، ص ۳۵۷

۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی، مسند عبداللہ بن عمرو، ج ۱۳، ص ۵۵۴

ii۔ المدخل لابن الحاج، ج ۴، ص ۸۴

۴۔ الفردوس بماثور الخطاب، ج ۵، ص ۳۹۴، رقم ۸۵۳

۱۴۰۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

وکان یکتب الوحی۔ (۱)

اور آپ رضی اللہ عنہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) وحی لکھا کرتے تھے۔

۱۴۱۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

میں ہمیشہ خلافت کی خواہش میں رہا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے معاویہ! جب تو حاکم بنے تو اچھا برتاؤ کرنا۔

مازلت اطمع فی الخلافة منذ قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یامعاویة ان ملکک فاحسن۔ (۲)

۱۴۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک دو عظیم گروہوں کے درمیان زبردست جنگ نہ ہو، ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا (دونوں مسلمان ہوں گے)۔

لا تقوم الساعة حتی تقتل فئتان عظیمتان تكون بینہما مقتلة

عظيمة ودعواہما واحدة۔ (۳)

اس حدیث کی تشریح میں امام نووی فرماتے ہیں:

اہل علم نے بیان کیا ہے ان دو عظیم جماعتوں سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعتیں ہیں۔ (۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: ان دو گروہوں سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی ہیں۔ (۵)

۱۴۳۔ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

ایک نیک شخص نے بیان کیا ہے، کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم تھے، راشد الکندی نامی ایک شخص آیا، اس کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ شخص ہمارے عیب بیان کرتا ہے۔ کندی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان سب کے عیب بیان نہیں کرتا، بلکہ صرف اس ایک ”معاویہ“ کے عیب بیان کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا برا ہو، کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے۔ آپ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نیزہ پکڑا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیا، اور فرمایا: یہ اس کے سینے میں مارو، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے نیزہ مارا۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی، صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ راشد کندی کورات کے وقت سچ مچ کسی نے مار دیا ہے۔ (۶)

۱۴۴۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابنی هذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتين من المسلمین۔ (۷)

یہ میرا بیٹا حسن سردار ہے، اور ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

- | | | |
|----|-------------------------------------|----------------------------------|
| ۱۔ | ۱۔ دلائل النبوة للبیہقی، ج ۶، ص ۲۴۳ | ii۔ تاریخ اسلام، ج ۴، ص ۳۰۹ |
| ۲۔ | ۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۲۸۰ | iii۔ تاریخ الخلفاء، ۱۹۵۰ |
| ۳۔ | ۲۔ مسلم ج ۲، ص ۳۹۰، مشکوٰۃ، رقم ۵۶۳ | ۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱، ص ۱۶۳۶ |
| ۴۔ | ۳۔ اشعۃ للمعات، ج ۴، ص ۲۹۶ | ۲۔ شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۳۹۰ |
| ۵۔ | ۴۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۳۷ | ۳۔ بخاری: ۳۷۴۶ |

۱۳۵۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَتَفْتَحَنَّ الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ وَلِنَعْمَ الْاَمِيرُ اَمِيرُهَا وَلِنَعْمَ الْجَيْشُ
ذَلِكَ الْجَيْشُ۔ (۱)

قسطنطنیہ ضرور بر ضرور فتح ہوگا، اور اس کا امیر کیا ہی اچھا امیر ہے،
اور وہ لشکر کیا ہی اچھا لشکر ہے۔

امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور حافظ ذہبی نے اس کی تائید کی ہے۔ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کیونکہ
ایک لشکر کی امارت کا شرف آپ کو بھی حاصل ہے۔

۱۳۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

عن معاوية قال قصرت عن رسول الله بمشقص۔ (۲)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے نبی کریم ﷺ کے
قینچی سے بال مبارک کاٹنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

۱۳۷۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان الله ورسوله يحبانه۔ (۳)

بے شک اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت
کرتے ہیں۔

۱۳۸۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انى احب معاوية واحب من يحب معاوية، وجبريل
وميكائيل يحبان معاوية واللہ اشد حبا لمعاوية من جبريل
وميكائيل۔ (۴)

میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں، اور جو حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے گا، اس سے بھی محبت کرتا ہوں، حضرت جبریل
علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام دونوں حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جبرائیل و میکائیل سے
زیادہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت فرماتا ہے۔

۱۳۹۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

معاوية بن ابی سفيان احلم امتی واجودها۔ (۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میری امت کا سب سے حلیم اور سخی آدمی ہے۔

۱۵۰۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ سے کہا مجھ سے کشتی لڑیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے، انہوں نے فرمایا: میں تم سے کشتی
لڑتا ہوں، نبی کریم ﷺ نے دعادی: کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کشتی لڑی اور اسے پچھاڑ دیا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، کہ اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی، تو میں کبھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ لڑتا۔ (۶)

۲۔ بخاری: ۳۷۶۶

۱۔ المستدرک علیٰیحسن، ج ۵، ص ۳۳۸، رقم ۸۳۷۱

۳۔ تاریخ دمشق، ج ۲۵، ص ۹

۳۔ تطہیر الجنان، ص ۱۴

ii۔ تطہیر الجنان، ص ۱۲

۵۔ تاریخ الخلفاء، ص ۴۷

ii۔ ازالة الخفاء، ج ۲، ص ۲۷۸

۶۔ انحصار کبریٰ، ج ۲، ص ۱۹۹

۱۵۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

میری خاطر میرے صحابہ کو اور میرے سرال والوں کو کچھ نہ کہا کرو، جس نے ان کو گالی دی، اس پر اللہ تعالیٰ ﷻ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

دعوالی اصحابی واصہاری فمن سبهم فعليه لعنة الله
والملائكة والناس اجمعين۔ (۱)

۱۵۲۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک قمیض پہنائی تھی، اور ان کے پاس نبی کریم ﷺ کی وہ قمیص، چادر، ناخن اور بال مبارک موجود تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی تھی: کہ مجھے حضور ﷺ والی قمیص کا کفن پہنا کر، آپ ﷺ والی چادر میں لپیٹ کر، ناخن اور بال مبارک میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں، اور مجھے اللہ تعالیٰ ﷻ کے حوالے کر دیا جائے۔ (۲)

۱۵۳۔ سیدنا عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ نے (اپنی ساری مخلوق سے) مجھے برگزیدہ کیا، اور میرے لئے صحابہ منتخب کئے، انہی میں سے میرے وزیر، مددگار اور سرال والے بنائے، پس جو ان (میں سے) کسی کی بدگویی کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی، اور قیامت کے دن اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہیں کیا جائے گا۔

ان الله تبارك تعالولى اختار لى اصحابا فجعل لى منهم وزراء
وانصار واصهارا فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة
والناس اجمعين لا يقبل منه يوم القيامة صرف ولا عدل۔
(۳)

امام حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور حافظ ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے۔

۱۵۴۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ﷻ نے مجھے پسند فرمایا، اور میرے لئے میرے صحابہ جن اللہ عنہم کا انتخاب کیا، انہی میں سے میرے سرال والے اور مددگار ہیں، آخری زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے، جو ان کی تنقیص کریں گے (اے میرا امتیو!) خبردار! ان سے رشتہ لینا، نہ انہیں رشتہ دینا، ان کے ساتھ نماز پڑھنا، نہ ان کی نماز (جنازہ) پڑھنا، کیوں کہ وہ لعنتی ہیں۔

ان الله اختارنى، واختار اصحابى، فجعلهم اصهارى
وجعلهم انصارى، وانه سيجىء فى آخر الزمان قوم
ينتقصونهم، الا فلا تنا كحومهم، الا فلا تنكحوا اليهم، الا فلا
تصلوا معهم، الا فلا تصلوا عليهم، عليهم حلت اللعنة۔ (۴)

- | | | |
|----|--|---|
| ۱۔ | البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۴۷ | ii۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، ج ۲، ص ۳۵۳، رقم ۲۷۸۵ |
| ۲۔ | i۔ الاستیعاب ص ۶۷۸ | iii۔ اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۷ |
| | iv۔ نبراس ص ۳۰۶ | vi۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۸، ۱۹۹ |
| ۳۔ | i۔ المستدرک علیٰ الصحیحین ج ۳، ص ۳۳۲، رقم ۶۶۵۶ | ii۔ الاحادود والشانی، ج ۳، رقم ۱۹۳۶ |
| ۴۔ | الکفایہ فی علم الراویہ، ص ۲۸ | |

۱۵۵۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نجدہ مکتوبا محمد رسول اللہ ﷺ ... مولا بمکة،
ومہاجرہ بطیبہ وملکہ بالشام۔ (۱)

ہم نے آپ ﷺ کی تعریف تورات شریف میں یوں لکھی ہوئی
پائی: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں... وہ مکہ میں پیدا ہوں
گے، (مدینہ) طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے، اور ملک شام میں
ان کی بادشاہت ہوگی۔

ملک شام میں حضور اکرم ﷺ کی بادشاہت کس طرح ہوگی، اس کی وضاحت کرتے ہوئے، حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
ان کے بعد ان کی خلافت مدینہ یا عراق میں رہے گی۔ مگر ان کی سلطنت شام میں ہوگی۔ چنانچہ اسلام کے پہلے سلطان حضرت امیر
معاویہ رضی اللہ عنہ کا دار الخلافہ دمشق بنا، یعنی ملک شام کا ایک شہر۔ (۲)

۲۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اول ملوک اسلام اور سلطنت محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں، اسی کی طرف تورات مقدس میں اشارہ ہے کہ مولدہ بمکة
ومہاجرہ بطیبہ وملکہ بالشام۔ وہ نبی آخر الزمان (ﷺ) مکہ میں پیدا ہوں گے، اور مدینہ کو ہجرت فرمائیں گے، اور اس کی سلطنت شام میں
ہوگی۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی! محمد رسول اللہ ﷺ کی سلطنت ہے۔ (۳)

۳۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ بات لکھی ہے۔ (۴)

۱۵۶۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

ان الله ائتمن علي وحيه جبريل وانا معاوية۔ (۵)

بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی وحی پر حضرت جبریل علیہ السلام کو
امین بنایا، اور میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امین بنایا ہے۔

۱۵۷۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:

اللهم حرم بدن معاوية على النار۔ (۶)

اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! معاویہ کے جسم کو آگ پر حرام فرمادے۔

۱۵۸۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عزيمة من ربي وعهده عهده الى ان لا تزوج الى اهل بيت ولا
ازوج بنتا من بناتي لاحد الا كونوا ارفقائي في الجنة۔ (۷)

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مجھ سے پختہ وعدہ فرما رکھا ہے، کہ جس مسلمان
گھرانے میں میں اپنا نکاح کروں، یا جس مسلمان گھرانے میں
میں اپنی کسی بیٹی کا نکاح کروں، تو ان دونوں گھرانوں کے تمام
مسلمان افراد جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔

۲۔ مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۴۲

۱۔ سنن الدارمی، ج ۱، ص ۱۶

۳۔ الفتاویٰ الرضویہ، ج ۲۹، ص ۳۵۷

۳۔ بہار شریعت، ج ۱، ص ۲۵۸

۶۔ ابن عساکر، ج ۲۵، ص ۱۱

۵۔ تاریخ دمشق، ج ۲۵، ص ۶

۷۔ تطہیر الجنان، ص ۱۴

۱۵۹۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ قیامت کو اس حال میں آئیں گے، کہ ان پر نور ایمان کی چادر ہوگی، اور نور کا لباس پہنے ہوں گے، ان کا ظاہر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رحمت اور باطن اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رضا ہوگی، اور وہ اس کی وجہ سے فخر کریں گے، اور یہ مرتبہ آپ کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں وحی کی کتابت کی برکت سے عطا ہوگا۔ (۱)

۱۶۰۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اے معاویہ رضی اللہ عنہ! جو تیری عظمت کا منکر ہوگا، وہ قیامت کو اس حال میں اٹھے گا، کہ اس کے گلے میں آگ کا طوق ہوگا۔ (۲)

۱۶۱۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

میرا زدار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہے، جس نے ان سے محبت رکھی، وہ نجات پا گیا، اور جس نے ان سے بغض رکھا، وہ ہلاک ہوگا۔ (۳)

۱۶۲۔ رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ایک معاملہ میں مشورہ طلب کیا، لیکن انہوں نے خاطر خواہ جواب نہ دیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلاؤ، اور یہ مسئلہ اس کے سامنے رکھو، وہ قوی ہیں، اور امین ہیں، انشاء اللہ صحیح مشورہ دیں گے۔ (۴)

۱۶۳۔ حضرت نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں:

میں جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھی تھا، جب نماز کا وقت آیا، تو ہم نے بھی اذان دی، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے

بھی اذان دی، ہم نے اقامت پڑھی، انہوں نے بھی اقامت پڑھی، ہم نے بھی نماز پڑھی، انہوں نے بھی نماز پڑھی، میں نے دونوں طرف سے قتل

ہونے والوں کے بارے میں سوچا، جب مولانا علی رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا، تو میں نے عرض کیا: کہ ہماری طرف سے قتل ہونے والوں اور ان کے طرف

سے قتل ہونے والوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا:

من قتل منا ومنهم یرید وجہ اللہ والدار الاخرۃ، دخل

الجنة۔ (۵)

خواہ کوئی ہماری طرف سے مارا گیا، یا ان کی طرف سے مارا گیا ہو،

اگر اس کی نیت اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رضا اور جنت کی طلب تھی، تو

وہ جنت میں گیا۔

۱۶۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

میں نے رسول کریم ﷺ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا سردار

کوئی نہیں دیکھا۔

ما رایت احد بعد رسول اللہ ﷺ اسود من معاویة۔ (۶)

- | | |
|--|--|
| ۱۔ ابن عساکر، ج ۲۵، ص ۱۱ | ۲۔ تاریخ دمشق، ج ۲۵، ص ۱۰ |
| ۳۔ تطہیر الجنان، ص ۱۳ | ۴۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۳۵۶ |
| ۵۔ سنن سعید بن منصور، ج ۲، ص ۳۴۳ | |
| ۶۔ ا۔ الاحاد والسنن، ج ۱، ص ۳۷۹، رقم ۵۱۶ | ii۔ المعجم الکبیر، ج ۱۲، ص ۳۸۷، رقم ۱۳۳۳۲ |
| | iii۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، ج ۸، ص ۱۵۳۰، ۱۵۲۹، رقم ۲۷۸۱ |

۱۶۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت:

عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: حضرت مطلب بن عبد اللہ بن حنطب عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے حضرت معاویہ سے زیادہ سردار نہیں دیکھا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ (۱)

۱۶۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کاٹے۔
۱۶۷۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان فرمائی، تو لوگوں نے پوچھا: کہ یہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہم تک پہنچی ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنے والے نہیں ہیں۔ (۳)

۱۶۸۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپی، آپ کی بیعت کی، اور تاحیات اس بیعت پر قائم رہے، اور دوسروں کو بھی آپ کی بیعت کا حکم دیا۔ (۴)

۱۶۹۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور تاحیات اس پر قائم رہے۔ (۵)

جس سے واضح ہے کہ ان دونوں شہزادوں کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، امیر المومنین اور ان کی خلافت برحق ہے۔

۱۷۰۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک نمائندہ تحائف لے کر آیا، اس نے کہا: یہ امیر المومنین نے بھیجے ہیں، تو آپ رضی اللہ عنہا نے اسے قبول فرمایا، جب وہ چلا گیا تو (راوی کا بیان ہے کہ) ہم نے کہا: اے ام المومنین! کیا ہم مومن نہیں، اور وہ ہمارے امیر نہیں، فرمایا: ان شاء اللہ تم مومن ہو، اور وہ تمہارے امیر ہیں۔ (۶)

۱۷۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

مارایت احدا بعد عثمان افضی بحق من صاحب هذا الباب۔ یعنی معاویہ۔ (۷)

۱۷۲۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مارایت احدا شبہ بصلوٰۃ رسول اللہ من امامکم هذا یعنی معاویہ۔ (۸)

میں نے تمہارے اس امام یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر، کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، نماز کے مشابہ، نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

۱۔ مجمع الاوسط (طبرانی)، ج ۷، ص ۳۸۹، روایت ۶۷۵۵

۲۔ بخاری، ج ۱، ص ۲۳۳

۳۔ ا۔ مسند احمد ج ۴، ص ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۶

۴۔ ا۔ المستدرک، ج ۳، ص ۱۷۳

۵۔ ا۔ المستدرک، ج ۳، ص ۱۷۳

۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۲۵۵

۷۔ ا۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۵۹، ص ۱۶۱

۸۔ تاریخ اسلام للذہبی، ج ۴، ص ۳۱۳

۹۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۴۲

۱۰۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۳۵۷

۱۴۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بے شک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کتابت فرمایا کرتے تھے۔ (۱)

۱۴۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بیٹا! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو کیا، درست کیا، ان سے زیادہ علم والا ہم میں کوئی نہیں۔ (۲)

۱۴۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں، تو وہ ام المؤمنین (مومنوں کی ماں) بن گئی اور حضرت معاویہ خال المؤمنین (مومنوں کے ماموں) بن گئے۔ (۳)

۱۴۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق فرمایا: اخواننا بغوا علينا۔ (۴)

یہ ہمارے بھائی ہیں، جنہوں نے ہمارے ساتھ اختلاف کیا ہے۔

۱۴۷۔ محدث اسحاق بن راہویہ رضی اللہ عنہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک آدمی جنگ جمل اور جنگ صفین میں شامل لوگوں کے خلاف سخت الفاظ بول رہا تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لا تقولوا الا خیر انما ہم قوم زعموا ان بغینا علیہم وزعمنا انہم بغوا علینا فقاتلنا ہم۔ (۵)

ان کے متعلق بھلائی کے کلمات کے علاوہ کچھ نہ کہو، وہ ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے سمجھا، کہ ہم ان سے بغاوت کر رہے ہیں، اور ہم سمجھتے تھے کہ وہ ہم سے بغاوت کر رہے ہیں، پس ہماری آپس میں لڑائی ہو گئی۔

۱۴۸۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ تابعی سے کہا:

یا ابا سعید ان ہنا ناسا یشہدون علی معاویۃ انہ من اهل النار، لعنہم اللہ وما یدریہم من فی النار۔ (۶)

اے ابو سعید رضی اللہ عنہ! یہاں کچھ لوگ ہیں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہنمی کہتے ہیں۔ تو حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

ان پر اللہ تعالیٰ جلالہ کی لعنت ہو، انہیں کیا خبر کہ جہنم میں کون ہے؟

۱۴۹۔ حضرت سعید بن مسیب قرشی مخزومی رضی اللہ عنہ سے، جب امام زہری رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں سوال کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسمع یا زہری من مات محبا لابی بکرو و عمر و عثمان، و علی و شہد للعشرۃ بالجنة، و ترحم علی معاویۃ، کان حقیقا علی اللہ ان لا یناقشہ الحساب۔ (۷)

اے زہری! سنو! جو شخص سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کی محبت میں مرے، عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کی گواہی دے، اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے رحمت کی دعا کرے، تو اللہ تعالیٰ جمل جلالہ پر حق ہے کہ اس کے حساب میں سختی نہ فرمائے۔

۱۔ سنن الکبیر طبرانی، ج ۱۳، ص ۵۵۴	۱۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۳۵۷	۱۔ سنن الکبیر طبرانی، ج ۱۳، ص ۵۵۴	۱۔ سنن الکبیر طبرانی، ج ۱۳، ص ۵۵۴
۲۔ مسند الشافعی، ص ۸۶	۲۔ مصنف عبدالرزاق، ج ۳، ص ۲۰	۲۔ مسند الشافعی، ص ۸۶	۲۔ مسند الشافعی، ص ۸۶
۳۔ الشریعہ، ج ۳، ص ۲۳۳۸	۳۔ کتاب الام، ج ۱، ص ۳۳۰	۳۔ الشریعہ، ج ۳، ص ۲۳۳۸	۳۔ الشریعہ، ج ۳، ص ۲۳۳۸
۴۔ سنن کبریٰ بیہقی، ج ۸، ص ۱۷۲	۴۔ اشعة اللمعات، ج ۳، ص ۲۹۶	۴۔ سنن کبریٰ بیہقی، ج ۸، ص ۱۷۲	۴۔ سنن کبریٰ بیہقی، ج ۸، ص ۱۷۲
۵۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۶، ص ۳۲۴	۵۔ تفسیر درمنثور، ج ۱، ص ۳۲۲	۵۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۶، ص ۳۲۴	۵۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۶، ص ۳۲۴
۶۔ منہاج السنہ، ج ۳، ص ۶۱	۶۔ الاستیعاب، ص ۶۷۹، رقم ۱۳۳۸	۶۔ منہاج السنہ، ج ۳، ص ۶۱	۶۔ منہاج السنہ، ج ۳، ص ۶۱
۷۔ تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۲۰۷	۷۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۳۸	۷۔ تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۲۰۷	۷۔ تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۲۰۷

۱۸۰۔ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادت کی، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے، میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا، اسی دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا یا گیا، دونوں کو ایک کمرے میں داخل کر دیا گیا، اور دروازہ بند کر دیا گیا، میں غور سے دیکھتا رہا، تھوڑی دیر کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: رب کعبہ کی قسم! میرے حق میں فیصلہ ہو گیا، پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی باہر تشریف لے آئے اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! میری بخشش ہو گئی۔ (۱)

۱۸۱۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے:

لن یملك احد من هذه الامة ماملک معاویة۔ (۲)
جس طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکمرانی کی ہے، اس امت میں کسی نے نہیں کی۔

۱۸۲۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے ہی تورات کے حوالہ سے یہ جملہ بیان کیا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوں گے، (مدینہ) طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے، اور شام میں ان کی بادشاہت ہوگی۔ (۳)

یہاں شام کی بادشاہت سے مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت ہے۔

۱۸۳۔ امام محمد بن سرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا، تو آپ سجدہ میں پڑ گئے، اور بار بار اپنے رخسار زمین پر رکھ کر رونے لگے اور دعا کرتے: اے اللہ تعالیٰ سبحانک! میری مغفرت فرما، میری خطاؤں سے درگزر فرما، بے شک تو بہت زیادہ مغفرت والا ہے، خطا کاروں کے لئے تیرے سوا کہیں پناہ نہیں، آپ اپنے گھر والوں کو تقویٰ کی وصیت کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (۴)

۱۸۴۔ حضرت ابوالعلاقہ قبصہ بن جابر تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فما رایت رجلا اثقل حلما ولا ابطا جهلا ولا ابعده اناة منه۔ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر بردبار، جہالت سے بہت زیادہ دور، اور باوقار شخص کوئی نہیں دیکھا۔ (۵)

۱۸۵۔ حضرت امام اعمش رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

لو رأیت معاویة لقلتم هذا المهدي۔ (۶)

اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتے، تو کہتے یہ واقعی مہدی (ہدایت یافتہ) ہے۔

۱۸۶۔ حضرت قتادہ بن دعائمہ بصری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

لو اصبحتم فی مثل عمل معاویة لقال اکثر کم: هذا المهدي۔ (۷)

اگر تم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے کام کرنے لگو، تو اکثر لوگ پکاراٹھیں: یہ مہدی (ہدایت یافتہ) ہے۔

۱۔	البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۳۷
۲۔	۱۔ الطبقات الکبریٰ، ص ۱۱۹، رقم ۳۳
۳۔	سنن دارمی، ج ۱، ص ۱۶، مشکوٰۃ ص ۵۱۴
۴۔	۲۔ تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۱۷۶
۵۔	۳۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۴۹-۱۵۰
۶۔	۴۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۱۵۳
۷۔	۵۔ تاریخ دمشق، ج ۵۹
۸۔	۶۔ المعجم الکبیر (طبرانی)، ج ۸، ص ۲۷۶
۹۔	۷۔ السنۃ، ج ۲، ص ۳۳۷، رقم ۶۶۸

۱۸۷۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لوگوں نے ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے عدل و انصاف کا اظہار کیا، تو آپ نے فرمایا: اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتے، تو تمہارا یہ حال ہوتا، انہوں نے پوچھا: اے ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ! کیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم (بردباری) کی بات کر رہے ہیں، انہوں نے فرمایا: نہیں، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم! بلکہ میں آپ کے عدل و انصاف کی بات کر رہا ہوں۔ (۱)

۱۸۸۔ مجاہد بن زبیر کی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لورا یتیم معاویۃ لقلتم: هذا المہدی (۲)

اگر تم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو کہتے: یہ مہدی ہیں۔

۱۸۹۔ امیر معاویہ کی والدہ کا عجیب و غریب واقعہ:

خراکلی نے ہوائف میں حمید بن وہب کے حوالہ سے بیان کیا ہے، کہ فاکہ ابن مغیرہ قریشی کے جبالہ نکاح میں ایک عورت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ تھی، فاکہ نے اٹھنے بیٹھنے کے لئے ایک نشست بنوارکھی تھی، اس نشست گاہ میں آنے جانے کی کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ اتفاقاً ایک روز فاکہ اور اس کی بیوی ہند اس نشست گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے، کسی ضرورت سے کچھ دیر کے بعد فاکہ اٹھ کر باہر چلا گیا، اور ہند اکیلی رہ گئی، اچانک اس وقت ایک شخص آیا اور بیٹھک میں داخل ہوا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہاں تنہا ایک عورت بیٹھی ہے، تو وہ فوراً پلٹ پڑا، اس کے پلٹنے وقت فاکہ باہر سے واپس آ گیا اور اس نے مرد کو باہر نکلتے دیکھ لیا چنانچہ، فاکہ ہند کے پاس آیا اور غصے سے اس کو ٹھوکریں مار کر پوچھا: کہ تیرے پاس یہ کون مرد آیا تھا۔ ہند نے کہا: کہ میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا، ہاں تمہارے کہنے سے مجھے یہ خیال ہوتا ہے، کہ کوئی آیا تھا لیکن فوراً واپس ہو گیا۔ فاکہ نے کہا: کہ تو میرے گھر سے نکل جا اور اپنی ماں باپ کے پاس چلی جا (تو میرے لائق نہیں ہے)۔ ہند اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی، لیکن لوگوں میں اس بات کا خوب چرچا ہوا، ہند کے باپ نے ایک روز اس سے کہا: کہ لوگ تجھے ہر طرف مطعون کرتے ہیں: تو مجھے سچ بات بتادے، اگر تیرا خاوند سچا ہے تو میں اس کو کسی شخص کے ذریعہ قتل کرادوں گا، تاکہ لوگ اس طعنہ زنی سے باز آجائیں، اور اگر وہ جھوٹا ہے تو چلو یہ معاملہ یمن کے کسی کاہن کے پاس پیش کریں، یہ سن کر ہند نے اپنی پاک دامنی پر اس طرح قسمیں کھانا شروع کر دیں، جیسا کہ عہد جاہلیت میں دستور تھا جب عتبہ (والد ہند) کو یقین ہو گیا: کہ ہند سچ کہہ رہی ہے، تو اس نے فاکہ کو مجبور کیا: کہ چونکہ تم نے میری بیٹی پر زنا کی تہمت لگائی ہے، اس لئے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ساتھ لے کر یمن کے کسی کاہن کے پاس چلو، چنانچہ فاکہ بنو مخزوم کو اور عتبہ عبد مناف کو لے کر یمن کی جانب روانہ ہوئے، ہند کے ساتھ اس کی کئی سہیلیاں بھی موجود تھیں۔ جب قافلہ یمن کے قریب پہنچا، تو ہند کے چہرے کا رنگ بدل گیا، یہ حال دیکھ کر اس کے باپ نے کہا: کہ تیرے اس تغیر رنگ سے صاف ظاہر ہے، کہ تو گنہگار ہے۔ ہند نے کہا یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ آپ مجھے ایک ایسے شخص کے پاس لے جا رہے ہیں، جس کی بات کبھی صحیح ہوتی ہی اور کبھی غلط، اگر اس نے بلا وجہ مجھ پر تہمت لگا دی، تو پھر میں تمام عرب میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ عتبہ نے کہا: کہ میں تیرا معاملہ کاہن کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اس کا امتحان لوں گا، چنانچہ کاہن کی صداقت کا امتحان لینے کے لئے، اس نے اپنے گھوڑے کے کان میں جانوروں کی وہ بولی بولی جس سے گھوڑا اگر ماگیا، اس وقت عتبہ نے اس کے ذکر کے سوراخ میں گیسوں کا ایک دانہ رکھ کر، اوپر چمڑے کی پٹی باندھ دی، پھر یہ قافلہ کاہن کے پاس پہنچا، اس نے ان کو خوش آمدید کہا، اور ان کی تواضع کے لئے اونٹ ذبح کیا۔ دسترخوان پر عتبہ نے اپنے

۱۔ السنۃ لابن ابی عاصم ج ۲، ص ۴۳۷، رقم ۶۶۷

۲۔ السنۃ ذکر ابی عبدالرحمان معاویہ، ج ۲، ص ۴۳۸، رقم ۶۶۹

۳۔ الفوائد المتقاۃ عن الشیوخ العوالی، ص ۹۲، رقم ۹۲

میزبان کاہن سے کہا: کہ ہم آپ کے پاس ایک کام سے آئے ہیں، لیکن اس سے پہلے بغرض امتحان ہم نے ایک کام کیا ہے، وہ بتادیتے، پھر اپنا کام آپ کو بتائیں گے، نجومی نے کہا: ”نزل میں گیہوں کا دانہ“ عتبہ نے کہا: کہ اس کی وضاحت کیجئے، تب کاہن نے کہا: کہ تم نے گھوڑے کے ذکر کے سوراخ میں گیہوں کا دانہ رکھا ہے، عتبہ نے کہا: کہ آپ نے بالکل درست کہا۔ اب اصل معاملہ ان عورتوں کا ہے، کہ آپ اس معاملے میں غور کیجئے۔ وہ ایک عورت کے پاس آیا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: کھڑی ہو جا، پھر اسی طرح دوسری، اور تیسری عورت کے پاس آیا، یہاں تک کہ ہند کی باری آئی۔ کاہن نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا: تو پاک صاف ہے، تو نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا ہے، اور تو ایک بادشاہ کو جنے گی، جس کا نام معاویہ ہوگا، یہ سن کر ہند کے خاوند فا کہ نے ہند کا ہاتھ پکڑ لیا، مگر ہند نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا: کہ مجھ سے دور ہو، میں قسم کھا کر کہتی ہوں، کہ کاہن کی یہ بات اگر سچ ہے: کہ میری قسمت میں بادشاہ کی ماں بننا ہے، تو وہ تیرے صلب سے نہیں ہوگا۔ الحاصل (فا کہ کو چھوڑ کر) ہند نے ابوسفیان سے شادی کر لی، اور ان سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ (۱)

۱۹۰۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله ورسوله يحبان معاوية. (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔

۱۹۱۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

بے شک انہوں نے خواب میں دیکھا: کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اہل جنت میں سے ہیں۔ (۳)

۱۹۲۔ ان ابني هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين من المسلمين. (۴)

بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور اللہ تعالیٰ ﷻ سے امید ہے، کہ اللہ تعالیٰ ﷻ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت کے درمیان صلح واقع ہوئی ہے۔ پس یہ نبی کریم ﷺ کے طرف سے سچی گواہی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کی جماعت اسلام پہنچی۔

۱۹۳۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمرق مارقة عند فرقة من المسلمين يقتلها اولى الطائفتين بالحق. (۵)

مسلمانوں کے تفریق کے وقت دو جماعتوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگی، وہ اس فرقہ کو قتل کرے گی۔

۱۹۴۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اقرب الطائفتين من الحق. (۶)

دو جماعتوں میں سے جو اس کو قتل کرے گی، وہ حق کے زیادہ قریب ہوگی۔

۱۔ تاریخ الخلفاء، ص ۳۱۰	۲۔ مجمع الزوائد: ۱۵۹۲۳
۳۔ المعجم الکبیر: ۶۸۶	۴۔ بخاری: ۳۷۳۶
۵۔ مسلم: ۳۳۲۳	۶۔ مسلم: ۳۳۲۶

قتل کرنے والا گروہ جو تھا، وہ جماعت تھی، جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا تھا، اور دوسرا گروہ تو وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی۔ پس یہ ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت بھی حق پر تھی، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت حق سے زیادہ قریب تھی۔

۱۹۵۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، آپ نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک، کا وہ غبار جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے موقع پر واقع ہوا، وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ہزار گنا افضل ہے۔ (۱)

۱۹۶۔ حضرت عمرو بن شرجیل ہمدانی تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں جنگ صفین میں حصہ لینے والوں کے بارے میں متذبذب تھا، کہ فریقین میں سے افضل کون ہے؟ میں نے اللہ کریم جل جلالہ سے عرض کیا: کہ میری راہ نمائی فرمائے، جس سے میری تسلی ہو جائے۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا: کہ مجھے اہل صفین کے پاس جنت میں لے جایا گیا۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا، جو سبز باغ میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ تو وہی ہیں، جنہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا؟ وہ کہنے لگے: ہم نے اپنے رب کو رؤف اور رحیم پایا۔ میں نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر کیا گزری؟ انہوں نے کہا: وہ تیرے سامنے موجود ہیں۔ میں ادھر کو بڑھا، تو سامنے ایک قوم تھی، جو سبز باغ میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھی۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ تو وہی ہیں، جنہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے رب کو رؤف اور رحیم پایا۔ (۲)

۱۹۷۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسی سرداری کسی کی نہیں دیکھی۔ کسی نے کہا: ابو بکر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم! یہ سب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے، لیکن سرداری میں وہ ان سب سے آگے تھے۔ (۳)

۱۹۸۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک قمیص پہنائی تھی، اور ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ قمیص، چادر، ناخن اور بال مبارک بھی موجود تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی تھی: کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی قمیص کا کفن پہنا کر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم والی چادر میں لپیٹ کر، ناخن اور بال مبارک میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں اور مجھے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حوالے کر دیا جائے۔ (۴)

۱۔ وفيات الاعيان، ج ۳، ص ۳۳

۲۔ سنن سعید بن منصور، ج ۲، ص ۳۴۰ ii۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۸، ص ۷۲۲

۳۔ الاستیعاب، ص ۶۷۷

۴۔ الاستیعاب، ص ۶۸۷ ii۔ الاکمال مع المشکاة، ص ۶۱۷ iii۔ اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۷

iv۔ نیراس، ص ۷ v۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۲۸

۱۹۹۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الله ائتمن على وحيه جبريل وانا معاوية... فغفر لمعاوية ذنوبه، ووفاه حسابه، وعلمه كتابه، وجعله هاديا مهديا، اهديه به (۱)

اللہ تعالیٰ ﷻ نے اپنی وحی مجھ تک پہنچانے کے لئے حضرت جبریل علیہ السلام کو امین بنایا، اور میں نے اللہ تعالیٰ ﷻ کے کلام پر (اس کو لکھوا کر قیامت تک کے مسلمانوں تک پہنچانے کے لئے) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امین بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ ﷻ نے وحی الہی کی امانت کا حق ادا کرنے پر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تمام گناہ بھی معاف فرمادیئے، اور اس کی نیکیوں کا اسے پورا پورا ثواب دیا، اور اس کو اپنی کتاب کا علم بھی عطا فرمادیا، اور اس کو ہدایت پر بھی قائم رکھا (رکھے گا)، اور یہ لوگوں کو بھی ہدایت کا درس دیں گے، اور لوگ ان سے ہدایت حاصل بھی کریں گے۔

۲۰۰۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

الست شاهد يوم قال النبي ﷺ لمعاوية يحشر يوم القيامة معاوية بن ابى سفيان وعليه حلة من نور، ظاهرها من الرحمة وباطنها من الرضا، يفتخر بها فى الجمع بكتابة الوحي بين يدي رسول الله ﷺ، قال حذيفة: نعم۔ (۲)

کیا آپ اُس دن وہاں موجود نہیں تھے، جب رسول اللہ ﷺ نے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا تھا: کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئیں گے، کہ وہ ایک نور کا لباس پہنے ہوں گے۔ اس کا ظاہر اللہ تعالیٰ ﷻ کی رحمت ہوگی، اس کا باطن اللہ تعالیٰ ﷻ کی رضا ہوگی، اس کی وجہ سے وہ تمام میدان محشر میں فخر کریں گے، یہ نور کا لباس آپ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں وحی الہی کی کتابت کرنے کی وجہ سے عطا ہوگا۔

۲۰۱۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، کہ آپ ﷺ ہر کن یمان اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر یہ دعا فرما رہے تھے:

اللهم حرم بدن معاوية على النار (۳)

۲۰۲۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الشاك فى فضلك يا معاوية تنشق الرض عنه يوم القيامة وجى عنقه طوق نار۔ (۴)

اے معاویہ رضی اللہ عنہ! جو تیری فضیلت میں شک کرے گا، وہ جب قیامت کو اٹھے گا، تو اس کے گلے میں آگ کا طوق ہوگا۔

۱۔ ابن عساکر، ج ۲۵، ص ۶
۲۔ ایضاً، ص ۱۱
۳۔ ایضاً، ص ۱۰

۲۰۳۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فطلع معاوية... فقلت
يا رسول الله هو هذا قال نعم (۱)

ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آرہا ہے، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آگئے۔ میں نے عرض کی: آقا ﷺ یہی وہ جنتی آدمی ہیں، جن کے متعلق ابھی ابھی آپ فرما رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! یہی ہیں۔

۲۰۴۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

يا ابا هريرة ان في جهنم كلابا... يسلط يوم القيامة على من
لعن معاوية بن ابي سفيان۔ (۲)

اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، دوزخ میں کچھ (خونخوار) کتے ہوں گے، وہ اس بد بخت پر چھوڑے جائیں گے، جو دنیا میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرتا رہا ہوگا۔

۲۰۵۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

فقال ام حبيبة يا رسول الله تفاضل اصحابك من قريش
ويفتخرون على اخي، بما بايعوك تحت الشجرة، فقال ﷺ
لا يفتخرون احد على احد، فلقد بايع كما بايعوا، وخرج
رسول الله صلى الله عليه وسلم، وخرجت معه فقعد على
باب المسجد، فطلع ابو بكر وعمر وعثمان وعلي وسائر
الناس..... فقال رسول الله ﷺ والذي بعثني بالحق نبيا،
لقد بايع معاوية بن ابي سفيان كما بايعتم، قال ابو بكر
ما علمنا يا رسول الله ﷺ، قال انه في وقت ما قبض الله
تعالى قبضة من الزر، قال في الجنة والا ابالي كنت انت يا ابا
بكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير وسعد وسعيد
وعبدالرحمن بن عوف وابو عبيدة بن الجراح ومعاوية بن
ابي سفيان في تلك القبضة، ولقد بايع كما بايعتم وتصح
كما نصحتهم، وغفر الله له كما غفر لكم، وابع الجنة كما
ابا حكم۔ (۳)

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آقا ﷺ آپ کے جن قریشی صحابہ نے آپ ﷺ سے حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان کی تھی، وہ میرے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اپنی بڑائی جتاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی ایک دوسرے پر بڑائی نہ جتائے، اور اپنے آپ پر فخر نہ کرے، کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح بیعت کی ہے، جس طرح انہوں نے بیعت کی تھی۔ پھر آپ خانہ اقدس سے باہر تشریف لائے، اور میں بھی آپ کے ساتھ باہر آ گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان ذوالنورین، سیدنا علی المرتضیٰ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر خدمت ہوئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اُس رب ذوالجلال کی قسم! جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح مجھ سے بیعت رضوان کی ہے، جس طرح تم نے کی تھی، تو سیدنا ابو بکر صدیق نے عرض کی: آقا ﷺ ہمیں تو معلوم نہیں ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اس وقت ہوا جب

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارواح میں سے ایک مٹھی بھری، اور فرمایا: یہ جنت میں ہوں گے، اور مجھے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، اور اس مٹھی بھری میں: اے ابو بکر! تیری عمر کی، عثمان کی، علی کی، طلحہ کی، زبیر کی، سعد کی، سعید کی، عبدالرحمن بن عوف کی، ابو عبیدہ بن جراح اور معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کی روحیں تھیں۔ لہذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی مجھ سے ویسے ہی بیعت کی تھی، جس طرح تم نے بیعت کی تھی، اس کو بھی ویسی ہی فضیلت ملی، جیسے تم کو ملی، اس کو بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ایسے ہی بخش دیا، جیسے تم کو بخشا تھا، اور اس کو بھی ویسے ہی جنتی فرما دیا، جیسے کہ تم کو جنتی بنا دیا۔

حضرت عبداللہ عمرو سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ: جاؤ اور معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ، آپ فرماتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، تو میں دوڑا اور حضرت معاویہ کے پاس آیا تو میں نے کہا: آؤ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کو آپ سے کوئی کام ہے۔

ابو حمزہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا اور بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیچھے سے میری جانب تشریف لا رہے تھے، تو میں نے کہا اللہ کے نبی میرے لیے ہی آئے ہیں، آپ فرماتے ہیں میں دوڑا اور جا کر اپنے آپ کو دروازے کے پیچھے چھپا لیا، آپ فرماتے ہیں مجھے پتا ہی نہ چلا کہ آپ نے مجھے پکڑ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری

۲۰۶۔ وعن عبد الله بن عمرو ان معاوية كان يكتب بين يدي رسول الله ﷺ (رواه الطبراني واسناده حسن) (۱)

۲۰۷۔ فقال اذهب فادع لي معاوية قال وكان كاتبه فسعيت فاتيت معاوية فقلت اجب نبى الله ﷺ فانه على حاجة (۲)

۲۰۸۔ ثنا عفان ثنا ابو عوانة قال انا ابو حمزة قال سمعت ابن عباس رضى الله عنها يقول، كنت غلاما اسعى مع الصبيان قال فالتفت فاذا نبى الله ﷺ خلفى مقبلا فقلت ما جاء نبى الله ﷺ الا الى، قال فسعيت حتى اختبى وراء باب دار قال فلم اشعر حتى تناولنى، قال فاخذ بقفاى فحطاني حطاءة، قال اذهب فادع لي معاوية، وكان كاتبه، قال فسعيت فقلت اجب نبى الله ﷺ فانه على حاجة (۳)

گدی سے پکڑا اور مجھے تھکی دی اور فرمایا جاؤ معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ اور وہ آپ ﷺ کے کاتب تھے، حضرت معاویہ کے پاس آیا تو میں نے کہا: آؤ اللہ کے نبی ﷺ کے پاس ان کو آپ سے کوئی کام ہے۔

۲۰۹۔ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مراسلت نویسی کی فہمائش کرتے ہوئے اس تحریر کی ترتیب بھی تعلیم فرمائی۔

چنانچہ ایک شخص مسعود بن وائل نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لایا، اور اس کا اسلام حضور ﷺ نے قبول فرمایا۔ اس کے بعد حضرت مسعود بن وائل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں، کہ آپ (ﷺ) اپنے ایک شخص کو میری قوم کی طرف روانہ فرمائیں، جو میری قوم کو اسلام کی دعوت دے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ آپ (ﷺ) کی برکت سے ان کو ہدایت فرمائے گا۔ تو اس کی اس گزارش کے بعد آپ ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس قوم کی طرف ایک مراسلہ لکھنے کا حکم کرتے ہوئے فرمایا: کہ میری طرف سے لکھو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں کس طرح لکھوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پہلے تحریر کرو۔

ان مسعود بن وائل قدم علی النبی ﷺ فاسلم وحسن اسلامه، فقال یا رسول اللہ انی احب ان تبعث الی قومی رجلا یدعوهم الی الاسلام، عسی اللہ ان یهدیہم بک، فقال لمعاویۃ اکتب لہ، فقال یا رسول اللہ کیف اکتب لہ؟ قال اکتب بسم اللہ الرحمن الرحیم فذکر الحدیث (۱)

نبی کریم ﷺ نے مشہور صحابیہ وحیہ کلبی رضی اللہ عنہا کے ذریعے سے قیصر روم کی طرف دعوت اسلام کے لئے مراسلہ ارسال فرمایا تھا۔ اس کے جواب میں قیصر روم کا قاصد تنوخی اپنے بادشاہ ہرقل کی طرف سے ایک مکتوب لایا تھا۔ تنوخی بیان کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ غزوہ تبوک کے سلسلے میں تبوک کے مقام پر اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرماتے تھے۔ (میں حضور اکرم ﷺ کو نہیں پہچانتا تھا)، میں نے دریافت کیا: کہ محمد (ﷺ) کون ہیں؟ تو حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اپنی ذات گرامی کی

۲۱۰۔ عن سعید بن ابی راشد قال لقیۃ التنوخی رسول ہرقل، الی رسول اللہ ﷺ بحمص، وکان جار النی شیخا کبیرا، قد بلغ الفند او قرب منه، قال اتیت رسول اللہ ﷺ وهو بتبوک بکتاب ہرقل، فناولہ رجلا عن یسارہ فقراہ، فقلت من صاحب کتابکم الذی یقراہ، فاذا ہو معاویۃ رضی اللہ عنہ، فلما ان فرغ من قراءۃ کتابی، قال ان لک حقاً انک رسول، ولو وجدت عندنا جائزۃ جوزناک بہا، انا سفر فقام رجل، فقال انا اجوزہ ففتح

رحلہ فاتی بحلہ، فوضعها فی حجری، فقلت من صاحب الجائزة؟ فقالوا عثمان، فقال رسول الله ﷺ من ينزل هذا؟ فقال فتى من الانصار، انا، قال فذهب بي الانصاري۔
مكنت معه۔ (۱)

۲۱۱۔ یہی واقعہ مسند ابی یعلیٰ میں اس طرح ہے کہ قاصد قیصر روم تنوخی کہتا ہے:

فاتیت رسول الله ﷺ وهو مع اصحابه وهم محتبون بحمائل سیوفهم حول بئر تبوك، فقلت ایکم محمد؟ فاوما بيده الی نفسه، فدفعت الیه الكتاب، فدفعه الی رجل الی جنبه فقلت: من هذا؟ فقالوا معاوية بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما، فقرأه فاذا فيه كتبت تدعونی الی جنة عرضها السموات والارض، فاین النار اذا؟ فقال رسول الله ﷺ "یا سبحان الله" اذا جاء الليل فاین النهار؟ فکتبته عندی، ثم قال رسول الله ﷺ انک رسول قوم فان لك حقاً۔ ولكن جتنا ونحن مرملون، قال عثمان رضی اللہ عنہ اکسوه حلة صفورية، فقال رجل من الانصار علیٰ حنیافته۔..... الخ۔ (۲)

طرف اشارہ فرمایا۔ اس پر میں نے وہ مکتوب آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے وہ مراسلہ اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو پڑھنے کے لئے دیا۔ میں نے پوچھا: کہ یہ شخص کون ہے؟ تو اہل مجلس نے بتایا: کہ یہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان (رضہ اللہ عنہما) ہیں۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ مراسلہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پڑھ کر سنایا۔ اس مکتوب میں یہ چیز بھی درج تھی: کہ آپ مجھے جنت کی طرف بلا تے ہیں، جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے، تو فرمائیے کہ دوزخ کہاں ہے؟ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! جب رات آتی ہے تو دن کہاں جاتا ہے؟ جب مراسلہ پڑھا گیا تو حضور ﷺ نے رسول قیصر کو ارشاد فرمایا: کہ آپ پیغام رساں ہیں، اور پیغام رساں کا احتراماً حق ہوتا ہے۔ ہم اس وقت مسافر ہیں، اگر ہمارے پاس کوئی عطیہ اور ہدیہ ہوتا، تو ہم آپ کو دے دیتے۔ یہ بات سن کر حضور ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص اٹھا اور کہا کہ میں اس قاصد کو ہدیہ اور تحفہ پیش کرتا ہوں، اور وہ شخص اپنے سامان میں سے ایک عمدہ پوشاک نکال لایا، اور اسے میری گود میں رکھ دیا۔ میں نے دریافت کیا: کہ یہ کون صاحب ہیں؟ تو حاضرین مجلس نے کہا: یہ عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ اس کے بعد جناب نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اقامت دینے (ٹھہرانے) کی ضرورت ہے۔ کون اس کو جگہ دینے کے لئے تیار ہے؟ تو انصار میں سے ایک شخص مجھے اپنے ساتھ لے گیا اور اپنے پاس ٹھہرایا۔

رسول قیصر کے اس واقعہ کو دیگر محدثین اور مورخین نے بھی اپنی اپنی عبارات میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مندرجہ ذیل مقامات پر یہ واقعہ مذکور ہے:

۲۱۲۔ مسند امام احمد، ج ۳، ص ۴۲۲ تا ۴۲۳، تحت حدیث تنوخی عن النبی ﷺ۔

۲۱۳۔ مسند امام احمد، ص ۷۵ تا ۷۶، تحت حدیث رسول قیصر الی رسول اللہ ﷺ۔

۲۱۴۔ مجمع الزوائد (پیشگی)، ج ۸، ص ۲۳۵ تا ۲۳۶، رجال ابی یعلیٰ ثقات، تحت باب ما کان عندا اهل الكتاب من امر نبوتہ۔

۲۱۵۔ ابن عساکر کامل، ج ۱، ص ۴۱۸، دمشق، تحت باب غزاة النبی ﷺ بنفسه تبوک و ذکر مکاتبة و ذلك مکاتبة۔

۲۱۶۔ ابن عساکر کامل، ج ۱، ص ۴۱۹، دمشق، تحت باب غزاة النبی ﷺ بنفسه تبوک و ذکر مکاتبة و مراسلة منها المملوک۔

۲۱۷۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، ج ۵، ص ۱۶، تحت قدوم رسول قیصر الی رسول اللہ ﷺ بتبوک۔

۲۱۸۔ یمن کے علاقہ حضرموت کے مقام سے ایک شخص حضرت وائل بن حجر کنندی رضی اللہ عنہ جو اپنے علاقہ کے رئیس اور اپنی قوم کے سردار تھے، حضور نبی

کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ ان کے حق میں نبی اقدس ﷺ نے دعائیں فرمائیں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ارشاد فرمایا: کہ

یہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہیں، یہاں سے بعید ایک مقام حضرموت سے آکر یہاں بخوشی اسلام لائے (ان پر کوئی جبر و اکراہ نہیں کیا گیا)۔ ان

حالات میں حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو ایک قطعہ اراضی عطا فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ امام بخاری تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں، کہ حضرت وائل بن حجر

رضی اللہ عنہ نے خود ذکر کیا کہ:

فبعث معی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ قال، و امرہ ان یعطینی

ارضاً، فیدفعها الی، و کتب لی کتاباً خاصاً، یفضلنی فیہ

علی قومی و کتابالی و لا اهل بیتی بما لنا۔ (۱)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ نبی اقدس ﷺ نے

(حضرت) معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) کو میرے ساتھ روانہ

فرمایا، اور ان سے ارشاد فرمایا: کہ میرے لئے زمین کا ایک قطعہ

متعین کر کے میری تحویل میں دے دیں، اور ساتھ ہی مرے لئے

ایک خاص مکتوب تحریر کرایا، جس میں میری قوم پر میری فضیلت

ظاہر فرمائی، اور میرے لئے اور میرے اہل خانہ کے لئے مال

و متاع کے متعلق مزید ایک وثیقہ بطور مکتوب عنایت فرمایا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص بلال بن حارث مزنی

رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، ان کے لئے نبی اقدس ﷺ نے ساحل البحر

کے علاقہ معاون القبلیہ، سے قطعہ اراضی عنایت فرمائے، اور

وہاں سے بعض مواضع کو متعین کر کے بطور وثیقہ کے ایک تحریر لکھ

دی۔ جناب نبی کریم ﷺ کے فرمان سے قطعہ اراضی عطا

کرنے کا یہ وثیقہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا۔

۲۱۹۔ ان رسول اللہ ﷺ اقطعہ القطیعة و کتب له "هذا ما

اعطی محمد رسول اللہ ﷺ بلال بن الحارث اعطاه

معادن القبلیة غوریها و جلسیها و کتب معاویة (۲)

i۔ تاریخ کبیر (امام بخاری)، ج ۴، ص ۱۷۵-۱۷۶

ii۔ تاریخ دمشق (ابن عساکر)، ج ۳، ص ۱۳

iii۔ معجم البلدان (یا قوت حموی)، ج ۱۵، ص ۳۰۷-۳۰۸

حضرت سہل بن خنظلہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ ایک بار سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص (عمینہ بن حصن بن بدر اور اقرع بن حابس) حاضر ہوئے، اور انہوں نے بعض ضروریات کے متعلق سوال کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوال کو پورا کرنے کا امر فرمایا، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: کہ ان کی حاجت روائی کی خاطر ایک تحریر لکھ کر، ان کے حوالہ کی جائے، تو حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو الگ الگ تحریر لکھ کر دی۔

۲۲۰۔ حدثنا سهل بن عيينة بن حصن بن بدر والاقرع ابن حابس دخلا على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فسألاه فامر لهما بما سألاه، وأمر معاوية رضی اللہ عنہ أن يكتب لهما بذلك، فكتب ودفع الي كل واحد منهما صحيفة۔ (۱)

۲۲۱۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور گزارش کی: کہ ہمارے لئے سابقہ وثیقہ از سر نو تحریر کر کے عنایت فرمایا جائے (جبکہ قبل ازیں ان کو قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں ایک تحریر لکھ کر دی گئی تھی)، تو اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے لئے جدید تحریر لکھوا کر ان کے حوالے کی۔ اس تحریر کا مضمون یہ تھا کہ:

بسم الله الرحمن الرحيم، یہ وہ وثیقہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری اور اس کے ساتھیوں کو لکھ کر دیا ہے۔ (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) میں نے تم کو مقام عینون، جبرون، مطوم اور بیت ابراہیم اور وہ تمام کے لئے انہیں اور ان کی اولاد کو سپرد کر دی ہے۔ پس جو شخص ان کو اذیت پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کو تکلیف میں مبتلا فرمائیں گے۔

اور اس وثیقہ پر مندرجہ ذیل گواہ اور شاہد قائم فرمائے:

شاهد بذلك ابو بكر بن ابي قحافة، وعمر بن الخطاب، وعثمان بن عفان بن عفان، وعلي بن ابي طالب، ومعاوية بن ابي سفيان رضی اللہ عنہ وكتب۔ نقل ذلك في الموهب۔ (۲)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنات بن یزید رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔

۲۲۲۔ ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم آخى بين حنات ومعاوية رضی اللہ عنہ فمات الحنات عند معاوية رضی اللہ عنہ في خلافته (۳)

حضرت حنات رضی اللہ عنہ اپنی عمر کے آخری سالوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں دمشق تشریف لے گئے، اور وہیں مقیم رہے، حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کا وصال بھی دمشق میں ہوا۔

۲۲۳۔ ان الحنات وفد على معاوية فمات عنده..... وآخى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بينه وبين معاوية بن ابي سفيان رضی اللہ عنہ (۳)

۱۔ تاریخ المدینہ المنورہ (ابن شبہ)، ج ۲، ص ۵۳۵

۲۔ ۱۔ تاریخ مدینہ منورہ (ابوزید عمر بن شبہ نمیری بصری، ج ۲، ص ۵۳۵ ii۔ شرح موابہب الدنیہ (زرقاتی)، ج ۳، ص ۳۵۹

۳۔ الاصابہ (ابن حجر)، ج ۱، ص ۳۱۰

۳۔ ۱۔ اسد الغابہ (ابن اثیر جزیری)، ج ۱، ص ۳۷۹ ii۔ سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۵۶۰۔ ۵۶۱

مولانا محمد نافع لکھتے ہیں:

حاصل کلام یہ ہے کہ زبان نبوت ﷺ سے یہ چند ایک دعائیں یہاں ذکر کی ہیں، جو نبی اقدس ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ارشاد فرمائیں: کہ اے اللہ تعالیٰ ﷻ! ان کو ہادی بنا اور ان کو ہدایت یافتہ کر دے، اور ان کو دوسروں کی ہدایت کا ذریعہ بنا۔ اے اللہ تعالیٰ ﷻ! ان کو حساب و کتاب کی تعلیم فرما، اور اپنے عذاب سے محفوظ فرما۔ نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! ان کو علم اور حلم سے سرفراز فرما۔ اور یہ واضح امر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کے حق میں یہ دعائیں ارشاد فرمائیں، جسے آپ نے ان کا اہل اور مستحق سمجھا۔ کسی نااہل اور غیر مستحق کے لئے نہیں فرمائیں۔

اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں نبی اقدس ﷺ کی بعض دعائیں پائی جاتی ہیں وہ بھی اہلیت کی بنا پر ہیں۔ مثلاً:

۱۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں یمن کی طرف روانگی کے وقت حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:

اللهم ثبت لسانه واهد قلبه (۱)

۲۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلي رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی، جبکہ ان کو قبیلہ نخعم کے ”کعسی یمانہ“ کو گرانے کے لئے بھیجا تھا۔ اس وقت حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی تھی کہ ”میں گھوڑے کی پیٹھ پر قائم نہیں رہ سکتا“ تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مبارک پھیر کر دعا فرمائی: اللهم اجعله هاديا مهديا۔ حتی وجدت بردها (۲)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضور نبی کریم ﷺ نے کتاب و حکمت کی دعادی تھی اور فرمایا تھا: اللهم علمه الكتاب والحكمة (۳)

تو وہ بڑے اعلیٰ درجہ کے مفسر قرآن ثابت ہوئے۔

اسی طرح متعدد اعلیٰ درجہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے دعائیں منقول ہیں، اور وہ یقیناً ان حضرات کے حق میں مقبول و منظور ہوئیں۔ لہذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے جو دعائیں صادر ہوئی ہیں، وہ بھی یقیناً اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ہاں منظور ہوئیں، اور اپنی جگہ پر موثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوئیں۔

۴۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولا ارتياب ان دعاء النبي ﷺ مستجاب، فمن كان هذا حاله كيف يرتاب في حقه (۴)

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی دعا یقیناً مستجاب ہوتی ہے، تو جس شخص کے حق میں یہ دعائیں ہوئی ہیں، اس کے حق میں

قبولیت میں کس طرح شبہ کیا جاسکتا ہے؟۔ (۵)

۱۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، ص ۱۰۷، ج ۵

۲۔ i۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ص ۱۵۳، ج ۱۲ ii۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، ص ۵۶، ج ۸

۳۔ بخاری شریف، ص ۵۳۱، ج ۱

۴۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (ملا علی قاری)، ص ۲۳۸، ج ۱۱

۵۔ سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۸۷-۸۸

۵۔ علامہ ابن عساکر لکھتے ہیں:

واصح ما روى في فضل معاوية حديث ابن حمزة عن ابن عباس: انه كان كاتب النبي ﷺ فقد اخرجہ مسلم في صحيحہ۔ وبعده حديث العرباض: اللهم علمه الكتاب..... الخ وبعده حديث ابن ابي عميرة: اللهم اجعله هاديا مهديا (۱)

۶۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن عراق کنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقاله السيوطي الشافعي اصح ما ورد في فضل معاوية رضي الله عنه (بن ابي سفيان) حديث ابن عباس انه كاتب النبي ﷺ فقد اخرجہ مسلم في صحيحہ بعدہ حديث العرباض: اللهم علمه الكتابة۔ وبعده حديث ابن ابي عميرة: اللهم اجعله هاديا مهديا (۲)

۷۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واكتفينا بما اور دناہ من الاحاديث لصحاح والحسان والمستجدات عما سواها من الموضوعات ولمنكرات (۳) ہم نے اس مسئلہ میں موضوع و منکر روایات سے احتراز کر کے صحیح و حسن اور جید روایات پر اکتفا کر کے انہیں بیان کیا ہے (جو اس فن کے اکابر علماء کے نزدیک قابل اعتماد ہیں)

حاصل یہ ہے کہ مندرجہ روایات حسن کے درجہ میں ہیں اور علمائے امت نے خصوصی طور پر حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضي الله عنه کے حق میں انہیں فضیلت کی چیزیں شمار کیا ہے، اور اعلیٰ فرق المراتب ان کو لائق استناد قرار دیا ہے۔

نیز اکابر علماء فرماتے ہیں کہ حدیث حسن لذاتہ جمہور کے نزدیک قابل حجت ہے، لہذا اس اعتبار سے بھی یعنی حسن ہونے کی وجہ سے یہ روایات مقبول ہیں اور نئی فضیلت کے شبہ کے ازالہ کے لئے کافی ہیں۔

امامت و خلافت امیر معاویہ رضي الله عنه کے متعلق اشارات:

۲۲۳۔ عن عبد الملك بن عمير قال قال معاوية رضي الله عنه: ما زلت اطمع في الخلافة منذ قال لي رسول الله ﷺ: يا معاوية ان ملكت فاحسن (۴)

۲۲۵۔ عن اسماعيل بن ابراهيم بن مهاجر عن عبد الملك بن عمير قال قال معاوية: والله ما حملني على الخلافة الا قول النبي ﷺ لي يا معاوية ان ملكت فحسن قال البيهقي اسماعيل بن ابراهيم هذا ضعيف الا ان للحديث شواهد (۵)

- | | |
|---|--|
| ۱۔ تاریخ دمشق (ابن عساکر)، (قلمی) ص ۶۹۷، ج ۱۶ | ۲۔ تنزیہ الشریعہ (ابن اسحاق کنانی)، ص ۸، ج ۲ |
| ۳۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، ص ۱۲۲، ج ۸ | |
| ۴۔ مصنف ابن شیبہ، ص ۱۳۷ تا ۱۳۸، ج ۱۱ | ii۔ المطالب العالیہ (ابن حجر)، ص ۱۰۸، ج ۲ |
| ۵۔ تاریخ دمشق (ابن عساکر)، ص ۲۹۹، ج ۱۶ | ii۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، ص ۱۲۳، ج ۸ |

حضرت عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعلق کبار علماء نے یہ تصریح بھی ذکر کر دی ہے کہ:

والحدیث حسن کما علمت فهو مما یحتج به علی فضل معاویة... (۱)

یہ روایت درجہ حسن میں ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر استدلال کے قابل ہے۔

حضرت سعید بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا کرتے تھے)، ایک دفعہ بیمار ہو گئے، ان کی جگہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ مشکیزہ (جس سے وضو کرایا جاتا تھا) اٹھالیا، اور وہ وضو کرانے کی خدمت سرانجام دینے لگے۔ اسی اثناء میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا سر مبارک ایک بار، یا دو بار اٹھا کر ارشاد فرمایا: کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! اگر امارت و خلافت کا تم کو والی بنایا جائے، تو خدا سے خوف کرنا اور عدل و انصاف کرنا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے پیش نظر، برابر مجھے یہ خیال رہا، کہ میں اس کام میں مبتلا ہوں گا حتیٰ کہ میں اس آزمائش میں داخل ہوا اور مجھے یہ بوجہ اٹھانا پڑا۔

اسلامی خلافت مدینہ طیبہ میں ہوگی اور اسلام کی امارت و حکمرانی ملک شام میں قائم ہوگی۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی تورات میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگی، اور آپ کی ہجرت و سکونت مدینہ طیبہ میں ہوگی، آپ کے دین کی حکمرانی ملک شام میں ہوگی۔

۲۲۶۔ عن سعید بن عمرو بن عید بن العاص ان معاویة رضی اللہ عنہ اخذ الادواء بعد ابی ہریرة رضی اللہ عنہ تبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واشتکنی ابو ہریرة رضی اللہ عنہ، فبینا ہو یوضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع رأسه الیہ مرۃ، او مرتین، وهو يتوضاء، فقال یا معاویة "ان ولیت امرافاتق اللہ او عدل" قال فما زلت اظن انی مبتلی بعمل لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ابتلیت۔ "رواہ احمد وهو مرسل ورجاله رجال الصحیح۔ ورواہ ابو یعلی عن سعید عن معاویة فوصله ورجاله رجال الصحیح" (۲)

۲۲۷۔ عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلافة بالمدينة والملك بالشام (۳)

۲۲۸۔ عن کعب (الاحبار یحکی عن التوراة، قال نجد مکتوبا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مولده بمكة و هجرته بطیبة و ملکہ بالشام (۴)

۱۔ الصواعق المحرقة، (ابن حجر کی)، ص ۱۳۰

۲۔ مجمع الزوائد (بیہقی)، ص ۳۵۵، ج ۹

۳۔ دلائل النبوة (بیہقی)، ص ۴۳۶، ج ۶

۴۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، ص ۱۲۳، ج ۸

۵۔ الناہیہ عن طعن معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۳۳

۶۔ مشکوٰۃ، ص ۵۸۳

۷۔ ایضاً، ص ۱۸۶، ج ۵

۸۔ مسند احمد، ج ۱۰، ص ۴

۹۔ تاریخ دمشق، (ابن عساکر)، ص ۶۹۸، ج ۱۶

۱۰۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۳۲۳

۱۱۔ تطہیر الجنان (ابن حجر کی)، ص ۱۵

۱۲۔ مشکوٰۃ، ص ۵۱۳

مشہور شارح حدیث ملا علی قاری نے روایت ہذا کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ملکہ ای بعد انتهاء مدته وایام خلافته بالشام كما كان لمعاوية رضی اللہ عنہ ومن بعده لبنی امیة علی ذلك النظام۔ (۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام خلافت کی انتہا ملک شام میں ہوگی، جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد خلفائے بنو امیہ کے دور میں ہوا۔

۲۲۹۔ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت و حکومت کے متعلق ایک پیش گوئی منقول ہے:

قال کعب الاحبار لن یملك احد هذه الامة ما ملک معاوية (۲)

جس طرح حکومت و امارت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملے گی، اس طرح کسی کو نہیں ملے گی۔

یہ کعب کی پیش گوئی ہے، اس لئے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ خلافت معاویہ سے قبل ہی وفات پا گئے تھے۔

۲۳۰۔ حضرت شریح بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ ایک بار کسی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اہل شام کا تذکرہ قبیح الفاظ میں کیا، اور

ساتھ ہی کہا گیا: اے امیر المومنین! اہل شام پر لعنت کیجئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: اہل شام پر لعنت کرنا ہرگز جائز نہیں، کیونکہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملک شام میں چالیس (۴۰) ابدال

ہوتے ہیں، جب ان میں سے کوئی ابدال فوت ہو جاتا ہے، تو اللہ

تعالیٰ جل جلالہ اس کی جگہ دوسرے شخص کو متعین فرمادیتے ہیں، اور یہ

ایسے بابرکت لوگ ہیں، کہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ

بارش برساتے ہیں، دشمنوں پر ان کے ذریعے سے غلبہ ہوتا ہے، اور

ان کے ذریعے سے اہل شام سے عذاب دور کر دیا جاتا ہے۔

اے اللہ جل جلالہ! ہمارے ملک شام میں برکت عطا فرما، اور

ہمارے علاقہ یمن میں برکت دے۔

عن شریح بن عبید قال ذکر اهل الشام عند علی وقیل

العنهم یا امیر المومنین! قال: ل، انی سمعت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الا ببدال یكونون بالشام، وهم اربعون رجلا

، کلما مات رجل ابدل الله مکانه رجل، ایسقی بهم الغیث،

وینتصر بهم علی الاعداء ویصرف عن اهل الشام بهم

العذاب (۳)

(۲۳۱) اللهم بارک لنا فی شامنا۔ اللهم بارک لنا فی یمننا (۴)

۲۳۲۔ حضرت سیدنا اسحاق سعد بن ابی وقاص مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۵۵ھ) فرماتے تھے:

”ماریت احد ابعد عثمان اقضی بحق من صاحب هذا الباب“ میں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی شخص حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ سے بہتر حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والا نہیں دیکھا۔“

یعنی معاویہ۔ (۵)

۱۔ الصواعق المحرقة لابن حجر المکی، ص ۲۰۰

۲۔ مرقات شرح مشکوٰۃ (ملا علی قاری)، ص ۶۶، ج ۱۱

۳۔ مشکوٰۃ، ص ۵۸۲

۴۔ مشکوٰۃ، ص ۵۸۲-۵۸۳

۵۔ ii- تاریخ اسلام للذہبی، ج ۴، ص ۳۱۳۔ iii- البدایة والنہایة، ج ۸، ص ۱۳۲

۱-۵۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۵۹، ص ۱۶۱

۲۳۳۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۸ھ) فرماتے تھے:

”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کچھ نہ کہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی دعدہ فانہ قد صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱)

ہیں۔“

۲۳۴۔ آپ رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے تھے:

انہ فقیہ۔ (۲)

بیشک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں۔

۲۳۵۔ امام المسلمین امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی مطہبی مکی (متوفی ۲۰۴ھ) نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمان بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے اپنے غلام سے فرمایا:

اصاب ای بنی لیس احد منا اعلم من معاویة۔ (۳)

”اے میرے بیٹے! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو کیا درست کیا، ان سے زیادہ علم والا ہم میں کوئی نہیں۔“

۲۳۶۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے:

ما رایت رجلا کان اخلاقاً للملک من معاویة۔ (۴)

”میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حکومت کے لیے موزوں کسی کو نہیں دیکھا۔“

۲۳۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

”میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا سردار کوئی نہیں دیکھا۔“

ما رایت احدا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسود من معاویة۔ (۵)

۲۳۸۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کان معاویة احلم الناس۔ (۶)

”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم و بردبار تھے۔“

۲۳۹۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عابد و زاہد صحابی جن کے بارے میں امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: کاش! میرے پاس ان جیسے لوگ ہوتے جن سے میں مسلمانوں کے مسائل میں مدد لیتا۔ (۷)

۱۔ السنن الکبریٰ: ۴۷۹۷	۲۔ ایضاً، رقم ۳۷۶۵	۱۔ سنن الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۳۰
۳۔ i- مسند الشافعی، ص ۸۶	ii- تفسیر الامام الشافعی، ج ۳، ص ۱۳۰۸	ii- مجمع الکبیر، ج ۱۲، ص ۳۸۷، رقم ۱۳۳۳۲
۴۔ التاريخ الکبیر: ۱۳۰۵	i- الآحاد والشانی، ج ۱، ص ۳۷۹، رقم ۵۱۶	i- مجمع الکبیر، ج ۱۷، ص ۵۱
۶۔ السنن، ج ۲، ص ۴۳۳، رقم ۶۸۱	-	-

۲۴۰۔ اسمع یا زہری من مات محبا لابی بکر و عمر و عثمان و علی و شہد للعشرة بالجنة وترحم علی معاویة، کان حقیقا علی اللہ ان لا یناقشه الحساب (۱)

اے زہری! سنو! جو شخص سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کی محبت رحمت کی دعا کرے تو میں میرے عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کی گواہی دے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کرے تو اللہ پر حق ہے کہ اس کے حساب میں سختی نہ فرمائے۔

۲۴۱۔ حضرت ابوسعید حسن بن ابوالحسن یسار (بصری تابعی) (متوفی ۱۱۰ھ) سے کہا:

یا ابا سعید! ان ہننا ناسا یشہدون علی معاویة انه من اهل النار۔ (۲)

اے ابوسعید یہاں کچھ لوگ ہیں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہنمی کہتے ہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

لعنہم اللہ وما یدریہم من فی النار۔ (۳)

ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو انھیں کیا خبر جہنم میں کون ہے۔

۲۴۲۔ اکابر محدثین مجتہدین اور فقہاء کے استاذ، امام ابو محمد سلیمان بن مہران (اعمش) اسدی کوفی تابعی (متوفی ۱۴۷ یا ۱۴۸ھ) کے سامنے ایک دفعہ لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اور آپ کے عدل و انصاف کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

فکیف لو ادرکتہم معاویة، یا ابا محمد یعنی فی حلمہ؟ لا واللہ الا بل فی عدلہ۔ (۴)

(تم حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عدل کی بات کرتے ہو) اگر تم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو تمہارا کیا حال ہوتا۔ (چوں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا حلم و بردباری لوگوں میں بہت مشہور تھا اس لیے) انھوں نے پوچھا: ”اے ابو محمد کیا آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم کی بات کر رہے ہیں؟“ آپ نے فرمایا: ”نہیں، اللہ کی قسم بلکہ آپ کے عدل و انصاف کی بات کر رہا ہوں۔“ (یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا حلم ہی نہیں، عدل و انصاف بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہے۔)

۲۴۳۔ شیخ شہاب الدین خفاجی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فنال الخلافة“ ای صار خلیفة و سلطانا مالکا للبلاد بدعائہ صلی اللہ علیہ وسلم و هو اشارة الی حدیث (۵)

و صار خلیفة حقیقة بعد ما کان الحق مع علی صلی اللہ علیہ وسلم لا متغلبا کما اشار الیہ المصنف بقولہ نال الخلافة (۶)

- | | | | |
|----|---|----|----------------------------------|
| ۱۔ | ۱۔ تاریخ دمشق، ج ۵۹، ص ۲۰۷ | ۲۔ | البدایة والنہایة، ج ۸، ص ۱۴۸ |
| ۳۔ | الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، ص ۶۷۹، رقم ۱۳۴۸ | | |
| ۴۔ | ۱۔ السنن، ذکر ابی عبدالرحمن معاویة، ج ۲، ص ۴۳۷، رقم ۶۶۷ | ۵۔ | اللمتشی من منہاج الاعتدال، ص ۳۸۸ |
| ۵۔ | نسیم الریاض (خفاجی)، ص ۱۲۶-۱۲۷، ج ۳ | ۶۔ | ایضاً |

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خصوصی طور پر علمائے کبار نے ایک دیگر چیز یہ بھی ذکر کی ہے، کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو تریسٹھ احادیث حاصل کر کے امت مسلمہ کو پہنچائی ہیں۔ چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں:

روى له عن رسول الله ﷺ مائة حدیث وثلاثه وستون حدیثا (۱)

حاصل یہ ہے کہ عہد نبوت میں اسلام لانے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ان علمی و دینی خدمات کا سرانجام دینا اور وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک ان پر مامور رہنا، یہ ایسی چیزیں ہیں، جن کا کوئی صاحب انصاف اہل علم انکار نہیں کر سکتا۔ اس پر دو راول کے مذکورہ حالات شاید عادل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہاں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دینی مقام کی رفعت واضح طور پر ثابت ہے۔ ہم نے اختصار کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دو صد چوالیس احادیث مبارکہ، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور اس کے علاوہ علماء سلف و خلف کے اقوال ذکر کئے ہیں، اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس سعی کو قبول فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم الامین۔

كتاب الطهارة

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الشيخ الامام العالم الرباني الرحلة الحافظ الحجة الصمداني ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب بن علي بن

بحر النسائي رحمة الله تعالى

شيخ امام، عالم رباني، مقتدا، حافظ، حجة الله، ابو عبد الرحمن، احمد بن شعيب بن علي بن بحر نسائي رحمته الله نے فرمایا:

۱۔ کتاب الطہارۃ

پاک کی کا بیان

امام نسائی رحمته الله نے کتاب کی ابتدا پاک کی حاصل کرنے کے بیان سے فرمائی ہے، کیونکہ ایک مسلمان کے لئے نماز سب سے مقدم ہے، اور نماز کے لئے طہارت شرط ہے، اس لئے سب سے پہلے امام نسائی رحمته الله نے اس کو بیان کیا ہے۔

۱۔ طہارت کے لغوی معنی کا بیان:

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

طہر اور طہارت کا معنی ہے نجاست کی ضد (پاک ہونا)، عورت کے طہر کے ایام کو اطہار کہتے ہیں، اور طہر حیض کی نفیض ہے، طاہر کا حقیقی معنی ہے: جو شخص نجاست سے آلودہ نہ ہو، اور طاہر کا مجازی استعمال اس شخص کے لیے ہوتا ہے، جو عیوب سے بری ہو۔ (۱)

۲۔ طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات:

طہارت کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ طہارت جسمانیہ ۲۔ طہارت نفسانیہ

طہارت کے ان دونوں معنوں میں قرآن مجید کی آیات ہیں:

۱۔ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا (۲)

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح پاکیزگی (غسل) حاصل کرو۔

یہ آیت جسمانی طہارت کے متعلق ہے، یعنی پانی یا اس کے قائم مقام چیز کو استعمال کرو۔

۲۔ وَلَا تَقْرَبُوا مَنْ حَتَّى يَطْهَرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ۔ (۳)

حیض کی حالت میں عورتوں سے عمل تزویج نہ کرو۔ حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں اور جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں، (غسل کر لیں) تو اس محل میں ان سے عمل زوجیت کرو، جس محل میں عمل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

ان دونوں لفظوں سے مراد یہ ہے کہ جب تک عورتیں حیض سے پاک ہو کر غسل یا تیمم نہ کر لیں ان سے مقاربت نہ کرو۔

۳۔ فِيهِ رَجَالٌ يُجِبُونَ أَنْ يَتَّهَرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ (۴)

اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۱۔ زبیدی، محمد مرتضیٰ، حسینی واسطی، تاج العروس شرح القاموس، ج ۳، ص ۳۶۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

توہ ۱۰۸:۹

۲۔

بقرہ ۲۲۲:۴

۳۔

مائدہ ۶:۵

۴۔

اس آیت میں طہارت کا معنی ہے: پانی سے استنجا کرنا، یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ جب وضو توڑتے تو پتھر سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ ﷻ نے ان کی فضیلت میں یہ آیت نازل فرمائی۔

۳۔ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (۱) اور ان کے لئے جنت میں بھی بہت پاک بیویاں ہوں گی۔

یعنی جنتی مسلمانوں کی ازواج حیض اور بول و براز سے پاک ہوں گی۔ امام ابو اسحاق نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ جنتی عورتیں کھانے پینے کے بعد ان چیزوں کی محتاج نہیں ہوں گی، جن کی محتاج دنیا کی عورتیں ہوتی ہیں، ان کو حیض آئے گا اور نہ ان کو اس سے طہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی، اس کے علاوہ ان کو اخلاق اور عفت کی طہارت حاصل ہوگی، اور وہ تمام انواع طہارت کی جامع ہوں گی، مطہرۃ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۵۔ اَنْ طَهَّرَا بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ (۲) اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔

امام ابو اسحاق نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میرے بیت کو بتوں سے پاک کرو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے دل کی تطہیر پر براہیختہ کرنا مراد ہے، تاکہ دل میں سکینہ کا نزول ہو جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

۶۔ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ (۳) وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان کو نازل کیا۔

ازہری نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے میرے بیت کو افعالِ محرمہ سے اور معاصی سے پاک کرو، اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

۷۔ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (۴) اللہ تعالیٰ ﷻ کے پاس سے ایک عظیم رسول ان پر پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرے۔

یعنی وہ صحیفے میل کچیل اور باطل سے پاک ہیں۔

۸۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (۵) بے شک اللہ تعالیٰ ﷻ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اور بہت پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں، جو اپنے نفس کو معاصی کی آلودگی سے پاک رکھتے ہیں۔

۹۔ اِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَا يَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۶) اس کو صرف پاکیزہ لوگ چھوتے ہیں۔

اس آیت میں بھی طہارت سے نفس کی طہارت مراد ہے، یعنی قرآن مجید کے حقائق کی معرفت اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو اپنے نفس کو فساد، جہالت اور احکام شرعیہ کی مخالفت کے میل سے پاک رکھے۔ علامہ سعیدی کے نزدیک ظاہر یہ ہے: کہ اس آیت سے بدن کی طہارت مراد ہے، یعنی جب تک کوئی شخص با وضو نہ ہو وہ قرآن مجید کو نہیں چھوس سکتا۔

۱۰۔ اَوْ لَيْسَكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُطَهِّرْ قُلُوْبَهُمْ (۷) یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ ﷻ نے پاک کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا

فتح ۴:۲۸

۳

بقرہ ۱۲۵:۲

۲

بقرہ ۲۵:۲

۱

واقعه ۷۷:۲۹:۵۶

۶

بقرہ ۲۲۲:۲

۵

بینہ ۲:۹۸

۴

مائدہ ۲۱:۵

۷

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے نفوس کو پاکیزہ کرنے اور ان کے دلوں میں ہدایت جاری کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔
 ۱۱۔ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ
 إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ۝ (۱)

اور قوم لوط کا صرف یہی جواب تھا، کہ انہوں نے کہا: کہ ان لوگوں کو
 اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے پارسا بنتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے فرمایا:

۱۲۔ قَالَ يَا قَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ (۲)

حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! یہ میری (امت کی) بیٹیاں ہیں، (تم ان سے نکاح کر لو) یہ تمہارے لئے بہت پاکیزہ (حلال) ہیں۔

یعنی میری قوم کی بیٹیاں تمہارے لئے حلال ہیں، تو انہوں نے کہا ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ پاکیزگی کے دعویدار ہیں، مؤخر الذکر دونوں آیتوں میں طہارت سے طہارت نفس مراد ہے۔

۱۳۔ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ (۳)

(اس نصیحت کو قبول کرنا) تمہارے لئے بہت صاف ستھرا اور بہت پاکیزہ عمل ہے۔

مطلقہ عورتوں کے اولیاء کو حکم دیا گیا کہ عدت پوری ہونے کے بعد ان عورتوں کو نکاح کرنے سے منع نہ کرو، اس نصیحت پر عمل کرنا تمہارے نفسوں کے لئے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کا باعث ہے۔ سو اس آیت میں بھی طہارت سے مراد نفس کی طہارت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں طہارت کا اطلاق طہارت نفس اور طہارت بدن دونوں پر کیا گیا ہے۔

۳۔ طہارت کے متعلق احادیث اور آثار:

۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ (۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 جس شخص کا وضوء ٹوٹ جائے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی، جب تک کہ وہ وضوء نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

کہ میری امت کو قیامت کے دن غرا مجبل (جس کا منہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا، اس کا سبب وضوء کے آثار ہیں، سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہو (وہ اعضاء وضوء کو مقررہ حد سے زیادہ دھو کر) اپنی سفیدی کو زیادہ کرے۔

۲۔ عَنْ نَعِيمِ الْمُجْمِرِ، قَالَ: رَقِيتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ، فَتَوَضَّأَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًا مُّجْجَلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ (۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ مسلم (یا مؤمن) وضو کرتا ہے تو جب چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے، جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا، اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا، حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (فوراً) جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جواب میں تاخیر کا) عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں بغیر پاکیزگی (طہارت) کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا پسند کرتا ہوں۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اتار لیتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار نہ دھولے، وضو کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے، کیونکہ تم میں سے کسی شخص کو یہ پتا نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (شریعت پر) مستقیم رہو اور تم ہرگز اس کا استیعاب اور احاطہ نہ کر سکو گے اور جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے، اور وضو کی حفاظت صرف مومن کرتا ہے۔

۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، أَوْ الْمُؤْمِنُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، أَوْ نَحْوِ هَذَا وَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ (۱)

۴۔ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قَنْفِذٍ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى تَوَضَّأَ، ثُمَّ اعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ: "إِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَذْكَرَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا عَلَى طَهْرٍ أَوْ قَالَ: عَلَى طَهَارَةٍ (۲)

۵۔ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ (۳)

۶۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ، فَلَا يَغْمِسُ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيَّنَ بَاتَتْ يَدُهُ (۴)

۷۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طَهْوَرٍ، وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ (۵)

۸۔ عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَقِيمُوا، وَلَكِنْ تَحْصُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةَ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ (۶)

۳۔ ابوداؤد: ۱۹

۲۔ ابوداؤد: ۱۷

۱۔ ترمذی: ۲

۶۔ ابن ماجہ: ۲۷۷

۵۔ ابن ماجہ: ۲۷۳

۳۔ نسائی: ۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جائے اور اس کا مسجد میں جانا صرف نماز کے لیے ہو تو اس کے ہر قدم سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور ہر عضو کو تین بار دھویا اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پیر میں کچھ خشک جگہ دیکھی جس کو اس نے نہیں دھویا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خشک ایریوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وضو کا کیا طریقہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو وضو کرے اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھوئے، تو تمہارے پوروں اور ناخنوں سے تمام گناہ نکل جائیں گے، اور جب تم نے کلی کی، اپنے نتھنوں میں پانی ڈالا، اپنے چہرہ کو دھویا، اپنی کلائیوں کو اپنی کہنیوں تک دھویا اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھویا، تو تم اپنے تمام گناہوں سے دھل جاؤ گے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور اونٹوں کی چراگاہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، تو میں ایک دن بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ فرامین مجھ سے سبقت لے گئے تھے، تو میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گیا، اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر اس نے کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے تو وہ اس دن کی طرح

۹۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ، فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَنْحُطْ خَطْوَةً، إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ عَزًّا وَجَلًّا بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ (۱)

۱۰۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ هَكَذَا (۲)

۱۱۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَدَمِ رَجُلٍ لَمْعَةً لَمْ يَغْسِلْهَا فَقَالَ: وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ (۳)

۱۲۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ الْوُضُوءُ؟ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَعَسَلْتَ يَدَيْكَ ثَلَاثًا خَرَجَتْ خَطَايَاكَ مِنْ بَيْنِ أَظْفَارِكَ وَأَنَا مِلِّكَ، فَإِذَا مَضَمْتِ وَأَسْتَنْشَقْتَ فِي مَنْخَرَيْكَ وَغَسَلْتَ وَجْهَكَ وَذِرَاعَيْكَ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَغَسَلْتَ رِجْلَيْكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ اغْتَسَلْتَ مِنْ عَامَّةِ خَطَايَاكَ (۴)

۱۳۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِ الْجُهَنِيِّ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرَةٍ، وَنَحْنُ نَتَنَاوَبُ رِعْيَةَ الْبَابِلِ، فَجِئْتُ ذَاتَ يَوْمٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْحُطُّ وَقَدْ سَبَقَنِي بَعْضُ قَوْلِهِ فَجَلَسْتُ إِلَى جَنْبِ عَمْرِو بْنِ الْخَطَّابِ، فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيُ فَصَلَّى صَلَاةً، يَعْلَمُ مَا يَقُولُ فِيهَا حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ كَانَ كَهَيئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ فَقَالَ: قُلْتُ: بَخٍ بَخٍ، فَقَالَ عَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ: قَدْ قَالَ

(گناہوں سے صاف) ہو جائے گا، جس دن وہ اپنی ماں کے لپٹن سے پیدا ہوا تھا، تو آپ فرماتے ہیں میں نے کہا واہ، واہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے زیادہ عمدہ یہ روایت ہے: کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے، پھر اس نے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد عبده ورسوله پڑھا، تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے، وہ جس دروازے سے چاہے گا، جنت میں داخل ہو جائے گا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کہا: اشہد ان لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ و اشہد ان محمد عبده ورسوله، اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے، وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

امام ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رات کا کون سا حصہ افضل ہے؟ فرمایا: آدھی رات کے بعد والا حصہ، اور فرمایا: نماز فجر تک پڑھی جانے والی نماز مقبول ہوگی، پھر سورج طلوع ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے۔ پھر نماز عصر تک پڑھی جانے والی نماز مقبول ہوگی، پھر عصر کے بعد سے مغرب تک کوئی نماز نہیں ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رات کی نماز کیسی ہونی چاہئے؟ فرمایا: دو، دو کر کے، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کی: اور دن کی نماز کیسی ہونی چاہئے؟ فرمایا: چار، چار۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا، اللہ تعالیٰ حججہ اس کے لیے ایک قیراط (کا اجر) لکھ دے گا، اور قیراط احد جتنا ہے، اور بے شک بندہ وضو کرتا ہے، تو اپنے

آئناً أجود من هذا قال: "من تَوَضَّأَ فَاسْبَغَ الوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى صَلَاةً يَعْلَمُ مَا يَقُولُ فِيهَا حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَتَحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ مِنَ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ" (۱)

۱۳۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَابِينَ، وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ، فَتَحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ مِنَ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ" (۲)

۱۵۔ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ اللَّيْلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرُ قَالَ: ثُمَّ الصَّلَاةُ مَقْبُولَةٌ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ لَا صَلَاةَ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ، ثُمَّ الصَّلَاةُ مَقْبُولَةٌ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ لَا صَلَاةَ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ قَالَ: مَثْنَى مَثْنَى قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ صَلَاةُ النَّهَارِ؟ قَالَ: أَرْبَعًا أَرْبَعًا قَالَ: وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً كَتَبَ اللَّهُ لَهُ قِيرَاطًا، وَالْقِيرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ، وَأَنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ يَتَوَضَّأُ فَعَسَلَ كَفِّيهِ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ كَفِّيهِ، ثُمَّ إِذَا مَضَمَضَ وَاسْتَنْشَقَ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ خِيَاشِيمِهِ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ وَجْهِهِ وَسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ ذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ إِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ رَأْسِهِ، ثُمَّ إِذَا

ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کے گناہ اس کی ہتھیلیوں سے نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی ڈالتا ہے، تو اس کے گناہ اس کے ناک کے بانسہ سے نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے چہرہ کو دھوتا ہے تو اس کے گناہ اس کے چہرہ، کان اور آنکھ سے نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے بازو دھوتا ہے تو اس کے گناہ اس کے بازوؤں سے نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے گناہ نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے گناہ دھل جاتے ہیں پھر جب وہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسا کہ آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہو۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ ﷻ گناہ مٹا دے اور نیکیوں کو زیادہ کر دے؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نماز کے وقت مکمل وضو کرنا اور زیادہ قدم چل کر مساجد میں جانا۔

حضرت یزید بن بشر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی: کہ آپ وضو کریں، اگر آپ نے وضو نہ کیا اور آپ کو کوئی مصیبت پہنچ گئی، تو صرف اپنے نفس کو ملامت کریں۔

حضرت سلمان کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیئے جاتے ہیں، پھر اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح کھجور کی شاخیں جھڑتی ہیں۔

غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ ذُنُوبُهُ مِنْ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (۱)

۱۶- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ يَكْفُرُ اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيُزِيدُ بِهِ فِي الْحَسَنَاتِ، قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عِنْدَ الْمَسَاجِدِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَى إِلَى هَذِهِ الْمَسَاجِدِ (۲)

۱۷- عَنْ يَزِيدَ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ أَوْحَى إِلَيَّ مُوسَى أَنْ تَوَضَّأَ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَأَصَابَتْكَ مُصِيبَةٌ، فَلَا تَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَكَ (۳)

۱۸- عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ وَضَعَتْ خَطَايَاهُ عَلَى رَأْسِهِ فَتَحَاتَّتْ كَمَا يَتَحَاتُّ عِدْقُ النَّخْلَةِ (۴)

مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴

-۲

مصنف عبدالرزاق: ۱۵۳

-۱

ایضاً: ۵۰

-۳

ایضاً: ۴۷

-۳

۱۹- عَنْ أَبِي عُمَانَ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ، فَأَخَذَ غُصْنَا مِنْ شَجَرَةٍ يَابِسَةٍ فَحَتَّهُ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ تَحَاتَّتْ خَطَايَاهُ كَمَا يَتَحَاتُّ الْوَرِقُ (۱)

حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ لی اور اس کے پتے جھاڑے، پھر بیان کیا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں، جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس شخص نے با وضو ہونے کے باوجود وضو کیا، اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ بیت الخلاء گئے پھر واپس آئے۔ پھر آپ کے پاس کھانا لایا گیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ وضو نہیں کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جب نماز پڑھتا ہوں تو وضو کرتا ہوں۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طہارت نصف ایمان ہے۔

حضرت عبداللہ بن بشر المازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ناخن تراشو، ناخنوں کے تراشے دفن کر دو، انگلیوں کے جوڑ صاف کرو، سوڑھوں سے طعام کے ذرات صاف کرو، دانت صاف کرو اور میرے پاس گندہ اور بدبودار منہ لے کر نہ آؤ، یا پیلے دانتوں کے ساتھ نہ آؤ۔

۲۰- عَنِ ابْنِ عُمَرَ، يَقُولُ: مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى طَهْرٍ كُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ (۲)

۲۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى الْخَلَاءَ، ثُمَّ إِنَّهُ رَجَعَ فَأَتَى بِطَعَامٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا تَتَوَضَّأُ فَقَالَ: "لَمْ أُصَلِّ فَأَتَوَضَّأُ" (۳)

۲۲- عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ (۴)

۲۳- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَشْرِ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصُوا أَظْفِيرَكُمْ وَادْفِنُوا قِلَامَاتِكُمْ وَنَقُوا بِرَأْسِكُمْ وَنَظِّفُوا لثَاتِكُمْ مِنَ الطَّعَامِ وَتَسَنَّنُوا وَلَا تَدْخُلُوا عَلَيَّ قَحْرًا بَخْرًا (۵)

۳- طہارت کے مراتب اور درجات:

امام غزالی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

طہارت کے چار مراتب ہیں:

پہلا مرتبہ: ظاہر بدن کو ظاہری نجاست اور باطنی نجاست (جنسی ہونا یا بے وضو ہونا) سے پاک کرنا، یہ عام مسلمانوں کی طہارت ہے۔

دوسرا مرتبہ: ظاہری اعضاء کو جرائم اور معاصی (مثلاً شراب نوشی، زنا کاری، چوری اور ڈاکہ وغیرہ) سے پاک کرنا، یہ خاص مسلمانوں کی طہارت ہے۔

تیسرا مرتبہ: دل کو اخلاق مذمومہ (مثلاً بخل، تکبر، ریا کاری، تصنع، ناشکری، اترانے، کینہ اور بغض وغیرہ) اور خصائل رذیلہ مبغوضہ (مثلاً گناہوں سے

محبت) سے پاک کرنا، یہ عباد صالحین میں سے خاص مومنین کی طہارت ہے۔

۱- ایضاً: ۵۲

۲- ایضاً: ۵۳

۳- ایضاً: ۵۳

۴- ایضاً: ۵۳

۵- ایضاً: ۵۳

سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۹

نوادرا اصول فی معرفۃ احادیث الرسول، ج ۱، ص ۱۸۵

مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷

مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷

چوتھا مرتبہ: باطن قلب کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا، بایں طور کہ دل میں غیر اللہ کا خیال تک نہ آئے، یہ انبیاء صلوات اللہ علیہم اور صدیقین کی طہارت ہے۔
 طہارت کا پہلا مرتبہ نیک مسلمانوں کا ہے اور یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے، دوسرا مرتبہ مومنین صالحین کا ہے، یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے،
 طہارت کا تیسرا مرتبہ شہداء کا درجہ ہے اور طہارت کا چوتھا مرتبہ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کا درجہ ہے۔ اور ہر مرتبہ کی طہارت اس درجہ کا نصف عمل
 ہے، کیونکہ باطن قلب کی طہارت سے مقصود یہ ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ ﷻ کی ذات اور اس کی عظمت اور کبریائی منکشف ہو جائے اور اس
 کے قلب کے باطن میں اللہ تعالیٰ ﷻ کی معرفت اس وقت تک حلول نہیں کر سکتی، جب تک کہ وہ ماسوی اللہ سے گذر نہ جائے، اسی لیے اللہ
 تعالیٰ ﷻ نے فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُونَ (۱)

آپ کہیے اللہ تعالیٰ ﷻ (نے ہی کتاب کو نازل کیا ہے) پھر ان کو ان
 کی سرکشی میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیجئے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کا غیر دونوں ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ ﷻ نے ایک آدمی کے لیے اس کے سینہ میں دو دل نہیں
 بنائے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهِ (۲)

اور دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ جاگزیں کرے، اور جب تک وہ
 اپنے دل کو عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک نہ کرے، اس کے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ کا حلول نہیں ہو سکتا۔ تو جب تک انسان
 اپنے قلب کو عقائد فاسدہ سے پاک نہ کرے، اس کے دل میں عقائد صحیحہ کا حصول نہیں ہو سکتا، اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: طہارت نصف ایمان
 ہے، اسی طرح جب تک ظاہری اعضاء کو معاصی اور جرائم سے پاک نہیں کرے گا، اس کے اعضاء عبادات سے متصف نہیں ہوں گے، اسی لیے
 ظاہری اعضاء کو معاصی سے پاک کرنا بھی نصف ایمان ہے، سو یہ ایمان کے مراتب اور مقامات ہیں اور ہر مرتبہ کے متعدد درجات ہیں، اور جب
 تک انسان نچلے درجہ کو حاصل نہ کر لے، اس سے اوپر والے درجہ میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک نہ کر لے دل کی
 پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا، اور جب تک دل کی پاکیزگی حاصل نہ کرے باطن قلب کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا۔ (۳) (۴)

۱- انعام ۶: ۹۱

۲- اجزاب ۳۳: ۴

۳- غزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۱۶۰-۱۶۱، دار الکتاب العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

۴- سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۸۳۹-۸۵۸، فرید بک سٹال، لاہور، ط ۱، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

۱۔ باب تاویل قولہ عَزَّوَجَلَّ إِذَا قُمْتُمْ
إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ
وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ

اللہ تعالیٰ کے فرمان ”جب تمہارا نماز کے لئے
کھڑے ہونے کا ارادہ ہو تو وضو کے لئے اپنے
چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو“ کی تفسیر

امام نسائی نے کتاب کے پہلے باب کا عنوان قرآن مجید فرقان حمید کی آیات مبارکہ کو بنایا ہے، تاکہ یہ واضح ہو کہ ایک مسلمان کے لیے
ہدایت و رہنمائی کا اولین سرچشمہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی کتاب ہے اور دوسری یہ بات کہ قرآن مجید کی بہترین تفسیر احادیث مبارکہ ہیں، پھر طہارت میں
چونکہ ہاتھ آلہ طہارت ہیں، اس لئے سب سے پہلے ہاتھوں کو پاک کرنے کے بارے میں باب قائم فرمایا ہے۔

۱۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الزُّهْرِيِّ
عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْسِ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ
حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا، فَإِنْ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيَّنَ بَكَتْ يَدُهُ
۱۔ اطراف:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم
میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو، تو اس وقت تک وضو کے (والے برتن)
میں ہاتھ نہ ڈالے، جب تک اپنے ہاتھ کو تین مرتبہ دھونہ لے۔ کیونکہ تم میں
سے کسی کو معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔

مسلم: ۲۷۸، احمد: ۶۷۰۳، ۶۷۰۴، ۶۷۰۵، ۶۷۰۶، ۶۷۰۷، ۶۷۰۸، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۷۱۲، ۶۷۱۳، ۶۷۱۴، ۶۷۱۵، ۶۷۱۶، ۶۷۱۷، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۰، ۶۷۲۱، ۶۷۲۲، ۶۷۲۳، ۶۷۲۴، ۶۷۲۵، ۶۷۲۶، ۶۷۲۷، ۶۷۲۸، ۶۷۲۹، ۶۷۳۰، ۶۷۳۱، ۶۷۳۲، ۶۷۳۳، ۶۷۳۴، ۶۷۳۵، ۶۷۳۶، ۶۷۳۷، ۶۷۳۸، ۶۷۳۹، ۶۷۴۰، ۶۷۴۱، ۶۷۴۲، ۶۷۴۳، ۶۷۴۴، ۶۷۴۵، ۶۷۴۶، ۶۷۴۷، ۶۷۴۸، ۶۷۴۹، ۶۷۵۰، ۶۷۵۱، ۶۷۵۲، ۶۷۵۳، ۶۷۵۴، ۶۷۵۵، ۶۷۵۶، ۶۷۵۷، ۶۷۵۸، ۶۷۵۹، ۶۷۶۰، ۶۷۶۱، ۶۷۶۲، ۶۷۶۳، ۶۷۶۴، ۶۷۶۵، ۶۷۶۶، ۶۷۶۷، ۶۷۶۸، ۶۷۶۹، ۶۷۷۰، ۶۷۷۱، ۶۷۷۲، ۶۷۷۳، ۶۷۷۴، ۶۷۷۵، ۶۷۷۶، ۶۷۷۷، ۶۷۷۸، ۶۷۷۹، ۶۷۸۰، ۶۷۸۱، ۶۷۸۲، ۶۷۸۳، ۶۷۸۴، ۶۷۸۵، ۶۷۸۶، ۶۷۸۷، ۶۷۸۸، ۶۷۸۹، ۶۷۹۰، ۶۷۹۱، ۶۷۹۲، ۶۷۹۳، ۶۷۹۴، ۶۷۹۵، ۶۷۹۶، ۶۷۹۷، ۶۷۹۸، ۶۷۹۹، ۶۸۰۰، ۶۸۰۱، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۰۶، ۶۸۰۷، ۶۸۰۸، ۶۸۰۹، ۶۸۱۰، ۶۸۱۱، ۶۸۱۲، ۶۸۱۳، ۶۸۱۴، ۶۸۱۵، ۶۸۱۶، ۶۸۱۷، ۶۸۱۸، ۶۸۱۹، ۶۸۲۰، ۶۸۲۱، ۶۸۲۲، ۶۸۲۳، ۶۸۲۴، ۶۸۲۵، ۶۸۲۶، ۶۸۲۷، ۶۸۲۸، ۶۸۲۹، ۶۸۳۰، ۶۸۳۱، ۶۸۳۲، ۶۸۳۳، ۶۸۳۴، ۶۸۳۵، ۶۸۳۶، ۶۸۳۷، ۶۸۳۸، ۶۸۳۹، ۶۸۴۰، ۶۸۴۱، ۶۸۴۲، ۶۸۴۳، ۶۸۴۴، ۶۸۴۵، ۶۸۴۶، ۶۸۴۷، ۶۸۴۸، ۶۸۴۹، ۶۸۵۰، ۶۸۵۱، ۶۸۵۲، ۶۸۵۳، ۶۸۵۴، ۶۸۵۵، ۶۸۵۶، ۶۸۵۷، ۶۸۵۸، ۶۸۵۹، ۶۸۶۰، ۶۸۶۱، ۶۸۶۲، ۶۸۶۳، ۶۸۶۴، ۶۸۶۵، ۶۸۶۶، ۶۸۶۷، ۶۸۶۸، ۶۸۶۹، ۶۸۷۰، ۶۸۷۱، ۶۸۷۲، ۶۸۷۳، ۶۸۷۴، ۶۸۷۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۷، ۶۸۷۸، ۶۸۷۹، ۶۸۸۰، ۶۸۸۱، ۶۸۸۲، ۶۸۸۳، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵، ۶۸۸۶، ۶۸۸۷، ۶۸۸۸، ۶۸۸۹، ۶۸۹۰، ۶۸۹۱، ۶۸۹۲، ۶۸۹۳، ۶۸۹۴، ۶۸۹۵، ۶۸۹۶، ۶۸۹۷، ۶۸۹۸، ۶۸۹۹، ۶۹۰۰، ۶۹۰۱، ۶۹۰۲، ۶۹۰۳، ۶۹۰۴، ۶۹۰۵، ۶۹۰۶، ۶۹۰۷، ۶۹۰۸، ۶۹۰۹، ۶۹۱۰، ۶۹۱۱، ۶۹۱۲، ۶۹۱۳، ۶۹۱۴، ۶۹۱۵، ۶۹۱۶، ۶۹۱۷، ۶۹۱۸، ۶۹۱۹، ۶۹۲۰، ۶۹۲۱، ۶۹۲۲، ۶۹۲۳، ۶۹۲۴، ۶۹۲۵، ۶۹۲۶، ۶۹۲۷، ۶۹۲۸، ۶۹۲۹، ۶۹۳۰، ۶۹۳۱، ۶۹۳۲، ۶۹۳۳، ۶۹۳۴، ۶۹۳۵، ۶۹۳۶، ۶۹۳۷، ۶۹۳۸، ۶۹۳۹، ۶۹۴۰، ۶۹۴۱، ۶۹۴۲، ۶۹۴۳، ۶۹۴۴، ۶۹۴۵، ۶۹۴۶، ۶۹۴۷، ۶۹۴۸، ۶۹۴۹، ۶۹۵۰، ۶۹۵۱، ۶۹۵۲، ۶۹۵۳، ۶۹۵۴، ۶۹۵۵، ۶۹۵۶، ۶۹۵۷، ۶۹۵۸، ۶۹۵۹، ۶۹۶۰، ۶۹۶۱، ۶۹۶۲، ۶۹۶۳، ۶۹۶۴، ۶۹۶۵، ۶۹۶۶، ۶۹۶۷، ۶۹۶۸، ۶۹۶۹، ۶۹۷۰، ۶۹۷۱، ۶۹۷۲، ۶۹۷۳، ۶۹۷۴، ۶۹۷۵، ۶۹۷۶، ۶۹۷۷، ۶۹۷۸، ۶۹۷۹، ۶۹۸۰، ۶۹۸۱، ۶۹۸۲، ۶۹۸۳، ۶۹۸۴، ۶۹۸۵، ۶۹۸۶، ۶۹۸۷، ۶۹۸۸، ۶۹۸۹، ۶۹۹۰، ۶۹۹۱، ۶۹۹۲، ۶۹۹۳، ۶۹۹۴، ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، ۶۹۹۷، ۶۹۹۸، ۶۹۹۹، ۷۰۰۰، ۷۰۰۱، ۷۰۰۲، ۷۰۰۳، ۷۰۰۴، ۷۰۰۵، ۷۰۰۶، ۷۰۰۷، ۷۰۰۸، ۷۰۰۹، ۷۰۱۰، ۷۰۱۱، ۷۰۱۲، ۷۰۱۳، ۷۰۱۴، ۷۰۱۵، ۷۰۱۶، ۷۰۱۷، ۷۰۱۸، ۷۰۱۹، ۷۰۲۰، ۷۰۲۱، ۷۰۲۲، ۷۰۲۳، ۷۰۲۴، ۷۰۲۵، ۷۰۲۶، ۷۰۲۷، ۷۰۲۸، ۷۰۲۹، ۷۰۳۰، ۷۰۳۱، ۷۰۳۲، ۷۰۳۳، ۷۰۳۴، ۷۰۳۵، ۷۰۳۶، ۷۰۳۷، ۷۰۳۸، ۷۰۳۹، ۷۰۴۰، ۷۰۴۱، ۷۰۴۲، ۷۰۴۳، ۷۰۴۴، ۷۰۴۵، ۷۰۴۶، ۷۰۴۷، ۷۰۴۸، ۷۰۴۹، ۷۰۵۰، ۷۰۵۱، ۷۰۵۲، ۷۰۵۳، ۷۰۵۴، ۷۰۵۵، ۷۰۵۶، ۷۰۵۷، ۷۰۵۸، ۷۰۵۹، ۷۰۶۰، ۷۰۶۱، ۷۰۶۲، ۷۰۶۳، ۷۰۶۴، ۷۰۶۵، ۷۰۶۶، ۷۰۶۷، ۷۰۶۸، ۷۰۶۹، ۷۰۷۰، ۷۰۷۱، ۷۰۷۲، ۷۰۷۳، ۷۰۷۴، ۷۰۷۵، ۷۰۷۶، ۷۰۷۷، ۷۰۷۸، ۷۰۷۹، ۷۰۸۰، ۷۰۸۱، ۷۰۸۲، ۷۰۸۳، ۷۰۸۴، ۷۰۸۵، ۷۰۸۶، ۷۰۸۷، ۷۰۸۸، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۰۹۲، ۷۰۹۳، ۷۰۹۴، ۷۰۹۵، ۷۰۹۶، ۷۰۹۷، ۷۰۹۸، ۷۰۹۹، ۷۱۰۰، ۷۱۰۱، ۷۱۰۲، ۷۱۰۳، ۷۱۰۴، ۷۱۰۵، ۷۱۰۶، ۷۱۰۷، ۷۱۰۸، ۷۱۰۹، ۷۱۱۰، ۷۱۱۱، ۷۱۱۲، ۷۱۱۳، ۷۱۱۴، ۷۱۱۵، ۷۱۱۶، ۷۱۱۷، ۷۱۱۸، ۷۱۱۹، ۷۱۲۰، ۷۱۲۱، ۷۱۲۲، ۷۱۲۳، ۷۱۲۴، ۷۱۲۵، ۷۱۲۶، ۷۱۲۷، ۷۱۲۸، ۷۱۲۹، ۷۱۳۰، ۷۱۳۱، ۷۱۳۲، ۷۱۳۳، ۷۱۳۴، ۷۱۳۵، ۷۱۳۶، ۷۱۳۷، ۷۱۳۸، ۷۱۳۹، ۷۱۴۰، ۷۱۴۱، ۷۱۴۲، ۷۱۴۳، ۷۱۴۴، ۷۱۴۵، ۷۱۴۶، ۷۱۴۷، ۷۱۴۸، ۷۱۴۹، ۷۱۵۰، ۷۱۵۱، ۷۱۵۲، ۷۱۵۳، ۷۱۵۴، ۷۱۵۵، ۷۱۵۶، ۷۱۵۷، ۷۱۵۸، ۷۱۵۹، ۷۱۶۰، ۷۱۶۱، ۷۱۶۲، ۷۱۶۳، ۷۱۶۴، ۷۱۶۵، ۷۱۶۶، ۷۱۶۷، ۷۱۶۸، ۷۱۶۹، ۷۱۷۰، ۷۱۷۱، ۷۱۷۲، ۷۱۷۳، ۷۱۷۴، ۷۱۷۵، ۷۱۷۶، ۷۱۷۷، ۷۱۷۸، ۷۱۷۹، ۷۱۸۰، ۷۱۸۱، ۷۱۸۲، ۷۱۸۳، ۷۱۸۴، ۷۱۸۵، ۷۱۸۶، ۷۱۸۷، ۷۱۸۸، ۷۱۸۹، ۷۱۹۰، ۷۱۹۱، ۷۱۹۲، ۷۱۹۳، ۷۱۹۴، ۷۱۹۵، ۷۱۹۶، ۷۱۹۷، ۷۱۹۸، ۷۱۹۹، ۷۲۰۰، ۷۲۰۱، ۷۲۰۲، ۷۲۰۳، ۷۲۰۴، ۷۲۰۵، ۷۲۰۶، ۷۲۰۷، ۷۲۰۸، ۷۲۰۹، ۷۲۱۰، ۷۲۱۱، ۷۲۱۲، ۷۲۱۳، ۷۲۱۴، ۷۲۱۵، ۷۲۱۶، ۷۲۱۷، ۷۲۱۸، ۷۲۱۹، ۷۲۲۰، ۷۲۲۱، ۷۲۲۲، ۷۲۲۳، ۷۲۲۴، ۷۲۲۵، ۷۲۲۶، ۷۲۲۷، ۷۲۲۸، ۷۲۲۹، ۷۲۳۰، ۷۲۳۱، ۷۲۳۲، ۷۲۳۳، ۷۲۳۴، ۷۲۳۵، ۷۲۳۶، ۷۲۳۷، ۷۲۳۸، ۷۲۳۹، ۷۲۴۰، ۷۲۴۱، ۷۲۴۲، ۷۲۴۳، ۷۲۴۴، ۷۲۴۵، ۷۲۴۶، ۷۲۴۷، ۷۲۴۸، ۷۲۴۹، ۷۲۵۰، ۷۲۵۱، ۷۲۵۲، ۷۲۵۳، ۷۲۵۴، ۷۲۵۵، ۷۲۵۶، ۷۲۵۷، ۷۲۵۸، ۷۲۵۹، ۷۲۶۰، ۷۲۶۱، ۷۲۶۲، ۷۲۶۳، ۷۲۶۴، ۷۲۶۵، ۷۲۶۶، ۷۲۶۷، ۷۲۶۸، ۷۲۶۹، ۷۲۷۰، ۷۲۷۱، ۷۲۷۲، ۷۲۷۳، ۷۲۷۴، ۷۲۷۵، ۷۲۷۶، ۷۲۷۷، ۷۲۷۸، ۷۲۷۹، ۷۲۸۰، ۷۲۸۱، ۷۲۸۲، ۷۲۸۳، ۷۲۸۴، ۷۲۸۵، ۷۲۸۶، ۷۲۸۷، ۷۲۸۸، ۷۲۸۹، ۷۲۹۰، ۷۲۹۱، ۷۲۹۲، ۷۲۹۳، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵، ۷۲۹۶، ۷۲۹۷، ۷۲۹۸، ۷۲۹۹، ۷۳۰۰، ۷۳۰۱، ۷۳۰۲، ۷۳۰۳، ۷۳۰۴، ۷۳۰۵، ۷۳۰۶، ۷۳۰۷، ۷۳۰۸، ۷۳۰۹، ۷۳۱۰، ۷۳۱۱، ۷۳۱۲، ۷۳۱۳، ۷۳۱۴، ۷۳۱۵، ۷۳۱۶، ۷۳۱۷، ۷۳۱۸، ۷۳۱۹، ۷۳۲۰، ۷۳۲۱، ۷۳۲۲، ۷۳۲۳، ۷۳۲۴، ۷۳۲۵، ۷۳۲۶، ۷۳۲۷، ۷۳۲۸، ۷۳۲۹، ۷۳۳۰، ۷۳۳۱، ۷۳۳۲، ۷۳۳۳، ۷۳۳۴، ۷۳۳۵، ۷۳۳۶، ۷۳۳۷، ۷۳۳۸، ۷۳۳۹، ۷۳۴۰، ۷۳۴۱، ۷۳۴۲، ۷۳۴۳، ۷۳۴۴، ۷۳۴۵، ۷۳۴۶، ۷۳۴۷، ۷۳۴۸، ۷۳۴۹، ۷۳۵۰، ۷۳۵۱، ۷۳۵۲، ۷۳۵۳، ۷۳۵۴، ۷۳۵۵، ۷۳۵۶، ۷۳۵۷، ۷۳۵۸، ۷۳۵۹، ۷۳۶۰، ۷۳۶۱، ۷۳۶۲، ۷۳۶۳، ۷۳۶۴، ۷۳۶۵، ۷۳۶۶، ۷۳۶۷، ۷۳۶۸، ۷۳۶۹، ۷۳۷۰، ۷۳۷۱، ۷۳۷۲، ۷۳۷۳، ۷۳۷۴، ۷۳۷۵، ۷۳۷۶، ۷۳۷۷، ۷۳۷۸، ۷۳۷۹، ۷۳۸۰، ۷۳۸۱، ۷۳۸۲، ۷۳۸۳، ۷۳۸۴، ۷۳۸۵، ۷۳۸۶، ۷۳۸۷، ۷۳۸۸، ۷۳۸۹، ۷۳۹۰، ۷۳۹۱، ۷۳۹۲، ۷۳۹۳، ۷۳۹۴، ۷۳۹۵، ۷۳۹۶، ۷۳۹۷، ۷۳۹۸، ۷۳۹۹، ۷۴۰۰، ۷۴۰۱، ۷۴۰۲، ۷۴۰۳، ۷۴۰۴، ۷۴۰۵، ۷۴۰۶، ۷۴۰۷، ۷۴۰۸، ۷۴۰۹، ۷۴۱۰، ۷۴۱۱، ۷۴۱۲، ۷۴۱۳، ۷۴۱۴، ۷۴۱۵، ۷۴۱۶، ۷۴۱۷، ۷۴۱۸، ۷۴۱۹، ۷۴۲۰، ۷۴۲۱، ۷۴۲۲، ۷۴۲۳، ۷۴۲۴، ۷۴۲۵، ۷۴۲۶، ۷۴۲۷، ۷۴۲۸، ۷۴۲۹، ۷۴۳۰، ۷۴۳۱، ۷۴۳۲، ۷۴۳۳، ۷۴۳۴، ۷۴۳۵، ۷۴۳۶، ۷۴۳۷، ۷۴۳۸، ۷۴۳۹، ۷۴۴۰، ۷۴۴۱، ۷۴۴۲، ۷۴۴۳، ۷۴۴۴، ۷۴۴۵، ۷۴۴۶، ۷۴۴۷، ۷۴۴۸، ۷۴۴۹، ۷۴۵۰، ۷۴۵۱، ۷۴۵۲، ۷۴۵۳، ۷۴۵۴، ۷۴۵۵، ۷۴۵۶، ۷۴۵۷، ۷۴۵۸، ۷۴۵۹، ۷۴۶۰، ۷۴۶۱، ۷۴۶۲، ۷۴۶۳، ۷۴۶۴، ۷۴۶۵، ۷۴۶۶، ۷۴۶۷، ۷۴۶۸، ۷۴۶۹، ۷۴۷۰، ۷۴۷۱، ۷۴۷۲، ۷۴۷۳، ۷۴۷۴، ۷۴۷۵، ۷۴۷۶، ۷۴۷۷، ۷۴۷۸، ۷۴۷۹، ۷۴۸۰، ۷۴۸۱، ۷۴۸۲، ۷۴۸۳، ۷۴۸۴، ۷۴۸۵، ۷۴۸۶، ۷۴۸۷، ۷۴۸۸، ۷۴۸۹، ۷۴۹۰، ۷۴۹۱، ۷۴۹۲، ۷۴۹۳، ۷۴۹۴، ۷۴۹۵، ۷۴۹۶، ۷۴۹۷، ۷۴۹۸، ۷۴۹۹، ۷۵۰۰، ۷۵۰۱، ۷۵۰۲، ۷۵۰۳، ۷۵۰۴، ۷۵۰۵، ۷۵۰۶، ۷۵۰۷، ۷۵۰۸، ۷۵۰۹، ۷۵۱۰، ۷۵۱۱، ۷۵۱۲، ۷۵۱۳، ۷۵۱۴، ۷۵۱۵، ۷۵۱۶، ۷۵۱۷، ۷۵۱۸، ۷۵۱۹، ۷۵۲۰، ۷۵۲۱، ۷۵۲۲، ۷۵۲۳، ۷۵۲۴، ۷۵۲۵، ۷۵۲۶، ۷۵۲۷، ۷۵۲۸، ۷۵۲۹، ۷۵۳۰، ۷۵۳۱، ۷۵۳۲، ۷۵۳۳، ۷۵۳۴، ۷۵۳۵، ۷۵۳۶، ۷۵۳۷، ۷۵۳۸، ۷۵۳۹، ۷۵۴۰، ۷۵۴۱، ۷۵۴۲، ۷۵۴۳، ۷۵۴۴، ۷۵۴۵، ۷۵۴۶، ۷۵۴۷، ۷۵۴۸، ۷۵۴۹، ۷۵۵۰، ۷۵۵۱، ۷۵۵۲، ۷۵۵۳، ۷۵۵۴، ۷۵۵۵، ۷۵۵۶، ۷۵۵۷، ۷۵۵۸، ۷۵۵۹، ۷۵۶۰، ۷۵۶۱، ۷۵۶۲، ۷۵۶۳، ۷۵۶۴، ۷۵۶۵، ۷۵۶۶، ۷۵۶۷، ۷۵۶۸، ۷۵۶۹، ۷۵۷۰، ۷۵۷۱، ۷۵۷۲، ۷۵۷۳، ۷۵۷۴، ۷۵۷۵، ۷۵۷۶، ۷۵۷۷، ۷۵۷۸، ۷۵۷۹، ۷۵۸۰، ۷۵۸۱، ۷۵۸۲، ۷۵۸۳، ۷۵۸۴، ۷۵۸۵، ۷۵۸۶، ۷۵۸۷، ۷۵۸۸، ۷۵۸۹، ۷۵۹۰، ۷۵۹۱، ۷۵۹۲، ۷۵۹۳، ۷۵۹۴، ۷۵۹۵، ۷۵۹۶، ۷۵۹۷، ۷۵۹۸، ۷۵۹۹، ۷۶۰۰، ۷۶۰۱، ۷۶۰۲، ۷۶۰۳، ۷۶۰۴، ۷۶۰۵، ۷۶۰۶، ۷۶۰۷، ۷۶۰۸، ۷۶۰۹، ۷۶۱۰، ۷۶۱۱، ۷۶۱۲، ۷۶۱۳، ۷۶۱۴، ۷۶۱۵، ۷۶۱۶، ۷۶۱۷، ۷۶۱۸، ۷۶۱۹، ۷۶۲۰، ۷۶۲۱، ۷۶۲۲، ۷۶۲۳، ۷۶۲۴، ۷۶۲۵، ۷۶۲۶، ۷۶۲۷، ۷۶۲۸، ۷۶۲۹، ۷۶۳۰، ۷۶۳۱، ۷۶۳۲، ۷۶۳۳، ۷۶۳۴، ۷۶۳۵، ۷۶۳۶، ۷۶۳۷، ۷۶۳۸، ۷۶۳۹، ۷۶۴۰، ۷۶۴۱، ۷۶۴۲، ۷۶۴۳، ۷۶۴۴، ۷۶۴۵، ۷۶۴۶، ۷۶۴۷، ۷۶۴۸، ۷۶۴۹، ۷۶۵۰، ۷۶۵۱، ۷۶۵۲، ۷۶۵۳، ۷۶۵۴، ۷۶۵۵، ۷۶۵۶، ۷۶۵۷، ۷۶۵۸، ۷۶۵۹، ۷۶۶۰، ۷۶۶۱، ۷۶۶۲، ۷۶۶۳، ۷۶۶۴، ۷۶۶۵، ۷۶۶۶، ۷۶۶۷، ۷۶۶۸، ۷۶۶۹، ۷۶۷۰، ۷۶۷۱، ۷۶۷۲، ۷۶۷۳، ۷۶۷۴، ۷۶۷۵، ۷۶۷۶، ۷۶۷۷، ۷۶۷۸، ۷۶۷۹، ۷۶۸۰، ۷۶۸۱، ۷۶۸۲، ۷۶۸۳، ۷۶۸۴، ۷۶۸۵، ۷۶۸۶، ۷۶۸۷، ۷۶۸۸، ۷۶۸۹، ۷۶۹۰، ۷۶۹۱، ۷۶۹۲، ۷۶۹۳، ۷۶۹۴، ۷۶۹۵، ۷۶۹۶، ۷۶۹۷، ۷۶۹۸، ۷۶۹۹، ۷۷۰۰، ۷۷۰۱، ۷۷۰۲، ۷۷۰۳، ۷۷۰۴، ۷۷۰۵، ۷۷۰۶، ۷۷۰۷، ۷۷۰۸، ۷۷۰۹، ۷۷۱۰، ۷۷۱۱، ۷۷۱۲، ۷۷۱۳، ۷۷۱۴، ۷۷۱۵، ۷۷۱۶، ۷۷۱۷، ۷۷۱۸، ۷۷۱۹، ۷۷۲۰، ۷۷۲۱، ۷۷۲۲، ۷۷۲۳، ۷۷۲۴، ۷۷۲۵، ۷۷۲۶، ۷۷۲۷، ۷۷۲۸، ۷۷۲۹، ۷۷۳۰، ۷۷۳۱، ۷۷۳۲، ۷۷۳۳، ۷۷۳۴، ۷۷۳۵، ۷۷۳۶، ۷۷۳۷، ۷۷۳۸، ۷۷۳۹، ۷۷۴۰، ۷۷۴۱، ۷۷۴۲، ۷۷۴۳، ۷۷۴۴، ۷۷۴۵، ۷۷۴۶، ۷۷۴۷، ۷۷۴۸، ۷۷۴۹، ۷۷۵۰، ۷۷۵۱، ۷۷۵۲، ۷۷۵۳، ۷۷۵۴، ۷۷۵۵، ۷۷۵۶، ۷۷۵۷، ۷۷۵۸، ۷۷۵۹، ۷۷۶۰، ۷۷۶۱، ۷۷۶۲، ۷۷۶۳، ۷۷۶۴، ۷۷۶۵، ۷۷۶۶، ۷۷۶۷، ۷۷۶۸، ۷۷۶۹، ۷۷۷۰، ۷۷۷۱، ۷۷۷۲، ۷۷۷۳، ۷۷۷۴، ۷۷۷۵، ۷۷۷۶، ۷۷۷۷، ۷۷۷۸، ۷۷۷۹، ۷۷۸۰، ۷۷۸۱، ۷۷۸۲، ۷۷۸۳، ۷۷۸۴، ۷۷۸۵، ۷۷۸۶، ۷۷۸۷، ۷۷۸۸، ۷۷۸۹، ۷۷۹۰، ۷۷۹۱، ۷۷۹۲، ۷۷۹۳، ۷۷۹۴، ۷۷۹۵، ۷۷۹۶، ۷۷۹۷، ۷۷۹۸، ۷۷۹۹، ۷۸۰۰، ۷۸۰۱، ۷۸۰۲، ۷۸۰۳، ۷۸۰۴، ۷۸۰۵، ۷۸۰۶، ۷۸۰۷، ۷۸۰۸، ۷۸۰۹، ۷۸۱۰، ۷۸۱۱، ۷۸۱۲، ۷۸۱۳، ۷۸۱۴، ۷۸۱۵، ۷۸۱۶، ۷۸۱۷، ۷۸۱۸، ۷۸۱۹، ۷۸۲۰، ۷۸۲۱، ۷۸۲۲، ۷۸۲۳، ۷۸۲۴، ۷۸۲۵، ۷۸۲۶، ۷۸۲۷، ۷۸۲۸، ۷۸۲۹، ۷۸۳۰، ۷۸۳۱، ۷۸۳۲، ۷۸۳۳، ۷۸۳۴، ۷۸۳۵، ۷۸۳۶، ۷۸۳۷، ۷۸۳۸، ۷۸۳۹، ۷۸۴۰، ۷۸۴۱، ۷۸۴۲، ۷۸۴۳، ۷۸۴۴، ۷۸۴۵، ۷۸۴۶، ۷۸۴۷، ۷۸۴۸، ۷۸۴۹، ۷۸۵۰، ۷۸۵۱، ۷۸۵۲، ۷۸۵۳، ۷۸۵۴،

۳۔ الزہری:

آپ کا نام ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب قرشی زہری (م: ۱۲۵ھ) ہے۔ آپ امام زہری کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ روایہ کے چوتھے طبقہ کبار سے ثقہ، فقیہ، حافظ، کثیر الحدیث راوی ہیں۔ آپ کے تقویٰ، علم، فقہت اور ثقاہت پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ ابی سلمہ:

آپ کا نام ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف قرشی زہری مدنی (م: ۹۴ھ) ہے، بعض نے آپ کا نام عبد اللہ اور اسماعیل بھی لکھا ہے، آپ روایہ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، کثیر الحدیث راوی ہیں۔ آپ کا تعلق سادات قریش سے تھا۔ آپ کی ولادت تقریباً ۲۰ھ میں ہوئی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۱۔ ابی ہریرہ:

آپ کا نام ابو ہریرہ عبد الرحمن بن صخر اور دوسرے قول کے مطابق عبد اللہ بن عائد دوسی (م: ۵۹ھ) ہے نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبد شمس سے بدل کر عبد الرحمن یا عبد اللہ رکھا، اسی طرح ابو ہریرہ کی کنیت بھی سرکارِ دو عالم ﷺ نے عطا فرمائی۔ آپ کے نام میں علماء انساب کے ہاں شدید اختلاف ہے۔ البتہ کنیت متفقہ ہے، آپ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں، تمام صحابہ عادل و ضابط ہیں۔ سب سے زیادہ احادیث آپ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہیں، جن کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوبتر (۵۳۷۴) ہے۔ حدیث کی تمام کتب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایات موجود ہیں۔ جن میں سے تین سو پچیس متفق علیہ ہیں، اناسی میں امام بخاری اور ترائوے میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقریباً آٹھ سو محدثین نے سماع کیا ہے۔ (۳)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے، خماسیات میں سے یہ پہلی حدیث ہے۔
- ☆ اس سند کے تمام راوی اجل ثقات ہیں۔
- ☆ سند کا ایک راوی بلغانی بلخی (قتیبہ)، ایک کوفی مکی (سفیان) اور باقی مدنی ہیں۔
- ☆ صحاح ستہ کے راویوں میں قتیبہ بن سعید کے علاوہ کوئی اور اس نام کا راوی نہیں ہے۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۴، ص ۱۲۶ ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۱۶

۲۔ تہذیب الکمال، رقم ۸۰۴۳، ج ۱۱، ص ۳۷۹ ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۲۷

iii۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۵

۳۔ i۔ تدریب الراوی (سیوطی)، ص ۲۱۴-۲۱۷ ii۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ اصحابہ، ج ۶، ص ۳۱۳

- ☆ اس سند میں ابوسلمہ راوی کثرت کی بجائے اسم ہے، جو کسی اور کا نام نہیں ہے۔ یہ فقہاء سبعہ مدینہ میں سے ہیں، جو کہ تابعین میں سے ہیں۔
- ☆ اس سند میں تابعی (زہری) کی روایت، تابعی (ابوسلمہ) سے ہے۔
- ☆ سند میں صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک ایسی شخصیت ہیں، جن سے سب سے زیادہ احادیث (۵۳۷۴) مروی ہیں، لیکن ان کے نام اور والد کے نام میں شدید اختلاف ہے۔

۶۔ لغات:

وضوء: واؤ کے فتح کے ساتھ جب ہو تو اس سے مراد ایسا برتن ہوتا ہے جس میں وضو کے لئے پانی رکھا گیا ہو۔

ہانت: اس کے معانی رات کو کام کرنے یا رات گزارنے کے ہیں۔ یہاں پر مراد ہاتھوں کا جسم کے مختلف حصوں کو چھونا ہے۔

۷۔ مسائل و نصاب:

امام شافعی اور دیگر فقہاء رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے والا نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے! اس کا معنی یہ ہے کہ اہل حجاز پتھروں سے استنجاء کرتے تھے، اور ان کے شہروں میں بہت گرمی پڑتی تھی، اور جب وہ سوتے تو پسینہ آتا تھا، اور سونے والے کو یہ خدشہ ہوتا تھا کہ سوتے وقت اس کا ہاتھ استنجاء کی جگہ لگا ہوگا، اور گیلی نجاست اس کے ہاتھ پر لگی ہوگی، اس لیے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ جب قلیل پانی (جودہ درودہ سے کم ہو) میں تھوڑی سی نجاست بھی گر جائے، تو وہ پانی نجس ہو جاتا ہے، خواہ وہ نجاست اس پانی کے رنگ، بو اور ذائقہ کو تبدیل نہ کرے۔

۲۔ کسی نجس چیز کو پاک کرنے کے لیے سات بار دھونا ضروری نہیں ہے، بلکہ تین بار دھونے سے وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔

۳۔ جس چیز میں نجاست کا وہم ہو اس کو بھی دھونا مستحب ہے۔

۴۔ عبادت میں احتیاط پر عمل کرنا مستحب ہے۔

۵۔ جن چیزوں کا صراحتاً ذکر کرنا بے حیائی ہو، ان کا کناہ سے ذکر کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: کہ ہو سکتا ہے نیند میں اس کا ہاتھ ذکر یاد بر پر لگا ہو، بلکہ یہ فرمایا: وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری! (۱)

☆ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کثیر پانی کے لیے قلتین (دو گھڑے کی مقدار پانی) معیار نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے، یہ نہیں فرمایا: کہ اگر پانی قلتین سے کم ہو تو پھر ہاتھ دھونا۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ دھونے کا حکم مکروہ تنزیہی پر مشتمل ہے۔ اس سے مراد مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ اس لئے اگر کسی نے ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں ڈال دیئے، تو پانی ناپاک نہیں ہوگا اور نہ ہی ہاتھ ڈالنے والا گناہگار ہوگا۔ (۲)

☆ دین اسلام کا یہ حکم مسلمان کے انتہائی پاکیزہ اور نفیس و نظیف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (۳)

۱۔ شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۱۳۶

۲۔

شرح مسلم نووی، ص ۲۸۲

۳۔ فتح المعجم شرح صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۱۸

- ☆ کراہت کا حکم اسی صورت پر ہوگا، جب نجاست کا شک ہو، اگر طہارت کا یقین ہے تو پھر کراہت نہیں ہے۔ ۵
- ☆ ناپسندیدہ امور کا تذکرہ الفاظ کنایات کے ساتھ کرنا چاہیے، بشرطیکہ سامع کی تفہیم کا یقین ہو، اور اگر سامع کنایات کو نہ سمجھتا ہو، تو پھر صراحت کے ساتھ مطلوب بیان کرنا چاہیے، تاکہ سامع کو فائدہ تامہ حاصل ہو۔
- ☆ یہاں پر بات کی قید اتقانی ہے، احترازی نہیں، اس لئے اگر دن کو بھی کوئی شخص سوتا ہے، تو حکم یہی ہوگا۔
- ☆ اس حدیث مبارکہ سے ایک اصول یہ بھی مترشح ہوتا ہے، کہ جب ہاتھوں کے ناپاک ہونے کا شک ہو، تو پھر پہلے انہیں دھولینا چاہیے، اگر چہ نیند کے بغیر ہی ایسا ہو، اور اگر ہاتھوں کے پاک ہونے کا یقین ہے، پھر بھی بہتر یہی ہے، کہ پہلے ہاتھوں کو دھولیا جائے۔ (۱)
- ☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بابت بھی واضح ہوتی ہے، کہ نجاست اگر ایک دفعہ دھونے سے بھی زائل ہو جائے، تو تین دفعہ دھونا افضل ہے، تاکہ وہم باقی نہ رہے۔
- ☆ وضو کے پانی میں احتیاط کو مد نظر رکھنا چاہیے۔
- ☆ نجس چیز کو تین دفعہ دھونا مستحب ہے، تاکہ اس سے وہم دور ہو اور یقین حاصل ہو جائے۔ (۲)

۸۔ خلاصہ:

- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد پہلے ہاتھ دھونے چاہئے۔
- ☆ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اور ہاتھوں کے پاکی کے شک کے وقت، ہاتھوں کو پانی میں ڈالنے سے پہلے دھولینا چاہیے۔ یہ امر مستحب ہے۔
- ☆ وضو کے لئے پانی میں انتہائی احتیاط برتنی چاہیے،
- ☆ ناپسندیدہ امور کا تذکرہ بھی احسن انداز اور خوبصورت پیرائے میں کرنا چاہیے۔ اسی طرح ان مفاہیم کے لئے الفاظ و جملوں کا استعمال مناسب ہونا چاہیے۔

رات کو اٹھنے پر مسواک کرنا

باب السواک إذا قام من اللیل

اس باب میں رات کو نیند سے بیدار ہونے پر مسواک کرنے کا بیان ہے، پچھلے باب میں رات کی نیند سے بیدار ہونے پر ہاتھ دھونے کا بیان تھا۔
 ۲۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَقَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاةً بِالسَّوَاكِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے، تو اپنا منہ مبارک مسواک سے صاف فرماتے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۲۳۹، مسلم: ۲۵۵، نسائی: ۱۶۱۷-۱۶۱۸، ابن ماجہ: ۲۸۶، احمد: ۲۳۰۳، ۳۳۷۳، ۳۳۲۶

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہونے پر مسواک کرتے تھے، اس لئے باقی مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ اسحاق بن ابراہیم:

آپ کا نام ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن مطر حنظلی مروزی (م: ۲۳۸ھ) ہے، آپ امام ابن راہویہ کے نام سے مشہور ہیں، آپ رواد کے غالباً دسویں طبقہ کبار سے ثقہ، امام، فقیہ، مجتہد راوی ہیں۔ بل علم آپ کے علم، تقویٰ، فقاہت، ثقاہت اور حفظ پر متفق ہیں۔ آپ نے بہتر (۷۲) سال کی عمر میں وفات پائی، آپ سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے روایات بیان کی ہیں۔ (۱)

۱۔ قتیبہ بن سعید: حدیث نمبر ۱ پر حالات گزر چکے ہیں۔

۲۔ جریر: آپ کا نام قاضی ابو عبد اللہ جریر بن عبد الحمید بن قرطضی کوفی رازی (م: ۱۸۸ھ) ہے، آپ کی ولادت قریہ اصحان کی، نشوونما کوفہ کی اور آخر میں مستقل رہائش بستی رین مقام رے تھی، آپ ثقہ راوی ہیں، آپ نے اکہتر (۷۱) سال کی عمر میں وفات پائی، صحاح ستہ کے تمام آئمہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

ii۔ تہذیب الکمال، ج ۱، ص ۳۶۰

i۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۸۲-۱۸۳

ii۔ تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۳۵۳

i۔ البحر والتعدیل، ج ۱، ص ۵۰۵-۵۰۷

آپ کا نام ابوعتاب منصور بن معتمر بن عبداللہ سلمیٰ کوفی (م: ۱۳۲ھ) ہے، آپ امام اعمش کے ہم عصر ہیں۔ آپ ثقہ ثابت راوی ہیں۔
آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)
۳- ابی وائل:

آپ کا نام ابو وائل شقیق بن سلمہ اسدی (م: ۱۰۱ھ) ہے۔ آپ غالباً رواۃ کے تیسرے طبقہ کبار سے ثقہ، مخفری، کثیر الحدیث راوی ہیں۔ آپ نے سو (۱۰۰) سال کی طویل عمر پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)
۵- حذیفہ:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابو عبداللہ حذیفہ بن یمان حسیل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ عبسی کوفی (م: ۳۶ھ) ہے۔ آپ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں شرکت کی، اسی غزوہ میں آپ کے والد شہید ہوئے تھے۔ آپ ہی سے امام مسلم نے حدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ ما کان و ما یكون الی ان تقوم الساعة روایت کی ہے، آپ سے سوا حدیث مروی ہیں جن میں سے بارہ متفق علیہ ہیں، آٹھ میں بخاری اور سترہ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس راتیں بعد وفات پائی، آئمہ ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۳- حکم روایت: یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۴- خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔ خماسیات میں سے یہ دوسری حدیث ہے۔
- ☆ سندھ میں قتیبہ بغلانی کے علاوہ تمام راوی کوفی ہیں۔
- ☆ تمام راوی آئمہ ثقات میں سے ہیں۔
- ☆ تمام راوی صحاح ستہ کے متفقہ ہیں، سوائے اسحاق ابن ابراہیم کے، ان سے امام ابن ماجہ نے روایت بیان نہیں کی۔
- ☆ محدثین کے مشہور قاعدہ کے مطابق اخبارنا اسحاق و قتیبہ کے بعد کلاہما مقدر ہے۔ اور اصل سند اس طرح ہے: اخبارنا اسحاق و قتیبہ کلاہما علی جریر (۴)
- ☆ سند کے ابتداء میں اخبارنا اور باقی تمام عن عن سے روایت ہے۔

۱- طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۹۶
۲- ii- الثقات، ج ۴، ص ۳۵۴
۳- i- ابن منجویہ، احمد بن علی، ابوبکر صافہانی، رجال صحیح مسلم، ص ۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۳۲۷ھ/۲۰۰۶ء
ii- تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۵۹
۴- فتح الباری، ج ۱، ص ۴۴۹

۵۔ لغات:

شوص کا معنی دھونا، صاف کرنا، رگڑنا کے ہے۔ یہاں پر دانت صاف کرنا مراد ہے۔

۶۔ مسائل و نصح:

☆ آئمہ لغت نے کہا ہے کہ لکڑی سے دانتوں کے صاف کرنے کے فعل کو مسواک کہتے ہیں، اور مسواک اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں، اور علماء کی اصطلاح میں لکڑی یا اس کی مثل کسی چیز سے دانت صاف کرنے کو مسواک کہتے ہیں جس سے دانتوں کا میل یا پیلاہٹ زائل ہو جائے۔

☆ مسواک کرنا سنت ہے، اور کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے، نماز میں، نہ غیر نماز میں، اس پر علماء کا اجماع ہے، علامہ ماوروی نے لکھا ہے: کہ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے، لیکن اس کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی، اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے، اور اس کو عمد اترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، ہمارے فقہاء میں سے ابو حامد نے کہا ہے: کہ داؤد ظاہری سے یہ نقل صحیح نہیں ہے، اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور امام اسحاق سے جو وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔

☆ مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے لیکن حسب ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے:

۱۔ نماز پڑھنے کے وقت خواہ پانی سے طہارت حاصل ہو یا تیمم سے (یہ امام شافعی کے نزدیک ہے)۔

۲۔ وضو کرنے کے وقت۔

۳۔ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت۔

۴۔ نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔

۵۔ جب منہ کی بو متغیر ہو، خواہ کھانے پینے سے یا کسی بدبودار چیز کے کھانے سے، زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے یا زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے۔

☆ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے، تا کہ روزہ دار کے منہ کی بو جو مستحب ہے، وہ زائل نہ ہو جائے۔ پیلو کے درخت کی لکڑی مسواک کرنا مستحب ہے، اور ہر وہ چیز جس کے استعمال کرنے سے منہ صاف ہو جائے، اس سے منہ صاف کرنا

مستحب ہے خواہ سخت کپڑا ہو، کوئی جڑی بوٹی، ہو یا انگلی سے صاف کرے، (منجن اور ٹوتھ پیسٹ بھی اس میں داخل ہیں)۔ اور مستحب یہ ہے کہ متوسط

لکڑی سے مسواک کی جائے، جو بہت سخت ہو نہ بہت نرم، اور مستحب یہ ہے کہ دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے، طولاً مسواک نہ کی جائے، تاکہ

دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے، اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکروہ ہے، لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا

۔ نیز مستحب یہ ہے کہ دانتوں کی اطراف اور ڈاڑھوں پر مسواک کی جائے، اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ پہلے

دائیں جانب، پھر بائیں جانب مسواک کی جائے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے (۱)

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

☆ مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی ﷺ دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی عمل کرتے تھے، اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے، حتیٰ کہ امام اوزاعی نے کہا: مسواک کرنا وضو کا جز ہے، اور بہ کثرت احادیث میں اس پر دلالت ہے، کہ مسواک کرنے پر نبی ﷺ کا دائمی عمل تھا، اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے، کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ”حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تازہ مسواک تھی، جس کے ساتھ وہ دانت صاف کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ ان کو ٹیک لگا کر دیکھ رہے تھے، میں نے ان سے مسواک لی، اس کو کاٹا، اس کو صاف کیا، پھر وہ مسواک رسول اللہ ﷺ کو دی، اور آپ ﷺ نے مسواک کی۔“

☆ مسواک میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ مسواک کرنا وضو کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ سنت دین ہے (یعنی شعائر اسلام سے ہے) یہی قول زیادہ قوی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے، ہدایہ میں مذکور ہے، کہ صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے، اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا: کہ یہ سنت ہے اور اگر ہر نماز کے لئے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے، اور جمعہ کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے، علامہ ابو حامد اسفرائینی اور علامہ ماوردی نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے، کہ مسواک کرنا واجب ہے، اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر عدا مسواک کرنے کو ترک کیا، تو نماز باطل ہو جائے گی، علامہ نووی نے کہا: کہ امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔

☆ ہمارے نزدیک مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک عرضا کی جائے، طولاً نہ کی جائے، معنی میں مذکور ہے کہ: مسواک دانتوں اور زبان پر کی جائے، مسواک کرنے کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہو گئی ہے تو ختم کر دے، مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے، مسواک کرتے وقت تین بار پانی لینا مستحب ہے، مسواک کی لہائی ایک بالشت اور موٹائی ایک چھنگلی کے برابر ہونی چاہیے، مستحب یہ ہے کہ پیلو کے درخت کی مسواک بنائی جائے، اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کر لیا جائے، محیط میں مذکور ہے کہ عورت کے لئے دنداسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے، اور جب کسی کو مسواک میسر نہ ہو تو وہ انگلی سے دانت صاف کرے، امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں کو مسواک کرنے کے قائم مقام قرار دیا ہے، امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور مسواک کرنے کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ (۱)

☆ منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے۔

☆ امام بیہقی نے انگلیوں کو مسواک کے قائم مقام کرنے کے متعلق متعدد احادیث بیان کی ہیں اور یہ تمام احادیث ضعیف نہیں ہیں۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

☆ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تجزی من السواک الاصابع (۲)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: انگلیاں مسواک کرنے سے کفایت کرتی ہیں۔

☆ امام بیہقی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں عبدالحکم القسملی البصری ہے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے منکر احادیث بیان کرتا ہے، لیکن عیسیٰ بن شعیب نے ایک اور سند سے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور عقبہ بن مکرم نے اس حدیث کی متابعت کی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہیں۔

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تجزى الاصابع مجزى السواك (۱)

☆ امام بیہقی ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہمیں مسواک کرنے کی ترغیب دی ہے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے وضو کے وقت تمہاری دو انگلیاں مسواک ہیں، جن کو تم اپنے دانتوں پر پھیرتے ہو، بغیر نیت کے کوئی عمل مقبول نہیں اور ثواب کی نیت کے بغیر کوئی اجر نہیں ہوتا۔

عن انس بن مالك ان رجلا من الانصار من بنى عمرو بن عوف قال يا رسول الله انك رغبتنا في السواك فهل ددن ذلك من شئى قال اصبعاك سواك عند وضوئك تمرهما على اسنانك انه لا عمل لمن لانية له ولا اجر لمن لاحسبة له۔ (۲)

☆ امام بیہقی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی سند محفوظ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انگلی مسواک کے قائم مقام ہے۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا صبع تجزى من السواك (۳)

☆ ان تمام احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مخصوص لکڑی سے دانت صاف کرنا اسلام کا مطالبہ نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصود یہ ہے کہ مسلمان اپنے دانت صاف رکھیں، اس لئے منجن اور ٹوٹھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنے جائیں، تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل ہو جاتا ہے اور اس سے سنت کا ثواب ملے گا۔ (۴)

☆ ایک حدیث میں ہے: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

☆ علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کا حکم نہیں دیا جاتا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ ﷻ کا حکم وارد نہ ہو، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے، یہ اکثر اصحاب اصول اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۵)

☆ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر امت پر دشوار نہ ہوتا تو آپ امت پر مسواک کو واجب کر دیتے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں، اور جس چیز سے چاہیں امت کو روک دیں، احکام شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احکام نافذ کرنا مشیت الہی کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ ﷻ بالذات شارع ہے اور آپ بالتبع شارع ہیں۔

۱- سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۲۱

۲- ایضاً

۳- شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۱۲۸

۴- سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۲۱

۵- شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۱۱

امام نسائی رحمہ اللہ کی اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نیند سے بیدار ہونے پر مسواک کرنا سنت مبارک ہے، نیند سے بیدار ہونے پر مسواک کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ فعل ہے۔

☆ مسواک کرنا سنت دائمی مستحب ہے۔

☆ مسواک پیلو کے درخت، لمبائی ایک باشت اور موٹائی ایک چھنگلی کی مقدار مستحب ہے۔

☆ ہاتھ کی انگلی، منجن، ٹوتھ پیسٹ اور برش مسواک کے قائم مقام ہے، اس پر بھی سنت کے ثواب کی امید ہے، کیونکہ اصل مقصود دانتوں اور منہ کی صفائی ہے، جو ان تمام سے حاصل ہو جاتی ہے۔

۳۔ باب کَيْفَ يَسْتَاكُ

مسواک کرنے کا طریقہ

اس باب میں مسواک کرنے کے سنت طریقہ کا بیان ہے، جبکہ پچھلے باب میں رات کو نیند سے بیدار ہونے پر مسواک کرنے کا بیان تھا۔

۳۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ قَالٍ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بَرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: "دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَنُّ وَطَرَفُ السَّوَاكِ عَلَى لِسَانِهِ وَهُوَ يَقُولُ: عَا عَا " اِطْرَافِ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے، مسواک کا کنارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر تھا، اور عا عا کی آواز آرہی تھی۔

بخاری ۲۳۴، مسلم ۲۳۵، ابوداؤد: ۴۹، احمد: ۱۹۷۸

۲۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ احمد بن عبدہ:

آپ کا نام ابو عبد اللہ احمد بن عبدہ بن موسیٰ ارضی بصری (م: ۲۳۵ھ) ہے، آپ روادے کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ثقہ راوی بال نصب کے الفاظ لکھیں ہیں۔ آپ سے امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ روایت کرتے ہیں (۱)

۲۔ حماد بن زید:

آپ کا نام ابو اسماعیل حماد بن زید بن درہم ازدی جہمی بصری (م: ۱۷۹ھ) ہے، آپ روادے کے آٹھویں طبقہ کبار سے ثقہ، فقیہ، ثابت، حجة اور کثیر الحدیث راوی ہیں۔ آپ نے اکیاسی سال (۸۱) کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

iii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۹

ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۲۳

i۔ الجرح والتعديل، ج ۲، ص ۶۲

ii۔ الثقات، ج ۶، ص ۲۱۷

i۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۸۶

۳۔ غیلان بن جریر:

آپ کا نام غیلان بن جریر معوالی ازدی بصری (م: ۱۳۲ھ) ہے، بعض نے آپ کا نام حارث ذکر کیا ہے۔ آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ راوی ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ ابو بردہ:

آپ کا نام ابو بردہ عامر بن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (م: ۱۰۴ھ) ہے۔ آپ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے تابعی ثقہ راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ ابو موسیٰ:

آپ کا نام حضرت ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار اشعری (م: ۵۰ھ) ہے۔ آپ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حاکم مقرر کیا تھا، جنگ صفین میں آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم (فیصل) مقرر ہوئے تھے۔ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ آپ زبید اور عدن میں بطور عامل اور کوفہ و بصرہ میں بطور گورنر تعینات رہے۔ شہر نستر اور بہت سارے علاقے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوئے۔ آپ سے تین سو ساٹھ (۳۶۰) احادیث مروی ہیں، جن میں سے پچاس متفق علیہ، چار میں امام بخاری اور پچیس میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ اور دوسرے محدثین آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۴۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ خماسیات امام نسائی میں سے ہے
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ تیسری حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ حضرت ابو بردہ کے علاوہ تمام راوی بصری ہیں، حضرت ابو بردہ کوفی ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کوفی بصری ہیں۔
- ☆ اس سند میں بیٹے (ابو بردہ) نے باپ (ابو موسیٰ) سے روایت کی ہے۔
- ☆ اس سند میں تابعی (غیلان) نے دوسرے تابعی (ابو بردہ) سے روایت کی ہے۔
- ☆ اس سند میں خبرنا، حدیث اور عن عن تینوں طرح کے الفاظ سے روایت ہے۔

۱۔	ذخیرۃ العقی فی شرح المجتبى، ج ۱، ص ۲۳۲	ii۔	العلل، ج ۱، ص ۱۲۲
۲۔	تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۰۲	ii۔	تاریخ الثقات، ص ۲۹۱
۳۔	ذخیرۃ العقی، ج ۱، ص ۲۳۵	ii۔	تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۲۱۵

۵۔ لغات:

یستن: دانت صاف کرنا۔ یہاں پر مسواک سے دانت صاف کرنا مراد ہے۔

عاعا: جب مسواک کو حلق کے آخر تک لے جا کر حلق کو صاف کیا جائے۔ تو ایسی آواز نکلتی ہے۔

۶۔ مسائل و نصائح:

☆ اصل مقصود دانتوں کی صفائی ہے، اس زمانہ میں درخت کی شاخ یا پیلو کی جڑ سے مسواک کر کے دانتوں کو صاف کیا جاتا تھا، اب منجن، ٹوتھ پاؤڈر یا ٹوتھ پیسٹ سے دانتوں کو صاف کیا جاتا ہے، جیسے اس زمانہ میں زخم سے خون روکنے کے لئے چٹائی جلا کر راکھ زخم میں بھردی جاتی تھی، اب جدید دوائیں مثلاً اسکین آئٹ منٹ (Skin Ointment) اور پولی فیکس (Poly Fax) ٹینچر، بینزا آکل (Tincture Benzyl) وغیرہ زخم پر لگادی جاتی ہے، اور کیونکہ مقصود علاج ہے اور جس طرح ہر زمانہ کے عرف اور رواج کے مطابق علاج کیا جاتا ہے، اسی طرح دانتوں کی صفائی بھی ہر زمانہ کے عرف کے مطابق ہوگی، اور یہ خلاف سنت یا خلاف شریعت نہیں ہے۔

☆ مسواک کے ساتھ طولاً اور عرضاً دونوں طرح سے منہ اور دانتوں کو صاف کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ اصل مقصود صفائی ہے۔ (۱)

☆ مسواک پاک و صاف ہونی چاہیے۔ (۲)

☆ مسواک کرنے کے لئے ابتدا دائیں طرف سے کرنی چاہیے۔ (۳)

☆ مسواک کو وضو کے پانی سے نہیں دھونا چاہیے۔ (۴)

☆ دانتوں کے ساتھ ساتھ زبان اور حلق کی بھی صفائی کرنی چاہیے۔

☆ بہترین مسواک لکڑی عود، اس کے بعد کھجور کی ہے۔

☆ ہر وہ مسواک جس سے منہ یا دانتوں کا رنگ تبدیل ہو جائے، وہ عورت کے لئے جائز اور مرد کے لئے مکروہ ہے، کیونکہ اس میں عورت کی

زینت ہے، اور مرد کے لئے تشبہ بالزینت ہے۔ (۵)

۷۔ خلاصہ:

☆ دانت، منہ اور گلے کی صفائی ہر حال میں رکھنی چاہیے۔

☆ اصل مقصود صفائی و نظافت ہے، وہ ہر زمانہ کے لحاظ سے جس طرح ممکن ہو، اور آسانی سے ہو، کرنی چاہیے، جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور

اقدس میں مختلف درختوں سے مسواک بنائی جاتی تھی، آج ہمارے زمانے میں منجن، ٹوتھ پاؤڈر اور ٹوتھ پیسٹ ہے۔

☆ دن ہو یا رات منہ اور دانت کی صفائی ہر وقت کر سکتے ہیں۔

۴۔ باب هل یستاک الامام بحضرة رعیته کیا حاکم عوام کی موجودگی میں مسواک کر سکتا ہے؟

اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ ہے کہ حاکم اور امام زیادہ نفیس اور صفائی ستھرائی کا مالک ہونا چاہیے، تاکہ لوگ اسے پسند کریں، اور اس سے نفرت نہ کریں۔ پچھلے باب میں مسواک کرنے کا طریقہ بیان ہوا تھا، اور اس باب میں حاکم کا عوام کی موجودگی میں مسواک کرنے کا بیان ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے قبیلے کے دو افراد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، وہ میرے دائیں اور بائیں تھے، اس وقت رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے، ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملازمت کا سوال کیا۔ میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور نبی مبعوث فرمایا ہے: انہوں نے اپنے دل کی بات مجھے نہیں بتلائی، اور نہ ہی ان کا ارادہ میرے وہم و گمان میں تھا۔ (حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) گویا میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک دیکھ رہا ہوں، جو کہ اوپر اٹھے ہوئے ہونٹ کے نیچے تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ملازمت کا طلب گار ہو، ہم اسے ملازمت نہیں دیتے، یا ہرگز نہیں دیں گے، لیکن تم جاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم یمن بنا کر بھیجا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ساتھ روانہ فرمایا۔

۴۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هَلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِيَ رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ: أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِي، وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِي. وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ فَكِلَاهُمَا سَأَلَ الْعَمَلَ. قُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا، وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، فَكَأَنِّي أَنْظَرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفْتَيْهِ قَلْبَصْتُ. فَقَالَ: إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ عَلَى الْعَمَلِ مَنْ أَرَادَهُ وَلَكِنْ أَذْهَبَ أَنْتَ فَبَعَثَهُ عَلَى الْيَمَنِ، ثُمَّ أَرَدَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

۱۔ اطراف:

بخاری: ۶۹۲۳، مسلم: ۱۷۳۳-۱۷۳۴، احمد: ۱۹۶۸۶

۲۔ تعارف رجال:

اس سند کے چھ راوی ہیں، جن کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ عمرو بن علی:

آپ کا نام ابو حفص عمرو بن علی بن بحر بن کنیز الفلاس صیرفی باہلی کوفی (م: ۲۵۹ھ) ہے۔ آپ روایات کے دسویں طبقہ سے ثقہ، حافظ راوی

ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ یحییٰ بن سعید:

آپ کا نام ابو سعید یحییٰ بن سعید بن فروخ تمیمی بصری (م: ۱۹۸ھ) ہے آپ القطان کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ روایات کے نویں طبقہ

کبار سے امام ثقہ، حافظ، مجتہد، متفق راوی ہیں۔ آپ نے اٹھتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)۔
۳۔ قرۃ بن خالد:

آپ کا نام ابو خالد قرہ بن خالد بصری (م: ۱۵۵ھ) ہے آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، ضابطہ راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ (۲)۔

۴۔ حمید بن ہلال:

آپ کا نام ابو نصر حمید بن ہلال عدوی بصری ہے۔ آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، عالم، کثیر الحدیث راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)۔

۵۔ ابو بردہ:

حالات حدیث نمبر ۳ پر گزر چکے ہیں۔

۶۔ ابو موسیٰ: ایضاً

۳۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۴۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔

☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ پہلی حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی ابو بردہ کے علاوہ بصری ہیں۔

☆ سند کے تمام رواۃ صحاح ستہ کے رواۃ ہیں۔

☆ اس سند میں دوسرے راوی یحییٰ کے بعد ”وہو ابن سعید“ کے الفاظ ہیں، اس میں بڑا لطیف نکتہ یہ ہے کہ جب کوئی محدث راوی کا نام ذکر کرے، اور اس کا نسب و وصف ذکر نہ کرے، اور شاگرد اس کی وضاحت نسب و وصف سے کرنے کا ارادہ کرے، تا کہ نام کی وضاحت ہو جائے، اور شیخ کے کلام سے التباس لازم نہ آئے، تو محدثین اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ یہ قاعدہ محدثین کے ہاں مسلمہ ہے۔ بشرطیکہ شیخ نے اس کے نسب و وصف کی وضاحت مقدمہ کتاب میں نہ کی ہو۔

اس سند میں بیٹے (ابو بردہ) نے باپ (ابو موسیٰ) سے روایت کی ہے۔

یہ تابعی (حمید) کی تابعی (ابو بردہ) سے روایت ہے۔

اس سند میں اخیرنا، حدیث اور حدیثی کے صیغوں سے روایت بیان کی گئی ہے۔ (۴)

i- تہذیب الکمال، ج ۳۱، ص ۳۳۱

ii- الثقات، ج ۷، ص ۳۲۲

ii- الکامل لابن عدی، ج ۲، ص ۲۷۶

i- تاریخ ابی زرعہ، ص ۳۶۲

i- طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۷۸

i- سوالات ابن جنید، ص ۱۰۹

شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۲۵۰-۲۵۲

۵۔ لغات:

اقبلت الی النبی: میں اس جگہ حاضر ہوا، جہاں نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے۔

العمل: کام، نوکری، ملازمت۔

شعرت: مجھے پتہ نہ تھا، میرے شعور میں نہ تھا،

شفت قلعت: اوپر والے ہونٹ کے اٹھے ہونے کی حالت کا بیان۔

اردفہ: اتباع کرنا۔ پیچھے ہونا۔ مراد ہے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔

۶۔ مسائل و نصائح:

- ☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنے والے دونوں حضرات نے آپ ﷺ کو عامل بنانے کی درخواست کی تھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس بات کا انکار کیا کہ میں ان کی سفارش کے لئے نہیں آیا، اور نہ ہی مجھے ان کے ارادے کا علم تھا۔ (۱)
- ☆ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ سے بطور حاکم وقاضی کے تقرر کو اپنے لئے طلب کیا۔ (۲)
- ☆ مسواک ہر حال میں مستحب ہے اور نماز سے پہلے زیادہ مؤکد ہے۔ (۳)
- ☆ ان دونوں کو پوری زندگی عامل یا گورنر نہیں بنایا گیا تھا۔ (۴)
- ☆ جو عہدہ طلب کرے، اسے نہ دیا جائے، کیونکہ وہ حرص و طمع رکھتا ہے۔ (۵)
- ☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو عامل بنایا جانا، اس وجہ سے تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے طلب نہیں کیا، اور نہ ہی آپ خواہش مند تھے۔
- ☆ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے مسواک کرنے کی بہت اعلیٰ انداز میں منظر کشی کی ہے۔
- ☆ مذکورہ بالا حدیث میں رسول اکرم ﷺ کے قبیلہ اشعر کے حضرات رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات رضی اللہ عنہم کے سامنے مسواک کرنے کا تذکرہ ہے، جس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ امام اور حاکم اپنی رعیت کے سامنے مسواک کر سکتا ہے۔ (۶)
- ☆ ان دونوں کے عہدہ طلب کرنے سے حرص واضح ہے، اور حریص آدمی اپنی ذمہ داری پوری کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ (۷)
- ☆ جو آدمی عہدہ طلب کر کے لیتا ہے، اسے آزمائش میں ڈال دیا جاتا ہے، اور جو بغیر طلب کے عامل بنا دیا جائے، اس کی مدد کی جاتی ہے۔ (۸)
- ☆ ان احادیث سے واضح ہے کہ منع کا سبب خیانت کا خوف تھا، کیونکہ حرص ظلم و زیادتی کے اسباب میں سے ہے۔ (۹)
- ☆ اجعلنی علی خزائن الارض سے یہ معلوم ہوا کہ کسی سرکاری عہدہ اور منصب کو طلب کرنا خاص صورتوں میں جائز ہے، جیسے حضرت یوسف نے خزائن الارض کا انتظام اور ذمہ داری طلب فرمائی۔

۱۔ حاشیہ سندھی، ص ۱۰	۲۔ حاشیہ سورتی، ج ۱، ص ۱۸	۳۔ تعلیقات سلفیہ، ج ۱، ص ۳
۲۔ فتح الباری، ج ۶، ص ۳۲۹	۵۔ ایضاً، ص ۵۸۵	۶۔ تعلیق قاسمی، ج ۱، ص ۳۵
۴۔ شرح سنن النسائی، ج ۱، ص ۲۵۴	۸۔ ایضاً	۹۔ ایضاً

مگر اس میں یہ تفصیل ہے کہ جب کسی خاص عہدہ کے متعلق یہ معلوم ہو کہ کوئی دوسرا آدمی اس کا اچھا انتظام نہیں کر سکے گا، اور اپنے بارہ میں یہ اندازہ ہو کہ عہدہ کے کام کو اچھا انجام دے سکے گا، اور کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، ایسی حالت میں عہدہ کا خود طلب کر لینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ جب جاہ و مال اس کا سبب نہ ہو، بلکہ خلق اللہ کی صحیح خدمت اور انصاف کے ساتھ ان کے حقوق پہنچانا مقصود ہو، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے صرف یہی مقصد تھا، اور جہاں یہ صورت نہ ہو تو حدیث میں رسول کریم ﷺ نے حکومت کا کوئی عہدہ خود طلب کرنے سے منع فرمایا ہے اور جس نے خود کسی عہدہ کی درخواست کی اس کو عہدہ نہیں دیا۔

☆ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کبھی کوئی امارت طلب نہ کرو، کیونکہ تم نے خود سوال کر کے عہدہ امارت حاصل بھی کر لیا، تو اللہ تعالیٰ ﷻ کی تائید نہیں ہوگی، جس کے ذریعہ تم لغزشوں اور خطاؤں سے بچ سکو، اور اگر بغیر درخواست اور طلب کے تمہیں کوئی عہدہ مل گیا، تو اللہ تعالیٰ ﷻ کی طرف سے تائید و اعانت ہوگی، جس کی وجہ سے تم اس عہدے کے پورے حقوق ادا کر سکو گے۔

☆ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے کسی عہدہ کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: انا لن نستعمل علی عملنا من ارادہ، یعنی ہم اپنا عہدہ کسی ایسے شخص کو نہیں دیا کرتے جو خود اس کا طالب ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا طلب عہدہ خاص حکمت پر مبنی تھا، مگر حضرت یوسف علیہ السلام کا معاملہ اس سے مختلف ہے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہ مصر کافر ہے، اس کا عملہ بھی ایسا ہی ہے اور ملک پر ایک طوفانی قحط آنے والا ہے، اس وقت خود غرض لوگ عام خلق اللہ پر رحم نہ کھائیں گے اور لاکھوں انسان بھوک سے مرجائیں گے، کوئی دوسرا آدمی ایسا موجود نہ تھا جو غریبوں کے حقوق میں انصاف کر سکے، اس لئے خود اس عہدہ کی درخواست کی، اگرچہ اس کے ساتھ کچھ اپنے کمالات کا اظہار بھی بضرورت کرنا پڑا، تا کہ بادشاہ مطمئن ہو کر عہدہ ان کے سپرد کر دے۔

اگر آج بھی کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ کوئی عہدہ حکومت کا ایسا ہے جس کے فرائض کو کوئی دوسرا آدمی صحیح طور پر انجام دینے والا موجود نہیں، اور خود اس کو یہ اندازہ ہے کہ میں صحیح انجام دے سکتا ہوں، تو اس کے لئے جائز ہے، بلکہ واجب ہے کہ اس عہدہ کی خود درخواست کرے، مگر اپنے جاہ و مال کے لیے نہیں، بلکہ خدمت خلق کے لیے، جس کا تعلق قلبی نیت اور ارادہ سے ہے، جو اللہ تعالیٰ ﷻ پر خوب روشن ہے۔ (۱)

☆ حضرات خلفائے راشدین کا خلافت کی ذمہ داری اٹھالینا، اسی وجہ سے تھا، کہ وہ جانتے تھے کہ کوئی دوسرا اس وقت اس ذمہ داری کو صحیح انجام نہ دے سکے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ و حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ ہم کے جو اختلاف پیش آئے، وہ سب اسی پر مبنی تھے، کہ ان میں سے ہر ایک یہ خیال کرتا تھا کہ اس وقت فرائض خلافت کو میں اپنے مقابل سے زیادہ حکمت و قوت کے ساتھ پورا کر سکوں گا، جاہ و مال کی طلب کسی کا مقصد اصلی نہ تھا۔

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر کی ملازمت قبول فرمائی، حالانکہ وہ کافر تھا، جس سے معلوم ہوا کہ کافر یا فاسق حکمران کی حکومت کا عہدہ قبول کرنا خاص حالات میں جائز ہے۔

امام بھصا رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ فلن اکون ظہیرا للمجرمین کے تحت لکھا ہے، کہ اس آیت کی رو سے ظالموں کافروں کی اعانت کرنا جائز

نہیں، اور ظاہر ہے ان کی حکومت کا عہدہ قبول کرنا، ان کے عمل میں شریک ہونا، اور اعانت کرنا ہے، اور ایسی اعانت کو قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو اس ملازمت کو نہ صرف قبول فرمایا، بلکہ درخواست کر کے حاصل کیا، اس کی خاص وجہ امام تفسیر مجاہد نے تو یہ قرار دی ہے کہ: بادشاہ مصر اس وقت مسلمان ہو چکا تھا، مگر چونکہ قرآن و سنت میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں، اس لیے عام مفسرین نے اس کی وجہ یہ قرار دی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ مصر کے معاملہ سے یہ معلوم کر چکے تھے، کہ وہ ان کے کام میں دخل نہ دے گا، اور کسی خلاف شرع قانون جاری کرنے پر ان کو مجبور نہ کرے گا، بلکہ ان کو مکمل اختیارات دے گا، جس کے ذریعہ وہ اپنی صوابدید اور قانون حق پر عمل کر سکیں گے، ایسے مکمل اختیار کے ساتھ کہ کسی خلاف شرع قانون پر مجبور نہ ہو، کوئی کافر یا ظالم کی ملازمت اختیار کر لے، تو اگرچہ اس کا فر ظالم کے ساتھ تعاون کرنے کی قباحت پھر بھی موجود ہے، مگر جن حالات میں اس کو اقتدار سے ہٹانا قدرت میں نہ ہو اور اس کا عہدہ قبول کرنے کی صورت میں خلق اللہ کے حقوق ضائع ہونے یا ظلم و جور کا اندیشہ قوی ہو، تو بجزوری اتنے تعاون کی گنجائش حضرت یوسف علیہ السلام کے عمل سے ثابت ہو جاتی ہے۔ جس میں خود کسی خلاف شرع امر کا ارتکاب نہ کرنا پڑے، کیونکہ درحقیقت یہ اس کے گناہ میں اعانت نہیں ہوگی، گو سبب بعید کے طور پر اس سے بھی اس کی اعانت کا فائدہ حاصل ہو جائے، اعانت کے ایسے اسباب بعیدہ کے بارے میں بحالات مذکورہ شرعی گنجائش ہے، جس کی تفصیل حضرات فقہاء نے بیان فرمائی ہے، سلف صالحین صحابہ و تابعین میں بہت سے حضرات کا ایسے ہی حالات میں ظالم و جابر حکمرانوں کا عہدہ قبول کر لینا ثابت ہے۔ (۱)

☆ علامہ ماوردی نے سیاست شرعیہ سے متعلق اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ بعض حضرات نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس عمل کی بناء پر کافر اور ظالم حکمرانوں کا عہدہ قبول کرنا، اس شرط کے ساتھ جائز رکھا ہے، کہ خود اس کو کوئی کام خلاف شرع نہ کرنا پڑے، اور بعض حضرات نے اس شرط کے ساتھ بھی، اس کو اس لیے جائز نہیں رکھا، کہ اس میں بھی اہل ظلم و جور کی تقویت اور تائید ہوتی ہے، یہ حضرات حضرت یوسف علیہ السلام کے فعل کی مختلف توجیہات بیان کرتے ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ یہ عمل حضرت یوسف علیہ السلام کی ذات یا ان کی شریعت کے ساتھ مخصوص تھا، اب دوسروں کے لیے جائز نہیں، مگر جمہور علماء فقہاء نے پہلے ہی قول کو اختیار فرما کر جائز قرار دیا ہے۔ (۲)

☆ تفسیر بحر محیط میں ہے کہ جہاں یہ معلوم ہو کہ علماء صلحاء اگر یہ عہدہ قبول نہ کریں گے، تو لوگوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے، انصاف نہ ہو سکے گا، وہاں ایسا عہدہ قبول کر لینا جائز، بلکہ ثواب ہے، بشرطیکہ اس عہدہ میں خود اس کو خلاف شرع امور کے ارتکاب پر مجبوری پیش نہ آئے۔ (۳)

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں مالی امور میں بڑی مہارت رکھتا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ دولت کو کس طرح مفید اور نفع بخش مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، اور کس طرح ناجائز اور بے مقصد مصارف سے بچایا جاسکتا ہے، اس لیے بہتر ہے کہ تو مجھے مال و خزانہ کا وزیر مقرر کر دے: انی حفیظ الخزائن بما لا يستحقها علیہم بوجوه مصالحہا (مظہری) یعنی میں ناجائز اخراجات سے خزانے کی حفاظت کر سکتا ہوں، اور مفید اور نفع بخش مقامات پر خرچ کرنے کے اصولوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ یہاں ایک چیز غور طلب ہے: حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولاً نستعمل علی عملنا من ارادہ۔ کہ اگر کسی عہدہ کی کوئی شخص خواہش

۱- تفسیر مظہری، ج ۶، ص ۱۱۴-۱۱۵

۲-

تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۲۳۱

۳- معارف القرآن، ج ۵، ص ۹۰

رکتا ہے تو ہم ایسے شخص کو وہ عہدہ نہیں سوچتے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: یا عبد الرحمان لاتسئل الا مارة فانك ان اعطيتها عن مسئلة وکلت اليها وان اعطيتها عن غير مسئلة اعنت عليها۔ اے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کوئی عہدہ مت مانگو، کیونکہ اگر تمہاری طلب پر تمہیں کوئی عہدہ دیا جائے گا، تو تو اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کا تمہیں ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا، اور اگر طلب کے بغیر تمہیں کوئی عہدہ ملا، تو اس کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے لیے تمہیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے امداد پہنچے گی۔ ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ کسی عہدہ کا خود مطالبہ کرنا درست نہیں، تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فرمانا: اجعلنی علیٰ خزائن الارض کیونکر جائز ہوگا۔ اس کے متعلق علماء کرام نے وضاحت کی ہے: کہ جب کوئی شخص یہ جانتا ہو، کہ اس کے بغیر کوئی ایسا آدمی نہیں، جو ان ملکی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر انجام دے سکے تو اس پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پیش کرے اور اس ذمہ داری کو اٹھائے، لیکن اس کے علاوہ اگر اور لوگ موجود ہوں، تو اس وقت اسے کسی عہدہ کی خواہش کرنے کی اجازت نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام جانتے تھے کہ آنے والے حالات میں ان کے علاوہ کوئی بھی اس ذمہ داری کو اٹھانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اس لیے آپ نے اپنے آپ کو پیش کیا:

ان يوسف انما طلب الولاية لا نه علم انه لا احد يقوم مقامه في العدل والا صالح وتوصيل الفقراء الى حقوقهم فرائ ان ذلك فرضاً متعيناً عليه وكذا الحكم النوم۔ (۱) (۲)

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے منصب طلب کیا، ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں منصب کو طلب کرنا جائز ہو، لیکن ہمارے شریعت میں منصب کو طلب کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ! امارت کا سوال نہ کرنا، کیونکہ اگر تم کو سوال کی وجہ سے امارت دی گئی، تو تم کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا، اور اگر تم کو بغیر سوال کے امارت دی گئی، تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی، اور اگر تم کسی چیز کی قسم کھاؤ، پھر تم یہ دیکھو کہ اس کا خلاف بہتر ہے، تو تم اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دو اور اس بہتر کام کو کر لو۔ (۳)

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میرے ساتھ اشعریین کے دو آدمی تھے، ایک میری دائیں جانب اور دو: سرامیری بائیں جانب تھا۔ ان دونوں نے نبی ﷺ سے کسی منصب کا سوال کیا۔ نبی ﷺ اس وقت مسواک کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ! تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث

کیا ہے، انہوں نے مجھے اپنے دل کی بات پر مطلع نہیں کیا تھا، اور مجھے یہ پتا نہیں چلا تھا کہ یہ کسی منصب کو طلب کریں گے، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: گویا کہ میں دیکھ رہا تھا کہ آپ ﷺ کی مسواک آپ کے ہونٹ کے نیچے تھی اور وہ سکر چکی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی

۱- ایضاً ص ۲۳۰	۲- ضیاء القرآن، ج ۲، ص ۴۳۷	
۳- i- صحیح البخاری: ۶۶۲۲	ii- صحیح مسلم: ۱۶۵۲	iii- سنن ابوداؤد: ۲۹۲۹
iv- سنن الترمذی: ۱۵۲۹	v- سنن النسائی: ۵۳۸۳	vi- السنن الکبریٰ: ۴۷۳۵
vii- سنن ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۵۱	viii- مسند احمد، ج ۵، ص ۶۲، ۶۱	ix- سنن الدارمی: ۲۳۵۱
x- المشقی لابن الجارود: ۹۹۸-۹۲۹		

منصب کا ارادہ کرے گا، ہم اس کو ہرگز اس منصب پر مقرر نہیں کریں گے۔ (۱)

☆ اگر بالفرض حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں بھی منصب کو طلب کرنا ممنوع ہو، تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے عہدہ طلب کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ عہدہ اس لیے طلب کیا تھا، کہ ان کے علاوہ کوئی اور شخص اس منصب کا اہل نہیں تھا، اور نہ کوئی اتنا نیک اور دیانت دار تھا، جو مستحق لوگوں کو ان کے حقوق پہنچا سکے۔ اس لیے ان کے نزدیک اس عہدہ کی صلاحیت اور اہلیت کے لحاظ سے، وہ اس عہدہ کے لیے متعین تھے اور ان پر اس عہدہ کا طلب کرنا فرض تھا، اور آج کل بھی یہی حکم ہے، اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ قضاء امارت یا کسی اور عہدہ کے لیے اس کے علاوہ اور کسی شخص میں اس عہدہ کی اہلیت اور صلاحیت نہیں، اور نہ کسی اور میں تقویٰ اور پرہیزگاری ہے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس عہدہ کا سوال کرے، اور اس عہدہ کے حصول کے لیے جدوجہد کرے، اور وہ عہدہ دینے والوں کو اپنی ان صفات کی خبر دے، جن صفات کی وجہ سے وہ اس عہدہ کا اہل اور مستحق ہے، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی صفات بتائیں اور فرمایا: میں بہت حفاظت کرنے والا اور بہت جاننے والا ہوں، اور اگر اس کو یہ علم ہو کہ اس کے علاوہ اور بہت لوگ ہیں جو اس عہدہ کی صلاحیت اور اہلیت رکھتے ہیں تو پھر اس کے لیے اس عہدہ کو طلب کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم امارت کا سوال نہ کرو، کیونکہ جب اس کو علم ہو کہ اس منصب کی وجہ سے بہت آفتیں اور مصیبتیں آتی ہیں، اور ان سے چھٹکارا پانا بہت مشکل ہوتا ہے، اس کے باوجود وہ اس منصب کو طلب کرے، اور اس پر حریص ہو تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اپنی ذات کی منفعت اور اپنی اغراض کو پورا کرنے کے لیے اس عہدہ کو طلب کر رہا ہے، اور جو شخص ایسا ہوگا وہ غنقریب اپنی نفسانی خواہشوں کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائے گا، اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: جو اس منصب کو طلب کرے گا اس کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا، اور جس شخص کو اس منصب پر آنے والی آفتوں اور مصیبتوں کا علم ہو، اور اس کو یہ خدشہ ہو کہ وہ اس منصب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے گا، اور اس سے اس کے حقوق میں کوتاہیاں ہوں گی۔ اس وجہ سے وہ اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کرے اور اس سے دور بھاگے، پھر اس کو زبردستی اس منصب پر فائز کر دیا جائے، تو اس کے حق میں یہ توقع کی جاسکتی ہے، کہ اس کو ان متوقع آفات اور مصائب اور خطرات سے نجات مل جائے گی اور نبی ﷺ نے اسی لیے فرمایا: جس کو اس کی طلب کے بغیر دے دیا گیا، اس کی (غیب سے) مدد کی جائے گی۔ (۲)

☆ ہمارے زمانے میں قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کی نشستوں کے جو انتخابات ہوتے ہیں، ان نشستوں کے حصول کے لیے مختلف سیاسی جماعتوں کے امیدوار از خود کھڑے ہوتے ہیں، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اسلام میں منصب کو طلب کرنا جائز نہیں ہے، تو پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے طلب منصب سے استدلال کرتے ہیں، اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ شریعت سابقہ ہے، اور شریعت سابقہ کے جو احکام ہماری شریعت کے خلاف ہوں، وہ ہم پر حجت نہیں ہوتے، ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخدا! ہم اس شخص کو عامل نہیں بنائیں گے، جو اس کو طلب کرے گا، اور نہ اس شخص کو عامل بنائیں گے، جو اس کی حرص کرے گا:

iii- سنن ابوداؤد: ۴۳۵۴

ii- صحیح مسلم: ۱۷۳۳، ۱۷۳۴

i- صحیح البخاری: ۷۱۵۶

v- السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۳۵

iv- سنن النسائی: ۱۰۴

۲- تبیان القرآن، ج ۵، ص ۷۹۴-۷۹۵

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور نبی کا تقویٰ قطعی اور یقینی ہوتا ہے، نبی کو وحی کی تائید حاصل ہوتی ہے، اور وہ اپنے افعال کے متعلق اللہ تعالیٰ ﷻ کی رضا سے مطلع رہتے ہیں، جبکہ عام آدمی کا تقویٰ قطعی اور یقینی نہیں ہوتا، اور غیر قطعی کو قطعی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عہدہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ ﷻ کی اجازت سے تھا، جو ان کو وحی کے ذریعے سے حاصل ہوئی تھی اور عام آدمی کے حق میں یہ متصور نہیں۔

☆ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی منصب کا اہل نہ ہو، تو جو شخص اہل ہو، اس کا محض خدمت کے لیے منصب کو طلب کرنا ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔ ہمیں اس قاعدہ کی جہت سے انکار نہیں ہے، لیکن جو چیز ضرورت کی بناء پر جائز کی گئی ہو، اس کو صرف ضرورت کی حد تک محدود رکھنا صحیح ہے، اس کو عام رواج اور معمول بنا لینا صحیح نہیں ہے۔ مثلاً جب کوئی حلال چیز کھانے کے لیے دستیاب نہ ہو تو ضرورت کی بناء پر شراب اور خنزیر کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص ضرورت کے حوالے سے خنزیر اور شراب کو کھانے پینے کا عام معمول بنا لے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ (۱)

☆ پاکستان میں انتخاب کے موقع پر ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار از خود کھڑے ہوتے ہیں، اور زر کثیر خرچ کر کے اپنے لیے کنوینگ کرتے ہیں، اور مخالف امیدواروں کی کردار کشی کرتے ہیں، اور اس سلسلے میں غیبت، افتراء اور تہمت کی تمام حدود کو پھلانگ جاتے ہیں، اور یہ طریقہ اسلام میں بالکل ناجائز ہے۔ اور ہر امیدوار کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ضرورت کی بناء پر کھڑا ہوا ہے بداہتاً باطل ہے، کیونکہ ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار کھڑے ہوتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کہ چونکہ اور کوئی اہل نہیں تھا، اس لیے یہ سب امیدوار کھڑے ہو گئے ہیں۔ (۲)

☆ درحقیقت پاکستان کے آئین میں طلب منصب کی اجازت دینا ہی غیر اسلامی دفعہ ہے، جو امیدوار انتخاب کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، انہیں امیدواروں میں سے صدر مملکت، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ اور دیگر وزراء کا انتخاب ہوتا ہے اور یہی امیدوار اسمبلی میں جا کر کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں، ملک کے سربراہ آوردہ علماء اور دانشوروں پر مشتمل اسلامی نظریاتی کونسل اتفاق رائے سے کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتی ہے، لیکن وہ اس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتا، جب تک کہ قومی اسمبلی اس کو منظور نہ کرے، اور قومی اسمبلی کے ممبروں کے لیے، اسلامی علوم یا مروجہ علوم میں سے کسی علم کی کوئی شرط نہیں ہے، نیکی اور تقویٰ کی، سیاسی تجربہ اور تدبر کی، حتیٰ کہ مرد ہونے کی بھی کوئی شرط نہیں ہے، ہر فاسق و فاجر، جاہل اور ناتجربہ کار شخص خواہ مرد ہو یا عورت، انتخاب کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے اور پیسہ اور اثر و رسوخ کے زور پر اسمبلی میں پہنچ کر صدر مملکت، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ یا کسی بھی محکمہ کا وزیر بن سکتا ہے، اور وہ علم، تجربہ اور اچھے کردار کے بغیر بھی اسلامی نظریاتی کونسل کی پیش کردہ سفارشات کو مسترد کر سکتا ہے، اور کسی بھی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

میں نے اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں جب یہ اعتراض کیا کہ پاکستان کے آئین میں امیدوار کے لیے کوئی معیار مقرر نہیں کیا گیا، تو اس وقت کے امور مذہبیہ کے وفاقی وزیر راجہ ظفر الحق نے آئین پاکستان سے امیدوار کے لیے حسب ذیل شرط پڑھ کر سنائی:

آرٹیکل ۶۲: کوئی شخص مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا رکن منتخب ہونے یا چنے جانے کا اہل نہیں ہوگا اگر..... (ہ) وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ رکھتا ہو، اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند، نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب نہ ہو۔ (۱)

☆ اہل فہم پر مخفی نہیں ہے کہ وزیر موصوف کا یہ جواب صحیح نہیں ہے اس لیے کہ آئین پاکستان کی اس دفعہ میں اسلامی تعلیمات کے علم کی یہ شرط مبہم اور غیر واضح ہے، اس میں اسلامی علوم کا کوئی معیار مقرر نہیں کیا گیا نہ کسی منضبط سند کی شرط لگائی گئی ہے جسے دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ آیا اس کو اسلامی علوم پر دسترس ہے یا نہیں، اور کسی دین یا دنیاوی سند کی شرط نہ ہونے کے نتیجہ میں یہ دیکھنے میں آیا ہے، کہ کئی انگوٹھے لگانے والے اسمبلی کے ممبر منتخب ہو جاتے ہیں، اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے، کہ انگوٹھے چھاپ وزیر تعلیم بن جاتے ہیں۔ ہمارے رائے میں قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے ممبر کے لیے یہ شرط ہونی چاہیے کہ وہ ایم۔ اے عربی یا ایم۔ اے اسلامیات ہو، یا کسی مسلم اور قویع دینی دارالعلوم کا فارغ التحصیل ہو۔

☆ چونکہ اسلام میں از خود منصب کا طلب کرنا جائز نہیں ہے، اس کی اصلاح کے لیے یہ طریقہ مقرر کیا جائے، کہ کوئی امیدوار از خود کسی نشست کے لیے کھڑا نہ ہو بلکہ وہ جس سیاسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے، وہ جماعت اس کو نامزد کرے، اور وہ جماعت ہی اس کے الیکشن کی کمپین چلائے اور اس کی کنوینٹنگ کرے، اور یہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کے اخراجات اس امیدوار سے وصول کر لیے جائیں، بہر حال ہمیں اپنے طریق انتخاب کو اسلامی حدود میں رکھنے کے لیے اس کا کوئی نہ کوئی حل تلاش کرنا چاہئے۔

☆ اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی مسلمان عالم فاضل شخص کے لیے یہ جائز ہے، کہ وہ کسی فاسق و فاجر یا کسی کافر حکمران کے ماتحت کام کرے، یا کسی منصب کی ذمہ داریاں بجالائے، البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ اس کو یہ معلوم ہو کہ اس کے فرائض اور اس کی ذمہ داریوں میں کوئی ایسا کام شامل نہ ہو، جو اس کے دین یا شریعت کے کسی حکم کے منافی ہو، لیکن جب اس کے فرائض کی باگ ڈور کافر یا فاسق کے ہاتھ میں ہو، اور اس کے لیے لازم ہو کہ وہ ان کی خواہشات پر عمل کرے، تو پھر اس کے لیے یہ عہدہ قبول کرنا جائز نہیں ہے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے جائز تھا اور ان کی خصوصیت تھی، اور آج کل کے دور میں یہ جائز نہیں ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ کافر یا فاسق کی ملازمت کرنا جائز ہے، جب کہ ان کو یہ معلوم ہو کہ ان کو اپنے دین اور اپنی شریعت کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا پڑے گا۔

☆ علامہ مادر دی شافعی متوفی ۴۵۰ھ نے کہا ہے کہ اگر منصب پر فائز کرنے والا ظالم ہو تو اس کی طرف سے منصب کو قبول کرنے کے متعلق دو قول ہیں:

(۱) اس کو جس منصب پر فائز کیا گیا ہے، وہ اس منصب کو قبول کرے اور اس منصب کے تقاضوں کے مطابق حق اور انصاف پر مبنی امور انجام دے، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے فرعون (مصر کا کافر بادشاہ الولید بن الریان) کی طرف سے منصب سونپا گیا، اور انہوں نے اس کو قبول فرمایا اور اعتبار منصب قبول کرنے والے کے افعال کا ہوتا ہے، نہ کہ منصب دینے والے کے افعال کا۔

(۲) کافر یا فاسق کی طرف سے منصب قبول کرنا جائز نہیں ہے، اور حضرت یوسف علیہ السلام نے فرعون کا جو منصب قبول کیا تھا، اس کے دو جواب ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کافر فرعون نیک اور عادل شخص تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کافر فرعون باغی اور سرکش تھا، لہذا حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے فرعون سے عہدہ قبول کرنا محل اعتراض نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر اپنے

دائرہ کار میں تھی، انہوں نے اس طرف نظر نہیں کیا کہ اس کو اس کام کی ذمہ داری کون سونپ رہا ہے۔ علامہ مادردی نے کہا: زیادہ صحیح یہ ہے کہ کافر کی طرف سے منصب قبول کرنے کو مطلقاً جائز کہا جائے، نہ مطلقاً ناجائز کہا جائے، بلکہ اس کی تین قسمیں بیان کی جائیں:

۱۔ جن فرائض کی انجام دہی میں کسی شخص کے اجتہاد کا دخل نہیں ہے، اور شریعت نے ان فرائض کی تعیین کی تصریح کر دی ہے مثلاً زکوٰۃ اور صدقات کی وصول یابی، کہ اموال ظاہرہ میں ہر چیز کا نصاب مقرر ہے، کہ جب ہل تجارت دو سو درہم (چھ سو بارہ اعشاریہ تین چھ گرام چاندی) کی مقدار، یا اس سے زائد ہو، تو اس میں سے اڑھائی فی صد زکوٰۃ وصول کی جائے گی، یا چالیس سے ایک سو انیس جنگل کی گھاس چرنے والی بکریوں پر ایک بکری وصول کی جائے گی، اور زرعی پیداوار سے اگر بارانی زمین ہو تو عشر وصول کیا جائے گا، یعنی پیداوار کا دسواں حصہ، ورنہ نصف عشر وصول کیا جائے گا یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ، سو ان فرائض کی انجام دہی کسی عامل کے اجتہاد پر موقوف نہیں ہے، اس لیے کسی ظالم اور فاسق و فاجر حکمران سے اس قسم کا عہدہ قبول کرنا جائز ہے۔

۲۔ جن فرائض کی انجام دہی میں اجتہاد کرنا پڑتا ہے، جیسے اموال فنی کے مصرف، ان میں ظالم کی طرف سے عہدہ قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس میں ناحق تصرف کرنے کے لیے کہے گا، اور اموال فنی غیر مستحق کو دینے کے لیے کہے گا۔

۳۔ جو شخص اہل ہو اس کے لیے جائز ہے، کہ وہ ظالم کی طرف سے عہدہ قبول کر لے، مثلاً ظالم کی طرف سے کسی کو قاضی بنایا جائے اور وہ یہ سمجھے کہ وہ مقدمات کا فیصلہ کرنے میں آزاد ہوگا، تو اس کے لیے یہ عہدہ قبول کرنا جائز ہے۔ (۱)

خلاصہ:

- ☆ حاکم کے لئے لوگوں کے سامنے مساوی کرنا جائز ہے۔
- ☆ دوران مساوی یا ٹوٹھ پیٹ کے کلام کرنا جائز ہے۔
- ☆ عہدہ طلب کرنا پسندیدہ عمل ہے۔
- ☆ حکومتی عہدوں پر ان لوگوں کو فائز کیا جائے، جو ان کے طلب گار نہ ہوں۔ موجودہ زمانے میں اس کی بہت کمی واقع ہو گئی ہے، بلکہ عہدوں کے لئے بڑی بڑی سفارشات کروائی جاتی ہیں اور رشوتیں دی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ ﷻ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے صدقے ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔
- ☆ عہدوں پر تعیناتیاں سفارش کی بجائے، میرٹ اور اہلیت کی بنیاد پر کی جانی چاہیے۔
- ☆ حریص اور اُلچی لوگوں کو عہدے نہیں دینے چاہیے۔
- ☆ اپنی بات کی وضاحت کے لئے بغیر مطالبہ کے بھی قسم جائز ہے۔
- ☆ جہاں پر بدگمانی کا خدشہ ہو، تو خود بھی وضاحت کر دینی چاہیے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خود ہی وضاحت فرمادی کہ میں ان کا سفارشی نہیں ہوں۔
- ☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل مقرر کیا گیا تھا، اور ان کی مدد کے لئے حضرت ہاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ روانہ کیا گیا تھا۔

ii- الجامع لاحکام القرآن، ج ۹، ص ۱۸۸-۱۸۷

i- التکت والعیون ج ۳، ص ۵۱-۵۰

iii- تبیان القرآن، ج ۵، ص ۷۹۳-۷۹۸

☆ خالی عہدوں پر تعیناتیاں فوری کرنی چاہیے۔

☆ موجودہ طریقہ انتخاب میں امیدوار کے خود کھڑا ہونے کی بجائے پارٹی نامزدگی امانت و دیانت اور اہلیت کی بناء پر ہونی چاہیے۔ اسی طرح لوگوں سے شخصیت کے لئے ووٹ مانگنے کی بجائے، پارٹی منشور کے بارے میں آگاہ کر کے لوگوں میں ووٹ کا شعور پیدا کیا جائے، تاکہ لوگ آزادانہ طور پر حق رائے دہی استعمال کر سکیں۔

☆ سیاسی پارٹیوں کو بھی چاہیے کہ وہ مختلف علوم و فنون کی مہارت کے ساتھ ساتھ، اسلامی علوم کی مہارت اور امانت و دیانت اور عمل کو بنیادی اہلیت بنائیں۔

☆ اہل اسلام کے لئے حکمرانی کے لئے بہترین طریقہ ہائے چار ہیں، جو چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنائے۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو براہ راست لوگوں نے منتخب کیا۔ (۱)

۲- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے باہم مشاورت کے بعد خود خلیفہ نامزد کیا۔ (۲)

۳- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نامزدہ کردہ کمیٹی نے خلیفہ نامزد کیا، اس کمیٹی کے ارکان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ،

۴- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ (۳)

۵- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اہل الرائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے بطور خلیفہ نامزد کیا گیا۔ (۴)

مسواک کی ترغیب

۵۔ باب التَّوْغِيبِ فِي السِّوَاكِ

اس باب میں مسواک کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے، اور اس پر اجر و ثواب کا بیان کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ مسواک کرنے کے فوائد کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ پچھلے باب میں حاکم کار عایا کے سامنے مسواک کرنے کا بیان تھا۔

۵۔ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ زُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَتِيقٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: السُّوَاكُ مَطَهْرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ

۱۔ اطراف:

احمد: ۲۲۲۵۸، ۲۲۳۸۶، ۲۲۴۰۷، ۲۲۸۳۶، ۲۵۴۳۸، ۲۶۵۴۲، السنن الکبریٰ: ۴، ابن حبان ۱۰۶۷، ابن خزیمہ: ۱۳۵ مسند شافعی: ۴، کتاب الام: ۲۰۱، داری: ۱۷۴/۱

۱- تاریخ ابن خلدون، ج ۱، ص ۱۷۶-۱۷۸

۲- ایضاً، ص ۲۲۱-۲۲۲

۳- ایضاً، ص ۳۱۹-۳۲۱

۴- ایضاً، ص ۳۷۶-۳۷۷

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس سند کے چھ راوی ہیں، جن کے حالات درج ذیل ہیں:

i۔ حمید بن مسعد:

آپ کا نام حمید بن مسعد بن مبارک سامی باہلی بصری (م: ۲۳۴ھ) ہے، آپ رواد کے دسویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں۔ امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

ii۔ محمد بن عبدالاعلیٰ:

آپ کا نام محمد بن عبدالاعلیٰ صنعانی بصری (م: ۲۳۵ھ) ہے۔ آپ رواد کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۲۔ یزید بن زریغ:

آپ کا نام حافظ ابو معاویہ یزید بن زریغ تمیمی عیشی بصری (م: ۱۸۲ھ) ہے، آپ رواد کے آٹھویں طبقہ سے امام، حجة، ثقہ، ثابت، مامون اور کثیر الحدیث راوی ہیں۔ اصحاب صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۳۔ عبدالرحمن بن ابی عتیق:

آپ کا نام ابو عتیق عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی عتیق محمد بن عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ رواد کے ساتویں طبقہ سے ثقہ مقبول راوی ہیں۔ امام بخاری اور امام نسائی نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔ (۴)

۴۔ ابی (عبداللہ بن محمد):

آپ کا نام عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمیمی مدنی (م: ۶۳ھ) ہے۔ آپ رواد کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ آپ نے واقعہ حرہ کے دن شہادت پائی۔ آپ حضرت قاسم کے بھائی ہیں۔ شیخین، امام ابوداؤد اور امام نسائی رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۵)

۵۔ عائشہ:

آپ ام المومنین ام عبداللہ حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا (م: ۵۷ھ) ہیں۔ آپ عورتوں میں سب سے بڑی فقیہہ ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے زیادہ افضل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبیہ ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ ہی کے حجرہ مبارک میں مدفون ہیں، آپ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار، دوسو، دس (۲۲۱۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن میں سے ایک

i۔ الجرح والتعديل، ج ۳، ص ۲۲۳

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۲۰۲

i۔ الجرح والتعديل، ج ۲، ص ۱۹۱

ii۔ الجرح والتعديل، ج ۸، ص ۱۶

i۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۸۹

ii۔ تحذیب الکمال، ج ۱۱، ص ۲۶

i۔ الثقات، ج ۳، ص ۲۳۹

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۲۵۲

i۔ الجرح والتعديل، ج ۵، ص ۱۵۸

ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۷

سوچو ہتر (۱۷۴) متفق علیہ، چون (۵۴) میں امام بخاری اور اڑسٹھ (۶۸) میں امام مسلم منفرد ہیں۔ تمام محدثین نے آپ سے اخذ روایت کیا ہے (۱)۔
۴۔ حکم حدیث:

یہ حدیث صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات نسائی میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چوتھی (۴) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ اس سند کے راویوں کی ثقاہت پر اہل علم کا اتفاق ہے، عبدالرحمان بن عتیق کو امام ابن حبان نے ثقہ اور ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قول کہا ہے۔ ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادب المفرد میں روایت کیا ہے۔

☆ اس سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری تین راوی مدنی ہیں۔

☆ اس میں بیٹا (عبدالرحمن) باپ (ابوعتیق) سے روایت کرتا ہے۔

☆ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، جو مکشیرین سبغہ میں سے ہیں اور آپ سے دو ہزار دوسو دس (۲۲۱۰) احادیث مروی ہیں۔

☆ اس سند میں دھوا بن زریج کے قول میں بھی وہی مشہور قاعدہ کا استعمال ہوا ہے، جو اس سے پہلے والی حدیث کی سند میں یحییٰ دھوا بن سعید میں وارد ہے۔

☆ اس سند میں روایت کے چار لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ اخیر، دو جگہ عن عن اور حدث، اور ایک دفعہ سمعت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

مطہرۃ: پاکی حاصل کرنے کا آلہ، پاک کرنے والا

فم: منہ

مرضاة: راضی کرنے کا ذریعہ، راضی کرنے والا۔

رب: اسم جلال، پالنے والا، مالک، مرتبہ کمال تک پہنچانے والا

۷۔ مسائل و نصاب:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مبارکہ مختصر الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے، بعض دیگر احادیث میں درج ذیل الفاظ کا اضافہ ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنْ ابْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسِ رضی اللہ عنہما كَمَا بَيَّانَ هُوَ أَنَّ نَبِيَّ كَرِيمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
عَلَيْكُمْ بِالسُّوَالِكِ فَإِنَّهُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ مَفْرَحَةٌ لِلْمَلَائِكَةِ
فَرْمَايَا: تَمَّ مَسْوَاكُ ضَرُورَ كَرُو، كَيُونَكُ مَسْوَاكُ مِنْهُ كُوَاكُ وَصَافُ كَرْنِ
وَالِي هُوَ، رَبُّ تَعَالَى جَلَّ جَلَالُهُ كِي رَضَا كَا ذَرِيْعَهُ هُوَ، فَرَشْتُوں كَلْنِ

خوشی کا باعث ہے، نیکیوں میں اضافہ کرنے والی ہے، بینائی میں اضافہ کرنے والی ہے، دانتوں کی میل کچیل کو صاف کرنے والی، مسوڑھوں کو مضبوط کرنے والی، بلغم کو نکالنے والی، منہ کو پاک کرنے والی، معدے کو درست کرنے والی اور فصاحت و بلاغت میں اضافہ کرنے والی ہے۔

وَيَسُدُّ اللِّثَّةَ وَيُذْهِبُ الْبَلْغَمَ، وَيُطَيِّبُ الْفَمَ وَرَوَاةٌ غَيْرَةٌ وَزَادَ فِيهِ وَيُصْلِحُ الْمَعِدَةَ، "وَهُوَ مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ الْخَلِيلُ بْنُ مَرْثَدَةَ وَكَوَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ" (۱)

☆ منہ کو پاک و صاف اس لئے بھی رکھنا ضروری ہے، کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر اور اس سے دعا، قرآن مجید کی تلاوت، احادیث مبارکہ کی تلاوت اور دیگر اوصاف اور اور زیادہ تر زبان سے کرتا ہے، جو کہ منہ کا حصہ ہے۔ اس لئے مسواک کا کرنا اہم ہے۔

☆ مسواک کرنے سے فرشتے اس لئے خوش ہوتے ہیں، کیونکہ وہ خود پاک و صاف ہیں، اس لئے پاکی اور صفائی کو پسند کرتے ہیں۔

☆ جن چیزوں سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے، ان سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ لہذا منہ سے بدبو آنا یا دانتوں کا پیلاہٹ والا ہونا، فرشتوں کے لئے تکلیف کا باعث ہے۔

☆ مسواک یہاں پر بطور استعارہ کے ہے، اور اس سے مراد ہر وہ چیز ہے، جس سے منہ اور دانتوں کی صفائی ہو اور پاکیزگی حاصل ہو۔ (۲)

☆ اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے صیغہ امر کے ساتھ مسواک کا حکم نہیں دیا، بلکہ رغبت دلائی ہے، جس سے سنت کو لازم پکڑنے کی طرف اشارہ ہے۔ (۳)

☆ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مسواک رب تعالیٰ ﷻ کی رضا کا سبب ہے، اس لئے اسے اپنانا ہم پر لازم ہے، کیونکہ ہمارا سب سے بڑا مقصود رب تعالیٰ ﷻ کی رضا ہے۔ (۴)

☆ اس حدیث کا بڑا مقصد مسواک کی ترغیب دلانا ہے۔ (۵)

☆ مسواک کا دائیں ہاتھ سے کرنا مستحب ہے۔ (۶)

☆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ ہر وقت مسواک کو کان کے اوپر رکھتے تھے، اور ہر نماز سے پہلے مسواک کرتے تھے۔ (۷)

۸۔ خلاصہ:

☆ مسواک کرنے سے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی پاکی حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ ظاہری صفائی یہ ہے کہ منہ سے بدبو کا خاتمہ، دانتوں سے پیلاہٹ اور میل کچیل کا خاتمہ ہوتا ہے، اور منہ پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

۲۔ باطنی صفائی یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی رضا حاصل ہوتی ہے، جس سے نیکیوں میں اضافہ اور گناہوں میں کمی ہوتی ہے۔

☆ ہمارے زمانے میں مسواک کرنے میں بہت کوتاہی برتی جاتی ہے، اس لئے ہمیں اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

۱۔	شعب الایمان للبیہقی، ج ۲، ص ۲۸۱، رقم ۲۵۲۱	۲۔	حاشیہ سندھی، ص ۱۰	۳۔	ایضاً
۳۔	ذخیرۃ العقیسی، ج ۱، ص ۲۶۸	۵۔	حاشیہ سندھی، ص ۱۱		
۶۔	طرح التثریب، ج ۲، ص ۷۱	۷۔	شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۲۷۰		

مسواک کثرت سے کرنی چاہیے

۶۔ باب الاكثَارِ فِي السَّوَاكِ

اس باب میں مسواک زیادہ سے زیادہ کرنے کی تعلیم اور ترغیب کا ذکر ہے۔ جبکہ پچھلے باب میں مسواک کرنے کی ترغیب کا بیان تھا۔

۶۔ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ وَعِمْرَانُ بْنُ مُوسَى قَالَا: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبَّابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَكْثَرْتُ

عَلَيْكُمْ فِي السَّوَاكِ

۱۔ اطراف:

بخاری: ۸۸۸، ابوداؤد: ۳۳۰، احمد: ۱۲۳۶۱، سنن الکبریٰ: ۵، جامع المسانید (ابن جوزی): ۱۳۰

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ میں بہت کچھ بیان کرنے سے مراد کثرت فضائل و محاسن ہے، چونکہ مسواک کے فوائد بہت زیادہ ہیں، اس لیے کثرت سے کرنی چاہئے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حمید بن مسعدہ: راجع: ۵

۲۔ عمران بن موسیٰ:

آپ کا نام ابو عمر و عمران بن موسیٰ فزاری بصری (م: ۲۴۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں۔ امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ عبدالوارث:

آپ کا نام عبدالوارث بن سعید بن ذکوان عنبری (م: ۱۰۸ھ) ہے۔ آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، حجۃ راوی ہیں۔ بعض نے قدریت کی طرف نسبت کی ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت لیتے ہیں۔ (۲)

۴۔ شعیب بن حجاب:

آپ کا نام شعیب بن حجاب ازدی معولی (م: ۱۳۱ھ) ہے۔ آپ ابوصالح بصری کے غلام تھے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ ابن مدینی کے مطابق آپ سے تیس احادیث مروی ہیں، امام ابن ماجہ کے علاوہ باقی آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۴۹۹

i۔ المعجم المشتمل، ص ۶۶۳

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۸۹

i۔ الجرح والتعديل، ج ۶، ص ۷۵

ii۔ التاريخ الكبير (بخاری)، ج ۴، رقم ۲۵۵۵

i۔ تهذيب الكمال، ج ۴، ص ۵۹۸

۵۔ انس بن مالک:

آپ ﷺ کا نام خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالک بن نضر انصاری خزرجی (م: ۹۳ھ) ہے، آپ ﷺ نے نبی کریم ﷺ کی دس سال مسلسل خدمت کی۔ آپ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ آپ ﷺ سے دو ہزار دو سو چھیالیس (۲۲۸۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن میں سے ایک سواڑھ (۱۶۸) متفق علیہ ہے، تریاسی (۸۳) میں امام بخاری اور اکبر (۷۱) میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ ﷺ نے سو سال سے زائد عمر پائی۔ آپ ﷺ بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (۱)

۴۔ حکم حدیث:

یہ حدیث صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث رباعیات امام نسائی میں سے ہے، جو کہ امام نسائی کی اعلیٰ ترین سند ہے۔
- ☆ یہ سند اس کتاب کی پہلی رباعی سند ہے۔
- ☆ اس سند کے تمام راوی ثقہ اور بصری ہیں۔
- ☆ یہ سند ایک ہی شہر کے راویوں پر مشتمل ہے۔
- ☆ حضرت انس بن مالک ﷺ آخری صحابی ہیں، جنہوں نے بصرہ میں وفات پائی۔
- ☆ اس سند میں روایت کے لئے شروع میں اخیرنا، دو جگہ حدیثا، ایک جگہ عن اور ایک جگہ قال کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

اکثرت: میں نے زیادتی کی، کثرت سے ترغیب دلائی۔

اس لفظ کو صیغہ مجہول (اکثرت) بھی پڑھا گیا ہے، اس صورت میں معانی، مجھے مسواک کے متعلق حکم دینے میں بہت زیادہ تاکید کی گئی، مراد ہوں گے۔

۷۔ مسائل و نصح:

- ☆ اس حدیث کا معنی ہے میں نے تم کو مسواک کا حکم دینے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔ (۲)
- ☆ مسواک کرنا واجب ہے یا سنت: اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ مسواک کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ بعض کا دعویٰ یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے، اسحاق بن راہویہ نے کہا: ہر نماز کے لئے مسواک کرنا واجب ہے، جس نے اس کو عمدتاً ترک کیا، اس کی نماز باطل ہے، امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا، تو انہیں مسواک کرنے کا حکم دیتا، یہ مسواک کرنے کے مستحب ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر مسواک کرنا واجب ہوتا، تو آپ لازماً مسواک کرنے کا حکم دیتے، خواہ امت پر دشوار ہو یا نہ ہو۔ صاحب ہدایہ نے کہا: مسواک کرنا سنت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دائماً مسواک کی ہے۔

☆ مسواک کرنے کا وقت: ہمارے اکثر اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مسواک کرنے کا وقت کلی کرنا ہے، اور امام شافعی نے کہا ہے کہ مسواک نماز کی سنت ہے، مسواک اس وقت کی جائے، جب نمازی نماز کے لئے کھڑا ہو۔

☆ مسواک کس طرح کی جائے: ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مسواک عرضاً کی بجائے طولاً نہ کی جائے، امام ابو نعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرضاً مسواک کرتے تھے، طولاً نہیں کرتے تھے۔

☆ مسواک کتنی بار یا کتنی دیر کی جائے: اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، لہذا اس وقت تک مسواک کی جائے، جب تک انسان کا دل مطمئن نہ ہو جائے۔

☆ جس شخص کو مسواک نہ ملے، وہ انگلی سے دانتوں کو ملے: کیونکہ امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک سے کفایت کرتی ہیں اور اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (۱) اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اپنے منہ پر تیل لگاتا ہے تو کیا وہ مسواک کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کس طرح؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی انگلی اپنے منہ میں داخل کرے۔

☆ کس چیز سے مسواک کرے؟ مستحب یہ ہے کہ وہ پیلو کی جڑ سے مسواک کرے۔ ابو خیرہ الصباحی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک وفد میں تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیلو کی جڑ پیش کی، آپ نے فرمایا: اس سے مسواک کیا کرو۔ (۲)

☆ مسواک کرنے کی حکمت: بندہ جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے مناجات کرے تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے منہ سے بدبو نہ آئے۔ امام قشیری نے بغیر سند کے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے انہوں نے کہا: مسواک کو لازم رکھو، اس میں چوبیس خصلتیں ہیں، ان میں سب سے افضل یہ ہے کہ رحمٰن راضی ہوتا ہے اور نماز کا ستر (۷۷) درجہ زیادہ ثواب ہوتا ہے، اور اس سے خوش حالی آتی ہے، اس سے خوشبو آتی ہے، سر کے درد میں آرام آتا ہے، ڈاڑھ کا درد دور ہوتا ہے، اس کے چہرے کے نور اور دانتوں کی چمک کی وجہ سے فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ (۳)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے، اور رب بد کو راضی کرنے والی ہے۔ (۴)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کر کے جس نماز کو پڑھا گیا اس کی اس نماز پر ستر (۷۰) درجہ فضیلت ہے جس کو بغیر مسواک کے پڑھا گیا ہے۔ (۵)

☆ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت ہے کہ آپ نے مسواک کو امت پر واجب نہیں کیا۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر مشقت کے خطرہ سے مسواک کو امت پر واجب نہیں کیا، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی دلیل ہے۔

۱- سنن بیہقی ج ۱، ص ۴۰	۲- تاریخ کبیر: ۱۳۲۵	۳- نعمۃ الباری، ج ۲، ص ۸۱۲
۴- مسند احمد، ج ۶، ص ۴۷	ii- مسند ابوالعلی: ۴۵۹۸	iii- حلیۃ الاولیاء، ج ۷، ص ۱۵۹
۵- المستدرک، ج ۱، ص ۱۲۵-۱۲۶	ii- سنن بیہقی، ج ۱، ص ۸	iii- صحیح ابن خزمیہ: ۱۳۷
۷- مسند ابوالعلی: ۴۷۲۸	۷- مسند احمد، ج ۶، ص ۲۷۲	

☆ الشرح الکبیر کی تخریج کرتے ہوئے علامہ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ مسواک سے متعلق آخری حدیث کے بعد فرماتے ہیں، کہ اس مسئلہ میں مصنف نے سو سے زیادہ احادیث ذکر کی ہیں، اور یہ بہت بڑی تعداد ہے۔ پھر کہتے ہیں: یہ تعجب کی بات ہے، ایک ہی سنت سے متعلق اس قدر احادیث منقول ہیں، جبکہ بہت سے لوگ بلکہ اکثر فقہاء اس سنت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (۱) اگرچہ یہ تعداد صحیح و ضعیف ہر قسم کی احادیث سمیت بنتی ہے، لیکن ان سے اس عظیم سنت کی اہمیت بالکل واضح ہے۔ (۲)

۸۔ خلاصہ:

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کرنے کا حکم کثرت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دلاتے تھے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مسواک کی ترغیب دلانے کا کثرت سے حکم دیا۔

☆ تمام اہل ایمان کو کثرت کے ساتھ مسواک کرنی چاہیے۔

☆ مسواک کرنے پر آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ حریص تھے۔

۷۔ باب الرُّخْصَةِ فِي السُّوَاكِ بِالْعُشِيِّ لِلصَّائِمِ روزه دار کو بعد دوپہر مسواک کرنے کی اجازت

اس باب میں روزے دار کو ظہر اور عصر کی نماز کے وقت مسواک کرنے کی اجازت کا بیان ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روزے دار دوپہر کے بعد کسی وقت بھی مسواک کر سکتا ہے۔ اس لئے روزہ کی حالت میں مطلقاً مسواک کی ممانعت نہیں ہے۔

۷۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَيَّ أُمَّتِي لَأَمَرْتَهُمْ بِالسُّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشواری کا احساس نہ ہوتا، تو میں انہیں ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۸۸۷، ۲۳۰، مسلم: ۲۵۲، مؤطا: ج ۱، ص ۶۶،

احمد: ۲۳۳، ۴۱۶، ۸۵۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۵۵، ۹۵۹، ۱۰۶۲، ۱۰۲۰، ۱۰۸۷۔

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا مستحب ہے، تو اس میں روزے دار بھی شامل ہیں۔

۳۔ تعارف رجال:

اس سند کے چھ راوی ہیں، جن کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ قتیبہ بن سعید: راجع: ۱

۲۔ مالک:

آپ کا نام ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر بن عمرو اصحبی مدنی (م: ۱۷۹ھ) ہے، آپ فقہ مالکی کے بانی اور امام دارالحدیث کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ روایت کے ساتویں طبقہ سے ہیں۔ آپ متقین کے امام اور مشہورین کے شیخ ہیں۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے اعلیٰ سند مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔ آپ کی ولادت ۹۳ھ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نوے سال کی عمر پائی، تمام آئمہ حدیث آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ تقریباً دو ہزار احادیث مروی ہیں۔ (۱)

۳۔ ابوالزناد:

آپ کا نام ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن ذکوان قرشی مدنی (م: ۱۳۰ھ) ہے۔ آپ ابوالزناد کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ روایت کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، حجة تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ الاعرج:

آپ کا نام ابوداؤد عبد الرحمن بن ہرمز اعرج مدنی (م: ۱۱۷ھ) ہے۔ آپ حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے مولیٰ ہیں۔ آپ روایت کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، عالم، تابعی راوی ہیں۔ اکثر محدثین آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے شہر سکندریہ میں وفات پائی۔ (۳)

۵۔ ابو ہریرہ: راجع: ۱

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات سے یہ پانچویں (۵) حدیث ہے۔
- ☆ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی قتیبہ کے علاوہ مدنی ہیں۔
- ☆ اس سند میں تابعی (ابوزناد) نے دوسرے تابعی (اعرج) سے روایت کی ہے۔
- ☆ امام بخاری کے نزدیک یہ سند اصح الاسانید میں سے ہے۔
- ☆ اس سند میں اخبارنا، عن اور قال کے الفاظ سے روایت کی گئی ہے۔

۱۔ تاریخ الدور، ج ۲، ص ۵۴۳ ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۳۱

۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۹، ص ۴۱۷ ii۔ تاریخ الثقات، ج ۲، ص ۲۵۴

۳۔ الثقات، ج ۵، ص ۱۰۷ ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۴۶۵

۶۔ لغات:

لولا: یہ دو حرفوں لو اور لا سے مرکب ہے، یہ لفظ ایک کے وجود کی وجہ سے دوسرے سے حکم کی نفی کرتا ہے۔ یہاں پر مشقت کے وجود کی بناء پر امر (وجوب) کی نفی مراد ہے۔

ان اشق: ان مصدر یہ ہے۔ اشق مشکل میں پڑنا، گراں گزرنا، تنگی ہونا۔

امتی: میری امت۔ اپنی امت

لامرتہم: میں انہیں ضرور حکم دیتا۔ یعنی امت پر واجب کر دیتا۔

۷۔ مسائل و نصائح:

☆ مسواک کرنا سنت ہے اور کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے، نماز میں نہ غیر نماز میں، اس پر علماء کا اجماع ہے، علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری نے کہا ہے، کہ مسواک کرنا واجب ہے، لیکن اس کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی، اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے، اور اس کو عمد ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، ہمارے فقہاء میں سے ابو حامد نے کہا ہے کہ داؤد ظاہری سے یہ نقل صحیح نہیں ہے، اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور امام اسحاق سے جو وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔

☆ مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے، لیکن حسب ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے:

۱۔ نماز پڑھنے کے وقت خواہ پانی سے طہارت حاصل کی ہو، یا تیمم سے، (یہ امام شافعی کے نزدیک ہے)۔

۲۔ وضو کرنے کے وقت۔

۳۔ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت۔

۴۔ نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔

۵۔ جب منہ کی بو متغیر ہو، خواہ کھانے پینے سے، یا کسی بدبودار چیز کے کھانے سے، زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے، یا زیادہ

باتیں کرنے کی وجہ سے۔

☆ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے، تا کہ روزہ دار کے منہ کی بو، جو مستحب ہے، وہ زائل نہ ہو جائے۔ پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا مستحب ہے، اور ہر وہ چیز جس کے استعمال کرنے سے منہ صاف ہو جائے، اس سے منہ صاف کرنا مستحب ہے خواہ سخت کپڑا ہو، کوئی جڑی بوٹی ہو یا انگلی سے صاف کرے (منجن اور ٹوتھ پیسٹ بھی اس میں داخل ہیں)، اور مستحب یہ ہے کہ متوسط لکڑی سے مسواک کی جائے، جو بہت سخت ہو نہ بہت نرم، اور مستحب یہ ہے کہ دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے، طولاً نہ کی جائے تاکہ دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے، اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکروہ ہے، لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا، نیز مستحب یہ ہے کہ دانتوں کی اطراف اور ڈاڑھوں پر مسواک کی جائے، اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ پہلے دائیں جانب، پھر بائیں جانب مسواک کی جائے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ (۱)

۱۔ شرح مسلم (نودی)، ج ۱، ص ۱۲۷

☆ مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی ﷺ دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی عمل کرتے تھے، اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے، حتیٰ کہ امام اوزاعی نے کہا: مسواک کرنا وضو کا جز ہے، اور بکثرت احادیث میں اس پر دلالت ہے کہ مسواک کرنے پر نبی ﷺ کا دائمی عمل تھا، اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ”حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تازہ مسواک تھی، جس کے ساتھ وہ دانت صاف کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ ان کو ٹھیکسی باندھ کر دیکھ رہے تھے، میں نے ان سے مسواک لی، اس کو کاٹا، اس کو صاف کیا، پھر وہ مسواک رسول اللہ ﷺ کو دی، اور آپ نے مسواک کی۔“

☆ مسواک میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا مسواک کرنا وضو کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ نماز کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ سنت دین ہے (یعنی شعائر اسلام سے ہے)، یہی قول زیادہ قوی ہے، اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے، ہدایہ میں مذکور ہے، کہ صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے، اسی طرح امام شافعی کے نزدیک ہے ابن حزم نے کہا: کہ یہ سنت ہے، اور اگر ہر نماز کے لئے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے، اور جمعہ کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے، علامہ ابو حامد اسفرائینی اور علامہ ماوردی نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے، کہ مسواک کرنا واجب ہے، اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر عدا مسواک کرنے کو ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی، علامہ نووی نے کہا کہ امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔

☆ ہمارے نزدیک مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے، مغنی میں مذکور ہے کہ مسواک دانتوں اور زبان پر کی جائے، مسواک کرنے کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہو گئی ہے، تو ختم کر دے، مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے، مسواک کرتے وقت تین بار پانی لینا مستحب ہے، مسواک کی لمبائی ایک بالشت اور موٹائی ایک چھنگلی کے برابر ہونی چاہیے، مستحب یہ ہے کہ پیلو کے درخت کی مسواک بنائی جائے، اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کر لیا جائے، محیط میں مذکور ہے کہ عورت کے لئے دنداسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے، اور جب کسی کو مسواک میسر نہ ہو تو وہ انگلی سے دانت صاف کرے۔ امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں کو مسواک کرنے کے قائم مقام قرار دیا ہے، امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور مسواک کرنے کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ (۱)

☆ علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں دلیل ہے کہ مستحب کام کا حکم نہیں دیا جاتا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ ﷻ کا حکم وارد نہ ہو، اس میں نبی ﷺ کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے، یہ اکثر اصحاب اصول اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۲)

☆ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کو اگر امت پر دشوار نہ ہوتا، تو آپ ﷺ امت پر مسواک کو واجب کر دیتے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے نبی ﷺ کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں، اور جس چیز سے چاہیں امت کو روک دیں، احکام شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں، لیکن آپ ﷺ کا احکام نافذ کرنا مشیت الہی کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ ﷻ بالذات شارع ہے اور آپ ﷺ بالتبع شارع ہیں۔ (۳)

☆ اس بارے میں کافی احادیث ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا، تو میں عشاء کی نماز اسی وقت پڑھتا، اور یہ کہ اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے تین راتیں تراویح پڑھائیں، چوتھی رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تراویح کے شوق میں اس قدر آئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی، آپ ﷺ تراویح پڑھانے کے لئے نہ آئے۔ حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھانے تشریف لائے۔ نماز پڑھانے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے۔ کلمہ شہادت پڑھا، اس کے بعد فرمایا:

اما بعد فانہ لم یخف علی مکانکم ولکنی خشیت ان تفترض علیکم فتعجزوا عنہا۔

تراویح کے لئے تمہارا اشتیاق مجھ سے مخفی نہیں ہے لیکن مجھے خوف ہے، کہ کہیں تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے، اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو امت کی رعایت کس قدر مطلوب تھی۔ وہ عزیز علیہ ما عنتم (توبہ ۹: ۲۸) (۱) جو کام تمہارے مشکل ہیں، وہ ان پر بھاری ہیں۔ کا مصداق تھے، بلکہ دیکھا جائے تو سرکارِ دو عالم ﷺ کو ہم نگوں اور ناکارہ لوگوں کی ہی رعایت مطلوب تھی، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو عبادت کے میدان میں بے قابو ہو کر دوڑتے تھے، اور متعدد احادیث میں ہے کہ سرکار ﷺ ان کو زیادہ عبادت کرنے سے روکتے تھے، بسا اوقات ناراض ہوتے تھے، اگر سرکار ﷺ تراویح پڑھاتے رہتے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دلی مراد برآتی تھیں، سرکارِ دو عالم ﷺ کی اقتداء میں بیش از بیش تراویح پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا، اور انہیں اجر آخرت حاصل کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع نصیب ہوتا، لیکن سرکار ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شرف اور اجر کی بہ نسبت ہم نگوں کی تکلیف اور مشقت کا زیادہ خیال تھا، کہیں ایسا نہ ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو عزت و کرامت کی بازی لے جائیں، اور بعد کے لوگ تراویح فرض ہونے سے مصیبت کی وادی میں گر جائیں۔ آپ ﷺ نے ان کا نہیں ہمارا خیال رکھا، دیکھیں ہم آپ ﷺ کا کتنا خیال رکھتے ہیں، آپ کو ہماری رعایت اس قدر عزیز تھی، ہم آپ ﷺ کی کتنی رعایت کرتے ہیں۔ وہ جو رات بھر قیام کر کے ہمارے لئے دعائے مغفرت کرتے پائے مبارک پرورم آجاتا۔ رات بھر آنکھوں سے جھڑی لگی رہتی، یہی کہتے ہوئے رات گزر جاتی، ان تَعَدُّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱) ان کی اس محبت، شفقت، رحمت اور مشقت اٹھانے کا ہم کیا صلہ دے رہے ہیں، آپ کی سیرت اور سنن کو اپنانا آج ہم نے اپنے لئے باعثِ فخر بنایا ہوا ہے، یا سببِ ننگ و عار۔

☆ یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی، جو ڈاڑھی رکھنے میں کراہت محسوس کرتے ہیں، اور ڈاڑھی منڈوانے میں خوشی اور فخر محسوس کرتے ہیں، جو ٹخنوں سے اونچے لباس کو رجعت پسندی، اور عورتوں کے پردہ کو غلامی سے تعبیر کرتے ہیں، اور تمام اسلامی آداب معاشرت کو ملا کے ڈھگولے گردانتے ہیں۔

☆ سرکار ﷺ جب راتوں کو اٹھ کے رو رو کرامت کے لئے دعا کرتے، تو اللہ تعالیٰ ﷻ سے آپ کی یہ گریہ زاری دیکھی نہ گئی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جاؤ، جا کر محمد ﷺ سے پوچھو تمہیں کیا چیز رلاتی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر اپنے رب کا پیغام سنایا۔ سرکار ﷺ نے (امت کی مغفرت کے لئے) پریشانی بیان کی۔ اللہ تعالیٰ ﷻ نے فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام جا کر محمد (ﷺ) سے کہو! انا سنر ضیک فی امتک ولا تسؤک، ”ہم تم کو تمہاری امت کے مسئلہ میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔“ اللہ اللہ! وہ رب ہو کر ان کے آنسو نہیں دیکھ سکتا، انہیں غمگین نہیں دیکھ سکتا!! ہم خود کو ان کے غلام کہلا کے کیونکر ان کی آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب گوارا کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

وصال کے بعد قبر میں آپ پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، اور یہ بھی ہے کہ ہماری بد اعمالیوں کو دیکھ کر آپ غمگین ہوتے ہیں۔ مکہ اور طائف کے مشرکوں نے تو آپ ﷺ کو صرف زندگی میں اذیت دی تھی، ہم اپنی بد اعمالیوں سے آج تک آپ ﷺ کو قبر میں رلا رہے ہیں۔

☆ ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا منصب شریعت مقرر کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ﷻ نے آپ ﷺ کو شارع بنا کر بھیجا ہے، آپ جس چیز کو چاہیں فرض کر دیں، اور جس کو چاہیں حرام کر دیں، البتہ یہ بات ضروری ہے کہ آپ کا چاہنا کبھی اللہ تعالیٰ ﷻ کی مشیت کے خلاف نہیں ہوتا، بلکہ آپ وہی چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ ﷻ چاہتا ہے۔

☆ احادیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا، تو میں عشاء کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کر دیتا (بعض روایات میں تہائی رات تک بھی فرمایا ہے)، اسی طرح فرمایا: اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لئے مسواک کا حکم دیتا، ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کے مؤخر کرنے یا مسواک فرض کرنے سے آپ کو صرف امت کی دشواری مانع تھی، ورنہ چاہتے تو ایسا کر دیتے۔

☆ قرآن کریم کی درج ذیل آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے احکام کی مشروعیت آپ ﷺ کو مفوض فرمادی تھی۔

۱- يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ۔ (۱)

(رسول ﷺ) مسلمانوں کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں،

اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

رسول ﷺ جو حکم تم کو دیں، اس کو قبول کرو، اور جس چیز سے تم کو روکیں، اس سے رک جاؤ۔

۲- وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (۲)

کسی مومن مرد اور مومن عورت کو اللہ تعالیٰ ﷻ اور رسول ﷺ کے حکم دینے کے بعد، اس حکم پر عمل (کرنے یا نہ کرنے) کا اختیار نہیں ہے۔

اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا ہے، کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کی اجازت سے اس کی اطاعت کی جائے۔

جس شخص نے رسول ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ ﷻ کی اطاعت کر لی۔

۳- وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔ (۳)

۴- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (۴)

۵- مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ (۵)

☆ رسول اللہ ﷺ کے شارع ہونے پر بعض احادیث کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کچھ اور احادیث سطور ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کرو۔ ایک شخص نے کہا، کیا ہر سال یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو خاموش رہے، حتیٰ کہ اس نے تین مرتبہ کہا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو حج ہر سال واجب ہو جاتا، اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے، پھر فرمایا: جس چیز کو میں چھوڑ دوں اس کے بارے میں مت پوچھو، تم سے پہلی امتیں اس لئے ہلاک ہو گئیں، کہ وہ بکثرت سوال کیا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوا، فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَسَكَتَ حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ لَوْجِبَتْ، وَلَكَمَا اسْتَطَعْتُمْ، ثُمَّ قَالَ: ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَيَّ أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ، (۶)

۳- اعراف: ۱۵۷: ۱۵۷

۴- حشر: ۵۹: ۵۹

۵- نساء: ۸۰: ۸۰

۶- اعراف: ۱۵۷: ۱۵۷

۷- نساء: ۶۳: ۶۳

۸- مسلم: ۱۳۳: ۱۳۳

کرتی تھیں، اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرتی تھیں، جب میں کسی چیز کا حکم دوں، تو اس کو حسب استطاعت کرو، اور جب کسی چیز سے منع کر دوں تو اس سے رک جاؤ۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر منصب رسالت بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نبی کو احکام کی حلت اور حرمت، ایجاب اور تحریم کا اختیار دے کر بھیجتا ہے، یعنی نبی کا یہ منصب ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے فرض کر دے، اور جس کو چاہے حرام کر دے، امت پر بلاچون و چرا، اس کی اتباع لازم ہے۔

☆ ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس مسئلہ کو مزید واضح فرمایا ہے۔

حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو! مجھے قرآن کے ساتھ اس کی مثل دی گئی ہے، سنو! عنقریب ایک شکم سیر آدمی مسند پر بیٹھ کر کہے گا: صرف اس قرآن پر عمل کرو، جو اس میں حلال ہے، اس کو حلال قرار دو، اور جو اس میں حرام ہے، اس کو حرام قرار دو۔ لاریب جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا، وہ ایسا ہی ہے، جیسے اس کو اللہ تعالیٰ ﷻ نے حرام قرار دیا، کہ سنو! تمہارے لیے پالتو گدھے حلال نہیں ہیں، اور نہ پھاڑنے والے درندے، نہ زمین کی گری ہوئی چیز، الا یہ کہ اس کا مالک اس چیز سے مستغنی ہو، اور جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہو، ان پر اس کی ضیافت لازم ہے، اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں، تو وہ ان سے بقدر ضیافت تاوان وصول کر سکتا ہے۔

عَنِ الْمَقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شِيعَانٌ عَلَيَّ أُرِيكْتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقْطَةٌ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعَقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ. (۱)

☆ قرآن کریم اور حدیث شریف کی روشنی میں ایسے بے شمار احکام ہیں جو صرف زبان رسالت ﷺ سے شروع ہوئے ہیں، نماز کی ہیئت کذائی اور اس کی ترتیب و تفصیل، زکوٰۃ، عشر اور قربانی کے تمام احکام، اور آداب حج و عمرہ کے تمام ارکان، اور سنن جہاد کے تمام احکام قرآن کریم نے بیان نہیں کیے ہیں۔ یہ تمام احکام آپ ﷺ نے مشروع فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں جو احکام اللہ تعالیٰ ﷻ نے بیان فرمائے، اللہ تعالیٰ ﷻ نے آپ کو ان میں بھی تخصیص اور استثناء کا اختیار عطا فرمایا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ ﷻ نے دو گواہوں کا قاعدہ بیان فرمایا، لیکن آپ ﷺ نے خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے قائم مقام فرمایا۔ قرآن کریم نے حالت جنگ میں نماز کو (چار کی جگہ دو رکعات) کرنے کی رخصت دی ہے، لیکن آپ ﷺ نے اس کو حالت امن کے سفر میں بھی عام کر دیا، قرآن مجید نے ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا، لیکن آپ ﷺ نے عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں مشروع کر دیا۔ قرآن مجید نے ہر مسلمان کو چار نکاح کی اجازت دی،

لیکن آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا میں دوسرے نکاح سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ ﷻ نے ہر بیٹی کو اس کے باپ کے ترکہ سے نصف میراث عطا کی ہے، ازواج کو اولاد کی موجودگی میں آٹھواں حصہ دیا ہے، چچا کو عصبہ بنایا ہے، لیکن آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق آپ ﷺ کے ترکہ سے آپ ﷺ کے کسی وارث نے حصہ نہیں پایا۔ ان مثالوں کے بیان کرنے سے العیاذ باللہ یہ ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے، کہ آپ اللہ تعالیٰ ﷻ نے آپ کو محض پیغام رساں اور اپیلچی بنا کر نہیں بھیجا تھا، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ ﷻ کے مقابلہ میں متوازی اور مستقل شارع تھے، نہیں! بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے، کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے آپ ﷺ کو محض پیغام رساں اور اپیلچی بنا کر نہیں بھیجا تھا، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ ﷻ کے سفیر محض نہیں، اس کی مرضی اور مشیت کے نمائندے تھے، اسرار الوہیت کے محرم اور مزاج خداوندی کے شناسا تھے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ ﷻ نے اپنے اذن سے شارع بنا کر بھیجا تھا، اور آپ ﷺ کا بنایا ہوا ہر قانون اور قاعدہ رضائے الہی ﷻ کا مظہر تھا، یونہی تو نہیں کہہ دیا تھا:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ - (۱)
 شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وقد اقام الله مقام نفسه في امره ونهيه واخباره وبيانه (۲)

اللہ تعالیٰ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے امر اور نبی اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے۔

مدینہ کے منافقین رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دیتے تھے، اللہ تعالیٰ ﷻ نے فرمایا۔ یخا دعون اللہ (۳) یہ اللہ تعالیٰ ﷻ کو دھوکا دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آخرت کا ارادہ کیا، تو اللہ تعالیٰ ﷻ نے فرمایا واللہ یرید الاخرۃ (۴) اللہ تعالیٰ ﷻ آخرت کا ارادہ کرتا ہے، آپ ﷺ نے اصحاب عقبہ سے جنت کے عوض ان کے مالوں اور جانوں کو خرید لیا تو اللہ تعالیٰ ﷻ نے فرمایا: ان اللہ اشتری من المؤمنین اموالہم وانفسہم بان لہم الجنۃ۔ (۵) ”اللہ تعالیٰ ﷻ نے مسلمانوں سے جنت کے بدلہ میں ان کے مالوں اور جانوں کو خرید لیا،“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو اللہ تعالیٰ ﷻ نے فرمایا ان الذین یشاہدون ان اللہ اشتری من المؤمنین اموالہم وانفسہم بان لہم الجنۃ۔ (۶) جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ﷻ سے بیعت کرتے ہیں۔ آپ کا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر ہو تو اللہ تعالیٰ ﷻ فرماتا ہے۔ ید اللہ فوق ایدیہم (۷)

☆ حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کائنات میں اللہ تعالیٰ ﷻ کے نائب مطلق ہیں، پھر آپ ﷺ کے شارع ہونے میں اور احکام آپ کی طرف مفوض ہونے میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے البتہ فرق مراتب ضروری ہے۔

علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

فان ما فرضه الله تعالى اشد مما فرضه رسول الله صلى الله عليه وسلم من ذات نفسه، (۸)

جس چیز کو اللہ تعالیٰ ﷻ نے فرض قرار دیا، وہ اس سے زیادہ اہم ہے، جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے فرض قرار دیا۔

علامہ شعرانی کی اس عبارت میں رسول اللہ ﷺ کے شارع ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

۳- بقرہ ۹:۲۰

۲- الصارم المسلول، ج ۱، ص ۴۱

۱- نساء ۸۰:۴

۶- فتح ۱۰:۱۰

۵- توبہ ۱۱۱:۹

۳- انفال ۶۸:۸

۸- میزان الشریعہ الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۲۴

۴- فتح ۱۰:۲۸

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

احکام مفوض است بآن حضرت ہرچہ خواہد کند و ہرچہ خواہد نکتہ ہر کر خواہد
تخصیص نماید (۱)

احکام رسول اللہ ﷺ کی طرف مفوض ہیں، جو چاہیں حکم دیں، جو چاہیں نہ دیں، اور جس کو جس حکم سے چاہیں خاص فرمائیں۔

☆ ہر نماز کے وقت کے عموم میں پچھلے پہر کی نمازیں ظہر اور عصر بھی آتی ہیں، اس لئے روزے دار بھی مسواک کر سکتا ہے۔

☆ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مطلقاً امر و جوہ کے لئے ہوتا ہے۔ (۲)

۸۔ خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ سے پانچ باتیں مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ مسواک کرنا فرض یا واجب نہیں، بلکہ سنت مؤکدہ مستحبہ ہے۔

۲۔ مسواک وضو کا جز نہیں ہے، اور نہ ہی نماز کے دوران مسواک کرنی چاہیے۔ بلکہ نماز سے پہلے وضو کے ساتھ مسواک کرنی چاہیے۔

۳۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ہمت پر انتہائی شفیق و مہربان ہیں۔

۴۔ نبی کریم ﷺ کو شرع کے احکامات تفویض کئے گئے ہیں۔

۵۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ﷻ بالذات شارع ہے، اور حضور نبی کریم ﷺ بالتبع شارع ہیں۔

۸۔ باب السِّوَاكِ فِي كُلِّ حِينٍ

ہر وقت مسواک کرنا

اس باب کی پچھلے باب سے مناسبت اس طرح ہے، کہ پچھلے باب میں روزہ کی حالت میں مسواک کرنے کا بیان تھا، جو کہ ایک خاص

حالت اور وقت کا بیان تھا، اس باب میں مطلقاً ہر وقت مسواک کرنے کا بیان ہے، جو کہ عمومی بیان ہے۔

۸۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاشِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَيْسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ،

عَنْ مَسْعَرٍ، عَنِ ابْنِ مَعْدَانَ، وَهُوَ ابْنُ شُرَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ

لِعَائِشَةَ بَأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ

بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسِّوَاكِ

۱۔ اطراف:

مسلم: ۹۹۰، ۹۹۱، ابوداؤد: ۵۱، ابن ماجہ: ۲۹۰، احمد: ۲۳۶۲۵، ۲۵۳۰۶، ۲۵۵۷۹، ۲۶۰۰۲، ۲۶۰۶۹، ۲۶۰۸۷، ۲۶۱۱۰، ۲۶۳۷۹،

۲۶۵۲۵، ابن حبان: ۲۵۱۴، ۱۰۷۴، ابن خزیمہ: ۱۳۳، ابوعوانہ: ج ۱، ص ۱۹۲، سنن (بیہقی)، ج ۱، ص ۳۴

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت یہ ہے کہ باب میں ہر وقت مسواک کرنے کا ذکر ہے، تو آپ ﷺ دن یا رات کسی بھی وقت گھر تشریف لاتے، تو سب سے پہلے مسواک فرماتے۔ اس میں بھی عموم کا ذکر ہے۔

۵۔ تعارف رجال:

اس سند کے چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ علی بن خشرم:

آپ کا نام علی بن خشرم مروزی (م: ۲۵۷ھ) ہے۔ آپ رواۃ کے دسویں طبقہ صغار سے ثقہ راوی ہیں۔ آپ نے تقریباً سو سال کی طویل عمر پائی۔ امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ عیسیٰ بن یونس:

آپ کا نام عیسیٰ بن یونس بن ابواسحاق سبعی کوفی (م: ۱۸۷ھ) ہے۔ آپ اسرائیل بن یونس کے بھائی ہیں۔ آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے حافظ، ثابت، مامون راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ مسعر:

آپ کا نام ابوسلمہ مسعر بن کدام بن ظہیر ہلالی (م: ۱۵۳/۱۵۵ھ) ہے۔ آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، فاضل راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ رحمۃ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۷۔ المقدم:

آپ کا نام مقدم بن شریح بن ہانی بن یزید حارثی کوفی مخزومی ہے۔ آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری ادب المفرد آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)

۵۔ ابوہ (شریح):

آپ کا نام ابوالمقدم شریح بن ہانی بن یزید حارثی مذحجی کوفی مخزومی ہے، آپ ثقہ راوی ہیں۔ اصحاب صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری ادب المفرد میں آپ رحمۃ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ (۵)

۶۔ عائشہ: راجع: ۵

۱۔	۱۔ المعجم المشتمل، ص ۶۲۹	ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۴۷۱
۲۔	۱۔ العلل (ابن حنبل)، ج ۱، ص ۴۰۶	ii۔ الجرح والتعديل، ج ۶، ص ۲۹۱
۳۔	۱۔ تاریخ الثقات، ص ۲۲۶	ii۔ الثقات، ج ۷، ص ۵۰۷
۴۔	۱۔ العلل (ابن حنبل)، ج ۲، ص ۷	ii۔ الثقات، ج ۷، ص ۵۱۰
۵۔	۱۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۳۷	ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۳۱۳

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی میں سے ہے۔
- ☆ یہ دوسری حدیث سداسیات سے ہے۔
- ☆ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ اس سند کے چار راوی کوفی، ایک مروزی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مدنی ہیں۔
- ☆ سند میں بیٹے (مقدم) نے باپ (شرح) سے روایت کی ہے۔
- ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکثرین سبعہ میں سے ہیں، جن سے دو ہزار دوسو (۲۲۱۰) حدیثیں مروی ہیں۔
- ☆ اس سند میں عن المقدم۔ وهو ابن شرح۔ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، یہ محدثین کا بڑا لطیف انداز ہے، جب شیخ وضاحت نہ کرے اور شاگرد نسبت کی وضاحت کرنا چاہیے، تو ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

۸۔ لغات:

کان یبدء: وہ ایک مرد شروع کرتا تھا۔ مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

بیتہ: اپنا گھر۔

۹۔ مسائل و نصائح:

- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور رات میں جب بھی گھر میں داخل ہوتے، تو سب سے پہلے مسواک کرتے۔ (۱)
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آنے کا کوئی مخصوص وقت نہ تھا، اس لیے اس سے مراد ہر وقت ہے۔ (۲)
- ☆ بعض نے اس قول کی یہ توجیہ بھی بیان کی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے، تو نفل ادا فرماتے تھے، اور اس کے لئے پہلے وضو فرماتے، اور وضو سے پہلے مسواک فرماتے۔ (۳)
- ☆ گھر میں داخل ہوتے ہی مسواک کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ لوگوں کے ساتھ میل ملاپ اور دیگر ملاقات کی بنا پر منہ کی بو تبدیل ہو جاتی ہے، اس لئے حسن معاشرت کے طور پر اور اس بو کے ازالہ کے لئے گھر میں داخلے کے وقت سب سے پہلے مسواک کرنی چاہیے۔ (۴)
- ☆ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج اشرف کے کمال لطافت پر دلالت کرتی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خاموشی یا کثرت کلام کے بعد مسواک فرماتے تھے۔
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تعلیم امت کے لئے، اور اہل و عیال کے ساتھ حسن معاشرت کا بہترین نمونہ ہے۔ (۵)
- ☆ گھر میں داخل ہونے کے وقت مسواک کرنا سنت مستحبہ ہے۔ (۶)

۱۔	حاشیہ سندھی، ص ۱۱	۲۔	ایضاً	۳۔	ایضاً
۲۔	زہر الرئی، ص ۴	۵۔	شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۳۰۶	۶۔	زہر الرئی، ج ۱، ص ۱۴

- ☆ منہ کی بوتدیل ہونے یا دانتوں کے رنگ تبدیل ہونے پر مسواک ضرور کرنی چاہیے۔
- ☆ اس حدیث مبارکہ میں ہر وقت مسواک کرنے کی فضیلت کا بیان ہے، اور سختی سے اس عمل کو اپنانے اور بار بار کرنے کی تاکید کا بیان ہے۔ (۱)
- ☆ فسی کل حین، میں عرفی استغراق (عموم) ہے، نہ کہ حقیقی۔ ورنہ بہت سے اوقات عقلاً و شرعاً مستثنیٰ ہیں، مثلاً: نماز و قرأت کے درمیان، کھانا کھاتے ہوئے، باتیں کرتے ہوئے اور قضائے حاجت کے دوران وغیرہ۔ (۲)

خلاصہ:

- ☆ ہر مناسب وقت اور مناسب موقع پر مسواک کرنا مستحب ہے۔
- ☆ نبی کریم ﷺ کا عمل تعلیم امت اور گھروالوں کے لئے حسن معاشرت کے سبق کے طور پر تھا۔
- ☆ مسواک کرنے کے جسمانی اور روحانی فوائد بہت زیادہ ہیں۔
- ☆ انسان کو انتہائی نفیس و لطیف ہونا چاہیے، یہی بات اسلام کو مطلوب اور نبی کریم ﷺ کو پسند ہے۔

فطری چیزوں کا بیان:
ختنے کروانا۹۔ باب ذِکْرِ الْفِطْرَةِ
الِاخْتِتَانِ

اس باب کی پہلے باب سے مناسبت یہ ہے کہ اس میں مسواک کرنے کا بیان ہے، اور مسواک فطری خصلتوں میں سے ہے، اس باب میں باقی فطری چیزوں میں سے ختنے کروانے کا ذکر ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ فطری خصلتوں کو پانچ عنوانات کے تحت ذکر کیا ہے۔

۹۔ أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ مَسْكِينٍ قَرَأَهُ عَلَيَّ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنِ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " : الْفِطْرَةُ خَمْسٌ : الْإِخْتِتَانُ وَالْأَسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَتَنْفُ الْبَابِ "

۱۔ اطراف:

بخاری: ۶۲۹۷، ۵۸۸۹، ۵۸۹۰، مسلم: ۲۵۷، ترمذی: ۲۷۵۶، ابوداؤد: ۴۱۹۸، ابن ماجہ: ۲۹۲، احمد: ۷۱۴۲، ۹۳۳۲، ۱۰۳۴۲

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ختنے کروانا فطرت ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس سند کے چھ راوی ہیں، جن کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ الحارث بن مسکین:

آپ کا نام قاضی ابو عمرو الحارث بن مسکین بن محمد بن یوسف مصری (م: ۲۵۰ھ) ہے، آپ رواد کے دسویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، مامون راوی ہیں۔ آپ مالکی ہیں، مامون الرشید نے آپ کو خلق قرآن کے مسئلہ میں قید کیا تھا، اور متوکل نے رہائی دی تھی۔ آپ نے چھیا نوے سال کی طویل عمر پائی۔ امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ آپ سے اخذ حدیث کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ ابن وہب:

آپ کا نام ابو محمد عبد اللہ بن وہب بن مسلم قرشی مصری (م: ۱۹۷ھ) ہے۔ آپ مشہور امام و فقیہ ہیں۔ آپ رواد کے نویں طبقہ سے ثقہ، حافظ، عابد، فقیہ راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے بہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ سے ایک لاکھ حدیث روایت کی گئی ہے۔ (۲)

۳۔ یونس:

آپ کا نام ابو یزید یونس بن یزید بن ابو نجاد ایلی (م: ۱۵۹ھ) ہے۔ آپ رواد کے ساتویں طبقہ کبار سے ہیں۔ آپ کو ابن مبارک، ابن معین، ابن مدینی، امام عجمی، امام نسائی اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، البتہ بعض نے وہمی خاطر قرار دیا ہے۔ آپ سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۴۔ ابن شہاب: راجع: ۱

۵۔ ابن المسیب:

آپ کا نام سعید بن مسیب بن حزن بن ابو وہب بن عمرو بن عابد بن عمران بن مخزوم قرشی مخزومی (م: ۹۳ھ) ہے۔ آپ رواد کے دوسرے طبقہ کبار سے فقیہ، عالم، ثابت راوی ہیں۔ تابعین میں سب سے زیادہ اہل علم ہیں۔ آپ کے علم، فقاہت اور ثقاہت پر اہل علم کا اتفاق ہے، آپ تابعین کے علم و تقویٰ کے امام ہیں۔ آپ کی مرسلات صحیح ترین مرسلات ہیں۔ آپ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں سے سب سے فائق ہیں، اصحاب صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)

۶۔ حضرت ابو ہریرہ: راجع: ۱

۱۔	۱۔ الجرح والتعديل، ج ۳، ص ۹۰	ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۲۷
۲۔	۱۔ الثقات، ج ۸، ص ۳۲۶	ii۔ تاریخ الثقات، ص ۲۸۲
۳۔	۱۔ تاریخ الکبیر، ج ۸، رقم ۳۳۹۶	ii۔ میزان الاعتدال، ج ۴، رقم ۹۹۲۳
	iii۔ تہذیب الکمال، ج ۱۱، رقم ۷۸۲۲	iv۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۶، رقم ۲۹۷
۴۔	۱۔ تاریخ الثقات، ص ۱۸۸	ii۔ الجرح والتعديل، ج ۴، ص ۵۹

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے، اس حدیث کو آئمہ صحاح ستہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اسناد و الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث سدایات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ یہ تیسری (۳) حدیث سدایات سے ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے دوراوی حارث اور ابن وہب مصری ہیں، ایک (یونس) ایلی ہیں، (ایلا بحر قلزم کے ساحل پر واقع ہے، جو کہ دیا مصر سے ملتا ہے) باقی راوی مدنی ہیں۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کے الفاظ درج ذیل استعمال کیے ہیں۔

اخبرنا الحارث بن مسکین قراءۃ علیہ، وانا اسمع
اسی طرح بعض دفعہ اختصار کے ساتھ درج ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں:

الحارث بن مسکین قراءۃ وانا اسمع

اسی طرح امام ابوداؤد درج ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں:

قروی علی الحارث بن مسکین وانا شاهد

ایسے الفاظ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس لیے استعمال فرمائے ہیں، کیونکہ حضرت حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ قاضی مصر تھے، اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے درمیان ناراضگی تھی، جس کی وجہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ان کی مجلس میں حاضر ہونا مشکل تھا، اس لیے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ایسی جگہ تشریف رکھتے تھے، جہاں سے انہیں نظر نہ آئیں، اس طرح آپ حدیث سماعت فرماتے تھے، لیکن حضرت حارث بن مسکین، کو دیکھ نہیں رہے ہوتے تھے، یہ انتہائی کمال درجہ کی ایمانداری، عدل اور تقویٰ تھا کہ: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حالت کو بیان کرنے کے لئے ایسے الفاظ استعمال فرمائے، اسی طرح کے الفاظ امام ابوداؤد اور دیگر محدثین بھی استعمال فرماتے ہیں۔ لیکن جتنی احتیاط امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ (۱)

☆ یہ ایک تابعی (ابن شہاب) کی دوسرے تابعی (ابن المسیب) سے روایت ہے۔

☆ اس سند میں ابن مسیب فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مکرّمین سبعہ صحابہ میں سے ہیں، اور آپ سے (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں۔

۸۔ لغات:

الفطرة: پیدائش، پیدائش، سنت قدیمہ وہ طریقہ جو اللہ تعالیٰ ﷻ نے جاری فرمایا، انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا، اور اس پر سب شریعتیں متفق ہیں۔

خمس: پانچ عدد مراد ہے، لیکن حدیث میں حصر مراد نہیں ہے۔

الاختتان: ختن سے، مرد و عورت کی شرمگاہ سے جلد کا کاٹنا۔

الاستحداد: حدید سے، لوہے کا استرا استعمال کرنا۔ یہاں پر زیر ناف بال صاف کرنا مراد ہے۔

قص الشارب: مونچھیں تراشنا۔

تقلیم الاظفار: ناخن تراشنا۔

نتف الابط: بغل کے بال اکھیڑنا، بال صاف کرنا مراد ہے۔

۷۔ مسائل و نصائح:

☆ امام شافعی اور کثیر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا واجب ہے، اور امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے، امام شافعی کے نزدیک ختنہ کرنا مردوں اور عورتوں دونوں پر واجب ہے، مرد پر واجب ہے کہ وہ اس پوری کھال کو کاٹ دے، جس نے حشفہ کو چھپایا ہوا ہوتا ہے، حتیٰ کہ پورا حشفہ ظاہر ہو جائے، اور عورت پر واجب ہے کہ فرج کے اوپر جو کھال ہے اس کا نچلا حصہ کاٹ دے، ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ بچپن میں ان دونوں ختنوں کو کرنا جائز ہے، واجب نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ ولی پر واجب ہے، کہ بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا ختنہ کر دے، اور ایک قول یہ ہے کہ دس سال سے پہلے ختنہ کرنا حرام ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب ہے، ختنہ مشکل کے متعلق کئی اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ بلوغ کے بعد اس کا ختنہ کرنا واجب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک اس کا مذکر یا مونث ہونا معلوم نہ ہو، اس کا ختنہ کرنا جائز نہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس آلہ سے وہ پیشاب کرے یا جماع کرے، اس کا ختنہ کر دیا جائے، اگر کوئی شخص بغیر ختنہ کے مرجائے، تو اس میں تین قول ہیں: صحیح اور مشہور قول یہ ہے، کہ اس کا ختنہ نہ کیا جائے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ کیا جائے، تیسرا قول یہ ہے کہ بڑے کا ختنہ کیا جائے، اور چھوٹے کا ختنہ نہ کیا جائے۔

☆ مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے، امام احمد نے فرمایا: مردوں پر یہ حکم شدید ہے، کیونکہ مرد جب ختنہ نہیں کرے گا، تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی، اور اس کے اندر جو کچھ ہے، اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی، اور عورت کا معاملہ آسان ہے، ابو عبد اللہ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرد کے معاملہ میں سختی کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس فرماتے تھے: جو مرد ختنہ نہ کرائے، اس کا حج ہے نہ نماز۔ حسن بصری یہ رخصت دیتے تھے کہ: جو شخص اسلام لائے، وہ اگر ختنہ نہ کرائے تو کچھ حرج نہیں ہے، وہ کہتے تھے کہ کئی سیاہ فام اسلام لائے، اور ان میں سے کسی کی تفتیش نہیں کی گئی، اور نہ ان کا ختنہ کرایا گیا، اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ شرمگاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر ختنہ کرنا واجب نہ ہوتا، تو ختنہ کرنے کے لئے مخنون کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا، نیز یہ مسلمانوں کے شعار میں سے ہے۔ اس لئے دیگر شعائر کی طرح یہ بھی واجب ہوگا، اور اگر کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو اور ختنہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو، تو اس سے ختنہ کا حکم ساقط ہو جائے گا، جیسا کہ غسل، وضو وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے، ہاں! اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر ختنہ کرنا لازم ہے۔ ابن جنبل نے کہا: میں نے ابو

عبداللہ سے ذمی کے متعلق سوال کیا، کہ جب وہ مسلمان ہو تو اس کا ختنہ کیا جائے گا؟ انہوں نے کہا: اس کے لئے ختنہ ضروری ہے۔ میں نے پوچھا: اگر وہ بوڑھا ہو؟ انہوں نے کہا: ان کے لئے ختنہ کرنا مستحب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا اور اللہ تعالیٰ ﷻ فرماتا ہے: **مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ** (۱) (تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)۔ اور عورتوں کے حق میں بھی ختنہ مشروع ہے۔

عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس بین شعبہا الا ربع ومس الختنان الختان فقد وجب الغسل (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے، اور مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھو لے، تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں، اور خلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ختنہ کرنا مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے مکرم ہے۔ (۳)

☆ ولادت کے دن ختنہ کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ یہود کے افعال سے ہے، یہ اس وقت کرنا مستحب ہے، جب بچہ کو نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔ (یعنی سات سال کی عمر میں)۔ مردوں کا ختنہ کرنا سنت ہے، اور عورتوں کا ختنہ کرنا مستحب ہے، اور مستحب یہ ہے کہ عورت کی کھال کاٹنے میں مبالغہ نہ کرے۔ (۴)

☆ عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے تھے، جصاص نے کتاب ادب القضاء میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لئے سنت ہے، اور عورتوں کے لئے مکرمت (فضیلت) ہے۔ (۵)

☆ ختنہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ختنہ کرنا سنت ہے۔ غرائب میں مذکور ہے یہی صحیح قول ہے، ختنہ کرنے کے لئے مستحب وقت سات سال سے لے کر بارہ سال کی عمر ہے، سراجیہ میں ہے، یہی مختار قول ہے، بعض علماء نے کہا ہے، کہ ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک ختنہ کرنا جائز ہے، اسی طرح جوہر الفتاویٰ میں ہے، عورتوں کے ختنہ کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ سنت ہے، شمس الائمتہ الحلوانی نے خصاف کی ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ عورتوں کا ختنہ کرنا مکرمت (فضیلت) ہے، کسی لڑکے کا ختنہ کیا گیا اور پوری کھال نہیں کٹی، تو اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی ہے، تو یہ ختنہ ہے، اور اگر نصف یا نصف سے کم کھال کٹی ہے، تو یہ ختنہ نہیں ہے۔ (خزانة المستنین) صلوٰۃ النوازل میں مذکور ہے، ایک بچہ کا ختنہ نہیں کیا گیا، اور اب شدت سے کھینچنے کے سوا اس کی کھال کو کاٹا نہیں جاسکتا، اور اس کا حشفہ ظاہر ہو، اور دیکھنے میں وہ مختون لگتا ہو، تو ختنہ کے ماہرین کو دکھایا جائے، اگر وہ کہیں کہ اس کا ختنہ کرنا مشکل ہے، تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، بوڑھا اور کمزور شخص اسلام لایا تو اگر ماہرین نے کہا، کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ اس کی وجہ سے واجب کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے، تو سنت کو ترک کرنا اولیٰ ہے، (خلاصہ) ایک قول یہ ہے کہ جب بوڑھا شخص خود ختنہ کر سکتا ہو، تو کر لے، ورنہ چھوڑ دے، ہاں! اگر اس کے لئے ممکن ہو تو وہ شادی کر لے، یا ختنہ کرنے والی باندی کو خرید لے، اور وہ اس کا ختنہ کر دیں، بچہ کا ختنہ کیا گیا، پھر کھال بڑھ گئی، اگر اس کھال نے حشفہ کو ڈھانپ لیا ہے، تو اس کا دوبارہ ختنہ کیا جائے، ورنہ نہیں۔ (۷)

- | | | |
|--------------------------------|----------------------------|----------------------|
| ۱۔ حج ۲۴: ۷۸ | ۲۔ مسلم، ج ۱، ص ۱۵۹ | ۳۔ المعنی، ج ۱، ص ۶۳ |
| ۲۔ الشرح الکبیر، ج ۱، ص ۱۲۶ | ۵۔ عمدۃ القاری، ج ۵، ص ۳۵۷ | |
| ۷۔ فتاویٰ عالمگیری، ج ۵، ص ۳۵۷ | | |

☆ ختنہ سنت ہے اور یہ شعار اسلام میں سے ہے، کہ مسلم وغیر مسلم میں اس سے امتیاز ہوتا ہے، اسی لیے عرف عام میں اس کو مسلمان بھی کہتے ہیں، صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنا ختنہ کیا، اس وقت ان کی عمر شریف اسی برس کی تھی۔ (۱)

☆ ختنہ کی مدت سات سال سے بارہ سال کی عمر تک ہے، اور بعض علما نے یہ فرمایا: کہ ولادت سے ساتویں دن کے بعد ختنہ کرنا جائز ہے۔ (۲)

☆ لڑکے کے ختنہ کرائی گئی مگر پوری کھال نہیں کٹی، اگر نصف سے زائد کٹ گئی ہے، تو ختنہ ہو گیا باقی کو کاٹنا ضروری نہیں، اور نصف یا نصف سے زائد رہ گئی تو نہیں ہوا، یعنی پھر سے ہونا چاہئے۔ (۳)

☆ بچہ پیدا ہی ایسا ہوا کہ ختنہ میں جو کھال کاٹی جاتی ہے، وہ اس میں نہیں ہے، تو ختنہ کی حاجت نہیں، اور اگر کچھ کھال ہے، جس کو کھینچا جاسکتا ہے، مگر اسے سخت تکلیف ہوگی اور حشفہ (سپاری) ظاہر ہے، تو جاموں کو دکھایا جائے، اگر وہ کہہ دیں: کہ نہیں ہو سکتی، تو چھوڑ دیا جائے، بچہ کو خواہ مخواہ تکلیف نہ دی جائے۔ (۴)

☆ سنا جاتا ہے کہ جس بچہ میں پیدائشی ختنہ کی کھال نہیں ہوتی، اس کے باپ وغیرہ اولیاء اس رسم کی ادا کے لئے اعزہ واقربا کو بلاتے ہیں، اور ختنہ کے قائم مقام پان کی گلوری کاٹی جاتی ہے، گویا اس سے ختنہ کی رسم ادا کی گئی۔ یہ ایک لغو حرکت ہے جس کا کچھ محصل و فائدہ نہیں۔ (۵)

☆ بوڑھا آدمی مشرف باسلام ہوا، جس میں ختنہ کرانے کی طاقت نہیں، تو ختنہ کرانے کی حاجت نہیں۔ بالغ شخص مشرف باسلام ہوا، اگر وہ خود ہی اپنی مسلمان کر سکتا ہے، تو اپنے ہاتھ سے کر لے، ورنہ نہیں، ہاں! اگر ممکن ہو کہ کوئی عورت جو کہ ختنہ کرنا جانتی ہو، اس سے نکاح کرے، تو نکاح کر کے اس کے ختنہ کرالے۔ (۶)

☆ ختنہ ہو چکی ہے مگر وہ کھال پھر بڑھ گئی، اور حشفہ کو چھپالیا، تو دوبارہ ختنہ کی جائے، اور اتنی زیادہ نہ بڑھی ہو، تو نہیں۔ (۷)

☆ ختنہ کرانا باپ کا کام ہے، وہ نہ ہو تو اس کا وصی، اس کے بعد دادا، پھر اس کے وصی کا مرتبہ ہے۔ ماموں اور چچا یا ان کے وصی کا یہ کام نہیں، ہاں! اگر بچہ ان کی تربیت و عیال میں ہو تو کر سکتے ہیں۔ (۸)

☆ عورتوں کے کان چھدوانے میں حرج نہیں، اور لڑکیوں کے کان چھدوانے میں بھی حرج نہیں۔ اس لیے کہ زمانہ رسالت مآب ﷺ میں کان چھدوتے تھے اور اس پر انکار نہیں ہوا۔ بلکہ کان چھدوانے کا سلسلہ اب تک برابر جاری ہے، صرف بعض لوگوں نے نصرانی عورتوں کی تقلید میں موقوف کر دیا، جن کا کوئی اعتبار نہیں۔

☆ انسان کو خسی کرنا حرام ہے، اسی طرح ہجو کرنا بھی۔ گھوڑے کو خسی کرنے میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ جائز ہے، دوسرے جانوروں کو خسی کرنے میں اگر فائدہ ہو مثلاً اس کا گوشت اچھا ہوگا، یا خسی نہ کرنے میں شرارت کرے گا، لوگوں کو ایذا پہنچائے گا، انہیں مصالح کی بنا پر بکرے اور بیل وغیرہ کو خسی کیا جاتا ہے، یہ جائز ہے، اور اگر منفعت یا دفع ضرر دونوں باتیں نہ ہوں، تو خسی کرنا حرام ہے۔ (۹)

۱- صحیح البخاری، کتاب احادیث الاعیاء، ج ۲، ص ۲۲۲

۲- الفتاویٰ الہند، ج ۵، ص ۳۵۷

۵- الفتاویٰ الہند، ج ۵، ص ۳۵۷

۸- بہار شریعت، ج ۲، ص ۷۰۶

۳- ایضاً

۶- ایضاً

۹- ہدایہ، ج ۲، ص ۷۰۶

۴- ایضاً

☆ جس غلام کو خصی کیا گیا ہو، اس سے خدمت لینا ممنوع ہے، جیسا کہ امراء سلاطین کے یہاں اس قسم کے لوگوں سے خدمت لی جاتی ہے، جن کو خواجہ سرا کہتے ہیں، ان سے خدمت لینے میں جو خرابی ہوتی ہے، کہ دوسرے لوگ اس کی وجہ سے خصی کرنے کی جرات کرتے ہیں، اور اس حرام فعل کا ارتکاب کرتے ہیں، اور اگر ایسے غلام سے کام ہی نہ لیا جائے، تو خصی کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے گا۔

☆ گھوڑی کو گدھے سے گا بھن کرنا، جس سے خچر پیدا ہوتا ہے، اس میں حرج نہیں، حدیث صحیح میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا جانور مبلغہ بیضا تھا، اور اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جانور کو اپنی سواری میں نہ رکھتے۔ (۱)

۱۰۔ خلاصہ:

- ۱۔ ختنہ مرد کے لئے سنت اور عورت کے لئے مستحب ہے۔
- ۲۔ مرد کا ختنہ یہ ہے کہ شرمگاہ سے حشفہ کو چھپانے والی کھال کو کاٹا جائے۔
- ۳۔ عورت کا ختنہ یہ ہے کہ شرمگاہ کے اوپر جو کھال ہے، اس کا نچلا حصہ کاٹا جائے۔
- ۴۔ خنثی کا ختنہ اس کی ظاہری علامت کے مطابق کیا جائے، اگر مرد کی طرح ہو تو مرد والا ختنہ، اور اگر عورت والی علامات ہوں، تو عورتوں والا ختنہ کیا جائے گا۔
- ۵۔ خنثی مشکل کا اگر مذکر یا مؤنث ہونا واضح نہ ہو، تو جس آلہ سے پیشاب کرے، اسی کے مطابق ختنہ کیا جائے گا۔
- ۶۔ اگر کوئی شخص بغیر ختنے کیے فوت ہو جائے، تو ختنے نہ کئے جائیں۔
- ۷۔ ختنہ کرتے وقت اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی، تو شرعاً مختون ہوگا۔
- ۸۔ بوڑھا اور کمزور شخص مسلمان ہو، تو اگر اسے ختنہ کی طاقت نہ ہو، تو اس کا ختنہ نہ کیا جائے۔
- ۹۔ ختنہ کرنے کی مستحب عمر سات دن سے بارہ سال تک ہے۔

ناخن کاٹنا

۱۰۔ باب تَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ

امور فطرت میں سے دوسری چیز ناخن کاٹنے کا ذکر ہے، پچھلے باب میں فطری امور میں سے ختنے کا ذکر تھا، اور اس باب میں ناخن تراشنے کا ذکر ہے، چونکہ ختنے کا تعلق انسان کی پیدائش کے ساتھ بھی متعلق ہے، اس لیے اسے پہلے ذکر کیا، اور ناخن کاٹنے کا تعلق بھی ابتدائی زندگی سے ہی متعلق ہو جاتا ہے، اس لیے اس کو ثانی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں فطری ہیں: مونچھیں کترنا، بغلوں کے بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، زیناف بال صاف کرنا اور ختنے کروانا۔

۱۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ مَعْمَرًا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَالِاسْتِحْدَاءُ وَالنَّخْتَانُ"

۱۔ اطراف:

راجع: ۹

الضمان، ص ۷۰۷

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ناخن کا ثنا امور فطرت میں سے ہے۔

۵۔ تعارف رجال:

اس سند کے چھ راوی ہیں، جن کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن عبدالاعلیٰ:

۲۔ المعتمر:

آپ کا نام ابو محمد معتمر بن سلیمان تیمی بصری (م: ۱۸۷ھ) ہے، آپ طفیل کے لقب سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے نویں طبقہ کبار سے ثقہ راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے اسی سال سے زائد عمر پائی۔ (۱)

۳۔ معتمر:

آپ کا نام ابو عمرو معتمر بن راشد ازدی بصری یمنی (م: ۱۵۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، فاضل راوی ہیں۔ البتہ وہ روایات جو انہوں نے ثابت، اعمش، ہشام بن عمرو اور بصری لوگوں سے کی ہیں، ان میں کلام کیا گیا ہے۔ امام عجل، امام نسائی، ابن حبان اور ابن حجر عسقلانی نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایات نقل کرتے ہیں۔ آپ نے اٹھاون برس کی عمر میں وفات پائی۔ (۲)

۴۔ الزہری: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱ پر گزر چکے ہیں۔

۵۔ سعید بن المسیب: آپ کے حالات حدیث نمبر ۹ پر گزر چکے ہیں۔

۶۔ ابو ہریرہ: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱ پر گزر چکے ہیں۔

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، اس کے علاوہ طرق سے بھی مروی ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث سدا سیات امام نسائی رضی اللہ عنہ سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ چوتھی حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ پہلے تین راوی بصری اور آخری تین راوی مدنی ہیں۔
- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ کے شیخ محمد بن عبدالاعلیٰ سے امام بخاری کے علاوہ باقی اصحاب صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔
- ☆ محمد بن عبدالاعلیٰ کے علاوہ باقی شیوخ سے اصحاب صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۹۰ ii۔ تاریخ الثقات، ص ۳۳۳

۲۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۷۱ ii۔ الجرح والتعديل، ج ۸، ص ۲۵۵

۸۔ لغات:

راجع: ۹

۹: مسائل و نصاب:

☆ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ ناخنوں کو کاٹنا سنت ہے، اور تقسیم کا لفظ قلم سے باب تفعیل ہے، اور اس کا معنی ہے کاٹنا۔ اور اس باب کی حدیث میں ایک روایت میں ہے ”قص الاظفار“ اور اظفار، ظفر کی جمع ہے۔ اور ناخنوں کو کاٹنے میں انتہائی کوشش کرنا مستحب ہے، اس حیثیت سے کہ انگلی کو ضرر نہ پہنچے، اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ناخن کاٹتے وقت انگلیوں کی کیا ترتیب ہو۔ علامہ نووی شافعی نے شرح مسلم میں لکھا ہے: کہ مستحب یہ ہے کہ ناخن کاٹنے کی ابتداء دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے کی جائے، پھر درمیانی انگلی، پھر اس کے بعد والی انگلی، پھر اس کے بعد والی انگلی چھوٹے کا ناخن کاٹا جائے، اور بائیں ہاتھ کی ابتدا چھنگلی سے کی جائے اور اس کے بعد پھر اس کے بعد والی انگلی سے، پھر اسی طرح انگوٹھے تک۔ اور پیروں کے ناخن کاٹنے میں دائیں پیر کی چھنگلی سے لے کر انگوٹھے تک، اور بائیں پیر میں انگوٹھے سے لے کر چھنگلی تک ناخن کاٹے۔ اور علامہ نووی نے استحباب کی کوئی دلیل بیان نہیں کی۔ اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں اس ترتیب کو امام غزالی سے نقل کیا ہے اور کہا ہے: رہی وہ حدیث جس کو امام غزالی نے ذکر کیا ہے، پس اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ پھر یہ جان لو کہ ناخن کاٹنے کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ جس وقت بھی ناخن کی حاجت ہو تو اس وقت ناخن کاٹ لے۔ امام بیہقی نے حضرت ابو جعفر الباقری رضی اللہ عنہ کی حدیث مرسل ذکر کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ناخن کاٹنے کو مستحب فرماتے تھے۔ اور علامہ ابن جوزی نے از عطاء از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے ناخن ہفتہ کے دن کاٹے، تو اس سے بیماری نکل جائے گی اور اس میں شفاء داخل ہو جائے گی، جس نے اپنے ناخن اتوار کے دن کاٹے تو اس سے بھوک اور فاقہ نکل جائے گا، اور اس میں خوشحالی داخل ہو جائے گی، جس نے اپنے ناخن پیر کے دن کاٹے تو اس سے بیماری نکل جائے گی، اور صحت داخل ہو جائے گی۔ جس نے اپنے ناخن منگل کے دن کاٹے تو اس سے برص نکل جائے گا اور اس میں عافیت داخل ہو جائے گی، جس نے اپنے ناخن بدھ کے دن کاٹے تو اس سے وسواس اور خوف نکل جائے گا، اور صحت اور امن داخل ہو جائے گا، جس نے اپنے ناخن جمعرات کے دن کاٹے، اس سے جذام نکل جائے گا، اور اس میں عافیت داخل ہو جائے گی، اور جس نے اپنے ناخن جمعہ کے دن کاٹے، تو اس سے رحمت داخل ہو جائے گی اور گناہ نکل جائیں گے۔ پھر علامہ جوزی نے کہا: یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضع کی گئی ہے اور یہ اقبح الموضوعات ہے یعنی سب سے قبیح موضوع ہے اور اس حدیث کی سند میں مجہول، متروک اور ضعیف راوی ہے۔ (۱)

☆ ناخن تراشنے کو فطری امور میں اس لیے داخل کیا گیا ہے کہ ناخن نجاست اور میل کچیل کو جمع رکھنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں، جو طہارت سے مانع ہے، نیز دیکھنے میں بھی جوے لگتے ہیں اور حیوانات کے ساتھ تشبیہ ہوتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے انسان کو بہترین شکل و صورت میں پیدا فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ جل جلالہ ہے (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم) (۲) ”یقیناً ہم نے انسان کو بہترین شکل و صورت میں پیدا فرمایا ہے“۔ زیادہ بڑے ناخن کسی کو یا اپنے آپ کو زخمی کر سکتے ہیں، اس لیے فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے کہ زائد ناخن تراش دیئے جائیں۔

☆ انسانیت کے ابتدائی دور میں جب آلات ایجاد نہ ہوئے تھے، ناخن ذبح وغیرہ کے کام آتے تھے۔ اب آلات کی موجودگی میں اس استعمال کی نہ صرف ضرورت باقی نہیں رہی، بلکہ یہ نتیج اور ممنوع بھی ہے، اسی لیے ناخن اور دانت سے ذبح کرنے کو شریعت اسلامیہ نے ناجائز قرار دیا ہے۔ (۱)

☆ ناخنوں کو انگلیوں کے پوروں کے اوپر سے جڑ تک کاٹنا چاہیے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ میل کچیل جمع نہ ہو، اور کوئی چیز جو مانع طہارت ہو، اس سے بچا جاسکے۔ (۲)

☆ ناخنوں کو اس حد تک کاٹنا مستحب ہے، جہاں تک کاٹنے سے انگلیوں کو ضرر نہ پہنچے۔ (۳)

☆ لمبے ناخن رکھنا مرد اور عورت دونوں کے لئے ہر حال میں مکروہ ہیں۔

☆ لمبے ناخن رکھنا انسانی وجاہت کے خلاف ہے۔

☆ لمبے ناخن رکھنا حیوانات سے مشابہت ہے اور احسن تقویم کے خلاف ہے۔

☆ لمبے ناخن رکھنے میں شیطان کی پیروی ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے امر کی مخالفت پر انسان کو ابھارتا ہے۔ (۴)

☆ ناخن تراشتے وقت پہلے ہاتھوں کے ناخن اور بعد میں پاؤں کے ناخن تراشنے چاہیے۔

☆ ناخن تراشتے وقت پہلے دائیں ہاتھ، پھر بائیں ہاتھ، اسی طرح پاؤں سے پہلے دائیں اور پھر بائیں پاؤں کے ناخن تراشنے چاہئے۔ (۵)

☆ ہر جمعے کو زوال سے پہلے ناخن کاٹنا سنت ہے۔ (۶)

☆ ناخن کاٹنے کے بعد وفنا دینے چاہیے۔ (۷)

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں یعنی انبیاء سابقین علیہم السلام کی سنت سے ہیں ختنہ کرنا اور موئے زیناف مونڈانا اور مونچھیں کم کرنا اور ناخن ترشوانا اور بغل کے بال اکھیڑنا۔ (۸)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مونچھیں کٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ جو سیویں کی مخالفت کی۔ (۹)

۳۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو زیادہ کرو اور مونچھوں کو خوب کم کرو۔ (۱۰)

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مونچھ کو کم کرتے تھے اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی یہی کرتے تھے۔ (۱۱)

۵۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مونچھ سے نہیں لے گا وہ ہم میں سے نہیں یعنی ہمارے طریقہ کے خلاف ہے۔ (۱۲)

فتح الباری، ج ۲۲، ص ۱۱۲

-۲

ii- مسلم: ۱۹۶۸

i- بخاری: ۲۳۸۸

شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۳۵۷

-۳

۳- ایضاً

ایضاً

-۷

ایضاً

-۶

فتح الباری، ج ۲۲، ص ۱۱۳

۵- مسلم: ۵

بخاری: ۵۸۹۲

-۱۰

ایضاً: ۵۵

-۹

ترمذی: ۲۷۶۹

ایضاً: ۲۷۷

-۱۲

۱۱-

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو موئے زیناف کو نہ مونڈے اور ناخن نہ تراشے اور مونچھ نہ کاٹے وہ ہم میں سے نہیں۔ (۱)

۷۔ حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور دادہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہواڑھی کی چوڑائی اور لمبائی سے کچھ لیا کرتے تھے۔ (۲)

۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہتے ہیں کہ مونچھیں اور ناخن ترشوانے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور موئے زیناف مونڈنے میں ہمارے لیے یہ وقت مقرر کیا گیا ہے چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں یعنی چالیس دن کے اندر ان کو ضرور کر لیں۔ (۳)

۹۔ حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور دادہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید بال نہ اکھاڑو کیونکہ وہ مسلم کا نور ہے جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے نیکی لکھے گا اور خطا مٹا دے گا اور درجہ بلند کرے گا۔ (۴)

۱۰۔ حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اسلام میں بوڑھا ہو ایہ بڑھا پا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (۵)

۱۱۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلے مسلمانوں کی ضیافت کی اور سب سے پہلے ختنہ کیا اور سب سے پہلے مونچھ کے بال تراشے اور سب سے پہلے سفید بال دیکھا۔ عرض کی اے رب یہ کیا ہے پروردگار تبارک و تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا اے ابراہیم یہ وقار ہے عرض کی اے میرے رب میرا وقار زیادہ کر۔ (۶)

۱۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قصداً سفید بال اکھاڑے گا قیامت کے دن وہ نیزہ ہو جائے گا، جس سے اس کو بھونکا جائے گا۔ (۷)

۱۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامت کے سوا گردن کے بال مونڈانے سے منع فرمایا۔ (۸)

۱۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا نافع سے پوچھا گیا قزع کیا چیز ہے نافع نے کہا بچہ کا سر کچھ و منڈوا دیا جائے کچھ متعدد جگہ چھوڑ دیا جائے۔ (۹)

۱۵۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کو دیکھا کہ اس کا سر کچھ مونڈا ہوا ہے اور کچھ چھوڑ دیا گیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس سے منع کیا اور یہ فرمایا کہ کل مونڈ دو یا کل چھوڑ دو۔ (۱۰)

۱۶۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر شہید ہوئے تو تین دن تک حضور نے ان کی آل سے کچھ نہیں فرمایا پھر تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ آج کے بعد سے میرے بھائی (جعفر) پر نہ رونا پھر فرمایا کہ میرے بھائی کے بچوں کو بلاؤ کہتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے فرمایا حجام کو بلاؤ حضور نے ہمارے سر مونڈا دیئے۔ (۱۱)

۱۔	مسند احمد: ۲۳۵۳۹	۲۔	ترمذی: ۲۷۷۱	۳۔	مسلم: ۵۱
۲۔	۱۔ ابوداؤد: ۴۲۰۲	۳۔	ii- شرح السنۃ، للبغوی: ۳۰۷۳	۴۔	ترمذی: ۱۶۳
۳۔	الموطا: ۱۷۵۶	۴۔	کنز العمال: ۱۷۲۷	۵۔	الجامع الصغیر، للسیوطی: ۹۴۶۲
۴۔	مسلم: ۱۱۳	۵۔	ابوداؤد: ۴۱۹۵	۶۔	ابوداؤد: ۴۱۹۲

۱۷۔ حضرت ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خریم اسدی بہت اچھا شخص ہے اگر اس کے سر کے بال بڑے نہ ہوتے اور تہبند نیچا نہ ہوتا۔ جب یہ خبر خریم رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو چھری لے کر بال کاٹ ڈالے اور کانوں تک کر لیے اور تہبند کو آدھی پنڈلی تک اونچا کر لیا۔ (۱)

۱۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں میرے گیسوتھے: میری ماں نے کہا: کہ ان کو نہیں کٹواؤں گی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پکڑتے اور کھینچتے تھے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس ان بالوں کو لگا ہے، اس وجہ سے بقصد تبرک چھوڑ رکھے تھے، کٹواتی نہ تھیں۔ (۲)

۱۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر موٹانے سے منع فرمایا ہے۔ (۳)

۲۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس چیز کے متعلق کوئی حکم نہ ہوتا، اس میں اہل کتاب کی موافقت پسند تھی (کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے ہوں وہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہو) اور اہل کتاب بال سیدھے رکھتے تھے اور مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے، لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بال سیدھے رکھے یعنی مانگ نہیں نکالی، پھر بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ نکالی (اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملے میں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم ہوا)۔ (۴)

☆ جمعہ کے دن ناخن ترشوانا مستحب ہے، ہاں! اگر زیادہ بڑھ گئے ہوں تو جمعہ کا انتظار نہ کرے، کہ ناخن بڑا ہونا اچھا نہیں، کیونکہ ناخنوں کا بڑا ہونا تنگی رزق کا سبب ہے۔ ایک حدیث ضعیف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز کے لیے جانے سے پہلے مونچھیں کترواتے اور ناخن ترشواتے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو جمعہ کے دن نماز کے لیے جانے سے پہلے مونچھیں کتروائے اور ناخن ترشوائے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کو دوسرے جمعہ تک بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور تین دن زائد یعنی دس دن تک۔ (۵)

☆ ایک حدیث میں ہے جو ہفتہ کے دن ناخن ترشوائے اس سے بیماری نکل جائے گی اور شفا داخل ہوگی، اور جو اتوار کے دن ترشوائے گا، فاقہ نکلے گا اور تو نگری آئے گی، اور جو پیر کے دن ترشوائے جنون جائے گا، اور صحت آئے گی، اور جو منگل کے دن ترشوائے مرض جائے گا، اور شفا آئے گی، اور جو بدھ کے دن ترشوائے وسواس و خوف نکلے گا، اور امن و شفا آئے گی۔ اعلیٰ حضرت سے اس طرح کا سوال کیا گیا کہ ایک حدیث میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی ممانعت آئی اور دوسری حدیث میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی فضیلت آئی، ان دونوں روایتوں میں تطبیق یا ترجیح کی کیا صورت ہے اور بدھ کے دن ناخن تراشنا کیسا ہوگا؟ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ناخن کاٹنے سے متعلق کسی دن کوئی ممانعت نہیں، اس لئے کہ دن کی تعیین میں کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں، البتہ بعض ضعیف حدیثوں میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی ممانعت ہے، لہذا اگر بدھ کا دن وجوب کا دن آجائے، مثلاً اتالیس دن سے نہیں تراشے تھے، آج بدھ کو چالیسواں دن ہے، اگر آج نہیں تراشتا تو چالیس دن سے زائد ہو جائیں گے، تو اس واجب ہوگا کہ بدھ کے دن تراشے اس لئے کہ چالیس دن سے زائد ناخن رکھنا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر مذکورہ صورت نہ ہو تو بدھ کے علاوہ کسی اور دن تراشنا مناسب کی جانب منع کو ترجیح رہتی ہے۔“ (۶) اور جو جمعرات کے دن ترشوائے جذام جائے، اور عافیت آئے اور جو جمعہ کے دن ترشوائے رحمت آئے گی اور گناہ جائیں گے، یہ حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں، مگر فضائل میں قابل اعتبار ہیں۔ (۷)

۱۔	ابوداؤد: ۴۰۸۹	۲۔	ابوداؤد: ۴۱۹۶	۳۔	نسائی: ۵۰۵۹
۲۔	بخاری: ۵۹۱۷	۵۔	مرقاۃ المفاتیح: ۴۴۲۴	۶۔	فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۶۸۵
۷۔	رد المحتار، ج ۹، ص ۶۶۸				

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ پہلے داہنے ہاتھ کے ناخنوں کو اس طرح ترشوائے سب سے پہلے چھین گلیا پھر بیچ والی پھر انگوٹھا پھر منجھلی پھر کلمہ کی انگلی اور بائیں ہاتھ میں پہلے انگوٹھا پھر بیچ والی پھر چھین گلیا پھر کلمہ کی انگلی پھر منجھلی یعنی داہنے ہاتھ میں چھین گلیا سے شروع کرے اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھے سے اور ایک انگلی چھوڑ کر اور بعض میں دو چھوڑ کر کٹوائے ایک روایت میں آیا ہے کہ اس طرح کرنے سے کبھی آشوب چشم نہیں ہوگا۔ (۱)

☆ ناخن تراشنے کی یہ ترتیب جو مذکور ہوئی اس میں کچھ پیچیدگی ہے خصوصاً عوام کو اس کی نگہداشت دشوار ہے لہذا ایک دوسرا طریقہ ہے جو آسان ہے اور وہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ وہ یہی کہ داہنے ہاتھ کی انگلی سے شروع کرے اور چھین گلیا پر ختم کرے پھر بائیں کی چھین گلیا سے شروع کرے انگوٹھے پر ختم کرے اس کے بعد داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن ترشوائے اس صورت میں داہنے ہی ہاتھ سے شروع ہوا اور دہنی پر ختم بھی ہوا۔ اعلیٰ حضرت قدس قبلہ سرہ کا بھی یہی معمول تھا اور یہ فقیر بھی اسی پر عمل کرتا ہے۔ (۲)

☆ پاؤں کے ناخن ترشوانے میں کوئی ترتیب منقول نہیں بہتر یہ ہے کہ پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنے کی جو ترتیب ہے اسی ترتیب سے ناخن ترشوائے یعنی داہنے پاؤں کی چھین گلیا سے شروع کرے انگوٹھے پر ختم کرے پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کرے چھین گلیا پر ختم کرے۔ (۳)

☆ دانت سے ناخن نہ کھٹکنا چاہئے کہ مکروہ ہے اور اس میں مرض برص معاذ اللہ پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ (۴)

☆ مجاہد جب دار الحرب میں ہوں تو ان کے لیے مستحب یہ ہے کہ ناخن اور مونچھیں بڑی رکھیں کہ ان کی یہ شکل مہیب دیکھ کر کفار پر رعب طاری ہو۔ (۵)

☆ ہر جمعہ کو اگر ناخن نہ ترشوائے تو پندرہویں دن ترشوائے اور اس کی انتہائی مدت چالیس دن ہے اس کے بعد نہ ترشوانا ممنوع ہے۔ یہی حکم مونچھیں ترشوانے اور موئے زیر ناف دور کرنے اور بغل کے بال صاف کرنے کا ہے کہ چالیس دن سے زیادہ ہونا منع ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ناخن ترشوانے اور مونچھ کاٹنے اور بغل کے بال لینے میں ہمارے لیے یہ میعاد مقرر کی گئی تھی کہ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑ رکھیں۔ (۶)

☆ موئے زیر ناف دور کرنا سنت ہے ہر ہفتہ میں نہانا اور بدن کو صاف ستھرا رکھنا اور موئے زیر ناف دور کرنا مستحب ہے اور بہتر جمعہ کا دن ہے اور پندرہویں روز کرنا بھی جائز ہے اور چالیس روز سے زائد گزار دینا مکروہ و ممنوع۔ موئے زیر ناف استرے سے مونڈنا چاہئے اور اس کو ناف کے نیچے سے شروع کرنا چاہئے اور اگر مونڈنے کی جگہ ہڑتال چونا یا اس زمانے میں بال اڑانے کا صابون چلا ہے اس سے دور کرے یہ بھی جائز ہے عورت کو یہ بال اکھیڑنا سنت ہے۔ (۷)

☆ بغل کے بالوں کا اکھاڑنا سنت ہے اور مونڈنا بھی جائز ہے۔ (۸)

☆ بہتر یہ ہے کہ گلے کے بال نہ مونڈائے انہیں چھوڑ رکھے۔ (۹)

۱۔ رد المحتار، ج ۹، ص ۶۶۹	۲۔ الدر المختار، ج ۹، ص ۶۷۰	۳۔ ایضاً، ص ۶۷۰
۲۔ رد المحتار، ج ۵، ص ۳۵۸	۵۔ در مختار، ج ۹، ص ۶۶۸	۶۔ مسلم، ص ۲۵۸
۷۔ الدر المختار، ج ۹، ص ۶۷۱	۸۔ رد المحتار، ج ۹، ص ۶۷۰	۹۔ ایضاً

- ☆ ناک کے بال نہ اکھاڑے کہ اس سے مرض آکلہ پیدا ہونے کا ڈر ہے۔ (۱)
- ☆ جنابت کی حالت میں نہ بال موٹائے اور نہ ناخن ترشوائے کہ یہ مکروہ ہے۔ (۲)
- ☆ بھوں کے بال اگر بڑے ہو گئے تو ان کو ترشوا سکتے ہیں چہرہ کے بال لینا بھی جائز ہے جس کو خط بنوانا کہتے ہیں سینہ اور پیٹھ کے بال موٹنا یا کتروانا اچھا نہیں ہاتھ پاؤں پیٹ پر سے بال دور کر سکتے ہیں۔ (۳)
- ☆ بچی کے اغل بغل کے بال موٹانا یا اکھیڑنا بدعت ہے (یعنی وہ چند بال جو نیچے ہونٹ اور ٹھوڈی کے بیچ میں ہوتے ہیں) (۴)
- ☆ مونچھوں کو کم کرنا سنت ہے اتنی کم کرے کہ ابرو کی مثل ہو جائیں یعنی اتنی کم ہوں کہ اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصہ سے نہ لٹکیں اور ایک روایت میں موٹانا آیا ہے۔ (۵)

- ☆ مونچھوں کے دونوں کناروں کے بال بڑے بڑے ہوں تو حرج نہیں۔ بعض سلف کی مونچھیں اس قسم کی تھیں۔ (۶)
- ☆ داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔ موٹانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے ہاں اگر مشت سے زائد ہو جائے تو جتنی زیادہ ہے اس کو کٹوا سکتے ہیں۔ (۷)

☆ داڑھی چڑھانا یا اس میں گرہ لگانا جس طرح سکھ وغیرہ کرتے ہیں ناجائز ہے اس زمانہ میں داڑھی مونچھ میں طرح طرح کی تراش خراش کی جاتی ہے بعض داڑھی مونچھ کا بالکل صفایا کر دیتے ہیں بعض لوگ مونچھوں کی دونوں جانب موٹ کر بیچ میں ذرا سی باقی رکھتے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ ناک کے نیچے دو کھیاں بیٹھی ہیں۔ کسی کی داڑھی فرنج کٹ اور کسی کی کرزن فیشن ہوتی ہے یہ جو کچھ ہو رہا ہے سب نصاریٰ کے اتباع و تقلید میں ہو رہا ہے مسلمانوں کے جذبات ایمانی اتنے زیادہ کمزور ہو گئے کہ وہ اپنے وقار و شعار کو کھوتے ہوئے چلے جاتے ہیں ان کو اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے جب ان کی بے حسی اس درجہ بڑھ گئی اور حمیت وغیرت ایمانی یہاں تک کم ہو گئی کہ دوسری قوموں میں جذب ہوتے جاتے ہیں۔ پامردی اور استقلال کے ساتھ اسلامی روایات و احکام کی پابندی نہیں کرتے تو ان سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ اسلامی احکام کا احترام کرائیں گے اور حقوق مسلمین کی حفاظت کریں گے۔ مسلم کے ہر فرد کو تعلیمات اسلام کا مجسمہ ہونا چاہئے، اخلاق سلف صالحین کا نمونہ ہونا چاہئے، اسلامی شعار کی حفاظت کرنی چاہئے تاکہ دوسری قوموں پر اس کا اثر پڑے۔

☆ بعض داڑھی منڈے یہاں تک پیباک ہوتے ہیں کہ وہ داڑھی کا مذاق اڑاتے ہیں، شریعت کے مطابق داڑھی رکھنے پر پھبتیاں کتے ہیں۔ داڑھی موٹانا حرام تھا، گناہ تھا، مگر یہ تو سوچو یہ تم نے کس چیز کا مذاق اڑایا، کس کی توہین و تذلیل کی۔ اسلام کی ہر بات اٹل ہے اور اس کے تمام اصول و فروع مضبوط ہیں، ان میں کسی بات کو برابر اتانا اسلام کو عیب لگانا ہے۔ تم خود سوچو جو کچھ اس کا نتیجہ ہے، وہ تم پر واضح ہو جائے گا، کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔

☆ مرد کو اختیار ہے کہ سر کے بال موٹائے یا بڑھائے اور مانگ نکالے۔ (۸)

۱-	الفتاویٰ الہندیہ، ج ۵، ص ۳۵۸	۲-	ایضاً، ص ۳۵۸	۳-	ردالمحتار، ج ۹، ص ۶۷۰
۲-	الفتاویٰ الہندیہ، ج ۵، ص ۳۵۸	۵-	ردالمحتار، ج ۹، ص ۶۷۱	۶-	الفتاویٰ الہندیہ، ج ۵، ص ۳۵۸
۴-	ردالمحتار، ج ۹، ص ۶۷۱	۸-	ردالمحتار، ج ۹، ص ۶۷۲		

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں چیزیں ثابت ہیں۔ اگرچہ منڈانا صرف احرام سے باہر ہونے کے وقت ثابت ہے۔ دیگر اوقات میں منڈانا ثابت نہیں۔ (۱) ہاں بعض صحابہ سے منڈانا ثابت ہے مثلاً حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بطور عادت منڈایا کرتے تھے۔ (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کبھی نصف کان تک (۳) کبھی کان کی لوتک (۴) ہوتے اور جب بڑھ جاتے تو شانہ مبارک سے چھو جاتے۔ (۵) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچہ سر میں مانگ نکالتے۔ (۶)

☆ مرد کو یہ جائز نہیں کہ عورتوں کی طرح بال بڑھائے بعض صوفی بننے والے لمبی لمبی لٹیں بڑھالیتے ہیں، (بالوں کی لڑیاں) جوان کے سینہ پر سانپ کی طرح لہراتی ہیں، اور بعض چوٹیاں گوندتے ہیں، یا جوڑے بنا لیتے ہیں، یہ سب ناجائز کام اور خلاف شرع ہے۔ تصوف بالوں کو بڑھانے اور رنگے ہوئے کپڑے پہننے کا نام نہیں، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پیروی کرنے اور خواہشات نفس کو مٹانے کا نام ہے۔

☆ سپید بالوں کو اکھاڑنا یا قینچی سے چن کر نکلوانا مکروہ ہے، ہاں مجاہد اگر اس نیت سے ایسا کرے کہ کفار پر اس کا رعب طاری ہو تو جائز ہے۔ (۷)

☆ بچہ سر کو منڈا دینا اور باقی جگہ کو چھوڑ دینا جیسا کہ ایک زمانہ میں پانی بنوانے کا رواج تھا، یہ جائز ہے، اور حدیث میں جو قزع کی ممانعت آئی ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ متعدد جگہ سر کے بال منڈانا اور جگہ جگہ باقی چھوڑنا جس کو گل بنانا کہتے ہیں۔ (۸) بخاری شریف سے بھی یہی ظاہر ہے۔ (۹) پان بنوانے کو قزع سمجھنا غلطی ہے، ہاں بہتر یہی ہے کہ سر کے بال منڈائے تو کل منڈا ڈالے یہ نہیں کہ کچھ منڈائے جائیں اور کچھ چھوڑ دیئے جائیں۔

☆ بعض دیہاتیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ پیشانی کو خطی کی طرح بنواتے ہیں، اور دونوں جانب نوکیں نکلاتے ہیں، یا اور طرح سے بنواتے ہیں، یہ سنت اور سلف کے طریقہ کے خلاف ہے۔ ایسا نہ کریں۔

☆ گردن کے بال منڈانا مکروہ ہے۔ (۱۰) یعنی جب سر کے بال نہ منڈائیں صرف گردن ہی کے منڈائیں جیسا کہ بہت سے لوگ خط بنوانے میں گردن کے بال بھی منڈاتے ہیں اور اگر پورے سر کے بال منڈا دیئے تو اس کے ساتھ گردن کے بال بھی منڈا دیئے جائیں۔

☆ آج کل سر پر کھسار رکھنے کا رواج بہت زیادہ ہو گیا ہے کہ سب طرف سے بال نہایت چھوٹے چھوٹے اور بچہ میں بڑے بال ہوتے ہیں یہ بھی نصاریٰ کی تقلید میں ہے، اور ناجائز ہے، پھر ان بالوں میں بعض دہنے یا بائیں جانب مانگ نکالتے ہیں، یہ بھی سنت کے خلاف ہے، سنت یہ ہے کہ بال ہوں تو بچہ میں مانگ نکالی جائے، اور بعض مانگ نہیں نکالتے سیدھے رکھتے ہیں یہ بھی سنت منسوخہ اور یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔

☆ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نہ پورے بال رکھتے ہیں نہ منڈاتے ہیں بلکہ قینچی یا مشین سے بال کترواتے ہیں یہ ناجائز نہیں مگر افضل و بہتر وہی ہے کہ منڈائے یا بال رکھے۔

۱۔	جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ص ۹۹	۲۔	سنن ابی داؤد: ۲۳۹	۳۔	ایضاً: ۲۱۸۶
۲۔	بخاری: ۳۵۵۱	۵۔	ایضاً: ۵۹۰۳	۶۔	ایضاً: ۳۵۵۸
۷۔	الفتاویٰ الہندیہ، ج ۵، ص ۳۵۹	۸۔	ایضاً، ج ۵، ص ۳۵۷	۹۔	بخاری: ۵۹۲۰
۱۰۔	الفتاویٰ الہندیہ، ج ۵، ص ۳۵۷				

☆ عورت کو سر کے بال کٹوانے جیسا کہ اس زمانہ میں نصرانی عورتوں نے کٹوانے شروع کر دیئے ناجائز و گناہ ہے اور اس پر لعنت آئی شوہر نے ایسا کرنے کو کہا جب بھی یہی حکم ہے کہ عورت ایسا کرنے میں گنہگار ہوگی کیونکہ شریعت کی نافرمانی کرنے میں کسی کا کہنا نہیں مانا جائے گا۔ (۱) سنا ہے کہ بعض مسلمان گھروں میں بھی عورتوں کے بال کٹوانے کی بلا آگئی ہے۔ ایسی پر قبیح عورتیں دیکھنے میں لوٹا معلوم ہوتی ہیں۔

اور حدیث میں فرمایا کہ جو عورت مردانہ ہیأت میں ہو اس پر اللہ تعالیٰ لعنت ہے۔ (۲) جب بال کٹوانا عورت کے لیے ناجائز ہے، تو موٹا نا بدرجہ اولیٰ ناجائز کہ یہ بھی ہندوستان کے مشرکین کا طریقہ ہے کہ جب ان کے یہاں کوئی مرجاتا ہے یا تیرتھ کو جاتی ہیں تو بال موٹا دیتی ہیں، (ہندوؤں وغیرہ کا مقدس مقام، متبرک دریا گنگا، جمننا پر نہانے کا گھاٹ)۔

☆ ترشوانے یا موٹانے میں جو بال نکلے انہیں دفن کر دے اسی طرح ناخن کا تراشہ پاخانہ یا غسل خانے میں انہیں ڈال دینا مکروہ ہے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ (۳) موئے زیر ناف کا ایسی جگہ ڈال دینا کہ دوسروں کی نظر پڑے ناجائز ہے۔

☆ چار چیزوں کے متعلق حکم یہ ہے کہ دفن کر دی جائیں بال، ناخن، حیض کا لتا (یعنی وہ کپڑا جس سے عورت حیض کا خون صاف کرے)۔ (۴) سر میں جو نمین پڑی ہیں اور بال موٹا دیئے انہیں دفن کر دے۔ (۵)

☆ مجنونہ کے سر میں بیماری ہوگئی مثلاً کثرت سے جو نمیں پڑ گئیں اور اس کا کوئی ولی نہیں تو اگر کسی نے اس کا سر موٹا دیا اس نے احسان کیا مگر اس کے سر میں کچھ بال چھوڑ دے تاکہ معلوم ہو سکے کہ عورت ہے۔ (۶)

☆ سپید بال اکھیڑنے میں حرج نہیں جبکہ بقصد زینت ایسا نہ کرے۔ (۷) اور ظاہر یہی ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ زینت ہی کے ارادہ سے کرتے ہیں تاکہ یہ سپیدی دوسروں پر ظاہر نہ ہو اور جو ان معلوم ہوں اسی وجہ سے حدیث میں اس سے ممانعت آئی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ داڑھی میں اس قسم کا تصرف زیادہ ممنوع ہوگا۔

۱۰۔ خلاصہ:

- ☆ ناخن ہر جمعے قبل از زوال کا شامستحب ہے۔
- ☆ لمبے ناخن رکھنا انسانی وجاہت کے خلاف اور ناپسندیدہ فعل ہے۔
- ☆ ناخن اتنے کاٹنے چاہیے، جس سے انگلیوں کی جلد ظاہر ہو جائے، اور انگلیوں کو ضرر نہ پہنچے۔
- ☆ ناخن کاٹ کر دفن کر دینے چاہیے۔
- ☆ موجودہ زمانے میں شہروں میں ویسٹ مینجمنٹ (waste Managemant) کے کوڑا دانوں میں ڈالنا بھی ٹھیک ہے، کیونکہ اس سے بھی دفن کرنے کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

۱۔	الدر المختار، ج ۹، ص ۶۷۱	۲۔	بخاری: ۵۸۸۵	۳۔	الفتاویٰ الہندیہ، ج ۵، ص ۳۵۸
۲۔	ایضاً	۵۔	ایضاً	۶۔	ایضاً
۴۔	ردالمحتار، ج ۹، ص ۶۷۱				

بغل کے بال صاف کرنا

۱۱۔ باب نَتْفِ الْإِبْطِ

اس باب میں پانچ فطری چیزوں میں سے تیسری بغل کے بال صاف کرنے کا بیان ہے، اس سے مراد بغلوں کے تمام بالوں کو صاف کرنا ہے، اس کے لئے ذرائع مختلف اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

اس باب میں بھی فطری امور میں سے بغلوں کے بال صاف کا ذکر ہے۔ یہی پہلے باب کے ساتھ مناسبت ہے۔

۱۱۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: الْخِتَانُ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَأَخْذُ الشَّارِبِ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: ختنے کرانا، زیر ناف بال صاف کرنا، بغل کے بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا اور مونچھیں تراشنا۔

۱۔ اطراف:

راجع: ۹

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ میں بغل کے بال صاف کرنے کا ذکر ہے، یہی حدیث کی باب کے عنوان سے مناسبت ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن عبداللہ بن یزید:

آپ کا نام ابو یحییٰ محمد بن عبداللہ بن یزید مقرئ مکی (م: ۲۵۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، امام نسائی

اور امام ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ سفیان: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔ الزہری: آپ کے حالات بھی حدیث نمبر ۱ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔ سعید بن المسیب: آپ کے حالات حدیث نمبر ۹ پر گزر چکے ہیں۔

۵۔ ابو ہریرہ: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔ اس حدیث کے شواہد باقی کتب صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات نسائی سے یہ چھٹی (۶) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ اس باب میں یہ حدیث نمبر ۹ اور حدیث نمبر ۱۰ سے اعلیٰ سند ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ شیخ محمد بن عبداللہ کے علاوہ باقی تمام راویوں سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔
- ☆ شیخ محمد بن عبداللہ بن یزید سے امام نسائی اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں۔
- ☆ سند کے دور راوی محمد بن عبداللہ بن یزید اور سفیان مکی ہیں، باقی تمام مدنی ہیں۔
- ☆ یہ تابعی (الزہری) کی دوسرے تابعی (سعید) سے روایت ہے۔
- ☆ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔
- ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مکشیرین سبعہ میں سے ہیں، بلکہ پہلا درجہ آپ ہی کا ہے۔
- ☆ اس سند میں اخیر نا، حدیث اور عن عن تینوں صیغوں سے روایت کی گئی ہے۔

۶۔ لغات:

- حلق العانة: زہر ناف بال موٹھنا۔ صاف کرنا مراد ہے۔
- اخذا الشارب: موچھیں لینا، پکڑنا، یہاں پر موچھیں چھوٹی کرنا اور تراشنا مراد ہے۔

۷۔ مسائل ونصائح:

- ☆ بغلوں کے بال گلیوں کی حفاظت کے لئے ہوتے ہیں۔ انہیں گرم رکھتے ہیں، مگر چونکہ کام کاج کے دوران میں بازو ننگے ہو جاتے ہیں، بغلیں نظر آتی ہیں، جس سے بغلوں کے بال قبیح محسوس ہوں گے، نیز ان میں میل کچیل بھی جمع ہو جاتا ہے۔ پسینہ زیادہ آتا ہے، اور بال صفائی سے مانع ہوں گے، اس لئے انسانی فطرت تقاضا کرتی ہے، کہ بغلوں کو بالوں سے صاف رکھا جائے۔
- ☆ احادیث میں بغلوں کے بال موٹھنے کی بجائے اکھاڑنے کا ذکر ہے، یہ اس لئے کہ موٹھنے سے بال زیادہ اور موٹے ہو جاتے ہیں، جب کہ اکھاڑنے سے بال کم اور باریک ہو جاتے ہیں، ان میں نرمی رہتی ہے، چبھتے نہیں۔ پسینے اور بدبو میں کمی ہوتی ہے، نیز بغل کے بال اکھاڑنے سے تکلیف بھی نہیں ہوتی، لہذا انہیں موٹھنے کی بجائے اکھیڑنا بہتر ہے، البتہ اگر کوئی شخص بال اکھیڑنے سے تکلیف محسوس کرے تو موٹھ بھی سکتا ہے، کیونکہ اصل مقصد تو بالوں کی صفائی ہے۔ (۱)
- ☆ بغلوں کے بال اکھیڑنا یا صاف کرنا سنت ہے، اور بعض نے اسے واجب قرار دیا ہے۔ (۲)
- ☆ بغل کے بال صاف کرنے سے اصل مقصد ناپسندیدہ بدبو کا خاتمہ اور نظافت حاصل کرنا ہے، اس لئے بالوں کا ختم کرنا مراد ہے، وہ جس طریقہ سے بھی ہو جائز ہے، کیونکہ اصل مقصد نظافت ہے، وہ تمام طریقوں سے حاصل ہو جاتی ہے۔ (۳)
- ☆ بغلوں کے بال صاف کرتے وقت دائیں طرف سے ابتدا کرنا مستحب ہے۔ (۴)

۱۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۹۴

۲۔ العدة (صناعی)، ج ۱، ص ۳۵۱

۳۔ نیل الاوطار، ج ۱، ص ۱۶۸

۴۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۱۱۱

۱۰۔ خلاصہ:

- ☆ بگلوں کے بالوں کا صاف کرنا امور فطرت اور سنت مستحبہ ہے۔
- ☆ بگلوں کے بالوں کو صاف کرنا، ناپسندیدہ بو کا خاتمہ اور نظافت حاصل کرنا اصل مقصود ہے، اس لئے وہ جس طریق سے حاصل ہو، جائز ہے، اس کے لئے بالوں کا اکھیڑنا، بالوں کا استرے یا سیفٹی سے مونڈھنا، یا پوڈرا اور دیگر جدید ذرائع سے بالوں کا صاف کرنا، سب جائز ہے۔
- ☆ بالوں کے صاف کرنے کے لئے جس شخص کو جو طریقہ آسان محسوس ہو، وہ اسے ہی اختیار کرے۔

زیر ناف بال صاف کرنا

۱۲۔ باب حَلْقِ الْعَانَةِ

اس باب میں پانچ فطری امور میں سے چوتھے امر زیر ناف بال صاف کرنے کا بیان ہے۔ اس سے مراد عورت اور مرد کی شرمگاہ کے اوپر سے ناف تک اور شرمگاہ کے ارد گرد کا حصہ مراد ہے۔ پچھلے باب میں بگلوں کے بال صاف کرنے کا ذکر تھا، امور فطرت میں سے چونکہ بگلوں کے بالوں کے ساتھ ہی عموماً زیر ناف بال صاف کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس لئے بگلوں کے بعد ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۲۔ أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ مُسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ وَهَبٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " : الْفِطْرَةُ : قَصُّ الْأُظْفَارِ، وَأَخْذُ الشَّارِبِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ "

۱۔ اطراف:

بخاری: ۵۸۹۰، ابن حبان: ۱۳۸۲، احمد: ۱۹۹۵، الکبریٰ: ۱۲

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ میں زیر ناف بال صاف کرنے ذکر موجود ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ نے پہلے جو تین حدیثیں روایت کی ہیں، اس میں پانچ فطری چیزوں کا ذکر ہے، اس حدیث مبارکہ میں تین فطری چیزوں کا ذکر ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات حسب ذیل ہیں

۱۔ الحارث بن مسکین: آپ کے حالات حدیث نمبر ۹ پر گزر چکے ہیں۔

۲۔ ابن وہب: آپ کے حالات بھی حدیث نمبر ۹ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔ حنظلہ بن ابی سفیان:

آپ کا نام حنظلہ بن ابوسفیان بن عبدالرحمن بن صفوان بن امیہ جمحی مکی (م: ۱۵۱ھ) ہے، آپ روایات کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، حجتہ راوی ہیں،

آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ نافع:

آپ کا نام ابو عبد اللہ نافع بن ہرمزدنی (م: ۱۱۷ھ) ہے، آپ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، فقیہ، مشہور راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں، امام مالک کی سب سے صحیح سند عن نافع عن ابن عمر ہے۔ (۲)

۵۔ ابن عمر:

آپ کا نام ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن عمر بن خطاب عدوی مدنی (م: ۷۳ھ) ہے، آپ فقہاء عبادلہ میں سے ہیں، غزوہ احد کے دن آپ کی عمر چودہ سال تھی، اس طرح غالباً آپ کی پیدائش اعلان نبوت کے ایک سال بعد ہوئی۔ آپ ﷺ کا ل اتباع نبوی ﷺ کے نمونہ تھے۔ آپ ﷺ نے چھوٹی عمر میں اپنے والد کے ساتھ ہجرت کی، غزوہ خندق اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔ آپ مکثرین صحابہ میں سے ہیں۔ آپ سے ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث مروی ہیں، جن میں سے ایک سو ستر (۱۷۰) متفق علیہ ہیں، اکیاسی (۸۱) میں امام بخاری اور اکتیس (۳۱) میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (۳)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام بخاری نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔ لغات:

حدیث نمبر ۹، ۱۰، ۱۱ پر گزر چکی ہے۔

۶۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ ساتویں (۷) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند میں دو راوی الحارث بن مسکین اور ابن وہب مصری، حنظلہ بن ابوسفیان مکی اور باقی راوی مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فقہاء عبادلہ میں سے ہیں، فقہاء عبادلہ میں باقی تین حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حضرت عبد اللہ بن مسعود شامل ہیں۔
- ☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکثرین سب سے بھی شامل ہیں، اور آپ رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث مروی ہیں۔
- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند میں بھی الحارث بن مسکین سے روایت کے لئے قرائنہ علیہ وانا اسمع، کے الفاظ استعمال کیے ہیں (اس کی مکمل تفصیل حدیث نمبر ۹ پر گزر چکی ہے)۔
- ☆ سند میں روایت کے لئے اخیرنا اور عن عن کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔	۱۔ الکامل، ج ۲، ص ۲۲۰	ii۔ العبر، ج ۱، ص ۲۱۶
۲۔	۱۔ تہذیب الکمال، ج ۲۹، ص ۳۵	ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۴۶۷
۳۔	۱۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۱۰	ii۔ شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۳۶۹
		iii۔ التزیب (عراقی)، ج ۱، ص ۱۱۷

۱۰۔ مسائل و نصائح:

☆ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

زیر ناف بال موٹنا سنت ہے اور اس سے مراد اس جگہ کی صفائی ہے، اس میں افضل بال موٹنا ہے، اور بال کا ثنا بھی جائز ہے، اور نوچنا بھی جائز ہے، اور چونے سے بال صاف کرنا بھی جائز ہے۔ (اسی طرح کسی اور کیمیائی عمل سے بھی بال صاف کرنا جائز ہے)، اس سے مراد یہ ہے کہ آلہ تناسل اور اس کے ارد گرد جو بال ہیں، ان کو کاٹ کر صاف کر دیا جائے۔ اسی طرح عورت کی اندام نہانی کے ارد گرد جو بال ہیں، ان کو کاٹ کر صاف کر لیا جائے، اور ابو العباس بن سرج سے منقول ہے کہ حلقہ دبر کے ارد گرد جو بال ہوں، ان کو بھی کاٹ کر صاف کر لیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگلی اور پچھلی دونوں شرم گاہوں اور ان کے ارد گرد بالوں کو کاٹ کر صاف کر لیا جائے۔ اس کی میعاد کے متعلق یہ قول ہے کہ: جب بال لمبے ہوں، ان کو کاٹ لیا جائے، اسی طرح مونچھوں کو کاٹنے، بغل کے بالوں کو کاٹنے اور ناخن تراشنے کے متعلق کوئی مدت معین نہیں ہے، جب بال اور ناخن بڑھ جائیں، ان کو کاٹ لیا جائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ مونچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، بغل اور زیر ناف بال نوچنے کے متعلق ہمارے لئے یہ مدت مقرر کی گئی ہے، کہ ہم ان پر چالیس دن سے زیادہ نہ گزرنے دیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان چیزوں پر چالیس دن سے زیادہ نہ گزرنے دیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان چیزوں کو لازماً چالیس دن کے بعد کاٹا جائے۔ (۱)

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو موٹنا مستحب ہے۔ کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے، اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے، اس لئے ان بالوں کو زائل کرنا مستحب ہے، اور جس چیز سے بھی ان بالوں کو زائل کیا جائے، جائز ہے، کیونکہ ان بالوں کو زائل کرنا ہے، ابو عبد اللہ سے پوچھا گیا: اگر کوئی شخص نچلے بالوں کو قینچی سے کاٹ دے؟ کہا: انشاء اللہ! اس کو یہ عمل کافی ہوگا، پوچھا گیا: اگر کوئی شخص یہ بال نوچ لے کہا اس کی طاقت کون رکھتا ہے، اگر کوئی شخص چونے سے ان بالوں کو صاف کر لے تو جائز ہے، البتہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا لونڈی کے سوا کسی اور شخص کو اپنی شرمگاہ پر مطلع ہونے دے۔ مروی نے کہا ہے: کہ ابو عبد اللہ گھر میں زیر ناف چونے سے صاف کرتے تھے، اس کے بعد حمام میں غسل کرنے جاتے تھے، بالوں کو موٹنا چونے کے ساتھ صاف کرنے سے افضل ہے، کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: چونے سے بال صاف کرنا بدعت ہے، بغل کے بالوں کو نوچنا سنت ہے، کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے، اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے، اگر ان بالوں کو موٹ لیا یا چونے سے صاف کر لیا، پھر بھی جائز ہے اور بالوں کو نوچنا افضل ہے، کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے۔ (۲)

☆ علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ ہروی نے کہا ہے: کہ استحداد کا معنی ہے: استرے سے زیر ناف بالوں کو موٹنا، علامہ خطابی نے کہا ہے: کہ اگر زیر ناف بالوں کو نوچ لیا جائے اور بغل کے بالوں کو موٹ لیا جائے، تو یہ کافی ہے، کیونکہ مقصود نظافت ہے، (علامہ ابی فرماتے ہیں: موٹنے سے بال زیادہ پیدا ہوتے ہیں، اور بالوں کی کثرت سے میل زیادہ ہوتی ہے، جس سے بدبو آتی ہے، اور زیر ناف بدبو کا محل نہیں ہے، اس لئے زیر ناف بالوں کو موٹ لیا جائے، اور بغل کے بالوں کو نوچ لیا جائے، علامہ نیشاپوری نے کہا ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لئے زیر ناف بال موٹنے

کی مدت چالیس دن مقرر کی ہے، اور بغل کے بال جب بڑھ جائیں، تو ان کو نوچ لے، اور مونچھوں کو لسانہ ہونے دے، اور ہر جمعہ کو ناخن تراشنے، اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب بال یا ناخن بڑھ جائیں، تو ان کو کاٹ دیا جائے۔ (۱)

☆ علامہ ہسکلی حنفی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو موٹنا اور غسل کر کے پورے بدن کو صاف کرنا، ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے، اور افضل جمعہ کے دن ہے، ہر پندرہ دن کے بعد بھی جائز ہے، اور چالیس دن کے بعد تک ترک کرنا مکروہ ہے۔ (۲)

☆ علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

فتاویٰ ہندیہ میں مذکور ہے: ناف کے نیچے بال موٹنا شروع کرے، اور اگر چونے کے ساتھ بال صاف کیے (یا کسی اور کیمیائی عمل سے) تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح فتاویٰ غرائب میں ہے، اشباہ میں مذکور ہے: کہ عورتوں کے لئے زیر ناف بالوں کو نوچنا سنت ہے، بغل کے بالوں کو زائل کرنا بھی مستحب ہے، ان کو موٹنا بھی جائز ہے اور نوچنا افضل ہے، حلق کے بالوں کو نہ موٹے، امام ابو یوسف نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور مضمرات میں ہے: بھنوں کے بال اور چہرے کے بال موٹنے میں بھی کوئی حرج نہیں بہ شرطیکہ موٹنے کے مشابہ نہ ہو، چالیس دن سے زیادہ تک زیر ناف بالوں کو نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے، اور وہ شخص وعید کا مستحق ہے، علامہ ابوالسعود نے ابن ملک کی شرح المشارق سے نقل کیا ہے: کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہمارے لئے ناخن تراشنے، مونچھیں کاٹنے اور بغل کے بال نوچنے کی یہ مدت مقرر کی گئی ہے: کہ ہم ان کو چالیس راتوں سے زیادہ ترک نہ کریں، یہ ان مقدرات شرعیہ میں سے ہے، جس میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے، لہذا یہ حدیث حکما مرفوع ہے۔ (۳)

☆ زیر ناف کے بال صاف کرنا اس لئے فطرت میں شامل ہے، کہ جماع کے وقت بڑے بال نجاست سے آلودہ ہو سکتے ہیں۔ صفائی مشکل ہوگی، خصوصاً جب پانی نہ ہو یا کم ہو۔ لہذا انہیں موٹنا ضروری ہے، تا کہ نجاست اور بدبو سے بچا جاسکے۔

☆ حدیث میں حلق کا لفظ آیا ہے، مگر اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی طریقے سے ان بالوں کو صاف کیا جاسکتا ہے، موٹ کر، یا دوائی لگا کر، یا اکیڑ کر، یا کاٹ کر، مگر طبی نقطہ نظر سے موٹنا ہی مفید ہے۔ اس سے قوت مردی بڑھتی یا قائم رہتی ہے، نیز اس حکم میں مرد و عورت برابر ہیں۔

☆ شرم گاہ میں صرف اگلی شرم گاہ شامل ہے، جبکہ بعض علماء کے نزدیک اس میں، اگلی پچھلی دونوں شرم گاہیں شامل ہیں۔ (۴)

۱۱۔ خلاصہ:

- ☆ زیر ناف اور شرم گاہ کے ارد گرد کے بال صاف کرنا، مرد و عورت دونوں کے لئے سنت ہے۔
- ☆ دونوں شرم گاہوں کے ارد گرد سے بال صاف کرنا مستحب ہے۔
- ☆ زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک بال صاف کرنا ضروری ہے، کم از کم کی مقدار مقرر نہیں ہے۔
- ☆ ہر جمعے کو بال صاف کرنا سنت مستحبہ ہے۔
- ☆ زیر ناف بالوں کو استرے سے موٹنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ سنت مبارکہ ہے۔
- ☆ بال صاف کرنے کے لئے استرے کے علاوہ سینٹھی، چوننا، پوڈرا اور دیگر جدید ذرائع استعمال کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اصل مقصود نظافت ہے، وہ جیسے بھی حاصل ہو، جائز ہے۔

۱۔	اکمال اکمال المعلم، ج ۲، ص ۳۶-۳۹	۲۔	در مختار، ج ۱، ص ۶۴
۳۔	رد المختار، ج ۵، ص ۲۸۵	۳۔	سنن نسائی (نوائد)، ج ۱، ص ۹۵

۱۳۔ باب قصّ الشَّارِبِ

مُوْنَجَّحٌ کَثْرَتَا

یہ پانچواں باب ہے، جو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ فطری چیزوں کے بارے میں قائم کیا ہے۔ اس سے پہلے چار فطری چیزیں بیان ہو چکی ہیں، اس باب میں پانچویں فطری چیز مُوْنَجَّحِیں کاٹنے کا بیان ہے، پچھلے باب میں زیر ناف بال صاف کرنے کا بیان تھا۔

۱۳۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ يَسَّارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَأْخُذْ شَارِبَهُ فَلَيْسَ مِنَّا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مُوْنَجَّحِ کے بال نہ کاٹے، وہ ہم میں سے نہیں۔

۱۔ اطراف:

ترمذی ۲۶۶۱، احمد: ۱۹۲۹۳، ۱۹۲۸۳، ابن حبان ۱۴۸۱، سنن الکبریٰ: ۵۰۵۸

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں، جن کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ علی بن حجر:

آپ کا نام علی بن حجر بن ایاس سعدی مروزی (م: ۲۳۲ھ) ہے، آپ نے پہلے بغداد اور پھر مرو شہر میں سکونت اختیار کی۔ آپ روایۃ کے نویں طبقہ صغار سے ثقہ، حافظ، فاضل، صدوق، شیخ راوی ہیں، آپ نے تقریباً سو سال کی عمر پائی۔ شیخین، امام ترمذی اور امام نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ عبیدۃ بن حمید:

آپ کا نام ابو عبد الرحمن عبیدہ بن حمید المعروف خذاء کوفی تمیمی لیشی ضعی نحوی (م: ۱۹۰ھ) ہے، آپ روایۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں، البتہ کبھی کبھی خطا بھی کرتے تھے، امام احمد بن حنبل، امام نسائی، ابن سعد، امام عجل اور امام دارقطنی نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ آپ نے تقریباً اسی سال کی عمر پائی، امام بخاری اور اصحاب سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ یوسف بن صہیب:

آپ کا نام یوسف بن صہیب کندی کوفی ہے، آپ روایۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۱۔	۱۔ المعجم المبتدل، ص ۶۱۷	ii۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۸۳
۲۔	۱۔ العلل، ج ۱، ص ۲۲۶	ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۵۰۸
۳۔	۱۔ الجرح والتعديل، ج ۹، ص ۲۲۳	ii۔ تہذیب الکمال، ج ۳۲، ص ۳۳۳

۴۔ حبیب بن یسار:

آپ کا نام حبیب بن یسار کنڈی کوفی ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ زید بن ارقم:

آپ کا نام حضرت زید بن ارقم بن قیس بن نعمان بن مالک انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ (م: ۶۶ھ تا ۶۸ھ) ہے۔ آپ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معتمدین خاص میں سے ہیں، آپ نے غزوہ خندق اور دیگر سترہ غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت فرمائی۔ آپ نے کوفہ میں سکونت اختیار فرمائی تھی، آپ سے نوے (۹۰) احادیث مروی ہیں، جن میں سے چار (۴) متفق علیہ ہیں، ایک میں امام بخاری اور چھ میں امام مسلم منفرد ہیں، تمام آئمہ محدثین آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ آٹھویں (۸) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی کوفی ہیں، صرف علی بن حجر مروزی ہیں۔
- ☆ علی بن حجر سے شیخین اور امام ترمذی، عبیدہ بن حمید سے امام بخاری اور اصحاب سنن اربعہ، یوسف بن صہیب سے امام داؤد، امام ترمذی اور امام نسائی، حبیب بن یسار سے امام ترمذی اور امام نسائی، حضرت زید بن ارقم سے اصحاب ستہ نے روایات نقل کی ہیں۔
- ☆ سند اخیر، عن عن اور قال کے الفاظ روایت استعمال ہوئے ہیں۔

۸۔ لغات:

لم یاخذ: نہ لیا، مراد موچھیں نہ کاٹیں۔

فلیس منا: ہم میں سے نہیں، مراد ہے ہمارا طریقہ ایسا نہیں ہے۔

۹۔ مسائل و نصائح:

- ☆ فلیس منا سے مراد ہے کہ یہ ہماری سنت اور طریقہ نہیں ہے، اس سے مراد دائرہ اسلام سے خارج کرنا نہیں ہے۔ (۳)

ii۔ تہذیب الکمال، ج ۵، ص ۴۰۵

۱۔ اللغات، ج ۴، ص ۱۴۳

۳۔ حاشیہ سندھی، ص ۱۲

۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۳۸۵

☆ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا سنت ہے، انسان کو اختیار ہے کہ خود مونچھیں تراشے یا کسی اور سے مونچھیں کٹوائے اس کے برعکس بغل کے بال اور زیر ناف بال دوسروں سے کٹوانا مروت اور حیاء کے خلاف ہے، مونچھیں کاٹنے کی ابتداء دائیں جانب سے کرے، مونچھیں کاٹنے کی حد میں مختار یہ ہے کہ اتنی مونچھیں کاٹے جس سے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور مونچھوں کو جڑ سے نہ مٹائے۔ جن روایات میں ہے ”احفوا الشوارب مونچھوں کو مٹاؤ“ ان کا محمل یہ ہے کہ جو مونچھیں دونوں ہونٹوں سے لمبی ہو جائیں تو ان کی اس زائد مقدار کو مٹاؤ۔ (۱)

☆ علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں مونچھوں کے لئے احفاء کا لفظ ہے، بعض میں جز کا اور بعض میں انہاک کا لفظ ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ علماء کو فہم اور سلف نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کے بال جڑ سے اکھاڑ دیئے جائیں جیسا کہ ان احادیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مونچھیں مونڈنے کو مثلہ قرار دیتے تھے اور مونچھیں مونڈنے والے کو سزا دیتے تھے، اور ان الفاظ کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ مونچھیں کاٹ کر اتنی کم کر لی جائیں کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

☆ علامہ ابی مالکی مزید لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ان الفاظ میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مونچھوں کو جڑ سے مونڈ دیا جائے، ان تمام الفاظ میں جو معنی مشترک ہے وہ یہ ہے کہ مونچھوں کے لمبے بالوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی معاملہ پر غور کرتے تو اپنی مونچھوں کو بل دیا کرتے تھے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مونچھوں کو کلوں کی جانب سے کم نہیں کرتے تھے، اور مقصد یہ ہے کہ کھانے پینے کے مدخل کو مونچھیں کم کر کے صاف رکھا جائے اور مجوس کی مخالفت کی جائے کیونکہ وہ مونچھوں کو مونڈتے تھے، لہذا مستحسن یہ ہے کہ مونچھوں کو طول اور مساحت کی جانب سے کم کیا جائے حتیٰ کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں، بعض مغاربہ جو مونچھوں کو نہیں کاٹتے وہ احفاء کے امر کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ احفاء کا معنی ہے لمبی مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، علاوہ ازیں مونچھیں بڑھانے میں کوئی زینت بھی نہیں ہے اور مونچھوں کو کاٹنا زینت کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کو کاٹنا واجب ہے کیونکہ احفاء کا امر کیا گیا ہے، رخسار پر جو بال ہوتے ہیں شیک ابن الحسن المنصر ان کو زائل نہیں کرتے تھے، اور دوسرے علماء ان بالوں کو زائل کرتے تھے، شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، حلق پر جو بال ہیں ان کو بھی زائل کیا جائے اس کے برخلاف داڑھی کے نچلے بالوں کو زائل نہ کیا جائے۔ (۲)

☆ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

فقہ حنبلیہ کے نزدیک مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا اور ان کو مٹانا دونوں امر جائز ہیں، اور مٹانا اولیٰ ہے۔ (۳)

☆ اگر میت کی مونچھیں طویل ہوں تو ان کو کاٹ کر کم کرنا مستحب ہے، یہ حسن، بکر بن عبداللہ، سعید بن جبیر اور اسحاق کا قول ہے، اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے یہ فرمایا ہے کہ میت کی کسی چیز کو کاٹنا نہیں جائے گا، کیونکہ میت کی کسی چیز کا ٹنا غیر مستحب ہے، مثلاً ختنہ کرنا، فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں:

۱۔ شرح مسلم، ج ۱، ص ۱۲۹

۲۔

اکمال اکمال المعلم، ج ۲، ص ۳۷

۳۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱، ص ۳۰۸

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کو اس طرح سنوارو جس طرح اپنی دہنوں کو سنوارتے ہو، اور دہن کو حسین بنایا جاتا ہے اور مونچھوں میں جو چیز قبیح ہو اس کو زائل کیا جائے گا، کیونکہ اس کو اسی طرح چھوڑنے سے میت کی شکل قبیح نظر ہوگی، اس لئے اس کا ازالہ مشروع ہے۔ جس طرح میت کے کھلے ہوئے منہ اور کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کیا جاتا ہے، البتہ اگر وہ غیر مختون ہو تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس سے میت کو ضرر ہوگا۔ (مونچھیں کاٹنے کے بعد بال میت کے ساتھ کفن میں رکھ دیئے جائیں گے)۔ (۱)

☆ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے حتیٰ کہ وہ بھنوووں کی طرح ہو جائیں (غیاثیہ) بعض سلف مونچھوں کی دو طرفوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ ان کو سبالہ کہتے ہیں (غرائب) امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے کہ مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے اور کم کرنے کا معیار یہ ہے کہ مونچھیں اوپر والے ہونٹ کے کنارے سے کم ہوں اور مونچھوں کا موٹا سنت ہے اور یہ مونچھیں کاٹ کر کم کرنے سے بہتر ہے، یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے (محیط السرخسی) مجاہدوں کے لئے لمبی مونچھیں رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ اسلام دشمنوں کو ان کی شکل ہیبت ناک معلوم ہو۔ (۲)

☆ علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ حنفی لکھتے ہیں:

مجتہبی میں مذکور ہے مونچھیں منڈانا بدعت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ (۳)

☆ علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس کے تحت لکھتے ہیں:

ملتقی میں مذکور ہے کہ مونچھیں منڈانا سنت ہے، مجتہبی نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مونچھیں منڈانا سنت ہے اور اس قوم کو امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرف سے منسوب کیا ہے اور مونچھوں کو کاٹ کر اتنا کم کرنا کہ وہ اوپر والے ہونٹ کے کنارے کے برابر ہو جائیں بالا جماع سنت ہے۔ (۴)

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مونچھیں منڈوانے کی امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے اور مونچھیں منڈوانا سنت کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ نبی ﷺ نے مونچھیں منڈوانے کو خاریوں کی علامت قرار دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۲۸، سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۳۰۰، سنن ابن ماجہ، ص ۶۱، اور مسند احمد، ج ۳، ص ۲۲۲، ۶۴، ۵۰، ج ۴، ص ۲۲۵-۲۲۴) میں اس کی تصریح ہے۔ مونچھوں کے معاملہ میں توسع ہے، مونچھیں باریک رکھنا، ہونٹوں کے کناروں تک مونچھیں رکھنا اور لمبی مونچھیں رکھنا بشرطیکہ بالائی ہونٹ کے کناروں سے اوپر ہوں، ہر طرح جائز ہے اور سنت مونچھوں کو کم کرنا ہے۔ (۵)

مونچھیں، بلوغت کا نشان ہیں، اس سے بچے اور بڑے میں تمیز ہوتی ہے، مگر یہ منہ کے اوپر ہوتی ہیں، زیادہ بڑی ہو جائیں تو کھانے پینے کی چیزوں کو لگیں گی۔ خود بھی آلودہ ہوں گی اور کھانے پینے کی چیزیں بھی گردوغبار وغیرہ سمیت پیٹ میں جائیں گی، لہذا بالائی ہونٹ سے نیچے مونچھوں کو کاٹنا عقلی تقاضا ہے۔ شریعت اسلامیہ کا حکم بھی یہی، البتہ مونچھوں کے کنارے جو داڑھی سے مل جائیں، بغیر کاٹے رکھے جاسکتے ہیں۔

۱- السنن، ج ۲، ص ۲۱۰ - ۲- عالمگیری، ج ۵، ص ۳۵۸

۳- در مختار علی ہاشم رد المحتار، ج ۵، ص ۳۵۸ - ۴- رد المحتار، ج ۵، ص ۳۵۸

۵- شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۲۲-۹۲۳

مذکورہ احادیث میں پانچ فطری امور ذکر کئے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف یہ پانچ چیزیں ہی فطرت میں داخل ہیں بلکہ دوسری احادیث میں ان کے علاوہ کچھ اور چیزوں کا بھی ذکر ہے، مثلاً: ایک روایت میں ہے: (عشر من الفطرة) ”دس چیزیں فطرت سے ہیں“۔ (۱)

۱۰۔ خلاصہ:

☆ اس بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ مونچھوں سے بالائی ہونٹ کا کنارہ چھپا ہوا نہیں ہونا چاہئے۔

☆ عرضاً مونچھوں کو اوپر والے ہونٹ کے برابر ضرور کاٹنا چاہئے۔

☆ طولاً مونچھوں کو بڑھانے سے حرج نہیں ہے، بشرطیکہ نتیجہ نظر نہ ہو۔

☆ جمہور اہل سنت کے ہاں چھوٹی مونچھیں رکھنا مستحسن اور معمول ہے۔

۱۲۔ باب التَّوَقُّیْتِ فِیْ ذٰلِکَ مذکورہ کاموں کے لئے مدت کا بیان

اس باب میں پہلے ذکر کی گئی فطری چیزوں کے لئے مدت کا بیان ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے پانچ فطری امور کا ذکر کیا ہے، اور ان میں سے ہر کسی کو بطور باب کے عنوان ذکر کیا ہے، اب ان کے لئے مدت بیان فرما رہے ہیں، البتہ اس باب میں پانچ چیزوں میں سے چار کی مدت بیان کرنا مقصود ہے، ختنے کی مدت کا بیان، اس میں شامل نہیں ہے، کیونکہ اس کی صورت مختلف اور واضح ہے۔ پچھلے باب میں فطری امور میں سے مونچھیں کتروانے کا ذکر تھا، اور اس باب میں ان فطری امور کی مدت کا بیان ہے۔

۱۲۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ هُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: وَقَّتَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، وَنَتْفِ الْبُهْبِطِ، أَنْ لَا تَتْرَكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى: أَرْبَعِينَ لَيْلَةً

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے مونچھیں کم کرنے، ناخن ترشوانے، زیر ناف بال صاف کرنے اور بغلوں کے بال اکھیڑنے کے لئے وقت مقرر فرمایا: کہ ہم چالیس دن یا رات سے زیادہ نہ چھوڑیں۔

۱۔ اطراف:

مسلم: ۲۵۹۸، ابوداؤد: ۲۳۰۰، ترمذی: ۲۷۵۸، ۲۷۵۸، ابن ماجہ: ۲۹۸، احمد: ۱۳۶۷۸

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس سند کے چار راوی ہیں، ان کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ قتیبہ: آپ کے حالات حدیث نمبر پر گزر چکے ہیں۔

۱۔ مسلم: ۲۶۱۱ ii۔ سنن نسائی: ج ۱، ص ۹۵-۹۶

۲۔ جعفر بن سلیمان:

آپ کا نام ابو سلیمان جعفر بن سلیمان ضبیعی بصری (م: ۱۷۸ھ) ہے، ضبیعہ بصرہ کے ایک محلہ کا نام ہے، اسی میں آپ کی رہائش تھی۔ آپ روادے کے آٹھویں طبقہ سے صدوق، زاہد راوی ہیں، البتہ بعض امور میں تشبیح فرماتے تھے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے ادب المفرد میں آپ سے روایت کی ہے۔ (۱)

۳۔ ابو عمران الجونی:

آپ کا نام ابو عمران عبد المالك بن حبیب ازدی کنڈی جونی (م: ۱۲۸ھ)، آپ ابو عمران کی کنیت سے مشہور ہیں، آپ روادے کے چوتھے طبقہ کبار سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ انس بن مالک: آپ کے حالات حدیث نمبر ۶ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ اس کتاب کی یہ دوسری (۲) رباعی حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ ترین سند ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی بصری ہیں، البتہ امام نسائی رحمۃ اللہ کے شیخ قتیبہ بغلانی ہیں۔
- ☆ حضرت انس بن مالک مکثرین سبعہ صحابہ میں سے ہیں، اور آپ سے دو ہزار دو سو چھیالیس (۲۲۸۶) احادیث مروی ہیں۔
- ☆ اس سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حدیثا اور عن استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔ لغات:

- وقت لنا: ہمارے لئے وقت مقرر فرمایا۔
- لانترك: ہم نہ چھوڑیں، زیادہ نہ ہونے دیں۔
- اربعین یوما: چالیس دن۔
- اربعین لیلا: چالیس راتیں۔

- | | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| i۔ تاریخ الصغیر، ج ۲، ص ۲۹ | ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۳۵ |
| iii۔ علل ابن مدینی، ص ۷۲ | iv۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۷۲ |
| v۔ الجرح والتعديل، ج ۵، ص ۳۰۳۶ | ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۲۸۰ |

۹۔ مسائل ونصائح:

- ☆ مونچھیں، بلوغت کا نشان ہیں، اس سے بچے اور بڑے میں تمیز ہوتی ہے، مگر یہ منہ کے اوپر ہوتی ہیں، زیادہ بڑی ہو جائیں تو کھانے پینے کی چیزوں کو لگیں گی۔ خود بھی آلودہ ہوں گی اور کھانے پینے کی چیزیں بھی گردوغبار وغیرہ سمیت پیٹ میں جائیں گی، لہذا بالائی ہونٹ سے نیچے مونچھوں کو کاٹنا عقلی تقاضا ہے۔ شریعت اسلامیہ کا حکم بھی یہی، البتہ مونچھوں کے کنارے جو ڈاڑھی سے مل جائیں، بغیر کاٹے رکھے جاسکتے ہیں۔
- ☆ مذکور احادیث میں پانچ فطری امور ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف یہ پانچ چیزیں ہی فطرت میں داخل ہیں، بلکہ دوسری احادیث میں ان کے علاوہ کچھ اور چیزوں کا بھی ذکر ہے، مثلاً: ایک روایت میں ہے: (عشر من الفطرة) ”دس چیزیں فطرت سے ہیں۔“ (۱)

☆ قاضی عیاض فرماتے ہیں: حدیث مبارکہ میں کثرت مدت کا بیان ہے، اور مستحب ہر جمعہ کو صفائی کرنا ہے۔ (۲)

☆ جب بھی بال یا ناخن بڑھیں، تو تراش لینے چاہیے۔ (۳)

☆ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ چالیس دن سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ ان امور کو چالیس دن تک چھوڑے رکھیں۔ (۴)

☆ اس حدیث مبارکہ میں ناخن تراشنے، بغلوں کے بال اکھیڑے، زیر ناف بال صاف کرنے اور مونچھیں کاٹنے کی مدت کا بیان ہے۔

☆ ختنے کروانے کی مدت کا بیان اس حدیث مبارکہ سے مراد نہیں ہے، کیونکہ اس کی مدت کا تعلق بچے کی پیدائش سے ہے، اور وہ زندگی میں ایک دفعہ ہی کروانے ہوتے ہیں۔

۸۔ خلاصہ:

☆ چالیس دن کی مدت میں امور فطرت میں سے ناخن تراشنا، بغلوں کے بال، زیر ناف بال اور مونچھوں کے بال کاٹنا شامل ہے، ختنے کروانا اس میں شامل نہیں ہے۔

☆ مونچھوں، بغلوں اور زیر ناف بالوں کی صفائی اور ناخنوں کو تراشنے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت، چالیس دن کا ہے۔

☆ بالوں اور ناخنوں کو ایک جمعہ سے دوسرے جمعے تک کاٹ لینا سنت مستحبہ ہے۔

☆ جب بال یا ناخن بڑھ جائیں، اور طبیعت کونا گوار گزرے، تو کاٹ لینے چاہیے۔

ii- سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۹۶

i- مسلم: ۲۶۱

۳- ایضاً

۲- اکمال المعلم بفوائد مسلم، ج ۲، ص ۵۰

۳- شرح مسلم نووی، ص ۲۶۹

۱۵۔ باب اِحْفَاءِ الشَّارِبِ وَاعْفَاءِ اللَّحْيِ

موچھیں کم کرنا اور داڑھی بڑھانا

اس باب میں موچھیں کترانے اور داڑھی بڑھانے کا بیان ہے، موچھیں کترانا فطری امور میں سے ہے، پچھلے باب میں فطری چیزوں کی

مدت کا بیان تھا، اس باب میں فطری امور میں سے موچھیں کترانے اور داڑھی بڑھانے کا ذکر ہے۔

۱۵۔ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ نَسَائًا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللَّحْيَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موچھیں کم کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ

۱۔ اطراف:

مسلم: ۲۵۹، احمد: ۴۶۵۴، ۵۱۳۵، ۶۴۶۵، نسائی: ۵۲۳۷

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے پانچ راوی ہیں، جن کے حالات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عبید اللہ بن سعید:

آپ کا نام ابو قدامہ عبید اللہ بن سعید بن یحییٰ الشکری سرخسی نیشاپوری (م: ۲۲۱ھ) ہے، آپ علماء اہل سنت میں سے ہیں، آپ روایہ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، مامون، سنی راوی ہیں۔ شیخین اور امام نسائی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ یحییٰ بن سعید: آپ کے حالات حدیث نمبر ۴ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔ عبید اللہ:

آپ کا نام ابو عثمان عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب عمری مدنی (م: ۱۴۰ھ) ہے، آپ روایہ کے پانچویں طبقہ سے ہیں، آپ کی ثقاہت و علم اور تقویٰ پر اہل علم متفق ہیں، امام احمد بن صالح آپ کو مالک عن نافع، ابن معین القاسم عن عائشہ اور الزہری عن عروہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ نافع: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱۲ پر گزر چکے ہیں۔

۵۔ ابن عمر: آپ کے حالات بھی حدیث نمبر ۱۲ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔ حکم حدیث:

یہ حدیث صحیح ہے اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے اس کتاب میں یہ نویں (۹) حدیث ہے۔
- ☆ سند میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ عبید اللہ بن سعید نیشاپوری، یحییٰ بن سعید بصری اور بانی راوی مدنی ہیں۔
- ☆ اس حدیث میں تابعی (عبید اللہ) نے دوسرے تابعی (نافع) سے روایت کی ہے۔
- ☆ حضرت عبد اللہ بن عمر فقہاء عبادلہ میں سے ہیں، اور آپ مکثرین صحابہ میں سے ہیں، آپ سے دو ہزار چھ سو تیس (۲۶۳۰) احادیث مروی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا ایک دفعہ، خبرنی ایک دفعہ، حدثنا ایک دفعہ اور عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

احفوا الشوارب: تم مونچھیں خوب منڈاؤ۔

اعفوا اللحی: تم داڑھی کو چھوڑ دو۔

۷۔ مسائل و نصاب:

☆ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

اللحیۃ اسم یجمع من الشعر ما نبت علی الحدین والزقن۔ (۱)

رخساروں اور ٹھوڑی پر اگے ہوئے بالوں کے مجموعہ کو ڈاڑھی کہتے ہیں۔

☆ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اعفاء اللحیۃ کا معنی ہے ڈاڑھی کو چھوڑ دینا، یعنی ڈاڑھی کو بڑھانا، اہل فارس ڈاڑھی کترتے تھے، شریعت نے اس سے روک دیا، علماء نے ذکر کیا ہے کہ

ڈاڑھی میں بارہ خصلتیں مکروہ ہیں اور بعض کی کراہت بعض سے زیادہ ہے، ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ غرض جہاد کے بغیر ڈاڑھی کو سیاہ رنگ سے رنگنا، ۲۔ صالحین کی نقل میں ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا جبکہ اس میں اتباع سنت کا جذبہ نہ ہو۔

۳۔ گندھک اور دیگر کیمیائی عمل سے جلد ڈاڑھی کو سفید کر لینا تاکہ لوگ بزرگ جانیں۔ ۴۔ حسن صورت کے لئے ڈاڑھی کے بال نوچنا یا موٹنا۔ ۵۔

تصنع سے ڈاڑھی کو قطار اور صف دار بنانا کہ عورتوں کو اچھی لگے۔ ۶۔ رخساروں کے بال بڑھا کر ڈاڑھی کو زیادہ کرنا یا عنفکھ کے بال کاٹ کر قطار اور

صف وار کم کرنا۔ ۷۔ آرائش کے لئے ڈاڑھی میں کنگھا کرنا۔ ۸۔ سفید بالوں کو نوچنا۔ ۹۔ زہد کے اظہار کے لئے ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے

پراگندہ رکھنا۔ ۱۰۔ اظہار شیخت کے لئے سفید بالوں اور اظہار شباب کے لئے سیاہ بالوں پر فخر کرنا۔ ۱۱۔ ڈاڑھی کے بالوں میں گرہ لگانا اور ڈاڑھی کی مینڈھیاں بنانا۔ ۱۲۔ ڈاڑھی کو موٹنا، ہاں اگر عورت کی ڈاڑھی نکل آئے، تو اس کا ڈاڑھی موٹنا مستحب ہے۔

☆ علامہ نووی لکھتے ہیں:

احادیث میں ڈاڑھی کے متعلق اعفوا، اوفوا، ارخو، ارجو، وھروا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ان سب کا تقاضا یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، ہمارے فقہاء اور دیگر علماء نے بھی یہی کہا ہے، قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کا منڈانا، ڈاڑھی کا کتر وانا اور ڈاڑھی کو جلانا مکروہ ہے، البتہ ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹنا مستحسن ہے۔ ڈاڑھی کو لبا کر کے رسوا کرنا اور ڈاڑھی کو چھوٹا کرنا مکروہ ہے، متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کی کوئی حد ہے یا نہیں، بعض متقدمین نے ڈاڑھی کی بالکل حد مقرر نہیں کی، البتہ ڈاڑھی کو اس طرح نہ چھوڑ دیا جائے جس سے وہ بری معلوم ہو اور اس کو کاٹ کر کم کر لے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بہت لمبی ڈاڑھی کو مکروہ کہا ہے۔ بعض علماء نے یہ حد مقرر کی ہے کہ قبضہ سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کے بال کاٹنا مکروہ ہے۔ (۱)

☆ علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے:

ڈاڑھی منڈوانا اور (جڑ سے) کٹوانا مکروہ ہے، حدیث میں اس کی مذمت ہے، اور لمبی ڈاڑھی رکھنا بھی اسی طرح مکروہ ہے جس طرح کٹوانا مکروہ ہے، ڈاڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے، بعض متقدمین نے ڈاڑھی کو کم کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی، اور یہ کہا ہے کہ ڈاڑھی کو حد تمسخر تک نہ چھوڑا جائے، اور بعض علماء نے قبضہ کو حد مقرر کیا ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کو کم نہ کیا جائے۔

☆ علامہ ابی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ﷻ نے اولاد آدم کو ڈاڑھی کے ساتھ مزین کیا ہے، اور جب ڈاڑھی زینت ہے اور اس کو طولاً و عرضاً کم کر کے حسین بنانا مستحسن ہے، اور کاٹنے کی حد یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا تھا، یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کی ڈاڑھی زیادہ ہو، لیکن جس کی ڈاڑھی زیادہ نہ ہو، تو وہ اتنی مقدار کے بعد ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ دے، جس سے ڈاڑھی میں حسن ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ﷻ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

☆ اگر یہ اعتراض ہو کہ ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ کر حسین بنانا رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے خلاف ہے، کہ ڈاڑھی چھوڑ دو، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی چھوڑنے یا بڑھانے کا حکم مشرکین کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ ڈاڑھی منڈاتے تھے، اور ان سے مخالفت اس طرح ہوگی کہ یا تو ڈاڑھی بالکل نہ کاٹی جائے، یا تحسین کے لئے تھوڑی سی کاٹ لی جائے، اس لئے صحیح وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ (۲)

☆ علامہ ابوالولید باجی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ڈاڑھی اور مونچھوں کو اتنی مقدار تک کاٹنا مستحب ہے، جس سے ان کا پیدائشی جمال متغیر نہ ہو، اور ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکل کاٹ دینا مثلہ ہے، جیسے عورت کے سر کے بال کاٹنا مثلہ ہے، اس لئے ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکل کاٹنے سے منع کیا جائے گا، اسی طرح ڈاڑھی اور مونچھوں میں ایسے کام سے منع کیا جائے گا، جس سے ان کی خلقت متغیر ہو، اور مثلہ کا ارتکاب لازم آئے، اور اگر ڈاڑھی اتنی زیادہ ہو جائے، جس کی وجہ سے وہ خوبصورتی کی حد سے نکل جائے، اور بکھری ہوئی اور منتشر ہونے کی حد کو پہنچ جائے، اور اتنی لمبی ڈاڑھی کو باقی رکھنا مثلہ ہو، تو اس کو کم کرنا مشروع ہے۔ (۳)

☆ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

وقد حرم المالک والحنابلہ حلقها ولا یکرہ ما زاد علی القبضۃ ولا اخذما تحت حلقه لفعل ابن عمر، (۱)
فقہاء حنبلیہ اور مالکیہ نے ڈاڑھی موٹڈ نے کو حرام قرار دیا ہے، اور قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا ثنا مکروہ نہیں ہے، اور حلق کے نیچے کے بالوں کا کا ثنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بال کاٹے تھے۔

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ کاکی نے کہا ہے: کہ ہمارے نزدیک ڈاڑھی کا طول ایک قبضہ کی مقدار ہے، اور اس سے زیادہ ڈاڑھی کو کا ثنا واجب ہے، ابو موسیٰ اسحاق نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طول سے کاٹ کر کم کرتے تھے، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹ کر کم کرتے تھے، میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ کے بعد کاٹتے تھے، ہاں اس سلسلہ میں دو اثر مردی ہیں، امام ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے: کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، امام بخاری نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، البتہ یہ آثار اس حدیث کے معارض ہیں، جس میں ہے موچھوں کو ترشاؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (بخاری و مسلم) اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے سے مراد یہ ہے: کہ ساری ڈاڑھی کو منڈایا نہ جائے، جس طرح مجوس منڈاتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے: کہ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: کہ موچھیں ترشاؤ، ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ کیونکہ مجوس ڈاڑھیاں منڈاتے تھے اور موچھیں بالکل نہیں کاٹتے تھے، محیط میں ہے ڈاڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دے، حتیٰ کہ ڈاڑھی گھنی اور بڑی ہو جائے، اور کاٹ کر کم کرنا سنت ہے، جو ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہو اس کو کاٹ دے۔ (۲)

☆ اگر یہ کہا جائے کہ اعفوا لہی کا کیا معنی ہے، کیونکہ تم جانتے ہو، کہ اعفاء اکثر ہے، اور جب ڈاڑھی کو چھوڑ دیا جائے، تو وہ طولاً عرضاً بہت بڑھ جائے گی، اور لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی کا بڑھانا ممنوع ہے، اور اس کا کا ثنا واجب ہے، اور اس کی حد میں متقدمین کا اختلاف ہے، کہ جب ڈاڑھی طولاً قبضہ سے بڑھ جائے اور عرضاً پھیل جائے تو یہ قبیح ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی کو چھوڑا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ڈاڑھی کو کھینچا اور کہا: میرے پاس قینچی لاؤ، پھر ایک شخص نے کہا: اس کے ہاتھ کے نیچے جو ڈاڑھی ہو اس کو کاٹ دو، پھر فرمایا جاؤ اپنے بالوں کو سنوارو یا خضاب کرو، تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے، جیسے وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہو، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹ دیتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت ہے، بعض علماء نے یہ کہا: کہ ڈاڑھی کو طولاً عرضاً کاٹے اور ڈاڑھی کو بہت زیادہ نہ کاٹے، اور انہوں نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی، البتہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ڈاڑھی عرف اور لوگوں کی عادت سے بڑی نہ ہو، اس کو نہ کاٹے، اور عطاء نے کہا: کہ جب ڈاڑھی لمبی اور بڑی ہو جائے، تو اس کو طول اور عرض سے تھوڑا سا کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس پر امام ترمذی کی اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طولاً عرضاً ڈاڑھی کو کاٹتے تھے۔ (۳)

وستدل به الجمهور علی ان الاولی ترک اللحیة علی حالها وان لا یقطع منها شیء وهو قول الشافعی واصحابہ وقال عیاض یکره حلقها وقصها وتحزیقها وقال القرطبی فی المفہم لا یجوز حلقها ولا نتفها ولا قص الکثیر منها قال عیاض واما الاخذ من طولها فحسن قال ویکموا الشهرة فی تعظیمها کما یکره فی قصها وجرها وقد اختلف السلف هل لذلك حد فمنہم من لہم یحدد شیئا فی ذلك الا انه لا ینزک بحد الشهرة ویأخذ منها وکره مالک طولها جدا ومنہم من حدہ بما زاد علی القبضة فیترا ل ومنہم من کره الاخذ منها الا فی حج او عمرہ (۱)

اس حدیث (ڈاڑھیاں بڑھاؤ) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے: کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، اور اس کو بالکل نہ کاٹا جائے، امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کو موٹنا اور کاٹنا مکروہ ہے، علامہ قرطبی نے مفہم میں کہا ہے کہ ڈاڑھی کو موٹنا، نوچنا اور اس کا زیادہ حصہ کاٹنا جائز نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا: کہ ڈاڑھی کو طولاً کاٹنا مستحسن ہے، اور اس کو حد تمسخر تک لمبا کرنا مکروہ ہے، اسی طرح اس کو کاٹنا بھی مکروہ ہے (یعنی زیادہ کاٹنا)۔ متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کاٹنے کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا: اس کی کوئی حد نہیں ہے، البتہ اس کو اتنا لمبا نہ کرے کہ یہ حد تمسخر کو پہنچ جائے، اور اس سے کچھ قدر کاٹ لے، امام مالک نے اس کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے، اور کہا ہے، کہ جب ڈاڑھی قبضہ سے زیادہ ہو، تو اس کو کاٹ دیا جائے۔ بعض نے کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے موقع کے سوا ڈاڑھی کو کاٹنا مکروہ ہے۔

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ جمہور آئمہ کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا اولیٰ ہے، جس کا تقاضا ہے کہ ڈاڑھی کاٹ کر کم کرنا خلاف اولیٰ ہے، حرام نہیں ہے۔

☆ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولا یفعل لتطویل اللحیة اذا کانت بقدر المسنون وهو القبضة۔ (۲)

ڈاڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا جائے، جب کہ ڈاڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور وہ (قدر مسنون) قبضہ ہے۔

☆ علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وهو ای القدر المسنون فی اللحیة القبضة (۳)

اڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

☆ علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة۔ (۴)

(داڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

۲۔ ہدایہ اولین، ص ۲۰۱

۱۔ اتحاف السادة المتقين، ج ۲، ص ۲۱۹

۳۔ بنایہ، ج ۱، ص ۱۳۴۴

۲۔ فتح القدير، ج ۲، ص ۲۷۰

☆ علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة (۱)

(ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

☆ علامہ ذیلیعی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة، (۲)

(ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

☆ علامہ شریبلی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة۔ (۳)

(ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

☆ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

اقول ينبغي ان يدرج في اخذها لتصير مقدار قبضة على ما هو السنة والاعتدال المتعارف۔ (۴)

(میں کہتا ہوں کہ ڈاڑھی کو اس قدر کاٹنا چاہیے کہ اس کی مقدار ایک قبضہ ہو جائے، جو کہ سنت اور میانہ روی کا متعارف طریقہ ہے۔

☆ علامہ علاؤ الدین الحسکفی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة۔ (۵)

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

☆ علامہ شامی لکھتے ہیں:

(والسنة فيها القبضة) وهو ان يقبض الرجل لحيته مما زاد منها على قبضة قطعة (۶)

ڈاڑھی میں سنت قبضہ ہے: اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کو کاٹ دے۔

☆ علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

واما اللحية فذكر محمد في الآثار عن الامام ان السنة ان يقطع ما زاد على قبضة يده (۷)

امام محمد رضی اللہ عنہ نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا سنت ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

☆ والقص سنة فيها وهو ان يقبض الرجل لحيته فان زاد منها على قبضة قطعه كذا ذكر محمد رحمه الله في كتاب

الآثار عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى وقال به ناخذ كذا في محيط السرخسي۔ (۸)

۱۔ بحر الرائق، ج ۲، ص ۲۸۰۔ ۲۔ تبیین الحقائق، ج ۱، ص ۳۳۱۔ ۳۔ حاشیہ الدرر والقرر، ج ۱، ص ۲۰۸۔

۴۔ مرقات، ج ۸، ص ۲۹۱۔ ۵۔ در مختار علی ہامش الرد، ج ۲، ص ۵۵، ج ۵، ص ۳۵۹۔ ۶۔ رد المحتار، ج ۵، ص ۳۵۹۔

۷۔ حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۳۱۶۔ ۸۔ فتاویٰ عالمگیری، ج ۵، ص ۳۵۸۔

ڈاڑھی میں کاٹنا سنت ہے، اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لے، اور مٹھی سے زائد کاٹ دے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں، اسی طرح محیط سرخی میں ہے۔

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

قبضہ متعارف اور مسنون طریقہ ہے اس کو واجب کہنا صحیح نہیں ہے، ملا علی قاری نے جو لکھا ہے کہ ڈاڑھی کاٹنا عجمیوں، فرنگیوں اور بے دین قلندروں کا طریقہ ہے (۱)، اس سے ان کی مراد ڈاڑھی کو بہت زیادہ کاٹنا ہے، کیونکہ ملا علی قاری نے قبضہ کو سنت اور مستحب بھی لکھا ہے، لکھتے ہیں:

فالتقدير لو اخذتم نواحی لحیتہ طولاً و عرضاً و ترکتم قدر المستحب و هو مقدار القبضة وھی الحد المتوسط

بین اطرفین المذمومین من ارسلها مطلقاً و من حلقها و قصها علی وجه استیصالها۔ (۲)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قحافہ کو ڈاڑھی کاٹنے کا حکم دیا تھا) اس میں حکماً یہ ارشاد ہے کہ اگر تم ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً لو اور قدر مستحب چھوڑ دو (تو بہتر ہے)، اور وہ قدر مستحب قبضہ کی مقدار ہے، اور یہ مطلقاً ڈاڑھی چھوڑنے یا منڈوانے اور جڑ سے کاٹنے کی افراط اور تفریط والی مذموم جانوں میں حد متوسط ہے۔

☆ اسی طرح علامہ زبیدی حنفی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا مستحب ہے، لکھتے ہیں:

واستدل به الجمهور علی ان الا ولی ترک اللحیة علی حالها وان لا یقطع منها شئی (۳)

اس حدیث میں (وغفوا لہ) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے، کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، اور اس میں سے کچھ نہ کاٹا جائے۔

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تک ان تمام مستند اور مسلم فقہانے یہ تصریح کی ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ سنت ہے، اور ایک متاخر عالم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے محض اپنی رائے سے یہ لکھا کہ قبضہ واجب ہے، اور فقہانے ان عبارات میں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت (۴) ہے، اور بعد کے بعض علماء نے بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی (واضح رہے کہ شیخ نے قبضہ کو واجب لکھا ہے، لیکن وجوب پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی۔)

☆ ہمارے نزدیک عبارات فقہاء میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے، کیونکہ تاویل کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے، جب دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ سے قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا، اور اس کے برخلاف فقہاء نے قبضہ کو سنت کہا ہوتا، تب یہ کہنا درست ہوتا، کہ یہاں سنت سے مراد یہ ہے، کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے، جب کہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ فقہاء کا قبضہ کو سنت اور مستحب کہنا دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کے مطابق ہے، اور اگر دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کا لحاظ کیے بغیر اس تاویل کو جائز قرار دیا جائے، تو پھر فقہاء کی اصطلاحی تصریحات بازیچہ اطفال بن جائیں گی، اور ہر شخص اپنی رائے کے مطابق فقہاء کی تصریحات کو تبدیل کر سکے گا۔ واجب کو کہہ دے گا: یہ ثابت کے معنی میں ہے، فرض کو کہہ دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے، اور حرام کو کہہ دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرض نہیں ہے، لہذا اس کا ترک ضروری نہیں ہے، اور اس کا فعل جائز ہے۔ العیاذ باللہ!

۱۔ مرقات، ج ۲، ص ۴۲

۲۔ شرح مسند امام عظیم، ص ۱۲۱۰

۳۔ اتحاف السادة المتقين، ج ۲، ص ۲۱۹

۴۔ اشعة اللمعات، ج ۱، ص ۲۱۲

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تمام تر علمی خدمات اور عظمتوں کے باوجود بشر اور انسان تھے، نبی اور رسول نہ تھے، ان کی رائے میں خطا ہو سکتی ہے، نیز ان کو ایک محدث کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے، ان کو فقیہ نہیں مانا گیا، نہ ان کی کسی کتاب کو کتب فتاویٰ میں شمار کیا گیا ہے، اور اگر کوئی شخص شیخ عبدالحق کو معصوم ماننے پر ہی مصر ہو، یا ان کو مجتہد مطلق قرار دیتا ہو، تو پھر ان تمام فقہاء کی عبارات میں تاویل کرنے کی بجائے خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات میں تاویل کر لی جائے، اور یہ کہا جائے: کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جو قبضہ کو واجب کہا ہے، تو یہ واجب بمعنی ثابت ہے، اور یہ جو لکھا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت میں موجود ہے۔ (۱)

☆ ڈاڑھی کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عشر من الفطرة قص الشارب و اعفاء اللحية الحديث۔ (۲)

دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں، ان میں سے ایک مونچھیں کاٹ کر کم کرنا اور دوسری ڈاڑھی بڑھانا ہے۔

جب زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈاڑھی بڑھانے کو سنت قرار دینے کی تصریح کر دی گئی ہے، تو اب بعد کے کسی شخص کو ڈاڑھی میں قبضہ کی مقدار کو واجب قرار دے کر فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو منسوخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، بعد کا کوئی شخص کتنا ہی معظم اور مکرم کیوں نہ ہو، اور اس کی دینی خدمات کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہوں، اس کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح حدیث پر ترجیح نہیں دی جاسکتی! اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کا ذکر کر کے ان کا ایک ہی حکم بیان کیا ہے، اور وہ ہے فطرت یعنی انبیاء سابقین کی سنت، اور وہ دس چیزیں یہ ہیں: مونچھیں کاٹ کر کم کرنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، انگلیوں کے جوڑ دھونا، بغل کے بال نوچنا، زیر ناف بال موٹنا، پانی سے استنجا کرنا، کلی کرنا اور ختنہ کرنا، عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس حدیث میں مذکور باقی نو چیزوں کو سنت مانتے ہیں، اور قبضہ تک ڈاڑھی بڑھانے کو واجب کہتے ہیں، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مذکور دس چیزوں کو صراحتاً سنت قرار دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کی اور بیشی اور اپنے رائے کے دخل کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو من و عن تسلیم کر لیا جائے، اور از خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں کسی ترمیم اور تنسیخ کرنے کی جرات نہ کی جائے، کیونکہ ہم صرف مبلغ ہیں اور شارع نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

☆ ہمارے نزدیک ڈاڑھی منڈانا مکروہ تحریمی یا حرام ظنی ہے، اور مطلقاً ڈاڑھی رکھنا واجب ہے (کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈانے کی مخالفت کا حکم دیا ہے (۲)، چونکہ احکام میں عرف اور عادت کا اعتبار ہوتا ہے، اس لئے ڈاڑھی کے تحقق کے لئے ڈاڑھی کی اتنی مقدار ہونی چاہیے، جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق ہو سکے، خواہ وہ قبضہ سے ایک آدھ انگلی کم ہو، اور معمولی اور خفیف سی ڈاڑھی یا خشکی ڈاڑھی پر عرف اور عادت میں مطلقاً ڈاڑھی کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ اس کو خشکی ڈاڑھی یا فرنیچ کٹ ڈاڑھی کہتے ہیں، سو ایسی ڈاڑھی سے ڈاڑھی رکھنے کے حکم پر عمل نہیں ہوگا، اور قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا فقہاء کی تصریحات کے مطابق سنت ہے، اور بظاہر یہ سنت غیر مؤکدہ ہے، کیونکہ قبضہ کی تاکید کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔

☆ تاہم عام مسلمانوں کو عموماً اور علماء اور مشائخ کو خصوصاً لمبی ڈاڑھی رکھنا چاہیے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک دراز اور گھنی تھی، جو سینہ

مبارک کو بھرتی تھی، اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ صورت اور سیرت میں آپ کی کامل اتباع کی جائے۔ اس مسئلہ میں افراط اور تفریط سے بچنا چاہیے، ڈاڑھی دراز اور گھنی رکھنی چاہیے، لیکن اگر کسی مسلمان کی ڈاڑھی قبضہ سے کم ہو تو اس کو فاسق معلن کہنے، شریعت میں مداخلت کرنے اور ایک مسلمان کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے سے گریز کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ﷻ ہم سب کو نفس اور انانیت کے شر سے محفوظ رکھے، صراط مستقیم پر قائم رکھے، رسول اللہ ﷺ کی محبت نصیب فرمائے، اور بلاد دلیل اور بے سند اقوال کو رسول اللہ ﷺ کی صحیح اور صریح احادیث پر ترجیح دینے کے شر سے محفوظ رکھے۔

☆ ڈاڑھی کے متعلق استاذی المکرم مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں: آپ سے ڈاڑھی کے متعلق سوال کیا گیا: سوال: کیا ڈاڑھی کو منڈوانے یا کتروانے والا نماز تراویح کی امامت کر سکتا ہے؟، بیان فرمائیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين ○
الجواب هو الموافق للصواب: صورت مسؤلہ حد شرع سے کم ڈاڑھی رکھنے والے یا منڈوانے والے کی مصلیٰ پر تقدیم جائز نہیں۔ اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمہ، وہ جو اپنے وقت کے اندر اندر واجب الاعداد ہے۔
۱۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ڈاڑھی قبضہ سے کم رکھنا اور منڈوانا ایک ہی جیسا ہے۔ تمام فقہاء نے اس کو مباح بھی قرار نہیں دیا۔ فتح القدر میں ہے:

ويؤيد مافى المسلم عن ابى هريرة رضى الله عنه جزوا الشوارب واعفوا اللحى وخالفوا المجوس فهذه الجملة واقعه موقع التعليل واما الا خذ منها وهى دون ذلك كما يفعل بعض المغاربة ومخنة الرجال فلم يجدا حد - (۱)
اس کی تصدیق مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مونچھوں کو پست کرو ڈاڑھی کو کاٹنے سے معاف کرو اور مجوس کی مخالفت کرو، خالفوا المجوس والا جملہ پہلے حکم کے لئے بمنزل علت کے ہے، اور چار انگشت (قبضہ) سے کم کر لینا جیسے کہ بعض اہل مغرب کرتے ہیں، اسے کسی نے بھی مباح اور جائز نہیں قرار دیا۔

مجوسی ڈاڑھی منڈواتے اور لبوں کو دراز کرتے یا ترشواتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخالفت کا ارشاد فرمایا: کہ تم ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو پست کرو۔ فقہاء عظام رضی اللہ عنہم کا فرمانا: کہ قبضہ سے کم کو کسی نے مباح بھی قرار نہیں دیا، بقدر قبضہ کے وجوب کی نشاندہی ہے، اس لئے کہ واجب کی تعریف میں فقہاء نے لکھا ہے۔

جواز الفعل مع حومة التوك، جب دون قبضہ کی عدم اباحت اور جواز حدیث انور سے موجود نیتاً ڈاڑھی واجب ہوئی۔

۲۔ مسند امام احمد، مسلم شریف، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، کتب احادیث نے سیدہ عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے نقل کیا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عشر من الفطرة قصر الشارب واعفاء اللحية یعنی دس چیزیں شرايع قدیمہ مستمرہ انبیاء کرام رضی اللہ عنہم سے ہیں، ان میں سے مونچھیں ترشوانا اور ڈاڑھی بڑھانا ہے۔ (۲)

۱۔ فتح القدر، ج ۲، ص: ۱۲۳، ۲۷۰

iv- ابوداؤد: ۵۳

iii- ابن ماجہ: ۲۹۳

ii- ترمذی: ۲۷۵۷

i- مسلم: ۵۶

انبیاء کرام ﷺ کا کسی فعل پر استمرار عموماً اور نبی کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا خصوصاً اس فعل کے واجب ہونے کی نشاندہی جبکہ وہ سنن زوائد سے نہ ہو۔ اگرچہ وجوب امر سے ہے نہ کہ فعل سے مگر استمرار فعل خاص کہ اس فعل میں جس میں امر و نہی وارد ہوں علامت وجوب ہوا کرتا ہے۔

۳۔ علامہ محمود بدرالدین عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ختنہ کی بحث میں ارشاد فرماتے ہیں: انه من شعائر الدین کالکلمۃ بہ یتمیز المسلم من الکافر "یعنی ختنہ شعائر دین سے ہے، جیسے کلمہ (توحید)، جب ختنہ مثل کلمہ کے ہے، اور وجہ امتیاز بین المؤمن والکافر اور شعائر دین سے قرار پایا، تو داڑھی جو امر ظاہر اور جس پر مخاطب میں پہلی نظر پڑتی ہے، اولی طور پر شعائر دین سے ہوگی۔ (۱)

۴۔ عن ابن عمر قال رسول اللہ ﷺ احفوا الشوارب و اعفوا اللحی هذا حدیث حسن صحیح۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لبوں کو کاٹو اور داڑھی کو چھوڑ دو۔ اعفوا صیغہ امر ہے، والا امر للوجوب (نور الانوار)، اعفوا صیغہ امر ہونے کی وجہ سے واجب کے لئے ہے، جب تک قرینہ صارفہ عن الحقیقہ نہ ہو، امر اپنے معنی اصلی کے لئے آتا ہے، اور وہ وجوب ہے۔

عن عبداللہ بن عمران رسول اللہ ﷺ امر باصفاء الشارب و اعفاء اللحی (۳)

عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ انهکوا الشوارب و اعفوا اللحی۔ مونچھوں کو خوب پست کرو اور داڑھی لمبی کرو (چھوڑ دو)۔ (۴)

ان تمام احادیث واقوال میں صیغہ امر ہیں جن کا تقاضا وجوب ہے، اگر حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نہ ہوتی جس میں کان النبی ﷺ یا خذ من اطراف اللحیہ (او کما قال) تو داڑھی کو چھوڑ دینا لازم تھا۔

جہاں ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام و فرامین پر عمل لازم، وہاں وہ شخص جو احکام پر عمل نہیں کرتا اور غفلت سے کام لیتا ہے، وہ شرعاً فاسق کہلائے گا، حسامی میں ہے: الغرض مائت و جوبہ (لزومت) بدلیل او شبہۃ فیہ و حکمہ اللزوم علما و تصدیقاً بالقلب و عملاً بالبدن حتی یکفر جاہدہ و یفسق تارکہ، بلا عذر پھر واجب کی تعریف کے بعد بھی یہی کہا "و یفسق تارکہ (۵)

داڑھی منڈوانے اور حد شرع سے کم رکھنے اور کٹوانے والا شرعاً فاسق ہے۔

تقدیم فاسق تحریماً مکروہ و مطلقاً، قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق (۶)

ہمارے اصحاب (احناف) کا کہنا ہے کہ فاسق کی اقتداء نہ کی جائے۔

رد المحتار میں ہے: ولو قوماً و ہم لہ کارہون، ان الکراہۃ بفساد فیہ اولا نہم احق بالا مامۃ کرہ لہ ذالک تحریماً لحدیث ابی

دائود لایقبل اللہ صلوة من تقدیم قوماً و ہم کارہون۔ اما الفاسق فقد عللوا کراہتہ تقدیمہ بانہ لایتہم لامردینہ (۷)

چونکہ فاسق امور دینیہ کا اہتمام نہیں کرتا، اس لئے اس کی تقدیم تحریماً مکروہ ہے۔

شامی میں ایک اور وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا: وہاں فی تقدیمہ للامامۃ تعظیم و قد وجب علیہم اہانہ۔ فاسق کو امام کے مصلیٰ پر کھڑا کرنے

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۲۲، ص ۳۶-۳۷ ۲۔ ترمذی، ج ۲، ص ۱۰۵، ۳۔ ابوداؤد، ج ۲، ص ۲۲۱

۳۔ بخاری، ج ۲، ص ۸۷۰ ۴۔ حسامی، ج ۱، ص ۱۲۲ ۵۔ فتح القدیر، ج ۱، ص ۳۰۴

۷۔ رد المحتار علی در مختار، ج ۱، ص ۴۱۳

میں اس کی تعظیم ہے، جبکہ وہ واجب الایمان ہے۔ علامہ بدرالدین عینی نے لکھا (والفاسق من اهل الاہانۃ)۔ لقولہ علیہ السلام اذا لقیۃ الفاسق فالقہ بوجہ مقہور، فاسق اہل اہانت سے اس لئے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاسق کو قہر آلود نظروں سے ملو۔ ہمارے فقہاء کراہت تحریمہ کا قول کرتے ہیں امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے ہاں تو نماز ہی نہیں ہوتی۔

عند مالک وروایتہ عن احمد لاتصح الصلوۃ خلفہ۔

سوال نامہ کے ساتھ منسلک احادیث سے جو استدلال کیا گیا، اس کے بارے میں عرض ہے۔ ”صلوا خلف کل برو فاجر“ یعنی ہرنیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو، دوسرے ”الصلوۃ واجبة علیکم خلف کل مسلم براکان او فاجراً وان عمل الكبائر“ نماز ہر مسلمان خواہ نیک ہو یا بد، اس کے پیچھے پڑھ لو۔

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا، جب فاسق ہمارے حاکم بنیں گے، تو نمازوں کا کیا کریں؟ ہمارے جمعوں اور عیدین کا کیا ہوگا، اس پر مذکورہ ارشاد ہوا: کہ عید اور جمعہ میں عبادت کے ساتھ ساتھ افرادی قوت کا اظہار مقصود ہوتا ہے، اس لئے اظہار شوکت اسلامی کے طور پر پڑھ لیا کرو۔ اسی لئے فقہاء عظام نے نفس فرض کی ادائیگی کے ہونے مگر نماز کے ناقص ہونے کا تذکرہ کیا، اور وقت کے اندر اندر اسے پھر سے پڑھ لینے کا کہا۔ چنانچہ سائل کے جواب میں مولوی صاحب نے جس کتاب کا حوالہ دیا، اس پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھا۔

وقال مالک لا تجوز الصلوۃ خلف الفاسق وجہ قولہ ان الامامۃ من باب الامانة والفاسق خائن ولهذا لا شہادہ

لکون الشہادۃ من باب الامانة۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: نماز فاسق کے پیچھے ہوتی ہی نہیں، وجہ یہ کہ امامت امانت سے ہے، اور فاسق خائن ہے، اسی لئے فاسق کی گواہی قبول نہیں کی جاتی، کیونکہ شہادت باب الامانت سے تعلق رکھتی ہے۔

ولنا صلوا خلف برو فاجر والحديث والله علم وان ورد في الجمع والا عبادا التعلقها بالامراء وكثرهم فساق لكنه بظاہرہ حجة۔ الا ان غيرهم اولى لان من الامامة على الفضيلة ولهذا كان رسول الله ﷺ يوم غيره ولا يوم غيره وكذا كل واحد من الخلفاء الراشدين رضی الله تعالى عنهم في عصره، ولان الناس لا يرغبون في الصلوۃ خلف هؤلاء فتؤدى امامتهم الى تعليل الجماعة وذاك مكروه، ولان مبني اداء الصلوۃ على علم هؤلاء (عبدا عمى الاعرابي ولد الزناء الخ) تعليل الجماعة وانتقاض فضيلة عن هذه الا حور يوجهان الكراهية (۱)

ہم کہتے ہیں کہ حدیث انور اگرچہ نماز عید اور جمعہ کے بارے میں ہے، کیونکہ ان دونوں کا تعلق امراء سے ہے، اور اکثر حاکم فاسق ہوتے ہیں، مگر ظاہر کے اعتبار سے حجت ہے۔ البتہ امامت کے لئے ان دونوں کے علاوہ غیر فاسق اولیٰ ہے، کیونکہ امامت باب فضیلت سے ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ خود دوسروں کی امامت کرواتے، نہ کہ غیر آپ ﷺ کی امامت کرواتا، یہی حال خلفاء راشدین کا رہا، وہ خود امامت کرواتے تھے۔ دوسری: (فاسق کے امام نہ بنانے کی وجہ) یہ ہے کہ لوگ فاسق کی اقتدا سے گریز کریں گے، جس کی وجہ سے تقلیل جماعت ہوگی، اور یہ مکروہ سے اور تقلیل جماعت اور کمی شرف نماز میں کراہت پیدا کریں گے۔

بدائع کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ فاسق کے امام بنائے جانے میں کراہت ہے۔ ردالمحتار علی درمختار میں ہے کل ضلوہ ادیت مع کراہیۃ التحریمة تجب اعادتها والمختار ان جائز الاول لان الفرض لا یتکدر۔ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔

(رہا یہ نئے سرے سے فرض ہوں گے یا جبر نقصان) اس کے جواب میں فرمایا مختار مذہب یہی ہے کہ پہلے ادا کی گئی نماز کی کمی پورا کرنا ہوگا، نہ دوسرے فرض کیونکہ فرض کا تکرار نہیں ہوتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ داڑھی منڈوانے اور ترشوانے والا شرعاً فاسق ہے اور فاسق کی تقدیم تحریماً مکروہ۔ اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

☆ اس حدیث میں: (اخفوا الشوارب) ”موچھیں خوب منڈاؤ“ کے الفاظ ہیں، جب کہ اس سے پہلی روایات میں کاٹنے کا ذکر ہے، گویا یہاں مبالغہ مقصود ہے، ورنہ مراد کاٹنا ہی ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ دونوں طریقے جائز ہیں۔ اگرچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موچھیں منڈانے کو ناپسند کیا ہے، کہ اس سے مرد کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے، نیز اس میں عورت سے مشابہت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس استدلال کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، خصوصاً جب کہ مذکورہ تطبیق ممکن ہے۔

☆ ڈاڑھی رکھنے یا بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ اسے موچھوں کی طرح کاٹنا نہ جائے، کیونکہ ڈاڑھی مرد کی خصوصیت ہے اور اسے منڈنا یا کاٹنا عورت کی مشابہت ہے، اور یہ حرام ہے۔ (۱)

۸۔ خلاصہ:

- ☆ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، اس پر علماء کا اتفاق ہے۔
- ☆ موچھیں کتروانی چاہیے اور اس میں جتنا مبالغہ ہو مستحسن ہے، البتہ موچھوں کو بالکل منڈوا دینا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔
- ☆ ڈاڑھی کی مقدار قبضہ بھر کم از کم ہونی چاہیے، اس پر بھی علماء کا اتفاق ہے۔
- ☆ قبضہ بھر ڈاڑھی کے سنت ہونے پر علماء سلف و خلف کا اتفاق ہے۔
- ☆ قبضہ بھر ڈاڑھی کے واجب ہونے پر علماء خلف کا اختلاف ہے۔
- ۱۔ علامہ غلام رسول سعیدی اور بعض دیگر علماء قبضہ بھر ڈاڑھی کے وجوب کے قائل نہیں، ان حضرات کے نزدیک ڈاڑھی اگر قبضہ بھر سے ایک آدھ انگلی چھوٹی بھی ہو، تو ایسا شخص سنت کو پانے والا نہیں ہے، البتہ تارک وجوب یا فاسق معین نہیں ہے۔
- ۲۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی اور اکثر علماء اہل سنت (خلف) قبضہ بھر ڈاڑھی کے وجوب کے قائل ہیں، اور تارک کے فاسق ہونے کے قائل ہیں۔
- ۳۔ علماء کے اختلاف سے بچنا بھی مستحب ہے، اس لئے ڈاڑھی کم از کم قبضہ بھر رکھنی چاہیے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک علماء کا اسی پر عمل ہے۔

قضائے حاجت کے لئے دور جانا

۱۶۔ باب الإِبْعَادِ عِنْدَ إِرَادَةِ الْحَاجَةِ

اس باب میں قضائے حاجت کے لئے دور جانے اور نظروں سے اوجھل ہونے کا بیان ہے، کیونکہ اس طرح ستر عورت کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ کسی دوسرے کی نظر شر مگاہ پر نہ پڑے۔ پچھلے باب میں جسم کے ظاہری حصے موچھوں اور داڑھی کو سنوارنے کا بیان تھا، اس باب میں جسم کے باطن کی صفائی کے لئے قضائے حاجت کا بیان ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابوقراد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے گیا، آپ ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے، تو دور تشریف لے جاتے۔

۱۶۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الْخَطَمِيُّ عُمَيْرُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ فَضِيلٍ، وَعُمَارَةُ بْنُ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي قُرَادٍ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْخَلَاءِ، وَكَانَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ أَبْعَدَ

۱۔ اطراف:

ابن ماجہ ۳۳۴، احمد: ۱۵۶۶۰، الاصابہ: ۵۱۸۵، سنن الکبریٰ: ۱۷

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے دور تشریف لے جاتے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ عمرو بن علی: آپ کے حالات حدیث نمبر ۴ پر گزر چکے ہیں۔
- ۲۔ یحییٰ بن سعید: آپ کے حالات بھی حدیث نمبر ۴ پر گزر چکے ہیں۔
- ۳۔ ابو جعفر الخطمی:

آپ کا نام ابو جعفر عمر بن یزید بن عمیر بن حبیب انصاری خطمی مدنی بصری ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، آئمہ

سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ ا۔ الحارث بن فضیل:

آپ کا نام ابو عبد اللہ حارث بن فضیل انصاری خطمی مدنی ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، البتہ امام ابن حنبل نے لیس

لمحمود الحدیث کے الفاظ لکھے ہیں۔ امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

ii۔ الجرح والتعديل، ج ۶، ص ۳۷۸

i۔ تاریخ الدورى، ج ۲، ص ۴۵۷

ii۔ تاریخ الاسلام، ج ۶، ص ۳۹

i۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۳۶

۴۔ ii۔ عمارۃ بن خزیمہ بن ثابت:

آپ کا نام ابو عبد اللہ یا ابو محمد عمارہ بن خزیمہ بن ثابت انصاری اوسی مدنی (م: ۱۰۵ھ)، ہے آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ آپ نے پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی، آپ سے آئمہ سنن اربعہ روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ عبد الرحمن بن ابی قراد:

آپ کا نام عبد الرحمن بن ابو قراد سلمی انصاری ہے، بعض نے ابن الفاکھہ بھی ذکر کیا ہے۔ آپ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ صحاح ستہ میں آپ سے یہی ایک حدیث مروی ہے۔ آپ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام ابن ماجہ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ میں دو حدیثیں اور بھی آپ سے روایت کی گئی ہیں۔ (۲)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ دسویں (۱۰) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند میں پہلے تین راوی بصری، اگلے دو مدنی اور آخری صحابی راوی جازی ہیں۔ ایک قول کے مطابق حضرت عبد الرحمن بن ابو قراد بھی اہل مدینہ سے ہیں، اس طرح آخری تین راوی مدنی ہوں گے۔
- ☆ حضرت عبد الرحمن بن ابو قراد سے صحاح ستہ میں یہی ایک حدیث مروی ہے، اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی آپ سے ہی روایت کیا ہے۔
- ☆ سند میں اداء روایت کے الفاظ شروع میں خبرنا، پھر دو دفعہ حدثنا، ایک دفعہ حدثی اور آخری عن ہے۔

۸۔ لغات:

- الخلاۃ: کھلا میدان۔ قضائے حاجت کی جگہ۔
- الحاجۃ: پاخانے کی حاجت۔ پیشاب کرنے کی حاجت۔
- البعء: دور۔ بعید۔ آنکھوں سے او جھل۔

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۷۱

۱۔ تہذیب الکمال، ج ۲۱، ص ۱۳۲

ii۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۳۱۱

۲۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۶۰

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے، تو دور تشریف لے جاتے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں، ایک دفعہ سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور مجھ سے فرمایا: میرے پاس وضو کے لیے پانی لاؤ، میں پانی لے کر حاضر خدمت ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

نوٹ: شیخ ابن سنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسماعیل سے مراد اسماعیل بن جعفر بن ابوکثیر قاری ہیں۔

۱۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ أَبْعَدَ. قَالَ: فَذَهَبَ لِحَاجَتِهِ وَهُوَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَقَالَ: انْتَبِئِي بَوْضُوءٍ، فَاتَيْتُهُ بَوْضُوءٍ، فَتَوَضَّأْتُ وَمَسَحَ عَلِيُّ الْخَفَيْنِ قَالَ الشَّيْخُ: إِسْمَاعِيلُ هُوَ ابْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ الْقَارِئُ

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۱، ترمذی: ۲۰، ابن ماجہ: ۳۳۱، احمد: ۱۸۱۵۷، ۱۸۱۸۳، ۱۸۱۸۸، ۱۸۱۹۴

۲۔ مناسبت:

حدیث مبارکہ کی بات سے مناسبت حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل الفاظ ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا ذهب المذهب

البعده

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ علی بن حجر: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱۳ پر گزر چکے ہیں۔

۲۔ اسماعیل:

آپ کا نام ابواسحاق اسماعیل بن جعفر بن ابوکثیر انصاری زرقی قاری (م: ۱۸۰ھ) ہے، آپ روایۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں،

آپ کی ثقاہت پر اہل علم متفق ہیں، آپ سے پانچ سواحدیث مروی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ محمد بن عمرو:

آپ کا نام محمد بن عمرو بن علقمہ ابن معین بن وقاص یعنی مدنی (م: ۱۴۵) ہے آپ روایۃ کے چھٹے طبقہ سے ہیں، آپ کو ابن معین ابو حاتم،

ابن عدی، امام نسائی، ابن حبان اور ابن حجر عسقلانی نے ثقہ، صدوق قرار دیا ہے، جبکہ امام جوزجانی اور ابن سعد نے ضعیف قرار دیا ہے البتہ ابن حجر

عسقلانی نے صدوق اوہام لکھا ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۹۲

i۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۳۱

ii۔ البحر والتعديل، ج ۸، ص ۳۰

i۔ احوال الرجال، ص ۲۴۴

v۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۰۵

iv۔ الثقات، ج ۷، ص ۳۷۷

iii۔ الکامل، ج ۶، ص ۲۴۴

۳۔ ابوسلمہ: آپ کے حالات حدیث نمبر پر گزر چکے ہیں۔

۵۔ المغیرہ بن شعبہ:

آپ کا نام ابو عبد اللہ مغیرہ بن شعبہ بن ابو عامر بن مسعود ثقفی (م: ۵۵۰ھ) ہے، آپ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور گورنر بصرہ و کوفہ ہیں۔ آپ غزوہ خندق کے سال ۵ھ میں اسلام لائے، صلح حدیبیہ اور بعد والے اکثر غزوات میں شرکت کی۔ آپ مہاجرین صحابہ میں سے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے موقع پر موجود تھے، اور سب سے آخر میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو بوسہ دیا۔ آپ بہت دانا، مدبر اور بہادر صحابی تھے۔ آپ سے ایک سو تینتیس (۱۳۳) احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے نو متفق علیہ، ایک حدیث میں امام بخاری اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں،

آپ نے ستر سال کی عمر میں کوفہ میں وفات پائی۔ (۱)

۵۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، اصحاب سنن اربعہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۶۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے لحاظ سے یہ گیارہویں (۱۱) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ محمد بن عمرو بعض کے نزدیک متکلم فیہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی مروزی اور باقی مدنی ہیں، حضرت مغیرہ بن شعبہ مدنی کوئی ہیں۔
- ☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ بصرہ اور کوفہ کے گورنر تھے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، انبأنا ایک ایک دفعہ اور تین دفعہ عن استعمال ہوئے ہیں۔

۷۔ لغات:

اذا ذهب المذهب: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائے قضائے حاجت کی طرف تشریف لے جاتے

اسفار: سفر کی جمع

انتنی بوضوء: میرے پاس پانی لاؤ۔

مسح: مسح کیا۔

الخفین: خف کا تثنیہ۔ موزہ۔ مراد دونوں موزے۔

۸۔ مسائل و نصاب:

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جس سفر کا ذکر کر رہے ہیں، وہ غزوہ تبوک کا سفر ہے۔

☆ آقا کریم ﷺ قضا حاجت کے لئے اتنا دور تشریف لے جاتے تھے، کہ لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔

☆ قضا حاجت کے لئے دور جانے میں دو حکمتیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ یہ انسان کے عزت و شرف کی وجہ سے ہے، دوسری حکمت یہ ہے کہ اس طرح ناپسندیدہ ہوا کے اخراج اور دیگر مکروہات سے انسان شرمندگی محسوس نہ کرے۔

☆ قضائے حاجت کے لئے دور جانے اور آنکھوں سے اوجھل ہونے میں مکارم اخلاق ہیں۔

☆ ان احادیث سے موزوں پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوا، اور سوا گمراہ بدعتی کے اور کوئی شخص اس کا انکار نہیں کرتا، خارجیوں نے کہا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، اور صاحب البدائع نے کہا موزوں پر مسح کرنا عام صحابہ کے نزدیک جائز ہے، الایہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ رافضیوں کا قول ہے، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا وہ سب موزوں پر مسح کرنے کے معتقد تھے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے ہے کہ ہم شیخین (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو فضیلت دیتے ہیں، اور دو دامادوں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتے ہیں، موزوں پر مسح کرنے کو جائز کہتے ہیں اور گھڑے میں تیار کردہ نبیذ کو حرام نہیں کہتے، نیز امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کرنے کا قول نہیں کیا، جب تک یہ مجھ پر نصف النہار کی طرح روشن نہیں ہو گیا، موزوں پر مسح کرنا کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرنا، اور ان کو نظار پر قرار دینا ہے، لہذا موزوں پر مسح کا انکار کرنا بدعت ہے، اسی وجہ سے علامہ کرنی نے کہا: موزوں پر مسح کے جواز کے منکر پر میں کفر کا خدشہ کرتا ہوں، اور امت کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا ہے، امام بیہقی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی کراہت منقول ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔ کراہت کی روایت اس درجہ کی نہیں ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا جواب یہ ہے: کہ انہوں نے اس مسئلہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تھا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت مکروہ کہا: جب ان کے نزدیک سورہ مائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح ثابت نہیں ہوا تھا، اور جب یہ ثابت ہو گیا: تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ امام جوزقانی نے کتاب الموضوعات میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار کرنا ثابت نہیں ہے اور علامہ کا شانی نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے انکار کی روایت صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کا مدار عکرمہ پر ہے، اور جب عطا کے پاس یہ روایت پہنچی، تو اس نے کہا: عکرمہ نے جھوٹ بولا، اور عطا سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما موزوں پر مسح میں لوگوں کی مخالفت کرتے تھے، اور موت سے پہلے انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا۔ علامہ ابن قدامہ نے معنی میں لکھا ہے: کہ امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: موزوں پر مسح کے متعلق میرے دل میں کوئی تردد نہیں ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں چالیس صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی مرفوع احادیث بیان کی ہیں، نیز امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پیر دھونے سے موزوں پر مسح کرنا افضل ہے، کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب افضل عمل کیا کرتے تھے، یہ امام شععی، حکم اور اسحاق کا مذہب ہے، اور علامہ مرغینانی نے ہدایہ میں لکھا ہے: موزوں پر مسح کے متعلق احادیث مشہور ہیں، اور جو شخص اس کو جائز نہ کہے، وہ بدعتی ہے، لیکن جس نے موزوں پر مسح کو جائز کہا، اور مسح کے بجائے پیروں کو دھویا، اس نے عزیمت پر عمل کیا اور اس کو اجر ملے گا۔ علامہ قرطبی نے امام مالک سے اسی کی مثل قول نقل کیا ہے، امام مالک سے اور بھی کئی اقوال مروی ہیں:

- ۱- موزوں پر مسح کرنا اصلاً جائز نہیں ہے۔
- ۲- موزوں پر مسح کرنا جائز ہے مگر مکروہ (تجزیہ) ہے۔
- ۳- موزوں پر مسح کرنا بلا تعیین مدت کے ہمیشہ جائز ہے، (امام مالک کا یہی قول مشہور ہے)۔
- ۴- تعیین مدت کے ساتھ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔
- ۵- مسافر کے لئے جائز ہے اور مقیم کے لئے جائز نہیں ہے۔
- ۶- مسافر کے لئے جائز نہیں، اور مقیم کے لئے جائز ہے۔

☆ اسحاق، حکم اور حماد نے کہا: پیر دھونے سے مسح کرنا افضل ہے، یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔ ابن منذر نے کہا: دونوں مساوی ہیں، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی ایک روایت ہے، اصحاب شافعی نے کہا: پیروں کا دھونا مسح کرنے سے افضل ہے بہ شرطیکہ سنت سے اعراض کی وجہ سے مسح کو ترک نہ کرے، اور اس کے جواز میں شک نہ کرے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا: امام مالک کے سوا میرے علم میں اور کوئی فقیہ نہیں ہے، جس نے مسح کا انکار کیا ہو، اور امام مالک سے صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔

☆ علامہ ابن عبدالبر کے اس کلام پر یہ اعتراض ہے، کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، کہ مجاہد، سعید بن جبیر اور عکرمہ نے موزوں پر مسح کو مکروہ کہا اور محمد بن علی بن الحسین، ابوالخق اسبعی اور قیس بن الربیع سے بھی یہی منقول ہے، اور ابو بکر بن ابی داؤد، خوارج اور روافض کا بھی یہی قول ہے۔

☆ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کہ سینتیس صحابی موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے، حسن بن محمد نے چالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں بھی یہی ذکر کیا ہے، امام ابن ابی حاتم نے اکتالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، اشراف میں حسن کی روایت سے ستر صحابہ کا ذکر ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا: تمام اہل بدر اور اصحاب حدیبیہ اور دیگر مہاجرین و انصار، تابعین اور فقہاء مسلمین موزوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے، ہم نے شرح معانی الآثار کی شرح میں موزوں پر مسح کے متعلق چھتیس صحابہ کی روایات کا بیان کیا ہے۔

☆ موزوں پر مسح کے منسوخ نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ سورۃ مائدہ جس میں آیت وضو ہے، وہ مدنی ہے، اور سورۃ مائدہ نازل ہونے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح فرماتے رہے ہیں، کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا، اور وہ سورۃ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے، اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کی روایت بہت پسند تھی، علامہ نووی نے کہا ہے: جب کہ حضرت جریرہ رضی اللہ عنہا کا اسلام لانا متاخر ہے تو معلوم ہوا ان کی حدیث معمول بہ ہے، اور ان کی حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ آیت وضو میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو موزہ پہنے ہوئے نہ ہو، اس لئے یہ حدیث اس آیت کی محض ہے، علامہ خطابی نے کہا: ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کا یہ موقف تھا کہ سنت سے قرآن کا نسخ ہو سکتا ہے۔ (۱)

☆ میں کہتا ہوں کہ یہاں نسخ سے مراد بیان اور وضاحت ہے جیسا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ آیت وضو میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جس نے موزے نہ پہنے ہوئے ہوں۔ (۲)

☆ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جمہور فقہاء کے مذہب پر واضح دلالت ہے کہ موزوں پر مسح کی مدت معین ہے، سفر میں تین دن اور تین رات، اور حضر میں ایک دن اور ایک رات، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے، صحابہ اور تابعین کا بھی یہی نظریہ ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کرنے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قدیم قول ہے اور یہ ضعیف قول ہے، انہوں نے ابوعمارہ کی حدیث سے مدت کو ترک کرنے پر استدلال کیا ہے، جس کو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، اور اس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ (۱)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب موزوں پر مسح کا سوال کیا گیا، تو انہوں نے سائل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب محدث مفتی یا عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے، تو وہ اس مسئلہ میں اپنے سے زیادہ عالم کے پاس سائل کو بھیج دے۔ (۲)

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کا ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ شرط یہ ہے کہ حدت لاحق ہونے سے پہلے طہارت کاملہ ہو، اور یہی ہمارا مذہب ہے، حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے پیر دھوئے اور موزے پہن لیے، اور پھر باقی وضو کیا، اور اس کے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا، تو اس کے لئے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ موزے پیروں میں حدت کے حلول کرنے سے مانع ہیں، اس لئے ممانعت کے وقت کامل طہارت ہونی چاہیے، اور وہ (ممانعت کا وقت) حدت کا وقت ہے، حتیٰ کہ اس وقت اگر طہارت ناقص ہو تو موزے حدت کے لئے رافع بن جائیں گے، (علامہ عینی فرماتے ہیں) طہارت کاملہ کے وقت موزے پہننے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس میں ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط ہے، یا حدت کے وقت، سو ہمارے نزدیک حدت کے وقت شرط ہے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہننے کے وقت، اور اختلاف کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہوگا، جب کوئی شخص پہلے پیروں کو دھو لے، اور موزے پہن لے، پھر حدت لاحق ہونے سے پہلے باقی وضو کرے، پھر اس کے بعد جب اس کو حدت لاحق ہو تو اس کے لئے موزوں پر مسح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے، اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (۳)

☆ جن موزوں پر مسح کیا جائے علامہ شرنبلالی نے ان کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں:

۱۔ موزوں نے ٹخنوں کو تمام جانبوں سے چھپایا ہوا ہو، (بلکہ پورا قدم ٹخنوں تک چھپا ہوا ہو،

۲۔ موزوں کو پہن کر (مثلاً تین چار میل تک) چلنا ممکن ہو۔

۳۔ کوئی موزہ قدم کے سامنے کی جانب سے تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو۔

۴۔ کسی چیز سے باندھے بغیر وہ موزہ ٹانگوں سے چمٹا رہے۔

۵۔ جب موزوں پر مسح کیا جائے تو اس کی تری موزے کے جرم تک نہ پہنچے۔ (۴)

☆ یہ شرائط چھڑے کے موزوں میں پائی جاتی ہیں، سوتی موزوں میں نہیں، علامہ شامی نے لکھا ہے: کہ اگر بغیر جو توتوں کے اون کے موزے

۱۔ شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۱۳۵ - ۲۔ ایضاً

۳۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۰۲ - ۴۔ مراۃ الفلاح، ص ۷۷-۷۶

پہن کر تین چار میل سفر کرنا ممکن ہو، تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے، ناکلون کے موزے پہن کر بھی اگر بغیر جوتوں کے تین چار میل سفر کیا جاسکے، تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا، لیکن بظاہر یہ مشکل ہے، اور اس شرط کے اعتبار سے صرف چڑے کے موزوں پر ہی مسح ہو سکتا ہے۔ (۱)

☆ قضائے حاجت کے لئے لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر بیٹھنا چاہیے۔

☆ لوگوں سے دور ہو کر قضائے حاجت کرنے میں لوگوں کو اذیت سے بچانا بھی ہے۔

☆ اس حدیث سے یہ بھی استفادہ ہے کہ دوسرے شخص سے وضو کے لئے پانی لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ اس حدیث سے شیخ یا استاد یا مرشد کا اپنے شاگردوں یا مریدوں سے خدمت لینے کا جواز بھی نکلتا ہے۔

☆ اس حدیث سے موزوں پر مسح کا جواز نکلتا ہے۔

قضائے حاجت کے لئے آبادی سے باہر جانا یا بند کمرہ (لیٹرین) استعمال کرنا ضروری ہے، تاکہ لوگوں کی نگاہوں سے دور ہو، انہیں بدبو

محسوس نہ ہو اور بیماریاں نہ پھیلیں۔ قضائے حاجت کی آواز کا سنائی دینا بھی معیوب ہے۔ آج کل لیٹرینیں اگرچہ گھروں کے اندر ہوتی ہیں، مگر وہ

ان تمام مقاصد کو بطریق احسن پورا کرتی ہیں جو دور جانے سے مقصود ہیں، لہذا ان کا استعمال بطریق اولیٰ درست ہے۔ (۲)

☆ حدیث مبارکہ میں مذہب سے مراد جائے قضائے حاجت ہے، یہ لفظ اسم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ (۳)

۹۔ خلاصہ:

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے سفر سے مراد غزوہ تبوک کا سفر ہے۔

☆ قضائے حاجت کے لئے اگر کھلی جگہ یا میدان میں جانا ہو، تو اتنی دور ضرور جانا چاہیے، کہ لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے۔

☆ قضائے حاجت کے لئے دوری کی وجہ سے ناپسندیدہ ہوا کے اخراج اور دیگر عوارض سے جو شرمندگی انسان کو ہو سکتی ہے، اس سے بچا

جاسکتا ہے۔ اسی طرح دوسرے لوگ بھی اذیت سے محفوظ رہیں گے۔

☆ قضائے حاجت کے لئے دور جانے میں اہم ترین مسئلہ ستر عورت کا ہے، کہ انسان کی شرمگاہ پر کسی اور کی نظر نہ پڑے۔

☆ شہروں میں بیت الخلاء (لیٹرین) ہیں، چونکہ پردے کا اہتمام ہوتا ہے، اور ستر عورت کے ظاہر ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا، اس لئے یہ بھی

درست ہے، بلکہ ایک لحاظ سے زیادہ بہتر ہے کہ پانی کا انتظام ہوتا ہے، اور بول و براز کے نکاس کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔

☆ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ البتہ اس کی حدود و قیود اور شرائط کا خیال رکھنا لازم ہے۔

۱۷۔ باب الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ ذَلِكَ

دور نہ جانے کی رخصت

اس باب میں قضاے حاجت کے لئے دور نہ جانے کی رخصت کا بیان ہے، کہ کوئی شخص اگر کسی عذر کی بناء پر دور نہیں جاسکتا، تو پھر نزدیک میسر جگہ پر قضاے حاجت کر سکتا ہے، اسی طرح اس باب میں عذر کی بناء پر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت کا بھی بیان ہے۔ اس سے پہلے باب میں قضاے حاجت کے لئے دور جانے کا بیان تھا، اور اس باب میں دور نہ جانے کی رخصت کا بیان ہے۔ یہی اس باب کی پہلے باب سے مناسبت ہے۔

۱۸۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَبَانَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ: أَبَانَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ حُدَيْفَةَ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْتَهَى إِلَيَّ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا فَتَنَعَيْتُ عَنْهُ، فَدَعَا لِي وَكُنْتُ عِنْدَ عَقْبِيهِ حَتَّى فَرَغَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيَّ خَفِيَّهِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچرا خانے پر پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، میں ایک طرف ہٹا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فارغ ہونے تک پیچھے کھڑا رہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۲۲۲۳-۲۲۲۶، مسلم: ۲۷۳، ابوداؤد: ۲۳، ترمذی: ۱۳، ابن ماجہ: ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، نسائی: ۲۷-۲۸، احمد: ۲۳۳۰۱، ۲۳۳۰۵، سنن الکبریٰ: ۱۸، ابوداؤد الطیالسی: ۴۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۲۳، سنن دارمی: ۶۶۸، مسند الزہرا، ۲۸۶۳، المنشی، ۳۶، صحیح ابن خزیمہ، ۶۱، صحیح ابن حبان، ۱۳۲۵-۱۳۲۴، حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۰۰، شرح السنۃ، ۱۹۳، مسند احمد، ج ۵، ص ۳۸۲، طبع قدیم، مسند احمد، ۲۳۲۴۱، ج ۸، ص ۲۷۷، موسسة الرسالة - بیروت

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ میں بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر راہ کچرے خانے پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے قریب کھڑے رہے، جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام عادت مبارکہ کے مطابق قضاے حاجت کے لئے دور تشریف لے کر نہیں گئے۔ اس میں دور نہ جانے کی رخصت کا بیان ہے، یہی امام نسائی رحمۃ اللہ کے قائم کردہ عنوان کے ساتھ حدیث مبارکہ کی مطابقت ہے۔

۳۔ تعارف رجال: اس حدیث کی سند کے پانچ راوی ہیں، جن کے حالات حسب ذیل ہیں:

۱۔ اسحاق بن ابراہیم: آپ کے حالات حدیث نمبر ۲ پر گزر چکے ہیں۔

۲۔ عیسیٰ بن یونس: آپ کے حالات حدیث نمبر ۸ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔ الأعمش:

آپ کا نام ابو محمد سلیمان بن مہران اسدی کاہلی کوفی (م: ۱۲۸ھ) ہے، آپ امام اعمش کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ رواد کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، ثابت راوی ہیں، بعض نے آپ کی طرف تدیس کی نسبت کی ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ سے تقریباً تیرہ سو احادیث مروی ہیں، آپ نے چوراسی (۸۴) سال کی عمر میں وفات پائی۔ (۱)

- ۴- شقیق: آپ کے حالات حدیث نمبر ۲ پر گزر چکے ہیں۔
 ۵- حذیفہ بن یمان: آپ کے حالات بھی حدیث نمبر ۲ پر گزر چکے ہیں۔
 ۶- حکم روایت:

یہ حدیث صحیح ہے اور متفق علیہ ہے، تمام آئمہ صحاح ستہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۷- خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ بارہویں (۱۲) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی کوفی ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی آئمہ صحاح ستہ کے متفقہ راوی ہیں، البتہ اسحاق بن راہویہ سے امام ابن ماجہ نے روایت بیان نہیں کی۔
- ☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سوا حدیث مروی ہیں، جن میں سے بارہ متفق علیہ، آٹھ میں امام بخاری اور سترہ میں امام مسلم منفرد ہیں۔
- ☆ سند میں روایت حدیث کے لئے اخیر نادود دفعہ، حدیث ایک دفعہ اور عن عن دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔
- ☆ یہ حدیث فعلی ہے۔

۸- لغات:

- | | |
|---|---|
| فانتھی: آپ پہنچے۔ | کنت امشی: میں جا رہا تھا۔ |
| فبال قائماً: آپ نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔ | سباطة قوم: قوم کا کچرا خانہ۔ |
| فدعانی: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے مجھے بلایا۔ | فتنحیت عنہ: میں آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> سے ہٹ کر کھڑا ہوا۔ |
| فرغ: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> فارغ ہوئے۔ | عند عقبیہ: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کے پیچھے۔ |
| | مسح علی خفیہ: اپنے موزوں پر مسح کیا۔ |

۹- مسائل و نصائح:

اس حدیث مبارکہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے اور موزوں پر مسح کرنے کا بیان ہے، ان دونوں مسائل میں علماء کی آراء حسب ذیل

ہیں:

غیر مملوک جگہ پر پیشاب کرنے کی توجیہات:

- ☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے کچرا گھر پر آئے، اور وہاں پیشاب کیا، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کسی کی مملوک جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب کرنا، کس طرح جائز ہوگا؟ اس سوال کے متعدد جواب ہیں:

- ۱- یہ جگہ قوم کی ملکیت نہ تھی، اور چونکہ قوم کے لوگ وہاں پر کچرا ڈالتے تھے، اس لئے اس کی اضافت قوم کی طرف کر دی۔
- ۲- نبی ﷺ کو علم تھا کہ قوم کے لوگ آپ ﷺ کے اس تصرف کو ناپسند نہیں کریں گے، اور ایسی صورت میں تصرف جائز ہوتا ہے۔
- ۳- جس چیز کی آپ ﷺ کی امت مالک ہو، اس چیز پر آپ ﷺ کا تصرف کرنا جائز ہے، کیونکہ آپ تمام مؤمنین کی جانوں اور ان کے مالوں پر اقرب بالتصرف ہیں، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ لوگ اپنی املاک میں آپ ﷺ کے تصرف سے خوش ہوتے تھے۔ (۱)
- ☆ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے، اور جب کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے، تو بیٹھ کر پیشاب کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے: اگر وہ ایسی جگہ ہے، جہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے چھینٹیں نہیں اڑتیں، تو کوئی حرج نہیں ہے، ورنہ مکروہ ہے، اور عام علماء نے یہ کہا ہے: کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر کوئی عذر ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ کہا ہے، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والے کی شہادت کو جائز نہیں کہتے تھے، اور ابن المنذر نے کہا: بیٹھ کر پیشاب کرنا مستحب ہے، اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مباح ہے، اور ابن میں سے ہر طریقہ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ (۲)
- ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جس نے تم کو یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے، اس کی تصدیق نہ کرو، آپ ﷺ صرف بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ (۳)
- ☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو، اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔ (۴)
- ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ صرف گھر کے احوال پر مطلع تھیں، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے گھر کے باہر کے حال کا ذکر کیا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (۵)
- ☆ نبی ﷺ نے جو کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا، اس کی توجیہ میں امام شافعی نے یہ کہا ہے، کہ عرب یہ کہتے تھے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے کمر کے درد میں شفاء ہوتی ہے، تو یہ گویا علاج کا ایک طریقہ ہے، گھٹنوں میں درد کی شفاء کی بھی ایک روایت ہے۔ (۶)
- ☆ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے، کہ آپ ﷺ مسلمانوں کے امور میں مشغول تھے، اور اس میں بہت دیر ہوگئی، حتیٰ کہ آپ ﷺ کو زور سے پیشاب آنے لگا اس لئے آپ ﷺ اپنی عادت کے مطابق زیادہ دور نہیں جاسکے، اس لئے آپ ﷺ نے کچرا گھر کا ارادہ کیا، کیونکہ وہ نرم اور ریتیلی جگہ تھی، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ کے ستر کے لئے کھڑے ہو گئے تھے، گویا وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔
- ☆ علامہ المازری رحمہ اللہ نے کہا: کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے مقعد سے کچھ نکلنے کا خطرہ نہیں ہوتا، جب کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے یہ خطرہ ہوتا ہے۔

۱-	نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۶۷۲	۲-	ایضاً
۳-	۱- ترمذی: ۱۲	ii- سنن نسائی: ۲۹	iii- ابن ماجہ: ۳۰۷
۴-	۱- سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۲	ii- سنن ابن ماجہ: ۳۰۸	iv- مسند احمد، ج ۶، ص ۱۳۶
۵-	نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۶۷۳	۶-	ایضاً

☆ کچرا گھر کے قریب جو جگہ تھی، وہ بلند تھی اور آپ ﷺ ہلان کی جانب تھے، اس لئے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔

☆ علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کچرا گھر میں ترنجاسات تھیں، آپ ﷺ کو خطرہ تھا: کہ اگر آپ ﷺ نے بیٹھ کر پیشاب کیا تو آپ کے اوپر پھینکیں اڑیں گی۔

☆ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ ایسی جگہ تھی کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے پیشاب کرنے والے کی طرف پیشاب بہہ کر آتا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

☆ بعض علماء نے کہا: نبی ﷺ نے بیان جواز کے لئے اس مرتبہ کھڑے ہو کر پیشاب کیا، ورنہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کی تھی۔ (۱)

☆ قریب ترین جگہ پر جا کر پیشاب کرنا چاہیے۔

☆ پیشاب کو زیادہ دیر تک روکنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں ضرر اور بیماری کا خطرہ ہے۔

☆ پیشاب کرنے والے کے لئے اپنے خادم سے وضو کے لئے پانی منگوانا جائز ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پانی منگوا یا تھا۔

☆ تلامذہ اور مریدین کو ساتھ اور مشائخ کی اور اصاغر کو اکابر کی خدمت کرنی چاہیے۔ (۲)

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور وہ آپ ﷺ کی ایڑیوں کے پاس کھڑے ہو گئے، حتیٰ کہ آپ ﷺ پیشاب سے فارغ ہو گئے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی معزز شخص پیشاب کے لئے جائے، تو اپنے ساتھ کسی ساتھی کو لے جائے، جو اس کے پیچھے کھڑا ہو جائے، تاکہ اس کی آڑ اور حجاب ہو جائے۔ علامہ ابن بطلال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حکم اس صورت میں ہے، جو وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرے، اور جب وہ بیٹھ کر پیشاب کرے تو پھر اس کے ساتھی کو اس سے دور چلے جانا چاہیے، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی حفاظت کے خیال سے آپ کے قریب آ کر کھڑے ہوئے تھے، نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب انسان قضاء حاجت کے لئے جائے، تو لوگوں کی نگاہوں سے مستور ہے، اور کسی دیوار یا درخت کی آڑ میں کھڑا ہو، مہلب نے کہا: اس حدیث میں شاگرد اور مرید سے خدمت لینے کا ثبوت ہے۔ (۳)

☆ یہ روایت مختصر ہے جس سے بعض غلط فہمیوں کا امکان ہے، صحیح صورت واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوڑے کے ڈھیر پر پیشاب کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حسب معمول آپ سے دور ہونے لگے، لیکن چونکہ آپ ﷺ کو صرف پیشاب کی حاجت تھی، جس میں آواز یا بدبو کا امکان نہ تھا (خصوصاً قیام کی حالت میں)، اس لئے آپ ﷺ نے انہیں کہا: اے حذیفہ رضی اللہ عنہ مجھے اوٹ کرو۔ وہ آپ ﷺ سے قریب پھیلی طرف دوسری جانب منہ کر کے کھڑے ہو گئے (ایڑیوں کے قریب سے مراد، مطلق قریب ہے نہ کہ حقیقتاً ایڑیوں سے ایڑیاں ملا کر)۔ اس طرح آپ ﷺ کی طرف نظر کا امکان نہ رہا اور پورا پردہ ہو گیا۔

☆ نبی اکرم ﷺ کی عام عادت بیٹھ کر پیشاب کرنے ہی کی تھی مگر مذکورہ واقعہ میں آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اس کی مختلف عقلی و نقلی توجیہات کی گئی ہیں، مثلاً: ڈھیر کی گندگی سے بچنے کے لئے کیونکہ ڈھیر پر بیٹھنے کی صورت میں کپڑوں یا جسم کو گندگی لگ سکتی تھی، یا اس لئے کہ پیشاب کی دھار دور گرے، بیٹھنے کی صورت میں پیشاب قریب گرنا اور واپس پاؤں کی طرف آتا، نیز چھینٹے بھی پڑتے یا گھٹنے میں تکلیف کی وجہ سے بیٹھنا مشکل تھا، جیسا کہ بیہقی کی ایک ضعیف روایت میں ہے۔ (۱) یا کرورد کے علاج کے لئے جیسا کہ اطباء کا خیال تھا۔ بہر حال مذکورہ توجیہات کی روشنی میں عمومی رائے یہی ہے کہ: آپ ﷺ کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ان میں سے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور تھی، لیکن تحقیق یہ ہے کہ ان مذکورہ وجوہ میں سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کوئی ایک وجہ بھی بسند صحیح ثابت نہیں، اس لئے اس کے مقابلے میں ایک دوسری رائے بھی ہے، جسے امام نووی رحمہ اللہ وغیرہ نے اختیار کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب صرف بیان جواز کے لئے کیا ہے، جبکہ آپ ﷺ کی عام عادت بیٹھ کر ہی پیشاب کرنے کی تھی۔ (۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں: والظاهر انه فعل ذلك لبيان الجواز، زياده واضح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کا یہ عمل صرف بیان جواز کے لئے تھا، (۳) نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بارے میں منقول توجیہات کو گویا قابل حجت نہیں سمجھا، بہر حال اگر کوئی شخص ضرورت کے پیش نظر، یا کبھی کبھار بلا ضرورت ہی جواز کو پیش نظر رکھتے ہوئے، کھڑے ہو کر، سنت پر عمل کی خاطر، پیشاب کر لیتا ہے تو ان شاء اللہ جائز ہوگا۔

☆ باب کا مقصد یہ ہے کہ اگر آواز یا بدبو کا خدشہ نہ ہو تو پیشاب کے لئے صرف پردہ کافی ہے، دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۴)

☆ موزوں پر مسح کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ سے اس کے متعلق تین روایات ہیں، اور امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

☆ خوارج نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا بالکل جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

☆ شیعہ نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موزوں پر مسح نہیں کیا۔

☆ اہل سنت و جماعت کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بہ شہرت یہ احادیث مروی ہیں، کہ آپ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا ہے، اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی، جو آپ ﷺ سے سفر اور حضر میں جدا نہیں ہوتے تھے۔

☆ جن صحابہ سے موزوں پر مسح کرنا منقول ہے ان کے اسماء یہ ہیں: (۱) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۳) حضرت سعد رضی اللہ عنہ (۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ (۵) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (۸) حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۱۱) حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ (۱۲) حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ (۱۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (۱۴) حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ (۱۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (۱۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ (۱۷) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ (۱۸) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (۱۹) حضرت عمار رضی اللہ عنہ (۲۰) حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ (۲۱) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ (۲۲) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ (۲۳) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ (۲۴) حضرت بلال رضی اللہ عنہ (۲۵) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ۔ ان کے علاوہ اور اصحاب بھی ہیں، حتیٰ کہ حضرت الحسن البصری نے کہا: مجھ سے سیدنا محمد ﷺ کے ستر اصحاب نے حدیث بیان کی، کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا ہے، پس یہ حدیث، حدیث متواتر کے قائم مقام ہے۔

۱- السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱، ص ۱۰۱ - ۲ - مسلم: ۲۷۴

۳- فتح الباری، ج ۱، ص ۲۳۰ - ۴ - سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۹۹-۱۰۰

☆ حضرت المغیرہ نوہجری میں غزوہ تبوک میں تھے، لہذا ان لوگوں کا قول ساقط ہو گیا، جو کہتے ہیں کہ وضوء کی آیت مدنی ہے، اور اس سے موزوں پر مسح منسوخ ہو گیا اور غزوہ تبوک مدینہ کا آخری غزوہ تھا، اور سورہ مائدہ اس سے پہلے نازل ہوئی تھی، جس میں آیت وضوء ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ (۱)

اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پیروں پر۔

☆ فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: ”ارجلکم“ پر زیر پڑھا جائے، تو یہ آیت اس پر محمول ہے، جب موزے پہنے ہوئے ہوں، تو اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے موزوں پر۔

☆ موزوں پر مسح کے غیر منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے، کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سورہ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ مائدہ کے نزول کے وقت اپنے اصحاب سے یہ نہیں کہا کہ اس آیت نے موزوں پر مسح کو منسوخ کر دیا۔

☆ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے موزوں پر مسح کا انکار نہیں کیا، سوائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے بھی موزوں پر مسح کی روایت ہے۔

☆ رہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو ان سے اس کے انکار کے خلاف بھی روایت ہے، جو باقی صحابہ کی موافقت میں ہے۔

☆ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے جو موزوں پر مسح کے انکار کی روایت ہے، آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ مجھے پیروں کا دھونا پسند ہے، اگر کسی شخص کا ایسا قول ہو اور وہ موزوں پر مسح کا انکار نہ کرے، تو ہم اس کی مذمت نہیں کریں گے، اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ (۲)

☆ صحابہ رضی اللہ عنہم کا موزوں کے مسح پر قولاً وفعلاً اجماع ہے، تمام صحابہ موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے، حتیٰ کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شیخین (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو فضیلت دو، اور دو اماموں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھو، موزوں پر مسح کو جائز سمجھو اور چھوڑو اور چھوڑو کے نبیذ کو حرام نہ قرار دو۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کو جائز نہیں کہا، جب تک کہ اس کا جواز مجھ پر روز روشن کی طرح واضح نہیں ہو گیا، اور اس کا انکار کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رد کرنا ہے اور ان کو خطا قرار دینا ہے، اس لئے علامہ کرنی رحمہ اللہ نے کہا ہے: جو موزوں پر مسح کا انکار کرے، مجھے اس پر کفر کا خطرہ ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ المائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح کیا۔ (۳)

☆ حضرت جریر بن عبداللہ الجلیلی رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا، جب ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا، ان سے پوچھا گیا: سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد؟ تو انہوں نے کہا: میں سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد ہی تو اسلام لایا ہوں۔ (۱)

☆ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب اس لیے کیا کہ آپ ﷺ کی پشت میں درد تھا، اور قاضی حسین نے اپنی تعلیق میں کہا کہ اہل ہرات نے اس کی عادت بنالی ہے کہ ہر سال ایک بار کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں اس سنت پر عمل کرنے کے لئے اور ایک قول یہ ہے جو بیہتی نے روایت کیا کہ آپ ﷺ کے گھٹنوں میں کوئی مرض تھا اس وجہ کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا اگر یہ روایت صحیح ہو تو سب تو جیہوں سے بے پروائی ہوگی لیکن اس کو دارقطنی اور بیہتی نے ضعیف کہا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اس لاچاری سے آپ ﷺ کھڑے رہے کیونکہ کوڑی کے سامنے کا کنارہ اونچا ہوگا۔ ماوردی اور قاضی عیاض نے کہا کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تا کہ دوسری جانب سے حدث نہ نکلنے پر اطمینان ہو اور یہ اطمینان بیٹھنے میں نہیں ہوتا اور نووی رحمہ اللہ نے کہا آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تا کہ معلوم ہو کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا درست ہے اور ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہے اور منذری رحمہ اللہ نے چھٹی توجیہ کی وہ یہ ہے کہ وہاں گیلی نجاست ہوگی اور نرم آپ کو خوف ہوا کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے میں وہ اپنے اوپر نہ اڑے۔ ابن سید الناس نے شرح ترمذی میں کہا کہ کھڑی ہو کر بھی یہ خوف تھا بلکہ زیادہ تھا اور یہ وجہ تیسری وجہ کی طرف رجوع کرتی ہے اور ابو عوانہ اور ابن شاہین نے کہا یہ منسوخ ہے۔ واللہ اعلم (۲)

۱۰۔ خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل مسائل مترشح ہوتے ہیں:

- ☆ پیشاب آنے کی صورت میں قریب ترین جگہ پر پیشاب کرنا چاہیے، کیونکہ زیادہ تر پیشاب روکنے میں ضرر اور بیماری کا خطرہ ہوتا ہے۔
- ☆ عذر کی بناء پر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے، بغیر عذر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔
- ☆ پیشاب کرنے کے لئے پردہ یا کم از کم اوٹ کرنا چاہیے۔
- ☆ استاد کا شاگرد سے، شیخ کا مرید سے اور بڑوں کا چھوٹوں سے خدمت لینا درست ہے، اور انہیں خود ہی خدمت کرنی چاہیے۔
- ☆ موزوں پر مسح کرنا مقیم کے لئے ایک دن اور مسافر کے لئے تین دن تک حدود قیود کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔	۱۔ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۲	۱۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۳۵۸	۱۔ ii - بخاری: ۳۸۷
	۱۷۔ مسلم: ۲۷۲	۱۷۔ سنن ابوداؤد: ۱۵۴	۱۷۔ vi - سنن ترمذی: ۹۳
	۱۷۔ سنن ابن ماجہ: ۵۴۳	۱۷۔ viii - صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۶	۱۷۔ ix - مصنف عبدالرزاق: ۷۶
	۱۷۔ x - مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۷۶	۱۷۔ xi - المستدرک، ج ۱، ص ۱۶۹	۱۷۔ xii - بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۱۳۳-۱۳۰
۲۔	۱۔ زہرا ربی علی الجبئی السیوطی	۱۷۔ ii - شرح سنن نسائی، ج ۱، ص ۵۳	

بیت الخلاء جانے کی دعا

۱۸۔ باب الْقَوْلِ عِنْدَ دُخُولِ الْخَلَاءِ

اس باب میں قضاے حاجت کے لئے جانے سے پہلے دعا کا ذکر ہے، یعنی جب اس کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے، اس سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے بعد پڑھے۔ پچھلے باب میں پیشاب کرنے کا بیان تھا، اس باب میں قضاے حاجت سے پہلے دعا پڑھنے اور اللہ تعالیٰ ﷻ کی پناہ میں آنے کا بیان ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب قضاے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو (یہ دعا) پڑھتے: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! میں شرارتی جنوں اور چڑیلوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۱۹۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صَهْبِيبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ"

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۲۲، مسلم: ۳۷۵، ابوداؤد: ۴، ترمذی: ۱۵، ابن ماجہ: ۲۹۸، احمد: ۱۱۹۳۸-۱۱۹۸۳، سنن الکبریٰ: ۱۹، ابن حبان: ۱۲۰۷، ابویعلیٰ: ۳۹۱۳

۲۔ مطابقت:

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت الفاظ دعا میں ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کے چار راوی ہیں، ان تمام کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ اسحاق بن ابراہیم: راجع: ۲

۲۔ اسماعیل:

آپ کا نام ابوبشر اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم اسدی قرشی بصری (م: ۱۹۳ھ) ہے، آپ ابن علیہ کے لقب سے مشہور ہیں، آپ روایت کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ ثابت راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے تراویح کی عمر میں وفات پائی۔ (۱)

۳۔ عبدالعزیز بن صہیب:

آپ کا نام عبدالعزیز بن صہیب بنانی (م: ۱۳۰ھ) ہے، بنانی نسبت بنانہ بن سعد بن لوی بن غالب کی وجہ سے ہے، آپ روایت کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ (۲)

۴۔ انس بن مالک: آپ کے حالات حدیث نمبر ۶ پر گزر چکے ہیں۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۷۰ ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۹۸

۲۔ اعلل، ج ۱، ص ۱۲۹ ii۔ تاریخ الثقات، ص ۳۰۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے، آئمہ صحاح ستہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے، جو کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ ترین سند ہے۔
- ☆ رباعیات کے اعتبار سے یہ تیسری روایت ہے۔
- ☆ سند میں امام اسحاق بن راہو مروزی کے علاوہ تمام راوی بصری ہیں،
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مکشیرین سبغہ صحابہ میں سے ہیں۔
- ☆ سند میں روایت لفظ دو دفعہ خبرنا اور دو دفعہ عن استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔ لغات:

- اعوذ بک: میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔
- الخبث: خبیث کی جمع ہے اور مذکر شیاطین مراد ہیں۔
- الخبائث: خبیثہ کی جمع ہے اور مؤنث شیاطین مراد ہیں۔

۷۔ مسائل و نصاب:

- ☆ اس حدیث میں ”خبث“ اور ”خبائث“ سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے، اس سے مراد شیاطین اور ان کی مؤنثات ہیں، کیونکہ شیاطین بیت الخلاء میں حاضر ہوتے ہیں، یہ وہ مقامات ہیں، جہاں پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر نہیں کیا جاتا، اس لئے ان سے احتراز کرنے کے لئے آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر کرتے تھے۔
- ☆ ”خبث“ سے مراد کفر یا شر ہے اور ”خبائث“ سے مراد شیاطین ہیں، ابن الاعرابی نے کہا: کہ کلام عرب میں خبث مکروہ چیز کو کہتے ہیں، اگر وہ مکروہ کلام ہو تو وہ سب دشمن ہے، اگر وہ مکروہ طعام ہو تو وہ حرام ہے اور ”خبائث“ ”خبیثہ“ کی جمع ہے، یعنی جو نیک اور محمود فعل نہ ہو، یعنی مذمومہ خصائل بذیلہ۔
- ☆ آپ جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے، کیونکہ یہ جگہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا پاک نام لئے جانے کے قابل نہیں ہے، اور بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا دل میں ذکر کرنا چاہیے، نہ کہ زبان سے۔
- ☆ آج کل گھروں میں ایچ باتھ روم بنے ہوئے ہوتے ہیں، جن میں ایک طرف قضاء حاجت کی جگہ ہوتی ہے اور دوسری طرف وضوء کرنے کی جگہ ہوتی ہے، اور درمیان میں کوئی آڑ یا حجاب نہیں ہوتا، سو اس میں بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا نام لینا صحیح نہیں ہے، اور وضوء کرنے سے پہلے باتھ روم سے باہر آ کر بسم اللہ پڑھنی چاہیے، اور وضوء کی دعائیں اس جگہ نہیں مانگنی چاہئیں۔

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! میں نجس اور خباث سے تیری پناہ میں آتا ہوں، نبی کریم ﷺ کا شیاطین سے پناہ طلب کرنا: عبودیت کے اظہار اور تعلیم امت کے لئے ہے، ورنہ نبی کریم ﷺ تمام جنات اور انسانوں کے شر سے محفوظ ہیں۔

☆ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب نبی کریم ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے، تو یہ دعا کرتے: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! میں نجس اور خباث سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے بعد زبان سے یہ دعا کرتے تھے، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ: جب آپ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے تھے، جس طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (۱)

پس جب آپ ﷺ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی پناہ طلب کریں۔

☆ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ قرآن پڑھنے کے بعد شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی پناہ طلب کریں، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ ﷺ قرآن پڑھنے کا ارادہ کریں، تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی پناہ طلب کریں، اسی طرح اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ: جب آپ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے، کیونکہ نبی کریم ﷺ بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر نہیں کرتے تھے، حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا، اس وقت آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے، اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا، تو آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا، نبی کریم ﷺ نے تیمم کیا، پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔ (۲)

☆ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے دیر سے سلام کا جواب دینے کا عذر بیان فرمایا ہے:

المہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، اس وقت آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے، انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے وضو کر لیا، پھر آپ نے ان کے سامنے عذر بیان کیا اور فرمایا: میں نے بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ ﷻ کے ذکر کرنے کو ناپسند کیا۔ (۳)

☆ بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر کرنا تو دور کی بات ہے، آپ ﷺ تو بیت الخلاء جانے سے پہلے اپنی انگوٹھی بھی اتار لیتے تھے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ ﷻ کا نام لکھا ہوا تھا، حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ بیت الخلاء میں داخلہ ہونے (کا ارادہ) کرتے، تو اپنی انگوٹھی اتار کر رکھ دیتے۔ (۴)

۱- النخل: ۹۸

۲- i- صحیح مسلم: ۳۷۰ ii- سنن ترمذی: ۹۰ iii- سنن ابوداؤد: ۱۶ iv- سنن نسائی: ۳۷ v- سنن ابن ماجہ: ۳۵۳

۳- i- سنن ابوداؤد: ۱۷ ii- ابن ماجہ: ۳۵۰

۴- i- سنن ابوداؤد: ۱۹ ii- سنن ترمذی: ۱۷۲۶ iii- سنن نسائی: ۵۲۲۸ iv- سنن ابن ماجہ: ۳۰۲

☆ انگوٹھی پر کوئی غلاف نہیں ہوتا، اس لئے آپ ﷺ انگوٹھی کو اتار دیتے تھے، لیکن جس ذکر پر کوئی غلاف ہو، اس کو بیت الخلاء میں لے جانا جائز ہے، جیسے تعویذ چڑھے یا چاندی کے غلاف میں ہو۔ (۱)

☆ بعض علماء نے بیت الخلاء میں دعا کرنے اور ذکر کرنے کو جائز کہا ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت (یا تمام اوقات میں) اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر کرتے تھے۔ (۲)

☆ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت زبان سے اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر کرتے تھے، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ بعض اوقات زبان سے اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر کرتے تھے، اور بعض اوقات دل سے اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر کرتے تھے۔ (۳)

☆ دخول سے مراد ارادہ دخول ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں صراحت ہے۔ (۳) لہذا یہ دعا بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے پڑھنی چاہیے۔ بیت الخلاء تو گندگی والی جگہ ہے اور اللہ تعالیٰ ﷻ کے نام کی تقدیس و تنزیہ ضروری ہے، البتہ اگر کوئی بھول جائے اور داخل ہونے کے بعد یا ننگا ہونے کے بعد یاد آئے، تو اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے کہ دل میں پڑھ لے یا رہنے دے، یا اگر ابھی کپڑے نہیں اتارے تو باہر آ کر دعا پڑھ کر داخل ہو جائے۔

☆ خباث خبیثہ کی جمع ہے، مراد جنمیاں ہیں۔ خبث ”با“ کے ضمہ کے ساتھ ہو تو خبیث کی جمع ہے، مراد جنم ہیں۔ اگر ”با“ کے سکون کے ساتھ ہو تو اس سے مراد ہر ناپسندیدہ اور مکروہ چیز ہے۔ اس طرح اس کے تحت تمام شریر جنم، جنمیاں، گندے اخلاق و اعمال اور ہر قسم کے نازیبا کلمات و اقوال داخل ہیں، لہذا اگر اس ضبط کے ساتھ دعا پڑھی جائے تو انسان مذکورہ ہر قسم کے شر اور مکروہات سے محفوظ رہتا ہے، جبکہ جنم اور جنموں سے بچاؤ کی خاطر اس حالت میں بطور خاص دعا کی تلقین اس لئے ہے، کہ انہیں گندگی اور بدبو سے یک گونہ مناسبت ہے، اور اس موقع پر وہ نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں (۵)

۸۔ خلاصہ:

☆ اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی رضی اللہ عنہ کا استدلال یہ ہے کہ قضاء حاجت سے پہلے شیاطین سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

☆ ہر کام کرنے سے پہلے شیطان مردود سے بچنے اور اللہ تعالیٰ ﷻ کی پناہ کی دعا مانگنی چاہیے۔

☆ نبی کریم ﷺ قضاے حاجت کا ارادہ فرماتے، تو یہ دعا مانگتے تھے۔

☆ بیت الخلاء کے اندر بیٹھ کر یا قضاے حاجت کے دوران زبان سے کسی قسم کا ذکر جائز نہیں ہے۔

☆ اگر بیت الخلاء اور وضو کرنے کی جگہ اکٹھی ہو تو دوران وضو بھی ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ بیت الخلاء یا قضاے حاجت کے لئے جانے سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

۱۔ در مختار، ج ۱، ص ۲۸۸

۲۔ سنن ابوداؤد: ۱۸

۳۔ صحیح البخاری ۱۳۲

ii۔ سنن ترمذی: ۳۳۸۴

iii۔ سنن ابن ماجہ: ۳۰۲

۴۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۲۹

۵۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۰۰

۱۹۔ باب النهی عن استقبال القبلة عند الحاجة

قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف
چہرہ کرنے کی ممانعت

اس باب میں قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ نہ کرنے کا بیان ہے، پچھلے باب میں قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء

جانے کے وقت دعا پڑھنے کا ذکر تھا۔ یہاں پر حاجت سے مراد بول و براز ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے شہر مصر میں (قبلہ رو بنے بیت الخلاء دیکھ کر، فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان بیوت الخلاء کے ساتھ کیا کروں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی بول و براز کے لئے جائے، تو قبلہ کی طرف نہ چہرہ کرے، اور نہ ہی پیٹھ کرے۔

۲۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَالْحَارِثُ بْنُ مَسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنْ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ إِسْحَاقَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ بِيَصْرَ يَقُولُ: وَاللَّهِ مَا أَدْرِي كَيْفَ أَصْنَعُ بِهَذِهِ الْكُرَائِسِ وَقَدْ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ أَوْ الْبَوْلِ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرُهَا

۱۔ اطراف:

موطا مالک: ص ۱۳۱، احمد: ۲۳۵۷۳، ۲۳۵۷۸

۲۔ مطابقت:

حدیث کے الفاظ "فلا یستقبل القبلة" میں باب کی مطابقت ہیں۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کے سات راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

محمد بن سلمہ:

آپ کا نام ابو حارث محمد بن سلمہ بن عبد اللہ بن ابو فاطمہ مرادی جملی مصری (م: ۲۳۸ھ) ہے، آپ روایۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ فقہیہ

راوی ہیں، امام مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ اور امام نسائی رضی اللہ عنہم آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ الحارث بن مسکین: آپ کے حالات حدیث نمبر ۹ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔ ابن القاسم:

آپ کا نام ابو عبد اللہ عبد الرحمن بن قاسم بن خالد بن جنادہ عتقی بصری (م: ۱۹۱ھ) ہے، آپ روایۃ کے دسویں طبقہ کبار سے ثقہ فقہیہ راوی

ہیں، آپ امام مالک رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ امام بخاری، امام ابو داؤد اور امام نسائی رضی اللہ عنہم آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

i- تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۱۷۵

i- الجرح والتعديل، ج ۷، ص ۲۷۷

ii- الجرح والتعديل، ج ۱، ص ۲۵۹

i- الثقات، ج ۸، ص ۳۷۲

۳۔ مالک بن انس:

آپ کا نام ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر بن عمرو اصحی مدنی (م: ۱۷۹ھ) ہے، آپ فقہ مالکی کے بانی امام ہیں، آپ امام دارالہجرۃ، راس المتقین اور کبیر المشجین کے القاب سے مشہور ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مالک عن نافع عن ابن عمر تمام اسانید صحیح ہیں۔ آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ فقیہ راوی ہیں۔ اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور تقویٰ پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور تقریباً نوے سال کی عمر میں وفات پائی، آپ سے ایک ہزار حدیث مروی ہے۔ (۱)

۴۔ اسحاق بن عبد اللہ بن ابوظحیح:

آپ کا نام ابویحییٰ اسحاق بن عبد اللہ بن ابوظحیح انصاری مدنی (م: ۱۳۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ رافع بن اسحاق:

آپ کا نام رافع بن اسحاق مولیٰ الشفا اور بعض نے مولیٰ ابوظحیح کہا ہے۔ آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ آپ سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۶۔ ابویوب الانصاری:

آپ کا نام ابویوب خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ انصاری بخاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۵۲ھ) ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کبار بدری صحابہ میں سے ہیں۔ آپ ہی وہ خوش قسمت ذات ہیں، جن کے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از ہجرت قیام فرمایا، آپ رحمۃ اللہ علیہ بیعت عقبہ میں شامل تھے، آپ نے غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت کی اور جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس (قسطنطنیہ) استنبول (ترکی) میں ہے۔ آپ سے ڈیڑھ سو احادیث مروی ہیں، جن میں سے سات متفق علیہ، ایک حدیث میں امام بخاری اور پانچ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (۴)

آپ غزوہ بدر اور عقبہ ثانیہ میں حاضر تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ کے پاس ایک مہینہ ٹھہرے تھے، یہ معزز صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، انہوں نے ۱۵۰، احادیث، آپ رحمۃ اللہ علیہ جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے پچاس ہجری (۵۰ھ) میں قسطنطنیہ میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہو گئے، اس جہاد میں آپ یزید بن معاویہ کے ساتھ تھے، اس کے ساتھ نکلے، پھر بیمار ہو گئے، جب ان کا مرض زیادہ ہو گیا، تو انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا: جب میں فوت ہو جاؤں، تو مجھے اٹھالینا اور جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو، تو مجھے تم اپنے قدموں کے نیچے دفن کر دینا، سو انہوں نے ایسا ہی کیا، آپ کی قبر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب معروف ہے، اس کی آج تک تعظیم کی جاتی ہے، لوگ وہاں بارش کی طلب کے لئے دعا کرتے ہیں، تو وہاں بارش ہو جاتی ہے۔

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۳۱

i۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۵۳۳

ii۔ الجرح والتعديل، ج ۳، ص ۲۲۶

i۔ سوالات ابن جنید، ص ۱۰۲

ii۔ تاریخ الثقات، ص ۱۵۱

i۔ تہذیب الکمال، ج ۹، ص ۲۰

ii۔ عمدۃ القاری، ج ۲، ص ۲۲۰

آپ ﷺ عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے، تو ان کے پاس ٹھہرے تھے، یہ نبی ﷺ کے ساتھ بدر، احد اور تمام مشاہد میں حاضر تھے، آپ کا گھر مدینہ منورہ میں تھا، خوارج کے ساتھ جنگ نہروان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اور ان کے بعد ایک لمبے عرصہ تک زندہ رہے، اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں روم کے شہر میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہوئے، القسطنطنیہ کی سرحد میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے۔

حضرت سعید بن المسیب نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ایوب نے نبی ﷺ کی ڈاڑھی مبارک میں کوئی مکروہ چیز لگی دیکھی، انہوں نے اس کو نکال کر آپ ﷺ کو دکھائی، آپ نے ان کو عادی: کہ ابو ایوب میں جو مکروہ چیز ہو، اللہ تعالیٰ ﷻ اس کو نکال لے۔ (۱)

حضرت ابو ایوب کے آزاد کردہ غلام خلیح بیان کرتے ہیں: ایک دن حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ سن رہے ہیں کہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں! یہ جھوٹ ہے، اے ام ایوب! کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ تعالیٰ ﷻ کی قسم! حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے بہت افضل ہیں، پھر جب قرآن نازل ہوا اور اس میں تہمت لگانے والوں کا ذکر ہوا اور اللہ تعالیٰ ﷻ نے یہ آیت نازل کی:

لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ (۲)

ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اس بات کو سنا، تو وہ ان کے متعلق نیک گمان کرتے اور کہتے: یہ صریح بہتان ہے۔

یعنی جس طرح حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا سے بات کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نیک گمان کیا۔

حضرت ابو زبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور نوف بکالی، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے گئے، نوف نے کہا: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! ان کو عافیت میں رکھ اور شفا دے، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ نہ کہو، بلکہ یہ کہو: اگر اس کی زندگی پوری ہو گئی ہے تو اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اگر اس کی زندگی باقی ہے تو اس کو شفا دے اور اجر عطا فرما۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ پچاس ہجری (۵۰ھ) میں فوت ہو گئے تھے، اکیاون ہجری (۵۱ھ) اور باون ہجری (۵۲ھ) کے بھی قول ہیں۔ (۳)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ جس لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ جہاد کے لئے گئے تھے، اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا، حضرت ابو ایوب بیمار ہو گئے تو یزید عیادت کے لئے آیا اور پوچھا: آپ کی کوئی خواہش ہو تو بتائیں، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے بتایا: کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے دشمن کے علاقہ میں دور تک لے جانا، پھر مجھے وہاں دفن کر کے لوٹ آنا، جب حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو ان کو القسطنطنیہ کے قریب دفن کر دیا، وہاں ان کی قبر ہے اور لوگ ان کی قبر کے پاس بارش طلب کے لئے دعا کرتے ہیں۔ (۴)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اس سال فوت ہوئے جب یزید بن معاویہ نے القسطنطنیہ پر حملہ کیا، یہ باون ہجری (۵۲ھ) کا واقعہ ہے، یزید بن معاویہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ان کی قبر سرزمین روم میں قسطنطنیہ کے قلعہ کی بنیاد کے پاس ہے، اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں، اور جب ان پر قحط آئے، تو ان کی قبر کے پاس بارش کے لئے دعا کرتے ہیں۔ جب بارش نہ

۲- النور: ۱۲

۱- مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۳۲۳

۳- اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۴۳

۲- تہذیب الکمال، ج ۵، ص ۳۵۲-۳۵۳

ہو تو اہل روم ان کی قبر کو کھول دیتے ہیں، پھر ان پر بارش ہوتی ہے۔

حضرت ابو سعید المعیطی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اہل روم نے ان کی قبر پر سفید گنبد بنا دیا ہے، اور اس پر قندیل روشن کرتے ہیں۔ (۱)

الواقدی نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں، اور وہاں بارش کے حصول کی دعا کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث سدا سیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔

☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ پانچویں (۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ اس سند کے راوی مصری اور مدنی ہیں۔

☆ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے پہلے مصری راوی ہیں، آپ اور بعد والے تمام مدنی راوی ہیں۔

☆ اس سند میں امام نسائی رضی اللہ عنہ نے حضرت حارث بن مسکین سے روایت کے الفاظ قراءۃ علیہ وانا اسمع، کے استعمال کئے ہیں،

اس سے امام نسائی رضی اللہ عنہ کی مراد ہے کہ حضرت حارث بن مسکین رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان فرما رہے تھے، تو امام اس مجلس میں حضرت حارث بن مسکین رضی اللہ عنہ کی نظروں سے اوجھل ہو کر سماعت فرما رہے تھے، کیونکہ امام نسائی رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث بن مسکین رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ معاملات ایسے تھے، جس کی وجہ سے امام نسائی رضی اللہ عنہ ظاہراً مجلس میں شمولیت اختیار نہ فرماتے تھے۔

☆ امام نسائی رضی اللہ عنہ نے دوشیوخ کے نام ذکر کرنے کے بعد فرمایا: واللفظ لہ، اس سے مراد ہے کہ مذکورہ الفاظ امام حارث بن مسکین رضی اللہ عنہ کے ہیں، اس طرح آپ نے محدثین کے اس مشہور قاعدہ کی رعایت فرمائی ہے، کہ جب کوئی شخص دوشیوخ سے مختلف الفاظ کے ساتھ روایت بالمعنی کرے اور مفہوم ایک ہی ہو تو محدثین کوئی لفظ ایسا ذکر کرتے ہیں، جس سے واضح ہو کہ حدیث کے الفاظ کس شیخ کے ہیں، جیسا کہ اخبارنا

فلان وفلان واللفظ لفلان، هذا لفظ فلان، اخبارنا فلان کے الفاظ ہیں۔ (۳)

☆ سند میں روایت لفظ اخبارنا، محدثی، سمع، یقول اور عن استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔ لغات:

والله: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم!

ما ادری: میں نہیں جانتا

کیف اصنع: میں کیا سلوک کروں۔

۱۔ تاریخ دمشق الکبیر، ج ۱۸، ص ۲۴-۲۵

۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص ۶۴-۶۵

۳۔ تقریب شرح تدریب، ج ۲، ص ۱۱۲

iii۔ الاصابۃ، ج ۱، ص ۴۰۵

ii۔ اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۸۰

الکراہین : بیوت الخلاء، پاخانے، لیٹرین

ذهب : وہ ایک مرد گیا

الغائط : پاخانہ

البول : پیشاب

فلا یستقبل القبلة: قبلہ کی طرف منہ نہ کرے

لا یستدبرھا: قبلہ کی طرف پیٹھ نہ کرے۔

نوٹ: اس حدیث کے مسائل ونصائح اور خلاصہ حدیث نمبر ۲۱ کے ضمن میں آگے آرہے ہیں۔

قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف

پیٹھ کرنے کی ممانعت

۲۰۔ باب النَّهْيِ عَنِ اسْتِدْبَارِ

الْقِبْلَةِ عِنْدَ الْحَاجَةِ

پچھلے باب میں قبلہ کی طرف چہرہ کرنے کی ممانعت کا بیان تھا، اور اس باب میں قبلہ شریف کی طرف پیٹھ نہ کرنے کا بیان ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: بول و براز کے وقت قبلہ کی طرف نہ چہرہ کرو اور نہ ہی پیٹھ، بلکہ تم

مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔

۲۱۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ

الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا لِغَائِطٍ أَوْ

بَوْلٍ وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۴۴، مسلم: ۲۶۳، ابوداؤد: ۹، ترمذی: ۸، ابن ماجہ: ۳۱۸، احمد: ۲۳۵۸، ۲۳۵۹، ۲۳۶۲، ۲۳۶۳، سنن الکبریٰ: ۲۰، مؤطا مالک

۴۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۱۵۹۔ المعجم الکبیر: ۳۹۳۱

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کے درج ذیل الفاظ کی باب کے عنوان سے مطابقت ہے: قبلہ کی طرف پیٹھ نہ کرو

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن منصور:

آپ کا نام محمد بن منصور بن ثابت بن خالد جواز خزاعی مکی (م: ۲۵۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام نسائی

رضی اللہ عنہم آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ سفیان: آپ کے حالات حدیث نمبر پر گزر چکے ہیں۔

۳۔ الزہری: آپ کے حالات بھی حدیث نمبر ۱ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔ عطاء بن یزید اللیثی:

آپ کا نام ابو محمد عطاء بن یزید لیثی مدنی (م: ۱۰۵ھ) ہے، آپ نے ملک شام میں رہائش اختیار کر لی تھی، آپ رواتہ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ کثیر الحدیث راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے اسی سال سے زائد کی عمر پائی۔ (۱)

۵۔ ابویوب: آپ کے حالات حدیث نمبر ۲۰ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ تیرہویں (۱۳) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے ابتدائی دور راوی مکی ہیں، اور آخری تین مدنی ہیں۔
- ☆ یہ سند مکی اور مدنی راویوں پر مشتمل ہے۔
- ☆ سند میں روایت لفظاً خبرناً اور حدیثاً ایک ایک دفعہ، اور عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

لکن شرقاً وغرباً: لیکن تم مشرق یا مغرب کو چہرے کرو۔ اس سے مراد ہے کہ قبلہ اگر جنوب کی جانب ہے یا شمال کی جانب، تو قضائے حاجت کے وقت چہرے یا پیٹھ کو مشرق و مغرب کی جانب کرو، لیکن اگر قبلہ مشرق یا مغرب کی طرف ہے، تو چہرے یا پیٹھ کو شمالاً جنوباً کرو۔

۷۔ مسائل و نصاب:

☆ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

۱۔ امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ بول اور براز کے وقت صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور بیت الخلاء میں حرام نہیں ہے، حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، اسحاق راہویہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔

۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابی ثور اور دوسری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور داؤد ظاہری رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت منہ کرنا جائز ہے۔

۴۔ امام احمد رضی اللہ عنہ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ایک قول کے مطابق قضاء حاجت کے وقت صحراء اور بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ پیٹھ کرنا جائز ہے۔

(امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ پیٹھ کرنا خواہ صحراء ہو یا بیت الخلاء)

☆ مانعین کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مطلقاً منع کیا گیا ہے، مثلاً حضرت سلمان، حضرت ابو ایوب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث، نیز انہوں نے کہا قبلہ کی طرف منہ کرنے سے ممانعت قبلہ کی حرمت کی وجہ سے ہے اور یہ علت صحراء اور بیت الخلاء دونوں میں موجود ہے اور اگر بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور قبلہ کے درمیان حائل ہونے کو کافی ہو تو ایسا حائل صحراء میں بھی ہے، کیونکہ ہمارے اور کعبہ کے درمیان بہت سے پہاڑ اور وادیاں وغیرہ ہیں۔

☆ جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کو مطلقاً جائز کہا ہے انہوں نے صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے دیکھا، اور دوسری روایت یہ ہے: امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ قبلہ کی طرف اپنی فروج کو برہنہ کرنا ناپسند کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا لوگ واقعی ایسا کرتے ہیں؟ اپنی فروج (شرمگاہوں) کو جس قبلہ کی طرف کرنا چاہو کر لو۔

☆ جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کو جائز اور منہ کرنے کو ناجائز کہا ہے انہوں نے امام مسلم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے، ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا ہے۔

☆ جن فقہاء نے صحراء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے منع کیا ہے اور بیت الخلاء میں منہ یا پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے، جس کو ہم نے ابھی صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مذکورہ سے بھی استدلال کیا ہے، نیز امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔ اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے مروان الاصفر کہتے ہیں میں نے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی قبلہ کی طرف کر کے بٹھائی پھر اس کی آڑ میں پیشاب کرنے لگے میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن کیا اس سے منع نہیں کیا گیا، انہوں نے کہا اس سے صرف فضا (خالی میدان) میں منع کیا گیا ہے لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز حجاب بن جائے تو پھر کوئی حرج نہیں، یہ تمام احادیث اس کی تصریح کرتی ہیں کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز ہے اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث ممانعت پر دلالت کرتی ہیں، اس لیے ممانعت کی احادیث کو صحرا پر محمول کر دیا جائے گا تا کہ مطابقت ہو جائے۔ اور اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو تو بغض احادیث کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ان احادیث کو جمع کرنا واجب ہے۔ ان فقہاء نے

صحراء اور بیت الخلاء میں فرق کیا ہے کیونکہ بیت الخلاء میں قبلہ سے انحراف کرنے میں مشقت ہوگی (میں کہتا ہوں کہ ابتداء بیت الخلاء قبلہ سے انحراف کر کے بنائے جائیں تو کیوں مشقت ہوگی؟ سعیدی غفرلہ،) اور صحراء میں قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔

جن فقہاء نے قبلہ کی طرف مطلقاً بیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے ان کے روکے لیے وہ احادیث صحیحہ کافی ہیں جن میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے صراحتاً منع کیا ہے، جیسے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی روایات ہیں۔ (۱)

☆ علامہ وشتانی ابی مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے شہر اور صحرا دونوں جگہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دونوں جگہ منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز ہے، امام مالک اور امام شافعی نے ان دونوں حدیثوں کو جمع کیا، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحراء پر محمول کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو کو شہروں پر۔

☆ علامہ مازری مالکی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ صحراء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور شہروں کے بیت الخلاء میں اختلاف ہے اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت عام ہے اس میں صحراء یا شہر کی قید نہیں ہے اور اس کے معارض حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے تھے، پس جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو آپ کے فعل پر مقدم کیا اس نے مطلقاً منع کیا ہے اور جس نے قول کو فعل کے قائم مقام کیا اس نے اس قول کے عموم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے تخصیص کر دی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس نے ممانعت کی علت قبلہ کی تکریم قرار دی اس نے صحراء اور شہروں دونوں میں منع کیا اور جس نے کہا ممانعت کی علت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے فرشتے نماز پڑھتے ہیں اس نے شہروں کے بیت الخلاء میں اجازت دی کیونکہ بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور فرشتوں کے درمیان حائل اور حجاب بن جاتی ہے۔ (۲)

☆ علامہ مازری رحمہ اللہ کی تقریر میں غور کیا جائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کی ترجیح ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ قول، فعل پر مقدم ہوتا ہے، اس لیے کہ فعل کبھی شارع علیہ السلام کی خصوصیت بھی ہوتا ہے، نیز جب حلال اور حرام کے دلائل میں تعارض ہو تو حرام کے دلائل کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ گھنٹا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ مطلقاً نہ کی جائے خواہ صحراء ہو یا شہر اور یہ قبلہ کی تعظیم اور تکریم کا تقاضا ہے۔

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک کھلی جگہ میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرے، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا ہم شام میں گئے تو ہم نے کعبہ کی طرف بیت الخلاء بنے ہوئے دیکھے ہم کعبہ سے انحراف کر کے بیٹھے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے استغفار کرتے اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے بیٹھے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے، عروہ بن ربیعہ اور

داؤد نے کہا کہ قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے آپ کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے، یہ حدیث نسخ کی دلیل ہے اور اس کی تقدیم واجب ہے۔

☆ ہماری دلیل ممانعت کی احادیث صحیحہ ہیں اور حضرت جابر کی حدیث میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے آپ کو کسی عمارت میں دیکھا ہو یا وہاں کوئی حاجب اور حائل ہو اور احتمال کے ساتھ نسخ ثابت نہیں ہوتا، اس لیے ترمذی کی حدیث کو عمارت پر مہول کرنا واجب ہے تاکہ احادیث میں موافقت ہو۔

جب کوئی عمارت ہو یا کوئی حاجب ہو تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں دو قول ہیں:

۱۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ثوری رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ اب بھی قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہی کیونکہ احادیث صحیحہ میں بالعموم ممانعت کی گئی ہے۔

۲۔ عمارتوں میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے، یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، امام مالک رضی اللہ عنہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ابن المتمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث کے بیان کردہ محمل سے ظاہر ہے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ خالی جگہ اور عمارت دونوں جگہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے، کیونکہ امام بخاری رضی اللہ عنہ اور امام مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت حفصہ کے گھر پر چڑھا تو دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کر رہے تھے، آپ کا منہ شام کی طرف تھا اور کعبہ کی طرف پیٹھ تھی۔ (۱)

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھنے میں خطا واقع ہوئی ہے کیونکہ ایسی حالت میں کسی عام شخص کو بھی غور سے نہیں دیکھا جاتا چہ جائیکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو، ثانیاً یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی پیٹھ سمت کعبہ کی طرف ہو عین کعبہ کی طرف نہ ہو، ثالثاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہو کیونکہ کعبہ کی تعظیم ہم پر واجب ہے آپ پر نہیں ہے، رابعاً جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے۔ اس لیے صحیح ہی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت کعبہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ شہر ہو یا صحراء اور یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب مہذب ہے۔ (۲)

☆ امام بخاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تى احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یولها ظهرہ شرقوا اور غربوا (۳)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء آئے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے، مشرق کی طرف منہ کر دیا مغرب کی طرف۔

۱۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۴۱

۲۔ المغنی، ج ۱، ص ۱۰۷

۳۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۶

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (۱)

☆ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ خواہ صحراء (کھلا میدان) ہو یا کوئی عمارت ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، فیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے اور اس حدیث کے راوی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے، نیز یہ ممانعت قبلہ تعظیم کی وجہ سے ہے اور وہ صحراء اور عمارت دونوں میں موجود ہے اور اگر عمارت میں جواز دیوار کے حائل ہونے کی وجہ سے ہے تو صحراء میں بھی دور دراز کے شہر حائل ہیں اور شہروں اور کعبہ کے درمیان متعدد پہاڑ حائل ہیں، خصوصاً اس لیے کہ زمین گول ہے اس لیے صحراء اور کعبہ میں بالکل یہ موازات نہیں ہے، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ علت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق صحراء میں نماز پڑھتی ہے تو تم قضاے حاجت کے وقت ان کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرو، علت صحراء میں ہے، عمارت میں نہیں ہے، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ یہ علت نص حدیث کے معارض ہے، فقہاء احناف نے اس حدیث کے علاوہ اور متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے،

۱۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارث بن جز رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب نہ کرے۔

۲۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ حضرت معقل بن ابی معقل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بول اور براز کے وقت قبلتین کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔ (قبلتین سے مراد کعبہ اور بیت المقدس ہے)

۳۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنی سے منع کیا ہے۔

۴۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لیے بمنزلہ والد ہوں اور تم کو یہ تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضاے حاجت کے لیے جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ۔ (۲)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطلال البکری الماسکی القریطی لکھتے ہیں:

فقہاء میں سے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ قضاے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے، اور ان لوگوں کی نظر سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث غائب تھی، جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ممانعت صحرا اور میدانوں میں ہے، گھروں میں نہیں ہے اور کسی نے یہ روایت نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاے حاجت کے وقت صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کی آپ سے صرف یہ مروی ہے کہ آپ نے گھر میں ایسا کیا۔

۱۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۳۰

۲۔ i- عمدۃ القاری، ج ۴، ص ۲۷۸-۲۷۷ ii- شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۳۸-۹۳۷

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت کی حدیث کے لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ناخ ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

مروان الاصفہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اونٹنی کو قبلہ کی طرف بٹھایا، پھر پیٹھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کیا، میں نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! کیا اس فعل سے منع نہیں کیا گیا؟ حضرت ابن عمر نے کہا: کیوں نہیں! اس فعل سے صرف کھلی جگہ میں منع کیا گیا ہے، لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی آڑ یا حجاب ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد، ۱۱، امام ابوداؤد اس روایت کے ساتھ منفرد ہیں)

☆ حضرت وکیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبی سے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اچانک میری نظر اٹھ گئی تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کیے ہوئے تھے، شعبی نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی صادق ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی صادق ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول جنگلوں اور صحراؤں کی متعلق ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول بیت الخلاء کے متعلق ہے اور رہے تمہارے بیت الخلاء تو ان کے لیے کوئی قبلہ نہیں ہے۔

☆ یہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے صحرا اور میدان کے ساتھ خاص کر لیا گیا ہے۔

رہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ جب تم قضاء حاجت کے لیے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو، نہ بیت المقدس کی طرف تو ان کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام سنتوں سے معافی حاصل کرنے میں مختلف تھے، اور ان میں سے ہر ایک اس پر بالعموم عمل کرتا تھا، جو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

☆ علامہ ابن القصار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ کی طرف دیکھیں، اس کا جواب یہ ہی کہ ان کی اچانک نظر پڑ گئی تو انہوں نے دیکھ لیا اور انہوں نے قصد انہیں دیکھا، پھر جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا، اس کو نقل کر دیا۔

☆ حافظ یوسف بن عبد اللہ بن محمد ابن عبد البر از المالکی القرطبی مذکور الصدر دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کی مطلقاً ممانعت والی حدیث کو صحراء پر محمول کرنا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رخصت والی حدیث کو بیت الخلاء پر محمول کرنا جیسا کہ شعبی نے کہا ہے، یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اور ان کے اصحاب کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے اور یہی ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

حضرت سفیان ثوری اور کوفیوں (فقہاء احناف) کا مذہب یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے، صحراء میں نہ بیت الخلاء میں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور ان کا استدلال حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی احادیث سے ہے، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔ (۱)

☆ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، خواہ وہ صحراء میں ہو یا بیت الخلاء میں اور یہی ثوری اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے، کیونکہ احادیث میں بالعموم ممانعت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی امام مالک رضی اللہ عنہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ابن المنذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ (۱)

☆ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ نظریہ تھا کہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت صرف صحراء میں ہے، جب کہ وہاں کوئی حجاب نہ ہو، جیسا کہ اس پر امام ابو داؤد رضی اللہ عنہ اور امام حاکم رضی اللہ عنہ کی احادیث دلاتی ہیں۔ (۲)

☆ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حدیث مذکور سے استدلال کے جوابات:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے آئمہ ثلاثہ نے بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس حدیث سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ ممانعت کی حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے، جن میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہیں، اور رخصت کی حدیث صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور جو حدیث چھ صحابہ سے مروی ہو، وہ اس حدیث پر راجح ہے، جو صرف ایک صحابی سے مروی ہو۔

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قصد اور بغور نہیں دیکھا تھا کہ بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا، اتفاقاً ان کی نظر پڑ گئی تھی، اس حالت میں عام آدمی کی طرف بھی دیکھنا جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، سو ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھنے میں خطا واقع ہوئی ہو، اس لیے اس حالت میں ان کی روایت قابل اعتماد نہیں ہے، خصوصاً جب کہ اس کے خلاف متعدد احادیث صحیحہ ہیں۔

۳۔ ممانعت کی احادیث عام ہیں اور رخصت کی حدیث خاص ہے اور عام خاص پر مقدم ہوتا ہے، لہذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔

۴۔ ممانعت کی احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اور رخصت کی حدیث میں آپ کا فعل ہے اور آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے، لہذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔

۵۔ ممانعت کی احادیث تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور رخصت کی حدیث اباحت پر دلالت کرتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم راجح ہوتی ہے، لہذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔

۶۔ ممانعت کی احادیث میں کعبہ کا زیادہ احترام ہے، اس لیے وہ راجح ہیں۔

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے افضل ہیں، اس لیے قضاء حاجت کے وقت بیت الخلاء میں آپ کی پیٹھ کعبہ کی طرف ہو تو کوئی حرج نہیں، اس کے برخلاف ہمارا یہ مقام نہیں، ہم پر کعبہ کا احترام لازم ہے اور ہمارا اس حالت میں کعبہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے۔

۸۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنے کے مکلف تھے اور ہم سمت کعبہ کی طرف منہ کرنے کے مکلف ہیں، اسی طرح آپ قضاء حاجت کے وقت عین کعبہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرنے کے مکلف تھے، سو جب حضرت ابن عمر نے آپ کو دیکھا تو آپ کی پیٹھ سمت کعبہ کی طرف تھی نہ کہ عین کعبہ کی طرف اور یہ بغور تحقیق کرنے کا موقع نہ تھا۔ (۱)

۸۔ خلاصہ:

- ☆ بیحدیث قبلہ کی طرف چہرے یا پیٹھ کرنے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے، خواہ صحرا ہو یا بیت الخلاء۔
- ☆ یہ حدیث مبارکہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر پانچ صحابہ کرام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔
- ☆ اس حدیث مبارکہ کو آئمہ صحاح نے روایت کیا ہے۔
- ☆ ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ قضائے حاجت کے وقت، قبلہ شریف کی طرف، نہ چہرہ کرے اور نہ ہی پیٹھ کرے۔
- ☆ قبلہ شریف کی عزت و احترام اور اختلاف سے نکلنے کے لئے بھی یہی بہتر ہے کہ آدمی خواہ صحرا میں ہو یا چار دیواری کے اندر، ہر حال میں کعبہ شریف کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنے سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
- ☆ اہل پاکستان کا قبلہ مغرب کی جانب ہے، اس لئے انہیں شمالاً جنوباً چہرہ کرنا چاہیے، اور مشرق و مغرب کی جانب چہرہ یا پیٹھ نہیں کرنی چاہیے۔

۲۱۔ باب الأمر باستقبال المشرق أو المغرب عند الحاجة

قضائے حاجت کے وقت مشرق یا مغرب کی طرف چہرہ کرنے کا حکم

پچھلے باب میں قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ نہ کرنے کا بیان تھا، اس باب میں مشرق یا مغرب کی طرف چہرہ کرنے کا بیان ہے، چونکہ مدینہ منورہ سے قبلہ جنوب کی جانب ہے، اس لئے اہل مدینہ اور دیگر لوگ جن کا قبلہ جنوب یا شمال کی جانب ہے، ان کے لئے یہ حکم ہے، اور جن کا قبلہ مغرب یا مشرق کی جانب ہے، ان کا حکم یہ نہیں ہے۔

۲۲۔ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، وَلَكِنْ لِيُشْرِقْ أَوْ لِيُغْرِبْ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے جائے، تو قبلہ کی طرف چہرہ نہ کرے، بلکہ وہ مشرق یا مغرب کی جانب چہرہ کرے۔

۱۔ اطراف:

راجع: ۲۰

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ مشرق یا مغرب کی جانب چہرہ کرے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ یعقوب بن ابراہیم:

آپ کا نام ابو یوسف بن ابراہیم بن کثیر بن افرح عبدی دورق بغدادی (م: ۲۵۲ھ) ہے، آپ صاحب مسند اور حافظ ہیں، آپ روایت کے دسویں طبقہ سے ثقہ صدوق متقن راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے چھیا نوے سال کی طویل عمر پائی۔ (۱)

۲۔ غندر:

آپ کا نام ابو عبد اللہ محمد بن جعفر ہذلی مدنی بصری (م: ۱۹۳ھ) ہے، آپ امام غندر کے نام سے مشہور ہیں، آپ اصحیح الکتاب کے مصنف ہیں، آپ بیس سال حضرت شعبہ بن عبد اللہ کی خدمت میں رہے، آپ روایت کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، البتہ غفلت کے مرتکب ہونے ہیں، اصحاب صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ معمر: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱۰ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔ ابن شہاب: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱۰ پر گزر چکے ہیں۔

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۲۷۷

۲۔ المعجم المشتمل، ص ۱۱۷

۳۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۱۶۱

۵۔ عطاء بن یزید: آپ کے حالات حدیث نمبر ۲۱ پر گزر چکے ہیں۔
۶۔ ابی ایوب الانصاری: آپ کے حالات حدیث نمبر ۲۰ پر گزر چکے ہیں۔

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

۷۔ خصوصیاتِ سند:

- ☆ یہ حدیث سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے اس کتاب میں یہ پانچویں (۵) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند میں پہلا راوی بغدادی، دوسرا اور تیسرا بصری اور آخری تین راوی مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت صحابی ہیں، جن کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد قیام فرمایا تھا۔
- ☆ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ڈیڑھ سوا حدیث مروی ہیں۔
- ☆ سند میں روایت کے الفاظ اخیرنا، حدیثا اور عن عن تینوں الفاظ دو دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

نوٹ:

لغات، مسائل و نصائح اور خلاصہ حدیث نمبر ۲۱ پر ملاحظہ ہوں۔

گھروں میں قبلہ کی طرف چہرہ
یا پیٹھ کرنے کی اجازت ہے

۲۲۔ باب الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ
فِي الْبُيُوتِ

اس باب کے قائم کرنے میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ گھروں اور چار دیواری کے اندر قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کر کے قضائے حاجت کرنا جائز ہے، جب کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ اس سے پہلے باب میں قبلہ کی طرف مطلقاً چہرہ یا پیٹھ نہ کرنے کا بیان تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو اینٹوں پر بیٹھ کر، بیت المقدس کی طرف چہرہ کر کے قضائے حاجت کرتے دیکھا۔

۲۳۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: لَقَدْ ارْتَقَيْتُ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى لَبْنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ

الْمُقَدَّسِ لِحَاجَتِهِ

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۴۵، ۱۴۸، ۱۴۹، مسلم: ۲۶۶، ابوداؤد: ۱۲، ترمذی: ۱۱، ابن ماجہ: ۵۹، ابن حبان: ۱۴۲۱، سنن دارقطنی: ج ۱، ص ۶۱، سنن بیہقی: ج ۱، ص

۹۲، معجم الکبیر: ۱۳۳۱۲

۲۔ مطابقت:

رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کے اندر قضائے حاجت فرما رہے تھے، اور چہرہ بیت المقدس کی طرف تھا، مدینہ منورہ سے بیت المقدس شمال کی طرف ہے، اور خانہ کعبہ جنوب کی طرف ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کا چہرہ اقدس اگر بیت المقدس کی طرف تھا، تو پیٹھ مبارک قبلہ کی طرف تھی، حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت یہی ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ قتیبة بن سعید: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱ پر گزر چکے ہیں۔

۲۔ مالک: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔ یحییٰ بن سعید:

آپ کا نام یحییٰ بن سعید بن قیس بن عمرو بن سہل بن ثعلبہ انصاری بخاری مدنی (م: ۱۴۴ھ) ہے، آپ قاضی مدینہ منورہ رہے، آپ روایت کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، مدنی، تابعی راوی ہیں، آپ سے تقریباً تین سو احادیث مروی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ محمد بن یحییٰ بن حبان:

آپ کا نام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن حبان بن منقذ بن عمرو انصاری مازنی مدنی (م: ۱۲۱ھ) ہے، آپ کے درس کا حلقہ مسجد نبوی ﷺ میں قائم تھا، آپ روایت کے چوتھے طبقہ سے ثقہ فقیہ راوی ہیں، آپ فقیہ مدینہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے چوتھ (۷۴) سال کی عمر میں وفات پائی۔ (۲)

۵۔ واسع بن حبان:

آپ کا نام واسع بن حبان بن منقذ بن عمرو انصاری مازنی مدنی ہے، آپ روایت کے دوسرے طبقہ سے مدنی، تابعی، ثقہ راوی ہیں، آپ کے والد اور دادا دونوں صحابی رسول ﷺ ہیں۔ بعض نے آپ کو صحابہ میں شامل کیا ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۶۔ عبد اللہ بن عمر: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱۵ پر گزر چکے ہیں۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح و متفق علیہ ہے، آئمہ صحاح ستہ نے اسے روایت کیا ہے۔

ii۔ تاریخ الثقات، ص ۴۷۲

i۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۵۶

ii۔ تہذیب الکمال، ج ۲۶، ص ۶۰۷

i۔ تاریخ الدور، ج ۲، ص ۵۴۲

ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۴۹۸

i۔ البحر والتعمیل، ج ۹، ص ۴۸

۵۔ خصوصیاتِ سند:

- ☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ ساتویں (۷) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ قتیبہ بن سعید کے علاوہ تمام راوی انصاری مدنی ہیں۔
- ☆ سند کے اکثر راوی تابعی اور صحابی ہیں۔
- ☆ واسع بن حبان خود (ایک قول)، ان کے والد اور دادا (منقذ) تینوں صحابی تھے۔
- ☆ واسع بن حبان کی روایت کو اگر تسلیم کیا جائے، تو یہ صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔
- ☆ واسع بن حبان کو اگر تابعین میں شمار کیا جائے، تو اس سند میں تین تابعین یحییٰ بن سعید، محمد بن یحییٰ اور واسع بن حبان نے ایک دوسرے سے روایت کی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ اور عن عن پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

- ظہر بیتنا: اپنے گھر کی چھت پر۔
- لبنتین: دو اینٹیں۔
- بیت المقدس: قبلہ اول کا نام۔
- لقد ارتقیق: میں بلند ہوا، مراد ہے میں چڑھا۔
- فرایت: میں نے دیکھا۔
- مستقبل: چہرہ مبارک کئے ہوئے۔

۷۔ مسائل و نصائح:

حدیث نمبر ۲۱ پر گزر چکے ہیں۔

۸۔ خلاصہ:

- ☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھے تھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔
- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال یہ ہے کہ چار دیواری کے اندر قبلہ کی طرف قضائے حاجت کے لئے چہرہ یا پیٹھ کرنے میں حرج نہیں ہے۔
- ☆ آئمہ ثلاثہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: کہ چار دیواری کے اندر قضائے حاجت کے وقت، قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔
- ☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث مبارکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاصہ پر محمول ہوگی، یا قوی حدیث کی بناء منسوخ قرار پائے گی، اس لئے چار دیواری کے اندر بھی قبلہ شریف کی طرف چہرہ یا پیٹھ کر کے قضائے حاجت کرنا جائز نہیں ہے۔
- ☆ علماء کے اختلاف سے بچنے کے لئے اور کعبۃ اللہ کی عزت و حرمت کے لئے بہتر یہی ہے کہ چار دیواری اور صحرا دونوں جگہ پر قضائے حاجت کے وقت چہرہ یا پیٹھ قبلہ کی طرف نہ کی جائے۔

۲۳۔ باب النہی عن مس الدکر بالیمن عند الحاجة

قضائے حاجت کے وقت شرمگاہ کو
دائیں ہاتھ سے چھونا منع ہے

اس باب میں بول و براز کرتے ہوئے مرد کے لئے شرمگاہ (عضوتناسل) کو نہ چھونے کا بیان ہے۔ پچھلے باب میں گھروں میں قضائے

حاجت کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنے کی اجازت کا بیان تھا، اس باب میں قضائے حاجت کے دوران شرمگاہ کو نہ چھونے کا بیان ہے۔

حضرت ابو قتارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے، تو اپنی شرمگاہ (عضوتناسل) کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے۔

۲۳۔ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ دُرُوسَةَ قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْمَاعِيلَ وَهُوَ الْقِنَادُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي قَتَادَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذْ ذِكْرَهُ بِيَمِينِهِ

أَطْرَافٍ:

بخاری: ۱۵۳، ۱۵۴، ۵۶۳، مسلم: ۲۶۷، ابوداؤد: ۳۱، ترمذی: ۱۵، ابن ماجہ: ۳۱۰، احمد: ۲۲۵۸۵، سنن الکبریٰ: ۶۸۸۳، ابن خزیمہ: ۷۹،

عبدالرزاق: ۱۹۵۸۴، الحمیدی: ۴۲۸

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب سے مطابقت میں پوری حدیث مبارکہ ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ یحییٰ بن درست:

آپ کا نام ابوزکریا یحییٰ بن درست بن زیاد ہاشمی بصری ہے، آپ روادے کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ امام ترمذی، امام نسائی اور

امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ ابواسامیل:

آپ کا نام ابواسامیل ابراہیم بن عبد الملک قتاد بصری ہے۔ آپ روادے کے ساتویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں، البتہ آپ کے حافظے

میں کلام ہے۔ امام ترمذی اور امام نسائی رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ یحییٰ بن ابی کثیر:

آپ کا نام یحییٰ بن ابوکثیر طائی مولیٰ ابونصر یمامی (م: ۳۲) ہے، آپ روادے کے پانچویں طبقہ سے ثقہ ثابت راوی ہیں۔ آپ مشہور

امام ہیں، البتہ ان کی طرف مرسل اور تالیس کی نسبت کی گئی ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۱۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۵۴ ii۔ المعجم المشتمل، ص ۱۱۴۵

۲۔ البحر والتعديل، ج ۲، ص ۱۰۵ ii۔ الثقات، ج ۲، ص ۲۶

۳۔ تاریخ الثقات، ص ۴۷۵ ii۔ الثقات، ج ۷، ص ۵۹۱

۴۔ عبداللہ بن ابی قتادہ:

آپ کا نام ابو ابراہیم عبداللہ بن ابوقتادہ انصاری مدنی (م: ۹۵ھ) ہے، آپ کے والد گرامی حضرت ابوقتادہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔
آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (۱)

۵۔ ابیہ (ابوقتادہ):

آپ کا نام ابوقتادہ حارث بن ربیع انصاری سلمی مدنی (م: ۵۳ھ) ہے۔ آپ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں، آپ نے غزوہ احد اور بعد کے غزوات میں شرکت کی، آپ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی، آپ سے ایک سوستر (۱۷۰) احادیث مروی ہیں، جن میں سے گیارہ متفق علیہ، دو میں امام بخاری اور آٹھ میں امام مسلم منفرد ہیں، آئمہ صحاح ستہ اور دیگر محدثین آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث اس سند سے حسن اور باقی اسناد سے صحیح ہے، یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چودھویں (۱۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے اکثر راوی ثقہ اجل ہیں، البتہ ابواسامعیل کے حافظے اور یحییٰ بن ابوکثیر کے بارے میں مرسل اور تدلیس کا کلام کیا گیا ہے۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری دو مدنی ہیں۔
- ☆ یہ روایت بیٹے (عبداللہ) کی باپ (ابوقتادہ) سے روایت ہے۔
- ☆ حضرت ابوقتادہ سے ایک سوستر (۱۷۰) احادیث مروی ہیں۔
- ☆ سند میں ابواسامعیل کے بعد ”وہو القناد“ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس طرح کے الفاظ راوی اس وقت استعمال کرتے ہیں، جب شیخ نے لقب، نسب یا دیگر وضاحت نہ کی ہو، اور راوی اپنی طرف سے کرنا چاہتا ہو، تو وہ ”ہو یا ان“ کا لفظ استعمال کرتا ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نادودفعہ، حدث دو دفعہ اور عن ایک دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

بال: اس ایک مرد نے پیشاب کیا، مراد ہے جب کوئی مرد پیشاب کرے۔
ذکر: مرد کی شرمگاہ، عضو تناسل
لا یاخذ: نہ پکڑے، نہ چھوئے
بیمینہ: اپنے دائیں ہاتھ سے

نوٹ:

مسائل و نصح اور خلاصہ حدیث نمبر ۲۵ کے بعد ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں جائے، تو اپنے دائیں ہاتھ سے شرمگاہ (عضو تناسل) کو نہ چھوئے۔

۲۵۔ أَخْبَرَنَا هِنَادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ وَكَيْعٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ يَحْيَى هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسُّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ

۱۔ اطراف:

راجع: ۲۳: احمد، ۱۹۳۳۶، ۲۲۵۹۷، ۲۲۷۱۰، سنن الکبریٰ: ۲۹

۲۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ ہناد بن السری:

آپ کا نام ابوسری ہناد بن سری بن مصعب تمیمی کوفی (م: ۲۳۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں، آپ نے اکیانوے (۹۱) سال کی عمر میں وفات پائی۔ امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱) ۲۔ وکیع:

آپ کا نام ابوسفیان وکیع بن حراح بن ملیح رواسی کوفی (م: ۱۹۶ھ) ہے، آپ امام وکیع کے نام سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے نویں طبقہ کبار سے ثقہ، عابد، مفتی راوی ہیں۔ اہل علم آپ کی ثقاہت و فقاہت پر متفق ہیں۔ آپ نے ستر سال کی عمر میں وفات پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ ہشام:

آپ کا نام ابوبکر ہشام بن ابوعبداللہ سنبر دستوائی بصری (م: ۱۵۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ کبار سے ثقہ، ثابت، امیر المؤمنین فی الحدیث راوی ہیں۔ اہل علم آپ کے علم و فضل اور ثقاہت پر متفق ہیں۔ آپ نے اٹھتر (۷۸) سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۴۔ یحییٰ ۵۔ عبداللہ ۶۔ ابو قتادہ: تینوں کے حالات حدیث نمبر ۲۴ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔ حکم حدیث:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے، اسی طرح حدیث نمبر چوبیس (۲۴) بھی صحیح لغیرہ ہے۔

۱۔	۱۔ الجرح والتعديل، ج ۹، ص ۱۱۹	ii۔ المعجم المشتمل: رقم ۱۱۲۲
۲۔	۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۳۹۴	ii۔ تاریخ الثقات، رقم ۲۶۴
۳۔	۱۔ الثقات، ج ۷، ص ۵۶۹	ii۔ الجرح والتعديل، ج ۹، ص ۵۹

۴۔ خصوصیاتِ سند:

- ☆ یہ حدیث سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ آٹھویں (۸) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ اس سے پہلے والی حدیث سند کے اعتبار سے عالی ہے، کیونکہ وہ خماسیات میں سے ہے۔
- ☆ سند کے راویوں کی ثقاہت کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح ہے، اور پہلی حسن ہے۔
- ☆ راویوں کے حالات کے اعتبار سے اس سند کو فوقیت ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی آئمہ ثقاہت ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے دو راوی کوفی، دوسرے دو بصری اور آخری دو مدنی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظِ رولیتِ خبرنا ایک دفعہ اور عن عن پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۵۔ لغات:

الخللاء: پاخانہ کرنے کی جگہ، بیت الخلاء، لیٹرین، ہاتھ روم۔

۶۔ مسائلِ نصاب:

- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مبارکہ کا ایک جزو روایت کیا ہے، جب کہ اکثر محدثین نے یہ مکمل حدیث بیان کی ہے۔
- امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ هُوَ الدَّسْتَوَائِيُّ، عَنْ
يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا
يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنْسَاءِ، وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسُّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلَا
يَتَمَسَّهُ بِشِمَالِهِ (۱)

ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، جو کہ الدستوائی ہیں: از یحییٰ بن ابی کثیر از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کچھ پئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب وہ بیت الخلاء میں جائے، تو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے آلہ کو نہ چھوئے، اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

۱۔ مطابقت: باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

☆ اس حدیث میں دائیں ہاتھ سے پیشاب کے آلہ کو چھونے سے منع کیا ہے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

۱۔ i- بخاری: ۱۵۳ ii- مسلم: ۲۶۷ iii- سنن ابوداؤد: ۳۱ iv- سنن ترمذی: ۱۵

v- سنن نسائی: ۲۴-۲۵ vi- سنن ابن ماجہ: ۳۱۰ vii- السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۸۸۳ viii- صحیح ابن خزیمہ: ۷۹

ix- مصنف عبدالرزاق: ۱۹۵۸۲ x- مسند الحمیدی: ۴۲۸ xi- مسند احمد، ج ۴، ص ۳۸۳

☆ حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور جب بیت الخلاء میں جائے تو دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے اور جب پانی پئے تو ایک سانس میں پانی نہ پئے۔ (۱)

☆ اس حدیث میں پیشاب کے طریقہ کے ساتھ پانی پینے کا طریقہ بھی بتایا ہے، کیونکہ پیشاب کا سبب پانی پینا ہے، تو جب آپ نے مسیب کا طریقہ اور ادب بتایا تو سبب کا طریقہ اور ادب بھی بتا دیا۔

☆ نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ کھانے، پینے اور کپڑوں کے لئے مخصوص کیا ہوا تھا، اور اس کے ماسوا کے لئے بائیں ہاتھ مخصوص کیا ہوا تھا۔ (۲)

☆ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے تین آداب کی تعلیم دی ہے:

(۱) جب آدمی پانی پیئے تو پانی کے برتن کو منہ سے الگ کر لے، اور جب منہ سے الگ کر لے تو پھر سانس لے، کیونکہ جب پانی اس کے منہ میں ہو اور وہ سانس لے تو یہ اس کے گلا گھٹ جانے کا سبب ہوگا، نیز جب وہ برتن میں سانس لے گا، تو اس کے سانس سے کئی بیماریوں کے جراثیم اس پانی میں منتقل ہو جائیں گے۔

(۲) جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنے آلہ پر دایاں ہاتھ نہ پھیرے، بلکہ بائیں ہاتھ سے اپنے آلہ کو پکڑے۔

(۳) جب تم میں سے کوئی ایک استنجاء کرے، تو دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر شرف ہے، تو جو عزت والے کام ہیں، ان میں تو دایاں ہاتھ استعمال کرے، اور جن کاموں کا تعلق نجاست کے ازالہ کے ساتھ ہو، ان میں بائیں ہاتھ کو استعمال کرے۔

☆ اس حدیث میں اگرچہ پیشاب کی حالت کا ذکر ہے، مگر براز کی حالت کا حکم بھی بدرجہ اولیٰ یہی ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے (اوان نستنجی بالیمین" اور اس سے بھی (ہمیں منع فرمایا) کہ ہم دائیں ہاتھ سے استنجاء کریں۔" (۳) اور استنجے سے مراد خاص طور پر ازالہ نجو (براز) ہے۔

☆ دائیں ہاتھ کو نجاست سے بچانا ضروری ہے، کیونکہ کھانا وغیرہ اصلاً اس سے کھایا جاتا ہے، اگرچہ بالتحج بائیں ہاتھ بھی ساتھ لگایا جاسکتا ہے، بعض اوقات کھاتے وقت بائیں ہاتھ سے مدد لینا ضروری ہوتا ہے۔

☆ اگرچہ گندگی والا ہاتھ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، مگر یہ ذوق سلیم کے خلاف ہے، کہ کھانے والے ہاتھ کو گندگی سے آلودہ کیا جائے، حتیٰ کہ لیٹرین اور وضو کا لوٹا تک الگ رکھا جاتا ہے، حالانکہ عقلاً کوئی فرق نہیں۔ گویا کہ یہ مسئلہ عقلی سے بڑھ کر فطری اور ذوقی ہے، اور شریعت ذوق سلیم کا بھی بہت لحاظ رکھتی ہے۔

ii-ترمذی: ۱۵، نسائی: ۲۳

۱-البوراء: ۳۱

مسلم: ۲۶۲۱

-۳-

۲-البوراء: ۳۲

۱۔ مؤمل بن ہشام:

آپ کا نام ابوہشام مؤمل بن ہشام لشکری بصری (م: ۲۵۳ھ) ہے، آپ روایۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ امام بخاری، ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ اسماعیل: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱۹ پر گزر چکے ہیں۔

۳۔ شعبہ:

آپ کا نام ابوسطام شعبہ بن حجاج بن ورد عتکی ازدی واسطی بصری (م: ۱۶۰ھ) ہے، آپ امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور ہیں، آپ روایۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، عابد، حافظ، متقن راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت و اتقان پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ سلیمان: آپ کے حالات حدیث نمبر ۱۸ پر گزر چکے ہیں۔

۵۔ ابووائل: راجع: ۲

۶۔ حذیفہ: ایضاً

۵۔ حکم روایت:

یہ حدیث صحیح ہے۔

۶۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ نویں (۹) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی آئمہ ثقات ہیں۔
- ☆ یہ روایت بصریوں اور کوفیوں کے درمیان مروی ہے۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری تین راوی کوفی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت انبأنا یک دفعہ، خبرنا دو دفعہ اور عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

ii۔ الثقات، ج ۹، ص ۱۸۸

i۔ المعجم المشتمل، رقم ۱۰۷۸

ii۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۹۳

i۔ التاریخ الکبیر (بخاری)، ج ۳، رقم ۲۶۷۸

۲۷۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ: حَضْرَتِ حَدِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَيَانِ كَرْتِهِ هِيَ: رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْكُ قَوْمِ
عَنْ مَنْصُورٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ، أَنَّ حَدِيفَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِلًا
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِلًا

۱۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند کے چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن بشار:

آپ کا نام ابو بکر محمد بن بشار بن عثمان عبدی بصری (م: ۲۵۲ھ) ہے، آپ بندار کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ رواد کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، حافظ، کثیر الحدیث راوی ہیں۔ آپ نے اسی سال سے زائد کی عمر پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام بنداران شیوخ میں سے ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ نے بغیر واسطہ کے روایات بیان کی ہیں۔ (۱)۔

۲۔ محمد:

آپ کا نام ابو عبد اللہ محمد بن جعفر ہذلی مدنی بصری (م: ۱۹۳ھ) ہے، آپ امام غندر کے نام سے مشہور ہیں، آپ حضرت شعبہ کی خدمت میں بیس سال رہے، آپ رواد کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ شعبۃ: راجع: ۲۶۔ ۴۔ منصور: راجع: ۲۔ ۵۔ ابو وائل: ایضاً ۶۔ حدیفتہ: ایضاً

۳۔ حکم روایت:

سند کے اعتبار سے یہ حدیث مبارک صحیح ہے۔

۴۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ دسویں (۱۰) حدیث مبارک ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ یہ سند بصریوں اور کوفیوں کے درمیان ہے۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری تین کوفی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، عن، سمعت، قال ایک ایک دفعہ اور انبأ نادود دفعہ استعمال ہوا ہے۔
- ☆ سند میں محمد بن بشار ایسے راوی ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ بلا واسطہ روایت کرتے ہیں۔

۲۸۔ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: أَنْبَأَنَا بِهِزٌ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشَى إِلَى سُبَاطَةِ قَوْمٍ، فَبَالَ قَائِمًا قَالَ سُلَيْمَانُ: فِي حَدِيثِهِ وَمَسَحَ عَلَى خَفِيهِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَنْصُورَ الْمَسْحِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑے دان کی طرف تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔ امام سلیمان رضی اللہ عنہ نے اپنی روایت میں کہا: آپ نے اپنے موزوں پر مسح کیا، جب کہ امام منصور رضی اللہ عنہ نے مسح کا ذکر نہیں کیا۔

۲۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ سلیمان بن عبید اللہ:

آپ کا نام ابو ایوب سلیمان بن عبید اللہ بن عمرو بن جابر غیلانی مازنی بصری (۲۴۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں۔ امام مسلم اور امام نسائی رضی اللہ عنہما آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ بہز:

آپ کا نام ابو اسود بہز بن اسدعی بصری (م: ۲۰۰ھ) ہے۔ آپ امام بہز کے نام سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، کثیر الحدیث راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت و تثبیت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ شعبۃ: راجع: ۲۶ (i) سلیمان: راجع: ۱۸ (ii) منصور: راجع: ۶۲: ابی وائل: ایضاً ۷: حذیفہ: ایضاً

۳۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۴۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث سدا سیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ گیارہویں (۱۱) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل آئمہ میں سے ہے۔
- ☆ سند بصری اور کوفی راویوں کے درمیان ہے۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری چار راوی کوفی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا ایک دفعہ، انبأنا دو دفعہ اور عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۲۵۔ باب الْبَوْلِ فِي الْبَيْتِ جَالِسًا

گھر میں بیٹھ کر پیشاب کرنا

اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ گھر کے اندر یا چار دیواری والی جگہ پر بیٹھ کر پیشاب کرنا چاہیے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس باب کے قائم کرنے میں دو مقصد ہیں:

- ۱۔ جس آدمی کے لئے مکان کی سہولت میسر ہو، اسے چاہیے کہ وہ مکان میں بیٹھ کر پیشاب کرے، اور جس کے لئے یہ سہولت میسر نہ ہو، اسے اس سے پہلے والے باب اور حدیث میں رخصت کے طور پر بیان کر دیا گیا ہے، اس طرح دونوں ابواب و احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔
- ۲۔ اس باب میں غالب اور عمومی حالت میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کا بیان ہے، جب کہ اس سے پہلے والے باب میں شاذ و نادر اور خاص حالت میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت کا بیان ہے۔

۲۹۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْمُقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوهُ؛ مَا كَانَ يَبُولُ إِلَّا جَالِسًا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے: جو تم سے بیان کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، اس کی بات نہ مانو، کیونکہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔

۱۔ اطراف:

ترمذی: ۱۲، ابن ماجہ: ۳۰۷، احمد: ۲۵۶۵۳، السنن الکبریٰ (بیہقی): ج ۱، ص ۱۰۱-۱۰۲، السنن الکبریٰ: ۲۵

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کے آخری جملہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے“ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے، کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے عنوان قائم کرنے سے مراد یہی ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں قضائے حاجت کی حالت کو بیان کیا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ علی بن حجر: راجع: ۱۳

۲۔ شریک:

آپ کا نام ابو عبد اللہ شریک بن عبد اللہ نخعی کوفی (م: ۱۷۷ھ/۱۷۸ھ) ہے، آپ شہر واسط اور کوفہ کے قاضی رہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، عادل، فاضل، عابد راوی ہیں، البتہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صدوق یخطئ کثیرا تغیر حفظہ منذ ولی القضاء بالکوفۃ کے الفاظ لکھے ہیں۔ امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۳۷۸

i۔ تاریخ الثقات، ص ۲۱۷

iv۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۳۷

iii۔ الثقات، ج ۶، ص ۳۳۳

۳۔ المقدم بن شریح:

آپ کا نام مقدم بن شریح بن ہانی بن یزید حارثی کوفی ہے، آپ رواتہ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے ادب المفرد میں آپ سے روایت کی ہے۔ (۱)

۴۔ شریح:

آپ کا نام ابوالمقدم شریح بن ہانی بن یزید حارثی مذحجی کوفی ہے، آپ ابن ابوبکر کے ساتھ بختان میں شہید ہوئے، آپ ثقہ راوی ہیں، امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے ادب المفرد میں آپ سے روایت کی ہے۔ (۲)

۵۔ عائشہ: راجع: ۵:

۴۔ حکم روایت:

اس حدیث کے اور شواہد موجود ہیں، امام حاکم اور علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (۳)

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ پندرہویں (۱۵) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے پہلے راوی مروزی، اگلے تین کوفی اور آخری مدنی ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ شریح کے بارے میں بعض لوگوں نے کلام کیا ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا اور انبأ نا ایک ایک دفعہ اور عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

فلا تصدقوہ: تم اس کی تصدیق نہ کرو، اسے سچا نہ مانو۔
جالساً: بیٹھنے کی حالت کا بیان، مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھنا ہے۔

۷۔ مسائل و نصائح:

راجع: ۱۸:

۸۔ خلاصہ:

- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت مبارکہ کا بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔
 - ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس حدیث مبارکہ میں گھر کے اندر اور چار دیواری کے اندر پیشاب کرنے کا بیان ہے اس نے اس سے مراد
- | | | |
|----|------------------------------|--------------------------------|
| ۱۔ | ۱۔ العلل، ج ۲، ص ۷ | ii۔ الجرح والتعدیل، ج ۸، ص ۳۰۲ |
| ۲۔ | ۱۔ تہذیب الکمال، ج ۱۲، ص ۳۵۱ | ii۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۲۵۱ |
| ۳۔ | ۱۔ المستدرک، رقم ۶۶۶ | ii۔ سلسلۃ الصحیحہ، ۲۰۱ |

مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ کا بیان کیا ہے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کی تائید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

عَنْ عُمَرَ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوْلُ قَائِمًا، فَقَالَ: يَا عُمَرُ، لَا تَبْلُ قَائِمًا، فَمَا بَلْتُ قَائِمًا بَعْدُ. (۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا، تو فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ: کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو، (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جفا (زیادتی) ہے۔

☆ بغیر عذر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

☆ تمام اہل اسلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹھ کر پیشاب کرنے کی عادت کو اپنانا چاہیے۔

☆ موجودہ زمانے میں اکثر یہود و ہنود اور نصاریٰ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی عادت کو شعار بنا رہے ہیں، اس لئے اہل اسلام کو

ان کے تشبہ سے بچنے کے لئے بھی بیٹھ کر پیشاب کرنے کی عادت کو اپنانا چاہیے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں عمومی حالت کا بیان ہے، جبکہ حضرت حدیقہ رضی اللہ عنہ میں ایک واقعہ جزئیہ کا بیان ہے۔

سترہ کی آڑ میں پیشاب کرنا

۲۶۔ باب الْبَوْلِ إِلَى السُّتْرَةِ يَسْتَتِرُ بِهَا

اس باب میں سترہ کی اہمیت کا بیان ہے، اور ساتھ ساتھ اس بارے میں ترغیب ہے کہ پیشاب کرتے وقت حتی المقدور پردہ کرنا چاہیے، اور کم از کم کسی لکڑی کی آڑ بنا لینی چاہیے۔ اس کے علاوہ پیشاب سے کپڑوں کو نہ بچانے پر وعید کا بیان بھی ہے۔ پچھلے باب میں گھر کے اندر پیشاب کرنے کا بیان تھا۔

حضرت عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ڈھال جیسی کوئی چیز تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رکھ کر، اس کی آڑ میں پیشاب کیا۔ بعض لوگوں نے کہا: دیکھو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرح پیشاب کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: کیا تو نہیں جانتا! کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کو کیا سزا ملی تھی؟ جب انہیں پیشاب لگ جاتا تھا، تو وہ اسے (پیشاب لگنے والے کپڑے یا جسم کو) قینچی سے کاٹ دیتے تھے، ان کے ایک ساتھی نے اس سے روکا، تو اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔

۳۰۔ أَخْبَرَنَا هِنَادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدِهِ كَهَيْئَةِ الدَّرَقَةِ، فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَلَسَ خَلْفَهَا، فَبَالَ إِلَيْهَا. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: انظُرُوا يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ. فَسَمِعَهُ فَقَالَ: أَوْ مَا عَلِمْتَ مَا أَصَابَ صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمْ شَيْءٌ مِنَ الْبَوْلِ قَرَضُوهُ بِالْمَقَارِيزِ، فَنَهَاَهُمْ صَاحِبُهُمْ فَعَذَّبَ فِي قَبْرِهِ

امام ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ڈھال لے کر باہر نکلے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ پردہ کر کے پیشاب کیا۔ ہم نے کہا: کہ ان کی طرف دیکھئے، جو عورتوں کی طرح چھپ کر پیشاب کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر فرمایا: تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل کے شخص کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ جب ان میں سے کسی کو پیشاب لگ جاتا تو اس جگہ کو کاٹ دیتے، جہاں پیشاب لگا ہوا ہوتا۔ جس نے ایسا کرنے سے روکا، اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ دَرَقَةٌ ثُمَّ اسْتَتَرَ بِهَا، ثُمَّ بَالَ، فَقُلْنَا: انظُرُوا إِلَيْهِ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ، فَسَمِعَ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا لَقِيَ صَاحِبُ بَنِي إِسْرَائِيلَ، كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوا مَا أَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ، فَنَهَاَهُمْ فَعَذَّبَ فِي قَبْرِهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَنْصُورٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: جَلِدَ أَحَدِهِمْ، وَقَالَ عَاصِمٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَسَدٌ أَحَدِهِمْ (۱)

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۲۲، ابن ماجہ: ۳۲۶، احمد: ۳۷۷۷، ابن حبان: ۳۱۱۷، حاکم: ۶۸۳، ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۱۲۶، ابویعلیٰ: ۹۳۲، حمیدی: ۵۸۲،

السنن الکبریٰ (بیہقی): ج ۱، ص ۱۰۴، فسوی: ج ۱، ص ۲۸۴، السنن الکبریٰ: ۲۶،

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کا یہ حصہ کہ آپ ﷺ نے ڈھال جیسی چیز سامنے رکھ کر اس کی آڑ میں پیشاب کیا، باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے، امام نسائی رحمہ اللہ نے اسی چیز کو سترہ قرار دیا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

امام ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی اسناد حسب ذیل ہیں:

۱۔ سند ابو داؤد بحديثنا مسدد حدثنا عبد الواحد بن زیاد حدثنا الاعمش عن زيد بن وهب عن عبد الرحمن بن حسنة عن النبي ﷺ

۲۔ سند نسائی: اخبرنا هناد بن السرى عن ابى معاوية عن الاعمش عن زيد بن وهب عن عبد الرحمن بن حسنة، عن النبي ﷺ

۳۔ سند ابن ماجہ: حدثنا ابو بكر بن ابى شيبة ثنا ابو معاوية عن الاعمش عن زيد بن وهب عن عبد الرحمن بن حسنة عن النبي ﷺ

تینوں اسناد کے پانچ پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

سند نمبر ۱:

۱۔ مسدد:

آپ کا نام ابو الحسن مسدد بن مسرہد بن مہربل بن مستور الاسدی البصری (م: ۲۲۸ھ) ہے۔ آپ رواد کے دسویں طبقہ سے ہیں اور ثقہ حافظ راوی ہیں۔ آپ کا نام عبد الملک بن عبد العزیز ہے اور مسدد لقب ہے۔ امام بخاری، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ عبد الواحد بن زیاد:

آپ کا نام ابو البشر عبد الواحد بن زیاد عبدی بصری (م: ۱۷۶ھ) ہے۔ آپ رواد کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ مامون راوی ہیں۔ ائمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ الاعمش:

آپ کا نام ابو محمد سلیمان بن مهران الاعمش الاسدی الکاهلی (م: ۱۲۸ھ) الکوفی ہے۔ آپ رواد کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، حافظ، قاری، متقی راوی ہیں۔ ابن حجر عسقلانی نے لکنہ یدلس کے الفاظ لکھے ہیں، جبکہ امام عجل، امام ابن معین، امام نسائی، ابن حبان نے آپ کو ثقہ قرار دیا

- | | | |
|----|------------------------------------|-----------------------------------|
| ۱۔ | ۱۔ تہذیب الکمال، ج ۲۷، ص ۲۳۶ | ii۔ الثقات، ج ۹، ص ۲۰۰ |
| ۲۔ | ۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۸۹ | ii۔ تہذیب الکمال، ج ۶، ص ۲۸۶ |
| | iii۔ میزان الاعتدال، ج ۲، رقم ۵۲۸۷ | iv۔ تاریخ کبیر بخاری، ج ۶، ص ۱۷۰۶ |

ہے۔ آپ کی پیدائش ۶۱ھ کی ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)۔
۲۔ زید بن وہب:

آپ کا نام ابوسلیمان بن وہب جہنی کوفی مخضرمی (م: ۹۶ھ) ہے۔ آپ کبار تابعین میں سے ہیں۔ آپ روایۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، جلیل، کثیر الحدیث راوی ہیں۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے عازم سفر ہوئے تو راستے میں ہی اطلاع ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)۔
سند نمبر ۲:

۱۔ ہناد بن السری:

آپ کا نام ابوسری ہناد بن مصعب تمیمی کوفی (م: ۲۳۳ھ) ہے۔ آپ روایۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں۔ آپ نے اکیانوے سال کی طویل عمر پائی، امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)۔
۲۔ ابو معاویہ:

آپ کا نام ابو معاویہ محمد بن خازم ضریر تمیمی سعدی کوفی (م: ۱۹۵ھ) ہے۔ آپ روایۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ ان کے بارے میں مرجیہ عقائد رکھنے اور تدلیس کا قول کیا گیا ہے۔ ابن خراش کہتے ہیں: اگر یہ حضرت اعمش سے روایت کریں تو ثقہ ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ: سفیان اور شعبہ کے بعد حضرت اعمش کے راویوں میں سے سب سے ثقہ ہیں۔ آپ ایک سو تیرہ ہجری (۱۱۳ھ) میں پیدا ہوئے اور بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)۔
۳۔ الأعمش ۴۔ زید بن وہب ۵۔ عبدالرحمن بن حسیہ
تینوں کے حالات اوپر والی سند نمبر میں گزر چکے ہیں۔

سند نمبر ۳

۱۔ ابوبکر بن ابی شیبہ:

آپ کا نام ابوبکر عبدالرحمن بن محمد بن ابی شیبہ الواسطی الکوفی (م: ۲۳۵ھ) ہے۔ آپ روایۃ کے دسویں طبقہ سے ہیں۔ بہت ساری کتب کے مصنف ہیں اور ثقہ راوی ہیں۔ امام ترمذی کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۵)۔

۱۔	i- تہذیب الکمال، ج ۱۲، ص ۷۷	ii- الثقات، ج ۲، ص ۳۰۲	ii- تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۱۹
۲۔	i- تہذیب الکمال، ج ۳، ص ۷۰۷	ii- طبقات خلیفہ، ص ۱۵۸	
	iii- الاستیعاب، ج ۶، ص ۸۲۸	iv- اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۲۸۶	
۳۔	i- تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۲۷	ii- المعجم المشتمل، ص ۱۱۲۲	
	iii- الجرح والتعديل، ج ۹، ص ۱۱۹	iv- الثقات، ج ۹، ص ۲۳۶	
۴۔	i- الکمال، ج ۸، ص ۶۶۰-۶۶۳	ii- التاريخ الکبیر، ج ۱، ص ۱۹۱	iii- سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۷۳
۵۔	i- تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۱۸	ii- الثقات، ج ۸، ص ۳۵۸	

۲۔ ابو معاویہ: اوپر والی سند نمبر ۲، حالات میں گزر چکے ہیں۔

۳۔ الامش ۳۔ زید بن وہب ۵۔ عبدالرحمن بن حسیہ

تینوں کے حالات سند نمبر میں گزر چکے ہیں۔

حکم روایت:

اس حدیث مبارکہ کو اسی مفہوم کے ساتھ پندرہ سے زائد محدثین نے روایت کیا ہے، جب کہ امام بخاری اور امام مسلم کی روایت کردہ احادیث میں بھی اس کے شواہد موجود ہیں، اور ان دونوں احادیث کے طرق بھی اس کے علاوہ ہیں: دونوں آئمہ کی روایت کردہ احادیث حسب ذیل ہیں:

۱۔ روایت بخاری:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرَعَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: كَانَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ يُشَدُّ فِي الْبَوْلِ وَيَقُولُ " إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ قَرْضَهُ " (۱)

۲۔ روایت مسلم:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو مُوسَى، يُشَدُّ فِي الْبَوْلِ وَيَقُولُ فِي قَارُورَةٍ وَيَقُولُ: إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ جِلْدَ أَحَدِهِمْ بَوْلٌ قَرْضَهُ بِالْمَقَارِيضِ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: لَوِدِدْتُ أَنَّ صَاحِبَكُمْ لَا يُشَدُّ هَذَا التَّشْدِيدَ، فَلَقَدْ رَأَيْتَنِي أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَتَمَاشَى، فَاتَى سُبَاكَةَ خَلْفَ حَائِطٍ، فَقَامَ كَمَا يَقُومُ أَحَدُكُمْ، فَبَالَ فَانْتَبَذَتْ مِنْهُ، فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُ، فَلَمَّتْ عِنْدَ عَقْبِهِ حَتَّى فَرَغَ (۲)

اس حدیث مبارکہ کو امام جاکم، ابن حبان، شیخ البانی، شیخ علی بن آدم استوبی لولوی، شیخ محمد امین نے صحیح قرار دیا ہے اور امام امش کو امام عجل، یحییٰ بن معین، امام نسائی اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں دوسرے طرق سے شواہد بھی موجود ہیں۔ اس لئے یہ حدیث مبارکہ قبول محدثین، توثیق راویان اور شواہد صحیحہ کی بناء پر صحیح کے درجہ میں ہے، اس حدیث مبارکہ کو شیخ حافظ زبیر علی زئی کا ضعیف کہنا درست نہیں ہے۔ (۳)

۷۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ سولہویں (۱۶) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی کوفی ہیں۔

۲۔ مسلم: ۶۲۵

۱۔ بخاری: ۲۲۶

۳۔ زبیر علی زئی، حافظ، انوار الضعیفہ فی الاحادیث الضعیفہ، ص ۳۲۱، المكتبة الاسلامیة، لاہور، ۱۴۳۳ھ

- ☆ تابعی (اعمش) کی دوسرے تابعی (زید بن وہب) سے روایت ہے۔
- ☆ حضرت عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا نسب والد کی بجائے والدہ کی طرف منسوب ہے۔
- ☆ حضرت عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے صحاح ستہ میں یہی ایک حدیث مروی ہے۔
- ☆ حضرت عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے بھائی شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی والدہ کی طرف منسوب مشہور ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر تا ایک دفعہ اور عن چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

خروج علينا: آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف فرما ہوئے۔

كهيئة الدرقة: ڈھال جیسی کوئی چیز۔

فقال بعض القوم: قوم میں سے بعض نے کہا۔

يبول كما تبول المرأة: عورت کی طرح پیشاب کرتے ہیں۔

ما اصاب: جو پہنچا۔

صاحب بنی اسرائیل: بنی اسرائیل کا ایک شخص

قرضوة بالمقاريض: وہ اس حصہ کو قینچیوں سے کاٹ دیتے تھے۔

لعذب في قبره: وہ قبر میں عذاب دیا گیا۔

۹۔ مسائل و نصاب:

☆ صاحب بنی اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام اس لئے ذکر نہیں کیا، کیونکہ عرب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لقب سے مشہور تھے۔ (۱)

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو پیشاب کے قطروں سے بچنے کا حکم دیا تھا، لیکن وہ نہر کے اور اس میں بتلا رہے اور بچنے کی کوشش نہ کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان کو قبروں میں عذاب دیا۔ (۲)

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ڈھال تعلیم امت کے لئے استعمال کی اور اپنے لوگوں کے درمیان ستر کے طور پر رکھی۔ (۳)

☆ حضرت عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ بطور مذاق یا بطور شان میں گستاخی کی وجہ سے نہ تھا، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قسم کی غلطی سے مبرا ہیں۔ (۴)

☆ دونوں حضرات کا یہ قول یا تو غیر ارادی طور پر تھا، یا تعجب کے طور پر تھا، یا پھر اس فعل کے استفسار کے طور پر تھا۔ (۵)

☆ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اچھے انداز اور دلائل سے مسئلہ سمجھایا۔ (۶)

۱۔ شرح سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۲۵ - ۲ - ایضاً - ۳ - بذل الجہود، ج ۱، ص ۷۴

۲۔ شرح سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۲۵ - ۵ - ایضاً - ۶ - ایضاً

☆ درقتہ سے مراد چڑے کی وہ ڈھال ہے جس میں نہ لکڑی ہو اور نہ ہی پشتہ ہو۔ (۱)

☆ بنی اسرائیل کے لئے ان کی شریعت کا یہ حکم تھا کہ اگر پیشاب کے قطرے جسم پر لگ جائیں تو جسم کا وہ حصہ کاٹ دیا جاتا تھا۔ (۲)

☆ بنی اسرائیل کا وہ شخص جس نے پیشاب کی وجہ سے اپنا جسم کاٹنے سے انکار کر دیا تھا، اس کو اللہ تعالیٰ ﷻ نے قبر میں عذاب میں

بتلا کیا۔ (۳)

☆ آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو پیشاب کے قطروں سے نہیں بچے گا، ہو سکتا ہے اسے بھی بنی اسرائیل کے اس

شخص کی طرح عذاب دیا جائے گا، اس لئے آپ نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی۔ (۴)

☆ عربوں میں کھڑے ہو کر اور بغیر ستر کا اہتمام کیے پیشاب کرنے کا رواج تھا، اس لئے عربوں کی عادت معروضہ کے برعکس دیکھ کر

دونوں صحابہ سے کلمات تعجب نکلے۔ (۵)

☆ کاٹنے سے مراد کپڑے کا کاٹنا بھی ہو سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں کپڑے کے پاک ہونے کے لئے اس کا کاٹنا ہی شرط ہو

اور جسم کے کاٹنے کا معنی مراد لینا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ ایک انسانی انتہائی تکلیف دہ امر ہے اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے، جسم کو

کاٹنے کی تکلیف تو قتل سے بھی زیادہ ہوتی ہے، اس لئے یہاں پر کاٹنے سے مراد کپڑے کا کاٹنا جانا مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔ (۶)

☆ مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق فی سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں اسی مفہوم کی ایک روایت اس کی شاہد

ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ اس کی بابت لکھتے ہیں کہ مذکورہ روایت موقوفاً صحیح ہے، البتہ موصولاً صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے۔ بہر حال مذکورہ بحث سے

یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ روایت صحیح، قابل عمل اور قابل حجت ہے۔ واللہ اعلم۔ (۷)

☆ ”جیسے عورت پیشاب کرتی ہے۔“ یہ تشبیہ بیٹھ کر پیشاب کرنے میں ہو سکتی ہے اور پردے میں بھی۔ بعض کا یہ کہنا ہے کہ یہ الفاظ کہنے والا

شخص آپ ﷺ کا تربیت یافتہ نہ ہوگا، بلکہ کوئی غیر مسلم ہوگا یا منافق یا نو مسلم، کیونکہ بعض احادیث سے پتا چلتا ہے کہ یہ بات کہنے والا مسلمان تھا۔

بلکہ بعض احادیث سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں کی تھی۔ (۸) اور اس کا مقصد قطعاً آپ کی تحقیر یا نعوذ باللہ آپ کی

ہتک نہ تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، صحیح بات یہ ہے کہ بول و براز کے آداب تو آپ ﷺ نے سکھلائے ہیں۔ اسلام نے

ان آداب کو خوب بیان کیا ہے، جبکہ زمانہ جاہلیت میں ان آداب قضائے حاجت کی چنداں پروا نہ تھی۔ اوٹ اور پردے کا بھی اہتمام نہ کرتے

تھے۔ کھڑے ہو کر ایک دوسرے کے سامنے ہی پیشاب کر لیتے تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی ماحول میں پلے بڑھے تھے تو شروع شروع میں

آپ کو اس انداز میں پیشاب کرتے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا اور تعجب سے یہ بات کہی کہ ایسے تو عورت پیشاب کرتی ہے۔ مرد تو مرد ہی ہوتے ہیں۔

انہیں اس اوٹ اور پھر بیٹھ کر پیشاب کرنے کی کیا ضرورت؟ بہر حال بعد میں جب آپ ﷺ نے ان کی اسلامی تربیت فرمائی تو جاہلیت کے یہ تمام

طور طریقے اور عادات ختم ہو گئیں۔ (۹)

۱-	القاموس الوحید، د، ۵۱۷	۲-	عون المعبود، ج ۱، ص ۲۷	۳-	ایضاً
۲-	ایضاً	۵-	بذل المجہود، ج ۱، ص ۷۵	۶-	ایضاً
۷-	سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۰۶	۸-	فتح الباری، ج ۱، ص ۳۲۸		
۹-	سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۰۷				

☆ ”تینچی سے کاٹتے۔“ اس سے مراد کپڑا ہے، جسے پیشاب لگ جاتا تھا نہ کہ جسم، کیونکہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے، یعنی ناقابل عمل چیز ہے، ورنہ بول و براز تو نکلتے ہی جسم سے ہیں اور لامحالہ جسم کو لگتے ہیں، تبھی استنجا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی بابت مزید تحقیق کچھ اس طرح سے ہے کہ ابو داؤد کی ایک روایت میں (جلد) چمڑے کے الفاظ ہیں، اور ابو داؤد ہی کی ایک دوسری روایت میں (جسد) جسم کا ذکر ہے۔ جسد کے لفظ کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے منکر قرار دیا ہے، اور جلد سے مراد چمڑے کا لباس ہے جو پہنا جاتا ہے۔ اس طرح کاٹی جانے والی چیز جسم کا حصہ نہیں بلکہ لباس (کپڑا یا چمڑا) ہوتا تھا، جسے پیشاب لگ جاتا تھا۔ صحیح بخاری کی روایت سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ اس روایت کے الفاظ ہیں۔ (اذا أصاب ثوب احدہم قرصہ) (۱) ”جب ان میں سے کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اسے کاٹ دیتے۔“ (۲)

۱۰۔ خلاصہ:

☆ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔

☆ عربوں میں مرد کھڑے ہو کر اور پردے کا اہتمام کیے بغیر پیشاب کرتے تھے۔

☆ حضرت عبدالرحمن بن حنظلہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا کلام استہزاء یا استخفاف کے لئے نہیں تھا، کیونکہ یہ دونوں صحابی ہیں، اور صحابی ایسے کلام سے مبرا ہیں۔

☆ دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کا کلام بطور تعجب، غیر ارادی یا پھر استفسار کے طور پر تھا۔

☆ بنی اسرائیل کی شریعت میں طہارت کے لئے پیشاب لگنے کی جگہ سے کپڑے کا کاٹنا لازم تھا۔

☆ پیشاب کے قطروں سے بچنا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔

☆ آپ نے پیشاب سے نہ بچنے والوں کے لئے سخت تنبیہ فرمائی۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب برحق ہے۔

☆ حدیث مبارکہ سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی امتوں اور قبر کے حالات کا علم عطا کیا گیا ہے۔

☆ اس قصہ سے انفرادی زندگی کے لئے دوراہنما اصول ملتے ہیں، جن پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لئے از حد ضروری ہے۔:

۱۔ کھڑے کھڑے پیشاب کرنا انتہائی معیوب فعل ہے۔ ہمارے زمانے میں بھی اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے، بلکہ پینٹ کوٹ، یا اسی طرح کے دیگر تنگ کپڑے پہننے والے تو اس کا اکثر اوقات خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح اکثر پبلک مقامات پر کھڑے کھڑے پیشاب کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس حدیث مبارکہ کی رو سے ان کے لئے سخت وعید ہے۔ اس قبیح امر سے ہم سب کو بچنا چاہیے۔

۲۔ پیشاب کرنے کے لئے خواہ مرد ہوں یا عورتیں، تمام کو پردے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، یہ اسلام کی روح ہے اور ہر مسلمان کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہر کسی کو انفرادی طور پر اس کا خیال کرنا چاہیے۔

۲۷۔ باب التَّنَزُّهِ عَنِ الْبَوْلِ

پیشاب سے بچنا

اس باب میں پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے اور نہ بچنے کی صورت میں عذاب کی وعید کا بیان ہے، جبکہ پچھلے باب میں احتیاط اور پردے

کے اہتمام کے ساتھ پیشاب کرنے کا بیان تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: ان کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور ان کو کسی بھاری کام کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، اس قبر والا پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچتا تھا، اور اس قبر والا چغل خور تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی تازہ شاخ منگوا کر اسے دو حصوں میں چیرا، اور ہر ایک کی قبر پر ایک ایک شاخ گاڑ دی، اور فرمایا: امید ہے جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں گی، اس وقت تک ان دونوں سے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔

۳۱۔ أَخْبَرَنَا هِنَادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ وَكَيْعٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُهُ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ: "إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَيْبِرٍ: أَمَّا هَذَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنْ بَوْلِهِ، وَأَمَّا هَذَا فَإِنَّهُ كَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ دَعَا بِصَيْبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِالنَّيْنِ فَرَسَّ عَلَى هَذَا وَاجِدًا وَعَلَى هَذَا وَاجِدًا ثُمَّ قَالَ: لَعَلَّهُ يَخْفَفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسُ خَالَفَهُ مَنصُورٌ، رَوَاهُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَذْكُرْ طَاوُسًا

وضاحت:

اس سند کے بیان میں حضرت منصور رضی اللہ عنہ نے حضرت اعمش رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہے، اور سند مجاہد عن ابن عباس بیان کی ہے، حضرت طاووس رضی اللہ عنہ کا درمیان میں نام ذکر نہیں کیا۔

۱۔ اطراف:

بخاری، ۲۱۸، ۱۳۶۱، ۱۳۷۸، ۶۰۵۲، ۶۰۵۵، ۲۹۲، ابوداؤد: ۲۰، ترمذی: ۷۰، ابن ماجہ: ۳۳۷، احمد: ۱۹۸۰، السنن الکبریٰ: ۲۱۹۶، ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۱۲۲، ج ۳، ص ۳۷۵، سنن دارمی: ۷۳۹، سنن بیہقی: ج ۲، ص ۴۱۲، صحیح ابن خزمیہ: ۵۶، شرح السنۃ: ۱۸۳

۲۔ مطابقت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قبروں والوں میں سے ایک کو عذاب کا سبب یہ بیان فرمایا: یہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا، یہی جملہ باب سے مطابقت رکھتا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ ہناد بن السری: راجع: ۲۵ ۲۔ وکیع: راجع: ۲۵ ۳۔ الاعمش: راجع: ۳۰

۴۔ مجاہد:

آپ کا نام ابوالحجاج مجاہد بن جبر مخزومی مکی (م: ۱۰۱-۱۰۴ھ) ہے۔ آپ روایۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، عالم، کثیر الحدیث راوی

ہیں، آپ تفسیر و علم کے امام تھے۔ آپ نے تریا سی سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)۔ طاؤس:

آپ کا نام ابو عبد الرحمن طاؤس بن کیسان یمانی جندی حمیری فارسی (م: ۱۰۶ھ) ہے۔ بعض نے آپ کا نام ذکوان ذکر کیا ہے، جبکہ طاؤس آپ کا لقب ہے۔ آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، فاضل راوی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: طاؤس جنتی لوگوں میں سے ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)۔ ابن عباس:

آپ کا اسم مبارک ابو عباس عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف رضی اللہ عنہ (م: ۶۸ھ) ہے، آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیم قرآن کی دعا دی، آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد تھے، حمر الامہ، بحر العلوم، ترجمان القرآن اور فقہیہ امت آپ کے القابات تھے، آپ فقہاء عبادلہ اربعہ صحابہ میں سے ایک ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر آپ سے مشورہ طلب فرماتے تھے، آپ مکہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں، البتہ مسند احمد بن حنبل میں روایات کی تعداد ایک ہزار چھ سو چھیانوے (۱۶۹۶) ہے۔ جن میں سے کچھ متفق علیہ، اٹھائیس میں امام بخاری اور انچاس میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ نے پچیس احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہیں۔ مرسل صحابہ کے قبول پر امت کا اجماع ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے طائف میں وفات پائی اور امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۳)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، متفق علیہ ہے اور آئمہ صحاح ستہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث سداہیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ سداہیات کے اعتبار سے یہ بارہویں (۱۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ، اجل، آئمہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی کوفی، چوتھا کئی، پانچواں یمینی اور حضرت عبد اللہ بن عباس کئی، مدنی، بصری، طائفی ہیں۔
- ☆ اس سند میں تین تابعین (اعمش، مجاہد، طاؤس) نے ایک دوسرے سے روایت بیان کی ہے۔
- ☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فقہاء عبادلہ صحابہ اور مکہ میں رواۃ صحابہ میں سے ہیں۔
- ☆ مخالفہ کہہ کر مصنف نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کا ایک طریق منصور عن مجاہد عن ابن عباس بھی ہے۔ اس کے درمیان میں طاؤس نہیں ہیں۔ اس طریق سے یہ سند خماسی ہوگی۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، سمعت ایک ایک دفعہ اور عن عن چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ تاریخ الدومی، ج ۲، ص ۲۳۹

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۶۶

۲۔ البحر والتحدیل، ج ۴، ص ۵۰۰

ii۔ اشقات، ج ۴، ص ۳۹۱

۳۔ اسعد الخلیفہ، ج ۳، ص ۱۹۲

ii۔ الاصلیہ، ج ۲، ص ۲۷۸۱

۶۔ لغات:

- مدر: آپ ﷺ گزرے۔
 یعدبان: وہ دونوں عذاب دیئے جا رہے ہیں۔
 کان لا یستنزه: وہ نہیں بچتا تھا۔
 عسیب رطب: کھجور کی تازہ شاخ۔
 فغرس: آپ ﷺ نے گاڑ دیا۔
 کم یبسا: جب تک وہ دونوں خشک نہیں ہوتیں۔
 قبرین: دو قبریں۔ میت کے دفن ہونے کی جگہ۔
 فی کبیر: دشوار یا بھاری کام۔
 کان یمشی بالنمیمۃ: چغل خوری کرتا تھا۔
 فشقہ، ثنین: آپ ﷺ نے چیر کر دو حصے کئے۔
 یخصف: ہلکا کیا جائے گا۔

۷۔ مسائل و نصائح:

- ☆ پیشاب سے نہ بچنا اس لئے کبیرہ گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے نماز کا باطل ہونا لازم آتا ہے، اور چغلی کرنا اس لئے گناہ کبیرہ ہے کہ چغلی کی تعریف ہے۔ نقل کلام بعض الی بعض علی جہۃ الافساد
- ☆ فساڈالنے کے لئے بعض کا کلام بعض کو پہنچانا۔
- ☆ جو چیز فتنہ اور فساد کا باعث ہو اس کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے۔
- ☆ اب سوال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو کسی کبیرہ کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا، حالانکہ یہ گناہ کبیرہ ہیں، اس کے دو جواب ہیں: ایک یہ کہ ان کے زعم میں یہ گناہ کبیرہ نہ تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ کبیرہ سے گناہ کبیرہ مراد نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ ان گناہوں سے بچنا ان کے لئے کوئی بڑا اور دشوار کام نہ تھا۔ (۱)
- ☆ گناہ کبیرہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر حد لازم ہو، دوسری تعریف یہ ہے: کہ جس کام کے ارتکاب پر وعید شدید ہو، وہ گناہ کبیرہ ہے، اور صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ حدیث میں ہے لا صغیرۃ مع الاصرار "اصرار کے ساتھ گناہ صغیرہ نہیں ہوتا" (۲)
- ☆ صرح العلامة ابن نجیم فی رسالته المؤلفته فی بیان المعاصی بان کل مکروه تحریم من الصنعائر و صرح ایضاً بانہم شرطوا لاسقاط العداۃ بالصغیرۃ لادمان علیہا۔ (۳)
- ☆ علامہ ابن نجیم نے گناہوں کے بیان میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے، اس میں ہے: ہر مکروه تحریمی گناہ صغیرہ ہے، اور گناہ صغیرہ پر دوام کرنا گناہ کبیرہ ہے، اس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔
- ☆ اس کا حاصل یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے، اور واجب کا ترک اور مکروه تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے، اور صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ ہے، اصرار کا مطلب یہ ہے کہ بار بار صغیرہ کرے اور اس پر نادم اور تائب نہ ہو، صغیرہ پر اصرار اس لئے کبیرہ ہے کہ گناہ کرنے والا معصیت پر جرأت اور دلیری کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا، اور معصیت پر جرأت کرنا، اس کو معمولی سمجھنا اور توبہ نہ کرنا، یہ گناہ کبیرہ ہے، وگرنہ اگر صغیرہ کا تکرار ہو تو یہ گناہ کبیرہ نہیں ہے، تکرار کا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ پر نادم اور تائب ہو، اور پھر دوبارہ صغیرہ کا ارتکاب کرے، اور پھر اس پر نادم اور تائب ہو

یہ تکرار معصیت ہے، اصرار معصیت نہیں ہے، مجھ سے ایک بار ایک علمی مجلس میں ایک عالم نے سوال کیا تھا: کہ صغیرہ کے بعد صغیرہ کرنا اسی درجہ کی معصیت ہے، یہ کبیرہ کیوں ہوتا ہے، اس وقت میں نے تکرار معصیت اور اصرار معصیت کا یہ فرق بیان کیا تھا۔ (۱)

☆ اس حدیث میں ہے نبی ﷺ نے ایک سبز شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کو ان قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی، ان سے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

☆ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ: عذاب میں تخفیف کی وجہ، ہو سکتا ہے نبی ﷺ کے شاخ گاڑنے کی برکت کی وجہ سے ہو، اور اس کی وجہ شاخ کے سبز ہونے کی خصوصیت نہ ہو، علامہ نووی نے کہا یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے لئے تخفیف عذاب کی شفاعت کی تھی اور ان شاخوں کے سبز رہنے تک آپ کی شفاعت قبول کر لی گئی۔

☆ ایک قول یہ ہے کہ جب تک شاخ تر رہتی ہے تسبیح کرتی ہے اور جب سوکھ جاتی ہے تو تسبیح نہیں کرتی، اور قرآن مجید میں ہے:

ان من شئء الا یسبح بحمده (۲)

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

☆ اس کا معنی ہے ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ ﷻ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے، اور شاخ کی حیات اس وقت تک ہے، جب تک کہ وہ سرسبز اور تروتازہ ہو، اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے جب تک اس کو توڑا نہ جائے، لیکن محققین کا مذہب یہ ہے کہ یہ حمد اور تسبیح اپنے عموم پر ہے، اور ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے، بعض علماء نے یہ کہا: کہ ہر چیز کی تسبیح یہ ہے کہ اس کا وجود صانع کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

☆ اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے، کیونکہ جب شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف عذاب متوقع ہے، تو تلاوت قرآن کی وجہ سے تخفیف عذاب کی زیادہ توقع ہے، اگر یہ کہا جائے کہ جب ہر چیز کا تسبیح کرنا اپنے عموم پر ہے، تو اس حدیث میں تخفیف عذاب کو شاخ کے تر رہنے تک کیوں موقوف کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے: کہ اس کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ﷻ کو ہے جیسے جہنم کے فرشتوں کی تعداد کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ﷻ کو ہے۔ (۳)

☆ عذاب میں تخفیف کی وجہ اس شاخ کی تسبیح کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ نبی ﷺ کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے ہے (الی قولہ)، فتاویٰ ہندیہ میں مطالب المؤمنین سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے، اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ: علامہ عینی نے تصریح کی ہے کہ یہ عبث اور لغو ہے (جبکہ علامہ عینی نے اس کے برعکس لکھا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی نقل کیا ہے) (۴)

☆ قبروں پر پھول ڈالنے کے مسئلہ میں لوگوں نے غلو کیا ہے اور اس کو حنفیت کی علامت بنا دیا ہے، اور جو قبروں پر پھول نہیں ڈالتے، ان کو وہابیہ کہتے ہیں، تم غور کرو ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف کو نبی ﷺ کی شفاعت سے قرار دینا افضل ہے یا درخت کی تسبیح سے؟ اور اگر یہ لوگ اتباع حدیث کا دعویٰ کرتے ہیں تو قبر پر درخت کی شاخ لگائیں پھول کیوں ڈالتے ہیں؟ اور معذبین کی قبروں پر شاخ لگائیں نہ کہ مقربین کی قبروں پر، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حدیث کی ظاہر و باطناً اتباع کرتے تھے، سے منقول نہیں ہے کہ انہوں نے اس پر عمل کیا تھا۔ اگر اس میں کوئی فائدہ ہوتا تو

۱- شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۸۰-۹۸۱

۲- الاسراء، ۱۷: ۴۴

۳- عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۱۱۷

۴-

فیض الباری، ج ۱، ص ۳۱۱

وہ اس کو ترک نہ کرتے، اور یاد رہے کہ بعض اوقات بدعت کا مادہ اطاعت ہوتا ہے، لیکن اس کی اپنی طرف سے ایک خاص ہیئت بنالی جاتی ہے اور خود کو تشریح کے منصب پر فائز کر لیا جاتا ہے، یہ لوگ اس آیت کا مصداق ہیں:

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (۱)

وہ لوگ جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں گم ہو گئیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوئی تھی، تو اس قید کی کیا وجہ ہے کہ جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو عذاب میں تخفیف رہے گی، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ کی برکت کے اثر کی اتنی ہی مدت تھی جیسا کہ شیخ کشمیری نے لکھا ہے۔ (۲)

☆ نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں کی برکت کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا، لیکن نبی ﷺ کے اقوال کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع مطلقاً ثابت ہے، ماسوا ان کاموں کے، جو آپ ﷺ کی خصوصیت ہوں، اور خصوصیت کا معیار یہ ہے کہ جس کام سے آپ نے امت کو علی العموم منع فرمایا ہو، اور خود اس کام کو کیا ہو، جیسے بہ یک وقت چار سے زیادہ ازدواج کو نکاح میں رکھنا، آپ کی ازدواج سے آپ کے وصال کے بعد نکاح حرام ہونا اور آپ کے ترکہ میں وراثت کا نہ جاری ہونا وغیرہ وغیرہ۔ (۳)

☆ نبی کریم ﷺ نے درخت کی شاخ کو قبر پر گاڑنے سے منع نہیں فرمایا، اس لیے یہ فعل آپ کی خصوصیت نہیں ہے، اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد یہ فعل بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی تحقیق ہے۔

☆ امام بخاری ذکر کرتے ہیں:

واوصى بريدة الاسلمى ان يجعل في قبره جريدان - (۴)

حضرت بريدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں گاڑ دی جائیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

☆ حضرت بريدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا باسٹھ ہجری میں مرو میں انتقال ہوا تھا، اس میں حکمت یہ تھی کہ کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور نبی ﷺ کی اقتدا کی جائے، کیونکہ آپ ﷺ نے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے قبر پر رکھے تھے۔ (۵)

☆ علامہ بدرالدین عینی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہو گیا کہ مقبرین کی قبر پر بھی درخت کی شاخ رکھنا جائز ہے، کیونکہ امت میں صحابی رسول ﷺ سے بڑھ کر اور کون مقرب ہوگا، نیز جو عمل عام مسلمانوں کے لئے تخفیف عذاب کا باعث ہوتا ہے، مقبرین کے لئے وہ عمل ترقی درجات کا سبب ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس فعل کو رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت نہیں سمجھا تھا۔

☆ قبرستان سے سرسبز گھاس کا شاخروہ ہے، اور سوکھی ہوئی گھاس کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ البحر الرائق، درر وغرر اور شرح

۱- کہف ۱۸: ۱۰۴ - ۲- فیض الباری، ج ۱، ص ۳۱۱ - ۳- شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۸۳

۴- صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۸۱ - ۵- عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۱۸۲

المدیہ میں ہے، امداد میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تروتازہ گھاس اللہ تعالیٰ ﷻ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے، جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ ﷻ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے، قاضی خاں میں بھی اسی طرح لکھا ہے، (علامہ شامی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے: نبی کریم ﷺ نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کئے، اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیئے، جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا، اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا، یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے، کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے۔ اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے، ہمارے زمانہ میں آس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں، وہ اسی قیاس پر ہیں، فقہا شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے، اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی کریم ﷺ کی برکت اور آپ کی دعا سے حاصل ہوئی (یہ علامہ خطابی کا قول ہے) اس لئے دوسروں کا آپ پر قیاس نہیں ہوگا۔ حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ (۱)

☆ درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الی قولہ)، مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے: ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیا ہے، کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے، وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے، اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے، تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔ (۲)

☆ ومرثم افقی بعض الائمة من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الريحان والجريد سنة لهذا الحدیث: (۳) اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ درخت کی شاخوں اور پھولوں کو (قبر پر) رکھنے کا معمول اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔ اس کے بعد ملا علی قاری نے علامہ خطابی کے انکار کا رد کیا ہے۔

☆ وتمسک کنندایں جماعۃ باین حدیث در انداختن سبزه و گل رابر قبور (۴) جو لوگ زندہ چیز کی تسبیح کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے قبروں پر سبزه اور پھولوں کے ڈالنے پر استدلال کرتے ہیں۔

☆ وضع الورد والریاحین علی القبور حسن۔ (۵) پھولوں کا قبروں پر رکھنا مستحسن ہے۔

☆ وليس فی السياق ما یقطع علی انه با شر الوضع بیده الکریمۃ بل یحتمل ان یکون امر به وقد تاسی بریدۃ بن الحصیب الصحابی بدالك فاوصی ان یوضع علی قبره جرید تان وهو اولیٰ ان یتبع من غیره۔ (۶)

اس حدیث کے شروع میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے، جس سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے دست کریم سے ان شاخوں کو قبر پر رکھا تھا (حتیٰ کہ آپ کی خصوصیت کا دعویٰ کیا جائے)، بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے ان شاخوں کے رکھنے کا امر کیا ہو، اور حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ صحابی نے آپ ﷺ کی وصیت کی اتباع کی ہے، اور اپنی قبر پر شاخوں کے رکھنے کی وصیت کی، اور لوگوں کی بجائے حضرت

۱۔ رد المحتار، ج ۱، ص ۸۳۶-۸۳۷ ۲۔ حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۳۷۸ ۳۔ مرقات، ج ۱، ص ۳۵۱

۴۔ فتاویٰ عالمگیری، ج ۵، ص ۳۵۱ ۵۔ اشعۃ الممتع، ج ۱، ص ۲۰۰ ۶۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۳۲۰

بریدہ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرنا زیادہ مناسب ہے۔

- ☆ وکان بریدۃ حمل الحدیث علی عمومہ ولم یرہ خاصا بذینک الرجلین (۱)
حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا، اور اس عمل کو ان دو قبر والوں کے ساتھ مخصوص نہیں قرار دیا۔
- ☆ ایضاً وضع الجریدا لاخضر علی القبر وکذا الريحان ونحوہ من الشئی الرطب (۲)
قبر پر سبز شاخ رکھنا سنت ہے، اسی طرح پھولوں اور ہر تر چیز کا رکھنا سنت ہے۔

☆ قال: وقد قيل ان المعنى فيه انه يسبح مادام وطابا فيحصل التخفيف ببركة التسبيح وعلى هذا فيطرد في كل ما فيه رطوبة من الاشجار وغيرها وكذلك فيما فيه بركة كالذكر وتلاوة القرآن من باب الاولى۔ (۳)
علامہ خطابی نے لکھا ہے: کہ بے شک یہ بھی ایک قول ہے کہ شاخ جب تک تر ہوگی تسبیح کرتی رہے گی، اور تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی، اس بناء پر یہ حکم ہر اس چیز میں جاری ہوگا جس میں تراوٹ ہو، خواہ وہ درخت ہو یا غیر، اسی طرح جس چیز میں برکت ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن مجید، اور ان سے بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔

☆ وجرى عرف الناس في بعض البلاد ببسط الخوص على قبور الموتى فلعله استنانا بهذا الحديث (الی قوله) واوصى بریدۃ الا سلمی ان يجعل علی قبره جریدتان فلعله تیمنا بهذا الحديث وفعله صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۴)
قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے: کہ بعض شہروں میں یہ عرف ہے کہ قبروں پر کھجور کے پتے بچھاتے ہیں، ان کا یہ عمل اس حدیث کی بناء پر ہے، اور حضرت بریدہ سلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی: کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں، ان کا یہ عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور اس حدیث کی اتباع پر مبنی ہے۔

☆ قال الشافعية لا باس بتطيب القبر وقالوا ايضاً الحنابلة والحنيفة: ويندب ان يرش القبر بماء ويسن وضع الجریدا لاخضر والريحان ونحوہ من الشئی الرطب علی القبر۔ (۵)
فقہاء شافعیہ نے کہا ہے: کہ قبر پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز فقہاء شافعیہ حنبلیہ اور حنفیہ نے یہ کہا ہے: کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب ہے اور قبر پر سبز شاخ، پھول اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔

☆ الحمد للہ علی احسانہ مذاہب اربعہ کے فقہاء اور محدثین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا: کہ قبر پر سبز شاخوں اور پھولوں کا رکھنا سنت ہے، اور شیخ بدر عالم میرٹھی، شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ انور کشمیری کا اس فعل کو عبث اور بدعت کہنا صحیح نہیں ہے، نیز ان حضرات کا یہ کہنا بھی خلاف واقع ہے کہ صرف مقبرین کی قبروں پر پھول رکھے جاتے ہیں، اور عوام کی قبروں پر پھول نہیں رکھے جاتے، ہم نے عام مقبرستانوں میں متعدد عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے دیکھے ہیں، اب بھی کراچی کے کسی قبرستان میں آپ جمعرات کو یا شب برات کو چلے جائیں، تو بے شمار عوام کی قبروں پر پھول رکھے ہوئے نظر آئیں گے، اور جس طرح پھولوں کی تسبیح گنہ گاروں کے لئے رفع عذاب کا موجب ہے، اسی طرح وہ مقبرین کے لئے درجات کی بلندی کا سبب ہے، اسی لئے بلا وجہ مقبرین اور عباد صالحین سے عناد اور مسلمانوں سے سوء ظن رکھنا نہیں چاہیے۔ (۶)

۱۔ ایضاً، ج ۳، ص ۲۲۳	۲۔ مغنی المحتاج، ج ۱، ص ۳۶۴	۳۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۳۲۰
۲۔ اکمال اکمال العلم، ج ۲، ص ۷۳	۵۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱، ص ۵۳۰	۶۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹۸۵

☆ علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا مستحب ہے، کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے، تو قرآن مجید کی برکت اور اس سے توقع بہت زیادہ ہے، میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں۔

۱۔ امام ابو بکر سنجار نے کتاب السنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبروں کے درمیان سے گزرا، اور اس نے گیارہ مرتبہ قل هو اللہ احد (یعنی سورہ اخلاص) کو پڑھا، پھر اس کا اجر مردوں کو بخش دیا، تو اس کو ان تمام مردوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا۔

۲۔ اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: جو شخص قبرستان میں داخل ہوا، اور اس نے سورہ یسین کو پڑھا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

۳۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی، اور ان کی قبر کے پاس سورہ یسین کی تلاوت کی، اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

۴۔ امام ابو حفص بن شاہین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک بار یہ پڑھا۔ الحمد لله رب العلمین رب السموات ورب الارض رب العلمین وله الکبریاء فی السموات والارض وهو العزیز الحکیم لله رب السموات ورب الارض رب العلمین وله العظمتہ فی السموات والارض وهو العزیز الحکیم هو المملک رب السموات ورب الارض ورب العلمین وله النور فی السموات والارض وهو العزیز الحکیم۔ پھر یہ دعا کی اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کا ثواب میرے والدین کو عطا فرما، تو پھر اس کے والدین کا اس پر کوئی حق ادا نیکی نہیں رہے گا۔ (۱)

☆ علامہ نووی نے یہ کہا ہے، کہ امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کا ثواب مردے کو نہیں پہنچتا، یہ احادیث ان پر حجت ہیں لیکن علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دعا سے مردوں کو نفع ہوتا ہے، اور ان کو اس کا ثواب پہنچتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ۝ (۲)

وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب تعالیٰ جل جلالہ ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات اور احادیث مشہورہ ہیں، بعض احادیث یہ ہیں:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ: اہل بقیع غرقہ کی مغفرت فرما۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ: ہمارے زندوں اور ہمارے مردوں کی مغفرت فرما۔ نیز احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکیوں کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے۔

۳۔ امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد میں کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کا طریقہ یہ ہے، کہ تم اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے (نفل) روزے رکھو، اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے (نفل) صدقہ کرو۔

۲۔ کتاب القاضی میں امام ابو الحسین بن الفراء رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کریں، اور ان کی طرف سے حج کریں، اور ان کے لئے دعا کریں، تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کے پاس طباق پیش کیا جائے، تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا باپ فوت ہو گیا، کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں!

۴۔ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

۵۔ حدیث صحیح میں ہے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں فوت ہو گئی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں، تو کیا اس کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں!

☆ اگر یہ اعتراض ہو کہ قرآن مجید میں ہے:

وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (۱)

اور یہ کہ آدمی کو اسی چیز کا اجر ملتا ہے جس کی وہ (خود) سعی کرتا ہے۔

☆ تو اس آیت میں علماء کے آٹھ اقوال ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔ (۲)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی، ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے ماں باپ کی نیکیوں کی وجہ سے، ان کے مومن بچوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امتوں کے ساتھ خاص ہے، اور اس امت کو اس کی سعی کا اجر بھی ملتا ہے، اور ان کے لئے جو سعی کی جاتی ہے، اس کا اجر بھی ملتا ہے۔

۳۔ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے۔

۴۔ حضرت حسین بن فضل رضی اللہ عنہ نے کہا: بہ طریق عدل انسان کو صرف اپنی سعی کا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ اپنے فضل سے، اس کے لئے جو سعی کی جائے، اس کا بھی اجر عطا فرماتا ہے۔

۵۔ ابو بکر بن وراق نے کہا: سعی کا معنی ہے: مانوی، یعنی انسان کو صرف اسی کی نیت کا اجر ملتا ہے۔

۶۔ ثعلبی نے کہا: کافر کو اپنے اعمال کی صرف دنیا میں جزاء ملتی ہے، آخرت میں اس کے لئے صرف سزا ہے۔

۷۔ اس آیت میں لام بمعنی علی ہے یعنی انسان کو صرف اسی کے اعمال کی سزا ملتی ہے۔

۸۔ علامہ ابن الزغوانی نے کہا: انسان کو صرف اسی کے عمل کی جزا ملتی ہے، لیکن عمل کے اسباب مختلف ہوتے ہیں، کبھی وہ خود کسی چیز کو حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے، اور کبھی وہ کسی چیز کے حصول کے سبب کی سعی کرتا ہے، مثلاً وہ خود نیکیاں کرے یا وہ اپنے بیٹے کو قرآن پڑھنا سکھائے، اور وہ اس کے لئے قرآن پڑھے، یا دین کی خدمت کرے، جس کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کریں، اور اس کو ثواب پہنچائیں۔ (۱)

☆ اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے، اہل سنت کے نزدیک پورے جسم یا جسم کے کسی حصہ میں روح کے لوٹانے کے بعد، اس جسم کو عذاب دیا جاتا ہے۔

☆ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشاب مطلقاً نجس ہے، قلیل ہو یا کثیر۔

☆ استنجاء کرنا واجب ہے اور جس جگہ پیشاب لگ جائے اس کو دھونا واجب ہے۔

☆ چغلی کرنا حرام ہے، کیونکہ چغلی کرنے والے اور پیشاب کی نجاست سے نہ بچنے والے، دونوں کو عذاب ہوا۔

☆ دونوں قبر والوں کا نبی ﷺ نے نام نہیں لیا، تاکہ مرنے والوں کی پردہ دری نہ ہو۔

☆ یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، ان دو قبروں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس روایت میں عذاب کا سبب نہیں بیان فرمایا، اور اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی شفاعت کی اور آپ کی شفاعت ان کے حق میں مقبول ہوئی، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بیان ہے، کہ ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور اس میں شفاعت کا ذکر نہیں ہے۔

☆ ان قبر والوں کے مومن یا کافر ہونے میں اختلاف ہے، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کافر تھے، انہوں نے التریغ والترہیب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ بنو نجار کے دو آدمی تھے، جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مسلمان تھے، اگر یہ کافر ہوتے تو نبی کریم ﷺ ان کے لئے دعا نہ فرماتے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ انصار کی بنی ہوئی بعض نئی قبروں کے پاس سے گزرے، نیز یہ قبریں بقیع میں تھیں، اور بقیع مسلمانوں کا قبرستان ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک واقعہ کافروں کی قبروں کا ہو، اور دوسرا واقعہ مسلمانوں کی قبروں کا۔ (۲)

برزخ اور دنیا سے رسول اللہ ﷺ کا بہ یک وقت رابطہ:

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بتلا کر کہ: ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، یہ ظاہر فرما دیا کہ اگرچہ میں بظاہر عالم دنیا میں رہتا ہوں، لیکن عالم برزخ کے احوال بھی میری نظر سے اوجھل نہیں ہوتے، کیونکہ عذاب اور ثواب عالم برزخ میں ہوتا ہے، اور جب یہ فرمایا: کہ ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا، تو یہ ظاہر فرما دیا: کہ میں صرف عذاب کو نہیں دیکھ رہا، بلکہ میں ان کے سبب عذاب کو بھی جانتا ہوں، یا یہ بتلا دیا کہ میں صرف ان کے حال کو نہیں دیکھ رہا، بلکہ ان کے ماضی اور حال دونوں سے باخبر ہوں، اور جب شاخ کے ٹکڑے ان کی قبروں پر رکھ دیئے اور فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے، ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی، تو یہ ظاہر فرما دیا کہ میں صرف ان کے عذاب کو دیکھ ہی نہیں رہا، بلکہ ان سے اس عذاب کو دور بھی کر سکتا ہوں، نیز آپ ﷺ نے یہ بتلا دیا: کہ اے میرے غلامو! اچھی طرح جان لو کہ جب میں تمہارے درمیان رہ کر عالم برزخ سے غافل نہیں رہتا، تو عالم برزخ میں جا کر تمہارے احوال سے کیسے ناواقف ہو سکتا ہوں، اور جب تم میں رہ کر قبر والوں کی مدد کرتا ہوں، تو خوب سمجھ لو: میں قبر میں جا کر تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔

رسول اللہ ﷺ کا رابطہ ایک عالم میں رہتے ہوئے دوسرے عالم سے منقطع نہیں ہوتا، جب عالم نیند میں ہوں تو بیداری سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا (کیونکہ فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے)، اور جب عالم دنیا میں ہوں تو برزخ سے تعلق نہیں ٹوٹتا، اور جب برزخ میں ہوں تو دنیا سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا، بندوں میں رہ کر مولیٰ کو نہیں بھولے، اور شب معراج مولیٰ کے پاس جا کر بندوں کو نہیں بھولے۔ (۱)

☆ اس حدیث میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا، اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان میں سے ایک پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغلی کرتا تھا، اور یہ گناہ کبیرہ ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ واقع میں یہ گناہ کبیرہ تھے، لیکن ان کے نزدیک یہ کوئی بڑے گناہ نہیں تھے، جیسے قرآن مجید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے متعلق فرمایا:

وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ (۲)

تم اس تہمت کو معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ یہ اللہ کے نزدیک بہت سنگین بات ہے۔

☆ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ ان کو کسی ایسی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا تھا، جس سے بچنا ان کے لیے بہت مشکل اور دشوار ہو، بلکہ اس سے بچنا ان کے لیے بہت آسان تھا۔

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ پہلے آپ نے یہ فرمایا کہ ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ ان کو گناہ کبیرہ کے سبب سے عذاب ہو رہا تھا تو آپ نے پہلے کلام سے اضراب کر کے فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔ گویا اس بعد والے کلام سے پہلے کلام منسوخ ہو گیا۔ (۳)

☆ حافظ ابن حجر کا یہ کلام صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا اور خبر میں نسخ نہیں ہوتا۔ نسخ، حکم میں ہوتا ہے اور یہاں کوئی حکم نہیں ہے اور جب اس اعتراض کے دو قوی جواب ہیں، جن کا ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر اس فضول جواب کی کیا ضرورت ہے؟ نیز اس اعتراض کا یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو کسی بہت بڑے کبیرہ میں عذاب نہیں ہو رہا تھا، اگرچہ وہ فی نفسہ کبیرہ تھا۔

جن دو قبروں کو عذاب ہو رہا تھا، آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟

☆ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جن دو آدمیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا، آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟

ابوموسیٰ المدینی نے کہا: وہ کافر تھے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہنوا النجار کی دو قبروں کے پاس سے گزرے، جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے، آپ ﷺ نے ان کی آوازیں سنیں، ان کو پیشاب اور چغلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا، اس حدیث کو انہوں نے ابن لہیعہ از اسامہ بن زید، اپنی کتاب ”الترغیب والترہیب“ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔

بعض علماء نے کہا: وہ مسلمان تھے اور انہوں نے کہا: اس حدیث کی بعض سندوں سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی کریم ﷺ انصار کی بعض نئی قبروں کے پاس سے گزرے۔ الحدیث اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وہ قبر والے مسلمان تھے۔ (۱)

جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو، اس وقت تک عذاب میں تخفیف ہونے کی توجیہ:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے درخت کی شاخ منگائی، پھر اس کے دو ٹکڑے کیے، پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا اور فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے، شاید ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

☆ علامہ حمد بن محمد الخطابی لکھتے ہیں:

عذاب میں یہ تخفیف نبی ﷺ کے دست مبارک کے اثر کی وجہ سے تھی یا آپ نے ان کے عذاب میں تخفیف کی دعا کی تھی اور جب تک ان شاخوں میں نمی رہے گی، ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی، اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ تر شاخ اللہ تعالیٰ ﷻ کی تسبیح کرتی ہے اور خشک شاخ تسبیح نہیں کرتی، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ (۲) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

پس خشک شاخ بھی اللہ تعالیٰ ﷻ کی حمد اور اس کی تسبیح کرتی ہے، پھر تخفیف عذاب کی مدت شاخوں کے تر ہونے تک کیوں رکھی گئی؟ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ ﷻ کو یا اس کے رسول ﷺ ہی کو معلوم ہے، جیسے دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس ہے، اس کی وجہ اللہ تعالیٰ ﷻ ہی کو معلوم ہے۔ (۳)

تلاوت قرآن اور دیگر عبادات کے ایصالِ ثواب کا ثبوت:

علامہ عینی نے علامہ خطابی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے استحباب کی دلیل ہے، کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف کی امید ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے میت کے عذاب میں تخفیف کی زیادہ امید ہے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا یہ مسلک ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: امام ابو بکر انجارتے، کتاب السنن، میں روایت کیا ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان کے درمیان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ (سورہ) "قل هو اللہ احد" کو پڑھا، پھر اس کا ثواب اس قبرستان کے مردوں کو بخش دیا، تو اس شخص کو بھی اتنا اجر دیا جائے گا، جتنا اجر ان مردوں کو دیا جائے گا۔ (۴)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کے پاس ایس کی تلاوت کی، اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (۵)

- | | |
|--------------------------------------|------------------------------|
| ۱- عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۷۹ | ۲- بنی اسرائیل: ۴۴ |
| ۳- معالم السنن مع المنذری، ج ۱، ص ۲۷ | ۴- جمع الجوامع: ۲۳۱۵۲ |
| ۵- کنز العمال: ۳۵۲۸۶ | ii- الدر المنثور، ج ۷، ص ۳۷ |
| | iii- عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۷۶ |

☆ ایصال ثواب کے متعلق دلائل اور احادیث حسب ذیل ہیں:

شیخ ابن تیمیہ نے "لیس للانسان الا ماسعی" سے ایصال ثواب پر اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ میت کے لیے جو دعائیں کی جائیں یا ان کی طرف سے جو نیک اعمال کیے جائیں، ان سے میت کو نفع نہیں پہنچتا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (۱)

اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما، اور میرے والدین کے لیے اور مؤمنوں کے لیے جس دن حساب ہوگا۔

اور حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (۲)

اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما، اور میرے والدین کے لیے اور جو مؤمن میرے گھر داخل ہوا اور مؤمن مردوں اور مؤمن

عورتوں کے لیے۔

☆ یہ نبیوں اور رسولوں کی دعائیں اپنی امتوں اور مؤمنوں کے لیے ہیں اور ان کی یہ دعائیں انسان کے اعمال کا غیر ہیں اور ان کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے گا اور ان سے انسان کو نفع ہوگا اور اس کی مغفرت ہوگی۔

☆ سنن متواترہ سے دوسروں کے اعمال کا نفع آور ہونا ثابت ہے، جن کا انکار کفر ہے، مثلاً مسلمانوں کا میت کی نماز جنازہ پڑھنا اور نماز میں ان کے لیے دعا کرنا، اسی طرح قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کا شفاعت کرنا کیونکہ ان کے ثبوت میں احادیث متواترہ ہیں، بلکہ مرتکب کبائر کی شفاعت کا اہل بدعت کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا اور یہ ثابت ہے کہ آپ اہل کبائر کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت اللہ تعالیٰ ﷻ سے دعا اور اس سے سوال کرنا ہے، پس یہ امور اور ان کی امثال قرآن اور سنن متواترہ سے ثابت ہیں اور ایسی چیزوں کا منکر کافر ہے اور ایسی چیزیں احادیث صحیحہ سے بہ کثرت ثابت ہیں:

۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کہا: میری ماں کا انتقال ہو گیا، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ (۳)

۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو کچھ صدقہ کرتیں، پس اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو کیا اس سے ان کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (۴)

۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ میرا باپ فوت ہو گیا اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی، اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (۵)

۱- ابراہیم: ۳۱	۲- نوح: ۲۸		
۳- سنن ابوداؤد: ۲۸۸۲	ii- سنن ترمذی: ۶۶۹	iii- سنن نسائی: ۳۶۵۵	
۴- صحیح البخاری: ۱۳۸۸	ii- صحیح مسلم: ۱۰۰۳	۵- صحیح مسلم: ۱۶۳۰	ii- مجموع الفتاویٰ، ج ۲۳، ص ۱۷۰

☆ قبروں پر شاخ اور پھول وغیرہ رکھنے کا ثبوت:

اس حدیث میں دونوں قبروں پر درخت کی شاخ کے ٹکڑوں کے رکھنے کا ثبوت ہے، فقہاء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ قبر پر درخت کی شاخ، سبزہ اور پھول وغیرہ رکھنا جائز ہیں۔

☆ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کا ثنا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ ”البحر الرائق، درر غرر اور شرح المنیہ“ میں ہے ”امداد“ میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تروتازہ گھاس اللہ تعالیٰ ﷻ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے، جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ﷻ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ ”قاضی خاں“ میں بھی اسی طرح لکھا ہے، (علامہ شامی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اس کی دلیل وہ حدیث ہے، جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیئے، جس میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا، یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے، ہمارے زمانے میں آس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں، وہ اسی قیاس پر ہیں، فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی کریم ﷺ کی برکت اور آپ ﷺ کی دعا سے حاصل ہوئی، (یہ علامہ خطاب کا قول ہے) اس لئے دوسروں کا آپ پر قیاس نہیں ہوگا، حالانکہ ”صحیح بخاری“ میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی: کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ (۱)

☆ درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے، جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الی قولہ) ”مشکوٰۃ“ کی شرح میں لکھا ہے: ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض آئمہ نے فتویٰ دیا ہے: کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے، وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے، تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے (۲)

☆ صحیح مسلم کی حدیث: ۲۱۶ میں شاخ کے ٹکڑوں کو قبروں پر رکھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں ان کو قبروں پر گاڑنے کا ذکر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طرح جائز ہے، قبر پر ٹہنی کو رکھنا بھی اور ٹہنی کو گاڑنا بھی۔

☆ ہم علامہ شامی اور دیگر فقہاء کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ قبر پر درخت کی شاخ رکھنا اور سبزہ اور پھول رکھنا جائز ہے، کیونکہ اس کی اصل اس حدیث میں موجود ہے۔ تاہم حیرت ہوتی ہے کہ سید احمد رضا بخنوری نے لکھا ہے، کہ شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ انور شاہ کشمیری نے کہا ہے: کہ مزارات پر پھول وغیرہ چڑھانا، جو آج کل اہل بدعت نے رائج کر دیا ہے، یہ بدعت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کے غلط ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ فساق و فجار کی قبروں کے بجائے صالحین کی قبروں پر پھول چڑھائے جاتے ہیں۔ (۳)

۱۔ رد المحتار، ج ۳، ص ۱۴۵

۲۔ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح، ص ۳۷۸

۳۔ انوار الباری، ج ۸، ص ۲۳

☆ فقہاء کے علاوہ شارحین حدیث نے قبروں پر پھول چڑھانے کو جائز لکھا ہے، ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قبروں پر پھول رکھنے کی اس حدیث میں اصل اصیل ہے، اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس زمانہ میں قبروں پر پھول اور شاخ رکھنے کی عادت ہو گئی ہے، وہ اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔ (۱)

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

☆ ایک جماعت نے اس حدیث سے قبر پر سبزہ، پھول اور ریحان ڈالنے پر استدلال کیا ہے۔ (۲)

☆ ملا علی قاری اور علامہ طحاوی نے اس حدیث کی بناء پر قبروں پر پھول ڈالنے کو سنت لکھا ہے، اور علامہ شامی نے اس حدیث کی بناء پر قبروں پر پھول ڈالنے کو مستحب لکھا ہے۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں اس کو مستحسن لکھا ہے۔ (۳) علامہ شربنی شافعی من قرن العاشر نے بھی اس کو سنت لکھا ہے۔ (۴) ڈاکٹر وہب زحیلی نے بھی اس کو سنت لکھا ہے۔ (۵)

☆ عام مسلمان اپنے رشتہ داروں کی قبروں پر پھول اور سبزہ ڈالتے ہیں، اور ان میں اکثر بے عمل ہوتے ہیں، تاکہ ان پھولوں اور سبزہ کی تسبیح کی برکت سے ان کی مغفرت ہو جائے، اور رہا ان کا یہ کہنا کہ پھر صالحین کی قبروں پر کیوں پھول چڑھائے جاتے ہیں، انہیں تو مغفرت کی ضرورت نہیں ہے، یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے: نبی کریم ﷺ پر درود کیوں پڑھا جاتا ہے اور آپ ﷺ کے لئے رحمت کیوں طلب کی جاتی ہے، آپ تو خود رحمتہ للعالمین ﷺ ہیں، اور آپ کے لئے وسیلہ اور مقام محمود کی دعا کیوں کی جاتی ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ آپ کو مقام محمود پر مبعوث فرمائے گا، اس حوالے سے اس آیت میں غور کرنا چاہئے۔

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (۶) جو اللہ تعالیٰ ﷻ کے شعائر (نشانیوں) کی تعظیم کرے، تو یہ تعظیم دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

☆ اور نبی ﷺ اللہ تعالیٰ ﷻ کی سب سے بڑی نشانی ہیں اور اولیاء اللہ اور ان کے مزارات بھی شعائر اللہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ ﷻ کی نشانیوں سے ہیں اور ان کی تعظیم کرنا دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے، اور مزارات پر پھول ڈالنا، ان کی تعظیم کی وجہ سے ہے، اور اس لئے تاکہ پھولوں کی تسبیح کی وجہ سے ان کی نیکیوں اور ان کے درجات میں اضافہ ہو۔

☆ یہ حدیث بڑے معرکے کی ہے، اس سے بے شمار مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں۔ (۱) حضور ﷺ کی نگاہ کے لئے کوئی شے آٹھ نہیں، کھلی چھپی ہر چیز آپ پر ظاہر ہے، کہ عذاب قبر کے اندر ہے، حضور ﷺ قبر کے اوپر تشریف رکھتے ہیں، اور عذاب دیکھ رہے ہیں۔ (۲) حضور ﷺ خلقت کے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں، کہ کون کیا کر رہا ہے، اور یہ کیا کرتا تھا، فرمادیا: کہ ایک چغلی کرتا تھا اور ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ (۳) گناہ صغیرہ پر حشر و قبر میں عذاب ہو سکتا ہے، دیکھو چغلی وغیرہ گناہ صغیرہ ہیں، مگر عذاب ہو رہا ہے۔ (۴) حضور ﷺ ہر گناہ کا علاج بھی جانتے ہیں، دیکھو قبر پر شاخیں لگائیں، تاکہ عذاب ہلکا ہو۔ (۵) قبروں پر سبزہ، پھول، ہار وغیرہ ڈالنا سنت سے ثابت ہے، کہ اس کی تسبیح سے مردے کو راحت ہے۔ (۶) قبر پر قرآن پاک کی تلاوت، وہاں حافظ بٹھانا بہت اچھا ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے، تو انسان

۱۔	مرقاۃ المفاتیح، ج ۱، ص ۵۹	۲۔	اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۲۱۵	۳۔	فتاویٰ عالمگیری، ج ۵، ص ۳۵۱
۲۔	معنی المحتاج، ج ۱، ص ۳۶۴	۴۔	الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱، ص ۵۳۰	۵۔	الحج ۳۲: ۲۲

کے ذکر سے ضرور ہلکا ہوگا، اشعثہ الممعات نے جامع الاصول سے روایت کی کہ حضرت بزیذہ صحابی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی: میری قبر میں دو ہری شاخیں ڈال دی جائیں، تاکہ نجات نصیب ہو۔ (۷) اگرچہ ہر خشک چیز تسبیح پڑھتی ہے مگر بزرے کی تسبیح سے مردے کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ ایسے ہی بے دین کی تلاوت قرآن کا کوئی فائدہ نہیں، اس میں کفر کی خشکی ہے۔ مومن کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری ہے۔ (۸) گنہگاروں کی قبر پر سبزہ عذاب ہلکا کرے گا، بزرگوں کی قبروں پر سبزہ مدفون کا ثواب و درجہ بڑھائے گا، جیسے مسجد کے قدم وغیرہ۔ (۹) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جس سے بچنا واجب، دیکھو اونٹ کا چرواہا اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا۔ (۱۰) خشک نہ ہونے کی قید سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ تاثیر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف کی نہ تھی، ہم بھی قبر پر سبزہ ڈالیں تو یہی تاثیر ہوگی۔ (۱۱) بزرگوں کے قبرستان میں قدم رکھنے کی برکت سے، وہاں عذاب اٹھ جاتا ہے، یا کم ہو جاتا ہے۔ (۱)

۸۔ خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں چند مسائل میں رہنمائی ملتی ہے۔

- ☆ اپنے جسم اور کپڑوں کو پیشاب کے قطروں اور چھینٹوں سے ہر حال میں بچانا چاہیے، اس سے نہ بچنا موجب عذاب ہے۔
- ☆ چغلی معاشرے کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے، اسی لئے اسلام نے اس سے بچنا لازم قرار دیا ہے، اس سے گھر اور معاشرے تباہ ہو جاتے ہیں، اس لئے اسے حرام قرار دیا ہے، یہ بھی گناہ کبیرہ اور موجب عذاب ہے، ایک مسلمان کے لئے چغلی سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ ﷻ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماقبل، عالم بزرخ اور مابعد کے حالات کا علم عطا فرمایا ہے۔
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تازہ ٹہنیوں رکھنے سے عذاب میں تخفیف ہوئی، اس حدیث مبارکہ سے فقہاء کرام نے قبروں پر شاخیں اور پھول رکھنے کے جواز کا استنباط کیا ہے۔
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل سے اہل قبر کو فائدہ ہوا، اس سے فقہاء کرام نے فوت شدہ کے لئے ایصال ثواب کا استنباط کیا ہے۔
- ☆ ذکر اور تلاوت قرآن مجید کا فائدہ ہونا زیادہ اولیٰ اور اشہب ہے، اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باقاعدہ ان امور کی وصیت کی۔ (۲)
- ☆ عذاب قبر برحق ہے۔

برتن میں پیشاب کرنا

۲۸۔ باب الْبُولِ فِي الْإِنَاءِ

اس باب میں گھر اور مکان کے اندر برتن میں پیشاب کرنے کا بیان ہے، اس سے پہلے باب میں پیشاب کے قطروں سے بچنے کا بیان

تھا، اس طرح ان دونوں ابواب میں پیشاب سے بچنے اور پیشاب کرنے کا بیان ہے۔

۳۲۔ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَزَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرْتَنِي حَكِيمَةُ بِنْتُ أُمِّمَةَ، عَنْ أُمِّهَا أُمِّمَةَ لکڑی کا ایک پیالہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کے وقت) اس میں پیشاب بِنْتُ رُقَيْقَةَ قَالَتْ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْحٌ مِنْ عِيدَانٍ يَبُولُ فِيهِ، وَيَضَعُهُ تَحْتَ السَّرِيرِ کرتے، اور اسے چار پائی کے نیچے رکھ دیتے۔

عِيدَانٍ يَبُولُ فِيهِ، وَيَضَعُهُ تَحْتَ السَّرِيرِ

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۳۲، ابن حبان: ۱۴۱، حاکم: ۶۱۰، السنن الکبریٰ: ۳۴، السنن الکبریٰ (بیہقی): ج ۱، ص ۹۹، السنن الکبیر (طبرانی): ج ۱۴، ص ۴۷۷،

شرح السنۃ: ۱۹۴، حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۶۲

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کا یہ حصہ: جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیالے میں پیشاب کرتے، باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ ایوب بن محمد الوزان:

آپ کا نام ابو محمد ایوب بن محمد بن زیاد وزان رقی (م: ۲۴۹ھ) ہے، آپ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں، آپ رواد کے دسویں طبقہ سے ثقہ

راوی ہیں۔ امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہم آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ حجاج:

آپ کا نام ابو محمد حجاج بن محمد مولیٰ سلیمان بن جالد ترمذی بغدادی مصیسی (م: ۲۰۶ھ) ہے، آپ رواد کے نویں طبقہ سے ثقہ ثابت راوی

ہیں، آخری عمر میں بغداد آنے کے بعد اختلاط واقع ہو گیا تھا۔ امام ابوداؤد، ابن مدینی، نسائی، عجل، ابن قانع، سلمہ بن قاسم اور ابن حبان رضی اللہ عنہم نے

آپ کو ثقہ قرار دیا ہے، امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے پچاس ہزار احادیث لکھی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے

روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ ابن جریج:

آپ کا نام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج اموی مکی (م: ۱۵۰ھ) ہے، آپ رواد کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، فاضل راوی ہیں، البتہ

i- میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۹۲

ii- تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۶

i- طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۳۳۳

ii- الثقات، ج ۸، ص ۲۰۱

مدلس اور مرسل روایات کرتے ہیں، ابن حبان اور امام عجلی نے ثقہ قرار دیا ہے، آپ نے ستر سال سے زائد کی عمر پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ حکیمہ بنت امیمہ:

آپ کا نام حکیمہ بنت امیمہ بنت رقیقہ (اسم تصغیر) ہے، آپ کے والد کا نام حکیم ہے، علامہ ذہبی فرماتے ہیں: انہوں نے صرف اپنی والدہ سے ہی روایت کی ہے اور ان سے صرف ابن جریج نے روایت کی ہے۔ آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ تابعیہ راویہ ہیں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ امیمہ بنت رقیقہ:

آپ کا نام امیمہ بنت رقیقہ بنت عبداللہ بن بجاہ تمیمی رضی اللہ عنہما ہے۔ ایک قول کے مطابق آپ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بھانجی ہیں، آپ صحابیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت امیمہ بنت رقیقہ ثقفیہ رضی اللہ عنہما آپ کے علاوہ ہیں، آپ سے دو احادیث مروی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث اور طرق سے بھی مروی ہے، اس حدیث کو امام حاکم اور ابن حبان نے صحیح جبکہ علامہ نووی، ابن حجر عسقلانی اور علامہ مناوی نے حسن قرار دیا ہے۔ (۴) امام ابوداؤد اور علامہ منذری نے سکوت اختیار کیا ہے۔ (۵)

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ ستر ہویں (۱۷) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ حکیمہ بنت امیمہ کو بعض نے غیر معروف لکھا ہے۔
- ☆ سند کی آخری دور راوی عورتیں ہیں۔
- ☆ یہ روایت بیٹی (حکیمہ) کی اپنی ماں (امیمہ) سے روایت ہے۔
- ☆ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں اور ان سے صرف دو احادیث مروی ہیں۔
- ☆ حضرت امیمہ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بھانجی ہیں۔
- ☆ سند میں پہلے راوی رقی، دوسرے بغدادی، تیسرے مکی اور آخری دور روایات مدنیہ ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر دو دفعہ، حدث، قال اور عن عن ایک ایک دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔	۱۔ تاریخ الدوری، ص ۱۰	۱۔	۱۔ الثقات، ج ۷، ص ۹۳	۱۔	۱۔ تاریخ الثقات، ص ۳۱۱
۲۔	۱۔ الثقات، ج ۴، ص ۱۹۵	۲۔	۱۔ المنہل، ج ۱، ص ۹۵	۲۔	۱۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۵۲۰
۳۔	۱۔ تحفۃ الاشراف، ج ۱۱، ص ۸۶۲	۳۔	۱۔ المنہل العذب، ج ۱، ص ۹۷	۳۔	۱۔ المنہل العذب، ج ۱، ص ۹۷
۴۔	۱۔ فیض القدر، ج ۱، ص ۱۷۸	۴۔		۴۔	
۵۔	ذخیرۃ العقبی، ج ۱، ص ۵۲۸	۵۔		۵۔	

۶۔ لغات:

قدح: پیالہ۔ برتن

عیدان: ایسا پیالہ جو کھجور کے تنے کو چھیل کر بنایا گیا ہو۔

السریور: تخت۔ چارپائی۔

۷۔ مسائل و نصائح:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث مختصر ہے، البتہ اسی مفہوم کی دو اور احادیث امام بیہقی، دارقطنی، امام طبرانی، ابو نعیم اور دیگر نے روایت کی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار ہوئے اور گھر کے کونے میں موجود برتن میں پیشاب کیا۔ میں رات کو بیدار ہوئی تو مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی، میں نے اس برتن سے پی لیا، مجھے اس کا پتہ نہ تھا، جب صبح ہوئی تو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ایمن! اٹھو! اور جو اس برتن میں ہے، اسے گرا دو۔ میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عزت کی قسم: اس برتن میں جو تھا، وہ میں نے پی لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے، یہاں تک کہ آپ کی چھلی داڑھیں نظر آنے لگیں، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قسم! اس کی برکت سے کبھی تمہیں پیٹ کی بیماری نہ ہوگی۔ (۱)

۲۔ حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑی کے پیالے میں پیشاب کیا اور اسے چارپائی کے نیچے رکھ دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو دیکھا کہ پیالہ خالی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت برکت حبشیہ سے پوچھا: (حضرت برکت حبشیہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی کنیرہ ہے) پیالے میں جو پیشاب تھا، وہ کدھر ہے؟ اس نے عرض کی: وہ میں نے پی لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام یوسف (ام یوسف، برکت حبشیہ کی کنیت تھی) تمہیں کوئی بیماری نہ ہوگی، پس حضرت برکت حبشیہ فوت ہونے تک مرض وصال کے علاوہ کسی بیماری میں مبتلا نہ ہوئیں۔ (۲)

☆ علماء سلف و خلف نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھیں، اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منی طاہر تھی، اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم باقی مکلفین کی طرح ہے، ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں، اور آئمہ نے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا ہے، اور بہت سی کتب میں اس کے خلاف جو لکھا ہے اس کی طرف بالکل التفات نہ کیا جائے، کیونکہ تمام آئمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔ (۳)

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ انسان کا بال جب اس کے جسم سے الگ ہو جائے، تو وہ نجس ہے اور اگر وہ بال پانی میں گر جائے پانی بھی نجس ہو جاتا ہے، اور علامہ مذنی نے لکھا ہے: کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے انسان کے بال کی نجاست کے قول سے رجوع کر لیا ہے، اور ربیع جیزی نے لکھا ہے: کہ امام شافعی لکھتے ہیں کہ بال کھال کے تابع ہے، اگر کھال پاک ہے تو بال پاک ہے، اور اگر کھال ناپاک ہے تو بال ناپاک ہے، اور ماوردی نے کہا ہے: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہیں، عطاء نے کہا ہے: کہ انسان کے بال کی طہارت میں کلام ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک مکرم اور معظم ہے، اور اس بحث سے خارج ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: کہ ماوردی کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے، اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے بارے میں ان کا کوئی اور قول بھی ہے۔ ہم اس قول سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی پناہ میں آتے ہیں، اور جن شافعی علماء نے یہ کہا ہے: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی طہارت کے بارے میں دو صورتیں ہیں، ان کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا خدشہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے اقدس کے بارے میں یہ بات کیسے کہی جاسکتی ہے جبکہ آپ کے فضلات کو بھی طاہر قرار دیا گیا ہے، تو بالوں کا مرتبہ بہت بلند ہے، ماوردی نے کہا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال تبرک کے لئے تقسیم کئے اور تبرک کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں: کہ یہ پہلے سے بھی بدتر بات ہے اور اکثر شافیہ نے ایسا کہا ہے، پھر انہوں نے کہا: کہ جنہوں نے بال لئے وہ تھوڑی مقدار میں تھے اور تھوڑی مقدار معاف ہوتی ہے، اور یہ سب سے بدترین بات ہے، ان لوگوں کی اس سے غرض یہ ہے کہ اپنے اس نظریہ کو تقویت پہنچائیں، کہ بنو آدم کے بال جسم سے الگ ہونے کے بعد ناپاک ہو جاتے ہیں، اور جب اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تقسیم کرنے سے معارضہ کیا گیا، تو انہوں نے یہ فاسد تاویلات کیں، صحیح بخاری کے بعض شارحین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور خون میں دو صورتیں ہیں: اور زیادہ لائق یہ ہے کہ وہ طاہر ہیں، بعض علماء نے امام غزالی پر رد کیا ہے، کیونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کے نجس ہونے کا قول ذکر کیا ہے، اور یہ غزالی کی بیہودہ گوئی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت میں بہت احادیث ہیں، صحابہ کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا، ان میں ابو طیبہ نام کے فصد لگانے والے ہیں، اور قریش کا ایک لڑکا ہے، جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی تھی، اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پیا، یہ روایات، بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم کی حلیہ میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے: کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا، اور حاکم، دارقطنی، طبرانی اور ابو نعیم نے روایت کیا: کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا، اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے: کہ ابو رافع کی بیوی سلمیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے گرے ہوئے پانی کو پی لیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تیرے بدن کو آگ پر حرام کر دیا ہے، اور بعض علماء (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے: کہ احکام تکلیفیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تمام مکلفین کی طرح ہے، ماسوا ان چیزوں کے جن میں دلیل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ثابت ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہو جائیں، اور یہ بات کوئی جاہل غبی ہی کہہ سکتا ہے، کہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور کہاں لوگوں کے مراتب، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ خصوصیت کی دلیل ہمیشہ نقل سے ثابت ہو، کیونکہ اس قسم کی چیزوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے سے ممتاز کرنے کے لئے عقل کا بھی دخل ہے، اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، اور اگر یہ لوگ اس کے سوا کوئی اور بات کہیں تو میرے کان اس سے بہرے ہیں۔ (۱)

☆ غالباً علامہ عینی کا روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہے جنہوں نے نبی ﷺ کے موئے مبارک کے بارے میں دو رائیں قائم کیں، اور اسے عام لوگوں کے بالوں پر قیاس کر کے العیاذ باللہ نجس قرار دیا، یا ان لوگوں کی طرف ہے جنہوں نے نبی ﷺ کے فضلات (پیشاب، خون، منی، وغیرہ) کو عام لوگوں کے فضلات پر قیاس کر کے نجس قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اگرچہ یہ کہا ہے، کہ احکام تکلیفیہ میں نبی ﷺ کا حکم جمیع مکلفین کی مثل ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت نقل سے ثابت ہے، تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی نبی ﷺ کے موئے مبارک اور آپ ﷺ کے تمام فضلات کو طاہر قرار دیتے ہیں اور ان کی خصوصیت کو نقل سے ثابت مانتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مصنف (امام بخاری) نے بال کی طہارت پر اس حدیث مرفوعہ (صحابہ میں آپ کا بالوں کو تقسیم فرمانا) سے استدلال کیا ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا بال مکرم ہے، اس پر دوسرے بالوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ ابن منذر اور علامہ خطابی نے اس کا یہ جواب دیا ہے: کہ خصوصیت بغیر دلیل کے نہیں ثابت ہوتی، اور اصل عدم خصوصیت ہے۔ فقہاء شافعیہ نے کہا: کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی ﷺ کی منی کو کپڑے سے کھرچ دیتی تھیں اس سے منی کی طہارت پر استدلال نہ کیا جائے، کیونکہ یہ کہا جاسکتا ہے، کہ آپ ﷺ کی منی پاک ہے اور دوسروں کی منی کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ ﷺ کا حکم تمام مکلفین کی مانند ہے، ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت دلیل سے ثابت ہے، اور نبی ﷺ کے فضلات کی طہارت پر بہت زیادہ دلائل موجود ہیں، اور آئمہ نے اس کو آپ ﷺ کے خصائص میں سے شمار کیا ہے، اس لئے اس چیز کی طرف التفات نہ کیا جائے، جو بہت سے شافعی علماء کی کتابوں میں اس کے خلاف لکھی ہوئی ہے، کیونکہ تمام آئمہ سے فضلات کی طہارت کا قول ثابت اور مقرر ہے۔ (۱)

☆ نبی ﷺ کے جسم سے لگ کر جو وضو کا پانی گرتا ہے، اس کو ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نجس نہیں کہتے، وہ اس کو نجس کیسے کہہ سکتے ہیں؟ جبکہ وہ نبی ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر کہتے ہیں۔ (۲)

☆ علامہ شامی لکھتے ہیں: کہ بعض شافعیہ نے نبی ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر قرار دیا ہے، اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہ قول ہے، یہ المواہب اللدنیہ میں بھی عینی کے حوالہ سے ہے، اور علامہ پیری نے بھی اس کی شرح اشیاء میں تصریح کی ہے۔ (۳)

☆ ملا علی قاری رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں ہمارے بہت سارے اصحاب حنفیہ کا یہ نظریہ ہے، کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام فضلات طاہر ہیں۔ (۴)

☆ قاضی عیاض مالکی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: کہ نبی ﷺ کی سیرت بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو زمین پھٹ جاتی، اور آپ ﷺ کے فضلات نکل لیتی، اور اس جگہ خوشبو پھیل جاتی، امام محمد بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس باب میں سند متصل کے ساتھ ایک حدیث بیان کی ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے کہا: کہ آپ ﷺ بیت الخلاء جاتے ہیں، اور میں وہاں کوئی نجاست نہیں دیکھتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء (علیہم السلام) سے جو چیز نکلتی ہے، اس کو زمین نکل لیتی ہے، اور اس کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ یہ حدیث ہر چند کہ مشہور نہیں ہے، لیکن اس حدیث کی بناء پر اہل علم نے آپ ﷺ کے فضلات کی طہارت کا قول کیا ہے، (علامہ خفاجی لکھتے ہیں: کہ قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے شہرت کی نفی کی ہے، صحت کی نفی نہیں کی، اور ابن دحیہ نے کہا ہے: کہ اس حدیث کی سند ثابت ہے، اور یہ اس باب میں قوی حدیث ہے، قاضی عیاض لکھتے ہیں: کہ امام ابو نصر بن صباغ نے شامل میں کہا ہے: کہ بعض علماء شافعیہ کا یہ

۱- فتح الباری، ج ۱، ص ۳۷۲ - ۲- عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۷۹

۳- رد المحتار، ج ۱، ص ۹۳ - ۴- مرقات، ج ۲، ص ۵۳

یہی قول ہے، اور ابو بکر بن سابق مالکی نے کتاب البدیع میں اس مسئلہ میں علماء مالکیہ کے دو قول لکھے ہیں: اور اس کی تائید یہ ہے کہ نبی ﷺ سے کوئی ناپسندیدہ چیز یا بغیر خوشبو کے کوئی چیز نہیں نکلتی تھی، اس کی تائید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو غسل دیا، میں نے دیکھا: کہ آپ ﷺ کے جسم سے کیا چیز نکلتی ہے، تو میں نے اس میں کوئی چیز نہیں پائی، میں نے کہا کہ آپ ﷺ کی زندگی اور موت پاکیزگی کے ساتھ ہے، اور آپ ﷺ سے بہت اچھی خوشبو ظاہر ہوئی، اس کی مثل ہم نے کبھی محسوس نہیں کی، (ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ اور مر اسیل ابو داؤد میں ہے)، اس کی مثل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جب انہوں نے وفات کے بعد نبی ﷺ کو بوسہ دیا۔ (ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ روایت مسند بزار میں ہے) اور اسی سلسلے میں جنگ احد کے دن حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کا خون چوسنا، اور آپ ﷺ کا انہیں منع نہ کرنا ہے، اور آپ کا انہیں یہ فرمانا: کہ تمہیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی، (ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث بیہقی اور طبرانی نے روایت کی ہے)، اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فصد کے بعد آپ کا خون پی لیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہیں لوگوں سے اور لوگوں کو تم سے افسوس ہوگا۔ (اس میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات کی طرف اشارہ ہے) لیکن ان کے پینے پر انکار نہیں فرمایا۔ اسی طرح روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کا پیشاب پی لیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پیٹ میں کبھی بیماری نہیں ہوگی (یہ حدیث حاکم نے روایت کی ہے اور دارقطنی اور ذہبی نے اس کو ثابت مانا ہے)۔ جن لوگوں نے خون یا پیشاب پیا، نبی کریم ﷺ نے ان میں سے کسی کو منہ دھونے کا حکم دیا، نہ دوبارہ پینے سے منع کیا (غالباً منع کرنے کی روایت قاضی عیاض کی نظر سے نہیں گزری یا ان کے نزدیک قوی نہیں ہے، سعیدی)، اور یہ حدیث جس میں ایک عورت کے پیشاب پینے کا ذکر ہے، اس کے نسب میں اختلاف ہے: ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام ام ایمن ہے، یعنی نبی کریم ﷺ کی خادمہ تھیں، وہ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا، جو آپ ﷺ کی چار پائی کے نیچے رکھا رہتا تھا۔ آپ رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات آپ ﷺ نے اس میں پیشاب کیا، پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ خالی تھا، آپ ﷺ نے برکہ سے پوچھا: انہوں نے کہا: میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی، میں نے اس کو لائمی میں پی لیا (اس حدیث کو ابن جریر، ابن حبان اور حاکم نے امیمہ سے روایت کیا ہے، اور دارقطنی نے ام ایمن سے روایت کیا ہے)۔ (۱)

☆ گھر میں پیشاب کے لئے معین جگہ نہ ہو، یا وہاں پہنچنا ممکن نہ ہو، تو چار پائی کے قریب کسی برتن میں پیشاب کر لینا اور صبح ہوتے ہی اسے باہر اٹھیل دینا، گھر کو پلیدی سے بچانے کا ایک اچھا طریقہ ہے، ورنہ جگہ جگہ پیشاب ہوگا اور سارا گھر پلید ہوگا، البتہ یہ ضروری ہے کہ پیشاب کو برتن میں زیادہ دیر تک نہ رہنے دیا جائے، کیونکہ بدبو کے علاوہ یہ خدشہ بھی ہے کہ کوئی پالتو جانور اسے پانی سمجھ کر پی لے، یا برتن سے ٹکرا جائے اور پیشاب گھر میں گر جائے، لہذا صبح ہوتے ہی اسے گھر سے باہر یا مخصوص جگہ میں گرا دیا جائے۔ (۲)

☆ شدید سردی یا کسی اور عذر کی بنا پر۔ اور یہ وہ پیالہ ہے جس کے بارے میں مذکور ہے کہ ایک پیاسے شخص نے پانی خیال کرتے ہوئے اس میں آپ کا پڑا ہوا بول شریف پی لیا۔ جب تک وہ شخص زندہ رہا اس سے چند پشت بعد تک اس کی اولاد کے جسم سے نہایت اعلیٰ خوشبو آتی رہی۔ (۳)

۸۔ خلاصہ:

- ☆ حضور نبی کریم ﷺ کے فضلات شریفہ طاہر اور باعث برکت ہیں۔
- ☆ قضائے حاجت کے لئے گھر کے اندر یا مکان و کمرہ کے اندر برتن وغیرہ کا استعمال کرنا جائز ہے۔
- ☆ اس حدیث مبارکہ سے کمرہ سے متصل بیت الخلاء (Attach Bath) کا تصور ملتا ہے۔ آج اکثر شہری آبادیوں میں کمروں کے ساتھ متصل بیت الخلاء اسی امر کی جدید شکل ہے۔
- ☆ اگر قضائے حاجت کے لئے برتن وغیرہ استعمال کیا ہے، اس کے لئے دو احتیاطیں ضروری ہیں:

(الف) اس برتن کو محفوظ جگہ پر رکھئے۔

(ب) جتنی جلدی ہو سکے، وہ فضلہ گھر سے باہر کوڑا دان والی جگہ پھینکے۔

تھال میں پیشاب کرنا

۲۹۔ باب الْبَوْلِ فِي الطَّسْتِ

اس باب میں تھال میں پیشاب کرنے کے جواز کا بیان ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب کے قائم کرنے سے یہی مقصود ہے کہ آپ ﷺ نے تھال میں پیشاب کرنے کے لئے منگوا یا تھا، اس سے اس کا جواز ثابت ہے، اس سے پچھلے باب میں برتن میں پیشاب کرنے کا بیان تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے: لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی! حالانکہ آپ ﷺ نے پیشاب کرنے کے لئے تھال طلب فرمایا، مگر آپ ﷺ کا جسم مبارک ڈھیلا پڑ گیا، اور مجھے اس کی خبر نہ ہوئی (یعنی وفات پانے کی)، آپ ﷺ نے کس کو وصیت فرمائی؟ شیخ ابن سنی نے فرمایا: سند میں مذکور راوی ازہر سے مراد ازہر بن سعد سمان (گلی فروش) ہیں۔

۳۳۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: أَنْبَأَنَا أَزْهَرُ بْنُ أَبِي عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: يَقُولُونَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَى إِلَيَّ لَقَدْ دَعَا بِالطَّسْتِ لِيَبُولَ فِيهَا فَأَنْخَنَتْ نَفْسَهُ وَمَا أَشَعُرُ فَبَالِي مَنْ أَوْصَى، قَالَ: الشَّيْخُ أَزْهَرُ هُوَ ابْنُ سَعْدِ السَّمَانِ

۱۔ اطراف:

بخاری: ۲۷۴۱، ۴۳۵۹، مسلم: ۱۶۳۶، ترمذی: ۳۶۹، ابن ماجہ: ۱۶۲۶، احمد: ۲۳۵۴۰، ابن حبان: ۶۶۰۳،

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کا یہ جملہ: کہ آپ ﷺ نے پیشاب کرنے کے لئے تھال منگوا یا: باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے۔

۵۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ عمرو بن علی: راجع: ۴

۲۔ ازہر:

آپ کا نام ابو بکر ازہر بن سعد سمان باہلی بصری (م: ۲۰۳ھ) ہے، آپ روادے کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، ابن ماجہ کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ نے آپ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے چورانوے (۹۴) سال کی طویل عمر پائی۔ (۱)

۳۔ ابن عون:

آپ کا نام ابو عون عبداللہ بن عون بن اربطبان خرار بصری (م: ۱۵۰ھ) ہے، آپ روادے کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، ثابت، فاضل راوی ہیں، آئمہ جرح و تعدیل آپ کے علم و تقویٰ اور ثقاہت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ ابراہیم:

آپ کا نام ابو عمران ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود نخعی کوفی (م: ۹۶ھ) ہے، آپ روادے کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، صالح راوی ہیں، البتہ مرسل روایات میں مشہور ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے تقریباً پچاس سال کی عمر میں وفات پائی۔ (۳)

۵۔ الاسود:

آپ کا نام ابو عمرو یا ابو عبدالرحمن اسود بن یزید بن قیس نخعی کوفی مخضرمی (م: ۶۳/۶۵ھ) ہے، آپ روادے کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، صالح، متقی راوی ہیں۔ اہل علم آپ کے علم و اتقان اور زہد و تقویٰ پر متفق ہیں، آپ ہر دو راتوں میں قرآن مجید مکمل کرتے تھے، آپ نے اسی (۸۰) دفعہ حج مبارک کی سعادت حاصل کی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)

۶۔ عائشہ: راجع: ۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ متعدد طرق سے مروی ہے، متفق علیہ ہے، اس سند سے صحیح ہے، اور اس روایت کو امام ابو داؤد کے علاوہ تمام آئمہ صحاح ستہ نے روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث مبارکہ سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ تیرہویں (۱۳) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی بصری، اگلے دو کوفی اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدینہ ہیں۔
- ☆ یہ تابعی (ابراہیم) کی دوسرے تابعی (اسود) سے روایت ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا اور عن عن تین تین دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔	ا۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۶۵	ii۔ الثقات، ج ۶، ص ۶۹
۲۔	ا۔ الجرح والتعدیل ج ۵، ص ۱۳۰	ii۔ الثقات، ج ۷، ص ۳
۳۔	ا۔ الثقات، ص ۵۶	ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۶۱
۴۔	ا۔ الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۲۹۱	ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۷۰

۶۔ لغات:

الطست: بڑے پیندے اور کھلے منہ والا برتن جسے اردو میں تھال کہا جاتا ہے۔

فانخشت نفسه: آپ ﷺ کا جسم مبارک ڈھیلا پڑ گیا۔

ما اشعر: مجھے معلوم نہ ہوا۔ مجھے پتہ نہ چلا۔

۷۔ مسائل و نصاب:

اس حدیث مبارکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت کی نفی کی گئی ہے، اس سے متعلق دیگر ابحاث درج ذیل ہیں:

☆ طلحہ بن مصرف نے یہ سوال کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خود وصیت نہیں کی تو ہم کو وصیت کا کیوں حکم دیا؟ غالباً انہوں نے یہ سمجھا تھا، کہ وصیت کا حکم اب بھی باقی ہے، حالانکہ یہ حکم اب منسوخ ہو چکا تھا، ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جزیرہ عرب سے مشرکین کو نکالنے کی وصیت کی، اور وفود کی عزت کرنے کی وصیت کی، پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے وصیت نہیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مال کی وصیت نہیں کی تھی۔ (۱)

☆ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کوئی دینار چھوڑا نہ درہم، بکری نہ اونٹ اور نہ کسی چیز کی وصیت کی۔ اس حدیث سے شیعہ حضرات کے اس قول کا رد کرنا مقصود ہے کہ نبی ﷺ کے ترکہ میں فدک کی زمین تھی، جس کی وارث سیدتنا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تھیں، اور وہ ان کو وارثت میں نہیں دیا گیا، ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خاص وصیت کی تھی، جو اور لوگوں کے لئے نہیں کی، اور وہ خلافت کی وصیت تھی۔ صحیح مسلم کی اس حدیث میں ان دونوں چیزوں کا رد ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے کوئی مال چھوڑا تھا نہ آپ نے کوئی وصیت کی تھی، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تصریح کی ہے: امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انه قال يوم الجمل ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يعهد الينا عهداً انا كذبه في اماره ولكنه شئ رايناه من قبل انفسنا، ثم استخلف ابو بكر رحمة الله على ابي بكر فقام واستقام ثم استخلف عمر، رحمة الله على عمر فاقام واستقام حتى ضرب الدين بجرانه۔ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حکومت کے بارے میں ہمیں کوئی وصیت نہیں کی، جس پر ہم عمل کرتے، لیکن یہ ایسی چیز ہے جس پر ہم نے اپنی طرف سے غور کیا، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر اللہ کی رحمت ہو، انہوں نے بڑی درستی کے ساتھ کار خلافت سرانجام دیئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے، انہوں نے کار خلافت بڑی درستی کے ساتھ سرانجام دیئے، حتیٰ کہ دین نے اپنے قدم جمائے۔

☆ امام حاکم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن قیس بن عباد قال دخلت انا والا شتر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یوم الجمل فقلت هل عهد الیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عهدا دون العامة فقال لا الا هذا وخرج من قراب سیفہ فاذا فیہا المؤمنون تتکافا دمانہمویسعی بدمتہم ادناہم وہم ید علی من سواہم لایقتل مومن بکافر ولا ذوعہد فی عہدہم ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ (۱)

حضرت قیس بن عباد کہتے ہیں، کہ میں اور اشتر جنگ جمل کے دن، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، میں نے کہا: کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص وصیت کی ہے، جو دوسرے صحابہ کے بارے میں نہیں کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، پھر انہوں نے تلوار کے غلاف سے کچھ نکال کر فرمایا: البتہ یہ احکام ہیں: کہ تمام مسلمانوں کے خون (ان کی جانیں) مساوی ہیں، اور ایک عام مسلمان بھی کسی کو اپنی پناہ دے سکتا ہے، اور وہ اپنے ماسوا پر قوی ہیں، اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جاسکتا، اور نہ کسی ذمی کو اس کے عہد میں قتل کیا جائے گا۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، لیکن انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

☆ عن عبد اللہ بن سبیع قال لعلی الا تستخلف قال لا ولکن اترککم الی ماترکم الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابو یعلیٰ ورجالہ ثقات۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن سبیع کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ اپنا جانشین (خلیفہ) نہیں بناتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، لیکن میں تم کو اس طرح چھوڑ کر جاؤں گا، جس طرح تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے۔

ان احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مال چھوڑا تھا، اور نہ کسی کو جانشین بنانے کی وصیت کی تھی۔

☆ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ان العلماء ورثة الانبیاء وذاکان الانبیاء لم یورثوا درہما ولا دینارا واما اورثوا احادیث من احادیثہم فمن اخذ بشئی منها فقد اخذنا حظا وافر الحدیث۔ (۳)

شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں: حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء درہم اور دینار کا وارث نہیں کرتے، وہ صرف اپنی احادیث میں سے احادیث کا وارث کرتے ہیں، سو جس نے ان احادیث میں سے کچھ حاصل کیا، اس نے ایک عظیم حصہ حاصل کیا۔

☆ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سلك طریقا یطلب فیہ علما سلك اللہ بہ طریقا الی الجنة وان الملائکة لتضع اجنحتہا لطالب العلم رضا بہ وانہ یتستغفر لطالب العلم من فی

حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص طلب علم کے لئے کسی راستہ پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلائے گا، اور بے شک طالب علم کو راضی کرنے کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں، اور طالب علم کی مغفرت کے

السماء ومن الارض حتى الحوت فی البحر وفضل العالم
علی العابد کفضل القمر علی سائر النجوم لیلۃ البدر وان
العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولا
درهما ولكن ورثوا العلم فمن اخذ منه اخذ بحظ وافر۔ (۱)

لئے تمام آسمان اور زمین والے دعا کرتے ہیں، حتیٰ کہ سمندر کی
مچھلیاں دعا کرتی ہیں، اور عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسی
چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر فضیلت ہے، اور علماء انبیاء کے
وارث ہیں، اور انبیاء دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے، البتہ علم کا
وارث بناتے ہیں، سو جس نے علم کو حاصل کیا، اس نے ایک عظیم حصہ
کو حاصل کیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک طبق لے کر آؤں جس پر آپ ایسی چیز لکھ دیں
گے، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گمراہ نہیں ہوگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے یہ خدشہ ہوا کہ، کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہ
ہو جائیں، میں نے کہا میں اس کو حفظ کر لوں گا اور یاد کر لوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نماز، زکوٰۃ اور غلاموں اور باندیوں (کے ساتھ حسن سلوک)
کی وصیت کرتا ہوں۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
فی مرضہ الذی مات فیہ اثتونی بدواة وصحیفة الکتب
لکم کتابا لن تضلوا بعده ایدافقال عمر بن الخطاب امن
لفلانة مدائن الروم ، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لیس بمیت حتی نفتحها۔ (۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا: مجھے دوات اور کاغذ لا کر دو،
میں تم کو ایسی چیز لکھ کر دوں گا، جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا فلاں فلاں اور روم کے شہروں کا
کیا ہوگا، جب تک ہم ان شہروں کو فتح نہ کر لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت
نہیں ہوں گے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی فوت نہیں ہوں گے، اس لئے جلدی کی کیا ضرورت
ہے، کہ اس شدید علالت میں آپ کو لکھوانے کی زحمت دی جائے، جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درد غالب ہے اور
تمہارے پاس قرآن ہے، ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

☆ اہل تشیع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے اس کی مخالفت کی۔ یہ صرف بے بنیاد مفروضہ ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اول تو یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے کہ آپ امر خلافت کے
بارے میں لکھوانا چاہتے تھے، اور اگر آپ بالفرض امر خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے، تو یہ کیسے لازم آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے ہوں،
اور قرآن سے یہی ثابت ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حج میں اپنا خلیفہ بنایا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قیادت اور امامت میں

مسلمانوں نے فریضہ حج ادا کیا، دوبار آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز کا کچھ حصہ پڑھا، ایک بار جب بنو عمرو بن عوف کی صلح کے لئے تشریف لے گئے تھے، تو عصر کی نماز کا کچھ حصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھا، اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علم ہوا، تو وہ پیچھے آگئے، اور باقی نماز آپ نے پڑھائی (۱) اور دوسری بار پیر کا دن تھا، جب آپ ﷺ کا وصال ہوا، اس دن صبح کی نماز آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی، یہ آپ ﷺ کی دنیا میں آخری نماز تھی (۲)، آپ ﷺ نے اپنی آخری علالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پیہم منع کرنے کے باوجود باصرار فرمایا: مروا ابابکر ان یصلی بالناس (۳)، ”ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں“ اور ایام علالت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازیں پڑھائیں (۴)

☆ جن کو رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھا، گو یا رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل اور تقریر، ثبوت حدیث کے تینوں طریقوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت ثابت ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی مسلمانوں کے امام تھے، اور آپ ﷺ ارفیق اعلیٰ سے اس حال میں واصل ہوئے، کہ مسلمانوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کے سپرد کر چکے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے وقت فرمایا: ہم اپنی دنیا کی امامت کے لئے اس شخص پر راضی ہو گئے، جس کی ہمارے دین میں امامت پر رسول اللہ ﷺ پر راضی ہو چکے تھے۔ (۵)

☆ عَنْ عَائِشَةَ ، رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا ، قَالَتْ : قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ، صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فِي مَرَضِهِ : ادْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ أَبَاكَ ، وَأَخَاكَ حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّيَ مُتَمَنٍّ ، وَيَقُولُ قَائِلٌ : أَنَا أَوْلَى ، وَيَأْتِي اللَّهَ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ . (۶)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی علالت میں فرمایا: اپنے باپ ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ، تاکہ میں انہیں (امر خلافت) لکھ کر دے دوں، کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا خلافت کی تمنا کرے گا، اور کہے گا کہ میں زیادہ مستحق ہوں، اور اللہ تعالیٰ ﷻ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو نہیں مانیں گے۔

☆ رہی نبی ﷺ کی زمین، آپ کے ہتھیار اور آپ ﷺ کے خیر تو آپ نے ان کے متعلق کوئی ایسی وصیت نہیں کی، جیسے لوگ اپنے اموال کے متعلق وصیت کرتے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جائے گا، ہمارا جو بھی ترکہ ہے، وہ صدقہ ہے، پس آپ ﷺ نے جو کچھ بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے، اس کے بعد مال کی قسم سے کوئی ایسی چیز نہیں رہی، جس کی وصیت کی جاسکے۔ (۷)

☆ (طست) ایک تھال کی طرح کا برتن ہوتا تھا، جس کا پیندہ قریب ہوتا تھا اور منہ کھلا، اس قسم کے برتن میں پیشاب کرنے سے چھینٹے پڑنے کا احتمال ہوتا ہے، اس لئے یہ باب قائم فرمایا: کہ اگر احتیاط سے پیشاب کیا جائے، چھینٹے نہ پڑیں تو کوئی حرج نہیں۔

☆ اس حدیث میں وصیت سے وصیت خلافت مراد ہے جیسا کہ روافض کا عقیدہ ہے، اس لئے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ”وصی“ کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ ہے کہ وصیت تو وفات کے وقت ہوتی ہے، اور اس وقت آپ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا، وہیں آپ ﷺ کی وفات ہوئی، لہذا وصیت کب کی؟ اور کس کو کی؟ یعنی آپ ﷺ نے کوئی وصیت نہیں کی۔ (۸)

۱-	بخاری، ج ۲، ص ۱۰۶۶	۲-	سنن کبریٰ (بیہقی)، ج ۳، ص ۸۳	۳-	بخاری، ج ۱، ص ۸۱
۳-	مرقات، ج ۳، ص ۹۶	۵-	الاستیعاب علی ہامش الاصابہ، ج ۲، ص ۲۵۱		
۶-	۱- مسلم، ج ۲، ص ۲۷۳		ii- بخاری، ج ۲، ص ۸۳۶		
۷-	عمدة القاری، ج ۱۳، ص ۴۴	۸-	سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۱۰		ii- ایضاً، ص ۱۰۷۱-۱۰۷۲

۸۔ خلاصہ:

- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ سے استنباط یہ ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کرنے کے لئے تھال طلب فرمایا تھا، اس لئے تھال جیسے برتن میں پیشاب کرنا جائز ہے۔
- ☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی بڑے برتن میں پیشاب کرنا جائز ہے۔
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک اس حال میں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود مبارک میں تھا۔
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں کسی شخص کے حق میں وصیت نہیں فرمائی اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کی وصیت فرمائی۔

☆ یہ حدیث مبارکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں وصیت خلافت نہ فرمائے جانے پر واضح دلیل ہے۔

سورخ میں پیشاب کرنا مکروہ ہے

۳۰۔ باب كَرَاهِيَةِ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ

اس باب میں بل یا سورخ میں پیشاب نہ کرنے کا بیان ہے، کیونکہ اس کے مختلف نقصانات ہو سکتے ہیں، اس سے پہلے باب میں تھال

میں پیشاب کرنے کے جائز ہونے کا بیان تھا۔

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص سورخ میں پیشاب نہ کرے، شاگردوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: سورخ میں پیشاب کرنا کیوں مکروہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ سورخ جنات کی رہائش گاہ ہیں۔

۳۳۔ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي جُحْرٍ قَالُوا لِقَتَادَةَ: وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ؟ قَالَ: يُقَالُ إِنَّهَا مَسَاكِينُ الْجِنِّ

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۲۹، احمد: ۲۰۸۰۱، السنن الکبریٰ: ۱، ۲۹، المجموع: ج ۲، ص ۸۲، حاکم: ۶۹۲، ۶۹۳

۲۔ تعارف رجال:

اس سند کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ عبید اللہ بن سعید: راجح: ۱۵

۲۔ معاذ بن ہشام

آپ کا نام معاذ بن ہشام بن ابوعبداللہ دستوائی بصری یمنی (م: ۲۰۰ھ) ہے، آپ رواد کے نویں طبقہ سے صدوق راوی ہیں۔ الب

وہم اور تغلیط کا شکار تھے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۱۱۔ الثقات، ج ۹، ص ۱۷۶

۱۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۵۷۲

۳۔ ابی (ہشام): راجع: ۲۵:

۴۔ قتادہ:

آپ کا نام ابو الخطاب قتادہ بن دعامہ بن قتادہ سدوسی بصری (م: ۱۱۷ھ) ہے، آپ رداۃ کے چوتھے طبقہ کبار سے ثقہ، ثابت، مامون، حجتہ فی الحدیث، حافظ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور حفاظت پر متفق ہیں، البتہ تدلیس کی نسبت آپ کی طرف ہے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ کی پیدائش تقریباً ۶۰ھ ہے۔ (۱)

۵۔ عبد اللہ بن سر جس:

آپ کا نام عبد اللہ بن سر جس رضی اللہ عنہ مدنی بصری ہے، آپ بنی مخزوم کے حلیف تھے، آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ سے سترہ (۱۷) احادیث مبارکہ راوی ہیں، جن میں سے ایک حدیث مبارکہ امام مسلم نے روایت کی ہے، امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ نے آپ سے روایات ذکر کی ہیں۔ (۲)

حکم روایت:

اس حدیث مبارکہ کو امام ابن سکین، ابن خزیمہ، امام حاکم، امام منذری نے صحیح قرار دیا ہے، جبکہ شیخ ناصر الدین البانی اور حافظ زبیر علی زئی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ان دونوں حضرات کے ضعیف قرار دینے کی وجہ حضرت قتادہ کی تدلیس اور عن عن سے روایت ہے، اس لئے مناسب ہے کہ حدیث مدلس اور عنعنہ کی وضاحت کر دی جائے۔

۱۔ مدلس کا مفہوم و حکم:

حدیث مدلس کی تعریف اور اس کا حکم:

مدلس، تدلیس کا اسم مفعول ہے اور تدلیس کا لغوی معنی ہے گا ہک سے ”سودے کے عیب کو چھپانا“ یہ لفظ اصل میں دلس سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے اندھیرے کا اجالے سے مخلط اور مشتبہ ہونا، اور مدلس حدیث کی واقفیت حاصل کرنے والے پر پردہ ڈال دیتا ہے اس لیے اس کی روایت مدلس کہلاتی ہے۔ اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے۔

اخفاء عیب فی الاسناد وتحسین لظاہرہ۔ سند میں کسی عیب کو چھپانا اور اس کے ظاہر کی تحسین کرنا۔

☆ مدلس دلس سے مشتق ہے جس کے معنی ظلمت کو نور سے ملانا ہے۔ (۳) اور اسے مدلس اس لئے کہتے ہیں: کہ اس میں اخفاء اور پوشیدگی پائی جاتی ہے۔ (۴) دلس میں مطلق ظلمت اور ظلمت کو نور میں ملانے کے دونوں معانی موجود ہیں، اس لئے تدلیس میں اخفاء اور غلط کو صحیح کے ساتھ ملانے کے معانی پائے جاتے ہیں۔ بقایا کہتے ہیں، کہ اسی سے تدلیس فی السبغ کی اصطلاح بھی ہے، کہا جاتا ہے:

- | | |
|-------------------------------|-----------------------------|
| ۱۔ الجرح والتعدیل، ج ۷، ص ۱۳۳ | ۱۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۰ |
| ۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۲۹ | ۲۔ الثقات، ج ۵، ص ۳۲۱ |
| ۳۔ اسد الغلبۃ، ج ۳، ص ۱۷۱ | ۳۔ الاصابۃ، ج ۲، رقم ۴۷۰۵ |
| ۴۔ نزہۃ النظر، ص ۸۲ | ۴۔ لسان العرب، ج ۶، ص ۸۶ |

حافظ ابن حجر نے اس کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ وهو اختلاط الظلام، ابن منظور نے لکھا ہے: الدلس بالتحريك:

الظلمة۔

۲۔ حافظ ابن حجر کے مطابق: سمي بذلك لا شترا كهما في الخفاء (۱)

دلسم فلان على فلان اى ستر عنه العيب الذى فى متاعه كانه اظلم عليه الامر (۲)

ایک شخص نے دوسرے سے تدلیس کی یعنی اس نے اپنے سامان کے عیب کو دوسرے شخص سے چھپایا، گویا اس نے اس دوسرے شخص کو

اندھیرے میں رکھا۔

محدثین کی اصطلاح میں یہ لغوی معنی موجود ہیں۔ ان کے ہاں سند کے سقوط کو چھپایا جائے، یا کسی راوی کو اس کے غیر معروف وصف

سے بیان کیا جائے، تا کہ اس کی اصلیت مخفی رہے (۳) تو یہ تدلیس ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سمي بذلك لا شترا كهما في الخفاء ويرد المدلس بصيغة من صيغة الاداء تحتل وقوع اللقى بين المدلس

ومن اسندعنه كمن وكذا قال ، متى وقع بصيغة صريحة لا تجوز فيها كان كذبا (۴)

النکت میں اسے ابن القطان کے حوالے سے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: ونغى به ان يروى المحدث عن من قد سمع عنه ما لم يسمع

منه من غير ان يذكر انه سمعه منه۔ (۵)

لغت میں دلس تدلیس سے اسم مفعول ہے اور تدلیس کے معنی ہیں: بائع کا مشتری سے فروخت کی جانے والی چیز کا عیب چھپالینا:

والتدليس فى البيع كتمان عيب السلعة عن المشتري (۶)۔ تدلیس دلس سے مشتق ہے جس کے معنی ظلمت و تاریکی کے ہیں:

وهو الظلمة واختلاط الظلام۔ (۷)

اصطلاح میں دلس وہ حدیث ہے جس میں سقط خفی ہو، یعنی راوی اپنے استاد کو (جس سے یہ حدیث سنی ہے) حذف کر کے مافوق سے (جس سے

لقاء تو ہو مگر اس سے یہ حدیث نہ سنی ہو) اس طرح روایت کرے کہ استاد کا مخذوف ہونا معلوم نہ ہو بلکہ یہ محسوس ہو کہ مافوق ہی سے سنا ہو۔

قال الازهرى: ومن هذا اخذ التدليس فى الاستاد، وهو ان يحدث المحدث عن الشيخ الاكبر وقد كان راه الا انه سمع ما

اسنده اليه من غيره من دونه۔ (۸)

۱۔ نزہۃ النظر، ص ۸۲	۲۔ لفظ الدرر، ص ۷۶	۳۔ ایضاً
۲۔ نکت، ج ۲، ص ۶۱۳	۳۔ لسان العرب، ج ۶، ص ۸۶	
۳۔ نزہۃ النظر، ص ۸۲	۴۔ لسان العرب، ج ۶، ص ۸۶	
۴۔ القاموس، ج ۲، ص ۲۲۳	۵۔ لسان العرب، ج ۶، ص ۸۶	

تدلیس کی قسمیں:

تدلیس کی دو قسمیں ہیں:

i- تدلیس الاسناد ii- تدلیس الشیوخ

۱- تدلیس الاسناد

تدلیس الاسناد یہ ہے کہ راوی ایسے شخص سے روایت کرے، جو اس کا ہم عصر ہو اور اس سے مل چکا ہو مگر اس سے اس کا سماع ثابت نہ ہو، یا ایسے ہم عصر سے روایت کرے جسے ملانہ ہو مگر دوسرے کو یہ تاثر دے کہ اس نے اپنے معاصر سے سن کر روایت کی ہے۔

هو ان یروی عن لقیہ مالہ یسمعه منہ موہما انہ سمعہ منہ، اور عن عاصرہ ولم یلقہ موہما انہ قد لقیہ وسمعه منہ۔ (۱)

ایسی روایت کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ مدلس راوی حدثنا فلان اور اخبرنا فلان نہیں کہتا، بلکہ قال فلان اور عن فلان کہتا ہے۔

ومن شانہ ان لا یقول فی ذلك اخبرنا فلان، ولا حدثنا وما اشبهہما وانما یقول: قال فلان او عن فلان، ونحو ذلك۔ (۲)

اس کی مثال علی بن خشرم کا یہ قول ہے: ہم سفیان بن عیینہ کے یہاں حاضر تھے، سفیان نے کہا: مجھے عبدالرزاق نے بتایا، اس نے معمر سے سنا، اس نے زہری سے سنا:

مثال ذلك ماروینا عن علی بن خشرم قال کنا عند ابن عیینة فقال: قال الزہری، فقیل له: سمعته من الزہری؟ فقال: لا لم اسمعه من الزہری، ولا ممن سمعه من الزہری حدثنی عبدالرزاق عن معمر عن الزہری۔ (۳)

مذکورہ صدر اسناد میں سفیان، زہری کے ہم عصر تھے اور ان سے مل چکے تھے مگر انہوں نے زہری سے کوئی روایت نہیں سنی۔ بخلاف ازیں سفیان نے روایت عبدالرزاق سے سنی۔ عبدالرزاق نے معمر سے اور معمر نے زہری سے اخذ کی، اس سند میں تدلیس یہ ہے کہ سفیان نے عبدالرزاق اور معمر دونوں کے نام حذف کر دیئے اور ایسے الفاظ سے روایت کی جن سے وہم ہوتا ہے کہ انہوں نے براہ راست یہ حدیث زہری سے سنی۔

یہ تدلیس کی بدترین قسم ہے اور صریح دروغ گوئی پر مبنی ہے، امام شعبہ فرماتے ہیں: میں تدلیس کا مرتکب ہونے کی نسبت زنا کاری کو ترجیح دیتا ہوں: لان ازنی احب الی من ان ادلس (۴) مزید فرماتے ہیں: تدلیس جھوٹ کا بھائی ہے: التدلیس اخوالکذب (۵) جو راوی ایک دفعہ بھی تدلیس کا ارتکاب کرتا ہے تو امام شافعی اس کی روایت کو رد کر دیتے ہیں، اگرچہ مدلس راوی اخبرنا اور حدثنا کہے:

ومن الحفاظ من جرح من عرف بهذا التدلیس من الرواة فرد روايته مطلقاً وان اتى بلفظ الاتصال ولو يعرف انه دلس الا مرة واحدة، كما قد نص عليه الشافعی رحمہ اللہ۔ (۶)

- ۱- ابن الصلاح، المقدمہ، ۹۵: ii- اکت علی کتاب ابن الصلاح، ج ۲، ص ۶۱۳
۲- ابن الصلاح، المقدمہ، ص ۵۹
۳- ایضاً، ص ۹۵-۹۶، اختصار علوم الحدیث، ۲۵
۴- ایضاً
۵- ایضاً
۶- اختصار علوم الحدیث، ص ۶۳

مگر اکثر علماء کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ جو راوی تدلیس کی جانب منسوب ہو، وہ جس روایت میں سماع کی تصریح کرے، وہ روایت قبول کی جائے گی، اور جو روایت مبہم ہوگی، اس کو رد کر دیا جائے گا۔

والصحيح التفصيل وانما رواه المدلس بلفظ محتمل لم يبين فيه السماع والاتصال حكمه حكم المرسل وانواعه ومارواه بلفظ مبين للاتصال نحو سمعت وحدثنا واخبرنا واشباهها فهو مقبول محتج به۔ (۱)

حجاز، حرمین، مصر، عوالی، اصبھان، بلاد فارس، خوزستان اور ماوراء النھر کے محدثین میں سے کوئی بھی تدلیس میں معروف نہیں ہے، کوفہ کے اکثر اور بصرہ کے چند محدث تدلیس کیا کرتے تھے:

ان اهل الحجاز والحرمين ومصر والعوالي ليس التذليس من مذهبهم وكذلك اهل خراسان والجبالي واصبهان وبلاد فارس و خوزستان وماوراء النهر لا يعلم احد من ائمتهم دلس، واكثر المحدثين تذليسا اهل الكوفة ونفريسير من اهل البصرة۔ (۲)

ابوبکر ابن الباغندي محمد بن محمد بن سليمان (المتوفى ۳۱۲ھ / ۹۲۵م) اولین شخص تھا جس نے تدلیس کو رواج دیا۔ (۳)

علامہ نووی لکھتے ہیں:

التذليس هو قسمان الاول تذليس الاسناد بان يروي عن عاصره مالم يسمعه منه موهما سماعه قائلا قال فلان او عن فلان ونحوه وربما لم يسقط شيخه او اسقط غيره ضعيفا او صغيرا تحسينا للحدیث، الثاني تذليس الشيوخ بان يسمي شيخه او يكتنيه او ينسبه او يصفه بما لا يعرف اما الاول فمكروه جدا واما الثاني فمكروه اخف۔ (۴)

☆ تذلیس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم تدلیس الاسناد ہے، اس کی تعریف یہ ہے: کہ راوی اپنے معاصر سے ایسی حدیث کو روایت کرے، جس کو اس سے سنا نہ ہو، اور اس سے سماع کا وہم ڈالے اور یہ کہے کہ فلاں نے کہا، یا فلاں سے روایت ہے اور بعض اوقات وہ تخمین حدیث کے لیے اپنے شیخ کو ساقط نہیں کرتا، بلکہ شیخ الشیخ یا اس سے اوپر کے شیخ کو ساقط کر دیتا ہے، کیونکہ وہ شیخ الشیخ ضعیف یا کم عمر ہوتا ہے، اور تدلیس کی دوسری قسم تذلیس الشیوخ ہے، اور اس کی تعریف یہ ہے: کہ وہ اپنے شیخ کا ایسا نام یا صفت یا کنیت یا نسبت بیان کرے، جو غیر معروف ہے۔ تذلیس کی پہلی قسم بہت زیادہ مکروہ ہے، اور دوسری اس سے کم درجہ کی مکروہ ہے۔

☆ حافظ صلاح الدین علائی لکھتے ہیں:

تذلیس الاسناد کو تذلیس السماع بھی کہتے ہیں مثلاً ایک راوی اپنے شیخ سے ایسی حدیث کو روایت کرے جس کو اس سے سنا نہ ہو اور یوں کہے، اس نے کہا ہے، یا اس سے روایت ہے، جس سے اتصال کا وہم ہو، اور حدثنا، اخبارنا یا سمعت کی تصریح نہ کرے، اس کی مثال یہ ہے: ابن خشرم سے روایت ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، تو زہری نے کہا... اس سے پوچھا گیا: کیا تم کو زہری نے خود یہ حدیث بیان کی تھی

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۰

iv۔ الثقات، ج ۵، ص ۳۲۱

ii۔ الاصابة، ج ۲، رقم ۲۷۰۵

ایضاً

۱۔ الجرح والتعديل، ج ۷، ص ۱۳۳

iii۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۲۹

۲۔ اسد الغالبہ، ج ۳، ص ۱۷۱

۳۔ تقریب النواوی مع التدریب، ج ۱، ص ۲۳۰-۲۳۲-۴

اس نے کہا: میں نے اس کو زہری سے نہیں سنا، اور نہ اس سے سنا ہے جس نے زہری سے سنا تھا، مجھے عبدالرزاق نے از معمر از زہری یہ حدیث بیان کی ہے۔ (۱)

☆ تدلیس کی قسم ثانی، تدلیس الشیوخ کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

تدلیس الشیوخ کا سبب، اس شیخ کی معرفت کو مشکل بنانا ہے، جیسے ابو بکر بن مجاہد نے کہا، ہم سے عبداللہ بن ابی عبید اللہ نے حدیث بیان کی، اس سے ان کی مراد ابو بکر بن ابی داؤد سجستانی ہے، اور ابو بکر بن مجاہد نے ان کا غیر معروف نام ذکر کیا، اس کی کراہت راوی کی اغراض کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اگر وہ شیخ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کا نام بدلتا ہے، تو یہ بدترین قسم ہے، ابن الصباغ نے کہا: جس راوی نے یہ اس لیے کیا کہ: اس کا شیخ لوگوں کے نزدیک غیر ثقہ تھا، اور اس نے اس کا نام بدلا، تاکہ اس کی حدیث قبول کر لی جائے، تو اس کی حدیث کو قبول نہ کرنا واجب ہے، خواہ راوی اس شیخ کو ثقہ اعتقاد کرتا ہو، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو اس کے متعلق ایسی جرح کا علم ہو، جس کا اسے علم نہ ہو، آدمی نے کہا: اگر راوی نے یہ فعل اپنے شیخ کے ضعیف کی وجہ سے کیا ہے، تو وہ حدیث مجروح ہے، یا اس وجہ سے کہ اس کی نسبت ضعیف ہے، یا اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے، تو پھر اس کی حدیث مجروح نہیں ہے، ابن سمعانی نے کہا: اگر وہ راوی ایسا ہے کہ: اس سے اس کے شیخ کے متعلق سوال کیا جائے، اور وہ پھر بھی اس کا اصل نام بیان نہ کرے، تو اس کی روایت مجروح ہے، ورنہ نہیں، امام بیہقی نے محمد بن رافع سے نقل کیا ہے: کہ جب کوئی شخص نام سے معروف ہو، اور اس کی کنیت ذکر کی جائے، یا وہ کنیت سے مشہور ہو اور اس کا نام ذکر کیا، جائے تو یہ ترین ہے تدلیس نہیں ہے۔ اگر اس کا شیخ کم عمر ہو یا بعد میں فوت ہو، اور اس سے کم عمر کے لوگ اس روایت میں شریک ہوں، تو اس میں معاملہ آسان ہے، یا اس نے اس شیخ سے متعدد حدیثیں سنی ہوں اور وہ بار بار ایک ہی نام کے تکرار کو ناپسند کرتا ہو، اور اس کا نام اس لیے بدلے کہ لوگوں کو اس کے کثرت شیوخ کا وہم ہو، یا عبارت میں تغنن کے لیے ایسا کرے، تو اس میں بھی معاملہ سہل ہے۔ (۲)

تدلیس کی اقسام:

اگرچہ تدلیس کے مفہوم سے کچھ اشارہ ملتا ہے کہ حدیث میں تدلیس سے کیا مراد ہے، تاہم اس کی مزید وضاحت اس صورت میں ہوتی ہے، جب تفصیلات سے آگاہی ہوتی ہے۔ محدثین نے ان تفصیلات کو تدلیس کی اقسام میں واضح کیا ہے۔ امام حاکم نے تدلیس کی چھ اقسام بیان کی ہیں۔ وہ اقسام حسب ذیل ہیں:

۱۔ جو ثقہات سے تدلیس کرے۔

۲۔ وہ جو استفسار پر مدلس کا نام بتائے۔

۳۔ وہ شخص جو غیر معروف سے تدلیس کرے۔

۴۔ وہ جو ضعیف راویوں سے تدلیس کرے۔

۵۔ ان لوگوں سے معمولی تدلیس کرے، جن سے اس نے کثرت سے سماع حدیث کیا۔

۶۔ ایسے صحیفہ سے حدیث بیان کرے، جو اسے حاصل نہیں تھا۔ (۳)

۱۔ جامع التحصیل فی احکام المرآئیل، ص ۹۸-۹۷

۲۔ ا- تدریب الراوی، ج ۲، ص ۲۳۱-۲۳۰

ii- شرح صحیح مسلم (مقدمہ)، ج ۱، ص ۱۲۵-۱۲۷

۳۔ معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۰۳-۱۱۲

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ: امام حاکم کی تقسیم ابن اصطلاح کی بیان کردہ دو قسموں کے مغاڑ نہیں، بلکہ متداخل ہے۔ (۱)
خطیب نے دو قسموں کا ذکر کیا ہے (۲)۔ حافظ ابن الصلاح نے بھی دو اقسام بیان کی ہیں (۳)۔ اور ان کے تتبع میں نووی، عراقی، ابن کثیر وغیرہ
نے بھی دو قسمیں ہی بیان کی ہیں (۴)۔ تفصیلات پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر تالیس کی دو ہی اقسام ہیں، لیکن یہی اقسام مزید
انواع میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ وہ اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تالیس الاسناد ۲۔ تالیس الشیوخ

۱۔ تالیس الاسناد:

۱۔ تالیس الاسناد کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

i۔ تالیس الاسقاط ii۔ تالیس التسویۃ iii۔ تالیس القطع iv۔ تالیس العطف۔

i۔ تالیس الاسقاط:

تالیس الاسقاط یہ ہے کہ راوی مروی عنہ سے سماع کا اشارہ دے لیکن تصریح نہ کرے۔ ڈاکٹر نور الدین لکھتے ہیں:

وهو ان يروى المحدث عن لقيه وسمعه من مالم يسمعه منه موهما انه سمعه عنه، او عن لقيه ولم يسمع منه

موهما ان لقيه وسمعه منه (۵)

یہ تقسیم ڈاکٹر نور الدین عتر نے منہاج التقد میں اختیار کی ہے۔

تالیس الاسقاط یہ ہے کہ محدث اس شخص سے، جسے وہ ملا ہے، اور سماع کیا ہے، ایک حدیث یہ تاثر دیتے ہوئے روایت کرے کہ: اس
نے سماع کیا ہے، یا ایسے شخص سے روایت کرے، جس سے وہ ملا ہو لیکن اس سے سماع نہ کیا ہو، اسی تاثر کے ساتھ کہ وہ اس سے ملا ہے، اور اس سے
احادیث بھی سنی ہیں۔

حافظ عراقی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے، انه سواء كان قد فقيه اولم يلقه (۶)

یہ تعریف بنیادی طور پر وہی ہے، جسے ابن الصلاح نے تالیس الاسناد کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وهو ان يروى عن لقيه مالم يسمعه منه موهما انه سمعه منه، او عن عاصره ولم يلقه موهما ان قد لقيه وسمعه منه (۷)

تالیس الاسناد یہ ہے کہ وہ ایسے شخص سے، جن کو وہ ملا ہو، لیکن اس سے کچھ سنا نہ ہو، یہ تاثر دیتے ہوئے روایت کرے کہ: گویا یہ حدیث

اس سے سنی ہے، یا وہ اس شخص کا معاصر ہو، لیکن ان کی ملاقات نہ ثابت ہو، یہ تاثر دے کہ وہ اس سے ملا ہے، اور اس سے سماع کیا ہے۔

۱۔	الکت، ج ۲، ص ۶۲۲	۲۔	الکفایہ، ص ۳۵۵-۳۷۰	۳۔	ابن الصلاح، ص ۷۳
۲۔	۱۔ الارشاد، ص ۹۲	۳۔	ii۔ التقیید، ص ۹۵	۴۔	iii۔ الباعث الحثیث، ص ۲۵
۳۔	منہج التقد، ص ۳۹۱	۴۔	التقیید والایضاح، ص ۹۸	۵۔	iii۔ تدریب الراوی، ج ۱، ص ۸۶
۴۔	i۔ ابن الصلاح، ص ۷۳	۵۔	ii۔ الکت، ج ۲، ص ۶۱۲		

امام نووی نے اسے اختصار کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وهو ان يروى عن لقيه او عاصره مالم يسمعه منه، موهما انه سمعه منه (۱)

تذلیس الاسناد یہ ہے، کہ وہ اس شخص سے جسے وہ ملا ہے، یا اس کا معاصر ہے، لیکن اس سے احادیث نہیں سنیں، اس تاثر کے ساتھ روایت کرے کہ گویا اس نے، اس شخص سے حدیث سنی ہے۔

ابن کثیر نے بھی یہی عبارت نقل کی ہے۔ (۲)

مثلاً کوئی روای ”حدثنا فلان یا اخبرنا فلان“ کی جگہ ”عن فلان“ یا ”ان فلانا قال کنا“ (۳) کے الفاظ استعمال کرے، یا اس طرح کے الفاظ جن سے سمع کا گمان ہو۔ اس طرح کا بیان ایک یا متعدد مقامات سے متعلق ہو سکتا ہے۔ اگر ”حدثنی“ یا ”سمعت“ جیسے صریح الفاظ استعمال کرے، تو یہ تذلیس نہیں جھوٹ ہوگا۔ اس لئے مدلس تذلیس کا اعتراف کرتا ہے، تاکہ لوگ دھوکہ میں نہ رہیں۔ اس کی مثال ابو عوانہ کی مندرجہ ذیل روایت ہے، جسے امام حاکم نے دیگر مثالوں میں ذکر کیا ہے:

حدثنا ابو عوانه عن الاعمش عن ابراهيم التيمي عن ابيه عن ابي ذر ان النبي قال: فلاں فی النار ینا دی، یا حنان یا منان (۴)

ابو عوانہ اعمش سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم التیمی سے، اور التیمی اپنے والد کے واسطے سے، ابو ذر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فلاں شخص جہنم کی آگ میں ”یا حنان، یا منان“ پکار رہا تھا۔

ابو عوانہ کہتے ہیں کہ میں نے اعمش سے پوچھا: کہ اس نے یہ حدیث ابراہیم سے سنی ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں، بلکہ حکیم بن جبیر نے بروایت ابراہیم مجھے سنائی ہے (۵)

معلوم ہوا کہ اعمش نے ابراہیم سے روایت میں تذلیس کی، اور جب اس سے استفسار کیا گیا، تو اس نے اپنے اور ابراہیم کے درمیانی واسطے کو واضح کر دیا۔

ii۔ تذلیس التسویہ:

تذلیس التسویہ یہ ہے کہ راوی ضعیف واسطے کو ساقط کر کے اتصال کا تاثر دے۔ ڈاکٹر عمر سے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

وهو ان يروى المدلس حديثا عن ضعيف بين ثقتين لقي احدهما الآخر فيسقط الضعيف ويجعل بين الثقتين

عبارة موهما للاتصال (۶)

تذلیس التسویہ یہ ہے کہ مدلس ایک ایسے ضعیف راوی سے روایت کرے، جو ایسے دو ثقہ راویوں کے درمیان ہو، جن کی ملاقات ثابت ہو۔ پھر یہ مدلس ضعیف راوی کو ساقط کر دے، اور دو ثقہ راویوں کے درمیان ایسی عبارت لائے، جو سند کے متصل ہونے کا تاثر دے۔

۱۔	الارشاد، ص ۹۲	۲۔	الباعث الحثیث، ص ۴۵
۳۔	i۔ ابن الصلاح، ص ۷۳	ii۔	الارشاد، ص ۹۲
		iii۔	الباعث الحثیث، ص ۴۵
۴۔	معرفة علوم الحدیث، ص ۱۰۵	۵۔	ایضاً
۶۔	منہج النقد، ص ۳۸۲		

خطیب نے اس قسم کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

وربما لم يسقط المدلس شيخه لكن يسقط ممن بعده رجلا ضعيفا او صغير السن ليحسن الحديث بذلك (۱)
اور کبھی مدلس اپنے شیخ کی بجائے، اس کے بعد والے لضعیف شخص، یا کم عمر راوی کو ساقط کر دیتا ہے، تاکہ اس سے حدیث بہتر معلوم ہو۔
امام نووی نے خطیب کی اس عبارت کو اپنے ہاں نقل کیا ہے۔ (۲)

اس کو تسویہ اس لئے کہتے ہیں، کہ اس میں پوری سند ایک جیسی ہے۔ جس کو پتہ نہ ہو، اس کے لئے پوری سند ثقات پر مشتمل ہے۔ متقدمین کے ہاں ”التجویذ“ کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی، کیونکہ اس میں صرف جید رواۃ کا ذکر ہوتا ہے، اور دیگر کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کی تقسیم پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ مصنف نے تدلیس کی تیسری قسم کو چھوڑ دیا ہے، اور وہ تدلیس تسویہ ہے، وہ لکھتے ہیں:

ترك المصنف قسما ثالثا من انواع التدليس وهو شر الاقسام وهو الذي يسمونه تدليس التسوية، وقد سماه بذلك ابو الحسن بن القطان وغيره من اهل هذا الشأن، وصورة هذا القسم من التدليس ان يجئ المدلس الى حديث سمعه من شيخ ثقة، وقد سمعه ذلك الشيخ الثقة من شيخ ضعيف، وذلك الشيخ الضعيف يرويه عن شيخ ثقة، فيعمل المدلس الذي سمع الحديث من الثقة الاول فليسقط منه شيخ شيخه الضعيف، ويجعله من رواية شيخه الثقة عن الثقة الثاني بلفظ محتمل كالعنونة ونحوها، فيصير الاسناد كله ثقاة، ويصرح هو بالاتصال بينه وبين شيخه، لانه قد سمعه منه، فلا يظهر حينئذ في الاسناد ما يقتضى عدم قبوله، الا لاهل النقد والمعرفة بالعلل۔ (۳)

مصنف نے تدلیس کی انواع میں سے تیسری قسم کو چھوڑ دیا، حالانکہ یہ ان میں سب سے زیادہ بری ہے، اور اسی کو تدلیس التسویہ کہتے ہیں۔ ابو الحسن بن القطان جیسے عظیم الشان لوگوں نے اسے یہ نام دیا ہے۔ تدلیس کی اس قسم کی صورت یہ ہے: کہ مدلس ایک حدیث پیش کرتا ہے، جسے اس نے ایک ثقہ شیخ سے سنا ہوتا ہے، اس ثقہ شیخ نے ایک ضعیف شیخ سے اس کا سماع کیا ہوتا ہے، اور وہ ضعیف شیخ ایک ثقہ شیخ سے روایت کرتا ہے۔ مدلس یہ کرتا ہے کہ: وہ ضعیف شیخ کو ساقط کر کے عن فلان جیسے الفاظ استعمال کر کے ثقہ کی ثقہ سے روایت کا اسلوب اختیار کرتا ہے، اس طرح پوری سند ثقات پر مشتمل نظر آتی ہے، نیز اپنے اور شیخ کے درمیان اتصال کی تصریح کرتا ہے، کیونکہ اسے سماع حاصل ہوتا ہے۔ اندر میں حالت اسناد میں ایسی کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی، جو اس کی عدم قبولیت کی مقتضی ہو، ہاں البتہ ناقدین فن اور علل کی معرفت رکھنے والے اس کا ادراک کر سکتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراض کے جواب میں کہا ہے: کہ اصطلاح میں وسعت ہوتی ہے، اور ابن الصلاح نے جو دو اقسام بیان کی ہیں، ان میں سے تدلیس الاسناد میں تدلیس التسویہ شامل ہے، اسی طرح ابن الصلاح نے تیسری قسم کو ترک نہیں کیا۔ (۴) بلکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو حافظ عراقی کی تعریف کو غیر جامع قرار دیا۔ (۵)

اور اس کے متبادل تعریف پیش کی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں ضعیف شیخ کا اسقاط شرط صحیح نہیں، ثقہ راوی بھی ساقط ہو سکتا ہے۔ (۶)

۱۔	الکفایہ، ص ۳۶۳	۲۔	الارشاد، ص ۹۲	۳۔	التقید والایضاح، ص ۹۵-۹۶
۴۔	الکت، ج ۲، ص ۶۱۶	۵۔	ایضاً، ج ۲، ص ۶۲۰	۶۔	ایضاً، ج ۲، ص ۶۲۱

حافظ ابن حجر تسویہ کو تدلیس سے زیادہ عام قرار دیتے ہیں اور ابن عبدالبر کے حوالے سے امام مالک کے طرز عمل کو بطور نمونہ پیش کرتے

ہیں۔ (۱)

خطیب کہتے ہیں کہ سلیمان الاعمش سفیان الثوری اور بقیۃ بن الولید تدلیس کرتے تھے، (۲) اسی طرح ولید بن مسلم المدمشقی (۳) بھی تدلیس التسویہ کو بکثرت استعمال کرتے تھے۔ محدثین نے ان کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ ابوسہر کا قول ہے:

احادیث بقیہ لیست نقیۃ فکن منها علی تقیۃ (۴)

بقیہ کی حدیث صاف ستھری نہیں، ان سے بچو۔

ولید بن مسلم کے بارے میں منقول ہے:

کان الولید بن مسلم یحدث باحادیث الا وزاعی عن الکذابین ثم یدلسہم (۵)

ولید بن مسلم امام اوزاعی کی احادیث کذابوں سے روایت کرتے، اور پھر ان میں تدلیس کرتے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ولید کے بارے میں لکھا ہے:

ثقة لكنه كثير التدليس والتسوية (۶)

وہ ثقہ ہیں لیکن تدلیس و تسویہ کا بکثرت ارتکاب کرتے ہیں۔

اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بقیہ سے روایت کیا ہے:

قال حدثني ابو وهب الاسدي قال حدثنا نافع عن ابن عمر قال: لا تحمدوا اسلام امرئى حتى تعرفوا عقدة

رايه (۷)

ابو وہب اسدی بیان کرتے ہیں، کہ انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بذریعہ نافع یہ روایت ملی ہے، کہ انہوں نے کہا: تم کسی شخص کے اسلام کی اس وقت تک تعریف نہ کرو، جب تک اس کی رائے کی قوت نہ معلوم کر لو۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد نے کہا: کہ اس حدیث میں ایسی علت موجود ہے، جسے کم لوگ ہی سمجھ سکیں گے۔ اس حدیث کی عبید اللہ بن عمرو نے اسحاق بن ابی فروہ سے، اور انہوں نے نافع سے، اور نافع نے بواسطہ ابن عمر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ عبید اللہ بن عمرو کی کنیت ابو وہب ہے اور وہ اسدی ہیں۔ پھر ایسا ہوا کہ بقیہ بن الولید نے عبید اللہ بن عمرو کی کنیت سے ان کا ذکر کیا، اور بنو اسد کی طرف منسوب کیا، تاکہ معلوم نہ ہو سکے، حتیٰ کہ اسحاق بن ابی فروہ کو درمیان سے ساقط کر دیا، تاکہ اس کا پتہ نہ چل سکے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ ایسا کرنے پر بقیہ تمام لوگوں سے زیادہ قدرت رکھتے تھے۔ (۸)

۱-	الکت، ج ۲، ص ۶۱۷	۲-	الکفایۃ، ص ۳۶۳
۳-	۱- الجرح، ج ۹، ص ۱۶	۳-	۱- تذکرہ، ج ۱، ص ۳۰۲
۴-	میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۳۲	۳-	۱- میزان، ج ۴، ص ۳۲۷
۵-	۱- شرح الالفیہ، ج ۱، ص ۸۸	۳-	۱- تدریب، ج ۱، ص ۱۸۶
۶-	۱- تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۳۶	۳-	۱- میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۳۲۸
۷-	۱- علل الحدیث، ج ۲، ص ۱۵۴	۸-	ایضاً

iii۔ تدلیس القطع:

تدلیس القطع یہ ہے کہ راوی سلسلہ روایت کے اتصال کو قطع کر دے۔ ڈاکٹر نور الدین عمر نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے:

هو ان يقطع اتصال اداة الرواية ابالراوى (۱)

یہ کہ راوی سلسلہ روایت کے اتصال کو قطع کرے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن الصلاح کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے تدلیس الاسناد کی جن متروک فروع کا ذکر کیا ہے، ان میں

تدلیس القطع بھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وفاتهم ايضا فرع آخر وهو تدليس القطع (۲)

ایک اور فرع کو بھی بیان نہیں کیا، اور وہ تدلیس القطع ہے۔

احمد محمد شا کرنے سے تدلیس السکوت کا نام دیا ہے (۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے لکھا:

مثاله ما روينا ه في الكامل لابي احمد بن عدی وغيره: عن عمر بن عبید الطنافسی، انه كان يقول: حدثنا، ثم

يمسکت ينوی القطع، ثم يقول هشام بن عروہ عن ابيه عن عائشة (۴)

اس کی مثال وہ ہے جسے ہم نے کامل میں ابن عدی وغیرہ سے روایت کیا ہے: عمر بن عبید الطنافسی کہتا تھا حدثنا، پھر خاموش ہو جاتا۔ مقصود

قطع ہوتا۔ پھر کہتا: هشام بن عروہ، اپنے والد سے اور وہ عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔

ابن الصلاح نے جو مثال بیان کی ہیں، وہ بھی تدلیس القطع کی مثال ہو سکتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ومثاله ما روينا عن علي بن خشرم قال: كنا عند ابن عيينة فقال: "الزهرى" فقليل له: حدثكم الزهرى؟

فسکت، ثم قال: "الزهرى" فقليل له: "سمعت من الزهرى" فقال: "لا، لم اسمعه من الزهرى ولا ممن سمعه من

الزهرى، حدثني عبدالرزاق عن معمر عن الزهرى (۵)

اس کی مثال وہ ہے جو ہم نے علی بن خشرم سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ابن عیینہ کے پاس بیٹھے تھے، تو انہوں نے کہا

:"الزهرى" ان سے کہا گیا: کہ زہری نے آپ سے حدیث بیان کی؟ تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر کہا: "الزهرى" ان سے پوچھا گیا: کہ آپ نے زہری

سے حدیث سنی ہے؟ تو کہنے لگے: نہیں، میں نے نہ زہری سے حدیث سنی ہے اور نہ اس شخص سے جس نے زہری سے سماع کیا ہے، مجھے تو

عبدالرزاق نے بواسطہ معمر زہری سے بیان کیا ہے۔

۱۔ منہج النقد، ص ۳۸۲

۲۔

الکت، ج ۲، ص ۶۱۷

۳۔ الباعث الحثیث، ص ۴۷

۴۔

الکت، ج ۲، ص ۶۱۷

۵۔ ابن الصلاح، ص ۷۴

ii۔ الکفایہ، ص ۳۵۹

iii۔ معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۰۵

iv۔ تدلیس العطف:

تدلیس العطف یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا ذکر تو صراحت کے ساتھ کرے، لیکن اس کے ساتھ ایک اور شیخ کو بھی شامل کر لے، جس سے اس نے یہ روایت نہیں سنی۔ ڈاکٹر نور الدین عتر سے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

وهو ان یصرح بالتحديث عن شیخ له ، ويعطف عليه شیخا آخر لم یسمع منه ذلك المروى (۱)

تدلیس العطف یہ ہے کہ وہ حدیث بیان کرتے وقت اپنے شیخ کی تصریح کر دے، اور اس کے ساتھ کسی دوسرے شیخ کو شامل کرے، جس سے اس نے یہ حدیث نہ سنی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ پر، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے تبصرے کے ضمن میں کہا ہے: کہ ابن الصلاح نے تدلیس الاشیاء کی ایک اور فرع کو بیان نہیں کیا، اور وہ ہے تدلیس العطف۔ ازاں بعد وہ تدلیس العطف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو: ان یروی عن شیخین من شیوخہ ما سمعہ من شیخ اشترک فیہ، ویكون قد سمع ذلك من احدهما دون الآخر فیصرح عن الاول بالسماع ويعطف الثاني عليه، فیوهم انه حدث عنه بالسماع۔ ایضا۔ وانما حدث بالسماع عن الاول، ثم نوى القطع فقال: وفلان ای حدث فلان (۲)

تدلیس العطف یہ ہے کہ راوی اپنے شیوخ میں سے دو شیوخ سے ایسی روایت کرے، جسے ان دونوں نے اپنے مشترک شیخ سے سنا ہو۔ اور اس راوی نے ان دونوں میں سے صرف ایک شیخ سے حدیث سنی ہو۔ پھر یہ راوی پہلے شیخ سے سماع کی تصریح کرے، اور دوسرے کو اس میں شامل کرے۔ نتیجتاً تاثر یہ ملے کہ راوی نے اس شیخ سے بھی سماع کی بنیاد پر روایت کی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سماع کی بنیاد پر تو اس نے صرف پہلے شیخ سے روایت لی، لیکن پھر یقین سے کہا: کہ فلاں شیخ نے بھی یہ حدیث بیان کی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، جسے ہم امام حاکم کے الفاظ میں درج کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

ان جماعة من اصحاب هشيم اجتمعوا يوم علی ان لا یأخذوا منه التذلیس، فظن لذلك فكان یقول کل حدیث یدکرہ حدثنا حصین ومغیرة عن ابراهیم، فلما فرغ قال لهم: هل دلست لكم الیوم؟ فقالوا: لا، فقال لم اسمع من مغیرة حرفا مما ذکرہ، انما قلت حدثنی حصین ومغیرة غیر مسموع لى (۳)

ایک روز ہشیم کے شاگرد اس ارادہ سے ان کے ہاں جمع ہوئے، کہ وہ اس سے مدرس احادیث نہیں سنیں گے۔ ہشیم کو اس بات کا اندازہ ہو گیا لہذا وہ ہر حدیث کو بیان کرتے وقت کہتا: ہم سے حصین اور مغیرہ، نے ابراہیم سے یہ روایت کی۔ جب احادیث بیان کر چکا، تو پوچھنے لگا: کہ کیا آج میں نے تدلیس کی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا جو کچھ بیان کیا ہے، اس کا ایک حرف بھی مغیرہ سے نہیں سنا۔ میں نے صرف یہ کہا ہے کہ حصین نے مجھ سے حدیث بیان کی، مغیرہ سے تو میں نے کچھ نہیں سنا۔

تدلیس کی سب سے زیادہ ناپسندیدہ قسم تدلیس التسوویہ ہے (۱)۔ کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ اول ثقہ راوی تدلیس میں معروف نہ ہو اور سند پر نظر رکھنے والا اسے تسوویہ کے بعد ایک اور ثقہ سے روایت کرتے ہوئے پائے، اور روایت پر صحت کا حکم لگائے، حالانکہ اس میں بڑا دھوکہ ہے۔ حافظ العلاءؒ کہتے ہیں:

ولا ریب فی تضعیف من اکثر من هذا النوع (۲) اس نوع کی اکثر روایات کے ضعیف ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ تسوویہ کو تدلیس سے زیادہ عام قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق تسوویہ میں تدلیس ہو سکتی ہے، اور اس کی مثال حافظ عراقی نے دی ہے، لیکن ایسا تسوویہ بھی ممکن ہے جس میں تدلیس نہ ہو۔ اس کی مثال وہ ہے جسے ابن عبدالبر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ مالکؒ نے زید بن زید سے بذریعہ عکرمہ، ابن عباسؓ کی احادیث سنیں، اور پھر روایت کرتے ہوئے عکرمہ کو حذف کر دیا، کیونکہ امام مالک عکرمہ کی احادیث سے استناد پسند نہیں کرتے تھے۔ یہاں امام مالک نے تسوویہ کیا ہے، اور جسے ثقہ سمجھا اسے سند میں باقی رکھا، اور جسے غیر ثقہ گردانا اسے حذف کر دیا۔ لہذا تسوویہ کبھی بلا تدلیس اور کبھی بالارسال ہوتا ہے۔ (۳)

حافظ ابن حجرؒ نے تین مزید مثالیں دی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مالک تسوویہ کرتے ہیں۔ (۴)، ان مثالوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فلو كانت التسوية تدلیسا لعدم مالك في المدلسين ، وقد انكر و اعلى من عد فيهم (۵)
اگر تسوویہ تدلیس شمار ہوتی تو امام مالک کا شمار مدلسین میں ہوتا، لیکن ان کے اصحاب نے ان کو ناپسند کیا ہے، جنہوں نے امام مالک کو مدلسین میں شمار کیا ہے۔

☆ تدلیس الاسناد کی چار قسمیں درج ذیل ہیں:

۱۔ تدلیس العطف ۲۔ تدلیس السکوت ۳۔ تدلیس التسوویہ ۴۔ تدلیس البلاد

۱۔ تدلیس العطف:

راوی کہے: حدثنا فلان وفلان، حالانکہ اس نے اس دوسرے شخص سے کچھ بھی نہ سنا ہو:

ومنه تدلیس العطف ، ان يقول بحدثنا فلان و فلان ، وهو لم يسمع من الثاني المعطوف (۶)

و هو ان يصرح بالتحديث في شيخ له ويعطف عليه شيخا آخر له ، ولا يكون سمع ذلك من الثاني (۷)

ہشیم بن بشیر (۱۰۴-۱۸۳ھ/۷۲۲-۷۹۹م) تدلیس العطف کیا کرتے تھے: وقد ذکر عن هشيم انه فعله (۸)۔ امام احمد فرماتے ہیں: ہشیم نے یزید، ابی زیاد، عاصم بن کلیب، حسن بن عبداللہ ابی خلدہ، سیار اور علی بن زید سے حدیث نہیں سنی اور پھر بھی ان سے احادیث نقل کرتا ہے (۹) ایک دفعہ ان کے شاگردوں نے ان سے وعدہ لیا کہ کل کوئی مدلس روایت بیان نہیں کرے گا، جب صبح ہوئی تو روایت بیان کرنے لگے: حدثنا فلان وفلان۔ جب درس سے فارغ ہوئے تو شاگردوں سے پوچھا کیا میں نے آج کوئی مدلس روایت بیان کی؟ سب نے نفی میں جواب دیا، اس پر انہوں نے کہا کہ پہلے راوی سے میں نے حدیث سنی ہے اور دوسرے سے نہیں، اس کا نام تدلیس العطف ہے:

۱۔ الباعث الحثیث، ص ۴۶	۲۔ جامع التحصیل، ص ۱۱۷
۳۔ التکت والعیون، ج ۲، ص ۶۱۸	۴۔ ایضاً
۶۔ الباعث الحثیث، ص ۶۴	۵۔ ایضاً
۸۔ الباعث الحثیث، ص ۶۴	۷۔ تعریف اهل التقدیس، ص ۱۲۵
	۹۔ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۳۰۶

ومن عجائبه فی التذلیس ان اصحابه قالو الہ: نرید ان لاتذلس لنا شیئاً فواعدهم، فلما اصبح املی علیہم مجلساً یقول فی اول کل حدیث منه حدثنا فلان وفلان عن فلان، فلما فرغ قال: هل دلست لکم الیوم شیئاً؟ قالو: لا، قال: فان کل شیء حدثتکم عن الاول سمعته وکل شیء حدثتکم عن الثانی فلم اسمعه منه، قلت: فهذا ینبغی ان یسمی تذلیس العطف۔ (۱)

۲۔ تذلیس السکوت

تذلیس سکوت کا مطلب یہ ہے کہ راوی کہے سمعت یا حدثنا یا حدثنی اس کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہے اعمش۔ اس سے سننے والا یہ تاثر لے گا کہ اس نے اعمش سے سنا، حالانکہ یہ درست نہیں:

ومنه تذلیس السکوت، کان یقول: حدثنا اور سمعت، ثم یسکت، ثم یقول: هشام بن عروہ او الاعمش

موهماً انه سمع منهم ولیس كذلك۔ (۲)

۳۔ تذلیس التسویہ

تذلیس تسویہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی راوی کے شیخ کا نام اس لیے ذکر نہ کیا جائے کہ وہ ضعیف یا صغیر السن ہے۔ اس کے بجائے یہ ظاہر کیا جائے کہ حدیث صرف ثقات سے مروی ہے تاکہ اسے صحیح اور مقبول قرار دیا جائے، یہ تذلیس کی بدترین قسم ہے کیونکہ اس میں شدید ترین دھوکہ پایا جاتا ہے:

منها تذلیس التسویة وهو ان یسقط غیر شیخه لضعفه او صغره فیصیر الحدیث ثقة عن ثقة فیحکم له بالصحة

وفیه تعزیر شدید... وهذا التذلیس افحش انواع التذلیس مطلقاً وشرها (۳)

بقیہ بن ولید (۱۱۰ھ-۱۹۷ھ/۲۸م-۸۱۲) اور ولید بن مسلم (۱۱۹-۱۹۵ھ/۳۷-۸۱۰م) اس قسم کی تذلیس میں مشہور تھے، مؤخر الذکر اوزاعی کے ضعیف شیوخ کو حذف کرنے کے صرف ثقات کا نام ذکر کرتے ہیں، جب اس ضمن میں ان سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: اوزاعی کا مقام اس سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ وہ ایسے ضعیف راویوں سے حدیث روایت کرے، پھر ولید سے کہا گیا۔ جب اوزاعی ان ضعیف راویوں سے منکر روایتیں نقل کریں اور آپ ان کو حذف کر کے ان کی جگہ ثقہ راویوں کے نام کا ذکر کر دیں تو پھر اوزاعی کو ضعیف راوی قرار دینا چاہئے، ولید نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا۔

وممن اشتهر بذلك: بقیة بن الولید و كذلك الولید بن مسلم فكان یحذف شیوخ الاوزاعی الضعفاء ویبقی

الثقات، فقیل له فی ذلك فقال: انبل الاوزاعی ان یروی عن مثل هؤلاء فقیل له: فاذا روی عن هؤلاء وهم ضعفاء احادیث

منا کیر فاسقطتهم انت وصیرتها من روایه الاوزاعی عن الثقات، ضعف الاوزاعی؟ فلم یلتفت الولید الی ذلك القول

(۴)

۱۔ تعریف اہل التقذیس، ص ۱۱۵-۱۱۶ ۲۔ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ص ۶۴

۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً

۴۔ تدلیس البلاد

بعض مدلسین اپنے شیخ کی تعظیم کے لئے ایک مبہم اور متشابہ لفظ بولتے ہیں اور اس طرح کسی شہر یا قبیلہ کی عظمت و فضیلت کے پردہ میں شیخ کی عظمت جتاننا چاہتے ہیں۔ مثلاً ایک مصری شخص کہے کہ حدیثی فلان بالاندلس مجھے فلاں شخص نے اندلس میں حدیث سنائی اور اندلس سے مراد وہ مقام ہو جو القرافہ میں واقع ہے۔ یارقاق حلب کہے اور قاہرہ کی ایک جگہ مراد لے، یا ایک بغدادی شخص کہے: حدیثی فلان بماوراء النھر (ماوراء النھر کے ایک شخص نے مجھے حدیث سنائی) اور اس سے مراد یہ لے کہ دریائے دجلہ کے پار مجھے حدیث سنائی یا یوں کہے کہ فلاں نے مجھے رقبہ (ایک شہر کا نام) میں حدیث سنائی اور اس سے مراد دریائے دجلہ کے کنارے پر ایک باغ مراد لے، یا دمشق کا رہنے والا یوں کہے کہ مجھے فلاں شخص نے کرک میں حدیث سنائی اور کرک سے کرک نوح مراد لے جو دمشق کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔ ان تمام الفاظ سے سامع کے ذہن میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ شخص طلب حدیث میں کافی سیر و سیاحت کر چکا ہوگا۔ حافظ ابن حجر اس طرح سازی اور دجل و فریب کو تدلیس البلاد سے تعبیر کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ تدلیس الشیوخ سے ملتی جلتی ایک اصطلاح ہے۔ (۱)

تدلیس الاسناد کی حیثیت:

تدلیس الاسناد اپنی تمام فروع کے ساتھ ناپسندیدہ ہے، اور اکثر علماء محدثین نے اس کی مذمت کی ہے۔ حافظ ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

التدلیس للحديث مکروه عند اکثر اهل العلم وقد عظم بعضهم الشان في ذمه وتبجح بعضهم بالبراءة منه (۲)
اکثر اهل علم کے نزدیک حدیث میں تدلیس ناپسندیدہ ہے۔ بعض نے تو اس کی بہت مذمت کی ہے، اور بعض نے اس سے براءت کا اعلان کیا
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے شعبۃ الحجاج کا مندرجہ ذیل قول نقل کیا ہے:

التدلیس اخوالکذب (۳)

تدلیس کذب (جھوٹ) کے مشابہ ہے۔

سلیمان بن داود المنقری کا قول ہے:

لتدلیس والغس والغرور والخداع والکذب يحشر يوم تبلى السرائر في نفاذ واحد (۴)

تدلیس، بددیانتی، دھوکہ، فریب اور جھوٹ یہ سب اس دن ایک ہی جگہ میں اٹھائے جائیں گے۔ جب سب چھپے راز کھل جائیں گے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مدلس کا تذکرہ کیا گیا، تو آپ نے اس کے بارے میں سخت کلمات کہے اور یہ شعر پڑھا:

دلس للناس احاديثه والله لا يقبل تدليسا (۵)

۱۔	الکت علی کتاب ابن الصلاح، ج ۲، ص ۶۵۱	۲۔	الکفایہ، ص ۳۵۵
۳۔	ایضاً	۴۔	معرفة علوم الحديث، ص ۱۰۳
۵۔	۱۔ ایضاً	۱۱۔	الکت، ج ۲، ص ۶۳۲۲

لوگ احادیث میں تدلیس کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ﷻ قسم! تدلیس قابل قبول نہیں ہے۔

عبدالصمد بن عبدالوارث نے اپنے والد سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

التدلیس ذل (۱) تدلیس ذلت ہے۔

غندر رضی اللہ عنہ نے شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

ولان اسقط من السماء احب الی من ان ادلس (۲)

خطیب نے ابن المبارک کا قول نقل کیا ہے جس کا تدلیس کرنے کے بجائے آسمان سے گرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔

مفہوم ہے: لان نخر من السماء احب الی من ادلس حدیثاً۔ (۳)

خطیب رضی اللہ عنہ نے حماد بن زید کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

التدلیس کذب ثم ذکر حدیث النبی "المتشعب بما لم يعط کلابس ثوبی زور (۴) قال حماد ولا اعلم المدلس

الا متشعبا بما لم يعط (۵)

تدلیس جھوٹ ہے، پھر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ وہ شخص جو میسر نہ آنے والی چیز پر شیخی بھگارے، جھوٹ کا لباس

اوڑھنے والے کی مانند ہے۔ حماد نے کہا: کہ میں مدلس کو غیر میسر شیخی پر شیخی بگھارنے والے کی طرح ہی سمجھتا ہوں۔

شعبہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے:

لان ارض احب الی من ان ادلس (۶)

میرے نزدیک زنا تدلیس سے قابل ترجیح عمل ہوگا۔

حافظ ابن الصلاح نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

هذا من شعبة افراط مجمول علی التبالغة فی الزجر عنه والتنفیر (۷)

شعبہ کا یہ قول افراط پر مبنی ہے، جو تدلیس سے روکنے اور نفرت دلانے کے مبالغہ پر مجمول کیا جاتا ہے۔

☆ خطیب بغدادی تدلیس کی مذمت میں لکھتے ہیں:

و ذموا من دلسه ، والتدلیس یشتمل علی ثلاثة احوال تقتضی ذم المدلس وتوہینہ فاحدها ما ذکرناہ ایہامہ

السماع ممن لم یسمع عنه و ذلك مقارب الاخبار بالسماع ممن لم یسمع منه والثانية عدوله عن الكشف الی الاحتمال

وذلك خلاف موجب الورع والامانة والثالثة ان المدلس انما لم یبین من بینہ و بین من روى عنه لعلمہ بانہ لو ذکرہ لم

۱- معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۰۳

۲- سیر اعلام النبلاء، ج ۷، ص ۴۶۰

۳- التکت، ج ۲، ص ۶۲۱

۴- ایضاً

۵- ابوداؤد، ج ۵، ص ۲۶۹

۶- التکت، ج ۲، ص ۶۳۲

۷- ایضاً

یکن مرضیا مقبولا عند اهل النقل فلذلك عدل عن ذكره، وفيه ايضا انه انما لا يذكر من بينه وبين من دلس عنه طلبا لتوهيم علو الاسناد والاففة من الرواية عن حدثه وذلك خلاف موجب العدالة ومقتضى الديانة من التواضع في طلب العلم وترك الحمية في الاخبار باخذ العلم عن اخذه والمرسل المبين برئ من جميع ذلك (۱)

علماء نے تدلیس کرنے والے کی مذمت کی ہے۔ تدلیس کے تین پہلو ہیں، جو اس امر کے متقاضی ہیں، کہ مدلس کی مذمت اور اہانت کی جائے۔ ایک تو وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی راوی کا اس مروی عنہ سے سماع کا ابہام جس سے اس نے اس حدیث کو نہیں سنا۔ ایسا کرنا مروی عنہ سے نہ سنی ہوئی حدیث کو سماع کے طور پر بیان کرنے کے قریب ہے، دوسرا یہ کہ ایسا کرنا احتمال کو ظاہر کرنے سے اجتناب کرنا ہے، جو تقویٰ و امانت کے خلاف ہے، تیسرا یہ کہ مدلس اپنے اور مروی عنہ کے واسطے کو بیان نہیں کرتا، کیونکہ اسے علم ہے کہ اس کا ذکر کرنا اہل روایت کے ہاں غیر مقبول اور ناپسندیدہ ہوگا۔ لہذا اس نے اس کے ذکر سے اجتناب کیا۔ مزید یہ کہ اپنے اور مدلس عنہ کے واسطے کو اس لئے بیان نہیں کیا تا کہ علو اسناد اور مروی عنہ سے ترک روایت کا تاثر دے۔ حالانکہ جس سے علم حاصل کیا، اس کا ذکر نہ کرنا ترک حمیت، عدالت و دیانت کے تقاضوں اور طلب علم کے لئے مطلوبہ تواضع کے خلاف ہے۔

جہاں تک تدلیس الاسناد کے مرتکب راوی کا تعلق ہے تو اس بارے میں مختلف آراء ہیں:

بعض نے سختی سے کام لیتے ہوئے اسے مجروح قرار دیا ہے، اور اس کی حدیث کو مطلقاً ناقبول قرار دیا ہے، اور کچھ علماء نے تساہل سے کام لیتے ہوئے، اس کی حدیث کو مطلقاً مقبول قرار دیا ہے۔ خطیب نے تدلیس کی حیثیت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

وقال فريق من الفقهاء واصحاب الحديث ان خبر المدلس غير مقبول لاجل ما قدمنا ذكره من ان التدليس يتضمن الايهام لما لا اصل له وترك تسمية من لعله غير مرضى ولا ثقة وطلب توهم علو الاسناد وان لم يكن الامر كذلك - وقال خلق كثير من اهل العلم خبر المدلس مقبول لانهم لم يجعلوه بمثابة الكذاب ولم يروا التدليس ناقضا لعدالته ذهب الى ذلك جمهور من قبل المراسيل من الاحاديث وزعموا ان نحفاية امره ان يكون التدليس بمعنى الارسال (۲)

فقہاء و محدثین کے ایک گروہ نے کہا: کہ مدلس کی روایت غیر مقبول ہے، اس کی دلیل جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، یہ ہے کہ تدلیس اس ابہام کی متضمن ہے جس کی کوئی اصل نہیں، اور اس نے شاید غیر ثقہ اور ناپسندہ راوی کا نام ترک کر دیا، اور اسناد عالی کا تاثر دیا، جو درست نہیں۔ اہل علم کی ایک بڑی تعداد کی رائے ہے، کہ مدلس کی روایت مقبول ہے، کیونکہ انہوں نے مدلس کو کذاب کے مقام پر نہیں رکھا، اور تدلیس کو عدالت کے منافی نہیں سمجھا ہے۔ مرسل احادیث کو قبول کرنے والوں کی اکثریت نے اس رائے کو اختیار کیا ہے۔ ان کا گمان ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ تدلیس کو ارسال کے معنی میں سمجھا جائے گا۔

ابن الصلاح نے تدلیس الاسناد کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے مطلقاً مقبول ہونے کا ذکر نہیں کیا، صرف اختلاف کی بات کرتے ہوئے لکھا:

ثم اختلفوا في قبول روايته من عرف بهذا التدليس فجعله فريق من اهل الحديث والفقهاء مجروحاً بذلك

وقالوا: لا تقبل روايته بحال بين السماع اولم يبين (۳)

۱- الكفایہ، ص ۳۵۸

۲-

الکفایہ، ص ۳۶۱

۳- ابن الصلاح، ص ۷۵

ii- الارشاد، ص ۹۲

☆ جو شخص ایسی تدلیس کے لئے معروف ہو، اس کی روایت کو قبول کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ محدثین اور فقہاء کے ایک گروہ نے اسے مجروح قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ: اس صورت میں اس کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ خواہ وہ اپنے سماع کو واضح کرے یا نہ کرے۔

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی عبدالوہاب کا قول ان کی کتاب "الخصص" کے حوالے سے نقل کیا ہے، جس سے ابن الصلاح کی مذکورہ بالا رائے کی تائید ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

التدلیس جرح وان من ثبت انه كان يدلس لا يقبل حديثه مطلقا قال: وهو الظاهر من اصول مالك (۱)

تدلیس بے اعتباری ہے، اور جس کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ تدلیس کا مرتکب ہے، تو اس کی حدیث مطلقاً ناقابل قبول ہوگی۔ انہوں نے کہا: کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصول سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "القواطع" کے حوالے سے اسمعانی کا قول نقل کرتے ہیں، جس سے عدم قبول کے مسلک کی تائید ہوتی ہے:

ان كان انا استكشفت لم يخبر باسم من يروى عنه، فهذا يسقط الاحتجاج بحديثه، لان التدليس تذيير وايهام لما لا حقيقة له و ذلك يوتر في صدقه وان كان يخبر، فلا (۲)

اگر پوچھے جانے پر بھی کہ (راوی) مروی عنہ کا نام نہیں بتاتا، تو یہ بات اس کی حدیث کو درجہ استناد سے ساقط کر دے گی، کیونکہ تدلیس فریب اور ایسے تاثر کا نام ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں، اور یہ امر اس کی صداقت پر اثر انداز ہوگا۔ ہاں اگر وہ مروی عنہ کا نام بتادے، تو پھر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اسے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والصواب الذي عليه جمهور المحدثين خلاف ذلك (۳)

اور درست رائے وہی ہے، جس کو جمہور محدثین نے اختیار کیا ہے، اور وہ اس کے برعکس ہے۔

☆ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور رائے بھی لکھی ہے، جو حسب ذیل ہے:

وقال بعض اهل العلم اذا دلس المحدث عن لم يسمع منه ولم يلقه وكان ذلك الغالب على حديثه لم تقبل رواياته، واما اذا كان تدليسه عن قديميه وسمع منه، فيدلس عنه رواية لم يسمعها منه، فذلك مقبول بشرط ان يكون الذي يدلس عنه ثقة (۴)

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اگر اس شیخ سے تدلیس کرے، جسے وہ ملا ہے اور نہ اس سے سماع کیا ہے، اور اس کی احادیث کا اکثر حصہ اسی نوعیت کا ہے، تو اس کی روایات قبول نہیں کی جائیں گی۔ اگر اس کی تدلیس ایک ایسے شیخ سے ہو، جسے وہ ملا ہے اور اس سے سماع کیا، اور وہ ایسی روایت میں تدلیس کرے، جس کا اسے سماع حاصل نہیں، تو وہ مقبول ہوگی، بشرطیکہ وہ شیخ جس سے تدلیس کی جا رہی ہے، ثقہ ہو۔

۱- الکت، ج ۲، ص ۶۳۲

-۲

الکت، ج ۲، ص ۶۳۲

-۳

الکفایہ، ص ۳۶۱

۲- ایضاً، ج ۲، ص ۶۲۳

☆ اس کے بعد خطیب رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

وقال اخرون خبر المدلس لا يقبل الا ان يورده على وجه مبين غير محتمل للايهام، فان اورده على ذلك قبل،

وهذا هو الصحيح عندنا (۱)

دوسرے اہل علم کا کہنا ہے: کہ مدلس کی خبر جب تک واضح انداز میں ایہام کے کسی احتمال کے بغیر نہ وارد ہو، اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اگر مدلس خبر کو اس انداز میں بیان کرے، تو اسے قبول کیا جائے گا، اور ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے۔

☆ اسی بات کو حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ نے اپنے انداز میں بیان کیا ہے:

والصحيح التفصيل، وان ما رواه المدلس بلفظ محتمل لم يبين فيه السماع والاتصال، حكمه حكم المرسل

وانواعه، وما رواه بلفظ مبين لاتصال نحو (سمعت، وحدثنا، واخبرنا) واشباهها، فهو مقبول محتج به (۲)

صحیح رائے میں تفصیل یہ ہے: کہ جب مدلس ایسے لفظ سے روایت کرے، جس میں احتمال ہو، اور اس میں سماع اور اتصال کو واضح نہ کیا گیا ہو، تو اس کی حیثیت مرسل اور اس کی اقسام کی ہوگی۔ جس روایت میں اتصال کو سمعت، حدثنا، اخبارنا اور ایسے ہی دیگر الفاظ سے واضح کیا گیا ہو، تو وہ روایت مقبول اور قابل حجت ہوگی۔

☆ جمہور نے اس رائے کو بقول حافظ ابن الصلاح رضی اللہ عنہ اس لئے اختیار کیا ہے کہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے، یہ تو قابل احتمال الفاظ کے ذریعے "ایہام" کی ایک نوع ہے (۳)، جب احتمال زائل ہوگا تو سند متصل ہو جائے گی۔ حافظ ابو بکر خطیب رضی اللہ عنہ نے ایہام کے احتمال کو زائل کرنے کے سلسلے میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

اللفظ الذى يرفع به الايهام ويحول به الاشكال فى رواية المدلس ان يقول: سمعت فلانا يقول ويحدث وينخبر او قال لى فلان او ذكر لى او حدثنى واخبرنى من لفظه او حدث وانا اسمع او قرئ عليه وانا حاضر وما يجرى مجرى هذه الالفاظ معالا يحتمل غير السماع وما كان بسبيله (۴)

جس لفظ سے مدلس کی روایت سے ایہام رفع ہوتا ہے، اور اس میں واقع اشکال دور ہوتا ہے، وہ یہ ہیں کہ وہ کہے: میں نے فلاں شخص کو کہتے، حدیث بیان کرتے یا خبر دیتے سنا، یا فلاں شخص نے مجھ سے کہا، مجھ سے ذکر کیا، مجھ سے حدیث بیان کی، یا اپنے الفاظ میں روایت بیان کی، یہ کہے: کہ اس نے حدیث بیان کی اور میں سن رہا تھا، یا اس کے سامنے احادیث پڑھی گئی اور میں حاضر تھا، یا اسی طرح کے الفاظ جن میں سماع کے علاوہ اور کوئی احتمال نہ ہو۔

گویا جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مدلس کی خبر مطلقاً مقبول بھی نہیں اور مطلقاً قابل استناد بھی نہیں، بلکہ اس کی مقبولیت مشروط ہے۔ اگر کوئی روایت وہ شرائط پوری کرے، تو اسے قبول کیا جائے گا۔ خطیب بغدادی رضی اللہ عنہ نے اس مشروط قبولیت کے سلسلے میں مفصل لکھا ہے، اور مختلف آئمہ حدیث کی آراء کو اکٹھا کر دیا ہے۔ ہم ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں:

۱- ایضاً ۲- ابن الصلاح، ص ۷۵

۳- ایضاً ۴- الکفایہ، ص ۳۶۲

۱۔ قال یعقوب بن شیبہ التذلیس ، جماعة من المحدثین لا یرون بہ باسا و کرهہ جماعة منهم ، ونحن نکرهہ ، ومن رای التذلیس منهم فانما یجوزہ عن الرجل الذی قد سمع منه ویسمع من غیرہ ما لم یسمعه منه ، فیدلسہ ، انه قد سمعه منه ، ولا یکون ذلك ایضا عندهم الا عن ثقة ، فاما من دلس من غیر ثقة وعمن لم یسمع هو منه فقد جاوز حد التذلیس ، الذی رخص فیہ من رخص من العلماء (۱)

یعقوب بن شیبہ نے کہا: محدثین کی ایک جماعت تذلیس کو گوارا کرتی ہے۔ دوسری جماعت اسے ناپسند کرتی ہے، اور ہم اسے ناپسند کرتے ہیں۔ جو محدثین اسے گوارا کرتے ہیں: وہ بھی اس راوی کے لئے جائز قرار دیتے ہیں، جس نے اپنے شیخ سے سماع کیا ہو، لیکن کسی دوسرے شیخ سے اس حدیث کو سنا، جسے اپنے شیخ سے نہ سنا ہو، اور تذلیس کرتے ہوئے یہ کہے کہ: اس نے اپنے شیخ سے سنا ہے۔ ان کے نزدیک بھی یہ تذلیس صرف ثقہ سے ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ غیر ثقہ یا اس شیخ سے تذلیس کرے، جس سے اس کا سماع ثابت نہیں، تو اس نے تذلیس کی، اور اس حد سے تجاوز کیا، جس کی رخصت ان علماء نے دی ہے، جو اسے جائز سمجھتے ہیں۔

۲۔ قال ابو الفتح الازدی الحافظ قد کره اهل العلم بالحديث مثل شعبة وغيره التذلیس فی الحديث وهو قبیح ومهانة والتذلیس علی ضربین: فان کان تذلیسا عن ثقة لم یحتج ان یوقف علی شئی وقبل منه، ومن کان یدلس عن غیر ثقة لم یقبل منه الحديث اذا ارسله حتی یقول حدثنی فلان او سمعت ، فنحن نقبل تذلیس ابن عیینہ ونظرانہ، لانه یحیل علی ملشی ثقہ ولا نقبل من الاعمش لانه یحیل علی غیر ملشی، والا عمش اذا سالتہ عنمن هذا، قال عن موسی بن طریق، وعبایہ بن ربیع، وابن عیینہ اذا وقفته، قال عن ابن جریر ومعمرو ونظرانہا، فهذا الفرق بین التذلیس (۲) حافظ ابوالفتح الازدی کہتے ہیں: شعبہ وغیرہ جیسے علماء حدیث نے تذلیس فی الحدیث کو ناپسند کیا ہے، یہ ایک قبیح اور گھٹیا فعل ہے۔ تذلیس کی دو قسمیں ہیں:

اگر تذلیس ثقہ سے ہے تو اس کے کسی امر کے بارے میں واقفیت حاصل کرنے کی احتیاج نہیں، اور وہ روایت مقبول ہوگی۔ جو شخص غیر ثقہ سے تذلیس کرتا ہے تو اس سال کی صورت میں اس کی حدیث، اس وقت تک قبول نہیں کی جائے گی، جب تک وہ یہ نہ کہے کہ: مجھ سے فلاں شیخ نے حدیث بیان کی، یا میں نے اس سے سنا۔ ہم ابن عیینہ اور اس کے ہم پلہ لوگوں کی تذلیس قبول کرتے ہیں، کیونکہ وہ مستند ثقہ کے حوالے سے بات کرتے ہیں، اور اعمش کی تذلیس قبول نہیں کرتے، کیونکہ وہ غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ اعمش سے جب یہ پوچھا جائے: کہ آپ نے کس سے اخذ کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: موسیٰ بن طریف، وعبایہ بن ربیع سے، اور جب ابن عیینہ سے معلوم کیا جائے، تو وہ کہتے ہیں: ابن جریر، معمر اور ان کے ہم پلہ شیوخ سے، ان دونوں تذلیسوں میں یہ فرق ہے۔

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

والحکم بانہ لا یقبل من المدلس حتی یبین قدا جراه الشافعی رحمته اللہ فیمن عرفانہ دلس مرة (۳)

۱۔ الکفایہ، ص ۳۶۲

۲۔ الکفایہ، ص ۳۶۲

۳۔ ابن الصلاح، ص ۷۵

ii۔ الرسالہ، ص ۳۷۹-۳۸۰

یہ فیصلہ کہ مدلس جب تک مروی عنہ کی وضاحت نہ کرے، اس کی روایت قبول نہ کی جائے، اس کا اطلاق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص پر بھی کیا، جس نے ہمارے علم کے مطابق ایک مرتبہ بھی تدلیس کی ہو۔

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ جس عادل شخص سے تدلیس ثابت ہو، اس کے بارے میں صحیح حکم یہ ہے، کہ اس کی حدیث اس وقت تک قبول نہ کی جائے، جب تک وہ حدیث کے بیان کی تصریح نہ کرے، جیسے حدثنایا خبرنا۔ (۱)

☆ حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وفی الصحیح وغیرہما من الکتب المعتمدة من حدیث هذا الضرب کثیر جدا کقتاده والا عمش، والسفیانین وھشیم بن بشیر وغیرہم، وھذا لان التدلّیس لیس کذبا وانما هو ضرب من الایہام بلفظ محتمل (۲)

صحیحین وغیرہ کتب معتمدہ میں اس نوعیت کی احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں، جیسے قتادہ، عمش، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور ہشیم بن بشیر وغیرہ کی روایات، ایسا اس لئے ہے کہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے، یہ تو قابل احتمال الفاظ کے ذریعے ایہام کی ایک نوع ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ مصنف نے یہ دلیل دی ہے: کہ اگر مدلس حدیث کی تصریح کر دے، تو وہ حدیث مقبول ہوگی، کیونکہ اس طرح کی احادیث صحیحین اور کتب معتمدہ میں بکثرت موجود ہیں (۳)۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: (۴) یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ صحیحین وغیرہ میں مدلسین کی ایسی احادیث بھی کثیر ہیں، جو ”عنعنہ“ کے طریق پر بیان کی گئی ہیں، اور مصنف نے کسی اور جگہ پر اسے بیان کیا ہے۔ ان کی متابعت میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے: کہ کتب صحیحہ میں مدلسین کی جو روایات ہیں، ان کا سماع کسی اور جہت سے ثابت ہے (۵)۔ متاخرین میں سے صدر الدین ابن المرسل نے ابن الصلاح کی اس رائے پر توقف کا اظہار کیا ہے، اور اپنی کتاب ”الانصاف“ میں کہا ہے:

ان فی النفس من هذا الاستثناصة لانها دعوی لادلیل علیها، ولا سیما انا قد وجدنا کثیرا من الحفاظ یعللون احادیث وقعت فی الصحیحین او احدہما بتدلّیس رواہا۔ (۶)

اس استثناء سے جی میں ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے، کیونکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ خاص طور پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے حفاظ حدیث صحیحین، یا ان میں سے کسی ایک میں وارد احادیث کو تدلیس رواۃ کی وجہ سے معلل گردانتے ہیں۔

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ اس سے پہلے ابن دیقق العید کو بھی اس رائے پر اشکال پیدا ہوا تھا۔ (۷)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی عبارت ملخصاً نقل کی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے:

یہ ضروری ہے کہ یکساں معیار رکھنا چاہیے، یا تو ہر کتاب کی مدلس روایتیں مطلقاً قبول ہوں، یا مطلقاً رد کر دینی چاہیں، یہ جو صحاح اور غیر صحاح میں امتیاز ہے، اسے درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ: ایسا امتیاز اس وقت قائم ہو سکتا ہے، جب صاحب صحیح کو ان احادیث کے سلسلے میں صحت سماع کی معرفت حاصل ہو، اور یہ ممکن نہیں، کیونکہ صرف احتمال ہی ثابت ہے۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ: اس بات پر

۱۔	نزہۃ النظر، ص ۸۲	۲۔	ابن الصلاح، ص ۷۵	۳۔	الکت، ج ۲، ص ۶۳۵
۳۔	ایضاً	۵۔	الارشاد، ص ۹۳	۶۔	الکت، ج ۲، ص ۶۳۵
۷۔	توضیح الافکار، ج ۱، ص ۳۵۵				

اجماع ثابت ہے، کہ صحیحین میں موجود احادیث کی صحت اس امر کی دلیل ہے، کہ تمام احادیث سماع پر مبنی ہیں، ورنہ اہل اجماع خطا پر مجتمع ہوں گے، اور یہ محال ہے، لیکن ایسا اجماع ثبوت کا محتاج ہے، اور یہ مشکل امر ہے۔ اس لئے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ: صحیحین کے علاوہ مدلس کی روایت درست نہیں، اور یہ کہا جاسکتا ہے، کہ یہ حدیث علی شرط مسلم ہے۔ کیونکہ صحیحین کے علاوہ وارد ہونے والی مدلس روایات کے بارے میں اجماع نہیں۔ (۱)

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالحجاج المزنی کے لئے امام تقی الدین السبکی کے سوالات کے حوالے سے نقل کیا ہے:

وسالته عن ما وقع في الصحيحين من حديث المدلس معناه هل نقول: انهما اطعنا على اتصالهما؟ فقال: كذا يقولون، وما فيه الا تحسين الظن بهما، والا ففيهما احاديث من رواية المدلسين ما توجد من غير تلك الطريق التي في الصحيح (۲)

میں نے صحیحین میں بطریق معنعن وارد مدلس حدیث کے بارے میں سوال کیا، کہ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں: کہ ان دونوں بزرگوں کو ان احادیث کے متصل ہونے کی خبر تھی؟ تو انہوں نے کہا: ایسا کہتے ہیں، لیکن صرف حسن ظن ہی کی بات ہے۔ وگرنہ صحیحین میں ایسی مدلس روایات ہیں، جو دوسری جگہ اور طرق سے مروی ہیں۔

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وليست الا احاديث التي في الصحيحين بالعننة عن المدلسين كلها في الاحتجاج فيحمل كلامهم هنا على ما كان منها في الاحتجاج فقط، اما ما كان في المتابعات فيحتمل ان يكون التسامح في تخريجها كغيرها (۳)

صحیحین میں وارد سب معنعن احادیث استناد کے مرتبہ میں نہیں، اور ان کی بات کو صرف قابل استناد احادیث پر محمول کیا جاتا ہے۔ جہاں تک متابعات کا تعلق ہے، تو اس کی تخریج میں اسی طرح تسامح کا امکان ہے، جیسا کسی اور میں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، کہ جن مدلسین کی احادیث کی تخریج صحیحین میں کی گئی ہے، وہ ایک مرتبہ کے لوگ نہیں ہیں۔ ان کے کئی مراتب ہیں۔ انہوں نے صحیحین میں یا ان میں سے ایک میں، اصلاً استشہاد ایا تعلیقاً واقع تمام مدلسین مراتب کے لحاظ سے فہرست لکھی ہے۔ یہ کل (سرٹھ) ۶۷ لوگ ہیں، جنہیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تین مراتب میں تقسیم کیا ہے۔ (۴)

تدلیس کے تین مراتب درج ذیل ہیں:

۱۔ مرتبہ اولی:

اس طبقہ میں وہ شیوخ آتے ہیں، جن کی تدلیس کا ذکر نادر ہے۔ ان کی روایات کی غالب تعداد میں سماع کی تصریح موجود ہے۔ جن لوگوں نے ان پر تدلیس کا اطلاق کیا ہے، اس کا سبب ارسال کو تدلیس کہنا ہے، بعض نے محض ظن کی بنیاد پر اس کا اطلاق کیا ہے، اور تحقیق سے معاملہ

۱۔ اصول الحدیث، ج ۱، ص ۲۳۸-۲۳۹

۲۔ التلک، ج ۲، ص ۶۳۶

۳۔ ایضاً، ج ۲، ص ۶۳۶-۶۳۷

۴۔ التلک، ج ۲، ص ۶۳۶

اس کے خلاف ثابت ہوا۔ یہ بات تقریباً شعبہ کے حق میں بھی واضح کی گئی ہے (۱)، اور امام بخاری کے بارے میں تعلق پر گفتگو کرتے ہوئے ثابت کیا ہے (۲)۔ اس طبقے میں مندرجہ ذیل شیوخ آتے ہیں:

۱۔ ایوب سختیانی	۲۔ جریر بن حازم	۳۔ حسین بن واقد
۴۔ حفص بن غیاث	۵۔ سلیمان التیمی	۶۔ طاووس
۷۔ ابوقلابہ	۸۔ عبداللہ بن وہب	۹۔ عبدربہ بن نافع ابوشہاب
۱۰۔ فضل بن دکین ابو نعیم	۱۱۔ موسیٰ بن عقبہ	۱۲۔ ہشام بن عروہ
۱۳۔ ابوجلز لاحق بن حمید	۱۴۔ یحییٰ بن سعید الانصاری	

۲۔ مرتبہ ثانیہ:

اس طبقہ میں وہ آئمہ آتے ہیں، جن کی حدیث کی تخریج ان کی شان امامت کی وجہ سے کی گئی، یا احادیث کی کثیر روایت کے باوجود، ان کے ہاں تدلیس قلیل الوجود ہے، یا اس لئے کہ ان کی تدلیس ہمیشہ ثقہ راویوں سے ہے، اس مرتبہ کے شیوخ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۵۔ ابراہیم بن یزید النخعی	۱۶۔ اسماعیل بن ابی خالد	۱۷۔ بشیر بن المہاجر
۱۸۔ حسن بن ذکوان	۱۹۔ حسن البصری	۲۰۔ حکم بن عتیبہ
۲۱۔ حماد بن اسامہ	۲۲۔ زکریا بن ابی زائدہ	۲۳۔ سالم بن ابی الجعد
۲۴۔ سعید بن ابی عروبہ	۲۵۔ سفیان بن الثوری	۲۶۔ سفیان عیینہ
۲۷۔ شریک القاضی	۲۸۔ عبداللہ بن عطاء المکی	۲۹۔ عکرمہ بن خالد الخزومی
۳۰۔ محمد بن خازم ابو معاویہ الضری	۳۱۔ مخرمہ بن بکیر	۳۲۔ یونس بن عبید

۳۔ مرتبہ ثالثہ:

تیسرے مرتبہ میں وہ حضرات ہیں، جنہوں نے کثرت سے تدلیس کی اور اس کے لئے معروف تھے۔ وہ یہ ہیں:

۳۳۔ بقیہ بن الولید	۳۴۔ حبیب ابی ثابت	۳۵۔ حجاج بن ارطاة	۳۶۔ حمید الطویل
۳۷۔ سلیمان الاعمش	۳۸۔ سوید بن سعید	۳۹۔ ابوسفیان المکی	۴۰۔ عبداللہ بن ابی نوح
۴۱۔ عباد بن منصور	۴۲۔ عبدالرحمن المحاربی	۴۳۔ عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد	
۴۴۔ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج	۴۵۔ عبدالملک بن عمیر	۴۶۔ عبدالوہاب بن عطاء الخفاف	
۴۷۔ عکرمہ بن عمار	۴۸۔ عمر بن عبید الطنافسی	۴۹۔ عمر بن علی المقدسی	
۵۰۔ عمرو بن عبداللہ ابواسحاق السبعی	۵۱۔ عیسیٰ بن موسیٰ غنجر	۵۲۔ قتادہ	۵۳۔ مبارک بن فضالہ
۵۴۔ محمد بن عبدالرحمن الطفاوی	۵۵۔ محمد بن عجلان	۵۶۔ محمد بن عیسیٰ بن الطباع	

۵۸۔ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ۵۹۔ مروان بن معاویہ الفزازی

۶۱۔ مکحول الشامی ۶۲۔ ہشام بن حسان

۶۳۔ ولید بن مسلم الدمشقی ۶۵۔ یحییٰ بن ابن کثیر

۵۷۔ محمد بن مسلم بن تدرس ابو الزبیر

۶۰۔ مغیرہ بن مقسم

۶۳۔ ہشیم بن بشیر

۶۶۔ ابو حرہ الرقاشی

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مراتب کے سلسلہ میں جو نام دیئے ہیں، ان کا ذکر صحیحین کے حوالے سے ہے، اس کے بعد پینالیس (۴۵) ایسے افراد کا ذکر کیا ہے، جو بطور مدلس معروف تھے۔ ان کے بارے میں تفصیلات النکت کے علاوہ کتب المدلسین میں دیکھی جاسکتی ہیں (۱)۔ البتہ النکت کے محقق نے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تقسیم اور بعض افراد کی شمولیت و عدم شمولیت کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ چونکہ ہم نے یہاں طبقہ ثالثہ کے نام لکھے ہیں، اس لئے اس طبقہ کے بارے میں ان کی رائے اہمیت رکھتی ہے۔ انہوں نے طبقات المدلسین اور النکت کے تقابل سے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ پر گرفت کرتے ہوئے لکھا ہے:

وهذا التصرف مستغرب من الحافظ وذلك ان القوا عدالتی وضعها لترتيب وتصنيف هؤلاء المدلسين متفقه
هنا وفي الطبقات واقرب شئى يعلل به، هو ان الحافظ لما رتبهم هنا اعتمد على حفظه، فوهم بوضع بعض الاشخاص
في غير موضعهم (۲)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ تصرف عجیب لگتا ہے، اور یہ اس لئے ہے کہ ان مدلسین کی ترتیب کے لئے جو قواعد انہوں نے وضع کئے، وہ یہاں اور طبقات میں متفقہ ہیں۔ اس کی قریب ترین جو توجیہ ہو سکتی ہے: وہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حافظ پر اعتماد کیا ہے، اور بعض اشخاص کو دوسرے طبقہ میں رکھنے کی غلطی ہوئی ہے۔

امام حاتم نے نہ صرف بعض طبقات کا ذکر کیا ہے، بلکہ بعض علمی مراکز کا ذکر کیا ہے، جو تدلیس کے لئے مشہور ہیں:

واكثر المحدثين تدليساً اهل الكوفة ونفريسير من اهل البصرة وهو ان اصل الحجاز والحرمين والعوالي ليس
التدليس من مذهبهم (۳)

جن محدثین نے سب سے زیادہ تدلیس کی ہے، وہ اہل کوفہ ہیں، اور تھوڑی تعداد میں اہل بصرہ تدلیس کے مرتکب ہوئے ہیں، اور تدلیس کرنا اہل حجاز، حرمین اور اس کے علاقے کے دیگر کے شیوخ کا مسلک نہیں ہے۔
امام حاتم مزید لکھتے ہیں:

اهل بغداد کے طبقہ اول کے ہاں تدلیس نہیں پائی جاتی۔ (۴)

۱۔ النکت، ج ۲، ص ۶۴۴-۶۴۹ ۲۔ النکت، ج ۲، ص ۶۴۴

۳۔ معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۱۱ ۴۔ ایضاً

۲۔ تدلیس الشیوخ

حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے تدلیس کی دوسری قسم تدلیس الشیوخ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

تدلیس الشیوخ وهو ان یروی عن شیخ حدیثا سمعه منه فیسمیہ او یکنیہ، او ینسبہ، او یصفہ بما لا یعرف بہ کی

لا یعرف (۱)

تدلیس الشیوخ یہ ہے کہ وہ ایک شیخ سے ایسی حدیث بیان کرے، جسے اس نے شیخ سے سنا ہو، پھر وہ اسے ایسا نام، کنیت، نسبت دے یا اس کا ایسا وصف بیان کرے، جس سے وہ معروف نہیں، تاکہ اسے پہچانا نہ جاسکے۔

ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کے تتبع میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی الفاظ میں تعریف کی ہے (۲)۔ ابن جماعہ رحمۃ اللہ نے بھی تقریباً یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔ (۳)

البتہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف الفاظ میں اس کی تعبیر بیان کی ہے۔ گوا بن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہی کے الفاظ کا سہارا لیا ہے۔ ان سب حضرات نے ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ہی کا اختصار کیا ہے، اس لئے الفاظ میں تھوڑی بہت تبدیلی کر کے اسی مفہوم کو بیان کیا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

واما القسم الثانی من التدلیس: فهو اتیان باسم الشیخ او کنیتہ علی خلاف المشہور بہ، تعمیۃ لا مرہ وتوعیداً

للقوف علی حالہ۔ (۴)

تدلیس کی دوسری قسم یہ ہے کہ شیخ کا ایسا نام یا کنیت لائی جائے، جو اس کی مشہور کنیت کے برعکس ہو، تاکہ اس کا معاملہ اندھیرے میں رہے اور اس کے حالات کی واقفیت مشکل ہو جائے۔

☆ حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی جو مثال دی وہ درج ذیل ہے:

عن ابی بکر بن مجاہد الامام المقری انہ روى عن ابی بکر عبد اللہ بن ابی داؤد السجستانی فقال: حدثنا

عبد اللہ بن ابی عبد اللہ، وروی عن ابی بکر محمد بن الحسن النقاش المفسر المقری فقال: حدثنا محمد بن سند رحمۃ اللہ علیہ

نسبہ الی جد لہ۔ (۵)

ابو بکر بن مجاہد الامام المقری نے بیان کیا، کہ انہوں نے ابو بکر عبد اللہ بن ابی داؤد السجستانی سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے کہا: ہم سے عبد اللہ بن ابی عبد اللہ نے حدیث بیان کی، اور انہوں نے ابو بکر محمد بن الحسن النقاش المفسر المقری سے روایت کی، کہ انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن سند نے حدیث بیان کی، روایت کو اس کے دادا کی طرف منسوب کر دیا۔

۱۔ ابن الصلاح، ص ۷۴ ۲۔ الارشاد، ص ۷

۳۔ المنہل الروی، ص ۷۳ ۴۔ الباعث الحثیث، ص ۳۶

۵۔ مقدمہ ابن الصلاح، ص ۷۴ ii۔ الکفایہ، ص ۳۶۹

☆ دوسری مثال سخاوی نے دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وقد روى الحارث بن ابي اسامة عن ابي بكر عبد الله بن محمد بن عبيد بن سفيان ابن ابي الدنيا الحافظ الشهير صاحب التصنيف ، فلكون الحارث اكبر منه قال فيه مرة: عبد الله بن عبيد ، مرة عبد الله بن سفيان ، ومرة ابو بكر بن سفيان ، ومرة ابو بكر الاموي۔ (۱)

حارث بن ابی اسامہ نے ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان ابن ابی الدنیا سے، جو مشہور حافظ اور صاحب تصنیف شخصیت ہیں، روایت کیا۔ حارث چونکہ عمر میں ان سے بڑے ہیں، اس لئے کبھی عبد اللہ بن عبید، کبھی عبد اللہ بن سفیان، کبھی ابو بکر بن سفیان اور کبھی ابو بکر الاموی کہتے ہیں۔

☆ اس کے بعد سخاوی خطیب کا قول نقل کرتے ہیں:

وذلك خلاف موجب العدالة ومقتضى الديانة من التواضع في طلب العلم وترك الحمية في الاخبار باخذ العلم عن اخذه (۲)

جس سے علم اخذ کیا، اس کا ذکر نہ کرنا نخوت سے بالاتر ہونے، اور عدالت و دیانت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ نیز طلب علم کے لئے مطلوبہ تواضع کے بھی۔

☆ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اکثر شیوخ کے بارے میں ایسا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً اپنی کتاب ”الرحلۃ فی طلب الحدیث“ میں حسن بن محمد خلال (۳) سے روایت کرتے ہیں، اور پھر اسے حسن بن ابی طالب (۴) کا نام دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے شیخ محمد بن الحسین بن القطان (۵) سے روایت کرتے ہیں، اس کے بعد لکھتے ہیں: ”حدثنا ابن الفضل“ (۶)، اور پھر محمد بن الحسین (۷) کہتے ہیں۔

☆ حافظ سخاوی نے خطیب کی اور مثالیں بھی دی ہیں، (۸) وہ لکھتے ہیں:

وهو مكثر في تصانيفه من ذلك جدا۔ ويقرب مايقع للبخاري في شيخه الذهلي فانه تارة يقول ثنا محمد ولا ينسبه ، وتارة محمد بن عبدالله وينسبه الي جده، وتارة محمد بن خالد فينسبه الي والد جده، ولم يقل في موضع محمد بن يحيى۔ (۹)

خطیب اپنی تصانیف میں اس سے کہیں زیادہ یہ کام کرتے ہیں، وہ اس کے قریب ہے جو بخاری اپنے شیخ الذہلی کے سلسلے میں کرتے ہیں، کبھی وہ کہتے ہیں: ہم سے محمد نے بیان کیا اور نسبت کو نہیں بیان کرتے، کبھی کہتے ہیں: محمد بن عبد اللہ اور اسے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور کبھی محمد بن خالد کہہ کر ان کو دادا کے والد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ایک مقام پر بھی محمد بن یحییٰ نہیں کہا۔

- | | | | |
|----|------------------------|------------------------------------|----|
| ۱۔ | فتح المغیث، ج ۱، ص ۲۲۳ | ii۔ الکفایہ، ص ۳۶۹ | ۱۔ |
| ۲۔ | فتح المغیث، ج ۱، ص ۲۲۳ | ii۔ الکفایہ، ص ۳۵۸ | ۲۔ |
| ۳۔ | الرحلہ، ۸۶، حدیث ۱۰۰ | ایضاً، ص ۲۸، حدیث ۴۳ | ۳۔ |
| ۴۔ | الرحلہ، ص ۹۱، حدیث ۱۷ | ایضاً، ص ۹۲، حدیث ۱۸ | ۴۔ |
| ۵۔ | فتح المغیث، ج ۱، ص ۲۲۳ | ایضاً، ص ۱۴۱، حدیث ۵۱ | ۵۔ |
| ۶۔ | فتح المغیث، ج ۱، ص ۲۲۳ | | ۶۔ |
| ۷۔ | فتح المغیث، ج ۱، ص ۲۲۳ | ii۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۲۷۵ | ۷۔ |

اس قسم کی تدلیس متاخرین کی کتابوں میں بکثرت پائی جاتی ہے، اور علماء نے اس پر مفصل بحثیں کی ہیں، اور اس فن پر کتابیں لکھی ہیں۔ حافظ سخاوی شیخ ابن دقیق العید کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان فی تدلیس الشیخ الثقة مصلحة، وہی امتحان الا ذهان فی واستخراج ذلك والقاء ہ الی من یراد اختبار حفظہ ومعرفتہ بالرجال وفيہ مفسدة من جهة انه قد یخفی فیصیر الراوی المدلس مجهولا لا یعرف غسيعط العمل بالحديث مع كونه عدلا فی نفس الامر (۱)

ثقہ شیخ کی تدلیس میں مصلحت ہوتی ہے، اور وہ ذہنوں کا امتحان، اس کا استخراج اور اس شخص کے سامنے پیش کرنا، جس کے حفظ کا امتحان لینا اور رجال کے بارے میں اس کی معرفت جاننا مقصود ہو۔ اس میں اس اعتبار سے خرابی کا پہلو بھی ہے، کہ مدلس راوی نام مخفی ہونے کی وجہ سے مجہول ہو سکتا ہے، اور اس طرح اس کی حدیث پر عمل کرنا ممنوع ہوگا، حالانکہ حقیقت میں وہ عادل ہے۔

☆ حافظ سخاوی مزید لکھتے ہیں:

علی انه قد قیل فی فعل البخاری فی الذہلی: انه لما کان بینہما ما عرف فی محلہ منع الذہلی اصحابہ من الحضور عند البخاری، ولم یکن ذلك بمانع اللبخاری من التخریج عنہ، لو فور دیانتہ وكونه عذرہ فی نفسه بالتأویل، غیر انه خشی من التصریح به ان یكون كانه بتعلیلہ له صدقہ علی نفسه، فاخفی اسمه واللہ اعلم بمرادہ (۲)

اگرچہ امام ذہلی کے بارے میں امام بخاری کے رویے پر یہ کہا گیا ہے: کہ دونوں مشائخ کے درمیان جو معروف معاملہ ہوا تھا، اس کی بنا پر امام ذہلی نے اپنے اصحاب کو امام بخاری کے ہاں حاضری سے منع کر دیا تھا۔ یہ معاملہ امام بخاری کے لئے ان سے تخریج میں مانع نہیں تھا، کیونکہ وہ بے حد دیانتدار تھے، اور اپنے رویے کے لئے ان کے پاس عذر تھا۔ تاہم امام بخاری کو خدشہ تھا کہ: ذہلی کے نام کی تصریح سے، یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کی تعبیل سے اپنی صداقت ثابت کی ہے، لہذا ان کے نام کو مخفی رکھا، اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کی مراد کو بہتر جانتا ہے۔

☆ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ دقیق کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد نازعتہ فی كونه یصیر مجهولا عند الجميع لكن من مفسدته ان یوافق ما یدلس به شہرة راو ضعیف یمکن ذلك الراوی الاخذ عنہ، فیصیر الحدیث من اجل ذلك ضعیفا وھو فی نفس الامر صحیح وعكس هذا فی حق من یدلس الضعیف لیخفی امرہ فینتقل من رتبة من یرد خبرہ مطلقا الی رتبة من یتوقف فیہ۔ فان صادف شہرة راو ثقة یمکن ذلك الراوی الاخذ عنہ فمفسدته اشد كما وقع لعطیة العوفی فی تکنیته محمد بن السائب الکلبی ابا سعید، فكان اذا حدث یقول: حدثنی ابو سعید فیرہم انه ابو سعید الخدری الصحابی لان عطیة کان لقیہ وروی عنہ۔ (۳)

مجھے ابن دقیق العید کی اس رائے سے کہ وہ سب کے نزدیک مجہول ہوگا، اختلاف ہے۔ لیکن اس کی خرابی یہ ہے کہ جس کی وہ تدلیس کر رہا ہے وہ ضعیف راوی کی شہرت کے موافق ہو، اور اس کے راوی کے لئے اس سے اخذ حدیث کرنا ممکن ہو۔ اس وجہ سے وہ حدیث ضعیف

iii- توضیح الافکار، ج ۱، ص ۳۷۲

ii- التکت، ج ۲، ص ۶۲۷

i- الاقترار، ج ۱، ص ۲۱۳

التکت، ج ۲، ص ۶۲۸

۳-

فتح المغیث، ج ۱، ص ۲۲۵

۲-

ہو جائے گی، حالانکہ حقیقت میں یہ صحیح ہے۔ اس کے برعکس ضعیف کی تدلیس کے سلسلہ میں یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ اس کا معاملہ مخفی ہو، اور مطلقاً مردود راوی کے مرتبہ سے منتقل ہو۔ متوقف فیہ کی حیثیت اختیار کر لے۔ اور اگر وہ شخص ثقہ راوی کی شہرت حاصل کر لے، تو اس راوی سے اخذ حدیث ممکن ہوگا، اور یہ زیادہ بڑی خرابی کا باعث ہوگا۔ جیسا کہ عطیہ العونی کے سلسلہ میں ہوا۔ عطیہ العونی نے محمد بن السائب الکلبی کو ابوسعید کی کنیت سے ذکر کیا۔ وہ جب کبھی حدیث بیان کرتے تو کہتے: کہ مجھ سے ابوسعید نے بیان کیا۔ اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ابوسعید الخدری صحابی ہیں، کیونکہ ابوسعید الخدری سے عطیہ کی ملاقات اور ان سے روایت ثابت ہے۔

تدلیس الشیوخ کا زیادہ ارتکاب تو راوی ہی کرتا ہے، لیکن کبھی کبھار طالب علم بھی اپنے شیخ کی کثرت تدلیس کی وجہ سے اس کا ارتکاب کرتا ہے، تاکہ وہ مدلس سے اخذ حدیث کرنے پر پردہ ڈال سکے۔ (۱)

تدلیس الشیوخ کی وضاحت درج ذیل بھی کی گئی ہے کہ محدث اپنے شیخ کا ذکر غیر معروف نام سے یا غیر معروف کنیت سے یا غیر معروف نسبت یا غیر معروف صفت سے کرے تاکہ لوگ اس کو پہچان نہ سکیں کیونکہ وہ ضعیف یا معمولی درجہ کا آدمی ہوتا ہے:

هو ان یصف شیخہ بمالم یشتہر بہ من اسم اولقب او کنیۃ او نسبۃ ایہا مالتکثیر غالباً، وقد یفعل ذلک لضعف

شیخہ، وهو خیانة ممن تعمدہ، کما اذا وقع ذلک فی تدلیس الاسناد۔ (۲)

تدلیس کیوں کی جاتی ہے؟

تدلیس دو وجہ سے کی جاتی ہے۔

۱۔ کسی محدث کا استاد معمولی درجہ کا ہو اور استاد کا استاد عالی رتبہ ہو، محدث کو اس معمولی استاذ سے روایت کرنے میں کسر شان محسوس ہوتی ہے، اس لئے وہ استاد کو حذف کر کے علوشان کے لئے استاذ الاستاذ سے روایت کرتا ہے، ایسا کرنا مکروہ ہے:

فتارۃ یکرہ، کما اذا کان اصغر سنامنہ او نازل الروایۃ ونحو ذلک۔ (۳)

۲۔ کبھی کبھار محدث کا استاد غیر ثقہ ہوتا ہے تو روایت بیان کرنے والا تدلیس کر لیتا ہے تاکہ اس کے غیر ثقہ استاد کا پتہ نہ چل سکے، یا ابہام و ابہام گوئی سے کام لیتا ہے اور وہ ایسے کہ اپنے غیر ثقہ استاد کا ایسے نام اور کنیت سے ذکر کرتا ہے جو کسی دوسرے ثقہ راوی کا نام اور کنیت ہوتی ہے، ایسا کرنا حرام ہے۔

وتارۃ یحرم، کما اذا کان غیر ثقۃ فدلسہ لثلا یعرف حالہ، او اوہم انه رجل اخر من الثقات علی وفق اسمہ

او کنیتہ۔ (۴)

۲۔ تعریف اہل التقدیس، ص ۲۶

۱۔ فتح المغیث، ج ۱، ص ۲۳۵

۳۔ ایضاً

۳۔ اختصار علوم الحدیث، ص ۶۴

تدلیس الشیوخ کی حیثیت:

تدلیس الشیوخ کی حیثیت کے بارے میں حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کا لکھتے ہیں:

اما القسم الثانی فامرہ اخف ، وفيہ تضييع للمروى عنه و تو غیر لطريقة معرفته علی من يطلب الوقوف علی حاله و اہلیتہ، و یختلف الحال فی کراہة ذلك یحسب الغرض الحامل علیہ۔ فقد یحملہ علی ذلك کون شیخہ الذی غیر سمته غیر ثقہ او کونہ متاخر الوفاة قد شارکہ فی السماع منہ جماعة دونہ او کونہ اصغر سنا من الراوی عنہ، او کونہ کثیر الروایة عنہ، فلا یحب الا کثار من ذکر شیخ واحد علی صورة واحدة۔ وتسمح بذلك جماعة من الرواة المصنفین منهم الخطیب ابو بکر فقد کان لهجا بہ فی تصانیفہ۔ (۱)

جہاں تک دوسری قسم کا تعلق تو اس کی حیثیت کمتر ہے۔ اس میں مروی عنہ کی پوشیدگی ہے، اور جو شخص اس کی حالت اور اہلیت کے بارے میں واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے اس کا حصول مشکل ہے۔ تدلیس الشیوخ کی کراہت کا تعین، اس کا ارتکاب کرنے والے کے مقاصد کے مطابق ہوگا۔ کبھی شیخ کا غیر ثقہ ہونا اس پر آمادہ کرے، کہ وہ اس کا نام تبدیل کر دے۔ کبھی مروی عنہ کا راوی سے کم عمر ہونا، اس کا سبب ہوتا ہے، اور کبھی یہ وجہ بھی ہوتی ہے کہ راوی مروی عنہ سے بہت زیادہ روایات بیان کرتا ہے، لہذا اسے یہ بات پسند نہیں کہ ایک ہی مروی عنہ کا ذکر ایک ہی صورت میں بہت زیادہ مرتبہ ہوتا رہے۔ مصنف راویوں کی ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ ابو بکر خطیب بغدادی کا شمار انہی میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تصانیف میں اس کا بکثرت استعمال کیا ہے۔

۳۔ تدلیس البلاد:

تدلیس الشیوخ کے ساتھ تدلیس البلاد کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثالیں دیتے ہوئے لکھا ہے:

ایک مصری کہے کہ فلاں شخص نے اندلس میں مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔ اور اندلس سے قرافہ کی کوئی جگہ مراد لے۔ یا کہے ”بزقاق حلب“ اور اس کی مراد قاہرہ کی کوئی جگہ ہو، یا بغدادی شخص کہے کہ فلاں شخص نے مجھ سے ماوراء النہر میں حدیث بیان کی، اور اس کے ذہن میں دریائے دجلہ ہو، یا کہے: ”بالرقہ“ اور اس کا مطلب دجلہ کے کنارے واقع کوئی باغ ہو، یا کوئی دمشقی یہ کہے: کہ اس نے مجھ سے ”کرک“ میں حدیث بیان کی اور اس کی مراد کرک نوح ہو، جو دمشق کے قریب ہے۔ (۲)

طبقات المدلسین کے تعین میں مصنفین نے اپنے معیارات قائم کئے ہیں، لیکن بہ نظر غائر دیکھا جائے، تو دو طبقات بنتے ہیں۔ ایک وہ ہیں: جن پر تدلیس کا الزام غلط ثابت ہوا ہے، جیسے ابو قلابہ وغیرہ۔ دوسرا وہ طبقہ جن پر تدلیس کا الزام ثابت ہے، جیسے قتادہ، سفیان ثوری، عمش اور ابن عیینہ وغیرہ۔ پہلے طبقہ کی معنعن روایت مقبول ہے، بشرطیکہ معاصرت یا ملاقات ثابت ہو۔ دوسرے طبقہ کی معنعن روایت جس میں سماع کی تصریح نہ ہو، مردود ہے، الا یہ کی اس کی متابع یا شاہد مل جائے۔ (۳)

۱۔ ابن الصلاح، ص ۷۶

۲۔ ا۔ النکت، ج ۲، ص ۶۵۱

ii۔ فتح المغیث، ج ۱، ص ۲۲۹

iii۔ توضیح الافکار، ج ۱، ص ۳۷۲

۳۔ ا۔ النکت، ج ۲، ص ۶۳۷

ii۔ اصول الحدیث، ج ۱، ص ۲۱۶-۲۵۶

۲۔ معنعن کا مفہوم و حکم:

حدیث معنعن اور مؤذن

معنعن، عنعنه سے مشتق ہے، اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں راوی عن فلاں عن فلاں کہے:

اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ ثنا معاویۃ بن ہشام ثنا سفیان عن اسامۃ بن زید عن عثمان بن عروۃ عن عروۃ عن عائشۃ

قالت قال رسول اللہ ﷺ ان الله وملئکة یصلون علی میامن الصفوف۔ (۱)

از عثمان بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے فرشتے دائیں صفوں پر

رحمت بھیجتے ہیں۔

حدیث معنعن کے متعلق علماء کے دو قول ہیں: ایک یہ ہے کہ جب تک اس حدیث کا اتصال ظاہر نہ ہو یہ منقطع ہے دوسرا قول صحیح ہے جس

پر تمام محدثین اور فقہا متفق ہیں کہ یہ حدیث چند شرائط کے ساتھ متصل ہے۔

۱۔ معنعن مدلس نہ ہو (۲) راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ممکن ہو، یعنی دونوں ایک زمانہ میں مجتمع ہوں، ان دو شرطوں پر جمہور محدثین متفق ہیں، اور

امام مسلم کا بھی یہی مذہب ہے، بعض آئمہ محدثین نے مزید شرائط عائد کی ہیں:

۱۔ امام بخاری اور علی بن مدینی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو۔

۲۔ ابوالمنظف سمعانی کا مذہب یہ ہے کہ ان کے درمیان طول صحبت ثابت ہو۔

۳۔ ابو عمرو الدانی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کو مروی عنہ سے روایت کی معرفت ہو۔

۱۔ معنعن

لغت میں عنعن سے اسم مفعول ہے، جس کے معنی ہیں: عن عن کہنا، اصطلاح میں اس روایت کو معنعن کہا جاتا ہے جسے راوی لفظ عن کے

ساتھ روایت کرے: الاسناد المعنعن وهو فلان عن فلان (۳) اس کی مثال یہ حدیث ہے:

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ، ثنا معاویۃ بن ہشام، ثنا سفیان عن اسامۃ بن زید عن عثمان بن عروۃ عن عروۃ عن

عائشۃ قالت: قال رسول اللہ ﷺ: ان الله وملئکته یصلون علی میامن الصفوف (۴)

حدیث معنعن کے بارے میں علماء کرام کے دو قول ہیں۔

۱۔ جب تک اس کا متصل السند ہونا ثابت اور محقق نہ ہو جائے اس وقت تک اسے مرسل کہا جائے گا۔

۲۔ جمہور محدثین، فقہاء اور اصولیین کا مذہب یہ ہے کہ دو شرائط کے ساتھ اسے متصل شمار کیا جائے گا۔

۱۔ سنن ابن ماجہ، ص ۷۱۔ ۷۰۔ ۲۔ شرح صحیح مسلم (مقدمہ)، ج ۱، ص ۱۲۸

۳۔ تدریب الراوی، ج ۱، ص ۱۲۵۔ ۴۔ ابن ماجہ: ۱۰۰۵

۱۔ عن کے ذریعے روایت کرنے والا مدلس نہ ہو۔

۲۔ جن دور او یوں کے درمیان لفظ عن آ رہا ہے ان کے درمیان ملاقات کا امکان پایا جاتا ہو۔

قیل انه مرسل ، والصحيح الذي عليه العمل وقاله الجماهير من اصحاب الحديث والفقہ ولاصول انه متصل

بشروط ان لا يكون المعنعن مدلسا وبشرط امکان لقاء بعضهم بعضا (۱)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے سماع: امام احمد بن حنبل، امام علی بن مدینی، امام منذری، امام طبرانی، امام ابو حاتم اور امام حاکم کے نزدیک حضرت قتادہ کا حضرت عبداللہ بن سرجس سے سماع ثابت ہے۔ (۲) امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور حضرت قتادہ کا سماع متعدد صحابہ سے ثابت ہے، اور امام مسلم رضی اللہ عنہ نے عاصم عن عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بھی روایت بیان کی ہے، جب کہ حضرت عاصم بن سلیمان الاحول کا ابن سرجس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور سے سماع ثابت نہیں ہے۔ (۳) امام ابو حاتم فرماتے ہیں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔ (۴)

خلاصہ:

حضرت قتادہ کا حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے اور یہ حدیث مبارکہ متصل السند اور صحیح ہے جبکہ مدلس راوی کا عن عن کے ساتھ روایت کرنا، اسی صورت صنف اور انقطاع کا سبب ہوتا ہے، جب سماع ثابت نہ ہو یا ملاقات کا امکان نہ ہو اور سند متصل نہ ہو۔ واللہ

تعالیٰ جل جلالہ اعلم بالصواب

۷۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث خماسیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہیں۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ اٹھارہویں (۱۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ شیخ عبید اللہ بن سعید سرحسی نیشاپوری ہیں، باقی تمام راوی بصری ہیں۔

☆ سند کے رواۃ ثقہ صدوق ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عثمان بن حکیم رضی اللہ عنہ اور حضرت عاصم الاحول رضی اللہ عنہ نے بھی

روایت کیا ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، انبانا اور حدثنی ایک ایک دفعہ جبکہ عن عن دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

لا یبولن: وہ ایک مرد ہرگز ہرگز پیشاب نہ کرے۔

حجر: بل، سوراخ، زمین یا دیوار کا سوراخ مراد ہے۔

مساکن الجن: جنوں کے گھر، جنات کی رہائش گاہیں۔

۱۔ التحدیث فی علوم الحدیث، ص ۱۹۳ - ۲ - ذخیرۃ العقبی، ج ۱، ص ۵۲۵

۳۔ مستدرک، ج ۱، ص ۲۲۵ - ۴ - المنہل، ج ۱، ص ۱۶۶

۹۔ مسائل و نصائح:

☆ یہ حدیث مبارکہ مختصر ہے، جبکہ امام حاکم رضی اللہ عنہ نے طویل حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی سوراخ میں پیشاب نہ کرے، اور جب تم سونے لگو تو چراغ بجھا دو، کیونکہ چوہا چنگاری کو پکڑ لیتا ہے تاکہ وہ گھر والوں کو جلادے، اور برتن لئے رکھ دو، پینے والی چیزوں کو ڈھانپ دو، اور دروازے بند کر دو، حضرت قتادہ سے کہا گیا کہ سوراخ میں پیشاب کرنے میں کیا کراہت ہے؟ تو فرمایا: یہ جنوں کی رہائشگاہیں ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْجُحْرِ "وَإِذَا نِمْتُمْ: أَطْفِنُوا السَّرَاجَ فَإِنَّ الْفَارَةَ تَأْخُذُ الْفَتِيلَةَ فَتُحْرِقُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ، وَأَوْ كُنُوا الْأَسْقِيَةَ وَخَمَرُوا الشَّرَابَ وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ، فَفَقِيلَ لِقَتَادَةَ وَمَا يَكْرَهُ مِنَ الْبُولِ فِي الْجُحْرِ؟ فَقَالَ: إِنَّهَا مَسَاكِنُ الْجِنِّ (۱)

☆ سوراخ میں کوئی بھی موذی جانور، بچھو، سانپ، جنات یا کوئی اور ہو سکتا ہے، اس لئے سوراخ میں پیشاب کرنا ممنوع ہے۔ (۲)

☆ مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے، تاہم مشاہداتی صورت حال یہی ہے: کہ زمین کے سوراخ کیڑے مکوڑوں، سانپ اور بچھو وغیرہ موذی جانوروں کے گھر ہوتے ہیں۔ بل میں پیشاب کرنے کی صورت میں وہ باہر نکلیں گے۔ انہیں ناحق تکلیف ہوگی اور وہ اشتعال میں آ کر پیشاب کرنے والے یا کسی اور کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، اس لئے اس سے منع کر دیا گیا۔

☆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے ان سوراخوں کو جنوں کے گھر بتلایا ہے، جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ بلوں میں جن بھی رہتے ہیں۔

☆ عام طور پر سوراخ تنگ ہوتے ہیں، ان میں پیشاب کرنے کی صورت میں قوی امکان ہے کہ پیشاب کی دھارا دھرا دھر ہونے سے چھینٹے پڑنے لگیں، منع کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳)

سوراخ میں جنات کی رہائش کا ہونا، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ وصال سے بھی پتہ چلتا ہے، علامہ مناوی اور حافظ ابن عبدالبر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مردہ حالت میں کوڑے دان کے قریب پایا گیا، اور آپ کا جسد اطہر تروتازہ تھا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی موت کے سبب کا باقی حضرات کو پتہ نہ چلا، یہاں تک کہ ایک آواز سنی گئی، لیکن بولنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ (۴)

ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا۔ ہم نے ایسا تیر پھینکا، جو ان کے دل کے آ رہا ہو گیا۔ (۵)

☆ حجر سے مراد یا زمین کا سوراخ یا دیوار کی پھٹن ہے، چونکہ اکثر سوراخوں میں زہریلے جانور چیونٹیاں وغیرہ، کمزور جانور یا جنات رہتے ہیں، چیونٹیاں پیشاب یا پانی سے تکلیف پائیں گی، یا سانپ و جن نکل کر ہمیں تکلیف دیں گے، اس لئے وہاں پیشاب کرنا منع فرمایا گیا، چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات اسی سے ہوئی، کہ آپ نے ایک سوراخ میں پیشاب کیا، جن نے نکل کر آپ کو ہلاک کر دیا۔

☆ فی جحر: جیم کے ضمہ اور حاء کے سکون کے ساتھ ہے۔ زمین یا دیوار کے سوراخ کو کہتے ہیں۔ نہی اس لئے فرمائی، تاکہ ایسی چیز نہ اس سوراخ سے نکلے، جو اس کو نقصان پہنچائے۔ یا بسا اوقات اس میں کمزور قسم کا جانور ہوگا، تو اس کو اس کے پیشاب کرنے سے تکلیف ہوگی۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ سوراخ، جو پیشاب کرنے کے لئے بنایا گیا ہو، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: نہی کی وجہ یہ ہے کہ سوراخ موذی اور زہریلے جانوروں کی آماجگاہ ہوتی ہے، تو ان کی طرف سے تکلیف پہنچنے سے امن نہیں ہوتا، اور یہ بھی بعض حضرات سے منقول ہے کہ جو سوراخ میں پیشاب کرتا ہے، اس کو جنوں کی طرف سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ بھی ہو سکتا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کو جنات نے قتل کر دیا تھا، کیونکہ انہوں نے حوران کے علاقے میں ایک سوراخ میں پیشاب کر دیا تھا، اور کتب فقہ میں یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے سوراخ سے یہ بات سنی:

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادۃ ورمیناہ بسہم فلم نخطی فوادہ
ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا، اور ہم نے ایسا تیر مارا کہ جو ان کے دل سے نہیں چونکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆ اس حدیث مبارکہ میں جنات کا ذکر ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بارے میں وضاحت کر دی جائے۔ (۱)
الجن کالغوی اور اصطلاحی معنی:

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

جن کا اصل معنی ہے: کسی چیز کا حواس سے مخفی ہونا، قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا (۲) جب رات نے اس کو چھپا لیا تو اس نے ستارہ دیکھا۔

”الجنان“ قلب کو کہتے ہیں کیونکہ وہ حواس سے مخفی ہوتا ہے، ”المجن“ اور ”المجننة“ کا معنی ڈھا ہے جو اپنے صاحب کو دشمن کے

وار سے محفوظ رکھتی ہے اور چھپاتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (۳) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا۔

اور حدیث میں ہے: ”الصوم جنۃ“ روزہ ڈھال ہے۔ (۴)

جنت ہر اس باغ کو کہا جاتا ہے جس میں بہت گھنے درخت ہوں جو زمین کو چھپالیں۔

اور آخرت کی جنت کو جنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کے باغ سے مشابہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کی نعمتیں انسانوں کی آنکھوں

اور باقی حواس سے مخفی ہیں، قرآن مجید میں ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ (۵) سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا چیز چھپائی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ”جنت“ کا لفظ فرمایا ہے، جو جمع کا صیغہ ہے کیونکہ ”جنت“ سات ہیں: جنت

الفردوس، جنت عدن، جنت النعیم، جنت المادئی، دار السلام، دار الخلد اور علیین۔

۳- الجادہ: ۶۱

۲- الانعام: ۷۶

۱- بیان القرآن، ج ۱۲، ص ۲۷۱-۲۸۰

۵- السجدہ: ۱۷

ii- مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۱

۴- i- بخاری رقم الحدیث: ۷۴۹۲

اور جب تک پیٹ میں بچہ رہے اس کو الجنین کہتے ہیں کیونکہ پیٹ کا بچہ بھی لوگوں کے حواس سے مخفی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ (۱) جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔

اور الجن اس روحانی مخلوق کو کہتے ہیں جو تمام حواس سے مخفی ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں انس ہے، اس بناء پر الجن میں فرشتے اور شیاطین بھی داخل ہیں، پس ہر فرشتہ جن ہے کیونکہ وہ مستور ہے لیکن ہر جن فرشتہ نہیں ہے، اسی بناء پر ابو صالح نے کہا: تمام فرشتے جن ہیں، ایک قول یہ ہے کہ روحانی مخلوق کی تین قسمیں ہیں، جو اختیار اور نیک ہیں وہ فرشتے ہیں اور جو اثر اور بدکار ہیں وہ شیاطین ہیں، اور جو متوسط ہیں جن میں اختیار بھی ہیں اور اثر بھی ہیں وہ جنات ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: جنات نے کہا:

وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَائِسُونَ (۲) اور ہم میں سے چند اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں۔

جنات کی ایک قسم کے متعلق فرمایا:

وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ (۳) اور ہم نے اس سے پہلے جنات کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا۔ (۴)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متونی ۱۱۷ھ لکھتے ہیں:

الجن، جان کی ایک قسم ہے، اس کو جن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے اور اس لئے کہ وہ لوگوں کو دکھائی نہیں دیتے۔ "الجان" جن کا باپ ہے، اس کو آگ سے پیدا کیا گیا پھر اسی سے اس کی نسل چلی، روایت ہے کہ ایک مخلوق زمین میں رہتی تھی، اس نے زمین میں فساد کیا اور خون ریزی کی، پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے زمین میں فرشتوں کو بھیجا جنہوں نے زمین کو صاف کیا۔ (۵)

علامہ سید محمد بن زبیدی متونی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

جن، انس کے برخلاف ہے، اس کا واحد جنی ہے، الصحاح میں مذکور ہے: اس کو جن اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ دکھائی نہیں دیتا، زمانہ جاہلیت میں فرشتوں کو جنات کہا جاتا تھا کیونکہ فرشتے آنکھوں سے مخفی ہوتے ہیں، ابلیس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے جن تھا، زختری نے کہا ہے کہ جنات اور ملائکہ ایک نوع ہیں لیکن ان میں سے جو خبیث اور سرکش ہو وہ شیطان ہے اور جو پاکیزہ ہو وہ فرشتہ ہے، ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ مصنف (صاحب قاموس) کا جن کی تفسیر ملائکہ سے کرنا مردود ہے، کیونکہ ملائکہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں نہ کہ نار سے، جن کے جن نار سے پیدا کیا گیا ہے اور ملائکہ معصوم ہوتے ہیں اور ان میں تناسل نہیں ہوتا، اور نہ وہ مذکر اور مؤنث ہونے کے ساتھ متصف ہوتی ہیں اور جن اس کے برعکس ہے، اس میں تو والد اور تناسل بھی ہے اور وہ مذکر اور مؤنث بھی ہوتا ہے، اسی وجہ سے جمہور علماء نے "الا ابلیس" (۶) کی تفسیر میں کہا ہے کہ: یہ استثناء منقطع ہے اور یا استثناء متصل اس صورت میں ہے چونکہ یہ فرشتوں کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا اس لئے تغلیباً اس کو بھی فرشتوں کے ساتھ شامل کر کے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ (۷)

۱- النجم: ۳۳

۲- الجن: ۱۳

۳- الحجر: ۲۷

۴- البقرہ: ۳۳

۵- لسان العرب، ج ۳، ص ۲۱۹-۲۱۸

۶- المفردات، ج ۱، ص ۱۲۸

۷- تاج العروس شرح القاموس، ج ۹، ص ۱۶۳

جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء:

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جنات کے ثبوت میں علماء کا شروع سے اختلاف رہا ہے، اکثر فلاسفہ سے یہ منقول ہے کہ وہ جنات کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں کیونکہ ابوعلی بن سینا نے اپنے رسالہ ”حدود الاشیاء“ میں لکھا ہے: الجن حیوان ہوائی ہے، جو مختلف اشکال میں متشکل ہو جاتا ہے اور اس اسم کی شرح ہے، اس کا یہ کہنا کہ یہ اسم کی شرح ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ واقع میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، لیکن جمہور اور ارباب ملل اور انبیاء علیہ السلام کے مصدقین جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور قدماء فلاسفہ بھی جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور جنات کو ارواح سفلیہ کہتے ہیں، ان کا قول ہے کہ جنات کی ماہیات مختلف ہوتی ہیں، بعض شریر ہوتے ہیں اور بعض شریف ہوتے ہیں جو نیکیوں سے محبت کرتے ہیں، اور بعض خبیث ہوتے ہیں وہ برائیوں اور آفتوں سے محبت رکھتے ہیں، اور ان کی انواع کا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے سوا اور کسی کو علم نہیں، یہ موجودات مجردہ ہیں (غیر مادی ہیں) اور خبروں کے عالم ہوتے ہیں اور افعال شاقہ پر قادر ہوتے ہیں، ان کا سنا اور دیکھنا ممکن ہے۔ جنات کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اجسام ہیں، قرآن مجید میں جنات اور ملائکہ کا ثبوت ہے، اور اس کا ثبوت ہے کہ ملائکہ کو افعال شاقہ پر عظیم قوت حاصل ہوتی ہے اور جناب بھی اسی طرح ہیں، پھر یہ ملائکہ ہمارے پاس ہمیشہ حاضر ہوتے ہیں اور وہ کراماتیں ہیں اور محافظ فرشتے ہیں اور یہ فرشتے قبض روح کے وقت بھی حاضر ہوتے ہیں اور یہ فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی حاضر ہوتے تھے اور مسلمانوں اور حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی ان کو نہیں دیکھتا تھا اور قبض روح کے وقت بھی ان کو کوئی نہیں دیکھتا تھا، بہر حال یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ جو ہر فرد میں علوم کثیرہ پیدا کرے اور اس کو مشکل اور شدید دشوار افعال پر قدرت عطا کر دے اور اس تقدیر پر جنات کا وجود ممکن ہے، خواہ ان کے اجسام لطیف ہوں یا کثیف ہوں اور ان کے اجرام کبیر ہوں یا صغیر ہوں، اور وہ ہم کو دکھائی نہ دیتے ہوں۔ (۱)

سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

قرآن میں جن کا جو لفظ آیا ہے، اس سے بدوی اور دیگر غیر متمدن اور غیر تربیت یافتہ لوگ مراد ہیں۔ قرآن مجید میں چودہ جگہ ”الجن والانس“ کا لفظ آیا ہے اور ہر موقع پر ان غیر متمدن لوگوں کی کسی نئی صفت اور خاصیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۲)

غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں ”جن“ اور ”انس“ کے الفاظ متعدد مقامات پر اکٹھے آئے ہیں۔ ہم انس کے عنوان میں بتا چکے ہیں کہ عربوں میں ”الانس“ ان قبیلوں کو کہتے تھے جو ایک مقام پر مستقل طور پر سکونت پذیر ہو جائیں، لیکن جن وہ قبائل تھے جو جنگلوں اور صحراؤں میں جگہ بہ جگہ پھرتے رہتے تھے اور اس طرح شہروالوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے۔ انہیں خانہ بدوش قبائل (Nomadic Tribes) کہا جاتا ہے۔ اب بھی دنیا میں جہاں جہاں اس قسم کے قبائل پائے جاتے ہیں وہ شہروالوں سے دور درو جنگلوں اور بیابانوں میں رہتے ہیں۔ آج کل وسائل، رسل و رسائل کے عام ہو جانے سے، ان قبائل اور شہروالوں کی زندگی میں بہت سے امور مشترک ہو چکے ہیں، اس لئے ان میں کوئی بنیادی بعد محسوس نہیں ہوتا، لیکن جس زمانے میں ملنے جلنے کے وسائل اور نشر و اشاعت کے طریق عام نہیں تھے، شہروالوں اور ان خانہ بدوش صحرائیوں کے تمدن و معاشرت،

عادات و اطوار، خصائص و خصائل اور ذہنی اور نفسیاتی کیفیات وغیرہ میں اس قدر فرق تھا کہ یہ دونوں ایک نوع کے افراد نظر نہیں آتے تھے۔ عربوں میں یہ صحرائین قبائل بہت زیادہ تھے (انہیں بدویا اعراب کہا جاتا تھا) چونکہ قرآن کا پیغام شہریوں اور صحرائینوں سب کی طرف تھا، اس لیے اس نے جن و انس دونوں گروہوں کو مخاطب کیا ہے۔ ان مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں جن سے مراد انسان ہی ہیں، یعنی وہ وحشی قبائل (Gypsis) جو جنگلوں اور صحراؤں میں رہا کرتے تھے، مثلاً سورہ انعام میں ہے: **يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ** (۱) اے گروہ جن و انس! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ قرآن نے کسی رسول کا ذکر نہیں کیا جو جن تھا اور سورہ اعراف میں اس کی تصریح کر دی کہ رسول، بنی آدم میں سے، انہی کی طرف بھیجے گئے تھے۔ (۲) سورہ جن اور سورہ احقاف میں مذکور ہے کہ جنوں کی ایک جماعت رسول اللہ (ﷺ) کے پاس قرآن سننے کے لیے آئی۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ”جنوں“ کی طرف رسول انسانوں میں سے ہی ہوتے تھے۔ انہی سورتوں (سورہ جن اور سورہ احقاف) سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو جن رسول اللہ (ﷺ) کے پاس قرآن سننے کے لئے آئے تھے وہ انسان ہی تھے۔ (۳)

جنات کے متعلق مفسرین کی آراء:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوروی البصری المتوفی ۳۵۰ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ جنات تمام انسانوں کو پہچانتے ہیں، اسی لیے وہ تمام انسانوں کی طرف اپنے کلام کا وسوسہ ڈالتے ہیں، جنات کی اصل میں اختلاف ہے، حسن بصری سے منقول ہے کہ جن ابلیس کی اولاد ہیں، جیسے انس حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ان دونوں میں سے مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں، اور یہ ثواب اور عقاب میں شریک ہیں، ان دونوں فریقوں میں سے جو مؤمن ہو وہ اللہ کا ولی ہے اور ان دونوں فریقوں میں سے جو کافر ہو وہ شیطان ہے۔

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جن الجان کی اولاد ہیں اور شیاطین نہیں ہیں اور ان پر موت آتی ہے اور ان میں سے مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی، اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں، ان پر ابلیس کے ساتھ ہی موت آئے گی۔ اس میں اختلاف ہے کہ جنات میں سے مؤمنین جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں، جیسا کہ ان کی اصل میں اختلاف ہے، جن لوگوں کا یہ زعم ہے کہ جنات الجان کی اولاد ہیں، ابلیس کی ذریت نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے اور جو یہ کہتے ہیں کہ جنات ابلیس کی ذریت ہیں، ان کے دو قول ہیں: حسن بصری نے کہا: وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور مجاہد نے کہا: وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، اگرچہ ان کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا۔ (۴)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ جنات نے رسول اللہ (ﷺ) سے زاد (خوراک) کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے ہر ہڈی میں خوراک ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جنات کھاتے ہیں، اطباء اور فلاسفہ کی ایک جماعت نے جنات کے کھانے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بسیط ہیں اور ان کا کھانا صحیح نہیں ہے اور ان کا یہ قول قرآن اور سنت سے مردود ہے اور مخلوقات میں بسیط اور مرکب نہیں ہیں، واحد محض صرف اللہ سبحانہ ہے۔

۱- لغات القرآن، ص ۳۶۶

۲-

اعراف: ۳۵

۳-

الانعام: ۱۳۰

النکت والعیون، ج ۶ ص ۱۰۹

نبی کریم ﷺ کا جنات کو ان کی اصل صورتوں میں دیکھنا محال نہیں ہے، جیسا کہ آپ فرشتوں کو ان کی اصل صورتوں میں دیکھتے تھے اور ہمارے لئے جنات اکثر سانپوں کی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں، حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ میں جنات کی ایک جماعت اسلام لاپچی ہے، اگر تم نے ان سانپوں میں سے کسی کو گھروں میں رہتے ہوئے دیکھا تو اس کو تین دفعہ نکلنے کے لئے خبردار کرو، اگر اس کے بعد بھی وہ سانپ نظر آئے تو اس کو مار دو، وہ شیطان ہے۔ (۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان گھروں میں جنات سانپوں کی شکل میں رہتے ہیں، اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو اس کو تین دفعہ ڈراؤ، اگر وہ نکل جائے تو فہماور نہ اس کو قتل کر دو، وہ کافر ہے۔ (۲)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

جنات اجسام عاقلہ خفیہ ہیں، جن پر ناریت یا ہوایت غالب ہوتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ارواح مجردہ کی ایک نوع ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ ابدان سے جدا ہونے والے نفوس شریرہ ہیں۔ (۳)

سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جنات اجسام عاقلہ ہیں جن پر ناریت غالب ہے، اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (۴) اور جن کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اجسام ہوائیہ ہیں اور تمام صورتوں کو قبول کر لیتے ہیں یا ان کی ایک قسم مختلف اشکال کو قبول کر لیتی ہے یہ لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہتے ہیں، اور کبھی اپنی صورت اصلہ کی مغائر صورت میں دکھائی دیتے ہیں اور کبھی اپنی اصلی صورت میں دکھائی دیتے ہیں، جس صورت پر ان کو پیدا کیا گیا اور یہ مشاہدہ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے ساتھ مخصوص ہے، اور ان اولیا کرام کے ساتھ مخصوص ہے، جن کو اللہ تعالیٰ ان کی اصلی صورت دکھانا چاہے، ان کو سخت مشکل اور دشوار کاموں کے کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے، اور اس میں کوئی عقلی مانع نہیں ہے کہ بعض اجسام لطیفہ کی نوع دیگر اجسام لطیفہ کی ماہیت سے مخالف ہو اور ان میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ یہ حیات کو اور افعال عجیبہ پر قدرت کو قبول کر لیں، اور جدید سائنس نے بعض اجسام لطیفہ میں ایسے خواص کو ثابت کیا ہے جن سے عقل حیران ہوتی ہے، تو ہو سکتا ہے کہ جنات کے اجسام بھی اسی طرح ہوں، اور عالم طبعی میں اتنے عجائبات ہیں کہ عقل ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ (۵)

اس امر کی تحقیق کہ آیا رسول اللہ ﷺ نے جنات کو دیکھا تھا یا نہیں؟

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کو نہیں دیکھا نہ ان کا کلام سنا تھا، آپ کی طرف صرف جنات کے کلام کی وحی نازل کی گئی تھی۔

تفسیر البیضاوی مع الحفا ج ۹، ص ۲۸۹

سنن ابوداؤد: ۵۲۵۷-۳

روح المعانی جز ۲۹، ص ۲۲

۲

۵

مسلم: ۱۴۱

الرحمن: ۱۵

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کے سامنے قرآن مجید پڑھا تھا نہ ان کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کا قصد کر کے گئے، اس اثناء میں شیاطین (جنات) اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے، پھر شیاطین واپس آ جاتے تھے، وہ ایک دوسرے سے پوچھتے: اب کیا ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہم پر آگ کے گولے پھینکے جاتے ہیں، انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان وہی چیز حائل ہوئی ہے جو تازہ ظہور میں آئی ہے، تم زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور دیکھو کہ کون سی چیز ظہور میں آئی ہے، پھر وہ روانہ ہوئے اور زمین کے مشارق اور مغارب کا سفر کیا اور وہ اس پر غور کرتے تھے کہ ان کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے، پھر وہ جنات تمہامہ میں پہنچے جہاں رسول اللہ ﷺ ایک کھجور کے درخت کے پاس تھے، اس وقت آپ عکاظ کے بازار کا قصد کرنے والے تھے اور آپ اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جب جنات نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے کہا: غور سے سنو، یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے، پھر وہ وہیں سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! **إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۚ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا (۱)** ہم نے عجیب قرآن (کلام) سنا ہے جو سیدھا راستہ دکھاتا ہے، ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے۔

اور اللہ تعالیٰ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ أَوْحَىٰ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (۲) (۱) (۲) آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا۔

اور آپ ﷺ کی طرف جنات کے قول کی وحی کی گئی تھی۔ (۳)

☆ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنات کو دیکھا تھا، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ میں سے کوئی شخص اس رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، جب آپ کی جنات سے ملاقات ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں تھا، لیکن ایک رات ہم نے آپ کو گم پایا اور ہم کو یہی خیال آتا تھا کہ کسی دشمن نے آپ کو دھوکا دے دیا، یا آپ کے ساتھ کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آیا، ہم نے انتہائی پریشانی میں وہ رات گزاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کو غار حرا کی طرف سے آتے دیکھا، ہم نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اور ہم نے آپ سے اپنی پریشانی بیان کی، آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک جن دعوت دینے آیا، میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان کے سامنے قرآن پڑھا، پھر آپ ہم کو لے کر گئے اور ان کے نشانات اور آگ کے نشانات ہمیں دکھائے، شععی نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ سے ناشتہ طلب کیا تھا، عامر نے کہا: یہ ایک جزیرہ کے جن تھے، آپ نے

۱- الجن: ۲-۱	۲- الجن: ۱
۳- i- بخاری: ۷۷۳	ii- مسلم: ۴۴۹
iv- مسند احمد: ۲۵۲۶	v- سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۲۵-۱۱۶۲۴
vii- ابن حبان: ۶۵۲۶	viii- المستدرک، ج ۲، ص ۵۰۳
	iii- ترمذی: ۳۲۲۳
	vi- مسند ابو یعلیٰ: ۲۳۶۹
	ix- سنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۲، ص ۲۲۶-۲۲۵

فرمایا: ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو جب وہ تمہارے ہاتھوں میں آئے گی تو گوشت سے بھر جائے گی، اور اسی طرح گوبر تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا، پس اے مسلمانو! ان دونوں چیزوں سے استنجانہ کیا کرو، یہ تمہارے بھائی جنات کی (اور ان کے جانوروں کی) خوراک ہیں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ (۱)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کو دیکھا تھا اور اس رات حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے اور بعض روایات میں ہے کہ اس رات آپ نے جنات کو دیکھا تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جنات سے ملاقات کی رات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، پس ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا: میرے ساتھ ایک مشکیزہ میں پانی ہے، آپ نے فرمایا: مجھ پر وہ ڈالو، پھر آپ نے وضو کیا، سو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! یہ پاک مشروب ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ (شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔) (۲)

جنات کو دیکھنے اور نہ دیکھنے کی احادیث میں تطبیق:

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی ان احادیث کو روایت کیا ہے، بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ لیلۃ الجن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں تھے اور بعض احادیث میں ہے کہ وہ اس شب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، اور بعض احادیث میں ہے کہ جنات نے از خود رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید سنا تھا، جب نبی کریم ﷺ ہتھامہ میں کھجوروں کے جھنڈ کے پاس اپنے بعض اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ قصد انہیں تبلیغ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے، حافظ ابن کثیر ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ قصد جنات کی طرف گئے تھے اور آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ ﷻ کی توحید کی طرف دعوت دی، اور ان کے لئے وہ احکام شرعیہ بیان کئے جن کی انہیں ضرورت تھی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی بار جنات نے آپ سے قرآن مجید سنا ہو اور اس وقت آپ کو یہ علم نہ ہو کہ جنات قرآن سن رہے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے، اور اس کے بعد جنات کا وفد آپ کے پاس آیا ہو جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، اور جب رسول اللہ ﷺ جنات سے خطاب فرما رہے تھے، اس اثناء میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نہ تھے اور آپ سے دور تھے، اور حضرت ابن مسعود کے علاوہ آپ کے اصحاب میں سے اور کوئی آپ کی ساتھ نہیں گیا تھا اور یہ سنن بیہقی کی روایت میں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب پہلی بار نبی کریم ﷺ جنات کی طرف تشریف لے گئے، اس بار آپ کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، نہ کوئی اور صحابی تھے جیسا کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے اور یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانے کے واقعات پہلی بار جانے کے بعد پیش آئے۔ (۳)

- | | | | |
|-------------------------------|------------------------------|-------------------------|-------------------------------------|
| ۱- مسند احمد: ۴۱۴۹ | ii- دلائل النبوة، ج ۲، ص ۲۲۹ | iii- مسلم: ۲۵۰ | iv- ترمذی: ۳۲۵۸ |
| ۷- مسند ابویعلیٰ: ۴۲۳۷ | vi- ابن حبان: ۶۳۲۰ | vii- ابن خزیمہ: ۸۲ | viii- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۱۵۵ |
| ix- ابوداؤد: ۸۵ | x- ترمذی: ۱۸ | | |
| ۲- مسند احمد: ۳۷۸۲ | ii- ابن ماجہ: ۳۸۵ | iii- دارقطنی، ج ۱، ص ۷۸ | |
| ۳- تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۱۸۱ | | | |

☆ رسول اللہ ﷺ کے جنات کو دیکھنے پر دلائل:

یہ امر متفق علیہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جنات پر حکومت تھی اور آپ جنات سے مشقت والے کام لیتے تھے، قرآن مجید میں ہے:

حضرت سلیمان علیہ السلام سے جن نے کہا:

قَالَ عَفْرِيْتُ مَنْ الْجِنَّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ (۱) ایک سرکش جن نے کہا: میں وہ تخت آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور بے شک میں اس پر ضرور قوت والا امانت دار ہوں۔

اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کو دیکھتے تھے تو ضروری ہوا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو بھی یہ وصف حاصل ہو، کیونکہ آپ افضل الرسل ہیں، اور خصوصیت کے ساتھ آپ کے جنات کو دیکھنے اور ان پر تصرف کرنے کی قوت کے حصول پر دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک سرکش جن رات کو مجھ پر حملہ آور ہوا تا کہ میری نماز منقطع کر دے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی، میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں، حتیٰ کہ تم سب صبح اٹھ کر اس کو دیکھتے، پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان کی یہ دعایا آئی: اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو، پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کر دیا۔ (۲)

☆ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کو دیکھا ہے، نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں تاکہ آپ جنات کے سامنے قرآن پڑھیں، وہ آپ کے ساتھ گئے حتیٰ کہ شعب ابن ابی دب کے ساتھ مقام الحجون کے نزدیک پہنچے، آپ نے میرے ایک خط کھینچ کر فرمایا: اس لکیر سے آگے نہ بڑھنا، پھر آپ الحجون کی طرف گئے تو جنات بہت بڑے اجسام میں آپ کی طرف بڑھے، وہ اس طرح دف بجا رہے تھے جس طرح عورتیں دف بجاتی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ڈھانپ لیا اور آپ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، میں اٹھا پھر آپ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر آپ نے قرآن کی تلاوت کی اور آپ کی آواز بلند ہو رہی تھی، جنات زمین سے ملے ہوئے تھے، میں ان کی آوازیں سن رہا تھا اور ان کو دیکھ نہیں رہا تھا۔

دوسری روایت میں ہے: انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا: میں اللہ کا نبی ہوں، انہوں نے کہا: آپ کے حق میں کون گواہی دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ درخت، پھر فرمایا: آوازے درخت! وہ درخت اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا، آپ نے اس سے فرمایا: تم میرے لیے کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟ اس درخت نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: جاؤ! وہیں لوٹ جاؤ جہان سے آئے ہو، حتیٰ کہ وہ درخت اسی طرح لوٹ گیا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب آپ میرے پاس واپس آئی تو آپ نے پوچھا: کیا تم میرے پاس آنا چاہتے تھے؟ میں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے ممکن نہیں تھا، یہ جنات قرآن سننے کے لئے آئے تھے، پھر اپنی قوم کو عذاب سے ڈرانے کے لیے واپس گئے، انہوں نے مجھ سے خوراک کے متعلق سوال کیا تھا، میں نے ان کے لئے ہڈیوں اور بیٹنگیوں کی خوراک دی، پس تم میں سے کوئی شخص ہڈی سے استنجا کرے نہ بیٹنگی سے۔

۱- انمل: ۳۹

۲- iii- مسند احمد، ج ۲، ص ۲۹۸

ii- مسلم: ۵۴۱

i- بخاری: ۴۶۱

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات میں امام رازی کی توجیہات اور ان پر علامہ غلام رسول سعیدی کا تبصرہ: امام رازی لکھتے ہیں:

ان روایات کی تکذیب کی کوئی ضرورت نہیں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو نہیں دیکھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ آپ نے جنات کو دیکھا ہے اور ان میں تطبیق کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس واقعہ کو روایت کیا، جب پہلی بار جنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنی تھی اور اس وقت آپ نے جنات کو نہیں دیکھا تھا، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا، جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

۲۔ اگر جنات کا واقعہ ایک ہی بار ہوا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا اور ان کا کلام سنا اور وہ آپ پر ایمان لائے، پھر جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے تو انہوں نے اس واقعہ کی حکایت کرتے ہوئے کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے اور اس طرح اور اس طرح ہوا، تب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ انہوں نے اپنی قوم سے کیا کہا۔

(امام رازی نے اس تقدیر پر یہ نہیں بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور ان کا کلام سنا تھا تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو دیکھنے اور سننے کی نفی کی ہے، اس کا کیا محمل ہوگا؟)

۳۔ اگر یہ واقعہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے سامنے قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سمجھ سکے کہ جنات نے کیا کہا ہے اور انہوں نے قرآن کریم سن کر کیا کیا، تب اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی کہ انہوں نے کیا کہا ہے اور کیا کیا ہے۔ (۱)

امام رازی کی یہ توجیہ بھی دو وجہ سے صحیح نہیں ہے، اولاً اس لیے کہ اس توجیہ میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دیکھنے اور سننے کی نفی کا محمل بیان نہیں کیا، اور ثانیاً اس لیے کہ یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کا کلام نہیں سمجھ سکے، بہت سنگین جسارت ہے، ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل اور دیگر فرشتوں کا کلام سمجھ لیں، حیوانات، پہاڑوں، پتھروں اور درختوں کا کلام سمجھ لیں، اللہ سبحانہ کی وحی کو سمجھ لیں اور جنات کا کلام نہ سمجھ سکیں۔ ہم امام رازی کو بہت بڑا مفسر اور محقق گردانتے ہیں، مگر ان کی یہ بات ہم سے ہضم نہیں ہو سکی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، زیادہ جواب دینے کے شوق میں امام رازی سے یہ تقصیر ہو گئی۔ دیگر مفسرین نے ان روایات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اب ہم اس کو پیش کر رہے ہیں۔

☆ مذکورہ احادیث کے متعلق دیگر مفسرین اور محدثین کی توجیہات:

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ لیلة الجن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور یہ قول زیادہ ثابت ہے۔ (۲)

☆ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

یہ آیت اس میں ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جنات کے سننے کا علم اللہ تعالیٰ ﷻ کی وحی سے ہوا اور آپ نے جنات کا مشاہدہ نہیں کیا اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنات کو دیکھا ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ (۱)

مفسرین کے بعد اب ہم ان روایات کے متعلق محدثین کی تصریحات پیش کر رہے ہیں:

☆ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں تعارض ہے، اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعے ہیں اور ان میں کوئی تعارض اور تانی نہیں ہے۔ (۲)

☆ علامہ یحییٰ بن شرف نوادی لکھتے ہیں:

علماء نے یہ لکھا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق نبوت کی ابتداء سے ہے، جب جنات آئے اور انہوں نے آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سنی اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ”قل اوحی الی الایۃ“ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اس کے بہت بعد کے واقعہ کا ذکر ہے، اس وقت اسلام مشہور ہو چکا تھا اور اللہ تعالیٰ ﷻ کو علم ہے کہ اس کے بعد کتنا عرصہ گزر چکا تھا۔ (۳)

☆ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق بعثت کے ابتدائی ایام کے ساتھ ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث کا تعلق، اس کے بہت بعد کا ہے، کیونکہ اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور وہ ہجرت کے بعد (۷ھ) میں اسلام لائے تھے اور نبی کریم ﷺ کے پاس جنات کے متعدد نواد کا آنا ثابت ہے۔ (۴)

☆ انسان کے جسم میں جنات کے تصرف کی بحث:

جنات کے موضوع میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے اعضاء پر تصرف کرتا ہے اور اس کے ثبوت میں بہت حکایات بیان کی جاتی ہیں۔

☆ انسان کے اعضاء پر جنات کے تصرف کی نفی:

انسان کے جسم میں جن کے حلول اور تصرف پر ایک حدیث سے استدلال: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن ابی رباح قال قال لی ابن عباس الا اریک امرأۃ من اهل الجنة قلت بلی قال هذا المرأة السوداء اتت النبی ﷺ فقالت انی اصرع وانی اتکشف فادع اللہ لی قال ان شئت صبوت ولك الجنة وان شئت دعوت اللہ ان معافیک فقالت اصبر فقالت انی اتکشف فادع اللہ الا اتکشف فدعا لها (۵)

۱- روح المعانی، ج ۱۹، ص ۴۳

۲- اکمال المعلم بفوائد مسلم، ج ۲، ص ۳۶۴

۳- فتح الباری، ج ۹، ص ۶۷۸

۴- صحیح مسلم بشرح النوادی، ج ۲، ص ۶۴۴

۵- صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۴۴

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے کہا کیا میں تم کو ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں، انہوں نے کہا یہ جنتی عورت ہے جو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی، اس نے کہا مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرے کپڑے کھل جاتے ہیں، آپ میرے لیے دعا فرمائیے، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کر لو اور تم کو جنت مل جائیگی اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تم کو تندرست کر دے گا، اس عورت نے کہا میں صبر کرتی ہوں! اس عورت نے کہا میرے کپڑے کھل جاتے ہیں، آپ دعا فرمائیں کہ میرے کپڑے نہ کھلیں، آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (۱)

انسان کے جسم میں جن کے تصرف اور تسلط پر علامہ ابن قیم نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدرالدین عینی اور علامہ قسطلانی نے بھی اس حدیث کے تحت اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔

☆ شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

من یصرع من الريح وفسده بعضهم باصباة الجن واخرون بداء یسی (مرکی) واهل العرف یعبرون: بصرع الجن عن صریح الريح والظاهر ان المراد ههنا هو الداء المشهور لان المام الجن لا یكون الا من عشق، او ایداء وحينئذ لا یلیق تحریض النبی ﷺ اياها علی الصبر۔ (۲)

”دم گھٹنے سے بے ہوش ہونا“ بعض لوگوں نے اس کی تفسیر جن کے تسلط سے کی ہے، اور بعض دوسرے اس کی تعبیر مشہور بیماری سے کرتے ہیں جن کو مرگی کہتے ہیں، اور اہل عرف اس کو سانس کی وجہ سے جن کا بے ہوش کرنا کہتے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد مرگی کی بیماری ہے، کیونکہ انسان پر جن یا اس انسان سے عشق کی وجہ سے چڑھتا ہے یا اس کو ایداء پہنچانے کے لئے اور اگر اس عورت کا بے ہوش ہونا جن کی وجہ سے ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس عورت کو صبر کی تلقین نہ فرماتے۔

تحقیق یہی ہے کہ اس حدیث میں انسان کے جسم پر جن کے تصرف کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور جو علماء اس نظریہ کے قائل ہیں ان کی دلیل بھی صرف ان کا مشاہدہ ہے۔

☆ صرع (مرگی) کے معنی کا بیان:

اس حدیث میں صرع کا لفظ آیا ہے جس کا معنی مرگی ہے، علامہ زبیدی صرع کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صرع ایک مشہور بیماری ہے، جیسا کہ صحاح میں ہے، رئیس (بوعلی سینا) نے کہا ہے کہ صرع نفسانی اعضاء کو اپنے افعال انجام دینے سے روکتی ہے، اس کا سبب ایک رکاوٹ ہے جو دماغ کے بعض اندرونی جھلیوں اور اعصاب محرکہ کے دوران خون میں خلط غلیظ یا چربی کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے روح اپنے کام کو طبعی طریقہ پر انجام نہیں دے سکتی اور اعضاء میں تشنج (تتاؤ) پیدا ہو جاتا ہے، یعنی اعصاب میں زبردست تتاؤ کی وجہ سے اٹنٹھن ہو جاتی ہے، اور جسم اکڑ جاتا ہے۔ (۳)

۱۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۱۸۔ ۲۔ فیض الباری، ج ۴، ص ۳۶۳۔

۳۔ تاج العروس، ج ۵، ص ۴۱۳۔

☆ انسان کے جسم پر جن کے تصرف اور تسلط کے متعلق علماء اسلام کے نظریات:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صرع (مرگی) وہ بیماری ہے جو اعضاء رئیسہ کو اپنا پورا کام کرنے سے روک دیتی ہے، اس کا سبب وہ غلیظ ریح (ہائڈروجن) ہے جس سے دماغ کے مناقد بند ہو جاتے ہیں، یا وہ زہریلے بخارات (گیسز) ہیں جو اعضاء سے دماغ کی طرف چڑھتے ہیں اور کبھی ان بخارات کی وجہ سے تشنج پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان کھڑا نہیں رہتا بلکہ کھڑے کھڑے گر جاتا ہے اور رطوبت کے گاڑھے ہونے کی وجہ سے اس کے منہ سے جھاگ گرنے لگتے ہیں (جدید طبی تحقیق یہ ہے کہ گیس صرف پیٹ میں ہوتی ہے۔ سعید غفرلہ)

کبھی صرع (مرگی) جن کے سبب سے ہوتی ہے اور اس کا سبب خبیث جن ہوتے ہیں، اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ ان کو بعض انسانی صورتیں اچھی لگتی ہیں، یا ان کو کسی انسان سے اذیت پہنچتی ہے، صرع کا پہلا سبب وہ ہے جو تمام اطباء کے نزدیک ثابت ہے، اور وہ اس کا علاج بیان کرتے ہیں اور صرع کے دوسرے سبب (جن) کا اکثر اطباء انکار کرتے ہیں اور بعض اطباء اس کے قائل ہیں اور اس کا اس کے سوا اور کوئی علاج معلوم نہیں ہے کہ نیک ارواح علویہ ارواح خبیثہ سفلیہ کا مقابلہ کر کے ان کے افعال کو باطل کر دیں، بقراط نے یہ کہا کہ خلاط کے فساد کے سبب سے اگر مرگی ہو تو اس کا علاج ہے اور اگر مرگی جنات کے اثر سے ہو تو اس کا کوئی علاج معلوم نہیں ہے۔ (۱)

علامہ قسطلانی نے بھی اسی عبارت کا خلاصہ بیان کیا ہے اور صرع کے دو سبب بیان کئے ہیں ایک سبب زہریلے بخارات اور دوسرا سبب

خبیث جنوں کا اثر ہے۔ (۲)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

صرع کا سبب یہ ہے کہ دماغ کے مناقد میں ہوا (بخارات) رک جاتی ہے، جو اعضاء رئیسہ کو پورا کام کرنے سے روک دیتی ہے، یا وہ بخارات ہیں جو بعض اعضاء سے دماغ کی طرف چڑھتے ہیں۔ صرع (مرگی) کا سبب یہی زہریلے بخارات ہیں ان کی وجہ سے دماغ کی جھلیوں اور اعصاب محرکہ کے دوران خون میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اور رطوبت گاڑھی ہو جاتی ہے اور منہ سے جھاگ آنے لگتے ہیں۔

کبھی صرع کا سبب جن ہوتے ہیں اور یہ خبیث جنوں کے اثر سے ہوتی ہے، شیخ ابوالعباس نے کہا ہے کہ جن کے اثرات سے جو انسان کو مرگی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جن کو انسان پر شہوت آتی ہے یا وہ اس پر عاشق ہو جاتا ہے، جیسے انسان، انسان پر عاشق ہوتا ہے، کبھی انسان اور جن میں مناکحت ہو جاتی ہے اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے، اور کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جن کو کسی انسان سے بغض ہوتا ہے اور کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کسی انسان سے جن کو ایذا پہنچتی ہے اور وہ اس کو مزادینے کے لئے اس پر مرگی طاری کرتا ہے یا اس کو گرا دیتا ہے، ایذا کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کسی جن پر پیشاب کر دیتا ہے یا اس پر گرم پانی گرا دیتا ہے یا کسی جن کو قتل کر دیتا ہے ہر چند کہ انسان کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ یہ ایذا جن کو پہنچا رہا ہے۔

بعض معتزلہ مثلاً جبائی، ابوبکر رازی، محمد بن زکریا، طبیب اور دوسرے علماء نے مرگی زدہ کے جسم میں جن کے دخول کا انکار کیا اور کہا کہ

ایک انسان کے جسم میں دو روحوں کا وجود محال ہے جبکہ وہ جن کے وجود کے قائل ہیں، اور یہ قول خطا ہے اور امام ابو الحسن اشعری نے مقالات اہل

النسۃ والجماعۃ میں یہ ذکر کیا ہے کہ جن مصروع (مرگی زدہ انسان) کے جسم میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے یہ فرمایا ہے:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (۱) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) صرف اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح کہ جس کو شیطان (جن) نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبد اللہ نے امام احمد سے کہا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جن انسان کے بدن میں داخل نہیں ہوتا، انہوں نے کہا اے بیٹے وہ جھوٹ بولتے ہیں جن انسان کی زبان پر کلام کرتا ہے، امام ابو داؤد نے حضرت ام ابان سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے خدا کے دشمن نکل جا! کیونکہ میں اللہ رسول ہوں اور قاضی عبد الجبار نے کہا کہ جنات کے اجسام ہوا کی طرح ہیں اس لئے ان کا انسان کے بدن میں داخل ہونا ممنوع نہیں ہے جیسا کہ ہوا اور سانس کا انسان کے جسم میں دخول ہوتا ہے۔ (۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبد البر نے استیعاب میں اپنی سند کے ساتھ طاؤس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس مرگی زدہ لوگوں کو لایا جاتا تھا، آپ ان میں سے کسی ایک کے سینہ پر مارتے، تو وہ ٹھیک ہو جاتا، پھر آپ کے پاس ایک مرگی زدہ عورت کو لایا گیا جس کا نام امر زفر تھا، آپ نے اس کے سینہ پر ضرب لگائی وہ ٹھیک نہیں ہوئی۔ (حافظ ابن حجر کہتے ہیں) میری بیان کردہ سند سے یہ بھی مروی ہے کہ ام زفر کو جن کی وجہ سے مرگی ہوئی تھی کسی خلط کی وجہ سے مرگی نہیں ہوئی تھی۔ (۳)

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں:

صرع (مرگی) کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہے جو اخلاط ردیہ کی وجہ سے ہوتی ہے اس کا علاج اطباء سے ہوتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو ارواح خبیثہ (شریر جن) کی وجہ سے ہوتی ہے، آئمہ دین اور عقلاء اس کو مانتے ہیں اور اس کا رد نہیں کرتے اور اس کے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ ارواح شریفہ، ارواح خبیثہ شریرہ کا مقابلہ کریں، ان کے اثر کو دور کریں اور ان کے افعال سے معارضہ کر کے ان کو باطل کر دیں، بقراط نے اپنی بعض تصانیف میں اس کی تصریح بھی کی ہے، جو مرگی طبعی سبب سے ہوتی ہے بقراط نے اس کے علاج کے بعض طریقے ذکر کئے ہیں اور یہ کہا ہے کہ جو مرگی ارواح خبیثہ کے اثر کی وجہ سے ہو اس کا کوئی علاج نہیں ہے، البتہ جاہل طبیب اور بے دین لوگ ارواح خبیثہ کے اثر کی وجہ سے مرگی کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرگی زدہ کے بدن میں خبیث روح کا اثر نہیں ہو سکتا، یہ ان لوگوں کی محض جہالت ہے اور واقعہ اور مشاہدہ ان کی تکذیب کرتا ہے۔

ارواح خبیثہ کے اثر سے جو مرگی ہوتی ہے اس کے علاج کے دو طریقے ہیں، ایک طریقہ اس شخص کی جہت سے ہے اور دوسرا طریقہ معالج کی جہت سے ہے، اس شخص کی جہت سے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص اپنی روحانی قوت اور صدق نیت سے ان ارواح کے خالق کی طرف متوجہ ہو، اور دل اور زبان کے ساتھ ان ارواح خبیثہ سے اللہ تعالیٰ ﷻ کی پناہ مانگے۔ یہ ایک قسم کی جنگ ہے اور جنگ میں کامیابی کے لیے ہتھیار ضروری ہیں، اور ارواح خبیثہ سے جنگ میں کامیابی کے لیے اس کے دل میں توحید، توکل، تقویٰ اور توجہ الی اللہ کی ضرورت ہے، معالج کی جہت سے جو علاج ہوتا ہے، اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ معالج کے دل میں توحید، توکل، تقویٰ اور اللہ کی طرف توجہ ہو اور وہ ان ارواح خبیثہ کے شر سے اللہ کی

پناہ چاہے، بعض معالج صرف یہ کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں "اس سے نکل جا" یا کہتے ہیں بسم اللہ یا کہتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور نبی کریم ﷺ فرماتے تھے "اے اللہ کے دشمن نکل جا، میں اللہ کا رسول ہوں" اور میں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ ہمارے شیخ مرگی زدہ شخص کے پاس اس آدمی کو بھیجتے تھے جو اس روح سے مخاطب ہوتا تھا، اور یہ کہتا تھا کہ میرے شیخ نے یہ کہا ہے کہ تم اس سے نکل جاؤ، تمہارے لیے یہ جائز نہیں، پھر وہ شخص ٹھیک ہو جاتا تھا، اور بعض دفعہ ہمارے شیخ اور اس روح سے خود خطاب کرتے تھے، بعض اوقات وہ روح سرکش ہوتی تھی تو وہ اس روح کو مار کر نکالتے تھے اور وہ شخص ٹھیک ہو جاتا تھا، اور اس شخص کو اس مار کے درد کا احساس نہیں ہوتا تھا، اس قسم کے واقعات کا ہم نے اور دوسروں نے متعدد بار مشاہدہ کیا ہے، بعض اوقات اس شخص کے کان میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی جاتی تھی:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (۱) کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

مجھ کو شیخ نے یہ بتایا کہ انہوں نے مرگی زدہ شخص کے کان میں ایک سو مرتبہ یہ آیت پڑھی۔ (جنیہ) نے کہا ہاں! اس نے آواز کو کھینچ کر کہا، شیخ نے کہا میں نے ڈنڈا لے کر اس شخص کی گردن کی رگوں میں مارنا شروع کیا، حتیٰ کہ مار مار کر میرے دونوں ہاتھ تھک گئے اور حاضرین کو یہ یقین ہو گیا کہ اس مار سے یہ شخص مر جائے گا، مار کے دوران اس جنیہ نے کہا مجھے اس شخص سے محبت ہے، میں نے اس سے کہا یہ شخص تم سے محبت نہیں کرتا، اس (جنیہ) نے کہا میں اس کے ساتھ حج کرنا چاہتی ہوں، میں نے کہا وہ تمہارے ساتھ حج کرنا نہیں چاہتا، اس جنیہ نے کہا میں اس شخص کو تمہاری عزت کی وجہ سے چھوڑ رہی ہوں، میں نے کہا نہیں! تم اس کو اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کی رسول ﷺ کی اطاعت کی وجہ سے چھوڑ دو، اس نے کہا میں جارہی ہوں، پھر وہ مرگی زدہ شخص اٹھ بیٹھا، اس نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا مجھے حضرت شیخ کے پاس کون لے کر آیا ہے؟ لوگوں نے اس کو اس مار کے نشان بتائے، اس نے کہا مجھے شیخ نے کس وجہ سے مارا ہے؟ میں نے تو کوئی تصور نہیں کیا، اس شخص کو اس بات کا بالکل شعور نہیں تھا کہ اس کو شیخ نے مارا ہے۔

شیخ آیۃ الکرسی کے ساتھ بھی بکثرت علاج کرتے تھے، وہ کہتے تھے جس شخص پر یہ دورہ پڑا ہے وہ خود اور اس کا معالج بہ کثرت آیت الکرسی پڑھا کرے، اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے، خلاصہ یہ ہے کہ مرگی کے دوروں کی اس قسم کا وہی شخص انکار کرے گا، جس کے علم، عقل اور معرفت میں کمی ہو۔

☆ ارواح خبیثہ کا ان انسانوں پر تسلط ہوتا ہے جن کے دین میں کمی ہوتی ہے، جن کے دل اور ان کی زبانیں اللہ کے ذکر سے خالی ہوتے ہیں، اور قرآن اور حدیث میں اللہ کی حفاظت اور اس کی پناہ کے جو اورداد اور وظائف ہیں وہ ان سے محروم ہوتے ہیں۔ (یعنی آیۃ الکرسی اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس وغیرہ نہیں پڑھتے اور نہ حدیث میں مذکورہ دعائیں مانگتے ہیں۔)

تب خبیث روح اس شخص پر مسلط ہو جاتی ہے جو حفاظت الہی کے ہتھیاروں سے نہتا ہوتا ہے، بسا اوقات جن اس وقت مسلط ہوتا ہے جب انسان عریاں ہوتا ہے اس وقت وہ اس میں تاثیر کر کے اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔ (۲)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کبھی جنوں کے مس کرنے سے جنون پیدا ہوتا ہے، ماہرین بعض علامات کے ذریعہ اس کو پہچان لیتے ہیں، بعض اجسام میں ایک بدبودا دخل ہوتی ہے اور اس کے مناسب ایک خبیث روح اس سے متعلق ہو جاتی ہے اور اس میں مکمل جنون پیدا ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات اس کے بخارات اس کے حواس پر غالب ہو کر ان کو معطل کر دیتے ہیں، اور وہ خبیث روح اس کے حواس میں تصرف کرتی ہے اور وہ روح اس کی زبان سے باتیں کرتی ہے اس کے ہاتھوں سے چیزوں کو پکڑتی ہے، دوڑتی، بھاگتی ہے اور اس شخص کو اس کا بالکل شعور نہیں ہوتا، اور یہ امر مشاہد اور محسوس ہے اور اس کا انکار وہی شخص کرے گا جو مکابر ہوگا اور مشاہدات کا انکار کرے گا۔ (۱)

جنوں کے احوال اور احکام سے متعلق قاضی بدرالدین محمد شبلی نے ایک جامع کتاب لکھی ہے، آکام المرجان فی غرائب الاخبار و احکام الجان، اس کتاب میں قاضی بدرالدین نے اس مسئلہ سے بھی بحث کی ہے لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ انسان کے اعضاء پر جن کے تصرف کرنے سے متعلق شریعت اسلام میں کوئی دلیل نہیں ہے، اس کے اثبات میں نہ اس کی نفی میں۔

قاضی بدرالدین شبلی لکھتے ہیں:

جس شخص پر جنون یا مرگی طاری ہوتی ہے اس سے جو مضطرب حرکات صادر ہوتی ہیں اور اس وقت وہ جو باتیں کرتا ہے ان کا فاعل کون ہے؟ جب جن اس شخص کے جسم میں داخل ہوتا ہے یا اس کو چھوتتا ہے اس وقت اس سے مضطرب حرکات اور کلام کا صدور ہوتا ہے، عام لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ جن کا کلام ہے اور وہ جن کی طرف اس کلام کی اضافت کرتے ہیں، ہمارے پاس اس بات کی کوئی دلیل قطعی نہیں ہے کہ جنون یا مرگی زدہ شخص ہی جو کلام سنائی دے رہا ہے وہ جن کا کلام ہے یا اس شخص کا اپنا کلام ہے اور بغیر کسی سمعی اور قطعی دلی کے ان میں سے کسی ایک کی طرف انعامت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ امام احمد کا یہ قول ہے کہ جنون یا مرگی زدہ شخص کی زبان پر جن کلام کرتا ہے۔ (۲)

ڈاکٹر احمد شرباصی لکھتے ہیں:

عام مسلمان بہ کثرت یہ بات کہتے ہیں کہ فلاں مرد کے جسم یا فلاں عورت کے جسم میں جن رہتا ہے اور یہ بیمار مرد یا بیمار عورت جو باتیں کرتی ہے وہ دراصل جن بولتا ہے، پھر وہ ایسے لوگوں کو لے کر آتے ہیں جن کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کے جسموں سے جنوں کو نکالنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

مریض میں یہ حالت اعصابی تشنج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس کا علاج ماہر نفسیات اور ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق کرنا چاہئے، اور مریض کو صاف ستھری غذا کھلانی چاہیے اور کھلی فضا اور تازہ آب دہوا میں رکھنا چاہئے۔

قدیم علماء یہ بیان کرتے چلے آئے ہیں کہ اس مرض کی نسبت جن یا شیطان کی طرف کرنا باطل ہے، کیونکہ قرآن مجید نے شیطان سے حکایت کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي (۳) اور میرا تم پر کوئی تسلط نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے میری بات مان لی۔

عام طور پر جس شخص کو بھی اعصابی تشنج، کوئی نفسیاتی دورہ یا ہسٹریا کا مرض لاحق ہوتا ہے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اس میں جن داخل ہو گیا اور اب وہ جن اس مریض کی زبان سے کلام کر رہا ہے اور اس کا علاج وہی شخص کر سکتا ہے جو جن نکالنے پر قادر ہو، یہ غلط خیال ہے، اس قسم کے مریضوں کا معروف طبی اور نفسیاتی طریقہ سے علاج کرانا چاہئے اور اللہ تعالیٰ ﷻ سے حصول شفاء کی دعا کرنی چاہئے۔ (۱)

☆ انسان کے جسم میں جن کے دخول اور اس کے تصرف اور تسلط کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی کا موقف:

سنن ابن ماجہ، سنن داری، مسند احمد اور معجم طبرانی کی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کو ایذا پہنچاتا ہے، اور نبی کریم ﷺ نے انسان کے جسم سے جن کو نکالا، اس لیے ہمیں معتزلہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے کہ جن کا انسان کے جسم میں داخل ہونا محال ہے، البتہ غور طلب بات یہ ہی کہ آیا جن انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کے اعضاء پر تصرف اور مسلط ہوتا ہے یا نہیں؟ بایں طور کہ انسان کی زبان سے جن کلام کرے اور اس کے ہاتھ پیروں سے تصرف کرے اور انسان کے حواس اور مشاعر معطل ہو جائیں۔

امام احمد بن حنبل، علامہ ابن قیم حنبلی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ قسطلانی شافعی، علامہ بدرالدین عینی حنفی اور علامہ آلوسی حنفی انسان کے جسم اور اعضاء پر جن کے تصرف کرنے کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک کتاب و سنت سے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، ان کے نزدیک اس کی دلیل صرف اور صرف مشاہدہ ہے۔

جنات کا یہ تصرف میرے مشاہدہ میں نہیں آیا، میں صرف اس وجہ سے اس کے خلاف نہیں ہوں کہ یہ میرے مشاہدہ میں نہیں آیا بلکہ میرے نزدیک یہ نظریہ انسان کی ذہنی اور جسمانی آزادی اور اس کے مکلف ہونے کے خلاف ہے، نیز اگر انسان کے جسم اور اعضاء پر خبیث جنات کا تصرف اور تسلط ممکن ہو تو اس سے دو اشکال لازم آئیں گے، اول یہ کہ پھر خبیث اور کافر جنوں کو یہ چاہئے کہ وہ تمام عام مسلمانوں کی زبانوں اور اعضاء پر مسلط ہو کر ان سے کفریہ افعال کا صدور کرائیں اور عام مسلمانوں کا نیک اعمال کرنا اور ایمان پر قائم رہنا نہ صرف مشکل اور دشوار بلکہ ختم ہو جائے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ جن انسانوں کے ہاتھوں اور زبان سے کوئی کام کر سکتا ہے تو پھر جو شخص قتل، چوری، راہزنی، ڈاکہ، لوٹ مار اور زنا کے کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو وہ یہ کہہ سکتا ہے، میں نے یہ جرم نہیں کیا، مجھے اس کا کوئی ہوش نہیں، کیونکہ جس وقت مجھ سے یہ جرم سرزد ہوا اس وقت میں جن کے زیر اثر تھا، اور پھر اسلام کی حدود و تعزیرات اور ملکی قوانین کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، ہم آئے دن اخبارات میں اس قسم کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں عامل نے جن نکالنے کے بہانے فلاں عورت کی عصمت لوٹ لی اور فلاں عامل نے جن نکالنے کے لئے جن کے زیر اثر شخص کو اتنا زد و کوب کیا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔

ہو سکتا ہے کہ میرا نظریہ غلط ہو، لیکن انسانی جسم پر جنوں کے تصرف کے متعلق میں نے جو اشکال قائم کیے ہیں جب تک ان اشکالوں کو اٹھایا نہیں جائے گا یہ مسئلہ منہج اور بے غبار نہیں ہوگا اور اگر عالم اسلام کی یہ اجلہ علماء اس نظریہ کے قائل نہ ہوتے تو میں اس نظریہ کو صراحتاً رد کر دیتا۔ (۲)

۱۰۔ خلاصہ:

- ☆ کسی بھی زمینی یاد یواری سوراخ میں پیشاب کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔
- ☆ اگر سوراخ بول و براز کے لئے ہی بنایا جائے، تو اس میں پیشاب یا پاخانہ کرنے میں حرج نہیں ہے، موجودہ دور میں بیت الخلا اسی قبیل سے ہیں۔
- ☆ سوراخ میں موزی جانور، حشرات الارض، جنات اور دیگر اشیاء کے مساکن ہو سکتے ہیں، ان کے نقصان سے بچنے کے لئے بھی پیشاب وغیرہ کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔
- ☆ پیشاب نہ کرنے سے ایک مقصد ان سوراخوں میں موجود جانوروں، حشرات الارض اور دیگر جانوروں کو تکلیف نہ دینا بھی ہے۔
- ☆ بعض سوراخوں میں جنات بھی رہائش پذیر ہوتے ہیں، ان کے ضرر سے بچنے کے لیے سوراخ میں پیشاب کرنے سے احتراز کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ انصاری کے قتل کا واقعہ ہے۔
- ☆ جنات کی مخلوق ایک حقیقت ہے۔
- ☆ تنگ سوراخ ہونے کی صورت میں پیشاب کے چھینٹے کپڑوں اور بدن پر پڑنے کا احتمال ہوتا ہے، اس لئے بھی سوراخ میں پیشاب کرنا منع ہے۔

۳۱۔ باب النهی عن البول فی الماء الراکد

اس باب میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت کا بیان کیا ہے۔ کیونکہ اس سے پانی استعمال کرنے والوں کے لئے مشکل پیدا ہوتی ہے، اگر اس پانی کو استعمال کیا جاتا ہے، تو پیشاب ملا ہونے کی وجہ سے حرام ہوگا، اور اگر استعمال چھوڑا جائے، تو متبادل پانی کا انتظام کرنا پڑے گا، دونوں صورتوں میں انسانیت کے لئے تکلیف ہے، اس سے پہلے باب میں سوراخ میں پیشاب نہ کرنے کا بیان تھا۔

۳۵۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ حَضْرَتِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہ كَمَا بَيَّانَ هُوَ: رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي جَمْعِ جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ: نَهَى عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ

فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ

۱۔ اطراف:

مسلم: ۲۸۱، ابن ماجہ: ۳۲۳، احمد: ۱۴۷۸۳، السنن الکبریٰ: ۳۵

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب سے مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبہ: راجع: ۱

۲۔ اللیث:

آپ کا نام ابو الحارث لیث بن سعد بن عبد الرحمن فہمی مصری (م: ۱۷۵ھ) ہے، آپ مشہور امام، فقیہ، ثقہ، ثابت، کثیر الحدیث، کثیر العلم راوی ہیں، آپ کی ثقاہت، فقاہت، عدالت، سیادت اور تقویٰ و فتویٰ پر اہل علم متفق ہیں۔ آپ روایہ کے ساتویں طبقہ سے ہیں، آپ کی تاریخ پیدائش ۹۴ھ ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ ابوالزبیر:

آپ کا نام ابوزبیر محمد بن مسلم بن مدرس اسدی مکی (م: ۱۲۶ھ) ہے، آپ روایہ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، صدوق، مدلس راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ جابر:

آپ کا نام ابو عبد اللہ جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام انصاری خزرجی سلمی مدنی (م: ۷۸ھ) ہے۔ آپ مشہور صحابی ابن صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ سات مکثرین صحابہ میں سے ہیں، آپ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث مروی ہیں، جن میں سے اٹھاون متفق علیہ، چھبیس میں امام بخاری منفرد اور ایک سو چھبیس میں امام مسلم منفرد ہیں، آپ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے اور انیس غزوات نبوی میں شریک ہوئے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے لیلۃ البعیر کو پچیس دفعہ دعائے بخشش فرمائی، آپ نے چورانوے سال کی طویل عمر پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۴۔ حکم روایت

اس حدیث کو امام مسلم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، اس حدیث کے شواہد دوسری احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث رباعیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ رباعیات امام نسائی رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ ترین سند ہے۔
- ☆ رباعیات کے اعتبار سے یہ چوتھی (۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے چاروں راوی مختلف علاقوں کے رہنے والے ہیں، حضرت قتیبہ بلخی، حضرت لیث مصری، حضرت ابوالزبیر مکی اور حضرت جابر مدنی راوی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا اور حد ثنا ایک ایک دفعہ، جبکہ عن عن دو دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ تاریخ الداری، ص ۲۰۷

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۵۱۷

۲۔ تہذیب الکمال، ج ۲۶، رقم ۴۰۹

ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۳۵۱

۳۔ اسد الغلابہ، ج ۱، ص ۲۵۶

ii۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۲۱۲

۶۔ لغات:

الماء الراكد: ٹھہرا ہوا پانی، کھڑا ہونے والا پانی

۷۔ مسائل و نصائح:

☆ اس بارے میں دیگر احادیث بھی ہیں، جیسا کہ امام مسلم اور ترمذی روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز ٹھہرے ہوئے (ساکن) پانی میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل کرنے لگے۔

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا - وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَبُلْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ تَغْتَسِلُ مِنْهُ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پانی جاری نہ ہو، اور ٹھہرا ہوا ہو اس میں کوئی پیشاب نہ کرے، اور پھر اس کے بعد اس میں غسل کرنا شروع کر دے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز ٹھہرے ہوئے (ساکن) پانی میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں وضو کرنے لگے۔

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے، کہ جمع شدہ پانی جو کسی بڑے تالاب کے برابر نہ ہو، جب اس میں نجاست گر جائے، تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر، اور یہ کہ قلتین (دو گھڑے) کی مقدار حامل نجاست ہوتی ہے، کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور یہ اپنے اطلاق سے قلیل، کثیر، قلتین اور اس سے زیادہ کو شامل ہے، اور اگر ہم یہ کہیں کہ قلتین کی مقدار حامل نجاست نہیں ہوتی، تو اس ممانعت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، علاوہ ازیں یہ حدیث قلتین کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: کہ ہماری دلیل حدیث قلتین اور بضر بضاعہ کی حدیث ہے، اور یہ دونوں حدیثیں احناف کے مذاہب کے خلاف نص صریح ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ دونوں حدیثیں ہمارے مذاہب کے خلاف ہیں، رہی حدیث قلتین تو ہر چند کے بعض محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے، لیکن وہ متنازعہ سنداً مضطرب ہے، اور قلتہ (گھڑا) فی نفسہ مجہولۃ المقدار ہے، اور جو حدیث بلا تفاق صحیح ہو، اس پر عمل کرنا زیادہ قریب اور زیادہ قوی ہے، اور رہی بضر بضاعہ کی حدیث، تو ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں، کیونکہ اس کنویں کا پانی جاری تھا۔ اگر وہ یہ کہیں کہ تمہاری حدیث ہر قسم کے پانی کو شامل اور عام ہے، اور ہماری حدیث قلتین کے ساتھ خاص ہے، اور خاص کا عام پر مقدم ہونا متعین ہے، بلکہ تمہارے لئے بھی اس حدیث کی تخصیص کرنا ضروری ہے، کیونکہ تم کثیر پانی اس کو کہتے ہو جو درودہ سے زائد ہو، اور جب تخصیص کرنا ضروری ہے، تو رائے کی بہ نسبت حدیث سے تخصیص کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں: کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ خاص کو عام پر مقدم کرنا متعین ہے، بلکہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ عمل میں عام خاص پر مقدم ہے، کیونکہ ایک حدیث میں ہے ”زمین سے جو بھی پیداوار حاصل ہو، اس میں عشر ہے، یہ حدیث عام ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اس خاص حدیث پر مقدم ہے، کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے، باقی رہا یہ کہنا: کہ حدیث سے تخصیص کرنا رائے سے تخصیص کرنے سے اولیٰ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے: کہ یہ درست ہے بہ شرطیکہ وہ حدیث اجماع کی مخالف نہ ہو، اور قلتین کی حدیث خبر واحد ہے، اور اجماع صحابہ کے مخالف ہے، کیونکہ چاہہ زمزم میں ایک حبشی گر گیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے یہ فتویٰ دیا کہ کنویں کا تمام پانی نکال دیا جائے، حالانکہ اس حبشی کا پانی میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا اور کنویں کا پانی قلتین سے زیادہ تھا، اور اس فتویٰ کا صحابہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، اس لئے یہ اجماع ہو گیا، اور پھر واحد جب اجماع کے مخالف ہو تو مقبول نہیں ہوتی، اور حضرت علی بن مدینی رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اور ان کا قول حجت ہے، اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ پانی کے اندازہ کے متعلق فریقین میں سے کسی کی حدیث بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، صاحب بدائع نے کہا ہے: کہ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے دلائل سمعیہ کو چھوڑ کر دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

☆ جمع شدہ پانی کے متعلق باب مذکور کی یہ حدیث عام ہے، اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس کی تخصیص ضروری ہے، اس لئے پانی سے مراد وہ بڑا تالاب ہے، جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے، تو اس کی دوسری طرف حرکت نہیں کرتی (اور وہ دہ دردہ ہے)، یا اس کی تخصیص قلتین سے ہوگی، جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، یا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے ہوگی، جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب تک پانی کے تین اوصاف میں سے کوئی وصف نجاست سے متغیر نہ ہو، وہ پانی پاک ہے، جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ (۱)

☆ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کیا جائے، تو وہ نجاست بھی پانی کے ساتھ رکی رہے گی، اس سے تعفن اور بدبو پیدا ہوگی، زیادہ آدمیوں کے پیشاب کرنے سے پانی کا رنگ، بو اور ذائقہ بھی بدل سکتا ہے، جس سے پانی پلید ہو جائے گا اور قابل استعمال نہ رہے گا۔ جاری پانی میں یہ خدشات نہیں، لہذا انتہائی مجبوری کے وقت جاری پانی میں پیشاب کیا جاسکتا ہے۔ (۲)

☆ جس پانی سے وضو جائز ہے، اس سے غسل بھی جائز اور جس سے وضو ناجائز، اس سے غسل بھی ناجائز ہے۔

☆ مینہ، ندی، نالے، چشمے، سمندر، دریا، کنوئیں اور برف، اولے کے پانی سے وضو جائز ہے۔ (۳)

☆ جس پانی میں کوئی چیز مل گئی کہ بول چال میں اسے پانی نہ کہیں، بلکہ اس کا کوئی اور نام ہو گیا، جیسے شربت، یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال کر پکائیں، جس سے مقصود میل کا ٹٹا نہ ہو، جیسے شوربا، چائے، گلاب یا اور عرق، اس سے وضو غسل جائز نہیں۔ (۴)

☆ اگر ایسی چیز ملائیں یا ملا کر پکائیں، جس سے مقصود میل کا ٹٹا ہو، جیسے صابون یا بیری کے پتے، تو وضو جائز ہے، جب تک اس کی رقت زائل نہ کر دے، اور اگر ستو کی مثل گاڑھا ہو گیا، تو وضو جائز نہیں۔ (۵)

☆ اگر پانی میں کوئی پاک چیز ملی، جس سے رنگ یا بو یا مزے میں فرق آ گیا، مگر اس کا پتلا پن نہ گیا، جیسے ریتا، چونایا تھوڑی زعفران تو وضو جائز ہے، اور جو زعفران کا رنگ اتنا آ جائے، کہ کپڑا رنگنے کے قابل ہو جائے، تو وضو جائز نہیں۔ یوں پڑیا کا رنگ اور اگر اتنا دودھ مل گیا، کہ دودھ کا رنگ غالب نہ ہو، تو وضو جائز ہے، ورنہ نہیں۔

۱- عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۶۹-۱۶۸

۲- سنن نسائی (خلاصہ)، ج ۱، ص ۱۱۱

۳- رد المحتار، ج ۱، ص ۳۰۷

۴- ایضاً، ج ۱، ص ۳۶۰

۵- ایضاً، ص ۳۸۰

☆ غالب مغلوب کی پہچان یہ ہے کہ جب تک یہ کہیں کہ پانی ہے، جس میں کچھ دودھ مل گیا، تو وضو جائز ہے، اور جب اسے کسی کہیں تو وضو جائز نہیں، اور اگر پتے گرنے یا پرانے ہونے کے سبب بدلے، تو کچھ حرج نہیں، مگر جب کہ پتے اسے گاڑھا کر دیں۔ (۱)

☆ بہت پانی کہ اس میں تنکا ڈال دیں، تو بہالے جائے، پاک اور پاک کرنے والا ہے، نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا، جب تک وہ نجس اس کے رنگ یا بو یا مزے کو نہ بدل دے، اگر نجس چیز سے رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا، تو ناپاک ہو گیا، اب یہ اس وقت پاک ہوگا، کہ نجاست نہ نشین ہو کر اس کے اوصاف ٹھیک ہو جائیں، یا پاک پانی اتنا ملے کہ نجاست کو بہالے جائے، یا پانی کے رنگ، مزہ بو ٹھیک ہو جائیں، اور اگر پاک چیز نے رنگ، مزہ، بو کو بدل دیا، تو وضو غسل اس سے جائز ہے، جب تک چیز دیگر نہ ہو جائے۔ (۲)

☆ مردہ جانور نہر کی چوڑائی میں پڑا ہے، اور اس کے اوپر سے پانی بہتا ہے، تو عام ازبیں کہ جتنا پانی اس سے مل کر بہتا ہے، اس سے کم ہے، جو اس کے اوپر سے بہتا ہے، یا زائد ہے یا برابر، مطلقاً ہر جگہ سے وضو جائز ہے، یہاں تک کہ موقع نجاست سے بھی جب تک نجاست کے سبب کسی وصف میں تغیر نہ آئے یہی صحیح ہے (۲)، اور اسی پر اعتماد ہے۔ (۳)

☆ چھت کے پرنا لے سے مینہ کا پانی گرے، وہ پاک ہے، اگر چہ چھت پر جا بجا نجاست پڑی ہو، اگر چہ نجاست پرنا لے کے منہ پر ہو، اگر چہ نجاست سے مل کر جو پانی گرتا ہو، وہ نصف سے کم یا برابر یا زیادہ ہو، جب تک نجاست سے پانی کے کسی وصف میں تغیر نہ آئے، یہی صحیح ہے۔ اور اسی پر اعتماد ہے، اور اگر مینہ رک گیا اور پانی کا بہنا موقوف ہو گیا، تو اب وہ ٹھہرا ہوا پانی اور جو چھت سے ٹپکے نجس ہے۔ (۴)

☆ یوہیں نالیوں سے برسات کا بہتا پانی پاک ہے، جب تک نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ، اس میں ظاہر نہ ہو، رہا اس سے وضو کرنا، اگر اس پانی میں نجاست مریہ کے اجزا ایسے بہتے جا رہے ہوں، کہ جو چلو لیا جائے گا، اس میں ایک آدھ ذرہ اس کا بھی ضرور ہوگا، جب تو ہاتھ میں لیتے ہی ناپاک ہو گیا، وضو اس سے حرام، ورنہ جائز ہے، اور بچنا بہتر ہے۔ (۵)

☆ نالی کا پانی کہ بعد بارش کے ٹھہر گیا، اگر اس میں نجاست کے اجزا محسوس ہوں، یا اس کا رنگ و بو محسوس ہو، تو ناپاک ہے، ورنہ پاک۔ (۶)

☆ دس ہاتھ لمبا، دس ہاتھ چوڑا، جو حوض ہو، اسے وہ درودہ اور بڑا حوض کہتے ہیں۔ یوہیں بیس ہاتھ لمبا، پانچ ہاتھ چوڑا، یا پچیس ہاتھ لمبا، چار ہاتھ چوڑا، غرض کل لمبائی چوڑائی سو ہاتھ ہو (۱)، اور اگر گول ہو تو اس کی گولائی تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ ہو، اور سو ہاتھ لمبائی نہ ہو تو چھوٹا حوض ہے اور اس کے پانی کو تھوڑا کہیں گے، اگر چہ کتنا ہی گہرا ہو۔ (۷)

☆ حوض کے بڑے چھوٹے ہونے میں خود اس حوض کی پیمائش کا اعتبار نہیں، بلکہ اس میں جو پانی ہے، اس کی بالائی سطح دیکھی جائے گی، تو اگر حوض بڑا ہے مگر اب پانی کم ہو کر وہ درودہ نہ رہا، تو وہ اس حالت میں بڑا حوض نہیں کہا جائے گا، نیز حوض اسی کو نہیں کہیں گے جو مسجدوں، عید گاہوں میں بنائے جاتے ہیں، بلکہ ہر وہ گڑھا جس کی پیمائش سو (۱۰۰) ہاتھ ہے، بڑا حوض ہے، اور اس سے کم ہے تو چھوٹا۔ (۸)

☆ وہ درودہ (۳) حوض میں صرف اتنا دل درکار ہے، کہ اتنی مساحت میں زمین کہیں سے کھلی نہ ہو، اور یہ جو بہت کتابوں میں فرمایا ہے کہ لپ یا چلو میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے، اس کی حاجت اس کے کثیر رہنے کے لئے ہے، کہ وقت استعمال اگر پانی اٹھانے سے زمین کھل گئی، تو اس

۱۔	در المختار، ص ۳۶۹	۲۔	ایضاً، ج ۱، ص ۳۷	۳۔	رد المختار، ج ۱، ص ۳۷۲
۲۔	الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱، ص ۱۷	۵۔	الفتاویٰ الرضویہ، ج ۲، ص ۳۸	۶۔	ایضاً
۷۔	ایضاً، ص ۲۷۲-۲۸۷	۸۔	الدر المختار، ج ۱، ص ۳۸۷		

وقت پانی سوہا تھ کی مساحت میں نہ رہا، ایسے حوض کا پانی بہتے پانی کے حکم میں ہے، نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا، جب تک نجاست سے رنگ یا بویا مزہ نہ بدلے، اور ایسا حوض اگرچہ نجاست پڑنے سے نجس نہ ہوگا، مگر قصد اس میں نجاست ڈالنا منع ہے۔ (۱)

☆ بڑے حوض کے نجس نہ ہونے کی یہ شرط ہے، کہ اس کا پانی متصل ہو، تو ایسے حوض میں اگر لٹھے یا کڑیاں گاڑی گئی ہوں، تو ان لٹھوں کڑیوں کے علاوہ باقی جگہ اگر سوہا تھ ہے، تو بڑا ہے، ورنہ نہیں، البتہ پتلی پتلی چیزیں جیسے گھاس، نرکل، کھیتی، اس کے اتصال کو مانع نہیں۔ (۲)

☆ بڑے حوض میں ایسی نجاست پڑی کہ دکھائی نہ دے جیسے شراب، پیشاب، تو اس کی ہر جانب سے وضو جائز ہے، اور اگر دیکھنے میں آتی ہو جیسے پاخانہ، یا کوئی مراہوا جانور، تو جس طرف وہ نجاست ہو، اس طرف وضو نہ کرنا بہتر ہے، دوسری طرف وضو کرے۔ (۳)

☆ جو نجاست دکھائی دیتی ہے اس کو مرئیہ اور جو نہیں دکھائی دیتی اسے غیر مرئیہ کہتے ہیں۔ (۴)

☆ ایسے حوض پر اگر بہت سے لوگ جمع ہو کر وضو کریں، تو بھی کچھ حرج نہیں، اگرچہ وضو کا پانی اس میں گرتا ہو، ہاں اس میں کلی کرنا یا ناک سکننا، نہ چاہیے کہ نفاقت کے خلاف ہے۔ (۵)

☆ تالاب یا بڑا حوض اوپر سے جم گیا، مگر برف کے نیچے پانی کی لمبائی چوڑائی متصل بقدر درہ درہ ہے، اور سوراخ کر کے اس سے وضو کیا جائز ہے، اگرچہ اس میں نجاست پڑ جائے، اور اگر متصل درہ درہ نہیں، اور اس میں نجاست پڑی تو ناپاک ہے، پھر اگر نجاست پڑنے سے پہلے اس میں سوراخ کر دیا، اور اس سے پانی اہل پڑا تو اگر بقدر درہ درہ پھیل گیا، تو اب نجاست پڑنے سے بھی پاک رہے گا۔ (۶)

☆ اگر تالاب خشک میں نجاست پڑی ہو، اور مینہ برسا، اور اس میں بہتا ہو پانی پاک اس قدر آیا، کہ بہاؤ رکنے سے پہلے درہ درہ ہو گیا، تو وہ پانی پاک ہے، اور اگر اس مینہ سے درہ درہ سے کم رہا، دوبارہ بارش سے درہ درہ ہوا تو سب نجس ہے۔ ہاں اگر وہ بھر کر بہ جائے، تو پاک ہو گیا، اگرچہ ہاتھ دوہا تھ بہا ہو۔ (۷)

☆ درہ درہ پانی میں نجاست پڑی، پھر اس کا پانی درہ درہ سے کم ہو گیا، تو وہ اب بھی پاک ہے (۸)، ہاں! اگر وہ نجاست اب بھی اس میں باقی ہو، اور دکھائی دیتی ہو، تو اب ناپاک ہو گیا، اب جب تک بھر کر بہ نہ جائے، پاک نہ ہوگا۔

☆ چھوٹا حوض ناپاک ہو گیا، پھر اس کا پانی پھیل کر درہ درہ ہو گیا، تو اب بھی ناپاک ہے، مگر پاک پانی اگر اسے بہا دے، تو پاک ہو جائے گا۔ (۹)

☆ کوئی حوض ایسا ہے کہ اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہے، یعنی اوپر درہ درہ نہیں اور نیچے درہ درہ یا زیادہ ہے، اگر ایسا حوض لبریز ہو اور نجاست پڑے تو ناپاک ہے، پھر اس کا پانی گھٹ گیا، اور وہ درہ درہ ہو گیا، تو پاک ہو گیا۔ (۱۰)

۱-	الفتاوی الرضویۃ، ج ۲، ص ۲۷۴	۲-	خلاصۃ الفتاوی، ج ۱، ص ۴	۳-	رد المحتار، ج ۱، ص ۳۷۰
۲-	بہار شریعت، ج ۱، ص ۳۳۲	۵-	مدیۃ المصلی، ص ۶۷	۶-	رد المحتار، ج ۱، ص ۳۸۰
۷-	الفتاوی الرضویۃ، ج ۲، ص ۲۷۲	۸-	الفتاوی الہندیۃ، ج ۱، ص ۱۹	۹-	ایضاً، ج ۱، ص ۱۸-۱۹
۱۰-	ایضاً، ج ۱، ص ۱۹				

☆ حقہ کا پانی پاک ہے (کہ پانی پاک ہے جب تک اس کو نجاست سے ملاقات نہ ہو نجس نہیں ہو سکتا، اور یہاں کوئی نجس شے ہے، جس کی ملاقات سے یہ پانی نجس ہوگا۔) اگرچہ اس کے رنگ، بو، و مزے میں تغیر آجائے، اس سے وضو جائز ہے۔ بقدر (مثلاً سارا وضو کر لیا، ایک پاؤں کا دھونا باقی ہے، کہ پانی ختم ہو گیا، اور حقہ میں پانی اتنا موجود ہے، کہ اس پاؤں کو دھو سکتا ہے، تو اسے تیمم جائز نہیں، مگر وضو کرنے کے بعد اگر اعضا میں بو آگئی، تو جب تک بو جاتی نہ رہے، مسجد میں جانا منع ہے، اور وقت میں گنجائش ہو تو اتنا وقفہ کر کے نماز پڑھے، کہ بواڑ جائے، اور اس سے وضو کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا، کہ دوسرا پانی نہ ہو، بلا ضرورت اس سے وضو نہ چاہیے۔) کفایت اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ (۱)

☆ جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا، وہ پاک ہے، مگر اس سے وضو اور غسل جائز نہیں۔ یوہیں اگر بے وضو شخص کا ہاتھ یا انگلی یا پورا یا ناخن یا بدن کا کوئی ٹکڑا، جو وضو میں دھویا جاتا ہو، بقصد یا بلا قصد درودہ سے کم پانی میں بے دھوئے ہوئے پڑ جائے، تو وہ پانی وضو اور غسل کے لائق نہ رہا۔ اسی طرح جس شخص پر نہانا فرض ہے، اس کے جسم کا کوئی بے دھلا ہوا حصہ پانی سے چھو جائے، تو وہ پانی وضو اور غسل کے کام کا نہ رہا۔ اگر دھلا ہوا ہاتھ یا بدن کا کوئی حصہ پڑ جائے تو حرج نہیں۔ (۲)

☆ اگر ہاتھ دھلا ہوا ہے مگر پھر دھونے کی نیت سے ڈالا، اور یہ دھونا ثواب کا کام ہو، جیسے کھانے کے لئے یا وضو کے لئے، تو یہ پانی مستعمل ہو گیا، یعنی وضو کے کام کا نہ رہا، اور اس کو پینا بھی مکروہ ہے۔

☆ اگر بضرورت ہاتھ پانی میں ڈالا جیسے پانی بڑے برتن میں ہے، کہ اسے جھکا نہیں سکتا، نہ کوئی چھوٹا برتن ہے، کہ اس سے نکالے تو ایسی صورت میں بقدر ضرورت ہاتھ پانی میں ڈال کر اس سے پانی نکالے، یا کنوئیں میں رسی ڈول کر گیا، اور بے گھے نہیں نکل سکتا، اور پانی بھی نہیں کہ ہاتھ پاؤں دھو کر گھے، تو اس صورت میں اگر پاؤں ڈال کر ڈول رسی نکالے گا، مستعمل نہ ہوگا، ان مسئلوں سے بہت کم لوگ واقف ہیں، خیال رکھنا چاہیے۔ (۳)

☆ مستعمل پانی اگر اچھے پانی میں مل جائے مثلاً وضو یا غسل کرتے وقت قطرے لوٹے یا گھڑے میں ٹپکے، تو اگر اچھا پانی زیادہ ہے تو یہ وضو اور غسل کے کام کا ہے، ورنہ سب بے کار ہو گیا۔ (۴)

☆ پانی میں ہاتھ پڑ گیا، یا اور کسی طرح مستعمل ہو گیا، اور یہ چاہیں کہ یہ کام کا ہو جائے، تو اچھا پانی اس سے زیادہ اس میں ملا دیں، نیز اس کا یہ طریقہ بھی ہے کہ اس میں ایک طرف سے پانی ڈالیں، کہ دوسری طرف سے بہ جائے، سب کام کا ہو جائے گا۔ یوہیں ناپاک پانی کو بھی پاک کر سکتے ہیں۔ (۲) یوہیں ہر بہتی ہوئی چیز اپنی جنس یا پانی سے ابال دینے سے پاک ہو جائے گی۔ (۵)

☆ کسی درخت یا پھل کے نچوڑے ہوئے پانی سے وضو جائز نہیں، جیسے کیلے کا پانی، انگو اور انار اور تر بوز کا پانی اور گنے کا رس۔ (۶)

☆ جو پانی گرم ملک میں گرم موسم میں سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ میں گرم ہو گیا، تو جب تک گرم ہے اس سے وضو اور غسل نہ چاہیے، نہ اس کو پینا چاہیے، بلکہ بدن کو کسی طرح پہنچانا چاہیے، یہاں تک کہ اگر اس سے کپڑا بھیگ جائے تو جب تک ٹھنڈا نہ ہو لے اس کے پینے سے بچیں، کہ اس پانی کے استعمال میں اندیشہ برص ہے، پھر بھی اگر وضو یا غسل کر لیا تو ہو جائے گا۔ (۷)

۱- الفتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۳۲ - ۲- ایضاً، ص ۴۳ - ۳- ایضاً، ص ۱۱۷

۲- ایضاً، ص ۲۲ - ۵- ایضاً، ص ۱۲ - ۶- در المختار، ج ۱، ص ۳۰۹

۷- الفتاویٰ الرضویہ، ج ۲، ص ۴۶۴

- ☆ چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں پانی ہے، اور اس میں نجاست پڑنا معلوم نہیں، تو اس سے وضو جائز ہے۔ (۱)
- ☆ کافر کی خبر کہ یہ پانی پاک ہے یا ناپاک مانی نہ جائے گی، دونوں صورتوں میں پاک رہے گا، کہ یہ اس کی اصلی حالت ہے۔ (۲)
- ☆ نابالغ کا بھرا ہوا پانی کہ شرعاً اس کی ملک ہو جائے، اسے پینا یا وضو یا غسل یا کسی کام میں لانا، اس کے ماں باپ یا جس کا وہ نوکر ہے، اس کے سوا کسی کو جائز نہیں، اگرچہ وہ اجازت بھی دے دے، اگر وضو کر لیا تو وضو ہو جائے گا، اور گنہگار ہوگا، یہاں معلمین کو سبق لینا چاہیے کہ اکثر وہ نابالغ بچوں سے پانی بھروا کر اپنے کام میں لایا کرتے ہیں۔ اسی طرح بالغ کا بھرا ہوا پانی بغیر اجازت صرف کرنا بھی حرام ہے۔ (۳)
- ☆ نجاست نے پانی کا مزہ، بو، رنگ بدل دیا، تو اس کو اپنے استعمال میں بھی لانا جائز اور جانوروں کو پلانا بھی، گارے وغیرہ کے کام میں لاسکتے ہیں، مگر اس گارے مٹی کو مسجد کی دیوار وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں۔ (۴)

۸۔ خلاصہ:

- ☆ ٹھہرے ہوئے اور جمع شدہ پانی میں پیشاب نہیں کرنا چاہیے، اسی طرح دیگر غلاظتوں سے بھی پانی کو بچانا چاہیے۔
- ☆ اولیٰ یہی ہے کہ جاری شدہ پانی میں بھی بول و براز نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ ہی دیگر غلاظتیں گرانی چاہیے۔
- ☆ ٹھہرے ہوئے پانی میں نجاست کرنے پر ناپاکی کے حکم کے لئے فقہاء اسلام کے تین اقوال ہیں:
- ۱۔ احناف کا مسلک ہے: کہ وہ جمع شدہ پانی دس ضرب دس (دو درہہ) ہاتھ ہو، اگر دس ضرب دس ہاتھ کے برابر یا اس سے بڑا تالاب ہے، وہ جاری پانی کے حکم میں ہے اور وہ ناپاک نہ ہوگا۔
- ۲۔ حنابلہ اور شوافع کا مسلک یہ ہے: کہ وہ پانی دو گھڑے (قلتین) کی مقدار سے کم ہوگا، تو ناپاک ہوگا، اگر قلتین کے برابر یا اس سے زائد ہے، تو ناپاک نہ ہوگا۔
- ۳۔ مالکیہ کا مسلک یہ ہے: کہ نجاست کرنے سے اگر پانی کے تین اوصاف (رنگ و بو، ذائقہ) میں سے کوئی ایک وصف تبدیل ہو جائے تو اس پر ناپاکی کا حکم آئے گا، ورنہ ناپاکی کا حکم نہیں آئے گا۔

۱۔ الفتاویٰ الہندیہ، ج ۵، ص ۳۰۸
 ۲۔ ایضاً، ج ۵، ص ۳۰۸
 ۳۔ الفتاویٰ الرضویہ، ج ۲، ص ۵۸۷
 ۴۔ الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱، ص ۲۰۸-۲۰۹

۳۲۔ باب گراہیۃ البول فی المستحکم غسل خانے میں پیشاب کرنے کی ممانعت

اس باب میں غسل کرنے کی جگہ پر پیشاب کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، آپ ﷺ نے اس کی وجہ اور علت و سوسوں کا پیدا ہونا فرمایا ہے، یعنی اس سے نفسیاتی بیماری لگنے کا خدشہ ہوتا ہے، اس سے پہلے باب میں کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرنے کا بیان تھا۔

۳۶۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَبَانَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ الْأَشْعَثِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَغْفَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ؛ فَإِنَّ عَامَةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص غسل کی جگہ پیشاب نہ کرے، کیونکہ اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۲۱، ترمذی: ۲۱، ابن ماجہ: ۳۰۳، احمد: ۲۰۵۹۲، ابن حبان: ۱۲۵۵، حاکم: ۱۸۵، المجموع: ج ۲، ص ۹۱، السنن الکبریٰ: ۳۶، التاريخ الکبیر

(بخاری)، ج ۱، ص ۴۲۹، عبدالرزاق: ۹۷۸، سنن بیہقی: ج ۱، ص ۹۸، ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۱۱۲

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کا پہلا جز باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ علی بن حجر: راجع: ۱۳

۲۔ ابن المبارک:

آپ کا نام ابو عبدالرحمن عبداللہ بن مبارک بن واضح حظلی مروزی (م: ۱۸۱ھ) ہے، آپ روایات کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، فقیہہ راوی ہیں، آپ شیخ الاسلام اور آئمۃ الحدیث میں سے ہیں، آپ کی فقہت، ثقاہت، عدالت، تقویٰ اور علم پر اہل علم متفق ہیں۔ آپ نے چار ہزار شیوخ سے استفادہ علم کیا۔ آپ نے تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، آپ کی پیدائش ۱۱۸ھ ہے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ معمر: راجع: ۱۰

۴۔ الاشعث بن عبداللہ:

آپ کا نام ابو عبداللہ اشعث بن عبداللہ بن جابر حملی حدانی ازدی بصری ہے، آپ روایات کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، شیخ راوی ہیں، اصحاب سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے تعلیقات آپ سے ذکر کی ہیں۔ (۲) علامہ اشیبوبی کے مطابق سنن البیہقی میں اشعث بن عبدالملک سے بھی یہی مراد ہیں۔ (۳)

۱۔ سوالات ابن الجنید، ص ۱۵۳ ii۔ تاریخ الثقات، ص ۲۵۵

۲۔ البرقانی، ص ۴۷ ii۔ الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۲۷۳

۳۔ ذخیرہ العقبی، ج ۱، ص ۵۶۳

آپ کا نام حسن بن ابوالحسن یسار بصری مولیٰ ام سلمہ (م: ۱۱۰ھ) ہے، آپ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں، آپ روایت کے تیسرے طبقہ کبار سے تابعی، فقیہ، ثقہ، فاضل، مشہور راوی ہیں، البتہ مرسل اور مدلس روایات کرتے تھے، امام ابو زرہ فرماتے ہیں: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے جتنی بھی مرسل روایات کی ہیں، میں نے ان کی اصل پائی ہے، البتہ چار روایات اس سے باہر ہیں، اہل علم آپ کے علم، تقویٰ، طہارت شجاعت اور فصاحت و بلاغت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے تقریباً نوے سال کی طویل عمر پائی، آپ کی پیدائش ۲۱ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ (۱)

۶۔ عبداللہ بن مغفل:

آپ کا نام حضرت ابوسعید عبداللہ بن مغفل بن عبد بن فہم بن عقیف مزی بصری (م: ۵۷ھ) ہے، آپ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے غزوہ حدیبیہ میں شرکت کی اور بیعت شجرہ اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ تک مدینہ منورہ میں رہے، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب شہر بصرہ آباد کیا، تو یہاں پر تعلیم و تربیت کے لئے آپ کو مقرر فرمایا۔ آپ آخری وقت تک یہیں مقیم رہے، شہر تستر میں سب سے پہلے آپ ہی فاتح کے طور پر داخل ہوئے۔ آپ فقہا صحابہ میں سے تھے۔ آپ نے طویل عمر پائی، آپ سے تنالیس (۲۳) احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن میں سے چار متفق علیہ، ایک میں امام بخاری اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (۲)

۴۔ حکم روایت:

اس حدیث مبارکہ کو امام نووی اور ابن سید الناس نے حسن کہا ہے (۳)۔ ابن حبان، ذہبی، امام حاکم اور امام منذری سے صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابو داؤد نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، امام ترمذی نے اسے غریب موضوع قرار دیا ہے، جب کہ شیخ البانی نے بھی پہلے حصہ کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کے شواہد صحیح مسلم اور دیگر احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔ امام بیہقی کے ہاں اس حدیث کے صحیح موقوف شواہد موجود ہیں۔ البتہ اس سند میں حضرت بصری رضی اللہ عنہ سے عن عن کی وجہ سے کلام ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ چودھویں (۱۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی بصری ہیں، صرف علی بن حجر اور عبداللہ بن مبارک مروزی ہیں۔
- ☆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیعت رضوان و بیعت الشجرہ میں شریک ہونے والے صحابہ میں سے ہیں، آپ نقباء صحابہ میں سے ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حد ثنا ایک ایک دفعہ جبکہ عن عن پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ تاریخ الثقات، ص ۱۱۳

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۶۶

ii۔ تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۴۲

۲۔ الاصابۃ، ج ۴، ص ۱۳۲

۳۔ التہذیب، ج ۱، ص ۱۱۱

۶۔ لغات:

لا یبولن بہرگز ہرگز وہ پیشاب نہ کرے۔
مستحمہ: اپنے غسل کرنے کی جگہ، اپنا غسل خانہ۔ پانی کے استعمال کی جگہ۔

عامۃ الوسواس: اکثر وسوسے۔ عام طور پر وسوسے

۷۔ مسائل و نصاب:

اس نہی میں ساری امت شامل ہے، اگرچہ خطاب موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے۔ (۱)

☆ فی مستحمہ: مستحم: غسل خانہ کو کہتے ہیں، یہ حیم سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں گرم پانی، ثعلب کا کہنا ہے کہ یہ اضداد میں سے ہے، اور ٹھنڈے پانی کو بھی کہتے ہیں، بہر صورت مستحم کے معنی ہوئے: پانی کے استعمال کی جگہ۔

ان عامۃ الوسواس منہ: مطلب یہ ہے کہ غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ کہیں اس کی چھینٹیں بدن کو نہ لگ گئی ہوں، اور پھر انسان وہم کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ یہ نہی اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ غسل خانہ میں پانی جمع ہوتا ہو، یا فرش کچا ہو، لیکن اگر فرش پختہ ہو اور پانی نکلنے کی جگہ موجود ہو تو یہ ممانعت نہیں ہے، اس حدیث میں بول فی المغتسل کا خاصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔

☆ وسواس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مختلف اعمال و افعال میں کچھ خاصیتیں رکھیں ہیں جن میں بظاہر کوئی جوڑ نظر نہیں آتا، مثلاً: علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے اعمال کے بارے میں یہ کہا ہے: کہ وہ نسیان پیدا کرتے ہیں مثلاً ”بول فی المغتسل“ نظر الی العورۃ وغیرہ، یہ خیال کوئی تو ہم پرستی ہے؟ بلکہ جس طرح اور چیزوں کے کچھ خواص یہ ہیں اور ان کا اعتقاد بھی توحید کے منافی نہیں، اسی طرح اعمال و افعال کے خواص یہ ہیں، اور ان کا اعتقاد بھی توحید کے منافی نہیں ہے۔

☆ ان خواص کے بارے میں اشاعرہ، ماترید یہ اور معتزلہ کا مشہور اختلاف ہے:

۱۔ معتزلہ کا کہنا یہ ہے کہ جب باری تعالیٰ جل جلالہ کسی چیز کی تخلیق کرتا ہے، تو اس میں خود بخود کچھ خاصیتیں پیدا ہو جاتی ہیں، جو بمنزلہ لازم ذات ہوتی ہیں، لیکن یہ مذہب باطل ہے، اس لئے کہ اس سے اشیاء کا مؤثر بالذات ہونا بھی لازم آتا ہے، اور قدرت باری تعالیٰ جل جلالہ کا خواص اشیاء کے ساتھ تعلق بھی باقی نہیں رہتا، اسی کے نتیجہ میں معجزات کا انکار کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ اس کے بالکل برخلاف اشاعرہ کا کہنا یہ ہے کہ: مخلوقات اور ان کے خواص کے درمیان درحقیقت کوئی جوڑ نہیں ہوتا، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جب باری تعالیٰ جل جلالہ کسی شیء یا عمل کی تخلیق فرماتا ہے، تو اسی کے ساتھ خاصہ کی تخلیق بھی الگ سے فرمادیتا ہے، گویا ”نار“ کا احراق سے اصلاً کوئی جوڑ نہیں، ہاں جب آگ پیدا کی گئی، تو اسی کے ساتھ ساتھ احراق کا خاصہ بھی علیحدہ سے پیدا کر دیا گیا۔ اب یہ عین ممکن ہے کہ کسی جگہ ”نار“ پیدا کی جائے لیکن احراق کی خاصیت کی تخلیق نہ ہو، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں وبالغسک جیسا کہ ”واغر قواماء فادخلوا انارا“

۳۔ ماترید یہ کا مسلک یہ ہے کہ اشیاء اور ان کے خواص بے جوڑ نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کسی شیء یا فعل کی تخلیق فرماتے ہوئے، اسی میں

کچھ خواص کی تخلیق بھی فرمادیتے ہیں، گویا نار کی تخلیق کے ساتھ اسی نار میں خاصہ احراق بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، ہاں جب باری تعالیٰ ﷻ چاہتے ہیں تو یہ خاصہ سلب کر لیتے ہیں، جیسا کہ معجزات کے موقع پر، ماترید یہ کی تعبیر زیادہ واضح اور قرآن و سنت کے زیادہ مطابق ہے۔

☆ منع کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب آدمی غسل خانے میں پیشاب کرے گا، پھر بعد میں وہیں پر غسل کرے گا، تو شیطان پاکی و ناپاکی کے حوالے سے دل میں وسوسے پیدا کرے گا، اس سے بچنے کے لئے یہ حکم ہے۔ (۱)

☆ اس سے مراد ہے کہ اکثر وہم اور نفسیاتی بیماری اسی سے لگتی ہے۔ (۲)

☆ اس حدیث کو عموم پر ہی رکھنا چاہیے، اور غسل خانے میں پیشاب کرنے سے بچنا ہی بہتر ہے۔ (۳)

☆ اس بارے میں اکثر علماء کا رجحان یہ ہے کہ یہ نہی اور کراہت کی صورت اسی وقت ہے، جب غسل کرنے کی جگہ پر پانی کھڑا ہوتا ہو یا وہ جگہ کچی ہو، جس سے زمین پانی کو جذب کرتی ہو، لیکن اگر غسل خانہ پختہ ہے، یا پانی نکلنے کا راستہ موجود ہے، تو پھر کراہت نہیں ہے۔ (۴)

☆ غسل والی جگہ میں پیشاب کرنا منع ہے، کیونکہ بعد میں غسل کا پانی وہاں گرے گا، اور چھینٹے اڑیں گے، نیز پانی ملنے سے نجاست پھیل جائے گی۔ ویسے بھی عقل سلیم تقاضا کرتی ہے کہ نجاست والی جگہ پر طہارت اور طہارت والی جگہ پر نجاست نہ کی جائے۔ اس سے طبع انسانی کو گھن آتی ہے چاہے نجاست لگنے کا احتمال نہ بھی ہو، جیسے کوئی عقل مند شخص نجاست کے قریب بیٹھ کر کھانا پینا گوارا نہیں کرتا، اسی طرح کا یہ مسئلہ ہے۔

۱۰۔ خلاصہ:

☆ اس حدیث مبارکہ میں بظاہر خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے، لیکن اس سے مراد پوری امت محمدیہ ﷺ ہے۔

☆ جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی اس صورت پر محمول ہے جب کہ غسل خانے میں پانی جمع ہوتا ہو، یا وہ جگہ پختہ نہ ہو، اور زمین پانی جذب کرتی ہو، اس صورت میں چونکہ وہاں پر پیشاب کے اثرات باقی رہتے ہیں، اس لئے یہ منع ہے۔

☆ جمہور علماء کے نزدیک اگر مذکورہ صورت نہیں، اور وہاں سے پانی اور پیشاب کے اخراج کا انتظام موجود ہے، تو پھر اس جگہ پر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ جمہور کے طریقہ پر عمل کرنے میں توسع اور لیسر ہے، کیونکہ عصر حاضر میں اکثر بیت الخلاء کے اندر ہی غسل خانہ بھی ہوتا ہے، اس لئے اسی موقف میں امت کے لئے آسانی ہے۔

☆ علامہ ابن سیرین رضی اللہ عنہ مطلقاً غسل خانے میں پیشاب کرنے کو جائز سمجھتے ہیں، جبکہ علماء ظواہر مطلقاً پیشاب نہ کرنے کے قائل ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ نے غسل خانے میں پیشاب نہ کرنے کی علت یہ بیان فرمائی: کہ اس سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں، اس سے اساتذہ کرام اور معلمین کے لئے یہ اصول بھی مترشح ہوتا ہے: کہ طلباء کو سمجھانے کے لئے اور تفہیم کو آسان بنانے کے لئے علل اور وجوہات و اسباب کو بیان کرنا چاہیے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ مسائل کو بیان کرنے کے لئے شرعی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل بھی بیان کرنے چاہیے۔

☆ غسل خانے میں پیشاب کرنے سے شیطان طرح طرح کے وسوسے ڈال سکتا ہے، اس لئے اس سے منع فرمایا۔

☆ اللہ تعالیٰ ﷻ نے اشیاء کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ان کے خواص بھی تخلیق فرمائے ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے، اشیاء کے خواص سلب کر لیتا ہے، یہ اس کی قدرت ہے، اسی سے معجزات اور کرامات کی حقیقت واضح ہے۔

پیشاب کرتے ہوئے شخص کو سلام کہنا

۳۳۔ باب السلام علی من یدبول

اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ پیشاب کرنے کی حالت میں سلام کا جواب دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا، اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے، کہ پیشاب کرنے والے کو سلام کہنا بھی نہیں چاہیے، اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمہ اللہ کا مقصود غالباً سلام کے جواز اور جواب کے عدم جواز کا ہے۔ اس سے پہلے باب میں غسل خانے میں پیشاب نہ کرنے کا بیان تھا۔

۳۷۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيْلَانَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ وَقَبِيصَةُ قَالَ: أَبَانَا سُفْيَانُ عَنْ الضَّحَّاكِ بْنِ عُمَانَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک صحابی نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ اس وقت پیشاب کر رہے تھے، اس نے آپ ﷺ کو سلام کہا، لیکن آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔

۱۔ اطراف:

مسلم: ۳۷۰، ابوداؤد: ۱۶، ترمذی: ۹۰، ۲۷۲۰، ابن ماجہ: ۳۵۳

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کا درمیانی حصہ، آپ ﷺ اس وقت پیشاب کر رہے تھے، اس نے آپ ﷺ کو سلام کہا ”باب کے عنوان سے مطابق رکھتا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے احوال درج ذیل ہیں:

۱۔ محمود بن غیلان:

آپ کا نام ابو احمد محمود بن غیلان عدوی مروزی بغدادی (م: ۲۳۹ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، شیخین، امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ زید بن الحباب:

آپ کا نام ابو الحسین زید بن حباب جو ال خراسانی کوفی (م: ۲۰۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، صالح راوی ہیں، البتہ سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں۔ امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۳۱

ii۔ علل (ابن مدینی)، ص ۱۵۱

i۔ تہذیب الکمال، ج ۲، رقم ۳۰۸

i۔ العلل (ابن جنبل)، ج ۱، ص ۱۷

۳۔ قبیصہ:

آپ کا نام ابو عامر قبیصہ بن عقبہ بن محمد بن سفیان بن عقبہ سوائی کوفی (م: ۲۱۵ھ) ہے۔ آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، کثیر الحدیث راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ سفیان:

آپ کا نام ابو عبد اللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی (م: ۱۶۱ھ) ہے۔ آپ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ کبار سے ثقہ، فقیہ، حافظ، عابد، امام، حجتہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور علم و تقویٰ پر متفق ہیں۔ آپ نے چونسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ الضحاک بن عثمان:

آپ کا نام ابو عثمان ضحاک بن عثمان بن عبد اللہ بن خالد بن حزام اسدی حزامی مدنی (م: ۱۵۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں۔ البتہ وہم میں مبتلا ہوئے۔ امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۶۔ نافع: راجع: ۱۲

۷۔ عبد اللہ بن عمر: ایضاً

۸۔ حکم روایت:

یہ حدیث صحیح ہے، اور دیگر طرق سے بھی مروی ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے، امام مسلم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

۹۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ پندرہویں (۱۵) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ، صدوق ہیں۔
- ☆ یہ سند مروزی، کوفی اور مدنی راویوں کے درمیان ہے۔
- ☆ سند کے پہلے راوی مروزی، اگلے تین کوفی اور آخری تین مدنی راوی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حدیثنا، انبأنا ایک ایک دفعہ جبکہ عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ الجرح والتعديل، ج ۷، ص ۱۲۶	۱۔ الثقات، ج ۹، ص ۲۱
۲۔ تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۱۵۱	۱۔ الثقات، ج ۳، ص ۲۰۱
۳۔ الجرح والتعديل، ج ۴، ص ۳۶۰	۱۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۵۵

۸۔ لغات:

مرد جل: ایک شخص گزرا، مراد ہے ایک صحابی گزرا۔

علی النبی: نبی کریم ﷺ کے پاس سے۔

یبول: آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے۔

فسلم علیہ: اس صحابی نے آپ ﷺ کو سلام کہا۔

فلم یرد علیہ السلام: آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہ دیا۔

۹۔ مسائل و نصائح:

☆ حنفیہ کے نزدیک قضاء حاجت وغیرہ کے وقت سلام کرنا اور جواب دینا دونوں مکروہ ہیں، اس کے علاوہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے تقریباً سترہ مواقع ایسے لکھے ہیں جن میں سلام مکروہ ہے، البتہ احناف کے نزدیک حالت حدث میں سلام مکروہ نہیں، کراہت پہلے تھی، بعد میں اس کی اجازت ہو گئی، حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آپ ﷺ نے وضو کر کے جواب دیا، تو یہ استحباب پر محمول ہے، چنانچہ رد سلام کے لئے اگر کوئی شخص وضو یا تیمم کا اہتمام کر لے، تو یہ مستحب ہے۔

☆ حالت بول و براز میں جواب نہ دینے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ”کان رسول اللہ ﷺ یذکر اللہ عزوجل علی کل احوالہ“ سے کوئی تعارض نہیں، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد ذکر قلبی پر محمول ہے یا اذکار موقتہ پر، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱)

☆ نجاست والی حالت میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر مناسب نہیں، اس لئے پیشاب اور پاخانہ کرتے ہوئے سلام کا جواب دینا اور ذکر و اذکار کرنا درست نہیں۔ جب وہ جواب نہیں دے سکتا تو اسے سلام بھی کہنا چاہیے، گویا جس حالت میں سلام کا جواب دینا منع ہے۔

☆ اس حالت میں اسے سلام کہنا بھی درست نہیں، سوائے حالت نماز کے، کہ اس میں ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دینا مسنون ہے۔

☆ اہل علم فرماتے ہیں: جس طرح قضائے حاجت کے وقت سلام کا جواب دینا درست نہیں، اسی طرح اس حالت میں چھینک مارنے والے کا جواب دینا، یا خود الحمد للہ کہنا اور اذان کا جواب دینا بھی درست نہیں۔ ایسے ہی حالت جماع میں ان باتوں سے رکے رہنا چاہیے۔ (۲)

☆ سلام کرنے اور جواب دینے کے بارے میں قرآن مجید میں ہے۔

وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا (۳)

اور جب (کسی لفظ) سلام کے ذریعے تمہاری تکریم کی جائے تو تم (جواب میں) اس سے بہتر (لفظ کے ساتھ) سلام پیش کیا کرو یا (کم از کم) وہی (الفاظ جواب میں) لوٹا دیا کرو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

☆ اسی طرح جب کوئی شخص سلام کرے، تو اس کے سلام کا عمدہ طریقہ سے جواب دینا چاہئے، ورنہ کم از کم اسی لفظ سے سلام کا جواب دیا جائے۔ مثلاً السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ کہے، اور السلام علیکم ورحمتہ اللہ کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہے۔ (۴)

۱۔ درس ترمذی، ج ۱، ص ۳۳۶ ۲۔ سنن نسائی (خلاصہ)، ج ۱، ص ۱۱۲

۳۔ النساء ۸۶:۴ ۴۔ تبیان القرآن، ج ۲، ص ۳۵

☆ عیسائیوں کے سلام کا طریقہ ہے: منہ پر ہاتھ رکھا جائے (آج کل پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہیں)، یہودی ہاتھ سے اشارہ کرتے ہیں، مجوسی جھک کر تعظیم کرتے ہیں، عرب کہتے ہیں حیاک اللہ (اللہ تمہیں زندہ رکھے)، اور مسلمانوں کا سلام یہ ہے کہ کہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام طریقوں سے افضل ہے، کیونکہ سلام کرنے والا مخاطب کو یہ دعا دیتا ہے: کہ اللہ تعالیٰ ﷻ تمہیں آفتوں، بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھے، نیز جب کوئی شخص کسی کو سلام کرتا ہے، تو وہ اس کو ضرر اور خوف سے مامون اور محفوظ رہنے کی بشارت دیتا ہے، مکمل سلام یہ ہے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور تشہد میں بھی اتنا ہی سلام ہے، جب کوئی شخص فقط السلام علیکم کہے، تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہنا چاہئے، اور اگر کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے، تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے، اگر کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے، اور بعض روایات میں مغفرتہ کا اضافہ بھی ہے۔ (۱)

☆ سلام کی ابتداء کرنے والا پہلے لفظ السلام کہتا ہے، اور جواب دینے والا وعلیکم السلام کہہ کر بعد میں لفظ السلام کہتا ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ سلام اللہ تعالیٰ ﷻ کا نام ہے اور مجلس کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ ﷻ کے نام سے ہو اور انتہا بھی اللہ تعالیٰ ﷻ کے نام پر ہو، اور ابتداء بھی سلامتی کی دعا سے ہو اور انتہا بھی سلامتی کی دعا پر ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام کا کون سا وصف سب سے بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور ہر (مسلمان) کو سلام کرو، خواہ تم اس کو پہچانتے ہو یا نہیں۔ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے جنت میں داخل نہیں ہو گے، اور جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہیں کرو گے تمہارا ایمان (کامل) نہیں ہوگا، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے کے بعد تم ایک دوسرے سے محبت کرو؟ ایک دوسرے کو بہ کثرت سلام کیا کرو۔ (۳)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ﷻ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے، اگر ہم کسی درخت کی وجہ سے جدا ہو کر پھریل جاتے، تو ایک دوسرے کو سلام کرتے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (۵)

سنن ابوداؤد: ۵۱۹۶	۲	۱۔ بخاری: ۱۲	ii۔ سنن ابوداؤد: ۵۱۹۴
۱۔ مسلم: ۵۴	ii۔ ابوداؤد: ۵۱۹۳	iii۔ ترمذی: ۲۶۹۷	iv۔ ابن ماجہ: ۳۶۹۴
v۔ الادب المفرد: ۲۶۹	vi۔ کشف الاستار عن زوائد البزار: ۲۰۰۳	vii۔ شعب الایمان: ۸۷۳۵	viii۔ معجم الاوسط: ۷۹۸۳
i۔ ابوداؤد: ۵۱۹۷	ii۔ ترمذی: ۲۶۹۴	iii۔ صحیح ابن حبان: ۹۱۱	۵۔

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: السلام علیکم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس (نیکیاں)، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تمیں) نیکیاں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو حسن کہا ہے، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سہل سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے: پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ و مغفرتہ آپ نے فرمایا: چالیس (نیکیاں)۔ (۱)

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی دو مسلمان ملاقات کے بعد مصافحہ کرتے ہیں، تو ان کے الگ ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے۔ (۲)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب ملاقات کرتے، تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔ حافظ منذری نے لکھا ہے: کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (۳)

☆ حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم دی درآں حالیکہ میری دونوں ہتھیلیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیوں میں تھیں۔ (۴)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے، تو اس کو سلام کرے، اگر دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے، اور پھر ملاقات ہو تو، دوبارہ سلام کرے۔ (۵)

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ جو شخص سلام کرنے میں ابتداء کرے، وہ تکبر سے بری ہو جاتا ہے۔ (۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار، پیدل کو سلام کرے، اور پیدل بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (۷)

i- ابوداؤد: ۵۱۹۵	ii- ترمذی: ۲۶۹۸	iii- کتاب الآداب للبیہقی: ۲۸۰
iv- الادب المفرد: ۹۸۶	v- عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۳۳۹	
i- ابوداؤد: ۵۲۱۲	ii- ترمذی: ۲۷۳۶	iii- ابن ماجہ: ۳۷۰۳
i- الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۲۲۳	ii- المعجم الاوسط: ۹۷	iv- کشف الاستار: ۲۰۰۴
ii- بخاری: ۶۲۶۵	v- ابوداؤد: ۵۲۰۰	vi- شعب الایمان: ۸۷۸۶
i- بخاری: ۶۳۳۲	ii- مسلم: ۲۱۶۰	iii- ابوداؤد: ۵۱۹۸
iv- ترمذی: ۷۲۱۲	v- الادب المفرد: ۹۹۵	vi- مصنف عبدالرزاق: ۱۹۴۳۵

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ کا بچوں کے پاس سے گزر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا۔ (۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو سلام کرے، اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے پر اور قلیل، کثیر پر۔ (۲)

☆ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم عورتوں کے پاس سے گزر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سلام کیا۔ (۳)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے! جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کرو، اس سے تم پر برکت ہوگی، اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (۴)

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلام سے پہلے سلام کرو، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث منکر ہے (۵)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کو اہل کتاب سلام کریں، تو تم کہو: وعلیکم۔ (۶)

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہودی کو سلام کی ابتداء نہ کرو، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: اس کو خط میں بھی سلام نہ کہو، امام ابو یوسف نے کہا: نہ ان کو سلام کرو، نہ ان سے مصافحہ کرو، اور جب تم ان پر داخل ہو تو کہو: السلام علی من اتبع الهدی، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ضرورت کے وقت ان کو ابتداء سلام کرنا جائز ہے (مثلاً کسی کا افسر کا فریاد مذہب ہو تو اس کو اس کے دائیں بائیں فرشتوں کی میت کر کے سلام کرے)، اور جب وہ سلام کریں تو وہ علیک کہنا چاہیے، حسن نے کہا ہے کہ کافر کو وعلیکم السلام کہنا تو جائز ہے، لیکن وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہنا نہیں چاہیے، کیونکہ یہ مغفرت کی دعا ہے، اور کافر کے لئے مغفرت کی دعا جائز نہیں، شععی نے ایک نصرانی کے جواب میں کہا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، ان پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے کہا: کیا یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رحمت میں جی نہیں رہا۔

☆ جب جمعہ کے دن امام خطبہ دے رہا ہو تو حاضرین کو سلام نہ کرے، کیونکہ لوگ امام کا خطبہ سننے میں مشغول ہیں۔

☆ اگر حرام میں لوگ برہنہ نہا رہے ہوں، تو ان کو سلام نہ کرے، اور اگر ازار باندھ کر نہا رہے ہوں، تو ان کو سلام کر سکتا ہے۔

☆ جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو، روایت حدیث کر رہا ہو، یا مذاکرہ علم میں مشغول ہو، اس کو بھی سلام نہ کرے۔

☆ جو شخص اذان اور اقامت میں مشغول ہو، اس کو بھی سلام نہ کرے۔

۱	i-بخاری: ۶۲۴۷	ii-مسلم: ۲۱۶۸	iii-ابوداؤد: ۵۲۰۳
	iv-ترمذی: ۷۲۰۵	v-عمل الیوم واللیلۃ: ۳۳۱	vi-ابن ماجہ: ۳۷۰۰
	vii-صحیح ابن حبان: ۳۵۹	viii-حلیۃ الاولیاء، ج ۶، ص ۲۹۱	
۲	i-بخاری: ۶۲۳۱	ii-سنن ترمذی: ۲۷۱۳	iii-ابوداؤد: ۵۱۹۸
۳	i-ابوداؤد: ۵۲۰۳	ii-ترمذی: ۲۶۹۷	iii-ابن ماجہ: ۳۷۰۱
	iv-مسند احمد، ج ۴، ص ۳۵۷	v-المعجم الکبیر: ۲۳۸۶	
۴	ترمذی: ۲۷۰۷	v-ترمذی: ۲۷۹۸	
۶	i-مسلم: ۲۱۶۳	ii-ابوداؤد: ۵۲۰۷	

☆ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جو شخص چوسر یا شترنج کھیل رہا ہو، یا کبوتر اڑا رہا ہو، یا کسی معصیت میں مبتلا ہو، اس کو بھی سلام نہ کرے۔
☆ جو شخص قضاء حاجت میں مشغول ہو، اس کو سلام نہ کرے۔

☆ جو شخص گھر میں داخل ہو تو اپنی بیوی کو سلام کرے، اگر اس کے ساتھ کوئی اجنبی عورت ہو، تو اس کو سلام نہ کرے۔ (۱)
☆ سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے، اگر جماعت مسلمین کو سلام کیا تو ہر ایک پر جواب دینا فرض کفایہ ہے، لیکن جب کسی ایک نے جواب دے دیا، تو باقیوں سے جواب دینے کا فرض ساقط ہو جائے گا، فساق اور فجار کو پہلے سلام نہیں کرنا چاہیے، اگر کوئی اجنبی عورت کسی مرد کو سلام کرے، تو اگر بوڑھی ہو تو اس کا جواب دینا چاہیے، اور اگر جوان ہو تو اس کے سلام کا جواب نہ دے۔ (۲)

☆ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے، کہ میں پہلا شخص تھا، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحیۃ اسلام کے الفاظ میں سلام کیا تھا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“

☆ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ السلام علیکم کہنا تطوع یعنی نفل ہے، لیکن سلام کا جواب دینا فرض ہے۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں اختلاف رائے ہے کہ آیا یہ صرف اہل اسلام کے لئے ہے یا اہل اسلام اور اہل کفر سب کے لئے عام ہے۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کا قول ہے: کہ یہ صرف اہل اسلام کے لئے خاص ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابراہیم نخعی اور قتادہ کا قول ہے: کہ یہ دونوں کے لئے عام ہے۔

☆ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے: کہ کافر کے سلام کے جواب میں صرف لفظ وعلیکم، کہا جائے گا اور ”ورحمۃ اللہ“ نہیں کہا جائے گا، کیونکہ کافر کے لئے بخشش کی دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہود کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو“ اگر وہ تمہیں سلام کرنے میں پہل کریں، تو جواب میں صرف ”وعلیکم“ کہہ دو۔ (۳)

☆ ہمارے اصحاب کا قول ہے کہ سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے۔ اگر پوری جماعت سے ایک شخص سلام کا جواب دے دے، تو یہ کافی ہو جائے گا۔

☆ قول باری تعالیٰ جل جلالہ (یا حسن منھا) سے اگر سلام کا جواب دینا مراد ہو تو اس کا مطلب دعا میں اضافہ ہوگا، یعنی جب کوئی شخص کسی کو السلام علیکم کہے گا، تو جواب میں یہ شخص اسے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے گا، اور اگر سلام کرنے والا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے گا، تو جواب دینے والا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ کہے گا۔ (۴)

☆ امام احمد نے زہد میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! السلام علیکم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: وعلیک ورحمۃ اللہ۔ پھر دوسرا آیا، اس نے عرض کی: السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: وعلیک ورحمۃ اللہ برکاتہ، پھر ایک اور آیا عرض کی: السلام علیک ورحمۃ اللہ برکاتہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: وعلیک۔ اس آدمی نے عرض کی: اے اللہ کے نبی میرے ماں باپ آپ پر قربان، فلاں فلاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو مجھ سے زیادہ کلمات کے ساتھ جواب دیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے ہمارے لئے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: پھر یہ آیت تلاوت کی فرمایا: ہم نے انہیں کلمات کو تجھ پر لوٹا دیا۔ (۵)

۱- تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۸۰	۲- احکام القرآن (بصا ص)، ج ۳، ص ۵۷۶-۵۷۷
۳- ایضاً، ج ۳، ص ۵۷۸	۴- ایضاً
۵- تفسیر طبری، ج ۵، ص ۲۲۵	

☆ امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ حضور ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس سے گزرا، اور عرض کی السلام علیکم۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس نیکیاں۔ دوسرا آدمی گزرا، اور عرض کی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیس نیکیاں۔ ایک تیسرا آدمی گزرا، عرض کی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ ﷺ نے فرمایا: تیس نیکیاں۔ (۱)

☆ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی: کہ ایک آدمی آیا، اس نے سلام عرض کیا: السلام علیکم، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس نیکیاں، اگر وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا تو اللہ تعالیٰ ﷻ اس کے لئے بیس نیکیاں لکھ دیتا، اگر وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتا تو اللہ تعالیٰ ﷻ اس کے حق میں تیس نیکیاں لکھ دیتا۔ (۲)

☆ امام بیہقی نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص السلام علیکم کہے، اللہ تعالیٰ ﷻ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے، اگر وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے، تو اللہ تعالیٰ ﷻ اس کے لئے بیس نیکیاں لکھ دیتا ہے، اور اگر وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے، تو اللہ تعالیٰ ﷻ اس کے لئے تیس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ (۳)

☆ امام ابو داؤد اور بیہقی نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے، پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے عرض کی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ و مغفرتہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: چالیس نیکیاں۔ (۴)

☆ امام بیہقی نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے اسے سلام کیا، اور کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے ہمارے لئے کچھ نہیں چھوڑا، کیونکہ السلام تو برکاتہ پر ختم ہو جاتا ہے۔ (۵)

☆ امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے، جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام تھے، سے روایت نقل کی ہے، کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کوئی سلام کرتا، تو جواب میں کلمات زائد کہتے، میں آپ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی: السلام علیکم، آپ نے جواب دیا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، ایک دفعہ میں پھر حاضر ہوا، میں نے عرض کی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ایک دفعہ میں پھر حاضر ہوا، اور عرض کی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تو آپ رضی اللہ عنہما نے مجھے جواب دیا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وطیب صلواتہ۔ (۶)

☆ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تجھے کوئی مسلمان سلام کرے اور کہے: السلام علیکم، تو کہو السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اور اگر تو اسے السلام علیکم ورحمۃ اللہ نہیں کہتا، تو جو اس نے کلمات کہے تھے، وہی کہہ دو، یعنی السلام علیکم مگر صرف وعلیک نہ کہو۔ (۷)

☆ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کی مخلوق میں سے جو بھی تجھے سلام کرے، تو اسے جواب دو، وہ یہودی، نصرانی یا مجوسی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ﷻ ارشاد فرماتا ہے، پھر آیت (سلام) تلاوت کی۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ اگر فرعون مجھے یہ کہتا: بارک اللہ فیک، تو میں بھی کہتا، وفیک بارک اللہ۔ (۸)

۱-	الادب المفرد، ج ۲، ص ۲۷۳	۲-	شعب الایمان، ج ۶، ص ۲۵۴: ۸۸۷
۳-	ایضاً، ج ۵، ص ۵۵-۵۴: ۸۸۷	۴-	ایضاً، ج ۶، ص ۲۵۵: ۸۸۷
۶-	الادب المفرد، ج ۲، ص ۳۹۸: ۱۰۲۰	۵-	ایضاً، ج ۶، ص ۵۱۱: ۹۰۹
۸-	الادب المفرد، ج ۲، ص ۵۶۸: ۱۱۱۸	۷-	شعب الایمان، ج ۶، ص ۵۱۰: ۹۰۹

☆ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ سلام کرنا نفل ہے، اور جواب دینا فرض ہے۔ (۱)

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں: کہ السلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اسماء میں سے ایک نام ہے، جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے زمین میں رکھا، اسے باہم پھیلا یا۔ جب کوئی آدمی قوم کے پاس سے گزرے، تو انہیں سلام کرے، تو وہ اسے جواب دیں۔ تاہم سلام کرنے والے کو ایک درجہ فضیلت حاصل ہے، کیونکہ اس نے انہیں سلام یاد دلایا، اگر وہ اسے جواب نہ دیں، تو اسے وہ جواب دے گا، جو ان سے بہتر اور افضل ہے (۲)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے زمین میں رکھا، آپس میں سلام کو عام کرو۔ (۳)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ السلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جب تو اسے زیادہ کرے گا، تو تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر زیادہ کرے گا۔ (۴)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سلام اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مخلوق کے درمیان رکھا ہے۔ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو سلام کرے، تو اس پر لازم ہے کہ اس کا ذکر اچھے طریقے سے کرے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ آپس میں سلام کو عام کرو، کیونکہ یہ جنتیوں کا سلام ہے۔ جب کوئی آدمی جماعت کے پاس سے گزرے، تو انہیں سلام کرے۔ اگر وہ اسے جواب دیں، تب بھی اسے ان پر ایک درجہ ہے۔ اگر وہ اسے جواب نہ دیں، تو اسے فرشتوں میں سے، ان سے بہتر لوگ اسے جواب دیں گے۔

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلام زمین میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی امان ہے۔ (۵)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سلام میں پہل کی، وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہتر ہے (۶)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں: یہودیوں نے تم پر اتنا کسی اور چیز کی وجہ سے حسد نہیں کیا، جتنا سلام اور تائین کے بارے میں حسد کیا۔ ابن مردویہ کے الفاظ ہیں: یہودی حاسد قوم ہے۔ انہوں نے مسلمانوں پر سلام سے بڑھ کر کسی چیز سے حسد نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ہمیں یہ دنیا میں عطا فرمایا، جبکہ قیامت کے روز یہ جنتیوں کا سلام ہوگا، اور اسی طرح امام کے پیچھے آمین پر انہوں نے حسد کیا۔ (۷)

۱- ایضاً، ج ۲، ص ۵۱۴: ۱۰۴۳

۲- شعب الایمان، ج ۶، ص ۳۳۲: ۸۷۸۲

۳- ایضاً، ج ۶، ص ۳۳۵: ۸۷۹۳

۴- ایضاً

۵- نوادر الاصول، ج ۱، ص ۱۸۶

۷- الادب المفرد، ج ۲، ص ۴۷۲: ۹۹۱

☆ حضرت حارث بن شریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ جب وہ مسلمان کو ملے، تو اسے سلام کا اسی طرح جواب دے، جیسا اس نے سلام کیا، یا اس سے بہتر جواب دے۔ جب مسلمان اس سے مشورہ طلب کرے تو اخلاص کے ساتھ اسے مشورہ دے، جب وہ دشمنوں کے خلاف اس سے مدد طلب کرے، تو وہ اسے مدد دے، جب وہ راستہ کے بارے میں پوچھے، تو اسے سہولت عطا کرے، اور وضاحت کرے، جب وہ دشمن کے خلاف حملہ کے لئے طلب کرے، تو وہ حملہ کرے۔ جب مسلمان کے خلاف غارت گری کا مطالبہ کرے، تو وہ ایسا نہ کرے۔ جب وہ ڈھال مانگے تو دے، اور اس سے عام ضرورت کی چیزیں نہ روکے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ماعون کیا چیز ہے؟ فرمایا: ماعون میں پتھر، پانی اور لوہا شامل ہے۔ عرض کی: کونسا لوہا؟ فرمایا: ٹھٹھرا کلبھاڑا، جس سے تم محنت مزدوری کرتے ہو۔ عرض کی: یہ پتھر کیا ہے؟ فرمایا: پتھر کی ہنڈیا۔ (۱)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو مومن آپس میں ملیں، اور وہ دونوں ایک دوسرے کو سلام کریں، اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں، تو اللہ تعالیٰ ﷻ کے ہاں وہ زیادہ محبوب ہوگا، جو خندہ پیشانی میں زیادہ اچھا ہوگا، دونوں پر سورتیں نازل ہوں گی، سلام میں پہل کرنے والے کے لئے نوے اور مصافحہ کے لئے دس۔ (۲)

☆ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی صدقہ ہے کہ تو لوگوں کو سلام کرے، جبکہ تیرا چہرہ کھلا ہوا ہو۔ (۳)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے سلام کو ہماری امت کا سلام، اور اہل ذمہ کے لئے امان بنا دیا ہے۔ (۴)

☆ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سوار پیدل چلنے والے کو، پیدل چلنے والا بیٹھنے والے کو، تھوڑے زیادہ کو، چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ جب کوئی قوم کے پاس سے گزرے، ایک بھی سلام دے دے، تو سب کی طرف سے ہو جائے گا، اور ایک بھی جواب دے دے، تو سب کی طرف سے جواب ہو جائے گا۔ (۵)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں مکتوب کا جواب فرض خیال کرتا ہوں، جس طرح سلام کا جواب حق خیال کرتا ہوں۔ (۶)

☆ حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم اسے صرف سلام میں خیال کرتے ہو، جبکہ یہ ہر چیز میں ہے، جو تیرے ساتھ احسان کرے، تو بھی اس کے ساتھ احسان کر اور بدلہ دے، اگر تو نہ پائے تو اس کے لئے دعا کر یا اس کے بھائیوں کے پاس اس کی تعریف کر۔ (۷)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق: آپ ﷺ نے قضاء حاجت کی حالت میں سلام کرنے والے کو منع فرمایا۔ (۸)

۱۔	شعب الایمان، ج ۶، ص ۱۵-۱۱۵: ۶۵۴	۲۔	ایضاً، ج ۶، ص ۲۵۳: ۸۰۵۲
۳۔	ایضاً: ۸۰۵۳	۳۔	ایضاً، ج ۶، ص ۴۳۶: ۸۷۹۸
۵۔	ایضاً، ج ۵، ص ۴۳۶: ۸۹۸۳	۶۔	ایضاً، ج ۶، ص ۵۱۰-۱۱: ۹۰۹۷
۷۔	ایضاً	۸۔	ابن ماجہ: ۳۵۲

۸۔ خلاصہ بحث:

- ☆ سلام کرنے والے صحابی حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ حدیث نمبر اڑتیس (۳۸) میں اس کی وضاحت موجود ہے۔
- ☆ قضاء حاجت کے وقت سلام کرنا اور جواب دینا دونوں مکروہ ہیں۔
- ☆ قضاء حاجت میں مصروف شخص کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔
- ☆ دیگر ممنوع مواقع پر بھی سلام نہیں کرنا چاہیے۔ جیسا کہ کسی گناہ میں مبتلا شخص، برہنہ غسل کرنے والے آدمی، قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اور اجنبی عورتوں کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔
- ☆ قضاء حاجت کرنے والے کو اگر کسی نے آ کر سلام کیا، تو اس کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ اور اسی حالت میں جواب دینا مکروہ ہے۔
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب نہ دینا بطور تادیب تھا۔

وضو کر کے سلام کا جواب دینا

۳۲۔ باب رَدِّ السَّلَامِ بَعْدَ الْوُضُوءِ

اس باب میں وضو کر کے سلام کا جواب دینے کا بیان ہے، اس لئے کہ اگر کوئی شخص قضاء حاجت کرتے ہوئے شخص کو سلام کہتا ہے، تو وہ جواب کا مستحق تو نہیں ہے، لیکن اگر کوئی جواب دینا چاہے، تو پھر قضاء حاجت سے فارغ ہونے کے بعد جواب دے سکتا ہے، اور یہ عمل مستحب ہوگا۔ وضو کرنے کی قید اتفاقی ہے، احترازی نہیں ہے۔ پچھلے باب میں پیشاب کرنے والے شخص کو سلام کرنے کا بیان تھا۔

۳۸۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ: حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
أَبَانَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حُضَيْنِ أَبِي سَاسَانَ، عَنِ
المُهَاجِرِ بْنِ قَنْفِذٍ، أَنَّهُ سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
يَبُولُ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى تَوَضَّأَ، فَلَمَّا تَوَضَّأَ رَدَّ عَلَيْهِ

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۱، ابن ماجہ: ۳۵۰، ابن حبان: ۱۸۹-۱۹۰، ابن خزیمہ: ۲۰۶، طبرانی: ۷۸۱، دارمی: ج ۲، ص ۲۸۷

۲۔ مطابقت:

اس حدیث کا جملہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے سلام کا جواب دیا“ باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن بشار: راجع: ۲۷

۲۔ معاذ بن معاذ:

آپ کا نام ابوالہشبی قاضی معاذ بن معاذ بن نصر بن حسان عنبری بصری (م: ۱۹۶ھ) ہے، آپ روایت کے ساتویں طبقہ کبار سے ثقہ، متقن

راوی ہیں، اہل علم آپ کے تقویٰ، علم اور ثقاہت و فقاہت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ سعید:

آپ کا نام ابو نضر سعید بن ابو عمرو بہ مهران بشلری بصری (م: ۱۵۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، مامون، کثیر الحدیث راوی ہیں، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سب سے اثبت راوی ہیں۔ البتہ ۱۴۵ھ میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، اس لئے بعد کی روایت میں تدلیس اور اختلاط پایا جاتا ہے۔ اس لئے ان کی قبل از اختلاط روایتیں ثقہ ہیں، اور بعد از اختلاط روایتیں مشکلم فیہ ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ قتادہ: راجع: ۳۴

۵۔ الحسن: راجع: ۳۶

۶۔ حصین:

آپ کا نام ابو محمد حصین بن منذر بن حارث رقاشی (م: ۱۰۰ھ) ہے، آپ ابو ساسان کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، آپ جنگ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر لشکر تھے۔ بعض نے آپ کا نام حصین کی بجائے حصین (ضاد کے ساتھ) ذکر کیا ہے۔ امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام نسائی رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۷۔ المہاجر بن قنفذ:

آپ کا نام خلف بن عمیر بن جدعان بن عمرو قرشی تمیمی بصری ہے، مہاجر آپ کا لقب ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عطا فرمایا تھا، پھر اسی لقب سے مشہور ہو گئے، قنفذ آپ کے جد امجد کا نام ہے۔ آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، فتح مکہ والے دن اسلام قبول کیا۔ آپ نے بصرہ میں وفات پائی۔ (۴)

۸۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے، البتہ اس سند میں ضعف ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سابعیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ سابعیات کے لحاظ سے یہ پہلے حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سابعیات امام نسائی رضی اللہ عنہ کی سب سے طویل سند ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۱۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۵۷۲	۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۹۳
۲۔ الجرح والتعديل، ج ۳، ص ۶۵	۱۔ تاریخ الثقات، ص ۱۸۷
۳۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۸۴	۱۔ الثقات، ج ۳، ص ۱۹۱
۴۔ الاستیعاب، ج ۳، رقم ۱۳۵۴	۱۔ اسد الغابۃ، ج ۳، رقم ۴۱۶

- ☆ حضرت حصین رضی اللہ عنہ کنیت کی بجائے لقب ابوساسان سے مشہور ہیں۔
- ☆ حضرت حصین رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور راوی اس نام کا نہیں ہے۔
- ☆ حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے غالباً یہی ایک حدیث مبارکہ مروی ہے۔

۶۔ لغات:

سلم علی النبی: انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔
 وهو یبول: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے۔
 فلم یرد علیہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔
 حتی تو ضاً: یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔
 فلما تو ضاً رد علیہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، تو ان کے سلام کا جواب دیا۔

۷۔ مسائل ونصائح:

- ☆ حضرت ابو جہیم بن حارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے بعد تیمم کر کے سلام کا جواب دیا۔ (۱)
- ☆ پیشاب کرتے شخص کو سلام کہنا مناسب تو نہیں، لیکن اگر کسی نے غلطی سے سلام کہہ دیا، تو پیشاب سے فراغت کے بعد جواب دیا جاسکتا ہے۔
- ☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً با وضو رہتے تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً وضو فرمایا، پھر جواب دیا۔ ہر آدمی کے لئے ایسا ضروری نہیں، کیونکہ سلام، جواب سلام اور اذکار اور اذان کے لئے وضو شرط نہیں، نیز جب سلام کہنے کے لئے با وضو ہونا ضروری نہیں، تو جواب دینے کے لئے بھی ضروری نہیں۔ (۲)
- ☆ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام وضو کرنے کی حالت میں کہا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو مکمل کرنے کے بعد جواب عنایت فرمایا، ابن ماجہ کی روایت حسب ذیل ہے۔

عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قَنْفِذِ بْنِ عَمِيرِ بْنِ جُدْعَانَ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ وُضُوئِهِ، قَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي مِنْ أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ (۳)

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے آپ کو جواب دینے میں کسی چیز نے نہ روکا مگر یہ کہ میں وضو کی حالت میں نہ تھا۔

- ☆ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ واقعات ہوں، لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ وضو بطور استعارہ بول کے ہو، کیونکہ سبب اور مسبب کی مناسبت سے استعارہ جائز ہوتا ہے۔ (۴)

۱۔ المنہل، ج ۱، ص ۷۰	۲۔ سنن نسائی (خلاصہ)، ج ۱، ص ۱۱۳
۳۔ ابن ماجہ: ۳۵۰	۴۔ بذل الجہود، ج ۱، ص ۶۵

☆ اس حوالے سے آپ ﷺ نے یہ بھی وضاحت فرمائی: انی کرہت ان اذکر اللہ عزوجل الاعلیٰ طہر (۱) میں بغیر وضو اللہ تعالیٰ ﷻ کے ذکر کو ناپسند کرتا ہوں۔

☆ آپ ﷺ کا عمل استحباب پر محمول ہوگا۔

☆ اسی طرح مذکورہ حالت میں چھینک آنے کی صورت میں بھی زبان سے الحمد للہ کہنا یا یرحمک اللہ درست نہیں ہے، البتہ قلبی ذکر درست ہوگا۔

☆ یہ حدیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کی شفقت، مہربانی، اچھے اخلاق اور عظمت کی دلیل ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ نے جواب حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کے لئے عطا فرمایا، یہ آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کی ایک جھلک ہے۔ (۲)

☆ اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر وضو اور بغیر وضو دونوں حالتوں میں جائز ہے، البتہ افضل یہی ہے کہ وضو کے ساتھ ہو۔ (۳)

☆ ذکر کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ ذکر جن کے لئے وقت مختص ہو، ایسے ذکر کے لئے وقت اہم ہوتا ہے، اس لئے ایسا ذکر وقت مخصوص میں کرنا افضل ہے، چاہے وضو ہو یا نہ ہو۔

۲۔ دوسرا وہ ذکر ہے، جس کے لئے وقت مختص نہ ہو، ایسے ذکر کے لئے وضو کا ہونا افضل ہے۔ (۴)

☆ قضاء حاجت کی حالت میں سلام کرنے والا جواب کا مستحق نہیں ہوتا۔ (۵)

۸۔ خلاصہ:

☆ قضاء حاجت میں مصروف شخص کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

☆ قضاء حاجت کی حالت میں سلام اور جواب دونوں مکروہ ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ کا جواب دینا کمال شفقت اور صحابی کی دلجوئی کے لئے تھا۔

☆ آپ ﷺ کا عمل استحباب پر محمول ہوگا۔

☆ اللہ تعالیٰ کا ذکر با وضو کرنا افضل و اعلیٰ ہے۔

☆ جن اذکار کے لئے وقت معین ہو، ان کا وقت معین میں کرنا ہی افضل ہے، اگرچہ وضو نہ ہو۔

☆ نبی کریم ﷺ نے جواب نہ دینے کی وضاحت بھی بیان فرمائی، جس سے یہ اصول مترشح ہوتا ہے کہ استاد، شیخ اور اکابر کو شاگرد، مرید اور اصغر کی تربیت کے لئے اہم امور کی وضاحت کرنی چاہیے، تاکہ فائدہ تامہ حاصل ہو۔

۱۔ ابوداؤد: ۱۷۰ ۲۔ شرح سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۶

۳۔ ایضاً، ص ۱۷۰ ۴۔ ایضاً

۵۔ عون المعبود، ج ۱، ص ۲۲

۳۵۔ باب النهی عن الاستطابة بالعظم ہڈی سے استنجاء کرنے کی ممانعت

اس باب میں ہڈی سے صفائی حاصل کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، الاستطابة کا معنی استنجاء کرنے اور صفائی حاصل کرنے کے ہیں، کیونکہ اس صورت میں استنجاء کرنے والا شرمگاہ سے ناپسندیدہ چیز کو دور کر کے پاکی حاصل کرتا ہے، اس لئے اسے الاستطابة سے موسوم کیا جاتا ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ جو حدیث لے کر آئے ہیں، اس میں ہڈی اور لید دونوں سے استنجاء کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، البتہ لید سے استنجاء کی ممانعت کا امام رحمۃ اللہ علیہ نے علیحدہ اگلا باب قائم فرمایا ہے۔

مناسبت:

اس سے پہلے باب میں پیشاب کرتے ہوئے سلام اور بعد میں جواب دینے کا بیان تھا، اور اس باب میں پیشاب اور پاخانہ کو زائل کرنے کا بیان ہے، کیونکہ استطابت اور استنجاء کا مقصود بول و براز کو جسم سے دور کرنا ہے، اس طرح یہ باب بھی پیشاب و پاخانہ کے بارے میں ہے۔

۳۹۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ قَالَ: أُنْبَأَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي عُمَانَ بْنِ سَنَةَ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَسْتَطِيبَ أَحَدُكُمْ بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو بھی ہڈی اور لید کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ اطراف:

احمد: ۱۳۶۱۹، ۱۳۷۰۵، ۱۵۲۵، معانی الآثار: ج ۱، ص ۱۲۳، مستدرک حاکم، ج ۲، ص ۵۰۳-۵۰۴، دلائل النبوة (ابی نعیم)، ج ۲، ص ۱۲۹-۱۳۰، الاصابہ، ج ۲، ص ۱۳۹، السنن الکبریٰ: ۳۸

۲۔ مطابقت:

حدیث کے الفاظ ”کسی شخص کو بھی ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا“ باب کے عنوان کے مطابق ہیں۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ احمد بن عمرو بن السرح:

آپ کا نام ابوطاہر احمد بن عمرو بن عبداللہ بن عمرو بن سرح اموی مصری (م: ۲۵۵ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ

راوی ہیں، امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۱۔ الجرح والتعديل، ج ۲، ص ۶۵ ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۴۰

۲۔ ابن وہب: راجع: ۹

۳۔ یونس: ایضاً

۴۔ ابن شہاب: راجع: ۱

۵۔ ابو عثمان بن سہ الخزاعی:

آپ کا نام ابو عثمان بن سہ خزاعی کعبی شامی دمشقی ہے، آپ رواد کے دوسرے طبقہ سے مقبول راوی ہیں، بعض لوگوں نے آپ کو صحابہ میں شامل کیا ہے، لیکن آپ مرسل حدیث بیان کرتے ہیں، امام نسائی نے سنن اور ابن ماجہ نے تفسیر میں آپ سے روایت بیان کی ہے۔ (۱)

۶۔ عبداللہ بن مسعود:

آپ کا نام مبارک ابو عبدالرحمن عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمع بن مخزوم ہذلی مدنی کوفی (م: ۳۲ھ) ہے۔ آپ مشہور صحابی اور سابقین اولین میں سے ہے۔ آپ صحابہ کرام میں علم کے اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ بدری صحابی ہیں۔ آپ صاحب نعلین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتے ہیں۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیرت و صورت میں بہت مشابہت رکھتے تھے۔ آپ سے آٹھ سواڑ تالیس (۸۲۸) احادیث مروی ہیں، جن میں سے چونسٹھ احادیث متفق علیہ، اکیس میں امام بخاری اور پنہنٹیس میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ساٹھ سال سے زائد کی عمر پائی۔ (۲)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ سولہویں (۱۶) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ یہ روایت مصری، ایلی، مدنی اور دمشقی راویوں کے درمیان ہے۔
- ☆ سند کے ابتدائی دور راوی احمد بن عمرو اور ابن وہب مصری ہیں، تیسرے راوی یونس ایلی ہیں، چوتھے اور چھٹے راوی ابن شہاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدنی اور پانچویں راوی ابن سہ دمشقی ہیں۔
- ☆ سند میں تابعی (ابن شہاب) دوسرے تابعی (ابن سہ) سے روایت کرتے ہیں۔
- ☆ ابو عثمان بن ابن سہ سے صحاح ستہ میں صرف امام نسائی رضی اللہ عنہ نے ہی روایت کی ہے۔ اور یہی ایک روایت ہے۔
- ☆ ابو عثمان سے ابن شہاب زہری کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کی۔
- ☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جید فقیہ صحابی ہیں، لیکن فقہاء عبادلہ اربعہ صحابہ میں شامل نہیں ہیں کیونکہ غالباً فقہاء عبادلہ اربعہ کی اصطلاح آپ کی وفات کے بعد رائج ہوئی ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۴۴۰

i۔ تہذیب الکمال، ج ۱۱، رقم ۸۱۳۵

ii۔ اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۲۵۶

i۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۴۶۱

۶۔ لغات:

نہی: روکا، منع کیا۔

ان يستطیب: استنجاء کرنا، بول و براز کو دور کرنا۔

احدکم: تم میں سے کوئی ایک۔

بعظم: بڑی

روث: لید، گوبر

۷۔ مسائل و نصاب:

☆ امام بخاری نے ”مناقب الانصار“ میں اس حدیث کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے وضوء اور آپ کے استنجاء کے لئے مشکیزہ میں پانی لے کر جا رہے تھے، پس جس وقت وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ابو ہریرہ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لئے پتھر تلاش کر کے لاؤ، جن سے میں استنجاء کروں اور ہڈی اور گوبر لے کر نہ آنا، میں اپنے کپڑے کے پلو میں چند پتھر لپیٹ کر لایا، حتیٰ کہ میں نے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں رکھ دیئے، پھر میں واپس چلا گیا، حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو گئے، تو میں پھر آ گیا، اور میں نے پوچھا: ہڈی اور گوبر کی کیا وجہ تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جنات کے طعام کا حصہ ہیں، اور بے شک میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا تھا اور وہ بہت اچھے جنات تھے، انہوں نے مجھ سے زاد (خوراک) کا سوال کیا، تو میں نے ان کے لئے اللہ تعالیٰ ﷻ سے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! یہ جس ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں، یہ اس کے اوپر طعام پالیں۔ (۱)

☆ اس حدیث میں مذکور ہے: میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا، ہو سکتا ہے کہ یہ اسی رات کا واقعہ ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رات کے واقعہ کی خبر دی ہو، اور نصیبین الجزیرہ کا مشہور شہر ہے، ابن التین نے کہا: وہ شام میں ہے، اور اس میں مجاز ہے، کیونکہ الجزیرہ شام اور عراق کے درمیان ہے۔ (۲)

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ جس ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں، اس پر طعام پالیں، ابن التین نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے طعام کو چکھ لیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ اس پر طعام کو پیدا کر دے، ”صحیح مسلم“ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گوبر ان کے جانوروں کی خوراک ہے، اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں یہ مراد ہو، کہ ان کے جانور گوبر کے اوپر اپنی خوراک پالیں۔ (۳)

☆ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود کی روایت کا متن اس طرح ہے:

جنات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زاد کا سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ہڈی جس پر اللہ تعالیٰ ﷻ کا نام لیا گیا ہو، جب وہ تمہارے ہاتھ میں آئے گی، تو اس پر تمہارے لئے پہلے سے زیادہ گوشت بھرا ہوا ہوگا، اور ہر بیگنی تمہارے جانوروں کا چارا ہوگی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان سے استنجاء نہ کیا کرو، کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کا طعام ہے۔ (۴)

۱۔ صحیح البخاری: ۳۸۶۰۔ ۲۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۵۷

۳۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۵۶۔ ۴۔ صحیح مسلم: ۹۹۰

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو استنجاء کے لئے پتھر لانے کا حکم دیا، اور فرمایا: ہڈی اور گوبر نہ لانا، اس سے معلوم ہوا کہ پتھروں اور مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کرنا جائز ہے، اور ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان میں جنات کی اور ان کے جانوروں کی خوراک ہے۔ (۱)

☆ نبی ﷺ نے ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی تمام چیزوں کے ساتھ استنجاء کرنا ممنوع ہے، اور دیگر تمام محترم اشیاء سے استنجاء کرنا ممنوع ہے مثلاً علمی کتابوں کے اوراق کے ساتھ، البتہ ٹوائٹ پیپر رول کے ساتھ استنجاء کرنا جائز ہے، کیونکہ اس کاغذ میں لکھے جانے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور اس کی وضع ہی استنجاء کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ (۲)

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، دو پتھروں کے ساتھ تیسرا گوبر کا ٹکڑا لائے تھے، آپ ﷺ نے گوبر کے ٹکڑے کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے۔ ”صحیح بخاری، سنن نسائی، مصنف ابن ابی شیبہ“ اور ”المعجم الکبیر“ وغیرہ میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ”رکس“ ہے، اور سنن ابن ماجہ: ۳۱۴ میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ”رجس“ ہے، اور ”رکس“، اور ”رجس“ ان دونوں لفظوں کا معنی نجس ہے، اور اس حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ گوبر نجس ہے۔ (۳)

☆ گوبر کی نجاست کی صفت میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ نجاست غلیظہ ہے، یہی امام زفر کا قول ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ نجاست خفیہ ہے، اور امام مالک کے نزدیک گوبر طاہر ہے۔ (۴)

☆ ابن وہب بیان کرتے ہیں: ہم نے امام مالک سے کہا: کہ راستوں میں جانوروں کا گوبر اور ان کا پیشاب اور ان کا پاخانہ ہوتا ہے، امام مالک نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ چیزیں ہمیشہ سے راستوں میں ہوتی تھیں، اور مسلمان بارش اور کچھڑ میں داخل ہوتے تھے، اور نماز پڑھتے تھے اور کپڑوں کو نہیں دھوتے تھے۔ (۵)

☆ غیر مقلدین کے نزدیک بھی گوبر پاک ہے، شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی لکھتے ہیں: داؤد نے کہا: ہر حیوان کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے، خواہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو، سوا انسان کے پیشاب اور پاخانے کے، وہ نجس ہیں۔

☆ شیخ ابن حزم نے کہا: امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ نجاست غلیظہ ہے ان کا یہ قول فاسد ہے، اس کی اصل سنت صحیحہ میں ہے، نہ ضعیفہ میں، نہ قرآن میں، نہ قیاس میں، نہ اجماع میں، نہ یہ کسی ایسے شخص کا قول ہے، جس کی رائے صحیح ہو۔ (۶)

☆ مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں: گوبر حنفی مذہب میں پاک نہیں، مگر حدیث سے اس کی طہارت ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو، اس سے معلوم ہوا کہ ماکول اللحم چار پایہ کا گوبر، پیشاب پاک ہے۔ یہ استدلال فاسد ہے، بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کے پیشاب اور گوبر پر نماز پڑھی جائے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ باڑے میں کسی صاف جگہ پر مصلیٰ بچھا کر اس پر نماز پڑھی جائے۔

۱۔	نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۵۹	۲۔	ایضاً	۳۔	ایضاً، ص ۵۶۳
۴۔	عمدة القاری، ج ۲، ص ۴۶۲	۵۔	المدونۃ الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۰		
۶۔	الکلی بالآثار، ج ۱، ص ۱۷۰				

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چند آدمیوں کو جو مدینہ میں آ کر بیمار ہو گئے، فرمایا: تم اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پیو، وہ شفا یاب ہو گئے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ ماکول اللحم چار پایہ کا بول (پیشاب)، گو بر پاک ہے۔ (۱)

دوسری حدیث سے استدلال میں حافظ روپڑی نے کئی غلطیاں کی ہیں، ایک یہ ہے کہ اس حدیث میں کہیں گو بر کا ذکر نہیں ہے اور انہوں نے اس حدیث سے گو بر کے پاک ہونے کو بھی کشید کر لیا، دوسری غلطی یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ چند بیمار آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ نے اونٹنیوں کا پیشاب پینے کی اجازت دی تھی، نہ کہ تمام امت مسلمہ کو، لہذا اونٹنیوں کا پیشاب مطلقاً پاک نہ ہوا، تیسری غلطی یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بالعموم فرمایا ہے: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اس سے ہوتا ہے۔ (۲) اور اس حدیث میں جو ان بیماروں کو اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا حکم دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی بیماری کا علاج اسی سے ہو سکتا ہے، سو یہ حدیث ان کے ساتھ مخصوص ہے، پیشاب پینے کے جواز میں عام نہیں ہے۔

☆ غیر مقلدین نے گو بر کو نجس ہونے کے قول کو امام ابوحنیفہ کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے، حالانکہ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ یحییٰ بن زکریا نووی شافعی لکھتے ہیں:

ابن حزم نے اپنی کتاب ”محلّی“ میں داؤد سے یہ نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ آدمی کے سوا ہر حیوان کا پیشاب اور گو بر پاک ہے، اس کا یہ قول انتہائی فاسد ہے۔

جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب اور گو بر ہمارے نزدیک نجس ہے اور امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف وغیرہ کے نزدیک بھی اور امام مالک اور امام احمد نے ان کو پاک کہا ہے، امام محمد کے نزدیک بھی ان کا گو بر نجس ہے۔ (۳)

☆ اس باب کی حدیث میں صحیح بخاری: ۱۵۶ اور سنن ابوداؤد وغیرہ کے حوالے سے بتایا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گو بر کے ٹکڑے کو نجس فرمایا، اس کے علاوہ صحیح البخاری: ۱۵۵ میں یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو، میں ان سے استنجاء کروں گا اور میرے پاس ہڈی اور گو بر نہ لانا۔

ان صحیح اور صریح احادیث کے بعد گو بر کے نجاست غلیظہ ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے؟

☆ نجاست سے صفائی، بالعموم پانی یا مٹی کے ساتھ ہی ہوتی ہے، کیونکہ یہ دونوں شرعاً و عرفاً مطہر ہیں۔ صفائی کے علاوہ بدبو بھی ختم کرتے ہیں۔ باقی چیزیں مکمل صفائی کرتی ہیں نہ بدبو ہی ختم کرتی ہیں۔ ہڈی میں جذب کرنے کی صلاحیت نہیں، بلکہ وہ سخت ہوتی ہے، لہذا وہ صحیح صفائی نہ کر سکے گی اور گو بر یا لید تو خود بھی نجس یا نجاست کی طرح ہیں۔ ان سے کیا صفائی ہوگی؟ علاوہ ازیں ہڈی اور لید جنوں اور ان کے جانوروں کی خوراک بھی ہیں، لہذا انہیں گندگی سے آلودہ کرنا منع ہے، احادیث میں اس کی صراحت ہے۔ (۴)

ii- سنن ابن ماجہ: ۳۲۸

i- سنن دارقطنی، ج ۱، ص ۱۲۸

-۲

فتاویٰ اہل حدیث، ج ۱، ص ۲۲۲

-۱

سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۴

-۳

شرح المہذب، ج ۳، ص ۵۷۸-۵۷۷

-۳

۱۰۔ خلاصہ:

- ☆ ہڈی اور گوہر ولید سے استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
- ☆ ہڈی سے استنجاء کرنا عزت و حرمت کی وجہ سے ہے، جبکہ گوہر وغیرہ سے نجس ہونے کی وجہ سے استنجاء کرنا منع ہے۔
- ☆ ہڈی کی بناء پر ہر عزت و حرمت والی چیز اور کھانے والی اشیاء سے استنجاء کرنا ناجائز ہے۔
- ☆ ہڈی اور گوہر وغیرہ سے استنجاء کے منع کرنے کی ایک وجہ جنات کا کھانا ہونا بھی ہے۔
- ☆ گوہر کے نجس ہونے کی علت کی بناء پر ہر ناپاک چیز سے استنجاء کرنا ناجائز ہے۔
- ☆ گوہر اور ولید نجاست غلیظہ میں سے ہیں۔
- ☆ اگر ہڈی اور گوہر وغیرہ سے کسی نے استنجاء کر لیا، تو استنجاء ہو جائے گا، البتہ ایسا کرنے والا شخص گناہگار ہوگا، کیونکہ ان سے نجاست زائل ہو جاتی ہے، بہر حال بہتر یہی ہے کہ بعد میں پانی کا استعمال کرے۔
- ☆ شیشہ اور اس جیسی اشیاء سے بھی استنجاء کرنا ناجائز ہے۔
- ☆ عصر حاضر میں ٹشو پیپر یا رول وغیرہ سے استنجاء کرنا جائز ہے، کیونکہ ٹشو وغیرہ کے بنائے جانے کا مقصود ہی اس سے صفائی حاصل کرنا ہے۔

۳۶۔ باب النهی عن الاستطابۃ بالروث لید سے استنجاء کرنے کی ممانعت

اس باب میں لید سے استنجاء کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، اس سے پہلے باب میں ہڈی سے استنجاء نہ کرنے کا بیان تھا۔

۳۰۔ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْقَعْقَاءُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ أَعْلَمُكُمْ إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْخَلَاءِ، فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرُهَا، وَلَا يَسْتَنْجِ بِبِمِينِهِ. وَكَانَ يَأْمُرُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، وَنَهَى عَنِ الرَّوْثِ وَالرَّمَّةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں، میں تمہیں سکھلاتا ہوں، جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کے لئے جائے، تو قبلہ کی طرف نہ چہرہ کرے اور نہ ہی پیٹھ کرے، نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین پتھروں سے (استنجاء کرنے کا) حکم فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لید اور ہڈی سے (استنجاء کرنے سے) منع فرمایا۔

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۸، ابن ماجہ: ۳۱۲-۳۱۳، احمد: ۷۳۷۲، ۷۳۱۳، ابن حبان: ۱۲۸، ابن خزیمہ: ۸۰

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب سے مطابقت اس آخری جملہ میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لید اور ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ یعقوب بن ابراہیم: راجع: ۲۲:

۲۔ یحییٰ بن سعید: راجع: ۴:

۳۔ محمد بن عجلان:

آپ کا نام ابو عبد اللہ محمد بن عجلان قرشی مدنی (م: ۱۴۸ھ) ہے، آپ روایۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، فقیہ، عابد راوی ہیں، آپ مستجاب الدعوات تھے، البتہ امام عقیلی کے مطابق حضرت نافع سے حدیث میں اضطراب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث میں اختلاط پایا جاتا ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے تعلق روایت کی ہے۔ (۱)

۴۔ القعقاع:

آپ کا نام قعقاع بن حکیم کنانی مدنی ہے، آپ روایۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے ادب المفرد میں آپ سے روایت کیا ہے۔ (۲)

۵۔ ابوصالح:

آپ کا نام ابوصالح ذکوان سمان مدنی (م: ۱۰۱ھ) ہے، آپ روایۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت راوی ہیں، حضرت اعمش رضی اللہ عنہ نے آپ سے ایک ہزار احادیث روایت کی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۶۔ ابو ہریرہ: راجع: ۱:

۴۔ حکم روایت:

یہ روایت اس سند سے حسن ہے، جبکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ سترھویں (۱۷) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کا پہلا راوی بغدادی، دوسرا بصری اور باقی مدنی راوی ہیں۔
- ☆ یہ تابعی (قعقاع) کی دوسرے تابعی (ابوصالح) سے روایت ہے۔
- ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مکشیرین سبعة صحابہ میں سے ہیں، اور ان میں بھی سب سے زیادہ روایت کرنے والے ہیں، آپ کی روایات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوبتر (۵۳۷۴) ہے۔

۱۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۵۳۰

ii۔ تاریخ ابی زرعة، ص ۵۱۹

iii۔ تہذیب الکمال، ج ۲۶، رقم ۱۰۶

۲۔ سوالات ابن جنید، ص ۲۰۵

ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۳۲۳

۳۔ العلل، ج ۱، ص ۱۰۷

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۲۲۶

- ☆ حضرت یعقوب بن ابراہیم ان نو شیوخ میں سے ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ نے براہ راست احادیث روایت کی ہیں۔
- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ نے حدیث صحیحی یعنی ابن سعید جو کہا ہے، اس میں لطیف اشارہ ایک خاص قاعدہ کی طرف ہے، کہ جب شیخ اپنے شیخ کا صرف نام ذکر کرے اور نسب ذکر نہ کرے، اور شاگرد اس کو بیان کرنا چاہے، تو وہ یعنی یا اس جیسے اور الفاظ استعمال کرتا ہے، یہاں پر بھی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قاعدہ کی رعایت فرمائی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیر دو دفعہ، حدیث ایک دفعہ اور عن عن تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

مثل الوالد باپ کی مانند۔ باپ کی طرح۔

اعلمکم: میں تمہیں سکھلاتا ہوں۔

اذہب احدکم الی الخلاء: جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کے لئے جائے۔

فلا یستقبل القبلة ولا یتدبرھا: قبلہ کی طرف نہ چہرہ کرے اور نہ ہی پیٹھ۔

لا یتنجج بيمينہ: دائیں ہاتھ کے ساتھ صفائی نہ کرے۔

کان یا مر بثلاثة احجار: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین پتھروں کا حکم فرماتے۔

نہی عن الروث والرمۃ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لید اور ہڈی سے منع فرمایا۔

۷۔ مسائل ونصائح:

اس حدیث مبارکہ میں درج ذیل مسائل بیان ہوئے ہیں:

- ۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باپ کی مانند ہیں
- ۲۔ قبلہ شریف کی طرف قضاء حاجت کی حالت میں چہرہ نہ کرنے کا بیان ہے۔
- ۳۔ دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرنا
- ۴۔ تین پتھروں کا استعمال۔
- ۵۔ لید اور ہڈی سے استنجاء کرنے کی ممانعت

ان میں سے قبلہ شریف کی طرف چہرہ اور پیٹھ نہ کرنے کی بحث حدیث نمبر ۲۰ اور حدیث نمبر ۲۱ کے تحت گزر چکی ہے، لید اور ہڈی سے استنجاء کرنے کی ممانعت کا بیان پچھلی حدیث مبارکہ کے تحت گزر چکا ہے، دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرنے اور تین پتھروں کے استعمال کا بیان آگے آ رہا ہے۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کی مانند ہونے سے کیا مراد ہے، اس کی وضاحت درج ذیل ہے:

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمت پر شفقت اور تربیت کرنے میں باپ کی مثل ہیں۔ (۱)

☆ رتبہ اور مرتبہ کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کوئی نہیں ہو سکتا۔ (۲)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمت پر بہت شفیق و مہربان ہیں۔ (۳)

۱۔ المنہل العذب المورود شرح سنن الامام ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۵-۳۶

۲۔ ایضاً

۳۔ التوبۃ: ۹: ۱۲۸

☆ آپ ﷺ تبلیغ دین کیلئے لوگوں کو قرب عطا کرتے تھے تاکہ لوگ مسائل پوچھنے اور دین سیکھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔ (۱)

☆ شیخ یا استاد کا رتبہ باپ سے زیادہ ہے۔ (۲)

☆ الرمة کا معنی پرانی ہڈی ہے، لیکن اس سے مراد مطلقاً ہڈی ہے۔

۸۔ خلاصہ بحث:

☆ لید، گو برادران جیسی دیگر اشیاء سے استنجاء کرنا منع ہے۔

☆ لید، گو برادر دیگر اشیاء سے ان کے ناپاک ہونے کی وجہ سے استنجاء کرنا ناجائز ہے۔

☆ ان اشیاء سے استنجاء کرنے کی ممانعت کی ایک وجہ ان اشیاء کا جنات کی خوراک ہونا بھی ہے۔

☆ اسی طرح ہر ناپاک چیز سے استنجاء کرنا ناجائز ہے۔

☆ اگر کسی نے بول و براز کو لید، گو بر یا دیگر ناپاک اشیاء سے زائل کر لیا، تو گناہ گار ہے، لیکن استنجاء ہو جائے گا۔ اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ بعد میں پاک چیز یا پانی کا استعمال کرے۔

استنجاء میں تین ڈھیلوں سے کم

استعمال کرنے کی ممانعت

۳۷۔ باب النہی عن الاکتفاء فی

الاستطابۃ باقل من ثلاثۃ احجار

اس باب میں ڈھیلوں، پتھروں یا جنس زمین کی دیگر اشیاء کے، استنجاء کے لئے تعداد میں تین سے کم ہونے کی ممانعت کا بیان ہے، یعنی

ایسی صفائی کے لئے کم از کم تین ڈھیلے استعمال کرنے چاہیے، پچھلے باب میں لید سے استنجاء کرنے کی ممانعت کا بیان تھا۔

۴۱۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَبَانَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: إِنَّ صَاحِبَكُمْ لَيَعْلَمُكُمْ حَتَّى الْخِرَاءِ

تہہارا نبی ﷺ تمہیں ہر چیز سکھلاتا ہے، حتیٰ کہ قضاء حاجت کا طریقہ بھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! آپ ﷺ نے ہمیں قضاء حاجت کے

وقت قبلہ شریف کی طرف چہرہ کرنے، دائیں ہاتھ سے صفائی کرنے اور

تین پتھروں سے کم استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

تَمَّ قَالَ: أَجَلٌ " نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ نَسْتَجِبِي بِأَيْمَانِنَا أَوْ نَكْتَفِي بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ

۱۔ اطراف:

مسلم: ۲۶۲، ابوداؤد: ۷، ترمذی: ۱۶، ابن ماجہ: ۳۱۶، احمد: ۶۳۷۶۳، السنن الکبریٰ: ۴۰

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کے اس جملہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے:

آپ ﷺ نے تین پتھروں سے کم استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ اٹحق بن ابراہیم: راجع: ۲

۲۔ ابو معاویہ: راجع: ۳۰

۳۔ الأعمش: راجع: ۱۸

۴۔ ابراہیم: راجع: ۳۳

۵۔ عبدالرحمن بن یزید:

آپ کا نام ابو بکر عبدالرحمن بن یزید بن قیس نخعی کوفی (م: ۸۳ھ) ہے۔ آپ روادے کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۶۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ:

نام و نسب: نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، مجوسی نام ماہ تھا، اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا اور بارگاہ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا، ابو عبد اللہ کنیت ہے سلسلہ نسب یہ ہے، ماہ ابن بوذخشان بن مورسلان بن یہودان بن فیروز بن سہرک۔ قبل اسلام:

آپ کے والد اصفہان کے ”جی“ نامی قریہ کے باشندہ اور وہاں کے زمیندار و کاشت کار تھے، ان کو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کو لڑکیوں کی طرح گھر کی چاردیواری سے نکلنے نہ دیتے تھے، آتش کدہ کی دیکھ بھال ان ہی کے متعلق کر رکھی تھی، چونکہ مذہبی جذبہ ان میں ابتدا سے تھا اس لیے جب تک آتش پرست رہے اس وقت تک آتش پرستی میں سخت غلورہا، اور نہایت سخت مجاہدات کیے، شب و روز آگ کی نگرانی میں مشغول رہتے تھے، حتیٰ کہ ان کا شمار ان پجاریوں میں ہو گیا تھا، جو کسی وقت آگ کو بجھنے نہیں دیتے تھے۔

مجوسیت سے نفرت اور عیسائیت کا میلان:

ان کے والد کا ذریعہ معاش زمین تھی، اس لئے زراعت کی نگرانی وہ بذات خود کرتے تھے، ایک دن وہ گھر کی مرمت میں مشغولیت کی وجہ سے کھیت خود نہ جاسکے اور اس کی دیکھ بھال کے لیے سلمان کو بھیج دیا، ان کو راستہ میں ایک گر جا ملا، اس وقت اس میں عبادت ہو رہی تھی، نماز کی آواز سن کر دیکھنے کے لئے گرجے میں چلے گئے نماز کے نظارہ سے ان کے دل پر خاص اثر ہوا، اور مزید حالات کی جستجو ہوئی اور عیسائیوں کا طریقہ عبادت اس قدر بھایا کہ بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ ”یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے“۔ چنانچہ کھیتوں کا خیال چھوڑ کر اسی میں محو ہو گئے، عبادت ختم ہونے کے بعد عیسائیوں سے پوچھا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہاں ہے، انہوں نے کہا شام میں، پتہ پوچھ کر گھر واپس آئے۔ باپ نے پوچھا اب تک کہاں رہے، جواب دیا ”کچھ لوگ گرجے میں عبادت کر رہے تھے مجھ کو ان کا طریقہ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ غروب آفتاب تک وہیں رہا“ باپ

نے کہا ”وہ مذہب تمہارے مذہب کا پانسنگ بھی نہیں“ جواب دیا ”بخدا وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہیں برتر ہے“ اس جواب سے ان کے باپ کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں یہ خیال تبدیل مذہب کی صورت میں نہ ظاہر ہو، اس لیے بیڑیاں پہنا کر مقید کر دیا، مگر ان کے دل میں تلاش حق کی تڑپ تھی، اس لیے عیسائیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام کے تاجر آئیں تو مجھ کو اطلاع دینا، چنانچہ جب وہ آئے تو ان کو خبر دی، انہوں نے کہا جب واپس ہوں تو مجھ کو بتانا، چنانچہ جب کاروان تجارت لوٹنے لگا تو ان کو خبر کی گئی، یہ بیڑیوں کی قید سے نکل کر ان کے ساتھ ہو گئے، شام پہنچ کر دریافت کیا کہ یہاں سے بڑا مذہبی شخص کون ہے، لوگوں کے بشارت دیا، اس سے جا کر کہا ”مجھ کو تمہارا مذہب بہت پسند ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کروں، اور مجھ کو اس مذہب میں داخل کر لو۔“

تبدیلی مذہب:

چنانچہ مجوسیت کے آتش کدہ سے نکل کر ”آسمانی بادشاہت“ کی پناہ میں آ گئے، مگر یہ بشارت بڑا بد اعمال اور بد اخلاق تھا، لوگوں کو صدقہ کرنے کی تلقین کرتا، جب وہ دیتے تو اس کو فقراء اور مساکین میں تقسیم کرنے کے بجائے خود لے لیتا، اس طریقہ سے اس کے پاس سونے اور چاندی کے سات منگے جمع ہو گئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس کی حرص و آز کو دیکھ کر بیچ و تاب کھاتے تھے، مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے، اتفاق سے وہ مر گیا، عیسائی شان و شوکت کیساتھ اس کی تجہیز و تکفین کرنے کو جمع ہوئے، اس وقت انہوں نے اس کا سارا اعمال نامہ لوگوں کے سامنے کھول کر رکھ دیا، لوگوں نے پوچھا، تم کو کیسے معلوم ہوا، انہوں نے ان کو لے جا کر اندوختہ خزانہ کے پاس کھڑا کر دیا، تلاشی لی تو واقعی سات منگے سونے چاندی سے بھرے ہوئے برآمد ہوئے، عیسائیوں نے اس کی سزا میں نعش دفن کرنے کے بجائے صلیب پر لٹکا کر سنگسار کی، اس کی جگہ دوسرا بشارت مقرر ہوا، یہ بڑا عابد و زاہد اور تارک الدنیا تھا، شب و روز عبادت الہی میں مشغول رہتا تھا، اس لئے سلمان رضی اللہ عنہ اس سے بہت مانوس ہو گئے اور دلی محبت کرنے لگے، اور آخر تک اس کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس سے کہا میں آپ کے پاس عرصہ تک نہایت لطف و محبت کے ساتھ رہا، اب آپ کا وقت آخر ہے اس لیے آئندہ کے لئے مجھ کو کیا ہدایت ہوتی ہے، اس نے کہا میرے علم میں کوئی ایسا عیسائی نہیں ہے جو مذہب عیسوی کا سچا پیروکار ہو، سچے لوگ مر کھپ گئے اور موجودہ عیسائیوں نے مذہب کو بہت کچھ بدل دیا ہے اور بہتر سے اصول تو سرے سے چھوڑ ہی دیئے ہیں، ہاں موصل میں فلاں شخص دین حق کا سچا پیرو ہے، تم جا کر اس سے ملاقات کرو۔

موصل کا سفر:

چنانچہ اس بشارت کی موت کے بعد حق کی جستجو میں وہ موصل پہنچے اور تلاش کر کے اس سے ملے اور پورا واقعہ بیان کیا کہ فلاں پادری نے مجھ کو ہدایت کی تھی کہ آپ کے یہاں ابھی تک حق کا سرچشمہ ابلتا ہے اور میں آپ سے مل کر اپنی تشنگی فرو کروں، اس نے ان کو ٹھہرا لیا، پہلے پادری کے بیان کے مطابق یہ پادری درحقیقت بڑا متقی اور پاکباز تھا، اس لیے سلمان رضی اللہ عنہ نے آئندہ کے متعلق اس سے بھی وصیت کی خواہش کی، اس نے نصیبین میں ایک شخص کا پتہ بتایا۔

نصیبین کا سفر:

چنانچہ اس کی موت کے بعد وہ نصیبین پہنچے اور پادری سے مل کر دوسرے پادری کی وصیت بتائی، یہ اسقف بھی پہلے دنوں اسقفوں کی طرح بڑا عابد و زاہد تھا سلمان رضی اللہ عنہ یہاں مقیم ہو کر اس سے روحانی تسکین حاصل کرنے لگے، ابھی کچھ ہی دن اس کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا کہ اس کا

وقت بھی آپہنچا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے گذشتہ اسقفوں کی طرح اس سے بھی آئندہ کے متعلق مشورہ طلب کیا، اس نے عموریہ میں گوہر مقصود کا پتہ بتایا۔

عموریا کا سفر:

چنانچہ اس کی موت کے بعد انہوں نے عموریہ کا سفر کیا اور وہاں کے اسقف سے مل کر پیام سنایا اور اس کے پاس مقیم ہو گئے، کچھ بکریاں خرید لیں، ان سے مادی غذا حاصل کرتے تھے، اور صبر و شکر کے ساتھ روحانی غذا اسقف سے حاصل کرنے لگے، جب اس کا پیمانہ حیات بھی لبریز ہو گیا، تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی پوری سرگزشت سنائی کہ اتنے مراتب طے کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا تھا، آپ بھی آخرت کا سفر کرنے کو آمادہ ہیں، اس لیے میرا کوئی سامان کرتے جائیے، اس نے کہا بیٹا میں تمہارے لئے کیا سامان کروں، آج دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں ہے، جس سے ملنے کا تم کو مشورہ دوں، البتہ اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے، جو ریگستان عرب سے اٹھ کر دین ابراہیم کو زندہ کرے گا اور کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا، اس کی علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا اور صدقہ اپنے لیے حرام سمجھے گا، اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

اسقف کی بشارت اور عرب کا سفر:

اس اسقف کے مرنے کے بعد سلمان رضی اللہ عنہ عرصہ تک عموریہ میں رہے، کچھ دنوں بعد بنو کلب کے تاجر ادھر سے گزرے، سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھ کو عرب پہنچا دو تو میں اپنی گائیں اور بکریاں تمہاری نذر کر دوں گا، وہ لوگ تیار ہو گئے، اور زبان حال سے یہ شعر:

چلتا ہوں تھوڑی دور ہراک راہرو کے ساتھ
پہنچا تا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں
پڑھتے ہوئے ساتھ ہو لیے۔

غلامی:

لیکن ان عربوں نے وادی القریٰ میں پہنچ کر دھوکا دیا، اور ان کو ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا مگر یہاں کھجور کے درخت نظر آئے، جس سے یہ تو آس بندھی کہ شاید یہی وہ منزل مقصود ہو، جس کا اسقف نے پتہ دیا تھا، تھوڑے دن ہی قیام کیا تھا کہ یہ امید بھی منقطع ہو گئی، آقا کا چچا زاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا، اس نے سلمان رضی اللہ عنہ کو اس کے ہاتھ بچ دیا۔

غلامی اور مدینہ کا سفر:

وہ اپنے ساتھ مدینہ لے چلا اور سلمان غلامی در غلامی سہتے ہوئے مدینہ پہنچے، ہاتھ غیب تسکین دے رہا تھا کہ یہ غلامی نہیں ہے۔

اسی سے ہوگی ترے غم کدہ کی آبادی
تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

درحقیقت اس غلامی پر جو کسی کی آستان ناز تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے ہزاروں آزادیاں قربان ہیں، جوں جوں محبوب کی منزل قریب ہوتی جاتی تھی، کشش بڑھتی جاتی تھی، اور آثار و علامات بتاتے تھے کہ شاید مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے، اب ان کو پورا یقین ہو گیا اور دیدار جمال کی آرزو میں یہاں دن کاٹنے لگے۔

اس وقت آفتاب رسالت مکہ پر پرتو افکن ہو چکا تھا، لیکن جو رستم کے بادلوں میں چھپا تھا، سلمان رضی اللہ عنہ کو آقا کی خدمت سے اتنا وقت

نہ ملتا تھا کہ خود اس کا پتہ لگاتے، آخر انتظار کرتے کرتے وہ یوم مسعود بھی آ گیا کہ مکہ کا آفتاب عالم تاب مدینہ کے افق پر طلوع ہوا، حرمان نصیب سلمان رضی اللہ عنہ کی شب ہجرت تمام ہوئی اور صبح امید کا اجالا پھیلا، یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، سلمان رضی اللہ عنہ کھجور کے درخت پر چڑھے کچھ درست کر رہے تھے، آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چچا زاد بھائی نے آ کر کہا خدا بنی قیلہ کو غارت کرے سب کے سب قبائیں ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے، یہ لو اس کو نبی سمجھتے ہیں، سلمان رضی اللہ عنہ کے کانوں تک اس خبر کا پہنچنا تھا کہ یارائے ضبط باقی نہ رہا، صبر و شکیب کا دامن چھوٹ گیا، بدن میں سنسناہٹ پیدا ہو گئی اور قریب تھا کہ کھجور کے درخت پر سے فرش زمین پر آ جائیں، اسی مدہوشی میں جلد از جلد درخت سے نیچے اترے اور بدحواسی میں بے تحاشا پوچھنے لگے ”تم کیا کہتے ہو، آقا نے اس سوال پر گھونسا مار کر ڈانٹا کہ تم کو اس سے کیا غرض، تم اپنا کام کرو، اس وقت سلمان رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

اسلام:

لیکن اب صبر کے تھا، کھانے کی چیزیں پاس تھیں، ان کو لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں اور کچھ غریب الدیار اور اہل حاجت آپ کے ساتھ ہیں، میرے پاس چیزیں صدقہ کے لئے رکھی تھیں، آپ لوگوں سے زیادہ اس کا کون مستحق ہو سکتا ہے“ اس کو قبول فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو کھانے کا حکم دیا، مگر خود نوش نہ فرمایا، اس طریقہ سے سلمان رضی اللہ عنہ کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ ہو گیا کہ وہ صدقہ نہیں قبول کرتا، دوسرے دن پھر ہدیہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے صدقہ کی چیزیں نوش نہیں فرمائی تھیں، آج ہدیہ قبول فرمائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ قبول کیا، خود بھی نوش فرمایا اور دوسروں کو بھی دیا، اسی طریقہ سے دوسری نشانی یعنی مہر نبوت کی بھی زیارت کی اور اور باچشم پر نعم اپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامنے آؤ، سلمان نے سامنے آ کر سرگزشت سنائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دلچسپ داستان اتنی پسند آئی کہ اپنے تمام اصحاب کو سنوائی۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اتنے مرحلوں کے بعد دین حق سے ہم آغوش ہوئے اور گوہر مقصود سے دامن بھر کر آقا کے گھر واپس آئے۔

آزادی:

غلامی کی مشغولیت کے باعث فرائض مذہبی ادا نہ کر سکتے تھے، جس کی بنا پر غزوہ بدر واحد میں شریک نہ ہو سکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آقا کو معاوضہ دے کر آزادی حاصل کر لو، تین سو کھجور کے درختوں اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں سے سفارش فرمائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، سب نے حسب حیثیت کھجور کے درخت دیئے، اس طریقہ سے تین سو درخت ان کو مل گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے انہوں نے ان کو بٹھایا اور زمین وغیرہ ہموار کر کے ایک شرط پوری کر دی، سونے کی ادائیگی کا سامان خدا نے اس طرح کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوہ میں مرغی کے انڈے کے برابر سونا مل گیا، آپ نے سلمان رضی اللہ عنہ کو دے دیا، یہ وزن میں ٹھیک چالیس اوقیہ تھا، اس لیے گلو خلاصی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے۔ (۱)

مواخاۃ:

غلامی سے آزادی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ رہنے لگے، اس وقت بالکل غریب الدیارتھے، کوئی شناسا نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مہاجرین کی طرح ان کی ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مواخاۃ کرادی۔ (۲)

غزوات:

بدر واحد کی لڑائیاں ان کی غلامی کے زمانہ میں ختم ہو چکی تھیں، آزادی کے بعد پہلا غزوہ خندق پیش آیا، اس میں انہوں نے اپنے حسن تدبیر سے پہلی دونوں لڑائیوں کی عدم شرکت کی تلافی کر دی، غزوہ خندق میں تمام عرب کا ٹڈی دل اس ارادہ سے امنڈ آیا تھا کہ مسلمانوں کا کامل استیصال کر دے اور حملہ خود مدینہ پر تھا، جس کی کسی سمت نہ قلعہ تھا، نہ فصیل تھی، مقابلہ بڑا سخت تھا، ایک طرف قبائل عرب کا عظیم الشان متحدہ لشکر تھا، دوسری طرف مٹھی بھر مسلمان تھے، آنحضرت ﷺ نے عام مسلمانوں سے مشورہ کیا، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چونکہ ایران کی صف آرائیاں دیکھے ہوئے تھے، اس لیے جنگی اصولوں سے اچھی طرح واقف تھے، انہوں نے مشورہ دیا کہ اس انبوہ کا کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مناسب نہیں ہے، مدینہ کے چاروں طرف خندقیں کھود کر شہر کو محفوظ کر دینا چاہئے، یہ تدبیر مسلمانوں کو بہت پسند آئی۔ (۱) اور اس پر عمل کیا گیا، خندق کی کھودائی میں آنحضرت ﷺ بہ نفس نفیس شریک تھے اور مٹی ڈھوتے ڈھوتے شکم مبارک مٹی سے اٹ گیا تھا، اور رجزیہ اشعار زبان پر جاری تھے۔ (۲) ذیقعدہ ۵ھ میں طرفین میں جنگ شروع ہوئی، عربوں کو اس طریقہ جنگ سے واقفیت نہ تھی، وہ اس ارادے سے آئے تھے کہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے، مگر یہاں آ کر دیکھا کہ ان کے اور مدینہ کے بیچ میں خندق کی فصیل ہے، ۲۱-۲۲ دن تک مسلسل محاصرہ قائم رہا، مگر شہر تک پہنچنا ان کو نصیب نہ ہوا اور آخر کار نا کام لوٹ گئے۔

خندق کے علاوہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔ (۳) اور غزوہ خندق کے بعد سے کوئی غزوہ ایسا نہیں ہوا، جس میں شریک ہو کر داد شجاعت نہ دی ہو۔ (۴)

عہد صدیقی اور عراق:

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد عرصہ تک حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہے اور غالباً عہد صدیقی کے آخر یا فاروقی کی ابتدا میں انہوں نے عراق کی اور ان کے اسلامی بھائی ابو درداء رضی اللہ عنہ نے شام کی سکونت اختیار کر لی، یہاں اقامت کے بعد ابو درداء رضی اللہ عنہ کو خدانے مال و اولاد سے بہت نوازا، انہوں نے سلمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ”تم سے چھٹنے کے بعد خدانے مجھ کو مال و دولت اور اہل و عیال سے سرفراز کیا، اور ارض مقدس کی سکونت کا شرف حاصل ہوا، انہوں نے جواب دیا کہ ”یاد رکھو مال و اولاد کی کثرت میں کوئی بھلائی نہیں ہے، بھلائی اس میں ہے کہ تمہارا حلم زیادہ ہو اور تمہارا علم تم کو نفع پہنچائے، محض ارض مقدس کا قیام کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، جب تک تمہارا عمل اس قابل نہ ہو اور عمل بھی اس طرح ہو کہ گویا خداتم کو دیکھ رہا ہے اور تم اپنے کو مردہ سمجھو۔“

عہد فاروقی:

سلمان رضی اللہ عنہ ایران کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے اور چونکہ خود ایرانی تھے اس لیے فتوحات میں بہت قیمتی امداد پہنچائی، مگر اصول اسلام کو ہمیشہ پیش نظر رکھا، ایک ایرانی قصر کے محاصرہ کے وقت حملے سے پیشتر محصورین کو سمجھا دیا کہ میں بھی تمہارا ہم قوم تھا، لیکن خدانے مجھ کو اسلام سے نوازا۔ تم لوگ اسلام لا کر ہجرت کر کے ہم میں مل جاؤ تو تم کو اہل عرب کے حقوق دیئے جائیں گے، اور جو قانون ان کے لیے ہے وہی تم پر جاری

۱- ابن سعد، جزء ۳، قسم ۱، ص ۴۷ - ۲ بخاری، ج ۲، کتاب المغازی، غزوہ خندق

۳- مسند احمد، ج ۵، ص ۴۴ - ۴ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۳۳۰

کیا جائے گا اور اگر اسلام نہیں قبول کرتے اور صرف جزیہ منظور کرتے ہو تو ذمیوں کے حقوق تم کو ملیں گے اور ان کا قانون پر نافذ کیا جائے گا، تین دن تک برابر تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے، جب اس کا کوئی اثر نہ ہو تو حملہ کا حکم دیا اور مسلمانوں نے قصر مذکور بزور شمشیر فتح کر لیا۔ (۱)
فتح جلولا میں بھی شریک تھے اور وہاں مشک کی ایک تھیلی ہاتھ آئی تھی، جو وفات کے وقت کام میں لائے۔ (۲)
گورزی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدائن کی حکومت پر سرفراز تھے، اس کی تفصیل آئندہ عادات و اخلاق کے تذکرہ میں آئے گی۔
حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مقربین بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دفعہ سلمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت وہ ایک گدے پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے، سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر گدا ان کی طرف بڑھا دیا۔ (۳)
علالت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیمار پڑے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عیادت کو گئے، سلمان رضی اللہ عنہ رونے لگے، سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، ابو عبد اللہ رونے کا کونسا مقام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خوش دنیا سے گئے، تم ان سے حوض کوثر پر ملو گے، پچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملاقات ہوگی، کہا خدا کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ دیا کی حرص باقی ہے، رونایہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز و سامان ایک مسافر کے زادراہ سے زیادہ نہ ہونا چاہئے، حالانکہ میرے گرد اس قدر سانپ (اسباب) جمع ہیں، سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کل سامان جس کو سانپ سے تعبیر کیا تھا، ایک بڑے پیالے، ایک لگن اور ایک تسلہ سے زیادہ نہ تھا، اس کے بعد سعد رضی اللہ عنہ نے خواہش کی کہ مجھ کو کوئی نصیحت کیجئے فرمایا: کہ کسی کام کا قصد کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت، تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو۔ (۴)

اسی بیماری کے دوران میں اور احباب نے بھی نصیحت و وصیت کی خواہش کی، فرمایا تم میں سے جس سے ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ وہ حج، عمرہ، جہاد یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دے اور فسق و فجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرے۔ (۵)
وقت آخر ہوا تو اپنی بیوی سے وہی مشک کی تھیلی منگوائی اور اپنے ہاتھ سے پانی گھول کر اپنے چاروں طرف چھڑکوا یا، اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا، جب لوگ تھوڑی دیر کے بعد گئے تو دیکھا کہ مرغ روح قفس خاکی سے چھوٹ کر شاخ طوبی پر پہنچ چکا تھا۔ (۶)
فضل و کمال:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے وقت کا بڑا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزرتا تھا، اس لیے آپ علوم و معارف سے کافی بہرہ ور ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کے مبلغ علم کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ان کو علم اول اور علم آخر سب کا علم تھا اور وہ ایسا دریا تھے جو پایابی سے ناآشنا رہا، وہ ہمارے اہل بیت میں تھے، دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”وہ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے“۔ (۷) علم اول سے مراد کتب سابقہ کا علم اور علم آخر سے مقصود آخری کتاب الہی یعنی قرآن کا علم ہے اور اہل بیت میں اس طرح ان کا شمار ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربت اختصاص کی بناء پر اور اس لیے کہ عربوں میں ان کا کوئی خاندان نہ تھا، ان کو اعزاز اپنے اہل بیت میں داخل کر لیا تھا۔

- | | | |
|-----------------------------|-----------------------------|-----------------------------|
| ۱- مسند احمد، ج ۵، ص ۴۴۱ | ۲- ابن سعد، جز ۲، ق ۱، ص ۶۶ | ۳- مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۵۵۹ |
| ۴- ابن سعد، جز ۲، ق ۲، ص ۶۵ | ۵- ابن سعد، جز ۵، ق ۲، ص ۶۵ | ۶- ابن سعد، جز ۲، ق ۲، ص ۶۶ |
| ۷- استیعاب، ج ۳، ص ۵۷۳ | | |

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو خود بہت بڑے عالم اور صاحب کمال صحابی تھے، ان کے کمال علم کے معترف تھے، چنانچہ ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا، ان چاروں میں ایک سلمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا۔ (۱) ایک موقع پر خود زبان نبوت نے ان کے علم و فضل کی ان الفاظ میں تصدیق کی ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ علم سے لبریز ہیں۔ (۲) صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ سلمان رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھے۔ (۳) آپ کی کوششوں سے حدیث کا کافی حصہ اشاعت پذیر ہوا، آپ کے مرویات کی تعداد ۶۰ ہے، ان میں سے تین حدیثیں متفق علیہ ہیں، ان کے علاوہ ایک میں مسلم اور تین میں بخاری منفرد ہیں۔ (۴)

ابوسعید خدری، ابوالطفیل، ابن عباس، اوس بن مالک اور ابن عجزہ رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ کے زمرہ تلامذہ میں ہیں۔ (۵)

گو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا علم بہت وسیع تھا، تاہم حدیث بیان کرنے میں بہت محتاط تھے اس لیے ان کی مرویات کی تعداد ۶۰ سے متجاوز نہ ہو سکی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں لوگوں سے بعض ایسی باتیں بیان کرتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کی حالت میں کسی کے متعلق فرمائی تھیں، لوگ ان کی تصدیق کے لیے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ زیادہ بہتر جانتے ہیں لوگوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے آکر کہا کہ ہم نے آپ کی بیان کردہ حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کو سنائی ہے اس کی تصدیق کیوں نہیں کرتے، فرمایا بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کچھ غصہ میں کہہ دیتے تھے، اور بعض اوقات خوش ہو کر کچھ فرمادیتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ تم ان باتوں کو بیان کر کے کسی کو کسی کا دوست اور کسی کو کسی کا دشمن بنا دو گے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کرتے تھے کہ خداوند! غصہ کی حالت میں اگر کسی کے متعلق کوئی برا کلمہ نکل جائے تو اس کو اس کے حق میں خیر کر دینا، پھر ان سے کہا، تم اس قسم کی باتوں سے باز آؤ، نہیں تو میں عمر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کر دوں گا۔ (۶)

چونکہ وہ اسلام سے قبل عرصہ تک نصرانی رہ چکے تھے، اس لیے عیسائی مذہب کے متعلق کافی معلومات رکھتے تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ”سلمان رضی اللہ عنہ دو کتابوں کا علم رکھتے ہیں، کلام اللہ اور انجیل“ مذہب عیسوی کے مسائل محض پادریوں کی زبانی نہیں سنے تھے، بلکہ خود انجیل کا مطالعہ کیا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے توراہ میں دیکھا ہے کہ کھانے کے بعد وضو کرنے سے برکت ہوتی ہے۔ (۷)

عام حالات، تقرب بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خاص زمرہ میں تھے جن کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مخصوص تقرب حاصل تھا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کم لوگ ایسے تھے جو بارگاہ نبوت کی پذیرائی میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی ہمسری کر سکتے ہوں، غزوہ خندق کے موقع پر جب مہاجرین و انصاری علیحدہ علیحدہ جمع ہوئے تو مہاجرین کہتے تھے کہ سلمان رضی اللہ عنہ ہمارے زمرہ میں ہیں انصار کہتے تھے کہ ہماری جماعت میں ہیں۔ (۸) ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سلمان کی شب کی تہائی کی صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ہم لوگوں کو (ازواج) خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ ہمارے حصوں کی رات بھی اس نشست میں نہ گزر جائے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ

- | | | |
|-------------------------|------------------------------|---------------------------|
| ۱۔ ابن سعد، جزو ۲، ص ۶۱ | ۲۔ ابن سعد، جزو ۲، ص ۶۱ | ۳۔ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۳۳۱ |
| ۴۔ تہذیب الکمال، ص ۱۴۷ | ۵۔ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۱۳۸ | ۶۔ ابوداؤد، ج ۲، ص ۱۶۹ |
| ۷۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۴۱ | ۸۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۵۹۸ | |

”جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے، علی، عمار اور سلمان کی“۔ (جامع ترمذی مناقب سلمان رضی اللہ عنہ) آپ کے تقرب کی آخری مثال یہ ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے فدائی اسلام اور جلیل القدر صحابی سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے بارے میں رنجیدہ ہو گئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ چند آدمیوں کے ساتھ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، ان تینوں بزرگوں نے کہا کہ خدا کی کوئی تلوار خدا کے دشمن (ابوسفیان) کی گردن پر نہیں پڑی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ سردار قریش کی شان میں ایسا کلمہ زبان سے نکالتے ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ شاید تم نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا، اگر تم نے ان لوگوں کو ناراض کیا تو گویا خدا کو ناراض کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت نادم ہوئے اور آکر ان بزرگوں سے معذرت کی۔ (۱)

اخلاق و عادات:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسی میں مذہبی جذبہ کی شدت فطری تھی، جس طرح آتش پرستی کے زمانہ میں سخت آتش پرست اور نصرانیت کے زمانہ میں عابد و زاہد نصرانی تھے، اسی طرح مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اسلام کا مکمل نمونہ بن گئے، ان کے اصلی فضل و کمال کا میدان یہی ہے۔ زہد و تقویٰ:

ان کا زہد و ورع اس حد تک پہنچ گیا تھا، جس کے بعد رہبانیت کی حد شروع ہو جاتی ہے، اس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ عمر بھر گھر نہیں بنایا، جہاں کہیں دیوار یا درخت کا سایہ مل جاتا، پڑ رہتے، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میں آپ کے لئے مکان بنا دوں، فرمایا مجھ کو اس کی حاجت نہیں، وہ پیہم اصرار کرتا تھا، یہ برابر انکار کرتے جاتے تھے، آخر میں اس نے کہا آپ کی مرضی کے مطابق بناؤں گا، فرمایا وہ کیسا، عرض کیا اتنا مختصر کہ اگر کھڑے ہوں تو سرچھت سے مل جائے اور اگر لیٹیں تو پیر دیوار سے لگیں، فرمایا خیر اس میں کوئی مضائقہ نہیں، چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنا دی۔ (۲)

اس زہد کا اثر زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں تھا، مزخرفات دنیا کو کبھی پاس نہ آنے دیتے تھے، وفات کے وقت گھر کا پورا اثاثہ بیس بائیس درہم سے زیادہ کا نہ تھا، بستر میں معمولی سا بچھونا اور دو اینٹیں تھیں جن کا تکیہ بناتے تھے، اس پر بھی روتے تھے، اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کا ساز و سامان ایک مسافر سے زیادہ نہ ہونا چاہئے اور میرا یہ حال ہے، (مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۴۳۸-۴۳۹) یہ حالت زندگی کی ہر دور میں قائم رہی، جب امارت کے عہدہ پر ممتاز تھے، اس وقت بھی کوئی فرق نہ آیا، حسن بیان کرتے ہیں کہ سلمان رضی اللہ عنہ جب پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے، اور تیس ہزار نفوس پر حکومت کرتے تھے، اس وقت بھی ان کے پاس صرف ایک عبا تھی، جس میں لکڑیاں جمع کرتے تھے اور اس کا آدھا حصہ اوڑھتے اور آدھا بچھاتے تھے۔ (۳)

رہبانیت سے اجتناب:

مگر اسلام کی تعلیمات کے خلاف ان کی زندگی راہبانہ نہ تھی، مذہبی تشدد کے ساتھ ساتھ دنیاوی حقوق کا بھی پورا لحاظ رکھتے تھے، اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے، ان کے اسلامی بھائی حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے، رات بھر نماز پڑھتے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے، ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان سے ملنے کے لئے گھر جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ابودرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بہت خراب حالت میں دیکھا، پوچھا تم نے یہ کیا صورت بنا رکھی ہے، انہوں نے کہا کس کے لیے بناؤ سنگار کروں، تمہارے بھائی کو تو دنیا کی

ضرورت باقی نہیں رہی، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جب گھر آئے تو ملنے ملانے کے بعد کھانا منگایا، مگر خود معذرت کی کہ میں روزہ سے ہوں، فرمایا جب تک تم نہ کھاؤ گے میں بھی نہ کھاؤں گا، پھر رات کو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کے پاس ہی لیٹے اور ان کو دیکھتے رہے، جب وہ عبادت کو اٹھے تو روک کر فرمایا کہ تم پر تمہارے رب، تمہاری آنکھ اور تمہاری بیوی سب کا حق ہے، روزوں کے ساتھ افطار اور شب بیداری کے ساتھ سونا بھی ضروری ہے، اس کے بعد دونوں نے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، آپ نے ابو درداء رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سلمان (تم سے زیادہ مذہب کے واقف کار ہیں۔ (۱)

سادگی:

حضرت رضی اللہ عنہ سلمان کی تصویر حیات میں سادگی بہت غالب تھی، جو ہر زمانہ میں یکساں قائم رہی، مدائن کی امارت کے زمانہ میں جب کہ شان و شوکت اور خدم و حشم کے تمام ملو از م ان کے لیے مہیا ہو سکتے تھے، اس وقت بھی ان کی سادگی میں کوئی فرق نہ آیا، لباس میں ایک عبا اور ایک اونچا پانجامہ ہوتا تھا، ایرانی اس ہیئت کو دیکھ کر ”گرگ آمد، گرگ آمد“ کہتے ایک مرتبہ اسی امارت کے زمانہ میں اس سے شان سے نکلے کہ سواری میں بلا زین کا گدھا تھا، لباس میں ایک تنگ اور چھوٹی قمیص تھی، جس سے گھٹنے بھی نہ چھپتے تھے، ٹانگیں کھلی ہوئی تھی، لرے اس ہیئت کدائی میں دیکھ کر پیچھے لگ گئے، لوگوں نے یہ طوفان بے تمیزی دیکھا، تو ڈانٹ کر ہٹایا کہ امیر کا پیچھا کیوں کرتے ہو، ایک مرتبہ ایک دستہ فوج کی سرداری سپرد ہوئی، فوجی امارت کی شان و شوکت کا کیا ذکر یہاں معمولی سپاہی کی بھی وضع نہ تھی، چنانچہ فوجی نوجوان دیکھ کر ہنستے اور کہتے کہ یہی امیر ہیں۔ (۲)

ابو قلابہ راوی ہیں کہ ایک شخص سلمان رضی اللہ عنہ کے یہاں گیا، دیکھا کہ وہ بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہیں، پوچھا خادم کہاں ہے، کہا کام سے بھیجا ہے، مجھ کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دودو کاموں کا بار اس پر ڈالوں۔ (۳)

اس غیر معمولی سادگی کی وجہ سے لوگوں کو اکثر مزدور کا دھوکہ ہو جاتا تھا ایک مرتبہ ایک عبسی نے جانور کے لیے چارہ خریدا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کھڑے تھے، ان سے کہا، اس کو گھر تک پہنچا دو، وہ اٹھا کر لے چلے، راستہ میں لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے لائیے ہم پہنچا دیں۔ یہ حال دیکھ کر عبسی نے پوچھا یہ کون ہیں، لوگوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ وہ سن کر بہت نادم ہوا، اور کہا آپ تکلیف نہ کیجئے، لیکن انہوں نے فرمایا ”اس میں مجھے نیت کا ثواب مقصود ہے، اب میں اس بوجھ کو بغیر پہنچائے ہوئے نیچے نہیں رکھ سکتا“۔ (۴)

فیاضی:

فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ آپ کا نمایاں وصف تھا، آپ کو جس قدر وظیفہ ملتا تھا اس کو کل مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے، اور خود چٹائی بن کر معاش پیدا کرتے تھے اور چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی اصل سرمایہ کے لیے رکھ لیتے، ایک تہائی بال بچوں پر خرچ کرتے اور ایک تہائی خیرات کرتے تھے، ارباب علم کے بڑے قدر دان تھے، جب کوئی رقم ہاتھ آ جاتی تو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شائقین کو بلا کر کھلا دیتے تھے۔ (۵)

۱- ایضاً، ج ۲، ص ۵۷۲

۲- ابن سعد، جز ۴، ق ۱، ص ۶۲-۶۳

۳- ایضاً، ج ۲، ص ۵۷۲

۴- ایضاً، قسم ۱، ص ۶۴

۵- ایضاً، ج ۲، ص ۶۳

صدقات سے اجتناب:

صدقات سے بہت سخت پرہیز کرتے تھے، اگر کسی چیز میں صدقہ کا ادنیٰ شائبہ ہوتا تو اس سے بھی احتراز کرتے، ایک غلام نے خواہش کی کہ مجھ کو مکاتب بنا دیجئے، فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے، کہا میں لوگوں سے مانگ کر ادا کر دوں گا، فرمایا تم مجھ کو لوگوں کے ہاتھ دھوؤں کھلانا چاہتے ہو۔ (۱) (حالانکہ اس کا مانگانے کے لیے صدقہ تہرہ جاتا)۔

حلیہ: بال گھنے، کان لمبے اور دراز قامت تھے (۲)۔

۶۔ حکم روایت:

اس حدیث مبارکہ کو امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ اٹھارویں (۱۸) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند میں شیخ مروزی کے علاوہ تمام راوی کوفی ہیں۔
- ☆ سند میں محمد بن خازم ایسے راوی ہیں، کہ ان کے والد کے نام پر کسی اور راوی کا نام نہیں ہے۔
- ☆ سند میں بھانجے نے اپنے ماموں سے روایت کی ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں ہیں، اور ان کی والدہ کا نام ملیکہ بنت یزید بن قیس ہے۔
- ☆ سند میں حضرت اعمش، حضرت ابراہیم اور حضرت عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ تینوں تابعی ہیں، اس طرح اس روایت میں تین تابعین نے ایک دوسرے سے روایت بیان کی ہے۔
- ☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایسے صحابی ہیں، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اہل بیت قرار دیا۔
- ☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے طویل عمر پائی، آپ نے اڑھائی سو سال یا تین سو سال کی طویل عمر پائی۔

۸۔ لغات:

ان صاحبکم لیعلمکم: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سکھلاتے ہیں۔

حتى الخراء: قضاء حاجت بیٹھنے کا طریقہ۔

اجل نہاں۔ کیوں نہیں۔ بالکل۔

ان نستقبل القبلة بغائط او بول: قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

نستنجدی بایماننا: دائیں ہاتھ سے صفائی کرنا۔

نکتفی باقل من ثلاثة احجار: تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنا۔

۹۔ مسائل و نصائح:

اس حدیث مبارکہ میں چار باتیں بیان ہوئی ہیں۔

۱۔ آپ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم عطا کرنا۔ ۲۔ قبلہ کی طرف حالت قضاء میں چہرہ کرنا۔

۳۔ دائیں ہاتھ سے صفائی کرنا۔ ۴۔ صفائی کے لئے تین پتھروں سے کم استعمال نہ کرنا۔

ان میں سے دوسرے عنوان کی بحث حدیث نمبر ۲۰-۲۲ گزر چکی ہے، جبکہ تیسرے عنوان کی بحث آگے حدیث نمبر ۴۷-۴۹ کے تحت

آ رہی ہے، باقی دو عناوین کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆ یہ شخص مشرک یا منافق تھا، جس نے اسبزاء، مذاق اور تحقیر کی وجہ سے حضرت سلمان پر اعتراض کیا، جو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے

کمال حکمت و دانائی سے جواب دیا اور اس کے انداز کو نظر انداز کر دیا۔ (۱)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک تین پتھروں سے استنجاء کرنا واجب ہے، اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لئے جائے، تو اپنے ساتھ

تین پتھر لے جائے، جس سے استنجاء کرے، یہ تین پتھر اس سے کفایت کریں گے۔ (۲)

☆ علامہ الماوردی نے کہا ہے: جب آپ ﷺ نے تین پتھر لے جانے کا حکم دیا اور کفایت کو تین پتھروں پر معلق کیا، تو معلوم ہوا کہ تین

پتھروں سے استنجاء کرنا واجب ہے، اور اس سے کم پتھر کافی نہیں ہیں۔ (۳)

☆ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کمال پر محمول ہے یعنی کامل استنجاء تین پتھروں سے ہوگا، اور تین پتھروں سے کم سے بھی استنجاء صحیح ہے

کیونکہ باب مذکور کی اس حدیث میں یہ تصریح ہے، کہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دو پتھر اور گوبر لے کر آئے، تو آپ ﷺ نے دو پتھر لے لئے اور

گوبر کو پھینک دیا۔ اگر تین پتھر واجب ہوتے تو آپ ﷺ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے: جاؤ تیسرا پتھر بھی تلاش کر کے لاؤ۔

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ”مسند احمد“ میں یہی حدیث اس سند سے ہے: معمر از ابی

اسحاق از علقمہ از ابن مسعود، اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے، میرے پاس پتھر لاؤ۔ (۴)

☆ اس کا جواب یہ ہے کہ ضرور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو مغالطہ ہوا ہے، یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ”مسند احمد“ میں دو جگہ مذکور ہے، رقم:

۳۶۸۵ اور رقم: ۴۴۳۵، اور دونوں جگہ حافظ کے نقل کردہ اضافی الفاظ نہیں ہیں، البتہ ”مسند احمد“ رقم: ۴۲۹۹ میں یہ الفاظ ہیں: کہ آپ ﷺ نے گوبر

کو پھینک دیا اور فرمایا: میرے پاس پتھر لاؤ۔

☆ علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے: ان اضافی الفاظ کے بغیر یہ حدیث صحیح ہے، الفاظ کی یہ زیادتی اس وقت صحیح ہوتی، جب یہ ثابت ہوتا

کہ ابواسحاق السبعمی نے اس حدیث کو علقمہ بن قیس سے سنا ہے۔ (حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی یہی سند ذکر کی ہے، از ابی اسحاق از علقمہ

۱- حاشیہ سندھی، ص ۲۰

۲- ابوداؤد: ۴۰

۳- فتح الباری، ج ۱، ص ۶۹۸

۴- دارقطنی، ج ۱، ص ۵۵

ii- نسائی: ۴۴

از ابن مسعود۔ (۱) اور ابو حاتم اور ابو زرعد نے کہا ہے: کہ ابواسحاق نے علقمہ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ (۲)

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض باطل ہے، اور استنجاء کے لئے تین پتھر شرط نہیں ہیں، اور یہی

احناف کثر، ہم اللہ کا مذہب ہے والحمد للہ۔ (۳)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابواسحاق کا علقمہ سے سماع نہیں ہے، لیکن کراہیسی نے اس حدیث کا ان سے

سماع ثابت کیا ہے، اور اگر مان لیا جائے کہ یہاں کوئی راوی چھوٹا ہوا ہے تو حدیث مرسل ہمارے مخالفین کے نزدیک حجت ہوتی ہے، اور ہمارے

نزدیک بھی حجت ہوتی ہے، اگر اس کی قوت پر قرینہ ہو۔ (۴)

☆ میں کہتا ہوں کہ کراہیسی کی کیا اہمیت ہے؟ جب امام ابو حاتم اور حافظ ابو زرعد ایسے اکابر آئمہ یہ تصریح کر چکے ہیں، کہ ابواسحاق نے علقمہ

سے کوئی حدیث نہیں سنی، رہا علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کو مرسل کہنا، سو یہ بہت عجیب ہے، حدیث مرسل تو وہ ہوتی ہے، جس میں تابعی درمیان

سے صحابی کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے، خود حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مرسل کی یہ تعریف کی ہے:

هو ما سقط من اخره من بعد التابعي هو المرسل و صورته ان يقول التابعي سواء كان كبيرا او صغيرا قال رسول

الله صلی اللہ علیہ وسلم كذا۔

جس حدیث کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد راوی ساقط ہو، وہ حدیث مرسل ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ کم عمر ہو یا بزرگ،

وہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا۔ (۵)

اور یہاں صورت یہ ہے کہ ابواسحاق نے علقمہ سے روایت کی، اور علقمہ نے حضرت ابن مسعود سے، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے،

اور ابواسحاق اور علقمہ کے درمیان راوی چھوٹا ہوا ہے، تو یہ حدیث منقطع ہوئی، مرسل کیسے ہوگی؟ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جیسے ماہر فن حدیث کا اس کو

مرسل کہنا بہت عجیب اور باعث حیرت ہے! (۶)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطل البکری القرطبی المالکی لکھتے ہیں:

پتھروں کے عدد میں آئمہ کا اختلاف ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے: کہ تین پتھروں سے کم سے بھی استنجاء

کرنا جائز ہے، بہ شرطیکہ ان سے صفائی حاصل ہو جائے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تین پتھروں سے کم سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے، خواہ صفائی

حاصل ہو جائے۔

☆ جن احادیث میں تین پتھروں سے استنجاء کرنے کا حکم دیا ہے، ان کی توجیہ کرتے ہوئے علامہ ابن بطل لکھتے ہیں:

اور جائز ہے کہ تین پتھروں کو استحسان پر محمول کیا جائے، خواہ تین سے کم پتھروں سے صفائی حاصل ہو جائے، اس لئے کہ استنجاء پتھر سے

مسح کرنا ہے اور شریعت میں مسح میں تکرار واجب نہیں ہے، اس کی دلیل سر اور موزوں کا مسح ہے، نیز یہ وہ نجاست ہے، جس کا اثر معاف ہے، پس

ضروری ہے کہ اس میں مسح کا تکرار واجب نہ ہو، نیز اگر پتھر کی تین اطراف ہوں، تو وہ تین پتھروں کے قائم مقام ہے، اسی طرح جب ایک یا دو

۱- فتح الباری، ج ۱، ص ۶۹۸ - ۲- حاشیہ مسند احمد: ۲۲۹۹- ج ۱، ص ۲۵۰ - ۳- نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۶۲

۴- فتح الباری، ج ۱، ص ۶۹۸ - ۵- شرح نخبة الفکر مع شرحہ لعلی القاری، ص ۳۹۹-۴۰۰

۶- نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۶۲

پتھروں سے بھی نجاست زائل ہو جائے، تو وہ بھی تین پتھروں کے قائم مقام ہیں۔ (۱)

☆ شیخ محمد بن ابوبکر ابن قیم جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لئے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے۔ (۲) اگر کوئی شخص اپنے ساتھ کپڑے کا ٹکڑا لے گیا، جو پتھروں سے زیادہ صفائی کرتا ہو، تو وہ بھی جائز ہے، یا اون یا روئی یا ریشم کا ٹکڑا لے گیا، یا اس کی مثل کوئی اور چیز لے گیا، تو وہ بھی جائز ہے، کیونکہ شارع کی غرض صرف یہ ہے کہ نجاست زائل ہو جائے، اور صفائی حاصل ہو جائے، تو جس چیز سے پتھروں سے زیادہ صفائی حاصل ہو، اس سے استنجاء کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے۔ (۳)

☆ میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پتھروں کے بجائے ٹوائٹ پیپر رول سے استنجاء کرنا چاہیے، اول اس لئے کہ آج کل شہروں میں جو ٹوائٹ بنے ہوتے ہیں، ان میں پتھروں کے استعمال سے حرج ہوگا، اگر ٹوائٹ میں وہ پتھر ڈال دیئے جائیں تو ٹوائٹ بند ہو جائیں گے، نیز اس سے ہاتھ نجاست سے آلودہ بھی نہیں ہوں گے، اور اس کے بعد پانی سے استنجاء کر لیا جائے۔ (۴)

۸۔ خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔

☆ استنجاء کرنے کے لئے کم از کم تین پتھر یا ڈھیلے استعمال کرنے چاہیے۔

☆ تین کی تعداد استحباب پر محمول ہے، اگر ایک یا دو پتھروں سے نجاست زائل ہو جائے، تو بھی استنجاء جائز ہوگا۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس سے اگلی حدیث مبارکہ دو پتھروں کی نقل فرمائی ہے، اور اس سے بھی اگلی حدیث مبارکہ سے ایک پتھر سے استنجاء کا استدلال کیا ہے۔

☆ استنجاء میں اصل مقصود گندگی کا زائل کرنا ہے، اس لئے اگر وہ ایک پتھر سے بھی زائل ہو جائے، تو مقصود حاصل ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر ایک پتھر کی تین اطراف سے صفائی کر لی جائے، تو بھی درست ہے۔

☆ استنجاء کرنے میں اگر گندگی کو کسی کپڑے یا دیگر اشیاء سے زائل کیا، تو بھی جائز ہے۔

☆ گندگی کو دور کرنے کے لئے ٹشو پیپر استعمال کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ ٹشو بہر حال پتھر سے بہتر طریقے سے گندگی زائل کرتا ہے۔

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حکیمانہ جواب کے انداز سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ استاد، مبلغ، مربی اور عالم کو انتہائی سنجیدہ اور غیر جذباتی ہونا چاہیے۔

☆ سوال کرنے والا اگر درشت لہجہ اور تحقیرانہ انداز بھی اختیار کرے، تو مبلغ، استاد اور عالم کو پھر بھی سنجیدگی اور متانت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے، اور مافی الضمیر احسن انداز اور خوبصورت الفاظ کے ساتھ بیان کرنا چاہیے۔

☆ استنجاء کرنے کے لئے دیگر جدید ذرائع اور طرق استعمال کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس میں اصل مقصود صفائی حاصل کرنا اور گندگی زائل کرنا ہے۔

۱- شرح ابن بطلال، ج ۱ ص ۲۳۸-۲۳۷ ۲- سنن ابوداؤد ۴۰- سنن نسائی: ۲۳۳ iii- مسند احمد، ج ۶ ص ۱۰۸

۳- جامع الفقہ، ج ۱ ص ۱۳۸ ۴- نعمۃ الباری، ج ۱ ص ۵۶۳

دو ڈھیلوں سے استنجا کرنے کی اجازت

۳۸۔ باب الرُّخْصَةِ فِي الْاِسْتِجَابَةِ بِحَجَرَيْنِ

اس باب میں تین کی بجائے دو ڈھیلوں سے صفائی کرنے کی رخصت کا بیان ہے، اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تین پتھروں یا تین ڈھیلوں کی تعداد واجب نہیں ہے، بلکہ دو ڈھیلوں سے بھی استنجا کرنے کی اجازت ہے، اس سے پہلے باب میں تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنے کی ممانعت کا بیان تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے، اور مجھے تین ڈھیلے لانے کا کہا۔ مجھے دو ڈھیلے مل سکے اور تیسرا ڈھونڈنے کے باوجود نہ ملا، میں گوبر کا ٹکڑا ساتھ لے آیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ڈھیلے پکڑ لئے اور گوبر پھینک دیا اور فرمایا: یہ ناپاک ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رکس سے مراد جنات کا کھانا ہے۔

۴۲۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ - قَالَ: لَيْسَ أَبُو عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ - وَلَكِنْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ، وَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالتَّمَسْتُ الثَّلَاثَ فَلَمْ أَجِدْهُ فَأَخَذْتُ رُوْتَةً فَاتَمَّتْ بِهِنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَالْقَى الرَّوْتَةَ وَقَالَ: هَذِهِ رُكْسٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرَّكْسُ: طَعَامُ الْجِنِّ

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۵۶، ترمذی: ۱۷، ابن ماجہ: ۳۱۴، السنن الکبریٰ: ۴۳، ابن ابی شیبہ، ج ۱۴، ص ۲۲۳

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کے درج ذیل جملہ کی باب کے عنوان سے مطابقت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھر لے لئے۔ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجا کرنے کے لئے دو پتھر استعمال فرمائے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راویوں کا تذکرہ ہے، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ احمد بن سلیمان:

آپ کا نام ابوالحسن احمد بن سلیمان بن عبد الملک جزری رھاوی (م: ۲۶۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، حافظ

راوی ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ ابو نعیم:

آپ کا نام ابو نعیم فضل بن دکین عمرو بن حماد بن زہیر تیمی علانی کوفی (م: ۲۱۹ھ) ہے۔ آپ کنیت ابو نعیم سے مشہور ہیں، آپ روادے کے نویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، حافظ، مامون، کثیر الحدیث راوی ہیں، آپ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ کبار میں سے ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ زہیر:

آپ کا نام ابو خیشمہ زہیر بن معاویہ بن خدیج جعفی کوفی جزری (م: ۱۷۳ھ) ہے۔ آپ روادے کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، حافظ، مامون زاوی ہیں، البتہ ابواسحاق سے آخری عمر میں سماع کیا تھا۔ آپ نے تہتر سال کی عمر پائی۔ آپ کی ولادت (۱۰۰ھ) میں ہوئی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ ابواسحاق:

آپ کا نام ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبعی ہمدانی کوفی (م: ۱۲۹ھ) ہے، آپ روادے کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، عابد، تابعی راوی ہیں، البتہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۵۔ ابو عبیدہ:

آپ کا نام ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود ہذلی کوفی (م: ۸۱ھ) ہے، آپ روادے کے تیسرے طبقہ کبار سے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ بعض نے آپ کا نام عامر ذکر کیا ہے۔ آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کے بارے میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے یا کہ نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے کہ سماع ثابت نہیں ہے، جبکہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کو ثابت کیا ہے۔ دونوں کے دلائل کا خلاصہ علامہ غلام رسول سعیدی کی تحقیق کے مطابق درج ذیل ہے:

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ابواسحاق کی از ابو عبیدہ از ابن مسعود کی روایت سے عدول کیا ہے، حالانکہ یہ سند اعلیٰ تھی، کیونکہ حضرت ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سماع ثابت نہیں ہے، سو یہ روایت منقطع ہو جاتی، بلکہ انہوں نے ابواسحاق کی از عبدالرحمان الاسود از والد خود از ابن مسعود کی روایت کو ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ روایت متصل ہے۔ (۴)

حافظ محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے، سو وہ حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قائل کا یہ قول مردود ہے، کیونکہ امام طبرانی نے ”المعجم الاوسط“ میں اس سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے: زیاد بن سعد از ابی

ii۔ تاریخ الثقات، ج ۳، ص ۲۸۳

i۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۳۶

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۳۷۶

i۔ تاریخ ابی زرعہ، ص ۲۹۹

ii۔ تاریخ الثقات، ج ۳، ص ۳۶۶

i۔ تہذیب الکمال، ج ۲۲، رقم ۱۱۰

فتح الباری، ج ۱، ص ۶۹۸

الزبیر، انہوں نے کہا: مجھے یونس بن عتاب الکوئی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابو عبیدہ بن عبداللہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔

اس کے بعد علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابو عبیدہ کے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع پر دوسری دلیل یہ ہے کہ حاکم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں اس سند سے ایک حدیث ذکر کی ہے: ابواسحاق، ابو عبیدہ سے اور وہ اپنے والد (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور حافظ ذہبی نے بھی کہا: یہ سند صحیح ہے۔ (۱) اور امام ترمذی نے متعدد احادیث کو حسن قرار دیا ہے، جن میں ابو عبیدہ کی اپنے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: (۲)

۱۔ جب یوم بدر میں قیدیوں کو لایا گیا۔ (۳)

۲۔ جب آپ دو رکعت میں بیٹھے تو گویا آپ گرم پتھر پر تھے۔ (۴)

۳۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ (۵) کی تفسیر میں۔ (۶)

کہ اس استدلال پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ پہلی دو سندوں کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی نے یہ کہہ دیا ہے: کہ یہ حدیث حسن ہے، لیکن ابو عبیدہ کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے، تاہم تیسری حدیث کو ذکر کرنے کے بعد انہوں نے صرف اتنا کہا: کہ یہ حدیث حسن ہے۔ علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: کہ محدثین کے نزدیک حدیث حسن کی شرط یہ ہے، کہ اس کی سند متصل ہو، اگر ابو عبیدہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع نہ ہو، تو پھر یہ احادیث منقطع ہوں گی، اور پھر ان کو حسن قرار دینا صحیح نہیں ہوگا۔ (۷)

☆ نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابو عبیدہ نے اپنے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع نہ کیا ہو، کیونکہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ابو عبیدہ کی عمر سات سال تھی، اور متعدد اہل نقل نے تصریح کی ہے، کہ سات سال کی عمر میں مسافر محدثین سے بھی سماع صحیح ہے، تو ان محدثین سے سماع کیوں صحیح نہیں ہوگا، جو مقیم اور متوطن ہوں، اور سننے والے کے والد بھی ہوں۔ (۸)

۶۔ عبدالرحمن بن الاسود:

آپ کا نام ابو حفص عبدالرحمن بن اسود بن یزید نخعی کوئی (م: ۹۹ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، تابعی راوی ہیں۔ آپ نے اسی (۸۰) حج مبارک اور اسی (۸۰) ہی عمرے ادا کئے، آپ ہر روز سات سو رکعت پڑھتے، اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنے کا معمول تھا، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۹)

۱۔ المستدرک، ج ۲، ص ۵۷۲: ۴۰۹۱	۲۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۶۰-۵۶۱	
۳۔ سنن ترمذی: ۱۷۱۴	۴۔ سنن ترمذی: ۳۶۶	۵۔ آل عمران: ۱۶۹
۶۔ سنن ترمذی: ۳۰۱۱	۷۔ عمدۃ القاری، ج ۲، ص ۴۶۰	۸۔ عمدۃ القاری، ج ۲، ص ۴۶۱
۹۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۴۴۱	۱۰۔ عمدۃ القاری، ج ۲، ص ۴۵۹	

۷۔ عن ابیہ (الاسود):

اب کا نام ابو عمرو یا ابو عبد الرحمن اسود بن یزید بن قیس نخعی کوفی مخضرمی (م: ۷۳/۷۵ھ) ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، زاہد، عابد، تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۸۔ عبد اللہ: راجع: ۳۹

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ متعدد تابعات اور تلقی بالقبول کی بناء پر صحیح ہے۔ اس روایت کے صحیح ہونے اور قابل استدلال ہونے کے دلائل کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ اس حدیث کے ذیل میں امام ترمذی رحمۃ اللہ نے تین مرتبہ "قال ابو عیسیٰ" ذکر کیا ہے، درحقیقت پہلے قول سے ان کا مقصد اس حدیث کے اضطراب اسناد کی تشریح و توضیح ہے، اور دوسرے قول میں رفع اضطراب کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ، امام دارمی رحمۃ اللہ کی نیز اپنی رائے بیان کی ہے اور تیسرے قول میں امام بخاری رحمۃ اللہ کی رائے کی تردید کی ہے۔

☆ اس حدیث کے اضطراب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں مدار اسناد ابو اسحاق سبعی رحمۃ اللہ ہیں، اور یہ حدیث ان سے ان کے چھ شاگرد روایت کر رہے ہیں، اسرائیل بن یونس، قیس بن ربیع، معمر، عمار بن رزق، زہیر اور زکریا بن ابی زائدہ۔

☆ اضطراب دو طریقہ سے پایا جاتا ہے: ایک یہ کہ ابو اسحاق اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے درمیان دو واسطے ہیں یا ایک، زہیر دو واسطے بیان کرتے ہیں، یعنی "عن ابی اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیہ عن عبد اللہ" اور باقی پانچوں شاگرد صرف ایک واسطے ذکر کرتے ہیں۔

دوسرا اضطراب ان پانچوں کے درمیان واسطہ کی تعیین میں ہے، اسرائیل بن یونس اور قیس بن ربیع کی روایت میں واسطہ ابو عبیدہ ہیں، معمر اور عمار کی روایت میں واسطہ علقمہ ہیں، زکریا بن ابی زائدہ کی روایت میں عبد الرحمن بن یزید ہیں۔ (۲)

امام ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: کہ میں نے اس اضطراب کے بارے میں عبد اللہ بن عبد الرحمن یعنی امام دارمی رحمۃ اللہ سے پوچھا: کہ ان روایات میں سے کونسی روایت اصح ہے، تو وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکے، پھر امام بخاری رحمۃ اللہ سے پوچھا: تو انہوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا، لیکن ان کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے، کہ انہوں نے زہیر کی روایت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ انہوں نے جامع بخاری میں زہیر ہی کی روایت تخریج کی ہے۔ لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ان تمام روایات میں اسرائیل کی روایت زیادہ راجح اور اصح ہے، اس لئے کہ ابو اسحاق کے تمام شاگردوں میں اسرائیل سب سے زیادہ "اشبت" اور "احفظ" ہیں، چنانچہ عبد الرحمن بن مہدی فرماتے ہیں: کہ سفیان ثوری، ابو اسحاق سے جو حدیثیں روایت کرتے ہیں، میں نے انہیں صرف اس بناء پر چھوڑ دیا، کہ وہ روایات مجھے اسرائیل سے حاصل ہو گئی تھیں، چونکہ وہ ان کو زیادہ اتم طریقہ سے روایت کرتے تھے، اس لئے میں نے انہیں پر بھروسہ کیا، اس کے علاوہ زہیر کی حدیث میں قیس بن ربیع نے بھی اسرائیل کی متابعت کی ہے، جس

سے ان کی روایت اور زیادہ راجح ہو جاتی ہے، جبکہ ابواسحاق کے معاملہ میں زہیر اتنے قابل اعتماد نہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ زہیر نے جس وقت ابواسحاق کی شاگردی اختیار کی، یعنی ان سے حدیثیں لیں، اس وقت ابواسحاق اپنی عمر کے آخری دور میں تھے، اور ان کے حافظہ میں قدرے تغیر پیدا ہو گیا تھا، اسی لئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: کہ اگر کوئی حدیث زائدہ اور زہیر سے تم نے سنی ہو، تو اس بات کی پروا نہ کیا کرو، کہ کسی اور سے نہیں سنی، یعنی وہ ثقہ ہیں، سوائے حدیث ابی اسحاق کے یعنی یہ دو حضرات ویسے تو ثقہ ہیں، لیکن ابواسحاق سے ان کی روایات اتنی قابل اعتماد نہیں، ان وجوہ سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں زہیر کے مقابلہ میں اسرائیل کی روایت کو ترجیح دی ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کی ہے، کہ انہوں نے زہیر کی روایت کو کیوں راجح قرار دیا۔

☆ یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے ہے، مگر دوسرے محقق علماء اور محدثین نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے پر تنقید کی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری“ کی آٹھویں فصل میں، اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے پر اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کی ہے (۱)، اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید فرمائی ہے، اور متعدد وجوہ سے زہیر کی روایت کو اسرائیل کی روایت کے مقابلہ میں راجح قرار دیا ہے، اگرچہ اسرائیل کی روایت کو بھی صحیح کہا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: فی سیاق الاحادیث انتقدھا الدارقطنی علی البخاری وهو الحدیث الاول منها، مخطوطة فی مکتبتنا من غیر صفحة (۲)

زہیر کی روایت کی پہلی وجہ ترجیح یہ ہے کہ زہیر کے بہت سے متابعات موجود ہیں، چنانچہ معجم کبیر طبرانی کی روایت میں ابراہیم بن یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق نے زہیر کی متابعت کی ہے، چونکہ یہ روایت خود ابواسحاق کی ذریت سے مروی ہے، اس لئے اس کی متابعت بہت قوی ہے۔ اسی طریقہ سے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے معجم طبرانی کے حوالہ سے زہیر کا ایک اور متابع ذکر کیا ہے جو کہ ”یحییٰ بن ابی زائدۃ عن ابیہ عن ابی اسحاق“ کے طریق سے ہے، اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں زہیر کی روایت کا ایک متابع ”لیث بن ابی سلیم“ بھی موجود ہے، وہ اگرچہ حافظہ کے لحاظ سے کمزور ہیں، لیکن استشہاد اور متابعت کے لئے کافی ہیں، نیز شریک نے زہیر کی متابعت کی ہے، اور شریک قیس بن الربیع کے مقابلہ میں زیادہ قابل اعتماد ہیں، جبکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسرائیل کی روایت کی ایک وجہ ترجیح یہ بیان کی تھی، کہ قیس بن الربیع ان کے متابع ہیں، نیز ابن حماد حنفی اور ابو حریم نے بھی ان کی متابعت کی ہے۔

۲۔ دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زہیر کی جو روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: حدثنا زہیر عن ابی اسحاق قال لیس ابو عبیدۃ ذکرہ ولكن عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ انه سمع عبداللہ“ (۳) اس میں صراحتہً اسرائیل والے طریق کی تردید کی گئی ہے، اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ابواسحاق پہلے اس حدیث کو ابو عبیدہ سے روایت کرتے تھے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا کہ ابو عبیدہ کا سماع اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشکوک ہے، بعد میں ابواسحاق کو یہی روایت عبدالرحمن بن الاسود سے بھی مل گئی، جس پر کوئی اعتراض نہیں تھا، لہذا انہوں نے صراحتہً یہ بتا دیا کہ یہ حدیث میرے پاس صرف ابو عبیدہ کے طریق سے نہیں، بلکہ عبدالرحمن بن الاسود کے طریق سے بھی ہے، بہر حال ابواسحاق کی اس تصریح سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ زہیر کے سامنے حدیث بیان کرتے وقت ان کے ذہن میں دونوں طریق مستحضر تھے، اور ان میں سے انہوں نے عبدالرحمن بن الاسود کے طریق کو اختیار کیا، اور اس سے بڑی کوئی وجہ ترجیح نہیں ہو سکتی۔

۳- تیسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ ابو اسحق سبعمی مدلس ہے، لہذا ان کے عنعنہ کے مقابلہ میں تحدیث کا صیغہ راجح ہے، اب اسرائیل کے طریق میں وہ ابو عبیدہ سے عنعنہ کر رہے ہیں، اور یوسف بن ابی اسحق کے طریق میں، جوزہیر کے متابع ہیں، انہوں نے تحدیث کی تصریح کی ہے، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ زہیر کی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "وقال ابراہیم بن یوسف عن ابیہ عن ابی اسحق قال حدثنی عبدالرحمن" لہذا زہیر کے طریق میں تدلیس کا کوئی شبہ نہیں، جبکہ اسرائیل کے طریق میں یہ شبہ موجود ہے۔

۴- چوتھی وجہ ترجیح علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدة القاری" میں یہ بیان فرمائی ہے: کہ اسرائیل کی روایات میں خود اختلاف ہے۔ چنانچہ روایت میں ان کی روایت زہیر کی روایت کے بالکل مطابق ہے، اگرچہ بعض میں اختلاف ہے، جبکہ زہیر کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں۔

واسرائیل قد اختلف علیہ فرواہ کرویۃ زہیر، ورواہ عباد القطوانی وخالد العبدعنه عن ابی اسحق عن علقمة عن عبداللہ، ورواہ الحمیدی عن ابی عیینة عنه عن ابی اسحق عن عبدالرحمن بن یزید ذکرہ الدارقطنی والعدوی فی مسندہ، زہیر لم یختلف علیہ۔ (۱)

۵- امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسرائیل کی جلالت قدر بیان کرنے کے لئے عبدالرحمن بن مہدی کا قول پیش کیا ہے، لیکن علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدة القاری" میں "معجم اسماعیلی" وغیرہ کے حوالہ سے بعض محدثین کے اقوال ذکر کئے ہیں، جن سے زہیر کو اسرائیل کے مقابلہ میں ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

واما ترجیح الترمذی حدیث اسرائیل علی حدیث زہیر فمعارض بما حکاہ الاسماعیلی فی صحیحہ، لانہ رواہ من حدیث یحییٰ بن سعید و یحییٰ بن سعید لا یرضی ان یاذعن زہیر فی ابی اسحق مالیس بسماع، وقال الاجری سالت ابا داؤد عن زہیر واسرائیل عن ابی اسحق فقال: "زہیر فوق اسرائیل کثیر" (۲)

☆ ان وجوہ کی بناء پر دیگر محدثین اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زہیر کی روایت کو ترجیح دی ہے، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زہیر ہی روایت تخریج کی ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دقت نظر اور فراست کا پتہ چلتا ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (۳)

☆ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسرائیل کے طریق کو راجح قرار دیا، لیکن بعد میں اس پر یہ اعتراض کیا: کہ ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کا سماع حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے۔ لہذا یہ روایت منقطع ہے، شوافع امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بنیاد بنا کر حنفیہ کے اس استدلال پر انقطاع کا اعتراض کرتے ہیں، حنفیہ کی طرف سے اس کے تین جوابات دیئے گئے ہیں:

- ۱- ایک جواب تو وہی ہے کہ محققین کے نزدیک اسرائیل کے بجائے زہیر کا طریق راجح ہے، اور اس میں ابو عبیدہ نہیں ہیں۔
- ۲- دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض اسرائیل کے طریق کو اختیار کیا جائے، تب بھی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا محققین کے نزدیک ناقابل قبول ہے، کہ ابو عبیدہ نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدة القاری" میں اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کی ہے، اور ابو عبیدہ کے سماع کے متعدد دلائل پیش کئے ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے، کہ ابو عبیدہ کا سماع اپنے والد سے ثابت ہے، کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ابو عبیدہ کی عمر سات سال تھی، اور یہ عمر تحمل روایت کے لئے کافی ہے، اس لئے محض ان کی کم سنی سے، عدم سماع پر استدلال درست نہیں۔

۳۔ تیسرے اگر بالفرض ابو عبیدہ کا اپنے والد سے بلا واسطہ سماع نہ ہو، تب بھی محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ اعلم الناس بعلم ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ ”ابو عبیدہ اعلم بعلم ابن مسعود رضی اللہ عنہ من حنیف بن مالک و نظرائہ“ اس وجہ سے امت نے اس حدیث کو با اتفاق قبول کیا ہے، یہ جواب راجح ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ ایک حدیث منقطع ہونے کے باوجود صحیح اور قابل استدلال ہوتی ہے، جس کی وجہ یا تو امت کی تلقی بالقبول ہوتی ہے، یا یہ کہ انقطاع کرنے والا راوی بہت زیادہ قابل اعتماد ہوتا ہے، یہاں یہ دونوں چیزیں پائی جا رہی ہیں۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سابعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ دوسری حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ احمد بن سلیمان مروزی سے آئمہ صحاح ستہ میں سے کسی اور نے حدیث روایت نہیں کی۔
- ☆ سند میں شیخ مروزی کے علاوہ تمام راوی کوفی ہیں۔
- ☆ یہ بیٹے (عبدالرحمن) کی باپ (اسود) سے روایت ہے۔
- ☆ سند میں امام ابواسحاق نے درج ذیل الفاظ کہے: قال لیس ابو عبیدہ ذکرہ ولكن عبدالرحمن بن الاسود: اس سے مراد یہ ہے کہ ابواسحاق کے پاس دو سندوں سے روایت موجود ہے:

i- ابو عبیدہ عن عبداللہ بن مسعود

ii- عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ انہ سمع عبداللہ بن مسعود

- ☆ لیکن یہاں پر وہ پہلی سند کی بجائے دوسری سند سے بیان کر رہے ہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے اپنے والد سے سماع پر بعض لوگوں نے کلام کیا ہے۔ اس لئے امام ابواسحاق کے نزدیک عبدالرحمن بن الاسود والی سند اعلیٰ ہے۔
- ☆ سند کے آخری راوی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں، ان سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ یہ قاعدہ ہے، جب بھی حدیث مبارکہ میں کوئی رواۃ کے بارے میں مطلقاً عبداللہ آئے گا، اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں گے۔
- ☆ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً عبداللہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل محامل بیان فرمائے ہیں۔

جب مطلقاً عبداللہ احادیث میں مذکور ہو، تو درج ذیل مراد ہوتے ہیں:

- ۱۔ اہل کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- ۲۔ اہل مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
- ۳۔ اہل مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
- ۴۔ اہل بصرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
- ۵۔ اہل مصر و شام میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص

☆ سند میں چار تابعین کرام حضرت ابواسحاق، حضرت ابو عبیدہ، حضرت عبدالرحمن اور حضرت اسود رضی اللہ عنہ مذکور ہیں۔

- ☆ سند میں تین تابعین کرام نے ایک دوسرے سے روایت بیان کی ہے۔
- ☆ امام ابواسحاق کی دونوں سندوں میں دو بیٹوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت احمرنا، حدثنا، قال، سمع ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

- امدنی ان اتیه بثلاثة اعجار: آپ ﷺ نے مجھے تین پتھر لانے کا حکم دیا۔
- فاخذت روائه: میں ایک ٹکڑا گوبر کا لے آیا۔
- فاخذ الحجرین والقی الروثه: آپ ﷺ نے دو پتھر لے لئے اور گوبر پھینک دیا۔
- رکس: ناپاک۔

۷۔ مسائل ونصائح:

راجع: ۴۱

۸۔ خلاصہ:

- ☆ اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔
- ۱۔ زیادہ اچھی اور کامل بات یہی ہے کہ صفائی کے لئے تین ڈھیلے استعمال کئے جائیں۔
- ۲۔ تین کا عدد وجوب کے لئے نہیں، بلکہ دو پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔
- ۳۔ ناپاک اور پلید چیز سے استنجاء نہیں کرنا چاہیے۔
- ۴۔ استنجاء میں اصل مقصود گندگی کا زائل کرنا ہے۔

۳۹۔ باب الرُّخْصَةِ فِي الْإِسْتِجَابَةِ بِحَجَرٍ وَوَاحِدٍ

اس باب میں ایک پتھر یا ڈھیلے سے استنجاء کرنے کی اجازت کا بیان ہے، اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ استنجاء کرنے کے لئے ڈھیلوں کی تعداد تین یا دو ہونا واجب نہیں ہے، بلکہ ایک ڈھیلے کے ساتھ بھی استنجاء کیا جاسکتا ہے۔ اس سے پہلے باب میں دو پتھروں کے ساتھ استنجاء کرنے کی رخصت کا بیان تھا۔

۴۳۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، حَدِيثَ سَلْمَةَ بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَعَةَ رَوَيْتَ هُوَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَأَوْتِرْ
عَنْ هَلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَأَوْتِرْ
عَنْ هَلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَأَوْتِرْ

۱۔ اطراف:

ترمذی: ۷۲، ابن ماجہ: ۴۰۶، احمد: ۱۸۸۳۹-۱۸۸۴۰، السنن الکبریٰ: ۳۳، ۴۴، ۴۵، تقدم: ۸۹

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت یہ ہے کہ طاق کا لفظ ایک، تین۔ پانچ، سب طاق عددوں کو شامل ہے۔ اس طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ایک مراد لیا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ اسحاق بن ابراہیم: راجع: ۲

۲۔ جریر: ایضاً

۳۔ منصور: ایضاً

۴۔ حلال بن یساف:

آپ کا نام ابوالحسن حلال بن یوسف کوفی اشجعی ہے۔ آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی، کوفی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ نے آپ سے روایات بیان کی ہیں، البتہ امام بخاری نے تعلیقاً روایت بیان کی ہے۔ (۱)

۵۔ سلمہ بن قیس:

آپ کا نام سلمہ بن قیس اشجعی جرمی ہے۔ آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے کوفہ میں رہائش اختیار فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے سات احادیث مروی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران کی بعض مہمات میں سربراہ فوج رہے۔ امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور ابن ماجہ نے آپ سے روایت بیان کی ہے۔ (۲)

۱۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۳۰ ii۔ تاریخ الثقات، ص ۳۶۰

۲۔ i۔ التاريخ الکبیر، ج ۴، رقم ۱۹۸۸ ii۔ الاصابۃ، ج ۲، رقم ۳۳۱۱

۴۔ حکم روایت:

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ انیسویں (۱۹) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی کوفی ہیں، صرف ابن راہویہ مروزی ہیں۔
- ☆ حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے صرف دو شیوخ حلال بن سیاف اور ابواسحاق نے روایات بیان کی ہیں۔
- ☆ حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے صحاح ستہ میں یہی ایک حدیث مروی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، انبانا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

اذا استجمرت: جب تو چھوٹے پتھر استعمال کرے، مراد ہے استنجا کرے۔

فاوتر: تو پتھر طاق استعمال کر۔ یعنی ایک تین، پانچ وغیرہ۔

۷۔ مسائل و نصاب:

☆ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ استنجا کے لئے پتھروں کا کوئی عدد مسنون ہے یا نہیں؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ اور اہل ظاہر کے نزدیک استنجا میں انقاء اور تثلیث احجار واجب ہے اور ایثار مستحب ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف انقاء واجب ہے، تثلیث مسنون اور ایثار مستحب ہے، اور تثلیث کا ذکر ان کے نزدیک احادیث میں اس لئے آتا ہے، کہ عموماً اس عدد سے انقاء ہو جاتا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تثلیث کے وجوب پر حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں، کیونکہ اس میں تین سے کم پتھروں کی ممانعت کی گئی ہے، اس کا جواب گذر چکا ہے کہ چونکہ عموماً انقاء تین ہی پتھروں سے ہوتا ہے، اس لئے اس سے کم کی ممانعت کی گئی ہے، لیکن اگر انقاء اس سے کم میں ہو جائے، تو بھی جائز ہے۔

احناف کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ابو داؤد، ابن ماجہ، دارقطنی، مستدرک حاکم، بیہقی، طحاوی، ابن حبان و طبرانی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رحمۃ اللہ علیہ کی مرفوع حدیث ہے: "من استجمر فلیوتر من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج۔" (۱)

اس میں تصریح ہے کہ ایثار مستحب ہے، واجب نہیں، امام بیہقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس سے ایثار کا استحباب ثابت ہوتا ہے، نہ

کہ تثلیث کا، اس کا جواب یہ ہے کہ ایتار عام ہے اور تثلیث خاص، اور عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث میں ایتار سے مراد ایتار مافوق الثلث ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ اسی حدیث کے آخر میں بعض روایات میں یہ اضافہ ہے: ”فان اللہ وتر یحب الوتر اما تری السموت سبعاً والارضین سبعاً“ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (۱) کتاب الطہارۃ، من استجمعہ فلیوتر کے تحت روایت کی ہے، اس کے تحت حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ”منکرو الحارث لیس بعمدة“ دوسرا جواب حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے میں دیا ہے: (۲) کہ اگر اس حدیث سے استدلال درست ہو تو بھی سات آسمانوں کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ پیچھے جس ایتار کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد مافوق الثلث ہے، کیونکہ اگر ایسا ہو تو ماننا پڑے گا کہ سات پتھروں سے مسنون و مستحب ہے، حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

احناف کی اس حدیث پر تیسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے، کہ اس حدیث کو علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ یہ حصین الحبرانی الحمیری سے منقول ہے، اور وہ مجہول ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تقریب“ میں لکھا ہے ”مجہول من السادسة“ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”میزان“ میں لکھتے ہیں: ”لا یعرف من التابعین“

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ حدیث یقیناً قابل استدلال ہے، اس لئے کہ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے، اور حضرت ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دے کر اس کی اپنی صحیح میں تخریج کی ہے (۳)، اور خود حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تلخیص المستدرک“ کتاب الاثریہ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، علاوہ ازیں خود حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت ”ومن لافلاحرج“ کی زیادتی کو ”حسن الاسناد“ قرار دیا ہے، لہذا اگر حصین حبرانی کی جہالت مضر ہوتی، تو یہ حضرات اس حدیث کو کیسے صحیح قرار دے سکتے تھے، لہذا یا تو حصین کی جہالت قابل تحمل ہے، یا ان کے متابعات موجود ہیں، اور بہر صورت حدیث سے استدلال درست ہے۔

۲۔ ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے: ”قالت: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا ذهب احدکم الی الغائط فلیذهب معہ بثلثة احجار یستطیب بہن فانہا تجزی عنہ“ (۵) (۶)

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تخریج کرنے کے بعد لکھا ہے: ”هذا اسناد صحیح“ اس میں ”فانہا تجزی عنہ“ کا جملہ بتلا رہا ہے، کہ مقصود اصلی انقاء ہے، اور کوئی عدد مخصوص مقصود بالذات نہیں، لہذا جہاں تثلیث کا حکم دیا گیا ہے، وہاں منشاء یہ ہے کہ یہ عدد انقاء کے لئے کافی ہے۔

۳۔ مجمع طبرانی میں حضرت ابویوب انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوعاً اسی معنی کی ایک حدیث منقول ہے:

اذا تغوط احدکم فلیمسح بثلثة احجار فان ذلك كافیه

علامہ بیہقی یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: ”رجالہ موثقون الا ان ابا شعیب صاحب ابی ایوب لم ار فیہ تعدیلاً ولا جرحاً“ (۷)

- | | | |
|-----------------------------|---------------------------|--------------------------------|
| ۱۔ مستدرک، ج ۱، ص ۱۵۸ | ۲۔ نصب الرایۃ، ج ۱، ص ۲۱۸ | ۳۔ موارد النظمآن، ص ۶۲ |
| ۴۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۲۰۲ | ۵۔ ابوداؤد، ج ۱، ص ۶ | ۶۔ معارف السنن، ج ۱، ص ۱۱۸: ۱۲ |
| ۷۔ مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۲۱۱ | | |

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اگلے باب میں آرہی ہے: "قال خرج النبی ﷺ لحاجته فقال: التمس لی ثلاثة احجار قال فاتیتہ بحجرین وروثة فاخذ الحجرین والقی الروثة وقال: انہار کس" امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی احناف کے مسلک پر اسی روایت سے استدلال کیا ہے، یعنی اگر تین ضروری ہوتے تو آپ ﷺ ایک پتھر اور ضرور منگواتے۔

☆ احناف کی ایک دلیل پر شافعیہ نے متعدد اعتراضات کئے ہیں، مثلاً امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ یہی حدیث مسند احمد، بیہقی اور دارقطنی میں عبدالرزاق عن معمر عن ابی اسحاق عن علقمة عن عبداللہ کے طریق سے آئی ہے، جس میں 'فانہار کس' کے بعد آنحضرت ﷺ کا ارشاد بھی موجود ہے: "ائتنی بحجر" (۱) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دو پتھروں پر اکتفاء نہیں فرمایا۔

☆ علامہ عینی رحمہ اللہ نے "عمدة القاری" میں اور حافظ زیلیعی رحمہ اللہ نے "نصب الراية" میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: کہ یہ زیادتی جس سند سے منقول ہے وہ قابل اعتماد نہیں، کیونکہ ابواسحاق کا سماع علقمہ سے نہیں، حافظ زیلیعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ خود امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس مقام پر تو اس روایت پر کوئی کلام نہیں کیا، لیکن "الذیات، باب الذیۃ الخماس" میں صراحة لکھا ہے کہ ابواسحاق نے علقمہ سے کچھ نہیں سنا، اذریہ بات خود ابواسحاق کے اقرار و اعتراف سے ثابت ہے، لہذا یہ حدیث منقطع ہے، اور قابل استدلال نہیں۔ (۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ کراہیسی نے تصریح کی ہے کہ ابواسحاق نے یہ حدیث علقمہ سے سنی تھی، لیکن ظاہر ہے کہ کراہیسی کا قول خود ابواسحاق کے اپنے قول کا معارضہ نہیں کر سکتا، اس لئے حافظ صاحب رحمہ اللہ کی یہ جواب دہی مفید نہیں۔ (۳)

دوسرا جواب: حافظ نے یہ دیا ہے کہ اگر سماع نہ ہو، تب بھی یہ حدیث مرسل ہوگی، اور مرسل حنفیہ کے نزدیک حجت ہے، یعنی حنفیہ قرون ثلاثہ میں انقطاع کو موجب ضعف نہیں مانتے۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ جواب ان کی جلالت قدر سے بڑا عجیب معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ مرسل حنفیہ کے نزدیک علی الاطلاق حجت نہیں، بلکہ اس کی حجت کے لئے چند شرائط ہیں، مثلاً ایک شرط یہ ہے کہ ارسال کسی ایسے شخص نے کیا ہو، جو ثقہ سے ہی روایت کرتا ہو، دوسری یہ شرط ہے کہ وہ بصیغہ بجزم روایت کرے اور "عن" صیغہ بجزم نہیں اور یہاں روایت عن سے ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مذکورہ اعتراض کا ایک مضبوط جواب یہ بھی ہے: کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی سند میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے، اس اضطراب کو رفع کرنے کے لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسرائیل کے طریق کو راجح قرار دیا اور امام بخاری رحمہ اللہ نے زہیر کے طریق کو، اور خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "هدی الساری مقدمۃ فتح الباری" (ج ۲، ص ۱۰۸) میں یہ تصریح کی ہے کہ اس حدیث کے صرف دو طریق ہی صحیح ہیں، باقی کوئی طریق صحیح نہیں، اور جس طریق میں "ائتنی بحجر" کی زیادتی منقول ہے، وہ ان دونوں طریق کے علاوہ ہے، نتیجہ یہ کہ خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اعتراف سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ "ائتنی بحجر" والا طریق صحیح نہیں، اور اگر اس طریق کو بھی صحیح قرار دیا جائے، تو اصل حدیث کا اضطراب رفع کرنے کی کوئی صورت نہیں، خلاصہ یہ کہ معمر کے جس طریق میں "ائتنی بحجر" کی زیادتی منقول ہے، وہ فنی نقطہ نظر سے قابل استدلال نہیں۔

☆ حافظ رحمہ اللہ کے مذکورہ جواب کا علامہ عینی رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا: کہ دراصل انقطاع کے اثبات سے ہمارا مقصد شافعیہ کو الزام دینا ہے، کہ یہ آپ کے مسلک پر صحیح نہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ کے اس جواب سے شافعیہ کو الزام تو دیا جاسکتا ہے، مگر حنفیہ کا مسلک ثابت نہیں ہوتا۔ لہذا صحیح جوابات وہی ہیں جو ماقبل میں گذرے۔

☆ احناف کی استدلال ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اگر ”انتہی بحجر“ کی زیادتی روایت ثابت نہ ہو، تو بھی حدیث باب میں یہ احتمال موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گوبر پھینکنے کے بعد کوئی تیسرا پتھر خود اٹھا لیا ہو، یا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منگا لیا ہو، کیونکہ ”عدم الذکر عدم الشیء“ کو تسلیم نہیں ہوتا، ”واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال“

یہ اعتراض بلاشبہ وزنی ہے، چنانچہ بہت سے علماء حنفیہ نے اس اعتراض کو تسلیم کیا ہے، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے ”الورد الشذی“ میں فرمایا کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال تام نہیں، ان کے علاوہ صاحب ہدایہ نے بھی شاید اسی لئے اس مسئلہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بطور دلیل ذکر نہیں کیا بلکہ ”من استجمر فلیوتر“ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، البتہ بعض حضرات نے اس اعتراض کا جواب دینے کی کوشش کی ہے، جن میں بہتر جواب یہ ہے کہ ”السکوت فی معرض البیان یقوم مقام النفی“ یہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا منشاء آداب استنجاء کو بیان کرنا ہے، لہذا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرا پتھر منگوا لیا ہوتا تو وہ اس کا تذکرہ ضرور فرماتے، نیز سیاق حدیث یہ بتلا رہا ہے کہ وہ جگہ ایسی تھی کہ جہاں پتھر نہیں مل رہے تھے، اسی لئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک گوبر کا ٹکڑا اٹھالائے تھے، ایسے مقام پر اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تیسرا پتھر منگوانے کا اہتمام کیا ہوتا، تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کا ضرور تذکرہ فرماتے۔ (۱)

۸۔ خلاصہ:

- ☆ استنجاء کے لئے ایک پتھر کا استعمال بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس سے صفائی حاصل ہو جائے۔
- ☆ استنجاء میں صفائی حاصل کرنا واجب، تین پتھروں یا ڈھیلوں کا استعمال سنت اور طاق کا استعمال مستحب ہے۔
- ☆ امام نسائی رحمہ اللہ کا اس باب کو قائم کرنے اور حدیث کو ذکر کرنے سے مقصود یہ بھی ہے کہ تین یا دو پتھروں کا استعمال واجب نہیں ہے، بلکہ ایک پتھر یا ڈھیلے سے بھی صفائی کرنا جائز ہے۔
- ☆ اگر نجاست مخرج سے بقدر درہم تجاوز کر جائے، تو پانی کا استعمال کرنا لازم ہے۔
- ☆ استنجاء صرف ان چیزوں سے جائز ہے، جو مکرم نہ ہوں، کسی مخلوق کی خوراک نہ ہوں، ناپاک نہ ہوں اور نقصان دہ نہ ہوں۔

۴۰۔ باب الاجتزاء فی الاستطابۃ

استنجاء کے لئے صرف

بالحجارة دون غیرہا

ڈھیلے کافی ہیں

اس باب میں اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ استنجاء کرنے کے لئے صرف پتھر، ڈھیلے یا ان جیسی اور چیزوں سے صفائی حاصل کرنا کافی ہے، بعد میں پانی استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً روئی، لکڑی، ریت، نشو پتھر سے اگر صفائی حاصل ہوگئی، تو بعد میں پانی کے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے پہلے باب میں ایک پتھر سے استنجاء کرنے کا بیان تھا۔

۴۳۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ قُرْطِبٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا فَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ، فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فَلْيَسْتَطِبْ بِهَا؛ فَإِنَّهَا تَجْزِي عَنْهُ

حضرت عائشہ صدیقہ عقیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کو جائے، تو اسے چاہیے کہ تین پتھر ساتھ لے جائے، ان کے ساتھ صفائی حاصل کرے، کیونکہ وہ اسے کافی ہیں۔

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۴۰، احمد: ۲۳۸۲۵، ۲۵۰۶۶، ۲۵۰، دارقطنی: ج ۱، ص ۵۲-۵۵، السنن الکبریٰ: ۴۲

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ اس آخری جملہ میں ہے: استنجاء کے لئے تین پتھر ساتھ لے جائے، وہ اسے کافی ہیں۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبہ: راجع:

۲۔ عبدالعزیز:

آپ کا نام عبدالعزیز بن ابو حازم سلمہ بن دینار مدنی (م: ۱۸۴ھ) ہے، آپ نے مسجد نبوی شریف میں حالت سجدہ میں وفات پائی۔ آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، فقیہ، صالح الحدیث، کثیر الحدیث راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ ابو حازم:

آپ کا نام ابو حازم سلمہ بن دینار اعرج، اوثمار، قاص مدنی (م: ۱۳۵ھ) ہے، آپ اسود بن سفیان کے مولیٰ ہیں۔ آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، عابد راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت و اتقان پر متفق ہیں، آپ نے منصور کے دور خلافت میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

i- طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۲۲

۱۔ الجرح والتعديل، ج ۵، ص ۳۸۲

ii- تاریخ الثقات، ص ۱۹۶

۲۔ العلل، ج ۱، ص ۱۹۷

۴۔ مسلم بن قرط:

آپ کا نام مسلم بن قرط مدنی ہے، آپ روایۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صدوق، خاطر راوی ہیں۔ امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے

روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ عروہ:

آپ کا نام ابو عبد اللہ عروہ بن زبیر بن عوام مدنی (م: ۹۴ھ) ہے، آپ روایۃ کے دوسرے طبقہ کبار سے ثقہ، فقیہ، ثابت، مشہور، عالم، مامون، تابعی راوی ہیں۔ آپ طبقہ تابعین کے اہل علم میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، آپ فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی سگی خالہ ہیں۔ آپ کی ولادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اوائل میں ہوئی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ہر رات ایک چوتھائی قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ بعض نے کہا ہے: کہ آپ کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں ہے، اور مرسل روایات کرتے

ہیں۔ (۲)

۶۔ عائشہ: راجع: ۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ انیسویں (۱۹) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی مدنی ہیں، صرف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ قتیبہ بن سعید بغلانی ہیں۔
- ☆ یہ روایت بیٹے (عبد العزیز) کی باپ (ابو حازم) سے ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ یہ تابعی کی غیر تابعی سے روایت ہے، کیونکہ ابو حازم تابعی ہیں اور حضرت مسلم بن فرط تابعی نہیں ہیں، بلکہ تبع تابعی ہیں۔
- ☆ حضرت عروہ بن زبیر سات فقہاء مدینہ میں سے ہیں، جن کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ان سات کا اجماع تمام اہل علم کے اجماع کی طرح ہے۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سات مکثرین سبعہ میں سے ہیں، جن سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث مروی ہیں۔

۸۔ لغات:

اذا ذهب احد کم الی الغائط: جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کے لئے جائے۔

فلیذهب معہ بثلاثة احجار: اسے چاہئے کہ اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے۔

فلیستطب بہا: اس سے صفائی حاصل کرے۔

فانہا تجزی عنہ: وہ اسے (صفائی کے لئے) کافی ہیں۔

۹۔ مسائل و نصائح:

☆ اس حدیث سے ایک ڈھیلے کے کافی ہونے پر استدلال کرنا کمزور ہے، کیونکہ یہاں ایک ڈھیلے کی صراحت نہیں۔ امام صاحب کا استدلال ”طاق“ کے لفظ سے ہے کہ وہ ایک کو بھی شامل ہے، حالانکہ دوسری احادیث میں تین سے کم کی صریح نفی ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث (۴۱) میں اور صحیح مسلم میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تین ڈھیلوں سے کم سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (۱) کسی ایک حدیث کو دوسری سے قطع نہیں کیا جاسکتا، روایات کو ملانے سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں ”طاق“ سے مراد تین یا تین سے اوپر طاق عدد ہے، کیونکہ اصول یہ ہے کہ مطلق دلیل کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ احادیث میں کم از کم تین پتھروں پر اکتفا کرنے کی اجازت ہے، اس سے کم پر نہیں، کیونکہ ایسا کرنا شرعاً ممنوع ہے، البتہ مجبوری کی حالت میں کہ جب تین ڈھیلے نہ ملتے ہوں، تو دو یا ایک ڈھیلا استعمال کرنا جائز ہے یا ایک ڈھیلا تین دفعہ استعمال کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ عام حالات کو مجبوری کی صورتوں پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ اعلم۔ (۲)

☆ نجاست کی بحث:

نجاست دو قسم پر ہے:

ایک وہ جس کا حکم سخت ہے اس کو غلیظہ کہتے ہیں، دوسری وہ جس کا حکم ہلکا ہے، اس کو خفیفہ کہتے ہیں۔

☆ نجاست غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درہم سے زیادہ لگ جائے، تو اس کا پاک کرنا فرض ہے، بے پاک کئے نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں، اور قصد اُپڑھی تو گناہ بھی ہوا، اور اگر بہ نیت استخفاف ہے، تو کفر ہوا، اور اگر درہم کے برابر ہے، تو پاک کرنا واجب ہے، کہ بے پاک کئے نماز پڑھی تو مکروہ تحریمی ہوئی، یعنی ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے، اور قصد اُپڑھی تو گنہگار بھی ہوا، اور اگر درہم سے کم ہے، تو پاک کرنا سنت ہے، کہ بے پاک کئے نماز ہوگی مگر خلاف سنت ہوئی اور اس کا اعادہ بہتر ہے۔

☆ اگر نجاست گاڑھی ہے جیسے پاخانہ، لید، گوبر تو درہم کے برابر، یا کم، یا زیادہ کے معنی یہ ہیں: کہ وزن میں اس کے برابر یا کم یا زیادہ ہو، اور درہم کا وزن شریعت میں اس جگہ ساڑھے چار ماشے اور زکوٰۃ میں تین ماشہ رتی (۱۷۵) ہے، اور اگر تپلی ہو، جیسے آدمی کا پیشاب اور شراب تو درہم سے مراد اس کی لمبائی چوڑائی ہے، اور شریعت نے اس کی مقدار ہتھیلی کی گہرائی کے برابر بتائی، یعنی ہتھیلی خوب پھیلا کر ہموار رکھیں، اور اس پر آہستہ سے اتنا پانی ڈالیں کہ اس سے زیادہ پانی نہ رک سکے، اب پانی کا جتنا پھیلاؤ ہے، اتنا بڑا درہم سمجھا جائے، اور اس کی مقدار تقریباً یہاں کے روپے کے برابر ہے۔ (۳)

☆ نجس تیل کپڑے پر گرا اور اس وقت درہم کے برابر نہ تھا، پھر پھیل کر درہم کے برابر ہو گیا، تو اس میں علماء کو بہت اختلاف ہے، اور راجح یہ ہے کہ اب پاک کرنا واجب ہو گیا۔ (۱)

☆ نجاست خفیفہ کا یہ حکم ہے کہ کپڑے کے حصہ یا بدن کے جس عضو میں لگی ہے، اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے (مثلاً دامن میں لگی ہے تو دامن کی چوتھائی سے کم، آستین میں اس کی چوتھائی سے کم، یوہیں ہاتھ میں ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہے)، تو معاف ہے، کہ اس سے نماز ہو جائے گی، اور اگر پوری چوتھائی میں ہو تو بے دھوئے نماز نہ ہوگی۔ (۲)

☆ نجاست خفیفہ اور غلیظہ کے جو الگ الگ حکم بتائے گئے، یہ اسی وقت ہیں کہ بدن یا کپڑے میں لگے، اور اگر کسی تپلی چیز جیسے پانی یا سرکہ میں گرے تو چاہے، غلیظہ ہو یا خفیفہ، کل ناپاک ہو جائے گی، اگرچہ ایک قطرہ گرے، جب تک وہ تپلی چیز حد کثرت پر یعنی وہ درود نہ ہو۔ (۳)

☆ انسان کے بدن سے جو ایسی چیز نکلے کہ اس سے غسل یا وضو واجب ہو، نجاست غلیظہ ہے، جیسے پاخانہ، پیشاب، بہتا خون، پیپ، منہ بھرتے، حیض و نفاس و استحاضہ کا خون، منی، مذی، ودی۔ (۴)

☆ شہید فقہی کا خون جب تک اس کے بدن سے جدا نہ ہو پاک ہے۔ (۵)

☆ دکھتی آنکھ سے جو پانی نکلے، وہ نجاست غلیظہ ہے، یوہیں ناف یا پستان سے درد کے ساتھ پانی نکلے، نجاست غلیظہ ہے۔ (۶)

☆ بلغمی رطوبت ناک یا مونہ سے نکلے، نجس نہیں، اگرچہ پیٹ سے چڑھے، اگرچہ بیماری کے سبب ہو۔ (۷)

☆ دودھ پیتے لڑکے اور لڑکی کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے۔ یہ جو اکثر عوام میں مشہور ہے کہ دودھ پیتے بچوں کا پیشاب پاک ہے، محض غلط ہے۔ (۸)

☆ شیر خوار بچے نے دودھ ڈال دیا، اگر بھر مونہ ہے، نجاست غلیظہ ہے۔ (۹)

☆ خشکی کے ہر جانور کا بہتا خون، مردار کا گوشت اور چربی (یعنی وہ جانور جس میں بہتا ہو خون ہوتا ہے، اگر بغیر ذبح شرعی کے مر جائے مردار ہے، اگرچہ ذبح کیا گیا ہو جیسے مجوسی یا بت پرست یا مرتد کا ذبیحہ اگرچہ اس نے حلال جانور مثلاً بکری وغیرہ کو ذبح کیا ہو، اس کا گوشت پوست سب ناپاک ہو گیا، اور اگر حرام جانور ذبح شرعی سے ذبح کر لیا گیا، تو اس کا گوشت پاک ہو گیا، اگرچہ کھانا حرام ہے، سوا خنزیر کے، کہ وہ نجس العین ہے کسی ہرح پاک نہیں ہو سکتا)، حرام جو پائے جیسے کتا، شیر، لومڑی، بلی، چوہا، گدھا، خچر، ہاتھی، سور کا پاخانہ، پیشاب اور گھوڑے کی لید اور ہر حلال چوپایہ کا پاخانہ جیسے گائے، بھینس کا گوبر، بکری، اونٹ کی میٹھی اور جو پرند کہ اونچا نہ اڑے، اس کی بیٹ، جیسے مرغی اور بطخ چھوٹی ہو، خواہ بڑی، اور ہر قسم کی شراب اور نشہ لانے والی تاڑی، سیندھی، سانپ کا پاخانہ پیشاب اور اس جنگلی سانپ اور مینڈک کا گوشت، جن میں بہت خون ہوتا ہے، اگرچہ ذبح کئے گئے ہوں، یوہیں ان کی کھال اگرچہ پکالی گئی ہو، اور سور کا گوشت اور ہڈی اور بال، اگرچہ ذبح کیا گیا ہو، یہ سب نجاست غلیظہ ہیں۔ (۱۰)

☆ چھپکلی یا گرگٹ کا خون نجاست غلیظہ ہے۔ (۱۱)

۱۔ الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱، ص ۴۷	۲۔ ایضاً، ص ۴۶	۳۔ رد المحتار، کتاب الطہارۃ، ج ۱، ص ۵۷۹
۲۔ الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱، ص ۴۶	۵۔ ایضاً	۶۔ الفتاویٰ الرضویہ، ج ۱، ص ۲۶۹-۲۷۰
۷۔ ایضاً، ص ۲۶۳	۸۔ الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱، ص ۴۶	۹۔ ایضاً، ص ۵۶۱
۱۰۔ بہار شریعت، ج ۱، ص ۳۹۲	۱۱۔ ایضاً	

- ☆ انگور کا شیرہ کپڑے پر پڑا تو اگر چہ کئی دن گزر جائے کپڑا پاک ہے۔
- ☆ ہاتھی کے سوئڈ کی رطوبت اور شیر، کتے، چیتے اور دوسرے درندے جو پایوں کا لعاب نجاست غلیظہ ہے۔ (۱)
- ☆ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے (جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، اونٹ وغیرہ) ان کا پیشاب، نیز گھوڑے کا پیشاب اور جس پرند کا گوشت حرام ہے، خواہ شکاری ہو یا نہیں، (جیسے کوا، چیل، شکر، باز، بہری) اس کی بیٹ نجاست خفیفہ ہے۔ (۲)
- ☆ چمگادڑ کی بیٹ اور پیشاب دونوں پاک ہیں۔ (۳)
- ☆ جو پرندہ حلال اونچے اڑتے ہیں جیسے کبوتر، مینا، مرغابی، قاز، ان کی بیٹ پاک ہے۔ (۴)
- ☆ ہر چوپائے کی جگالی کا وہی حکم ہے جو اس کے پاخانہ کا۔ (۵)
- ☆ ہر جانور کے پتے کا وہی حکم ہے، جو اس کے پیشاب کا، حرام جانوروں کا پتا نجاست غلیظہ اور حلال کا نجاست خفیفہ ہے۔ (۶)
- ☆ نجاست غلیظہ خفیفہ میں مل جائے تو کل غلیظہ ہے۔ (۷)
- ☆ مچھلی اور پانی کے دیگر جانوروں اور کھٹل، مچھر کا خون، خچر اور گدھے کا لعاب اور پسینہ پاک ہے۔ (۸)
- ☆ پیشاب کی نہایت باریک چھینٹیں سوئی کی نوک برابر کی بدن یا کپڑے پر پڑ جائیں، تو کپڑا اور بدن پاک رہے گا۔ (۹)
- ☆ جس کپڑے پر پیشاب کی ایسی ہی باریک چھینٹیں پڑ گئیں، اگر وہ کپڑا پانی میں پڑ گیا تو پانی بھی ناپاک نہ ہوگا۔
- ☆ جو خون زخم سے بہا نہ ہو، پاک ہے۔ (۱۰)
- ☆ گوشت، تلی، کلبھی میں جو خون باقی رہ گیا، پاک ہے، اور اگر یہ چیزیں بہتے خون میں سن جائیں، تو ناپاک ہیں، بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی۔ (۱۱)
- ☆ جو بچہ مردہ پیدا ہوا، اس کو گود میں لے کر نماز پڑھی، اگر چہ اس کو غسل دے لیا، ہو نماز نہ ہوگی، اور اگر زندہ پیدا ہو کر مر گیا، اور بے نہلائے گود میں لے کر نماز پڑھی جائے، جب بھی نہ ہوگی، ہاں اگر اس کو غسل دے کر گود میں لیا تھا، تو ہو جائے گی، مگر خلاف مستحب ہے۔ یہ احکام اس وقت ہیں کہ مسلمان کا بچہ ہو، اور کافر کا مردہ بچہ ہے، تو کسی حال میں نماز نہ ہوگی، غسل دیا ہو یا نہیں۔ (۱۲)
- ☆ اگر نماز پڑھی اور جیب وغیرہ میں شیشی ہے، اور اس میں پیشاب یا خون یا شراب ہے، تو نماز نہ ہوگی، اور جیب میں انڈا ہے، اور اس کی زردی خون ہو چکی ہے، تو نماز ہو جائے گی۔ (۱۳)

۱۔	البحر الرائق، ج ۱، ص ۳۹۸	۲۔	الفتاویٰ الھندیۃ، ج ۱، ص ۳۶	۳۔	ایضاً، ج ۱، ص ۳۶
۴۔	رد المحتار، ج ۱، ص ۵۷۴	۵۔	البحر الرائق، ج ۱، ص ۳۰۰	۶۔	رد المحتار، ج ۱، ص ۶۲۰
۷۔	رد المحتار، ج ۱، ص ۵۷۷	۸۔	رد المحتار، ج ۱، ص ۵۷۹	۹۔	الفتاویٰ الھندیۃ، ج ۱، ص ۳۶
۱۰۔	الفتاویٰ الرضویۃ، ج ۱، ص ۲۸۰	۱۱۔	الفتاویٰ الھندیۃ، ج ۱، ص ۳۶	۱۲۔	رد المحتار، ج ۱، ص ۳۰۸
۱۳۔	غنیۃ المصتملی، ص ۱۹۷				

- ☆ روئی کا کپڑا دھیڑا گیا، اور اس کے اندر چوہا سوکھا ہوا ملا، تو اگر اس میں سوراخ ہے، تو تین دن تین راتوں کی نمازوں کا اعادہ کر لے، اور سوراخ نہ ہو تو جتنی نمازیں اس سے پڑھی ہیں، سب کا اعادہ کرے۔ (۱)
- ☆ کسی کپڑے یا بدن پر چند جگہ نجاست غلیظہ لگی، اور کسی جگہ درہم کے برابر نہیں، مگر مجموعہ درہم کے برابر ہے، تو درہم کے برابر سمجھی جائے گی، اور زائد ہے تو زائد نجاست خفیفہ میں بھی مجموعہ ہی پر حکم دیا جائے گا۔ (۲)
- ☆ حرام جانوروں کا دودھ نجس ہے، البتہ گھوڑی کا دودھ پاک ہے، مگر کھانا جائز نہیں۔ (۳)
- ☆ چوہے کی بیٹگنی گیہوں میں مل کر پس گئی یا تیل میں پڑ گئی تو آنا اور تیل پاک ہے، ہاں اگر مزے میں فرق آجائے، تو نجس ہے، اور اگر روئی کے اندر ملی، تو اس کے آس پاس سے تھوڑی سی الگ کر دیں، باقی میں کچھ حرج نہیں۔ (۴)
- ☆ ریشم کے کپڑے کی بیٹ اور اس کا پانی پاک ہے۔ (۵)
- ☆ ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا، یا پاک میں ناپاک کپڑا لپیٹا، اور اس ناپاک کپڑے سے یہ پاک کپڑا نم ہو گیا، تو ناپاک نہ ہوگا، بشرطیکہ نجاست کارنگ یا بوس پاک کپڑے میں ظاہر نہ ہو، ورنہ نم ہو جانے سے بھی ناپاک ہو جائے گا، ہاں اگر بھیگ جائے، تو ناپاک ہو جائے گا اور یہ اسی صورت میں ہے کہ وہ ناپاک کپڑا پانی سے تر ہوا ہو، اور اگر پیشاب یا شراب کی تری، اس میں ہے، تو وہ پاک کپڑا نم ہو جانے سے بھی نجس ہو جائے گا، اور اگر ناپاک کپڑا سوکھا تھا، اور پاک تر تھا اور اس پاک کی تری سے وہ ناپاک تر ہو گیا، اور اس ناپاک کو اتنی تری پہنچی، کہ اس سے چھوٹ کر اس پاک کو لگی، تو یہ ناپاک ہو گیا ورنہ نہیں۔ (۶)
- ☆ بھیگے ہوئے پاؤں نجس زمین یا بچھونے پر رکھے تو ناپاک نہ ہوں گے، اگرچہ پاؤں کی تری کا اس پر دھبہ محسوس ہو، ہاں اگر اس زمین یا بچھونے کو اتنی تری پہنچی کہ اس کی تری پاؤں کو لگی، تو پاؤں نجس ہو جائیں گے۔ (۷)
- ☆ بھیگی ہوئی ناپاک زمین یا نجس بچھونے پر سوکھے ہوئے پاؤں رکھے، اور پاؤں میں تری آگئی، تو نجس ہو گئے، اور سیل ہے تو نہیں۔ (۸)
- ☆ جس جگہ کو گوبر سے لیسا اور وہ سوکھ گئی، بھیگا کپڑا اس پر رکھنے سے نجس نہ ہوگا، جب تک کپڑے کی تری اسے اتنی نہ پہنچے کہ اس سے چھوٹ کر کپڑے کو لگے۔ (۹)
- ☆ نجس کپڑا پہن کر یا نجس بچھونے پر سویا اور پسینہ آیا، اگر پسینہ سے وہ ناپاک جگہ بھیگ گئی، پھر اس سے بدن تر ہو گیا، تو ناپاک ہو گیا، ورنہ نہیں۔ (۱۰)
- ☆ ناپاک چیز پر ہوا ہو کر گزری، اور بدن یا کپڑے کو لگی، تو ناپاک نہ ہوگا۔ (۱۱)
- ☆ ناپاک چیز کا دھواں کپڑے یا بدن کو لگے، تو ناپاک نہیں۔ یوں ناپاک چیز کے جلانے سے جو بخارات اٹھیں ان سے بھی نجس نہ ہوگا، اگرچہ ان سے پورا کپڑا بھیگ جائے، ہاں اگر نجاست کا اثر اس میں ظاہر ہو تو نجس ہو جائے گا۔ (۱۲)

۱۔	رد المحتار، ج ۱، ص ۲۲۱	۲۔	در المختار، ج ۱، ص ۲۶-۲۸	۳۔	بہار شریعت، ج ۱، ص ۹۲-۹۳
۲۔	الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱، ص ۲۶-۲۸	۵۔	ایضاً، ج ۱، ص ۲۶	۶۔	رد المحتار، ج ۱، ص ۶۱
۷۔	الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱، ص ۲۷	۸۔	ایضاً	۹۔	ایضاً
۱۰۔	ایضاً	۱۱۔	ایضاً	۱۲۔	ایضاً

- ☆ کوئی نجس چیز درودہ درودہ پانی میں پھینکی، اور اس پھینکنے کی وجہ سے پانی کی چھینٹیں کپڑے پر پڑیں، کپڑا نجس نہ ہوگا، ہاں اگر معلوم ہو کہ یہ چھینٹیں اس نجس شے کی ہیں، تو اس صورت میں نجس ہو جائے گا۔ (۱)
- ☆ پاخانہ پر سے کھیاں اڑ کر کپڑے پر بیٹھیں کپڑا نجس نہ ہوگا۔ (۲)
- ☆ راستہ کی کچھڑا پاک ہے، جب تک اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو، تو اگر پاؤں یا کپڑے میں لگی، اور بے دھوئے نماز پڑھ لی ہوگی مگر دھولینا بہتر ہے۔ (۳)
- ☆ سڑک پر پانی چھڑکا جا رہا تھا، زمین سے چھینٹیں اڑ کر کپڑے پر پڑیں، کپڑا نجس نہ ہو، مگر دھولینا بہتر ہے۔
- ☆ آدمی کی کھال اگر چہ ناخن برابر تھوڑے پانی (یعنی وہ درودہ سے کم) میں پڑ جائے، وہ پانی ناپاک ہو گیا۔ اور خود ناخن گر جائے تو ناپاک نہیں۔ (۴)
- ☆ بعد پاخانہ پیشاب کے ڈھیلوں سے استنجاء کر لیا، پھر اس جگہ سے پسینہ نکل کر کپڑے یا بدن میں لگا، تو بدن اور کپڑے ناپاک نہ ہوں گے۔ (۵)
- ☆ پاک مٹی میں ناپاک پانی ملایا تو نجس ہوگی۔ (۶)
- ☆ مٹی میں ناپاک بھس ملایا، اگر تھوڑا ہو تو مطلقاً پاک ہے اور جو زیادہ ہو تو جب تک خشک نہ ہو، ناپاک ہے۔ (۷)
- ☆ کتابدن یا کپڑے سے چھو جائے، تو اگر چہ اس کا جسم تر ہو بدن اور کپڑا پاک، ہاں اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو تو اور بات ہے، یا اس کا لعاب لگے تو ناپاک کر دے گا۔ (۸)
- ☆ کتے وغیرہ کسی ایسے جانور نے جس کا لعاب ناپاک ہے، آٹے میں مونہ ڈالا، تو اگر گندھا ہوا تھا، تو جہاں اس کا مونہ پڑا، اس کو علیحدہ کر دے باقی پاک ہے اور سوکھا تھا، تو جتنا تر ہو گیا وہ پھینک دے۔ (۹)
- ☆ آب مستعمل پاک ہے، نوشادر پاک ہے۔ (۱۰)
- ☆ سوا سور کے تمام جانوروں کی، وہ ہڈی جس پر مردار کی چکنائی نہ لگی ہو، اور بال اور دانت پاک ہیں۔ (۱۱)
- ☆ عورت کے پیشاب کے مقام سے، جو رطوبت نکلے پاک ہے۔ کپڑے یا بدن میں لگے تو دھونا کچھ ضرور نہیں، ہاں بہتر ہے۔ (۱۲)
- ☆ جو گوشت سڑ گیا، بد بو لے آیا، اس کا کھانا حرام ہے، اگر چہ نجس نہیں۔ (۱۳)

۱-	الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱، ص ۴۷	۲-	المحیط البرہانی، ج ۱، ص ۲۱۶	۳-	الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱، ص ۴۷
۲-	مدیہ المصلی، ص ۱۰۸	۵-	الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱، ص ۴۸	۶-	ایضاً، ص ۴۷
۴-	ایضاً	۸-	الفتاویٰ الرضویہ، ج ۴، ص ۴۰۱	۹-	بہار شریعت، ج ۱، ص ۳۹۵
۱۰-	نور الایضاح، ص ۳	۱۱-	رد المحتار، ج ۱، ص ۳۹۹	۱۲-	ایضاً، ص ۵۶۶
۱۳-	ایضاً، ج ۱، ص ۲۶				

۱۰۔ خلاصہ:

- ☆ صرف پتھر، ڈھیلے یا اس جیسی اور چیزوں سے استنجاء کرنا جائز ہے۔
- ☆ استنجاء کرنے کے لئے پانی کا استعمال کرنا لازم نہیں ہے، لیکن یہ اسی صورت میں ہے، جب نجاست مخرج سے بقدر درہم تجاوز نہ کرے۔
- ☆ اگر نجاست بقدر درہم مخرج سے تجاوز کر گئی، تو پانی کا استعمال کرنا ضروری ہے۔
- ☆ ہر وہ چیز جو پتھر کے قائم مقام ہو، اس سے استنجاء کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ جامد، پاک اور نجاست زائل کرنے والی ہو۔
- ☆ تین پتھروں کی تعداد کی علت بھی اس حدیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہے، کیونکہ عام طور پر تین سے صفائی حاصل ہو جاتی ہے، اور نجاست زائل ہو جاتی ہے، اسی لئے احناف کے ہاں تین کی تعداد واجب نہیں ہے، بلکہ انقاء یعنی صفائی حاصل ہونا واجب ہے، تین کی تعداد سنت اور طاق ہونا مستحب ہے۔

پانی سے استنجاء کرنا

۴۱۔ باب الاستنجاء بالماء

اس باب میں پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کے جواز کا بیان ہے، اور ان اقوال کا رد بھی ہے کہ جو پانی سے استنجاء کرنے کے عدم جواز پر دلالت کرتے ہیں۔ اس سے پہلے باب میں پتھر کے ساتھ استنجاء کرنے کی کفایت کا بیان تھا، جس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید استنجاء صرف پتھر، ڈھیلے یا ان جیسی چیزوں سے ہی ہو سکتا ہے، اس لئے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد اس باب کو قائم کیا، تاکہ پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کے جواز پر دلالت ہو۔

۴۵۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَبَانَا النَّضْرُ قَالَ: أَبَانَا
شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ
يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ
أَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ مَعِيَ نَحْوِي إِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ فَيَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے، تو میں اور میرا ساتھی لڑکا پانی کا برتن اٹھائے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کرتے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۵۰، ۱۵۱، ۲۱۷، ۵۰۰، مسلم: ۲۷۰-۲۷۱، ابوداؤد: ۴۳، احمد: ۱۲۱۰۱

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کے درج ذیل الفاظ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کرتے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ اسحاق بن ابراہیم: راجع: ۲:

۲۔ النظر:

آپ کا نام ابوالحسن النظر بن شمیل نخوی مازنی بصری کوفی (م: ۲۰۴ھ) ہے، آپ رواد کے نویں طبقہ کبار سے ثقہ، ثابت راوی ہیں۔
آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ (۱)

۳۔ شعبۃ: راجع: ۲۶:

۴۔ عطاء بن ابی میمونہ:

آپ کا نام ابو معاذ عطاء بن ابو میمونہ بصری (م: ۱۳۱ھ) ہے، آپ رواد کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، البتہ قدریہ خیالات کے حامی تھے، امام ترمذی کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ انس بن مالک: راجع: ۶:

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ بیسویں (۲۰) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند میں شیخ اسحاق بن راہویہ مروزی ہیں، اور باقی تمام راوی بصری ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، عن، سمعت ایک ایک دفعہ اور انبانا دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

غلام: وہ نوعمر لڑکا، جس کی مسین بھگ چکی ہوں، جس کی داڑھی آنے والی ہو۔

اداءة: چمڑے کا چھوٹا برتن، جس میں پانی رکھا جاتا ہے۔

۷۔ مسائل و نصائح:

☆ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ہمام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پانی سے استنجاء کرنے کے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے کہا: پھر ہمیشہ میرے ہاتھ سے بدبو آتی رہے گی۔ (۳)

۱۔ i۔ تاریخ الدارمی، ص ۸۲۷ ii۔ الجرح والتعدیل، ج ۸، ص ۴۷۷

۲۔ i۔ الکامل (ابن عدی)، ج ۵، ص ۳۶۸ ii۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۴۰۵

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: ۱۶۳۵، ج ۱، ص ۱۳۲

☆ قضاء حاجت کے بعد ہاتھوں کو صابن سے دھو لینا چاہیے، خصوصاً جراثیم کش صابن مثلاً ڈیٹول کے صابن سے، اس سے بدبو بھی زائل ہوگی اور پیلیا (برقان) کا خطرہ بھی نہیں رہے گا، اگر استنجاء کرنے کے بعد صابن سے ہاتھ دھوئے بغیر کھانے پینے کی چیزوں کو ہاتھ لگایا جائے، اور ان کو کھایا جائے تو اس سے پیلیا کا خطرہ ہے، کٹر کے پانی سے یہ بیماری پھیلتی ہے، پاکستان کے شہروں میں سیوریج سسٹم کی خرابی کی وجہ سے سڑکوں پر کٹر کا پانی بہتا رہتا ہے، پھر دھوپ لگنے سے اس کے بخارات فضا میں اٹھتے ہیں، اور گزرنے والوں کے سانس کے ذریعہ ان کے جسم میں اس کے جراثیم داخل ہو جاتے ہیں، اسی طرح لوگ سڑک پر بلغم تھوک دیتے ہیں، اور دھوپ لگنے سے اس سے بخارات اٹھتے ہیں، اور سانس کے ذریعہ تھوکنے والے کی بیماریاں دوسروں میں منتقل ہو جاتی ہیں، ہمارے ملک کے لوگوں میں اجتماعی شعور اور احساس ذمہ داری نہیں ہے۔ (۱)

☆ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمان بن یزید رضی اللہ عنہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے، پتھروں سے استنجاء کرتے، اور اس پر اضافہ نہیں کرتے تھے، اور پانی کو نہیں چھوتے تھے۔ (۲)

☆ علامہ غلام رسول سعیدی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ تابعین کا عمل ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مقابلہ میں مرجوح ہے، پتھروں سے استنجاء کرنے سے کھال چھل جانے کا خطرہ ہے، آج کل گھروں میں جو بیت الخلاء بنے ہوئے ہوتے ہیں، وہاں استنجاء کرنے کے بعد ان پتھروں کو رکھنا بہت دشوار ہے، مساجد میں جو استنجاء خانے بنے ہوتے ہیں، بعض لوگ استنجاء کرنے کے بعد ان پتھروں کو بیت الخلاء کے اندر اس کی نالی میں ڈال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے سیوریج سسٹم خراب ہو جاتا ہے، اور بیت الخلاء کی نالی سے پانی نہیں گزرتا، اور وہ بند ہو جاتا ہے۔ (۳)

☆ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین پتھروں سے استنجاء کیا جائے، جن میں لید نہ ہو۔ (۴)

☆ اس حدیث میں پتھروں سے مراد مٹی کے ڈھیلے ہیں، اور اس کا محل گاؤں اور دیہات ہیں، یا چھوٹے شہر ہیں، جہاں شہر کے باہر جنگل اور کھلے میدان ہوتے ہیں، وہاں مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کر کے ان ڈھیلوں کو وہیں پھینک دیا جاتا ہے، اس سے گھروں کے اندر بنے ہوئے بیت الخلاء میں ڈھیلوں سے استنجاء کرنا مراد نہیں ہے، علاوہ ازیں اس حدیث میں بیان جواز مراد ہے، استنجاب نہیں ہے۔

☆ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ نے کہا: تین پتھروں سے استنجاء کرو، میں نے کہا: اگر مجھے تین پتھر نہ ملیں؟ انہوں نے کہا: پھر تین لکڑیوں سے استنجاء کرو، میں نے کہا: اگر مجھے تین لکڑیاں نہ ملیں؟ انہوں نے کہا: پھر خاک کی تین مٹیوں سے استنجاء کرو۔ (۵)

یہ طاؤس کا قول ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے، تین لکڑیوں سے استنجاء کرنے سے خراش پڑنے کا خطرہ ہے، اور خاک کی مٹی کے لپ سے صفائی حاصل نہ ہونے کا امکان ہے۔

☆ حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اپنے شوہروں سے کہو، کہ وہ پیشاب اور پاخانے کے اثر کو پانی سے دھو لیا کریں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ عمل کرتے تھے، اور میں لوگوں سے حیا کرتی ہوں۔ (۶)

☆ حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خواتین سے فرماتی تھیں: اپنے شوہروں سے کہو، کہ وہ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد (یعنی قضائے حاجت کے بعد) استنجاء کیا کریں۔ (۷)

۱۔	نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۵۱	۲۔	مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۶	۳۔	نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۵۱
۲۔	مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۸	۵۔	ایضاً: ۱۶۳۹	۶۔	ایضاً: ۱۶۱۸
۷۔	ایضاً: ۱۶۱۹				

- ☆ حضرت فریہ رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حذیفہ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (۱)
- ☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے، تو میں اور میرا ہم عمر ایک اور لڑکا، پانی کا مشکیزہ اور نیزہ اٹھا کر لے جاتے تھے، سو آپ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (۲)
- ☆ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے، تو وضوء کرتے، یا پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (۳)
- ☆ حضرت ابوالخاس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، وہ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (۴)
- ☆ حضرت تیحیٰ ابن ابی کثیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حوض سے پانی لے کر استنجاء کرتے تھے۔ (۵)
- ☆ حضرت یعقوب بن مجمع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تمہاری وہ کون سی طہارت ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے، انہوں نے کہا: ہم پچھلے حصہ کو پانی سے دھوتے ہیں۔ (۶)
- ☆ حضرت محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس قباء میں آئے، تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمہاری طہارت کی تعریف اور تحسین کی ہے:
- فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ۝ (۷)
- اس بستی میں ایسے لوگ ہیں، جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔
- کیا تم مجھے اس کی خبر نہیں دو گے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تورات میں پڑھا تھا، کہ پانی سے استنجاء کرنا چاہیے۔ (۸)
- ☆ حضرت شعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ۝" (۹) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اہل قباء! اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمہاری تعریف اور تحسین کس وجہ سے فرمائی ہے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے ہر شخص بیت الخلاء سے نکل کر پانی سے استنجاء کرتا ہے۔ (۱۰)
- ☆ حضرت عبد الملک بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ مینگنیاں کرتے تھے، اور تم پتلا پاخانہ کرتے ہو، اس لئے تم ڈھیلوں کے بعد پانی سے استنجاء کیا کرو۔ (۱۱)
- ☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ایک لڑکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استنجاء کے لئے پانی لے جاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ صالحین اور اہل فضل کی اس قسم کی خدمت کرنی چاہیے اور ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے۔

ایضاً: ۱۶۲۲

-۴

ایضاً: ۱۶۲۳

-۳

ایضاً: ۱۶۲۱

-۲

مصنف: ۱۶۲۰

مصنف: ۱۶۳۰

-۸

التوبہ: ۱۰۸:۹

-۷

ایضاً: ۱۶۲۹

-۶

ایضاً: ۱۶۲۸

-۵

مصنف ابن ابی سبیہ: ۱۶۳۳

-۱۱

المصنف: ۱۶۳۱

-۱۰

التوبہ: ۱۰۸:۹

-۹

☆ علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطلال البکری القرطبی المالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت الخلاء میں پانی رکھنا حدیث سے استنجاء کے لئے ہے، اس میں ان علماء کا رد ہے، جنہوں نے پانی سے استنجاء کرنے کا انکار کیا ہے، انہوں نے کہا: پانی سے استنجاء کرنا صرف عورتوں کے لئے مشروع ہے، اور مرد صرف پتھر سے استنجاء کرتے تھے۔ (۱)

☆ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کرتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر آتے، تو پانی سے استنجاء کر کے آتے تھے۔ (۲)

☆ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی قضاء حاجت کر کے آتے، تو میں اور انصار کا ایک اور لڑکا مشکیزہ میں پانی لاتے، جس سے آپ استنجاء کرتے تھے۔ (۳)

۱۰۔ خلاصہ:

☆ استنجاء کرنے کا بہترین اور افضل طریقہ یہ ہے، کہ پتھر یا ڈھیلے کے استعمال کے بعد پانی کا استعمال کیا جائے۔

☆ اگر پتھر یا پانی میں سے ایک کو اختیار کرنا ہو تو پانی کا استعمال کرنا مستحب ہے۔

☆ استنجاء کرنے کے بعد ہاتھوں کو صابن وغیرہ سے ضرور دھونا چاہیے، تاکہ ہاتھوں کی بدبو ختم ہو سکے۔

☆ عصر حاضر میں بیت الخلاء کے لئے بعض جگہوں پر صفائی کے لئے فوارے (مسلم شاور) کا استعمال کیا جاتا ہے، اسلام کے نظام

نظافت کے اعتبار سے یہ ایک اچھا طریقہ ہے، کیونکہ اس سے ہاتھ نجاست آلود نہیں ہوتے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین اور اہل علم و فضل کو خدمت کرنی چاہیے، اور ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی مستنبط ہوا کہ نیک شخص اور عالم کے لئے لڑکوں سے خدمت لینا جائز ہے۔

۴۶۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُعَاذَةَ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: مَرُّنَ أَزْوَاجِكُنَّ أَنْ يَسْتَطِيبُوا بِالْمَاءِ، فَإِنِّي

حاصل کیا کریں، مجھے ان سے یہ بات کہتے ہوئے شرم آتی ہے، کیونکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے۔

۱۔ اطراف:

ترمذی: ۱۹، مسند احمد: ۲۵۳۳۷، ابن حبان: ۱۴۴۳، سنن بیہقی، ج ۱، ص ۱۰۵، ابن ابی شیبہ: ۱۶۱۸-۱۶۱۹، السنن الکبریٰ: ۴۶

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے۔

۱۔ شرح ابن بطلال، ج ۱، ص ۲۳۵ - ۲ صحیح ابن حبان: ۴۴۱

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۱۵۲ - iii مسند احمد، ج ۳، ص ۲۰۳

۳۔ i - بخاری: ۱۵۰

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ تیبہ: راجع: ۱

۲۔ ابو عوانہ:

آپ کا نام ابو عوانہ وضاح بن عبداللہ بزاز یشکری واسطی بصری (م: ۱۷۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں، آپ نے حدیث کے موضوع پر کتاب تصنیف کی ہے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ قتادہ: راجع: ۳۴

۴۔ معاذہ:

آپ کا نام ام صحباء معاذہ بنت عبداللہ عدویہ بصریہ (م: ۸۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راویہ ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے زندگی کی اکثر راتیں عبادت کرتے ہوئے گزاریں۔ (۲)

۵۔ عائشہ: راجع: ۵

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔ خماسیات کے اعتبار سے یہ اکیسویں (۲۱) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند میں دور راوی عورتیں ہیں، حضرت معاذہ رحمۃ اللہ علیہا بصریہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدنیہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی بغلانی، دوسرے واسطی، تیسرے اور چوتھے بصری اور آخری مدنیہ ہیں۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکثرین سبعہ میں سے ہیں، جن سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث مبارکہ راوی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حد ثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

مورن: تم کہو۔

ان یستطیبوا: وہ صفائی حاصل کریں، وہ استنجاء کریں۔

استحی ہم: مجھے ان سے شرم آتی ہے۔

۱۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۶۲۹ ii۔ تاریخ الثقات، ص ۶۶۴

۲۔ التحذیب الکمال، ج ۳۵، رقم ۳۰۹ ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۶۶۶

۷۔ مسائل و نصائح:

راجع: ۲۵

۸۔ خلاصہ:

- ☆ اس حدیث مبارکہ میں بھی استنجاء کے لئے پانی کے استعمال کی ترغیب ہے۔
- ☆ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا باقاعدہ عورتوں کو ان مسائل کا حکم فرماتی تھیں۔
- ☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ شرم و حیا والے مسائل عورتوں کے ذریعے مردوں تک پہنچانے چاہیے۔ اسی طرح مردوں کے ذریعے عورتوں تک مسائل پہنچانے چاہیے۔
- ☆ مرد و عورت کے خصوصی مسائل خاوند اور بیوی کو ایک دوسرے تک پہنچانے چاہیے۔
- ☆ عورتوں کو علم حاصل کرنے پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔
- ☆ عورتوں کو شرم و حیا کا پیکر ہونا چاہیے۔

۴۲۔ باب النہی عَنِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِينِ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت

اس باب میں دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجاء کی ممانعت والی احادیث کا بیان ہے، اسلام میں ہر خیر والے کام کو دائیں ہاتھ سے سرانجام دینے کی ترغیب ہے، اسی طرح ناپسندیدہ امور کو بائیں ہاتھ سے سرانجام دینا چاہیے، استنجاء میں چونکہ ناپسندیدہ نجاست کو دور کرنا ہوتا ہے، اس لئے بائیں ہاتھ کے ساتھ اسے زائل کرنا چاہیے، اس سے پہلے باب میں پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا بیان تھا۔

۴۷۔ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: أَنْبَأَنَا هِشَامٌ، عَنْ يُحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسُ فِي إِيَّائِهِ وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسُّ ذِكْرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَمَسَّ بِيَمِينِهِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پئے، تو برتن میں سانس نہ لے، جب قضاء حاجت کے لئے جائے، تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے، اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

۱۔ اطراف:

راجع: ۲۳، ۲۵

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کا آخری جملہ باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے: نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ اسماعیل بن مسعود:

آپ کا نام ابو مسعود اسماعیل بن مسعود حمادی بصری (م: ۲۴۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں۔ امام نسائی

رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ خالد:

آپ کا نام ابو عثمان خالد بن حارث بن عبید بن سلیم بھیمی بصری (م: ۱۸۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، مامون

راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت و امامت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ ہشام: راجع: ۳۴

۴۔ یحییٰ: راجع: ۲۴

۵۔ عبداللہ بن ابی قتادہ: ایضاً

۶۔ ابو قتادہ: ایضاً

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سداہیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ سداہیات کے اعتبار سے یہ بیسویں (۲۰) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی بصری، چوتھے یمامی اور آخری دو مدنی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حدثنا، انبانا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

ذکر: آلہ تامل، شرمگاہ

اناء: برتن، پیالہ

۷۔ مسائل و نصائح:

- ☆ اس حدیث میں ارشاد ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کچھ پئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ منہ کو برتن سے الگ کئے بغیر سانس لینا مکروہ ہے، برتن سے پانی وغیرہ کو پیتے وقت تین مرتبہ سانس لینا چاہیے، اور ہر مرتبہ منہ برتن سے الگ کرے، منہ سے جو آدمی سانس لیتا ہے، اس کو تنفس

۱۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۸۵ ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۱۰۲

۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۹۱ ii۔ المعرج والتحدیل، ج ۳، ص ۳۲۵

کہتے ہیں، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پانی میں پھونک نہیں ماری چاہیے۔ کیونکہ انسان کے جسم میں جو بیماریاں ہوتی ہیں، ان کے جراثیم سانس کے ذریعہ اس پانی میں منتقل ہو جائیں گے۔ (۱)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا، ایک شخص نے کہا: میں پانی کے برتن میں تزکاد لیکھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پانی کو گرا دو، اس شخص نے کہا: میں ایک سانس میں پینے سے سیر نہیں ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اپنے منہ کو پانی کے برتن سے الگ کرو۔ (۲) (امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

☆ جن احادیث میں مذکور ہے کہ تین سانس میں پانی پینا چاہیے، ان کا بھی یہی محمل ہے، کہ منہ کو پانی کے برتن سے الگ کر کے سانس لے۔

☆ اس حدیث میں دائیں ہاتھ سے پیشاب کے آلہ کو چھونے سے منع کیا ہے، اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا ہے، اس سلسلہ میں یہ احادیث بھی ہیں:

☆ حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے، تو اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے، اور جب بیت الخلاء میں جائے تو دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے، اور جب پانی پئے تو ایک سانس میں پانی نہ پئے۔ (۳)

☆ اس حدیث میں پیشاب کے طریقہ کے ساتھ پانی پینے کا طریقہ بھی بتایا ہے، کیونکہ پیشاب کا سبب پانی پینا ہے، تو جب آپ نے مسبب کا طریقہ اور ادب بتایا، تو سبب کا طریقہ اور ادب بھی بتا دیا۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اونٹ کی طرح ایک سانس میں پانی نہ پیو، بلکہ تم دو یا تین سانس میں پانی پیو، اور جب تم پانی پیو، تو بسم اللہ پڑھو، اور جب تم پانی پی چکو، تو الحمد للہ پڑھو۔ (۴)

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ کھانے، پینے اور کپڑوں کے لئے مخصوص کیا ہوا تھا، اور اس کے ماسوا کے لئے بائیں ہاتھ مخصوص کیا ہوا تھا۔ (۵)

☆ برتن میں سانس لینے سے مراد یہ ہے کہ پیتے پیتے سانس لے، یہ ممنوع ہے۔ شاید یہ ممانعت اس لئے ہو کہ اس صورت میں ناک سے سانس کے ساتھ غلاظت خارج ہونے کا احتمال ہوتا ہے، کہ جس سے مشروب آلودہ ہو جائے گا، نیز سانس کے ساتھ پھیپھڑے کے فاسد مادوں کی آمیزش ہوتی ہے، وہ بھی پانی میں شامل ہو جائیں گے، نیز اس میں جانوروں سے مشابہت ہے، وہ پیتے پیتے سانس لیتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ سانس لینے کے لئے برتن کو منہ سے الگ کیا جائے۔

☆ چونکہ دایاں ہاتھ کھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے اس سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا۔ اور عقل سلیم بھی اس چیز کا تقاضا کرتی ہے، کہ کھانے اور استنجاء کے لئے ایک ہی ہاتھ کا استعمال نہ ہو۔ (۶)

۱-	نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۵۵	۲-	سنن ترمذی: ۱۸۸۷
۳-	۱- ابوداؤد: ۳۱	۲- ترمذی: ۱۵	۳- iii- نسائی: ۲۴
۴-	ترمذی: ۱۸۸۵	۵-	ابوداؤد: ۳۲
۶-	سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۱۹-۱۲۰		

۸۔ خلاصہ:

- ☆ پانی یا دیگر مشروب پیتے ہوئے برتن کے اندر سانس نہیں لینا چاہیے، بلکہ برتن کو منہ سے دور کر کے سانس لینا چاہیے۔
- ☆ تین دفعہ سانس لے کر پانی پینا سنت مبارکہ ہے۔
- ☆ برتن کے اندر سانس لینے سے نقصان دہ جراثیم کا مشروب میں داخل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لئے نظافت اور فطرت انسانی کا تقاضا ہے کہ سانس برتن سے باہر لیا جائے۔
- ☆ سانس کو برتن سے باہر لینے میں اصل مقصد معدے اور پیٹ کو بیماریوں سے محفوظ رکھنا ہے۔
- ☆ برتن سے باہر سانس لینا ادب کے قریب، برائی سے دور اور معدے کے لئے تخفیف ہے۔
- ☆ دائیں ہاتھ سے کھانا کھایا جاتا ہے، ہر اچھے کام کی ابتدا کی جاتی ہے، اسی ہاتھ سے شہادت دی جاتی ہے، اس لئے اس سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔
- ☆ اس حدیث سے بھی مراد ہے۔
- ☆ عقل سلیم اور ذوق طبعی کا تقاضا بھی یہی ہے، کہ دائیں ہاتھ کو استنجاء کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔

۲۸۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي
قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَتَنَفَّسَ
فِي الْبِئَانِ، وَأَنْ يَمَسَّ ذِكْرَةَ بَيْمِينِهِ، وَأَنْ يَسْتَطِيبَ بَيْمِينِهِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے، دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو چھونے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ اطراف:

راجع: ۲۴

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کا یہ جملہ باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن:

آپ کا نام عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن بن مسور بن مخرمہ زہری بصری (م: ۲۵۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ صغار سے ثقہ،

صدوق راوی ہیں۔ امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام مسلم نے چودہ احادیث آپ سے روایت کی ہیں۔ (۱)

i۔ الثقات، ج ۵، ص ۱۲

ii۔ الجرح والتعديل، ج ۵، ص ۱۶۳

۲۔ عبدالوہاب:

آپ کا نام ابو محمد عبدالوہاب بن عبدالمجید الصالت بن عبداللہ ثقفی بصری (م: ۱۹۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، البتہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ آپ نے تقریباً اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ ایوب:

آپ کا نام ابوبکر ایوب بن ابوتیمیمہ کیسان سختیانی بصری (م: ۱۳۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، حجۃ، ثابت راوی ہیں، آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے فقیہ تھے، اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور امامت پر متفق ہیں، آپ نے پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ یحییٰ بن ابی کثیر: راجع: ۲۴
۵۔ ابن ابی قتادہ: ایضاً
۶۔ ابوقتادہ: ایضاً
۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ اکیسویں (۲۱) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے ابتدائی تین راوی بصری، چوتھے یمامی طائی اور آخری دومدنی راوی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حد ثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

راجع: ۴۷

۷۔ مسائل و نصائح:

ایضاً

۷۔ خلاصہ:

ایضاً

- | | | |
|----|-------------------------------|-------------------------------|
| ۱۔ | ۱۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۲۷۸ | ii۔ الثقات، ج ۷، ص ۱۳۲ |
| ۲۔ | ۱۔ تحذیب الکمال، ج ۳، رقم ۲۶۳ | ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۴۶ |

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: مشرکین نے (مذاقاً) کہا: ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں قضاء حاجت کا طریقہ بھی سکھلاتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے، قبلہ شریف کی طرف چہرہ کرنے سے منع فرمایا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجاء نہ کرے۔

۴۹۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، وَشُعَيْبُ بْنُ يُوْسُفَ وَاللَّفْظُ لَهُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، وَالْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَالَ: الْمَشْرُكُونَ: إِنَّا لَنَرِي صَاحِبَكُمْ يَعْلَمُكُمْ الْخِرَاءَةَ؟ قَالَ: أَجَلٌ. فَهَآنَا أَنْ يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِيَمِينِهِ، وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَقَالَ: لَا يَسْتَنْجِيَ أَحَدُكُمْ بِدُونِ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ

۱۔ اطراف:

راجع: ۴۱، ۴۲

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کا پہلا جملہ باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں نورادی ہیں، ان سب کے حالات درج ہیں۔

۱۔ عمرو بن علی: راجع: ۴۰

۲۔ شعیب بن یوسف:

آپ کا نام ابو عمرو شعیب بن یوسف نسائی ہے، آپ رواد کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ امام نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صاحب حدیث ہیں۔ (۱)

۳۔ عبدالرحمن بن مہدی:

آپ کا نام ابو سعید عبدالرحمان بن مہدی بن حسان عنبری بصری (م: ۱۹۸ھ) ہے، آپ رواد کے نویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، حافظ راوی ہیں، آپ اسماء الرجال اور علم حدیث کے بہت بڑے عالم تھے، آپ نے تہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ سفیان: راجع: ۳۷

۵۔ منصور: راجع: ۴۰

۶۔ الأعمش: راجع: ۱۸

۷۔ ابراہیم: راجع: ۳۳

۸۔ عبدالرحمن بن یزید: راجع: ۴۱

۹۔ سلمان: راجع: ایضاً

i۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۴۰

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۹۷

i۔ البحر المحیط، ج ۴، ص ۲۵۳

i۔ الثقات، ج ۸، ص ۳۷۳

۵۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سباعیات کے اعتبار سے یہ تیسری (۳) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے راوی عمرو بن علی اور ابن مہدی بصری ہیں، شعیب بن یوسف نسائی اور باقی تمام راوی کوفی ہیں۔
- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے خبرنا عمرو بن علی و شعیب بن یوسف کے بعد ”واللفظ لہ“ کے الفاظ استعمال کئے ہیں، اس سے اس قاعدہ کی رعایت کی ہے، کہ جب راوی کے پاس دو یا زیادہ سندوں سے حدیث مروی ہو، اور معنی متفق اور الفاظ میں اختلاف ہو، تو جس شیخ کے الفاظ ہوں، اس کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کرتا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ شعیب بن یوسف کے ہیں۔
- ☆ اسی طرح اگر دونوں شیوخ کے الفاظ ایک جیسے ہوں اور یہ شیخ الشیوخ بھی ایک ہی ہوں، تو لفظ کلاہما ذکر کر دیا جاتا ہے۔
- ☆ سند میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ شعیب بن یوسف، امام کے والد کے ہم نام اور آپ کے آبائی قبیلے کی طرف منسوب ہیں۔
- ☆ اس سند میں نور راوی ہیں اور یہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی طویل ترین اسناد میں سے ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا ایک دفعہ اور عنعنہ سات دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

راجع: ۴۷

۷۔ مسائل و نصاب:

راجع: ۴۷

۸۔ خلاصہ:

راجع: ۴۷

استنجاء کے بعد ہاتھ زمین پر رگڑنا

۲۳۔ باب دَلَّكَ الْيَدِ بِالْأَرْضِ بَعْدَ الْإِسْتِنْبَاجِ

استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ زمین پر اس لئے ملے جاتے ہیں، تاکہ نجاست کا اگر کوئی اثر ہاتھوں پر ہو، وہ زائل ہو جائے، اور صفائی کاملہ حاصل ہو۔ اس سے پہلے باب میں دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرنے کا بیان تھا، اور اس باب میں استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ کو زمین پر ملنے کا بیان ہے۔

۵۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ الْمُخَرَّمِيُّ قَالَ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ شَرِيكِهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَلَمَّا اسْتَنْجَى دَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ

جب کہ استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ کو زمین پر رگڑا۔

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۴۵، ابن ماجہ: ۳۵۹، ابن حبان: ۱۳۸، السنن الکبریٰ: ۲۸

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت، اس جملے میں ہے: آپ نے استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ کو زمین پر رگڑا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن عبداللہ بن المبارک:

آپ کا نام ابو جعفر محمد بن عبداللہ بن مبارک مخزومی قریشی بغدادی (م: ۲۵۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ، حافظ،

صدوق راوی ہیں۔ امام بخاری، ابوداؤد اور نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ وکیع: راجع: ۲۵

۳۔ شریک:

آپ کا نام ابو عبداللہ شریک بن عبداللہ بن ابی شریک نخعی کوفی (م: ۱۷۷ھ) ہے، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، عادل،

فاضل، عابد، خاطی راوی ہیں، آپ کوفہ، اہواز اور واسط کے قاضی رہے۔ جب کوفہ میں قاضی مقرر ہوئے، تو حافظے میں تغیر واقعہ ہو گیا تھا۔ آپ نے

سوسال سے زائد کی عمر پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، البتہ امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ (۲)

ii۔ الثقات، ج ۹، ص ۱۲۱

i۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۲۲۳

ii۔ الثقات، ج ۶، ص ۲۳۳

i۔ تاریخ الثقات، ص ۲۱۷

۴۔ ابراہیم بن جریر:

آپ کا نام ابراہیم بن جریر بن عبد اللہ بجلي (م: ۱۲۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے صدوق راوی ہیں، ان کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں ہے، امام ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ ابو زرعة:

آپ کا نام ابو زرعة بن عمرو بن جریر بن عبد اللہ بجلي کوفی ہے، بعض نے آپ کا نام ہرم، عمرو، عبد اللہ اور عبد الرحمن بھی ذکر کیا ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۶۔ ابو ہریرہ: راجع: ۱

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے، کیونکہ امام بخاری (۲۵۴) اور امام مسلم (۷۲۲) نے حضرت میمونہ سے جو روایت نقل فرمائی ہے، اس میں اس حدیث کے شواہد موجود ہیں۔ البتہ اس سند میں شریک کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے، جب کہ ابن حبان کے نزدیک ابراہیم بن جریر ثقہ ہیں۔ اس طرح یہ سند حسن کے درجے میں ہے، علامہ نووی اور شیخ البانی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ بائیسویں (۲۲) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی محمد بن عبد اللہ بغدادی، جب کہ باقی راوی کوفی ہیں۔
- ☆ سند میں چچا (ابراہیم) نے اپنے بھتیجے (ابو زرعة) سے روایت کی ہے۔
- ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مکثرین سبعہ میں سے ہیں اور ان میں بھی سب سے زیادہ مرویات آپ ہی کی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

دلک: رگڑنا۔ ملنا۔

۷۔ مسائل و نصائح:

☆ اس حدیث مبارکہ میں ہاتھوں کو مٹی پر رگڑنے کا ذکر ہے، اور یہ صابن سے غسل کرنے اور ہاتھ دھونے کی اصل ہے۔ (۳)

ii۔ ذخیرۃ العقبی، ج ۱، ص ۶۶۶

۱۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۲۸

ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۵۱۳

۲۔ تاریخ الداری، ص ۹۲۹

۳۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۰۱۵

- ☆ ان النبی تو صنا کا معنی ہے ای اراد الوضوء یعنی جب آپ ﷺ نے وضو کا ارادہ فرمایا، تو پہلے استنجاء کیا، اور ہاتھوں کو مٹی پر رگڑا۔ (۱)
- ☆ ہاتھوں کو زمین پر رگڑنے کا مقصد یہ تھا کہ ہاتھ بخوبی صاف ہو جائیں، اور نجاست کا اثر بالکل زائل ہو جائے، ناپسندیدہ بدبو ختم ہو جائے۔ (۲)
- ☆ ہاتھ زمین پر رگڑنے کا ایک مقصد صفائی میں مبالغہ کرنا تھا۔ (۳)
- ☆ پانی کے ساتھ دھونے سے بسا اوقات ہاتھ سے بدبو نہیں جاتی۔ مٹی پر ملنے سے بدبو ختم ہو جاتی ہے اور اگر کوئی چکنائی والی نجاست ہو تو چکنائی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ آج کل صابن وغیرہ ملنے سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے، مٹی ضروری نہیں کیونکہ مقصد تو پاکیزگی اور صفائی ہے۔
- ☆ شرم گاہ اور ہاتھ کا درجہ ایک نہیں، لہذا ہاتھ کی خصوصی صفائی ضروری ہے کیونکہ ہاتھ کھانے، پینے، قراءت قرآن اور دو وظائف میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (۴)

☆ اس حدیث مبارکہ کے شواہد صحیح بخاری و صحیح مسلم کی درج ذیل احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔

عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءًا لِبِجْنَابَةِ فَأَكْفَأَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ، ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ، أَوْ الْحَائِطِ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَضَمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ، ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ، ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ. قَالَتْ فَاتَيْتُهُ بِخِرْقَةٍ، فَلَمْ يُرِدْهَا، فَجَعَلَ يَنْفُضُ بِيَدِهِ. (۵)

حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے غسل جنابت کے لئے پانی رکھا، آپ ﷺ نے دو یا تین بار دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا، پھر آپ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا، پھر آپ نے دو یا تین مرتبہ اپنا ہاتھ زمین یا دیوار پر رگڑا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، اور اپنے چہرے کو اور اپنی کلائیوں کو دھویا، پھر اپنے سر پر پانی ڈالا، پھر اپنے جسم کو دھویا، پھر ایک طرف گئے اور اپنے پیروں کو دھویا۔ حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پس میں آپ ﷺ کے پاس تو لیا لائی، تو آپ ﷺ نے اس کا ارادہ نہیں کیا، اور اپنے ہاتھ سے پانی جھاڑنے لگے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے غسل جنابت کے لئے پانی رکھا، پہلے آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا دو یا تین بار، پھر برتن سے پانی لے کر بائیں ہاتھ ملے، استنجاء کیا، پھر بائیں ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر خوب صاف کیا، پھر مکمل وضو کیا، پھر دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالا، پھر تمام بدن کو دھویا، پھر اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جا کر پیروں کو دھویا، پھر میں آپ ﷺ کے لئے تولیہ لے کر آئی، لیکن آپ ﷺ نے واپس کر دیا۔

عن ابن عباس، قال حدثتني خالتي ميمونة قالت: اذ نيت لرسول الله صلى الله عليه وسلم غسله من الجنابة، فغسل كفيه مرتين او ثلاثا، ثم ادخل يده في الاناء، ثم افرغ به على فرجه وغسله بشماله، ثم ضرب بشماله الارض فدلکھا دلکھا شديدا، ثم توضأ وضوءه للصلاة، ثم افرغ على رأسه ثلاث حففات ملء كفه، ثم غسل سائر جسده، ثم تنحى عن مقامه ذلك فغسل رجليه، ثم اتيتہ بالمندیل فردہ۔ (۶)

- ۱- شرح نسائی - ج ۱، ص ۲۶۷ - ۲ - حاشیہ سندھی، ص ۲۲ - ۳ - ایضاً
- ۲- سنن نسائی (نوائد) ج ۱، ص ۱۲۱ - ۵ - بخاری: ۲۷۳ - ۶ - مسلم: ۷۲۲

۱۰۔ خلاصہ:

- ☆ حضور نبی کریم ﷺ جب وضو کرنے کا ارادہ فرماتے، تو پہلے استنجاء کرتے، لیکن ہر دفعہ نہیں، بلکہ بعض اوقات۔ اسی لئے یہ مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔
- ☆ ہر مسلمان کے لئے مستحب یہی ہے کہ وضو سے پہلے استنجاء کرے۔
- ☆ نبی کریم ﷺ ہاتھوں کی نظافت کے لئے اور نجاست کے اثر کو زائل کرنے کے لئے ہاتھوں کو زمین یا مٹی پر رگڑتے تھے، اس سے آپ ﷺ کی نفسانہ طبیعت کا پتہ چلتا ہے، کہ آپ ﷺ انتہائی نفیس تھے۔
- ☆ نجاست کو دور کرنے اور صفائی حاصل کرنے کے لئے عصر حاضر میں صابن، شیمپو اور دیگر کیمیکل استعمال ہوتے ہیں، ان تمام کی اصل یہی حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ وضو اور غسل کے بعد ایک مخصوص قسم کے کپڑے سے بدن کو پونجھتے تھے، اسے ہم موجودہ دور کے تولیے کی ابتدائی صورت قرار دے سکتے ہیں، اس طرح اس حدیث مبارکہ میں تولیے کے استعمال کرنے کی اصل موجود ہے۔

۵۱۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ يَعْنِي ابْنَ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاتَى الْخَلَاءَ فَقَضَى الْحَاجَةَ، ثُمَّ قَالَ: يَا جَرِيرُ هَاتِ طَهُورًا، فَاتَيْتُهُ بِالْمَاءِ فَاسْتَنْجَى بِالْمَاءِ - وَقَالَ: بِيَدِهِ - فَذَلِكَ بِهَا الْأَرْضُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: هَذَا أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ "

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ کا بیان ہے: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ بیت الخلاء تشریف لے گئے، قضاء حاجت کی، اور فرمایا: اے جریر رضی اللہ عنہ! پانی لاؤ، میں پانی لایا، آپ ﷺ نے پانی سے استنجاء کیا، اور اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا۔

نقد حدیث: امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت شریک کی روایت سے بہتر ہے۔ (اللہ سبحانہ تعالیٰ جل جلالہ زیادہ بہتر جانتا ہے)

۱۔ اطراف:

ابن ماجہ: ۳۵۹

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت اس آخری جملہ میں ہے:

آپ ﷺ نے پانی سے استنجاء کیا، اور اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ احمد بن الصباح:

آپ کا نام ابو جعفر احمد بن صباح بن ابوسریح نخعی رازی مصری (م: ۱۴۰ھ) ہے، آپ روادے کے دسویں طبقہ سے ثقہ، حافظ، صدوق راوی ہیں، آپ سے غریب روایات مروی ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ شعیب بن حرب:

آپ کا نام ابوصالح شعیب بن حرب مدائنی مکی بغدادی (م: ۱۹۷ھ) ہے آپ روادے کے نویں طبقہ سے ثقہ، عابد راوی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ ابان بن عبد اللہ:

آپ کا نام ابان بن عبد اللہ بن ابو حازم بن صخر بن عمیلہ بجلی احسی کوفی ہے، آپ کی وفات خلیفہ ابو جعفر منصور کے عہد میں ہوئی۔ آپ روادے کے ساتویں طبقہ ثقہ، صدوق راوی ہیں، البتہ حافظے میں کمزوری واقع ہوئی تھی۔ (۳)

۴۔ ابراہیم بن جریر: راجع: ۵۰

۵۔ جریر:

آپ کا نام جرید کنیت ابو عمر، نسب نامہ یہ ہے: جریر بن عبد اللہ بن جابر بن مالک بن نصر بن ثعلبہ بن ششم بن عوف بن خزیمہ بن حرب بن علی بن مالک بن سعد بن نذیر بن قسر بن عبقر ابن انمار بن ارش بن عمرو بن غوث بجلی، جریر یمن کے شاہی خاندان کے رکن اور قبیلہ بجیلہ کے سردار تھے۔

اسلام: بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جریر وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کل چالیس روز پیشتر مشرف باسلام ہوئے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، بروایت صحیح وہ حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرکاب تھے، (۴)۔ اس لئے وفات سے کم از کم چار پانچ ماہ پیشتر ان کا اسلام ماننا پڑے گا، اور واقدی کے بیان کے مطابق رمضان دس ہجری (۱۰ھ) میں اسلام لائے، اس روایت کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سات مہینہ پیشتر ان کا اسلام لانا ثابت ہوتا ہے، بہر حال اس قدر یقینی ہے کہ وہ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی مہینہ پیشتر اسلام لائے تھے۔

جب یہ قبول اسلام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا: اسلام قبول کرنے کے لئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھا دی، اور مسلمانوں سے فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی معزز آدمی آئے، تو اس کی عزت کیا کرو، (۵) اس کے بعد جریر نے اسلام کے لئے ہاتھ بڑھایا، اور کہا: میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا، پھر فرمایا: جو شخص انسانوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر خدا رحم نہیں کرتا، اور بلا شرکت غیرے خدائے واحد کی پرستش، فرض نمازوں کی پابندی، مفروضہ زکوٰۃ کی ادائیگی، مسلمانوں کی نصیحت اور خیر خواہی اور کافروں سے برأت پر بیعت لی۔ (۶)

- | | | |
|----|------------------------------|-----------------------------|
| ۱۔ | i۔ الاکمال، ج ۱، ص ۱۵ | ii۔ تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۲۰۵ |
| ۲۔ | i۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۲۵۷ | ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۳۰۸ |
| ۳۔ | i۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۹۰ | ii۔ الحجر و حین، ج ۱، ص ۹۹ |
| ۴۔ | مسند احمد، ج ۴، ص ۳۵۸ | ۵۔ سیر صحابہ، ج ۱، ص ۲۳۲ |
| | ۶۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۳۵۸ | |

حجۃ الوداع: قبول اسلام کے بعد سب سے اول آنحضرت ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، اس میں مجمع کو خاموش کرنے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔

وفات: ۵۴ھ میں قر قیسبا میں وفات پائی۔ (۱)

حلیہ: قد دراز چھٹ تھا، اور اس قدر حسین و جمیل تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو امت اسلامیہ کا یوسف کہا کرتے تھے۔ ہاتھوں میں مہندی کا خصاب لگاتے تھے۔ (۲)

اولاد: وفات کے بعد پانچ لڑکے عمر، منذر، عبید اللہ، ایوب اور ابراہیم یادگار چھوڑے۔ (۳)

فضل و کمال: حضرت جریر رضی اللہ عنہ آخری زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور فیضان نبوی ﷺ سے استفادہ کا کم موقع ملا، تاہم جو لمحات بھی

میسر آئے ان سے پورا فائدہ اٹھایا، اس لئے اس کی صحبت کے باوجود ان سے سو (۱۰۰) حدیثیں مروی ہیں، ان میں سے آٹھ متفق علیہ ہیں، ایک میں امام بخاری اور سات میں امام مسلم منفرد ہیں، (۴) ان سے روایت کرنے والوں کا دائرہ بھی خاصہ وسیع ہے، چنانچہ ان کے لڑکوں میں منذر، عبید اللہ، ایوب، ابراہیم اور لڑکوں کے علاوہ ابو زرعہ بن عمر، انس، ابو وائل، زید بن وہب، زیاد بن علاقہ، شخصی، قیس بن ابی حازم، حمام بن حارث، اور ابو ظہیان حصین بن جندب نے ان سے روایتیں کی ہیں۔ (۵)

بارگاہ نبوی ﷺ میں پذیرائی: بارگاہ نبوی ﷺ میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی بڑی پذیرائی تھی، رسول اللہ ﷺ انہیں بہت کرم سے نوازتے تھے، اور بڑے احترام سے ان کے ساتھ پیش آتے تھے، ان کے بیٹھنے کے لئے ردائے مبارک بچھا دیتے تھے، (۶) جب بھی در دولت پر حاضر ہوتے، کبھی شرف باریابی سے محروم نہ رہتے، جب آپ ﷺ انہیں دیکھتے تھے، تو مسکرا دیتے تھے، غالباً ان کا ذکر خیر فرماتے تھے، ان کا بیان ہے کہ جب میں مدینہ میں پہنچا، تو مدینہ کے باہر سواری بٹھا کر کپڑا رکھنے کا تھیلا کھولا، اور حلہ پہن کر داخل ہوا، اس وقت رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے، میں نے سلام کیا، لوگوں نے آنکھوں سے میری طرف اشارہ کیا، میں نے اپنے پاس کے آدمی سے پوچھا، اے عبد اللہ! کیا رسول اللہ ﷺ میرا تذکرہ فرماتے تھے، انہوں نے کہا: ہاں! ابھی ابھی نہایت اچھے الفاظ میں تمہارا تذکرہ فرمایا، آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے، دوران خطبہ میں فرمایا: کہ اس دروازہ یا اس کھڑکی سے تمہارے پاس یمن کا بہترین شخص داخل ہوگا، اس کے چہرہ پر بادشاہی کی علامت ہوگی، میں نے اس عزت افزائی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ (۷)

حضرت جریر کی خوبیوں اور رسول اللہ ﷺ کے ان کی توقیر کرنے کی وجہ سے خلفاء راشدین بھی ان کی بڑی عزت کرتے تھے، چنانچہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ خدا تم پر رحمت نازل فرمائے، تم جاہلیت میں بھی اچھے سردار تھے، اور اسلام میں بھی اچھے سردار ہو۔ (۸)

آنحضرت ﷺ کا ہر ارشاد ہمیشہ زندگی کا دستور العمل رہا، ایک مرتبہ چند اعراب نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی: یا نبی اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے بعض صدقہ وصول کرنے والے ہم پر ظلم کرتے ہیں، فرمایا: ان کو راضی رکھو، اعراب نے کہا: اگر وہ ظلم کریں تب بھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے صدقہ وصول کرنے والوں کو راضی رکھو، اس ارشاد کے بعد سے کسی صدقہ وصول کرنے والے کو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے ناخوش نہیں کیا۔ (۹)

۱۔ استیاب، ج ۱، ص ۹۱	۲۔ استیاب، ج ۱، ص ۹۱	۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۷۳
۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۶۱	۵۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۷۳	۶۔ تہذیب الکمال، ص ۶۱
۷۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۲۶۰، ۲۵۱	۸۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳	۹۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۲۶۲

۴: حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے، البتہ اس سند میں ابراہیم بن جریر کا اپنے والد حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے، اسی طرح ابان بن عبد اللہ حفظ و ضبط میں کمزور تھے۔ اس کی مزید وضاحت پچھلی حدیث نمبر (۵۰) میں گزر چکی ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ بائیسویں (۲۲) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے اکثر راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند میں شعیب یعنی ابن حرب ذکر کر کے ایک اہم قاعدہ کی رعایت کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ جب شیخ اپنے شیخ کا نسب ذکر نہ کرے، اور شاگرد کرنا چاہیے، تو شاگرد اپنے اور شیخ کے بیان میں فرق ظاہر کرنے کے لئے یعنی، ان، ہو وغیرہ کا اضافہ کرتا ہے، تاکہ اسناد اور شاگرد کے الفاظ میں فرق واضح ہو سکے۔
- ☆ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صغار صحابہ میں سے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھ کر ہمیشہ تبسم فرماتے تھے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا اور عن ایک دفعہ اور حد ثنائیں دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

راجع: ۶۰

۷۔ مسائل و نصاب:

ایضاً

۸۔ خلاصہ

ایضاً:

۴۴۔ باب التَّوَقُّیْتِ فِی الْمَاءِ

پانی کی مقدار کا بیان

اس باب سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پانیوں کے احکامات شروع کر رہے ہیں، اس باب میں پانی کی اس مقدار کا بیان ہے، جو نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتی، اور اس امر کا بھی بیان ہے کہ کتنی مقدار میں نجاست گرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اس سے پہلے باب میں پانی سے استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ کو زمین پر رگڑنے کا بیان تھا۔

۵۲۔ أَخْبَرَنَا هِنَادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَالْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، عَنْ أَبِي أَسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا يَنْوِبُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسَّبَاعِ. فَقَالَ: إِذَا كَانَ الْمَاءُ قَلْتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کے بارے میں پوچھا گیا، جس پر عام جانور اور درندے آتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب پانی دو منگے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا۔

۱۔ اطراف:

نسائی: ۳۲۶، ابوداؤد: ۶۳، احمد: ۴۶۰۵، ۴۹۶۱

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے: جب پانی دو منگے ہو، تو ناپاک نہیں ہوتا۔ اس جملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے پاک اور ناپاک ہونے کی مقدار کو بیان کیا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہناد بن السری:

آپ کا نام ابوالسری ہناد بن السری بن مصعب تمیمی کوفی (م: ۲۲۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، آپ نے اکیانوے (۹۱) سال کی طویل عمر پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، البتہ امام بخاری نے ”خلق افعال العباد“ میں روایت کی ہے۔ (۱)

۲۔ الحسین بن حریش:

آپ کا نام ابوعمار حسین بن حریش بن حسن بن ثابت خزاعی مروزی (م: ۲۲۳ھ) ہے، آپ بھی رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام ابن ماجہ کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

ii۔ الجرح والتعديل، ج ۹، ص ۱۱۹

i۔ المعجم المشتمل، رقم ۱۱۲۲

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۷۵

i۔ الثقات، ج ۸، ص ۱۸۷

۲۔ ابواسامہ:

آپ کا نام ابواسامہ حماد بن اسامہ قریشی کوفی (م: ۲۰۱ھ) ہے، آپ روایۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، مامون، کثیر الحدیث، مدلس راوی ہیں، آپ نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ الولید بن کثیر:

آپ کا نام ابو محمد ولید بن کثیر مدنی کوفی (م: ۱۵۱ھ) ہے، آپ روایۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، البتہ خوارج کے نظریات کی طرف مائل تھے، جب کہ مغازی و سیر کے بہت بڑے عالم تھے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ محمد بن جعفر:

آپ کا نام محمد بن جعفر بن زبیر بن عوام اسدی مدنی (م: ۱۱۰ھ) ہے، آپ روایۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۵۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عمر:

آپ کا نام ابو عبدالرحمن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب مدنی (م: ۱۰۵ھ) ہے، آپ روایۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں، امام ابن ماجہ کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)

۶۔ عبداللہ بن عمر: راجع: ۱۲

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث دیگر اسناد کی بناء پر حسن ہے، اس حدیث کے بعض راوی متکلم فیہ ہیں۔ اس سند میں ابواسامہ مدلس راوی ہیں اور عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ تیسویں (۲۳) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے اکثر راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے دور راوی ہناد اور ابواسامہ کوفی، حسین بن حریت مروزی، جبکہ باقی چار راوی مدنی ہیں۔
- ☆ یہ روایت بیٹے (عبداللہ بن عبداللہ) کی اپنے باپ (عبداللہ بن عمر) سے روایت ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۳۹۴	۱۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۹۴
۲۔ تاریخ الدور، ج ۲، ص ۶۳۳	۱۔ الثقات، ج ۷، ص ۵۲۸
۳۔ سوالات برقانی، ص ۴۲۵	۱۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۱۶۰
۴۔ الجرح والتعديل، ج ۵، ص ۹۰	۱۔ الثقات، ج ۵، ص ۶

۸۔ لغات:

الرواب: جانور

ناب: آنا جانا، پہنچنا، ارادہ کرنا

قلتین: دو مکے

السباع: درندے

۹۔ مسائل و نصح:

یہ حدیث مبارکہ شوائع اور احناف کے ہاں بڑی معرکہ آراء ہے، اس کے ثبوت و مفہوم اور تعین معنی میں بڑا اختلاف ہے، ان سب کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ☆ باب کا مقصد ماء کثیر کی حد بیان کرنا ہے، جو معمولی نجاست سے پلید نہیں ہوتا، بشرطیکہ رنگ، بو اور ذائقہ نہ بدلے۔
 - ☆ قلتہ بڑے مکے کو کہتے ہیں، اس کے چھوٹے اور بڑے ہونے کی وجہ سے اس کی مقدار میں اختلاف رائے واقع ہوا ہے۔ لیکن عرب میں ہجر (شہر یا بستی کا نام) کے مکے مشہور و معروف تھے۔ شعراء نے اپنے اشعار میں بکثرت اس کا استعمال کیا ہے، اور امثال میں بھی اسے بہت بیان کیا ہے۔ حدیث میں بیان شدہ مکے سے یہی ہجر کا مراد ہے، دوسرا کوئی مکہ مراد نہیں ہو سکتا۔ اور ان کے مکے میں اڑھائی سو رطل پانی کے سمانے کی گنجائش تھی، لہذا دو قلوں کے پانی کی مقدار پانچ صدر رطل ہوئی، جو موجودہ زمانے کے پیمانے کے مطابق دو سو ستائیس کلو گرام ہوتی ہے۔
 - ☆ شریعت نے قلیل پانی اور کثیر پانی کے حکم میں فرق کیا ہے: قلیل پانی تو تھوڑی سی نجاست سے بھی پلید ہو جاتا ہے، خواہ رنگ، بو اور ذائقہ تبدیل نہ بھی ہو، مگر کثیر پانی اس وقت تک پلید نہیں ہوتا، جب تک نجاست کی وجہ سے اس کا رنگ یا بو یا ذائقہ تبدیل نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے قلیل پانی برتن میں ہوگا اور برتن والے پانی کی حفاظت ممکن اور آسان ہے، جب کہ کثیر پانی کسی کھلی جگہ میں ہوگا، اور کھلے پانی کی حفاظت ممکن نہیں، ہوا اور بارش کے ذریعے سے اس میں مختلف چیزیں گرتی رہتی ہیں۔ جانوروں اور پرندوں کی نجاست بھی اس میں گرتی رہتی ہے، اگر تھوڑی سی نجاست سے اسے پلید قرار دے دیا جاتا، تو لوگوں کو انتہائی تنگی کا سامنا کرنا پڑتا، تنگی دور کرنا بھی شریعت کا مستقل ضابطہ ہے، لہذا کھلا پانی اس وقت تک پاک رہتا ہے جب تک اس میں اتنی زیادہ نجاست نہ مل جائے کہ رنگ، بو اور ذائقہ تک بدل جائے۔
 - ☆ اس حدیث میں اگرچہ رنگ، بو اور ذائقہ کا ذکر نہیں، مگر دوسری احادیث میں صراحتاً مذکور ہے۔ فتویٰ دیتے ہوئے کسی ایک روایت کو بنیاد نہیں بنایا جاسکتا، بلکہ پیش آمدہ مسئلے سے متعلقہ تمام آیات و احادیث اور آثار کو مد نظر رکھ کر ہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔
 - ☆ علمائے احناف نے اس تحدید کو تسلیم نہیں کیا مگر اپنی طرف سے وہ درزہ (10x10) کی حد مقرر کی ہے، اس کے علاوہ ان میں باہم سخت اختلاف بھی ہے، یہاں تک کہ ان کے فقہاء کے قلیل و کثیر پانی کی تحدید کے متعلق چودہ اقوال ہیں۔ (۱)
 - ☆ اس حدیث میں مقدار قلتین کو کثیر قرار دیا گیا ہے، اس کے بھی متعدد جوابات حنفیہ کی طرف سے دیئے گئے ہیں:
- صاحب ہدایہ نے اس کا ایک جواب یہ دیا ہے: "لم یحمل الخبث" کے معنی ہیں کہ وہ نجاست کا تحمل نہیں کر سکتا، بلکہ نجس ہو جاتا ہے، لیکن یہ تاویل خلاف ظاہر ہے، صاحب ہدایہ نے اس کا جواب یہ بھی دیا ہے: "ضعفہ ابوداؤد" لیکن چونکہ ابوداؤد کے معروف نسخوں میں کوئی صریح تضعیف نہیں ملتی، اس لئے صاحب ہدایہ کے خلاف ایک شور برپا ہو گیا، کہ انہوں نے ابوداؤد کی طرف تضعیف کی نسبت غلط کی ہے، اس کے جواب

میں بعض حنفیہ نے فرمایا کہ ابوداؤد سے مراد ابوداؤد بختانی صاحب السنن نہیں، بلکہ ابوداؤد طیالسی ہیں، لیکن یہ بات اول تو اس لئے بعید ہے کہ جب ابوداؤد مطلقاً بولا جاتا ہے، تو ابوداؤد بختانی ہی مراد ہوتے ہیں، نہ کہ ابوداؤد طیالسی، دوسرے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے مسند ابوداؤد طیالسی کی طرف رجوع کیا، تو اس میں کہیں تضعیف نہ ملی، کوذاحق نے بھی اس حدیث کو مسند طیالسی میں دیکھا، تو وہاں تضعیف موجود نہیں، اس لئے بعض حضرات نے یہ جواب دیا: کہ یہاں ابوداؤد بختانی ہی مراد ہیں، اور انہوں نے اگرچہ صراحتاً اس حدیث کو تضعیف نہیں فرار دیا، لیکن اس حدیث کا اضطراب نقل کیا ہے، جو تضعیف کے قائم مقام ہے، لیکن یہ جواب بھی درست نہیں، کیونکہ ابوداؤد کے موجودہ نسخہ میں اضطراب نقل کرنے کے ساتھ ترجیح راجح بھی موجود ہے، اور ترجیح کی صورت میں اضطراب باقی نہیں رہ جاتا، چنانچہ ابوداؤد کی عبارت اس طرح ہے: هذا لفظ ابن العلاء وقال عثمان والحسن ابن علی عن محمد بن عباد بن جعفر قال ابو داؤد الصواب الی محمد بن جعفر۔

لہذا صحیح جواب یہ ہے کہ ابوداؤد کے موجودہ نسخہ میں اس حدیث کی تضعیف ثابت نہیں، البتہ صاحب عنایہ نے ابوداؤد کی ایک عبارت نقل کی ہے جس میں تضعیف صراحتاً موجود ہے، یہ عبارت ابوداؤد لولوی کے مروجہ نسخوں میں تو نہیں ہے، البتہ علی بن الحسن والے نسخہ میں یقیناً موجود ہوگی، جواب نایاب ہے، اس میں رجال پر زیادہ کلام کیا گیا ہے، غالباً صاحب عنایہ اور صاحب ہدایہ کے پیش نظر وہی نسخہ تھا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆ حدیث قلتین کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس لئے کہ اس کا مدار محمد بن اسحاق پر ہے، جو ضعیف ہے، نیز اس حدیث میں سنداً، متناً، معنی اور مصداقاً شدید اضطراب پایا جاتا ہے:

i۔ اضطراب فی السند: کی توضیح یہ ہے کہ یہ روایت بعض طرق میں ”عن الزہری عن سالم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما“ کی سند سے مروی ہے، بعض میں ”عن محمد بن جعفر عن عبید اللہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما“ کی سند سے پھر ولید بن کثیر کے بعض طرق میں ”عن محمد بن جعفر بن الزبیر رضی اللہ عنہ“ آیا ہے، اور بعض میں ”عن محمد بن عباد بن جعفر“، پھر صحابی سے روایت کرنے والے کے نام میں بھی اختلاف ہے، بعض روایتوں میں ان کا نام عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور بعض میں عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مذکور ہے، نیز حماد بن سلمہ کے طرق میں وقف اور رفع کا بھی اضطراب پایا جاتا ہے، یعنی بعض طرق میں یہ موقوف علی ابن عمر ہے، کما عند ابی داؤد، اور بعض طرق میں یہ مرفوع ہے کما عند الترمذی فی الباب۔

ii۔ اضطراب فی المتن: کی تشریح یہ ہے کہ بعض روایات میں ”اذا کان الماء قلتین لم تحمل الخبث“ آیا ہے، اور بعض میں ”قلتین اور ثلاثاً“ وارد ہوا ہے، جیسا کہ دارقطنی اور ابن عدی وغیرہ نے روایت کیا ہے، اور دارقطنی ہی میں متعدد طرق سے اربعین قلتین کے الفاظ بھی آئے ہیں، جن میں سے ایک طریق کو شیخ ابن ہمام رضی اللہ عنہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے، نیز امام دارقطنی رضی اللہ عنہ ہی نے بعض روایتیں ایسی نقل کی ہیں جن میں ”اربعین دلوا“ اربعین غربا“ کے الفاظ منقول ہیں۔

iii۔ اضطراب فی المعنی: کی تشریح یہ ہے کہ بقول صاحب قاموس قلتین کے کئی معنی آتے ہیں: پہاڑ کی چوٹی، انسان کا قد: مٹکا، یہاں کسی ایک معنی کی تعیین مشکل ہے۔

☆ علامہ ابن نجیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان تین قسم کے اضطراب کے علاوہ چوتھا اضطراب قلتین کے مصداق میں ہے، یعنی اگر قلتین کے معنی مٹکا ہی فرض لئے جائیں، جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے، تو بھی مکے حرم میں متفادت ہوتے ہیں، ان میں سے کسی ایک کی تعیین مشکل ہے، اس لئے کہ حدیث میں یہ متعین نہیں کہ کتنا بڑا مٹکا مراد ہے، اگر اس پر یہ کہا جائے کہ دارقطنی کی ایک روایت میں ”من قلال ہجر“ کے الفاظ آئے

ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یمن کے موضع ہجر کے مکے مراد ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی صرف مغیرہ بن سقلاب نے ذکر کی ہے، جو بصریح محدثین منکر الحدیث ہے، اور بعض دوسرے محدثین نے اس کے حق میں اس سے زیادہ سخت الفاظ استعمال کئے، اس لئے خود دار قطنی رضی اللہ عنہ نے اس زیادتی کو غیر محفوظ قرار دیا ہے، بہر صورت قلتہ کے مصداق میں اضطراب ہے، اسی لئے حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعیین میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے بقول ذکر کئے ہیں، جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابتداء امام شافعی رضی اللہ عنہ نے قلتہ سے مراد ہجر کے مکے لئے تھے، کیونکہ عہد رسالت میں ان کا زیادہ رواج تھا، لیکن امام شافعی رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کا رواج ختم ہو گیا، تو انہوں نے مشکیزوں کے ذریعہ تعیین کی، بعض اقوال کے مطابق پانچ مشکیزے اور بعض کے مطابق چھ مشکیزوں کی تعیین فرمائی، پھر حجاز سے باہر مشکیزوں کا بھی رواج نہ تھا، اس لئے رطل کے ذریعہ تحدید کی گئی، اور اس میں متعدد اقوال امام شافعی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہوئے۔

☆ بہر حال ان گونا گوں اضطرابات کی وجہ سے بعض حضرات نے اس حدیث کی تضعیف فرمائی شیخ ابن ہمام رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ حافظ ابن عبدالبر رضی اللہ عنہ "الامام" میں اس حدیث کی تضعیف کی ہے، نیز قاضی اسماعیل بن اسحاق اور ابوبکر بن عربی سے بھی تضعیف منقول ہے، علاوہ ازیں صاحب بدائع نے علی بن المدینی سے بھی تضعیف نقل کی ہے، حافظ ابن القیم رضی اللہ عنہ نے بھی تھذیب السنن میں حدیث قلتین پر مفصل کلام کر کے اسے ناقابل استدلال قرار دیا ہے، نیز ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ، امام غزالی رضی اللہ عنہ، علامہ عینی اور علامہ زیلعی رضی اللہ عنہ سے بھی تضعیف منقول ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ اضطرابات وغیرہ کی وجہ سے اس حدیث کو علی الاطلاق ضعیف اور ناقابل استدلال قرار دینا، بنظر انصاف مشکل ہے، واقعہ یہ ہے کہ اعتراض ضعف حدیث اور سارے اضطرابات رفع ہو سکتے ہیں، جہاں تک محمد بن اسحاق کے ضعف کا تعلق ہے ان کے بارے میں حافظ ذہبی کا یہ قول فیصل گزر چکا ہے کہ وہ رواۃ حسان میں سے ہیں، حضرت شاہ صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قول کو معتدل ترین قرار دیا ہے، چنانچہ خود حنفیہ بھی بہت سے مقامات پر ان کی روایتوں سے استدلال کرتے ہیں، اضطرابات کو شیخ ابن ہمام رضی اللہ عنہ نے فتح القدر میں دو جملوں میں دور کر دیا، ان کا کہنا یہ ہے کہ ولید بن کثیر نے یہ روایت محمد بن جعفر بن زبیر اور محمد بن عباد بن جعفر دونوں سے سنی، اور ان دونوں نے عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دونوں سے سماع کیا، اس طرح روایت کا بنیادی اضطراب رفع ہو گیا، اسی طرح امام دارقطنی رضی اللہ عنہ نے بھی اضطراب کو تطبیق دے کر دور کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ روایت ان تمام طرق سے مروی ہے، اور ایک طریق دوسرے طریق کے معارض نہیں۔

☆ رہا اضطراب فی المتن تو وہ بھی موجب ضعف نہیں، اس لئے کہ جملہ محدثین نے قلتین کی روایت کو راجح قرار دیا ہے، جس روایت میں ثلاثا کی زیادتی مروی ہے، اول تو وہ مرجوح ہے، اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو تطبیق ہو سکتی ہے کہ عدد اقل اکثر کی نفی نہیں کر سکتا، اور یہ بھی بعید نہیں کہ یہاں "او ثلاثا" "فصاعدا" کے معنی میں ہو، چنانچہ امام دارقطنی رضی اللہ عنہ نے بعض روایات ان الفاظ سے نقل کی ہیں: "اذا كان الماء قلتین فصاعدا لم يحمل الخبث" "ہو سکتا ہے کہ کسی راوی نے "فصاعدا" کے مفہوم کو "او ثلاثا" کے لفظ سے ادا کر دیا ہو، رہی "اربعین قلتہ" والی روایت، سوائے قاسم عمری کے سوا کسی نے مرفوعاً ذکر نہیں کیا، اور امام دارقطنی رضی اللہ عنہ نے ان کی بارے میں لکھا ہے: "كما اخرجہ الدار قطنی بطرق عدیدة" اور ظاہر ہے کہ حدیث موقوف مرفوع کا مقابلہ نہیں کر سکتی، ویسے بھی عدد اقل اکثر کی نفی نہیں کرتا، لہذا اضطراب فی المتن بھی قابل اعتبار نہیں رہ جاتا۔

☆ رہا معنی کا اضطراب سو سیاق کلام بتلا رہا ہے کہ یہاں قلتہ الجبل یا قامة الرجل مراد نہیں بلکہ "جرة" کے معنی مراد ہیں، اس لئے کہ قلتہ کا

لفظ جب پانی کے لئے بولتے ہیں، تو اس سے عموماً مشکا ہی مراد ہوتا ہے، نیز پہاڑ کی چوٹی یا قامت انسان مراد لینے میں بجاہت تکلف بھی ہے۔
☆ اب صرف اضطراب فی المصداق رہ جاتا ہے، سو وہ بھی موجب ضعف نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اس کے مصداق کی تعیین اہل حجاز کے عام رواج سے ہو سکتی ہے، کیونکہ ایسے موقع پر عموماً وہ چیز مراد لی جاتی ہے جو عام طور سے مردج ہوں، اور مدینہ طیبہ میں مقام ہجر کے بنے ہوئے مکے رائج تھے، جن میں دو مشک سے زیادہ پانی آتا تھا، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مکے مراد لئے ہیں، اور قلتین کی تحدید پانچ مشکوں سے فرمائی ہے۔

☆ ان وجوہات کی بناء پر محدثین کے ایک بڑے طاائفہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تصحیح کرتے ہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا صلیح بھی اسی پر دلالت کرتا ہے، حنفیہ میں سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی سند پر کوئی کلام نہیں کیا، صاحب سعایہ بھی عدم تضعیف کی طرف مائل ہیں، اسی لئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اللوکب الدرہ“ میں فرمایا کہ حدیث قلتین کی تضعیف مشکل ہے۔

☆ لہذا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اگرچہ ضعیف نہیں، لیکن مندرجہ ذیل وجوہ کی بناء پر اسے تحدید شرعی کا مقام دینا مشکل ہے:
۱۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ حجاز کے خطہ میں پانی بہت کمیاب تھا، اور وہاں پانی کی نجاست و طہارت کے مسائل روزمرہ بکثرت پیش آتے رہتے تھے، اور لوگوں کو مسائل المیاء سے واقفیت کا بہت اشتیاق رہتا تھا، اس کا تقاضا یہ تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قلت و کثرت کی کوئی حد مقرر فرمائی ہوتی، تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہایت معروف اور مشہور ہونی چاہیے تھی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتنے بڑے مجمع میں قلتین کی اس تحدید کی روایت کرنے والے سوائے ایک کس صحابی یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اور کوئی نہیں، اور ان سے روایت کرنے والے بھی صرف ان کے دو صاحبزادے ہیں، گویا یہ ”خبر الواحد فیما تعم بہ البلوی“ ہے، جو بافتاق محدثین و فقہاء، مخدوش ہوتی ہے۔

۲۔ یہ مسئلہ مقادیر شرعی سے متعلق ہے اور ان کے ثبوت کے لئے نہایت مضبوط اور غیر محتمل دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، حدیث قلتین کو اگر ضعیف نہ کہا جائے، تب بھی اس کا درجہ حسن سے اوپر نہیں جاتا، جبکہ حنفیہ نے نجاست ماء کے سلسلہ میں جن احادیث سے استدلال کیا ہے، وہ صحت کے اعلیٰ مقام پر ہیں، اس لحاظ سے حدیث قلتین ان روایات صحیحہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

۳۔ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے قلتین کو قتل و کثرت کا معیار بنایا ہو، بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے ”لغات الصحیح“ (ج ۲ ص ۱۳۶) کہ اس ترک تقدیر پر صحابہ کا اجماع معلوم ہوتا ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب بیرزمزم میں ایک زنجی گر گیا تو ان دونوں حضرات نے پورے کنویں کے پانی کو نکالنے کا حکم دیا، حالانکہ پانی میں اثر بھی ظاہر نہیں ہوا تھا، اور بیرزمزم بلاشبہ قلتین سے بہت زائد تھا، اور یہ عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں پیش آیا، اور کسی صحابی نے اس پر کوئی نکیر یا اعتراض نہیں کیا ”فیکون حدیث القلتین مخالفاً للاجماع فلا یقبل“ (۱)

☆ بہر حال ان وجوہات و عوارض کی بناء پر اس حدیث کو مقادیر شرعیہ کے باب میں تحدید و تشریح کا مقام نہیں دیا جاسکتا، بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی مناسب توجیہ کے ذریعہ اس حدیث کو احادیث صحیحہ تو یہ پر محمول کیا جائے، چنانچہ حنفیہ کی طرف سے حدیث قلتین کی مختلف توجیحات کی گئی ہیں، جن میں سے دو توجیہات زیادہ رائج ہیں:

۱۔ پہلی توجیہ شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہے، اور وہ یہ کہ حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس حدیث میں پانی سے مراد ارض حجاز کا ایک مخصوص پانی ہے، جو مکہ اور مدینہ کے راستہ میں بکثرت پایا جاتا ہے، یہ پہاڑی چشموں کا پانی ہوتا ہے، اور اپنے معدن سے نکل کر نالیوں سے بہہ بہہ کر چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے، اور اس کی مقدار عموماً قلتین سے زائد نہیں ہوتی، لیکن یہ پانی جاری ہوتا ہے، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نجس نہیں ہوتا۔ اس کی تائید حدیث کے ابتدائی جملہ سے ہوتی ہے: ”وہو یسئل عن الماء یکون فی الفلأة من الارض وما ینوبہ من السباع والدواب“ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں گھروں میں پائے جانے والے پانی کے بارے میں سوال نہیں ہو رہا، بلکہ صحراؤں کے پانی کے بارے میں سوال ہو رہا ہے، اس پر سوال ہوتا ہے کہ اگر وہ پانی جاری تھا، تو قلتین کی تحدید کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے: کہ یہ تحدید نہیں بلکہ بیان واقعہ ہے، اور شاید اس کا منشاء یہ بھی ہو کہ قلتین سے کم پانی میں باوجود جاری ہونے کے تغیر پیدا ہونے کا زیادہ امکان ہے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ توجیہ درحقیقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول کی تشریح ہے جو انہوں نے امام ابو یوسف سے فرمایا تھا: ”اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث اذا کان جاریا“ (۱)

۲۔ دوسری توجیہ شیخ گنگوہی بیان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں، دراصل حنفیہ کے نزدیک مدار خلوص اثر نجاست پر ہے، اگر کسی مقام پر مبتلی بہ کو یہ یقین حاصل ہو کہ قلتین کی مقدار میں خلوص نجاست نہیں ہوتا، تو اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: کہ میں نے خود اس کا عملی تجربہ کیا، اور ایک گڑھا کھدوا کر اس میں پانچ مشکیزے پانی ڈالا، جو قلتین کی کتابوں میں لکھی ہوئی مقدار کے مطابق تھا، اس میں ایک طرف کی تحریک سے طرف آخر متحرک نہیں ہوئی، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں حنفیہ بھی پانی کو نجس نہیں کہتے، البتہ بعض صورتیں ایسی بھی نکل سکتی ہیں، کہ ان میں اثر نجاست کا خلوص ہو جائے، ایسی صورت میں وہ پانی نجس سمجھا جائے گا، گویا اصل مدار خلوص نجاست پر ہے، اس لئے قلتین کو بطور ایک حد کے مقرر کرنا درست نہیں، اور کلی تحدید کرنے کے بجائے اسے رائے مبتلی بہ پر چھوڑا جائے گا۔ (۲)

☆ اس مسئلہ میں حنفیہ کی طرف سے چار احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ ترمذی میں ”باب کراہیۃ البول فی الماء الراکد“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث: لا یبولن احدکم فی الماء الدائم ثم یتوضا منہ۔

۲۔ حدیث المستیقظ من منامہ (۳) باب ماجاء اذا استیقظ احدکم من منامہ

۳۔ حدیث ولوغ الکلب باب حکم ولوغ الکلب (۴)

۴۔ حدیث وقوع الفارة فی السمن (۵)

یہ تمام احادیث صحیح ہیں، اور پہلی حدیث اصح مافی الباب ہے، شیخین رحمہ اللہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے، پہلی اور تیسری حدیث میں مانعات کے ساتھ نجاست حقیقیہ کے خلط کا ذکر ہے، چوتھی حدیث میں جلد کے ساتھ نجاست حقیقیہ کے خلط کا بیان ہے اور دوسری حدیث میں نجاست متوہمہ کا بیان ہے۔

۱۔ درس ترمذی، ج ۱، ص ۲۸۶ ۲۔ ایضاً، ص ۲۸۷ ۳۔ ترمذی، ج ۱، ص ۲۲-۲۳

۴۔ مسلم، ج ۱، ص ۱۳۷ ۵۔ بخاری، ج ۱، ص ۳۷

☆ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجاست مانعات سے طے یا جامدات سے، بہر صورت موجب نجاست ہو، اس میں نہ تغیر احد الاوصاف کی قید ہے اور نہ قلتین سے کم ہونے کی، ہاں مقدار کثیر اس سے مستثنیٰ ہے، اور استثناء کی دلیل وضو بماء البحر وغیرہ کی احادیث ہیں، جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پانی کثیر ہو تو وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا، اب چونکہ قلیل و کثیر کی کوئی تحدید قابل اطمینان طریقہ سے ثابت نہیں، اور حالات کے تغیر سے اس میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے، اس لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے رائے مجتہلی پر چھوڑا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (۱)

☆ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیہ ، (۲)

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو، ہرگز پیشاب نہ کرے، پھر اس پانی میں غسل کرے۔

☆ فقہاء احناف نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو بہت بڑا تالاب ہو، جب اس میں نجاست گر جائے، تو اس سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے، اس میں پانی کم ہو یا زیادہ، اور یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ قلتین (وہ کھڑے پانی) حامل نجاست ہوتے ہیں، کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور اپنے اطلاق سے قلیل اور کثیر کو شامل ہے۔

☆ یہ حدیث عام ہے، اس لئے اس کی بہت کثیر پانی سے تخصیص کرنا واجب ہے، جس کے ایک کنارے کو ہلایا جائے، تو دوسرے کنارے کا پانی نہیں ہلتا، اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے کی جائے گی، کہ جب تک نجاست پانی کے رنگ، بو اور مزے کو متغیر نہ کر دے، اس وقت تک وہ پاک کرنے والے وصف پر قائم رہے گا۔

☆ اس حدیث میں ایسے پانی سے غسل جنابت کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اس ممانعت میں غسل کی دیگر اقسام بھی شامل ہیں۔ (۳)

☆ فقہاء احناف کے نزدیک قلیل اور کثیر پانی کے طاہر اور نجس ہونے کا معیار:

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی، مگر وہ چیز جو اس کی بو ذائقہ اور اس کے رنگ پر غالب آجائے۔ (۴)

اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ہم بضاعہ کے کنویں سے وضوء کرتے ہیں، یہ وہ کنواں تھا، جس میں حیض آلودہ کپڑے ڈالے جاتے تھے اور کتوں کا گوشت اور بدبودار چیزیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی پاک کرنے والا ہے، اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی (اس کنویں کا پانی جاری تھا اور اس سے باغات میں پانی دیا جاتا تھا) (۵)

☆ فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ پانی یا جاری ہوگا یا ٹھہرا ہوا ہوگا، اگر پانی جاری ہو تو وہ اس وقت تک نجس نہیں ہوگا، جب تک کہ نجاست سے اس کا رنگ، بو اور ذائقہ متغیر نہ ہو جائے، اور اگر وہ پانی ٹھہرا ہوا ہو، جیسے تالاب یا حوض، اگر اس کی ایک طرف ہلانے سے دوسری طرف ہل جاتی ہے تو وہ پانی قلیل ہے، اور اگر اس کی ایک طرف ہلانے سے دوسری طرف نہیں ہلتی، تو وہ پانی کثیر ہے، امام محمد نے کہا: اگر میری مسجد کے برابر پانی ہو

۱- درس ترمذی، ج ۱، ص ۲۸۸ ۲- مسلم: ۷۲۵ ۳- عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۲۵۲-۲۵۰

۴- ابن ماجہ: ۵۲۱

۵- ابوداؤد: ۶۹

ii- سنن ترمذی: ۶۶ iii- سنن نسائی: ۳۲۵ iv- مسند احمد، ج ۳، ص ۸۶-۸۱

تو وہ کثیر ہے، ورنہ قلیل ہے، بعد میں ان کی مسجد کی پیمائش کی گئی، تو وہ وہ درود تھی، یعنی دس ذراع لمبی اور دس ذراع چوڑی (ایک ذراع ڈیڑھ فٹ کا ہے) پس جو پانی کثیر ہے، اس میں نجاست کے گرنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوگا، تا وقتیکہ نجاست سے اس کا رنگ، بویا ذائقہ تبدیل ہو جائے، اور جو پانی قلیل ہے، اس میں ایک قطرہ نجاست بھی گرے تو وہ نجس ہو جائے گا۔ (۱)

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے، کہ جمع شدہ پانی جو کسی بڑے تالاب کے برابر نہ ہو، جب اس میں نجاست گر جائے، تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر، اور یہ کہ قلتین (دو گھڑے) کی مقدار حامل نجاست ہوتی ہے، کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور یہ اپنے اطلاق سے قلیل، کثیر، قلتین اور اس سے زیادہ کو شامل ہے، اور اگر ہم یہ کہیں کہ قلتین کی مقدار حامل نجاست نہیں ہوتی، تو اس ممانعت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، علاوہ ازیں یہ حدیث قلتین کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ ہماری دلیل حدیث قلتین اور بر بضاعہ کی حدیث ہے اور یہ دونوں حدیثیں احناف کے مذاہب کے خلاف نص صریح ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ دونوں حدیثیں ہمارے مذہب کے خلاف ہیں، رہی حدیث قلتین تو ہر چند کہ بعض محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے، لیکن وہ متناوئاً مضطرب ہے، اور قلتہ (گھڑا) فی نفسہ مجہولۃ المقدار ہے، اور جو حدیث بالاتفاق صحیح ہو، اس پر عمل کرنا زیادہ قریب اور زیادہ قوی ہے۔ رہی بر بضاعہ کی حدیث تو ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں، کیونکہ اس کنویں کا پانی جاری ہے، اور خاص کا عام پر مقدم ہونا متعین ہے، بلکہ تمہارے لئے بھی اس حدیث کی تخصیص کرنا ضروری ہے، کیونکہ تم کثیر پانی اس کو کہتے ہو، جو وہ درود سے زائد ہو، اور جب تخصیص کرنا ضروری ہے تو رائے کی بہ نسبت حدیث سے تخصیص کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں: کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ خاص کو عام پر مقدم کرنا متعین ہے، بلکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے: کہ عمل میں عام خاص پر مقدم ہے، کیونکہ ایک حدیث میں ہے ”زمین سے جو بھی پیداوار حاصل ہو اس میں عشر ہے“ یہ حدیث عام ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اس خاص حدیث پر مقدم ہے: پانچ وقت سے کم میں صدقہ نہیں ہے“ باقی رہا یہ کہنا: کہ حدیث سے تخصیص کرنا رائے سے تخصیص کرنے سے اولیٰ ہے، اس کا جواب یہ ہے: کہ یہ درست ہے بہ شرطیکہ وہ حدیث اجماع کے مخالف نہ ہو، اور قلتین کی حدیث خبر واحد ہے، اور اجماع صحابہ کے مخالف ہے، کیونکہ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر گیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے یہ فتویٰ دیا: کہ کنویں کا تمام پانی نکال دیا جائے، حالانکہ اس حبشی کا پانی میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا، اور کنویں کا پانی قلتین سے زیادہ تھا، اور اس فتویٰ کا صحابہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، اس لئے یہ اجماع ہو گیا، اور پھر واحد جب اجماع کے مخالف ہو تو مقبول نہیں ہوتی، اور علی بن مدینی نے کہا: کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اور ان کا قول حجت ہے، اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ پانی کے اندازہ کے متعلق فریقین میں سے کسی کی حدیث بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، صاحب بدائع نے کہا ہے: کہ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے دلائل سمعیہ کو چھوڑ کر دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

☆ جمع شدہ پانی کے متعلق باب مذکور کی یہ حدیث عام ہے، اور اس میں سب کا اتفاق ہے، کہ اس کی تخصیص ضروری ہے، اس لئے پانی سے مراد وہ بڑا تالاب ہے جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے تو اس کی دوسری طرف حرکت نہیں کرتی (اور وہ وہ درود ہے)، یا اس کی تخصیص قلتین

سے ہوگی، جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے، یا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے ہوگی، جو اس پر دلالت کرتے ہیں، کہ جب تک پانی کے تین اوصاف میں سے کوئی وصف نجاست سے متغیر نہ ہو، وہ پانی پاک ہے، جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے۔ (۱)

۸۔ خلاصہ:

☆ علماء شوافع کے نزدیک یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے اور ماء کثیر کی مقدار میں نص ہے۔

☆ فقہاء شوافع اس حدیث مبارکہ سے ماء کثیر کی مقدار کا تعین کرتے ہیں، کہ ماء کثیر قلتین (دو مکے) کی مقدار ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے، اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب فی السند و المتن و المعنی و التعین ہے۔

۲۔ یہ حدیث خبر واحد ہے، اور صحابی صغیر رضی اللہ عنہ (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے، اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے اجماع کے خلاف ہے۔ جبکہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہر زمزم کے بارے میں موجود ہے۔

۳۔ قلتین سے مراد جاری پانی ہے۔

۴۔ ہر بضاعہ والی حدیث عام ہے، اور عمل میں عام خاص پر مقدم ہوتا ہے، اس میں جاری پانی کی تصریح موجود ہے۔

۵۔ فقہاء احناف کی شواہد حسب ذیل احادیث مبارکہ ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو، ہرگز پیشاب نہ کرے، پھر اس پانی میں غسل کرے۔

۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الزُّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمَزٍ الْأَعْرَجِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي، ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے، پھر اس پانی سے وضو کرے۔

۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ (۳)

۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شَهَابِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُئِلَ عَنْ فَارِغَةٍ سَقَطَتْ فِي سُنِّ، فَقَالَ: الْقَوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوهُ، وَكُلُوا سَمْنَكُمْ- (۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چوہیا کے متعلق پوچھا گیا، جوگھی میں گر جائے، آپ نے فرمایا: اس چوہیا کو نکال کر پھینک دو اور جو اس کے ارد گرد گھی ہے، اس کو بھی پھینک دو اور اپنا گھی کھا لو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات کی نیند سے بیدار ہو تو اپنے ہاتھ کو دو یا تین مرتبہ دھونے سے پہلے برتن میں نہ ڈالے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔ اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما، جابر رضی اللہ عنہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایات منقول ہیں۔ ابو عیسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرمایا میں ہر نیند سے بیدار ہونے والے کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ ہاتھ دھونے سے پہلے وضو کے پانی میں نہ ڈالے۔ اور اگر وضو کے پانی میں ہاتھ دھونے سے پہلے ڈالے گا تو یہ مکروہ ہے اور پانی ناپاک نہیں ہوگا بشرطیکہ اس کے ہاتھوں کے ساتھ نجاست نہ لگی ہو، اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کوئی رات کو بیدار ہو اور ہاتھ پانی میں دھونے سے پہلے ڈال دے تو اس پانی کا بہا دینا بہتر ہے۔ اسحاق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب بھی بیدار ہو رات ہو یا دن ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں نہ ڈالے۔

۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ أَحْمَدُ بْنُ بَكَّارٍ الدَّمَشْقِيُّ مِنْ وَكْدِ بْنِ أَرْطَاةَ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَا يَدْخُلُ يَدَهُ فِي الْبَاءِ حَتَّى يَفْرَغَ عَلَيْهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ، وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَجَابِرٍ، وَعَائِشَةَ، هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: أَحَبُّ لِكُلِّ مَنْ اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ قَائِلَةٌ كَانَتْ أَوْ غَيْرَهَا أَنْ لَا يَدْخُلَ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتَّى يَغْسِلَهَا، فَإِنْ أَدْخَلَ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا كَرِهْتُ ذَلِكَ لَهُ، وَلَمْ يَفْسِدْ ذَلِكَ الْمَاءَ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى يَدِهِ نَجَاسَةٌ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا فَأَعْجَبُ إِلَيَّ أَنْ يَهْرِيقَ الْمَاءَ وَقَالَ إِسْحَاقُ: إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ بِاللَّيْلِ أَوْ بِالنَّهَارِ فَلَا يَدْخُلُ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتَّى يَغْسِلَهَا (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس برتن کو الٹ دو، اور اس کو سات مرتبہ دھوؤ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک شخص کے برتن میں سے کتا پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوؤ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ، اور پہلی بار مٹی سے صاف کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد ﷺ سے متعدد احادیث بیان کیں، ازاں جملہ ایک حدیث یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔

حضرت عبداللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا، پھر فرمایا انہیں کتوں کے قتل کرنے سے کیا ملے گا؟ پھر شکار کرنے کے لیے اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتے رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات مرتبہ دھوؤ اور آٹھویں مرتبہ اس کو مٹی سے دھوؤ۔

۵۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسَهَّرٍ، أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، وَأَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لِيُغْسَلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ

۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ، فَلْيُغْسَلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ

۷۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَهِّرْ إِنَاءَ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ، أَنْ يُغْسَلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَوْلَاهُنَّ بِالتُّرَابِ

۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا- وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَهِّرْ إِنَاءَ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيهِ، أَنْ يُغْسَلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ

۹۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ سَمِعَ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ الْمُغْفَلِ، قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ: مَا بِالْهَمِّ وَبِالْكِلَابِ؟ ثُمَّ رَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ، وَقَالَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ فِي التُّرَابِ (۱)

۶۔ فقہاء احناف کے ہاں ماء کثیر کا تعین دس در دس ہاتھ (15x15 فٹ) کا بڑا اتالا ہے، جسے اگر ایک طرف سے حرکت دی جائے، تو دوسرے کنارے پر حرکت نہ ہو۔

پانی میں حد بندی کا نہ ہونا

۲۵۔ باب تَرْكِ التَّوْقِیْتِ فِي الْمَاءِ

اس باب میں اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ پانی میں کوئی حد بندی نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے بعض موقعوں پر اسے ترک فرمایا ہے، اس سے پہلے باب میں پانی کی حد بندی کا بیان تھا۔ اس باب کے تحت امام نسائی رحمہ اللہ نے چار احادیث نقل فرمائی ہیں۔

۵۳۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْوَةٌ لَا تَزْرِمُوهُ. فَلَمَّا فَرَعَّ دَعَا بَدَلُو فَصَبَهُ عَلَيْهِ قَالَ: أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: يَعْنِي: لَا تَقْطَعُوا عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: گاؤں کے رہنے والے ایک صحابی نے مسجد نبوی ﷺ میں پیشاب (کرنا شروع) کر دیا، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی طرف بڑھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور اس کا پیشاب نہ روکو، جب وہ (پیشاب سے) فارغ ہوا، تو آپ ﷺ نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر اس جگہ بہا دیا۔ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا تزرموہ کے معنی ہیں: اس کا پیشاب نہ روکو

۱۔ اطراف:

بخاری: ۶۰۶۵، ابن ماجہ: ۵۲۸، السنن الکبریٰ: ۵۱، تقدم: ۳۲۷

۲۔ مطابقت:

بظاہر اس حدیث کے الفاظ میں باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے، البتہ اس حدیث سے امام نسائی رحمہ اللہ کا استدلال اس جملہ سے ہے: آپ ﷺ نے پانی منگوا کر پیشاب پر بہا دیا۔ چونکہ ایک ڈول پانی کے بہانے سے پیشاب والی جگہ کا حکم بھی پاکی کا ہوا، اور ایک ڈول پانی کا نجاست میں ملنے سے جگہ پاک ہوگئی، اس سے یہ ثابت ہوا کہ پانی ایک ڈول بھی نجاست کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتا، اس لئے پانی میں حد بندی نہیں ہے، اس استدلال کی بناء پر حدیث کا یہ جملہ باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے: آپ ﷺ نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر پیشاب والی جگہ بہا دیا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبة: راجع: ۱

۲۔ حماد: راجع: ۳

۳۔ ثابت:

آپ کا نام ابو محمد ثابت بن اسلم بنانی بصری (م: ۱۲۷ھ) ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، عابد، مامون راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت اور زہد و اتقان پر متفق ہیں، آپ سے اڑھائی سوا حدیث مروی ہیں، آپ نے چھبیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ انس: راجع: ۶:

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ رباعیات کے اعتبار سے یہ پانچویں (۵) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام رواۃ ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی بغلانی اور باقی بصری ہیں۔
- ☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ میں وفات پانے والے آخری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے مشہور تھے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر تا اور حد ثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

- | | |
|--|---|
| اعرابیا بریہات کارہنے والا شخص | بال: اس نے پیشاب کیا، مراد ہے پیشاب کرنا شروع کیا |
| فقام الیہ: اس کی طرف لپکے، اس کی طرف جھپٹے | دعوہ: اسے رہنے دو، اسے چھوڑ دو |
| لاتزرموہ: اس کا پیشاب نہ روکو | دعابدلو: پانی کا ڈول منگوا یا |
| فصبہ وعلیہ: ڈول پیشاب والی جگہ بہا دیا | ماء: پانی حسب علیہ: اس پر بہا دیا گیا |
| ۵۴۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ | حضرت انس بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small> بیان کرتے ہیں: دیرہات کے رہنے |
| عَنْ أَنَسٍ قَالَ: بَالَ أَعْرَابِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ | والے صحابی نے مسجد نبوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> میں پیشاب کر دیا، نبی کریم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے |
| عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَصَبَّ عَلَيْهِ | ایک ڈول پانی کالانے کا حکم دیا، جسے اس پر بہا دیا گیا۔ |

۱۔ اطراف:

بخاری: ۲۲۱، مسلم: ۲۸۳، احمد: ۱۲۰۸۳، تقدم: ۵۵

۲۔ مطابقت:

راجع:

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں۔

۲۔ انس: راجع: ۶:

۳۔ یحییٰ: راجع: ۲۳:

۱۔ قتیبہ: راجع: ۱:

۲۔ عبیدہ: راجع: ۱۳:

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ رباعیات کے اعتبار سے یہ چھٹی (۶) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ ترین سند ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی بغلانی، دوسرے کوفی، تیسرے مدنی اور چوتھے بصری ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا اور حدیثا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

فتر کوہ: صحابہ نے اسے چھوڑ دیا

اتر کوہ: اس کو چھوڑ دو

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دیہات کے رہنے والے صحابی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر پیشاب کرنے لگے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں ڈانٹنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پیشاب کرنے دو، لوگوں نے کرنے دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر اس پر بہا دیا۔

۵۵۔ أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَبَانَا عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى الْمَسْجِدِ فَبَالَ فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتْرُكُوهُ فَتَرَكَوهُ حَتَّى بَالَ، ثُمَّ أَمَرَ بِدَلْوٍ فَصَبَّ عَلَيْهِ.

۱۔ اطراف:

مسند احمد: ۱۲۱۳۳، السنن الکبریٰ: ۵۳، سنن ابوداؤد: ۳۸۰، سنن ترمذی: ۱۴۷، سنن ابن ماجہ: ۵۳۰، سنن نسائی: ۵۶، مسند الحمیدی: ۹۳۸، المنشی: ۱۴۱، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۷، صحیح ابن خزمیہ: ۲۹۸، سنن بیہقی، ج ۲، ص ۲۳۸، شرح السننہ: ۲۹۱، مسند احمد: ۷۲۵۵

۲۔ مطابقت: راجع: ۵۳:

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں بھی چار راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ سوید بن نصر:

آپ کا نام ابو الفضل الشاہ سوید بن نصر بن سوید مروزی (م: ۲۴۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آپ نے نوے سال کی طویل عمر پائی، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ عبد اللہ: راجع: ۳۶ ۳۔ یحییٰ بن سعید: راجع: ۲۳ ۴۔ انس: راجع: ۶

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت بھی رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے، رباعیات کے اعتبار سے یہ ساتویں (۷) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ یہ تیسری روایت مسلسل رباعیات میں سے ہے۔

☆ رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ ترین سند ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی، تیسرے مدنی اور حضرت انس بصری ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، انبأنا، عن، سمعت ایک ایک دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔ لغات:

صاح: چیخنا۔ بلند آواز سے پکارنا

الناس: لوگ مراد صحابہ کرام

۵۶۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْرَاهِيمَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ
الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ
عَبِيدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ
فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَّاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ: لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: دَعْوَةٌ وَأَهْرَبُوا عَلَى بَوْلِهِ دَلُّوا مِنْ مَاءٍ؛ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ
مَيْسَرِينَ، وَلَمْ تَبْعَثُوا مَعْسَرِينَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گاؤں کے رہنے والے ایک صحابی
کھڑے ہوئے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیشاب کرنے لگے، صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم اسے پکڑنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ
دو، اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو، تم آسانی کے لئے بھیجے
گئے ہو، نہ کہ تنگی کے لئے۔

۱۔ اطراف:

صحیح مسلم: ۲۸۴، الرقم المسلسل: ۲۳۶، صحیح مسلم: ۲۸۵، الرقم المسلسل: ۶۲۸، نسائی: ۵۳، ابن ماجہ: ۵۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ
، ج ۸، ص ۲۱۸، سنن دارمی: ۲۱۲۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۸۸۴، مسند ابوعوانہ، ج ۵، ص ۳۲۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۳، صحیح ابن حبان: ۱۴۰۱،

ii۔ تقریب التحدیب، ج ۱، ص ۳۲۸

i۔ الثقات، ج ۸، ص ۲۹۵

شرح السنۃ: ۵۰۰، سنن بیہقی، ج ۲، ص ۴۲۸، مسند احمد، ج ۳، ص ۱۱۴۔ ج ۳، ص ۱۹۱: ۱۲۱۳۲، ج ۱۹، ص ۱۸۱، مسند احمد: ۱۲۹۸۴۔ ج ۲۰، ص ۲۹۷، بخاری: ۲۲۰، ۶۱۲۸، احمد: ۷۸۰۴۔ ۷۸۰۵، السنن الکبریٰ: ۵۴، تقدم: ۳۲۸

۲۔ مطابقت:

راجح: ۵۳

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ عبدالرحمن بن ابراہیم:

آپ کا نام قاضی ابوسعید عبدالرحمن بن ابراہیم بن عمرو بن میمون اموی عثمانی دمشقی (م: ۲۳۵ھ) ہے، آپ خیاط کے لقب سے مشہور تھے، آپ آل عثمان کے مولیٰ تھے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، حافظ، متقن راوی ہیں، آپ کی ولادت ۷۰ھ ہے، امام بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ عمر بن عبدالواحد:

آپ کا نام ابو حفص عمر بن عبدالواحد بن قیس سلمیٰ دمشقی (م: ۲۰۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ الاوزاعی:

آپ کا نام ابو عمرو عبدالرحمن بن عمرو شامی (م: ۱۵۷ھ) ہے، آپ امام اوزاعی کے لقب سے مشہور ہیں، آپ فقہ کے امام تھے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، جلیل القدر راوی ہیں۔ اہل علم آپ کی ثقاہت و نقاہت اور جلالت علمی و عملی پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابوزرعہ کے مطابق ان کا اصل وطن سندھ (پاکستان) ہے۔ (۳)

۴۔ محمد بن الولید:

آپ کا نام قاضی ابوہذیل محمد بن ولید بن عامر زبیدی حمصی (م: ۱۴۸ھ) ہے، آپ امام زہری کے خاص تلامذہ میں سے ہیں، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، ثابت راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت، نقاہت اور علمیت پر متفق ہیں۔ امام ترمذی کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)

۱۔	۱۔ الجرح والتعديل، ج ۵، ص ۲۱۱	ii۔ تاریخ الثقات، ص ۲۸۶
۲۔	۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۴۷۱	ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۱۵۱
۳۔	۱۔ تاریخ الداری، ص ۲۲	ii۔ تاریخ الثقات، ص ۲۹۶
۴۔	۱۔ سوالات ابن ابی شیبہ، ص ۱۳۹	ii۔ تہذیب الکمال، ج ۲۶، رقم ۵۹۰

۵۔ الزہری: راجع: ۱۔

۶۔ عبید اللہ بن عبد اللہ:

آپ کا نام ابو عبد اللہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہمدانی مدنی (م: ۹۴ھ) ہے، آپ رواد کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، فقیہ، تابعی راوی ہیں، آپ سات فقہاء مدینہ میں سے ہیں۔ اہل علم آپ کی ثقاہت و فقاہت پر متفق ہیں، البتہ حضرت زید بن ثابت سے سماع میں کلام ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۷۔ ابو ہریرہ: راجع: ۱۔

۲۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام بخاری نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سابعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ چوتھی (۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے ابتدائی پانچ راوی شامی اور آخری دو مدنی ہیں۔
- ☆ امام زہری مدنی شامی راوی ہیں۔
- ☆ امام عبید اللہ بن عبد اللہ مدینہ کے فقہاء سبعہ تابعین میں سے ہیں۔
- ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سب سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔
- ☆ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے راوی ہیں، جو سندھ کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔
- ☆ اس طرح امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ غالباً پاکستانی علاقہ سے تعلق رکھنے والے تھے۔

۶۔ لغات:

- تناول: پہنچنا، مراد زبان سے روکنا۔
- بعثتم: تم بھیجے گئے ہو۔
- میسرین: جنگی پیدا کرنے والے۔
- اھریقوا: ڈال دو، بہادو۔
- میسرین: آسانی پیدا کرنے والے۔

۶۔ مسائل و نصائح:

☆ اس دیہات کے رہنے والے صحابی کا نام حضرت ذوالخویص رضی اللہ عنہ تھا۔ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اس اعرابی نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر یہ دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! مجھ پر رحم فرما اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ہمارے ساتھ اور کسی پر رحم نہ فرما، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے وسیع چیز کو محدود کر دیا، پھر تھوڑی دیر بعد اس اعرابی نے مسجد کے ایک گوشہ میں پیشاب کر دیا، لوگ اس کو منع کرنے کے لیے اس کی طرف جھپٹے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع کیا اور فرمایا: تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے، اس کے اوپر ایک ڈول ڈال دو یا فرمایا: پانی کا ایک ڈول ڈال دو۔ (۱)

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب اس اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر اس جگہ پر بہا دیا۔ علامہ ابوالحسن بن خلف ابن بطل مالکی القرطبی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جب زمین پیشاب یا کسی اور نجاست سے نجس ہو جائے، تو اس کو کس طرح پاک کیا جائے گا، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابو ثور رحمہ اللہ نے کہا ہے: کہ وہ پانی کے سوا اور کسی چیز سے پاک نہیں ہوگی، اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

☆ حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ، حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن الکھفیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے، اور یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے، انہوں نے کہا ہے: کہ دھوپ نجاست کو زائل کر دیتی ہے اور جب اس نجاست کا اثر چلا جائے تو اس زمین پر نماز پڑھ لو اور اس زمین سے تیمم نہ کرو۔

☆ امام الطحاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے: کہ اس میں اختلاف ہے کہ کپڑوں اور بدن سے نجاست کس چیز سے زائل ہوگی، امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے: یہ صرف اس پانی سے زائل ہو سکتی ہے، جس سے وضوء کیا جاتا ہے، اور یہی امام زفر رحمہ اللہ، امام محمد بن حسن رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۝ (۲)

ہم نے آسمان سے ایسا پانی نازل کیا ہے، جو پاک کرنے والا ہے۔

☆ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کہ جب اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پانی کا ایک ڈول بہانے کا حکم دیا، انہوں نے کہا کہ کپڑوں اور بدن کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے: کہ نجاست کو ہر مائع (رقیق اور بہنے والی) چیز سے زائل کرنا جائز ہے، اور ہر پاک چیز سے آگ سے، دھوپ سے، اور اگر مردار جانور کی کھال دھوپ میں خشک ہو جائے، تو وہ رنگنے کے بغیر پاک ہو جاتی ہے، انہوں نے کہا: کہ خمر (انگور کی شراب) جب سرکہ بن جائے، تو وہ بھی پاک ہو جاتی ہے اور مٹکا بھی پاک ہو جاتا ہے، اور ہم جانتے ہیں کہ خمر بھی نجس تھی اور مٹکا بھی نجس تھا، اس کو سرکہ کے سوا اور کسی چیز نے پاک نہیں کیا۔ (۳)

☆ علامہ ابن الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

ہماری دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: کہ زمین کا پاک ہونا، اس کا خشک ہونا ہے، اور اس زمین سے تیمم اس لئے جائز نہیں ہے، کہ تیمم کے لئے ”صعید طیب“ (بہت پاک ہونا) کی شرط قرآن مجید میں منصوص ہے، پس جس کی طہارت صرف حدیث سے ثابت ہے، اس سے تیمم ادا نہیں ہوگا۔ (۱)

☆ علامہ یوسف زیلیعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: صاحب ہدایہ کے نقل کردہ الفاظ کے ساتھ حدیث غریب ہے یعنی غیر معروف ہے، اور اس کا ثبوت نہیں ہے، البتہ دیگر الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ثابت ہے۔ (۲)

☆ دیگر الفاظ کے ساتھ احادیث حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ حضرت ایوب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو پاک ہو جاتی ہے۔ (۳)
- ۲۔ حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، وہ پیشاب کے خشک نشان پر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ان سے کہا (اس کی کیا وجہ ہے؟) انہوں نے کہا: یہ خشک ہو چکا ہے۔ (۴)
- ۳۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں باب: ۱۳۹ کا یہ عنوان قائم کیا ہے: زمین جب خشک ہو جائے تو اس کا پاک ہونا، اور اس عنوان پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں، میں مسجد میں سوتا تھا، میں نو عمر، کنوارا، نوجوان تھا اور کتے مسجد میں آتے جاتے تھے، اور پیشاب کرتے تھے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس جگہ کو بالکل نہیں دھوتے تھے۔ (۵)

☆ علامہ عینی نے کہا ہے: کہ یہ احادیث حکما مرفوع ہیں کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے، کیونکہ جن تابعین نے یہ کہا ہے: کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے، وہ اپنے زمانہ کے مفتی تھے، جیسے ابن الحنفیہ اور ابن قلابہ، اور کسی نے ان کے قول کی مخالفت نہیں کی، تو یہ اجماع کے قائم مقام ہے، اور صاحب ہدایہ نے جو حدیث ذکر کی ہے، وہ روایت بالمعنی ہے۔ (۶)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

نجاست کو پاک کرنا پانی کے ساتھ جائز ہے اور ہر مانع طاہر کے ساتھ بھی جائز ہے، جس سے نجاست کو زائل کرنا ممکن ہو، جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی وغیرہ، جن کو نچوڑا جائے تو وہ نچر جائے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ نجاست کو صرف پانی کے ساتھ زائل کرنا جائز ہے، کیونکہ مانع پہلی ملاقات کے ساتھ نجس ہو جائے گا، اور نجس سے طہارت حاصل نہیں ہوتی، البتہ یہ قیاس پانی میں ضرورت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ مانع چیز نجاست کو اکھاڑ دے گی، اور طہارت نجاست کے زائل ہونے سے حاصل ہو جائے گی۔ (۷)

۱۔	حدایہ اولین، ص ۷۴	۲۔	نصب الراية، ج ۱، ص ۲۷۷
۳۔	مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۲۵	۴۔	مصنف عبدالرزاق: ۵۱۵۷
۴۔	مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۲۷	۵۔	سنن ابوداؤد: ۳۸۲
۶۔	البنایہ، ج ۱، ص ۵۲۰	۷۔	حدایہ اولین، ص ۷۲-۷۱

☆ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

جب زمین پر ترنجاست لگ جائے، پس اگر زمین سخت ہو تو اس پر پانی بہا دیا جائے گا، اور وہ پانی زمین کے اندر چلا جائے گا، جہاں اس کو نچوڑنا ممکن نہیں ہے، اور ظاہر الرویۃ کے مطابق تین دفعہ پانی بہایا جائے گا اور ہر مرتبہ پانی زمین کے اندر چلا جائے گا (جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے)، اور اگر زمین نرم ہو تو زمین کو کھودا جائے گا اور گڑھا کر کے اس پر تین مرتبہ پانی بہا دیا جائے گا۔ (۱)

☆ نرم زمین کو کھودنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن معقل بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسی قصہ میں ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مٹی پر اس نے پیشاب کیا ہے، اس کو کھرچ کر گرداؤ اور اس جگہ پر پانی بہا دو۔ (۲)

☆ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا، لوگوں نے اس کو ڈانٹنے کا قصد کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جگہ کو کھودو اور اس پر پانی کا ایک ڈول ڈال دو، تم تعلیم دو، آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو۔ (۳) (یہ حدیث مرسل ہے)

☆ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ تم نے حدیث صحیح کو ترک کر کے حدیث ضعیف اور حدیث مرسل سے استدلال کیا ہے، تو میں کہوں گا کہ ہم نے حدیث صحیح پر اس صورت میں عمل کیا ہے، جب زمین سخت ہو، اور جو حدیث تمہارے زعم میں ضعیف ہے نہ کہ ہمارے نزدیک، اس پر اس صورت میں عمل کیا ہے، جب زمین نرم ہو، اور دونوں حدیثوں پر عمل کرنا، اس سے بہتر ہے، کہ ایک حدیث پر عمل کیا جائے، اور دوسری حدیث کو ترک کر دیا جائے، اور رہی حدیث مرسل تو ہمارے نزدیک وہ معمول ہے، اور جو حدیث مرسل پر عمل کو ترک کرنا ہے، وہ اکثر احادیث پر عمل کو ترک کر دینا ہے، اور محدثین کے نزدیک جب دو صحیح مرسل حدیثیں کسی ایک مسند حدیث کے معارض ہوں، تو حدیث مرسل پر عمل کرنا اولیٰ ہے، تو جب حدیث مرسل کا کوئی معارض نہ ہو، تو اس وقت اس پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ ہوگا۔ (۴)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک اعرابی آیا، پھر وہ کھڑا ہو گیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس کو ڈانٹا، کہ رو، رو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا پیشاب منقطع نہ کرو، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو چھوڑ دیا، حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا، پس اس سے فرمایا: بے شک یہ مساجد اس پیشاب میں سے کسی چیز کے لئے نہیں بنائی گئیں اور نہ پاخانہ کے لئے، یہ مساجد تو صرف اللہ عزوجل کے ذکر، نماز اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے بنائی گئی ہیں، یا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں سے ایک شخص کو حکم دیا، وہ پانی کا ایک ڈول لے کر آیا اور اس پر بہا دیا۔ (۵)

اس حدیث میں فرمایا ہے: یہ مساجد اللہ عزوجل کے ذکر کے لئے ہیں، اس میں ذکر سے مراد عام ہے، یہ قرآن کی تلاوت، علم کی کتابوں کو پڑھنے اور پڑھانے، لوگوں کو وعظ کرنے اور نماز پڑھنے، خواہ فرض ہو یا نفل، سب کو شامل ہے لیکن نفل پڑھنا گھر میں افضل ہے، اس کے علاوہ

۱- عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۸۷

iii- تلخیص النجیر: ۳۲

ii- سنن بیہقی، ج ۲، ص ۴۲۸

i- سنن ابوداؤد: ۳۸۱

مسلم: ۲۸۵

۵-

عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۸۷

۴-

مصنف عبدالرزاق: ۱۶۶۴

۳-

دوسرے کام مثلاً دنیاوی باتیں، ہنسنا، بغیر نیت اعتکاف کے مسجد میں ٹھہرنا اور دنیاوی کاموں میں مشغول ہونا، مسجد میں خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہیں، ضرورت کی وجہ سے مسجد میں سونا بھی جائز ہے لیکن اس کو عادت نہیں بنانا چاہیے۔ مسجد میں لیٹنا اور ٹانگیں پھیلا نا بھی جائز ہے اور مسجد میں پیشاب، پاخانہ کرنا اور دیگر مسجد کے احترام کے منافی کام کرنا حرام ہیں، برائی سے روکنا لازم ہے، اس لیے صحابہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھے بغیر اس اعرابی کو مسجد میں پیشاب کرنے پر ڈانٹنے لگے۔

☆ نبی ﷺ نے صحابہ کو منع کیا کہ اس کے پیشاب کو منقطع مت کرو، کیونکہ مسجد میں پیشاب کرنا بھی ایک برا کام ہے، اور اس کا پیشاب منقطع کر دینے سے جو اس کو مرض پیدا ہوتا اور اس کو ضرر ہوتا، وہ اس سے زیادہ برا کام تھا، تو آپ ﷺ نے زیادہ برائی سے بچنے کے لیے کم برائی کو برداشت کرنے کا حکم دیا، مسجد کو گندگی سے بچانا بھی ایک نیکی ہے اور اس اعرابی کو ضرر سے بچانا، اس سے بڑی نیکی ہے، اس لیے آپ نے چھوٹی نیکی کے مقابلہ میں بڑی نیکی کے حصول کا حکم دیا، جب کہ مسجد کی صفائی تو بعد میں پانی بہا کر بھی حاصل ہو سکتی تھی۔ (۱)

☆ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسجد میں پانی بہانے کی کیا ضرورت تھی، جب وہ پیشاب دھوپ اور ہوا سے خشک ہو جاتا، تو مسجد پاک ہو جاتی؟ اس کا جواب یہ ہے: کہ دھوپ سے خشک ہونے تک مسجد کا وہ حصہ ناپاک رہتا۔ نبی ﷺ نے فوراً پانی بہانے کا حکم اس لیے دیا تاکہ مسجد کی طہارت جلد حاصل ہو۔ (۲)

☆ دیہاتی اور احکام شرعیہ سے ناواقف شخص کو زری سے مسئلہ بتانا چاہیے، اور اس پر سختی نہیں کرنی چاہیے، اس لیے آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسے ڈانٹنے سے منع فرمایا اور جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو فوراً پانی بہانے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کو فوراً پاک کرنے سے مانع اس کا پیشاب میں مشغول ہونا تھا، اور جب وہ مانع زائل ہو گیا، تو آپ نے مسجد کو پاک کرنے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی خرابی کو دور کرنے سے اگر کوئی چیز مانع ہو تو اس مانع کے زائل ہوتے ہی اس خرابی کو دور کرنا چاہیے۔ (۳)

☆ اس حدیث کا مکمل متن ”سنن ابوداؤد“ اور ”سنن ترمذی“ میں ہے:

☆ اس حدیث مبارکہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا ہے: تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ ﷻ نے بھیجا تھا اور صحابہ کو نہیں بھیجا تھا، اس کا جواب یہ ہے، کہ صحابہ نبی ﷺ کی اقتداء کرنے والے تھے اور نبی ﷺ کی ہدایت اور آپ ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے والے تھے، تو مجازاً ان کو بھی فرمایا: کہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، کیونکہ صحابہ تبلیغ کرنے میں رسول اللہ ﷺ کے قائم مقام تھے، یا اس لیے کہ نبی ﷺ صحابہ کو تبلیغ کرنے کا حکم دیتے تھے اور ان کو تبلیغ کرنے کے لیے بھیجتے تھے، گویا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ ﷻ کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور صحابہ کرام، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ (۴)

☆ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء دین اور مفتیان کرام کو دین کے آسان احکام بیان کرنے چاہئیں اور مشکل احکام نہیں بیان کرنے چاہئیں، مثلاً جب یہ کہا جائے گا کہ ایلو پیٹھک دواؤں سے علاج کرنا اور ضرورت کے وقت ایک آدمی کا خون دوسرے آدمی میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے، تو یہ لوگوں کو مشکل میں ڈالنا ہے، اس لیے اپنے زمانہ کے حالات اور عرف پر نظر رکھنی چاہیے اور آسان احکام بیان کرنے چاہئیں۔ (۵)

☆ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد ناپاک ہو جائے تو اس کو فوراً دھو کر صاف کر لینا چاہئے۔ نیز یہ کہ کسی شخص کو برائی سے روکنے کے لئے نرمی سے کام لینا چاہئے، نیز دو خرابیوں کے مقابلہ میں اگر ایک خرابی کم درجہ کی ہو تو اس کو قبول کر لینا چاہئے کیونکہ جس وقت وہ اعرابی پیشاب کر رہا تھا اگر اس کو روکنے کی کوشش کی جاتی تو پیشاب اس کے کپڑوں پر گرتا یا مسجد کے دوسرے حصوں پر گرتا، اور اگر زبردستی روک دیا جاتا تو اس کے بیمار ہونے کا خطرہ تھا جب کہ مسجد کا کچھ حصہ اس کی پیشاب کرنے کی وجہ سے نجس ہو ہی چکا تھا۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا ٹھہر جا، ٹھہر جا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو، اس کو پیشاب کرنے دو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو چھوڑ دیا، جب اس نے پیشاب کر لیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ مساجد پیشاب اور دیگر نجاست سے آلودہ کرنے کے لائق نہیں یہ اللہ پاک کے ذکر اور نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں، پھر صحابہ میں سے ایک آدمی کو پانی کا ڈول لانے کا حکم دیا وہ شخص پانی کے ڈول کو لایا اور اس نے اس پر پانی بہایا۔

☆ زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان:

مسلم کی حدیث نمبر ۵۶۷ میں ہے ایک دیہاتی مسجد میں آ کر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو منع کرنے لگے، نبی صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے نہ روکو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک ڈول منگا کر اس جگہ ڈال دیا۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ زمین پر کوئی نجاست لگ جائے تو اگر اس پر پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے اور بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین پر جب نجاست لگ جائے اور وہ دھوپ یا ہوا سے خشک ہو جائے تو وہ زمین پاک نہیں ہوتی، یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں پانی کا ذکر اس لئے ہے کہ مسجد کو پاک کرنے میں جلدی کرنا واجب ہے اور زمین کو خشک ہونے کے لئے چھوڑنے سے اس واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی۔ (۱)

☆ مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

لفظ ذکر عام ہے، یہ قرآن مجید کی تلاوت، علوم دینیہ کے پڑھنے اور لوگوں کو وعظ کرنے کو شامل ہے اور نماز بھی عام ہے یہ فرائض اور نوافل دونوں کو شامل ہے لیکن نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل ہے، اس کے علاوہ مسجد میں دنیاوی باتیں، ہنسنا، بغیر نیت اعتکاف کے مسجد میں بیٹھنا، اور دنیاوی امور میں مشغول ہونا امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مباح نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ مسجد میں عبادت کے لئے بیٹھنا، علوم دینیہ پڑھنے کے لئے یا درس اور وعظ سننے کے لئے یا نماز کے انتظار کے لئے اور اس نوع کی دیگر عبادت کے لئے۔ بیٹھنا مستحب ہے اور اس پر ثواب ملے گا، اور ان کے علاوہ باقی کاموں کے لئے مسجد میں بیٹھنا مباح ہے، لیکن ان کا ترک اولیٰ ہے۔

☆ مسجد میں سونے کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن المسیب حسین رحمۃ اللہ علیہ عطاء اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں سونے کی رخصت دی ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا مسجد کو سونے کی جگہ نہ بناؤ اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مسجد میں سونا مکروہ ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مسافروں کے لئے مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مقیم کے لئے میں اس کو درست نہیں سمجھتا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر مسافر یا اس کی طرح کوئی شخص ہو تو مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر گروہاں عادتاً دوپہر اور رات کے سونے کو معمول بنا لیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے، اور یہی اسحاق کا قول ہے، یحمری نے کہا جو فقہاء مسجد میں سونے کی اجازت دیتے ہیں، وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور اہل الصفتہ، ہاروانی عورت، عرنیہ، ثمامہ بن اثال اور صفوان بن امیہ کے مسجد میں سونے سے استدلال کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں ان کے سونے کا ذکر ہے۔ (۱)

☆ علامہ غلام رسول سعیدی کی رائے یہ ہے کہ اس سلسلہ میں امام احمد کا قول صحیح ہے، کیونکہ احادیث میں جن حضرات کے سونے کا ذکر ہے، ان کا کبھی کبھی سونا ثابت ہے، ان لوگوں نے مسجد کو سونے کا ڈالنا نہیں بنایا تھا۔ (۲)

۷۔ خلاصہ:

- ☆ اس دیہات کے رہنے والے صحابی کا نام حضرت ذوالخویصہ رضی اللہ عنہ تھا، بعض نے نام ذوالخویصرہ لکھا ہے، جو کہ صحیح نہیں ہے۔
- ☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سبقت کرنی چاہیے۔
- ☆ صحابہ کرام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعرابی کو منع کرنے کے لئے آپ سے پوچھے بغیر دوڑنا، آپ پر سبقت نہیں تھا، کیونکہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو برائی کو مٹانے کی عام اجازت تھی اور اب الگ اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔
- ☆ اس حدیث میں اہون البلیغین پر عمل ہے، مسجد کو پیشاب سے نجس کرنا بھی ایک بلاء ہے، اور کسی شخص کا پیشاب منقطع کر دینا، جس میں اس کے بیمار ہونے کا خدشہ ہو، اس سے بڑی بلاء ہے، اس لیے بڑی بلاء کے مقابلہ میں چھوٹی بلاء کو برداشت کرنے کا حکم دیا، اور پیشاب سوکنے کا انتظار کی بجائے مسجد کو دھونے کا حکم دیا، تاکہ فوری اور قوی طہارت حاصل ہو۔
- ☆ جاہل شخص کو آسانی کے ساتھ احکام کی تعلیم دینی چاہیے، اور شفقت سے پیش آنا چاہیے۔
- ☆ مانع کے زوال کے بعد ازالہ فساد میں جلدی کرنی چاہیے، کیونکہ جیسے ہی اعرابی پیشاب سے فارغ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے دھونے کا حکم دیا۔ (۳)

- ☆ مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے، البتہ وضو کے لیے مسجد میں کوئی الگ جگہ بنالی جائے تو صحیح ہے۔
- ☆ مسجد میں جانوروں، پاگلوں اور نا سمجھ بچوں کا بغیر کسی اہم مقصد کے داخل کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ان کی وجہ سے مسجد کی پاکیزگی کا برقرار رہنا مشکل ہے، البتہ یہ حرام نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل بیان جواز اور حصول

اقتداء کے لیے تھا۔

☆ مسجد میں نجاست کو داخل کرنا حرام ہے، اور جس شخص کے بدن پر نجاست ہو اور اس نجاست سے مسجد کے متلوٹ ہونے کا خدشہ ہو، اس کا مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں ہے، اور مسجد میں بغیر کسی برتن کے فصد لگوانا حرام ہے، اور برتن میں فصد لگوانا مکروہ ہے۔

☆ چونکہ مسجد میں جنازہ کو داخل کرنے سے مسجد کے متلوٹ بالنجاست ہونے کا خدشہ ہے، اسی لیے فقہاء احناف نے مسجد میں جنازہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے، البتہ جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

☆ مسجد میں لیٹنا، پیر پھیلانا، انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا جائز ہے، کیونکہ یہ تمام امور احادیث صحیحہ مشہورہ میں رسول اللہ ﷺ کے افعال سے ثابت ہیں۔

☆ مسجد کو نجاست، گھناؤنی چیزوں مثلاً ناک، تھوک وغیرہ اور تکلیف دہ چیزوں مثلاً کانٹے، شیشہ کے ٹکڑوں وغیرہ سے پاک اور صاف رکھنا چاہیے، بلند آواز سے باتیں کرنے، خرید و فروخت اور دیگر دنیاوی کاموں سے مسجد کو بچانا چاہیے۔ (۱)

۲۶۔ باب الْمَاءِ الدَّائِمِ

دائم ٹھہرے ہوئے پانی کو کہتے ہیں، یعنی جو جاری نہ ہو، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ٹھہرے ہوئے پانی سے متعلق دو احادیث تین طرق سے بیان کی ہیں۔ اس باب میں ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرنے کا بیان ہے، اس سے پہلے باب میں پانی کی حد بندی نہ ہونے کا بیان تھا۔

۵۷۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ قَالَ: عَوْفٌ: وَقَالَ: خِلَاسٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، پھر اس سے وضو کرے۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت خلاس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث بیان فرمائی ہے۔

۱۔ اطراف:

بخاری ۲۳۹، مسلم ۲۸۲، احمد ۷۵۲۹، ۷۶۰۷، ۹۱۲۶، السنن الکبریٰ: ۶۵، ۵۵

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ اسحاق بن ابراہیم: راجع: ۲۔ عیسیٰ بن یونس: راجع: ۸۔

۳۔ عوف:

آپ کا نام ابوہل عوف بن ابی جمیلہ اعرابی عبدی بصری (م: ۱۳۶ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صدوق، صالح، کثیر الحدیث راوی ہیں، البتہ قدریہ اور تشیع کی طرف مائل تھے، آپ نے چھپاسی سال کی عمر میں وفات پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ محمد:

آپ کا نام ابو بکر محمد بن سیرین انصاری بصری (م: ۱۱۰ھ) ہے، آپ امام ابن سیرین کے لقب سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، فقیہ، نامون، کثیر العلم، تابعی راوی ہیں۔ آپ کی فقاہت، ثقاہت، زہد و تقویٰ پر اہل علم متفق ہیں، بلکہ آپ اپنے وقت کے تعبیر الروایاء کے بہت بڑے امام تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ نے کبھی روایت بالمعنی نہیں کی، بلکہ ہمیشہ روایت باللفظ کرتے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ خلاص:

آپ کا نام خلاص بن عمرو ہجری بصری ہے۔ آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، صالح، تابعی راوی ہیں۔ البتہ مرسل روایات کرتے ہیں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔ (۳)

۵۔ ابو ہریرہ: راجع: ۱۔

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۳۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے لحاظ سے یہ تیسویں (۲۳) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ یہ سند مروزی (اسحاق)، کوفی (عیسیٰ)، بصری (عوف، ابن سیرین)، خلاص اور مدنی (حضرت ابو ہریرہ) رواۃ کے درمیان ہے۔

۱۔ ا۔ العلیل، ج ۱، ص ۱۳۲ ii۔ الجرح والتعديل، ج ۷، ص ۱۵

۲۔ ا۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۲۵۰ ii۔ العلیل، ج ۲، ص ۵۹

۳۔ ا۔ الکامل، ج ۳، ص ۶۷ ii۔ الجرح والتعديل، ج ۳، ص ۲۰۲

☆ یہ روایت حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے دو تابعی شیوخ حضرت محمد بن سیرین اور حضرت خلاص رضی اللہ عنہ سے سماعت کی، دونوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اس لیے دونوں شیوخ کا نام ذکر دیا۔

☆ سند سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے بیک وقت اپنے تلامذہ سے دونوں شیوخ کی سند سے روایت بیان کی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، انبأنا، حدثنا ایک ایک دفعہ جبکہ عن عند و دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۵۔ لغات:

الدائم: ٹھہرا ہوا، رکا ہوا، کھڑا ہوا، جو جاری نہ ہو۔

۵۸۔ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَتِيقٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: كَانَ يَعْقُوبُ لَا يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ إِلَّا بِدِينَارٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، پھر اس سے غسل کرے۔ امام نسائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت یعقوب بن ابراہیم رضی اللہ عنہ یہ حدیث مبارکہ دینار لیے بغیر بیان نہیں کرتے تھے۔

۱۔ اطراف:

احمد: ۵۲۹، ۷۶۰، السنن الکبریٰ: ۵۷، تحفۃ الاشراف: ۱۲۵۷۹

۲۔ مطابقت:

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث مبارکہ کے اس ابتدائی جملہ میں ہے: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ یعقوب بن ابراہیم: راجع: ۲۲

۲۔ اسماعیل: راجع: ۱۹

۳۔ یحییٰ بن عتیق:

آپ کا نام یحییٰ بن عتیق طفاوی ہے، آپ روادے کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں۔ شیخین، امام

ابوداؤد رضی اللہ عنہ اور نسائی رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ البتہ امام بخاری نے تعلق بیان کی ہے۔ (۱)

۴۔ محمد بن سیرین: راجع: ۵۷

۵۔ ابو ہریرہ: راجع: ۱

۱۔ تاریخ الداری، ص ۹۰۳

۱۱۔ العلیل، ج ۱، ص ۱۳۶

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چوبیسویں (۲۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ یہ سند بغدادی (یعقوب)، بصری (اسماعیل، یحییٰ، محمد) اور مدنی (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) راویوں کے درمیان ہے۔
- ☆ حضرت یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث مبارکہ ایک دینار لے کر بیان فرماتے تھے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حد ثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔ مسائل ونصائح:

- ☆ ان دونوں احادیث کی اکثر ابحاث حدیث نمبر باون (۵۲) کے تحت گزر چکی ہیں۔
- ☆ حدیث نمبر اٹھاون (۵۸) کے آخر میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے: کہ حضرت یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث مبارکہ دینار لے کر بغیر بیان نہیں فرماتے تھے، اس سے تعلیم حدیث اور دیگر علوم دیدیہ کی تعلیم پر اجرت لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے، اس بارے میں مزید ابحاث درج ذیل ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہمیں سیدان بن مضارب ابو محمد الباہلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معشر البصری نے حدیث بیان کی، اور وہ بہت صادق ہیں، یوسف بن یزید البراء انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ الاخنس ابو مالک نے حدیث بیان کی، از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند لوگ ایک پانی کے گھاٹ کے پاس سے گزرے، ان گھاٹ والوں میں ایک شخص وہ تھا جس کو بچھو یا سانپ نے ڈنگ لگایا ہوا تھا، پھر ان کے پاس اس پانی کے گھاٹ کے لوگوں میں سے ایک مرد آیا اور کہا: کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ کیونکہ اس پانی میں ایک مرد ہے جس کو بچھو یا سانپ نے کاٹ لیا ہے، پس صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک مرد ان کے ساتھ اس شخص کے پاس گیا اور اس پر سورہ فاتحہ پڑھ کر چند بکریوں کے عوض دم کیا، پس وہ مرد ٹھیک ہو گیا، پھر وہ بکریاں لے

☆ حَدَّثَنِي سِيدَانُ بْنُ مُضَارِبٍ أَبُو مُحَمَّدٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ الْبَصْرِيُّ هُوَ صَدُوقٌ يُوْسُفُ بْنُ يَزِيدَ الْبَرَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ الْأَخْنَسِ أَبُو مَالِكٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مَلِيكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوا بِمَاءٍ، فِيهِمْ لَدِيغٌ أَوْ سَلِيمٌ، فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ، فَقَالَ: هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ، إِنْ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيغًا أَوْ سَلِيمًا، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى شَاءٍ، فَبَرَأَ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَكَرِهُوا ذَلِكَ وَقَالُوا: أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا، حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ (۱)

کراپنے اصحاب کے پاس آئے، تو اصحاب نے اس بات کو ناپسند کیا اور کہا: تم نے کتاب اللہ تعالیٰ ﷺ پر اجرت لی ہے، حتیٰ کہ وہ مدینہ آگئے، پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص نے کتاب اللہ تعالیٰ ﷺ پر اجرت لی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں سے زیادہ اجرت کے مستحق اللہ تعالیٰ ﷺ کی کتاب ہے۔

☆ صاحب التوضیح یعنی علامہ ابن ملقن شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو منع کرتے ہیں۔

☆ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس شخص کو حدیث کے معانی کا ذوق ہو، وہ ایسا کلام نہیں کرے گا جس کا کوئی معنی نہیں ہے۔ اور اس حدیث کا وہ معنی نہیں ہے، جو ابن ملقن نے سمجھا ہے، حتیٰ کہ اس کے ساتھ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رد کریں، اس کا معنی صرف یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کی اجرت لینے یا اس کے علاوہ قرآن مجید کی آیتوں کو پڑھ کر دم کرنے کی اجرت لینے کا زیادہ استحقاق ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس سے منع نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو منع کرتے ہیں، اور تعلیم قرآن اور چیز ہے، اور دم کرنا اور چیز ہے۔ علاوہ ازیں تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کرنے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ منفرد نہیں ہیں، بلکہ حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اسود بن ثعلبہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شریح القاضی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسن بن جی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اس معترض نے جو ان اکابر فقہاء میں سے صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اعتراض کا نشانہ بنایا، اس سے اس کے تعصب کی بو آتی ہے۔ اور ان اکابر نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ از عبدالرحمن بن شبل روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ قرآن کا علم حاصل کرو اور اس میں غلو نہ کرو، اور نہ اس سے بے وفائی کرو، اور نہ اس کو کھانے کا ذریعہ بناؤ، یعنی قرآن کے عوض دنیا کا مال حاصل نہ کرو، اور اس سے مال میں کثرت حاصل نہ کرو۔ (۱)

☆ فقہاء متقدمین تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کرتے تھے، لیکن بعد میں متاخرین فقہاء نے یہ دیکھا: کہ اگر تعلیم قرآن پر اجرت نہ لی جائے، تو کوئی شخص بغیر معاوضہ کے قرآن کی تعلیم نہیں دے گا، اور اس طرح لوگوں سے قرآن مجید کا علم جاتا رہے گا۔

☆ متعدد احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی رو سے قرآن مجید کی تعلیم، امامت، قضاء، جہاد اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے، اور بعض احادیث اور آثار میں اس کی ممانعت بھی ہے، ہم نے غور کیا تو اس کی ممانعت کی تین وجہیں معلوم ہوئیں:

اولاً: یہ کہ اگر کسی ایک شخص کے علاوہ اور کوئی شخص اس عبادت کے لیے موجود نہ ہو، تو اس پر عبادت کا کرنا بطور فرض متعین ہو جائے گا، اور اس کا اس عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ ممانعت کی حدیث مانگنے اور سوال کرنے پر محمول ہے، اور سوال کیے بغیر لینا جائز ہے۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ اجرت کی شرط لگائی جائے، اور اگر بغیر پیشگی شرط کے اجرت دی جائے، تو پھر اجرت دینا جائز ہے۔ (۱)

☆ حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زلیعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء میں سے علامہ ابوسعید الاصحری کا مذہب یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ معلم پر تعلیم قرآن فرض عین نہ ہو، اور جس شخص پر تعلیم قرآن فرض عین ہو، اس کے لیے اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور احادیث و آثار کے اختلاف کا یہی محمل ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ وہ معلمین کو وظیفہ دیتے تھے، حضرت ابراہیم بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض عاملوں کو خط لکھا: کہ تعلیم قرآن پر لوگوں کو اجرت دو۔ (۲)

☆ دوسری توجیہ یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھ کر بھیک مانگنا اور سوال کرنا منع ہے، کیونکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ایک قصہ گو کے پاس سے گزر رہا، اس نے قرآن مجید پڑھا، پھر لوگوں سے سوال کیا، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے قرآن مجید پڑھا، وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی، جو قرآن مجید پڑھ کر اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کرے گی۔ (۳)

☆ تیسری توجیہ ہم نے یہ ذکر کی ہے کہ ممانعت کی احادیث اجرت کی شرط لینے پر محمول ہیں، اور اگر بغیر شرط کے اجرت لی جائے، تو پھر جائز ہے۔ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا گیا کہ: جو معلم اجرت لے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: اگر وہ بغیر شرط کے اجرت لے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت معمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۴)

☆ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: حضرت شعبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معلم کوئی شرط نہ لگائے، پھر اگر اس کو کوئی چیز دے تو اس کو قبول کر لے۔

☆ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جو لوگ طلباء کو تعلیم دینے کے لیے ملازمت کرتے ہیں، وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ وہ محض تعلیم کی اجرت نہیں لیتے، بلکہ وہ صبح سے شام تک اپنے گھر سے علیحدہ ہو کر، اور اپنا کاروبار معاش چھوڑ کر طلباء پر محنت اور جانفشانی کرتے ہیں، وہ اس محنت کا مشاہرہ لیتے ہیں، البتہ جو شخص جگہ اور وقت کے تقرر کے بغیر محض قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم کی اجرت لے تو وہ جائز نہیں ہے، اور امامت، خطاب اور اذان کی اجرت میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں: کہ ان کی اجرت ناجائز ہے، کیونکہ یہ عبادات ہیں، اور اجرت لینے کے بعد عبادت کا ثواب نہیں رہتا۔ بعض علماء کہتے ہیں: کہ یہ جائز ہے، کیونکہ یہ اجرت ان عبادت کی نہیں، بلکہ مقام اور وقت کی خصوصیت کی اجرت ہے۔ (کیونکہ مثلاً مسجد کی انتظامیہ اس وقت امام کو تنخواہ دے گی جب وہ مسجد میں آ کر امامت کرانے، اور ان کے نظام الاوقات کے مطابق امامت کرانے، اور اگر وہ اپنے گھر

۱- نعمۃ الباری، ج ۱۲، ص ۱۶۱ ۲- نصب الراية، ج ۳، ص ۱۳۷ ۳- شعب الایمان، ج ۲، ص ۵۳۳-۵۳۴

۴- مصنف عبدالرزاق، ج ۸، ص ۱۱۴

میں اپنے مقرر کردہ وقت پر نماز پڑھائے، تو اس کو مسجد کی انتظامیہ تنخواہ نہیں دے گی) اور یہ خصوصیت عبادت میں داخل نہیں ہے، اس لیے یہ اجرت جائز ہے۔ (۱)

☆ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مستحسن کہا ہے، کیونکہ اب امور دینیہ میں سستی ہو گئی ہے، اور اس کو ناجائز کہنے سے قرآن مجید کو حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا، اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔ (۲)

☆ علامہ محمد بن محمود بارتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

متقدمین فقہاء نے تعلیم کی اجرت کو اس لیے مکروہ کہا تھا: کہ معلمین کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے، اور ان عطیات کی وجہ سے وہ اپنی معاشی ضروریات میں مستغنی تھے، اور وہ لوگ محض ثواب کے لیے تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے، اور یہ چیز اب باقی نہیں ہے، امام ابو عبد اللہ الخیر اخزی نے کہا: کہ ہمارے زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کے لیے اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔ (۳)

☆ ملا نظام الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب مدت مقرر کر لی جائے تو مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن پر اجرت طلب کرنے کو جائز کہا ہے، اور انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ مشاہرہ دینا واجب ہے، اور جب اجرت پر نہ رکھا جائے، تو انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ اس وقت عرف اور رواج کے مطابق اجرت دینا واجب ہے، اسی طرح محیط میں ہے، انہوں نے کہا: کہ بچہ کے والد کو طے شدہ مشاہرہ دینے پر مجبور کرنا مستحسن ہے، شیخ ابو بکر محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے تھے: کہ اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، اور اس کو قید کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا: اسی قول پر فتویٰ ہے۔ اسی طرح فقہ وغیرہ کی تعلیم پر بھی اجرت طلب کرنا جائز ہے، ہمارے زمانہ میں انہی مشائخ کے قول پر فتویٰ دینا مختار ہے، اسی طرح فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ (۴)

☆ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں تعلیم قرآن، تعلیم فقہ، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ ہے، اور اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ (۵)

☆ شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی الحسلبی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بے شک جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی کتاب ہے۔

☆ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید پڑھنے پر اجرت لینا جائز ہے، اور اجرت لینے کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اول: یہ کہ صرف قرآن پڑھنے کی اجرت لی جائے، یہ حرام اور ناجائز ہے۔

۲۔ ثانی: یہ کہ تعلیم پر اجرت لی جائے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ تعلیم عمل مشقت ہے، اور اس میں مہارت کی ضرورت ہے، لہذا اس کا عوض لینا جائز ہے۔

۱۔ تفسیر عزیزی (مترجم)، ج ۱، ص ۳۴۲ - ۲۔ ہدایہ اخیرین، ص ۳۰۳ - ۳۔ عنایہ علی ہامش فتح القدر، ج ۸، ص ۴۱ - ۴۰

۴۔ فتاویٰ عالمگیری، ج ۴، ص ۴۲۸ - ۵۔ در مختار علی ہامش رد المحتار، ج ۵، ص ۴۶

- ☆ اگر کسی مریض پر قرآن پڑھاتا کہ وہ مریض تندرست ہو جائے، تو اس پر بھی اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ یہ بہ منزلہ دوا ہے، اور یہ محض تلاوت نہیں ہے، بلکہ ایسی تلاوت ہے جس سے اس کو فائدہ ہوتا ہے، جس پر تلاوت کی جائے۔ (۱)
- ☆ تعلیم حدیث پر اجرت لینے کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے: بعض کے نزدیک اجرت لینا جائز نہیں اور بعض اسے جائز سمجھتے ہیں۔ خصوصاً جب محدث تدریس حدیث کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہ کرے۔ یعقوب دورقی کے نزدیک اس پر اجرت لینا جائز ہے، اس لیے وہ یہ حدیث بیان کرنے پر اجرت لیتے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان: (ان احق ما آخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ) بے شک جن چیزوں پر تم اجرت لے سکتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اس کی مستحق اللہ تعالیٰ ﷻ کی کتاب ہے۔ صحیح البخاری: (۵۷۳۷) سے بھی اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ لہذا ضرورت کے پیش نظر تدریس حدیث پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن بلا ضرورت اور کشائش کے باوجود اس کی حرص و طمع رکھنا اخلاص کے منافی ہے۔ لہذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ ﷻ اعلم۔

۶۔ خلاصہ:

- ☆ ٹھہرے ہوئے پانی میں بول و براز نہیں کرنا چاہیے۔
- ☆ بول و براز سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اگر وہ دس دروس (دو درود) ہاتھ سے کم ہو۔
- ☆ بول و براز سے پانی کا رنگ، بو اور ذائقہ بھی بدلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔
- ☆ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب وغیرہ کرنے سے وضو اور غسل کرنے والوں کے لیے مشکلات پیدا ہوتی ہیں، اس لیے بھی آقا کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔
- ☆ علماء متقدمین کی اکثریت تعلیم قرآن، حدیث اور دیگر علوم دینیہ کی تدریس و تعلیم پر اجرت لینے کو جائز نہیں سمجھتے۔
- ☆ علماء متاخرین تعلیم قرآن و حدیث اور دیگر علوم دینیہ کی تدریس و تعلیم پر اجرت کے جواز کے قائل ہیں۔
- ☆ البتہ راہ اعتدال یہی ہے کہ جنہیں حاجت ہو وہ انہیں لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ جنہیں حاجت نہ ہو، انہیں نہیں لیننی چاہیے۔
- ☆ تعلیم حدیث پر اجرت لینا جائز ہے۔
- ☆ بخاری شریف کی حدیث مبارکہ (۵۷۳۷) سے قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کا جواز موجود ہے۔
- ☆ انہیں اصولی بنیادوں کی بناء پر علماء نے قرآن مجید، حدیث مبارکہ، فقہ، تفسیر اور دیگر علوم دینیہ کی تدریس و ترویج پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے۔
- ☆ اسی اصول کی بناء پر تمام دنیاوی علوم کی تدریس و ترویج پر بھی اجرت لینا جائز ہے۔
- ☆ عصر حاضر میں خصوصاً برصغیر پاک و ہند میں دینی علوم کے مدرسین، معلمین، خطباء کرام، آئمہ کرام، مؤذنین کرام کی معاشی حالت کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے، اس لیے انہیں اس کی ضروری تدبیر کرنی چاہیے، تاکہ علوم دینیہ کی تدریس، ترویج، تبلیغ اور اشاعت متاثر نہ ہو۔
- ☆ البتہ جو صاحب ثروت اور مالدار ہوں، انہیں قرآن مجید، حدیث مبارکہ اور دیگر علوم دینیہ کی تدریس پر اجرت نہیں لیننی چاہیے۔
- ☆ جو طلباء غریب و نادار ہوں، ان سے بھی فیس نہیں لیننی چاہیے۔

۴۷۔ باب مَاءِ الْبَحْرِ

سمندر کے پانی کا حکم

اس باب میں سمندر کے پانی کے استعمال اور اس پانی کے اندر مرجانے والے جانوروں کی حلت و حرمت کا بیان ہے، پچھلے باب میں ٹھہرے ہوئے پانی کا بیان تھا۔

۵۹۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَفْوَانَ بْنِ سَلِيمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلَمَةَ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ أَبِي بَرْدَةَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا نَرَكِبُ الْبَحْرَ، وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا أَفْتَوَضَّأُ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ الطَّهْرُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مِثَّتَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں، اور اپنے ساتھ تھوڑا پانی لے جاتے ہیں، اگر ہم اس پانی سے وضو کریں تو پیا سے رہ جاتے ہیں، کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سمندر کا پانی پاک اور مردار حلال ہے۔

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۸۳، ترمذی: ۶۹، ابن ماجہ: ۳۸۶، ۳۲۲۶، احمد: ۹۱۱۰، موطاء: ج ۱، ص ۲۲، السنن الکبریٰ: ۵۸، تقدم: ۳۳۰، ۳۳۵۸

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کا یہ جملہ ”سمندر کا پانی پاک ہے“۔ باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

- ۱۔ قتیبة: راجع: ۱۔ ۲۔ مالک: راجع: ۷۔
- ۳۔ صفوان بن سلیم:

آپ کا نام ابو عبد اللہ صفوان بن سلیم زہری مدنی (م: ۱۳۲ھ) ہے، آپ روادے کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، مفتی، عابد راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ بڑے صالح اور مستجاب الدعوات تھے، آپ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ بارش برساتا تھا۔ قدریہ عقائد کی طرف میلان تھا، آپ نے بہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ (۱)

۴۔ سعید بن سلمہ:

آپ کا نام سعید بن سلمہ آل ابن ازرق ہے۔ آپ روادے کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، البتہ مغیرہ بن ابی بردہ سے اس حدیث میں منفرد ہیں۔ آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۱۔ تاریخ الثقات، ص ۲۲۸ ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۵۱

۲۔ الجرح والتعديل، ج ۴، ص ۲۴ ii۔ الثقات، ج ۶، ص ۳۵۸

۵۔ المغیرہ بن ابی بردہ:

آپ کا نام مغیرہ بن ابی بردہ حجازی کنانی (م: ۱۰۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ تابعی راوی ہیں، بعض مغربی ممالک میں جہاد کے لیے امیر لشکر بھی مقرر ہوئے۔ آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۱۔ الجرح والتعدیل، ج ۸، ص ۲۲۰ ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۲۱۰

۲۔ ابوہریرہ: راجع: ۱

۳۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ حسن صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ چوبیسویں (۲۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی مدنی ہیں، صرف قتیہ بخلانی ہیں۔
- ☆ سعید بن سلمہ اس روایت میں مغیرہ بن ابی بردہ سے منفرد ہیں۔
- ☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ میں سے بھی سب سے زیادہ روایت کرنے والے صحابی ہیں۔

۶۔ لغات:

نر کب البحر: ہم سمندر پر سوار ہوتے ہیں، مراد ہے سمندر میں سفر کرتے ہیں۔

عطشنا: ہم پیاسے رہ جاتے ہیں۔

هو الطهور ماء ہ: اس کا پانی پاک ہے، یعنی سمندر کا پانی پاک ہے۔

الخل میتہ: اس کا مردار حلال ہے۔

۷۔ مسائل و نصائح:

- ☆ سوال کرنے والے صحابی کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے۔ (۱)
- ☆ سوال کا سبب یہ تھا کہ سمندری پانی سخت نمکین ہوتا ہے اور اس میں سمندری جانور اور مسافر مرتے رہتے ہیں، ان کی گندگی بھی وہیں رہتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شرعاً ناقابل استعمال ہو، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی: کہ ان سب کے باوجود سمندری پانی پاک ہے، اور دوسری چیزوں کو بھی پاک کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ ماء کثیر ہے، نیز اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس پانی میں ایسے اجزاء شامل فرمائے ہیں کہ اس پانی میں گندگی کرنے کے باوجود تعفن پیدا نہیں ہوتا۔ رنگ، بو اور ذائقہ بھی نہیں بدلتا۔

۱۔ عون المعبود، ج ۱، ص ۱۵۲

☆ اکل میتہ یعنی سمندری جانور، جو سمندر میں مرجائیں، حلال ہیں۔ اس جملے کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ چونکہ سمندری جانور حلال ہیں (مرنے کے بعد بھی)۔ لہذا ان کی موت سے پانی پلید نہیں ہوتا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ایک مزید حکم معلوم ہو گیا: کہ اگر دوران سفر میں کھانے کے لیے ایسا جانور مل جائے، تو اسے بلا تردد کھایا جاسکتا ہے۔ (۱)

☆ اگرچہ سائل نے صرف سمندر کے پانی کا حال پوچھا تھا مگر آپ ﷺ نے سمندر کے کھانے کا بھی حال بیان کر دیا (کیونکہ جیسے وہاں پانی کی کمی ہوتی ہے ایسے ہی کبھی کھانے کی بھی کمی ہو جاتی ہے)۔

☆ امام سیوطی نے مرقاة الصعود میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھانے کا بھی حال بیان کر دیا، اس لیے کہ جب سائل کو اس کے پانی میں تردد تھا، تو کھانے میں بطریق اولیٰ تردد ہوگا۔ جس کا حکم مخفی ہے، اور ان لوگوں نے سمندر کے پانی میں اس وجہ سے شک کیا، کہ اس کا رنگ بدلا ہوا ہے، اور اس کا مزہ کھاری ہے، اور وضو اس پانی سے ہونا چاہیے، جو تمام عوارض سے خالی ہو، اور اپنی اصلی حالت پر باقی ہو۔ دوسرا سبب یہ تھا: کہ وہ سمجھے سمندر میں سینکڑوں جانور مر جاتے ہیں، اور مردہ نجس ہے، پس پانی بھی نجس ہوگا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اس کا پانی پاک ہے، اور اس کا مردہ بھی پاک ہے، اور حلال ہے، اور سمندر کے مردوں کا حکم خشکی کے مردوں کی طرح نہیں ہے۔ (۲)

☆ پانی کے مردار حلال ہونے کی دلیل امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت کردہ یہ حدیث مبارکہ بھی ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ عَلَيْنَا أبا عُبَيْدَةَ نَتَلَّقِي عِيرًا لِقُرَيْشٍ، وَزَوَدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ يَجِدْ لَنَا غَيْرَهُ فَكَانَ أَبُو عُبَيْدَةَ يُعْطِينَا تَمْرَةً تَمْرَةً قَالَ: فَقُلْتُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِهَا؟ قَالَ: نَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ، ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ، فَتَكْفِينَا يَوْمَنَا إِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعَصِينَا الْخَبْطَ، ثُمَّ نَبْلُهُ بِالْمَاءِ فَنَأْكُلُهُ، قَالَ: وَأَنْطَلَقْنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَرَفَعْنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكُثَيْبِ الضَّخْمِ، فَأَتَيْنَاهُ فَاذَاهِي دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرُ، قَالَ: قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ: مَيْتَةٌ، ثُمَّ قَالَ: لَا، بَلْ نَحْنُ رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَقَدْ اضْطَرَرْتُمْ فَكُلُوا، قَالَ: فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ حَتَّى سَمِنَتْ، قَالَ: وَلَقَدْ رَأَيْنَا نَعْتَرَفُ مِنْ وَقَبِ عَيْنِهِ بِالْقِلَالِ الدُّهْنِ، وَنَقْتَطِعُ مِنْهُ الْفِدْرَ كَالثَّوْرِ، أَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ، فَلَقَدْ أَخَذَ مِنَّا أَبُو عُبَيْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا، فَأَقْعَدَهُمْ فِي وَقَبِ عَيْنِهِ، وَأَخَذَ ضِلْعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَأَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ أَعْظَمَ بَعِيرٍ مَعَنَاهُ، فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَدْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَشَائِقِ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے زیر کمان کفار قریش کے قافلے کے خلاف بھیجا، اور کھجوروں کی ایک بوری ہمیں بطور زادراہ عنایت فرمائی، اس کے علاوہ آپ ﷺ کو اور کوئی چیز نہیں ملی، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہر روز ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے، (راوی کہتے ہیں) میں نے پوچھا: تم ایک کھجور پر کس طرح گزارہ کرتے تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اس کھجور کو بچہ کی طرح چوستے تھے، پھر اس کے اوپر پانی پیتے تھے، وہ کھجور ہمیں رات تک کافی ہوتی تھی، اور ہم لاکھوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے، پھر ان کو پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے، ایک دن ہم ساحل سمندر پر گئے، وہاں کنارے پر ایک بڑے ٹیلے کی مانند کوئی چیز پڑی ہوئی تھی، ہم اس کے پاس گئے، دیکھا تو وہ ایک جانور ہے، جس کو عنبر کہا جاتا تھا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مردار ہے، پھر کہا: نہیں! ہم رسول اللہ ﷺ کے نمائندے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ﷻ کے راستے میں ہیں، اور تم لوگ حالت اضطرار میں ہو، سو اس کو کھا لو۔ ہم لوگ تین سو تھے اور وہاں ایک ماہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللّٰهُ لَكُمْ، فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُونَا؟ قَالَ: فَأَرْسَلْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَأَكَلَهُ (۱)

تھہرے، اور اس کو کھا کھا کر ہم موٹے ہو گئے تھے، مجھے یاد ہے: کہ ہم نے اس کی آنکھ کے ڈھیلے سے مشکوں سے بھر بھر کر اس جانور سے چربی نکالی تھی، اور اس میں سے بیل کے برابر گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو لے کر، اس کی آنکھ کے ڈھیلے میں بیٹھا دیا، اور اس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا، اور سب سے بڑے اونٹ کی پیٹھ پر کجاوہ کس کر، اس کے نیچے سے گزار لیا، اور اس کے گوشت کو ابال کر ہم نے زاد راہ تیار کر لیا۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک رزق ہے جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تم کو عطا فرمایا ہے، کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے، اگر ہے تو ہمیں کھلاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر ہم نے اس میں سے کچھ گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تناول فرمایا۔

☆ پانی کے جانوروں کے حلال و حرام ہونے پر آئمہ اربعہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:
علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سمندر کے تمام مردار جانور حلال ہیں، خواہ وہ اپنی طبعی موت سے مرے ہوں، یا ان کو شکار کیا جائے، اور مچھلی کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، ہمارے فقہاء نے یہ کہا ہے: کہ مینڈک حرام ہے، کیونکہ حدیث میں اس کو قتل کرنے کی ممانعت ہے، اور مینڈک کے علاوہ باقی جانوروں کے متعلق تین قول ہیں:

☆ تمام سمندری جانور حلال ہیں، یہ قول زیادہ صحیح ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

☆ حلال نہیں ہیں۔

☆ جس جانور کی نظیر خشکی میں حلال ہے، وہ سمندر میں بھی حلال ہے، اس قول کی بناء پر سمندری گھوڑے، ہرن اور بکریاں کھائی جائیں گی، اور سمندری کتا، خنزیر اور گدھا نہیں کھایا جائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور امام مالک کا قول یہ ہے: کہ سمندر کے تمام جانور حلال ہیں، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے: کہ مچھلی کے سوا کوئی اور جانور حلال نہیں ہے۔ (۲)

☆ علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جو مچھلی سمندر میں کسی خارجی سبب کے بغیر مر جائے، وہ ہمارے مذہب (شافعی) میں حلال ہے، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، عطاء، مکحول، نخعی، امام مالک، امام احمد، ابو ثور، داؤد ظاہری اور جمہور فقہاء اسلام رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی موقف ہے۔ اس کے برخلاف حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے: کہ یہ مچھلی حلال نہیں ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد ہے: **أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ** (مائدہ ۵: ۹۶) ”سمندر میں شکار کرنا اور اس کا طعام تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سمندر کا شکار وہ ہے جس کو تم شکار کرتے ہو، اور سمندر کا طعام وہ ہے جس کو سمندر پھینک دیتا ہے (یہ تفسیر امام ابو حنیفہ کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ جس مچھلی کو سمندر پھینک دے، وہ ان کے نزدیک حلال ہے، اختلاف اس مچھلی میں ہے جو مر کر سطح آب پر آ جائے،) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہماری (شافعیہ کی) دلیل ہے: (یہ حدیث بھی فقہاء احناف کے خلاف نہیں ہے: **هو الطهور ماؤه والحل ميتته** ”سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے، یہ حدیث صحیح ہے (امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث میں مردار سے مراد مچھلی ہے۔) اس کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کو سمندر پھینک دے یا جس چیز سے سمندر ہٹ جائے، اس کو کھا لو، اور جو چیز سمندر میں مر کر سطح آب پر ابھر آئے، اس کو مت کھاؤ، (یہ امام ابو حنیفہ کی دلیل ہے)، سو یہ حدیث ائمہ حدیث کے اتفاق سے ضعیف ہے، اس حدیث سے استدلال جائز نہیں ہے، جب کہ یہ قرآن اور حدیث کے معارض بھی ہے (قرآن مجید کی تفسیر علامہ نووی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے اس میں سمندر میں مرنے والی مچھلی کا ذکر نہیں ہے، اور نہ اس باب کی حدیث میں ہے، اور بحث اسی میں ہے، اس لیے اس حدیث کا قرآن مجید اور حدیث سے تعارض نہیں ہے، اور ضعف کا جواب عنقریب آ رہا ہے۔) (۱)

☆ علامہ دشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام اقسام کے سمندری جانور حلال ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد ہے: **أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ**۔ ”تمہارے لیے سمندر کا شکار اور طعام حلال کیا گیا ہے“ البتہ سمندری خنزیر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے توقف کیا ہے، مدونہ کی کتاب الصيد میں لکھا ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم اس کو خنزیر کہتے ہو؟ اور ایک قول یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے توقف نہیں کیا، بلکہ اس کو خنزیر کہنے سے انکار کیا ہے، سمندر کے جو جانور خشکی میں بھی رہتے ہیں جیسے مینڈک، کچھوا اور کیڑا، ان میں اختلاف ہے، مدونہ میں لکھا ہے: کہ بغیر ذبح کے حلال ہیں، اور ان کا مردار حلال ہے، اور ابن نافع اور باجی نے محمد بن دینار سے یہ روایت کیا ہے: کہ ان کو بغیر ذبح کے کھانا جائز نہیں ہے، اور ان کا مردار کھانا جائز نہیں ہے، اور ابن قاسم نے یہ فرق کیا ہے: کہ جن جانوروں کے رہنے کی اصل جگہ پانی ہے، وہ اگر خشکی میں ہوں، تو ان کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور جن کے رہنے کی اصل جگہ خشکی ہے، وہ اگر پانی میں ہوں، تو ان کو ذبح کرنے کی ضرورت ہے۔ علامہ ابن رشد نے کہا: یہ امام مالک کے مذہب کی تفسیر ہے، اور جو جانور بغیر کسی خارجی سبب کے پانی میں مر کر سطح آب پر آ جائے، وہ حلال ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سمندر پاک کرنے والا ہے، اور اس کا مردار حلال ہے۔ (۲)

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جو سمندری جانور خشکی میں رہتے ہیں، وہ بغیر ذبح کے حلال نہیں ہیں، جیسے سمندری پرندے، کچھوا، اور پانی کا کتا، ہاں جس جانور میں خون نہ ہو، وہ بغیر ذبح کے بھی حلال ہے، جیسے کیڑا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کیڑے کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ذبح سے مقصود خون نکالنا ہوتا ہے، اور جس میں خون نہیں ہے، اس کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور باقی پانی کے جانوروں (جو خشکی میں رہتے ہوں) کو ذبح کرنا ضروری ہے، اور ایک قوم نے کہا: ان کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هو الطہور مائوہ والحل میتة، (۱) ”سمندر پاک کرنے والا ہے اور اس کا مرا ہوا حلال ہے“ اس لیے مچھلی اور کیڑا وغیرہ بغیر ذبح کے حلال ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سمندر کے تمام جانوروں کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے، اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل شیء فی البحر مذبوح ”سمندر کی ہر چیز مذبوح ہے“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ ذبح کل شیء فی البحر لابن آدم۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ابن آدم کے لیے سمندر میں ہر چیز کو ذبح کر دیا“ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو حیوان خشکی میں رہتا ہے، اس کا بہنے والا خون ہوتا ہے، اس لیے وہ پرندوں کی طرح بغیر ذبح کے حلال نہیں ہوتا، اور جو احادیث بیان کی گئی ہیں، وہ خشکی میں نہ رہنے والے سمندری جانوروں پر محمول ہیں۔

☆ جو سمندری جانور صرف پانی میں رہتے ہیں، جیسے مچھلی اور اس کی مثل، وہ بغیر ذبح کے حلال ہیں، اور ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے: رہے دو مردار تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں، اور حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے ساحل سمندر پر عمر نام کا ایک جانور مرا ہوا دیکھا، وہ ایک ماہ تک اس کا گوشت کھاتے رہے، اور اس کا تیل لگاتے رہے، حتیٰ کہ خوب فریہ ہو گئے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ رزق ہے، جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تم کو عطا فرمایا ہے، کیا تمہارے پاس اس میں سے ہمارے کھلانے کے لیے کچھ ہے؟

☆ ہماری دلیل قرآن مجید کی آیت کا عموم ہے (یعنی تمہارے لیے سمندر کا شکار اور طعام مباح کر دیا گیا ہے، (۲) اسی طرح حدیث میں بھی عموم ہے (یعنی سمندر میں مرا ہوا حلال ہے۔ ابن ماجہ) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سمندری کتے کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”سمندر کی ہر چیز مذبوح ہے“ حضرت ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم سمندری کتے کو ذبح کریں گے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کے پیٹ میں پائی جائے، تو وہ بھی حلال ہے، جیسے سمندر میں مری ہوئی مچھلی اگر سطح آب پر آ جائے تو حلال ہے۔ (۳)

☆ علامہ ابو بکر الجصاص الحنفی لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء (احناف) نے یہ کہا ہے: کہ پانی کے جانوروں میں سے صرف مچھلی کو کھانا جائز ہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سمندر کے تمام جانور مباح ہیں، ان کے قول کے بطلان کی دلیل یہ ہے: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے: مچھلی اور ٹڈی۔ قرآن مجید میں ہے: حرمت علیکم المیتة ”تم پر مردار حرام کیے گئے، ان میں سے صرف دو مردار ہوئے جانوروں مچھلی اور ٹڈی کا استثنا کیا گیا ہے۔ حضرت عبدالرحمان بن عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک طبیب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دوا کا ذکر کیا، اور یہ کہا: کہ اس دوا میں مینڈک

ڈالا جاتا ہے، تو نبی ﷺ نے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا، اور جب حدیث سے مینڈک کی تحریم ثابت ہوگئی، تو مچھلی کے سوا پانی کے باقی جانوروں کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو مینڈک اور باقی دریائی جانوروں میں فرق کرتا ہو۔ (۱)

☆ علامہ ابو الحسن المرغینانی حنفی رحمہ اللہ نے یہ دلیل قائم کی ہے: کہ مچھلی کے سوا باقی دریائی جانور خبیث ہیں، اور قرآن مجید میں ہے: و یحرم علیہم الخبائث، نبی ﷺ خبیث چیزوں کو تم پر حرام کرتے ہیں۔ سو معلوم ہوا کہ مچھلی کے سوا تمام پانی کے جانور خبیث ہیں۔ (۲)

☆ خبیث سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کو طبیعت ناپسند کرتی ہو، اس سے متنفر ہوتی ہو اور اس سے گھن آتی ہو، لیکن اس پر اعتراض یہ ہے: کہ بہت سی حلال چیزوں سے بھی گھن آتی ہے، اور طبیعت متنفر ہوتی ہے لیکن وہ چیزیں حرام نہیں ہیں، مثلاً گندی نالیوں کا پانی پینے والی مرغیوں اور بطخوں سے گھن آتی ہے، بعض آدمیوں کو کسی چیز کے کھانے سے قے آ جاتی ہے، ان کی طبیعت اس سے متنفر ہوتی ہے، لیکن اس کراہت کی وجہ سے وہ چیز حرام نہیں ہوتی، اگر آپ کسی بڑے ہوٹل یا بیکری میں آنا گوندھنے والے شخص کو دیکھیں، تو عام طور پر وہ ایک لنگوٹ باندھ کر پیروں سے آتا گوندھتا ہے، اور گرمیوں کے مہینوں میں اس کے میلے کچلے بدن سے سر سے پاؤں تک پسینہ بہہ کر اس آٹے میں جذب ہوتا رہتا ہے، اور میں نے کئی جگہ روٹی پکانے والے نانبائی کو دیکھا، وہ قمیض اتار کر روٹی پکاتا ہے، اور روٹیوں میں اس کا پسینہ جذب ہوتا رہتا ہے۔ بیکری کے بنے ہوئی خوش نما رنگ برنگ کیک اور پیٹریاں اور انواع واقسام کی لذیر مٹھائیاں سب انہی مراحل سے گزرتی ہیں، اور مٹھائی کے کارخانوں، بیکریوں اور نانبائیوں کی مصنوعات کو دیکھ کر ہر سلیم الطبع شخص کی طبیعت متنفر ہوگی، لیکن اس طبعی کراہت، نفرت اور گھن کی وجہ سے وہ چیزیں حرام تو نہیں ہو جاتیں۔ (۳)

☆ دوسرا اعتراض یہ ہے: کہ طبعی متنفر اور ناپسندیدگی ایک اضافی چیز ہے، ایک شخص کو ایک چیز ناپسند ہوتی ہے، اور دوسرے شخص کو وہی چیز پسند ہوتی ہے، اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے: کہ فقہا احناف کو مچھلی کے سوا باقی سمندری جانور طبعاً ناپسند ہوں، اور آئمہ ثلاثہ کے ہاں وہ پسندیدہ ہوں۔ دراصل یحرم علیہم الخبائث ”خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں“ اس سے مراد وہی چیزیں ہیں جن کو نبی ﷺ نے حرام کر دیا، مثلاً کتا، گدھا، سانپ، بچھو، چیل، کوا، اور مذبوح جانور کے وہ سات اجزاء، جن کو آپ نے حرام کہہ دیا ہے (مثلاً ذکر، خستین، حرام مغز اور مثانہ وغیرہ) اور یہ کہ کسی چیز کے خبیث ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ افراد امت کی صواب دید پر موقوف نہیں ہے، خبیث صرف وہی اشیاء ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے حرام کر دیا اور بس! کسی چیز کے طیب و خبیث اور حلال و حرام کو متعین کرنا صرف شارع علیہ السلام کا منصب ہے، اور امت کے علماء کا کام صرف ابلاغ ہے، جب تک نبی ﷺ سے کسی چیز کی ممانعت ثابت نہ ہو، تو اس کو مکروہ تزیہی بھی نہیں کہہ سکتے، حرام تو بہت دور کی بات ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں: لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراہة اذلا بدلها من دلیل خاص (۱) مستحب کے ترک سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ مکروہ کے لیے خاص دلیل ضروری ہے۔ (۲)

☆ اس سلسلہ میں دوسری بحث یہ ہے کہ آئمہ ثلاثہ کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ (۵) ”سمندر کا شکار اور طعام تمہارے لیے حلال کر دیا۔ اور طعام کا لفظ عام ہے جو سمندر کے ہر جانور کو شامل ہے، اور اس کو بعض روایات سے مچھلی کے ساتھ مقید کرنا قرآن مجید کے عموم کو اخبار آحاد سے مقید کرنا ہے، اور یہ خود احناف کے اصول کے خلاف ہے، نیز فقہا احناف کا اصول

شرح صحیح مسلم، ج ۶، ص ۹۲

۳

ہدایہ اخیرین، ص ۴۴۲

۲

احکام القرآن، ج ۲، ص ۴۷۹

۱

مائدہ ۵: ۹۶

۵

رد المحتار، ج ۱، ص ۶۱۱

۳

ہے کہ وہ قرآن مجید کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں، اور اس مسئلہ میں فقہاء احناف نے بعض روایات (جن کو ہم نے ابھی علامہ بھاسی کے حوالے سے بیان کیا ہے) کی بناء پر سمندری جانوروں میں سے مچھلی کی تقیید کی ہے، حالانکہ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کا طعام مطلقاً حلال ہے عام ازین کہ وہ مچھلی ہو یا کوئی اور جانور۔ (۱)

☆ آئمہ ثلاثہ اس مری ہوئی مچھلی کو حلال کہتے ہیں جو بغیر کسی خارجی سبب کے طبعی موت سے مر کر سطح آب پر آ جائے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس مچھلی کو حرام کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے، امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لقی البحر او جزر عنہ فکلوه ومامات فیہ و طفا فلاتا کلوه۔ (۲) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو سمندر پھینک دے، یا جس سے سمندر ہٹ جائے، اس کو کھالو، اور جو سمندر میں مر کر سطح آب پر آ جائے، اس کو مت کھاؤ۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (۳)

☆ علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے یحییٰ بن سلیم، وہ بہت وہمی تھا، اور اس کا حافظہ خراب تھا، اور اس کے سوا دوسرے راویوں نے اس حدیث کو موقوفاً روایت کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے: کہ یحییٰ بن سلیم ثقہ راوی ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی احادیث کو روایت کیا ہے، اور ابن القطان نے اپنی کتاب میں یحییٰ سے نقل کیا ہے: کہ وہ ثقہ ہے۔ اس حدیث کا ایک راوی ہے اسماعیل بن امیہ، علامہ ابن جوزی نے اس کو متروک لکھا ہے، لیکن اس معاملہ میں علامہ ابن جوزی کو غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ جو راوی متروک الحدیث ہے وہ اسماعیل بن امیہ ابو الصلت الزراع ہے، اور یہ راوی اسماعیل بن امیہ قرشی اموی ہے، اور ابو اصلت الزراع اس کے طبقہ کا نہیں ہے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا: کہ ثوری، ایوب اور حماد نے ابو الزبیر سے اس حدیث کو حضرت جابر سے موقوفاً روایت کیا ہے (یعنی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں، حضرت جابر کا قول ہے)، اور ابن ابی الذئب از ابی الزبیر از جابر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو بہ طریق ضعیف روایت کیا ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں: کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا: تو انہوں نے کہا: یہ حدیث غیر محفوظ ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف روایت کی ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ میں ابن ابی الذئب کی ابو الزبیر سے کوئی روایت نہیں پہچانتا، (علامہ عینی کہتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ کہنا، کہ میں ابن ابی الذئب کی ابو الزبیر سے کوئی روایت نہیں پہچانتا، ان کے اس مذہب کی بناء پر ہے، کہ وہ حدیث معنعن کے لیے سماع کی شرط عائد کرتے ہیں، امام مسلم نے ان کی اس شرط پر شدید انکار کیا ہے، اور کہا ہے: کہ یہ من گھڑت قول ہے، اور حدیث معنعن کے اتصال کے لیے صرف ملاقات اور سماع کا امکان کافی ہے، اور ابن ابی الذئب نے ابو الزبیر کا زمانہ پایا ہے، اور ان کا اس سے سماع ممکن ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی نے کہا ہے: کہ اس حدیث کو عبد العزیز بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہب بن کیسان سے، اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اور عبد العزیز ضعیف ہے، اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاتا، تو اس کا جواب یہ ہے: کہ حاکم نے متدرک میں اس سے ایک حدیث روایت کی ہے، اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، اور اس حدیث کو امام طحاوی نے احکام القرآن میں روایت کیا ہے۔ نیز قرآن مجید میں

اللہ تعالیٰ ﷺ نے فرمایا حرمت علیکم المیتۃ۔ ”تم پر مردار حرام کیا گیا ہے“ اور جو مچھلی کسی خارجی سبب (مثلاً شکار) سے مری ہو یا جو مچھلی سمندر کے باہر پھینکنے سے مر گئی ہو، اس آیت کے عموم سے بالاتفاق خاص کر لی گئی ہے، اور جو مچھلی طبعی موت سے مر کر سطح آب پر ابھر آتی ہو، وہ مختلف فیہ ہے، اور جو مختلف فیہ ہو، اس کو اس آیت کے عموم سے خاص نہیں کہا جاسکتا۔ لہذا وہ اس عموم میں شامل رہ کر بدستور حرام رہے گی، اور یہ نہایت قوی دلیل ہے۔ (۱)

☆ آئمہ ثلاثہ کے استدلال پر علامہ سرحسی کا تعاقب اور بحث و نظر:

اس باب کی حدیث میں ہے کہ عنبر نامی ایک جانور کو سمندر نے لا کر کنارے پر پھینک دیا، اور اس کو صحابہ اٹھا رہ دن تک کھاتے رہے، آئمہ ثلاثہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے، کہ صحابہ کرام کا اتنے دنوں تک عنبر نامی جانور کو کھاتے رہنا، اس بات کی دلیل ہے: کہ مچھلی کے علاوہ دوسرے سمندری جانوروں کو کھانا بھی جائز ہے، شمس الائمہ علامہ سرحسی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں: ایک جواب یہ ہے: کہ انہوں نے اس کو حالت اضطرار میں کھایا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ و یحرم علیہم الخبائث۔ کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے، اور جب یہ آیت نازل ہوگئی تو خبیث جانور حرام ہو گئے، اور مچھلی کے علاوہ باقی سمندری جانور خبیث ہیں، اس لیے وہ عنبر نامی جانور بھی خبیث ہے، اور حرام ہے۔ (۲)

☆ علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ نے علامہ سرحسی کا رد کیا ہے:

شمس الائمہ سرحسی کے دونوں جواب صحیح نہیں ہیں: پہلا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس سفر سے واپسی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ سے اس جانور کے گوشت کھانے کے متعلق پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

هو رزق اخرجہ اللہ لکم فهل معکم من لحمہ شیء فتطعمونا قال فارسلنا الی رسول اللہ ﷺ منہ فاکلہ (۳)، یہ وہ رزق ہے، جو اللہ تعالیٰ ﷺ نے تمہارے لیے (سمندر سے) نکالا ہے، کیا تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت ہے، جو ہمیں کھلاؤ؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ پھر ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اس میں سے کچھ گوشت بھیجا، سو آپ نے اس کو کھایا۔ اگر یہ جانور حرام ہوتا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس کو کھانا صرف اضطرار کی وجہ سے جائز تھا تو اب رسول اللہ ﷺ تو اضطرار میں نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے اس کو منگوا کر کیوں کھایا؟

۲۔ دوسرا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں صحابہ کرام کا اس غزوہ میں جانا، مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے، اور یحرم علیہم الخبائث۔ نبی ان پر خبیث چیزیں حرام کرتے ہیں، سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ ہے۔ اور سورہ اعراف کی ہے، اور ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے، اس لیے علامہ سرحسی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے، بلکہ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ یہ واقعہ اس آیت کے نزول کے بعد کا ہے، اور اب یہ آئمہ ثلاثہ کی واضح دلیل ہے، کیونکہ اگر یہ جانور خبیث ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو نہ کھاتے، یا بعد میں رسول اللہ ﷺ اس سے منع فرمادیتے۔ سو معلوم ہوا کہ مچھلی کے علاوہ باقی جانور بھی حلال ہیں! (۴)

☆ ہر چند کہ صحیح مسلم میں اس جانور کو ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے: دابۃ تدعی العنبر (۱) وہ ایک جانور تھا جس کو عنبر کہتے تھے، مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: فالقی لنا البحر دابة يقال لها العنبر (۲) سمندر نے ہمارے لیے ایک جانور نکال پھینکا، جس کو عنبر کہتے تھے۔ لیکن بعض روایات میں اس جانور کو مچھلی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فاذاهی حوت مثل الطرب (۳) وہ پہاڑی کی طرح ایک مچھلی تھی۔

☆ امام بخاری نے دوسری سند کے ساتھ بھی یہی الفاظ روایت کیے ہیں۔ (۴)

البتہ امام بخاری نے تیسری سند کے ساتھ اس حدیث کو جہاں ذکر کیا ہے، وہاں یہ الفاظ ہیں:

فالقی البحر حوتا يقال له العنبر (۵) پھر سمندر نے ایک مچھلی نکال پھینکی، جس کو عنبر کہتے تھے۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مچھلی ہی کی قسم کا ایک جانور تھا، اور اس کو عنبر کہا جاتا تھا، اس لیے آئمہ ثلاثہ کا ”اس حدیث“ سے یہ

استدلال کرنا درست نہیں ہے کہ تمام سمندری جانور حلال ہیں۔ (۶)

☆ پانی کے جانوروں میں سے صرف مچھلی کا کھانا جائز ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اہل علم کی ایک جماعت نے کہا: کہ سمندر کے تمام

جانوروں کو کھانا مطلقاً جائز ہے، اور بعض فقہاء نے خنزیر، کتے اور انسان کا استثناء کیا، امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے: کہ انہوں نے ان تمام

جانوروں کو مطلقاً حلال کہا ہے، ان جانوروں کے کھانے اور ان کی بیج میں ایک جیسا اختلاف ہے، ان کی دلیل یہ ہے: کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے بغیر کسی

استثناء کے فرمایا: احل لكم صید البحر۔ ”تمہارے لیے سمندر کا شکار حلال کیا گیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے متعلق فرمایا: هو الطہور ماؤہ

والحل میتہ ”سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے، اور اس کا مردار حلال ہے“ نیز سمندری جانوروں میں خون نہیں ہوتا، کیونکہ خون والا جانور پانی

میں نہیں رہتا، اور حرام کرنے والا خون ہے۔ لہذا یہ جانور مچھلی کے مشابہ ہو گئے، اور ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: و بحرم علیہم

الخبائث ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں، اور مچھلی کے سوا باقی جانور خبیث ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوا سے منع فرمایا ہے جس

میں مینڈک ڈالا جائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیکڑے کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، اور احل لكم صید البحر میں شکار کرنے کی اجازت دی

ہے، اور شکار حرام چیزوں کا بھی کیا جاتا ہے، اور حدیث میں جو ہے کہ سمندر کا مردار حلال ہے، اس مردار سے مراد مچھلی ہے، اور وہ حلال ہے، اور تمام

مرداروں سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے، وہ دو مردار مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو

خون جگر اور تلی ہیں۔ جو مچھلی اپنی طبعی موت سے مر کر پانی کی سطح پر آ جائے، اس کو کھانا مکروہ ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس

میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سمندر کا مردار حلال ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: کہ

جو مچھلی پانی کے زمین میں جذب ہونے سے مر جائے، اس کو کھالو، اور جس چیز کو پانی باہر پھینک دے، اس کو کھالو، اور جو مر کر سطح آب پر ابھر آئے،

اس کو مت کھاؤ، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

۱- صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۳۷ ۲- ایضاً ۳- صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۳۷

۴- ایضاً ۵- صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۳۷ ۶- شرح صحیح مسلم، ج ۶، ص ۹۵-۹۶

☆ سیاہ مچھلی، مارماہی (سانپ کی شکل کی مچھلی) اور مچھلی کی تمام اقسام اور ٹڈی کو بغیر ذبح کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کہ ٹڈی حلال نہیں ہے الا یہ کہ ٹڈی پکڑنے والا اس کا سر کاٹ کر اس کو بھون لے، کیونکہ وہ خشکی کا شکار ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو قتل کرنے سے محرم پر فدیہ لازم آتا ہے، ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس کو ہم نے ابھی بیان کیا ہے، اور مچھلی کے متعلق ہمارا مسلک یہ ہے: کہ جو مچھلی کسی آفت سے مر جائے وہ حلال ہے، اور جو مچھلی طبعی موت سے مرے وہ حرام ہے۔ (۱)

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں، تو جن بعض کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں۔ ان کے نزدیک حرام ہوا ہی چاہیے، مگر فقیر نے کتب لغت و کتب طب و کتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے، قاموس میں ہے: الاربیان بالکسر سمک کالدو، و صحاح و تاج الروس میں ہے: الاربیان بیض من السمک کالدو و یكون بالبصرة، صراع میں ہے نوعے ازماہی، منتہی الارب میں ہے: اربیان نوعے ازماہی ست کہ آنرا بھندی جھینگا مے گویند، مخزن میں ہے: ادبیان و اربیان نیز آمدہ بفارسی ماہی ردبیان و ماہی میک و بھندی جھینگا مسچھلی نامند، تحفۃ المؤمنین میں ہے: بفارسی ماہی رو بیان نامند، تذکرہ داؤدانطا کی میں ہے: و بیان اسم لضرب من السمک یکثر بحر العراق و القام احمر کثیر الاوجل نحو السرطان لکنہ اکثر لحمًا، حیاء الحیوان الکبریٰ میں ہے: الردبیان ہو سمک صغیر جدا احمر، تو اس تقدیر پر حسب اطلاق متون و تصریح معراج الدراریہ مطلقاً حلال ہونا چاہیے، کہ متون میں جمیع انواع سمک حلال ہونے کی تصریح ہے، اور معراج میں صاف فرمایا: کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا، اور بے آلائش نکالے بھون لیتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا سب آئمہ کے نزدیک حلال ہیں، ردالمحتار میں ہے: ولو وجدت سمکة فی حوصلته طائر تو کل و عند الشافعی لا تو کل لانه کالر جمیع و رجیع الطائر عنده نجس و قلنا انما یعتبر رجیعا اذا تغیر و فی السمک الصغار التي تغلی من غیر ان یشق جوفه فقال اصحابه لا یحل اكله لان رجیعه نجس و عند سائر الاممہ یحل، مگر فقیر نے جوہر اخلاطی میں تصریح دیکھی، کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں مکروہ تحریمی ہیں، اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے، حیث قال السمک الصغار کلها مکروہة کراهة التحریم هو الاصح، جھینگے کی صورت عام مچھلیوں سے بالکل جدا اور کچھ وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے، اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے، جیسے ماہی سفنقور، حالانکہ وہ ناکہ کا بچہ ہے، کہ موائل نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے، اور ہمارے آئمہ سے حلت و بیان میں کوئی نص معلوم نہیں، اور مچھلی بھی ہے، تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں، جن پر جوہر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی، بہر حال ایسے شبہ و اختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی اولیٰ ہے۔ (۲)

☆ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جھینگا چھوٹی مچھلی ہے، اور ہر چند کہ تمام آئمہ اور فقہاء کے نزدیک چھوٹی مچھلی کا کھانا بلا کراہت جائز ہے، لیکن چونکہ صاحب جوہر اخلاطی نے چھوٹی مچھلی کھانے کو مکروہ تحریمی کہا ہے، اس لیے اس کا نہ کھانا اولیٰ اور افضل ہے۔ گویا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جھینگا کھانا خلاف اولیٰ ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب جھینگا چھوٹا ہو، اور واضح رہے کہ جھینگا چھوٹی جسامت کا بھی ہوتا ہے، اور بڑی جسامت کا بھی ہوتا ہے، اور بڑے جھینگے میں خلاف اولیٰ کی وجہ بھی نہیں پائی جاتی، کیونکہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ جھینگا مچھلی ہے۔

☆ علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں:

الاربیان بالکسر السمک (۱)

الاربیان (جھینگا) مچھلی ہے۔

☆ لوئیس معلوف لکھتے ہیں: الاربیان: جھینگا مچھلی (۲)

☆ علامہ دمیری لکھتے ہیں:

الروبیان هو سمک صغیر جدا احمد: رو بیان (جھینگا) سرخ رنگ کی بہت چھوٹی مچھلی ہے۔ (۳)

☆ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

پس سمندر نے ہمارے لیے ایک جانور پھینک دیا، جس کو عنبر کہا جاتا تھا: الخوالانی کی روایت میں ہے: کہ ہم ساحل سمندر پر اترے، تو وہاں ایک بہت بڑی مچھلی تھی، اہل لغت نے کہا ہے: کہ عنبر سمندر کی بڑی مچھلی ہے، جس کی کھال سے ڈھال بنائی جاتی ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے: کہ جو عنبر خوشبودار ہوتا ہے، وہ اس بڑی مچھلی کا فضلہ ہوتا ہے، اور ابن سینا نے کہا ہے: کہ خوشبودار عنبر سمندر سے نکلتا ہے، اور یہ اس مچھلی کے پیٹ سے نکلتا ہے، جس کو وہ نگل لیتی ہے، اور الماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے: کہ بعض لوگوں نے کہا: کہ میں نے دیکھا: عنبر سمندر میں پیدا ہوتا ہے، جو بکری کی گردن کی طرح ہوتا ہے، اور سمندر میں ایک جانور ہے، جو اس کو کھا لیتا ہے، اور وہ اس کے لیے زہر ہوتا ہے، اور وہ جانور کو مار دیتا ہے، پھر اس جانور کو باہر پھینک دیتا ہے، پھر عنبر اس کے پیٹ سے نکالا جاتا ہے، اور لازہری نے کہا ہے: کہ عنبر ایک مچھلی ہے، جو بہت بڑے سمندر میں ہوتی ہے، اس کی لمبائی پچاس ہاتھ ہوتی ہے۔

☆ اس حدیث سے مردہ مچھلی کے کھانے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ (۴)

☆ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت سے فقہاء احناف کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جو مچھلی پانی کے اندر مر جائے اور پانی کی سطح پر آ جائے، اس کا کھانا جائز نہیں، اور حدیث میں اسی طرح ہے۔ (۵)

لیکن اس حدیث میں جس بڑی مچھلی کا ذکر ہے، وہ اس طرح نہیں ہے، اس کو تو سمندر نے کنارے پر لا کر پھینک دیا تھا، جس سے وہ مر گئی، لہذا اس مچھلی کو کھانا فقہاء احناف کی تصریح کے خلاف نہیں ہے، اور یہ بڑی مچھلی وہی ہے، جس کو آج کل وہیل مچھلی کہا جاتا ہے۔ (۶)

☆ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس وہیل مچھلی کو سمندر نے کنارے پر لا کر پھینک دیا تھا، یہ وہ مردہ مچھلی نہیں ہے، جو پانی کے اندر مر کر پانی کی سطح پر آ جائے، اس کا کھانا ممنوع ہے، اور جس مچھلی کو سمندر کنارے پر لا کر پھینک دے، تو اس کا کھانا جائز ہے، لہذا یہ حدیث سنن ابی داؤد کے خلاف نہیں ہے، اور نہ ہی فقہاء احناف کے مسلک کی خلاف ہے۔ (۷)

۱-	تاج العروس، ج ۱، ص ۱۳۶	۲-	السنجد (مترجم)، ص ۵۴	۳-	حیوانہ الحیوان الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۳۵
۲-	فتح الباری، ج ۵، ص ۴۰۶	۵-	سنن ابوداؤد: ۳۸۱۵	ii-	سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۷
۶-	نعمۃ الباری، ج ۷، ص ۷۴۶	۷-	ایضاً		

۱۰۔ خلاصہ:

☆ یہ سوال حضرت عبداللہ مدحی رضی اللہ عنہ نے پوچھا تھا۔
☆ صحابی نے صرف پانی کے بارے میں سوال کیا تھا، جبکہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت فرماتے ہوئے، سمندری مچھلی کا بھی حکم بیان فرمایا۔ اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ استاد جب کسی سوال کا جواب دے، تو زیادہ وضاحت کے ساتھ دیگر متعلقہ امور کی بھی وضاحت کر دے، تاکہ علمی فوائد زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں۔

☆ سمندری پانی ہر طرح کے استعمال کے لیے پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے، اسے وضو کے لیے، پینے کے لیے اور دیگر ضروریات کے لیے استعمال کرنا جائز ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ کے دو جز ہیں، پہلے جزء میں پانی کا حکم ہے، جب کہ دوسرے جزء میں پانی کے مردار کے حلال ہونے کا بیان ہے، اس کی تفصیل میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ فقہاء شافعیہ کے نزدیک مینڈک کے علاوہ سمندر کے تمام جانور حلال ہیں، اسی طرح جو مچھلی کسی خارجی سبب کے بغیر مر کر سطح آب پر آجائے، وہ بھی حلال ہے۔

۲۔ فقہاء مالکیہ کے نزدیک سمندر کے تمام جانور حلال ہیں، اسی طرح جو سمندری جانور بغیر کسی خارجی سبب کے مر جائے، وہ بھی حلال ہے۔

۳۔ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک تمام سمندری جانور حلال ہیں، اسی طرح اس کے تمام مردار بھی حلال ہیں۔

۴۔ فقہاء احناف کے ہاں پانی کے صرف دو جانور مچھلی اور ٹڈی حلال ہیں، اس کے علاوہ باقی تمام جانور حرام ہیں، اسی طرح وہ مچھلی جو بغیر کسی خارجی سبب کے مر کر سطح آب پر آجائے، وہ بھی حرام ہے۔ فقہاء احناف کی دلیل یہ دو احادیث مبارکہ ہیں:

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَجِلَّتْ لَكُمْ مَيْتَتَانِ وَدَمَانٍ فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوتُ وَالْجُرَادُ وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطَّحَالُ (۱)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں، دو مردار مچھلی اور ٹڈی ہیں، جب کہ دو خون جگر اور تلی ہیں۔

۲۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَلْقَى الْبَحْرَ، أَوْ جَزَرَ عَنْهُ فَكَلَوْهُ وَمَا مَاتَ فِيهِ وَطَفَأَ، فَلَا تَأْكُلُوهُ (۲)
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو سمندر پھینک دے، یا جس سے سمندر ہٹ جائے، اس کو کھالو، اور جو سمندر میں مر کر سطح آب پر آجائے، اسے مت کھاؤ۔

اہل لغت اور علم الحیوانات کے ماہرین کی تصریح کے مطابق جھینگا مچھلی ہے، اور فقہاء احناف کے نزدیک مچھلی کے تمام اقسام بلا کراہت جائز ہیں، اور باقی مکاتب فقہ میں بھی جھینگا حلال ہے، اعلیٰ حضرت کے نزدیک چھوٹے جھینگے کا کھانا خلاف اولیٰ ہے، اور بڑے جھینگے کے کھانے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے۔

۲۸۔ باب الوضوء بالثلج

برف سے وضو کرنا

اس باب میں برف سے وضو کرنے کا بیان ہے، یعنی برف سے وضو کرنے کے جواز کا بیان ہے، اس سے پہلے باب میں سمندر کے پانی سے وضو کرنے کا بیان تھا۔

۶۰۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقُعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ سَكَتَ هُنَيْهَةً. فَقُلْتُ: يَا أَبِی أَنْتَ وَأُمِّی یَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا تَقُولُ فِی سُكُوتِكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ؟ قَالَ أَقُولُ: اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يَنْقِي الثَّوْبَ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرْدِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے، تو تھوڑی دیر خاموشی اختیار فرماتے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریرہ اور قرأت کے درمیانی وقفہ میں کیا پڑھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دعا مانگتا ہوں: اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میرے اور خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری کر دے، جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے، اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے، جس طرح سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میری خطاؤں کو برف، پانی اور اولوں سے دھو دے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۷۴۳، مسلم: ۵۹۸، ابوداؤد: ۷۸۱، ابن ماجہ: ۸۰۵، احمد: ۷۱۶۷، السنن الکبریٰ: ۶۰، تقدم: ۳۲۲، ۸۹۰، ۸۹۱

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت دعا کے آخری جملہ میں ہے: میری خطاؤں کو برف، پانی اور اولوں سے دھو دے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ علی بن حجر: راجع: ۱۳

۲۔ جریر: راجع: ۲

۳۔ عمارہ:

آپ کا نام عمارہ بن قعقاع بن شبرمہ نضی کوفی ہے، آپ رواد کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صالح الحدیث راوی ہیں، البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کرتے ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ ابو زرعة: راجع: ۵۰۔ ابو ہریرة: راجع: ۱۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ پچیسویں (۲۵) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی مروزی، اگلے تین کوئی، اور آخری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدنی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حدیثا ایک ایک دفعہ، جبکہ عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

ہنیہة: تھوڑا، قلیل، اسم تصغیر ہے۔
 باعد: تو دوری فرمادے۔
 خطا یا: میرے گناہ، میری خطاؤں۔
 نقنی: تو پاک فرمادے۔
 الابيض: سفید۔
 الدنس: میل کچیل۔
 الشلج: برف۔
 اغسلنی: تو دھو ڈال۔
 البرد: اولے

۷۔ مسائل و نصاب:

- ☆ اس دعا سے مصنف نے استنباط کیا کہ برف سے وضو کرنا درست ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برف سے گناہ دھونے کی دعا مانگی، اور ظاہر ہے کہ گناہ طہارت سے دھوئے جاتے ہیں۔ یعنی وضو سے۔ پس برف سے وضو کرنا درست ہوا۔ (۱)
- ☆ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ استعارہ ہے بطریق مبالغہ کے، گناہوں سے پاک ہونے میں۔ ورنہ گرم پانی زیادہ صاف کرتا ہے بہ نسبت برف اور اولے اور ٹھنڈے پانی کے، اور اصل یہ ہے کہ گناہ کا میل بالکل میل کچیل کی طرح نہیں ہے، جو گرم پانی سے زیادہ صاف ہو، بلکہ اس میل میں ایک قسم کی حرارت اور عفونت ہے، جس کو ٹھنڈا پانی اور برف زیادہ مفید ہے، اور پھر بھی حقیقتاً ٹھنڈا پانی اور برف مراد نہیں ہیں۔ خطاب صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: یہ امثال ہیں، ان سے مسمیات کے حقائق مراد نہیں ہیں۔ بلکہ مراد طہارت میں تاکید ہے، اور گناہوں کے محو اور دور کرنے میں مبالغہ ہے، اور برف اور اولے دونوں اس قسم کے پانی ہیں، جو بالکل پاک ہیں، کبھی ناپاک نہیں ہوئے، نہ ان کو گناہ گاروں کے ہاتھ لگے، نہ وہ مستعمل ہوئے، اور ان کی تمثیل زیادہ تر فائدہ دے گی، تاکید طہارت کا۔ کرمانی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں کو جہنم کی آگ مقرر کیا، اس وجہ سے کہ گناہ جہنم میں

لے جاتے ہیں، پھر تعبیر کیا ان کے مٹنے سے، ساتھ بچھنے حرارت کے، جیسے دھونے سے آگ کی حرارت جاتی رہتی ہے، اور مبالغہ کیا، اس میں مبردات کے ذکر سے، مثل برف اور اولے کے۔ (۱)

☆ حدیث کی باب سے مطابقت واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برف کو پانی کے برابر ذکر فرمایا ہے، لہذا اس سے وضو ہو سکتا ہے۔

☆ اس دعا میں پانی، برف اور اولوں کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ میرے گناہوں کو ہر ممکن طریقے سے مجھ سے دور فرمادے۔ ان سے اللہ تعالیٰ رحمت کی مختلف صورتوں کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ (۲)

☆ اس حدیث میں ”خطایای“ کا لفظ ہے، یہ ”خطیئہ“ کی جمع ہے، ”خطاء“ کا معنی ہے: ذنب اور ”الم“ اس سے مراد یہ ہے کہ جب بھی میرا کوئی گناہ مقدر کیا جائے، تو میرے اور اس گناہ کے درمیان اتنی دوری کر دے، جتنی دوری مشرق اور مغرب کے درمیان ہے، ایک تاویل یہ ہے کہ جو خطاء پہلے ہو چکی ہے، اس کو معاف فرمادے، اور آئندہ کے لیے مجھے خطاء سے بچا، مشرق اور مغرب سے مراد یہ ہے: کہ چونکہ مشرق اور مغرب کا ملنا محال ہے، اسی طرح میرا گناہ سے متصف ہونا محال کر دے، پانی اور برف سے دھونے سے مراد یہ ہے: کہ مجھے کامل طریقہ سے پاک کر دے۔ (۳)

☆ علامہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے پاک کرنے والی ان متعدد چیزوں کا ذکر فرمایا، جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں، تاکہ آپ ﷺ کو طہارت کاملہ حاصل ہو، اور اس کے ضمن میں مغفرت کی ان اقسام کا حصول مراد ہے، جن سے گناہوں سے مغفرت حاصل ہوتی ہے یعنی اپنی مغفرت کی انواع اور اقسام سے خطاؤں کو دھو ڈال، جس طرح حدث اور جنابت پانی سے زائل ہوتی ہے، اسی طرح خطاؤں کو پانی سے زائل فرمادے۔ (۴)

☆ نبی ﷺ معصوم ہیں، آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے، صغیرہ نہ کبیرہ، سہوانہ عمداء، صورۃ نہ حقیقتاً، اور اس جگہ خطاؤں سے مراد بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام ہیں، اور آپ ﷺ یہ دعا تعلیم امت کے لیے کرتے تھے، تاکہ آپ ﷺ کی امت کے افراد نماز کے شروع میں ہی اپنی مغفرت کی دعا کیا کریں۔ (۵)

☆ علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن ابطل مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے ہمیشہ اس دعا کو نہیں پڑھا، ورنہ اہل مدینہ اس کو بہ کثرت نقل کرتے، اور اس پر عمل کرتے، ہو سکتا ہے آپ ﷺ نے کسی وقت یہ دعا پڑھی ہو، پھر اس کو ترک کر دیا ہو، تاکہ آپ ﷺ کی امت کے لیے تخفیف اور آسانی ہو۔ (۶)

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس حدیث کو ذکر کیا ہے، اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت یہ دعا کرنی چاہیے، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نماز کے شروع میں درج ذیل دعا کے قائل ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا کرتے: ”سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جددک ولا الہ غیرک“۔ (۷)

۱۔	زہر الربی، ج ۱، ص ۳۱	۲۔	سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۲۹	۳۔	نعمۃ الباری، ج ۲، ص ۶۳۷
۲۔	کتاب التفسیر فی شرح مصابیح السنۃ، ج ۱، ص ۲۳۳	۵۔	نعمۃ الباری، ج ۲، ص ۶۳۷		
۶۔	شرح ابن بطلال، ج ۲، ص ۲۳۰				
۷۔	۱۔ سنن ابوداؤد: ۷۷۶	۲۔ سنن ترمذی: ۲۳۳	۳۔ سنن ابن ماجہ: ۸۰۶		
	۴۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۲۵۴-۲۳۰				

۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔ (۱)

۳- یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس کے تمام راوی ثقات ہیں۔ (۲)

☆ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

سلف صالحین نے ان احادیث پر عمل کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان اس دعا کے ساتھ نماز کو شروع کرتے تھے، اسود بیان کرتے ہیں: کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ دعا پڑھی:

”سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک“۔

امام احمد بن حنبل نے اس دعا کو اختیار کیا ہے، اور دوسری دعاؤں کے ساتھ نماز کے افتتاح کو بھی جائز قرار دیا ہے، کیونکہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے ثابت ہیں۔

☆ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَيَضَعُ ذَلِكَ إِذَا قَضَى قِرَاءَتَهُ وَأَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَيَضَعُهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَإِذَا قَامَ مِنْ سَجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذَلِكَ فَكَبَّرَ، وَيَقُولُ حِينَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ بَعْدَ التَّكْبِيرِ: وَجْهْتُ وَجْهِي لِلذِّى فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ أَنْتَ رَبِّي، وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذُنُوبِي، فَاعْفُرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ، لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا، لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، وَلَا مَنجَا، وَلَا مَلْجَأَ إِلَّا إِلَيْكَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے:

میں ہر باطل سے جدا ہوتے ہوئے، اپنا منہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں، جس نے آسمانوں اور زمینوں کو ٹھیک ٹھیک بنایا، اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں، بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ رب العلمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے، اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، اے اللہ تعالیٰ سبحانک! تو بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، میرے تمام گناہوں کو بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے، مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے اور اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا، برے اخلاق مجھ سے دور کر دے، اور مجھ سے برے اخلاق کو تیرے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے، میں تیری اطاعت کے لیے حاضر اور فرماں بردار ہوں،

۱- سنن ابوداؤد: ۷۷۵ ii- سنن ترمذی: ۲۲۲ iii- سنن نسائی: ۸۹۸ iv- سنن ابن ماجہ: ۸۰۳

۲- سنن دارقطنی، ج ۱، ص ۳۰۰

۳- i- ترمذی: ۳۲۳۲ ii- نسائی: ۸۹۳ iii- مسلم: ۱۷۸۱ iv- ابوداؤد: ۷۶۰-۷۴۳

ہر خیر تیرے دست قدرت میں ہے اور کوئی برائی تیری طرف منسوب نہیں، میں تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں، تو برکت والا اور بلند ہے، میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔“

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے متعلق بعض علماء یہ کہتے ہیں: کہ یہ تہجد کی نماز کے متعلق ہے، اور اس پر عمل کو ترک کر دیا گیا ہے، ہمارے علم کے مطابق کوئی شخص اس دعا سے نماز کو شروع نہیں کرتا، نماز کو صرف پہلی دعا شروع کیا جاتا ہے۔ (۱)

☆ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح میں ”سبحانک اللہم وبحمدک الخ“ پڑھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جو دعاء افتتاح منقول ہے، وہ ابتداء امر پر یا نفل نماز پر محمول ہے، اور سنن نسائی: ۸۹۵ میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ (۲)

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تکبیر تحریمہ کے بعد دعا افتتاح کے قائل نہیں ہیں۔ باب مذکور کی یہ احادیث ان کے خلاف حجت قویہ ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت شروع کر دینی چاہیے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم نماز الحمد لله رب العالمین، سے شروع کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مرتبہ بیان جواز کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا افتتاح کو ترک فرمادیا، یا جہراً قرأت آپ الحمد لله سے شروع فرماتے تھے، اور اس میں احناف کی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم، سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے، ورنہ بجائے الحمد کے بسم اللہ سے قرأت شروع فرماتے۔ (۳)

دعاء افتتاح کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں ان میں سے جس کو بھی پڑھ لیا جائے جائز ہے تاہم ائمہ ثلاثہ نے اپنے اپنے اصول کے پیش نظر مختلف دعاؤں کو اختیار کیا ہے۔

☆ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ دعا ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت فرماتے سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جددک ولا الہ غیرک۔ (۴)

☆ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دعا افتتاح آہستہ پڑھی جائے، اگر یہ پڑھنے سے رہ گئی اور اعوذ باللہ پڑھ لی، تو اب نہ پڑھے، کہ اس سنت کا اب محل نہیں رہا۔ (۵)

۱-	المغنی، ج ۲، ص ۲۲-۲۳	۲-	عمدة القاری، ج ۵، ص ۲۳۳	۳-	شرح صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۰۶
۲-	i- ابوداؤد، ص ۱۱۹		ii- ترمذی ص ۲۳		iii- ابن ماجہ، ص ۵۸
	iv- نسائی، ص ۱۳۳		v- مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۲۶۵		vi- مسند احمد، ج ۷، ص ۱۲۰
۵-	مغنی ابن قدامہ، ج ۱، ص ۲۷۸				

☆ علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم عصمت کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضور ﷺ نے جو یہ دعا فرمائی ہے ”اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح بعد (دوری) کر دے، جس طرح مشرق اور مغرب میں بعد ہے (الحديث) یہ تو واضح، تعلیم اور ترغیب امت پر محمول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے آپ ﷺ کو گناہوں سے معصوم رکھا ہے، اس موقع پر ہم عصمت کے بارے میں اہل سنت کا موقف پیش کرنا چاہتے ہیں۔

☆ علامہ تفتازانی عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وحقیقة العصمة ان لا یخلق اللہ تعالیٰ فی العبد الذنب مع بقاء قدرته واختياره وهذا معنی قولہم ہی لطف من اللہ تعالیٰ یحملہ علی فعل الخیر ویزجرہ عن الشر مع بقاء الاختیار تحقیقا للابتلاء ولهذا قال الشیخ ابو منصور لا ینزل المحنة ولهذا اظهر فساد قول من قال انها خاصية فی نفس الشخص او فی بدنه یمتنع بسببها صدور الذنب عنه کیف ولو كان الذنب ممتنعاً لما صح تکلیفه بترك الذنب ولما كان مثابه علیه (۱)

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے، اسی کے قریب بعض علماء نے کہا ہے: کہ عصمت اللہ تعالیٰ ﷻ کا لطف ہے جو بندہ کو نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے، باوجود برائی پر بندہ کی قدرت اور اختیار کے، تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے، اسی لیے شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی، اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ بعض لوگوں (شیعہ) کا یہ کہنا فاسد ہے: کہ عصمت انسان کے اندر ایسی خاصیت ہے، جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صادر ہونا محال ہو، تو اس کو گناہ کے ترک کا مکلف کرنا کس طرح صحیح ہوگا، اور وہ ترک گناہ پر ثواب کا امیدوار کس وجہ سے ہوگا؟

☆ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الباری فرماتے ہیں:

العصمة فضل من اللہ و لطف منه لكن علی وجه یبقی اختیارهم بعد العصمة فی الاقدام علی الطاعة والامتناع عن المعصية والیہ مالا الشیخ ابو منصور الماتریدی حیث قال العصمة لا تنزل المحنة الی الابتلاء والامتحان یعنی لا تجبرہ علی الطاعة ولا تعجزہ عن المعصية بل ہی لطف من اللہ تعالیٰ یحملہ علی فعل الخیر ویزجر عن الشر مع بقاء الاختیار۔ (۲)

عصمت اللہ تعالیٰ ﷻ کا فضل اور لطف ہے، لیکن اس وجہ سے کہ عصمت کے بعد بندوں کے اطاعت کرنے اور گناہ سے رکنے کا اختیار باقی رہے، شیخ ابو منصور ماتریدی کا بھی اسی طرف رجحان ہے، کیونکہ انہوں نے کہا: عصمت سے مکلف ہونا باطل نہیں ہوتا، اور آزمائش اور امتحان باقی رہتا ہے یعنی عصمت نہ اطاعت پر مجبور کرتی ہے نہ گناہ سے عاجز کرتی ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ﷻ کا لطف ہے، جو قدرت اور اختیار کے باوصف نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔

☆ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

والجمهور قائل بانہم معصومون حق ذلك من قبل اللہ معتصمون باختیارهم و کسبہم الاحسینا النجار فانه قال لا قدرة لهم علی المعاصی اصلاء (۳)

۱۔ شرح عقائد مع النیر اس، ص ۵۳۴ ۲۔ شرح فقہ، ۵۹ ۳۔ الشفاء فی الحقوق لمصطفیٰ، ج ۲، ص ۱۲۵

جمہور کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، باوجود اس بات کے کہ انہیں کسب اور اختیار حاصل ہوتا ہے، برخلاف حسین نجار (ایک گمراہ شخص) کے، اس نے کہا: کہ انبیاء علیہم السلام کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔

☆ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقد تقرران العصمة هذا المتكلمين ان لا يخلق الله في النبي ذنبا وعند الحكماء ملكة تمنع من الفجور حاصلة من العلم بالقبائح والمحاسن فانه الزاجر عن المعاصي والداعي للطاعة ويتأكد في الانبياء بالوحي الالهي وقيل العصمة خاصة في النفس او البدن بسببها يمتنع عن صدور الذنب وياباه انه لو كان كذا ما استحق المدح والتواب لانها ليست داخله تحت الاختيار وهم مكلفون بالاتفاق وفي التحرير لابن الهمام العصمة عدم القدرة على المعصية ادخلت مانع منها غير ملجىء وهو مناسب لقول الماتريدي العصمة لاتزيل المحنة اى الا ابتلاء المقتضى لبقاء الاختيار ومعناه كما في الهدايت انها لاتجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية بل هي لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير ويزجر عن الشر مع بقاء الاختيار تحقيقاً للابتلاء (۱)

متكلمين کے نزدیک عصمت کی یہ تعریف ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نبی میں گناہ کو پیدا نہیں فرماتا، اور حکماء کے نزدیک عصمت وہ ملکہ ہے، جو انہیں گناہوں سے روکتا ہے، کیونکہ ان کو نیکیوں اور برائیوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ علم ان کو گناہوں سے دور رکھتا ہے، اور اطاعت پر ابھارتا ہے، اور انبیاء میں علم وحی الہی سے پختہ ہو جاتا ہے کہا گیا ہے کہ عصمت انسان میں ایک خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہوں کا صدور محال ہوتا ہے یہ اس لیے غلط ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو انبیاء علیہم السلام ستائش اور ثواب کے مستحق نہ ہوتے، کیونکہ یہ چیز ان کے اختیار میں نہیں ہے، حالانکہ وہ بالاتفاق مکلف ہیں۔ ابن ہمام نے تحریر میں کہا: معصیت گناہوں پر قدرت نہ ہونے، یا ایسا خلق ہے جو گناہوں سے روکتا ہے، اور جبراً انہیں روکتا، یہ قول ماتریدی کی تعریف کے مطابق ہے، جنہوں نے کہا: عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی یعنی آزمائش کو جو اختیار کے باقی رہنے کا تقاضا کرتی ہے، اور اس کا معنی یہ ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے: کہ عصمت نہ اطاعت پر مجبور کرتی ہے، نہ گناہ سے عاجز کرتی ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ﷻ کا ایک لطف ہے، جو باوجود اختیار کے نیکی پر ابھارتا ہے، اور برائی سے روکتا ہے، تاکہ آزمائش کا معنی پایا جائے۔

☆ امیر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال قوم العصمة يكون خاصة في نفس الشخص او في بدنه يمتنع بسببها صدور الذنب فيه يكذبه اى هذا القول انه لو كان صدور الذنب كذلك اى ممتنعاً لما استحق المدح بذلك اى بترك الذنب اذ لا مدح ولا ثواب بترك ما هو ممتنع لانه ليس مقدور او داخل تحت الاختيار وايضاً قال اجماع منعقد على انهم اى الانبياء مكلفون بترك الذنوب مشابون بالطاعات وبه لو كان الذنب ممتنعاً منهم لما كان الامر كذلك اذ لا تكليف بترك المنع ولا ثواب عليه لما عرفت انفاً وايضاً فقولہ انما انا بشر مثلكم يوحى الى يدل على مماثلتهم بسائر الناس فيما يرجع الى البشرية و الامتياز بالوحي لا غير فلا يمتنع صدور الذنب عن سائر البشر۔ (۲)

ایک قوم (شیعہ) نے کہا ہے کہ عصمت انسان میں ایک ایسا خاصہ ہے، جس کے سبب سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا ہے، اس قول کی تکذیب کے لیے یہ کافی ہے، کہ اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا، تو وہ گناہوں کے ترک پر مدح کے مستحق نہ ہوتے، اس لیے کہ مجال کے ترک پر مدح ہے نہ ثواب، کیونکہ نہ وہ مقدور ہے نہ اختیار کے تحت داخل ہے، نیز اجماع اس بات پر منعقد ہے، کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں کے ترک کے مکلف ہیں اور عبادت کرنے سے انہیں ثواب ہوتا ہے، اور اگر ان سے گناہوں کا صدور مجال ہوتا، تو اس طرح نہ ہوتا، کیونکہ مجال کے ترک سے نہ مکلف کیا جاتا ہے نہ اس پر ثواب ہوتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان: انما انا بشر مثلکم یوحی الی اس پر دلالت کرتا ہے، کہ بشری احکام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے مساوی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز صرف وحی ہے، پس باقی انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی گناہوں کا صدور مجال نہیں ہے۔

☆ میر سید شریف جرجانی کی اس عبارت پر علامہ غلام رسول سعیدی یہ تبصرہ کرتے ہیں:

میر سید شریف کی عبارت میں ہمیں یہ بات کھٹکتی ہے کہ عام لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز صرف وحی ہے، کیونکہ قرآن اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار خصوصیات ہیں، مثلاً آپ کی آواز پر آواز اونچی نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ نماز میں کسی کو بلائیں تو اس کا آنا واجب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ توہین کفر ہے۔ آپ کی ازواج تمام امت کی مائیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان سے نکاح حرام ہے۔ عام انسان تو الگ رہے انبیاء علیہم السلام بھی آپ کے مساوی نہیں ہیں۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے دو جلدوں پر مشتمل ایک کتاب آپ کی خصوصیات پر خصائص کبریٰ کے نام سے لکھی ہے، اس کے علاوہ اور بھی علماء نے حسب توفیق تصانیف کی ہیں، البتہ یہ بات صحیح ہے کہ عام انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی گناہوں کا صدور مجال نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ آپ مکلف ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، اور عام لوگ معصوم نہیں ہیں۔

☆ علامہ شمس الدین خیالی رحمہ اللہ عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ہی ملکہ اجتناب المعاصی مع التمكن فیہا۔ (۱)

باوجود قدرت کے گناہوں سے بچنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

☆ انبیاء علیہم السلام پر خوف الہی کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے، نیز قرب الہی کے انتہائی مرتبہ پر فائز ہونے کی وجہ سے ان نفوس قدسیہ کو ہر وقت اللہ عزوجل کا بے حجاب مشاہدہ ہوتا ہے، اور عبادت کا حسن اور گناہوں کا قبح ان پر اس طرح روشن ہوتا ہے، کہ وہ کسی لمحہ عبادت سے غافل ہوتے ہیں نہ کسی لحظہ ان کے دل میں کسی گناہ کا تصور آتا ہے۔

☆ تحقیق یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کفر و شرک، صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، خواہ یہ گناہ سہواً ہوں یا عمداً، بعثت سے پہلے ہوں یا بعد، قرآن مجید اور حدیث شریف میں بعض انبیاء علیہم السلام کے کچھ افعال مذکور ہیں، جن سے معصیت کا وہم ہوتا ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا بھول کر دانہ گندم کھانا، حضرت یونس علیہ السلام کا بلا اذن مخصوص قوم کو چھوڑ جانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریثہ تین باتیں فرمانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تادیباً قبلی کو گھونسا مار دینا۔ یہ سب امور نسیان اور اجتہادی خطا سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۲)

☆ انبیاء سابقین علیہم السلام سے اجتہادی خطا ہو جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو اجتہادی خطا سے بھی محفوظ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر رائے صائب، ہر قول صحیح اور ہر فعل بردایت ہوتا تھا، علامہ نووی فرماتے ہیں:

اختلفوا هل كان الخطا جائزا عليه صلى الله عليه وسلم فذهب المحققون الى انه لم يكن جائزا (۱)

اس میں اختلاف ہے کہ آپ پر اجتہادی خطا جائز ہے یا نہیں۔ محققین کا مذہب ہے کہ جائز نہیں ہے۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برف سے گناہ دھونے کی دعا مانگی ہے، اور گناہ طہارت سے دھوئے جاتے ہیں، اور طہارت وضو ہے، اس لیے برف سے وضو کرنا درست ہے۔

۱۰- خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے ساتھ برف سے طہارت حاصل کرنے کی دعا کی ہے، اس لیے برف سے وضو کرنا جائز ہے: البتہ اس سے عملاً وضو کی طہارت اسی طرح ممکن ہے کہ برف کے پانی سے وضو جائز ہے، اور برف کا پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں پانی، برف، ایلے، مشرق و مغرب سب استعمارہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں، ان سب سے اصل مقصود اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگنا ہے۔

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف خطاؤں کی نسبت عاجزی، انکساری اور تمثیل کے طور پر فرمائی، اور اس سے اصل مقصود تعلیم امت ہے، کہ ہر امتی نماز کے شروع میں ہی اپنے گناہوں سے معافی کا خواستگار ہو۔

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، صغیرہ نہ کبیرہ، ہوا نہ عدا، صورت نہ حقیقتاً، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کیا وہی افضل و اعلیٰ حقیقتاً اور بہ ظاہر ہے۔ بلکہ جس طرح مشرق و مغرب کا اجتماع ممنوع ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کا صدور ممنوع ہے۔

☆ اس تمثیل سے مراد طہارت میں تاکید ہے، اور اس سے پاکی میں مبالغہ کرنا مراد ہے۔

☆ عصر حاضر میں مشینی طریقہ سے جو برف بنائی جاتی ہے، اس کا بھی شرعاً یہی حکم ہے۔

۴۹۔ باب الوضوء بماء الثلج

برف کے پانی سے وضو کرنا

اس باب میں برف کے پانی سے وضو کرنے کا بیان ہے، اس سے پہلے باب میں برف سے وضو کرنے کا بیان تھا۔

۶۱۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَبَانَا جَرِيرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَيْتَ الثُّوبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ جلالہ! میری خطاؤں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے، میرے دل کو گناہوں سے ایسے پاک فرما دے، جیسے تو سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کرتا ہے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۶۳۷۵، مسلم: ۵۸۹، ۲۷۰۵، السنن الکبریٰ: ۵۹، تقدم: ۳۲۱

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
اے اللہ تعالیٰ جل جلالہ! میری خطاؤں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ اسحاق بن ابراہیم: راجع: ۲۔ جریر: راجع: ۲

۳۔ ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ:

نام و نسب: ہشام نام، ابو عبد اللہ کنیت۔ مشہور صحابی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے ان کے والد عروہ بھی بڑے جلیل القدر تابعی اور مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک تھے، ان کے حالات اوپر گزر چکے ہیں۔

اکابر صحابہ میں انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے اور میرے بھائی محمد کو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا گیا۔ انہوں نے گود میں بٹھا کر ہمارا بوسہ لیا۔ (۱) غالباً اسی یا کسی اور ملاقات میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے سر پر دست شفقت پھیر کر انہیں دعا دی۔ (۲)

فضل و کمال: ہشام ایک جلیل القدر تابعی کے لڑکے اور ایک جلیل القدر صحابی کے پوتے تھے اس لئے علم و عمل کی دولت گویا انہیں ورثہ میں ملی تھی، ان کا سماران کی عہد کے علمائے تابعین میں تھا۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق، جلالت اور امامت پر سب کا اتفاق ہے۔ (۳)

حدیث: حدیث کے ممتاز حافظ تھے، علامہ ابن سعد ان کو ثقہ مثبت کثیر الحدیث اور حجت لکھتے ہیں۔ (۱) آئمہ فن ان کی وسعت علم کے اتنے معترف تھے کہ ابو حاتم رازی ان کو امام حدیث، اور وہیب، حسن بصری اور ابن سیرین کا درجہ دیتے تھے۔ (۲)

شیوخ: صحابہ میں انہوں نے صرف اپنے چچا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور دوسرے علماء میں عبداللہ بن عمرو، عباد بن عبداللہ، عمر بن خزیمہ، عوف بن حارث بن طفیل، ابی سلمہ بن عبدالرحمن، ابن منکدر، وہب بن کیسان، صالح بن ابی صالح، عبداللہ بن ابی بکر، عبدالرحمن بن سعد اور محمد بن ابراہیم وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔ (۳)

تلامذہ: ان کے تلامذہ میں یحییٰ بن سعید انصاری، ایوب سختیانی، مالک بن انس، عبید اللہ بن عمر، ابن جریج، سفیان بن ثوری، لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان اور کعب ابن جراح لائق ذکر ہیں۔ (۴)

فقہ: ان کے والد عمرو مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے تھے۔ ان کے تفرقہ سے ان کو وافر حصہ ملا تھا۔ حافظ ذہبی ان کو فقیہ لکھتے ہیں۔ (۵) زہد و ورع: علم کے ساتھ عمل و اخلاق سے بھی آراستہ تھے۔ ابن حبان ان کو فاضل اور ورع لکھتے ہیں۔ (۶)

تہذیب لسان: نہایت مہذب اور شائستہ تھے۔ ان کی زبان سے کبھی کوئی بے جا کلمہ نہ نکلتا تھا۔ منذر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے ہشام کی زبان سے ایک مرتبہ کے سوا کبھی کوئی برا کلمہ نہیں سنا۔ (۷)

بغداد کا سفر: اس کی ادائیگی کی فکر میں وہ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے پاس بغداد گئے۔ اس نے بڑا خیر مقدم کیا۔ انہوں نے اپنی غرض پیش کی۔ اس نے پوچھا کتنا قرض ہے۔ فرمایا ایک لاکھ۔ منصور نے کہا آپ اس افضل و کمال کے باوجود اتنا بڑا قرض لے لیتے ہیں۔ جس کی ادائیگی آپ کے امکان میں نہیں، انہوں نے کہا خاندان کے بہت سے لڑکے جوان ہو گئے تھے مجھے خوف تھا کہ اگر ان کی شادی نہ کر دی گئی تو وہ بے خانماں ہو جائیں گے۔ اس لئے میں نے خدا اور امیر المؤمنین کے اعتماد پر ان کا گھر سا کران کا ٹھکانا کر دیا اور ان کی جانب سے ولیمہ کیا، یہ سارا قرض اسی کا ہے۔

ابو جعفر منصور نے حیرت کے لہجہ میں دو مرتبہ ایک لاکھ ایک لاکھ! کہا اور دس ہزار روپیہ انہیں دینے کا حکم دیا، انہوں نے کہا امیر المؤمنین جو کچھ دے رہے ہیں وہ خوش دلی سے دے رہے ہیں (یا جبر سے) میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص خوش دلی سے عطیہ دیتا ہے تو اس میں دینے والے اور لینے والے دونوں کو برکت ہوتی ہے، منصور نے کہا میں نے خوش دلی سے دیا ہے۔ (۸)

وفات: بغداد ہی میں ۱۲۶ھ میں وفات پائی۔ اتفاق سے اسی دن عباسیوں کے ایک بڑے جلیل القدر اور نامور غلام کا بھی انتقال ہو گیا تھا، اس لئے دونوں کے جنازے ایک ساتھ اٹھائے گئے۔ لیکن منصور نے ہشام کے رتبہ کی وجہ سے ان کے جنازہ کی نماز پہلے پڑھائی۔ ہارون کی ماں خیزران کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ (۹) (۱۰)

۱- ابن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۶۷	۲- تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۲۹	۳- تہذیب، ج ۱۱، ص ۲۸
۲- ایضاً	۵- تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۲۹	۶- تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۹۱
۷- تاریخ خطیب، ج ۱۲، ص ۱۳۸	۸- تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۹	۹- ابن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۶۷
۱۰- سیر الصحابة، ج ۳، ص ۷۷، ص ۳۲۵-۳۲۷		

۳۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما:

نام و نسب: عروہ نام، ابو عبد اللہ کنیت، مشہور صحابی حواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے، ان کی ماں اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، اس طرح عروہ کی رگوں میں ایک جانب حواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری جانب صدیق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خون تھا۔

پیدائش: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخریا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آغاز عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ پہلی روایت زیادہ مرجح ہے۔ (۱)

جنگ جمل وصفین: جنگ جمل میں اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکلنا چاہا، لیکن ان کی عمر اس وقت کل تیرہ سال کی تھی، اس لئے شریک نہیں کئے گئے۔ (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ میں وہ کسی جانب نہ تھے۔ اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیر اور عبد الملک کی معرکہ آرائیوں میں اپنے بھائی کے ساتھ تھے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے کے بعد حجاج نے ان کی لاش سولی پر لٹکوا دی تھی اور تجھیز و تکفین کے لئے حوالہ نہ کرتا تھا، اس وقت عروہ ہی عبد الملک کے پاس شام گئے تھے، وہ بڑی محبت اور عزت سے پیش آیا، عروہ کو گلے لگا کر اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اس وقت تک اس کو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کی خبر نہ پہنچی تھی، عروہ ہی کی زبانی اسے معلوم ہوا۔ یہ خبر سن کر اس نے سجدہ شکر ادا کیا، اور عروہ کی درخواست پر فوراً حجاج کے نام لاش حوالہ کرنے کا حکم جاری کر دیا، اور اس کی اس حرکت پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ (۳)

عبد الملک کی بیعت: ادھر مکہ میں عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد حجاج عروہ کی تلاش میں تھا۔ جب ان کا پتہ نہ چلا تو اس نے عبد الملک کو لکھا کہ عروہ اپنے بھائی کے ساتھ تھے، ان کے قتل ہونے کے بعد خدا کا مال لے کر بھاگ گئے، اس وقت عروہ شام میں موجود تھے، اس لئے عبد الملک نے جواب دیا کہ ”وہ بھاگے نہیں ہیں، بلکہ میری بیعت کر لی ہے، میں نے ان کی خطاؤں کو معاف کر کے انہیں امان دے دی ہے، وہ مکہ واپس جاتے ہیں وہاں ان کے ساتھ کسی قسم کی بد سلوکی نہ کی جائے، غرض وہ عبد الملک سے بیعت کر کے مکہ واپس آئے، ان کی واپسی کے بعد ان کے بھائی کی لاش دفن کی گئی۔ (۴)

عقیق کا قیام: اگرچہ عروہ نے عبد الملک کی بیعت کر لی تھی اور دونوں میں کوئی ناخوشگوار باقی نہ رہ گئی تھی، مگر وہ امویوں کی بے عنوانیوں اور جابرانہ طریق حکومت کو سخت ناپسند کرتے تھے، لیکن ان کا روکنا بھی ان کے بعد میں نہ تھا، اس لئے انہوں نے شہر کا قیام ترک کر کے مدینہ کے قریب عقیق کے دیہات میں سکونت اختیار کر لی۔ (۵)

عبد اللہ بن حسن کا بیان ہے کہ عین بن حسین (زین العابدین) اور عروہ روزانہ بعد عشاء مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک گوشے میں بیٹھتے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھتا تھا ایک دن گفتگو میں بنی امیہ کے مظالم کا تذکرہ آیا اور یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ جب کسی میں ان مظالم کو روکنے کی طاقت نہیں ہے تو ان کے ساتھ رہنا کہاں تک مناسب ہے۔ خدا ان مظالم کی سزا میں ایک نہ ایک دن ان پر عذاب نازل کرے گا۔ عروہ نے علی بن حسین سے کہا جو شخص ظالموں سے علیحدہ رہے گا اور خدا کی بیزاری سے واقف ہوگا تو امید ہے کہ جب خدا ان کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے گا تو ظالموں سے علیحدہ رہنے والا شخص خواہ ان سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہو، اس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔ اس گفتگو کے بعد عروہ مدینہ چھوڑ کر عقیق چلے گئے۔ (۶)

۱۔ ابن اثیر، ج ۴، ص ۲۹۱

۲۔

ایضاً

۳۔

تحدیب التحدیب، ج ۷، ص ۱۸۳

۴۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۷

۵۔

ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۵

۶۔

ابن اثیر، ج ۴، ص ۲۹۱

لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا ان کی مسجدیں اہو و لعب اور ان کے بازار لغویات کا گہوارہ ہیں اور ان کے راستوں میں بے حیائی کی گرم بازاری ہے۔ (۱)

مصر کا قیام: ابن یونس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عروہ سات سال تک مصر میں بھی رہے۔ (۲)

فضل و کمال: عروہ ان اسلاف اور ان بزرگوں کی یادگار تھے جو علم و عمل کا مجمع البحرین تھے۔ ان کے والد زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حواری رسول

صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ان کے نانا صدیق اور خلیل رسول تھے، ان کی خالہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین، ان کی ماں اسماء رضی اللہ عنہا کو زبان رسالت سے ذات العطا قین کا خطاب ملا تھا۔ ان کے بڑے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ بڑے صاحب علم صحابی تھے غرض ان کا سارا گھرانہ علم و عمل اور مذہبی اور اخلاقی فضائل و کمالات کا پیکر تھا۔ عروہ نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی اور اسی میں پرورش پائی، اس لئے یہ دولت انہیں ورثہ ملی تھی، اور ان کا دامن جملہ علمی اور اخلاقی فضائل سے معمور تھا، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ان کے مناقب بے شمار ہیں۔ ان کی جلالت، علو مرتبت اور وفور علم پر سب کا اتفاق ہے۔ (۳) حافظ ذہبی انہیں امام اور عالم مدینہ لکھتے ہیں۔ (۴) انہیں حدیث اور فقہ دونوں میں یکساں کمال حاصل تھا۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: "کان ثقة کثیر الحدیث فقیہا عالما مامونا ثبنا"۔ (۵)

حدیث: عروہ نے اپنے والد، بھائی، ماں، خالہ سب سے حدیث میں فیض اٹھایا تھا۔ (۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خرمین کمال سے خصوصیت کے ساتھ خوشہ چینی کی تھی، قبیصہ کا بیان ہے کہ عروہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہم سب سے زیادہ آتے جاتے تھے، اور عائشہ رضی اللہ عنہا علم الناس تھیں۔ انہوں نے قریب قریب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پورا علمی ذخیرہ اپنے سینہ میں محفوظ کر لیا تھا، خود ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے چار پانچ سال پہلے ان کی کل حدیثیں محفوظ کر لیں تھیں، اگر انتقال اسی وقت ہو گیا ہوتا، تو مجھے ان کی کسی حدیث کے باقی رہ جانے کا افسوس نہ ہوتا کیونکہ ان کی کل احادیث میرے سینہ میں محفوظ ہو چکی تھیں۔ (۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اکابر صحابہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ عنہ بن نفیل، حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ، ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، حسن بن علی رضی اللہ عنہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، عمرو رضی اللہ عنہ بن سلمہ، ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا، اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا وغیرہ اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت فیض یاب ہوئے تھے۔ (۸)

ان بزرگوں کے فیض نے عروہ کا دامن علم نہایت وسیع کر دیا تھا، ابن شہاب زہری کہتے تھے کہ عروہ حدیث کا بحر ذار تھے۔ (۹) عروہ کے صاحبزادے ہشام جو خود بڑے محدث تھے کہتے ہیں کہ ہم نے والد کی احادیث کے دو ہزار حصوں میں ایک حصہ بھی حاصل نہ کیا۔ (۱۰)

فقہ: مگر ان کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس فن کو بھی انہوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کیا تھا اور اس میں ان کو اتنا کمال تھا کہ مدینہ کے ساتھ مشہور فقہاء میں سے ایک فقیہ مانے جاتے تھے۔ فقیہ المدینة احد الفقہاء السبعة فقیہا المدینة۔ (۱۱)

۱۔ مختصر صفوة الصفوة، ص ۳۲	۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۵	۳۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۳۲۲
۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۵۳	۵۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۳	۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۲
۷۔ ایضاً	۸۔ ایضاً	۹۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۳۳۲
۱۰۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۵۲	۱۱۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۳۳۱	

فقہ میں تصانیف:

آپ نے فقہ میں کتابیں بھی تالیف کی تھیں، ان میں سے بعض حرہ کے ہنگامہ کے زمانہ میں جب بڑی لشکر نے مدینہ الرسول ﷺ کو لٹا تھا خود جلا دیں۔ مگر بعد میں ان کے جلانے کا افسوس ہوا۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ ہم لوگ کتاب اللہ کی موجودگی میں دوسری کتاب نہیں لکھتے تھے۔ اس لئے میں نے اپنی کتابیں ضائع کر دیں لیکن اب خدا کی قسم میری یہ خواہش ہے کہ میری کتابیں میرے پاس موجود ہوتیں، اور خدا کی کتاب اپنی جگہ دائم و قائم رہتی۔ (۱)

اقوال: فرماتے تھے کہ جس آدمی میں تم ایک اچھائی دیکھو تو اس سے محبت کرو اور یقین کرو کہ اس میں اور اچھائیاں بھی ہوں گی، اور اگر کوئی برائی دیکھو تو اس سے نفرت کرو اور یقین رکھو کہ اس میں ایسی اور برائیاں بھی ہوں گی۔ (۲)

صحابہ رضی اللہ عنہم سے استفادہ: ان کا فقہی کمال اس قدر مسلم تھا کہ بڑے بڑے صحابہ رسول ﷺ مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ (۳) لیکن اس کمال کے باوجود عروہ اس قدر محتاط تھے کہ کوئی مسئلہ محض رائے سے نہ بیان کرتے تھے۔ (۴)

ترغیب علم: یہ کہہ کر نوجوان کو تحصیل علم کی ترغیب دلاتے تھے کہ ہم لوگ بھی ایک زمانہ میں چھوٹے تھے، آج وہ دن آیا کہ ہمارا شمار بڑوں میں ہے، تم بھی گو آج کم سن ہو لیکن ایک زمانہ آئے گا جب بڑے ہو گے، اس لئے علم حاصل کر کے سردار بن جاؤ کہ لوگوں کو تمہاری احتیاج ہو۔ (۵)

فضائل اخلاق: اس علم کے ساتھ عروہ عمل کے زیور سے بھی آراستہ تھے، وہ اپنے اسلاف کرام کا نمونہ تھے۔ عجل کا بیان ہے کہ عروہ صالح آدمی

تھے۔ (۶) ابن شہاب کا قول ہے کہ وہ علماء خیر میں تھے۔ (۷)

عبادت و ریاضت: بڑے عابد و زاہد تھے، ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ ان کی ذات میں علم، سیاست اور عبادت سب جمع تھیں۔ (۸) تہجد اس التزام کے ساتھ پڑھتے تھے کہ ایک شب کے سوا جب ایک مرض کے سلسلہ میں، ان کا پاؤں کاٹا گیا تھا، اور کبھی ناعہ نہ ہوئی، (۹) عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے ممنوعہ ایام کے علاوہ باقی بارہ مہینے روزہ رکھتے تھے، سفر کی حالت میں بھی نہ چھوٹا تھا مرض الموت میں بھی اس معمول میں فرق نہ آیا۔ چنانچہ انتقال کے دن بھی روزے سے تھے۔ (۱۰) تلاوت قرآن محبوب ترین مشغلہ تھا، ایک چوتھائی قرآن دن میں ناظرہ پڑھتے تھے، باقی رات کو تہجد میں تمام کرتے تھے۔ (۱۱)

صبر و استقامت: صبر و استقامت کا مجسم پیکر تھے۔ بڑی سے بڑی آزمائش اور تکلیف کے موقع پر زبان سے اف نہ نکلتی تھی، ایک مرتبہ عبدالملک کے پاس شام گئے ہوئے تھے، ان کے لڑکے محمد بھی ساتھ تھے، وہ شاہی اصطلح دیکھنے گئے، ایک جانور نے ان کو ٹپک دیا۔ اس کے صدمہ سے وہ اسی وقت جان بحق ہو گئے۔ اس کے بعد عروہ کے پاؤں میں ایک خراب قسم کا زہر پلا زخم پیدا ہو گیا، اطباء نے پاؤں کاٹنے کا مشورہ دیا، اور نہ کاٹے جانے کی صورت میں تمام جسم میں زہر پھیل جانے کا اندیشہ ظاہر کیا۔ عروہ اگرچہ اس وقت ضعیف ہو چکے تھے لیکن انہوں نے جوانوں سے زیادہ ہمت و استقلال سے کام لیا۔ پاؤں کاٹنے سے پہلے طبیب نے کہا تھوڑی سی شراب پی لیجئے تاکہ تکلیف کا احساس کم ہو، فرمایا، جس مرض میں مجھ کو صحت کی

مختصر صفوۃ الصلوٰۃ، ص ۱۳۱

-۳

تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۳

-۲

ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۳

-۱

تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۲

-۶

ایضاً، ص ۱۸۲

-۵

تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۳

-۴

تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۵۴

-۹

شذرات الذهب، ج ۱، ص ۱۰۳

-۸

ابن خلکان، ج ۱، ص ۵۴

-۷

تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۳

-۱۱

ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۳

-۱۰

امید ہو، اس میں بھی حرام شے سے مدد نہ لوں گا، اس نے کہا تو پھر غافل کر دینے والی دوا ہی استعمال کر لیجئے، فرمایا میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے جسم کا ایک عضو کاٹا جائے اور میں اس کی تکلیف محسوس نہ کروں، آپریشن کے وقت چند آدمی سنبھالنے کے لئے آئے، عروہ نے پوچھا تمہارا کیا کام ہے، انہوں نے کہا زیادہ تکلیف کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے، اس لئے آپ کو سنبھالنے کے لئے آئے ہیں، فرمایا: مجھ کو امید ہے کہ تمہاری امداد کی ضرورت نہ ہوگی، اور نہایت استقلال کے ساتھ پاؤں کٹو ادیا، جس وقت پاؤں ٹخنوں سے الگ کیا گیا، اس وقت زبان پر تسبیح و تحلیل تھی، جب خون بند کرنے کے لئے زخم کو داغا گیا، تو شدت تکلیف سے بے ہوش ہو گئے لیکن جلد ہی ہوش آ گیا، اور چہرہ کا پسینہ پونچھ کر کٹے ہوئے پاؤں کو منگوا کر دیکھا، اور اس کو الٹ پلٹ کر اس سے خطاب کر کے فرمایا، اس ذات کی قسم جس نے تجھ سے میرا بوجھ اٹھوایا، وہ خوب جانتا ہو کہ میں کسی حرام راستہ پر گامزن نہیں ہوا۔ (۱)

صبر و شکر: ان حوادث اور مصائب کے باوجود زبان شکوہ و شکایت سے آلودہ نہ ہوئی اور ہمیشہ خدا کا شکر ہی ادا کرتی رہی چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ خدایا تیرا شکر ہے کہ میرے چار ہاتھ پاؤں میں سے تو نے ایک ہی لیا، اور تین باقی رکھے، اور چار لڑکوں میں سے ایک ہی کو لیا اور تین باقی رکھے، اگر تو نے کچھ لیا ہے تو بہت کچھ باقی رکھا ہے، اگر کچھ مصیبت میں مبتلا کیا ہے تو بہت دنوں عافیت میں بھی رکھ چکا ہے۔ (۲)

دولت دنیا سے بے نیازی: ان کی نگاہ میں دولت دنیا اور چند روز عیش و تنعم کی کوئی وقعت نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے خدا سے کبھی دنیا نہیں مانگی۔ ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ ان کے بھائی عبداللہ اور مصعب بن زبیر اور عبدالملک چاروں مسجد حرام میں جمع تھے کسی نے تجویز پیش کی کہ ہم لوگ اس گھر میں خدا کے روبرو اپنی اپنی آرزوئیں پیش کریں۔ سب نے اسے پسند کیا۔ سب سے پہلے عروہ کے بھائی عبداللہ نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ میں حرم کا بادشاہ ہو جاؤں اور مجھے تخت خلافت ملے۔ ان کے بعد ان کے دوسرے بھائی مصعب نے کہا کہ میری تمنا یہ ہے کہ قریش کی دنوں حسین عورتیں سیکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ میرے عقد میں آجائیں۔ ان کے بعد عبدالملک نے کہا میری آرزو ہے کہ میں کل روئے زمین کا بادشاہ ہو جاؤں اور امیر معاویہ کا جانشین بنوں۔ سب سے اخیر میں عروہ نے کہا کہ مجھے تم لوگوں کی خواہشات میں سے کچھ نہ چاہئے، میں دنیا میں زہد اور آخرت میں کامیابی اور علم چاہتا ہوں۔ (۳) خدا نے چاروں کی دعا قبول کی۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ جو حرم کے سات برس تک خلیفہ رہے سیکینہ اور عائشہ دونوں مصعب کے عقد میں آئیں۔ عبدالملک سندھ سے لے کر اسپین تک کافر ماروا ہوا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ سلطنت کا وارث بنا اور عروہ کو خاصان خدا کا مرتبہ ملا۔

تمول اور فارغ البالی: اگرچہ عروہ دولت دنیا سے بے نیاز اور بے پرواہ تھے۔ لیکن خدا نے ان کو اس سے وافر حصہ دیا تھا، وہ بڑے صاحب ثروت تھے، ان کے والد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ عرب کے بڑے متمول لوگوں میں تھے۔ حضرت زبیر کی دولت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کی چاروں بیویوں کو آٹھویں حصہ میں بارہ بارہ لاکھ ملا تھا۔ (۴)

فیاضی و سیر چشمی: خدا نے عروہ کو جس طرح دولت عطا فرمائی تھی ویسے ہی وہ فیاض بھی تھے۔ ان کے کھجوروں کے باغات تھے۔ کھجوروں کی فصل میں باغ کی دیوار توڑ دیتے تھے اور ہر شخص کے لئے صلائے عام ہوتی تھی۔ لوگ آ کر کھاتے تھے اور باندھ باندھ کر ساتھ لے جاتے تھے۔ (۵)

۱- ابن خلکان، ج ۱، ص ۳۱۶ - ۲- مختصر صفوة الصفوة، ص ۱۳۱ - ۳- ابن خلکان، ج ۱، ص ۳۱۷

۴- بخاری کتاب المغازی باب برکتہ المغازی فی مالہ - ۵- مختصر صفوة الصفوة، ص ۱۳۱

خوش لباسی اور نفاست: عروہ اگر چہ بڑے عابد و زاہد تھے لیکن مزاج میں بڑی نفاست تھی روزانہ غسل کرتے تھے۔ کپڑے نہایت بیش قیمت پہنتے تھے۔ گرمیوں میں جسم پر سندس کی قبا ہوتی تھی جس میں حریر کا استر ہوتا تھا۔ خزا کی چادر اوڑھتے تھے۔ (۱)

وفات: ۹۴ھ میں نواح مدینہ میں اپنے محاج میں انتقال کیا۔ (۲) (۳)

۵۔ عائشہ: راجع: ۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چھبیسویں (۲۶) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی مروزی، دوسرے کوئی اور باقی مدنی ہیں۔
- ☆ سند کے پانچوں راوی فقیہ اور امام ہیں۔
- ☆ یہ روایت بیٹے (ہشام) کی باپ (عروہ) سے روایت ہے۔
- ☆ یہ روایت بھانجے (عروہ) کی اپنی خالہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے ہے۔
- ☆ حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ سبعمدینہ تابعی میں سے ہے۔
- ☆ حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات النطاقین کا لقب عطا فرمایا تھا۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیراً، ابناً، ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

راجع: ۶۰

۷۔ مسائل و نصح:

ایضاً

۸۔ خلاصہ:

ایضاً

۵۰۔ باب الوضوء بماء البرد

اولوں کے پانی سے وضو کرنا

اس باب میں اولوں کے پانی سے وضو کرنے کے جواز کا بیان ہے، اولے آسمان سے جامد شکل میں برستے ہیں، اور پھر پانی میں ڈھل جاتے ہیں، جب کہ برف پہلے پانی ہوتا ہے، پھر جامد شکل اختیار کرتا ہے، پھر پگھل کر پانی کی شکل اختیار کر لیتا ہے، یہ دونوں آسمان سے بارش کی صورت میں برستے ہیں، البتہ موجودہ دور میں مصنوعی طریقوں سے بھی برف بنائی جاتی ہے، شرعاً اس کا بھی وہی حکم ہے، جو اس برف کے پانی کا ہے۔ اس سے پہلے باب میں برف کے پانی سے وضو کرنے کا بیان تھا۔

۶۲۔ أَخْبَرَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُبَيْرٍ قَالَ: شَهِدْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى مَيِّتٍ فَسَمِعْتُ مِنْ دُعَائِهِ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَأَوْسِعْ مَدْخَلَهُ وَأَغْسِلْهُ بِالمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالبَرْدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الخَطَايَا كَمَا يَنْقَى الثَّوْبُ الأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کا جنازہ پڑھا اور یہ دعا مانگی: اے اللہ تعالیٰ! تو اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما، اس کو عافیت عطا فرما، اس سے درگزر فرما، اس کی اچھی مہمان نوازی فرما، اس کی قبر کو کشادہ فرما، اسے پانی، برف اور اولوں سے دھو دے، اسے گناہوں سے اس طرح پاک فرما دے، جیسے سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا جاتا ہے۔

۱۔ اطراف:

مسلم: ۹۶۳، ترمذی: ۱۰۲۵، احمد: ۲۲۰۳۰، السنن الکبریٰ: ۲۱۱۱، تقدم: ۱۰۸۳، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
اسے پانی، برف اور اولوں سے دھو دے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ ہارون بن عبد اللہ:

آپ کا نام ابو موسیٰ ہارون بن عبد اللہ بن عروان حمال بزار بغدادی (م: ۲۴۳ھ) ہے، آپ روایۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، آپ نے تقریباً اسی سال کی عمر پائی۔ امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲- معن:

آپ کا نام ابو یحییٰ معن بن عیسیٰ بن یحییٰ قزارا شجعی مدنی (م: ۱۹۸ھ) ہے، آپ روادۃ کے دسویں طبقہ کبار سے ثقہ، ثابت راوی ہیں۔ امام

ابو حاتم فرماتے ہیں: آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سب سے فائق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳- معاویہ بن صالح:

آپ کا نام قاضی ابو عبد الرحمن معاویہ بن صالح بن حدیر حمصی (م: ۱۵۸ھ) ہے، آپ اندلس میں قاضی بھی تعینات رہے، آپ

روادۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے وہم ہونے کا لکھا ہے۔ امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے

روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴- حبیب:

آپ کا نام ابو حفص حبیب بن عبیدرجی حمصی ہے، آپ روادۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے

ہیں، امام بخاری نے ادب المفرد میں آپ سے روایت کی ہے۔ (۳)

۵- جبیر بن نفیر:

آپ کا نام ابو عبد الرحمن جبیر بن نفیر حمصی شامی (م: ۸۰ھ) ہے، آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلام لائے،

آپ کے والد صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ روادۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، جلیل، تابعی راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، امام

بخاری نے ادب المفرد میں روایت کی ہے۔ (۴)

۶- عوف بن مالک:

آپ کا نام ابو عبد الرحمن عوف بن مالک بن ابی عوف اشجعی غطفانی (م: ۷۳ھ) ہے۔ آپ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے

غزوہ فتح مکہ میں شرکت فرمائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۵)

۴- حکم روایت:

یہ حدیث صحیح ہے، امام مسلم اور امام ترمذی نے اسے روایت کیا ہے۔

ii- تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۷۲

i- الثقات، ج ۹، ص ۱۸۱

ii- الکامل، ج ۶، ص ۲۰۴

i- تاریخ الثقات، ص ۴۳۲

ii- الثقات، ج ۴، ص ۱۳۸

i- تاریخ الثقات، ص ۱۰۶

ii- تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۳۱

i- طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۴۰

ii- الجرح والتعديل، ج ۷، ص ۶۱

i- تہذیب الکمال، ج ۸، ص ۵۷

۵۔ خصوصیاتِ سند:

- ☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ پچیسویں (۲۵) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی بغدادی، دوسرے مدنی اور باقی سارے شامی ہیں۔
- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اخیرنی ہارون بن عبداللہ کہا ہے، اور اس میں محدثین کے ہاں مشہور قاعدہ کی رعایت فرمائی ہے، کہ جب راوی شیخ کے سامنے خود پڑھے، تو اخیرنی کہتا ہے، اور جب کوئی اور پڑھے اور راوی سنے، تو اخیرنا کہتے ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنی، سمعت ایک ایک دفعہ، حدثنا اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

- | | |
|--|-------------------------------------|
| اغفر له: اسے معاف فرما دے | ارحمہ: اس پر رحم فرما |
| عافہ: اسے سلامی عطا فرما | اعف عنه: اس سے درگزر فرما |
| اکرم نزلہ: اس کی اچھی مہمان نوازی فرما | اوسع مدخلہ: اس کی قبر کو کشادہ فرما |

۷۔ خلاصہ:

- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے ساتھ اولوں کا ذکر کیا ہے، اس لیے اولوں کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ اولے جب پانی کی شکل اختیار کر لیں، تو ان سے وضو جائز ہے، کیونکہ یہ آسمان سے بارش کی صورت میں برستے ہیں، اس لیے یہ پانی پاک بھی ہے، اور پاک کرنے والا بھی ہے۔
- ☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کے لیے دعائمانگی، اور یہ بلند آواز میں دعائمانگی تھی، اسی لیے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے سن کر روایت کی (دعا بعد از نماز جنازہ کی مکمل بحث کتاب الجنائز میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ)
- ☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت پر بہت مہربان اور امت کی بخشش کے لیے بہت حریص تھے۔
- ☆ اس حدیث مبارکہ سے دعا بعد از نماز جنازہ کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ (۱)
- ☆ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری تمنا یہ ہوئی کہ کاش میں میت ہوتا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا میرے لیے ہوتی۔ (۲)
- ☆ مسلمان کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے توبہ استغفار زیادہ سے زیادہ کرنی چاہیے۔

۵۱۔ باب سُورِ الْکَلْبِ

کتے کے جھوٹے کا حکم

اس باب میں کتے کے جھوٹے پانی یا دیگر اشیاء کے بارے میں بیان ہوا ہے، کہ اس کا حکم کیا ہے؟ چونکہ پانی بھی اس حکم میں شامل ہے، اس لیے اس باب کی پچھلے باب سے مناسبت ہے، پچھلے باب میں اولوں کے پانی سے وضو کرنے کا بیان تھا۔

۶۳۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ
 أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا شَرِبَ
 الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 جب کتا تم میں سے کسی ایک کے برتن سے پی لے، تو وہ اس کو سات
 مرتبہ دھوئے۔

۱۔ اطراف:

صحیح مسلم: ۲۷۹، الرقم المسلسل: ۶۳۶، سنن نسائی: ۶۳۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳، موطأ امام مالک،
 ج ۱، ص ۳۴، مسند الشافعی: ج ۱ ص ۲۳، المنقحی: ۵۰، سند ابو عوانہ، ج ۱، ص ۲۰۷، سنن بیہقی: ج ۱، ص ۲۲۰، شرح السنن: ۲۸۸، مسند احمد ج ۲،
 ص ۲۶۰

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبة: راجع: ۱۔

۲۔ مالک: راجع: ۷۔

۳۔ ابو الزناد:

آپ کا نام ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن ذکوان اموی قریشی مدنی (م: ۱۳۰ھ) ہے، آپ ابو الزناد کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ روایت
 کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، حجة، تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)
 ۴۔ الأعرج:

آپ کا نام ابو داؤد عبد الرحمن بن ہرمزاعرج مدنی (م: ۱۱۷ھ) ہے، آپ روایت کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، عالم، تابعی راوی ہیں۔
 آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ ابو ہریرة: راجع: ۱۔

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

ii۔ تاریخ الثقات، ص ۲۵۴

i۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۳۵۰

ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۱۰۷

i۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۸۳

ہیں، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں، ابن ماجہ نے تفسیر میں آپ سے روایات لی ہیں۔ (۱)

۲۔ حجاج: راجع: ۳۲:

۳۔ ابن جریج:

آپ کا نام ابو الولید عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج اموی مکی (م: ۱۵۰ھ) ہے، آپ روایت کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، فاضل راوی ہیں، البتہ تدلیس اور ترسیل کرتے تھے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ زیاد بن سعد:

آپ کا نام ابو عبد الرحمن زیاد بن سعد بن عبد الرحمن خراسانی مکی یمنی ہے۔ آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، ثابت، تابعی راوی ہیں۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں: امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے تلازمہ میں سب سے قابل اعتماد زیاد بن سعد ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۵۔ ثابت:

آپ کا نام ثابت بن عیاض احف بدنی ہے، آپ عبد الرحمن بن زید بن خطاب عدوی کے مولیٰ ہیں۔ آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں۔ شیخین، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)

۶۔ ابو ہریرہ: راجع: ۱:

۳۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۴۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ چھبیسویں (۲۶) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے دور راوی مصیصی، دوسرے اور تیسرے راوی مکی اور آخری دو مدنی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرتین دفعہ، حدثنا، قال، سمع ایک ایک دفعہ استعمال ہوتا ہے۔

۵۔ لغات:

ولغ: یہ ولوغ مصدر سے فعل ماضی ہے، جس کا معنی زبان کے کنارے سے پینا یا چاٹنا۔ زبان کو پانی میں حرکت دینا۔

- | | | |
|----|-------------------------------|-------------------------------|
| ۱۔ | ۱۔ الجرح والتعديل، ج ۲، ص ۹۳ | ii۔ غایۃ النہایۃ، ج ۱، ص ۱۱ |
| ۲۔ | ۱۔ تاریخ الداری، ص ۱۰ | ii۔ تاریخ الثقات، ص ۳۱۱ |
| ۳۔ | تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۲۶۲ | |
| ۴۔ | ۱۔ الجرح والتعديل، ج ۲، ص ۲۵۴ | ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۲۲ |

۶۵۔ أَخْبَرَنِي إِبرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری سند سے بھی اسی حدیث کی مثل روایت مروی ہے۔
ابن جریر: أَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ هَلَالُ بْنُ أَسَامَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ يُخْبِرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

۱۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ ابراہیم بن الحسن: راجع: ۶۳۔ ۲۔ حجاج: راجع: ۳۲۔

۳۔ ابن جریر: راجع: ۶۳۔ ۴۔ زیاد بن سعد: ایضاً

۵۔ ہلال بن اسامہ:

آپ کا نام ہلال بن علی بن اسامہ عامری مدنی (م: ۱۱۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ آپ اپنے دادا کی

جانب منسوب ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۶۔ ابوسلمہ: راجع: ۱۔ ۷۔ ابو ہریرہ: ایضاً

۲۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سابعیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ پانچویں (۵) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے دو راوی معینی، اگلے دو کی اور آخری تین مدنی ہیں۔
- ☆ یہ تابعی (ہلال بن اسامہ) کی دوسرے تابعی (ابوسلمہ) سے روایت ہے۔
- ☆ ابوسلمہ تابعین فقہا سب سے ہیں۔
- ☆ ابوسلمہ کنیت ہی ان کا نام ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا تین دفعہ، حدیث ایک دفعہ، سمع، قال اور عن عنہ ایک ایک دفعہ استعمال ہوا

۳۔ مسائل و نصائح:

- ☆ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:
- اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس برتن میں کتانہ ڈال دے، وہ نجس ہو جاتا ہے، اور اس کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے، یہ ہمارا فقہاء شافعیہ، امام مالک، امام احمد اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس برتن کو تین مرتبہ دھونا کافی ہے۔ (۲)

شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۱۳۷

۲۔

۱۔ اتھذیب الکمال، ج ۳۰، رقم ۳۲۳ ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۵۰۵

☆ علامہ دشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا، ہمارے نزدیک دوسرے جانوروں کی طرح کتابھی طاہر العین ہے، اور اس کے جھوٹے برتن کو دھونے کا حکم تعبیدی ہے، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، عبدالملک اور سحنون نے یہ کہا: کہ کتابنجس ہے مگر امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا: کہ اس کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونا متعین نہیں ہے، بلکہ برتن کو صاف کرنا ضروری ہے۔ (امام ابوحنیفہ کے نزدیک تین بار دھونا ضروری ہے۔)

☆ قاضی ابن العربی نے لکھا ہے کہ سحنون نے کہا ہے کہ کتابنجس العین ہے۔ (۱)

☆ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کتے اور خنزیر کے جھوٹے برتن کے متعلق بالاتفاق مذہب یہ ہے: کہ اس کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے، ان میں سے پہلی بار مٹی سے دھویا جائے، اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ امام احمد سے ایک یہ روایت ہے: کہ اس کو آٹھ مرتبہ دھونا واجب ہے، اور پہلی بار مٹی سے دھویا جائے۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ (۲)

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کے وجوب کے قائل ہیں نہ پہلی بار مٹی کے ساتھ صاف کرنے کے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کی روایت کی ہے۔ انہی سے کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کی قولاً اور فعلاً روایت ہے، مرفوعاً بھی اور موقوفاً بھی۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ امام دارقطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے کہا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے، تو اس برتن کی چیز کو گرا دو، پھر اس برتن کو تین بار دھوؤ۔ شیخ تقی الدین نے امام نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۔ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے، تو اس برتن کی چیز کو گرا دو، اور اس کو تین مرتبہ دھوؤ۔

☆ امام طحاوی نے کہا ہے، کہ سند صحیح کے ساتھ یہ مروی ہے، کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کا حکم دیتے تھے (جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں ہے)۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت منسوخ ہوگئی، کیونکہ سات مرتبہ دھونے کی روایت کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور راوی جب کسی روایت کے خلاف عمل کرے، یا اس کے خلاف فتویٰ دے، تو پھر یہ روایت حجت نہیں ہے، کیونکہ صحابی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حکم سننے، اور اس کے خلاف عمل کرے، یا اس کے خلاف فتویٰ دے، اس سے اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی، اور ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں ہے، اس لیے ماننا پڑے گا کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت ان کے نزدیک منسوخ ہو چکی تھی۔ (۳)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال القرطبی المالکی لکھتے ہیں:

جس پانی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے، اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے:

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے: کہ یہ پانی طاہر ہے، اس سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے، جب اس کے سوا کوئی اور پانی نہ ملے۔ سفیان ثوری، ابن الماسون اور امام مالک کے اصحاب میں سے ابن مسلمہ نے یہ کہا ہے: کہ اس پانی سے وضو بھی کرے، اور تیمم بھی کرے، انہوں نے اس پانی کو مشکوک قرار دیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے اصحاب حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے: کہ جس پانی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے، وہ پانی نجس ہے۔ ابن القصار مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کہ کتے کے جھوٹے کے پاک ہونے پر دلیل یہ ہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے، اور اگر اس میں نجاست ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ایک مرتبہ دھونے کا حکم دیتے، کیونکہ نجاست کو دھونے میں عبادت یہ ہے کہ اس کو زائل کیا جائے، نہ یہ کہ اس کو کٹی مرتبہ دھویا جائے، اور یہ جائز ہے کہ کسی پاک چیز کو کسی وجہ سے کٹی مرتبہ دھویا جائے، جیسے اعضاء وضو کو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ دھویا جاتا ہے، حالانکہ غرض ایک مرتبہ دھونے سے پوری ہو جاتی ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ جب کتا کھانے میں منہ ڈال دے، تو وہ کھانا کھایا جائے گا اور حدیث پر عمل کرنے کے لیے اس برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے گا۔

☆ ابن القصار مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ کتوں کے طاہر ہونے پر دلیل یہ ہے، کہ شریعت میں یہ ثابت ہے کہ طاہر وہ چیز ہے، جس سے نفع اٹھانے کو بغیر کسی ضرورت کے ہمارے لیے مباح کر دیا گیا ہو، جب کہ اس سے نفع نہ اٹھانا بھی ہماری قدرت میں ہو، اور نجس وہ چیز ہے، جس سے نفع اٹھانے سے ہمیں منع کر دیا گیا ہو، جب کہ اس سے نفع اٹھانا ہماری قدرت میں ہو، اور اس پر دلائل قائم ہیں: کہ بغیر کسی ضرورت کے کتوں سے نفع اٹھانا جائز ہے، جیسے شکاری کتے ہیں، اور کھیتوں اور مویشیوں کی حفاظت کے کتے ہیں، اور کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم تغلیظاً ہے، کیونکہ مہمانوں اور گزرنے والوں کے خوف کی وجہ سے انہیں کتوں کو رکھنے سے منع کیا گیا تھا۔ (۱)

☆ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کتے نجس ہیں، کیونکہ طہارت یا تو حدث سے حاصل ہوتی ہے، یا نجس سے، یہاں پر حدث تو ہے نہیں، اس لیے یہ متعین ہو گیا کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن نجس ہو جائے گا، اسی لیے اس کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے، کیونکہ کتا جب پانی کے برتن میں منہ ڈالے گا، تو اس کا لعاب اس برتن میں لگے گا، اور لعاب اس کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے، اور اس سے معلوم ہوا کہ اس کا گوشت نجس ہے، اور اس کا جھوٹا بھی نجس ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو کتے کو پاک کہتے ہیں، ان کے نزدیک کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ (۲)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے، تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوئے اور پہلی بار مٹی سے دھوئے۔ (۳)

۱- شرح ابن بطلال، ج ۱، ص ۶۷۶-۶۷۵ ۲- عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۵۷

۳- صحیح مسلم: ۶۳۹ -ii- سنن دارقطنی: ۱۸۱-۱۸۰ -iii- ابن عدی فی الکامل، ج ۳، ص ۸۸۲

☆ اس حدیث میں آپ نے کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کا طریقہ بتایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کتے کا جھوٹا برتن نجس ہے، اور اس کو سات مرتبہ دھونا تعبدی حکم نہیں ہے، بلکہ حصول طہارت کا حکم ہے، اور سات مرتبہ دھونا استحباب کے لیے ہے، ورنہ طہارت تین مرتبہ دھونے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے، تو اس چیز کو گرا دو، اور اس برتن کو تین مرتبہ دھوؤ۔ (۱)

☆ اس حدیث کو امام مسلم رضی اللہ عنہ، نسائی رضی اللہ عنہ، ابن ماجہ رضی اللہ عنہ، ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے کتاب الطہارۃ میں ذکر کیا ہے۔ بعض شارحین مثلاً ابن بطلال نے کہا: کہ اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود یہ بتانا ہے، کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے۔ تقریر مسئلہ یہ ہے کہ کتا جس برتن سے پانی پی لے، اس کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا، حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ سورکتے سے زیادہ نجس ہے۔ اسی طرح آدمی کا پاخانہ و پیشاب بھی نجس ہے، اور ہر قسم کی نجاست کو زائل کرنے کے لیے ایک بار حد درجہ تین بار دھونا کافی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سات بار دھونے کا حکم اس وجہ سے نہیں ہے، کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے، بلکہ کسی اور مصلحت کی بنا پر ہو۔ یعنی بعض کتے زہریلے ہوتے ہیں، تو احتمال ہے کہ برتن میں اس کے زہر کا اثر رہ جائے، اس لیے مبالغہ سات بار دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن ابن بطلال کا ایسا کہنا متعدد وجوہ سے باطل ہے:

۱۔ اول: اس لیے کہ کسی چیز کی طہارۃ کا جو حکم دیا جاتا ہے، اس کی وجہ یا حدث ہوتا ہے یا نجاست، اور یہاں حدث ہو نہیں سکتا، اس لیے نجاست متعین ہے، یعنی دھونے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے۔

۲۔ دوم: اس لیے کہ سات بار دھونے کے حکم سے یہ ثابت نہیں ہوتا، کہ وہ نجس نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تین بار دفع نجاست کے لیے ہو، اور چار بار دفع زہر کے لیے ہو۔

۳۔ سوم: مسلم کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

طهور اناء احدکم اذا ولغ الکلب ان یغسلہ سبع مرات: اس برتن کے پاک کرنے کا طریقہ، جس میں کتا منہ ڈال دے، یہ

ہے کہ اس کو سات بار دھویا جائے۔

☆ اس حدیث میں طہور کا لفظ اس امر کی وضاحت کر رہا ہے، کہ دھونے کی علت زہر نہیں ہے، بلکہ نجاست ہے۔ چنانچہ اس کی تائید مزید اثر ابن عباس سے ہوتی ہے۔ "جس کو محمد بن نصر المرزوی نے باسناد صحیح روایت کیا ہے: کہ کتے کے منہ ڈالنے برتن کو دھونے کی علت نجاست ہے، اور کتا نجس ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے خلاف پر ہمیں کچھ نہیں ملتا۔ اس سے ثابت ہوا: کہ کتا نجس ہے اور اس کا جوٹھا بھی نجس ہے۔

☆ رہا ابن بطلال کا یہ فرمانا: کہ ان چار حدیثوں سے امام بخاری کی غرض کتے کے جوٹھے کی طہارۃ ثابت کرتی ہے۔ اس میں بھی نظر ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے، امام بخاری کا مقصود صرف لوگوں کے مذاہب کا بیان کرنا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے "سور الکلاب طاہر" کے الفاظ کے ساتھ عنوان قائم نہیں کیا۔ (۲)

☆ واضح رہے کہ اس باب میں متعدد حدیثیں آئی ہیں:

۱- حدیث ابو ہریرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ جب کتابرتن میں منہ ڈال دے تو فلیہرقہ ثم لیغسلہ سبع مرات: اس پانی کو پھینک دو اور برتن کو سات بار دھو ڈالو۔

۲- حدیث حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ میں سات بار دھونے کے بعد وغفروہ الثامنہ بالتراب کے لفظ آئے ہیں یعنی آٹھویں بار مٹی سے مانجھا جائے۔

اس مضمون کی احادیث سے حضرت ابن عباس و عمرو بن الزبیر و محمد بن سیرین و طاؤس و عمرو بن دینار، اوزاعی، امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل و ابو ثور و ابو عبیدہ داؤد حنبلی، یہ استدلال کرتے ہیں: کہ جس برتن میں کتابرتن منہ ڈال دے، اس کو سات بار دھونا واجب ہے۔

☆ احناف وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ لعاب کلب اور دیگر نجاسات میں کچھ فرق نہیں ہے۔ جب پاخانہ و پیشاب کو سات بار دھونا واجب نہیں ہے، تو کتے کے جوٹھے کے لیے سات بار کے وجوب کا حکم کیسے کیا جاسکتا ہے۔ نجاست غلیظہ کے لیے جب تین بار دھونا کافی ہے، تو جو نجاستیں اس سے کم درجہ کی ہیں، وہ تو بطریق اولیٰ تین بار دھونے سے پاک ہو جانی چاہئیں۔

☆ اس سلسلہ میں حنفیہ صرف قیاس و عقل سے کام لے کر یہ رائے قائم نہیں کر رہے، بلکہ مرفوع حدیثیں بھی ان کے مسلک کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جن سے سات بار دھونا مروی ہے، انہیں سے تین بار دھونا بھی (مرفوعاً و موقوفاً) مروی ہے، اور جمع بین الحدیثین کا یہی طریقہ نظر آتا ہے، کہ سات بار دھونے کے حکم کو مبالغہ قرار دیا جائے اور تین بار دھونے سے طہارت کا اصول مانا جائے۔ چنانچہ دارقطنی نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا: کہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب کتابرتن میں منہ ڈال دے تو: فاسھر قہ ثم اغسلہ ثلاث مرات: اس کو پھینک دو اور برتن کو تین بار دھولو۔

☆ ابن عدی نے کامل میں جو روایت نقل کی، اس کے الفاظ یہ ہیں، کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

قال رسول اللہ ﷺ اذا ولغ الکلب فی اناء احد کم فلیہرقہ ولیغسلہ ثلاث مرات: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب کتابرتن میں منہ ڈال دے، تو اس چیز کو پھینک دو، اور برتن کو تین بار دھولو۔ (۱)

☆ اس مرفوع حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ سات بار دھونا مستحب ہے، کیونکہ اگر سات بار دھونا واجب ہوتا، تو پھر تین بار دھونا کافی نہ قرار دیا جاتا۔ امام طحاوی نے فرمایا: کہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ ثابت ہے کہ آپ نے تین بار دھونے کا فتویٰ دیا۔ ظاہر ہے کہ سات بار دھونے والی حدیث کے راوی بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، جب تین بار دھونے کا حکم دے رہے ہیں، تو اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ سات بار دھونے کا حکم منسوخ ہے، چھٹی تو جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین بار دھونے کا فتویٰ دیا۔

☆ بہر حال یہ مسئلہ حنفیہ و ائمہ ثلاثہ میں مختلف فیہ ہے: حنفیہ تین بار دھونے کو کافی قرار دیتے ہیں، اور سات بار دھونے کو مستحب اور مالک و شافعی و احمد بن حنبل سات بار دھونے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ (۲)

☆ جمہور علماء نے حدیث زیر بحث سے کتے کے نجس ہونے کا استدلال کیا ہے، کیونکہ جب اس کا لعاب دہن نجس ہے، جو منہ میں پیدا ہوتا

ہے، تو اس کا باقی بدن بطریق اولیٰ نجس قرار پائے گا۔ اسی طرح دھونے کی علت بھی نجاست ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس چیز میں کتا منہ ڈال دے، اس کے پھینکنے کا حکم دیا گیا۔ البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ بات منسوب ہے، کہ ان کے نزدیک کتا پاک ہے، اور ان کے اس قول کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے: کہ کتے کے ذریعے جو شکار کیا جاتا ہے، وہ حلال ہے، شکار کرنے سے جانور پر کتے کا لعاب دہن ضرور لگتا ہے، اور ایسے شکار کے متعلق دھونے کا حکم نہیں دیا گیا، لیکن یہ بات بہت بودی ہے، کیونکہ کتے کے پکڑے ہوئے شکار کی اباحت سے یہ لازم نہیں آتا، کہ جو شکار نجس ہو جائے، اس کو پاک کر کے استعمال کرنا ضروری نہیں ہے۔ دھونے کا حکم خصوصی طور پر نہ دینے کی وجہ یہی ہے: کہ ہر نجس چیز کو پاک کر کے استعمال کرنے کا حکم پہلے ہی شریعت میں معروف و مشہور ہے۔

☆ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے:

اذا شرب الکلب فی اناء احد کم: شرب "ولغ" کے معنی کو شامل ہے، پس اس کی طرح یہ متعدی ہوگا۔ نہایہ میں لکھا ہے: ولغ

الکلب کا معنی یہ ہے کہ جب کتا زبان سے پیئے۔

سبع مرات: اس میں امام مالک کی دلیل ہے، بغیر مٹی کے سات مرتبہ برتن کو دھونے کی، لیکن بطور امر تعبدی کے ہے، نہ کہ اس کے نجس

ہونے کی وجہ ہے۔

وفی روایۃ لمسلم قال: طهور: طهور "طاء" کے ضمہ اور فتح کے ساتھ ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: مشہور اس میں "طاء" کے ضمہ کے ساتھ ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فتح کے ساتھ ہے، اس میں دو لغتیں ہیں، سید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا ہے، ابن الملک نے فرمایا ہے: "طاء" کے ضمہ کے ساتھ تطہر یا طہارت کے معنی میں ہے۔

اناء احد کم اذا ولغ فیہ الکلب: طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مبتدا ہے اور ظرف اس کے لئے معمول ہے اور خبر (ان یغسلہ سبع

مرات اولاهن بالتراب) یعنی سات کے ساتھ پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ مانجھے اور ایک دوسرے روایت میں ہے: احداهن بالتراب ابن حجر

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور یہ بھی صحیح روایت ہے جیسا کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، لیکن ایک دوسری جگہ یہ کہا ہے کہ اس روایت

میں ایک ضعیف اور مجہول راوی ہے اور ایک صحیح روایت میں ہے: اولاهن او اخر لهن بالتراب اور "او" اس میں شک کے لئے ہے جیسا کہ امام

بیہقی وغیرہ نے اس کو بیان کیا ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے: وعصروه الشامیۃ بالتراب۔ اس حدیث کے ظاہر کو امام احمد وغیرہ نے

اختیار کیا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ان روایات میں تعارض نہیں ہے کیونکہ ان میں تطبیق دینا ممکن ہے وہ اس طرح کہ: اولاهن بالتراب والی

روایت اکمل صورت پر محمول ہے اس لئے کہ پہلی مرتبہ مٹی کا استعمال باقی کے بنسبت بالاتفاق زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور ساتویں مرتبہ والی روایت کو

جواز پر محمول کیا جائے گا اور احدہن والی روایت یہ کافی ہونے پر محمول ہوگی۔

ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پس طہورین (مٹی، پانی) کا استعمال کرنا کتے کے منہ ڈالے ہوئے برتن وغیرہ میں واجب ہے اس لئے

کہ اس کی نجاست تمام نجاستوں میں سب سے غلیظ ہے اور اگر دو کتوں نے منہ ڈالا ایک نے سات مرتبہ، پس صحیح مذہب یہ ہے کہ تمام کے لئے

سات مرتبہ دھونا کافی ہے اور یہ سات مرتبہ کا مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کے منہ ڈالے ہوئے برتن کو تین

مرتبہ بغیر مانجھنے کے باقی تمام نجاستوں کی طرح دھویا جائے گا۔

شرح السنۃ میں مذکور ہے کہ اکثر محدثین کا مذہب ہے کہ جب کتا پانی یا کسی مائع چیز میں منہ ڈال دے تو سات مرتبہ اس برتن کو دھویا جائے گا ایک مرتبہ ان میں مٹی سے مانجھا جائے گا۔

شرح الکبیر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کتے کے منہ ڈال کر پینے کے علاوہ برتن کو نہیں دھویا جائے کیونکہ ان کے نزدیک کتا پاک ہے اور ان کے منہ ڈالنے سے برتن کا دھونا یہ بطور امر تعبدی کے ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب فرماتے ہیں کہ اس کے اندر دھونے میں نہ کوئی عدد ہے اور نہ ہی اس میں مانجھنا ہے مٹی کے ساتھ بلکہ یہ باقی تمام نجاستوں کے دھونے کی طرح ہے۔

امام بخاری اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ انسانوں کے بالوں سے دھاگے اور زسی وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور اسی طرح کتوں کے جھوٹے میں اور ان کتوں کے مسجد میں گزرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب کتا پانی میں منہ ڈال دے اور اس کے علاوہ کوئی پانی نہ ہو تو اس سے وضو کیا جائے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ بعینہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اس ارشاد ہیں: فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا (۱) تو یہ بھی پانی ہے اور اگر دل میں کچھ ملال ہو تو وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دارقطنی نے اعرج سے اور اعرج نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کتے کے برتن میں منہ ڈالنے کی وجہ سے اس کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ دھویا جائے گا، اور ابن عدی نے اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے، روایت یوں ہے: اذا ولغ الكلب في اناء احدهم فليهريقه وليغسله ثلاث مرات اور دارقطنی نے صحیح سند کے ساتھ عطاء رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت نقل کی ہے: انه كان اذا ولغ في الاناء اهرقه ثم غسله ثلاث مرات اس صورت میں یہ سات والی حدیث کے معارض ہے لہذا سات والی روایت اس سے پہلے شمار کی جائے گی اس لئے کہ سات مرتبہ دھونے والی روایت میں تقدم کی دلالت موجود ہے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ کتوں کے معاملے میں شروع شروع میں بڑی سختی تھی یہاں تک کہ ان کو مار ڈالنے کا حکم دیا گیا اور ان کے جھوٹے میں سختی کا ہونا بھی اسی وقت کے مناسب تھا اور مارنے وغیرہ کا تو نسخ ثابت ہو چکا ہے، پس جب دوسری چیز (جھوٹے میں سختی) کے معارض کوئی دلیل ہوگی تو اس سختی والی روایت کو پہلے مانیں گے، پس سات مرتبہ دھونے کا حکم یہ ابتداء اسلام پر محمول ہوگا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی جواب ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے عمل کا سات والی روایت کے خلاف ہونا حالانکہ وہ سات والی روای کے راوی ہیں، یہ دلیل اس بارے میں کافی ہے، کیونکہ یہ بات محال ہے کہ راوی اپنی رائے کی وجہ سے قطعی روایت کو چھوڑ دے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خبر واحد کا ظنی ہونا وہ راوی کے علاوہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے باقی راوی کی نسبت کرتے ہوئے کہ جس راوی نے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سنا ہے وہ قطعی ہے یہاں تک کہ اس کی وجہ سے کتاب اللہ کا نسخ جائز ہے جبکہ وہ اپنے معنی میں قطعی الدلالت ہو پس اس سے یہ لازم آیا کہ وہ اس روایت کو نہیں چھوڑ سکتے مگر اس صورت میں کہ ان کو نسخ کا علم ہو اس لئے کہ قطعی روایت کو قطع کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے، پس ان حضرات کا یہ قول باطل ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا سات والی روایت کو چھوڑنا اس نسخ کی بناء پر تھا جو ان کے اپنے اجتہاد سے تھا جو کہ غلطی کا بھی محتمل ہے اور جب تو نے یہ جان لیا تو (اب ہم کہتے ہیں) کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

کا چھوڑنا وہ بمنزلہ نسخ کے روایت کرنے کے ہے یقینی طور پر، پس وہ سات والا امر ضروری طور پر منسوخ ہوگا۔ (۱)

۸۔ خلاصہ:

☆ ان تینوں احادیث سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ کتے کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونا واجب ہے۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کے جھوٹے برتن کو تین دفعہ دھونا واجب ہے، اور سات دفعہ دھونا مستحب ہے۔

☆ فقہاء احناف کے نزدیک سات دفعہ دھونے کا حکم منسوخ ہے، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین دفعہ دھونے کی روایت امام دارقطنی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود بھی کتے کے جھوٹے برتن کو تین دفعہ دھونے کا حکم دیتے تھے، اس لیے جب صحابی کا قول، فعل اور فتویٰ، اس کے پہلے قول کے برعکس ہو تو فعل اور فتویٰ قابل ترجیح ہوتا ہے، اس لیے سات دفعہ دھونے کی حدیث منسوخ ہوگی، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین دفعہ دھونے کی روایت قولاً، فعلاً، مرفوعاً اور موقوفاً ہے۔

☆ فقہاء احناف کے نزدیک کتے کے جھوٹے برتن کو تین دفعہ دھونا واجب ہے، اور سات دفعہ دھونا مستحب ہے۔

کتے کے جوٹھے برتن کو
انڈیلنے کا حکم

۵۲۔ باب الْأَمْرِ بِإِرَاقَةِ مَا فِي
الْإِنَاءِ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ

اس باب میں ایسے برتن کے انڈیلنے کا حکم بیان ہوا ہے، جس میں کتا منہ ڈالے، یعنی پہلے اس برتن میں جو پانی یا مشروب وغیرہ ہے، اسے برتن سے انڈیل دیا جائے گا، بعد میں برتن کو تین دفعہ دھو کر پاک کیا جائے گا۔ اس سے پہلے باب میں مطلقاً کتے کے جھوٹے کا حکم اور پھر برتن کو صاف کرنے کا حکم بیان ہوا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال کر پیئے، تو وہ اس کو انڈیل دے، پھر سات دفعہ برتن کو دھوئے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق، فلیرقہ، کے الفاظ میں علی بن مسہر کی کسی نے موافقت نہیں کی۔

۶۶۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَبَانَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ وَأَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ، فَلْيَرْقِهِ، ثُمَّ لِيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: لَا أَعْلَمُ أَحَدًا تَابَعَ عَلِيَّ بْنَ مُسْهِرٍ عَلَى قَوْلِهِ: فَلْيَرْقِهِ

۱۔ اطراف:

تقدم: ۳۲۳، مسلم: ۲۷۹، ابن ماجہ: ۳۶۳، السنن الکبریٰ: ۶۵، ابن حبان: ۱۲۹۶

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ اس کو انڈیل دے

۱۔ مرقاہ شرح مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۲۹۹-۳۰۰

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ علی بن حجر: راجع: ۱۳

۲۔ علی بن مسہر:

آپ کا نام ابوالحسن علی بن مسہر قریشی کوفی (م: ۱۸۹ھ) ہے، آپ موصل کے قاضی بھی رہے، آپ رواد کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، صالح الحدیث، کثیر الحدیث راوی ہیں، البتہ غریب احادیث روایت کرتے ہیں، آپ نے اٹانوے (۸۹) سال کی عمر میں وفات پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ الامش: راجع: ۱۸

۴۔ ابورزین:

آپ کا نام ابورزین مسعود بن مالک اسدی کوفی (م: ۸۵ھ) ہے، آپ رواد کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، فاضل راوی ہیں۔ ابورزین عبید دوسرے راوی ہیں، جن کو عبید اللہ بن زیاد نے بصرہ میں قتل کر دیا تھا۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ البتہ امام بخاری نے ادب المفرد میں روایت کی ہے۔ (۲)

۵۔ ابوصالح: راجع: ۴۰

۶۔ ابوہریرہ: راجع: ۱

۴۔ حکم روایت:

اس حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ: فلیرقہ، شاذ اور غریب ہیں، البتہ چونکہ علی بن مسہر ثقہ راوی ہیں، اور ان الفاظ سے کسی اور روایت کی مخالفت لازم نہیں آتی، اس لیے یہ الفاظ قارح نہیں ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو دوسرے موقوف استشہاد کی بناء پر صحیح قرار دیا ہے، بلکہ اس طرح یہ حدیث سنداً صحیح اور متناغریب ہے۔ (۳)

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ اٹھائیسویں (۲۸) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی مروزی، اگلے تین کوفی اور آخری دو مدنی ہیں۔
- ☆ علی بن مسہر کے الفاظ ”فلیرقہ“ شاذ اور غریب ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، اباناً ایک ایک دفعہ، جبکہ عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ تاریخ ابی زرعة، ص ۴۷۴ ii۔ العلیل، ج ۱، ص ۱۲۱

۲۔ الثقات، ج ۵، ص ۲۴۰ ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۵۰ iii۔ زہر الربی، ج ۱، ص ۳۲

۶۔ لغات:

فلیرقہ: وہ اس برتن کو انڈیل دے۔ اسے بہا دے، اسے الٹا دے۔

ولغ الکلب: کتے نے زبان سے پیا۔ چاٹا۔

۷۔ مسائل ونصائح:

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی کا بیان:

☆ آدمی کا جھوٹا پاک ہے خواہ وہ جنبی ہو یا حیض و نفاس والی عورت ہو، خواہ وہ کافر ہو، لیکن اگر کسی کا منہ ناپاک ہے، تو اس کا جھوٹا نجس ہو جائے گا۔ مثلاً شراب پینے والا اگر اس وقت پانی پئے تو اس کا جھوٹا نجس ہوگا لیکن اگر کچھ دیر بعد پئے کہ اس عرصہ میں کئی بار تھوک نکل چکا ہو اور جہاں شراب لگی ہو وہ جگہ تھوک سے صاف ہو چکی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اب اس کا منہ پاک ہو جائے گا۔ شرابی کے جھوٹے سے ہر حالت میں بچنا ہی۔ چاہئے

☆ عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کے لئے اور اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ ہے یہ ناپاکی کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت پانے کی وجہ سے ہے۔ اس لئے اگر معلوم نہ ہو یا لذت حاصل کرنے کے لئے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

☆ حلال چرندوں و پرندوں کا جھوٹا پاک ہے، اگر چہ زہریں جیسے گائے، بکری، بیل، کبوتر، فاختہ وغیرہ، لیکن ان میں سے جو جانور نجاست بھی کھاتا ہو مثلاً آزاد مرغی اور اونٹ و بیل وغیرہ تو ان کا جھوٹا مکروہ ہے، ان کے دودھ اور گوشت کا بھی یہی حکم ہے، اگر مرغی وغیرہ نے نجاست کھائی اور اسی وقت پانی پیا تو پانی نجس ہو جائے گا۔

☆ گھوڑے کا جھوٹا بالا جماع پاک ہے۔

☆ جن جانوروں میں بہتا ہو خون نہیں ہوتا خواہ پانی میں رہتے ہوں یا خشکی میں ان کا جھوٹا مکروہ تیز یہی ہے۔

☆ کیڑے جو گھروں میں رہتے ہیں جیسے سانپ، نیولا، چھپکلی وغیرہ دیگر جانور چوہا اور بلی ان کا جھوٹا مکروہ تیز یہی ہے۔ بلی کا جھوٹا کھانا یا پینا مالدار کے لئے مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کی بجائے دوسرا کھانا لے سکتا ہے، لیکن فقیر کے لئے جو اس کی بجائے دوسرا کھانا نہیں لے سکتا، ضرورت کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے۔ اگر بلی نے کوئی جانور چوہا وغیرہ کھا کر فوراً پیا تو اس کا جھوٹا ناپاک ہے، اور کچھ دیر ٹھہر کر پیا، کہ اس عرصہ میں وہ اپنا منہ کئی دفعہ چاٹ کر صاف کر چکی ہے، تو اس کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے، بلکہ مکروہ ہے۔

☆ شکاری پرندوں مثلاً شکر، باز، چیل وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے۔ اسی طرح ان پرندوں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے، جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا۔ کوئے کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔ اچھے پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے، اور اگر اچھا پانی نہ ملے تو مکروہ نہیں۔

☆ خنزیر، کتا، شیر، چیتا، بھیڑیا، ہاتھی، گیدڑ اور دوسرے درندوں چوہا یوں کا جھوٹا نجس ہے۔ کتے کے چاٹے برتن کا تین بار دھونا واجب ہے، اور سات بار دھونا مستحب اور پہلی اور آخری مرتبہ مٹی سے بھی ملنا مستحب ہے۔

☆ خچر اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے، یعنی وہ خود پاک ہے لیکن پاک کرنے والے ہونے میں شک ہے۔ مشکوک پانی کے سوا اور پاک پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے، ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے، صرف ایک کو کافی سمجھنا جائز نہیں، دونوں میں سے جس کو چاہے پہلے کرے، لیکن وضو کو مقدم کرنا افضل ہے، ایسے پانی سے وضو کرنے میں احتیاطاً نیت بھی کر لے۔

☆ ہر جانور کے پینے اور لعاب میں اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا۔ (۱)

☆ علامہ برہان الدین فرغینانی مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: (وَعَرَقُ كُلِّ شَيْءٍ مُّعْتَبَرٍ بِسُورِهِ) لِأَنَّهَا يَتَوَلَّدَانِ مِنْ لَحْمِهِ فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا حُكْمَ صَاحِبِهِ. قَالَ (وَسُورُ الْأَدَمِيِّ وَمَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ) لِأَنَّ الْمُخْتَلِطَ بِهِ اللَّعَابُ وَقَدْ تَوَلَّدَ مِنْ لَحْمِ طَاهِرٍ فَيَكُونُ طَاهِرًا ، يَدْخُلُ فِي هَذَا الْجَوَابِ الْجُنُبُ وَالْحَائِضُ وَالْكَافِرُ. (۱)

اور ہر چیز کو اس کے جوٹھے پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ دونوں گوشت سے پیدا ہوتے ہیں لہذا ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حکم میں ہوگا۔ اور آدمی کا جوٹھا اور مایوکل لحم کا جوٹھا پاک ہے۔ کیونکہ اس کے جوٹھے کے ساتھ لعاب ملا ہوا ہوتا ہے جو پاک گوشت سے بنا ہے لہذا وہ پاک ہو گیا۔ اور اس مسئلہ میں جنبی، حائضہ اور کافر ایک ہی حکم میں داخل ہیں۔

☆ آدمی اور وہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا جوٹھا پاک ہے۔ اسی طرح گائے، بکری وغیرہ کا جوٹھا بھی پاک ہے۔ یعنی بغیر کسی کراہت کے ان کا جوٹھا پاک ہے تاکہ آوارہ مرغی ان کے حکم میں داخل نہ ہو جائے کیونکہ اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے جبکہ اس کا جوٹھا مکروہ ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ مدینہ کی کسی گلی میں ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنبی تھے، (وہ کہتے ہیں کہ) چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی کترا گیا، اور جا کر غسل کیا، پھر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! تم کہاں (چلے گئے) تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کہ میں جنبی تھا اور ناپاکی کی حالت میں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنا برا جانا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ مومن (کسی حال میں) نجس نہیں ہوتا۔ (۲)

☆ قاعدہ فقہیہ:

ہر چیز کے جوٹھے کا حکم اس کے گوشت کے حکم کے مطابق دیا جائے گا۔ یعنی جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا لعاب بھی پاک ہے اور جن کا گوشت حرام ہے ان کا لعاب بھی ناپاک ہے۔ اس قاعدے کا ثبوت یہ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی ایک کے برتن سے (پانی) پی لے، تو وہ اس کو سات مرتبہ دھولے۔ (۳)

☆ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کتا نجس ہے، اور اس کا لعاب بھی نجس ہے کیونکہ طہارت کا حکم تب ہوتا ہے، جب حدث یا نجس کا وجود پایا جائے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ کتے کا گوشت نجس ہے، اور اس کے گوشت سے بننے والا لعاب بھی نجس ہے، تو کتے کا جوٹھا کتے کے گوشت کے تابع ہوا، جب متبوع حرام ہے تو تابع بھی حرام ہے۔ اور یہی حال تمام جانوروں کا ہے جو حرام ہیں۔ (۴)

☆ احناف کے نزدیک جوٹھے کی چار اقسام ہیں:

ہمارے نزدیک جوٹھے کی چار اقسام ہیں:

i- پاک ہے جیسے آدمی کا جوٹھا ہے۔ ii- مکروہ ہے جیسے بلی کا جوٹھا ہے۔

iii- نجس ہے جیسے خنزیر کا جوٹھا ہے۔ iv- مشکوک ہے جیسے گدھے اور خچر کا جوٹھا ہے۔

☆ کتے کے جوٹھے کی نجاست کو اس کے پیشاب کی نجاست پر قیاس کیا جائے گا:

(وَسُورُ الْكَلْبِ نَجِسٌ) وَيُغْسَلُ الْإِنَاءُ مِنْ وُلُوغِهِ ثَلَاثًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (يُغْسَلُ الْإِنَاءُ مِنْ وُلُوغِ الْكَلْبِ ثَلَاثًا) وَلِسَانُهُ يَلْقَى الْمَاءَ دُونَ الْإِنَاءِ، فَلَمَّا تَنَجَّسَ الْإِنَاءُ قَالَمَاءُ أَوْلَى، وَهَذَا يُفِيدُ النَّجَاسَةَ وَالْعَدَدَ فِي الْغُسْلِ، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي اشْتِرَاطِ السَّبْعِ، وَلِأَنَّ مَا يُصِيبُهُ بَوْلُهُ يَطْهَرُ بِالثَّلَاثِ، فَمَا يُصِيبُهُ سُورُهُ وَهُوَ دُونَهُ أَوْلَى. وَالْأَمْرُ الْوَارِدُ بِالسَّبْعِ مَحْمُولٌ عَلَى ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ. (۱)

کتے کا جوٹھا نجس ہے، اور اس کے منہ ڈالنے کی وجہ سے برتن کو تین مرتبہ دھویا جائے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس برتن میں کتا منہ ڈالے، اسے تین مرتبہ دھویا جائے۔ حالانکہ کتے کی زبان پانی کے ساتھ ملنے والی ہے نہ کہ برتنوں کے ساتھ، اور جب برتن ناپاک ہو گئے، تو پانی بدرجہ اولیٰ ناپاک ہو جائے گا۔ یہ حدیث پانی کی نجاست کا فائدہ دیتی ہے، اور دھونے کے عدد میں بھی فائدہ دیتی ہے، کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سات مرتبہ دھونا شرط ہے۔ اور جس چیز کو کتے کا پیشاب پہنچے جب اسے تین مرتبہ دھونے کا حکم ہے، تو جسے کتے کا جوٹھا پہنچے، وہ تو بدرجہ اولیٰ ناپاک ہو جائے گا۔ جس حدیث میں سات کا عدد بیان ہوا ہے، وہ حکم ابتداءً اسلام پر محمول ہے۔

☆ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کتے کے جوٹھے کو پاک کرنے کیلئے اسے سات مرتبہ دھونا شرط ہے، اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہے: **رَحِمَهُ اللَّهُ**

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی ایک کے برتن سے (پانی) پی لے، تو وہ اس کو سات مرتبہ دھولے۔ (۲)

فقہاء احناف کے نزدیک یہ حدیث ابتداءً اسلام پر محمول ہے۔ اور امام شافعی کے اس حدیث استدلال کا جواب الزامی یہ ہے: کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ برتن جس میں کتے نے پیشاب کیا ہو، اسے اگر تین مرتبہ دھویا جائے، تو وہ پاک ہو جائے گا، حالانکہ لعاب کی بہ نسبت پیشاب میں زیادہ نجاست ہوتی ہے۔ جب زیادہ نجاست والا برتن تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے تو کم نجاست والا برتن کیونکر پاک نہ ہوگا۔

☆ اگر سات کا عدد بقول امام شافعی رحمہ اللہ کے متعین کر ہی لیں، تو پھر بھی خرابی لازم آئے گی، اس لئے کہ احادیث میں پانچ، سات، تین اور آٹھویں مرتبہ مٹی سے دھونے کا حکم بھی وارد ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ برتن کے اندر نجاست کا اعتبار کیا جائے گا۔ لہذا جب وہ پاک ہو جائے گا، اور سات یا آٹھ کا عدد یہ حکم استحبابی ہے، تو اصل چیز طہارت ہے، اور جب کسی برتن کی طہارت کا یقین ہو جائے گا، تو وہ برتن پاک ہو جائے گا۔

☆ خنزیر کے جوٹھے کا حکم:

(وَسُورُ الْخِنْزِيرِ نَجِسٌ) لِأَنَّهُ نَجِسٌ عَلَى مَا مَرَّ (وَسُورُ سَبَاعِ الْبَهَائِمِ نَجِسٌ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيمَا سِوَى الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيرِ لِأَنَّ لِحْمَهَا نَجِسٌ وَمِنْهُ يَتَوَلَّدُ اللَّعَابُ وَهُوَ الْمُعْتَبَرُ فِي الْبَابِ (وَسُورُ الْهَرَّةِ طَاهِرٌ مَكْرُوهٌ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ غَيْرُ مَكْرُوهٍ لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُصْغِي لَهَا الْإِنَاءَ فَتَشْرَبُ مِنْهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ بِهِ

وَلَهُمَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْهَرَّةُ سَبْعٌ) وَالْمُرَادُ بَيَانُ الْحُكْمِ دُونَ الْخَلْقَةِ وَالْبُصُورَةِ ، إِلَّا أَنَّهُ سَقَطَتْ النَّجَاسَةُ لِعَلَّةِ الطَّوَافِ فَبَقِيَ الْكِرَاهَةُ ، وَمَا رَوَاهُ مُحْمُولٌ عَلَى مَا قَبْلَ التَّحْرِيمِ ، ثُمَّ قِيلَ كِرَاهَتُهُ لِحُرْمَةِ اللَّحْمِ ، وَقَبْلَ لِعَدَمِ تَحَامِيهَا النَّجَاسَةِ وَهَذَا يُشِيرُ إِلَى التَّنْزُّهِ وَالْأَوَّلُ إِلَى الْقُرْبِ مِنَ التَّحْرِيمِ . (۱)

خنزیر کا جوٹھا نجس ہے، کیونکہ وہ نجس العین ہے جیسا کہ گزرا ہے، درندوں کا جوٹھا بھی نجس ہے، جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتے اور خنزیر کے سوا باقی میں اختلاف کیا ہے، کیونکہ ان دونوں کا گوشت نجس ہے، اور اسی سے لعاب پیدا ہوتا ہے اور اس باب میں وہی معتبر ہے۔ بلی کا جوٹھا طاہر مکروہ ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر مکروہ ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلی کے سامنے برتن جھکا دیتے، وہ اس سے پانی پی لیتی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے وضو کر لیتے۔ طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ بلی درندہ ہے۔ اور مراد خلقت و صورت کے سوا حکم کو بیان کرنا ہے۔ مگر علت طواف کی وجہ سے حکم نجاست ساقط ہو گیا اور کراہت باقی رہ گئی۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ حکم تحریم سے پہلے پر محمول ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکم کراہت حرمت گوشت کی وجہ سے ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکم کراہت عدم پر ہیز کی وجہ سے ہے۔ اور اسی میں مکروہ تنزیہی کی طرف اشارہ ہے، اور پہلا قریب تحریم کے زیادہ قریب ہے۔

☆ درندوں کے جوٹھے میں فقہ شافعی وحنفی کا موقف و دلائل:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے اور خنزیر کے سوا باقی تمام درندوں کا جھوٹا نجس نہیں ہے، اور ایسے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا؟ کیا ہم گدھوں سے بچے ہوئے پانی سے وضو کر سکتے ہیں۔ فرمایا: ہاں، اور تمام درندوں کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ (۲)

☆ احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے، لہذا اس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔ اس لئے بھی یہ روایت حضرت داؤد بن حصین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے حالانکہ حضرت داؤد بن حصین رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہی ثابت نہیں۔ اور اسی طرح امام بھاص رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

اگر اس روایت کو صحیح مان ہی لیا جائے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ وہاں حمر سے مراد حروشیہ ہیں۔ اور سباع سے مراد سباع الطیور ہے۔

☆ اسی طرح جس پانی کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تھا، اس پانی سے مراد ماء کثیر ہے۔ اسی طرح اس حدیث کا حمل یہ بھی ہے کہ یہ حدیث حکم تحریم سے قبل کی ہے۔ لہذا دلائل میں کوئی تعارض لازم نہ آئے گا۔ (۳)

۸۔ خلاصہ:

☆ کتا جس برتن میں منہ ڈالے گا، اس برتن میں پانی یا اس کے علاوہ جو بھی مشروب یا دیگر استعمال کی چیز ہوگی، وہ بالاتفاق علماء نجس اور ناپاک ہوگی، اس لیے اسے گرا دیا جائے گا۔

☆ جس مشروب یا کھانے پینے کی اشیاء کو کتے کا لعاب لگ جائے، وہ ناپاک ہو جاتا ہے، اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔

☆ کتے کا لعاب اگر کپڑے وغیرہ پر لگ جائے، تو اسے بھی دھوئے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ ہمارے زمانے میں بہت سارے لوگ کتے پالنے کے شوقین ہیں، انہیں ان امور کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔

۱- ہدایہ، ج ۱، ص ۲۲ - ۲ - ا- دار قطنی: ۱۷۶ - ii- سنن الصغیر للبیہقی: ۱۸۰

۳- عنایہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۱۶۳

۵۳۔ باب تَعْفِيرِ الْإِنَاءِ الَّذِي

جس برتن میں کتا منہ ڈالے،

وَلَعَّ فِيهِ الْكَلْبُ بِالتُّرَابِ

اسے مٹی سے مانجھنا

اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ جب کسی برتن میں کتا منہ ڈال دے، تو اس برتن کو پانی کے ساتھ دھونے کے علاوہ مٹی سے بھی مانجھنا چاہیے۔ تاکہ خوب صفائی حاصل ہو، اور برتن سے جراثیم کا مکمل خاتمہ ہو، اس سے پہلے باب میں کتے کے منہ ڈالے برتن کو انڈیلنے کا بیان تھا۔

۶۷۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنَعَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التِّيَاحِ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّفًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُغْفَلِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ وَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَالْغَنَمِ وَقَالَ: إِذَا وَلَعَّ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَقُّوهُ الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کا حکم دیا، البتہ شکار اور بکریوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت عنایت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مزید) فرمایا: جب کتا برتن میں منہ ڈالے، تو اسے سات دفعہ دھوؤ، اور آٹھویں دفعہ مٹی سے مانجھو۔

۱۔ اطراف:

تقدم: ۳۳۴، ۳۳۵، مسلم: ۲۸۰، ابوداؤد: ۷۴، ابن ماجہ: ۳۶۵، ۳۲۰، احمد: ۲۰۵۸۹، السنن الکبریٰ: ۷۰

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے: آٹھویں دفعہ مٹی سے مانجھو۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن عبدالاعلیٰ:

آپ کا نام ابو عبداللہ محمد بن عبدالاعلیٰ قیسی صنعانی بصری (م: ۲۵۴ھ) ہے، آپ روادے کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام بخاری کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، البتہ امام ابوداؤد نے کتاب القدر میں روایت کی ہے۔ (۱)

۲۔ خالد: راجع: ۴۷

۳۔ شعبۃ: راجع: ۲۶

۴۔ ابوالتیاح:

آپ کا نام ابوتیاح یزید بن حمید ضبعی بصری (م: ۱۲۸ھ) ہے، آپ روادے کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، صالح، مامون تابعی راوی ہیں، آئمہ کرام آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ مطرف: آپ کا نام ابو عبداللہ مطرف بن عبداللہ بن شخیر عامری حرشی بصری (م: ۹۵ھ) ہے، آپ روادے کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، عابد، فاضل، تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۶۔ عبداللہ بن مغفل: راجع: ۳۶

۱۔ الجرح والتعديل، ج ۸، ص ۱۶

۱۱۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۹۱

۲۔ علل ابن مدینی، ج ۱، ص ۱۷۱

۱۱۔ تاریخ الدور، ج ۲، ص ۶۶۹

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۱۴۱

۱۱۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۶۰

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدایات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدایات کے اعتبار سے یہ ستائیسویں (۲۷) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی بصری ہیں۔
- ☆ اس سند کی یہ بہت اہم خصوصیت ہے کہ اس کے تمام راوی ایک ہی شہر کے ہیں، اور ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ ایسا اتفاق اسناد میں بہت ہی شاذ و نادر ہوتا ہے۔
- ☆ اس اعتبار سے یہ سنن نسائی کی پہلی حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی آئمہ صحاح ستہ کے ہاں متفق علیہ ہیں، البتہ محمد بن عبدالاعلیٰ صنعانی سے امام بخاری نے روایت نہیں کیا، اور امام ابوداؤد نے کتاب القدر میں روایت کی ہے۔
- ☆ یہ تابعی (یزید) کی دوسرے تابعی (مطرف) سے روایت ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا، سمعت ایک ایک دفعہ، حدثنا اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔ لغات:

امر: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے حکم دیا	بقتل الکلاب: کتوں کا قتل
رخص: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے اجازت دی	کلب الصيد: شکاری کتا
کلب الغنم: بکریوں کا رکھوالا کتا	عفر وہ برتن مانجھے
الثامنة: آٹھویں	بالتراب: مٹی سے

۷۔ مسائل و نصائح:

☆ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ کتے رکھنے کی وجہ سے نیک اعمال میں ایک قیراط یومیہ کی کمی کس سبب سے ہوتی ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ کتوں کی وجہ سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ کتوں کی وجہ سے گھر کے پاس سے گزرنے والوں کو ایذا پہنچتی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ کتے رکھنے کی سزا ہے کہ ہر روز ان کے نیک اعمال میں ایک قیراط کی کمی ہوتی ہے، یا اس وجہ سے کتا اکثر نجاسات کھاتا ہے، یا اس کی بدبو کی کراہت کی وجہ سے، یا اس وجہ سے کہ بعض کتے شیطان ہوتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ اگر گھر والا غافل ہو تو وہ کھانے پینے کے برتن میں منہ ڈال دیتا ہے۔

☆ اس حدیث کے مطابق تین قسم کے کتوں کے رکھنے کی اجازت ہے:

(۱) شکار کا کتا (۲) کھیت کی حفاظت کا کتا (۳) مویشیوں کی حفاظت کا کتا۔

فقہاء شافعیہ نے ان کتوں میں گھر کی حفاظت کے لیے کتے کو بھی داخل کیا ہے، بہ شرطیکہ گھر والوں کو چوروں، ڈاکوؤں اور دشمنوں کا خطرہ

ہو۔ (۱)

☆ ایک وقت رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، پھر آپ ﷺ نے قتل کرنے سے روک دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی پیدا کردہ کسی مخلوق کو کلیتاً ختم کرنا درست نہیں۔ ہر مخلوق کے پیدا کرنے میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہے، اگرچہ کوئی مخلوق ظاہراً نوع انسانی کے لیے نقصان دہ ہی محسوس ہوتی ہو۔ یہ حکم اب بھی حالات کے تابع ہے۔

☆ یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ کتے کا منہ، اس کا لعاب دہن اور اس کا جوٹھا نجس و ناپاک ہے، اور یہی اس کے سارے بدن کے نجس و ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہے، اور برتن کے ساتھ مرتبہ دھونے کو واجب ٹھہراتی ہے، اور مٹی کے ساتھ صاف کرنا بھی واجب ہے، محققین کی رائے یہی ہے۔

☆ شکار کی غرض سے اور کھیتی اور جانوروں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا ضرورت ہے، لہذا شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ ان مقاصد کے سوا کسی اور مقصد کے لیے مثلاً: شوق کے طور پر یا کسی اور وجہ سے کتا رکھنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص مال مویشی کے تحفظ، شکار یا کھیتی کی دیکھ بھال کے سوا کتا رکھتا ہے، اس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط ثواب کم ہو جاتا ہے۔“ (۲) نیز شکار اور رکھوالی وغیرہ کے لیے رکھے گئے کتے کے جھوٹے اور برتن وغیرہ کا بھی وہی حکم ہے، جو عام کتے کا ہے۔ علاوہ ازیں گھروں میں کتے کا ہونا فرشتہ رحمت سے محرومی کا سبب ہے۔ (۳)

☆ جس برتن میں کتا منہ ڈالے، اسے سات بار دھونا ضروری ہے، اس کے علاوہ اس برتن کو ایک مرتبہ مٹی سے مانجھنا بھی ضروری ہے۔ مٹی کا استعمال شروع میں بھی ہو سکتا ہے اور آخر میں بھی کیونکہ صحیح مسلم میں: (اولاھن بالتراب) ”پہلے مٹی سے مل کر دھوؤ۔“ کے الفاظ ہیں اور صحیح مسلم کی مذکورہ روایت میں: (عفر وہ الثامنة بالتراب) ”اسے آٹھویں مرتبہ مٹی سے مل کر دھوؤ۔“ ان دونوں احادیث کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ سات بار پانی سے دھونے کے ساتھ ساتھ جب ایک بار مٹی استعمال کی جائے گی تو یہ مٹی کا استعمال آٹھویں بار دھونا ہے۔

☆ مٹی نجاست کی بو، لیس اور جراثیم ختم کرتی ہے۔ پانی کے ساتھ بسا اوقات یہ چیزیں ختم نہیں ہوتیں، البتہ ظاہری نجاست ختم ہو جاتی ہے، لہذا پانی کے علاوہ ایک دفعہ (کم از کم) مٹی یا اس کے قائم مقام کوئی بھی کیمیکل وغیرہ لگانا ضروری ہے۔ (۴)

☆ ظاہر روایت سے یہ نکلتا ہے کہ آٹھویں بار دھونا واجب ہے، اور یہی قول ہے حسن بصری رضی اللہ عنہ اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کا جو حرب نے نقل کیا، ان سے اور شافعی سے منقول ہے: کہ اس حدیث کی صحت سے میں واقف نہیں ہوا۔ لیکن یہ حدیث صحیح ہے، مسلم وغیرہ کی روایت ہے۔ بعضوں نے کہا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اس پر ترجیح ہے، مگر یہ رد کیا گیا، اس طرح پر کہ ترجیح جب دی جاتی ہے، جب تعارض ہو، اور یہاں تو ابن مغفل کی

ii- مسلم: ۱۵۷۵

i- بخاری: ۲۳۲۲

-۲

عمدة القاری، ج ۱۲، ص ۲۲۳

-۱

سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۳۳

-۳

جامع الترمذی: ۲۸۰۶

-۳

حدیث پر عمل کرنے سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر بھی عمل ہو جاتا ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنے سے ابن مغفل کی حدیث پر عمل ہونا ضروری نہیں۔ (۱)

☆ مسلم کی روایت میں مستثنیات میں شکاری کتا بھی ہے، بلکہ یہیں جو روایت بطریق ابن سیرین اور ابوصالح ہے، اس میں بھی ہے، بلکہ ابوحازم کی روایت میں کلب صید ہے۔ انہیں تینوں میں حصر نہیں۔ مکان وغیرہ کی حفاظت کے لیے بھی پالنا جائز ہے۔ عمل گھٹنے سے مراد آئندہ کے بھی عمل میں کوتاہی ہے۔ یا واقعی گھٹنا مراد ہے۔ وجہ یہ ہے: کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ کتا نجاست کھاتا ہے۔ اس کا لعاب نجس ہے، جو گھروں میں گر کر گھروں کو ناپاک کر دیتا ہے۔ اس کا بھی خطرہ ہے کہ برتن میں منہ ڈال کر پانی یا کھانا ناپاک کر دے، گھروں کے علم میں نہ آئے، اور اسے استعمال کر لیں۔ قیراط سے مراد جز ہے: جس کی مقدار اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانیں۔ (۲)

۸۔ خلاصہ:

☆ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کی بحث حدیث نمبر ۶۳-۶۵ گزر چکی ہے، اس حدیث مبارکہ میں برتن کو مٹی سے مانجھنے حکم بھی بیان ہوا ہے، اس بارے میں علماء کی آراء کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ آئمہ ثلاثہ کے ہاں برتن کو سات دفعہ دھونا، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک دفعہ مٹی سے مانجھنا واجب ہے۔
۲۔ فقہاء احناف کے ہاں تین دفعہ دھونا واجب ہے، جبکہ سات دفعہ دھونا مستحب ہے، اسی طرح مٹی سے ایک دفعہ مانجھنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں برتن دھونے اور مانجھنے کے لیے صابن، پاؤڈر اور دیگر کیمیکل، مٹی کے قائم مقام ہیں، اس لیے انہیں برتنوں کی صفائی کے لیے استعمال کرنا مستحسن ہے، کیونکہ ان میں صفائی اور نظافت زیادہ ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں کتوں کے مارنے کا حکم بھی بیان ہوا ہے، اس بارے میں علماء کی آراء کا خلاصہ درج ذیل ہے:-
البتہ اسودبھیم (کالا کتا) کے لیے حکم باقی ہے، اس کی دلیل امام ترمذی کی حدیث (۱۳۸۶) ہے۔ البتہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسودبھیم کے قتل کا حکم بھی منسوخ ہو چکا ہے۔

۱۔ مطلقاً کتے مارنے کا حکم ابتدائی تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، البتہ اسودبھیم (کالا کتا) کے لئے مارنے کا حکم باقی ہے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسودبھیم کے قتل کا حکم بھی منسوخ ہو چکا ہے۔

۲۔ اگر کوئی کتا انسانیت کے لیے خطرے کا باعث ہو، تو اسے مارنا جائز ہے۔
۳۔ چار قسم کے کتے پالنا جائز ہے:

- ۱۔ شکار کے لیے
- ۲۔ کھیت کی حفاظت کے لیے
- ۳۔ مویشیوں کی حفاظت کے لیے
- ۴۔ گھر کی حفاظت کے لیے

☆ ان چار قسموں کے علاوہ کتے پالنا یا رکھنا جائز نہیں ہے۔

☆ موجودہ زمانے میں جو شوقیہ کتے پالے جاتے ہیں، یا لڑائی اور دوڑ کے لیے جو کتے پالے جاتے ہیں، یہ سب حرام محض ہیں۔

☆ کتوں کی خرید و فروخت سے متعلق ابحاث کتاب البیوع میں آئیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ عزوجل

۵۴۔ باب سُورِ الْهَرَّةِ

بلی کے جوٹھے کا بیان

عربی زبان میں مذکر کے لیے ہر اور مؤنث کے لیے ہرہ، اور ہرہ کی تصغیر ہریرہ ہے، اسی سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے، جبکہ اردو میں مذکر مؤنث کے لیے بلا اور بلی بولا جاتا ہے، اردو میں عام طور پر دونوں کے لیے بلی بھی زیادہ مستعمل ہے۔

اس باب میں ایسے برتن یا اشیاء کا حکم بیان ہوا ہے، جس میں بلی منہ ڈال دے، بلی ایسا جانور ہے، جس کا گھروں میں آنا جاننا ہوتا ہے، اور اکثر اوقات یہ مختلف برتنوں میں منہ ڈالتی ہے، اور گھر میں موجود دیگر اشیاء میں بھی منہ ڈالتی رہتی ہے، اس لیے اس کا حکم باقی درندہ جانوروں سے مختلف ہے، پچھلے باب میں کتے کے جھوٹے برتن کوٹھی سے مانجھنے کا حکم بیان ہوا تھا۔

حضرت کبشہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے، (راویہ فرماتی ہیں) حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا، اس کا مفہوم یہ ہے: میں نے ان کے لیے برتن میں وضو کا پانی ڈالا، اتنے میں ایک بلی نے آ کر اس پانی سے پینا شروع کر دیا۔ حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ نے برتن اس کی طرف جھکا دیا، بلی نے پانی پی لیا، حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: انہوں نے میری طرف دیکھا، تو میں ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے بھتیجی! کیا تجھے حیرانگی ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بلی ناپاک نہیں ہے، کیونکہ وہ تمہارے ارد گرد گھومنے والوں میں سے ہے۔ یا ارد گرد گھومنے والیوں میں سے ہے۔

۶۸۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ حُمَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَبَا قَنَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا - ثُمَّ ذَكَرَتْ كَلِمَةً مَعْنَاهَا - فَسَكَبَتْ لَهُ وَضُوءَهُ فَجَاءَتْ هَرَّةٌ فَشَرِبَتْ مِنْهُ، فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ. قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَأَيْتِ أَنْظَرُ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَتَعْجَبِينَ يَا ابْنَةَ أَخِي؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ، إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَافِينِ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَافَاتِ

۱۔ اطراف:

تقدم: ۳۳۸، ابوداؤد: ۷۵، ترمذی: ۹۲، ابن ماجہ: ۳۶۸، مؤطا: ۱۳، ابن حبان: ۱۲۱، السنن الکبریٰ: ۶۳، احمد: ج ۵، ص ۳۰۲، سنن دارمی:

۷۳۶، مسند شافعی، ص ۹

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

بلی ناپاک نہیں ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبہ: راجع: ۱
۲۔ مالک: راجع: ۷

۳۔ اسحاق بن عبداللہ:

آپ کا نام ابو یحییٰ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ زید بن سہل انصاری مدنی (م: ۱۳۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، حجتہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ حمیدہ بنت عبید بن رفاعہ:

آپ کا نام ام یحییٰ حمیدہ بنت عبید بن رفاعہ انصاریہ مدینہ ہے، آپ حضرت اسحاق بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ، حضرت یحییٰ بن اسحاق رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، مقبول راویہ ہیں۔ آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ کبشہ بنت کعب بن مالک:

آپ کا نام کبشہ بنت کعب بن مالک انصاریہ مدنیہ ہے، آپ عبداللہ بن ابی قتادہ کی زوجہ ہیں، آپ صحابیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۶۔ ابوقتادہ: راجع: ۲۳

۲۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ اس سند سے حسن، جبکہ دیگر شواہد کی بناء صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ اٹھائیسویں (۲۸) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ مقبول ہیں۔
- ☆ سند میں قتیبہ بغلانی کے علاوہ باقی تمام راوی مدنی ہیں۔
- ☆ یہ روایت صحابیہ (کبشہ رضی اللہ عنہا) کی صحابی (ابوقتادہ) سے روایت ہے۔
- ☆ یہ روایت بہو کی سر سے روایت ہے۔
- ☆ یہ روایت بھانجی (حمیدہ) کی خالہ (حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، قال ایک ایک دفعہ جبکہ عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

ii۔ الجرح والتعذیل، ج ۴، ص ۲۲۶

i۔ سوالات ابن الجبید، ص ۱۰۲

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۵۲۲

i۔ ابن حبان، ج ۶، ص ۲۵۰

ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۳۰۱

i۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۵۲۸

۶۔ لغات:

دخول علیہا: میرے پاس تشریف لائے
 ہرہ: بلی۔ معناہا: اس کا مفہوم
 الفاء: برتن
 ابنة احی: بھتیجی
 الطوافین: ارد گرد گھومنے والے (مؤنث)
 فسکبت: میں نے انڈیلا، میں نے ڈالا
 اصغی: ٹیڑھا کیا۔ جھکایا۔ ایک طرف کیا
 اتعجبین: کیا تجھے حیرت ہے
 الطوافین: ارد گرد گھومنے والے (مذکر)

۷۔ مسائل ونصائح:

- ☆ بلی کے جوٹھے کے حوالے سے اور اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی شرح وسط کے ساتھ لکھا ہے، اس کے مندرجات ذیل میں لکھے جاتے ہیں:
- ☆ ابو قتادہ یہ حارث بن ربیع انصاری ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہسواروں میں سے ہیں، اور ان کے بیٹے کا نام عبداللہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ان کے بیٹے کی بیوی تھیں۔
- ☆ فسکبت یعنی حضرت کعبہ رضی اللہ عنہا نے پانی بہایا۔ حضرت ابہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”تاء“ کے ضمہ کے ساتھ متکلم کا صیغہ ہے، اور ”تاء“ کے سکون کے ساتھ مؤنث کا صیغہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ لیکن اکثر موجودہ صحیح نسخوں میں مؤنث کے صیغے کے ساتھ ہے اور مصابیح کی روایت متکلم کے صیغے کی تائید کرتی ہے۔
- ☆ یا ابنة احی: یہ جملہ عرب والوں کی عادت کے مطابق ہے کہ ان میں سے بعض کہتے ہیں: یا ابن انی، اگرچہ وہ دونوں چچا زاد ہوں، اور یا خان فلان کہتے ہیں، اگرچہ حقیقت میں اس کا بھائی نہ ہو (یعنی یہ محاورہ ہے)، اور شریعت کے عرف میں یہ جائز ہے، اس لیے کہ تمام مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
- ☆ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا: کہ اس سے اسلام کی اخوت مراد ہے اور یہ ان کی بہوتھیں۔ یہ تعلیل صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس میں منافات معدوم ہے، بلکہ علت یہ ہے کہ وہ کبشہ کعب بن مالک کی بیٹی ہیں (اس لیے کہا: یا ابنة احی) اور ابو قتادہ بن ربیع میں ربیع ”راء“ کے کسرہ ”باء“ کے سکون اور ”عین“ کے کسرہ کے ساتھ ہے۔
- ☆ علامہ کا زرونی نے فرمایا ہے: کہ بعض ائمہ نے کہا ہے کہ ”نجس“ جیم کے فتح کے ساتھ ہے اور نجس سے مراد ”نجاست“ ہے۔ پس تقدیر عبارت یہ ہوگی: انھایت بذات نجس اور وہ جو ہم نے سنا اور مشائخ کے سامنے پڑھا: وہ ”جیم“ کے کسرہ کے ساتھ ہے اور قیاس بھی اسی کا مقتضی ہے، ایسیست نجستہ اور یہاں ”تاء“ اس لیے نہیں ملائی گئی، کیونکہ یہ سور کے معنی میں ہے۔ لیکن اکثر صحیح نسخوں میں پہلا معنی ہی راجح ہے (یعنی یہ مصدر ہی) پس یہی قابل اعتماد ہوگا۔ اس لیے کہ ”نجس“ فتح کے ساتھ فقہاء کی اصطلاح میں عین نجاست کو کہتے ہیں، اور کسرہ کے ساتھ ناپاک شدہ شئی مراد ہوتی ہے۔
- ☆ طائف خادم وہ جو تیری خدمت کرے نرمی کے ساتھ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیوں کو گھر کے خدام اور مملوئین سے تشبیہ دی ہے، جو گھر

میں خدمت کے لیے آتے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ﷻ کا ارشاد ہے۔

(طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ (۱))

تم سب ایک دوسرے کے پاس بکثرت آنے جانے والے ہو۔

☆ بلی کو ان خدام کے ساتھ اس لیے ملایا، کیونکہ یہ بھی تکلیف دینے والے جانوروں کو قتل کرتی ہے، یا اس لیے کہ بلی کے ساتھ اچھا سلوک وہمردی کرنے کا اجر، وہ غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک وہمردی کرنے کی طرح ہے۔

☆ اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے: اس بات پر کہ بلی کا جوٹھا پاک ہے، اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: کہ یہ مکروہ ہے۔ ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کہ حضور ﷺ کا ارشاد: انہما من الطوافین حکم کو اس مناسب وصف پر مرتب کرتا ہے، جو علیت کو بتلانے والا ہے۔ پس اس بناء پر مناسب یہ ہے کہ بلی کا جوٹھا اس کے منہ کی نجاست کی تقدیر پر ضرورت کی وجہ سے معاف ہوگا جیسا کہ راستوں کا کچھڑ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول جو فصل ثالث میں ہے اس کی تائید کرتا ہے جیسا کہ ہم اس کو بیان کریں گے۔ یہی مذہب امام ابو حامد الغزالی کے ہاں مختار ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کہ احسن بات یہ ہے کہ معافی کو عام قرار دیا جائے۔

☆ روضہ میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بلی کا جوٹھا اس کی ذات کی طہارت کی وجہ سے پاک ہے، اور مکروہ نہیں ہے، اور اگر اس کا منہ ناپاک ہو، پھر وہ ماء قلیل میں منہ ڈال دے، تو اس میں تین وجہ نہیں گی: ۱۔ تفصیل (یعنی فاصلہ کا ہونا) اور یہی زیادہ صحیح ہے، پس اگر بلی اتنا وقت غائب رہی کہ جس میں اس کا کسی ماء مطہر میں منہ ڈال سکنے کا احتمال ہو تو وہ چیز (۲) طاہر ہوگی ورنہ (۳) نجس۔

☆ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: یہ جملہ مغائر (مخالف امور) کے عطف کے قبیل سے ہے، صحابی نے بلی کے لیے برتن انڈیلنے کی علت دو مختلف اور متغائر امر قرار دیے ہیں۔

☆ (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ بات محل تامل ہے: یہ بات لفظاً اور معنی صحیح نہیں ہے، علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عجائبات میں سے یہاں عجیب یہ ہے کہ انہوں نے علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو، اپنے قول کے مقابل بنایا ہے، اور علامہ کے قول کو اپنی اس عبارت و صحیح... سے ضعیف قرار دیا ہے۔ پس اے مخاطب تو غور کر لے، تیرے لیے مواضع زلل (بھسلنے کے مقامات) ظاہر ہو جائیں گے۔

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کہ صحیح یہ ہے کہ سور لھر ة یہ مکروہ تنزیہی ہے، اور اس بارے میں یہی بات کافی ہے، کہ بلی نجاست سے نہیں بچتی، پس اس کا سور مکروہ ہوگا، جیسا کہ اگر چھوٹا بچہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے (نجاست میں ڈالنے کے بعد) اور باقی نجاست، تو بالاتفاق اس کا ساقط ہونا علت طواف کے ذریعے ہے، کہ جس میں نص انہا من الطوافین وارد ہے۔ تو انہا من الطوافین کا مطلب یہ ہے: کہ وہ بلی تنگ تنگ جگہوں میں بھی داخل ہو جاتی ہے، اور اس کے شدت اختلاط کے لازم ہونے کی وجہ سے برتنوں کا اس سے بچانا مشکل ہوتا ہے، بلکہ اس کی ذات سے بچنا بھی مشکل ہوتا ہے، اور وہ ضرورت جو اس کو لازم ہے، اس نے اس کی نجاست کو گرا دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے اجازت چاہنے کو واجب قرار دیا ہے، اور مملو کین یعنی غلاموں سے اس کو ساقط کیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: (وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ (۲) یعنی جوان میں سے نابالغ اور غلام ہیں، ان کے لیے تین اوقات کے علاوہ میں بغیر اجازت کے داخل ہونے کی اجازت ہے، اور یہ اس علت طواف کی وجہ سے ہے، جو بعد والے ارشاد طوافون علیکم بعضکم علی بعض سے مستفاد ہے۔

☆ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بلی کا جوٹھا مکروہ نہیں ہے، اگر بلی نے چوہے کو کھایا ہو، پھر فوراً پانی کو پیا ہو، تو پانی ناپاک ہو جائے گا، اور اگر تھوڑی دیر ٹھہری رہی اور اپنے منہ کو اس نے چاٹ لیا، اور پھر منہ ڈالا، تو یہ مکروہ ہوگا، اور شیخین کے ہاں، یہ ناپاک نہیں ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس سے اختلاف کرتے ہیں، اور اختلاف کی بناء یہ ہے: کہ آیا تطہیر وہ پانی کے بغیر ہو سکتی ہے یا نہیں۔ مبینہ کی شرح میں اسی طرح ہے۔

☆ ازبار میں لکھا ہے کہ بلوں کو تشبیہ دی ہے طوافین مذکر کے ساتھ اور بلیوں کو طوافات مؤنث کے ساتھ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: یہ شک کے لیے نہیں ہے کیونکہ بعض روایات میں ”واو“ وارد ہے، بلکہ ”او“ تنوع کے لیے ہے، اور یہاں پر مذکر مؤنث دونوں کا بیان ہوگا۔

☆ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یوں روایت کیا ہے: انہا كانت تمر به عليه الصلاة والسلام فيصغى لها الا ناء فتشرب منه ثم يتوضا بفضلها۔ اس روایت کے راوی عبد ربہ کو دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔ اور وہ یہ روایت ہے: عن عبد ربہ عن سعيد المقبري عن ابيه عروة بن الزبير عن عائشة انها قالت كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم تمر به الهرة فيصغى لها الا ناء فتشرب منه ثم يتوضا بفضلها۔ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ عبد ربہ کے بارے میں دارقطنی سے زیادہ جاننے والے ہیں، کیونکہ ان کو عبد ربہ کے شیخ کا حال معلوم ہے، اس روایت کی صحت کے لیے شاہد وہ روایت ہے، جو دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ، ابن ماجہ اور طحاوی نے حارث بن محمد عن عروة عن عائشة کی سند سے نقل کی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے وضوء کرتے اور ہم سے پہلے بلی اس پانی کو پی جاتی تھی (یعنی اس کے جوٹھے پانی سے ہم وضوء کرتے)۔

☆ اسی طرح اس روایت کے لیے شاہد وہ سنن دارقطنی، ابن ماجہ اور معجم طبرانی کی روایت ہے، کہ جس میں یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بلی کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ کی ایک جگہ جس کو لطمان کہتے ہیں، اس کی طرف نکلے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انس میرے لیے وضوء کا پانی رکھو، پس میں نے وضوء کے لیے پانی رکھا، پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت فرمائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم برتن کی طرف متوجہ ہوئے، تو ایک بلا آ گیا، اس نے برتن میں منہ ڈال دیا، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر کے لیے توقف فرمایا یعنی رک گئے، یہاں تک کہ بے نے پانی پی لیا، پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا (اس کے بارے میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! بے شک بلا (یا بلی) گھر کے درندوں میں سے ہے، یہ ہرگز کسی چیز کو گندا نہیں کرتی، اور ہرگز کسی چیز کو ناپاک نہیں کرتی۔

☆ اسی طرح وہ روایت جو صحیح ابن خزیمہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ یہ بلی ناپاک نہیں ہے، بلی گھر والوں میں سے بعض کی طرح ہے۔

☆ باقی یہ حدیث: يغسل الا ناء من ولوغ الكلب سباعا ومن ولوغ الهرة مرة (کہ کتے کے منہ ڈالنے سے سات مرتبہ اور بلی کے منہ ڈالنے سے ایک مرتبہ برتن کو دھوئے گا) یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے مدرج ہے (یعنی اس حدیث میں یہ قول حدیث کا حصہ بن گیا ہے)۔ جیسا کہ اس کا مدرج ہونا امام بیہقی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ اگرچہ یہ بات امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ پر مخفی رہی ہے، اسی وجہ سے انہوں نے کہا ہے کہ سورہ مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆ باقی وہ روایت کہ جو لوگوں کے ہاں مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کا وہ حصہ کہ جس پر بلی سو گئی تھ، کاٹ دیا، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بلی کا جوٹھا استعمال کیا

عَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِينَارِ التَّمَارِ، عَنْ أُمِّهِ أَنَّ مَوْلَاتَهَا أَرْسَلَتْهَا
بِهَرِيْسَةَ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَوَجَدَتْهَا تُصَلِّي، فَأَشَارَتْ إِلَيْهَا
أَنْ ضَعِيْبَهَا، فَجَاءَتْ هَرَّةً فَأَكَلَتْ مِنْهَا، فَلَمَّا انْصَرَفَتْ أَكَلَتْ مِنْ
حَيْثُ أَكَلَتْ الْهَرَّةُ فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ: إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَافِينِ عَلَيْكُمْ، وَقَدْ رَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا (۱)

حضرت داؤد بن صالح رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ماجدہ سے نقل کرتے ہیں،
کہ ایک دن ان کی آزاد کنندہ مالکہ نے ہریسہ دے کر حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت عالیہ میں بھیجا، ان کی والدہ فرماتی ہیں کہ
میں نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی
ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کیا کہ وہاں رکھ دو۔ چنانچہ
میں نے ہریسہ کا برتن رکھ دیا۔ اتنے میں ایک بلی آئی، اور اس نے
اس میں سے کھانا شروع کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب نماز سے
فارغ ہوئیں، تو ہریسہ کو بلی نے جہاں سے کھایا تھا، وہاں ہی سے
انہوں نے بھی کھایا، پھر فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:
کہ بلی نجس نہیں ہے، اور وہ تمہارے پاس کثرت سے آنے جانے
والوں میں سے ہے، اور میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلی کے
جوٹھے پانی سے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

☆ علامہ طیبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: کہ ان قول کے معنی کے لیے مفسرہ ہے، اشارہ میں، اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس
طرح کا اشارہ نماز میں جائز ہے، ملا علی قاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس لیے کہ یہ عمل کثیر نہیں ہے۔

☆ وانی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يتوضأ بفضلها: یعنی بلی کے پینے کے بعد برتن میں بچے ہوئے پانی سے وضوء کرتے اور یہ ان
حضرات کے مذاہب کے مطابق کہ جو سور الہرة کو پاک کہتے ہیں، بالکل ظاہر ہے اور باقی جو بلی کے جوٹھے کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں، وہ اس کو رخصت
یا بیان جواز پر محمول کرتے ہیں۔

☆ امام احمد سے دارقطنی اور حاکم نے روایت کی ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ ضیافت کے لیے بلایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول کر لیا، اور
دوسری جگہ بلایا گیا تو قبول نہیں کیا، پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی کے قبول اور دوسری کے قبول نہ کرنے کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: کہ ان دوسروں کے گھر میں کتا ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: کہ اس پہلے والوں کے ہاں بلی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بلی ناپاک نہیں
ہے۔

☆ علماء فرماتے ہیں: بلی کا رکھنا اور اس کی تربیت کرنا، ان احادیث پر عمل کرتے ہوئے مستحب ہے، اور باقی وہ حدیث کہ جس میں یہ ہے:
حب الہرة من الايمان یہ روایت موضوع ہے، جیسا کہ محدثین کی ایک جماعت نے کہا ہے۔ (۲)

☆ حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہ کبشہ لفتح کاف وسکون یا موحدہ آپ حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ، جو مشاہیر صحابہ میں سے ہیں، کی صاحبزادی ہیں، غزوہ تبوک میں آپ کے پیچھے رہ جانے کا قصہ بھی مشہور ہے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی یہ لڑکی حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ جو مشہور صحابی ہیں، کے بیٹے کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجہ کے سواروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضرت کبشہ کو بھی شرف صحابیت حاصل ہے۔ (۱)

☆ لہذا لفظ اور ادوی کے شک کی بنا پر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من الطوافین فرمایا: یا من الطوافات فرمایا۔ طوافین اور طوافات صیغہ مبالغہ ہے، جو غلبہ اور کثرت کے لیے آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ کثرت سے تمہارے ارد گرد گھومتی رہتی ہے، اگر اس کے جوٹھے کو ناپاک قرار دے دیں، تو اس سے تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ اس وجہ سے سہولت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ یا من الطوافین علیکم ادا الطوافات سے یہ مراد ہے کہ بلی ہر وقت محتاجوں اور سانکوں کی طرح تمہارے ارد گرد رہتی ہے، اس لیے اس کے ساتھ شفقت و مہربانی ضرور ہونی چاہیے۔ بہر حال دونوں مذکورہ معنوں کے مطابق اس کے ساتھ نرمی اور چشم پوشی چاہیے۔

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلی کا جوٹھا مکروہ ہے، اگر اور پانی نہ ہوں پھر بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرے، تیمم کرنا جائز نہیں، اور اگر دوسرے پاک پانی کے ہوتے ہوئے بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے، مگر مکروہ ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر آئمہ کے نزدیک بلی کا جوٹھا پاک ہے۔ پھر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس لیے مکروہ ہے، کہ حدیث میں بلی کو درندوں میں شمار کیا گیا ہے، اور درندوں کا جوٹھا نجس ہے۔ لیکن حدیث انہا من الطوافین اس کو نجاست سے کراہت کے درجے پر اتار لائی ہے۔ (۲)

☆ گھر میں رہنے والے جانور جیسے بلی، چوہا، سانپ، چھپکلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔ (۳)

☆ اگر کسی کا ہاتھ بلی نے چاٹنا شروع کیا، تو چاہیے کہ فوراً کھینچ لے، یوہیں چھوڑ دینا، کہ چاٹتی رہے، مکروہ ہے، اور چاہیے کہ ہاتھ دھو ڈالے، بے دھوئے اگر نماز پڑھ لی تو ہوگئی مگر خلاف اولیٰ ہوگی۔ (۴)

☆ بلی نے چوہا کھایا اور فوراً برتن میں منہ ڈال دیا، تو ناپاک ہو گیا، اور اگر زبان سے منہ چاٹ لیا، کہ خون کا اثر جاتا رہا، تو ناپاک نہیں۔ (۵)

☆ بلی کا جوٹھا پاک ہے، لیکن مکروہ ہے، جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر مکروہ ہے۔

☆ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن سے وضو کیا، جس کو پہلے بلی پہنچ چکی تھی۔ اور جب یہ حدیث موجود ہے تو کیسے پانی پر حکم کراہت ثابت کیا جائے۔

☆ جبکہ طرفین کا موقف یہ ہے بلی کا جوٹھا مکروہ ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "الہرة سبع وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح" اس حدیث میں فقہ کو بیان کیا گیا ہے، نہ کہ بلی کی صورت یا خلقت کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت شریعت بیان کرنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شارع ہیں۔

☆ حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (بلی) نجس نہیں ہے، یہ تو طوافین اور طوافات میں سے ہے۔ (۶)

رد المحتار، ج ۱، ص ۲۲۶

۳

ایضاً، ج ۱، ص ۳۰

۲

مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۳۰

۱

سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۳۰

۶

ایضاً، ج ۱، ص ۲۴

۵

الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱، ص ۲۴

۴

☆ علت طواف کی وجہ سے حکم حرمت ساقط ہو گیا اور حکم کراہت باقی رہ گیا۔ اور اسی طرح علت ”سبع“ کی وجہ سے حکم حلت ساقط ہو گیا، اور حکم کراہت باقی رہ گیا، لہذا بلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔ (۱)

بلی کے ناپاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے: کہ ”الہرة سبع“ بلی درندہ ہے، ایک دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ بلی کا جوٹھا پاک ہو، جبکہ دوسری دلیل کا تقاضہ یہ ہے، کہ بلی کا گوشت ناپاک ہے، لہذا اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہونا چاہیے۔ پس فقہاء نے اس کیلئے کراہت کا حکم ثابت کر دیا۔ (۲)

وَلَوْ أَكَلْتُ فَاْرَةً ثُمَّ شَرِبْتُ عَلَى فَوْرِهِ الْمَاءَ تَنَجَّسَ إِلَّا إِذَا مَكَثْتُ سَاعَةً لَغُسِلَهَا فَمَهَا بِلُعَابِهَا وَالْإِسْتِثْنَاءُ عَلَى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى وَيَسْقُطُ اِعْتِبَارُ الصَّبِّ لِلضَّرُورَةِ (وَسُورُ الدَّجَاجَةِ الْمُخَلَّاةِ) مَكْرُوهٌ لِأَنَّهَا تُخَالِطُ النَّجَاسَةَ وَلَوْ كَانَتْ مَحْبُوسَةً بِحَيْثُ لَا يَصِلُ مِنْقَارُهَا إِلَى مَا تَحْتَ قَدَمَيْهَا لَا يُكْرَهُ لَوْ قُوعِ الْأَمْنِ عَنِ الْمُخَالَطَةِ (وَ) كَذَا سُورُ (سِبَاعِ الطَّيْرِ) لِأَنَّهَا تَأْكُلُ الْمَيْتَاتِ فَأَشْبَهَ الْمُخَلَّاةَ . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهَا إِذَا كَانَتْ مَحْبُوسَةً وَيَعْلَمُ صَاحِبُهَا أَنَّهُ لَا قَدْرَ عَلَى مِنْقَارِهَا لَا يُكْرَهُ ، وَاسْتَحْسَنَ الْمَشَائِخُ هَذِهِ الرَّوَايَةَ (وَ) سُورُ (مَا يَسْكُنُ الْبُيُوتَ كَالْحَيَّةِ وَالْفَاْرَةِ) (مَكْرُوهٌ) لِأَنَّ حُرْمَةَ اللَّحْمِ أَوْجَبَتْ نَجَاسَةَ السُّورِ إِلَّا أَنَّهُ سَقَطَتْ النَّجَاسَةُ لِعِلَّةِ الطُّوفِ فَبَقِيَ الْكِرَاهَةُ وَالتَّنْبِيهُ عَلَى الْعِلَّةِ فِي الْهَرَّةِ . (۳)

☆ اگر بلی نے چوہا کھا کر پھر اسی وقت پانی پی لیا، تو پانی نجس ہو جائے گا، مگر جبکہ تھوڑی دیر ٹھہر گئی، تو نہیں۔ کیونکہ بلی نے اپنا منہ اپنے لعاب سے دھولیا ہے، اور استثنا شیخین کے مذہب پر ہے، اور علت ضرورت کی وجہ سے بہانے کا اعتبار ساقط ہو جائے گا۔

☆ آزاد مرغی کا جوٹھا مکروہ ہے، کیونکہ آزاد مرغی نجاست ملانے والی ہے، اور اگر مرغی اس طرح محبوس ہو کہ اس کی چونچ اس کے پنجے کے نیچے تک پہنچنے والی نہ ہو، تو مکروہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اختلاط نجاست سے، وہ مامون ہے۔ اسی طرح شکاری پرندوں کا جوٹھا بھی مکروہ ہے، کیونکہ یہ پرندے شکار کھاتے ہیں۔ لہذا یہ آوارہ پھرنے والی مرغی کے مشابہ ہو گئے۔

☆ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جب یہ شکاری پرندے محبوس ہوں، اور ان کا مالک جانتا ہو، کہ ان کی چونچ پر نجاست نہیں پہنچی، تو ان کا جوٹھا مکروہ نہیں۔ کیونکہ نجاست کے اختلاط سے یہ بھی پاک ہیں۔ مشائخ نے اسی روایت کو مستحسن قرار دیا ہے۔

☆ ان جانوروں کا جوٹھا مکروہ ہے، جو گھروں میں رہتے ہیں، جیسے سانپ اور چوہا ہے، کیونکہ ان کے گوشت کی حرمت جوٹھے کے نجس ہونے کی دلیل ہے، مگر ان میں علت طواف کی وجہ سے حکم نجاست ساقط ہو گیا۔ لہذا کراہت باقی رہ گئی۔ اس مسئلہ کی انتباہ علت کے لحاظ سے بلی والے مسئلہ کی طرح ہے۔ (۴)

☆ قاعدہ فقہیہ:

حرمت گوشت، جوٹھے کے نجس ہونے کو واجب کرتی ہے، حتیٰ کہ اس کے استثناء پر کوئی شرعی دلیل آجائے۔

۱۰۔ خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ میں: من الطوافین علیکم والطوافات، کے الفاظ ہیں، جبکہ امام ترمذی کی روایت میں من الطوافین علیکم

او الطوافات، کے الفاظ ہیں، یعنی واؤ کی بجائے او ہے، یہی زیادہ مناسب ہے، اسی لیے حدیث میں او کے مطابق ترجمہ ہے۔

☆ بلی اگر چہ درندوں میں شامل ہے، لیکن گھریلو جانور ہونے کی وجہ سے، اس کا جوٹھانا پاک نہیں ہے، لیکن یہ اسی صورت میں ہے، جبکہ

اس کے منہ پر نجاست نہ لگی ہو، اگر نجاست لگی ہو تو برتن بھی ناپاک ہو جائے گا، اور جو کچھ برتن میں ہوگا، وہ بھی ناپاک ہوگا۔

☆ فقہاء احناف کے ہاں بلی کا جوٹھا مکروہ تنزیہی ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں بلی کے جوٹھے کے ناپاک نہ ہونے کی علت گھروں میں مسلسل آنا جاننا بیان ہوئی ہے، اسی علت کی بناء پر چونہا،

سانپ اور چھپکلی اور ان جیسے دوسرے جانوروں کے جوٹھے کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ اگر سانپ اور چھپکلی کے جوٹھے سے انسانی جان یا صحت کو خطرہ ہو، تو اس سے بچنا بھی لازم ہے۔

☆ حدیث مبارکہ میں بھتیجی سے اسلامی اخوت مراد ہے یا عرفی، نہ کہ حقیقی۔

☆ طوافین اور طوافات سے مراد غلام اور کنیریں، نوکر اور نوکرانیاں بھی ہو سکتی ہیں۔

گدھے کے جوٹھے کا حکم

۵۵۔ باب سُورِ الْحِمَارِ

اس باب میں گدھے کے جوٹھے کا حکم بیان ہوا ہے، حمار واحد ہے، اور یہ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، اس کی جمع حمیر، حمر

اور احمرہ ہے۔ پچھلے باب میں بلی کے جوٹھے کا حکم بیان ہوا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمارے پاس رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آ کر اعلان کیا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں گدھوں کے گوشت (کھانے) سے روکتے ہیں، کیونکہ وہ

ناپاک ہیں۔

۶۹۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَتَانَا مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَاكُمُ عَنْ لُحُومِ

الْحُمُرِ؛ فَإِنَّهَا رَجَسٌ

۱۔ اطراف:

تقدم: ۴۳۳۸، بخاری: ۲۹۹۱، ۳۱۴۷، ۳۱۹۸، مسلم: ۱۹۴۰، ابن ماجہ: ۳۱۹۶، احمد: ۱۲۱۳۱، ۱۲۲۱۸، ۱۲۶۷۹

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: گدھے ناپاک ہیں۔

۳۔ تعارف رجال: اس روایت کے پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات گزر چکے ہیں:

۱۔ محمد بن عبد اللہ بن یزید: راجع: ۱۱۔ ۲۔ سفیان: راجع: ۱۔

۳۔ ایوب: راجع: ۲۸۔ ۴۔ محمد: راجع: ۵۷۔

۵۔ انس: راجع: ۶۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ اثنیسویں (۲۹) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ یہ روایت تابعی (ایوب) کی دوسرے تابعی (محمد) سے مروی ہے۔
- ☆ سند کے پہلے دو راوی کئی اور آخری تین بصری ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

ینہا کم: وہ تمہیں منع کرتا ہے، مراد ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم

لحوم الحمر: گدھوں کا گوشت

رجس: ناپاک، پلید

مسائل و نصائح:

- ☆ یہ جنگ خیبر کی بات ہے، جب مسلمانوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر اور غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے گدھے پکڑ کر ذبح کر لیے تھے، بلکہ ان کا گوشت پکانا شروع کر دیا تھا۔
- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے شاید اس روایت کے الفاظ (انہا رجس) سے گدھے کے جوٹھے کے پلید ہونے پر استدلال کیا ہے، مگر جو اس کے جوٹھے کی طہارت کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اکثر گدھے کو بطور سواری استعمال کیا ہے، ظاہر ہے اس کا لعاب اور پسینہ وغیرہ کپڑوں کو لگتا ہوگا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی گدھے کے لعاب سے پرہیز کا حکم نہیں دیا، اور یہی بات امت کے حق میں زیادہ بہتر ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ امت سے جنگی کو دور کرنے ہی کی کوشش کی ہے اور یسرو اولاً تعسروا کی تلقین کرتے رہے۔ (۱)
- ☆ جب گدھے کا گوشت پلید اور حرام ٹھہر تو اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہوگا۔ (۲)
- ☆ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

پالتو گدھے کی تحریم میں اختلاف ہے، جمہور صحابہ، فقہاء تابعین، اور بعد کے علماء نے ان احادیث صحیحہ کی بناء پر یہ کہا ہے، کہ پالتو گدھا

حرام ہے، حضرت ابن عباس نے کہا: کہ حرام نہیں ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں، زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ یہ بہت شدید مکروہ

تزیہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے: کہ حرام ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ مباح ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ حرام ہے، جیسا کہ ان احادیث صحیحہ کی بناء پر جمہور فقہاء اسلام کا مذہب ہے۔

☆ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غالب الجبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ ایک سال ہم قحط میں مبتلا ہوئے، اور پالتو گدھوں کے سوا میرے پاس اپنے بال بچوں کو کھلانے کے لیے اور کوئی چیز نہیں تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پالتو گدھوں کو حرام کر چکے تھے، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم قحط میں مبتلا ہو گئے، اور میرے پاس اپنے بال بچوں کو کھلانے کے لیے ماسوا فر بہ گدھوں کے، اور کوئی چیز نہیں ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام کر دیا ہے، آپ نے فرمایا: تم اپنے بال بچوں کو اپنا فر بہ گدھا کھلا دو، میں نے اس بستی کے گندگی کھانے والے گدھوں کو حرام کیا تھا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً پالتو گدھوں کو حرام نہیں کیا، بلکہ کسی عارضہ کی بناء پر صرف خیبر کے گدھوں کو حرام کیا تھا، اس کا جواب یہ ہے: کہ اول تو اس حدیث کی سند میں شدید اضطراب ہے اور اگر بالفرض یہ صحیح ہو تو یہ حالت اضطراب پر محمول ہے۔ (۱)

☆ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منادی نے پکار کر کہا: یہ منادی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں پالتو گدھوں کے گوشت کھانے کی ممانعت ہے، اس ممانعت کی پانچ وجوہ ہیں:

i- صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا گوشت نجس ہے۔

ii- پالتو گدھوں کو بار برداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، کیونکہ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں یہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا ہے، کہ کہیں سوار یوں کی کمی نہ ہو جائے، اور صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ لوگوں کو ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔

iii- گدھوں کو مال خمس میں شامل نہیں کیا گیا، اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گدھوں کے گوشت میں سے بالکل نہ کھاؤ۔ بعض لوگوں نے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے، کہ ان کو خمس میں شامل نہیں کیا گیا، اور دوسروں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقینی طور پر ان کو کھانے سے منع فرمایا۔

iv- گدھوں کا "جلالہ" ہونا یعنی یہ کوڑا کرکٹ اور گندگی کھا لیتے ہیں، اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے غالب بن الجہر سے روایت کیا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے بستی کے گندگی کھانے والے جانوروں کو حرام کر دیا۔

v- خیبر میں گدھوں کو اس لیے حرام قرار دیا گیا، کہ وہ مال غنیمت میں تھے، اور ان کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا، کیونکہ امام طبرانی نے سند جید کے ساتھ حضرت

ثعلبہ بن الجهم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا: کہ آپ لوٹ کے مال کو کھانے سے منع فرماتے تھے۔

☆ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ، عبید بن الحسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے: کہ پالتو گدھوں کا

گوشت کھانا جائز ہے، اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ابن الجہر نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے مال سے کوئی ایسی چیز باقی نہیں

ہے، جسے میں اپنے گھر والوں کو کھلا سکوں، سوائے میرے پالتو گدھوں کے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو اپنے فر بہ مال سے کھلاؤ، میں

☆ شرح مسلم، ج ۲، ص ۱۳۹

نے صرف تمہارے لیے ان گدھوں کو مکروہ قرار دیا ہے، جو بستی کی گندگی کھاتے ہیں۔ اس حدیث کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ (۱)

☆ جمہور علماء تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء جن میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب ہیں، ان کے نزدیک پالتو گدھوں کا گوشت کھانا حرام ہے، اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے، غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے، اور ابن حجر کی حدیث کی سند میں بہت شدید اختلاف ہے، امام بیہقی نے کہا: یہ حدیث معلول ہے، اور ابن حزم نے کہا: اس حدیث کے تمام طرق باطل ہیں۔ (۲)

☆ گدھے اور خچر کے جوٹھے کا حکم:

قَالَ (وَسُورُ الْحِمَارِ وَالْبُغْلِ مَشْكُوكٌ فِيهِ) قِيلَ الشُّكُّ فِي طَهَارَتِهِ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ طَاهِرًا لَكَانَ طَهُورًا مَا لَمْ يَغْلِبُ اللَّعَابُ عَلَى الْمَاءِ ، وَقِيلَ الشُّكُّ فِي طَهْوَرِيَّتِهِ لِأَنَّهُ لَوْ وَجِدَ الْمَاءُ الْمَطْلُوقُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ غَسْلُ رَأْسِهِ ، وَكَذَا لَبَنُهُ طَاهِرٌ وَعَرَقُهُ لَا يَمْنَعُ جَوَازَ الصَّلَاةِ وَإِنْ فَحِشٌ ، فَكَذَا سُورُهُ وَهُوَ الْأَصْحَحُ ، وَيُرْوَى نَصُّ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى طَهَارَتِهِ ، وَسَبَبُ الشُّكِّ تَعَارُضُ الْأَدِلَّةِ فِي إِبَاحَتِهِ وَحُرْمَتِهِ ، أَوْ اخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي نَجَاسَتِهِ وَطَهَارَتِهِ . وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ نَجِسٌ تَرْجِيحًا لِلْحُرْمَةِ وَالنَّجَاسَةِ ، وَالْبُغْلُ مِنْ نَسْلِ الْحِمَارِ فَيَكُونُ بِمَنْزِلَتِهِ . (فَإِنْ لَمْ يَجِدْ غَيْرَهُمَا يَتَوَضَّأُ وَيَتِيمُّ وَيَجُوزُ أَيُّهُمَا قَدَّمَ) وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَجُوزُ إِلَّا أَنْ يُقَدَّمَ الْوَضُوءُ لِأَنَّهُ مَاءٌ وَاجِبُ الْإِسْتِعْمَالِ فَأَشْبَهَ الْمَاءَ الْمَطْلُوقَ . وَلَنَا أَنَّ الْمُطَهَّرَ أَحَدُهُمَا فَيُفِيدُ الْجَمْعُ دُونَ التَّرْتِيبِ . (وَسُورُ الْفَرَسِ طَاهِرٌ عِنْدَهُمَا) لِأَنَّ لِحْمَهُ مَا كُؤُلُ (وَكَذَا عِنْدَهُ فِي الصَّحِيحِ) لِأَنَّ الْكِرَاهَةَ لِإِظْهَارِ شَرَفِهِ . (۳)

گدھے اور خچر کا جوٹھا مشکوک ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی طہارت میں شک ہے کیونکہ اگر پاک ہوتا تو جب تک ان کا لعاب پانی پر غالب آئے تب تک پاک کرنے والا بھی ہوتا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے مطہر ہونے میں شک ہے۔ کیونکہ اگر ماء مطلق پایا جائے تو اس پر اپنے سر کا دھونا واجب نہیں۔ اور اسی طرح اس کا دودھ پاک ہے اور اس کا پسینہ جو از صلوٰۃ کو روکنے والا نہیں ہے۔ اگرچہ کثیر ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا ایسے ہی ان کا جوٹھا ہے اور یہی صحیح روایت ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے پاک ہونے پر وضاحت بیان کی ہے۔ اور ان کی اباحت و حرمت کے دلائل متعارض ہونے کی وجہ سے شک کا سبب متحقق ہو گیا ہے۔ یا اس کی طہارت و عدم طہارت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عنہ کے نزدیک گدھے کا جوٹھا نا پاک ہے کیونکہ ترجیح حرمت و نجاست کو ہے۔ اور خچر بھی گدھے کی نسل سے ہے اور وہ بھی حکم میں اسی کی مثل ہو گیا۔ اگر ان دونوں کے جوٹھے کے سوا پانی نہ پاؤ تو وضو کرو اور تیمم کرو اور ان دونوں میں سے جسے چاہو مقدم کرو۔ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وضو کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ پانی کا استعمال کرنا واجب ہے۔ لہذا وہ ماء مطلق کے مشابہ ہو گیا۔ ہمارے نزدیک ان میں سے ہر ایک پاک کرنے والا ہے۔ لہذا یہ جمع ہونے کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ اس میں ترتیب کا فائدہ ہے۔ اور گھوڑے کا جوٹھا صحابین کے نزدیک پاک ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا گوشت پاک ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی صحیح روایت اسی طرح ہے۔ کیونکہ اس کے گوشت میں کراہت اس کے شرف کی وجہ سے ہے۔

☆ کسی فقہی حکم کو مشکوک کہنے میں فقہاء کے اقوال:

۱۔ شیخ ابوطاہر الدباس فقہاء کی اس عبارت کا انکار کرتے ہیں کہ کسی شرعی حکم کو مشکوک قرار دیا جائے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی شرعی حکم کو مشکوک نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بلکہ اس میں محتاط رہنا چاہیے۔

۲۔ نوازل میں ہے کہ جس پانی سے گدھے نے پیا ہو۔ اس سے پانی پینا حلال ہے۔ اور ابن مقاتل نے کہا ہے کہ اس سے پانی پینے میں کوئی حرج نہیں۔

۳۔ فقیہ ابولیث نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے درمیان اختلاف ہے۔ اگر انسان پینے والے کو اختیار کرے تو ہم امید کرتے ہیں کہ اس کو پینے میں کوئی حرج نہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے پانی نہ پیا جائے۔ (۱)

☆ گدھے کے جوٹھے پر اختلافی دلائل:

گدھے کے جوٹھے پر اختلاف کی وجہ یہی ہے کہ اس میں دلائل قوت استدلال کے اعتبار سے کئی رخ اختیار کئے ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف کی کئی وجوہ میں ایک وجہ سے اختلاف دلائل بھی ہے۔

☆ استدلال نقل کی وجہ سے اختلاف:

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے بچے ہوئے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا اس سے وضو کیا جاسکتا ہے تو آپ نے فرمایا: ہاں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گدھے کا جوٹھا پاک ہو۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ وہ نجس ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گدھے کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہیے کیونکہ جوٹھا ہونے کا حکم گوشت کے تابع ہوتا ہے اور جب اس کا گوشت ناپاک ہے تو اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہونا چاہیے۔

☆ استدلال آثار کی وجہ سے اختلاف:

۳۔ اسی طرح آثار بھی مختلف ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گدھے کا جوٹھا ناپاک ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گدھا اگر چارہ کھاتا ہو اور بھوسہ کھاتا ہو تو اس کا جوٹھا پاک ہے اور اس سے وضو کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

☆ استدلال قیاس کی وجہ سے اختلاف:

۵۔ اگر گدھے کے پسینے کا اعتبار کیا جائے تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ گدھے کا جوٹھا پاک ہونا چاہیے جیسا کہ ظاہر الروایہ سے معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ اگر گدھی کے دودھ کا اعتبار کیا جائے تو اصح روایت کے مطابق گدھی کا دودھ ناپاک ہے لہذا گدھے کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہیے۔

☆ استدلال علت کی وجہ سے اختلاف:

۷۔ اگر گدھے کے جوٹھے کو کتے کے جوٹھے پر قیاس کیا جائے تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ علت حرمت کی وجہ سے یہ بھی کتے کی طرح حرام اور اس کا گوشت کھانا حرام ہے لہذا اس کا جوٹھا حرام ہے۔

۸۔ اگر گدھے کے جوٹھے کو بلی کے جوٹھے پر قیاس کیا جائے تو چونکہ بلی کا جوٹھا پاک ہے لہذا سور حمار بھی پاک ہونا چاہیے۔

لیکن ان دونوں یعنی کتے پر قیاس اور بلی کے جوٹھے پر قیاس یہ دونوں درست نہیں ہوں گے۔ کیونکہ قیاس کا یہ اثبات علت مشترکہ کے

بغیر ہوگا حالانکہ علت کے بغیر تو کوئی قیاسی حکم ثابت بھی نہیں ہو سکتا۔ (۱)

☆ لایو کل لحم کا جوٹھا ان کے پیشاب کی طرح ہے:

علامہ محمود البخاری ابن مازہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گدھے کا جوٹھا نجس ہے۔ جبکہ امام حسن رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

نجاست حقیقیہ ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طاہر ہونے کی روایت میں سہو ہے۔ کیونکہ صاحبین سے جو روایت اصل میں مذکور ہے۔ اس میں

یہ ہے کہ جب گدھے کے جوٹھے سے کچھ بھی پانی میں گر گیا خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو اس سے پانی فاسد ہو جائے گا۔ اور اس سے وضو کرنا جائز نہیں۔

اہل بغداد نے شیخین سے روایت کی ہے کہ لایو کل لحم کا جوٹھا ان کے پیشاب کی طرح ہے۔ جب وہ بڑے درہم سے بڑھ جائے تو نماز

فاسد ہو جائے گی۔

گھوڑے کے جوٹھے کے بارے میں امام اعظم رضی اللہ عنہ سے چار روایات بیان کی گئیں ہیں۔

i۔ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں اس کے سوائے وضو کروں۔

ii۔ دوسری روایت امام حسن سے مروی ہے کہ وہ مکروہ ہے جس طرح اس کا گوشت مکروہ ہے۔

iii۔ وہ مشکوک ہے جس طرح گدھے کا جوٹھا مکروہ ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت حرام ہے جیسے گدھے کا گوشت حرام ہے۔

iii۔ ایک روایت آپ سے یہ ہے کہ وہ طاہر ہے۔ کیونکہ اس کے گوشت کی کراہت علت نجاست کی وجہ سے نہیں بلکہ آلہ جہاد کے طور پر احترام ہے

۔ اور گوشت کی حرمت جب کراہت کی وجہ سے ہو تو وہ نجاست کو واجب نہیں کرتی جس طرح آدمی کا جوٹھا ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کا جوٹھا

طاہر ہے۔

☆ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ گدھے کا پسینہ طاہر ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمار پر سواری فرمائی جبکہ اس کی پشت

نگلی تھی اس طرح اس کا پسینہ ضروری امر ہے۔ اور یہ لوگوں کیلئے ضرورت ہے۔ اور گرمیوں میں اس کی نگلی پشت پر سفر کرنے میں پسینہ عام ہے۔ اور

اسی طرح سردیوں میں بھی اس پر سفر کرتے ہیں لہذا اس کے پسینے سے بچنا ممکن نہیں۔ اگر بچنے کا حکم دیا جائے تو حرج لازم آئے گا۔ (۲)

☆ جب حلال و حرام کے جمع ہونے میں قاعدہ فقہیہ:

اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام۔ (۳)

جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام کو غلبہ ہوتا ہے۔

☆ شارح کنز رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصيد میں لکھا ہے کہ جب دو دلیلوں میں تعارض آجائے یعنی ان میں سے ایک دلیل حرمت کا تقاضہ کرے

جبکہ دوسری دلیل حلت کا تقاضہ کرے، تو دلیل حرمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (۴)

۱۔ قواعد فقہیہ، ص ۴۱۲۔ ۲۔ محیط برہانی فی الفقہ العثماني، ج ۱، ص ۱۰۵-۱۰۴

۳۔ الاشاہ، ص ۵۵۔ ۴۔ ایضاً

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا؟ ہم لوگ کتوں سے شکار کرتے ہیں آپ نے فرمایا: تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑ دو اور اس پر بسم اللہ پڑھو تو کتے نے جو شکار تمہارے لئے روکا ہے اس کو کھا لو خواہ کتے نے شکار کو مار ڈالا ہو۔ البتہ اگر کتے نے بھی کچھ کھایا ہو تو پھر مت کھاؤ۔ کیونکہ پھر یہ خدشہ ہے کہ کتے نے شاید اپنے لئے اس کو شکار کیا ہے اور تمہارے کتے کے ساتھ اور کتے بھی مل جائیں تو پھر اس شکار کو مت کھاؤ۔ (۱)

☆ شکاری کتے (سکھائے ہوئے) کا شکار حلال جبکہ غیر شکاری کتے کا شکار حرام ہے جب یہ دونوں اکٹھے ہو جائیں تو سب حلال و حرام جمع ہوئے، لہذا ایسی صورت میں حرام کا اعتبار کیا جائے گا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔ (۲)

☆ اس قاعدہ کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کا جو ٹھا بھی علی الاطلاق حرام ہو۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت سے آثار مروی ہیں جن کا تقاضہ یہی تھا کہ استدلال نقل کی وجہ حکم کراہت ہی ثابت کیا جائے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ امت میں سے دین کو سمجھنے والے تھے۔ (۳)

۱۰۔ خلاصہ:

☆ یہ اعلان غزوہ خیبر کے موقع پر ہوا، اعلان کرنے والے صحابی حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں بنیادی بحث گدھے کے گوشت اور جوٹھے کے بارے میں ہے، خچر بھی گدھے کی نسل سے ہے، اس لیے خچر کا حکم بھی گدھے کے حکم کی مثل ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے، چونکہ گدھانا پاک ہے، اور اس کا گوشت حرام ہے، اس لیے اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہے۔

☆ گدھے کے گوشت کے حرام ہونے پر علماء کا اتفاق ہے، اسی طرح اس کے پسینے کے ناپاک نہ ہونے پر بھی علماء کا اتفاق ہے۔

☆ علماء احناف کے نزدیک گدھے کے جوٹھے پر دلائل حلت و حرمت واضح نہیں ہیں، اس لیے اس کا جوٹھا مشکوک کے حکم میں ہے، اس سے بچنا ہی بہتر و اولیٰ ہے۔

حائضہ عورت کے جوٹھے کا حکم

۵۶۔ باب سُورِ الْحَائِضِ

اس باب میں حیض والی عورت یعنی ماہواری کی صورت میں عورت کو جو خون آتا ہے، اس کے جوٹھے کا حکم بیان ہوا ہے، اس باب میں عورت کے جوٹھے کے پاک ہونے کا بیان ہے، اس سے پہلے ابواب میں ناپاک جوٹھوں کا بیان تھا، اس باب سے پانی کا بیان شروع ہو رہا ہے، پچھلے باب میں گدھے کے جوٹھے کا حکم بیان ہوا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں ہڈی سے گوشت کھاتی، پھر رسول اللہ ﷺ اسی جگہ سے گوشت کھاتے، جہاں سے میں نے کھایا تھا، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ میں برتن سے پانی پیتی، پھر رسول اللہ ﷺ اس جگہ سے پانی پیتے، جہاں سے میں نے پانی پیا تھا، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

۷۰۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَفِيَانَ، عَنِ الْمُقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَتَعَرَّقُ الْعَرَقَ فَيَضَعُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاهُ حَيْثُ وَضَعْتُ وَأَنَا حَائِضٌ، وَكُنْتُ أَشْرَبُ مِنَ الْإِنَاءِ فَيَضَعُ فَاهُ حَيْثُ وَضَعْتُ وَأَنَا حَائِضٌ

۱۔ اطراف:

تقدم: ۲۷۸-۲۸۱، ۳۳۹، ۳۷۲-۳۷۷، مسلم: ۳۰۰، ابوداؤد: ۲۷۸، ابن ماجہ: ۶۳۳، مسند احمد: ۲۵۰۰۸، ۲۵۸۲۳، السنن الکبریٰ: ۶۲

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات گزر چکے ہیں:

- | | | | |
|-----------------|----------|--------------------|----------|
| ۱۔ عمرو بن علی: | راجع: ۴ | ۲۔ عبدالرحمن: | راجع: ۲۹ |
| ۳۔ سفیان: | راجع: ۳۷ | ۴۔ المقدم بن شریح: | راجع: ۸ |
| ۵۔ شریح: | ایضاً | ۶۔ عائشہ: | راجع: ۵ |

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔ سدا سیات کے اعتبار سے یہ ائمہ سنیوں (۲۹) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے پہلے دور راوی عمرو بن علی اور عبدالرحمن بصری ہیں، تیسرے، چوتھے اور پانچویں راوی سفیان، المقدم بن شریح اور حضرت شریح

کوئی راوی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدنی راوی ہیں۔

- ☆ حضرت عبدالرحمن بن مہدی ایسے شیخ ہیں، جن سے تمام آئمہ صحاح ستہ بغیر واسطہ کے روایت کرتے ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ جبکہ عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

لغات:

اتعرق العرق: میں ہڈی سے گوشت کھاتی

فیضع رسول اللہ ﷺ فاه: رسول اللہ ﷺ منہ مبارک رکھتے، مراد ہے اسی جگہ سے کھاتے۔

حائض: حیض والی ایک عورت، ماہواری والی عورت

اشرب: میں پانی پیتی الاناء: برتن

۹۔ مسائل و نصاب:

- ☆ حائضہ عورت نجس العین نہیں ہے، وہ کھانا پکا سکتی ہے، گھر کے کام کاج کر سکتی ہے، جسم کو چھو سکتی ہے۔ (۱)
- ☆ حیض اور جنابت کی حالت ظاہری پلیدی نہیں، لہذا حائضہ اور جنسی کا جوٹھا پاک ہے۔
- ☆ اس حدیث مبارکہ سے نبی اکرم ﷺ کے کمال حسن معاشرت کا درس ملتا ہے۔
- ☆ آدمی اپنی بیوی سے جماع کے علاوہ ہر وہ معاملہ کر سکتا ہے، جس سے دونوں کو سرور حاصل ہو۔ (۲)
- ☆ حیض کی حالت میں عورت کی شرمگاہ کے علاوہ تمام اعضاء پاک ہوتے ہیں۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان بیان حکم، اظہار انس و محبت اور میاں بیوی کے حسن معاشرت کے لیے ہے۔ (۳)
- ☆ یہ حدیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کی اپنے اہل و عیال کے ساتھ حسن معاشرت اور کمال تواضع کی بہت عمدہ مثال ہے۔ (۴)
- ☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے، کہ انسان کو اپنی بیوی کے ساتھ پیار و محبت بڑھانے والے کام کرتے رہنا چاہیے۔

۱۰۔ خلاصہ:

- ☆ اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ عورت کا جوٹھا پاک ہے، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔
- ☆ تمام آئمہ کرام اس پر متفق ہیں کہ حائضہ عورت کا باقی جسم اور اعضاء پاک ہوتے ہیں۔
- ☆ حائضہ عورت کا مباشرت کے علاوہ تمام امور سرانجام دینا جائز ہے، اسی طرح کھانا پکانا، بچوں کو دودھ پلانا، گھر کے دوسرے کام سرانجام دینا جائز ہے۔
- ☆ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ عمل بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اور محبت کے اظہار کی بڑی اعلیٰ مثال ہے۔
- ☆ اسلام میں یہ حدیث مبارکہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاشرت کی آئینہ دار ہے، اور میاں بیوی کے درمیان محبت و مودت کا عملی نمونہ ہے، جسے ہر انسان کو اپنانے کی ضرورت ہے۔
- ☆ آدمی کے لیے اپنی حائضہ بیوی کے ساتھ جماع کے علاوہ باقی معاملات کرنا جائز ہے۔
- ☆ حضور نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خصوصی شفقت و محبت فرماتے تھے۔

۱۔ شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۱۲۲ ۲۔ سنن نسائی (نوائد)، ج ۱، ص ۱۳۵ ۳۔ حاشیہ سندھی، ص ۲۷

۴۔ شرح سنن نسائی، ج ۲، ص ۱۷۷

مردوں اور عورتوں کا اکٹھے وضو کرنا

۵۔ باب وضوء الرجال والنساء جميعاً

اس باب میں عورتوں اور مردوں کے اکٹھے وضو کرنے اور جائز ہونے کا بیان ہے، جس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ مرد و عورت کے

پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ پچھلے باب میں حائضہ عورت کے جوٹھے کے پاک ہونے کا بیان تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مرد اور عورتیں اکٹھے وضو کیا کرتے تھے۔

۱۔ أَخْبَرَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ الْحَارِثِ بْنُ مَسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ الرَّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّئُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعًا

۱۔ اطراف:

تقدم: ۳۳۰، بخاری: ۱۹۳، ابوداؤد: ۷۹، ابن ماجہ: ۳۸۱، احمد: ۳۲۸۱، ۵۸۰۳، ۶۲۹۱، سنن الکبریٰ: ۷۲، ابن خزیمہ: ۲۰۵، سنن بیہقی: ج ۱، ص ۱۹۰

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کے حالات گزر چکے ہیں۔

۱۔ ہارون بن عبداللہ:	راجع: ۶۲	۲۔ معن:	ایضاً
۲۔ مالک:	راجع: ۷	۳۔ الحارث بن مسکین:	راجع: ۹
۵۔ ابن القاسم:	راجع: ۲۰	۶۔ نافع:	راجع: ۱۲
۷۔ ابن عمر:	ایضاً		

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح مرفوع ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ تیسویں (۳۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک سب سے ارفع سند یہی عن نافع عن ابن عمر ہے۔ جبکہ امام بخاری کے ہاں مالک عن نافع عن ابن عمر اضعف

الاسانید ہے۔

- ☆ سند کے پہلے راوی ہارون بغدادی، الحارث اور ابن القاسم مصری اور باقی سارے راوی مدنی ہیں۔
- ☆ اس سند میں تحویل ہے، جسے محدثین ”ح“ کے ساتھ واضح کرتے ہیں، اس سے مراد دونوں سندوں کا اتصال ہے، جیسا کہ اس سند میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دونوں سندوں کا مدار ہیں۔ تحویل سے سند میں قوت پیدا ہوتی ہے، اور یہ صحیح حدیث کی علامت ہے۔
- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حارث بن مسکین سے روایت کے لیے قراءہ علیہ وانا اسمع کے الفاظ استعمال کیے ہیں، امام ابو داؤد بھی ایسے ہی الفاظ استعمال کرتے ہیں، کیونکہ ان دونوں آئمہ کرام اور حضرت حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہم کے درمیان کچھ معاملات تھے، جن کی وجہ سے ان دونوں حضرات کا داخلہ حضرت حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ممکن نہ تھا، اس لیے یہ ان سے سماع اس طرح کرتے تھے کہ حضرت حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کی نظروں سے اوجھل ہوتے تھے، اس لیے اداء روایت کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت خبرنی، حدیثی، اسمع ایک ایک دفعہ، حدیث اور دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

النساء: عورتیں

الرجال: مرد جمع کا صیغہ

جمیعاً: اکٹھے

کان یتوضون: وہ وضو کرتے تھے

۷۔ مسائل ونصائح:

- ☆ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ ایک برتن سے پانی لے کر وضو کرتے تھے، حتیٰ کہ یہ لازم آئے کہ مرد نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کیا، البتہ ایک اور حدیث میں یہ تصریح ہے:
- ☆ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ ہم اور عورتیں ایک برتن سے پانی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وضوء کرتے تھے۔ (۱)
- ☆ صحابی جب کسی فعل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی طرف نسبت کرنے تو جمہور کے نزدیک، وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔
- ☆ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد اور عورت کا ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے، اور رہا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا، تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرد کا اس پانی سے وضوء کرنا جائز ہے، امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، کیونکہ اس کے ثبوت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے، اور امام احمد نے کہا ہے: کہ اگر وہ اس عورت کے ساتھ تنہا ہو تو پھر اس کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲)
- ☆ مردوں اور عورتوں کے ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کے متعلق امام طحاوی، علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے یہ نقل کیا ہے کہ یہ جائز ہے۔
- ☆ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کیا، اور دونوں نے اکٹھے نماز کے لیے وضوء کیا۔ (۳)

☆ تاہم مردوں کا اجنبی عورتوں کے ساتھ ایک برتن میں پانی لے کر وضو کرنا جائز نہیں ہے، البتہ مردوں کا اپنی بیویوں کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے۔ (۱)

☆ حدیث ہذا مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

☆ صحابی جب کسی فعل کو حضور سید عالم ﷺ کے زمانہ کی طرف نسبت کرے، تو اس کو رفع کا حکم دیا جائے گا۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

☆ عورت اور مرد مل کر ایک ہی برتن میں وضو کریں تو جائز ہے۔

☆ عورت وضو کر چکی، اب برتن میں جو پانی باقی ہے، اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

☆ بعض شارحین نے حدیث زیر بحث کا مطلب یہ لیا ہے: کہ پانی تو ایک ہی برتن میں ہوتا تھا، اور پہلے عورتیں وضو کر کے فارغ ہو جاتی

تھیں۔ پھر مرد آتے اور وضو کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ یکدم اکٹھے عورتیں و مرد ایک ہی برتن سے وضو نہیں کرتے تھے، یا اگر کرتے بھی تھے، تو یہ

واقعہ پردہ کے حکم کے نزول سے پہلے کا ہوگا۔ (۲)

☆ اس باب کا مقصد یہ ہے کہ پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی جوٹھا نہیں ہو جاتا، کہ دوسرا شخص اسے استعمال نہ کر سکے، اس لیے بیک وقت کئی

افراد (مرد و عورت) ایک برتن میں ہاتھ ڈال کر وضو کر سکتے ہیں، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اگر عورت غیر محتاط قسم کی ہو، تو اس کے وضو کرنے کے بعد

مرد اس پانی سے وضو نہ کرے، کیونکہ وہ چھینٹوں وغیرہ سے پرہیز نہیں کرے گی۔ یاد رہے کہ اس حدیث میں مرد و عورت سے مراد ایک گھر کے مرد اور

عورت (میاں بیوی) ہیں، نہ کہ مختلف گھروں کے غیر محرم، کیونکہ اسلام میں مرد و زن کے اختلاط کی اجازت نہیں۔ یا پھر اس حدیث میں اس وقت کا

ذکر ہے، جبکہ ابھی پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہی رائے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کی ہے۔ (۳)

۸۔ خلاصہ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مرد و عورت کامل کر ایک برتن سے وضو کرنا جائز ہے، ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

☆ اگر مرد و عورت ایک ہی گھر کے فرد ہیں، تو ان کے لیے ایک ہی وقت میں، ایک ہی برتن سے، وضو کرنا جائز ہے۔

☆ غیر محرم مرد و عورت کے لیے بیک وقت ایک برتن سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، اس صورت میں حدیث مبارکہ کی توضیح یہ ہے: کہ یہ واقعہ

پردہ کے احکامات سے پہلے کا ہے، پھر پردہ کے احکامات سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

☆ تطبیق کی ایک صورت یہ ہے: کہ پہلے عورتیں وضو کرتیں، پھر اسی برتن سے مرد وضو کرتے تھے۔ یہ صورت آج بھی جائز ہے۔

☆ مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے۔

جنبی کے غسل سے بچا ہوا پانی

۵۸۔ باب فَضْلِ الْجُنْبِ

جس مرد و عورت پر غسل کرنا واجب ہو، اسے جنبی کہتے ہیں، اس باب میں جنبی کے غسل کرنے کے بعد، بچے ہوئے پانی کے پاک ہونے کا بیان ہے، اس سے مراد وہ برتن ہے، جس سے جنبی نے غسل کے لیے پانی استعمال کیا ہے، جو باقی بچ جائے گا، وہ پاک ہے، پچھلے باب میں عورتوں اور مردوں کے اکٹھے وضو کرنے اور پانی کے پاک ہونے کا بیان تھا۔

۷۲۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبُائِءِ الْوَاحِدِ " حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتی تھیں۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبُائِءِ الْوَاحِدِ "

۱۔ اطراف:

تقدم: ۳۳۲، ۳۳۸، بخاری: ۲۵۰، مسلم: ۳۱۹، ابن ماجہ: ۳۷۶، احمد: ۲۵۶۲۰، السنن الکبریٰ: ۷۳

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ایک ہی برتن سے پانی لے کر غسل فرماتے تھے، دونوں ایک دوسرے کا بچا ہوا پانی استعمال کرتے تھے، اس لیے جنبی کا بچا ہوا پانی پاک ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات گزر چکے ہیں۔

۱۔ قتیبہ بن سعید: راجع: ۱۔ ۲۔ الليث: راجع: ۳۵۔

۳۔ ابن شہاب: راجع: ۱۔ ۴۔ عروہ: راجع: ۴۳۔

۵۔ عائشہ: راجع: ۵۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رضی اللہ عنہم میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ اکتیسویں (۳۱) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی بغلانی، دوسرے مصری اور باقی مدنی ہیں۔
- ☆ یہ روایت تابعی (ابن شہاب) کی دوسرے تابعی (عروہ) سے ہے۔

- ☆ حضرت عروہ بن زبیر فقہاء سبعہ مدینہ میں سے ہیں۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکثرین سبعہ رواۃ میں سے ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حدیثا ایک ایک دفعہ جبکہ عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

كانت تغتسل: غسل کرتی تھیں

الاناء الواحد: ایک برتن

۷۔ مسائل ونصائح:

- ☆ احادیث صحیحہ کی روشنی میں وضو کے لیے ایک لیٹر پانی کافی ہے، اور غسل کے لیے چار لیٹر پانی کافی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک ساتھ غسل کرتے تھے، تو وہ کپڑے پہن کر غسل کرتے تھے۔
- ☆ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن مولی عائشہ قالت ما رایت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط۔ (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی۔

☆ ملا علی قاری رحمہ اللہ اور علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے:

وجاء نی روايته عنها ايضا ما رایت منه ولا رای منی یعنی الفرج (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی ہے: میں نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ دیکھی، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میری شرمگاہ دیکھی۔

- ☆ کیونکہ عورت کا پورا جسم واجب الستر ہوتا ہے، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لباس پہن کر غسل کرتی تھیں، بعض احادیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع فرمایا ہے، اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کریں گے، تو لازم آئے گا کہ جس جس برتن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پانی لیا ہو، اس کے بعد آپ اسی برتن سے پانی لیں، اس سے عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا لازم آئے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا، تنزیہ کے لیے تھا، اور عمل بیان جواز کے لیے ہے۔

☆ اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا جائز ہے۔

☆ اس بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

- ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی ازالزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے، جس کو فرق کہا جاتا تھا (اس میں تقریباً آٹھ لیٹر پانی آتا تھا)۔ (۳)

۱۔ جامع ترمذی، ص ۵۹۷	۲۔ جمع الوسائل، ج ۲، ص ۲۱۷	
۳۔ i- مسلم: ۷۱۱	ii- ابوداؤد: ۲۳۸	iii- نسائی: ۲۳۱
iv- السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۳۵	v- مصنف عبدالرزاق: ۱۰۲۷	vi- سنن بیہقی، ج ۱، ص ۱۹۳

☆ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت اکٹھے ایک برتن سے پانی لے کر غسل کر سکتے ہیں، اسی طرح ایک برتن سے پانی لے کر وضوء بھی کر سکتے ہیں، بعض احادیث میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے کی ممانعت ہے، اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے، اور بر تقدیر ثبوت وہ اس حدیث سے منسوخ ہے:

☆ الدر اور دی نے کہا: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مرد عورت کی شرم گاہ کی طرف اور عورت مرد کی شرم گاہ کی طرف دیکھ سکتی ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام ابن حبان نے سلیمان بن موسیٰ سے روایت کیا ہے، کہ ان سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا: جو اپنی بیوی کی شرم گاہ کی طرف دیکھتا ہے، انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے اس کا سوال کیا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کا سوال کیا، تو انہوں نے اس حدیث (۱) کا ذکر کیا۔ (۲) حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ حدیث اسی مسئلہ پر نص ہے۔ (۳)

☆ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے صحیح ابن حبان کے حوالے سے جو ذکر کیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دوسرے کی شرم گاہ کی طرف دیکھتے تھے، لیکن احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ کی طرف ہرگز نہیں دیکھا۔ (۴)

☆ امام ابوالشیخ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج سے جماع کرتے تھے، تو اپنے سر پر کپڑا ڈال لیتے تھے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ نہیں دیکھی، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری شرم گاہ دیکھی۔ (۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال حیاء کے یہی احادیث مناسب ہیں۔

☆ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال حیاء ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فعل نہیں کیا، جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی شرم گاہ کی طرف دیکھتیں، بلکہ ایسا فعل کیا، جس کا تقاضا اس کو دیکھنے سے ممانعت تھی، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم حیاء ہے، کیونکہ عورت اپنے خاوند کی شرم گاہ کو از خود دیکھنے کی جرات نہیں کرتی، جب تک کہ اس کو اپنے خاوند کی رضا کا علم نہ ہو، اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ نہیں دیکھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری شرم گاہ نہیں دیکھی۔ (۶)

فتح الباری، ج ۱، ص ۷۸۵

-۳

عمدة القاری، ج ۳، ص ۲۹۱

-۲

صحیح ابن حبان: ۱۳۲۶

iii- مسند احمد، ج ۶، ص ۱۹۰-۶۳

ii- ابن ماجہ: ۱۹۲۲-۶۶۲

i- شمائل ترمذی: ۳۶۰

-۳

vi- حلیۃ الاولیاء، ج ۸، ص ۲۳۷

v- سنن بیہقی، ج ۷، ص ۹۴

iv- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۱۰۶

viii- تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۲۲۵

vii- الکامل لابن عدی، ج ۲، ص ۴۷۹

اشرف الوسائل الی فہم الشمائل، ص ۵۲۱

-۶

ابوداؤد، ص ۲۳۳

-۵

- ☆ ملا علی قاری اور علامہ عبدالرؤف مناوی نے بھی اپنی شرحوں میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ (۱)
- ☆ اس حدیث میں غسل کے ایک برتن کا ذکر کیا گیا ہے، جس کو فرق کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے اس میں پانی کی مقدار کے مختلف اوزان بیان کیے ہیں۔ (۲) ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کا وزن ساڑھے تیرہ لیٹر لکھا ہے اور یہاں ”نعمۃ الباری“ میں اس کا وزن آٹھ لیٹر لکھا ہے۔ (۳)

۸۔ خلاصہ:

- ☆ جنبی کے غسل کرنے کے بعد جو پانی بیچ جاتا ہے، وہ پاک ہے، یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔
- ☆ نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اکٹھے غسل کرنے سے مراد یہ ہے: کہ ایک ہی برتن سے باری باری پانی لے کر غسل کرتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کپڑا باندھ کر غسل فرماتے تھے۔
- ☆ ازواج مطہرات کپڑوں سمیت غسل فرماتی تھیں۔
- ☆ جس حدیث مبارکہ میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کی ممانعت ہے، اس سے کراہت تزیہی مراد ہے، دوسری صورت میں اس حدیث مبارکہ سے وہ منسوخ ہے۔
- ☆ میاں اور بیوی کے اکٹھا غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ☆ میاں اور بیوی کا برہنہ حالت میں غسل کرنا اور ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا غیر پسندیدہ فعل ہے۔

وضو کے لیے

۵۹۔ باب الْقُدْرِ الَّذِي يَكْتَفِي

پانی کی مقدار

بِهِ الرَّجُلُ مِنَ الْمَاءِ لِلْوُضُوءِ

اس باب میں وضو کرنے کے لیے پانی کی کم از کم مقدار کا بیان ہے، یعنی جتنی مقدار ایک آدمی کے وضو کرنے کے لیے کافی ہو، اس کا بیان ہے، امام نسائی رحمہ اللہ نے اس باب میں دو احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں۔ پہلی حدیث مبارکہ ایک ملوک (پیمانہ) سے نبی کریم ﷺ کے وضو کرنے کا ذکر ہے، جبکہ دوسری حدیث مبارکہ میں دو تہائی مد سے وضو کرنے کا ذکر موجود ہے، دونوں پیمانوں کی وضاحت مسائل و نصاب میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ پچھلے باب میں جنبی کے غسل سے بچے ہوئے پانی کا حکم بیان ہوا تھا۔ اس باب میں پانی کی مقدار کا بیان ہے۔

۷۳۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ قَالَ: سَمِعْتُ
أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَتَوَضَّأُ بِمَكْوُكٍ وَيَغْتَسِلُ بِخَمْسِ مَكَاكِيٍّ

۱۔ اطراف:

تقدم: ۲۲۹، ۳۳۳، بخاری: ۲۰۱، مسلم: ۳۲۵، ابوداؤد: ۹۵، ترمذی: ۶۰۹، ۹۵، احمد: ۱۲۱۵، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، السنن الکبریٰ: ۷۵

۱۔ جمع الوسائل فی شرح الشماک، ج ۲، ص ۲۱۷ ii۔ شرح السنن علی حاشیہ جمع الوسائل، ج ۲، ص ۲۱۷

۲۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۲۹۰ ۳۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۷۳۱

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
حضور نبی کریم ﷺ ایک ملک سے وضو فرمایا کرتے تھے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، جن میں سے چار کے حالات گزر چکے ہیں، ایک کے حالات درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ عمرو بن علی: راجع: ۴۔ ۲۔ یحییٰ: ایضاً

۳۔ شعبۃ: راجع: ۲۶۔

۴۔ عبداللہ بن عبداللہ بن جبر:

آپ کا نام عبداللہ بن عبداللہ بن جابر (جبر) نصاری مدنی ہے، آپ رواد کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے

روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ انس: راجع: ۶۔

۵۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ بیسویں (۳۲) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی بصری ہیں، صرف عبداللہ بن عبداللہ مدنی ہیں۔
- ☆ عبداللہ بن عبداللہ بن جبر کا نام عبداللہ بن عبداللہ بن جابر ہے، سند میں تحفیف کے طریق پر جابر کی بجائے جبر ہے۔
- ☆ سند میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت عمرو بن علی رحمۃ اللہ علیہ ایسی ہستی ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ بلا واسطہ روایت کرتے ہیں، یعنی آپ آئمہ صحاح ستہ کے براہ راست شیخ اور استاد ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، سمعت ایک ایک دفعہ جبکہ حدیث تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔
- ☆ سند میں عنعنہ استعمال نہیں ہوا۔

۶۔ لغات:

مکوک: ایک پیمانہ جو ایک مڈیا ڈیڑھ صاع کی مقدار کے برابر ہوتا ہے، جبکہ ہمارے ہاں (پاکستان میں) مروج آدھا کلو مقدار سے کچھ زائد ہوتا ہے۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بنت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا ارادہ فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برتن لایا گیا، جس میں دو تہائی مڈ کی مقدار پانی تھا۔ حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے یاد ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں بازوؤں کو مل کر دھویا، کانوں کے اندرونی حصے کا مسح کیا، اور مجھے کانوں کے بیرونی حصے کے مسح کرنے کا یاد نہیں پڑتا۔

۷۴۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ - ثُمَّ ذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا - حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبَادَ بْنَ تَمِيمٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ جَدِّتِي وَهِيَ أُمُّ عُمَارَةَ بِنْتُ كَعْبِ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَوَضَّأْتُ فِي بَيْتِي بِمَاءٍ فِي إِيَّامِ قَدْرٍ ثَلَاثِي الْمَدِّ - قَالَ شُعْبَةُ: فَأَحْفَظُ أَنَّهُ - غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَجَعَلَ يَدْلُكُهُمَا وَيَمْسَحُ أَذُنَيْهِ بِأَطْنَمِهِمَا وَلَا أَحْفَظُ أَنَّهُ مَسَحَ ظَاهِرَهُمَا"

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۹۴، السنن الکبریٰ: ۷۴، صحیح مسلم: ۷۲۲، سنن ابوداؤد: ۹۵، سنن ترمذی: ۶۰۹، سنن نسائی: ۳۲۵-۲۲۶-۷۳، سنن بیہقی، ج ۱، ص ۸۹، مسند ابویعلیٰ: ۴۳۰۹، سنن دارمی: ۶۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۶، مسند ابوعوانہ، ج ۱، ص ۲۳۲، صحیح ابن حبان: ۱۲۰۳-۱۲۰۴، شرح السنن: ۲۷۷، سنن دارقطنی، ج ۱، ص ۹۲-۹۳، ج ۲، ص ۱۵۳، المعجم الاوسط: ۹۲۶، مسند احمد: ۱۲۱۰۵

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کی ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برتن لایا گیا، جس میں دو تہائی مڈ کی مقدار پانی تھا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، تین کے حالات گزر چکے ہیں، باقی تین کے درج ذیل ہیں:

- ۱۔ محمد بن بشار: راجع: ۲۷
۲۔ محمد: راجع: ۲۲
۳۔ شعبہ: راجع: ۲۶
۴۔ حبیب:

آپ کا نام حبیب بن زید بن خلاد انصاری مدنی ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، صالح الحدیث راوی ہیں، آئمہ سنن اربعہ آپ

سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ عباد بن تمیم:

آپ کا نام عباد بن تمیم بن غزیہ انصاری مازنی مدنی ہے، آپ رواد کے تیسرے طبقہ سے مدنی، تابعی، ثقہ راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۶۔ ام عمارہ:

آپ کا نام ام عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بنت کعب بن عمرو انصاریہ نجاریہ مدنیہ ہے۔ آپ مشہور صحابیہ ہیں، آپ حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ آپ کے مکمل حالات زندگی درج ذیل ہیں:

نام و نسب: نسیبہ نام، ام عمارہ کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے:

ام عمارہ رضی اللہ عنہا بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار۔

نکاح: پہلا نکاح حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ پھر عربہ بن عمرو کے عقد نکاح میں آئیں۔

اسلام: اور ان ہی کے ساتھ بیعت عقبہ میں شرکت کی، سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ بیعت عقبہ میں ۷۳ مرد اور دو عورتیں شامل تھیں۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا بھی ان ہی میں شمار ہے۔

غزوات: غزوہ احد میں شریک ہوئیں اور نہایت پامردی سے لڑیں، جب تک مسلمان فتح یاب تھے، وہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھیں، لیکن جب شکست ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں، کفار جب آپ پر بڑھتے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بیان ہے کہ میں احد میں ان کو اپنی داہنے اور بائیں برابر لڑتے ہوئے دیکھتا تھا، ابن قتیہ جب دراتا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا، تو حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے بڑھ کر روکا، چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا۔ انہوں نے بھی تلوار ماری، لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس لیے کارگر نہ ہوئی۔ (۲) بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے ایک کافر کو قتل کیا تھا۔ احد کے بعد بیعت الرضوان، خیبر اور فتح مکہ میں بھی شرکت کی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یمامہ کی جنگ میں پیش آئی مسیلمہ کذاب سے جو مدعی نبوت تھا، مقابلہ تھا، حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک لڑکے (حبیب) کو لے کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئیں اور جب مسیلمہ نے ان کے لڑکے کو قتل کر دیا، تو انہوں نے منت مانی کہ ”یا مسیلمہ قتل ہوگا یا وہ خود جان دے دیں گی“ یہ کہہ کر تلوار کھینچ لی، اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئیں، اور پامردی سے مقابلہ کیا کہ بارہ زخم کھائے، اور ایک ہاتھ کٹ گیا۔ اس جنگ میں مسیلمہ بھی مارا گیا۔

وفات: اس کے بعد معلوم نہیں کب تک زندہ رہیں۔

اولاد: وفات کے وقت چار اولادیں یادگار چھوڑیں، حبیب، عبداللہ (پہلے شوہر سے) تمیم، خولہ (دوسرے شوہر سے)۔

فضل و کمال: چند حدیثیں روایت کی ہیں، جو عباد بن تمیم، (پوتے)، لیلہ (کنیز)، عکرمہ، حارث بن کعب اور ام سعد، بنت سعد بن ربیع

سے مروی ہیں۔

اخلاق: آنحضرت ﷺ سے ان کو جو محبت تھی، اس کا اصلی منظر تو غزوہ احد میں نظر آتا ہے، لیکن اور بھی چھوٹے چھوٹے واقعات ہیں، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ان کے مکان میں تشریف لائے، تو انہوں نے کھانا پیش کیا۔ ارشاد ہوا، تم بھی کھاؤ، بولیں میں روزہ سے ہوں، آنحضرت ﷺ نے کھانا نوش فرمایا، اور فرمایا: کہ روزہ دار کے پاس اگر کچھ کھایا جائے، تو اس پر فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ (۱) (۲)

آئمہ سنن اربعہ آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدایات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدایات کے اعتبار سے یہ تیسویں (۳۰) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری تین مدنی ہیں۔
- ☆ شیخ محمد بن بشار ایسے شیخ ہیں، جن سے آئمہ صحاح روایت کرتے ہیں۔
- ☆ یہ روایت پوتے (عباد بن تمیم) کی اپنی دادی (ام عمارہ) سے ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، سمعت ایک ایک دفعہ، حدثنا اور عنہ درود دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

اناء: برتن	ثلثی المد: دو تہائی مد
ذراعیہ: اپنے دونوں بازو	ید لکھما: آپ ﷺ نے دونوں بازو ملے
اذنیہ: اپنے دونوں کان	باطنہما: کانوں کا اندرونی حصہ
ظاہرہما: کانوں کا بیرونی حصہ	

۷۔ مسائل و نصاب:

☆ ”مد“ ایک پیمانہ ہے، جس میں تقریباً ایک لیٹر پانی آتا ہے، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاء عراق کے نزدیک ایک مد دو رطل کا ہوتا ہے (رطل بھی ایک پیمانہ ہے، جو تقریباً نصف لیٹر کے برابر ہوتا ہے)، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک مد یعنی دو رطل سے وضوء کرتے تھے اور ایک صاع (چار لیٹر پانی) سے غسل کرتے تھے یعنی آٹھ رطل سے۔ (۲)

۱۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۶۵	۲۔ سیر الصحابہ، ج ۳، ص ۷۹-۸۰	۳۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۵۳۷
۲۔ سنن دارقطنی، ج ۱، ص ۲۳۸	۱۔ سنن بیہقی، ج ۳، ص ۱۷۲	۱۔ عمدة القاری، ج ۳، ص ۱۳۹

حدثنا ابو نعیم قال حدثنا مسعر قال حدثنی ابن جبر قال سمعت انسا یقول کان النبی ﷺ علیہ وسلم یغسل

او کان یغتسل بالصاع الی خمسة امداد ویتوضا بالمد۔ (۱)

امام بخاری روایات کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن جبر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ ایک صاع پانی سے پانچ مد (چار لیٹر سے پانچ لیٹر) تک پانی سے غسل کرتے تھے، اور ایک مد (ایک لیٹر) پانی سے وضوء کرتے تھے۔

☆ اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صاع سے پانچ مد (چار لیٹر سے پانچ لیٹر) تک پانی سے غسل کرتے تھے، بعض اوقات آپ ﷺ چار لیٹر پانی سے غسل کرتے اور بعض اوقات پانی زیادہ لیتے، اور پانچ لیٹر پانی سے غسل کرتے، اس سے معلوم ہوا کہ غسل میں پانی کی مقدار معین نہیں ہے، بلکہ اس میں قلیل اور کثیر پانی کافی ہے، جب اس سے پورے بدن کا غسل ہو جائے، اور مستحب یہ ہے کہ غسل اور وضوء میں پانی کی جو مقدار ذکر کی گئی ہے، اس سے کم پانی نہ لیا جائے، اور جس آدمی کی جسامت اوسط جسامت سے کم ہو، وہ اس سے کم مقدار سے بھی غسل کر سکتا ہے اور جس کی جسامت اوسط جسامت سے زیادہ ہو، اس سے زیادہ مقدار پانی کو بھی استعمال کر سکتا ہے۔

☆ بعض احادیث میں ”فَرْق“ اور بعض میں ”فَرْق“ کا لفظ ہے، ابن الاثیر نے کہا کہ ”فَرْق“ ۶ ارطل ہے یعنی آٹھ کلوگرام یا آٹھ لیٹر کا پیمانہ، اور ”فَرْق“ ۱۲۰ ارطل ہے یعنی ۶۰ کلوگرام یا ۶۰ لیٹر کا پیمانہ، اور بعض احادیث میں ”مکوک“ کا لفظ ہے ”مکوک“ اور ”مد“ کا ایک معنی ہے یعنی ایک کلوگرام اور ایک لیٹر کا پیمانہ، (۲)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اتنی مقدار پانی کے ساتھ وضوء اور غسل کرنا جمہور فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔ (۳)

☆ مکوک ایک پیمانہ ہے، جس میں ایک مد پانی آتا ہے، پس یہ حدیث موافق ہے، اس حدیث کے جس کو روایت کیا بخاری اور مسلم نے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ وضوء کرتے تھے ساتھ مد کے اور غسل کرتے تھے ساتھ صاع کے، اور بعضوں نے کہا: کہ مکوک ایک پیمانہ ہے، جس میں ڈیڑھ صاع پانی آتا ہے، لیکن بغوی نے کہا: کہ مکوک سے یہاں پر مراد مد ہے، اور صاحب نہایہ اور قرطبی نے بھی ایسا ہی کہا ہے، اور دلیل اس کی یہی ہے: کہ دوسری روایت میں مد بتصریح موجود ہے۔ اب مد اہل حجاز کے نزدیک ایک رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے، اور اہل عراق کے نزدیک دو رطل کا، اور اسی حساب سے صاع چار مد کا ہوتا ہے، تو اہل حجاز کے نزدیک صاع پانچ رطل، اور ایک تہائی رطل ہوگا، اور اہل عراق کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوگا، لیکن رسول اللہ ﷺ کا صاع پانچ رطل کا تھا اور یہی معتبر ہے۔ (۴)

۱- i- مسلم: ۷۲۲	ii- ترمذی: ۶۰۹	iii- نسائی: ۳۳۵-۲۲۶-۷۳	iv- سنن بیہقی، ج ۱، ص ۸۹
v- مسند ابو یعلیٰ: ۳۳۰۹	vi- سنن داری: ۶۸۹	vii- صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۶	viii- مسند ابو عوانہ، ج ۱، ص ۲۳۲
ix- صحیح ابن حبان: ۱۲۰۳-۱۲۰۴	x- شرح السنۃ: ۲۷۷	xi- سنن دارقطنی، ج ۱، ص ۹۳-ج ۲، ص ۱۵۳	
xii- ۱- حتم الاوسط: ۹۲۶	xiii- مسند احمد: ۱۲۱۰۵		
۲- عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۳۲	۳- فتح الباری، ج ۱، ص ۷۳۷	۴- سنن نسائی (حاشیہ)، ج ۱، ص ۷۰	

☆ مقصود یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس مذکورہ مقدار میں پانی ہے، تو وہ تیمم نہیں کر سکتا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس مقدار سے کم و بیش سے وضو اور غسل نہیں کیا جاسکتا۔

☆ (مکوک) ایک پیانہ ہے جس کی تفسیر ایک دوسری حدیث میں مد سے کی گئی ہے۔ برتن کی صورت میں اس میں ہر چیز کی مقدار مختلف ہوتی ہے، مگر وزن کی صورت میں یہ نصف کلو سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ (۱)

☆ پہلی روایت میں ایک مد پانی سے وضو کرنے کا ذکر تھا۔ اس میں ایک مد سے بھی کم پانی سے وضو کا ذکر ہے، جس سے یہ معلوم ہوا کہ اشخاص اور احوال مختلف ہونے کے ساتھ یہ مقدار بھی مختلف ہوگی، اس میں مقررہ مقدار کی حد بندی نہیں، جیسا کہ نبی ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، آپ ﷺ کبھی کم پانی استعمال کر لیتے اور کبھی زیادہ۔ لیکن اسراف سے بچنا ضروری ہے۔

۸۔ خلاصہ:

☆ ان دو احادیث مبارکہ میں مکوک اور مد، دو پیانوں کی ذکر ہے، اس کے علاوہ بھی عرب میں چند پیانے رائج تھے، ان سب کی وضاحت درج ذیل ہے:

i- مکوک: ایک پیانہ جس میں ایک مد پانی آتا ہے، ہمارے ہاں کی مقدار ایک کلوگرام یا ایک لیٹر ہے۔

ii- مد: ایک پیانہ جو اہل حجاز کے ہاں ایک رطل اور تہائی رطل، جبکہ اہل عراق کا مد دور رطل کے برابر ہوتا ہے۔

iii- رطل: ایک پیانہ جو تقریباً آدھا کلوگرام یا آدھا لیٹر ہوتا ہے۔

iv- صاع: آٹھ رطل اور چار لیٹر کے برابر پیانہ ہے۔

v- فرق: سولہ رطل اور آٹھ کلوگرام یا آٹھ لیٹر کے برابر پیانہ ہے۔

vi- فرق: ایک سو بیس رطل، ساٹھ کلوگرام یا ساٹھ لیٹر کے برابر پیانہ ہے۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ ایک لیٹر یا کلوگرام کی مقدار کے برابر پانی سے وضو فرمایا کرتے تھے۔

☆ آپ ﷺ غسل چار سے پانچ لیٹر پانی سے فرمایا کرتے تھے۔

☆ حدیث ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے مطابق دو تہائی مد یعنی لیٹر سے بھی کم پانی میں آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔

☆ آپ ﷺ دوران وضو بازوؤں کو خوب مل کر دھوتے تھے۔

☆ آپ ﷺ کانوں کے اندرونی اور بیرونی حصوں کا مسح کرتے تھے، اندرونی حصے کے مسح کا اس حدیث مبارکہ میں ذکر ہے، جبکہ بیرونی

حصے کا ذکر دوسری حدیث مبارکہ میں ہے۔

☆ ان احادیث مبارکہ میں وضو اور غسل کے لیے کم از کم پانی کی مقدار کے استحباب کا بیان ہے۔

☆ اگر کسی کی جسامت بڑی ہے، تو وہ زیادہ بھی استعمال کر سکتا ہے، اسی طرح اگر کسی کا جسم نحیف ہے، تو وہ اس مقدار سے کم بھی پانی

استعمال کر سکتا ہے۔

☆ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے پانی کے استعمال کے لیے تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ جس کی جسامت نبی کریم ﷺ کی جسامت کی مانند درمیانی ہو، وہ وضو کے لیے ایک مد اور غسل کے لیے ایک صاع پانی استعمال کرے، اور مدار صاع سے کم استعمال نہ کرے۔

۲۔ جس کا جسم لاغر ہو، وہ اس کی مناسبت سے کم پانی استعمال کرے۔

۳۔ جس کا جسم فریبہ ہو، تو وہ زیادہ پانی استعمال کرے۔

وضو کے لیے نیت کرنا

۶۰۔ باب النِّیَّةِ فِي الْوُضُوءِ

اس باب سے پچھلے ابواب پانی کے احکامات پر مشتمل تھے، اس باب سے وضو کے مسائل شروع ہو رہے، چونکہ شریعت اسلامیہ کے ہر کام میں نیت کا مدار بنیادی اہمیت کا حامل ہے، اگر نیت اچھی ہو تو ثواب ہوگا اور اگر نیت خالص نہ ہو، تو اچھے کام بھی اکارت چلے جاتے ہیں، اس لیے وضو کے لیے بھی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے وضو کی نیت کا باب قائم فرمایا، تاکہ جو شخص وضو کرنا چاہے، وہ سب سے پہلے اپنی نیت درست اور خالص کرے، اور اس کا مقصود اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رضا بنالے، تاکہ فائدہ تامہ اور ثواب کامل نصیب ہو، نیت سے مراد دل کا ارادہ ہے، پچھلے باب میں وضو کے لیے پانی کی کم از کم مقدار کا بیان تھا، اور اس باب میں وضو کے لیے نیت کرنے کا بیان ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال کا مدار نیت پر ہے، ہر شخص کے لیے وہی ہے، جس کی اس نے نیت کی، جس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے ہجرت کی، اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے، جس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے ہجرت کی، یا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی لیے ہجرت کی، تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہے، جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔

۷۵۔ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ بْنُ عَرَبِيِّ، عَنْ حَمَّادٍ، وَالْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ ح وَأَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: أَبَانَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَإِنَّمَا لِأَمْرٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

۲۔ اطراف:

تقدم: ۳۳۳۳، ۳۸۰۰، بخاری: ۵۴۱، ۲۵۲۹، ۳۸۹۸، ۵۰۷۰، ۶۶۸۹، ۶۹۵۳، صحیح مسلم: ۱۹۰۷، سنن ابوداؤد: ۲۲۰۱، سنن ترمذی: ۱۶۳۷، سنن نسائی: ۳۸۰۳-۳۳۷-۷۵، سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۷، مسند الحمیدی: ۲۸، ابن الجارود: ۶۳، الموطا: ۹۸۳، مسند الطیالسی: ۳۷، مسند البزار: ۲۵۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۲، صحیح ابن حبان: ۳۸۸، حلیۃ الاولیاء، ج ۸، ص ۴۲، سنن بیہقی، ج ۱، ص ۴۱، کتاب المعرفۃ: ۱۸۲، تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۱۵۳، شرح السنۃ: ۱، مسند احمد: ۱۶۸۱

۱۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں گیارہ راوی ہیں، ان میں سے چھ کے حالات گزر چکے ہیں، باقی پانچ کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ یحییٰ بن حبیب بن عربی:

آپ کا نام ابو زکریا یحییٰ بن حبیب بن عربی حارثی بصری (م: ۲۲۸ھ) ہے، آپ روادے کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، مامون راوی

ہیں، امام بخاری کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ حماد: راجع: ۳۔ الحارث بن مسکین: راجع: ۹۔

۳۔ ابن القاسم: راجع: ۲۰۔ ۵۔ مالک: راجع: ۷۔

۶۔ سلیمان بن منصور:

آپ کا نام ابوہلال سلیمان بن منصور بلخی ذہبی جری (م: ۲۴۰ھ) ہے، آپ کا لقب بزازیازار اور زرغندہ ہے، آپ روادے کے دسویں

طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۷۔ عبداللہ بن مبارک: راجع: ۳۶۔ ۲۔ یحییٰ بن سعید: راجع: ۲۳۔

۹۔ محمد بن ابراہیم:

آپ کا نام ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن حارث بن خالد تمیمی مدنی (م: ۱۲۰ھ) ہے، آپ روادے کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، کثیر الحدیث راوی

ہیں، آپ اپنے زمانے کے مشہور عالم فاضل ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۱۰۔ علقمہ بن وقاص:

آپ کا نام علقمہ بن وقاص لیشی مدنی ہے، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ حیات میں پیدا ہوئے، اور خلیفہ عبدالملک کے عہد خلافت

میں فوت ہوئے، لیکن شرف صحابیت نہیں پایا، آپ روادے کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)

۱۱۔ عمر بن الخطاب:

آپ کا نام امیر المؤمنین ابو حفص عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی عدوی مدنی (م: ۲۳ھ) ہے، آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت

جد کعب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ دوسرے خلیفہ راشد، امیر المؤمنین کا لقب اختیار فرمانے والے، فقیہ، عشرہ مبشرہ میں شامل اور

بے شمار خصائل و فضائل کے مالک ہیں، بہت ساری قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں وارد ہیں، آپ سے پانچ

صدانتالیس (۵۳۹) احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن میں سے نو میں امام بخاری اور پندرہ احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں، آپ نے تریسٹھ سال کی

عمر میں وفات پائی، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (۵)

۱۔ البحر والتعدیل، ج ۹، ص ۱۳۷

ii۔ المعجم المشتمل، رقم ۱۱۳۹

۲۔ احمد یب الکمال، ج ۱۲، رقم ۷۶

ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۲۷۹

۳۔ رجال البخاری (باجی)، ج ۲، ص ۶۱۶

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۱۳۹

۴۔ الثقات، ج ۵، ص ۲۰۹

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۷

۵۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۵۱۸

ii۔ عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۲۵

iii۔ کشف المشکل، ج ۱، ص ۱۶

☆ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول کیا، ایک قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے پانچویں سال میں اسلام قبول کیا۔ ہلال بن یساف نے کہا: کہ حضرت عمر چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام لائے، اور لیث نے کہا ہے: کہ تینتیس (۳۳) مردوں کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام لائے، ایک قول یہ ہے: کہ ان کے اسلام لانے کے بعد چالیس مسلمانوں کا عدد مکمل ہو گیا، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان والے عمر کے اسلام لانے پر مبارک باد دے رہے ہیں، ان کو فاروق کا لقب دیا گیا، کیونکہ جس دن وہ اسلام لائے، اس دن سے اسلام کا ظہور اور غلبہ ہو گیا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث روایت کی ہیں، ان کی تعداد پانچ سو تینتیس (۵۳۷) ہے، ان میں سے ”صحیح بخاری“ اور ”صحیح مسلم“ میں اکیاسی (۸۱) احادیث ہیں۔ (۱)

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مبارکہ تین طرق سے روایت کی ہے، جن میں سے پہلے اور تیسرے طریق سے سدا سیات ہے، جبکہ دوسرے طریق سے سباعیات ہے۔

☆ یہ روایت بیک وقت سدا سیات کے اعتبار سے اکتیسویں (۳۱) حدیث مبارکہ ہے، جبکہ سباعیات کے اعتبار سے چھٹی (۶) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ یہ روایت خلیفہ راشد ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

☆ سنن نسائی میں یہ پہلی حدیث مبارکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

☆ سند کے دو راوی یحییٰ بن حبیب اور حماد بن زید بصری، حارث بن مسکین اور ابن القاسم مصری، سلیمان بن منصور بلخی، عبداللہ بن مبارک مروزی اور باقی راوی مدنی ہیں۔

☆ سند میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے الحارث بن مسکین قراءۃ علیہ وانا اسمع کے الفاظ لکھے ہیں، تاکہ اس بات کی وضاحت ہو جائے کہ سماعت کا انداز مخصوص تھا، جہاں سے آپ شیخ کی نظروں سے اوچھل ہوتے تھے۔

☆ سند میں واللفظ لہ عن یحییٰ بن سعید سے مراد ہے کہ یہ حدیث مبارکہ حضرت حماد، امام مالک اور ابن مبارک تینوں نے حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے، لیکن روایت کے الفاظ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، اور حضرت حماد اور امام مالک کے الفاظ اس کے ہم معنی ہیں۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مبارکہ اپنے تین شیوخ سے سماعت کی ہے:

۱۔ عن یحییٰ بن سعید عن حماد ۲۔ الحارث بن مسکین عن ابن القاسم عن مالک

۳۔ عن سلیمان بن منصور عن عبداللہ بن مبارک

۱۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۱۱۸

یہ تینوں حضرات یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں۔

- ☆ سند میں (ح) تحویل کے ساتھ باقی اسناد کی وضاحت کی گئی ہے۔
- ☆ حضرت حماد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کی سندیں عالی ہیں۔
- ☆ سند میں تین تابعین کرام حضرت یحییٰ بن سعید، حضرت محمد بن ابراہیم اور حضرت علقمہ نے ایک دوسرے سے روایت کی ہے۔
- ☆ بعض کے نزدیک حضرت علقمہ صحابی ہیں، اس صورت میں یہ صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نادود دفعہ اسح، حدثنی، انبانا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چھ دفعہ استعمال ہوا ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت تمام کے تمام اتصالی ہیں، کوئی صیغہ تالیسی نہیں ہے۔

۸۔ لغات:

بالنیة: نیت پر۔ ارادہ پر۔ عزم پر۔	الاعمال: عمل کی جمع، کام
نوی: جو اس نے نیت کی	لامری: انسان کے لئے
یصیبھا: وہ اسے پائے گا	ہجرتہ: اس کی ہجرت
ینکحھا: وہ اس سے نکاح کرے گا	امراة: عورت

۹۔ مسائل و نصح:

- ☆ یہ حدیث ایک اعتبار سے غریب ہے، اور دوسرے اعتبار سے مشہور ہے، اور یہ متواتر نہیں ہے، کیونکہ اس کا مدار یحییٰ بن سعید پر ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا اس کو کسی اور نے روایت نہیں کیا، اور حضرت عمر سے علقمہ کے سوا اس کو کسی اور نے روایت نہیں کیا، اور علقمہ سے صرف محمد بن ابراہیم نے روایت کیا ہے، اور محمد سے صرف یحییٰ بن سعید نے روایت کیا ہے، اور ان سے اس حدیث کو بہت سے لوگوں نے روایت کیا ہے، پس سند کے اول راویوں کے اعتبار سے یہ حدیث غریب اور فرد ہے، اور سند کے آخری راوی کے اعتبار سے یہ حدیث مشہور ہے۔ (۱)
- ☆ جس طرح قرآن مجید کی آیات کے شان نزول اور اسباب ہوتے ہیں، اسی طرح بعض احادیث کے بھی اسباب ہوتے ہیں، اس حدیث کا سبب یہ ہے کہ ایک شخص نے مکہ میں ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا، وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلی گئی، وہ شخص بھی اس سے نکاح کی رغبت میں مدینہ منورہ چلا گیا، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی، اور اس شخص کو مہاجر قیس کہا جاتا تھا۔ (۲)
- ☆ علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں:

علماء اپنی تصانیف میں اس حدیث کو سب سے پہلے لکھتے ہیں، کیونکہ عموماً اس کی حاجت پڑتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اعمال میں اصل چیز نیت ہے، اور عبدالرحمان مہدی یہ کہتے تھے: کہ جو شخص بھی کوئی کتاب تصنیف کرے، اس کو چاہیے کہ اس کتاب کی ابتداء میں اس حدیث کو لکھے، اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی کتاب کا افتتاح اس حدیث سے کیا ہے۔

☆ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں فقہ کے ستر ابواب ہیں۔

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۴۷ ۲۔ کشف مشکل، ج ۱، ص ۱۶

☆ امام احمد بن حنبل نے کہا: اصول اسلام تین احادیث پر مشتمل ہیں:

- i- اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ (۱)
- ii- حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔ (۲)
- iii- جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی عبادت نکالی جس کا دین میں منشاء نہ ہو، وہ مردود ہے۔ (۳)

☆ امام ابو داؤد الجستانی نے کہا: فقہ کا مدار پانچ احادیث پر ہے:

- i- اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ (۴)
- ii- حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔ (۵)
- iii- میں نے تم کو جس کام سے منع کیا ہے، اس سے اجتناب کرو اور میں نے تم کو جس کام کا حکم دیا ہے، اس پر جس قدر عمل کر سکتے ہو، عمل کرو۔ (۶)
- iv- کسی کو ضرر نہ پہنچاؤ اور ایک دوسرے کو باہم ضرر نہ دو۔ (۷)۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۱) یعنی یہ سمجھ کر کہ ایک نے مجھے ضرر دیا ہے، تو میں بھی اس کو ضرر دوں، پہلا حکم وجوبی ہے اور دوسرا حکم استحبابی ہے۔
- v- دین خیر خواہی ہے۔ (۸)

☆ امام ابو داؤد کی دوسری روایت یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) احادیث روایت کیں، اور ان سے انتخاب کر کے میں نے ”کتاب السنن“ میں لکھیں، جن کا میں ضامن ہوں، پس ان میں، میں نے صحیح اور ان کے مشابہ اور مقارب احادیث لکھی، ہیں اور ان میں سے چار احادیث ایسی ہیں، جو انسان کے دین کے لئے کافی ہیں:

- i- اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ (۹)
 - ii- حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔ (۱۰)
 - iii- کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے، کہ وہ غیر مقصود باتوں کو ترک کر دے۔ (۱۱)
 - v- کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوگا، حتیٰ کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی اسی چیز کو پسند کرے، جس کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (۱۲)
- ☆ نبی ﷺ نے جو ارشاد فرمایا ہے: اعمال کا مدار نیت پر ہے، اس کا معنی یہ ہے:

ہر عمل کی صحت کا اعتبار اس کی نیت سے ہوتا ہے، یعنی اگر اس عمل سے اس کا قصد اللہ تعالیٰ ﷻ کی رضا ہے، تو اس کی سب سے زیادہ فضیلت ہے، اور اگر اس عمل سے اس کا مقصود جنت کا حصول ہے تو اس میں بھی فضیلت ہے، اور اگر اس عمل سے مقصود دنیا کا حصول ہے، تو اگر دنیا کی وہ چیز مباح ہے، تو وہ کام مباح ہے، اور اگر وہ چیز ناجائز ہے، تو وہ کام ناجائز ہے۔

۱- بخاری: ۱	۲- ایضاً: ۵۲	۳- ایضاً: ۲۶۹۷	۴- بخاری: ۱
۵- بخاری: ۵۲	۶- مسلم: ۱۳۳۷	۸- بخاری: ۵۷	
۹- بخاری: ۱	۱۰- بخاری: ۵۲	۱۱- سنن ترمذی: ۲۳۱۷	
۱۲- i- بخاری: ۱۳	ii- کشف المشکل لابن الجوزی، ج ۱، ص ۱۷-۱۶		

☆ اس حدیث کا پہلا جملہ ہے: اعمال کا مدار صرف نیت پر ہے، اور دوسرا جملہ ہے: ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا، جس کی اس نے نیت کی ہے، پہلے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال پر ثواب اور عذاب کا مدار ان اعمال کی نیت پر ہے، دوسرے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال میں مقدار کا تعین ان کی نیت سے ہوتا ہے، مثلاً مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا ایک عمل ہے، اگر اس میں انسان کئی کاموں کی نیت کر لے، تو اس کو کئی کاموں کا ثواب ملے گا، مثلاً وہ یہ نیت کرے کہ راستے میں اس کو جو مسلمان ملے گا، وہ اس کو سلام کرے گا، اگر اس نے پہلے سلام کر لیا تو اس کے سلام کا جواب دے گا، اگر کوئی ضرورت مند سائل ملا تو اپنی حیثیت کے مطابق اس کا سوال پورا کرے گا، نیکی کا حکم دے گا، برائی سے روکے گا، مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کرے گا، اور یہ دعا پڑھے گا: "اللہم افتح لی ابواب رحمتک" وغیرہ، تو اگر وہ ایک عمل میں متعدد نیک کاموں کی نیت کرے گا، تو اس ایک عمل میں اس کو متعدد نیک کاموں کا ثواب ملے گا۔ (۱)

☆ علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شریعت میں کوئی عمل اس وقت معتبر ہوتا ہے، جب اس عمل میں عبادت کی نیت کی جائے، مثلاً اگر کوئی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے غسل کرے، تو اس غسل سے جنابت زائل نہیں ہوگی، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی سے طہارت حاصل کرنے کے لیے عبادت کی نیت ضروری نہیں ہے، اگر کوئی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرے، پھر بھی اس غسل سے جنابت زائل ہو جائے گی۔ (۲)

☆ فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے: کہ ہر عمل شرعی میں عبادت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ قرض کا ادا کرنا، امانتوں کا واپس کرنا، اذان دینا، تلاوت قرآن مجید کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، راستہ دکھانا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، یہ سب کام عبادت ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ یہ سب کام عبادت کی نیت کے بغیر صحیح ہیں۔ لہذا غسل اور وضو بھی عبادت کی نیت کے بغیر صحیح ہونے چاہئیں۔ نیز فقہاء احناف کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مال دار تو اجر لے گئے، وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں، اور اپنے زائد اموال کو صدقہ کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمہارے لیے صدقات نہیں رکھے، ہر تسبیح کرنا صدقہ ہے، ہر تکبیر پڑھنا صدقہ ہے، ہر حمد کرنا صدقہ ہے، ہر مرتبہ "لا الہ الا اللہ" پڑھنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، تمہارا اپنی بیویوں سے جماع کرنا صدقہ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے جماع کرے، اس میں بھی اس کے لیے اجر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ اپنی شہوت حرام طریقہ سے پوری کرتا، تو اس میں اس کے اوپر گناہ ہوتا یا نہیں؟ پس اسی طرح جب وہ اپنی شہوت حلال طریقہ سے پوری کرے گا، تو اس کے لیے اجر ہوگا۔ (دوسری روایت میں فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ صرف برے کاموں میں تمہارا حساب ہوگا، اور اچھے کاموں میں تمہارا حساب نہیں ہوگا۔) (۳)

- | | |
|----------------------------|--------------------------|
| ۱- نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۱۲۵ | ۲- کشف المشکل، ج ۱، ص ۱۸ |
| ۳- ۱- مسلم: ۱۰۰۶ | ۲- ii- الادب المفرد: ۲۲۷ |
| ۳- صحیح ابن حبان: ۸۳۸ | ۷- مسند البزار: ۳۹۱۸ |
| | ۳- iii- شرح السنۃ: ۱۶۴۴ |
| | ۷- vi- مسند احمد: ۲۱۳۷۳ |

اس حدیث میں یہ واضح تصریح ہے کہ اگر کسی جائز اور صحیح کام میں عبادت کی نیت نہ بھی کی جائے، تب بھی اس میں اجر و ثواب ملتا

ہے۔ (۱)

☆ اس حدیث میں ہجرت کا لفظ ہے، یہ حدیث ایک خاص صحابی کے متعلق وارد ہے، جس نے ام قیس (قبیلہ نام کی عورت) کی خاطر ہجرت کی تھی (اس صحابی کا نام معروف نہیں ہے)، لیکن خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے۔

☆ ہجرت کا لغوی معنی ہے: ترک کرنا۔ (۲) اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: کافروں کے علاقے کو ترک کر کے مسلمانوں کے علاقے میں جانا، یا دارالخوف کو ترک کر کے دارالاسلام کی طرف جانا۔

☆ لغوی اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ہجرت کی حسب ذیل صورتیں اور اقسام ہیں:

۱۔ ابتداء میں مسلمانوں کا مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا، دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت ہے، یا جیسے اب مسلمانوں کا بھارت سے برطانیہ، امریکہ، ہالینڈ یا بعض افریقی ممالک کی طرف ہجرت کرنا۔

۲۔ مسلمانوں کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا یا بعد میں اسلام لانے والوں کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا۔

۳۔ جو شخص کافروں کے ملک میں رہتا ہو، اور وہاں شعائر اسلام اور اظہار دین پر قادر نہ ہو، تو اس پر دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے، جیسے بھارت سے مسلمانوں نے پاکستان کی طرف ہجرت کی۔

۴۔ برے کاموں کو ترک کر کے نیک کاموں کی طرف ہجرت کرنا، حدیث مبارکہ میں ہے:

۱۔ مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ ﷻ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کرے۔ (۳)

۲۔ مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں سے ہجرت کرے۔ (۴)

۳۔ مہاجر وہ ہے جو برائیوں سے ہجرت کرے۔ (۵)

۵۔ آخری زمانہ میں جب فتنوں کا ظہور ہوگا، تو لوگ شام کی طرف ہجرت کریں گے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوگی، پھر روئے زمین کے نیک لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کو لازم پکڑ لیں گے اور روئے زمین کے برے لوگ اپنی جگہوں پر رہیں گے۔ (۶)

☆ علامہ ابن اثیر نے کہا: اس سے مراد شام کا علاقہ ہے، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے نکل کر شام کی طرف ہجرت کی تھی۔ (۷)

☆ ہجرت کے متعلق احادیث میں تعارض ہے، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک ہجرت جاری رہے گی، اور بعض احادیث

سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہو جائے گی، جن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت منقطع ہو جائے گی، وہ یہ ہیں:

۱۔	نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۱۲۰	۲۔	مختار الصحاح، ص ۳۹۷	۳۔	صحیح البخاری: ۱۰
۲۔	سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۳	۵۔	مسند احمد، ج ۲، ص ۲۰۶	۶۔	سنن ابو داؤد: ۲۴۸۲
۷۔	النبہیۃ، ج ۵، ص ۲۱۲				

۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو جہاد کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ (۱)

۲- حضرت عبید بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے متعلق سوال کیا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آج کل ہجرت نہیں ہے، پہلے مؤمنین کو یہ خطرہ تھا کہ ان کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا، تو وہ اپنے دین کو بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بھاگتے تھے، اور اب اللہ تعالیٰ ﷻ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے، اب مؤمن جہاں چاہے، اپنے رب کی عبادت کرے، لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔ (۲)

۳- حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے سعید کو نبی ﷺ کے پاس لے کر گیا، تاکہ آپ ﷺ اس کو ہجرت پر بیعت کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: ہجرت مہاجروں کے لیے ختم ہو چکی ہے، پھر آپ ﷺ نے اس کو اسلام اور جہاد پر بیعت کر لیا۔ (۳)

☆ مذکورہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ہجرت منقطع ہو چکی ہے اور جو حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہجرت قیامت تک جاری رہے گی، وہ یہ ہے:

۱- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی، جب تک توبہ منقطع نہ ہو اور توبہ اس وقت منقطع ہوگی، جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ (۴)

☆ ان متعارض احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی، اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ اب ہجرت مستحب ہے، فرض نہیں ہے، لہذا جو ہجرت منقطع ہو چکی ہے، وہ فرض ہے اور جو ہجرت قیامت تک باقی رہے گی، وہ مستحب ہے۔

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری لکھتے ہیں:

ہجرت کی دو قسمیں ہیں، ایک ہجرت وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ ﷻ نے اپنے اس قول میں جنت کا وعدہ کیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ (۵)

بے شک اللہ تعالیٰ ﷻ نے مؤمنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

☆ ایک شخص اپنے اہل اور مال کو چھوڑ کر نبی ﷺ کے پاس آتا اور ان میں سے کسی چیز کی طرف رجوع نہیں کرتا، اور جس جگہ سے ہجرت کی

تھی وہاں سے اپنے آپ کو بالکل منقطع کر لیتا، اور نبی ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے تھے، کہ کوئی شخص اس جگہ فوت ہو، جہاں سے اس نے ہجرت کی

تھی، اور جب حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں فوت ہو گئے، تو آپ ﷺ نے اس پر اظہار افسوس کیا۔ (۶) اور آپ ﷺ نے یہ دعا کی: اے

اللہ تعالیٰ ﷻ! ہمیں مکہ مکرمہ میں نہ فوت کرنا۔ (۷) پھر جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا، تو پھر وہ مدینہ منورہ کی طرح دارالاسلام ہو گیا، سو جو ہجرت فتح مکہ

کے بعد منقطع ہو گئی، وہ یہی ہجرت ہے۔

۱-	بخاری: ۲۷۸۳	ii- سنن ابوداؤد: ۲۳۸۰	iii- مسلم: ۱۳۵۳	iv- ترمذی: ۱۵۹۰
۲-	صحیح البخاری: ۳۹۰۰	i- صحیح البخاری: ۲۹۶۲	ii- صحیح مسلم: ۱۸۶۳	
۳-	سنن ابوداؤد: ۲۳۷۹	v- التوبہ: ۱۱۱		
۶-	i- صحیح البخاری: ۱۲۹۵	ii- صحیح مسلم: ۱۶۲۸	۷- مسند احمد، ج ۲، ص ۲۵	

۲۔ دوسری ہجرت وہ ہے جو اعراب اور دیہاتیوں کی ہجرت ہے، جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا، لیکن ان کی ہجرت اس طرح نہیں تھی، جس طرح پہلی قسم والوں کی ہجرت تھی، پس وہ بھی مہاجر ہی ہیں، لیکن پہلی قسم کی ہجرت کرنے والوں کی فضیلت میں داخل نہیں ہیں، اور جو ہجرت قیامت تک منقطع نہیں ہوگی، وہ یہی ہجرت ہے۔ (۱)

☆ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تمام مسلمانوں کا اس حدیث ثلث اسلام اور عظمت پر اجماع اور اتفاق ہے، اور اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں، فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ثلث اسلام ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے: کہ اس حدیث میں فقہ کے ستر ابواب ہیں، بعض فقہاء نے یہ کہا ہے: کہ یہ حدیث ربع اسلام ہے، عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ نے کہا ہے: کہ جو شخص کوئی کتاب تصنیف کرے، وہ اس حدیث سے اپنی کتاب کی ابتداء کرے، تاکہ اس کی نیت صحیح ہو، علامہ خطابی نے اس قول کو مطلقاً آمہ سے نقل کیا ہے، امام بخاری اور دیگر ائمہ نے اسی وجہ اس حدیث سے اپنی اپنی تصانیف کی ابتداء کی ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو سات مقامات پر ذکر کیا ہے، حفاظ حدیث نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے دو سو سے زیادہ راوی ہیں اور ان میں اکثریت آئمہ حدیث کی ہے۔ البتہ شروع میں اس کے صرف ایک راوی ہیں، اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اور ان سے صرف علقمہ نے روایت کیا، اسی بناء پر اس حدیث کو متواتر نہیں قرار دیا گیا، ہر چند کہ یہ عوام اور خواص میں مشہور ہے۔ (۲)

☆ علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: نیت کا معنی قصد اور ارادہ سے کسی کام کو معین کرنا، اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے، اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اعمال کے تحقق اور ثبوت کا مدار نیت پر ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا شرعاً معتبر ہونا نیت پر موقوف ہے، اور کسی فعل سے پہلے اس کی نیت نہ ہو تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگا، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وضو، غسل، تیمم، نماز، روزہ، حج، اعتکاف اور تمام عبادات نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتیں، باقی نجاست کا زائل ہونا ہمارے نزدیک نیت پر موقوف نہیں ہے، کیونکہ وہ باب ترک سے ہے، اور ترک میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اس پر فقہاء شافعیہ کا اجماع ہے، طلاق، عتاق اور قذف میں بھی نیت کا دخل ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کنایۃ طلاق دی تو اس میں نیت کا دخل ہے، اور طلاق صریح میں نیت کا دخل نہیں ہے، اگر کسی شخص نے طلاق صریح دی، پھر کہا: اس سے میری نیت کچھ اور تھی، تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔ (۳)

☆ علامہ دشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان علماء کا رد ہے، جو طہارت اور بعض دیگر عبادات کو بغیر نیت کے جائز قرار دیتے ہیں، اور یہ بات اپنے مقام پر بادلائل بیان کی جا چکی ہے، کہ جس شخص نے وضو سیکھنے یا وضو سکھانے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے وضو کیا، درآں حالیکہ اس فعل سے رفع حدث (طہارت حاصل کرنا) اس کا مقصد نہیں تھا، تو اس کی عبادات کے لیے یہ وضو کافی نہیں ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ قسم، طلاق اور عتاق وغیرہ کے الفاظ بغیر نیت کے معتبر نہیں ہوتے، علماء کا اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے، ہمارے نزدیک حقوق العباد میں طلاق اور عتاق کے الفاظ میں ظاہری معنی کا اعتبار ہوگا، اور اگر کوئی شخص صریح طلاق اور عتاق کے الفاظ بول کر یہ کہے: میری مراد اس سے طلاق دینا یا آزاد کرنا نہیں تھی، تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور اس کے صریح الفاظ سے جو معنی ظاہر ہوگا، اس کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (۴)

☆ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے آئمہ ثلاثہ نے وضو اور غسل میں نیت کے وجوب پر استدلال کیا ہے، وہ اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے، اور اس میں الف لام استغراق کا ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام عبادات میں نیت مطلوب ہے، اسی طرح طلاق اور عتاق میں بھی نیت ضروری ہے۔

اس کے برخلاف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت ضروری نہیں ہے، ایک روایت میں امام مالک کا بھی یہی قول ہے، فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے: کہ اعمال کا کامل ہونا یا ان کا ثواب نیت پر موقوف ہے، کیونکہ نیت نہ ہونے سے اصل عمل باطل نہیں ہوتا، اور اس پر قرینہ یہ ہے: کہ اس کے بعد فرمایا ہے: لکل امرء ما نوى، ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے، اور اس سے ثواب ہی مراد ہے، نیز اگر اس سے مراد صحت لی گئی یعنی بغیر نیت کے عمل صحیح نہیں ہوتا، تو لامحالہ بعض عبادات میں تخصیص کرنی پڑے گی، کیونکہ قرض کا ادا کرنا، امانتوں کا واپس کرنا، اذان دینا، تلاوت کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، راستہ دکھانا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، یہ سب کام عبادات ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام کام بغیر نیت کے صحیح ہوتے ہیں، لہذا وضو اور غسل بھی بغیر نیت کے صحیح ہونے چاہئیں۔

تحقیق یہ ہے کہ یہ بات تو عقلاً باطل ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہو کہ ہر عمل کا شرعاً صحیح ہونا نیت پر موقوف ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اعمال بغیر نیت کے شرعاً صحیح ہوتے ہیں، جیسا کہ بیع، شراء، اجارہ، نکاح، طلاق وغیرہا، اس لیے لامحالہ اس حدیث کو کمال اور ثواب پر موقوف کرنا ہوگا، یعنی ہر عمل کا کمال اور ثواب نیت پر موقوف ہے۔ (۱)

☆ علامہ ابن سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے: کہ جو اعمال عبادات سے خارج ہیں اگر ان میں بھی عبادات کی نیت کر لی جائے، تو ان پر بھی ثواب ملتا ہے، مثلاً کوئی شخص کھانے پینے سے عبادت میں تقویت حاصل کرنے کی نیت کرے، اور سونے میں یہ نیت کرے کہ اس کی تھکاوٹ زائل ہو جائے، اور اس کو مزید عبادت کے لیے توانائی حاصل ہو، اور مجامعت میں یہ نیت کرے تاکہ وہ گناہ اور بے حیائی کے کاموں سے بچا رہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: تم میں سے ہر شخص کی شرمگاہ میں بھی صدقہ ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے: کہ جو افعال عبادات محضہ ہیں، جب کوئی شخص ان کو عبادتاً کرے اور ان میں عبادت کی نیت نہ کرے، تو ہر چند کہ وہ افعال شرعاً صحیح ہیں، لیکن ان پر ثواب نہیں ملتا، یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو ہر جائز اور صحیح کام پر اجر ملتا ہے، خواہ وہ اس کام میں عبادت کی نیت کرے، یا نہ کرے، امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اپنی بیویوں سے جماع کرنا بھی صدقہ ہے، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اگر ہم محض شہوت سے یہ کام کریں، کیا پھر بھی یہ صدقہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تم حرام طریقہ سے یہ کام کرتے، تو تم گناہ کے مستحق ہوتے؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا تمہارا صرف شر پر حساب ہوگا، اور خیر پر تمہارا حساب نہیں ہوگا۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ --- وَمَبْأَضَعْتُكَ امْرَأَتَكَ صَدَقَةٌ
"قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ نَأْتِي شَهْوَتَنَا وَنُؤَجِرُ؟ قَالَ: "أَرَأَيْتَ لَوْ
جَعَلْتَهُ فِي حَرَامٍ، أَكُنْتَ تَأْتِيهِ؟" قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ:
"فَتَحْتَسِبُونَ بِالْشَّرِّ وَلَا تَحْتَسِبُونَ بِالْخَيْرِ" (۱)

☆ اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا: کہ مسلمان کو ہر جائز اور صحیح کام پر اجر ملتا ہے، خواہ وہ اس کام میں عبادت کی نیت کرے یا نہ کرے، کیونکہ مسلمان کا ناجائز اور حرام کام کو ترک کر کے جائز اور صحیح کام کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے ڈر اور خوف سے حرام کام سے بچ کر حلال اور جائز کام کر رہا ہے، اور یہ اس کے صدق نیت اور اخلاق کی علامت ہے، ہاں! اگر وہ اس کام میں اطاعت اور عبادت کی نیت کرے گا تو اس کو اضافی اجر ملے گا۔

☆ اس حدیث میں یہ بھی ہے: سو جس شخص کی ہجرت اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، سو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ ﷻ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہجرت کرے گا، تو اس کو ہجرت کا اجر و ثواب ملے گا، اور جو شخص دنیا کی کسی چیز یا کسی عورت کی خاطر ہجرت کرے گا، تو اس کو دنیا میں اپنا حصہ مل گیا، اور آخرت میں اس کا اس ہجرت کی وجہ سے کوئی اجر نہیں ہوگا۔

☆ اس حدیث میں دنیا کے ساتھ عورت کا ذکر دو وجہ سے کیا گیا ہے۔

۱۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ ایک شخص نے ام قیس نامی ایک عورت سے شادی کرنے کے لیے ہجرت کی تھی، اس وجہ سے اس شخص کو مہاجر جرام قیس کہا جاتا تھا۔ دوسری وجہ عورت کے فتنہ پر خصوصی تنبیہ کرنا ہے، تاکہ لوگ عورتوں کے فتنوں سے محفوظ رہیں۔ (۲)

☆ اس حدیث میں ہے: "انما لامرء ما نوای" مرد کو وہی پھل ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے، اس حدیث کی تشریح میں فقہاء اسلام نے یہ بیان کیا ہے، کہ مسلمان اگر ایک کام میں متعدد چیزوں کی نیت کرے، تو اس کو ان متعدد چیزوں کا اجر اور ثواب مل جاتا ہے، مثلاً مسلمان مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتا ہے یہ ایک عمل ہے وہ اس میں یہ نیت کرے کہ:

(۱) مجھے راستہ میں جو مسلمان ملے گا اس کو سلام کروں گا۔ (۲) اگر کسی نے سلام کیا تو اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ (۳) اگر کوئی ضرورت مند شخص نظر آیا تو اس کی مدد کروں گا۔ (۴) کسی ناپسندیدہ کو سڑک پار کرادوں گا۔ (۵) کسی سائل کو حسب استطاعت خیرات دوں گا۔ (۶) اگر کسی شخص کو برا کام کرتے دیکھوں گا تو اس کو منع کروں گا۔ (۷) حسب توفیق نیکی کا حکم دوں گا۔ (۸) اگر راستہ میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑی ملی تو اٹھا کر ایک طرف رکھ

دوں گا۔ (۹) راستہ میں اگر عورتیں نظر آئیں تو نیچی نظر کر کے گزروں گا۔ (۱۰) کسی مسلمان سے بات کرنی پڑی تو شائستگی اور ملائمت سے بات کروں گا۔ (۱۱) کسی مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو اس کو یرحمک اللہ کہوں گا۔ (۱۲) اگر راستہ میں کوئی جنازہ ملا تو اس کی تعظیم کے لیے سواری سے اتر جاؤں گا یا کھڑا ہوں گا۔ (۱۳) اگر کوئی بیمار ملا تو اس کی عیادت کروں گا۔ (۱۴) اگر کہیں سے میوزک کی آواز آئی تو وہاں سے جلدی گزر جاؤں گا، رسول اللہ ﷺ کی طرح کانوں میں انگلیاں دے کر گزروں گا۔ (۱۵) مسجد میں جانے کے لیے طویل مسافت کی راہ اختیار کروں گا تاکہ زیادہ چلنے کی وجہ سے زیادہ اجر و ثواب ملے۔ (۱۶) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پیر رکھوں گا۔ (۱۷) داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھوں گا، اللہم افتح لی ابواب رحمتک۔ (۱۸) مسجد میں جتنی دیر ٹھہروں گا اعتکاف کی نیت سے ٹھہروں گا۔ (۱۹) ایک روایت میں ہے: کہ مسجد اللہ تعالیٰ ﷻ کا گھر ہے، اور جو شخص مسجد میں آتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ ﷻ کی زیارت کرنے اور اس سے ملاقات کے لیے آتا ہے، اور اپنے مہمانوں کی ضیافت کرنا اللہ تعالیٰ ﷻ کے ذمہ کرم پر ہے سو وہ یہ نیت کرے کہ وہ اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ ﷻ کی ضیافت حاصل کرے گا۔ (۲۰) جو شخص نماز باجماعت کے انتظار میں، جتنی دیر مسجد میں بیٹھا رہتا ہے، اس کا شمار نماز میں ہوتا ہے، سو وہ یہ نیت کرے کہ میں مسجد میں جا کر جماعت کے انتظار میں بیٹھوں گا۔ (۲۱) جب تک کوئی مسلمان مسجد میں با وضو رہتا ہے، فرشتے اس کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، سو وہ فرشتوں کی دعا کے حصول کی نیت کرے۔ (۲۲) قرآن مجید میں ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا“۔ (۱) ”اے ایمان والو! صبر کرو، دوسروں کو صبر کی تلقین کرو اور اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرو، بعض مفسرین نے رابطوا کی تفسیر انتظار نماز سے کی ہے، کیونکہ نماز کا انتظار کرنا بھی شیطان سے مدافعت جنگ اور اسلام کی حفاظت ہے۔ (۲۳) ایک حدیث میں ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، خطاؤں کے مٹنے، گناہوں کے معاف ہونے اور درجات بلند ہونے کا موجب ہے۔ (۲۴) ایک حدیث میں ہے ”فذلك الرباط فذلك الرباط“ نماز کا انتظار کرنا ہی سرحد اسلام کی حفاظت کرنا ہے۔ (۲۵) یہ نیت کرے کہ جتنی دیر مسجد میں بیٹھا رہوں گا، تمام ممنوعات شرعیہ اور حواس اور مشاعر کے گناہوں سے بچا رہوں گا، مثلاً کوئی بری چیز دیکھوں گا نہ کوئی بری بات سنوں گا۔ (۲۶) مسجد میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ پر صلوة وسلام عرض کروں گا۔ (۲۷) خلوت میں بیٹھ کر یاد خدا میں مشغول رہوں گا۔ (۲۸) قرآن مجید کی تلاوت کروں گا۔ (۲۹) اگر مسجد میں وعظ ہو رہا ہو گا تو وعظ سنوں گا۔ (۳۰) حدیث میں ہے جو شخص وضو کر کے مسجد میں جائے، اور نماز ادا کرے، اس کو حج اور عمرہ کا ثواب مل جاتا ہے، اس کی نیت کرے۔ (۳۱) سنت الوضوء پڑھنے کی نیت کرے۔ (۳۲) تحسینۃ المسجد پڑھنے کی نیت کرے۔ (۳۳) علمی افادہ اور استفادہ کی نیت کرے۔ (۳۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نیت کرے۔ (۳۵) مسلمان بھائیوں کی زیارت اور حسب استطاعت ان کی مدد کی نیت کرے۔ (۳۶) مسجد میں موجود مسلمانوں کو سلام کرے اور دعا دینے کی نیت کرے۔ (۳۷) مسجد میں بیٹھ کر امور آخرت میں غور و فکر اور توبہ و استغفار کرنے کی نیت کرے۔ (۳۸) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی نیت کرے۔ (۳۹) مسجد سے جاتے وقت پہلے بائیں پیر باہر نکالے۔ (۴۰) مسجد سے جاتے وقت یہ دعا کرے ”اللہم انی اسئلك من فضلك“

☆ اسی طرح خوشبو لگانا ایک عمل ہے اس میں یہ نیت کرے کہ (۱) آپ خوشبو پسند کرتے تھے اس لیے خوشبو لگاتا ہوں۔ (۲) خوشبو لگانے سے مسجد کی تعظیم کا اظہار ہو۔ (۳) مسجد میں بیٹھنے والوں کو اس کے جسم سے بری بو نہ آئے۔ (۴) اگر اس کے جسم سے بری بو آئی تو نمازیوں کو تکلیف

ہوگی اور ممکن ہے کہ وہ اس کی غیبت کر کے گناہ میں پڑ جائیں۔ (۵) نمازیوں اور فرشتوں کو خوشبو سے راحت ہو۔ (۶) خوشبو سے دماغ کو راحت پہنچتی ہے اور ذکر و فکر میں تقویت حاصل ہوتی ہے، اور اس کے علاوہ بھی خوشبو کی اچھی وجوہات تلاش کر کے ان کی نیت کرے۔ (۱)

☆ محدثین کرام اپنی تالیفات میں عموماً اس حدیث کو پہلے لکھتے ہیں۔ اس سے ان کی مراد اخلاص قصد اور تصحیح نیت اور اللہ تعالیٰ ﷻ کی رضا جوئی ہوتی ہے۔ امام بخاری نے بھی اس کو پہلے لکھ کر اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ میری تصنیف خلوص نیت پر مبنی ہے، اور یہ بات ان کو حاصل بھی ہوگئی اور بخاری کو اہل شرق و غرب نے قبول کیا۔

☆ حافظ ابن مہدی فرماتے ہیں: کہ جو شخص کتاب لکھے تو اس کو چاہیے، کہ اس حدیث سے اپنی کتاب کا افتتاح کرے۔

☆ امام ابو داؤد رضی اللہ عنہ کا قول ہے: کہ وہ چار ہزار حدیثیں جن میں مسائل دینیہ کا ذکر ہے، انسان کو اپنے دین کے لیے، ان میں سے صرف چار حدیثیں کافی ہیں:

۱۔ انما الاعمال بالنیات : عمل کا دار و مدار نیت پر ہے۔

۲۔ الحلال بین والحرام بین : حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔

۳۔ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنہ: آدمی کے حسن اسلام سے یہ بات ہے، کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس کو نفع نہ دے۔

۴۔ ولا یکون المؤمن مومنا حتی یرضی لآخریہ ما یرضی لنفسہ: مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ بھائی (مومن) کے لیے، اس چیز کو پسند نہ کرے، جسے وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

ظاہر ہے جو شخص ان چار حدیثوں پر عمل کرتا ہے وہ یقیناً پورے اسلام کو عملی طور پر قبول کرنے والوں میں شمار ہوگا۔ غرضیکہ یہ حدیث ایک ہزار حدیثوں کے برابر ہے، اور انتہائی جامع حدیث ہے۔ امام قاضی عیاض کہتے ہیں: کہ آئمہ نے فرمایا ہے: کہ یہ حدیث ثلث اسلام (دین کا تہائی حصہ) ہے۔ ابن مہدی کہتے ہیں: علم کے تیس بابوں میں اس حدیث کو دخل ہے۔ امام شافعی نے فرمایا۔ ستر باب ہیں۔ (۲)

☆ یہ حدیث حضور علیہ السلام نے خطبہ میں ارشاد فرمائی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو منبر پر بیان فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا صحابہ میں ”عمر بن الخطاب“ کسی کا نام نہیں ہے، اور عمر و نامی صحابہ میں تیس عدد افراد ہوئے ہیں۔ اسی لیے عمر و کے آخر میں واؤ زیادہ لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس عمر سے عمر بن الخطاب مراد نہیں ہے۔

☆ ہجرت کا پس منظر:

یہ ہجرت جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ﷻ کا حکم تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی حضور علیہ السلام نے یہی فرمایا تھا: کہ اب ہجرت کا حکم آ گیا ہے۔ اس ہجرت کا ذکر کتب سماویہ میں بھی تھا۔ چنانچہ وحی کی ابتدائی کیفیت جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کو سنائی تھی، تو انہوں نے کہا تھا: کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا، اور اے کاش! میں اس وقت تک زندہ رہ سکوں، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت پر مجبور کرے گی۔ نیز سنت اللہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ آخری معجزہ عذاب اس وقت نازل فرماتا ہے، جب کہ پیغمبر کو مومنین کی جماعت کو ساتھ لے کر ہجرت کا حکم دیتا ہے۔ ایسی ہجرت ہرنبی نے کی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے

ملک سے ہجرت کرتے ہیں۔ انسی مہاجر الی ربی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے ہجرت کرتے ہیں۔ پھر جب یہ ہجرت ہو گئی ہے، تو معجزہ عذاب آتا ہے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام جب تک کشتی پر سوار نہ ہوئے، عذاب نہیں آیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے نکل کر شام اور مصر نہ چلے گئے، عذاب نہ آیا۔ اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام جب تک اپنی اپنی قوموں کو لے کر الگ نہ ہو گئے، عذاب نہ آیا۔ جب ان حضرات نے ہجرت کر لی، تو اب عذاب نازل ہو گیا۔ بعینہ اسی سنت الہی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہجرت کرنی پڑی۔ کفار نے انتہائی تنگ کیا۔ مصائب و آلام کے پہاڑ توڑ دیئے۔ طرح طرح کے معجزات طلب کیے۔ تو اب وہ وقت آ گیا کہ کفار پر عذاب نازل ہو، چنانچہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے نکلے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انا اللہ پڑھا تھا، اور فرمایا تھا: کہ اب قریش کی ہلاکت نزدیک آ گئی (۱)

چنانچہ آیہ قتال بھی ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور بدر کی لڑائی بھی جو دراصل معجزہ عذاب تھا، جس میں مسلمانوں کو فتح اور کافروں کو شکست ہوئی تھی، اور جس کی تفصیل سورہ انفال میں ہے۔ وہ بھی ہجرت کے بعد ظہور پذیر ہوئی۔ بہر حال حضور علیہ السلام نے مکہ مکرمہ سے جو ہجرت فرمائی یہ سنت الہی کے مطابق تھی اور ہر نبی کو ایسی ہجرت کرنی ہوتی ہے۔

☆ پھر اس ہجرت کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی، کہ ہجرت کرنے والے انتہائی مخلص تھے، اور ان کو ہجرت پر برا بیچتے کرنے والی چیز رضاء الہی کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ اس امر کا اندازہ یوں بھی کیجئے: کہ مکہ مکرمہ میں اسلام غریب تھا، کفار نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا، وطن اور مال و اولاد سے کس کو محبت نہیں ہوتی، پھر بظاہر ایسے حالات بھی نہ تھے، جن سے یہ امید باندھی جانے، کہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کو غلبہ ہوگا، مگر صحابہ کرام کا خلوص و للہیت دیکھئے کہ انہوں نے بلا کسی لالچ و طمع کے رسول کریم علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ وطن چھوڑا، مال و دولت، اہل و عیال، رشتہ دار سب کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ ایسی خصوصیت والی ہجرت، ایسے پاکیزہ نفسوں کی ہجرت اور اس خلوص و للہیت کے ساتھ ہجرت واقع میں بے مثال ہجرت تھی۔ یہ ہجرت مقبول ہجرت تھی۔ اس کے متعلق ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے ان مہاجرین کی ہجرت کو قبول فرمایا، اور اللہ تعالیٰ ﷻ ان حضرات سے یقیناً حتماً راضی ہو گیا۔

☆ پس ایسی ہجرت جس کے ثواب میں جنت اور رضاء الہی کا حصول یقینی ہے، بلاشبہ فتح مکہ کے بعد ختم ہو چکی، اور اب قیامت تک ایسی ہجرت نہیں ہوگی۔ ایسی ہجرت کے متعلق حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لا ہجرة بعد الفتح: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

یعنی یہ مخصوص ہجرت اب منقطع ہو چکی ہے، البتہ ایسا ہوتا رہے گا، کہ مسلمانوں کو ہجرت کرنی پڑے، اور یہ اس وقت تک جاری رہے گی، جب تک کہ اسلام کے مقابلہ میں کفر موجود ہے، مگر اس ہجرت کا حال یہ ہے: کہ اگر خلوص نیت کے ساتھ ہے، اور اللہ تعالیٰ ﷻ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے ہے تو ثواب ملے گا، مگر اس دنیا میں اس کے متعلق قطعی حکم نہیں دیا جاسکتا، کہ اس کو اللہ تعالیٰ ﷻ نے قبول بھی فرمایا۔ اس کے برعکس مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ والی ہجرت ہے، جو اب نہیں ہے، اور جن احادیث میں ہجرت کا ذکر ہے، اگر ان پر غور کیا جائے، تو تضاد و اختلاف کے لفظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ (۲)

لاہجرۃ بعد الفتح سے یہ مراد لینا کہ فتح مکہ کے بعد ہمیشہ کے لیے ہجرت شرعی ختم ہوگئی، صحیح نہیں۔ حدیث ہذا پر غور کرنے سے جو بات واضح ہوتی ہے: وہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ یہ بتانا چاہتے ہیں: کہ جس طرح فتح مکہ سے قبل مدینہ منورہ چلے آنے والے مسلمان مہاجر سمجھے جاتے تھے، اور ان کو ہجرت کا ثواب ملتا تھا۔ اس طرح اب فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آنے والے مسلمان مہاجر نہیں سمجھے جاسکتے، کیونکہ اب مکہ و مدینہ دونوں دارالاسلام ہو گئے ہیں، اور ہجرت شرعی کے اسباب و علل میں سے کوئی بھی سبب اب موجود نہیں رہا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام ایسا نہ فرماتے تو ہو سکتا تھا: کہ بعض لوگ فتح مکہ کے بعد بھی ثواب ہجرت حاصل کرنے کے لیے مدینہ ہجرت کرنے لگتے، تو ان کی تنبیہ و تفہیم کے لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اب فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ یعنی اب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آنے والے افراد مہاجر نہیں ہو سکتے، کیونکہ ہجرت کی تعبیری نوعیت اور حقیقت کا تعلق مکہ اور مدینہ کے شہروں سے خاص نہیں ہے، بلکہ ان خاص حالات سے ہے، جن میں ہجرت ہوتی ہے، اور یہ حالات کسی بھی ملک میں ہوں، حکم ہجرت نافذ ہو جائے گا، اور جب یہ حالات ختم ہو جائیں گے، تو مکہ اور مدینہ سے حکم ہجرت اٹھ جائے گا۔ (۱)

☆ ہجرت کے شرعی معنی:

باعتبار لغت ہجرت کے معنی ترک کے ہیں۔ حدیث میں بھی یہ لفظ ترک کے معنی میں استعمال ہوا ہے، مثلاً حضور علیہ السلام نے فرمایا:

المہاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ: مہاجر وہ ہے جو اس چیز سے رک جائے، جس سے اللہ تعالیٰ ﷻ نے منع فرمایا ہے۔

اور اصطلاح شرع میں ہجرت یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ ﷻ کی رضا کی خاطر، اپنے شہر یا اقامت گاہ، کو چھوڑ کر کسی اور شہر یا ملک میں چلا جائے اور وہاں مقیم ہو جائے۔ اکثر علماء نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ یہ سفر دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہو، مگر یہ قید ضروری نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ اس قید سے صحابہ کی ”پہلی ہجرت“ جو حبشہ کی طرف ہوئی۔ ”حبشہ“ اس وقت دارالاسلام نہ تھا۔ بہر حال علماء کی تفصیلی آراء کے مطالعہ کے بعد واضح ہوتا ہے: کہ شرعی ہجرت میں یہ قید ضروری نہیں ہے، کہ ہجرت دارالکفر سے دارالاسلام ہی کی طرف ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک اسلامی ملک میں اہل اقتدار نظریات و عقائد کے لحاظ سے ایسے بگڑ جائیں، کہ صحیح العقیدہ مسلمان کی زندگی وہاں دو بھر ہو جائے۔ وہ ملک اگرچہ اسلامی ملک ہی کہلاتا ہو۔ مگر باوجود اس کے وہاں منکرات و فواحش کا زور ہو، اور اہل اقتدار کی طرف سے حق کہنے اور حق پر چلنے والے مستحق تقرر ہوں۔ ایسی حالت میں اگر کوئی صحیح العقیدہ مسلمان حمیت و غیرت میں صرف اپنے دین و ایمان کے سلامت لے جانے کی نیت سے، اس ملک کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے، تو شرعاً یہ بھی ہجرت ہوگی، اور انشاء اللہ العزیز اس پر بھی ثواب ملے گا۔

☆ اسی طرح فرض کیجئے کہ کسی دارالکفر سے مسلمان تنگ آ کر ہجرت کرتا ہے اور جغرافیائی مصالحوں اور حالات کی مجبوری کی وجہ سے کسی قریبی دارالکفر میں پہنچ سکتا ہے، اور یہ دارالکفر باوجود دارالکفر ہونے کے اسلام کے حق میں اتنا ظالم و جابر نہ ہو، کہ کسی مسلمان کے لیے رہنا ہی مشکل ہو جائے۔ تو پہلے دارالکفر سے اس دارالکفر کی طرف حفاظت دین و ایمان کے لیے آنا جانا ہجرت شرعی ہی ہوگا۔ (۲)

☆ واضح ہو کہ اسلام میں نیت یعنی ارادہ قلبی ہر عمل کی بنیاد ہے۔ کوئی کام اپنے نتیجہ کے لحاظ سے اتنا اچھا یا برا نہیں ہوتا، جتنا نیت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے نیت کا معاملہ بڑے نمایاں طور پر بیان کیا ہے اور جگہ جگہ اخلاص اور حسن نیت کی ہدایت فرمائی ہے:

۱۔ وَاذْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (۳) اللہ تعالیٰ ﷻ کی عبادت خلوص کے ساتھ کرو۔

۲۔ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۝ (۱)

خدا کی عبادت خلوص کے ساتھ کرو۔

۳۔ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۝ (۲)

اور جو شخص دنیا میں اعمال کا بدلہ چاہے اس کو ہم دنیا ہی میں بدلہ دیں گے اور جو آخرت میں طالب ثواب ہو اس کو آخرت میں اجر عطا کریں گے۔

۴۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ (۳)

جو شخص دنیاوی اجر کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ ﷻ کے پاس دنیا و آخرت دونوں کے بدلے ہیں اور اللہ تعالیٰ ﷻ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں سمیع و بصیر کے الفاظ اس جانب اشارہ کر رہے ہیں، کہ وہ قادر و قدیر خدا تمہارے دلوں کی آواز سننے والا اور پوشیدہ ارادوں کو جاننے والا ہے۔ لہذا اگر عمل دنیاوی منفعت کی نیت سے کیا گیا ہے، تو بس دنیا ہی میں اس کا بدلہ دے دیا جائے گا، اور آخرت کا انعام تو صرف انہیں کے لیے ہے، جو آخرت کے ارادہ سے نیک کام کریں، اسی لیے علماء نے فرمایا: کہ مومن کا ہمیشہ کے لیے جنت میں داخلہ اس کے اعمال کی وجہ سے نہیں، بلکہ حسن نیت کی وجہ سے ہوگا، کیونکہ عمل کا تقاضہ تو صرف یہ ہے کہ اسی مقدار میں ثواب دیا جائے، جتنا اس کا عمل ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کے نیک اعمال کا وزن اور مدت ایسی نہیں ہے، کہ اس کے بدلہ میں خلودنی الجنۃ کا انعام مل سکے۔ یہ خلودنی الجنۃ تو دراصل نتیجہ ہے مومن کے اس قصد و ارادہ کا کہ اگر اللہ تعالیٰ ﷻ نے مجھے ہمیشہ زندہ رکھا، تو ہمیشہ اس کی خوشنودی کے لیے، اس کی اطاعت کروں گا۔ چونکہ عزم و ارادہ میں ہمیشگی پائی گئی ہے، اس لیے اس کے بدلہ میں خلودنی الجنۃ کا انعام دیا جائے گا۔ (۴)

☆ حضور سید عالم ﷺ نے نیت درست رکھنے اور ریاضت سے بچنے کی ترغیب کے لیے متعدد و اسالیب اختیار فرمائے، کہیں فرمایا: مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ کہیں فرمایا: جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا دکھاوے کو صدقہ دیا، شرک کیا۔ کہیں فرمایا: سب سے زیادہ خطرناک چیز جس سے مجھے تمہارے بارے میں خوف ہے شرک اصغر ہے۔ پوچھا: کہ حضور ﷺ! شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ﷻ اپنے بندوں کے اعمال کی جزا و سزا دے گا۔ تو دکھاوے کی نیت رکھنے والوں سے فرمائے گا۔ انہیں کے پاس جاؤ، جنہیں دکھانے کے لیے تم نے فلاں فلاں عمل کیا تھا۔ دیکھیں؟ ان کے پاس تمہیں دینے کے لیے کیا ہے؟ کہیں فرمایا: جس نے نیک عمل کا ارادہ کیا، اور پھر نہ کر سکا تو محض نیت پر ثواب ملے گا۔ ایک حدیث میں فرمایا: میرا ایک صحابی ایک مدیا نصف مد اللہ تعالیٰ ﷻ کی راہ میں خرچ کرے، اور تم (غیر صحابی) سونے کا ایک پورا پہاڑ راہ خدا میں دے دو، تب بھی صحابی کے ایک مد کی برابری نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے کہ سونے کے ایک پورے پہاڑ کے مقابلے میں ایک مد کی حیثیت ہی کیا ہے۔ مگر چونکہ اعمال میں بنیادی اہمیت نیت کی ہے، اور اخلاص و نیت میں کوئی بھی صحابی کی برابری نہیں کر سکتا۔ اس لیے صحابی کا تھوڑا عمل بھی ہمارے بڑے بڑے نیک عملوں کے مقابل عند اللہ کہیں ارفع و اعلیٰ ہو گیا۔ (۵)

☆ پھر خلوص نیت کا تعلق صرف اعمال ہی سے نہیں ہے بلکہ خیالات و جذبات، افکار و معتقدات کے مفید و مقبول ہونے کے لیے خلوص نیت کی ضرورت ہے۔ اگر ہم کسی سے بدگمان ہیں یا اس کے مخالف ہیں، تو یہ دیکھا جائے گا: کہ یہ مخالفت آیا اس لیے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ﷻ کا نافرمان

ہے، اور اس جیسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ ﷻ نے بدگمانی کا حکم دیا ہے، یا یہ بدگمانی اور مخالفت اس لیے ہے، کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے حکم سے قطع نظر کر کے، ہمیں کسی گروہ کا ساتھ دینا ہے، یا کسی شخص کی خوشنودی سے اپنے نفس کی تسکین مقصود ہے۔ اگر پہلی صورت ہو تو بیشک ہماری بدگمانی اور مخالفت نہ صرف حق ہے، بلکہ اس پر ثواب کی امید بھی ہے، اور اگر دوسری صورت ہے تو یقیناً ہماری یہ مخالفت و بدگمانی گناہ ہے۔ اس لیے ہر عمل، ہر قاعدہ اور ہر جذبہ کو جانچ کر دیکھنے کی ضرورت ہے، کہ اس کی تہ میں کس حد تک رضائے مولا کی طلب ہے، اور کس حد تک کوئی اور جذبہ۔ (۱)

☆ یہی وجہ ہے کہ فسادنیت کے باعث بہتر سے بہتر اور افضل سے افضل عمل کرنے والے قیامت کے دن منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے، اور ان کے اعمال خیر ان کے لیے وبال جان ہو جائیں گے، مسلم شریف میں ہے:

حضرت سلمان بن یسار فرماتے ہیں مختلف لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اہل شام میں کچھ لوگوں نے آپ سے کہا اے شیخ ہیں کوئی ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے حضور ﷺ سے سنی ہو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جن لوگوں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب سے پہلے کرے گا، ان میں ایک شخص تو وہ ہوگا، جسے اللہ تعالیٰ ﷻ کی راہ میں شہید کیا گیا۔ یہ لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ یہ نعمتیں ہم نے تمہیں دیں۔ وہ جواب دے گا بیشک دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ﷻ کہے گا: پھر تو نے ان کی سپاس گزاری میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں تیری خاطر لڑا، یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ﷻ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے۔ میری خاطر تو کہاں لڑا، بلکہ تو اس لیے لڑا تھا، کہ لوگ تجھے بہادر کہیں، پس لوگوں نے بہادر کہا (اور تجھے تیرا انعام مل گیا)۔ پھر اللہ تعالیٰ ﷻ اس کے بارے میں حکم صادر فرمائے گا، اور اسے منہ کے بل کھینچ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک شخص وہ ہوگا جس نے علم سیکھا، سکھلایا اور قرآن پڑھا۔ یہ لایا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ ﷻ کہے گا: یہ یہ نعمتیں ہم نے تجھے دی تھیں، وہ کہے گا: بے شک دی تھیں، اور اللہ تعالیٰ ﷻ فرمائے گا: پھر تو نے ان کی سپاس

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ لَهُ نَاتِلُ أَهْلِ الشَّامِ: أَيُّهَا الشَّيْخُ، حَدِّثْنَا حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَىٰ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتَشْهَدَ، فَأَتَىٰ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتَشْهَدْتُ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنَّ يُقَالَ: جَرَى، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ، وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأَتَىٰ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ، وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ: عَالِمٌ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِءٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ، وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ، فَأَتَىٰ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَوَادٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ، ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ (۲)

گزارى میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا، ورسوں تک پہنچایا، اور تیرے لیے قرآن پڑھا، اللہ تعالیٰ ﷻ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، علم تو نے اس لیے سیکھا: کہ لوگ تجھے عالم کہیں، اور تلاوت قرآن اس لیے کی تھی: کہ لوگ تجھے قاری کہیں، پس انہوں نے کہا، اور تیرا اجر تجھے مل گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ ﷻ اس کے بارے میں حکم صادر فرمائے گا، اور اسے منہ کے بل کھینچ کر آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ ایک شخص وہ ہوگا، جس پر اللہ تعالیٰ نے روزی کو کشادہ کیا، اور ہر قسم کا مال و متاع اسے عطا کیا، یہ لایا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ ﷻ فرمائے گا: یہ نعمتیں ہم نے تجھے دی تھیں۔ وہ کہے گا: بیشک دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ﷻ کہے گا: پھر تو نے ان کی سپاس گزارى میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے ہر اس راہ میں مال خرچ کیا، جس میں خرچ کرنا، آپ پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ﷻ فرمائے گا، تو دروغ گو ہے، میری پسند کے خیال سے کہاں، تو نے تو اس لیے مال خرچ کیا، کہ لوگ تجھے سخی کہیں۔ پس انہوں نے کہا اور تیرا اجر تجھے مل گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ ﷻ اس کے بارے میں حکم صادر کرے گا، اور اسے منہ کے بل کھینچ کر آگ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

☆ غور تو کیجئے! جہاد جیسا عمل خیر، شہادت جیسی جلیل القدر نعمت، تعلیم و تعلم جیسا پاکیزہ مشغلہ، صدقہ و خیرات جیسا نفیس کام، اللہ تعالیٰ ﷻ کی خوشنودی کی بجائے دنیا کی ناموری اور شہرت کے جذبہ نے مٹی کر دیا۔ صرف اتنی سی بات پر کہ دل کے اندر بہادر کہلانے کا شوق تھا، عالم مشہور ہونے، قاری اور سخی پکارے جانے کی تمنا تھی، سب کچھ اکارت گیا اور آگ میں جلنا پڑا۔

اس لیے رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: اعمال کا مدار نیت پر ہے اور تمام عقائد و اعمال، جذبات و خیالات کا بارگاہ الہی میں مقبول ہونا، اس بات پر منحصر ہے کہ ان کی تہ میں حد درجہ کا خلوص اور رضا الہی کے حصول کی خالص نیت کا فرما ہو۔ نیت کی مثال بیج کی طرح اور اعمال و افعال گویا زمین میں جو تے اور پانی دینے کے درجہ میں ہیں۔ ہم عمل تو کریں دنیا کو دکھانے کے لیے اور امید رکھیں انعام آخرت سے نوازے جانے کی، تو یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے بونیں تو تھوہڑا اور نیم کے بیج، مگر امید لگائیں کھجور اور آم کے پیدا ہونے کی۔ (۱)

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آغاز ہی میں حدیث انما الاعمال ذکر فرما کر، اسلام کے اس بنیادی مسئلہ کو بیان فرمایا ہے، کہ تمام اعمال و عقائد کے مفید ہونے کا مدار خلوص نیت پر ہے، نیت میں خلوص اور اللہیت ہے، تو عمل عند اللہ مقبول اور باعث اجر و ثواب ہے، ورنہ ریاء و سمعہ کی آمیزش اچھے سے اچھے عمل کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔ (۲)

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جن کاموں سے ثواب متعلق ہوتا ہے، وہ دو قسم پر ہیں:

۱۔ عبادات مقصودہ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ عبادات مقصودہ کا مطلب یہ ہے: کہ وہ عبادت جو کسی دوسری عبادت کے لیے ذریعہ اور وسیلہ نہ ہو۔ اس کا مقصود ہی ثواب ہو۔ اگر ثواب کو اس سے علیحدہ کر لیا جائے، تو اس کا مقصد ہی فوت ہو جائے مثال کے طور پر نماز کو لیجیے۔ یہ عبادت مقصودہ ہے۔ اس کا مقصد ہی ثواب ہے، اور یہ کسی دوسری عبادت کے لیے ذریعہ یا آلہ نہیں ہے۔ جب بھی نماز کے افعال ادا کیے جائیں گے، ثواب اس کے ساتھ ضرور متعلق ہو جائے گا، تو چونکہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی حقیقت ہی ثواب ہے۔ اس لیے ان میں نیت فرض ہے۔ نیت کے بغیر چاہے آپ لاکھ نمازیں پڑھیں بیکار ہیں۔

۲۔ اس کے برعکس عبادات کی دوسری قسم عبادات غیر مقصودہ ہیں: جن کی حقیقت ثواب نہیں ہوتی، بلکہ وہ عبادات مقصودہ کے لیے ذریعہ اور آلہ ہوتی ہیں۔ اگر ثواب کو ان سے علیحدہ بھی کر لیا جائے، تو بھی وہ عبادات مقصودہ کے لیے آلہ رہتی ہیں۔ مثال کے طور پر وضو غسل کو لیجیے۔ فی نفسہ ان کی حقیقت محض ثواب نہیں ہے، بلکہ وضو ذریعہ بنتا ہے، نماز کا یعنی اصل چیز نماز ہے، اور وضو نماز کے لیے آلہ اور ذریعہ ہے، تو اگر بغیر نیت کے وضو کر لیا جائے، تو وضو صحیح ہو جائے گا اور نماز کے لیے آلہ بن جائے گا گو ثواب نہیں ہوگا۔

☆ بعض لوگوں کو یہ شبہ پیدا ہو کہ نیت اور عدم نیت کا یہ اختلاف فضول معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جو شخص وضو غسل کرتا ہے، ارادہ ہوتا ہے، چھٹی تو کرتا ہے، اور یہ ارادہ ہی نیت ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ نیت سے ہماری مراد یہ ہے: کہ کسی کام کو ثواب کی نیت سے کرنا، اور یہ اسی وقت مل سکتا ہے، جب کہ ثواب کی نیت کی جائے۔ فرض کیجئے زید بے وضو ہے۔ اتفاقاً بارش ہو گئی اور اس کے تمام اعضائے وضو بارش کے پانی سے دھل گئے، تو ایسی صورت میں زید کا قصد نہیں ہے، مگر وضو ہو گیا، اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس وضو سے نماز جائز ہوگی، لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چونکہ نیت نہیں پائی گئی، اس لیے وضو درست نہ ہوا۔ (۱)

☆ یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ تیمم بھی عبادت غیر مقصودہ ہے، حالانکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیمم بغیر نیت کے درست نہیں ہوتا، تو اس کا مختصر جواب یہ ہے: کہ تیمم میں جو نیت فرض ہے، وہ حصول ثواب کے لیے نہیں ہے، بلکہ تیمم کو وضو کے قائم مقام کرنے کے لیے ہے، اس لیے تیمم میں نیت فرض ہے۔ (۲)

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث سے طلاق، عتاق اور تمام اعمال میں نیت کو شرط قرار دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: کہ صحت اعمال شرع میں نیت پر موقوف ہیں۔ لہذا تمام اعمال دینیہ خواہ وہ اقوال ہوں یا افعال، فرض ہوں یا نفل، سب کے سب درست اور شرعاً معتبر ہونے کے لیے نیت ضروری ہے۔ پس اگر کسی شخص نے بغیر نیت کے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، تو ان کے نزدیک یہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ بشرطیکہ الفاظ کہنا یہ ہوں وگرنہ صریح الفاظ میں طلاق واقع ہو جائے گی، (سند رانی عنہ)۔ لیکن حضرت امام اعظم فرماتے ہیں: کہ حدیث انما الاعمال بالنیات کا ظاہری مفہوم تو یہ ہے، کہ اعمال کا وجود نیت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، حالانکہ یہ معنی بالا جماع متروکہ ہیں اور یہ بات بدیہی ہے کہ اعمال کا وجود بغیر نیت کے پایا جاتا ہے، نہ صرف یہ بلکہ بہت سے اعمال ایسے ہیں، جن کو شریعت نے بغیر نیت کے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً قرض ادا کرنا، ودیعت واپس کرنا، اذان، تلاوت قرآن مجید، ورد و وظائف، ہدایۃ الطریق اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا وغیرہ۔ یہ افعال سب کے سب عبادت ہیں، اور بغیر

نیت کے صحیح ہو جاتے ہیں، تو اسی طرح طلاق، عتاق بغیر نیت کے صحیح ہونے چاہئیں۔ دوسرے طلاق صریح لفظ ہے، اور صریح میں نیت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ (۱)

☆ تحقیق یہ ہے کہ حدیث انما الاعمال کے ظاہری معنی بالا جماع مراد نہیں، بلکہ مجازی معنی مراد ہیں، اور یہ کہ حدیث کا مطلب یہ ہے: کہ اعمال کا حکم نیت پر موقوف ہے۔ اب حکم دو قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ ایک وہ جس کا تعلق آخرت سے ہے، اور وہ ثواب ہے۔

۲۔ دوسری قسم وہ ہے، جو دنیا سے متعلق ہے، اور وہ یہ ہے کہ عمل جائز ہو یا مکروہ، فاسد ہو یا حرام۔

۳۔ حکم کی یہ دونوں قسمیں آپس میں متضاد ہیں، کیونکہ اول کی بنیاد صدق ارادہ اور خلوص نیت پر ہے۔ اگر نیت پائی گئی تو ثواب پایا جائے گا، ورنہ نہیں، اور دوسری کا مبنی یہ ہے کہ اس عمل کے ارکان و شرائط پائے گئے، یا نہیں، تا کہ اس کی صحت یا عدم صحت کا حکم کیا جائے، خواہ اس میں نیت ہو یا نہ ہو، تو جب لفظ حکم دو قسم پر مشتمل ہوا، تو یہ بحسب وضع کے مشترک ہو گیا، اور حنفیہ کا مسلک یہ ہے: کہ مشترک میں عموم نہیں ہوتا۔ یعنی لفظ مشترک کے دونوں معنی یک دم لینا جائز نہیں ہے۔

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی مجاز میں عموم کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں دونوں میں سے ایک معنی لینا لازم ہے۔ لہذا امام شافعی نے نوع ثانی کو اختیار کر لیا۔ اس بنیاد پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ ہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال کی صحت و فساد، حلال و حرام کے متعلق حکم صادر فرمائیں۔ اس لیے انہوں نے حدیث انما الاعمال کے معنی یہ کیے کہ صحت اعمال نیت پر موقوف ہے۔

☆ لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نوع اول کو اختیار فرمایا، اور تقدیر حدیث یہ قرار دی کہ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ نوع اول کو اختیار کرنے کی ان کے پاس دو دلیلیں ہیں، جو نہایت معقول ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ یہ بات تو بالاتفاق تسلیم ہے، کہ نیت کے بغیر ثواب نہیں ملتا، ایسی صورت میں اگر صحت کو بھی مراد لے لیا جائے، تو مشترک میں عموم لازم آئے گا، جو باطل ہے۔

۲۔ دوم یہ کہ ثواب کو مقدر ماننے میں، یہ فائدہ ہے کہ یہ ثواب اپنے عموم پر باقی رہتا ہے، اور کسی بھی نوع میں اس کی تخصیص کی ضرورت نہیں پڑتی، کیونکہ یہ بالا جماع ثابت شدہ حقیقت ہے، کہ ثواب اعمال نیت ہی پر موقوف ہیں۔ اس کے برعکس اگر صحت کو لیا جائے، تو اس میں لامحالہ تخصیص کرنی پڑے گی، کیونکہ اس میں بعض اعمال مثلاً نکاح، بیع و شراء وغیرہ کی صحت بلا نیت بھی بالاتفاق تسلیم کی جاتی ہے۔

☆ غرضیکہ شوافع تصحیح مقدر مانتے ہیں، جس سے اس رائے کو تقویت پہنچتی ہے، کہ بلا نیت کے وضو سے نماز درست نہ ہو، اور احناف ثواب مقدر مانتے ہیں، تو اس سے اس رائے کو مدد ملتی ہے، کہ بلا نیت کے وضو پر ثواب تو نہ ملے گا، لیکن اس وضو سے نماز درست ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ بدیہی بات ہے کہ اگر کوئی شخص بدن کو پاک کرنے یا ستھر لباس پہنے اور مقصود صرف فرحت حاصل کرنا اور صاف پوشی ہو، بدن کو نجاست سے پاک کرتے وقت اور تبدیل لباس کے وقت، یہ تصور بھی نہ ہو، کہ دونوں کام نماز پڑھنے کی نیت سے کیے جا رہے ہیں، پھر نماز کا وقت آجائے، اور وہ شخص وضو کر کے نماز پڑھ لے، تو بتائے نماز ہوگی یا نہیں، تو ظاہر ہے کہ شوافع بھی یہ کہیں گے کہ نماز ہو جائے گی، تو ہم کہیں گے کہ جیسے بدن اور لباس کی

پاک نماز کے لیے شرط ضروری ہے، اور وہ نیت کے بغیر ہو سکتی ہے، تو اسی طرح وضو بھی ایک شرط ہے، جسے نیت کے بغیر معتبر ہونا چاہیے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ پانی طاہر و مطہر (پاک اور پاک کرنے والا ہے)، قرآن کریم نے ماء طہور فرمایا ہے، تو پانی سے بدن یا کپڑا جو کچھ بھی دھلے گا، خود بخود پاک ہو جائے گا۔ نیت ہو یا نہ ہو۔ یہی حال وضو کا ہے کہ پانی چونکہ اصلاً طاہر و مطہر ہے، اس لیے بلا نیت کے وضو سے بھی، وہ پاک حاصل ہو جائے گی، جو نماز کے لیے شرط ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بہت قوی معلوم ہوتا ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آئمہ ثلاثہ کے مابین متعدد مسائل میں اختلاف ہو جاتا ہے، جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ (۱)

☆ زیر تفہیم حدیث سے متعلق یہ امر بھی قابل وضاحت ہے کہ جب حدیث میں ”الی دنیا“ آ گیا تو اس میں عورت بھی آگئی۔ پھر ”الی امراة“ فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ علامہ قسطلانی و دیگر شارحین نے جواب دیا: چونکہ عورت ہی دنیا میں سب سے زیادہ فتنہ و فساد کا سبب بنتی ہے۔ لہذا تخصیص بعد التعمیم کے طور پر اسے خصوصیت سے ذکر کر دیا، جیسا کہ قرآن کریم میں لفظ ملائکہ کے بعد جبریل کا ذکر آیا ہے، اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماترکت بعدی فتنۃ اصر علی الرجل من النساء (۲) میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے بڑھ کر فتنہ انگیز چیز کوئی نہیں چھوڑی۔

☆ اگرچہ لفظ دنیا میں عورت آگئی تھی، مگر خصوصی تنبیہ کے طور پر عورت کا پھر ذکر فرما دیا۔ ظاہر ہے، کہ یہ تو جیہہ یک طرفہ ہے اور سوال تو پھر بھی باقی رہتا ہے، کیونکہ دنیا میں جو چیز فتنہ و مصیبت کا سبب بنتی ہے، وہ صرف عورت ہی نہیں ہے، بلکہ اس کے علاوہ مال و دولت اور اولاد بھی ہے، جس کا ذکر خود قرآن حکیم نے کیا ہے، پھر عورت مطلقاً ایسی چیز نہیں ہے، جو فتنہ و فساد کی جڑ بنے۔ حدیث میں یہ بھی تو ہے کہ عورت صالح ہو تو دنیا کی بہترین متاع ہے اور یہ بھی کہ الدنیا کلھا متاع و خیر متاعھا المرءۃ الصالحة دنیا پوری کی پوری سرمایہ ہے، اور اس سرمایہ کا سب سے بہترین حصہ صالح عورت ہے۔

☆ بعض شارحین نے یہ جواب دیا کہ یہ حدیث مہاجر ام القیس کے متعلق آئی۔ مدینہ میں قبیلہ نامی ایک عورت تھی، جن سے ایک صاحب نے نکاح کرنا چاہا، تو قبیلہ نے کہا: مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آؤ، تو نکاح منظور ہے، چنانچہ انہوں نے ہجرت کر کے نکاح کر لیا۔ لوگ انہیں مہاجر ام القیس کہنے لگے، اس لئے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کے طور پر خصوصاً عورتوں کا ذکر بھی فرما دیا۔

☆ اب وہی بات کہ عمل مخلوط یعنی ایسے عمل کا کیا حکم ہے، جس میں دین و دنیا دونوں کی غرضیں مل جل گئی ہوں، مثلاً ایک شخص حج کے لیے جاتا ہے، اور تجارتی منفعت کا بھی کوئی پہلو اس کے پیش نظر ہے، تو ثواب ملے گا یا نہیں۔ واضح ہو کہ اصطلاح شرع میں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عبادت کرنے کو نیت کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض وہ اعمال و افعال جو عبادت نہیں ہیں، اگر ان کے کرنے والا قربت کی نیت کر لے، تو ان پر بھی ثواب ملتا ہے، چنانچہ عمل کی چند صورتیں ہیں:

- ۱۔ عمل کا باعث اور اصل محرک صرف دنیا ہے، تو ثواب نہیں ملے گا۔
- ۲۔ عمل کا باعث تو صرف اخروی ہے مگر ضمناً کوئی دنیوی منفعت بھی ملحوظ ہے، تو یہ عمل عبادت ہی سمجھا جائے گا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جس نسبت سے دنیاوی نیت شامل ہے، اسی نسبت سے ثواب میں کمی ہو جائے گی۔

۳۔ پھر اس میں یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ دوسرا مقصد جو عبادت کے ساتھ ملایا گیا، وہ حلال ہے یا حرام۔ اگر حرام ہے، تو عمل ضائع ہو جائے گا، اور اگر حلال ہے تو بقدر نیت دنیاوی ثواب کم ہو کر رہ جائے گا۔

۴۔ اگر عمل کا اصل محرک صرف رضائے الہی ہے، اور ضمناً بھی کوئی دنیاوی منفعت ملحوظ نہیں ہے، تو ہر عمل اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، اور ثواب کامل اس پر دیا جائے گا۔ اس کی چند مثالیں ہیں:

ایک شخص حج کے لیے روانہ ہوا، عزم و ارادہ تو فریضہ حج کی ادائیگی ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی ہے، کہ موقع ملا تو تجارت بھی کر لوں گا، اور عزیز واقارب سے بھی مل لوں گا، تو اس کا یہ فعل عبادت ہی قرار پائے گا، قرآن حکیم میں اس کے متعلق فرمایا:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ (۱)

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض مسلمانوں نے خیال کیا، کہ راہ حج میں جس نے تجارت کی، اس کا حج ہی کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، اور بتایا گیا کہ راہ حج میں تجارت کرنا مباح ہے، جس سے یہ بات ثابت ہو گئی، کہ عمل مخلوط میں یہ دیکھنا پڑے گا، کہ دوسرا مقصد حرام ہے یا حلال۔ اگر حرام ہے تو عمل بھی ضائع ہو جائے گا جیسے حج کرنے والا یہ نیت بھی کر لے کہ حج کر کے حاجی کہلاؤں گا، اور دوسروں کی نگاہ میں عزت و جاہ حاصل کروں گا، تو چونکہ ریبا و سمعہ حرام ہے، اس لیے وہ حج بھی ضائع ہو جائے گا، اور اگر دوسرا مقصد حلال ہے، تو بقدر حصہ ثواب مل جائے گا مثلاً حج ہی کو لے لیجئے کہ نیت تو حج کی کی ہے، مگر اس کے ساتھ تجارت کا بھی خیال ہے، تو تجارت چونکہ حلال ہے، اس لیے ثواب حج تو ملے گا، مگر چونکہ اس میں تجارت کی نیت بھی ہے، تو جس نسبت سے دنیاوی نیت شامل ہے، ایسی نسبت سے ثواب کم ہو کر ملے گا۔ بہر حال یہ نیت کا معاملہ ایسا ہے، کہ عمل میں جس قدر زیادہ خلوص ہوگا، اسی قدر ثواب میں زیادتی ہوگی، اور خلوص میں جس قدر کمی ہوگی، ثواب میں بھی کمی ہو جائے گی، اور سب سے برتر و بالا عمل وہی ہے، جس میں شروع سے لے کر اخیر تک حسن نیت یکساں قائم رہے، اور ضمناً بھی کسی دنیاوی منفعت کا خیال تک نہ ہو۔ (۲)

۸۔ خلاصہ:

- ☆ یہ حدیث مبارکہ غریب ہے، بعض نے اسے متواتر کہا ہے، یہ درست نہیں ہے۔
- ☆ علماء کرام اس حدیث مبارکہ کو کتاب کے شروع میں نقل فرماتے ہیں، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے بھی اسے شروع میں نقل فرمایا ہے۔
- ☆ یہ حدیث مبارکہ بہت اہم ہے، کیونکہ اس کی اکثر ضرورت پڑتی ہے، اور اس لیے بھی کہ تمام اعمال میں اصل چیز نیت ہوتی ہے۔
- ☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ان تین حدیثوں میں سے ایک ہے، جو اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہیں۔
- ☆ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ان پانچ احادیث میں سے پہلی حدیث ہے، جن پانچ احادیث پر اسلام کی بنیاد ہے۔
- ☆ مدار سے مراد یہ ہے کہ اگر عمل سے کسی کا ارادہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رضا ہے، تو یہ سب سے زیادہ فضیلت والی بات ہے، اگر اس عمل سے مقصود جنت کا حصول ہے تو یہ بھی فضیلت ہے، اگر عملی سے مراد دنیا حاصل کرنا ہے تو اگر وہ جائز کام ہے تو اس کا کرنا بھی جائز، اگر ناجائز ہے، تو کرنا بھی ناجائز ہے۔

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث کی بناء پر وضو میں نیت شرط ہے۔
☆ علماء احناف کے نزدیک نیک کام بغیر نیت سے بھی باعث ثواب ہوتا ہے، اس لیے بغیر نیت کے بھی وضو درست ہے، البتہ نیت کرنا مستحب ہے۔

☆ ناجائز اور حرام کام نیت کے صحیح ہونے سے جائز و حلال نہیں ہوتے، بلکہ وہ حرام و باعث گناہ ہی رہتے ہیں۔
☆ حدیث مبارکہ میں جس عورت کا ذکر ہے، اس کا نام ام قیس قبیلہ تھا۔ (۱) اسی لیے ہجرت کرنے والے کو مہاجر قیس کہا جاتا تھا۔
☆ اگر ایک نیک کام کرتے وقت دوسرے نیک کاموں کی بھی نیت کر لی جائے، تو سب کا ثواب علیحدہ علیحدہ ملے گا، جیسے کوئی اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلے اور ساتھ ساتھ یہ نیت بھی کرے، کہ ہر ملنے والے کو سلام کرے گا، مصیبت زدہ کی پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کرے گا، مسجد میں صفائی و ستھرائی کا خیال رکھے گا، نیکی کا حکم کرے گا، برائی سے منع کرے گا، مسجد کے تقدس کا خیال رکھے گا، علماء و صلحاء کی مجلس میں بیٹھے گا اور ان سے فیض و برکت حاصل کرے گا، علماء سے شرعی مسائل میں رہنمائی لے گا، تو ایک ہی وقت میں اگر ان متعدد کاموں کی نیت کرے گا، تو سب پر ثواب میسر آئے گا (انشاء اللہ تعالیٰ جل جلالہ)

برتن سے (پانی لے کر) وضو کرنا

۶۱۔ باب الوضوء من الإناء

اس باب میں برتن سے چلو کے ذریعے پانی لے کر وضو کرنے کا بیان ہے، اور ایک ہی برتن سے متعدد لوگوں کا پانی لے کر وضو کرنے کا بیان ہے، اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بار بار برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پانی پاک ہی رہتا ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، پچھلے باب میں وضو کے لیے نیت کرنے کا بیان تھا، اور اس باب میں وضو کے لیے برتن سے پانی لینے کا بیان ہے۔

۷۶۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانتُ صَلَاةَ الْعَصْرِ، فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوُضُوءَ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوءٍ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي ذَلِكَ الْإِنَاءِ، وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّؤُوا، فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبَعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّؤُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو کے لیے پانی تلاش کیا، لیکن انہیں نہ ملا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (تھوڑے) پانی کا برتن لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وضو کرنے کا حکم فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے (چشمہ کی طرح) پھوٹ رہا تھا، یہاں تک کہ سب لوگوں نے وضو کر لیا۔

۱۔ اطراف:

مسلم: ۲۲۷۹، ترمذی: ۳۶۳۱، نسائی: ۷۶، مسند الشافعی، ج ۲، ص ۱۸۶، ابن حبان: ۶۲۳۹، مسند احمد: ۱۲۳۲۸

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں، ان چاروں کے حالات گزر چکے ہیں۔

۱۔ قتیبة: راجع: ۱۔ ۲۔ مالک: راجع: ۷۔

۳۔ اسحاق بن عبداللہ: راجع: ۶۸۔ ۴۔ انس: راجع: ۶۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت رباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ رباعیات امام نسائی کی اعلیٰ ترین سند ہے۔
- ☆ رباعیات کے اعتبار سے یہ آٹھویں (۸) حدیث مبارکہ ہے۔ مصنف ذخیرۃ العقبیٰ (۱) کا یہ کہنا کہ یہ تیسری حدیث رباعیات میں سے ہے، درست نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے سات حدیثیں نمبر ۶، ۱۴، ۱۹، ۳۵، ۵۳، ۵۴، ۵۵ رباعیات ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی بخلائی اور باقی سارے مدنی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

- | | |
|---|---|
| حانت: قریب تھا | التمس الناس: لوگوں نے تلاش کیا، طلب کیا، ڈھونڈا |
| موضع یدہ: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے اپنا دست مبارک رکھا | الاناء: برتن |
| ینبع: جاری تھا، بہہ رہا تھا، چشمہ کی مثل، فوارہ کی طرح | من تحت اصابعہ: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی انگلیوں کے نیچے سے |

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، لوگوں کو پانی نہ ملا (یعنی لوگوں کے لیے پانی نہ تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھوڑے پانی والا تھا لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا، بخدا! میں نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی پھوٹتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: آؤ! اس پاک پانی اور اللہ تعالیٰ ﷻ کی برکت کی طرف۔ حضرت اعمش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سالم بن ابی جعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ اس دن کتنے لوگ تھے؟ انہوں نے فرمایا: پندرہ سو (۱۵۰۰)۔

۷۷۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ عَلْقَمَةَ، عَنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَجِدُوا مَاءً، فَأَتَى بِتَوْرٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ وَيَقُولُ: حَيَّ عَلَى الطُّهُورِ وَالْبُرُوكَةِ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ الْأَعْمَشُ: فَحَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ: قُلْتُ لِجَابِرٍ: كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: أَلْفًا وَخَمْسِمِائَةً

۱۔ اطراف:

بخاری: ۳۵۷۹، مسلم: ۱۷۲۹، ترمذی: ۳۶۳۳، احمد: ۳۸۰۷، السنن الکبریٰ: ۸۰

۲۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جبکہ دوراوی روایت کے آخری حصہ کے ذکر ہوئے ہیں، اس طرح کل نورواوی ہیں، ان میں سے چھ راویوں کے حالات بیان ہو چکے ہیں، باقی تین کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ اسحاق بن ابراہیم: راجع: ۲

۲۔ عبدالرزاق:

آپ کا نام ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیدی صنعانی (م: ۲۱۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، حافظ، مصنف، مشہور راوی ہیں، آپ المصنف (عبدالرزاق) کے مصنف ہیں، آپ اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ و محدث ہیں، آپ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اور سماعت بھی متاثر ہو گئی تھی، اہل علم آپ کی ثقاہت و فقاہت پر متفق ہیں، البتہ تشیع کرتے تھے، آپ کی پیدائش ۱۲۶ھ ہے، اس طرح پچاسی سال کی طویل عمر پائی، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ سفیان: راجع: ۳۷

۴۔ الاعمش: راجع: ۱۸

۵۔ ابراہیم: راجع: ۳۳

۶۔ علقمہ:

آپ کا نام ابو شبل علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن علقمہ نخعی کوفی (م: ۶۲-۶۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، فقیہ،

عابد راوی ہیں۔ علماء آپ کی ثقاہت و فقاہت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

i۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۲۶۸

۱۔ الجرح والتعديل، ج ۶، ص ۳۸

ii۔ التاريخ الکبیر، ج ۷، ص ۱۷۷

۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۸۶

۷۔ عبداللہ بن مسعود: راجع: ۳۹۔

۸۔ سالم بن ابی جعد:

آپ کا نام سالم بن ابی جعد رافع غطفانی الشجعی کوفی (م: ۹۷ھ) ہے، آپ روادے کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، کثیر الحدیث، تابعی راوی ہیں، آپ مرسل روایات کرتے ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۹۔ جابر: راجع: ۳۵۔

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سابعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ ساتویں (۷) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی مروزی، دوسرے صنعانی اور باقی کوفی ہیں۔
- ☆ سند کے دوسرے راوی عبدالرزاق صاحب کتاب "المصنف" ہیں، جو کہ المصنف عبدالرزاق کے نام سے مشہور ہے۔
- ☆ امام اعمش نے دو سندوں سے روایت ذکر کی ہے، جس کا فائدہ یہ ہے: کہ پہلی سند عنعنہ سے ہے، اور اعمش کے مدلس ہونے کی وجہ سے ضعف تھا، جبکہ دوسری سند میں حدیثی سے روایت کی، جس سے ضعف رفع ہو گیا۔
- ☆ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری سند عالی ہے، کیونکہ اس میں صحابی کے درمیان ایک واسطہ ہے، جبکہ پہلی سند میں دو واسطے ہیں۔
- ☆ سند کے آخری صحابی راوی عبداللہ مذکور ہیں، اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، اس میں اس قاعدہ کی رعایت ہے، جو محدثین کے ہاں معروف ہے کہ مطلقاً عبداللہ جب مذکور ہو، تو اہل کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اہل مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمر، اہل مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر، اہل بصرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور اہل مصر و شام میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مراد ہوتے ہیں، اسی طرح غیر صحابہ میں مطلقاً عبداللہ سے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ مراد ہوتے ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخبرنا، حدثنی، قال ایک ایک دفعہ، انبانا اور دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

نور: تھال۔ بڑے پیندے کا برتن

یتفجرو: پھوٹے، جاری ہوئے

حی: آؤ الطهور: پاک، مراد پاک پانی

الف و خمسانة: پندرہ سو

۹۔ مسائل و نصاب:

☆ معجزہ کی تعریف:

جو شخص نبوت کا مدعی ہو وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ایسی دلیل پیش کرے، جس کا معارضہ کرنے سے، وہ پوری قوم عاجز ہو جائے، جس کی طرف مبعوث ہونے کا اس شخص نے دعویٰ کیا ہو، اور وہ دلیل اس کے دعویٰ کی مؤید اور مصداق ہو، یہ معجزہ ہے، یوں تو بعض شعبہ باز، ہینا ٹیزم کے ماہر اور جادوگر بھی بہت محیر العقول کام کر دکھاتے ہیں، لیکن یہ لوگ نہ توحی اور الہام کے مدعی ہوتے ہیں، اور نہ ان کی زندگی صاف اور پاکیزہ ہوتی ہے، اور نہ یہ تقویٰ اور طہارت کے حامل ہوتے ہیں، اور نہ یہ کسی روحانی انقلاب اور صالح نظام کے داعی ہوتے ہیں، اس کے برخلاف نبی اعلان نبوت سے پہلے لوگوں کے درمیان رہ کر بے داغ زندگی گزارتا ہے، اور لوگوں میں اس کی پاکیزہ سیرت، راست بازی، صداقت دیانت، امانت اور سخاوت کی ایسی شہرت ہو جاتی ہے، جس کی بناء پر لوگ اس کو سچائی کی علامت قرار دیتے ہیں، اور اس موڑ پر آ جاتے ہیں، کہ اس کی ہر بات کی بلا دلیل تصدیق کرنے لگیں، اور یوں معجزہ پیش کرنے سے پہلے نبی کی ذات خود بطور معجزہ تسلیم کر لی جاتی ہے، پھر نبی کی دعوت و تبلیغ سے بدکار، نیک، بت پرست، بت شکن اور چور اور ڈاکو ہادی اور امین بن جاتے ہیں، وہ ایک ایسے صالح نظام کا داعی ہوتا ہے، جس پر عمل کر کے لوگ دین اور دنیا کی فلاح اور برکتیں حاصل کرتے ہیں، اس کے برعکس ایک جادوگر اور ہینا ٹائز کرنے والے کے ہاتھ میں سوائے کھیل اور تماشے کے کچھ نہیں ہوتا، اس کے ہاں صالح حیات کا کوئی تصور نہیں ہوتا وہ کسی کافر کو مومن بنا سکتا ہے، نہ کسی بدکار کو پاکیزہ بنا سکتا ہے، وہ لوہے کو سونا تو بنا سکتا ہے لیکن کسی زنگ آلود دل کو طور سینا نہیں بنا سکتا۔

☆ ایک حدیث مبارکہ میں ہے: مقام زوراء میں ایک برتن میں کچھ پانی لایا گیا، اس میں اتنا کم پانی تھا، کہ انگلیاں بھی نہیں ڈوبتی تھیں، نبی ﷺ نے اس برتن میں اپنا مبارک ہاتھ رکھا، تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح پھوٹنے لگا، پھر اس پانی سے تین سو آدمیوں نے وضو کر لیا۔ نبی ﷺ کا یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ سے زیادہ باکمال ہے، جس میں انہوں نے زمین پر لٹھی مار کر پانی نکالا تھا، کیونکہ زمین میں بہر حال پانی ہوتا ہے، آپ ﷺ نے وہاں سے پانی نکالا، جہاں عادیہ پانی نہیں ہوتا، دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے خالی برتن میں ہاتھ نہیں رکھا، بلکہ اس برتن میں ہاتھ رکھا، جس میں پہلے سے کچھ پانی موجود تھا، کیونکہ اگر خالی برتن میں ہاتھ رکھتے اور پانی آ جاتا، تو یہ پانی عدم سے وجود میں آتا، اور کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی شان ہے۔

۱۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ غزوہ تبوک کے سفر میں جب لوگوں کو بھوک لگی اور کھانا ان کے پاس نا کافی تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: سب اپنے اپنے زادراہ کو جمع کر لیں، اور جب وہ جمع ہو گیا تو آپ ﷺ نے برکت کی دعا کی، تو وہ کھانا اتنا زیادہ ہو گیا کہ تمام لشکر نے کھا لیا اور سب نے اپنے اپنے برتن بھر لیے۔ (۱)

☆ اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ان کے گندھے ہوئے آٹے اور سالن کی دیکھی میں لعاب دہن ڈال دیا، تو اس تھوڑے سے کھانے سے غزوہ خندق کے ایک ہزار مجاہدین سیر ہو گئے۔ (۲) اسی طرح حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی دعوت کا واقعہ ہے۔ (۳) اور اس طرح کے اور بکثرت واقعات ہیں، اور سب میں یہی ہے کہ نبی ﷺ نے تھوڑی چیز میں دعا کی، یا لعاب دہن ڈالا تو وہ زیادہ

ہوگئی، اور یہی آپ کا معجزہ ہے، یہ نہیں ہوا کہ کوئی چیز عدم سے وجود میں آگئی، کیونکہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، اس چیز کو خلق اور پیدا کرنا ہے، اور یہ صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا کام ہے، دنیا کے پانیوں میں سب سے افضل زمزم کا پانی ہے، اس سے بھی افضل وہ پانی ہے، جو آپ ﷺ کی انگلیوں سے جاری ہوا، اور جو آپ ﷺ کا لعاب دہن ہے، وہ ہر پانی سے افضل ہے، حتیٰ کہ جنت کی نہروں اور کوثر و تسنیم سے بھی افضل ہے!

☆ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت ام مالک رضی اللہ عنہا نے جب کچی کو نچوڑ لیا، تو اس کی برکت اور آپ کے معجزے کا اثر ختم ہو گیا۔ (۱) ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب ایک صحابی نے نبی ﷺ کے دیئے ہوئے غلہ کو ماپ لیا، تو پھر اس کی برکت جاتی رہی۔ (۲)

☆ علماء نے بیان کیا ہے، اس میں حکمت یہ ہے: کہ ان کا کچی کو نچوڑنا اور غلہ کو ماپنا، تسلیم و رضا اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رزق پر توکل کے خلاف تھا، اور اپنی تدبیر پر اعتماد کرنے کو متضمن تھا، اس وجہ سے ان پر عتاب کیا گیا، اور ان چیزوں کی برکت زائل کر دی گئی۔

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس برتن میں پانی لایا گیا، بعض احادیث میں ہے: وسیع پیالہ لایا گیا۔ (۳) بعض احادیث میں ہے: شیشہ کا برتن لایا گیا، بعض احادیث میں ہے: آپ کے پاس ٹب لایا گیا۔ (۴)

☆ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو وضو کرنے کا حکم دیا، بعض روایات میں ہے کہ اس پانی سے ستر (۷۰) صحابہ نے وضو کیا۔ (۵) بعض روایات میں ہے اسی (۸۰) صحابہ نے وضو کیا (۶)، بعض روایات میں ہے: پندرہ سو (۱۵۰۰) صحابہ نے وضو کیا (۷)، بعض روایات میں ہے: تین سو صحابہ نے وضو کیا۔ (۸)، صحابہ کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے، کہ کئی مواقع پر وضو کے لیے پانی کم تھا، اور آپ ﷺ نے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا، تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی ابلنے لگا، کسی موقع پر ستر صحابہ تھے، کسی موقع پر اسی صحابہ تھے، کسی موقع پر پندرہ سو صحابہ تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے، تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا۔ (۹)، اور کسی موقع پر تین سو صحابہ تھے۔ (۱۰)

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاشی ماری تو اس کی ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے، وہ بھی بہت عظیم معجزہ تھا، لیکن رسول ﷺ کا معجزہ سب سے عظیم ہے، کیونکہ پتھر اور زمین کی تہہ میں عادیہ پانی موجود ہوتا ہے، اور اگر معروف آلات سے زمین کو پانی تک کھودا جائے، تو وہاں پانی نکل آتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا: کہ آپ ﷺ نے معروف آلات کے بغیر محض لاشی کی ضرب سے پانی نکال لیا، اور نبی ﷺ نے انگلیوں سے پانی نکالا، جہاں پر پانی عادیہ ہوتا نہیں ہے۔

☆ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضو کے لیے پانی کو طلب کرنا، اس وقت واجب ہے، جب نماز کا وقت آجائے، کیونکہ نبی ﷺ نے صحابہ کو اس پر ملامت نہیں کی، کہ تم نے پہلے پانی کو کیوں تلاش نہیں کیا، اور اس حدیث میں معجزہ کا ثبوت ہے، اور اس پر دلیل ہے کہ نبی ﷺ کا معجزہ ہر نبی کے معجزہ کی جنس سے افضل ہوتا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہا نرم ہو جاتا تھا، اور وہ اس سے زرہ بنا لیتے تھے، اور نبی ﷺ کے لیے پتھروں کو نرم کر دیا گیا، احد پہاڑ آپ سے بہت محبت کرتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: احد پہاڑ ہے، یہ ہم سے محبت کرتا ہے، ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (۱۱)

۱-	مسلم: ۵۹۳۵	۲-	ایضاً: ۵۹۳۶	۳-	بخاری: ۳۵۷۴
۲-	بخاری: ۳۵۷۵	۵-	بخاری: ۳۵۷۴	۶-	بخاری: ۳۵۷۵
۴-	بخاری: ۳۵۷۶	۸-	بخاری: ۳۵۷۴	۹-	بخاری: ۳۵۷۶
۱۰-	بخاری: ۳۵۷۴	۱۱-	بخاری: ۱۳۸۲		

جب کہ لوہا تو معروف اسباب سے پکھل کر نرم ہو جاتا ہے، اور پتھر ٹوٹ تو جاتا ہے، نرم نہیں ہوتا، سو جس کی طبیعت میں نرمی نہیں ہوتی، وہ بھی آپ کے لیے نرم ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پرندے کلام کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پتھروں نے کلام کیا، اور پرندوں کا کلام کرنا، اتنا باعث حیرت نہیں، کیونکہ ان کی زبان ہوتی ہے، اور وہ بولتے ہیں، کمال تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پتھروں نے کلام کیا، جن کی زبان نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعثت کی راتوں میں مکہ کا ایک پتھر مجھ کو سلام کرتا تھا، میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (۱)

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردوں کو زندہ کیا، یہ بھی اتنا باعث حیرت نہیں، کیونکہ وہ مردے انسان تھے، اور ان میں پہلے حیات تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں رکھے ہوئے گوشت کے ٹکرے نے کلام کیا اور اس میں حیات آگئی، اور علم آ گیا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۲) درختوں میں حیات آگئی، جن میں عادتاً حیات نہیں ہوتی، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر اپنی جڑوں کو کھینچتے ہوئے چلے آئے، بلکہ کوئی ان کو پیغام دیتا کہ تم کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں تو وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے چلے آتے۔ (۲) ان میں حیات آگئی، قوت سماع آگئی، قوت کلام آگئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ کے سامنے مکہ کا جو پہاڑ آتا یا درخت آتا، وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ (۳)

☆ غور کیجئے! درختوں کو آپ کا پیغام ملے، تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں، اگر ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ملے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کریں، تو ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن درخت آگے ہوں، اور ہم پیچھے ہوں، پتھر اور درخت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھتے ہیں، تو جو اپنے آپ کو مسلمان کہلا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام نہ پڑھے، وہ پتھروں اور درختوں سے بھی گیا گزرا ہے۔

☆ علماء نے فرمایا: سب پانیوں سے افضل ماء زمزم ہے، شب معراج اسی پانی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس کو غسل دیا گیا، بعض نے آب کوثر کو افضل قرار دیا، لیکن حق یہ ہے کہ سب پانیوں سے افضل و برتر وہ پانی ہے، جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے بہا، کیونکہ یہ پانی حضور کا جز ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو طہور مبارک فرمایا۔

پنچہ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے چشمہ مخور شید میں تو نام کو بھی نم نہیں

☆ وضو کے لیے پانی کی تلاش اس وقت واجب ہے۔ جب کہ نماز کا وقت آ جائے۔

☆ نماز اپنے وقت پر واجب ہوتی ہے۔

☆ نماز کا وقت آنے سے پیشتر وضو کے لیے پانی تلاش کر لینا مستحب ہے۔

☆ اس حدیث سے ان ملاحظہ کا رد ہو گیا، جو معجزات کے منکر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا نکلنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، جس کو ثقہ افراد کی جماعت کثیر نے نقل کیا۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے بہا ہوا پانی متبرک و معظم تھا، مگر اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے وضو کیا، جس سے زمزم کے پانی سے وضو غسل کا جواز ثابت ہوا۔ نیز زمزم کے پانی سے وضو غسل کے لیے جائز ہونے کے متعلق صریح حدیث بھی مل جاتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں۔ فدعا بسجل من ماء زمزم فشرب منه و تو ضاء (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول زمزم کے پانی کا منگایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ پانی نوش فرمایا اور وضو بھی کیا۔

۸۔ خلاصہ:

- ☆ برتن سے بار بار ہاتھ کے ساتھ پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے۔
- ☆ پانی کے برتن میں بار بار ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔
- ☆ ایک برتن سے متعدد لوگوں کا اپنے اپنے ہاتھ سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے۔
- ☆ جب نماز کا وقت ہو جائے، تو پانی کی تلاش واجب ہے۔
- ☆ نماز اپنے وقت پر فرض ہے۔
- ☆ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے، پانی تلاش کر لینا مستحب ہے۔
- ☆ اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کے عظیم معجزہ کا ذکر ہے، کہ آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا۔
- ☆ یہ حدیث معجزہ کے ثبوت میں دلیل ہے۔
- ☆ نبی کریم ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونا، اس لیے بھی عظیم معجزہ ہے کہ عادتاً انگلیوں میں پانی موجود نہیں ہوتا، باقی انبیاء کرام ﷺ سے جو معجزے ظاہر ہوئے، ان میں اکثر معروف قاعدہ کلیہ کی مخالفت ہے، جبکہ اصل صلاحیت کی موجودگی کا عادتاً امکان موجود تھا، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر سے پانی جاری کرنا، حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کا نرم ہونا، جبکہ حضور نبی کریم ﷺ سے ظاہر ہونے والے بہت سارے معجزات عادتاً غیر امکانی تھے، جیسا کہ ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، پتھروں کا کلام کرنا، اس لیے حضور نبی کریم ﷺ سے ظاہر ہونے والے معجزات باقی انبیاء کرام ﷺ کے معجزات سے عظیم ترین تھے۔
- ☆ نبی کریم ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کا معجزہ متعدد بار رونما ہوا، اسی لیے احادیث مبارکہ میں تعداد مختلف بیان ہوتی ہے۔
- ☆ احادیث مبارکہ میں مستفید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ستر (۷۰)، اسی (۸۰)، تین سو (۳۰۰) اور پندرہ سو (۱۵۰۰) تک بیان ہوئی ہے۔ جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی بہت شان والا ہے، اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں وہ پانی کافی ہوتا۔
- ☆ حضور نبی کریم ﷺ کی انگشت مبارکہ سے نکلنے والا پانی، باقی تمام پانیوں سے افضل و اعلیٰ ہے، حتیٰ کہ آب زمزم سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔
- ☆ حضور نبی کریم ﷺ اور باقی انبیاء کرام ﷺ سے جو معجزات رونما ہوئے، ان کی نوعیت یہ رہی ہے کہ کم چیز کو زیادہ کیا، یا خلاف عادت اور خلاف عقل ذرائع کو استعمال کیا، لیکن کسی چیز کو عدم سے وجود میں نہیں لایا گیا، کیونکہ عدم سے وجود عطا کرنا، یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی صفت خاص ہے۔

۶۲۔ باب التَّسْمِيَةِ عِنْدَ الْوُضُوءِ

وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا

اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے، کہ وضو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا مشروع ہے، البتہ تسمیہ کا وضو کے لیے فرض، واجب یا سنت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، اس کا ذکر انشاء اللہ مسائل و نصاب میں آئے گا۔ اس سے پہلے باب میں وضو کے لیے برتن سے پانی لینے کا بیان تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ نے وضو کے لیے پانی تلاش کیا (لیکن انہیں نہ ملا)، (یہ صورت حال دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی کے پاس کچھ پانی ہے؟ (کچھ پانی حاضر کیا گیا) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پانی میں رکھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا نام لے کر وضو کرو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت ہائے مبارک سے پانی پھوٹ رہا تھا، یہاں تک کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو کر لیا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ کے خیال میں ان لوگوں کی کتنی تعداد تھی؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تقریباً ستر تعداد تھی۔

۷۸۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، وَقَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: طَلَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءًا. فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مَاءٌ؟ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْمَاءِ وَيَقُولُ: تَوَضَّؤُوا بِسْمِ اللَّهِ. فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّؤُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ قَالَ ثَابِتٌ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: كَمْ تَرَاهُمْ؟ قَالَ: نَحْوًا مِنْ سَبْعِينَ

۱۔ اطراف:

احمد: ۱۲۳۱۵، ابن خزيمة: ۱۳۳، السنن الكبرى: ۸۳

۱۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا نام لے کر وضو کرو۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے۔

- | | |
|------------------------------|------------------------|
| ۱۔ اسحاق بن ابراہیم: راجع: ۲ | ۲۔ عبدالرزاق: راجع: ۷۷ |
| ۳۔ معمر: راجع: ۱۰ | ۴۔ ثابت: راجع: ۵۳ |
| ۵۔ قتادة: راجع: ۳۳ | ۶۔ انس: راجع: ۶ |

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیاتِ سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ تینتیسویں (۳۳) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی مروزی، دوسرے اور تیسرے یمنی اور آخری تین بصری ہیں۔
- ☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مکثرین سببہ صحابہ میں سے ہیں، آپ سے دو ہزار دو سو چھیالیس (۲۲۸۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، اباناً اور حدثناً ایک ایک دفعہ، جبکہ عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

توضؤوا: تم وضو کرو

وضوء: وضو کا پانی

سبعین: ستر (۷۰)

کم تراہم: تمہارے خیال میں کتنی تعداد تھی

۹۔ مسائل و نصاب:

☆ وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا سنت یا مستحب:

(قال) وَتَسْمِيَةُ اللَّهِ تَعَالَى فِي ابْتِدَاءِ الْوُضُوءِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَسْمِ اللَّهَ وَالْمُرَادُ بِهِ

نَفْسُ الْفَضِيلَةِ وَالْأَصَحُّ أَنَّهَا مُسْتَحَبَّةٌ وَإِنْ سَمَّاهَا فِي الْكِتَابِ سُنَّةٌ وَيُسَمَّى قَبْلَ الْاِسْتِنْبَاجِ وَبَعْدَهُ هُوَ الصَّحِيحُ۔ (۱)

فرمایا اور ابتداءً وضو میں اللہ کا نام لینا (سنت) ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس شخص کا وضو نہیں جس نے اللہ کا نام نہ لیا اور اس سے مراد فضیلت کی نفی ہے اور اصح یہ ہے کہ تسمیہ مستحب ہے اگرچہ (صاحب قدوری) نے کتاب (قدوری) میں اس کو سنت کہا ہے اور تسمیہ استنجاء سے پہلے بھی پڑھے اور اس کے بعد بھی یہی صحیح ہے۔

☆ حضرت عبدالرحمن بن ابی سفیان اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کا وضو نہیں، جس نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا نام نہ لیا ہو۔ (۲)

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا فرض ہے:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا فرض ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بغیر بسم اللہ پڑھے وضو نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کو دل پر حمل کیا جائے گا کیونکہ دل قائم مقام زبان ہے۔ تاکہ حرج دور کیا جائے کیونکہ دوبارہ وضو کرنے میں حرج ہوگا۔

☆ ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے سنت ہونے میں احناف کا موقف و دلیل:

ائمہ احناف کے نزدیک بسم اللہ وضو کے شروع میں پڑھنا سنت ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت وضو شرط کی قید سے خالی یعنی مطلق ہے لہذا اس کو اطلاق پر جاری رکھیں گے۔ مقید اس لئے نہیں کریں گے کہ ترک تسمیہ سے بھی وضو کے اطلاق میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ پانی کی خلقت ہی طہارت کیلئے ہے۔ جو پانی میں اصل ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام ذکر کیا اس کا سارا بدن پاک ہوا۔ اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام ذکر نہ کیا اس کے بدن کا وہ حصہ پاک ہوا جہاں تک پانی پہنچ گیا۔ (۱)

☆ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام محمد بن الحاج علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مجھے اس شخصیت سے تعجب ہے جس نے صرف اس حدیث سے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے اس سے وہ حدیث مراد ہے جسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے؟ پس آپ نے برتن میں دست مبارک رکھا اور فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر وضو کرو، تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اُبل رہا تھا حتیٰ کہ تمام صحابہ کرام نے وضو کر لیا، اور وہ ستر کے قریب تھے۔ اس حدیث کو امام نسائی، ابن خزیمہ اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ امام بیہقی نے فرمایا: بسم اللہ کے بارے میں روایت کی جانے والی یہ صحیح ترین حدیث ہے۔ امام نووی نے کہا کہ اس کی سند عمدہ ہے۔ (۲)

☆ ہر وضو کے لیے بسم اللہ کے سنت ہونے پر اس حدیث کی دلالت کا ضعیف ہونا ظاہر ہے۔

کیونکہ اس جگہ تو تھوڑے پانی میں برکت حاصل کرنے کیلئے بسم اللہ پڑھی گئی ہے۔ اس کا وضو نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا“ سے گزشتہ استدلال کے مطابق زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جس طرح سنت کے ترک کرنے سے فضیلت اور کمال کی نفی ہوتی ہے فی الجملہ مستحب کے ترک سے بھی یہ نفی ثابت ہوتی ہے، اس بحث سے استحباب کے قول کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (۳)

☆ علامہ محمود البابر ترقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اہل ظواہر یعنی غیر مقلدین کے نزدیک بسم اللہ کے بغیر وضو جائز نہیں کیونکہ ان کے نزدیک اس حدیث میں ”لا“ نفی جنس کیلئے ہے حقیقت یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا شرط ہے۔ (غیر مقلدین اگرچہ قیاس کے مخالف ہیں) لیکن اس مسئلہ میں وہ اس حدیث کو دوسری حدیث پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ (لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ) وَهُوَ أَفَادَ الْوُجُوبِ ۔

کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ حدیث وجوب کا فائدہ دیتی ہے لہذا اس کا تقاضہ یہ ہے بسم اللہ وضو کیلئے واجب یا شرط ہونی چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث فاتحہ مشہور ہے جبکہ حدیث تسمیہ فی الوضو غیر مشہور ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ہر نماز میں فاتحہ پڑھی لیکن ہر

وضو میں بسم اللہ نہیں پڑھی۔ اور حکم دلیل کی قوت سے ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ قوت یہاں نہیں ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم وضو میں بسم اللہ کو شرط یا واجب قرار دیں تو اس سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی۔ جو کہ جائز نہیں۔ اس کا تیسرا جواب یہ ہے اس سے کتاب اللہ کا نسخ لازم آئے گا جو درست نہیں۔

ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے بارے میں امام طحاوی و امام قدوری کا موقف و دلیل:

یہ ائمہ فرماتے ہیں کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا وضو جو مروی ہے اس میں انہوں نے تسمیہ کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا پس آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ وضو سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے کسی چیز نے بھی سلام کے جواب سے منع نہیں کیا مگر میں نے طہارت کے بغیر اللہ کا ذکر پسند نہ کیا۔ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کے وقت اللہ کا ذکر طہارت سے پہلے کرنا پسند نہیں فرمایا اور بسم اللہ بھی اللہ کا ذکر ہے لہذا اس کا ترک بھی ثابت ہوا اور جب آپ ﷺ سے کسی عمل کا سنت کے ساتھ ساتھ ترک بھی ثابت ہو تو ہو مستحب ہوتا ہے۔ (۲)

☆ حدیث "لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يُسَمِّ اللَّهَ" کا معنی:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ حدیث احاد میں سے ہے۔ اور خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں لہذا اس حدیث کو کمال وضو کی نفی پر محمول کریں گے۔ اور یہی معنی سنت ہے جیسا حدیث میں ہے۔

قَوْلِ النَّبِيِّ لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ

مسجد کے ہمسائے کی نماز نہیں ہے مگر مسجد میں۔ کیونکہ اگر مسجد کے ہمسائے سے جماعت چھوٹ جائے اور وہ بعد جماعت گھر میں نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے اور اس کی نماز درست ہے البتہ ثواب میں کمال کی نفی ضرور ہوگی۔ جو اسے مسجد میں حاصل ہونا تھا۔

اس حدیث کے پیش نظر ہم کہیں گے کہ بسم اللہ وضو کے شروع میں پڑھنا نبی کریم ﷺ سے مواظبت سے ثابت ہے لہذا سنت ہے صاحب ہدایہ کا سنت کہنے کی وجہ یہ بھی ہے دلیل میں قوت ہے کہ "لا وضو" یعنی نفی شکی یقیناً کسی امر معین میں ہوتی ہے۔ (۳)

☆ اس حدیث مبارکہ میں وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے، البتہ اختلاف اس مسئلے میں یہ ہے کہ کیا بسم اللہ پڑھنا واجب ہے یا سنت؟ جمہور اہل علم کے نزدیک وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، کیونکہ وہ مذکورہ حدیث اور اس مفہوم کی دیگر احادیث کو سنت اور مشروعیت پر محمول کرتے ہیں، جبکہ امام حسن، اسحاق بن راہویہ اور اہل ظاہر کا موقف یہ ہے: کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا واجب ہے، اگر کوئی جان بوجھ کر بسم اللہ نہیں پڑھتا، تو اس کا وضو نہیں ہوگا، اسے دوبارہ وضو کرنا چاہیے۔ (۴) کیونکہ وہ اس حدیث: (لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه) "جس نے وضو میں بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو ہی نہیں۔" (۵) کو اور اس مفہوم کی دیگر احادیث کو وجوب پر محمول کرتے ہیں۔

شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۱۵۹-۶۲

۳

عنا یہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۲۴

۲

سنن ابن ماجہ، ج ۱

۱

جامع الترمذی: ۲۵

۵

صحیح الترغیب، ج ۱، ص ۲۰۱

۴

☆ امام اسحاق رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں: کہ اگر کوئی وضو میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے یا کسی تاویل کی بنا پر وضو سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتا، تو اس کا وضو ہو جائے گا۔ (۱) بہر حال دلائل کی رو سے راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے، کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا واجب ہے، جیسا کہ امام اسحاق رضی اللہ عنہ وغیرہ کا موقف ہے اور حدیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا بھی یہ ہے۔ (۲)

۱۰۔ خلاصہ:

☆ امام نسائی رضی اللہ عنہ کا مقصود اس باب کے قائم کرنے اور حدیث مبارکہ کے لانے سے، وضو کے لیے بسم اللہ کے مشروع ہونے کا ہے، البتہ ان کے استدلال سے تسمیہ کا مستحب ہونا ہی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ بظاہر حدیث سے پانی کی قلت دور کرنے کے لیے بسم اللہ پڑھنے کا حکم صریح ہے۔ اور خاص وضو کے لیے بسم اللہ پڑھنے کا حکم صریح نہیں ہے۔

☆ اہل ظواہر کے نزدیک وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور جان بوجھ کر چھوڑنے کی بناء وضو نہ ہوگا۔

☆ آئمہ احناف، شوافع، مالکیہ اور جمہور علماء کے نزدیک وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت مستحبہ ہے۔

☆ جن احادیث میں نفی آئی ہے، اس سے مراد اکملیت اور ثواب کی نفی ہے، اس لیے وضو کے لیے شروع میں بسم اللہ کا پڑھنا سنت مستحبہ ہے، فرض یا واجب نہیں ہے۔

خادم کا وضو کروانے کے لیے

۶۳۔ باب صَبِّ الْخَادِمِ الْمَاءِ

اعضا پر پانی بہانا

عَلَى الرَّجُلِ لِلْوُضُوءِ

اس باب میں وضو کروانے کے لیے کسی دوسرے کا اعضا پر پانی بہانے کا بیان ہے، صب (پانی بہانا) سے مراد ہے کہ اعضا پر پانی بہائے، اور اس سے اس بات سے احتراز ہے کہ اعضا کو ملنا اس سے مراد نہیں ہے، بلکہ اعضا کو دھونے کے لیے صرف پانی بہانا مراد ہے۔ خادم وضو کرنے والے کے لیے اعضا پر پانی بہائے، اور متوضی وضو کرے، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ پچھلے باب میں وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا بیان تھا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر جب وضو فرمایا، تو میں نے پانی بہایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا۔ امام نسائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امام مالک رضی اللہ عنہ نے (عباد بن زید رضی اللہ عنہ کے بعد) عروہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

۹۔ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، وَالْحَارِثُ بْنُ مَسْكِينٍ قَرَأَهُ عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ وَاللَّفْظُ لَهُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ مَالِكٍ، وَيُونُسَ، وَعَمْرٍو، بِنِ الْحَارِثِ، أَنَّ ابْنَ شَهَابٍ أَخْبَرَهُمْ، عَنْ عَبَادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ: سَكَبْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَوَضَّأَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَمَسَحَ عَلَى الْخَفَّيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: لَمْ يَذْكُرْ مَالِكٌ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةِ

۱۔ اطراف:

تقدم: ۱۲۴، ۸۲، بخاری: ۱۸۱، ۲۰۳، ۲۰۶، ۲۲۲، مسلم: ۲۷۴، ابوداؤد: ۱۳۹، ۱۵۱، ابن ماجہ: ۵۳۵، احمد: ۱۸۱۸۳، السنن الکبریٰ

: ۱۶۵، ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۱۰۶، موطاء، ص ۲۸

۱۔ جامع الترمذی: ۲۵، ۲۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۳۱

۱۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
نبی کریم ﷺ نے جب وضو کیا تو میں نے پانی بہایا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں دس راوی ہیں، جن میں سے چھ کے حالات گزر چکے ہیں، باقی چار کے درج ذیل ہیں:

۱۔ سلیمان بن داؤد:

آپ کا نام ابو ریح سلیمان بن داؤد بن حماد بن سعد مہری بصری (م: ۲۵۳ھ) ہے، آپ علامہ رشیدین کے بھتیجے ہیں، آپ فقہ مالکی کے بہت بڑے فقیہ ہیں۔ آپ روایۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، زاہد راوی ہیں۔ امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ کا سن ولادت ۱۷۸ھ ہے۔ (۱)

۲۔ الحارث بن مسکین: راجع: ۹۔ ۳۔ ابن وہب: راجع: ایضاً

۴۔ مالک: راجع: ۷۔ ۵۔ یونس: راجع: ۹۔

۶۔ عمرو بن الحارث:

آپ کا نام ابو ایوب عمرو بن حارث بن یعقوب انصاری مصری (م: ۱۲۸ھ) ہے، آپ روایۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، حافظ، مقری راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۷۔ ابن شہاب: راجع: ۱۔

۸۔ عباد بن زیاد:

آپ کا نام ابو حرب عباد بن زیاد بن ابوسفیان (م: ۱۰۰ھ) ہے، آپ غالباً روایۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آپ عبید اللہ بن زیادہ کے بھائی ہیں، آپ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۵۳ھ میں بختان کا گورنر مقرر فرمایا، امام مسلم، ابو داؤد اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۹۔ عروہ بن المغیرہ:

آپ کا نام ابو یعفر عروہ بن مغیرہ بن شعبہ ثقفی کوفی (م: ۹۰ھ) ہے، آپ روایۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ تابعی راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)

ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۲۷۸

i۔ الجرح والتعديل، ج ۴، ص ۱۱۴

ii۔ تاریخ ابی زرعہ، ص ۲۵۸

i۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۵۱۵

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۷۳

i۔ الثقات، ج ۷، ص ۱۵۸

ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۱۹۵

i۔ تاریخ الثقات، ص ۳۳۱

۱۰۔ المغیرۃ: راجع: ۱۷

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سابعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ آٹھویں (۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے چار راوی سلیمان، حارث بن مسکین، ابن وہب اور عمرو بن حارث مصری ہیں، دور راوی امام مالک اور ابن شہاب زہری، مدنی ہیں، اور دور راوی عروہ بن مغیرہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوئی ہیں، جبکہ عباد بن زیاد سجستانی ہیں، اس وقت کے سجستان میں موجودہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے بھی کچھ حصے شامل تھے، اس طرح اس سند میں ایک راوی ایسے ہیں، جن کی نسبت ایسے علاقے سے ہے، جس کا تعلق پاکستان (صوبہ بلوچستان) سے بھی بنتا ہے۔

☆ قراۃ علیہ وانا اسمع اور واللفظ لہ دونوں الفاظ میں مخصوص قواعد کی رعایت کی گئی ہے، جس کی وضاحت پہلے حدیث نمبر نو (۹) اور حدیث نمبر پچھتر (۷۵) پر گزر چکی ہے۔

☆ یہ روایت بیٹے (عروہ بن مغیرہ) کی باپ (حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ) سے ہے۔

☆ یہ روایت تین تابعین کرام (امام زہری، عباد بن زیاد، عروہ بن مغیرہ) کی ایک دوسرے سے روایت ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخبارنا، سماع دو دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ تقریباً ساٹھ طرق کے ساتھ مروی ہے۔

۶۔ لغات:

سکبت: میں نے پانی ڈالا، بہایا

مسح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا

الخفین: درموزے

۷۔ مسائل و نصائح:

☆ وضو کرنے میں غیر سے مدد لینے کی اقسام اور اصاغر کا اکابر کی از خود خدمت کرنا:

اس حدیث میں وضو میں کسی کی مدد لینے کا ذکر ہے، اور وضو میں کسی کی استعانت لینے کی تین قسمیں ہیں:

i- کوئی شخص وضو کرنے کے لیے صرف پانی لا کر رکھ دے، یہ بغیر کسی کراہت کے جائز ہے۔

ii- کوئی شخص وضو کرنے والے کے اعضاء پر پانی ڈالے، یہ بھی بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، کیونکہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء پر پانی

ڈالا، جیسا کہ اس حدیث میں ہے، بعض علماء نے اس کو مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کہا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ اس

وقت ہوتا، جب رسول اللہ ﷺ نے اس فعل سے منع کیا ہوتا، اور علامہ ابن بطلال نے نقل کیا ہے: کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مکہ کے راستہ میں وضو کرایا، اور صحیحہ نے از ابی بشر روایت کیا ہے کہ مجاہد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر پانی ڈال رہے تھے، اور وہ اپنے پیر دھورے تھے، اور سلف صالحین وضو میں اس طرح کی استعانت لیتے تھے، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ عبدالرحمن بن ابزی اور الضحاک بن مزہم حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ پر لوٹے سے پانی ڈال رہے تھے، اور وہ وضو کر رہے تھے۔ (۱)

iii۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص وضو کرانے میں اعضا پر پانی بھی ڈالے اور اپنے ہاتھوں سے اعضاء وضو کو ملے بھی، یہ بیمار آدمی کے لیے عذر کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے اور بغیر عذر کے مکروہ ہے۔ (۲)

☆ اس روایت کو امام مالک، یونس اور عمرو بن حارث تین اشخاص نے امام زہری سے بیان کیا ہے۔ آخری دو تو عباد بن زید کے بعد عمرو بن مغیرہ کا ذکر کرتے ہیں، مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ ترجیح دور ادویوں کی بات کو ہوگی۔

☆ وضو کے دوران میں اس قسم کی خدمت لی جاسکتی ہے۔ اس سے وضو کے ثواب میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، کیونکہ وضو نام ہے، اعضاء کو دھونے کا، اور یہ کام تو وضو کرنے والا خود ہی کر رہا ہے، البتہ تعاون کرنے والا اپنی نیت کے مطابق اجر کا مستحق ہوگا۔ (۳)

☆ ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ساتھی یا بزرگ کو وضو کرادے، تو اس میں حرج نہیں، اور یہ فعل بلا کراہت جائز و مباح ہے، بلکہ سنت ہے، اور یہ بھی کہ چمڑے کے موزے پہنے ہوں، تو ان پر مسح جائز ہے۔ (۴)

۸۔ خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ کی سند میں محدثین نے امام مالک رضی اللہ عنہ کی سند پر کافی بحث و تمحیص کی ہے، اور امام مالک کی سند کو تسامحات میں شمار کیا ہے، امام مالک کی مذکورہ بیان کردہ سند درج ذیل ہے:

حدیثی یحییٰ عن مالک عن ابن شہاب عن عباد بن زیاد۔ ہومن ولد المغیرة بن شعبه عن ابیہ عن الغیرة بن

شعبه (۵)

اس سند میں دو خطائیں ہیں:

i۔ عباد بن زیاد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے نہیں ہیں۔

ii۔ عباد بن زیاد کا سماع حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ امکان بھی نہیں ہے۔

حافظ ابن عبد البر اور حافظ ندوی کے مطابق اصل سند اس طرح ہے:

عن عباد بن زیاد عن رجل من ولدا المغیرة بن شعبه عن المغیرة بن شعبه (۶)

۱۔ شرح ابن بطلال، ج ۱، ص ۲۸۶-۲۸۵ ۲۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۶۰۸

۳۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۳۲ ۴۔ فیوض الباری، ج ۱، ص ۳۶۲

۵۔ مؤطا امام مالک، ص ۹۹، ص ۴۷

۶۔ i۔ تہذیب الکمال، ج ۲، ص ۶۵۰ ii۔ التمجید، ج ۱۱، ص ۱۱۱-۱۲۷

- ☆ سند کی یہ خطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد یحییٰ بن یحییٰ الیشی کی ہے، یا امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے کسی کی ہے۔ (۱)
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف مواقع پر مختلف صحابہ کرام نے وضو کروایا۔
- ☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کروانے کے لیے پانی اعضاء پر بہایا، اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اصاعز کو اکابر کی بغیر کہے، خدمت کرنی چاہیے۔

☆ وضو میں کسی دوسرے سے تین طرح مدد لی جاسکتی ہے۔

۱۔ وضو کے لیے پانی لینا۔ ۲۔ وضو کے لیے پانی اعضاء پر بہانا۔

۳۔ اعضاء کو دھونا اور ملنا۔

☆ اس میں پہلی دو صورتیں جائز ہیں، جبکہ تیسری صورت ناجائز اور مکروہ ہے، البتہ عذر کی بناء پر تیسری صورت بھی جائز ہوگی۔

☆ اہل علم اور اہل فضل کی خدمت کرنی چاہیے۔

☆ آزاد انسان سے اس کی مرضی سے خدمت لی جاسکتی ہے۔

☆ بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ وضو کسی کی مدد لیے بغیر کیا جائے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں موزوں پر مسح کرنے کی دلیل ہے۔

وضو کے اعضاء کو ایک ایک دفعہ دھونا

۶۲۔ باب الوضوء مرة مرة

اس باب میں اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ دھونے کا بیان ہے، وضو میں اعضاء کو ایک ایک دفعہ دھونا فرض ہے، اور دو دو یا تین تین دفعہ سنت ہے، اس لیے اس باب میں وضو کے فرض کو بیان کیا گیا ہے، اسی لیے اس کے فوراً بعد امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونے کا باب قائم کیا ہے، اس سے پہلے باب میں وضو کے لیے خادم کے پانی بہانے کا ذکر تھا۔

۸۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ

قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِوَضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَتَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۵۷، ابوداؤد: ۱۳۸، ترمذی: ۳۲، نسائی: ۸۰، سنن دارمی: ۶۹۶-۷۱۱، ابن حبان: ۱۰۹۵، ابن خزیمہ: ۱۷۱، مسند احمد: ۲۰۷۲

۲۔ مطابقت:

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔

ذخیرۃ العقیل، ج ۲، ص ۳۲۸

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے تین کے حالات گزر چکے ہیں، باقی تین کے درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن المثنیٰ:

آپ کا نام ابو موسیٰ محمد بن مثنیٰ بن عبید بن قیس بن دینار عنزی بصری (م: ۲۵۲ھ) ہے، آپ الزمن کے لقب سے مشہور ہیں، آپ روایۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، صدوق راوی ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت و امامت پر متفق ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: محمد مثنیٰ اور بندار دونوں اپنے میدان کے اعلیٰ شہسوار ہیں، دونوں ایک ہی دن دنیا سے آخرت کی طرف عازم سفر ہوئے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۶۷ھ ہے۔ (۱)

۲۔ یحییٰ: راجع: ۴۔ سفیان: راجع: ۳۷۔
۳۔ زید بن اسلم:

آپ کا نام ابو عبد اللہ زید بن اسلم عدوی مدنی (م: ۱۳۶ھ) ہے، آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، آپ روایۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، عالم راوی ہیں، البتہ مرسل روایات کرتے ہیں، آئمہ صحاح آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ ابن عباس: راجع: ۳۱۔

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ بیسیویں (۳۲) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی ایسے ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ نے روایات بیان کی ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے دو راوی بصری، تیسرے کوئی اور آخری تین مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت عبد اللہ بن عباس مدنی بصری راوی ہیں۔
- ☆ یہ تابعی (زید) کی دوسرے تابعی (عطاء) سے روایت ہے۔
- ☆ حضرت عبد اللہ بن عباس فقہاء عبادلہ اور مکثرین سب سے صحابہ میں شامل ہیں، آپ سے ایک ہزار چھ سو چھیانوے (۱۶۹۶) احادیث مروی ہیں۔
- ☆ حضرت محمد بن مثنیٰ آئمہ صحاح ستہ کے شیخ ہیں۔
- ☆ سند میں سے الفاظ روایت اخبارنا، قال ایک ایک دفعہ جبکہ حدیثنا اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

ii۔ المعجم الموشمل، ص ۹۳۹

i۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۲۸۳

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۷۳

i۔ تاریخ ابی زرعہ، ص ۴۲۹

۸۔ لغات:

الاخبر کم: کیا میں تمہیں بتاؤں فتو ضاء: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وضو کیا

مرة مرة: ایک ایک دفعہ، مراد ہے اعضاء کو ایک ایک دفعہ دھونا

۹۔ مسائل و نصاب:

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعضاء وضو کو تین تین بار دھوتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے ایک ایک مرتبہ بھی اعضاء وضو کو دھویا، تاکہ اگر کبھی پانی کم ہو یا وقت کم ہو، تو ایک ایک مرتبہ بھی اعضاء وضو کے دھونے سے وضو ہو جائے، اور یہ وضو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہو۔

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ وضو کی تینوں احادیث (ایک دفعہ، دو دفعہ اور تین دفعہ اعضاء دھونے والی) ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اعضاء وضو کبھی ایک ایک بار، کبھی دو دو بار، کبھی تین تین بار دھوئے جاتے تھے۔ مگر غالب و اکثر تین تین بار دھونے کا ذکر آیا ہے۔ ایک بار دھونے میں صرف فرض پر کفایت کی گئی ہے، جس کے بغیر وضو ہوتا ہی نہیں۔ دو بار دھونے میں طہارت و پاکیزگی کے زیادہ اہتمام کی طرف اشارہ ہے، اسے نور علی نور کہتے ہیں۔ اور یہ مزید اجر و ثواب کا موجب ہے۔ اور تین تین بار دھونا مرتبہ تطہیر کی انتہا اور طہارت میں مبالغہ و تاکید کا اظہار ہے، تین بار سے زیادہ دھونا حد سے تجاوز، اسراف اور ظلم و ممنوع ہے۔ تین سے زیادہ بار دھونا بظاہر زیادتی ہے مگر حقیقت میں نقصان ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ تاہم اس سے وضو باطل نہیں ہوتا۔ بلکہ قائم و باقی رہتا ہے۔

بعض احادیث میں اعضاء وضو تین بار، بعض میں دو بار اور بعض میں ایک بار دھونے کا ذکر آیا ہے۔ یہ متعدد صورتیں ہیں: جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ یہ سب صورتیں بیان جواز اور دائرہ وضو کی توسیع کے لیے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک صرف ایک ایک بار دھونا گناہ ہے، کیونکہ اس مشہور سنت کا ترک لازم آتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے، گناہ نہیں، کیونکہ صرف ایک بار دھونے کا ذکر بھی صحیح احادیث میں آیا ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے مؤطا میں کہا ہے: کہ تین تین بار دھونا افضل، دو دو بار دھونا کفایت اور صرف ایک بار دھونا اگر صحیح و کامل طریقہ سے، ہو تو کافی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: تین سے زیادہ بار دھونے کو میں پسند کرتا ہوں، اور ہم اسے حرام قرار نہ دیں گے، مگر ان کا مشہور مذہب یہ ہے: تین سے زیادہ بار دھونا مکروہ تریبی ہے۔ (۱)

☆ مرة مرة: یہ مصدر ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر عضو کو ایک مرتبہ دھویا اور ایک بار مسح کیا۔ ولم یزد علی هذا: یعنی اس وضو میں، یا اس وقت میں، یا اپنے علم کے اعتبار سے فرمایا، ورنہ تو بے شمار روایات میں زیادتی ثابت ہے، اور باقی یہ فعل یعنی ایک ایک بار وضو کرنا، یہ بیان جواز کے لیے ہے، کیونکہ یہ سب سے کم وضو کا درجہ ہے۔ (۲)

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک یا دو دفعہ اعضاء دھونا بیان جواز کے لیے ہے۔ (۳)

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ وضو اسلام کے ساتھ خاص نہیں پہلی امتوں میں بھی تھا ہاں چہروں کی چمک اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ دوسرے یہ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی وضو کیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم و سارہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور جرج اسرائیلی نے وضو کیا اور نماز پڑھی، غرضیکہ وضو بڑی پرانی سنت ہے تیسرے یہ کہ تین تین بار اعضاء وضو دھونا بہت افضل ہے کیونکہ سنت انبیاء ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یا دو بار اعضاء دھونا بیان جواز کے لیے ہے۔

۸۔ خلاصہ:

- ☆ وضو میں اعضاء کا ایک ایک دفعہ دھونا فرض ہے، اس حدیث مبارکہ میں اسی کا بیان ہے۔
- ☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عمل کر کے دکھلایا ہے، اس سے دو باتیں مقصود ہیں:
- ۱۔ جواز فعل کو بیان کرنا
- ۲۔ ایک دفعہ کے لیے سنت کو بیان کرنا
- ☆ علماء کو ضروری مسائل بغیر پوچھے ہی لوگوں کے لیے بیان کرنے چاہیے۔
- ☆ علم پھیلانے کا بہترین ذریعہ تعلیم بالعمل ہے۔

۶۵۔ باب الوضوء ثلاثاً ثلاثاً وضو کے اعضاء کو تین تین دفعہ دھونا

اس باب میں اس حدیث مبارکہ کا ذکر ہے، جس میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونے کا ذکر ہے، اکثر محدثین نے ایک ایک دفعہ اعضاء وضو کو دھونے والی احادیث مبارکہ کے بعد، دو دفعہ وضو کے اعضاء کو دھونے والی احادیث مبارکہ کا ذکر کیا ہے۔ (۱) غالباً اس لیے بہتر تو یہی تھا کہ امام نسائی رحمہ اللہ دو دفعہ اعضاء وضو کو دھونے والی احادیث مبارکہ ذکر کرنے، لیکن غالباً امام نسائی رحمہ اللہ کو اپنی شرائط کے مطابق دو دفعہ اعضاء وضو کو دھونے والی حدیث مبارکہ نہ ملی ہو، اس لیے ایک ایک دفعہ دھونے والی حدیث مبارکہ کے بعد دو دفعہ دھونے والی حدیث مبارکہ ذکر کی ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جب اقل عدد (ایک دفعہ دھونا) اور اکثر عدد (تین دفعہ دھونا) ذکر کر دیا، تو دو دفعہ دھونے کا جواز خود بخود ثابت ہوتا ہے۔ پچھلے باب میں ایک ایک دفعہ اعضاء وضو کو دھونے کا بیان تھا۔

۸۱۔ أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَبَانَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَبَانَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، يُسْنِدُ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت مطلب بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تین تین (مرتبہ اعضاء دھو کر) وضو کیا، اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس فعل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔

۱۔ اطراف:

ابن ماجہ: ۴۱۴، احمد: ۶۱۶۶، السنن الکبریٰ: ۸۸

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تین تین دفعہ اعضاء وضو کو دھویا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، جن میں سے چار کے حالات گزر چکے ہیں، ایک کا تعارف درج ذیل ہے:

- ۱۔ سوید بن نصر: راجع: ۵۵
- ۲۔ عبداللہ بن المبارک: راجع: ۳۶
- ۳۔ الاوزاعی: راجع: ۵۶

۴۔ المطلب بن عبد اللہ بن حطب:

آپ کا نام مطلب بن عبد اللہ بن مطلب بن حطب بن حارث مخزومی مدنی ہے، آپ رواۃ چوتھے طبقہ سے ثقہ، صدوق، کثیر الحدیث، مدلس، مرسل راوی ہیں، آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چوتھویں (۳۴) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ المطلب بن عبد اللہ بن حطب کی اکثر آئمہ نے توثیق کی ہے، البتہ کثرت ارسال میں کلام ہے۔

☆ سند کے پہلے دور راوی مروزی، تیسرے شامی، جبکہ چوتھے اور پانچویں راوی مدنی ہیں۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فقہاء عبادلہ اربعہ اور مکثرین سبعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، آپ سے دو ہزار چھ سو تیس (۲۶۳۰)

احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حدیثی ایک ایک دفعہ اور ابناً نادود دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

یسند: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منسوب کرتے ہیں۔

۷۔ مسائل و نصاب:

اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونے کی تائید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَ أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى عُمَرَ أَخْبَرَ أَنَّهُ رَأَى عُمَرَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ، فَأَقْرَعَهُ عَلَى كَفِّهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَفَسَلَهُمْ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَمَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضْؤِي هَذَا، ثُمَّ

حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام حمران نے خبر دی، کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے پانی کا برتن منگایا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا، پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا ہے، پھر اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک تین بار دھویا، پھر کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میرے اس وضو کی

صَلَّى رُكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (۱)

طرح وضو کیا، پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی، جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی (اپنے اختیار سے کوئی بات نہ سوچی)، تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

☆ ابن الملک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: کہ یہ وضو اکمل ہے۔ میرک شاہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: یعنی ہر عضو کو اعضاء وضو میں تین تین بار دھویا: اور عموم حدیث اس بات کو چاہتا کہ مسح راس بھی تین مرتبہ ہو۔ لیکن وہ روایات کہ جس میں اعضاء وضو کی تفصیل ہے، جیسا کہ صحیحین میں اس کی تصریح ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسح راس ایک مرتبہ ہوا ہے۔ غور سے سمجھ لو۔

☆ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ اعضاء وضو میں سے ہر عضو کو تین تین بار پاک کیا اور یہ مسح راس کے تین مرتبہ ہونے کو بھی شامل ہے اور یہی امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک روایت میں تین بار سر کا مسح کرنے کی تصریح بھی ہے۔

☆ (ملا علی قاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے): وہ روایت ابو داؤد رضی اللہ عنہ کی ہے لیکن اس روایت سے جو بات مفہوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ روایت شاذ ہے اور اس میں ثقات کی مخالفت ہے اسی وجہ سے امام بیہقی رضی اللہ عنہ جو کہ مذہب شافعی رضی اللہ عنہ کی تصحیح کا انتہائی لحاظ رکھنے والے ہیں، انہوں نے یہ کہا ہے: کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے مسح کے تکرار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر اعتماد کیا ہے، اور ابوانس رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مطلق ہے، اور وہ روایات جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وضاحت سے ثابت ہیں، ان میں تکرار سر کے مسح کے علاوہ، دوسرے اعضاء میں ہے، باقی سر کا مسح وہ ایک مرتبہ ہی ہے۔

☆ اس لیے بھی تثلیث نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ مسح ہے، لہذا تثلیث نہیں ہوگی جیسا کہ پٹی، موزے، اور تیمم پر مسح کرنا، اور اس لیے بھی کہ تثلیث کی صورت میں یہ مسح نہیں رہے گا، بلکہ غسل ہو جائے گا۔

علامہ طیبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ وضو کیا، یہ امت کو تعلیم دینے کی خاطر تھا، کہ تمام طرح جائز ہے، اور یہ کہ جو اکمل ہو، وہ افضل ہے یعنی ثواب کے اعتبارات اور کمال پر زیادتی، وہ نقصان ہے، غلطی ہے اور ظلم و گناہ ہے۔ (۲)

۸۔ خلاصہ:

اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونے کے سنت ہونے کے بارے میں اہل علم کا اتفاق ہے۔

☆ سر کا مسح ایک دفعہ کرنا ہی سنت ہے۔

☆ تین تین دفعہ سے مراد دھونا ہے، مسح کرنا مراد نہیں ہے۔

☆ کامل اور اعلیٰ وضو یہی ہے کہ اعضاء کو تین تین دفعہ دھویا جائے اور سر کا مسح ایک دفعہ کیا جائے۔

☆ پانی اور وقت کی کمی کی صورت میں اعضاء وضو کو ایک ایک یا دو دفعہ دھونا بھی جائز ہے، اور اس سے فرض ادا ہو جائے گا۔

۱۔	۱۵۹۔	ii۔	۵۲۷۔	iii۔	۱۰۶۔	iv۔	۸۳۔
	بخاری:	مسلم:		ابوداؤد:		نسائی:	
۷۔	۲۸۵۔	vi۔	۱۷۶۔	vii۔	۳۶۰۔	viii۔	۲۸۹۔
	ابن ماجہ:	السنن الکبریٰ للنسائی:		صحیح ابن خبان:		مسند احمد:	
۲۔							

۲۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۱۷۴-۱۷۵

وضو کا طریقہ۔ دونوں ہتھیلیوں کا دھونا

۶۶۔ باب صِفَةِ الْوُضُوءِ - غَسْلُ الْكَفَّيْنِ

پچھلے دو ابواب میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے، جن میں کیمیت وضو کا بیان تھا، اس باب سے کیفیات وضو کو بیان فرما رہے ہیں، وضو میں سب سے پہلے چونکہ ہاتھوں کو دھویا جاتا ہے، اس لیے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اسے ہی بیان کیا ہے۔ یہاں پر ہتھیلیوں سے مراد دونوں ہاتھ ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عصا مبارک میری پشت پر چھویا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف ہو کر چل دیئے، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل دیا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی ایسی جگہ (یعنی مناسب جگہ) پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ بٹھا دیا اور پیدل چل پڑے، یہاں تک میری نظروں سے اوجھل ہو گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا: کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میرے پاس پانی کا مشکیزہ تھا، میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا اور پانی ڈالنا شروع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھویا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازو دھونے لگے، تو تنگ شامی جبے کی آستینیں تنگ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبے کے نیچے سے ہاتھ نکالا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ اور بازو دھوئے (راوی کہتے ہیں: اس کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے) پیشانی اور عمامے کے حوالے سے کچھ بیان کیا۔ ابن عون رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: (جو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا) وہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ پھر آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا اور فرمایا: تجھے قضاء حاجت کی ضرورت ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے قضاء حاجت کی ضرورت نہیں ہے، پھر ہم آئے، تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کروا رہے تھے، اور وہ نماز فجر کی ایک رکعت پڑھا چکے تھے، میں نے انہیں آگاہ کرنا چاہا، تو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روک دیا، جو نماز ہم نے پائی، وہ پڑھ لی، جو گزر چکی تھی، اسے پورا کیا۔

۸۲۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبَصْرِيُّ، عَنْ بَشْرِ بْنِ الْمُفْضَلِ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ عَامِرِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمَغِيرَةِ، عَنِ الْمَغِيرَةِ، وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ رَجُلٍ حَتَّى رَدَّهُ إِلَى الْمَغِيرَةِ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: وَلَا أَحْفَظُ حَدِيثَ ذَا مِنْ حَدِيثِ ذَا، أَنَّ الْمَغِيرَةَ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَرَعَ ظَهْرِي بِعَصَا كَانَتْ مَعَهُ فَعَدَلَّ وَعَدَلْتُ مَعَهُ حَتَّى أَتَى كَذَا وَكَذَا مِنَ الْأَرْضِ، فَأَنَاخَ ثُمَّ انْطَلَقَ. قَالَ: فَذَهَبَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَمَعَكَ مَاءٌ؟ وَمَعِيَ سَطِيحَةٌ لِي فَاتَيْتَهُ بِهَا، فَأَفْرَعْتُ عَلَيْهِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ وَذَهَبَ لِيَغْسِلَ ذِرَاعَيْهِ وَعَلَيْهِ جَبَةٌ شَامِيَةٌ ضَيْقَةُ الْكُمَيْنِ، فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْجَبَةِ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَذَكَرَ مِنْ نَاصِيَتِهِ شَيْئًا وَعِمَامَتِهِ شَيْئًا. قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: لَا أَحْفَظُ كَمَا أُرِيدُ - ثُمَّ مَسَحَ عَلَيَّ خُفَّيْهِ، ثُمَّ قَالَ: حَاجَتُكَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَتْ لِي حَاجَةٌ. فَجَنُنَا وَقَدْ أَمَرَ النَّاسَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، وَقَدْ صَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَذَهَبَتْ لِأَوْذَنِهِ فَنَهَانِي، فَصَلَّيْنَا مَا أَدْرَكْنَا وَقَضَيْنَا مَا سَبَقْنَا

۲۔ اطراف:

بخاری، ۱۸۲، ۲۰۳، ۲۰۶، ۳۸۸، ۴۳۲، ۵۷۹۸، مسلم، ۲۷۴، ابوداؤد، ۸۲-۷۹، ابن ماجہ، ۵۲۵، مسند احمد، ۱۸۱۹۰

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
میں نے پانی اٹھیلنا شروع کیا، تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ دھوئے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے تین کا تعارف گزر چکا ہے۔ باقی چار کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن ابراہیم:

آپ کا نام ابو جعفر محمد بن ابراہیم بن صدران ازدی سلمی بصری (م: ۲۳۷ھ) ہے، آپ مؤذن کے لقب سے مشہور ہیں، آپ روایۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، امام ابو داؤد، ترمذی اور نسائی رضی اللہ عنہم آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ بشر بن مفضل:

آپ کا نام ابو اسماعیل بشر بن مفضل بن لاحق رقاشی بصری (م: ۱۸۷ھ) ہے، آپ روایۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، عابد، کثیر الحدیث راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت و اتقان پر متفق ہیں، آپ صوم دھر رکھتے اور ہر روز چار سو رکعت نفل ادا فرماتے تھے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ ابن عون:

آپ کا نام ابو عون عبداللہ بن عون بن اربطبان مزنی بصری (م: ۱۵۰ھ) ہے، آپ روایۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، ثابت، فاضل، مامون راوی ہیں، آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے شیخ اور اہل علم میں سے تھے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۴۔ عامر الشعمی:

آپ کا نام ابو عمرو بن شراحیل شعمی حمیری کوفی (م: ۱۰۳ھ) ہے، آپ روایۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، فاضل، مشہور، شاعر راوی ہیں، آپ بہت بڑے فقیہ اور اہل علم میں سے ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور فضیلت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ (۴)

۳۔ i۔ تاریخ ابی زرعة، ص ۶۲ ۷ ii۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۲۸۵

۵۔ عروۃ بن المغیرة: راجع: ۷۹ ۶۔ المغیرة: راجع: ۱۷

۷۔ محمد بن سیرین: راجع: ۵۷

۱۔ i۔ البحر والتعدیل، ج ۷، ص ۲۹۰ ii۔ المعجم المشتمل، ص ۷۵۲

۲۔ i۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۹۰ ii۔ تاریخ الثقات، ص ۱۲۹

۳۔ i۔ الثقات، ج ۷، ص ۳ ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۳۱۳

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے، اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ نے روایت کیا ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ تثنویں (۳۳) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی اور ابن سیرین بصری اور باقی راوی کوفی ہیں۔

☆ یہ روایت تابعی (عامر) کی دوسرے تابعی (عروہ) سے روایت ہے۔

☆ سند میں عن محمد بن سیرین کا عطف عن عامر الشعمی پر ہے اور اس سے مراد ہے کہ ابن عون نے دو شیوخ عامر شعمی اور ابن سیرین سے روایت کیا ہے۔

☆ ابن سیرین والی سند میں شیخ کا نام مذکور نہیں، البتہ آخری صحابی راوی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

☆ اس طرح یہ حدیث مبارکہ دو سندوں سے مذکور ہے، جس میں ابن سیرین والی سند مبہم ہے، لیکن عامر شعمی والی سند متصل ہے۔

☆ البتہ امام بغوی نے اس حدیث مبارکہ کی سند میں راوی عمرو بن وہب ثقفی کا نام ذکر کیا ہے، امام بغوی کی امام شافعی کے طریق سے سند درج ذیل ہے:

انا یحییٰ بن حسان عن حماد بن زید وابن علیہ عن ایوب عن ابن سیرین عن عمرو بن وہب الثقفی عن المغیرہ بن شعبہ (۱)

☆ اس طرح اس سند کا ابھام دور ہو جاتا ہے اور یہ حدیث دونوں طریق سے صحیح ہوگی۔

☆ ابن عون کے الفاظ لا حفظ حدیث ذا من حدیث ذا سے مراد ہے کہ مجھے دونوں روایتوں کے الفاظ تمیز یاد نہیں ہے، البتہ ان دونوں روایتوں کا مجموعہ یاد ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ اور عنعنہ سات دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

فقوع: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھین کی

عصا: لاشی

اناخ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ بٹھایا

تواری عنی: مجھ سے اوچھل ہو گئے

ظہری: میری پشت

عدل: آپ صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے ہٹ کر ایک طرف چلے

انطلق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے چل دیئے

سطیحة: مشکیزہ، چھاگل

الفرغت علیہ: میں نے آپ ﷺ پر پانی انڈیلا
فغسل یدیه ووجہہ: آپ ﷺ نے ہاتھ اور چہرہ دھونا
ذہب یغسل ذراعیه: آپ ﷺ نے بازو دھونے کا ارادہ فرمایا۔

من ناصیته شیاء و عمامتہ شیاء: یعنی شیخ نے پیشانی اور عمامہ پر مسح کرنے کے بارے میں بیان کیا۔
حاجتک؟ تجھے حاجت ہے، مراد ہے تجھے بول و براز کی حاجت ہے؟

قدام الناس عبدالرحمن بن عوف: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔
فذهبت لا ذونہ: میں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتلانا چاہا۔
فصلینا ما در کنا: ہم نے جو رکعت پالی وہ پڑھ لی، مراد ہے دوسری رکعت ان کی امامت میں پڑھی۔

وقضینا ما سبقنا: جو رکعت ہماری رہ گئی تھی، اسے پورا کر لیا۔ مراد ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سلام پھیرنے کے بعد ہم نے پہلی رکعت پڑھی۔

۷۔ مسائل و نصاب:

☆ یہ حدیث مبارکہ فقہی مسائل کے بیان میں بڑی جامع ہے، اکثر محدثین نے اس حدیث مبارکہ کو مختلف ابواب کے تحت ذکر کیا ہے، جبکہ تمام فقہاء کرام نے اس سے فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ کو امام بخاری رضی اللہ عنہ نے پانچ مقامات پر، امام مسلم رضی اللہ عنہ نے بھی پانچ جگہ پر مختلف ابواب کے تحت، امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے دو مقامات پر، امام نسائی رضی اللہ عنہ نے تین مقامات پر، امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ، امام مالک رضی اللہ عنہ اور دوسرے بہت سارے محدثین اور فقہانے اس حدیث مبارکہ کے مختلف اجزاء سے بہت سارے مسائل میں استدلال کیا ہے۔

☆ نبی ﷺ کا حضرت عبدالرحمان بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھنا:

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ صبح کی نماز میں نبی ﷺ کو آنے میں دیر ہو گئی، تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، جب وہ ایک رکعت پڑھا چکے، تو نبی ﷺ تشریف لائے، اور نبی ﷺ نے بعد میں ایک رکعت ان کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں افضل کا مفضل کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا جواز ہے، اور یہ بیان ہے کہ نبی ﷺ نے بعض افراد امت کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے، نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نماز کو اول وقت میں پڑھا، اور نبی ﷺ کا انتظار نہیں کیا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو اول وقت پہنچنے میں تاخیر ہو جائے، تو جماعت کے لیے مستحب یہ ہے، کہ وہ کسی شخص کو آگے کر دیں اور وہ ان کو نماز پڑھائے، بہ شرطیکہ ان کو امام کے حسن خلق پر اعتماد ہو، اور یہ کہ امام کو اس سے ایذا نہیں پہنچے گی، اور اس سے کوئی فتنہ نہیں ہوگا۔ اور اگر ان کو یہ اطمینان نہ ہو کہ امام کو ایذا پہنچے گی، تو وہ اول وقت میں الگ الگ نماز پڑھ لیں، پھر اگر ان کو دوبارہ جماعت سے نماز پڑھنے کا موقع ملے تو ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے، (یہ حکم صرف ظہر اور عشاء کی نماز میں ہے کیونکہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل جائز نہیں ہیں، اور مغرب کی نماز میں رکعت ہے اور تین رکعت نفل مشروع نہیں ہیں۔ (۱)

☆ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نماز پڑھانے کو برقرار رکھنا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پیچھے ہو جانا، اس وجہ سے تھا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے آگے نہیں بڑھے، کہ قوم کو نماز کی ترتیب میں خلل نہ ہو، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں اس طرح نہیں تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب) (۱)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا، تو وہ پیچھے ہٹ آئے، اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا، تو انہوں نے نماز پڑھا دی، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے الادب فوق الاصر پر عمل کیا، اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے الامر فوق الادب پر عمل کیا، ان میں افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے۔ (۲)

☆ اس حدیث مبارکہ میں موزوں پر سح اور موزوں کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ثبوت ہے۔

☆ وضو کرنے میں دوسرے سے مدد لینے کا جواز ہے۔

☆ اہل تصوف نے اس حدیث مبارکہ سے شیخ کے لیے مرید سے خدمت لینے کا جواز بیان کیا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اس سفر میں خدمت لی، اسی طرح سفر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے، یہ دونوں غلام نہ تھے، بلکہ آزاد تھے۔

☆ قضاء حاجت کے لیے آنکھوں سے اوجھل دور جانا چاہیے، جبکہ کھلا میدان ہو یا کھلی جگہ ہو۔

☆ کفار اور غیر ملکی اشیاء سے استفادہ کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شامی جبہ پہن رکھا تھا، اور شام اس وقت کافر سلطنت تھی۔

☆ مردار کی کھال ناپاک نہیں ہوتی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ کھال کا تھا، اور اہل شام کے ہاں مردار کھائے جاتے تھے۔

☆ تنگ کپڑے پہننا جائز ہے، بشرطیکہ شرم گاہ چھپی ہوئی ہو۔

☆ جن اعضا کا دھونا فرض ہے، ان کو لازمی دھویا جائے گا، اگرچہ بہت مشکل ہو، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بازو دھوئے۔

☆ ہتھیلیوں کا دھونا سنت متواترہ ہے۔

☆ نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

☆ جب امام افضل وقت پر موجود نہ ہو، تو مقتدیوں کو چاہیے کسی اور کو امام بنا کر نماز پڑھیں، لیکن اس میں ضروری ہے کہ اس سے امام وقت کا ناراض ہونا اور فتنے کا خوف نہ ہو۔

☆ مفضول کا افضل کی امامت کروانا جائز ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے امتی و صحابی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثبوت ہے۔

☆ جن نمازیوں کی امام سے کوئی رکعت فوت ہو جائے، وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کو مکمل کریں۔ (۳)

☆ ہمیشہ با وضو رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امامت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز فجر ادا فرمانے کا ذکر ہے، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات درج ذیل ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

نام و نسب، خاندان: ابو محمد کنیت عبدالرحمن نام، والد کا نام عوف اور والدہ کا نام شفاء تھا، یہ دونوں زہری خاندان سے تعلق رکھتے تھے، سلسلہ نسب یہ ہے: عبدالرحمن بن عوف بن عبد جوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ القرشی الزہری۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا اصلی نام عبد عمر تھا، ایمان لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عبدالرحمن رکھا۔ (۱)

اسلام: عام روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے دسویں سال پیدا ہوئے تھے، اس لحاظ سے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت تو حید کی صدا بلند کی، اس وقت ان کا سن تیس سال سے متجاوز ہو چکا تھا، فطری عفت و سلامت روی کے باعث شراب سے پہلے ہی تائب ہو چکے تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رہنمائی سے صراط مستقیم کی شاہراہ بھی نظر آ گئی، اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر ہر وان حق کے قافلہ میں شامل ہو گئے، اس وقت تک صرف چند روشن ضمیر بزرگوں کو اس کی توفیق ہوئی تھی، اور قافلہ سالار یعنی سرورد عالم صلی اللہ علیہ وسلم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔ (۲)

ہجرت: خلعت ایمان سے مشرف ہونے کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بھی عام بلا کشان اسلام کی طرح جلا وطن ہونا پڑا، پہلے ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے، پھر وہاں سے واپس آئے تو سب کے ساتھ سرزمین یشرب کی طرف ہجرت کر گئے۔ (۳)

مواخات: مدینہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن الربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے بھائی چارہ کرادیا، اور وہ انصار میں سے سب سے زیادہ مالدار اور فیاض طبع تھے، کہنے لگے ”میں اپنا نصف مال و منال تمہیں بانٹ دیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں، ان کو دیکھو جو پسند آئے، اس کا نام بتاؤ، میں طلاق دے دوں گا، عدت گزارنے کے بعد تم نکاح کر لینا“۔ لیکن حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی غیرت نے گوارا نہ کیا، جواب دیا: ”خدا تمہارے مال و منال اور اہل و عیال میں برکت دے، مجھے صرف بازار دکھا دو“۔ لوگوں نے بنی قینقاع کے بازار میں پہنچا دیا، وہاں سے واپس آئے تو کچھ گئی اور پیسہ وغیرہ نفع میں بچا لائے، دوسرے روز باقاعدہ تجارت شروع کر دی، یہاں تک کہ چند دنوں کے بعد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو جسم پر مراسم شادی کی علامتیں موجود تھیں۔ استفسار ہوا: یہ کیا ہے؟ عرض کی: ایک انصاریہ سے شادی کر لی ہے۔ سوال ہوا: ”مہر کس قدر ادا کیا؟“ عرض کی ”ایک کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا“ حکم ہوا ”تو پھر ولیمہ کرو، اگرچہ ایک بکری ہی سہی“۔ (۴)

غزوات: ۲ھ سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت عبدالرحمن، اکثر معرکوں میں پامردی و شجاعت کے ساتھ شریک رہے، غزوہ بدر میں دونوں جوان انصاری پہلو میں کھڑے تھے، انہوں نے آہستہ سے پوچھا: ”یا عم! ابو جہل کون ہے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرتا ہے؟“ اسی اثناء میں ابو جہل سامنے آ گیا۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: ”وہ دیکھو جس کو تم پوچھتے تھے، سامنے موجود ہے“۔ ان دونوں نے جھپٹ کر ایک ساتھ وار کیا، اور اس ناپاک ہستی سے دنیا کو نجات دلادی۔ (۵)

۱۔	مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۷۶	۲۔	طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۰۹	۳۔	ایضاً
۲۔	بخاری: ۳۷۸۰	۵۔	مسند احمد، ج ۱، ص ۱۹۳		

☆ غزوہ احد میں جس جانبازی و شجاعت سے لڑے، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بدن پر بیس سے زیادہ ٹار جراثیم شمار کئے گئے تھے، خصوصاً پاؤں میں ایسے کاری زخم لگے تھے کہ صحت کے بعد بھی ہمیشہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ (۱)

دومۃ الجندل کی مہم: شعبان ۶ھ میں دومۃ الجندل کی مہم پر مامور ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے بلا کر اپنے دست اقدس سے عمامہ باندھا، پیچھے شملہ چھوڑا، اور ہاتھ میں علم دے کر فرمایا: ”بسم اللہ راہ خدا میں روانہ ہو جاؤ، جو لوگ خدا کی نافرمانی و عصیان میں مبتلا ہیں ان سے جا کر جہاد کر، لیکن کسی کو دھوکا نہ دینا، فریب نہ کرنا، بچوں کو نہ مارنا، یہاں تک کہ دومۃ الجندل پہنچ کر قبیلہ کلب کو اسلام کی دعوت دے، اگر وہ قبول کریں تو ان کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کر لے۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اس اعزاز کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو کر دومۃ الجندل پہنچے، اور تین دن تک دعوت و تبلیغ اسلام کا فرض اس خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے، کہ قبیلہ کلب کے سردار اصبح بن عمرو الکلبی، جو مذہباً عیسائی تھے، اور اس کی قوم کے بہت سے لوگ بطیب خاطر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، البتہ بعضوں نے جن کو اس کی توفیق نہ ہوئی، جزیہ منظور کر لیا، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے حسب فرمان اصبح لڑکی تماشہ سے شادی کر لی، اور رخصت کرا کے مدینہ ساتھ لائے، چنانچہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ان ہی کے وطن سے پیدا ہوئے۔ (۲)

فتح مکہ: مکہ کی فوج کشی میں بھی شریک تھے، اس کے زیر نگیں ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنو جذیمہ کے پاس، جو اطراف مکہ میں مسکن گزین تھا، دعوت اسلام کے لیے بھیجا، انہوں نے غلطی سے قتل و خون ریزی کا بازار گرم کر دیا۔ سرور کائنات ﷺ کو اطلاع ہوئی تو نہایت متاسف ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر بارگاہ رب العالمین میں تین دفعہ اپنی براءت ظاہر کی ”خدا یا! خالد (رضی اللہ عنہ) نے جو کچھ کیا، میں اس سے بری ہوں۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے خاندان اور قبیلہ بنو جذیمہ میں گو قدیم زمانہ سے عداوت چلی آئی تھی، یہاں تک کہ ان کے والد عوف کو اسی قبیلہ کے ایک آدمی نے قتل کیا تھا، تاہم اخوت اسلامی نے اس دیرینہ عداوت کو بھی محو کر دیا، چنانچہ اس خون ریزی سے بیزار ہو کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا: ”افسوس تم نے اسلام میں جاہلیت کا بدلہ لیا۔“ انہوں نے جواب دیا: ”میں نے تمہارے باپ کے قاتل کو مارا۔“ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: ”بے شک تم نے میرے باپ کے قاتل کو مارا، لیکن درحقیقت یہ فاکہ بن مغیرہ کا انتقام تھا، جو تمہارا چچا تھا۔“ (حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے والد عوف اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے چچا فاکہ بن مغیرہ تجارت کے خیال سے یمن جا رہے تھے، بنو جذیمہ نے راہ میں ایک ساتھ دونوں کو قتل کیا تھا، (۳) اس کے بعد دونوں میں نہایت گرم گفتگو ہوئی، آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے ارشاد ہوا: بس خالد! میرے اصحاب کو چھوڑ، اگر تو راہ خدا میں کوہ احد کے برابر بھی سونا صرف کرے گا، تب بھی ان کے برابر نہ ہوگا۔

فتح مکہ کے بعد حجۃ الوداع تک جس قدر مہمات اور جنگیں پیش آئیں، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سب میں شریک رہے، آخری سفر حج سے واپس آنے کے بعد ۱۰ھ میں سرور کائنات ﷺ نے وفات پائی، اور سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کا قصہ پیش آیا، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اسی گتھی کے سلجھانے میں شریک تھے، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں ان کا تیسرا نمبر تھا۔

عہد صدیقی: خلیفہ اول کے عہد میں حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ایک مخلص مشیر اور صائب الرائے رکن کی حیثیت سے ہر قسم کے مشوروں میں شریک رہے۔ ۱۳ھ میں جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آفتاب حیات لب بام آیا، اور ایک جانشین نامزد کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی، تو انہوں نے سب سے پہلے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو بلا کر اس کے متعلق مشورہ کیا، اور اس منصب جلیل کے لیے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام لیا، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے نہایت آزادی اور خلوص کے ساتھ کہا: عمر کی اہلیت میں کیا شک ہے لیکن مزاج میں سختی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کی سختی اس لیے تھی کہ میں نرم تھا، لیکن جب یہ بارگراں ان ہی پر آ پڑے گا تو خود بخود نرم ہو جائیں گے۔ (۱)

غرض چند روز علالت کے بعد خلیفہ اول نے داعی اجل کو لبیک کہا اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے۔

عہد فاروقی: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر قدم رکھنے کے ساتھ نظام خلافت کو پہلے سے زیادہ منظم و مرتب کر دیا، مہمات مسائل پر بحث و مباحثہ کے لیے ایک مستقل مجلس شوریٰ قائم کی، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اس مجلس کے نہایت صائب الرائے، پر جوش اور سرگرم رکن ثابت ہوئے، بہت سے معاملات میں ان ہی کی رائے پر آخری فیصلہ ہوا، عراق پر مستقل اور باقاعدہ فوج کشی کے لیے جب دار الخلافہ کے گرد ایک عظیم الشان لشکر مجتمع ہوا، اور عوام نے زور ڈالا کہ خود امیر المؤمنین اس فوج کی باگ اپنے ہاتھ میں لیں، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی اس کے لیے تیار ہو گئے، تو اس وقت صرف حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ہی تھے، جنہوں نے سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کی، اور کہا: کہ لڑائی کے دنوں پہلو ہیں: خدا نخواستہ اگر شکست ہوئی اور امیر المؤمنین کو کچھ صدمہ پہنچا، تو پھر اسلام کا خاتمہ ہے، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی اس مآل اندیشی نے تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی آنکھیں کھول دیں، اور سب نے پر زور الفاظ میں اس کی تائید کی، لیکن مشکل یہ تھی: کہ اس مہتمم بالشان عہدہ کے لائق کوئی شخص نہ تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: تو انہوں نے صاف انکار کر دیا، غرض اسی جیص بیص میں تھے کہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی نگاہ انتخاب نے یہ مشکل بھی حل کر دی اور کھڑے ہو کر کہا میں نے پالیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون؟ بولے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس حسن انتخاب پر ہر طرف سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہوئی۔ (۲) اور واقعات نے بہت جلد ثابت کر دیا کہ یہ انتخاب کس قدر موزوں تھا۔

اسی طرح معرکہ نہاوند میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو موقع جنگ پر جانے سے روکا، لیکن کبھی کبھی جوش مآل اندیشی پر غالب آ جاتا تھا، چنانچہ جب مہم شام میں اسلامی فوجیں رومیوں کی عظیم الشان تیاریوں کے باعث مقامات مفتوحہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ آئیں، اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار اعظم نے رومیوں کے جوش و خروش اور بڑی دل اجتماع کی اطلاع دار الخلافہ میں بھیجی، تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو اس قدر جوش آیا کہ بیتاب ہو کر بولے ”امیر المؤمنین تو خود سپہ سالار بن اور مجھ کو ساتھ لے کر چل، خدا نخواستہ اگر ہمارے بھائیوں کا بال بیکا ہوا، تو پھر جینا بے سود ہے۔“ (۳) لیکن اس موقع پر دوسرے مآل اندیش صحابہ رضی اللہ عنہم نے مخالفت کی اور اسی پر فیصلہ ہوا۔

واقعہ ہانکہ: ۲۳ھ میں ایک روز حسب معمول حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے، کہ دفعۃً فیروز نامی ایک عجمی غلام نے حملہ کیا، اور متعدد زخم پہنچائے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر امامت کے مصلے پر کھڑا کیا، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی نماز تمام کی، (۴) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر ان کے گھر لائے۔

طبری، ج ۲۲۱۵ ص ۳

۳

طبری، ج ۲۲۱۵ ص ۲

۲

طبری، ج ۲۲۱۵ ص ۲

۱

طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۴۲

۲

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا ایثار: خلیفہ دوم کی حالت غیر ہوئی تو لوگوں نے منصب خلافت کے لیے کسی کو نامزد کرنے کی درخواست کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ آدمیوں کے نام پیش کر کے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے آخر تک خوش رہے تھے، یہ باہم کسی ایک کو منتخب کر لیں، لیکن تین دن کے اندر یہ مسئلہ طے پا جائے۔

خلیفہ دوم کی تجہیز و تکفین کے بعد حسب وصیت انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا، لیکن دو دن تک کچھ فیصلہ نہ ہو سکا، تیسرے روز حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ مسئلہ چھ آدمیوں میں دائر ہے۔ اس کو تین شخصوں میں محدود کرنا چاہئے، اور جو اپنے خیال میں جس کو زیادہ مستحق سمجھتا ہے، اس کا نام لے، چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت رائے دی، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیش کیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام لیا، لیکن حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اپنے حق سے باز آ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: کہ اب تم دونوں میں جو احکام الہی، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ شیخین رضی اللہ عنہم کی پابندی کا عہد کرے گا، اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی، عام روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں سب سے پہلے اس عہد پر راضی ہوں، لیکن صحیح بخاری کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے، کہ دونوں خاموش رہے۔ بہر حال حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے دونوں کو راضی کر کے اس کا تصفیہ اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور ہر ایک کو علیحدہ لے جا کر ان کے فضائل و مناقب یاد دلانے اور کہا: ”مجھے توقع ہے کہ اگر میں تمہیں یہ منصب دوں تو عدل و انصاف کرو گے، اور اگر تمہارے مقابل کو یہ شرف نصیب ہو تو اطاعت سے کام لو گے۔“ غرض اس عہد و پیمان کے بعد حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں ایک مؤثر تقریر کی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: ہاتھ پھیلاؤ اور خود بڑھ کر بیعت کر لی، ان کا بیعت کرنا تھا کہ تمام خلقت ٹوٹ پڑی۔

وفات: عہد عثمانی میں حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے نہایت خاموش زندگی بسر کی، اور جہاں تک معلوم ہے، مہمات ملکی میں انہوں نے کوئی دلچسپی نہیں لی، یہاں تک کہ روح اطہر نے پچھتر برس تک اس سرانے فانی کی سیر کر کے ۳۱ھ میں داعی حق کو لبیک کہا: انا لله وانا الیہ راجعون۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنازہ پر کھڑے ہو کر کہا:

اذھب یا ابن عوف فقد ادرکت صفوہا و سبقت دزلتھا۔ (۱)

”ابن عوف! جا تو نے دنیا کا صاف پانی پایا اور گدلا چھوڑ دیا۔“

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنازہ اٹھانے والوں میں شریک تھے اور کہتے جاتے تھے ”واجبلاء“ یعنی یہ پہاڑ بھی چل بسا، حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ (۲)

علم و فضل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے کیسے ”فضل و کمال کو علمی زرو جو اہر سے پر کر دیا تھا“۔ انہوں نے دوسرے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح حدیثیں بہت کم روایت کیں، تاہم خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو بہت اہم اور ضروری موقعوں پر اپنے معلومات سے فائدہ پہنچایا، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا جھگڑا چھڑا، تو انہوں نے بلند آہنگی کے ساتھ اس حدیث کی تصدیق کی کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکہ میں وراثت نہیں ہے۔“

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب ایران فتح ہوا، اور انہیں فکر دامن گیر ہوئی، کہ آتش پرستوں کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے،

تو اس وقت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ہی نے اس عقدہ کو حل کیا، اور بیان کیا: کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ اہل کتاب کی روش اختیار کی تھی اور انہیں ذمی قرار دیا۔ (۱)

۱۸ھ میں عمواس میں طاعون پھیلا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بلا کر دریافت کیا، کہ طاعون سے ہٹنا جائز ہے یا نہیں؟ تو کوئی اس کا قطعی جواب نہ دے سکا، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہ تھے، لیکن جب انہیں خبر ملی تو انہیں نے حاضر ہو کر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، کہ جہاں طاعون ہو، وہاں نہ جاؤ، اگر تم پہلے سے طاعون زدہ مقام میں ہو، تو وہاں سے نہ ہٹو۔ (۲)

اصابت رائے: خدائے تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو اصابت رائے، اور دورانہ لیشی کا نہایت وافر حصہ دیا تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت مستحقین خلافت پر ریمارک کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نہایت صاحب الرائے، ہوش مند اور سلیم الطبع ہیں، ان کی رائے کو غور سے سنا اور اگر انتخاب میں مخالفت پیدا ہو جائے، تو جس طرف عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ہوں ان کا ساتھ دینا“۔ (۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے صرف حسن ظن نہیں بلکہ دیرینہ تجربات پر مبنی تھی، چنانچہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے خلافت کی گرہ کو جس خوبی کے ساتھ سلجھایا، وہ ان کی تجربہ کاری اور ہوش مندی کی نہایت بین شہادت ہے۔

اخلاق و عادات: حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا دامن فضل و کمال اور اخلاقی جواہر پاروں سے مالا مال تھا۔ خصوصاً خوف خدا، حب رسول، صدق و عفاف، نرم، فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ ان کے نہایت درخشاں اوصاف تھے۔

خوف خدا: خوف خدا کے باعث دنیا کا ہر واقعہ ان کے لیے مرقع عبرت بن جاتا تھا، اور اس کی ہیبت و جلال کو یاد کر کے رونے لگتے تھے، ایک دفعہ دن بھر روزہ سے رہے، شام کے وقت کھانا سامنے آیا تو بے اختیار مسلمانوں کا گزشتہ فقر و فاقہ یاد آ گیا، بولے: ”مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے، وہ شہید ہوئے تو کفن میں صرف ایک چادر تھی، جس سے سر چھپایا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے، اور پاؤں چھپائے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، اسی طرح حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے، لیکن اب دنیا ہمارے لیے کشادہ ہو گئی ہے، اور ہمیں اس قدر دنیاوی نعمتیں مرحمت کی گئی ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ شاید ہماری نیکیوں کا معاوضہ دنیا ہی میں ہو گیا ہو“۔ اس کے بعد اس قدر رقت طاری ہوئی کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ (۴)

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ایک صحابی کی حیثیت سے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خدمت و حفاظت میں ہمیشہ پیش رہے، واقعہ احد صحابہ رضی اللہ عنہم کی جان نثاری و محبت کا نہایت سخت امتحان تھا، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اس آزمائش میں پورے اترے، بدن پر بیس زخم کھائے، پاؤں میں ایسا کاری زخم لگا کہ لنگڑا کر چلنے لگے، لیکن جذبہ جان نثاری نے میدان سے منہ موڑنے نہ دیا۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی باہر تشریف لے جاتے تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے ساتھ ہو لیتے، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بھی پیچھے چلے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نخلستان میں پہنچ کر سر بسجود ہو گئے اور اس قدر دیر تک سجدہ میں رہے کہ ان کو خوف ہوا کہ شاید روح اطہر خدا سے جا ملی، گھبرا کر قریب آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا: کیا ہے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ؟ انہوں نے

۱- کتاب الخراج، ص ۷۴ - ۲- بخاری: ۵۷۲۹ - ۳- تاریخ طبری، ص ۲۷۸۰

۴- بخاری: ۴۰۴۵

گھبراہٹ کی وجہ عرض کی، ارشاد ہوا: ”حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: کیا میں آپ کو یہ بشارت نہ دوں، کہ خداوند ﷻ نے فرمایا ہے: کہ جو آپ ﷺ پر درود بھیجے گا، میں اس پر رحمت بھیجوں گا، اور جو آپ ﷺ پر سلام بھیجے گا، میں اس پر سلام بھیجوں گا۔“ (۱) یعنی یہ طویل سجدہ، سجدہ تشکر تھا۔

آنحضرت ﷺ کے بعد بھی ہمیشہ آپ کی یاد تازہ رہتی تھی، حضرت نوفل بن ایاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے اکثر لطف صحبت رہتا تھا، درحقیقت وہ خوب ہم نشین تھے، ایک روز ہم کو اپنے دولت کدہ پر لے گئے، پھر خود اندر داخل ہوئے اور غسل کر کے باہر نکلے، اس کے بعد کھانے آیا تو روٹی اور گوشت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے، میں نے پوچھا: ابو محمد! یہ گریہ وزاری کیسی؟ بولے ”رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی، لیکن تمام عمر آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے اہل و عیال کو پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی نہ ملی، ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اتنے دنوں تک دنیا میں رہنا ہمارے لیے بہتر نہیں ہے۔“ (۲)

صدق و عفاف: دیانتداری، صدق و عفاف حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے دستار فضل و کمال کا نہایت خوبصورت طرہ تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی صداقت پر اس قدر اعتماد تھا کہ مدعی یا مدعا علیہ ہونے کی حیثیت میں بھی، وہ تنہا ان کے بیان کو کافی سمجھتے تھے، ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مقدمہ دائر کیا کہ ”میں نے آل عمر رضی اللہ عنہم سے ایک قطعہ زمین خریدا ہے، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربار نبوت ﷺ سے بطور جاگیر مرحمت ہوا تھا، لیکن حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا دعویٰ ہے کہ ان کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ساتھ جاگیر ملی تھی، اور فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک ان کا حصہ ہے۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اپنے موافق یا مخالف شہادت دے سکتے ہیں۔ (۳)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا: کہ میرے بعد جو شخص میری ازواج (مطہرات رضی اللہ عنہما) کی نگرانی و محافظت کرے گا، وہ نہایت صادق اور نیکو کار ہوگا، چنانچہ یہ فرض مخصوص طور پر حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے متعلق تھا، وہ سفر حج کے موقعوں پر ساتھ جاتے تھے، سواری اور پردہ کا انتظام کرتے تھے، جہاں پڑاؤ ہوتا تھا، وہاں انتظام و اہتمام کے ساتھ اتارتے تھے، غرض انہیں صرف اپنی عصمت و عفت کے باعث امہات المؤمنین علیہم السلام کی خدمت و حفاظت کا فخر نصیب ہوا تھا، جوان کا مخصوص طرہ امتیاز ہے۔ (۴)

انفاق فی سبیل اللہ: حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو بے نیازی اور استغنائے تجارت کی طرف مائل کر دیا تھا، چنانچہ اس میں انہوں نے اس قدر ترقی کی کہ ایک عظیم الشان دولت کے مالک ہو گئے، یہاں تک کہ ایک دفعہ ان کا تجارتی قافلہ مدینہ آیا، تو اس میں سات سوانٹ پر صرف گے، آٹا اور دوسری اشیائے خوردنی بار تھیں، اس عظیم الشان قافلہ کا تمام مدینہ میں غل پڑ گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ جنت میں ریگتے ہوئے جائیں گے۔“ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی، تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہو کر عرض کی: میں آپ کو گواہ کرتا ہوں، کہ یہ پورا قافلہ مع اسباب و سامان، بلکہ اونٹ اور کجاوہ تک راہ خدا میں وقف ہے۔ (۵)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی دولت ذاتی راحت و آسائش کے لیے نہ تھی بلکہ جو جس قدر دولت مند تھا اسی قدر اس کا دست کرم زیادہ کشادہ تھا، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کے عہد ہی سے شروع ہو چکا تھا، اور وقتاً فوقتاً قومی و مذہبی

۱- مسند احمد، ج ۱، ص ۱۹۱ ۲- اصحابہ، ج ۴، ص ۱۷۷ ۳- مسند ابن خنبل، ج ۱، ص ۱۹۲

۴- اصحابہ، ج ۴، ص ۱۷۷ ۵- اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۱۶

ضروریات کے لیے گراں قدر رقمیں پیش کیں، سورہ براءت نازل ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دی گئی، تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال یعنی چار ہزار پیش کیے، پھر دو دفعہ چالیس چالیس ہزار دینار وقف کیے، اسی طرح جہاد کے لیے پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ حاضر کیے۔ (۱)

عام خیرات و صدقات کا یہ حال تھا کہ ایک ہی دن میں تیس تیس غلام آزاد کر دیتے تھے، ایک دفعہ انہوں نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کی، اور سب راہ خدا میں لٹا دیا۔ (۲) لیکن اسی فیاضی کے باوجود ہر وقت یہ فکر دامنگیر رہتی تھی کہ: کہیں اس قدر تمول آخرت کے لیے موجب نقصان نہ ہو، ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی: اماں! مجھے خوف ہے کہ کثرت مال مجھے ہلاک کر دے گی۔ ارشاد ہوا بیٹا! راہ خدا میں صرف کرو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ: میرے اصحاب رضی اللہ عنہم میں بعض ایسے ہیں کہ مفارقت کے بعد انہیں میرا دیدار نصیب ہوگا۔ (۳)

غرض فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آخری لمحہ حیات تک قائم رہا، وفات کے وقت بھی پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے راہ خدا میں وقف کیے، نیز بدر میں جو صحابہ رضی اللہ عنہم شریک ہوئے تھے، اور اس وقت تک زندہ موجود تھے، ان میں سے ہر ایک کے لیے چار چار سو دینار کی وصیت کی، بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت ایک سو اصحاب بدر بقید حیات تھے، اور سب نے نہایت خوشی کے ساتھ اس وصیت سے فائدہ اٹھایا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حصہ لیا۔ (۴)

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے بھی ایک باغ کی وصیت کی، جو چار لاکھ درہم میں فروخت ہوا، نیز اس سے پہلے مختلف موقعوں پر بڑی بڑی رقمیں پیش کیں، ایک دفعہ ایک جائیداد پیش کی جو چالیس ہزار دینار میں فروخت ہوئی تھی، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے صاحبزادہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے اکثر بطریق تشکر و دعا فرمایا کرتی تھیں: خدا تمہارے باپ کو سلسبیل جنت سے سیراب کرے۔ (۵)

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نماز نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے تھے، خصوصاً ظہر کے وقت فرض سے پہلے دیر تک نوافل سے شغل رکھتے تھے۔ (۶)

اکثر روزے رکھتے تھے، حج کے لیے بھی بارہا تشریف لے گئے، جس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوئے، اس سال امارت حج کی خدمت بھی ان ہی کے سپرد ہوئی تھی۔ (۷)

ذریعہ معاش: تجارت اصلی ذریعہ معاش تھا، آخر میں زراعت کا کاروبار بھی نہایت وسیع پیمانہ پر قائم ہو گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں ایک وسیع جاگیر مرحمت فرمائی تھی، پھر انہوں نے خود بہت سی قابل زراعت اراضی خرید کر کاشت کاری شروع کی تھی، چنانچہ صرف مقام ”جرف“ کے کھیتوں میں بیس اونٹ آب پاشی کا کام کرتے تھے۔ (۸)

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے کاروبار میں خدائے پاک نے غیر معمولی برکت دی تھی، وہ خود فرماتے ہیں، کہ اگر میں پتھر بھی اٹھاتا، تو اس کے نیچے سونا نکل آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس قدر فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کے باوجود، وہ اپنے وارثوں کے لیے نہایت وافر دولت چھوڑ گئے،

- | | | |
|---------------------------|------------------------------|------------------------|
| ۱- ایضاً | ۲- طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۱۷ | ۳- استیعاب، ج ۲، ص ۴۰۴ |
| ۲- اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۱۶ | ۵- ترمذی، ص ۶۲۱ | ۶- اصابہ، ج ۲، ص ۱۷۷ |
| ۷- اصابہ، ج ۳، ص ۳۱۷ | ۸- استیعاب، ج ۲، ص ۴۰۳ | |

یہاں تک کہ چاروں بیویوں نے جائیداد متروکہ کے صرف آٹھویں حصہ سے اسی ہزار دینار پائے، سونے کی اینٹیں اتنی بڑی بڑی تھیں کہ کلبھاڑی سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئیں، اور کاٹنے والوں کے ہاتھ میں آبلے پڑ گئے، جائیداد غیر منقولہ اور نقدی کے علاوہ ایک ہزار اونٹ اور سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں چھوڑیں۔ (۱)

غذا و لباس: دسترخوان وسیع تھا لیکن پر تکلف نہ تھا، کبھی قیمتی اور خوش ذائقہ کھانا سامنے آ جاتا، تو گزشتہ فقر و فاقہ یاد کر کے آنکھیں پر نم ہو جاتیں، لباس میں زیادہ تر ریشم استعمال تھا کیونکہ فقر و فاقہ میں بیماری کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر اجازت دی تھی، ایک دفعہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی ریشمی کرتہ زیب تن کیے ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو گریبان میں ہاتھ ڈال کر اس کے چیتھڑے اڑا دیئے، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دی ہے۔ فرمایا: ہاں! مجھے معلوم ہے لیکن صرف تمہارے لیے اجازت ہے، دوسروں کے لیے نہیں۔ (۲)

حلیہ: قد طویل، رنگ سرخ و سفید، چہرہ خوبصورت، ریش دراز، سر پر کان سے نیچے تک گھونگر دار کاکلیں، کلائی گھٹی ہوئی، انگلیاں موٹی اور مضبوط، سامنے کے دو دانت گر گئے تھے، اور غزوہ احد میں زخمی ہونے کے باعث پاؤں میں لنگ تھا۔ (۳)

اولاد و ازواج: حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، بیویوں کے ساتھ عموماً لطف و محبت سے پیش آتے تھے، ایک انصاریہ سے شادی کی تو بیس ہزار دینار مہر میں دیئے۔ (۴) بیویوں کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ کلثوم بنت عقبہ بن ربیعہ، ۲۔ تماضر بنت الاصح، ۳۔ کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط، ۴۔ سہلہ بنت غاصم، ۵۔ بحریہ بنت ہانی
- ۶۔ ہبل بنت سہیل، ۷۔ ام حکیم بنت قارظ، ۸۔ بنت ابی الخشاش، ۹۔ اسماء بنت سلامہ، ۱۰۔ ام حریث: یہ بہرا سے قید ہو کر آئی تھیں، ۱۱۔ مجد بنت یزید، ۱۲۔ غزال بنت کسریٰ: یہ مدائن سے گرفتار ہو کر آئی تھیں، بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ خاندان کسریٰ کی شہزادی تھیں، ۱۳۔ زینب بنت الصباح، ۱۴۔ بادیہ بنت غیلان۔ (۵)

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی اولاد نہایت کثیر تھی، جن لڑکوں کے نام معلوم ہو سکے، وہ یہ ہیں:

- ۱۔ سالم، اسلام سے پہلے پیدا ہوئے اور پہلے ہی مرے، ۲۔ محمد، ۳۔ ابوسلمہ (فقیر)، ۴۔ ابراہیم، ۵۔ اسمعیل، ۶۔ حمید، ۷۔ زید، ۸۔ معن، ۹۔ عمر، ۱۰۔ عدی، ۱۱۔ عروہ اکبر، ۱۲۔ سالم اصغر، ۱۳۔ ابوبکر، ۱۴۔ عبداللہ، ۱۵۔ عبدالرحمن، ۱۶۔ مصعب، ۱۷۔ سہیل (ابوالابیح)، ۱۸۔ عثمان، ۱۹۔ عروہ، ۲۰۔ یحییٰ، ۲۱۔ بلال

صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ ام القاسم، یہ زمانہ جاہلیت ہی میں پیدا ہوئی تھیں، ۲۔ حمیدہ امۃ الرحمن، ۳۔ صغریٰ، ۴۔ ام یحییٰ، ۵۔ جویریہ، ۶۔ امیہ، ۷۔ مریم۔ (۶)

۱۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۱۷ - ۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۱۳ - ۳۔ اصحابہ، ج ۴، ص ۱۷۷

۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۱۱ - ۵۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۰۲ - ۶۔ سیر الصحابہ، ج ۱، ص ۸۱-۹۰

۱۰۔ خلاصہ:

یہ واقعہ غزوہ تبوک کے لیے سفر کی صورت میں پیش آیا، جیسا کہ حدیث نمبر اناسی (۷۹) پر گزر چکا ہے۔

- ☆ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے یہ ہے: کہ وضو میں سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے، اس پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے۔
- ☆ اہل علم اور شیوخ، کاشاگردوں اور مریدوں سے خدمت لینا جائز ہے۔
- ☆ وضو کے لیے دوسروں سے مدد لینا جائز ہے۔
- ☆ قضاء حاجت کے لیے دوسرے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جانا چاہیے۔ البتہ شہروں میں بیت الخلاء کی صورت میں یہ علت پائی جاتی ہے۔
- ☆ غیر ملکی اور کفار ممالک کی اشیاء سے استفادہ جائز ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شامی جبہ پہنا ہوا تھا، اس وقت کا شام دار الکفر تھا۔
- ☆ تنگ کپڑے پہننا جائز ہے، بشرطیکہ شرمگاہ نظر نہ آئے، اگر چہ اولیٰ و بہتر یہی ہے کہ کپڑے ڈھیلے ڈھالے ہوں۔
- ☆ افضل کا مفضل کی امامت میں نماز پڑھنا جائز ہے۔
- ☆ مسبوق کو باقی نماز امام کے سلام پھیرنے کے بعد مکمل کرنی ضروری ہے۔
- ☆ نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔
- ☆ اگر اول وقت میں امام موجود نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہیے وہ کسی اور کو امام بنالیں اور نماز پڑھیں، لیکن یہ اسی صورت جائز ہوگا، جب امام مقرر کے ناراض ہونے یا فتنے کا خوف نہ ہو۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خصوصی شان کا ذکر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔

۶۷۔ باب گم تَغْسَلَانِ ہاتھ کتنی بار دھونے چاہئے

اس باب کے قائم کرنے میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بظاہر صیغہ ہتھیلیوں کے لیے مَوْنُث کا استعمال فرمایا ہے، لیکن اس سے مراد ہاتھوں کا دھونا ہے۔ باب کے تحت جو حدیث مبارکہ ذکر کی ہے، اس سے استدلال یہ ہے: کہ تین تین دفعہ دونوں ہاتھوں کا دھونا سنت ہے۔ پچھلے باب میں مطلقاً ہاتھوں کے دھونے کا بیان تھا۔

۸۳۔ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ سَفْيَانَ وَهُوَ ابْنُ حَبِيبٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ التُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ ابْنِ أَوْسِ بْنِ أَبِي أَوْسٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوَكَّفَ فَلَدَانَا

حضرت ابن اوس رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا۔

۱۔ اطراف:

احمد: ۱۶۱۵۹، ۱۶۱۶۰، ۱۶۱۷۱، السنن الکبریٰ (بیہقی)، ج ۱، ص ۴۶، السنن الکبریٰ: ۸۷، المعجم الکبیر (طبرانی) ۶۰۲

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے دو کا تعارف ہو چکا ہے، باقی چار کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ حمید بن مسعدہ: راجع: ۵

۲۔ سفیان بن حبیب:

آپ کا نام ابو محمد سفیان بن حبیب بزاز بصری (م: ۱۸۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آپ اپنے دور کے جید عالم تھے، آئمہ سنن اربعہ اور امام بخاری (ادب المفرد) آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ شعبۃ: راجع: ۲۶

۴۔ النعمان بن سالم:

آپ کا نام نعمان بن سالم طائفی ہے، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ ابن اوس بن ابی اوس:

آپ کا نام عمرو بن اوس (حذیفہ) بن ابی اوس (جابر بن عوف) ثقفی طائفی (م: ۹۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی، کبیر، راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۶۔ عن جدہ (جابر):

آپ کا نام ابو اوس جابر بن عوف بن وہب بن عامر بن یسار بن مالک بن حطیط ثقفی ہے، بعض نے کنیت ابو عمرو ذکر کی ہے، آپ اوس بن ابی اوس، حذیفہ کے والد، عمرو بن اوس اور عبداللہ بن اوس کے دادا اور عثمان بن عبداللہ کے پڑدادا ہیں۔ آپ اور آپ کے بیٹے حذیفہ، دونوں صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (۴)

۳۔ سند کا اضطراب:

اس سند کا اضطراب پانچویں راوی میں ہے، سنن نسائی کے نسخوں میں بھی اضطراب ہے، سنن نسائی کے نسخوں میں دو طرح سے مروی ہے:

۲۔ عن ابن ابی اوس عن جدہ

۱۔ عن ابن اوس بن ابی اوس عن جدہ

ii۔ الجرح والتعديل، ج ۳، ص ۲۲۸

۱۔ الثقات ابن شاہین، ص ۲۲۵

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۰۸

۲۔ الثقات، ج ۸، ص ۲۳۸

iii۔ اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۴۹۶

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۷۱

۳۔ الثقات، ج ۵، ص ۱۷۵

ii۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۶، ص ۲۱

۴۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج ۱، ص ۵۵۱

iv۔ التاريخ الکبیر (بخاری)، ج ۲، ص ۱۵

iii۔ ایضاً، ج ۱، ص ۴۹۶

باقی محدثین کی سند میں بھی اضطراب ہے:

۳- عن ابن ابی اوس عن جدہ (۱)

۴- ثنا النعمان یعنی ابن سالم قال سمعت ابن عمرو بن اوس یحدث عن جدہ اوس بن اویس (۲)

۵- عن شعبۃ عن النعمان عن ابن عمرو بن اوس عن جدہ اوس (۳)

۶- عن النعمان بن سالم عن ابن ابی اوس عن جدہ اوس (۴)

۷- عن النعمان قال سمعت عمرو بن اوس یحدث عن جدہ اوس بن ابی اوس (۵)

۸- عن النعمان بن سالم قال عمرو بن اوس عن جدہ (۶)

۹- عن النعمان بن سالم عن ابن ابی اوس قال کان جدی اوس احیاناً یصلی (۷)

۵- سند کے اضطراب کی چار صورتیں: اس حدیث مبارکہ کی تمام اسناد کو سامنے رکھیں، تو مذکورہ اضطراب کی چار صورتیں بنتی ہیں:

۱- عن عمرو بن اوس عن جدہ

یہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند ہے۔

۲- عن ابن عمرو بن اوس عن جدہ

یہ امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند ہے۔

۳- عن ابن اوس بن ابی اوس عن جدہ

یہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام طیارسی رحمۃ اللہ علیہ کی سند ہے۔

۴- عن ابن ابی اوس عن جدہ

یہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی سند ہے۔

۶- رفع اضطراب کی صورتیں: مذکورہ اسناد سے رفع اضطراب کی تین صورتیں ہیں:

۱- پہلی صورت: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام طبرانی اور امام ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ کی سندیں (۳، ۱) درج ذیل ہے:

۱- عن ابن اوس بن ابی اوس عن جدہ

۲- عن عمرو بن اوس عن جدہ

پہلی سند میں ابن کی وضاحت دوسری سند میں عمرو بن اوس سے ہے، اس لیے دونوں اسناد ایک ہی ہیں، عمرو بن اوس نے اپنے دادا ابو

اوس جابر بن عوف بن وہب ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (۸)

۱- تحفۃ الاشراف، ج ۲، ص ۴۵۷	۲- السنن الکبریٰ (بیہقی)، ج ۱، ص ۴۶	۳- ذخیرۃ العقبیٰ، ج ۲، ص ۳۶۰
۴- مسند احمد، ج ۴، ص ۹	۵- ایضاً، ص ۱۰	۶- المعجم الکبیر (طبرانی)، ص ۶۰۴
۷- ابن ماجہ: ۱۰۳۷	۸- الاصابۃ، ج ۱، ص ۵۵۱	

۲۔ دوسری صورت: امام دارمی اور امام بیہقی کی سند درج ذیل ہے:

عن ابن عمرو بن اوس عن جدہ

اس سند میں عن ابن عمرو ہے، ابن عمرو علماء کے نزدیک معلوم راوی نہیں ہیں، کسی نے بھی ان کا تذکرہ نہیں کیا، کیونکہ علماء نے عمرو بن اوس سے بیٹے کی روایت لینے کی تصریح نہیں کی، البتہ ان کے بھتیجے عثمان بن عبد اللہ بن اوس کی تصریح کی ہے۔ (۱)

شاید اسی مغالطے کی بناء پر بعض نے بھتیجے عثمان کو عثمان بن عمرو اور ابن عمرو لکھ دیا ہے، جبکہ یہ عثمان بن عبد اللہ بن اوس بن ابی اوس ہیں۔ اور یہ ابن عمرو کی بجائے ابن اخیہ عمرو ہیں۔ اس توضیح کی وضاحت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔ (۲)

اس لیے غالب امکان یہ ہے کہ اصل سند اس طرح ہو۔

عن ابن اخیہ عمرو بن اوس عن جدہ

اس صورت میں ابن اخیہ عمرو عثمان بن عبد اللہ بن اوس اپنے دادا اوس بن ابی اوس سے روایت کرتے ہیں۔ چونکہ حضرت اوس بن ابی اوس (حذیفہ) بھی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان سے روایت بھی صحیح ہے۔ (۳)

۳۔ تیسری صورت: یہ روایت بہت شاذ ہے، جیسے سنن نسائی کے بعض نسخوں اور مسند احمد کے بعض نسخوں میں درج کیا گیا ہے۔ سند درج ذیل ہے:

عن ابن ابی اوس عن جدہ

اس صورت میں ابن ابی اوس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں، جو کہ خود صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کے دادا عوف بنتے ہیں، جن کا کوئی حال معلوم نہیں کیونکہ اس خاندان کے اول فرد جو ایمان لائے، وہ حضرت جابر بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں، اس لیے اس سند میں اسقاط ہے، اور غالب امکان یہی ہے کہ اس میں یا تو کسی نام کا اسقاط ہے اور یا لفظ ابن کا اسقاط ہے اور اصل سند اس طرح ہو:

ابن ابن ابی اوس عن جدہ

☆ اس سند کی توضیح تین طرح سے ہے۔ محدثین کا عام طریق یہی ہے، کہ سند میں اگر عن ایسے، عن جدہ یا اس طرح کے اور الفاظ استعمال کریں، تو اب اور جد کا نام نسبتاً ذکر کرتے ہیں، جبکہ پہلی سند میں یہ صورت نہیں، اور اس سند میں ہے۔

۲۔ ابن ابی اوس کے دادا عوف ہیں، اس طرح ان کا بھی صحابی ہونا لازم آئے گا، صحابہ میں ان کا ذکر کسی نے نہیں کیا۔

۳۔ ابن ابی اوس عن جدہ سے مراد عمرو بن اوس ہیں، جو کہ مذکورہ پہلی صورت بنتی ہے، اور یہی اس باب میں اصح صورت ہے۔

لہذا قوی امکان ہے کہ اس سند میں کاتب کی غلطی یا کسی اور سبب سے ایک ابن ساقط ہو گیا ہو، اور اصل سند یہی ممکن ہے، اس طرح پہلی اور تیسری صورت ایک ہی ہیں، لہذا اس سند کی اصح صورت یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۶۔ حکم:

یہ حدیث صحیح ہے۔

۷۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدایات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سدایات کے اعتبار سے یہ چوتھیویں (۳۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ، صدوق ہیں۔
- ☆ یہ روایت پوتے (عمرو) کی دادا (جابر بن عوف) سے ہے۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری تین طاہی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا ایک دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

استو کف: پانی ہاتھوں پر بہانا، مراد ہے تین دفعہ ہاتھ دھونا، یہ لفظ کف سے مشتق نہیں ہے، بلکہ کف سے مشتق ہے، جس کا معنی پانی کے قطروں کا ٹپکنا ہے۔

۹۔ مسائل و نصاب:

- ☆ اس حدیث مبارکہ سے مراد ہے کہ وضو کرنے کے لیے سب سے پہلے تین دفعہ ہاتھ دھوئے جائیں۔ (۱) (حاشیہ سندھی، ص ۳۰)
- ☆ وضو کی سنتیں: (قال) وَسُنُّنُ الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْيَدَيْنِ قَبْلَ ادْخَالِهِمَا الْيَدَيْنِ دَا اسْتَيْقَظَ الْمُتَوَضِّئُ مِنْ نَوْمِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ دَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلَا يَغْمِسَنَّ يَدَهُ فِي الْيَدِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدَهُ وَلَا أَيْنَ الْيَدُ آتَتْهُ فَتَسْنُ الْبَدَاءَ بِتَنْظِيفِهَا وَهَذَا الْغَسْلُ إِلَى الرَّسْغِ لَوْ قُوعِ الْكِفَايَةِ بِهِ فِي التَّنْظِيفِ۔ (۱)
- فرمایا اور وضو کی سنتیں دونوں ہاتھوں کا دھونا ہے ان دونوں کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے جب کہ متوضی اپنی نیند سے بیدار ہو اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے یہاں تک کہ اس کو تین بار دھو ڈالے اس لیے کہ اسے معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ رات کہاں رہا اور اس لیے کہ ہاتھ آلہ تطہیر ہے پس خود اس کو پاک کرنے کی ہدایت مسنون ہوگی اور یہ دھونا چونچے تک ہے کیوں کہ اسی قدر کے ساتھ پاکیزگی کرنے میں کفایت حاصل ہو جاتی ہے۔
- ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند سے جاگے تو اپنا ہاتھ برتن میں داخل کرنے سے پہلے تین بار دھوئے اس لیے کہ اس کو نہیں معلوم کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا۔ (۲)
- ☆ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وضو سے پہلے ہاتھوں کو دھونا سنت ہے، جہاں تک سوکراٹھنے کے بعد کی قید کا سوال ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں پانی کی قلت ہوتی ہے، خاص طور پر زمانہ نبوت میں تو پانی بہت ہی کم مقدار میں دستیاب ہوتا تھا، اس لیے اکثر و بیشتر لوگ پانی سے استنجاء

نہیں کرتے تھے پہلے ڈھیلوں سے یا پتھروں سے صاف کر لیا کرتے تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ گرم ہوا کی بنا پر سوتے میں استنجاء کے مقام پر پسینہ آ جاتا ہے، اس صورت میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ رات میں سوتے وقت ہاتھ استنجاء کے مقام پر پہنچ جائے جس سے ہاتھ گندے ہو جائیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے والے کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ہاتھ رات کو سوتے وقت کہاں رہا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب کوئی آدمی سو کر اٹھے تو چاہئے کہ وہ پہلے اپنے ہاتھوں کو پانی کے برتن میں نہ ڈال دے بلکہ ہاتھ تین مرتبہ دھو ڈالے تاکہ وہ پاک و صاف ہو جائیں اس کے بعد برتن سے پانی لے کر وضو کر لے۔

☆ بہر حال یہاں نیند کی قید تو اس لیے ہے کہ اس میں ہاتھوں کو نجاست لگنے کا احتمال ہے ورنہ ہر ایک وضو کرنے والے کو پہلے تین مرتبہ ہاتھ دھونا چاہئے اس لیے کہ علماء لکھتے ہیں کہ اس طرح ہاتھ دھونا اس آدمی کے لیے بھی سنت ہے جو سو کر نہ اٹھا ہو کیونکہ ہاتھ دھونے کا سبب یعنی ہاتھ کو نجاست و میل لگنے کا احتمال جاگنے کی حالت میں بھی موجود ہے۔

☆ ہاتھ دھونے کا یہ حکم فرض اور واجب نہیں ہے بلکہ مسنون کے درجہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم احتیاط کے طور پر دیا ہے اگر کوئی آدمی ہاتھ نہ دھوئے تو بھی وہ پاک ہے کہ اگر بغیر دھوئے ہاتھ پانی میں ڈال دے تو اس سے پانی ناپاک و نجس نہیں ہوتا کیونکہ سوتے میں ہاتھ کا ناپاک ہونا یقینی نہیں ہے بلکہ احتمال کے درجہ کی چیز ہے مگر حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سو کر اٹھنے کے بعد ہاتھ کا دھونا واجب ہے، اگر کوئی آدمی سو کر اٹھا اور اس نے بغیر دھوئے ہاتھ پانی میں ڈال دیا تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

☆ سنت کی تعریف:

وَالسُّنَّةُ: مَا وَاطَّبَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ تَرْكِهِ أَحْيَانًا۔ (۱)

اور سنت وہ عمل ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشگی اختیار فرمائی ہوئی جبکہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک بھی کیا ہو۔

☆ رات کو اٹھنے کے بعد ہاتھوں کا دھونا:

ردالمحتار میں ہے: مصنف نے نیند سے اٹھنے والے کے ساتھ لفظ حدیث سے برکت حاصل کرنے کے لئے کلام خاص کیا۔ اور سنت نیند سے اٹھنے والے کے لئے بھی اور اس کے علاوہ کے لئے بھی ہے۔ اسی پر اکثر حضرات ہیں۔ النہر الفائق میں ہے: اصح جس پر اکثر ہیں، یہ ہے کہ وہ مطلقاً سنت ہے لیکن نجاست کا احتمال ہونے کی صورت میں سنت مؤکدہ ہے مثلاً بغیر استنجاء کے سویا ہو، یا سوتے وقت اس کے بدن پر کوئی نجاست رہی ہو۔ اور نجاست کا احتمال نہ ہونے کی صورت میں سنت غیر مؤکدہ ہے مثلاً ان میں سے کسی چیز کے بغیر سویا ہو یا نیند سے اٹھنے کی حالت نہ ہو۔ اسی کے ہم معنی بحر میں بھی ہے۔

☆ گٹوں تک ہاتھ آلہ طہارت ہیں:

علامہ محمود الباری لکھتے ہیں۔ کہ دونوں ہاتھوں کا آلہ طہارت ہونا اس لئے ہے کیونکہ ان کے بغیر واجب مکمل نہیں ہوتا۔ اور جو چیز واجب کے بغیر مکمل نہ ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ لہذا اسی دلیل کی وجہ سے پہلے دونوں ہاتھوں کا گٹوں تک دھونا لازم ہے۔ (۲)

☆ جو واجب کے بغیر مکمل نہ ہو وہ بھی واجب کا قاعدہ فقہیہ:

ما لا یتم الواجب الا به فهو واجب۔

ہر وہ عمل جس کے بغیر واجب مکمل نہ ہو تو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حکم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے وضو شخص کی نماز قبول نہیں کی جاتی حتیٰ کہ وہ وضو

کرے۔ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب فریضہ نماز وضو کے بغیر ادا نہیں ہو سکتا لہذا جو ب ادا سے بری الذمہ ہونے کیلئے وضو ضروری ہو اس لئے نماز کیلئے وضو واجب ہے۔

☆ واجب کی تعریف:

جس کا کرنا ضروری ہو اور ترک کرنا لازماً منع ہو اور ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز ظنی ہو اس کا ثبوت قطعی ہو اور لزوم پر دلالت ظنی ہو یا ثبوت

ظنی ہو اور لزوم پر دلالت قطعی ہو۔ (۲) (۳)

۱۰۔ خلاصہ:

یہ حدیث مبارکہ سنداً متناصحیح ہے، البتہ سنداً متکلم فیہ ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ کے شواہد و متابعات بھی کثیر ہیں۔

☆ بعض لوگوں نے اس حدیث کی سنداً کو مضطرب کہا ہے، ہمارے نزدیک اس اضطراب کی رفع کی صورتیں ممکن ہیں، جیسا کہ اوپر گذر

چکا ہے، جو کہ درست نہیں ہے۔

☆ وضو کے شروع میں تین دفعہ ہاتھ دھونا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں ہے۔

☆ ہاتھ آ لہ طہارت ہیں، اس لیے شروع میں انہیں دھونا سنت قرار دیا گیا ہے۔

۶۸۔ باب المضمضة والاستنشاق

کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا

اس باب میں وضو کی دوسری اور تیسری سنت کا بیان ہے، یعنی کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانے کا بیان ہے، تین تین دفعہ کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا سنت مطہرہ ہے، پچھلے باب میں وضو کی پہلی سنت، ہاتھوں کو تین تین دفعہ ہونے کا بیان تھا۔

حضرت حمران بن ابان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ اپنے ہاتھوں کو دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین دفعہ چہرہ دھویا، پھر اپنا دایاں اور بائیں بازو کہنی تک تین تین دفعہ دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پاؤں تین دفعہ دھویا اور بائیں بھی اسی طرح دھویا، پھر فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری طرح وضو کرے، دو رکعت نماز پڑھے اور دل میں کوئی لغو اور بیہودہ خیال نہ لائے، اس کے گزشتہ سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

۸۴۔ أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَبَانَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ حُمْرَانَ بْنِ أَبَانَ قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ تَمَضَّضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوئِي، ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوئِي هَذِهِ، ثُمَّ صَلَّى رُكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيهِمَا شَيْءٌ غَفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۵۹، صحیح مسلم: ۵۲۷، سنن ابوداؤد: ۱۰۶، سنن نسائی: ۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۸۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۶، صحیح ابن حبان: ۳۶۰،

مسند احمد: ۲۸۹

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، باقی تین کا درج ذیل ہے:

۱۔ سويد بن نصر: راجع: ۵۵۔ ۲۔ عبد اللہ: راجع: ۳۶۔

۳۔ معمر: راجع: ۱۰۔ ۴۔ الزہری: راجع: ۱۔

۵۔ عطاء بن یزید اللیثی:

آپ کا نام ابو محمد عطاء بن یزید لیثی جندی مدنی (م: ۱۰۵ھ) ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، کثیر الحدیث تابعی راوی ہیں، آپ نے اسی سال سے زائد کی عمر پائی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۱۔ ا۔ علل ابن مدینی، ص ۶۸

۱۔ ا۔ علل ابن مدینی، ص ۶۸

۱۔ ا۔ علل ابن مدینی، ص ۶۸

۶۔ حمران بن ابان:

آپ کا نام حمران بن ابان بن خالد بن عمرو مولیٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (م: ۷۵ھ) ہے، آپ عین التمر کے قیدیوں میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قید ہو کر آئے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں ذہین پا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو آزاد کر دیا اور ان کو اپنا منشی اور دربان رکھ لیا۔ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ بھی پایا۔ آپ روایت کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)۔

۷۔ عثمان بن عفان:

حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کا لقب ذوالنورین ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں دی تھیں، وہ ان کے پاس فوت ہو گئیں۔ پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں دیں، حضرت عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو چھیالیس (۱۳۶) حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے ان میں سے گیارہ (۱۱) حدیثیں روایت کی ہیں، آٹھ امام مسلم نے روایت کی ہیں اور متن متفق علیہ ہیں، یکم محرم ۲۴ھ کو انہیں خلیفہ بنایا گیا اور ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو انہیں شہید کر دیا گیا، الاسود الثخیم نے ان کو قتل کیا تھا۔ (حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ الاسود نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گلا گھونٹ دیا تھا)، اور ایک روایت یہ ذکر کی ہے کہ سودان بن حمران نے آپ کو تلوار سے قتل کیا تھا، ایک روایت ذکر کی ہے کہ رومان بن سودان نے تلوار کے وار سے آپ کو قتل کیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۲۷۸-۲۷۶) ہفتہ کی شب بقیع میں حضرت عثمان کو دفن کر دیا گیا، ان کی عمر اس وقت بیاسی (۸۲) سال تھی، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ان کے دور خلافت میں بیت المال میں بہت اموال جمع ہو گئے تھے۔ (۲)۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سابعیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔

☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ نویں (۹) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے دور راوی مروزی، تیسرے یعنی اور باقی مدنی ہیں۔

☆ یہ روایت تین تابعین کرام (امام زہری، عطاء بن یزید اور حمران بن ابان) کی ایک دوسرے سے روایت ہے۔

☆ یہ روایت خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ایک سو چھتالیس (۱۳۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

☆ سنن نسائی (صغریٰ) میں یہ پہلی روایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

☆ یہ روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے آزاد کردہ غلام حضرت حمران بن ابان رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، انبانا، قال ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

المضمضة: کا معنی ہے: منہ میں پانی کو حرکت دینا، اور گمانا
 افرغ: آپ ﷺ نے پانی بہایا
 المرفق: کہنی
 راس: سر
 لا یحدث نفسہ: اپنے دل میں بات نہ کرے
 تقدم: گزر چکا
 الاستنشاق: کا معنی ہے: ناک میں پانی چڑھانا
 الیمنی: دایاں
 الیسری: باایاں
 صلی: اس نے نماز پڑھی
 غفر: وہ بخش دیا گیا
 ذنب: گناہ

۷۔ مسائل ونصائح:

اسی مفہوم کی حدیث مبارکہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، ان دونوں احادیث مبارکہ کے مفہوم میں علماء کی تصریحات درج ذیل ہیں:

☆ ایک چلو پانی سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا، یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے، اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے:

اس حدیث سے ایک چلو پانی سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو جمع کرنے کی دلیل ہے۔ (۱)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی رضی اللہ عنہما لکھتے ہیں:

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں دو قول ہیں:

۱۔ اس قول کو الہمزنی اور الربیع نے نقل کیا ہے، کہ ایک چلو میں پانی لے کر کلی کرے، اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے، اور یہ عمل تین بار کرے۔

۲۔ اس قول کو ابو یسی نے روایت کیا ہے، کہ وہ دو چلووں میں پانی لے، ایک چلو پانی سے کلی کرے اور دوسرے چلو سے ناک میں پانی ڈالے، اور یہ

عمل تین بار کرے، پہلے کلی کرے اور پھر ناک میں پانی ڈالے۔ (۲)

☆ امام ابو یسی محمد بن عیسیٰ ترمذی رضی اللہ عنہما ”باب المضمضة والاستنشاق من کف واحد“ کے تحت لکھتے ہیں:

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اس سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کافی ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ الگ الگ پانی کے چلو

سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا زیادہ پسندیدہ ہے، امام شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر ان دونوں کو ایک چلو میں جمع کر لیا تو یہ جائز ہے، اور اگر ان کو الگ

الگ چلو سے کیا تو یہ ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۳)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی رضی اللہ عنہما لکھتے ہیں:

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے اس پر دوام کیا ہے، اور ان کی کیفیت یہ ہے: کہ تین مرتبہ کلی کرے، اور ہر مرتبہ نیا پانی

لے، پھر اسی طرح تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے، رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح وضو کرنا منقول ہے۔ (۴)

۱۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۶۸۵۔ ۲۔ الحاوی الکبیر، ج ۱، ص ۱۲۵-۱۲۴

۳۔ ترمذی، ص ۳۰۔ ۴۔ ہدایہ اولین، ص ۱۸

☆ الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق احادیث سے دلائل:

☆ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس گیا، اس وقت آپ ﷺ وضو کر رہے تھے اور پانی آپ ﷺ کے چہرے اور آپ ﷺ کی ڈاڑھی سے آپ ﷺ کے سینہ پر بہ رہا تھا، میں نے دیکھا، آپ الگ الگ پانی سے کلی کر رہے تھے اور ناک میں پانی ڈال رہے تھے۔ (۱)

☆ حضرت طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، آپ ﷺ ہر بار کے لیے نیا پانی لیتے تھے۔ (۲)

☆ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا، پس آپ ﷺ نے کلی کی، پھر ناک میں پانی ڈالا، پھر تین بار چہرہ دھویا، پھر تین بار دایاں ہاتھ دھویا، پھر تین بار دوسرا ہاتھ دھویا اور اس پانی سے سر کا مسح کیا، جو ہاتھوں بچا ہوا نہیں تھا اور پیروں کو دھویا، حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا۔ (۳)

☆ اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں ذکر ہے کہ پہلے تین بار کلی کی، اور پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے، جب ان دونوں کے لیے الگ الگ پانی لیا ہو اور ایک چلو میں دونوں کو جمع نہ کیا ہو۔

☆ حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی بندہ وضو کرے، پس کلی کرے تو اس سے اس کے منہ کے گناہ نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرتا ہے، تو اس کی ناک کے گناہ نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ ہاتھ دھوتا ہے، تو اس کے ہاتھوں کے گناہ نکل جاتے ہیں، حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں، اور جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ نکل جاتے ہیں، حتیٰ کہ اس کے کانوں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ پس جب وہ پیر دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ نکل جاتے ہیں، حتیٰ کہ پیروں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ (۴)

نقد حدیث:

☆ یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں ہے، علامہ ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے۔ (۵)

☆ اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ نے کلی کرنے سے گناہوں کے نکلنے کا الگ ذکر کیا ہے، اور ناک میں پانی ڈالنے سے گناہوں کے نکلنے کا الگ ذکر فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کے لیے الگ الگ پانی لیا گیا ہے۔

☆ الامام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی لکھتے ہیں:

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں اختلاف ہے، بعض نے کہا: ان کو ایک چلو پانی میں جمع کرے، اور بعض نے کہا: پہلے ایک چلو سے کلی کرے، پھر اس کے بعد دوسرے چلو سے ناک میں پانی ڈالے۔ حضرت طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس گیا، اس وقت آپ ﷺ وضو کر رہے تھے، میں نے دیکھا: آپ ﷺ جدا جدا چلو سے کلی کرتے تھے

اور ناک میں پانی ڈالتے تھے۔ (۱) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے، حضرت شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں: کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے الگ الگ پانی سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، اور کہا: اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ہے، اور میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے تین تین بار وضو کیا اور الگ الگ پانی سے وضو کیا، اور ناک میں پانی ڈالا، اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کیا ہے۔ (۲)

- ☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کو حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے "تلخیص الخیر" ج ۱، ص ۱۱۵ میں ثابت کیا ہے۔
- ☆ اکثر روایات میں یہ ذکر ہے کہ ایک چلو پانی سے کلی بھی کی جائے اور ناک میں پانی بھی ڈالا جائے، لیکن یہ تمام روایات بیان جواز پر محمول ہیں، اور افضل یہ ہے کہ الگ الگ چلو سے کلی کی جائے، اور ناک میں پانی ڈالا جائے، جیسا کہ ہر عضو کو دھونے کے لیے الگ الگ چلو سے پانی لیا جاتا ہے، اور منہ اور ناک بھی الگ الگ عضو ہیں، اس لیے ان کو دھونے کے لیے الگ الگ چلو سے پانی لیا جائے۔ (۳)
- ☆ اس حدیث کو ابن ماجہ، نسائی اور ابوداؤد نے طہارت میں ذکر کیا۔ نسائی کی حدیث میں کانوں کے مسح کرنے کا ذکر ہے۔
- ☆ امام بخاری رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث میں منفرد ہیں۔
- ☆ امام مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وضو کے باب میں کوئی حدیث روایت نہیں کی۔
- ☆ مضمضہ: کے لغوی معنی پانی کو منہ میں لے کر حرکت دینے کے ہیں، اور وضو میں اس کا مطلب یہ ہے کہ منہ میں پانی کو لے کر حرکت دی جائے تاکہ سارے منہ میں پھر جائے، اس کے بعد کلی کر دی جائے۔
- ☆ استنشاق کے معنی ناک میں پانی داخل کرنے کے ہیں، اور وضو میں اس کا مطلب یہ ہے کہ پانی کو ناک میں کھینچا جائے، یہاں تک کہ نرم ہڈی جہاں پانی پہنچ کر لگتا ہے، تک پانی پہنچ جائے اس کے بعد اس کو جھاڑ دیا جائے۔
- ☆ وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا سنت مؤکدہ ہے اور غسل میں فرض ہے۔ لہذا غسل جنابت میں اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، ورنہ غسل نہ ہوگا۔ (۴)
- ☆ اس حدیث میں ایک ایک مرتبہ ہر عضو کے دھونے کا بیان ہے، جس پر سب کا اجماع ہے کہ اس قدر فرض ہے۔
- ☆ جس ترتیب سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وضو کر کے دکھایا، اسی ترتیب سے وضو کرنا مسنون ہے۔
- ☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک ہی چلو پانی سے کلی بھی کی اور ناک میں پانی لیا، یہ جائز ہے، لیکن مضمضہ و استنشاق کے لیے الگ الگ پانی لینا افضل ہے، جیسا کہ طبرانی و ابوداؤد میں حدیث ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: فاخذ لكل واحد ماءً جديداً۔
- ☆ یہ بھی سنت ہے کہ مضمضہ و استنشاق داہنے ہاتھ سے کیا جائے، حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے سیدھے ہاتھ سے ناک میں پانی لیا، اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا، اور کہا: کہ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جہالت ہے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنت تو ہمارے گھروں سے نکلی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اليمين للوجه واليسار للمقعد۔ سیدھا ہاتھ منہ کے لیے ہے اور بائیں ہاتھ استنجے کے لیے ہے، البتہ ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرنے چاہئے۔

۱- ابوداؤد: ۱۳۹ - ۲- شرح السنن ج ۱، ص ۲۳۶ - ۳- نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۲۲ - ۵۲۳

۴- فیوض المبارک، ج ۱، ص ۳۹۰

☆ اس حدیث میں سر کے مسح کے لیے پانی لینے کا ذکر نہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسح کے لیے ہاتھ تر ہونا ضروری ہے، اور جو تری اعضاء کے بعد رہ گئی ہو، اس سے بھی مسح کیا جاسکتا ہے۔ حضرت امام اوزاعی وحسن و عروہ کا یہی مسلک ہے، لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہاتھ میں جو تری رہ جاتی ہے، اس سے مسح جائز نہیں، بلکہ مسح کے لیے دوبارہ ہاتھ کو تر کرنا چاہئے، جیسا کہ ابو داؤد کی حدیث میں ہے: کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مسح کے لیے ایک چلو پانی لیا اور ہاتھ کو جھاڑ کر مسح کیا۔ لیکن یہ بھی ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں جو تری رہ گئی، اس سے مسح کیا، اور از سر نو ہاتھ کو تر نہ کیا، تو جب دونوں طرح حدیث میں مذکور ہے، تو اعضاء کے دھونے کے بعد جو تری رہ جاتی ہے، اس سے بھی مسح جائز ہونا چاہئے، اور یہ بھی جائز ہے کہ مسح کے لیے نئے پانی سے ہاتھ کو تر کرے۔

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فعل سے کہ انہوں نے مسح کے لیے نئے پانی سے ہاتھ کو تر نہ کیا، بلکہ جو تری باقی تھی، اسی سے مسح کر لیا، یہ استدلال کیا ہے کہ پانی مستعمل ظاہر و مطہر ہے، کیونکہ جب ایک بار پانی عضو سے مل گیا، تو وہ پانی مستعمل ہو گیا۔ پھر جب اعضاء وضو میں سے ایک (عضو مسح) میں اس کا استعمال جائز ہوا، تو سب میں جائز ہونا چاہئے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ استدلال صحیح نہیں، کیونکہ پانی مستعمل اس کو کہتے ہیں، جو عضو سے بہہ جائے، اور جب تک پانی عضو پر ہے اور ٹپکے نہیں، اس کو مستعمل نہیں کہا جاسکتا۔

☆ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا ضروری ہے، صرف پانی چھڑک دینا کافی نہیں ہے۔ (۱)

۸۔ خلاصہ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے یہ ہے: کہ وضو میں ہاتھ دھونے کے بعد کلی کرنا اور ناک صاف کرنا سنت ہے۔

☆ تین تین دفعہ کلی کرنا اور ناک صاف کرنا سنت ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں وضو کرنے کا طریقہ اور ترتیب بیان ہوئی ہے، جو کہ درج ذیل ہے:

- | | | |
|----------------------------|------------------------------|------------------------------|
| ۱۔ تین دفعہ ہاتھ دھونا | ۲۔ تین دفعہ کلی کرنا | ۳۔ تین دفعہ ناک صاف کرنا |
| ۴۔ تین دفعہ چہرہ دھونا | ۵۔ تین دفعہ دایاں بازو دھونا | ۶۔ تین دفعہ بائیں بازو دھونا |
| ۷۔ ایک دفعہ سر کا مسح کرنا | ۸۔ تین دفعہ دایاں پاؤں دھونا | ۹۔ تین دفعہ بائیں پاؤں دھونا |

☆ وضو میں یہی ترتیب ملحوظ رکھنا سنت مبارکہ ہے۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عملاً وضو کرنے کے دکھایا اور فرمایا: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے۔ اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ تعلیم دینے اور سکھانے کا بہترین طریقہ تعلیم بالعمیل ہے، آج اساتذہ کرام اور معلمین حضرات کو یہی طریقہ اپنانا چاہئے، تاکہ تفہیم آسان ہو۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ وضو کے دو نفل پڑھنا مستحب ہے، البتہ اذان فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک، نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور اذان مغرب کے بعد جماعت مغرب سے پہلے یہ نفل پڑھنا دوسری احادیث کی بناء پر منع ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل شریعت اسلامیہ کا حصہ ہے، اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شرع ہے۔

☆ سنت طریقہ پر وضو کرنے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں، البتہ کبیرہ گناہ کی بخشش کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے اجمالی احکامات کی تفصیل سنت مبارکہ سے ہونا حجت شرعی ہے، اور سنت کے بغیر بہت سارے قرآنی احکامات پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔

کس ہاتھ سے کلی کرے؟

۶۹۔ باب بَابِ الْيَدَيْنِ يَتَمَضُّضُ

اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ دونوں ہاتھوں میں سے کون سے ہاتھ کے ساتھ چلو بنا کر کلی کرنی چاہئے، اس کے تحت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ہے جو حدیث ذکر کی ہے، اس سے دائیں ہاتھ کے ساتھ کلی کرنے کا بیان ہے، جس سے مترشح ہوتا ہے کہ سنت مبارکہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پانی لے کر کلی کی جائے۔ پچھلے باب میں کلی کرنے اور ناک صاف کرنے کا بیان تھا۔

حضرت حمران رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوا لیا، برتن سے اپنے ہاتھوں پر پانی ڈال کر تین دفعہ ہاتھوں کو دھویا، پھر دائیں ہاتھ سے پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین دفعہ چہرہ دھویا اور تین دفعہ ہی دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے، پھر سر کا مسح کیا، پھر دونوں پاؤں تین تین دفعہ دھوئے۔ پھر فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو فرمایا، جیسا میں نے وضو کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے، پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز (نفل) پڑھے، اپنے دل میں کوئی خیال (برا) نہ لائے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے گزشتہ گناہ معاف فرمادے گا۔

۸۵۔ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمَغِيرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارِ الْحَمِصِيِّ، عَنْ شُعَيْبِ هُوَ ابْنُ أَبِي حَمَزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ حَمْرَانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِيَّانِهِ فغَسَلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ ادْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْوَضُوءِ فتمَضَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ مِنْ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَضُوءِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وَضُوءِي هَذَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

۱۔ اطراف:

راجع: ۸۴

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دائیں ہاتھ سے پانی لے کر کلی کی۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، باقی تین کے حالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ احمد بن محمد بن المغیرہ:

آپ کا نام ابو حمید احمد بن محمد بن مغیرہ بن سنان ازدی حمصی (م: ۲۶۴ھ) ہے، آپ روایت کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی

ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار:

آپ کا نام ابو عمر عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار حمصی مولیٰ قرشی (م: ۲۰۹ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، عابد راوی ہیں،

آپ اپنے وقت کے ابدال تھے، امام ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ شعیب بن ابی حمزہ:

آپ کا نام ابو بشر شعیب بن ابو حمزہ دینار حمصی مولیٰ اموی (م: ۱۶۲) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، عابد راوی ہیں، آپ امام

زہری کے تلامذہ میں سب سے خالق ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۴۔ الزہری: راجع: ۱: ۵۔ عطاء بن یزید: راجع: ۲۱:

۶۔ حران: راجع: ۸۴: ۷۔ عثمان: راجع: ۸۴:

۲۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سابعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ دسویں (۱۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی حمصی اور آخری چار مدنی ہیں۔

☆ یہ روایت تین تابعین کرام (زہری، عطاء بن یزید اور حران) کی ایک دوسرے سے روایت ہے، اس طرح اس سند میں تین تابعی راوی ہیں۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ احمد بن محمد بن مغیرہ ایسے راوی ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ میں سے، صرف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد اور داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے عقد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں، اسی وجہ

سے لقب ذوالنورین ہوا۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے یہ دوسری حدیث مبارکہ مروی ہے۔

☆ سند میں روایت الفاظ حدیث، رای ایک ایک دفعہ، اخیر دو دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

ii۔ الجرح والتعديل، ج ۲، ص ۷۲

i۔ الاکمال، ج ۱، ص ۳۸

ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۲۳۹

i۔ تاریخ الداری، ص ۵۳۷

ii۔ تہذیب الکمال، ج ۱۲، ص ۵۱۸

i۔ تاریخ الثقات، ص ۲۲۱

۶۔ لغات:

راجع: ۸۴

۷۔ مسائل و نصاب:

☆ اس حدیث کے آخر میں فرمایا: جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ انسان کے دماغ میں جو خیالات آتے ہیں، ان کی پانچ قسمیں ہیں:

۱۔ ہاجس: کسی چیز کا اچانک خیال آ جائے۔

۲۔ خاطر: کسی چیز کا بار بار خیال آئے۔

۳۔ حدیث نفس: جس چیز کا خیال آئے، نفس یا ذہن اس چیز کی طرف راغب ہو، اور اس کے حصول کا منصوبہ بنائے۔

۴۔ ہم: غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہو، اور مغلوب جانب اس کو ترک کرنے کی ہو، مبادا اس میں کوئی ضرر ہو۔

۵۔ عزم: مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور وہ اس کے حصول کا پختہ ارادہ اور نیت کر لے۔

اگر انسان کے ذہن میں گناہ کا خیال آ جائے تو پہلے تین مرتبوں میں اس سے مواخذہ نہیں ہوگا، نہ پچھلی امتوں میں مواخذہ تھا، نہ اس امت میں ہے اور چوتھے مرتبہ میں پچھلی امتوں پر مواخذہ تھا، اس امت میں نہیں ہے اور جب گناہ کا عزم کر لے گا تو پھر اس سے مواخذہ ہوگا، خواہ وہ اس کے بعد گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ (۱)

☆ نماز میں انسان اگر کسی برے کام کے متعلق حدیث نفس کرے یعنی کسی برائی اور گناہ کا منصوبہ بنائے، تو وہ مذموم ہے اور اگر کسی نیکی کا

منصوبہ بنائے، تو وہ محمود اور مستحب ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نماز کی حالت میں بھی لشکر کی صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔ (۲)

☆ نماز میں خود بہ خود خیالات آتے رہتے ہیں، انہیں آنے دیں از خود کسی کام کے متعلق نہ سوچیں، خصوصاً کسی برے کام کے متعلق۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں فرمایا ہے: اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے، حافظ ابن حجر عسقلانی، اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ اس کے گناہ کبیرہ اور صغیرہ سب معاف کر دیئے جائیں گے، لیکن علماء نے اس کو صغائر کے ساتھ خاص کیا ہے،

کیونکہ دوسری روایت میں کبار کا استثناء فرمایا ہے، پس جس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہوں، اس کے صغائر معاف کر دیئے جائیں گے، اور جس کے

صرف صغائر ہوں، وہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس کے صرف کبار ہوں، ان میں تخفیف کر دی جائے گی، اور جس کے نہ صغائر ہوں نہ کبار،

اس کی نیکیوں میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ (۳)

☆ وضو کے بعد جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے، اس کو فقہاء سنت وضو سے تعبیر کرتے ہیں۔ (۴)

☆ بعض علماء دیوبند نے اس کو ”تحیۃ الوضوء“ کہا ہے۔ (۵)

فتح الباری، ج ۱، ص ۷۰۱

۳

صحیح البخاری: ۱۸

۲

نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۶۸

ii- انعام الباری، ج ۲، ص ۲۶۹

۴

i- انوار الباری، ج ۷، ص ۴۰۸

۵

رد المحتار، ج ۲، ص ۴۰۴

یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ”تحیۃ الوضوء“ کا معنی ہے: وضو کا شکرانہ، یعنی دو رکعت نماز پڑھ کر وضو کرنے کا شکر ادا کیا جائے، حالانکہ نماز مقصود ہے اور وضو اس کا ذریعہ ہے اور نماز اعلیٰ عبادت ہے اور وضو ادنیٰ عبادت ہے اور ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کو شکرانہ بنانا صحیح نہیں ہے۔ (۱)

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے:

”تحیۃ الوضوء“ اور شکر وضو کوئی چیز نہیں ہے۔ (الی قولہ) کیونکہ نماز اصل اور مقصود لذاتہ ہے، جب کہ وضو اس کی فرع اور اس کے ظہیل ہے۔ وضو نماز کے لیے ہے نہ کہ نماز وضو کے لیے۔ (۲)

☆ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: کہ تحسیۃ المسجد اور شکر وضو کے لیے کوئی علیحدہ نماز نہیں ہے۔ (۳) نیز انہوں نے لکھا ہے کہ تحیۃ المسجد بھی اصل میں ”تحیۃ رب المسجد“ ہے، کیونکہ جب انسان بادشاہ کے گھر جاتا ہے، تو گھر کے بجائے بادشاہ کو سلام کرتا ہے۔ (۴)

☆ وضو کے بعد جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے، اس کو سنت وضو و وجہوں سے کہا جاتا ہے:

۱۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے: جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی، تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس سلسلہ میں دوسری حدیث مبارکہ یہ ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی، اور وہ اپنے قلب اور اپنے چہرے سے اس نماز ہی کی طرف متوجہ تھا، تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ (۵)

۲۔ وضو کے بعد دو رکعت نماز کو سنت وضو اس لیے بھی کہا جاتا ہے، کہ ہر وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، جیسا کہ اس حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: اے بلال! تم نے اسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے، جس کے اجر کی تم کو زیادہ توقع ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے نعلین کی آواز کو سنا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا، جس کے اجر کی مجھے زیادہ توقع ہو، بے شک میں دن یارات میں جب بھی وضو کرتا ہوں، تو میں اس وضو کے ساتھ وہ نماز پڑھتا ہوں، جس کا پڑھنا میرے لیے مقدر کیا گیا ہے۔ (۶)

سواں حدیث مبارکہ کے اعتبار سے وضو کے بعد دو رکعت نماز حضرت بلال کی سنت بھی ہے۔

۸۔ خلاصہ:

یہ حدیث مبارکہ سابق حدیث نمبر چوراسی (۸۴) ہی، سند کے اختلاف اور الفاظ کے اختلاف کے ساتھ روایت بالمعنی ہے۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال حدیث مبارکہ سے یہ ہے کہ کلی دائیں ہاتھ میں پانی لے کر کرنا سنت ہے، اس لیے کلی دائیں ہاتھ کا چلو بنا کر کرنی چاہیے۔

۱۔	نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۵۶۹	۲۔	اشعۃ للمعات، ج ۱، ص ۱۹۸	۳۔	رد المحتار، ج ۲، ص ۲۰۴
۲۔	ایضاً، ص ۳۹۹	۵۔	i- مسلم: ۵۴۲	ii- ابوداؤد: ۱۶۹	iii- نسائی: ۱۵۱
۶۔	i- بخاری: ۱۱۴۹	ii- صحیح مسلم: ۲۴۵۸			

- ☆ اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونا سنت ہے اور سر کا مسح ایک دفعہ کرنا سنت ہے۔
- ☆ وضو کرنے کے بعد دو نفل نماز پڑھنا مستحب ہے۔
- ☆ دل میں کوئی بات نہ کرنے سے مراد ہے، کہ دل میں جو شیطانی وسوسے پیدا ہوتے ہیں، ان کی طرف متوجہ نہ ہو، بلکہ ان سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے، البتہ جو خود بخود وسوسے آجاتے ہیں، ان سے انسان معذور اور معفو عنہ ہے۔
- ☆ وضو کرنے سے تمام اعضاء وضو کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دو رکعت نفل پڑھنے سے زندگی بھر کے گزشتہ گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں، اگر صغیرہ نہ ہوں تو کبائر میں تخفیف ہو جاتی ہے، اگر کبائر بھی نہ ہوں تو نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔
- ☆ وضو کرنے کے بعد دو رکعت پڑھنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔
- ☆ تحیۃ الوضو کوئی نماز نہیں، تحیۃ المسجد اصل میں تحیۃ رب المسجد ہے۔

ناک سکننا

۷۰۔ باب اتِّخَاذِ الْاِسْتِنْشَاقِ

اس باب کا عنوان سنن نسائی شریف کے بعض نسخوں میں صرف باب الاستنشاق ہے، بعض میں ”باب الاستنشاق“ ہے، بعض میں ”باب اتحاد الاستنشاق“ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ البتہ سب سے مراد ناک میں پانی ڈال کر اچھی طرح صاف کرنا ہی ہے، پچھلے باب میں دائیں ہاتھ سے کلی کرنے کا بیان تھا۔

۸۶۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزُّنَادِ، وَحَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَيْسَى، عَنْ مَعْنٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ عَنِ أَبِي الزُّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً، ثُمَّ لِيَسْتَنْشِرْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے، تو اپنی ناک میں پانی ڈالے اور اسے چھینک ڈالے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۶۱، ۱۶۲، صحیح مسلم: ۵۳۹، سنن ابن ماجہ: ۴۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۲۷، صحیح ابن خزیمہ: ۷۵، مسند ابو عوانہ، ج ۱، ص ۲۴۷، سنن بیہقی، ج ۱، ص ۱۰۳، معرفۃ السنن والآثار: ۵۷، شرح السنۃ: ۲۱۱، سنن دارمی: ۷۰۳، المعجم الصغیر: ۱۲۷، مسند احمد: ۷۲۲۱

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راوی ہیں، جن میں سے چھ کا تعارف گزر چکا ہے، باقی دو کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن منصور:

آپ کا نام ابو عبد اللہ محمد بن منصور بن ثابت بن خالد جواز خزاعی مکی (م: ۲۵۲ھ) ہے، آپ روایۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ سفیان: راجع: ۱
۳۔ ابوالزناد: راجع: ۷
۴۔ الحسین بن عیسیٰ:

آپ کا نام ابو علی حسین بن عیسیٰ بن حمران طائی بسطامی قومی دامغانی (م: ۲۴۷ھ) ہے، آپ نے نیشاپور سکونت اختیار کر لی تھی، آپ روایۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، امام ترمذی کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ معن: راجع: ۶۲
۶۔ مالک: راجع: ۷
۷۔ الاعرج: ایضاً
۸۔ ابو ہریرہ: راجع: ۱
۹۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیاتِ سند:

- ☆ یہ حدیث مبارکہ تحویل کے ساتھ دو سندوں سے مروی ہے، پہلی سند سے خماسی اور دوسری سند سے سداسی ہے۔
- ☆ یہ حدیث مبارکہ خماسی اور سداسی دونوں لحاظ سے پینتیسویں (۳۵) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند اول چونکہ خماسی ہے، اس لیے یہ علو ہے۔
- ☆ شیخ محمد بن منصور سے آئمہ صحاح ستہ میں سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت لینے میں منفرد ہیں۔
- ☆ اس سند میں تحویل ہے: یعنی آخری دور راوی وہی ہیں اور شروع کے راویوں کی دو سندیں ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند اولیٰ کے پہلے دور راوی مکی اور سند ثانی کے پہلے راوی نیشاپوری جبکہ باقی تمام روایۃ مدنی ہیں۔
- ☆ سند میں دو تابعین کرام (ابوالزناد اور اعرج) نے ایک دوسرے سے روایت کی ہے۔
- ☆ سند کے آخری صحابی راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، جن سے سب سے زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ، حد ثنائین دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

لیسنشر: ناک سے پانی کو چھینکنا، ناک کو پانی کے ساتھ صاف کرنا، ناک سکنا

انف: ناک

ii۔ تھذیب الکمال، ج ۲۶، ص ۴۹۹

i۔ المعجم المشتمل، ص ۹۶۶

ii۔ تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۱۸۷

i۔ البحر والتعذیل، ج ۳، ص ۶۰

۷۔ مسائل و نصاب:

☆ من توضع فی من موصولہ متضمن معنی شرط ہے، اور فلیستنشر جواب شرط ہے: معنی یہ ہے کہ جو کوئی وضو کرے اور ناک میں پانی لے، تو ناک سکے۔

☆ بخاری باب بدأ الخلق کی حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو کوئی تم میں سے سو کر اٹھے اور وضو کرے تو تین بار ناک سکے، کیونکہ شیطان رات کو ناک پر شب باشی کرتا ہے۔ ناک سکنے میں حکمت یہ ہے: کہ خوب اچھی طرح صاف ہو جائے، تاکہ حروف اچھی طرح ادا ہو سکیں۔

☆ وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا سنت ہے اور ناک سکنا مستحب ہے، اسی پر اجماع ہے۔

☆ امام احمد و اسحاق و ابو عبیدہ ابو ثور و ابن المنذر نے حدیث زیر بحث کے ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہوئے، وضو میں ناک پانی لینے کو واجب قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں فلیستنشر امر کا صیغہ ہے جو وجوب کو چاہتا ہے، لیکن جمہور علماء و امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: کہ یہاں امر ندب کے لیے ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک اعرابی کو حضور اکرم ﷺ نے وضو کرنے کا طریقہ ان لفظوں سے بتایا: توضع کما امرک اللہ تو اس طرح وضو کر جس طرح قرآن حکیم میں وضو کا بیان آیا ہے۔ امام فرماتے ہیں: کہ قرآن کریم میں وضو کے متعلق ناک میں پانی لینے اور کلی کرنے کا ذکر نہیں ہے، صرف ہاتھ پاؤں، منہ دھونے اور سر کا مسح کرنے کا ذکر ہے۔

☆ لہذا کلی کرنا، ناک میں پانی لینے اور سکنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوئی۔ لہذا حدیث میں ناک میں پانی لینے کو مستحب قرار دیا جانا چاہئے۔ اسی طرح استنجاء کے لیے طاق ڈھیلے لینے کی ہدایت بھی ندبی ہے۔ (۱)

☆ ناک کی صفائی تبھی ممکن ہے جب پانی ناک میں چڑھانے کے بعد سانس اور ہاتھ کی مدد سے ناک کو جھاڑا جائے تاکہ پانی کے ساتھ ساتھ ناک کی غلاظت بھی باہر آجائے۔ سونے کے دوران میں تو لازماً ناک کے اوپر والے حصے میں غلاظت جمع ہو جاتی ہے، اس لئے ناک جھاڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے استنثار کو واجب قرار دیا ہے۔ ظاہر الفاظ ان کی تائید کرتے ہیں، نیز ترجمۃ الباب سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲)

۸۔ خلاصہ:

دوران وضو ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے۔

☆ ناک میں پانی ڈال کر چھینکنا اور سکنا مستحب ہے۔

☆ ناک میں پانی کو نرم ہڈی کے آخر تک پہنچانا چاہئے اور پھر اسے اچھی طرح سکنا چاہئے، تاکہ ناک کی نالیوں اور اندرونی حصے کی صفائی اچھی طرح ہو جائے۔

☆ ناک سکنے کا حکم ندبی ہے و جو بی نہیں ہے۔

ناک کو خوب اچھی طرح صاف کرنا

۱۔ باب الْمَبَالِغَةِ فِي الْإِسْتِنْشَاقِ

اس باب میں ناک کی صفائی پانی کے ساتھ خوب اچھی طرح کرنے کی ترغیب ہے، تاکہ ناک کے اندرونی حصے سے میل کچیل اور بدبو ختم

ہو، اور نظافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ ﷻ کا ذکر کیا جاسکے۔ پچھلے باب میں ناک کی صفائی کا بیان تھا۔

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وضو کرنے کا طریقہ بتلا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی طرح وضو کرو اور ناک صاف کرنے میں مبالغہ کرو، سوائے روزہ کی حالت کے۔

۸۷۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، وَأَبْنَانَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَبَانَا وَكَيْفٌ، عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ؟ قَالَ: أَسْبِغِ الْوُضُوءَ، وَبَالِغٌ فِي الْإِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا

۱۔ اطراف:

تسانی: ۱۱۴، ابوداؤد: ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۵، ۳۹۷۳، ترمذی: ۳۸، ۷۸۸، ابن ماجہ: ۴۴۸، احمد: ۱۶۳۸۰، ۱۶۳۸۳، مستدرک حاکم: ۵۳۷-۵۴۰، المصنف (عبدالرزاق): ۸۰، ابن خزیمہ: ۱۶۵، ۱۶۸، ابن حبان: ۱۰۴۰، سنن دارمی: ۷۱۱، السنن الکبریٰ (طبرانی) ج ۱۹، ص ۴۷۹، المثنیٰ: ۸۰، ادب المفرد: ۱۶۶، السنن الکبریٰ (بیہقی): ج ۱، ص ۵۰، شرح السنن: ۲۱۳، السنن الکبریٰ: ۹۸

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے:

ناک صاف کرنے میں مبالغہ کرو۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راوی ہیں، جن میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، باقی کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبہ بن سعید: راجع ۱:

۲۔ یحییٰ بن سلیم:

آپ کا نام ابو محمد یحییٰ بن سلیم حزاء خراز قرشی طائفی مکی (م: ۱۹۳ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، سنی الحفظ، کثیر الحدیث راوی ہیں، جب آپ کتاب سے حدیث بیان کریں تو صحیح الحدیث ہیں، اگر زبانی بیان کریں تو اختلاط کا شکار ہوتے ہیں، اسی وجہ سے بعض نے منکر الحدیث قرار دیا ہے، البتہ ابن معین، ابن سعد، ابن حبان اور امام عجمی نے ثقہ قرار دیا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ابدال قرار دیتے ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ اسماعیل بن کثیر:

آپ کا نام ابو ہاشم اسماعیل بن کثیر حجازی مکی ہے، آپ روایۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صالح الحدیث، کثیر الحدیث راوی ہیں، آئمہ سنن اربعہ اور امام بخاری ادب المفرد میں آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ اطلق بن ابراہیم: راجع: ۲۔ ۵۔ وکیع: راجع: ۲۵۔

۶۔ سفیان: راجع: ۳۷۔

۷۔ عاصم بن لقیط بن صبرہ:

آپ کا نام عاصم بن لقیط بن صبرہ عقیلی حجازی ہے، آپ روایۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ سنن اربعہ اور امام بخاری (ادب المفرد) آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۸۔ لقیط بن صبرہ:

آپ کا نام ابوزین لقیط بن عامر بن صبرہ بن عبداللہ بن المنفق عقیلی طائفی ہے، آپ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں، آپ سے چوبیس (۲۴) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ آئمہ سنن اربعہ اور امام بخاری (ادب المفرد) نے آپ سے روایت کی ہے۔ (۳)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیاتِ سند:

یہ روایت پہلی سند کے لحاظ سے خماسی اور دوسری سند کے اعتبار سے سداسی ہے۔

☆ خماسیات اور سداسیات دونوں اعتبار سے یہ چھتیسویں (۳۶) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ پہلی سند عالی ہے۔

☆ سند میں تحویل کا مرکز اسماعیل بن کثیر ابو ہاشم ہیں۔

☆ یہ بیٹے (عاصم بن لقیط) کی باپ (لقیط بن صبرہ) سے روایت ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا اور حد ثنا ایک ایک دفعہ، انبانا دو دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

☆ صحابی رسول ﷺ حضرت لقیط بن صبرہ سے سنن نسائی میں یہ پہلی روایت ہے۔

۶۔ لغات:

بالغ: زیادہ کر، خوب کر، مبالغہ کر

اسبغ: تو اچھی طرح کر، خوبصورت انداز سے

صائماً: روزہ رکھنے والا، روزہ کی حالت

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۸۵

i۔ الجرح والتعديل، ج ۲، ص ۱۹۴

ii۔ الجرح والتعديل، ج ۶، ص ۳۵۰

i۔ الثقات، ج ۵، ص ۲۳۴

ii۔ الاصابہ، ج ۳، رقم ۷۵۵۴

i۔ الاستیعاب، ج ۳، رقم ۱۳۵۰: ج ۴، رقم ۱۶۵۷

۷۔ مسائل و نصائح:

- ☆ صحابی رضی اللہ عنہ کے سوال سے مراد یہ ہے کہ مجھے کامل وضو کے بارے میں بتلایا جائے۔ (۱)
- ☆ اسبغ کا معنی اکمل ہے یعنی وضو اس طرح کر کہ فرائض، سنن اور مستحبات میں سے کوئی چیز نہ چھوڑے۔ (۲)
- ☆ بالغ کا معنی ہے کہ پانی کوناک میں اوپر تک کھینچا جائے، اور ہر دفعہ اچھی طرح سنا جائے۔ (۳)
- ☆ روزے کی حالت میں پانی کوناک میں اوپر کی طرف کھینچنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے روزہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ (۴)
- ☆ استنشاق کا مقصد ناک کی صفائی ہے، اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک ناک کے آخری سرے تک پانی نہ پہنچایا جائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ سانس کو پانی کے ساتھ زور سے کھینچا جائے، البتہ روزے کی حالت میں زیادہ زور لگانے سے خدشہ ہے کہ پانی حلق میں چلا جائے گا، لہذا روزے کی حالت میں احتیاط رکھے اور کم زور لگائے۔
- ☆ اس سے معلوم ہوا کہ اگر استنشاق کے دوران میں پانی حلق میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ احناف و مولک کا یہی مذہب ہے، مگر امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک خطا معاف ہے، اور روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ تاہم راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر سہواً اور نسیاناً استنشاق کے دوران میں پانی حلق میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ سہواً اور نسیاناً معاف ہے، البتہ اگر جانتے بوجھتے استنشاق کے دوران پانی حلق میں اتر جائے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۵)
- ☆ اعضاء اچھی طرح دھونا: مطلب یہ ہے کہ وضو کے دوران اعضاء کو خوب اچھی طرح دھویا کرو (اور پانی بلا وجہ زیادہ بھی نہ خرچ کیا کرو)، اور کوئی عضو خشک نہیں رہنا چاہئے، اور ناک میں پانی زور سے ڈالنے کا حکم اس وجہ سے ہے: تاکہ ناک اچھی طرح صاف ہو جائے، لیکن اگر روزہ ہو تو ناک میں آہستہ سے پانی ڈالنا چاہئے، ورنہ روزہ ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ (۶)
- ☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں پوری کیفیت وضو کو بیان نہیں کیا، بلکہ صرف تین چیزوں کی وضاحت فرمادی۔ یہ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی الہی، الہام اور قرینہ سے معلوم تھا کہ ان کے پوچھنے کا اصل مقصد کیا ہے، اور انہیں کس چیز کے علم کی ضرورت ہے۔ (۷)

۸۔ خلاصہ:

- وضو کے تمام اعضاء کو تین تین دفعہ اچھی طرح دھونا چاہئے۔
- ☆ افضل ترین وضو وہی ہے، جس میں فرائض، سنن اور مستحبات کا خیال رکھا جائے۔
- ☆ ناک صاف کرنے میں اچھی طرح نظافت حاصل کرنی چاہئے۔
- ☆ اگر روزہ کی حالت نہ ہو تو ناک میں پانی اوپر تک کھینچنا چاہئے اور پھر خوب زور سے سکنا چاہئے۔
- ☆ اگر روزہ دار ہو تو پھر عام حالت سے ہی ناک صاف کرنا چاہئے۔
- ☆ صحابی رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو بیان فرمایا، جن کی ان کو ضرورت، اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دلوں اور ذہنوں کی حالت کے علم جاننے کی طرف اشارہ ملتا ہے، اور یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے عطا کردہ علم غیب کی بناء پر ہے، جیسا کہ علامہ سندھی رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

۱۔	ذخیرۃ العقبی، ج ۲، ص ۳۲۱	۲۔	ایضاً	۳۔	ایضاً	۴۔	ایضاً
۵۔	سنن نسائی (فوائد) ج ۱، ص ۱۳۸-۱۳۹	۶۔	سنن نسائی (حاشیہ)، ج ۱، ص ۷۱	۷۔	حاشیہ سندھی، ص ۳۱		

ناک صاف کرنے کا حکم

۷۲۔ باب الأمر بالاسْتِنْشَارِ

اس باب میں ناک کو صاف کرنے کا حکم بیان ہوا ہے، یہ حکم ندبی ہے، وجوبی نہیں ہے، اس میں ناک میں پانی ڈال کر اسے سکنے اور جھاڑنے کا بیان ہے، تاکہ صفائی اچھی طرح حاصل ہو جائے، پچھلے باب میں ناک صاف کرنے میں مبالغے کا بیان تھا۔

۸۸۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِرْ، وَمَنْ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وضو کرے، تو ناک کو سکنے اور جو شخص پتھر سے استنجاء کرے وہ طاق مرتبہ کرے۔

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۶۱، مسلم: ۲۳۷، ابن ماجہ: ۴۰۹، احمد: ۹۰۳۹، مؤطا: ج ۱، ص ۱۹، السنن الکبریٰ: ۹۵

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص وضو کرے، وہ ناک کو سکنے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے پانچ کا تعارف گزر چکا ہے، باقی دو کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبہ: راجع: ۱۔ ۲۔ مالک: راجع: ۷

۳۔ اسحاق بن منصور:

آپ کا نام ابو یعقوب اسحاق بن منصور بن بھرام کوسج تمیمی مروزی نیشاپوری (م: ۲۵۱ھ)، آپ رداۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ ثابت، صدوق، عالم، فقیہ، زاہد، امام الحدیث راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت، فقاہت اور تقویٰ پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ (علاوہ ابوداؤد) آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ عبدالرحمن: ۵۔ ابن شہاب:

۶۔ ابو اوریس الخولانی:

آپ کا نام ابو اوریس عائد اللہ بن عبداللہ خولانی (م: ۸۰ھ) ہے، آپ کی ولادت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں غزوہ حنین کے دن ہوئی۔ آپ نے کبا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے، آپ ثقہ تابعی راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

ii۔ البحر والتعذیل، ج ۲، ص ۲۳۲

i۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۳۶۶

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۲۸

i۔ تاریخ الثقات، ص ۲۳۶

۷۔ ابوہریرۃ: راجع: ۱

۲۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیاتِ سند:

یہ روایت تحویل کے ساتھ دو سندوں سے مروی ہے، پہلی سند حضرت قتیبہ والی سے یہ خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے، اور یہ سند عالی ہے۔

☆ دوسری سند حضرت اسحاق سے یہ سداسیات میں سے ہے۔

☆ خماسیات اور سداسیات دونوں اعتبار سے یہ سینتویں (۳۷) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ یہ مسلسل تیسری حدیث مبارکہ ہے، جو بیک وقت خماسی اور سداسی ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند خماسی کے پہلے راوی بخاری، سند سداسی کے پہلے راوی مروزی اور دوسری بصری، باقی تمام راوی مدنی ہیں۔

☆ یہ روایت تابعی (ابن شہاب) کی دوسرے تابعی (ابو ادریس) سے روایت ہے۔

☆ سند میں الفاظ اداروایت اخیرنا ایک دفعہ، حدیث اور دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

فلیستنثر: چاہیے کہ وہ ناک کوشکے، ناک میں پانی ڈال کر جھاڑے استجمر: وہ پتھر کے ساتھ استنجا کرے

فلیوتو: چاہیے کہ وہ طاق استعمال کرے۔

حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو وضو کرے، تو ناک کو سنک (جھاڑ)، جب تو ڈھیلوں کے ساتھ استنجا کرے تو طاق (ڈھیلوں کا) استعمال کرے۔

۸۹۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هَلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ قَيْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَاسْتَبْشِرْ، وَإِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَأَوْتِرْ

۱۔ اطراف:

راجع: ۳۳

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

جب تو وضو کرے تو ناک کو سنک۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان پانچوں کا تعارف گزر چکا ہے۔

۱۔ قتیبة: راجع: ۱۔ ۲۔ حماد: راجع: ۳۔

۳۔ منصور: راجع: ۴۳۔ ۴۔ حلال بن یساف: ایضاً

۵۔ سلمہ بن قیس: ایضاً

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ اٹھتیسویں (۳۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بغلانی، دوسرے بصری اور باقی تین کوئی ہیں۔

☆ حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ قلین رواۃ صحابہ میں سے ہیں، ان سے صرف تین احادیث مبارکہ مروی ہیں، اور صحاح ستہ میں صرف یہی

ایک حدیث مروی ہے۔ سند میں الفاظ روایت خبرنا اور حد ثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

راجع: ۴۳، ۸۶، ۸۸

۷۔ مسائل و نصح:

ایضاً

۸۔ خلاصہ:

استنشاق کے وقت ناک میں پانی کھینچ کر اچھی طرح صاف کرنا چاہئے، اور پانی کو زور سے سکنا چاہئے، تاکہ ناک کو گندگی سے صاف کیا جاسکے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں امر و وجوب کے لیے نہیں ہے، بلکہ ندب کے لیے ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی صحابی کو حکم دیا: کہ اس

طرح وضو کرو، جیسا تمہیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حکم دیا ہے۔

☆ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ

وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (۱) (اے ایمان والو! جب تمہارا نماز کے لئے کھڑے

المائدہ ۵: ۶

(ہونے کا ارادہ) ہو تو (وضو کے لئے) اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں سمیت (دھولو)۔ کی طرف ہے، اس آیت مبارکہ میں ناک کو جھاڑے یا سنکنے کا حکم نہیں ہے، اس لیے یہ حکم ندبی ہے، وجوبی نہیں ہے۔

☆ ناک کو اچھی طرح صاف کرنا چاہئے۔

☆ استنجاء کرنے کے لیے جب ڈھیلے یا پتھر اور دیگر اشیاء استعمال کرنی پڑیں، تو انہیں طاق (ایک، تین، پانچ وغیرہ) کی تعداد میں استعمال کرنا چاہئے۔

☆ پتھروں کے استعمال کا حکم بھی ندبی ہے، وجوبی نہیں ہے۔

☆ ناک کو صاف کرنے اور ڈھیلوں کے استعمال دونوں کا حکم صفائی حاصل کرنے کے لیے ہے، اس سے اسلام میں پاکی و طہارت اور

نظافت کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ ﷻ میں اسلام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی المرسلین ﷺ۔

نیند سے جاگنے پر

ناک سنکنے کا حکم

۳۔ باب الْأَمْرِ بِالْإِسْتِنْشَارِ

عِنْدَ الْإِسْتِيقَاطِ مِنَ النَّوْمِ

اس باب میں نیند سے بیدار ہونے والے کے لیے ناک سنکنے کا بیان ہے، یہ حکم وضو کرنے والے کے لیے بھی ہو سکتا ہے، اور وضو نہ کرنے والے کے لیے بھی، کیونکہ سونے کے دوران مختلف رطوبتیں ناک کی نالیوں اور نتھنوں میں جمع ہو جاتی ہیں، اس سے انسان سستی اور کاہلی کا شکار ہوتا ہے، اس لیے ناک صاف کرنے اور جھاڑنے کا حکم بیان ہوا ہے، یہ حکم ندبی ہے، وجوبی نہیں ہے۔ پچھلے باب میں وضو کرتے وقت ناک صاف کرنے کا حکم بیان ہوا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو، پھر وضو کرے، تو تین بار ناک کو سنکے، کیونکہ شیطان اس کے نتھنوں میں رات گزارتا ہے۔

۹۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْبُورٍ الْمَكِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَهُ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتِنْشِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ؛ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ

۱۔ اطراف:

بخاری: ۳۲۹۵، مسلم: ۲۳۸، تحفۃ الاشراف: ۱۳۲۸، السنن الکبریٰ: ۹۶

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس ابتدائی حصہ میں ہے:

جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ تین بار ناک سنکے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے ایک راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعارف گزر چکا ہے، باقی پانچ کا درج ذیل ہے:

۱۔ محمد بن زنبور:

آپ کا نام ابوصالح محمد بن جعفر بن ابی الازہر کی مولیٰ بنی ہاشم (م: ۲۳۸ھ) ہے، آپ روایۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، وحمی راوی ہیں۔ آپ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ ابن ابی حازم:

آپ کا نام عبدالعزیز بن ابی حازم سلمہ بن دینار مولیٰ ابوتمام محارب (م: ۱۸۴ھ) ہے، آپ روایۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، فقیہ، کثیر الحدیث، صالح الحدیث راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے بیاسی سال کی عمر میں حالت سجدہ میں وفات پائی۔ (۲)

۳۔ یزید بن عبداللہ:

آپ کا نام ابو عبداللہ یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن ہادیشی مدنی (م: ۱۳۹ھ) ہے، آپ روایۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، مکثر راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۴۔ محمد بن ابراہیم:

آپ کا نام ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن حارث بن خالد بن صخر تیمی قریشی مدنی (م: ۱۲۰ھ) ہے، آپ روایۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، کثیر الحدیث، تابعی راوی ہیں، آپ کے دادا حضرت حارث بن خالد رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین صحابہ میں سے ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)

۵۔ عیسیٰ بن طلحہ:

آپ کا نام ابو محمد عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ تیمی مدنی (م: ۱۰۰ھ) ہے، آپ روایۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، فاضل، کثیر الحدیث، تابعی راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۵)

۶۔ ابو ہریرہ: راجع: ۱

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

۱۔	۱۔ تہذیب الکمال، ج ۲۵، رقم ۲۱۳	ii۔ الثقات، ج ۹، ص ۱۰۸
۲۔	۱۔ الجرح والتعدیل، ج ۵، ص ۳۸۲	ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۲۲
۳۔	۱۔ تاریخ الثقات، ص ۴۷۹	ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۷۶
۴۔	۱۔ رجال البخاری (باجی)، ج ۲، ص ۶۱۶	ii۔ الجرح والتعدیل، ج ۷، ص ۱۸۴
۵۔	۱۔ سوالات ابن الجبید، ص ۱۹۵	ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۶۲

- ☆ سدایات کے اعتبار سے یہ اٹھتیسویں (۲۸) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ محمد بن زبور رحمۃ اللہ علیہ سے آئمہ صحاح میں سے کسی اور نے روایت نہیں کی، اس لیے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ان سے حدیث لینے میں منفرد ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی کی اور باقی سارے مدنی ہیں۔
- ☆ یہ تابعی (محمد ابراہیم) کی دوسرے تابعی (عیسیٰ بن طلحہ) سے روایت ہے۔
- ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کثرین سبعہ صحابہ میں سے ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ، حد ثنادر دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

استيقظ: جب وہ بیدار ہو
منام: نیند، یہ مصدر مہمی ہے
الشیطان: حق سے دور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی رحمت سے دور
بیبت: وہ رات گزارتا ہے
خیشوم: ناک کا تھنہ، ناک کی جڑ
۷۔ مسائل و نصاب:

- اس حدیث مبارکہ میں شیطان کا رات گزارنا حقیقتاً بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ ناک دل تک پہنچنے کا راستہ ہے، اس صورت میں ناک کی صفائی سے مراد شیطانی اثرات کو زائل کرنا ہے۔ دوسری صورت اس سے مجازی معنی مراد ہو سکتا ہے کہ ناک میں گرد و غبار اور گندی رطوبتیں جمع ہو جاتی ہیں، اور اس طرح کی چیزیں شیاطین کو پسند ہوتی ہیں، اس لیے انسان کو صفائی حاصل کرنی چاہئے، تاکہ یہ جگہیں شیطان کا محل نہ بنیں۔ (۱)
- ☆ اس حدیث مبارکہ میں ناک صاف کرنے کا حکم اگرچہ اس وقت کے ساتھ مذکور ہے، جب سوکراٹھنے، لیکن یہ قید احترازی نہیں، بلکہ واقعی ہے۔
 - ☆ وضو میں تین بار ناک صاف کرنا مطلقاً سنت ہے، خواہ سونے کے بعد اٹھ کر وضو کرے یا بیدار رہتے ہوئے وضو کرے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سوکراٹھنے کے بعد ناک صاف کرنا زیادہ مؤکد ہے۔ (۲)
 - ☆ یہ روایت صحیح بخاری میں بھی اسی طرح ہے، علاوہ ازیں صحیح ابن خزمیہ، سنن بیہقی وغیرہ میں بھی یہ روایت (فتوئاً) کے ساتھ ہے، لیکن صحیح مسلم میں (فتوئاً) کے بغیر ہے۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ ناک جھاڑنے کا حکم نیند سے بیدار ہونے والے ہر ایک کے لیے ہے، اور اسی کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ترجیح دی ہے۔ (۳)
 - ☆ صحیح بخاری اور سنن نسائی وغیرہ کے الفاظ سے یہ مترشح ہوتا ہے: کہ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے، جو نیند سے اٹھ کر وضو کرے، تو وہ یہ عمل کرے۔ گویا یہ حکم تاکید کے طور پر، ان کے لیے ہے، جو رات کو اٹھ کر وضو کریں، ورنہ تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھانے اور تین مرتبہ ناک جھاڑنے کا حکم ہر وضو کرنے والے کے لیے ہے۔

☆ بعض ائمہ کے خیال میں دونوں احادیث کے پیش نظر: یہ حکم دونوں کے لیے ہے، سو کراٹھنے والے کی لیے بھی اور وضو کرنے والے کے لیے بھی۔ ایک تیسری رائے یہ بھی ہے کہ (فتوئاً) کے بغیر یہ روایت صرف ایک ہی راوی کی ہے، جب کہ دوسرے بیشتر راوی یہ (فتوئاً) کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اس لیے یہ روایت اس اضافے کے ساتھ ہی راجح معلوم ہوتی ہے۔

☆ اس صورت میں اس حدیث کا یہ حکم صرف ان لوگوں کے لیے ہوگا، جو اٹھ کر نماز پڑھنا چاہیں، اور اس کے لیے، وہ وضو کریں، ہر بیدار ہونے والے کے لیے یہ حکم نہیں ہوگا کہ وہ اٹھ کر تین مرتبہ ناک جھاڑے۔

☆ شیطان کے رات گزارنے سے مراد یہی ہے، کہ شیطان ساری رات ناک کی جڑ میں بسر کرتا ہے۔ محدثین نے بھی ان الفاظ کو حقیقت ظاہری پر محمول کیا ہے، کیونکہ یہ اس کے لیے جسم میں داخل ہونے کا واحد راستہ ہے، جس سے وہ دل تک پہنچتا ہے۔ اور ناک جھاڑنے سے مقصود اس کے اثرات ختم کرتا ہے۔ (۱)

☆ علامہ نووی لکھتے ہیں:

شیطان کا نتھنوں میں رات گزارنا حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے، کیونکہ ناک جسم کے ان سوراخوں میں سے ایک ہے، جن سے قلب تک پہنچا جا سکتا ہے، اور ناک کے سوراخوں میں کوئی بندش نہیں ہے، اور حدیث میں ہے کہ شیطان کسی بند چیز کو نہیں کھولتا، اس لیے جمائی لیتے وقت منہ کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے استعارہ مراد ہو کیونکہ ناک میں جو گرد و غبار اور رطوبت جمع ہوتی ہے، وہ شیطان کے موافق ہے۔ (۲)

سوتے میں بلغم دماغ سے اتر کے ناک کی جڑ میں جمع ہوتا ہے، اس کے سبب سے آدمی کو سستی ہوتی ہے، سو فرمایا: کہ تین بار چھینک ڈالے، تاکہ سستی دور ہو جائے، اور رطوبت کو شیطان فرمایا: اس واسطے کہ اس سے سستی اور غفلت ہوتی ہے، عبادت میں، سو یہ عین آرزو ہے شیطان کی، باقی الحقیقت شیطان ہی رات کو وہاں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ خوب جانتا ہے۔ (۳)

۸۔ خلاصہ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے: کہ جب بھی کوئی شخص سو کراٹھے تو وہ ناک کو تین مرتبہ سنکے، جیسا کہ باب کے عنوان سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

☆ جب نیند سے انسان بیدار ہو تو ناک صاف کر لینا چاہئے۔

☆ اس حدیث مبارکہ کی رو سے یہ مستحب عمل ہے، طبی ماہرین بھی اس امر پر زور دیتے ہیں، کہ ناک کو گرد و غبار اور رطوبتوں سے بچانا لازم ہے، تاکہ دمہ اور سانس کی دیگر بیماریوں سے بچا جاسکے۔

☆ یہاں پر سو کراٹھنے کی قید احترازی نہیں ہے، بلکہ واقعی ہے۔

☆ جب بھی ناک میں گرد و غبار کا اندیشہ ہو تو اسے صاف کرنا چاہئے۔

☆ شیطان کے رات گزارنے سے مراد حقیقی بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ ناک دل کا منہ ہے، اور شیطان اس راستے سے داخل ہو کر وسوسے

۳۔ زائدہ:

آپ کا نام ابو صلت زائدہ بن قدامہ ثقفی کوفی (م: ۱۶۲ھ) ہے، آپ روایۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، صاحب سنہ، حافظ، مامون، متقن راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت و علم اور اتقان پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارض روم میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ (۱)

۴۔ خالد بن علقمہ:

آپ کا نام ابو حنیہ خالد بن علقمہ ہمدانی وداعی کوفی ہے، آپ روایۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صدوق، شیخ راوی ہیں، امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے آپ سے روایت کیا ہے۔ (۲)

۵۔ عبد خیر:

آپ کا نام ابو عمارۃ عبد خیر بن یزید ہمدانی کوفی مخضرمی ہے، آپ روایۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں، آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے معتمد خاص تھے، آپ نے ایک سو بیس سال سے زائد عمر پائی، آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی نام، ابو الحسن اور ابو تراب کنیت، حیدر (شیر) لقب، والد کا نام ابو طالب اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ پورا سلسلہ نسب یہ ہے: علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔ حضرت چونکہ ابو طالب کی شادی اپنے چچا کی لڑکی سے ہوئی تھی، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا زاد بھائی تھے۔

منصب نبوت عطاء ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین برس تک اعلانیہ دعوت اسلام کی صدا بلند نہیں فرمائی، بلکہ پوشیدہ طریقہ پر خاص خاص لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے رہے۔ چوتھے سال کے اعلان عام اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں میں اس کی تبلیغ کا حکم ہوا: چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (۴) اپنے قریبی اعزہ کو (عذاب الہی سے) ڈراؤ۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے موافق کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان کے سامنے دعوت اسلام کی صدا بلند کی، لیکن مدت کا زنگ ایک دن کے صیقل سے نہیں دور ہو سکتا تھا۔ ابو لہب نے کہا، تبا لک، اسی لیے تو نے ہم لوگوں کو جمع کیا تھا؟ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پھر اپنے خاندان میں تبلیغ اسلام کی کوشش فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انتظام دعوت کی خدمت پر مامور کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت مشکل سے چودہ پندرہ برس کی تھی لیکن انہوں نے اس کمسنی کے باوجود نہایت اچھا انتظام کیا۔ دسترخوان پر بکرے کے پائے اور دودھ تھا۔ دعوت میں کل خاندان شریک تھا، جن کی تعداد چالیس تھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، ابو طالب اور

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۳۷۸

۱۔ تاریخ ابی زرعة، ص ۳۶۷

ii۔ الجرح والتعديل، ج ۳، ص ۳۳۳

۲۔ تہذیب الکمال، ج ۸، ص ۱۳۴

۳۔ اشعر آء، ۲۶: ۲۱۴

ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۱۲۷

۳۔ تاریخ الثقات، ص ۲۸۶

ابولہب بھی شرکاء میں تھے۔ لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو آنحضرت ﷺ نے اٹھ کر فرمایا: یا بنی عبدالمطلب! خدا کی قسم! میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں، بولو! تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ وہ میرا معاون و مددگار ہوگا؟ اس کے جواب میں سب چپ رہے، صرف شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آواز بلند ہوئی: گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے اور میری ٹانگیں تپکی ہیں، تاہم میں آپ ﷺ کا یاد اور دست و بازو بنوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اچھا تم بیٹھ جاؤ، اور پھر لوگوں سے خطاب فرمایا، لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر اٹھے، آنحضرت ﷺ نے اس دفعہ بھی ان کو بٹھا دیا، یہاں تک کہ جب تیسری دفعہ بھی اس بارگراں کا اٹھانا کسی نے قبول نہ کیا، تو اس مرتبہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جانبازی کے لہجہ میں انہی الفاظ کا اعادہ کیا، تو ارشاد ہوا: بیٹھ جاؤ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔ (۱)

فضل و کمال: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی سے درس گاہ نبوت میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا موقع ملا، جس کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہا۔ خود ان سے روایت ہے کہ میں روزانہ صبح کو معمولاً آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ (۲) اور تقریب کا درجہ میرے سوا کسی اور کو حاصل نہ تھا۔ (۳) ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ رات دن میں دو بار اس قسم کا موقع ملتا تھا۔ (۴) اکثر سفر میں بھی آپ ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوتا تھا، اور اس سلسلہ میں سفر سے متعلق شرعی احکام سے واقف ہونے کا موقع ملتا تھا، ایک مرتبہ شرح بن ہانی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ”مسح علی الخفین“ کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے اس کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بتایا، اور اس کی وجہ یہ بیان کی: کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ (۵) شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں بارگاہ رسالت میں جناب امیر کے اس تقرب و تربیت کو ان کے فضائل کی اصلی بنیاد قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل کی ایک روایت نقل کر کے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جس قدر فضائل مذکور ہیں، کسی صحابی کے نہیں ہیں، اس کی تشریح یہ کی ہے۔

عبدضعیف گوید سب ای معنی اجتماع دو جہت است، در مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے رسوخ اور سوابق اسلامیہ، دوم قرب قرابت اوباً آنحضرت ﷺ آں جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام اوصل ناس بارحام و اعرف ناس بحقوق قرابت بودند باز چون عنایت الہی مساعدت نمود۔ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ رادر کنار تربیت آنحضرت ﷺ انداخت مرتبہ قرابت دربالاشد و کرامت دیگر درکار او کردند رضی اللہ عنہ باز چون حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا عقد او دادند مزید فضیلت بادیا رشد۔ (۶)

آپ کے تقرب و اختصاص کی بناء پر خود رسول اللہ ﷺ آپ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ (۷) بعض موقعوں پر قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر بھی فرماتے تھے۔ (۸) چند مخصوص حدیثیں بھی قلم بند کر لی تھیں۔ (۹) غرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابتدا ہی سے علم و فضل کے گہوارہ میں تربیت پائی تھی، اس لیے صحابہ کرام میں آپ غیر معمولی تجربہ اور فضل و کمال کے مالک اور ”وانا مدینۃ العلم و علی بابہا“ (میں علم کا گھر اور علی اس کا دروازہ ہیں) کے طغرائے خاص سے ممتاز ہوئے۔ جامع ترمذی مناقب علی مرتضیٰ میں ہے ”انا دار الحکمة و علی بابہا“ لیکن امام ترمذی نے اس کو منکر کہا ہے۔ حاکم نے اس روایت کے متعلق متعدد راویوں کو جمع کیا ہے اور اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن امام ذہبی نے ان کے صحیح کہنے کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ (۱۰)

۱- طبری، ج ۱، ص ۱۲۷، احمد، ج ۱، ص ۱۵۵	۲- کتاب الخراج، ص ۸۵	۳- ایضاً، ص ۱۸۰
۳- احمد، ج ۱، ص ۱۳۶	۵- ازالۃ الخفاء، ج ۱، ص ۸۳	۶- ایضاً، ج ۲، ص ۶۶۰
۷- احمد، ج ۱، ص ۸۳	۸- ایضاً، ص ۸۵	۹- ایضاً، ص ۷۹
۱۰- مستدرک، ج ۳، ص ۳۹۲		

نوشت وخواند کی تعلیم آپ نے بچپن ہی میں حاصل کی تھی، چنانچہ ظہور اسلام کے وقت جب کہ آپ کی عمر بہت کم تھی، آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ (۱) اسی لیے ابتداء ہی سے بعض دوسرے صحابہ کی طرح آپ بھی آنحضرت ﷺ کے تحریری کام انجام دیتے تھے، چنانچہ کاتبان وحی میں آپ کا بھی نام ہے، آنحضرت ﷺ کی طرف سے جو مکاتیب و فرامین لکھے جاتے تھے، ان میں بعض آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے تھے، چنانچہ حدیبیہ کا صلح نامہ آپ ہی نے لکھا تھا۔

تفسیر اور علوم قرآن:

اسلام کے علوم و معارف کا اصل سرچشمہ قرآن پاک ہے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سرچشمہ سے پوری طرح سیراب اور ان صحابہ میں سے تھے، جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں نہ صرف پورا قرآن زبانی یاد کر لیا تھا، بلکہ اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شان نزول سے واقف تھے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ ایک موقع پر خود آپ ﷺ نے اس کا اظہار فرمایا: کہ ہر آیت کے متعلق بتا سکتا ہوں، کہ یہ کہاں، کیوں اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔ (۲) چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار مفسرین کے اعلیٰ طبقہ میں ہے، اور صحابہ کرام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سوا اس کمال میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ چنانچہ ان تمام تفسیروں میں فن کا مدار روایتوں پر ہے۔ مثلاً ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم، ابن کثیر وغیرہ میں بکثرت آپ کی روایت سے آیات کی تفسیریں منقول ہیں۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے چھ مہینے بعد تک جو گوشہ نشینی اختیار کی، اس میں آپ نے قرآن مجید کی تمام سورتوں کو نزول کی ترتیب سے مرتب کیا تھا۔ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں سورتوں کی اس ترتیب کو نقل کیا ہے۔

قرآن پاک سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، چنانچہ تحکیم کے مسئلہ میں خوارج نے اعتراض کیا: کہ فیصلہ کا حق خدا کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں: ان الحکم الا اللہ۔ تو آپ نے قرآن کے تمام حفاظ اور اس کے عالموں کو جمع کر کے فرمایا: کہ میاں بیوی میں جب اختلاف رائے ہو تو اللہ تعالیٰ ﷻ حکم بنانے کی اجازت دے: وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا۔ (۳) اور امت محمدیہ میں جب اختلاف رائے ہو جائے تو حکم بنانا ناجائز ہو؟ کیا تمام امت محمدیہ کی حیثیت ایک مرد اور ایک عورت سے بھی خدا کی نگاہ میں کم ہے۔ (۴)

علم نسخ اور منسوخ میں آپ کو کمال حاصل تھا، اور اس کو آپ بڑی اہمیت دیتے تھے، اور جن لوگوں کو اس میں درک نہ ہوتا، ان کو درس و وعظ سے روک دیتے تھے، چنانچہ کوفہ کی جامع مسجد میں جو شخص وعظ و تذکیر کرنا چاہتا تھا، اس سے پہلے آپ دریافت فرماتے تھے، کہ تم کو نسخ و منسوخ کا بھی علم ہے، اگر وہ نفی میں جواب دیتا، تو اس کو زجر و توبیخ فرماتے تھے، اور درس و وعظ کی اجازت نہ دیتے۔

آیات کی تفسیر و تاویل کے متعلق آپ سے اس کثرت سے روایتیں ہیں، کہ اگر ان کا استقصاء کیا جائے، تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے، اسی لیے یہاں ان کو نقل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

۱- فتوح البلدان بلاذری، ص ۲۷۷ ۲- طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۰۱

۳- النساء ۴: ۳۵ ۴- احمد، ج ۱، ص ۸۶

علم حدیث جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بچپن سے لے کر وفات نبوی ﷺ تک کامل تیس سال آنحضرت ﷺ کی خدمت و رفاقت میں بسر کیے، اس لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر اسلام کے احکام و فرائض اور ارشادات نبوی ﷺ کے سب سے بڑے عالم آپ ہی تھے، پھر تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں وفات نبوی ﷺ کے بعد سب سے زیادہ آپ نے عمر پائی۔ آنحضرت کے بعد تقریباً تیس برس تک ارشادات و افادات کی مسند پر جلوہ گر رہے۔ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں بھی یہ خدمت آپ ہی کے سپرد رہی۔ ان کے بعد خود آپ کے زمانہ خلافت میں بھی یہ فیض بدستور جاری رہا۔ اس لیے تمام خلفاء میں احادیث کی روایت کا زمانہ آپ کو سب سے زیادہ ملا۔ اسی لیے خلفائے سابقین کے مقابلہ میں آپ کی روایتوں کی تعداد سب سے زیادہ ہیں، لیکن احادیث کی روایت میں آپ بھی اپنے پیشرو خلفاء اور اکابر صحابہ کی طرح محتاط اور متشدد تھے۔ اس لیے دوسرے کثیر الروایۃ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں آپ کی روایتیں بہت کم ہیں۔ چنانچہ آپ سے کل پانچ سو چھیالیس (۵۸۶) حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے بیس حدیثوں پر بخاری و مسلم دونوں کا اتفاق ہے اور نو (۹) حدیثیں صرف بخاری میں ہیں، مسلم میں نہیں ہیں، اور پندرہ (۱۵) حدیثیں مسلم میں ہیں، بخاری میں نہیں ہیں۔ غرض صحیحین میں آپ کی کل انتالیس (۳۹) حدیثیں ہیں۔

آپ نے آنحضرت ﷺ کے علاوہ اپنے رفقاء اور معصروں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ اپنی حرم محترم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے روایتیں کی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تمام حدیثوں پر ایک اجمالی نظر ڈالی ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ کے حلیہ اقدس آپ کی نماز، مناجات، دعا اور نوافل کے متعلق سب سے زیادہ روایتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت رفاقت نبوی ﷺ میں رہتے تھے، اور ان کو عبادتوں سے خاص شغف تھا۔ (۱)

احادیث کو قلم بند کرنے کا شرف جن چند صحابہ کو حاصل ہے، ان میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔ فہم قرآن کے سلسلہ میں جو روایت اوپر گزری ہے، اس میں چند حدیثوں کا ذکر ہے، یہ وہی ہیں، جن کو آنحضرت ﷺ سے سن کر آپ نے ایک لے کاغذ پر لکھ لیا تھا۔ یہ تحریر لپٹی ہوئی آپ کی تلوار کی نیام میں لٹکی رہتی تھی۔ اس کا نام آپ نے صحیفہ رکھا تھا، اس صحیفہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں آتا ہے۔ یہ حدیثیں چند فقہی احکام سے متعلق تھیں۔ (۲)

فقہ و اجتہاد: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فقہ و اجتہاد میں بھی کامل دست گاہ حاصل تھی، بلکہ علم و اطلاع کی وسعت سے دیکھا جائے، تو آپ کی مستحضرانہ قوت سب سے اعلیٰ ماننی پڑے گی۔ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی کبھی کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضل و کمال کا ممنون ہونا پڑتا تھا۔

فقہ و اجتہاد کے لیے کتاب و سنت کے علم کے ساتھ سرعت فہم، دقیقہ سنجی، انتقال ذہنی کی بڑی ضرورت ہے، اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کمالات خداداد حاصل تھے، مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی تہہ تک آپ کی نکتہ رس نگاہ آسانی سے پہنچ جاتی تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں آپ کی طباعی اور انتقال ذہنی کے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں، مثلاً ایک واقعہ یہ ہے:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مجنون زانیہ عورت پیش کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ممکن نہیں کہ مجنون حد و شرعی سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ارادہ سے باز آ گئے۔ (۳)

ایک دفعہ حج کے موسم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے شکار کا گوشت پکا کر پیش کیا۔ لوگوں نے احرام کی حالت میں اس کے کھانے کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے جواز کے قائل تھے۔ انہوں نے کہا: حالت احرام میں خود شکار کر کے کھانا منع ہے، لیکن جب کسی دوسرے غیر محرم نے شکار کیا ہے، تو اس کے کھانے میں کیا حرج ہے؟ دوسروں نے اس سے اختلاف کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اس مسئلہ میں قطعی فیصلہ کس سے معلوم ہوگا؟ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ چنانچہ انہوں نے ان سے جا کر دریافت کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جن لوگوں کو یہ واقعی یاد ہو، وہ شہادت دیں، کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں تھے، ایک گور خر شکار کر کے پیش کیا گیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کہ ہم لاگ تو احرام کی حالت میں ہیں، یہ ان کو کھلا دو جو احرام میں نہیں ہیں۔ حاضرین میں سے بارہ آدمیوں نے شہادت دی۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے واقعہ کا ذکر کیا، جس میں کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے احرام میں شتر مرغ کے اٹے پیش کیے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھانے سے بھی احتراز فرمایا تھا۔ اس کی بھی کچھ لوگوں نے گواہی دی۔ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے اس کے کھانے سے پرہیز کیا۔ (۱)

ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا: کہ ایک بار پاؤں دھونے کے بعد، کتنے دن تک موزوں پر مسح کر سکتے ہیں؟ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا کر دریافت کرو، ان کو معلوم ہوگا، کیونکہ وہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے، چنانچہ وہ سائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ انہوں نے بتایا: کہ مسافر تین دن تین رات تک اور مقیم ایک دن ایک رات تک۔ (۲)

ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لکھ کر دریافت کیا، کہ خنثی مشکل کی وراثت کی کیا صورت ہے؟ یعنی وہ مرد قرار دیا جائے یا عورت؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے، کہ ہمارے حریف بھی علم دین میں ہمارے محتاج ہیں، پھر جواب دیا: کہ پیشاب گاہ سے اندازہ کرنا چاہیے کہ وہ مرد ہے یا عورت؟ (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام عمر مدینہ منورہ میں رہے، لیکن آپ کی خلافت کا زمانہ تمام ترکوفہ میں گزرا اور احکام اور مقدمات کے فیصلے کا زیادہ موقع نہیں پیش آیا، اس لیے آپ کے مسائل و اجتہادات کی زیادہ تر اشاعت عراق میں ہوئی، اسی بناء پر حنفی فقہ کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہی فیصلوں پر ہے۔

علم اسرار و حکم: دنیا میں اہل حکمت اور متکلمین کے دو گروہ ہیں: ایک وہ جو اپنی عقل و فہم اور علم کی بناء پر ہر شرعی حکم کی جزئی مصلحتوں پر نگاہ رکھتا ہے، اور اس کے اسرار و حکم کی تلاش میں رہتا ہے: دوسرا گروہ وہ ہے جو ایک ایک حکم کے جزئی مصالح سے دلچسپی نہیں رکھتا، بلکہ وہ کلی طور پر پوری شریعت پر ایک مبصرانہ نگاہ ڈال کر ایک کلی اصول طے کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان احکام میں جو جزئی مصلحتیں رکھی ہیں، ان کی تلاش اور جستجو کی ضرورت نہیں سمجھتا، صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مذاق علم پہلی قسم کا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذوق فکر دوسری قسم کا معلوم ہوتا ہے، ان کی نظر احکام کی نظری کیفیت پر اتنی نہیں پڑتی جتنی ان کی عملی کیفیت پر، اسی لیے کسی حکم کا انسان کی ظاہری عقل کے خلاف ہونا، ان کے نزدیک چنداں اہم نہیں کہ انسانی عقل خود ناقص ہے، وہ کسی حکم شرعی کے لیے صحت اور صواب کا معیار نہیں بن سکتی۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے: کہ خلافت سے پہلے حضرت ممدوح کو اس میں بے حد انہماک تھا، مگر خلافت کے بعد اس کی مصروفیت نے ان کو اس فن کی تفصیل بیان کرنے کی فرصت نہ دی۔ (۱)

محدثین کے اصول روایت کے مطابق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے یہ صوفیانہ اقوال پایہ صحت کو پہنچتے اور بہ سلسلہ صحت کی کڑیاں ثابت ہوتی ہیں، کہ یہ اکثر سلسلے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ پر جا کر تمام ہوتے ہیں، ان کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیض اور صحبت یافتہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی صحبت اور تعلیم محدثین کی روایتوں سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے تو اس سے بھی انکار کیا ہے، کہ انہوں نے بلا واسطہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ سنا بھی ہے، بہر حال اتنا بالاتفاق ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلافت سے پہلے مدینہ میں دیکھا تھا، اور ان کے دیدار سے مشرف تھے، اور اس وقت ان کی عمر غالباً چودہ پندرہ (۱۴، ۱۵) برس کی تھی۔

علم نحو کی ایجاد: علم نحو کی بنیاد خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک سے رکھی گئی ہے، ایک دفعہ ایک شخص کو قرآن شریف غلط پڑھتے سنا۔ اس سے خیال پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنا دیا جائے، جس سے اعراب میں غلطی واقع نہ ہو سکے۔ چنانچہ ابوالاسود دؤلی کو چند قواعد کلیہ بتا کر اس فن کی تدوین پر مامور کیا۔ اس طرح علم نحو کے ابتدائی اصول بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

اصابت رائے: حضرت علی رضی اللہ عنہ صائب الرائے بھی تھے، اور آپ کی اصابت رائے پر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے اعتماد کیا جاتا تھا، چنانچہ آپ تمام مہمات امور میں شریک مشورہ کیے جاتے تھے۔ واقعہ افک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے رازداروں میں جن لوگوں سے مشورہ کیا، ان میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، غزوہ طائف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اتنی دیر تک سرگوشی فرمائی، کہ لوگوں کو اس پر رشک ہونے لگا۔

خلافت راشدہ کے زمانہ میں وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ دونوں کے مشیر تھے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار کی جو مجلس شوریٰ قائم کی تھی، اس کے رکن حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس مجلس کے ساتھ مہاجرین کی جو مخصوص مجلس شوریٰ قائم کی تھی، اس کے اراکین کے نام اگرچہ ہم کو معلوم نہیں ہیں، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ لازمی طور پر اس کے ایک رکن رہے ہوں گے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی رائے پر اتنا اعتماد تھا: کہ جب کوئی مشکل معاملہ پیش آ جاتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے فرمایا تھا:

لو لا علی لهلك عمر۔

اگر علی نہ ہوتے عمر ہلاک ہو جاتا۔

اس اعتماد کی بناء پر بعض امور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دی ہے۔ معرکہ نہاوند میں جب ایرانیوں کی کثرت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بے حد مشوش کر دیا، تو انہوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام صحابہ کو جمع کر کے رائے طلب کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا امیر المؤمنین: آپ خود ہم سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں، البتہ ہم لوگ تعمیل حکم کے لیے تیار ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا: کہ شام و یمن وغیرہ سے فوجیں جمع کر کے آپ خود سپہ سالار ہو کر میدان جنگ تشریف لے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عنہ خاموش تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا: تو بولے: کہ شام سے اگر فوجیں ہئیں، تو مفتوحہ مقامات پر دشمنوں کا تسلط ہو جائے گا اور آپ نے مدینہ چھوڑا تو عرب میں ہر طرف قیامت برپا ہو جائے گی، اس لیے میری رائے یہ ہے: کہ آپ یہاں سے نہ ملیں، اور شام و یمن وغیرہ میں فرمان بھیج دیئے جائیں، کہ جہاں جہاں جس قدر فوجیں ہوں، ایک ایک ٹلٹ ادھر روانہ کر دی جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند کیا، اور کہا: کہ میرا بھی یہی خیال تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے اہم معاملات میں مشورے لیے اور اگر ان کے مشورہ پر عمل کیا جاتا تو ان کا عہد نہ صرف فتنہ و فساد سے محفوظ رہتا بلکہ قبائل عرب میں ایک ایسا توازن قائم ہو جاتا کہ آئندہ جھگڑے کی کوئی صورت ہی نہ پیدا ہوتی۔

وفات: اس جا نگد از واقعہ اور اندوہناک سانحہ کی تفصیل یہ ہے: کہ واقعہ نہروان کے بعد چند خارجیوں نے حج کے موقع پر مجتمع ہو کر مسائل حاضرہ پر گفتگو شروع کی، اور بحث و مباحثہ کے بعد بالاتفاق یہ رائے قرار پائی: کہ جب تک تین آدمی علی، معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم صفحہ ہستی پر موجود ہیں، دنیائے اسلام کو خانہ جنگیوں سے نجات نصیب نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تین آدمی ان تینوں کے قتل کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ عبدالرحمن بن ملجم نے کہا: کہ میں علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں، اسی طرح نزال نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ نے عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کے قتل کا بیڑہ اٹھایا، اور تینوں اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ کوفہ پہنچ کر ابن ملجم کے ارادہ کو قظام نامی ایک خوب صورت خارجی عورت نے زیادہ مستحکم کر دیا، اس مہم میں کامیاب ہونے کے بعد اس سے شادی کا وعدہ کیا، اور جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خون کا مہر قرار دیا۔

غرض رمضان ۴۰ھ میں تینوں نے ایک ہی روز صبح کے وقت تینوں بزرگوں پر حملہ کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اتناقی طور پر بچ گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر وار اوچھا پڑا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس دن امامت کے لیے نہیں آئے تھے، ایک اور شخص ان کا قائم مقام ہوا تھا، وہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے دھوکہ میں مارا گیا۔ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پیمانہ حیات لبریز ہو چکا تھا، آپ مسجد میں تشریف لائے اور ابن ملجم کو جو مسجد میں آ کر سو رہا تھا، جگایا، جب آپ نے نماز شروع کی اور سرسجدہ میں اور دل راز و نیاز الہی میں مصروف تھا: کہ اسی حالت میں شقی ابن ملجم نے تلوار کا نہایت کاری وار کیا، سر پر زخم آیا اور ابن ملجم کو لوگوں نے گرفتار کر لیا۔ (۱) (طبری، ص ۲۲۵۷-۲۲۵۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنے سخت زخمی ہوئے تھے، کہ زندگی کی کوئی امید نہ تھی، اس لیے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلا کر نہایت مفید نصائح کیے، اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لطف و مدارت کی تائید کی۔ حضرت جناب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی امیر المؤمنین آپ کے بعد ہم لوگ امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں، فرمایا: اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا، تم لوگ خود اس کو طے کرو، اس کے بعد مختلف وصیتیں کیں، قاتل کے متعلق فرمایا: کہ معمولی طور پر قصاص لینا۔ (۱)

تلوار زہر میں پچھی ہوئی تھی، اس لیے نہایت تیزی کے ساتھ اس کا اثر تمام جسم میں سرایت کر گیا، اور اسی روز یعنی ۲۰ رمضان ۴۰ھ جمعہ کی رات کو یہ فضل و کمال اور رشد و ہدایت کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خود اپنے ہاتھ سے تجہیز و تکفین کی۔ نماز جنازہ کے بعد کوفہ کے ایک قبرستان (عزی) میں سپرد خاک کیا۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سدا سیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔

☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ انتالیسویں (۳۹) حدیث مبارکہ ہے۔

۱۔ طبری، ص ۲۲۶۱

- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی کوفی ہیں۔
- ☆ یہ سند اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس کے تمام راوی ایک ہی شہر کے ہیں اور تمام کے تمام ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے صحابی راوی خلیفہ راشد چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔
- ☆ سنن نسائی رحمۃ اللہ علیہ (صغری) میں آپ سے مروی یہ پہلی حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانچ صد چھیا سی (۵۸۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ، حدیث دو دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

نشر: سنکا، صاف کیا، جھاڑا

دعا: طلب کیا، منگوایا

۷۔ مسائل و نصائح:

راجع: ۹۱

۸۔ خلاصہ:

- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ ناک کی صفائی بائین ہاتھ سے کرنی چاہیے۔
- ☆ ناک سنکنا اور ناک کے نتھنوں سے غلاظت اور رطوبت کا نکالنا صفائی ہے، چونکہ یہ غلاظت کی صفائی ہے، اس لیے اس کے لیے بایاں ہاتھ ہی موزوں اور مناسب ہے۔
- ☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کر کے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق یہ ہے، اس سے تعلیم بالعمل کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔
- ☆ وضو میں ناک کی صفائی سنت عمل ہے۔

۵۔ باب غَسْلِ الْوَجْهِ

چہرہ دھونا

شرعی طور پر چہرے کی حد لمبائی میں پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نچلے حصے حلق تک، اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے، اس باب میں چہرے کے سنت طریقے پر دھونے کا بیان ہے، اور وہ تین بار دھونا ہے، پچھلے باب میں ناک کو بائیں ہاتھ کے ساتھ صاف کرنے کا بیان تھا۔

۹۲۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ: أَتَيْتَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَدْ صَلَّى، فَدَعَا بِطَهْوَرٍ فَقُلْنَا: مَا يَصْنَعُ بِهِ وَقَدْ صَلَّى؟ مَا يُرِيدُ إِلَّا لِيَعْلَمَنَاهُ فَأَتَى بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ وَطَسْتُهُ فَأَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضَّمُضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا مِنَ الْكَفِّ الَّذِي يَأْخُذُ بِهِ الْمَاءُ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا، وَيَدَهُ الشَّمَالَ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا وَرِجْلَهُ الشَّمَالَ ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَا أَنْ يَعْلَمَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ هَذَا

حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ہم حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھ چکے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگوایا۔ ہم نے سوچا: آپ رضی اللہ عنہ پانی کا کیا کریں گے، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ نماز تو پڑھ چکے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ ہمیں سکھانا چاہتے ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پانی کا برتن اور ایک تھال لایا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے برتن سے پانی لے کر تین دفعہ اپنے ہاتھ دھوئے، پھر اسی ہاتھ سے تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر تین تین دفعہ دایاں اور بائیں بازو دھویا، پھر ایک دفعہ سر کا مسح کیا، پھر تین تین دفعہ دایاں اور بائیں پاؤں دھویا، پھر فرمایا: جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو جاننا چاہتا ہے، وہ جان لے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی وضو ہے۔

۱۔ اطراف:

راجع: ۹۱:

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ چہرہ دھویا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان پانچوں کا تعارف گزر چکا ہے۔

۱۔ قتیبة:	راجع: ۱:	۲۔ ابو عوانة:	راجع: ۳۶:
۳۔ خالد بن علقمة:	راجع: ۹۱:	۴۔ عبد خیر:	ایضاً
		۵۔ علی:	ایضاً

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ انتالیسویں (۳۹) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بغلانی، دوسرے واسطی اور باقی کوئی ہیں۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنن نسائی (صغریٰ) میں یہ دوسری حدیث مبارکہ مروی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حدثنا، قال ایک ایک دفعہ اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۸۔ لغات:

طہور: وضو کا پانی

ما یصنع؟: آپ رضی اللہ عنہ کیا کریں گے۔

اناء: برتن

لیعلمنا: تاکہ آپ رضی اللہ عنہ ہمیں سکھلائیں

افرغ: اس نے انڈیلا

طست: تھال اور بڑے پینڈے کا برتن

یدہ الیمنی: اپنا دایاں ہاتھ

الکف: ہتھیلی، اس سے مراد ہاتھ ہے

مرة واحدة: ایک مرتبہ

یدہ الشمال: اپنا بائیں ہاتھ

رجلہ الیسری: اپنا بائیں پاؤں

رجلہ الیمنی: اپنا دایاں پاؤں

سرہ: وہ اس سے خوش ہوا، وہ اسے پسند کرتا ہے

۷۔ مسائل و نصاب:

راجع: ۹۱

۸۔ خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب کے قائم کرنے اور حدیث مبارکہ کے ذکر کرنے سے مراد ترتیب وضو کا بیان کرنا ہے۔ یعنی ناک صاف کرنے کے بعد وضو میں چہرے کو دھویا جائے گا۔☆ اس حدیث میں مجموعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، ایسی حدیث کو جو کسی باب میں تمام جزئیات کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان کرتی ہو، اسے محدثین کی اصطلاح میں ”جامع“ کہا جاتا ہے، اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے، اور یہ اپنی تمام جزئیات کے ساتھ احناف کے مسلک کی دلیل ہے۔ (۱)

۱۔ درس ترمذی، ج ۱، ص ۲۶۷-۲۶۸

☆ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے با وضو ہونے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھلانے کے لیے دوبارہ وضو کیا، یہ تعلیم بالعمل کی بڑی اعلیٰ مثال ہے، جسے عصر حاضر میں اپنانے کی بہت اشد ضرورت ہے، بلکہ ہر استاد اور شیخ کو چاہیے کہ جن چیزوں کا علم بالعمل ممکن ہے، اس کے لیے تعلیم بالعمل کا طریق ہی اپنائیں۔

☆ یہ حدیث مبارکہ وضو کے باب میں جامع ہے اور فقہاء احناف کے طریقہ وضو کی مؤید ہے۔

۷۶۔ باب عَدَدِ غَسْلِ الْوَجْهِ چہرہ کتنی بار دھویا جائے؟

اس باب میں چہرے کو سنت طریقہ پر دھونے کا بیان ہے، اور وہ تین دفعہ دھونا ہے، چہرہ ایک دفعہ دھونا فرض ہے، اور تین دفعہ دھونا سنت

ہے، پچھلے باب میں مطلقاً چہرہ دھونے کا بیان تھا۔

حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کرسی لائی گئی، آپ اس پر رونق افروز ہوئے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک برتن منگوا لیا، آپ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ اپنے ہاتھوں پر پانی انڈیلا، پھر ایک ہی چلو سے تین بار کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا پھر تین دفعہ چہرہ دھویا، تین تین دفعہ دونوں بازو دھوئے، پھر کچھ پانی لیا اور سر کا مسح کیا، حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ نے پیشانی سے لے کر گردی تک اشارہ کیا، حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یاد نہیں، آپ رضی اللہ عنہ ہاتھوں کو واپس بھی لائے تھے یا کہ نہیں؟ پھر دونوں پاؤں تین تین بار دھوئے اور فرمایا: جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھنا پسند کرتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی وضو ہے۔ امام نسائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس سند میں خطا ہے اور صحیح سند مالک بن عرظہ کی بجائے خالد بن علقمہ ہے۔

۹۳۔ أَخْبَرَنَا سُؤدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَهُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ عُرْفَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَيْبَى بَكْرِيٍّ فَقَعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ "دَعَا بِتَوْرٍ فِيهِ مَاءٌ، فَكَفَّ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَضَضَ وَاسْتَنْشَقَ بِكَفِّ وَاحِدٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَأَخَذَ مِنَ الْمَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ - وَأَشَارَ شُعْبَةُ مَرَّةً: مِنْ نَاصِيَتِهِ إِلَى مُؤَخَّرِ رَأْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: لَا أَدْرِي أَرَدَهُمَا أَمْ لَا - وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا. "ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى طَهْوَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهَذَا طَهْوَرُهُ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: هَذَا خَطَا وَالصَّوَابُ خَالِدُ بْنُ عُلْقَمَةَ لَيْسَ مَالِكُ بْنُ عُرْفَةَ

۱۔ اطراف:

راجع: ۹۳، ابن ماجہ ۴۰۴، تحفۃ الاشراف: ۱۰۲۰۶

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ چہرہ مبارک دھویا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے۔

۱۔ سوید بن نصر:	راجع: ۵۵	۲۔ عبداللہ بن المبارک:	راجع: ۳۶
۳۔ شعبۃ:	راجع: ۲۶	۳۔ خالد بن علقمہ:	راجع: ۹۱
۵۔ عبدخیر:	ایضاً	۶۔ علی:	ایضاً

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ چالیسویں (۴۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی، دوسرے م (۲) نظلی، تیسرے واسطی اور باقی کوفی ہیں۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ مسلسل تیسری روایت مروی ہیں۔

☆ سند کے آخر میں نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے: کہ حضرت شعبہ کا عن مالک بن عرفطہ فرمانا غلط ہے، بلکہ صحیح خالد بن علقمہ ہے، یہ اس وجہ سے فرمایا: کہ تمام آئمہ رجال اور حفاظ کا اس پر اتفاق ہے، کہ اصل نام خالد بن علقمہ ہے، اور مالک بن عرفطہ خطا ہے۔ (۱)

☆ سند کی تصحیح فرمائی ہے، کیونکہ حدیث نمبر اکیانوے، بانوے (۹۲، ۹۱) میں حضرت زائدہ اور حضرت ابو عوانہ کی روایت میں خالد بن علقمہ ہے، اس میں حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے خطا واقع ہوئی ہے، اس کی نشاندہی امام نسائی نے آخر میں فرمادی ہے۔

☆ سند میں عبداللہ۔ وهو ابن المبارک۔ سے اس قاعدہ کی رعایت کی: کہ جب شیخ ولدیت ذکر نہ کرے، اور راوی کرنا چاہے، تو وہ دھوجیے الفاظ سے وضاحت کرتا ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، انبأ نا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

☆ الفاظ سے وضاحت کرتا ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، انبأ نا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

کرسی: کرسی، بیٹھنے کا بھٹہ	اتی: لائی گئی
تور: برتن۔ تھال	قعد: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> بیٹھے
اشار: اشارہ کیا	کفا: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے انڈیلا
موخرد اسہ: گدی، اپنے سر کا آخری حصہ	ناضیہ: پیشانی

لا ادری: مجھے یاد نہیں، مجھے معلوم نہیں، میں نہیں جانتا

۷۔ مسائل ونصائح:

راجع: ۹۱:

۸۔ خلاصہ:

☆ اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ چہرے کو تین دفعہ دھونا سنت ہے، اس لیے چہرے کو تین دفعہ دھونا چاہئے۔
☆ اس حدیث مبارکہ میں کلی اور ناک میں پانی چڑھانے کی بابت بکف واحد کے الفاظ ہیں، اس سے مراد ہے کہ ایک ہی چلو سے پہلے کلی فرمائی، پھر ناک میں پانی چڑھایا، یہ بیان جواز کے لیے ہے، البتہ بہتر اور پسندیدہ عمل یہی ہے: کہ کلی اور ناک میں پانی علیحدہ علیحدہ چلو سے چڑھایا جائے، اسی پر امت کا عمل ہے۔

☆ حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پیشانی سے گدی تک ہاتھوں کے ساتھ مسح کرنا مجھے یاد ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ ہاتھ واپس لائے یا کہ نہیں، یہ مجھے یاد نہیں۔ مستحب یہی ہے کہ ہاتھوں کے ساتھ مسح کرتے ہوئے واپس لائے جائیں، پھر کانوں کا مسح بھی کیا جائے اور داڑھی کا خلال بھی کیا جائے۔

☆ سر کے چوتھائی حصہ کا مسح فرض ہے، اور پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے۔

دونوں بازو دھونا

۷۔ باب غَسْلِ الْيَدَيْنِ

اس باب میں دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونے کا بیان ہے، دونوں بازوؤں کو کہنیوں سمیت ایک دفعہ دھونا فرض اور تین تین دفعہ

دھونا سنت ہے، پچھلے باب چہرے کو تین تین دفعہ دھونے کا بیان تھا۔

حضرت عبد خیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نے کرسی منگوائی اور اس پر تشریف فرما ہوئے، پھر ایک تھال میں پانی منگوایا اور تین مرتبہ ہاتھ دھوئے، پھر ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، تین تین دفعہ، پھر چہرہ اور دونوں ہاتھ تین تین دفعہ دھوئے، پھر برتن میں ہاتھ تر کر کے سر کا مسح فرمایا، پھر تین تین دفعہ دونوں پاؤں دھوئے، اور فرمایا: جو پسند کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھے، پس یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے۔

۹۲۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَحَمِيدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ زُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي شُعْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ عُرْفَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا دَعَا بِكُرْسِيِّ فَقَعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فِي تَوْرٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَضَمَّ وَأَسْتَنْشَقَ بِكَفِّ وَاحِدٍ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَسَ يَدَهُ فِي الْبِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيَّ وَضُوعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهَذَا وَضُوءُهُ

۱۔ اطراف:

راجع: ۹۲:

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
آپ ﷺ نے تین تین مرتبہ دونوں بازوؤں کو دھویا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس حدیث کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے:

۱۔ عمرو بن علی: راجع: ۴
۲۔ حمید بن مسعد: راجع: ۵

۳۔ یزید: ایضاً
۴۔ شعبۃ: راجع: ۲۶

۵۔ خالد بن علقمہ: راجع: ۹۱
۶۔ عبد خیر: ایضاً

۷۔ علی: ایضاً

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ حدیث سدایات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سدایات کے اعتبار سے یہ اکتالیسویں (۴۱) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند میں ناکب بن عرفطہ کی بجائے خالد بن علقمہ راوی ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی صیرفی، اگلے تین بصری اور آخری تین کوفی ہیں۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ راشد چہارم ہیں، آپ سے یہ چوتھی مسلسل حدیث مبارکہ مروی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حدثنی، قال ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

شہدت: میں حاضر ہوا

۷۔ مسائل و نصاب:

راجع: ۹۱

۸۔ خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے دو مسائل میں ہے:

۱۔ پہلا ترتیب کے لحاظ سے وضو میں چہرے کے بعد دونوں بازو دھونے چاہئے۔

۲۔ دوسرا دونوں بازوؤں کو تین تین دفعہ دھونا سنت مبارکہ ہے۔

☆ بازوؤں کو ایک ایک دفعہ دھونا فرض ہے، جو کہ قرآن مجید سے (سورۃ المائدہ ۶:۵) ثابت ہے۔

۷۸۔ باب صِفَةِ الْوُضُوءِ وَضُوكَا طَرِيقَةٍ

اس باب میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے، اور حدیث مبارکہ (۹۳-۹۴) ہی دوبارہ مختلف سند اور روایت بالمعنی کے ساتھ مفہوم ماز کر فرمائی ہے، البتہ اس حدیث مبارکہ میں تفصیل زیادہ ہے، پچھلے باب میں وضو کے دوران دونوں بازوؤں کے دھونے کا بیان تھا، اس باب میں پورے وضو کا بیان ہے۔

۹۵۔ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِقْسَمِيُّ قَالَ: أَبَانَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي شَيْبَةُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَلِيُّ، أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ قَالَ: دَعَانِي أَبِي عَلِيُّ بِوُضُوءٍ، فَقَرَّبْتُهُ لَهُ "فَبَدَأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُمَا فِي وَضُوءِهِ، ثُمَّ مَضَمَ ثَلَاثًا، وَاسْتَنْشَرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى كَذَلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَسْحَةً وَاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى كَذَلِكَ ثُمَّ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ: نَاوَلْنِي. فَنَاوَلْتَهُ الْبَاءُ الَّذِي فِيهِ فَضْلٌ وَضُوءُهُ فَشَرِبَ مِنْ فَضْلِ وَضُوءِهِ قَائِمًا. "فَعَجِبْتُ فَلَمَّا رَأَيْتِي قَالَ: لَا تَعْجَبْ؛ فَإِنِّي رَأَيْتُ أَبَاكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ مِثْلَ مَا رَأَيْتَنِي صَنَعْتُ يَقُولُ لِوُضُوءِهِ هَذَا وَشَرِبَ فَضْلَ وَضُوءِهِ قَائِمًا

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے وضو کا پانی طلب فرمایا، میں نے پانی آپ رضی اللہ عنہ کے قریب رکھا، آپ رضی اللہ عنہ نے وضو شروع کیا، تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین دفعہ دونوں ہاتھوں کو دھویا، پھر تین دفعہ کلی کی، پھر تین دفعہ ناک میں پانی چڑھایا اور تینوں دفعہ ناک سنکا، پھر تین دفعہ چہرہ مبارک دھویا، پھر دایاں بازو کہنی تک تین دفعہ دھویا، پھر اسی طرح بائیں بازو (تین دفعہ) دھویا، پھر ایک دفعہ سر کا مسح کیا، پھر دایاں پاؤں ٹخنے تک تین مرتبہ دھویا، پھر اسی طرح بائیں پاؤں دھویا، پھر کھڑے ہو کر فرمایا: مجھے برتن پکڑاؤ، میں نے وہ برتن پکڑا دیا، جس میں وضو کا بچا ہوا پانی تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے کھڑے کھڑے اس بچے ہوئے پانی میں سے نوش فرمایا۔ مجھے حیرانگی ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: حیران نہ ہو، کیونکہ میں نے تیرے نانا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا تھا، جس طرح تو نے مجھے دیکھا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح وضو فرماتے اور اسی طرح بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر نوش فرماتے تھے۔

۱۔ اطراف:

ابوداؤد: ۱۱۲، احمد: ۱۳۵۵، ۱۳۶۶، تحفۃ الاشراف: ۱۰۰۷۵

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راوی ہیں، ان میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، اور باقی چار کا درج ذیل ہے:

۱۔ ابراہیم بن الحسن الحنفی: راجع: ۶۴۔ ۲۔ حجاج: راجع: ۳۲۔ ۳۔ ابن جریج: ایضاً

۴۔ شبیبہ:

آپ کا نام شبیبہ بن نصاح بن سر جس مخزومی مدنی قاری مولیٰ ام سلمہ رضی اللہ عنہا (م: ۱۳۰ھ) ہے آپ رضی اللہ عنہا کے سر پر حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ پھیرا اور خیر و برکت کی دعا عنایت فرمائی۔ آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں۔ امام نسائی رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ محمد بن علی:

آپ کا نام ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابوطالب ہاشمی مدنی (م: ۱۱۴ھ) ہے، آپ امام باقر رضی اللہ عنہ کے لقب سے مشہور ہیں، آپ رواۃ کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، فاضل، کثیر الحدیث، مدنی، تابعی راوی ہیں، آپ سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، آئمہ صحاح آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۶۔ علی بن الحسین:

آپ کا نام ابو الحسین علی بن حسین بن ابوطالب ہاشمی مدنی (م: ۹۳ھ) ہے، آپ امام زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں، آئمہ اہل بیت میں ممتاز ترین مقام کے حامل ہیں۔ امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اہل قریش میں ان سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔ آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت، عابد، فقیہ، فاضل، مشہور، تابعی راوی ہیں۔ امام زہری کے نزدیک اصح الاسانید امام زین العابدین کی سند ہے، جو کہ درج ذیل ہے: عن علی بن الحسین عن ابيہ عن جدہ، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، واقعہ کربلا کے بعد اہل بیت اطہار میں آپ ہی زندہ موجود تھے۔ (۳)

۷۔ الحسین بن علی:

حسین نام، ابو عبد اللہ کنیت "سید شباب اہل الجنۃ" اور ریحانۃ النبی "لقب علی مرتضیٰ باپ اور سیدہ بتول رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول ماں تھیں، اس لحاظ سے آپ کی ذات گرامی قریش کا خلاصہ اور بنی ہاشم کا عطرتھی، شجرہ طیبہ یہ ہے: حسین بن علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب بن ہاشم عبد مناف قرشی ہاشمی و مطلبی۔

۱۔ الجرح والتعديل، ج ۴، ص ۳۳۵ ii۔ الثقات، ج ۴، ص ۳۶۸

۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۲۰ ii۔ تاریخ الثقات، ص ۴۱۰

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۱۱ ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۴۰

پیدائش: ابھی آپ شکم مادر میں تھے کہ حضرت حارث کی صاحبزادی نے خواب دیکھا: کہ کسی نے رسول اکرم ﷺ کے جسم اطہر کا ٹکڑا کاٹ کر، ان کی گود میں رکھ دیا ہے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک ناگوار اور بھیا تک خواب دیکھا ہے، فرمایا کیا؟ عرض کیا: ناقابل بیان ہے، فرمایا: بیان کرو آخر کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ کے اصرار پر انہوں نے خواب بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو نہایت مبارک خواب ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لڑکا پیدا ہوگا، اور تم اسے گود میں لوگی۔ (۱)

کچھ دنوں کے بعد اس خواب کی تعبیر ملی اور ریاض نبوی ﷺ میں وہ خوش رنگ ارغوانی پھول کھلا، جس کی مہک حق و صداقت، جرات و بسالت، عزم و استقلال، ایمان و عمل اور ایثار و قربانی کی وادیوں کو ابد الابد تک بساتی اور جس کی رنگینی عقیق کی سرکی، شفق کی گلگونی اور لالہ کے دماغ کو ہمیشہ شرماتی رہے گی، یعنی شعبان ۴ھ ہجری میں علی کا کاشانہ حسین رضی اللہ عنہ کے تولد سے رشک گلزار بنا۔ ولادت باسعادت کی خبر سن کر آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمانے لگے: بچے کو دکھاؤ، کیا نام رکھا گیا؟ اور نومولود بچہ منگوا کر اس کے کان میں اذان دی، اس طرح گویا پہلی مرتبہ خود زبان وحی والہام نے اس بچے کے کانوں میں توحید الہی کا صورت پھونکا، درحقیقت اسی صورت کا اثر تھا (۲)

حقا کہ بنائے لا الہ است حسین رضی اللہ عنہ

سر دادند داد دست در دست یزید

پھر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو عقیقہ کرنے اور بچے کے بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا۔ پدر بزرگوار کے حکم کے مطابق حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے عقیقہ کیا۔ والدین نے حرب نام رکھا، لیکن آنحضرت ﷺ کو یہ نام پسند نہ آیا، آپ نے بدل کر حسین رضی اللہ عنہ رکھا۔ (۳)

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات کے بارے میں چند احادیث نبویہ رضی اللہ عنہم و راجح ذیل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ صبح کے وقت ایک اونٹنی منقش چادر اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے، تو آپ ﷺ کے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے، تو آپ ﷺ نے انہیں اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی ان کے ہمراہ چادر میں داخل ہو گئے، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ ﷺ نے انہیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: ”اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ ﷻ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کر دے اور تم کو (گناہوں سے) خوب پاک و صاف کر دے۔“

۱- عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مَرْحَلٌ، مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيُّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: (إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) (۴)

۱- مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۷۶

۲- ایضاً، ص ۷۶

۳- مستدرک، ج ۲، ص ۴۷۰-۴۷۰

۴- مصنف ابن شیبہ، ج ۳، ص ۲۸۶

۱- سنن الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۶۸

حضور نبی اکرم ﷺ کے پروردہ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب ام المؤمنین سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضور نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت ”اہل بیت اللہ تعالیٰ ﷺ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح) کی آلودگی دور کر دے، اور تمہیں خوب پاک و صاف کر دے“ نازل ہوئی، تو آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ اور حسین کریمین سلام اللہ علیہم کو بلایا اور انہیں ایک کملی میں ڈھانپ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے تھے، آپ ﷺ نے انہیں بھی کملی میں ڈھانپ لیا، پھر فرمایا: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! یہ میرے اہل بیت ہیں، پس ان سے ہر قسم کی آلودگی دور فرما اور انہیں خوب پاک و صاف کر دے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! میں (بھی) ان کے ساتھ ہوں، فرمایا: تم اپنی جگہ رہو اور تم تو بہتر مقام پر فائز ہو۔

۲۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، رَبِيبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، فَدَعَا فَاطِمَةَ وَحُسَيْنًا وَحَسَنًا فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ، وَعَلَى خَلْفِ ظَهْرِهِ فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا. قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: وَأَنَا مَعَهُمْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، قَالَ: أَنْتِ عَلَى مَكَانِكَ وَأَنْتِ عَلَى خَيْرٍ۔ (۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر ماں کے بیٹوں کا آبائی خاندان ہوتا ہے، جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں، سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے، پس میں ہی ان کا ولی ہوں، اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔

۳۔ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ بَنِي أُمَّ عَصْبَةٍ يَنْتُمُونَ إِلَيْهِمْ إِلَّا ابْنِي فَاطِمَةَ، فَأَنَا وَلِيُّهَا وَعَصْبَتُهَا (۲)

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ سنا: ہر عورت کی اولاد کا نسب اپنے باپ کی طرف ہوتا ہے سوائے اولاد فاطمہ کے کہ میں ہی ان کا نسب اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔ (۳)

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ ﷻ نے ہر نبی کی اولاد اس کی صلب میں رکھی، اور بیشک اللہ تعالیٰ ﷻ نے میری اولاد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صلب میں رکھی۔ (۴)

ii-1- المعجم الاوسط: ۳۷۹۹

ii-1- المعجم الاوسط: ۳۷۹۹

i-1- ترمذی: ۳۸۷۱، ۳۲۰۵

iii-1- المعجم الكبير للطبرانی: ۲۶۳۱-۲۶۳۲

ii-1- مسند ابو یعلیٰ: ۶۷۴۱

i-1- مستدرک: ۳۷۷۰

ii-1- مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۲۲۳

i-1- الديلمی فی الفردوس: ۳۷۸۷

ii-1- الديلمی فی الفردوس: ۶۴۳

i-1- المعجم الكبير: ۲۶۳۰

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اتر تھا، اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی، کہ مجھے سلام کرے، اور مجھے یہ خوشخبری دے، کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں، اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن سینہ سے سرتک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شبیہ تھے اور حضرت حسین سینہ سے نیچے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شبیہ تھے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم جس سے لڑو گے میں اس کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں اور جس سے تم صلح کرنے والے ہو میں بھی اس سے صلح کرنے والا ہوں۔

☆ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست آٹھ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یزیدی فوج نے ۱۰ محرم ۶۱ھ کو کربلا کے مقام پر انتہائی ظلم و بربریت کے ساتھ شہید کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چھپن سال تھی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۸- علی: راجع: ۹۱

۴- حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵- خصوصیات سند:

یہ روایت ثمانیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔

☆ سنن نسائی (صغریٰ) میں یہ پہلی حدیث مبارکہ ثمانیات میں سے ہے۔

i-v-۱- مجمع الاوسط: ۵۰۱۵

iii- مستدرک: ۴۷۱۴

ii- ابن ماجہ: ۱۴۵

i- ترمذی: ۳۸۷۰

ii- مسند احمد: ۲۳۳۶۹

i- فضائل الصحابة: ۲۶۰، ۱۹۳

ii- السنن الکبریٰ: ۸۳۶۵، ۸۲۹۸

i- ترمذی: ۳۷۸۱

۴- تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۷۷

- ☆ اس کتاب میں یہ پہلی حدیث مبارکہ ہے، جس میں چار راوی آئمہ اہل بیت میں سے ہیں، اور وہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔
- ☆ یہ سند اہل بیت کی اسناد میں صحیح ترین ہے۔
- ☆ امام زہری کی اسناد میں یہ سند اعلیٰ ترین سند ہے۔
- ☆ سند میں امام باقر نے اپنے والد امام زین العابدین سے، امام زین العابدین نے اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے، امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے، اس طرح یہ بہت اعلیٰ سلسلہ روایت ہے۔
- ☆ سند میں دو صحابی اور باپ سے بیٹے نے روایت کی ہے، اسی طرح دو تابعی اور باپ سے بیٹے نے روایت کی ہے۔
- ☆ یہ سند عن ابیہ عن جدہ سے ہے، جو کہ سند معالی ہے۔ (۱) (۱- تداریب الراوی، ج ۲، ص ۲۵۷)
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے دو راوی مصیصی، تیسرے مکی اور باقی مدنی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت انبأنا، حدیثی ایک ایک دفعہ، خبر اور قال تین تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

- فقربتہ لہ: میں نے پانی کا برتن آپ رضی اللہ عنہ کے قریب کیا۔
 المسحۃ واحدة: سر کا مسح ایک دفعہ کیا۔
 الکعبین: دونوں ٹخنے
 فعبجت: مجھے حیرانی ہوئی۔ مجھے تعجب ہوا۔
 فبدأ: آپ نے وضو شروع کیا۔
 المرفق: کہنی
 ناولنی: پانی کا برتن میرے قریب کرو۔

۷۔ مسائل ونصائح:

راجع: ۹۱

۸۔ خلاصہ:

- ☆ امام نسائی رضی اللہ عنہ کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال کامل وضو کرنے کا مسنون طریقہ بیان کرنا ہے۔
- ☆ اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل مسائل کا استنباط ہوتا ہے:
- ۱۔ تمام اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونا سنت ہے۔
- ۲۔ پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔
- ۳۔ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔
- ☆ وضو کے بچے ہوئے پانی کے علاوہ آب زمزم بھی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ (۱)
- ☆ ان کے علاوہ پانی اور دیگر مشروبات کے کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت طبی وجوہات کی بناء پر ہے، نہ کہ شرعی وجہ سے ہے، اس لیے باقی مشروبات اور پانی کے کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت مکروہ تنزیہی ہے۔ (۲)

بازو کتنی بار دھوئے جائیں؟

۹۔ باب عَدَدِ غَسْلِ الْيَدَيْنِ

باب ستر (۷۷) بازوؤں کو دھونے کے بارے میں ہے، لیکن درمیان میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باب اٹھہتر (۷۸) وضو کے طریقے کے بارے میں قائم فرمایا، جبکہ مناسب یہی ہوتا کہ باب ستر (۷۷) کے بعد، یہ باب اناسی (۷۹) ہوتا، تاکہ بازو دھونے کے بعد، دھونے کی تعداد کا ذکر ہوتا، اس طرح یہ مناسبت زیادہ واضح ہوتی، البتہ پچھلے باب میں بھی چونکہ پورے وضو کا طریقہ بیان ہوا ہے، اور اس میں بازو دھونے کا بھی ذکر ہے، اور اس باب میں تین بار بازو دھونے کی سنت کا بیان ہے۔

حضرت ابو حنیہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، آپ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اچھی طرح صاف کیا، پھر تین دفعہ کلی کی، پھر تین دفعہ ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین دفعہ چہرہ دھویا، پھر تین دفعہ دونوں بازو دھوئے، پھر سر کا مسح کیا، پھر ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھوئے، پھر کھڑے ہو کر وضو سے بچا ہوا پانی نوش کیا اور فرمایا: میں نے مناسب سمجھا کہ تمہیں دکھلاؤں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیسے فرماتے تھے؟

۹۶۔ أَخْبَرَنَا قَتِيبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ ابْنُ قَيْسٍ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَيْهِ حَتَّى أَنْقَاهُمَا ثُمَّ تَمَضَّضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَامَ فَأَخَذَ فَضَلَ طَهُورَهُ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. ثُمَّ قَالَ: أَحَبُّتُ أَنْ أَرِيكُمْ كَيْفَ طَهُورُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ اطراف:

نسائی: ۱۱۵، ابوداؤد: ۱۶، ترمذی: ۴۸، احمد: ۱۰۵۰، ۸۷۶، تحفۃ الاشراف: ۱۰۳۲، السنن الکبریٰ: ۱۰۱

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین تین دفعہ دونوں بازوؤں کو دھویا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، جن میں سے تین کا تعارف گزر چکا ہے، باقی دو کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ قتیبہ بن سعید: راجع: ۱

۲۔ ابوالاحوص:

آپ کا نام ابوالاحوص سلام بن سلیم حنفی کوفی (م: ۱۷۹ھ) ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، متقن راوی ہیں، اہل علم آپ کی

ثقاہت و پرہیزگاری پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ ابواسحاق: راجع: ۴۲:

۴۔ ابو حنیہ:

آپ ابو حنیہ بن قیس ہمدانی وادعی کوفی ہیں، آپ کے نام میں شدید اختلاف ہیں، بعض نے عمرو بن نصر بعض نے عمرو بن عبد اللہ، بعض نے عبد اللہ اور بعض نے عامر بن حارث ذکر کیا ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، مقبول، تابعی راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ علی: راجع: ۹۱:

۶۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، اس کے اور شواہد موجود ہیں۔

۷۔ خصوصیات سند:

یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چالیسویں (۴۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ ابو حنیہ کو امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقبول کہا ہے، چونکہ یہ تابعی ہیں، اس لیے نقصان نہیں ہے۔

☆ یہ روایت تابعی (ابواسحاق) کی دوسرے تابعی (ابو حنیہ) سے روایت ہے۔

☆ سند کے پہلے راوی بغلانی اور باقی کوفی ہیں۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ مسلسل چھٹی روایت ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا، حدثنا، رايت ایک ایک دفعہ اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

انقاہما: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا، یا اچھی طرح صاف کیا

ذراعیه: اپنے دونوں بازو

احببت: میں نے پسند کیا، میں نے مناسب جانا

طهور النبی: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو

۷۔ خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال یہ ہے: کہ وضو میں دونوں بازوؤں کو تین تین دفعہ دھونا سنت ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں بھی وضو کے پچھے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کے استحباب کا بیان ہے۔

☆ علامہ سندھی فرماتے ہیں: انقاء سے مراد عام طور تین دفعہ دھونا مراد ہے۔ (۱) پر البتہ اس سے خوب اچھی طرح صاف کرنا مراد ہے، چاہے تین دفعہ یا اس سے زیادہ دفعہ دھونے سے صفائی حاصل ہو۔

۸۰۔ باب حَدِّ الْغُسْلِ

بازو دھونے کی حد

اس باب میں دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک دھونے کی حد کا بیان ہے، پچھلے باب میں بازوؤں کو تین تین دفعہ دھونے کی تعداد کا بیان تھا۔

حضرت عمرو بن یحییٰ مازنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے صحابی رسول ﷺ اور حضرت عمرو بن یحییٰ رضی اللہ عنہ کے دادا حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے گزارش کی: کیا آپ مجھے حضور نبی کریم ﷺ کے وضو کرنے کا طریقہ دکھلا سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! انہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے ہاتھوں پر بہایا اور دو دفعہ ہاتھوں کو دھویا، پھر تین دفعہ کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین دفعہ چہرہ دھویا، پھر دونوں بازو کہنیوں تک دو دفعہ دھوئے، پھر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا، پہلے آگے سے پیچھے لے گئے، پھر پیچھے سے آگے لے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سر کے مسح کی ابتداء اگلے حصے سے کی اور ہاتھوں کو گدی تک لے گئے، پھر دونوں ہاتھوں کو وہیں واپس لائے۔ جہاں سے ابتداء کی تھی، پھر دونوں پاؤں دھوئے۔

۹۷۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَالْحَارِثُ بْنُ مَسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى: هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُرَبِّئَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ. فَدَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ تَمَضَّضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، بَدَأَ بِمُقَدِّمِ رَأْسِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاةِ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

۱۔ اطراف:

بخاری: ۱۸۵، ۱۸۶، اطراف الحدیث: ۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۷، ۱۹۹، صحیح مسلم: ۲۳۵، الرقم المسلسل: ۵۴۴، سنن ابوداؤد: ۱۱۹، ۱۱۸، سنن ترمذی: ۳۲، سنن نسائی: ۹۸، ۹۷، سنن ابن ماجہ: ۴۷۱، ۴۳۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۳، ۱۰۴، المسنن: ۷۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۷، ۱۷۳، مسند ابوعوانہ، ج ۱، ص ۲۳۹، ۲۸۴، شرح معانی الآثار: ۱۲۰، صحیح ابن حبان: ۱۰۸۴، شرح السنۃ: ۲۲۳، مسند احمد: ۱۶۴۳۱

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

آپ ﷺ نے دونوں بازو کہنیوں تک دھوئے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے تین کا تعارف گزر چکا ہے، باقی چار کے حالات درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن سلمہ: راجع: ۲۰

۲۔ الحارث بن مسکین: راجع: ۹

۳۔ ابن القاسم:

آپ کا نام ابو عبد اللہ عبد الرحمن بن قاسم بن خالد جنادہ عتقی مصری (م: ۱۹۱ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ کبار سے ثقہ، فقہہ راوی ہیں، آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں، مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی مصر میں متعارف کروایا، امام بخاری، ابو داؤد (المراسل) اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ مالک: راجع: ۲۰

۵۔ عمرو بن یحییٰ المازنی:

آپ کا نام عمرو بن یحییٰ بن عمارہ بن ابی حسن مازنی (م: ۱۴۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، کثیر الحدیث راوی ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۶۔ ابیہ (یحییٰ المازنی):

آپ کا نام یحییٰ بن عمارہ بن ابی الحسن انصاری مدنی ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، تابعی راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۷۔ عبد اللہ بن زید بن عاصم:

آپ کا نام عبد اللہ، ابو محمد کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے: عبد اللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن ابن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، ماں کا نام ام عمارہ تھا۔ اسلام: ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات: بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی، مشہد بیعت رضوان میں موجود تھے۔ (۴) جنگ یمامہ میں نہایت نمایاں حصہ لیا، مسلمہ کذاب مدعی نبوت نے ان کے بھائی حبیب ابن زید کو قتل کر دیا تھا، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وقت کے منتظر تھے، جنگ یمامہ میں خوش قسمتی سے موقع مل گیا، پہلے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسلمہ کو تیر مارا، پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا اور قتل کر دیا۔ (۵)

وفات: ۶۳ھ میں شہید ہوئے، یزید بن معاویہ کی خلافت سے تمام مدینہ بیزار تھا اس بنا پر اس کی بیعت توڑ کر حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ انصاری نے تمام شہر سے جہاد پر بیعت لینا شروع کی، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو پوچھا بیعت کی شرط کیا ہے؟ جواب بلا موت! بولے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے اس شرط پر بیعت نہیں کر سکتا۔ (۶)

۱۔	۱۔ الجرح والتعديل، ج ۵، ص ۲۷۸	ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۳۷۴
۲۔	i۔ تاریخ الثقات، ص ۳۷۱	ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۸۷
۳۔	i۔ الثقات، ج ۷، ص ۶۰۵	ii۔ الجرح والتعديل، ج ۹، ص ۱۷۵
۴۔	بخاری، ج ۲، ص ۵۹۹	۵۔ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۶۸
۶۔	بخاری، ج ۲، ص ۵۹۹	

لیکن چونکہ یہ حق و باطل کا معرکہ تھا، اپنے دو بیٹوں کے ساتھ میدان میں پہنچے اور وہیں شہادت حاصل کی، یہ ماہ ذی الحجہ ۶۳ھ کی اخیر

تاریخوں کا واقعہ ہے۔

اس وقت بقول واقدی وہ ستر (۷۰) برس کے تھے، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں، غزوہ احد میں ان کی شرکت مسند میں بالتصریح مذکور ہے۔ (۱) اور اسماء الرجال کے تمام مصنفین کا بھی اس پر اتفاق ہے، بلکہ بعض نے تو بدر کی شرکت بھی تسلیم کی ہے، غزوہ کی شرکت کے لیے پندرہ (۱۵) سال کی عمر شرط ہے، اس بنا پر وہ احد میں کم از کم پندرہ برس کے ضرور تھے، اور اس لیے وفات کے وقت ان کی عمر پچھتر (۷۵) سال ٹھہرتی ہے۔ (۲)

اولاد: دو لڑکے تھے، خالد اور علی واقعہ حرہ میں شہید ہوئے۔

فضل و کمال: چند حدیثیں روایت کیں، راویوں کے نام یہ ہیں: عباد بن تمیم (بھیجتے تھے)، سعد بن مسیب، یحییٰ بن عمارہ، واسع بن حیان،

عبادہ بن حبیب، ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد۔

اخلاق: جب رسول اللہ ﷺ کا یہ منظر ہے، کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ان کے مکان پر تشریف لے گئے، وہ پانی لائے اور آپ ﷺ نے وضو کیا

، آپ ﷺ نے جس طرح وضو کیا تھا، انہوں نے یاد کر لیا، چنانچہ ایک زمانہ کے بعد جب لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے وضو کی کیفیت پوچھی، تو خود

اسی طرح وضو کر کے بتلایا۔ (۳)

آپ سے چند احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن میں سے آٹھ متفق علیہ ہیں اور ایک حدیث میں امام بخاری منفرد ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ

آپ سے روایت کرتے ہیں۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سنداً ایات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔

☆ سدایات کے اعتبار سے یہ بیالیسویں (۲۲) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی مصری اور باقی مدنی ہیں۔

☆ یہ باپ سے بیٹے کی روایت ہے۔

☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حارث بن مسکین سے روایت کے الفاظ قراءۃ علیہ وانا اسمع کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے، کہ

چونکہ ان کے اور شیخ حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کچھ ایسے معاملات تھے، جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ کی درس میں شامل نہیں ہو سکتے تھے،

اس لیے ایسی جگہ بیٹھ کر سماعت کرتے، جہاں پر شیخ کی نظر سے اوجھل ہوتے تھے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا اسمع، حدثنی ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۴۱۔ ۲۔ ایضاً، ج ۴، ص ۴۰۔ ۳۔ ایضاً، ج ۴، ص ۳۸۔

۶۔ لغات:

هل تستطيع: کیا آپ ﷺ طاقت رکھتے ہیں
 افرغ: اس نے ڈالا۔ اس نے بہایا۔
 اذبر: پچھلے حصے سے آگے جانب
 قفا: گدی

۷۔ مسائل و نصاب:

- ☆ اس حدیث سے پتا چلا کہ اگرچہ اقبل و ادبر کا مفہوم مشترک ہے، یعنی اقبل سے مراد پیچھے سے آگے کی طرف آنا اور ادبر کا مفہوم سر کے اگلے حصے سے پیچھے گدی کی طرف ہاتھوں کو لے جانا ہے۔ لیکن حدیث میں موجود تفصیل (بدا بمقدم راسہ) سے دوسرے مفہوم کی تائید ہوتی ہے، یعنی یہاں (اقبل) سے مراد سر کے اگلے حصے سے گدی کی طرف دونوں ہاتھوں کو لے جانا ہے، اور (ادبر) سے مراد پیچھے سے ہاتھوں کو اگلی جانب لانا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے سر کے مسح کا عمومی طریقہ یہی تھا۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱)
- ☆ تابعی حضرت یحییٰ مازنی نے هل يستطيع اس لیے فرمایا کہ شاید کہیں وقت زیادہ گزرنے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بھول نہ گئے ہوں۔ (۲)
- ☆ اس حدیث مبارکہ میں بعض اعضاء کے دو مرتبہ دھونے کا ذکر ہے، لیکن اکثر روایات میں اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونے کا ذکر ہے، اس لیے کثرت طرق کی وجہ سے تین تین دفعہ دھونے والی روایات کو ترجیح حاصل ہے۔ (۳)
- ☆ وضو میں دونوں بازوؤں کے ساتھ کہنیوں کو دھونا بھی فرض ہے۔ (۴)
- ☆ یہاں پر جد سے حقیقی دادا مراد نہیں اور نہ ہی نانا حقیقی مراد ہے، بلکہ باپ کے چچا مراد ہیں، اور یہ مجازی معنی سے ہے، کیونکہ باپ کا چچا بھی دادا کا بھائی ہوتا ہے، اس لیے دادا مراد لینا صحیح ہے۔ (۵)
- ☆ وضو میں اعضاء کو ایک دفعہ دھونا فرض، دو دفعہ دھونا جائز اور تین دفعہ دھونا سنت ہے۔ (۶)
- ☆ دو دفعہ اعضاء وضو کا دھونا بیان جواز کے لیے ہے۔ (۷)
- ☆ وضو کے لیے دوسرے سے مدد لینا جائز ہے۔ (۸)
- ☆ تھوڑے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (۹)

۱۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۱۵۶	۲۔ ذخیرہ العقول، ج ۲، ص ۵۰۰	۳۔ ایضاً، ص ۵۰۱
۴۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۰۴	۵۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۳۲۲	۶۔ ایضاً، ص ۳۲۳
۷۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۲۰	۸۔ ایضاً، ص ۱۰۶	۹۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۳۲۳

۸۔ خلاصہ:

- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے: کہ دونوں بازوؤں کو کہنیوں سمیت دھونا ضروری ہے۔
- ☆ سند میں دادا سے مراد باپ کا چچا ہے، چونکہ وہ بمنزلہ دادا کے ہوتا ہے، اس لیے جد مجازاً استعمال ہوا ہے۔
- ☆ یہ حدیث مبارکہ تعلیم بالعمل کی بہترین مثال ہے۔
- ☆ اس حدیث مبارکہ میں دونوں ہاتھوں اور بازوؤں کو دو دفعہ دھونے کا بیان جواز کے لیے ہے، وضو میں اعضاء کا ایک ایک دفعہ دھونا فرض اور تین تین دفعہ دھونا سنت مبارکہ ہے۔
- ☆ پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے۔

سر کے مسح کا طریقہ

۸۱۔ باب صِفَةِ مَسْحِ الرَّأْسِ

وضو کا تیسرا فرض سر کا مسح کرنا ہے، پچھلے ابواب میں پہلے دو فرضوں چہرہ اور ہاتھ دھونے کا بیان ہو چکا ہے، اس باب میں سر کے مسح

کرنے کا طریقہ بیان ہو رہا ہے، پچھلے باب میں بازوؤں کے دھونے کی حدود کا بیان تھا۔

حضرت عمرو بن یحییٰ مازنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرو بن یحییٰ رضی اللہ عنہ کے دادا حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے گزارش کی: کیا آپ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے کا طریقہ دکھلا سکتے ہیں؟ تو عبداللہ بن زید نے کہا: ہاں! انہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے دائیں ہاتھ پر بہایا اور دو دفعہ دھویا، پھر تین دفعہ کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین دفعہ چہرہ دھویا، پھر دونوں بازو کہنیوں تک دو دفعہ دھوئے، پھر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا، پہلے آگے سے پیچھے لے گئے، پھر پیچھے سے آگے لے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سر کے مسح کی ابتداء اگلے حصے سے کی اور ہاتھوں کو گدی تک لے گئے، پھر دونوں ہاتھوں کو وہیں واپس لائے۔ جہاں سے ابتداء کی تھی، پھر دونوں پاؤں دھوئے۔

۹۸۔ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ - وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى - هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ. فَدَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ الْيُمْنَى فغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ مَضَمَّ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بَيْمًا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ، ثُمَّ فَهَبَ بَيْمًا إِلَى قَفَاةِ ثُمَّ رَدَّهَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

۱۔ اطراف:

راجع: ۹۷

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کا آخری حصہ سر کے مسح کے بیان میں ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، جن میں سے چار کا حدیث نمبر ستانوے (۹۷) پر گزر چکا ہے، ایک کا تعارف درج ذیل ہے:

۱۔ عتبہ بن عبد اللہ:

آپ کا نام ابو عبد اللہ عتبہ بن عبد اللہ بن عتبہ محمدی مروزی (م: ۲۳۴ھ) ہے، آپ روایت کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں،

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ مالک: راجع: ۲۰ ۳۔ عمرو بن یحییٰ: راجع: ۹۷

۳۔ یحییٰ المازنی: ایضاً ۵۔ عبد اللہ بن زید: ایضاً

نوٹ: اس حدیث مبارکہ کا حکم، خصوصیات سند اور لغات سابق حدیث نمبر ستانوے (۹۷) کے تحت گزر چکی ہیں۔

۴۔ مسائل و نصائح:

☆ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد قدامہ جنبل رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سر پر مسح کرنا واجب ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا:

وَأَمْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ (۲)

اپنے سروں پر مسح کرو۔

اور مقدار واجب میں اختلاف ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے: کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ پورے سر کا مسح کرے، اور امام

مالک کا یہی مذہب ہے، اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے: کہ سر کے بعض حصہ پر مسح کرنا بھی کافی ہے، حضرت حسن بصری، ثوری، اوزاعی، امام

شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (۳)

☆ پورے سر کے مسح کرنے کے ثبوت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سر کا مسح کرنے میں عورت بھی مرد کی طرح ہے، وہ اپنے پورے سر پر مسح کرے گی، اگر اس نے مینڈھیاں بنائی

ہوئی ہوں، تو وہ ان مینڈھیوں پر مسح کرے گی، دوپٹہ یا اور کسی چیز پر مسح نہیں کرے گی۔ (۴)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فقہاء مالکیہ نے کہا ہے: کہ جو آدمی چہرے اور ہاتھوں پر تیمم کرتا ہے، وہ پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر مسح کرتا ہے، اس سے معلوم

ہوا کہ جس عضو پر مسح کیا جاتا ہے، وہ پورے عضو پر کیا جاتا ہے، لہذا جب وضو میں سر پر مسح کیا جائے گا تو پورے سر پر مسح کیا جائے گا، نیز اس پر امت

کا اجماع ہے کہ جب کسی شخص نے پورے سر کا مسح کر لیا، تو اس کا فرض ادا ہو گیا، اور جس نے سر کے بعض حصہ پر مسح کیا، اس میں اختلاف ہے، پس

واجب ہے کہ سر کا مسح یقین کے ساتھ ادا کیا جائے، اور یقین اس صورت میں ہے: جب پورے سر کا مسح کیا جائے۔ (۵)

۱۔ ا۔ المجم المصتمل، ص ۵۹۹

ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۵۰۸

۳۔ المغنی، ج ۱، ص ۱۵۷-۱۵۶

۵۔ شرح ابن بطل، ج ۱، ص ۲۹۴

۲۔ المائدہ، ص ۶:۵

۴۔ المدونۃ الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۶

☆ تین بالوں کی مقدار سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء شافعیہ کے دلائل:
علامہ یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہمارا مشہور مذہب جس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نصوص ہیں، وہ یہ ہے کہ سر کا مسح کرنے کے وجوب کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، بلکہ جتنی مقدار پر مسح کرنا ممکن ہو وہ کافی ہے، ہمارے اصحاب نے کہا: حتیٰ کہ اگر اس نے ایک بال پر بھی مسح کر لیا، تو وہ کافی ہے، اور ابو الحسن بن خیران نے کہا: فرضیت کی کم از کم مقدار تین بالوں پر مسح کرنا ہے۔ (الی قولہ) ہمارے اصحاب کی دلیل یہ ہے: کہ مسح قلیل اور کثیر مقدار پر واقع ہوتا ہے، اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کی مقدار پر مسح کیا ہے، اور یہ حدیث پورے سر کے مسح کی فرضیت سے مانع ہے، اور چوتھائی، تہائی اور آدھے سر کی مقدار کی فرضیت سے بھی مانع ہے، کیونکہ پیشانی چوتھے سر سے کم ہوتی ہے، پس متعین ہو گیا کہ اتنی مقدار واجب ہے، جس پر مسح کرنے کا اطلاق ہو سکے۔ (۱)

☆ چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل:
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

۱- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پس اپنی پیشانی کی مقدار (سر پر) مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر (مسح کیا)۔ (۲)

۲- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا اور سر کے اگلے حصے پر اور اپنے عمامہ پر۔ (۳)
ان حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کی مقدار سر پر مسح کیا، اور پیشانی کی مقدار سر کا چوتھائی حصہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سر کے چوتھائی حصہ پر مسح کرنا فرض ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ احادیث تو اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسح کی فرضیت تو المائدہ ۶:۵ سے ثابت ہے، البتہ سر کی مقدار مجمل ہے، اس کا بیان ان احادیث میں ہے، کہ وہ سر کا چوتھائی حصہ ہے، جو پیشانی کی مقدار ہے، اور ان احادیث سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی رد ہو گیا، جو پورے سر پر مسح کو فرض کہتے ہیں، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی رد ہو گیا، جو تین بالوں پر مسح کو بھی کافی کہتے ہیں، کیونکہ پیشانی کی مقدار تین بالوں سے بہت زیادہ ہے۔
امام احمد بن محمد الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے کہا: کہ پورے سر پر مسح کیا جائے، جیسا کہ وضو میں پورے اعضاء کو دھویا جاتا ہے، اور ایک قوم نے کہا کہ سر کے بعض حصہ پر مسح کیا جائے، تو ہم نے دیکھا کہ وضو میں سر پر مسح کرنا موزوں پر مسح کرنے کی مثل ہے، اور موزوں میں پورے موزوں پر مسح نہیں کیا جاتا، بلکہ موزوں کے صرف اوپری حصہ پر مسح کیا جاتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ موزوں کے بعض حصوں پر مسح کیا جاتا ہے، اسی طرح سر کے بھی بعض حصہ پر مسح کیا

۱- شرح المہذب، ج ۲، ص ۲۲۶-۲۲۳

- | | | | |
|--------------------------|--------------------------------|-----------------------------------|----------------------------|
| ۱- مسلم: ۶۲۵ | ii- مسند ابوعوانہ، ج ۱، ص ۲۵۹ | iii- صحیح ابن حبان: ۱۳۳۶ | iv- مسند احمد، ج ۳، ص ۲۵۵ |
| ۲- مسلم: ۶۲۳ | ii- سنن ابوداؤد: ۱۵۰ | iii- سنن ترمذی: ۱۰۰ | iv- سنن نسائی: ۱۰۸-۱۰۷ |
| ۳- ۱-۷- معجم الکبیر: ۸۸۶ | vi- السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۷ | vii- مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۲۳ | viii- سنن بیہقی، ج ۱، ص ۵۸ |

جائے گا اور مسح کی نظیر مسح ہے، اس لیے سر کے مسح کو دھوئے جانے والے اعضاء پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، اور سر کے مسح کو موزوں کے مسح پر قیاس کرنا درست ہے۔ (۱)

☆ علامہ ابن بطال مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے سر پر مسح کو تیمم کے مسح پر قیاس کیا ہے، کہ تیمم میں پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے، لہذا پورے سر پر مسح کرنا چاہیے، لیکن یہ قیاس درست نہیں ہے، کیونکہ وضو طہارت کی الگ نوع ہے، اور تیمم طہارت کی دوسری نوع ہے، اور ایک نوع کے رکن کو دوسری نوع کے رکن پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، اس کے برخلاف امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے وضو میں سر کے مسح کو وضو میں موزوں کے مسح پر قیاس کیا ہے، اور یہ طہارت کی ایک نوع کے رکن کو دوسرے رکن پر قیاس کرنا ہے، اور یہ درست ہے۔

☆ عمامہ پر مسح کرنے کے جوابات:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے چوتھائی سر پر مسح کے استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے: کہ آپ نے حدیث کے ایک جز سے استدلال کیا اور دوسرے جز کو چھوڑ دیا، اس حدیث میں عمامہ پر مسح کرنے کا بھی ذکر ہے، اور آپ عمامہ پر مسح کے جواز کے قائل نہیں ہیں، اس کے جوابات درج ذیل ہیں:

i- اگر ہم عمامہ پر مسح کو بھی اختیار کرتے، تو اس سے خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی، کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور عمامہ پر مسح کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے، لہذا اگر عمامہ پر مسح کا قول کیا جائے، تو خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آئے گی۔

ii- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمامہ پر مسح کیا تھا، اس کی تاویل یہ ہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ کے نچلے حصہ پر مسح کیا تھا، اور اس میں حال کا اطلاق محل پر ہے۔

iii- راوی آپ سے دور تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر سے عمامہ اتارے بغیر سر پر مسح کیا، تو راوی نے سمجھا کہ آپ نے عمامہ پر مسح کیا ہے۔

iv- آپ کے سر پر کوئی زخم تھا، جس میں پانی کی تری لگنا باعث ضرر تھا، اور عمامہ بہ منزلہ پٹی تھا، تو آپ نے اس عذر کی وجہ سے عمامہ پر مسح کیا، یعنی حالت اضطرار میں عمامہ پر مسح کیا، حالت اختیار میں عمامہ پر مسح نہیں کیا۔

☆ ہم نے جو دوسرا جواب ذکر کیا ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر قطری عمامہ تھا،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل کیا، اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا، اور عمامہ نہیں اتارا۔ (۲)

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے سر پر مسح نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض نہیں ہے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا، جو سر کا چوتھائی حصہ ہے، سوائے مقدار پر مسح کرنا فرض ہے نہ کہ صرف تین بالوں کی مقدار پر۔ واللہ

الحمد۔ (۳)

۱- شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۳۷ ۲- سنن ابو داؤد: ۱۳۷ ii- سنن ابن ماجہ: ۵۶۳

۳- نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۳۱۶

☆ وضو میں سر کے مسح کی بحث:

علامہ محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ محدث لاہوری لکھتے ہیں:

واضح ہو کہ وضو میں سارے سر کا مسح کرنا سنت ہے اور اس پر تمام ائمہ کرام کا اتفاق بھی ہے۔ البتہ مقدار مسح میں اختلاف ہے:

- i- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اکثر عمرت مزنی و جبائی اور امام احمد (فی روایتہ) و ابن علیہ کا مسلک یہ ہے: کہ سارے سر کا مسح کرنا واجب ہے۔
- ii- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بعض سر کے مسح کو واجب قرار دیتے ہیں مگر کوئی حد معین نہیں فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک انگلی سے مسح کر لینا بھی کافی ہے۔

iii- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔iv- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: کہ قرآن نے و امسحوا برؤسکم فرمایا: اور اس میں کوئی مقدار نہیں فرمائی کہ آدھے سر کا مسح یا چوتھائی سر کا، اگر بعض مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کو بیان فرما دیتا، جیسے ہاتھ اور پاؤں کے متعلق تصریح فرمادی کہ ہاتھ کہنیوں سمیت اور پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے جائیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ متعدد ایسی حدیثوں سے بھی دلیل لاتے ہیں جن کا مضمون یہ ہے:

ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدِّمِ رَأْسِهِ (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح فرمایا: اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کو آگے سے گدی کی طرف لے گئے، پھر واپس لے آئے۔

☆ احناف اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آیت میں بروسکم آیا ہے، اور باہیاں تبعیض کے لیے ہے۔ ثانیاً آیت مقدار مسح میں مجمل ہے۔ حدیث نے اس اجمال کو بیان کر دیا، کہ مقدار فرض چوتھائی سر کا مسح ہے۔ جیسا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھائی سر کا مسح فرمایا، اور وہ حدیثیں جن میں یہ مذکور ہے: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے سر کا مسح کیا، تو اس میں بیان وجوب نہیں، بلکہ بیان فضیلت ہے، کہ سارے سر کا مسح کرنا مستحب ہے، اور ہم بھی پورے سر کے مسح کو مسنون مانتے ہیں۔ پس سارے سر کے مسح کی فرضیت ثابت نہیں ہوئی۔ واضح ہو کہ مسح کے باب میں جس قدر حدیثیں آئی ہیں، ان میں جو کیفیت مسح وارد ہوئی ہے، وہ یہ ہیں:

۱- حدیث عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ:

ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ، بَدَأَ بِمُقَدِّمِ رَأْسِهِ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر پر مسح کیا،
حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ
اور دونوں ہاتھوں کو گدی تک لے گئے، پھر جہاں سے شروع کیا تھا
مِنْهُ (۲) (یعنی پیشانی سے) وہیں تک واپس لے گئے۔

☆ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الطہارہ میں پانچ مرتبہ ذکر کیا ہے، اور ابو داؤد، ابن ماجہ، مسلم اور ترمذی نے بھی کتاب الطہارہ میں ذکر کیا۔ ظاہر ہے اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں سارے سر کا مسح فرمایا اور ایسی بھی متعدد حدیثیں ہیں جن کا مضمون یہ ہے:

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اور سر مبارک پر دھاری دار عمامہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عمامہ میں داخل کیا، اور سر کے اگلے حصہ کا مسح فرمایا، اور عمامہ نہ اتارا۔

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قَطْرِيَّةٌ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدِّمَ رَأْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ (۱)

۳۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کا بیان ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر، سر کے اگلے حصہ پر اور پگڑی پر مسح فرمایا۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَمُقَدِّمَ رَأْسِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ (۲)

نیز بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

حضرت سالم کے والد جب وضو کرتے تو مقدم راس کا مسح فرماتے۔

۴۔ انہ کان یمسح بمقدم راسه اذا توضا (۳)

۵۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس مضمون کی مختلف حدیثیں لکھی ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی اور عمامہ پر مسح فرمایا۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَعَلَى الْعِمَامَةَ (۴)

☆ ہم نے تقریباً اس باب کی تمام حدیثوں سے چند ذکر کر دیں، جو تمام حدیثوں کی کیفیات کی جامع ہیں۔ ان پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے سر کا مسح کیا، اور یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پیشانی کے مسح پر اکتفا فرمایا۔ جس سے یہ بات تو بالکل واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا واجب نہیں ہے۔ اگر پورے سر کا مسح کرنا واجب ہوتا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی کے مسح پر اکتفا نہ فرماتے۔ ہاں یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے، جس کے احناف بھی قائل ہیں۔ لیکن پورے سر کے مسح کرنے کا وجوب اس سے ثابت نہیں ہوتا، چنانچہ وضو کے دیگر اعضاء منہ ہاتھ اور پاؤں کے متعلق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک بار کبھی دو دو بار اور کبھی تین بار اعضاء وضو کو دھویا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تین بار دھونا فرض ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے، وہ صرف یہ ہے: کہ اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھونا فرض ہے، اور تین تین بار دھونا مستحب ہے، تو اسی طرح مسح کے باب میں پیشانی (چوتھائی سر) کا مسح فرض قرار پائے گا، اور سارے سر کا مسح اگر عقل و قیاس کی رو سے غور کیا جائے، تو بھی چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت ہی ثابت ہوتی ہے۔ دیکھئے وضو میں ہاتھ منہ اور پاؤں کے دھونے کا حکم ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جس عضو کا وضو میں دھونا فرض ہے اس کا تمامہ دھونا ضروری ہے، اور وضو میں سر کے مسح کا حکم ہے، تو اب ہمیں اس امر پر غور کرنا ہے کہ جس عضو کے مسح کرنے کا حکم ہے، اس کی کیا کیفیت ہے۔ آیا کل کا مسح کیا جائے یا بعض کا؟ تو موزوں پر مسح کے متعلق اس امر میں سب کا اتفاق ہے، کہ سارے پاؤں کے مسح کی ضرورت نہیں، تو جب مسح الخفین میں کل کا مسح ضروری نہیں، بلکہ ظاہر قدم کا مسح ضروری ہے، تو اسی پر سر کے مسح کو بھی قیاس کرنا چاہئے۔ لہذا وضو میں چوتھائی سر کا مسح فرض قرار پائے گا۔ (۵)

۱۔ ابوداؤد: ۱۴۷ ۲۔ مسلم: ۶۳۴ ۳۔ طحاوی، ص ۳۷

۴۔ مسلم: ۶۳۶ ۵۔ فیوض الباری، ج ۱، ص ۳۶۵-۳۶۷

☆ حدیث بخاری میں سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے، وہ وضو میں سارے سر کے مسح کو واجب قرار دیتے ہیں، احناف کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ وہ حدیثیں جن میں سارے سر کے مسح کرنے کا ذکر ہے، یہ بطور استحباب ہے، اور ان میں وجوب میں کوئی دلالت نہیں ہے۔ بخاری شریف کی ہی تین احادیث میں ہے، احناف کی دلیل جن میں پیشانی کے مسح کرنے کا ذکر ہے۔ احناف کہتے ہیں: کہ وہ حدیثیں جن میں پیشانی پر مسح کرنے کا ذکر ہے، اس امر کی دلیل ہیں کہ وضو میں سر کے مسح کے متعلق مقدار مفروضہ پیشانی کا مسح (چوتھائی سر کا مسح) ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی سے زائد جو مسح فرمایا ہے، وہ بیان فضیلت کے لیے ہے۔

☆ یہاں یہ بات یاد رکھئے کہ حدیث اول میں فاقبل بہما وادبر کے لفظ آئے ہیں، تو یہ اقبال وادبار دو حرکتیں ہیں، دو مسح نہیں ہیں۔ یہ اقبال وادبار تو صرف اس لیے ہے، کہ پورے سر کا مسح ہو جائے۔ چنانچہ اسی باب میں امام بخاری نے عبداللہ بن زید سے جو دوسری روایت درج کی ہے، اس میں یہ لفظ بھی ہیں۔ فاقبل بہما وادبر مرہ واحده، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جس روایت میں (مسح مرتین) کے الفاظ آئے ہیں، اس میں تکرار فی مسح سے اقبال وادبار مراد ہے، نہ کہ تکرار مسح فافہم۔

☆ حدیث پنجم میں بھی احناف کی دلیل ہے۔ اس میں بھی یہ تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناصیہ یعنی چوتھائی سر کا مسح فرمایا۔ بعض علماء نے کہا کہ اس میں تو عمامہ پر مسح کا ذکر ہے، تو اب نئی کیفیت یہ پیدا ہوگئی، کہ اگر عمامہ باندھا ہو، تو اس کو اتارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسی صورت میں پیشانی پر مسح کر لیا جائے، اور عمامہ پر بھی ہاتھ پھیر لیا جائے، تاکہ پورے سر کا مسح ہو جائے۔ میں کہتا ہوں: کہ بات یہی قرار پائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے سر کا مسح فرمایا۔ ہاں نئی کیفیت یہ پیدا ہوئی کہ سر پر عمامہ ہو تو پیشانی پر مسح کر لیا جائے، اور باقی مسح پگڑی پر کر لیا جائے۔ جس کا نتیجہ بہر صورت یہی نکلا: کہ آپ نے پورے سر کا مسح فرمایا، تو احناف اس موقع پر بھی وہی جواب دیں گے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقط پیشانی کے مسح پر اکتفا فرمانا بھی تو ثابت ہے، جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مقدار مفروضہ پیشانی ہے، اور اس سے زائد کا مسح بطور استحباب کے ہے، غرضیکہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک وضو میں چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور سارے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔ (۱)

☆ پورے سر کا ایک بار مسح کرنا اور کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔ مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے: کہ انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے سوا، ایک ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کا سر، اور دوسرے ہاتھ کی تینوں انگلیوں کے سرے ملائے، اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدی تک اس طرح لے جائے کہ ہتھیلیاں سر سے جدار ہیں۔ وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتا ہو واپس لائے اور کلمہ کی انگلی کے پیٹ سے کان کے اندرونی حصہ کا مسح کرے۔ یہ طریقہ صحیح طور پر اس وقت سمجھ میں آتا ہے۔ جب کہ کسی عالم دین سے عملی طور پر اس کو سیکھ لیا جائے۔ کان کے ظاہر و باطن کے مسح سے متعلق چند حدیثیں یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اور کانوں کا مسح فرمایا۔

فمسح براسہ واذنیہ (۲)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں کانوں کا مسح کیا، دونوں شہادت کی انگلیوں سے کانوں کے اندرونی حصے اور دونوں انگوٹھوں سے بیرونی حصے کا مسح کیا، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کے بیرونی اور اندرونی حصے کا مسح فرمایا۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ أُذُنَيْهِ دَاخِلَهُمَا بِالسَّبَابَتَيْنِ، وَخَالَفَ إِبْهَامَيْهِ إِلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ، فَمَسَحَ ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا (۳)

۳۔ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے اس کو وضو کرنے کا طریقہ بتایا:
 وادخل اصبعیه السبابتین اذنیہ فمسح بابہا میہ ظاہر اذنیہ (اور بوقت مسح) اپنی دونوں انگشت شہادت کانوں کے سوراخوں
 میں داخل کیں، اور انگوٹھوں سے کانوں کے اوپر کا مسح فرمایا، اور
 انگشت شہادت سے کانوں کے اندر کا مسح کیا۔

☆ اسی مضمون کی حدیثیں ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد ابن حنبل میں بھی ہیں۔ ان حدیثوں سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:
 (۱) سر کا مسح ایک دفعہ کرنا ہی مسنون ہے۔

(۲) سر اور کانوں کا مسح ایک ہی پانی سے کیا جائے، کانوں کے مسح کے لیے دوبارہ ہاتھوں کو تر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳) کانوں کے ظاہر اور باطن کا مسح کرنا سنت ہے۔

(۴) کان کے اندر کا مسح انگشت شہادت سے کیا جائے اور کان کے ظاہر کا مسح انگوٹھوں سے کیا جائے۔

(۵) یہ بھی ثابت ہوا کہ کان سر کا حصہ قرار دیئے جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: الا ذنان من الراس، اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ جلیل القدر
 صحابہ کرام مثلاً سیدنا ابن عباس و ابن عمر و ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا: کان سر میں داخل ہیں اور سر کے مسح کے ساتھ کانوں کا بھی مسح کیا جائے۔

۵۔ خلاصہ:

- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے غالباً پورے سر کا مسح کرنا ہے۔
- ☆ سر کا مسح کرنا فرض ہے اور یہ قرآن مجید میں سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ سے ثابت ہے۔
- ☆ سر کے مسح کی مقدار میں اختلاف ہے کہ کتنے سر کا مسح کیا جائے۔
- ☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔
- ☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین بال پر کم از کم مسح کرنا واجب اور احناف کے نزدیک پیشانی کی مقدار، جو کہ چوتھائی سر کے برابر ہے،
 اس کے برابر مسح کرنا فرض ہے۔
- ☆ چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے، کیونکہ امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، امام طبرانی، ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی کی روایت کردہ احادیث
 مبارکہ میں پیشانی کی مقدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسح کرنے کی تصریح موجود ہے، اس طرح یہ حدیث مبارکہ قرآن مجید کے مجمل (مقدار)
 کی تفصیل ہے، اور موزوں کے مسح پر قیاس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

۸۲۔ باب عَدَدِ مَسْحِ الرَّأْسِ

سر پر مسح کتنی بار کیا جائے؟

اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد سر پر مسح کرنے کی تعداد کا بیان ہے، اور حدیث سے استدلال دو دفعہ سر کا مسح کرنا ہے، لیکن جمہور علماء کا موقف سر پر ایک دفعہ مسح کرنے کا ہے، خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نمبر بانوے تا اٹھانوے (۹۲-۹۸) جو روایت کی ہیں، ان میں سر پر ایک دفعہ مسح کرنے کا ذکر موجود ہے، پچھلے باب میں سر پر مسح کرنے کے طریقہ کا بیان تھا، اس باب میں مسح کی تعداد کا بیان ہے۔

۹۹۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الَّذِي أَرَى النَّدَاءَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن زید (جنہیں خواب میں اذان دکھلائی گئی تھی) سے روایت ہے: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ انور تین بار دھویا، دونوں ہاتھوں کو دو بار دھویا، دونوں پاؤں کو دو بار دھویا اور سر کا مسح دو بار کیا۔

۲۔ اطراف:

راجع: ۹۷

۲۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح دو بار کیا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے:

۱۔ محمد بن منصور: راجع: ۲۱۔ ۲۔ سفیان: راجع: ۱۔ ۳۔ عمرو بن یحییٰ: راجع: ۹۷۔

۴۔ یحییٰ المازنی: ایضاً ۵۔ عبداللہ بن زید: ایضاً

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ شاذ ضعیف ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے بیان میں حضرت سفیان بن عیینہ نے سند اور متن دونوں میں اکثر ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے، اس لیے اس حدیث مبارکہ کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو تسامح واقع ہوئے ہیں:

۱۔ سند میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ مراد ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب اذان نہیں ہیں، صاحب اذان حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ ضررجی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (۱)

۲۔ اکثر ثقہ رواۃ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح ایک دفعہ فرمایا، جیسا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث نمبر بانوے تا اٹھانوے (۹۲-۹۸) میں بھی صراحت موجود ہے۔ اس لیے یہ حدیث مبارکہ شاذ ضعیف ہے۔

۱۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۵۸۱

۵۔ لغات:

اری: اسے دکھلانی گئی، اسے سنائی گئی، مراد ہے خواب میں البداء: اذان

۶۔ خلاصہ:

- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال یہ ہے کہ سر کا مسح دو بار کرنا سنت ہے۔
- ☆ احادیث صحیحہ سے سر کا مسح ایک دفعہ کرنا ثابت ہے، اس لیے سر کا مسح ایک دفعہ کرنا ہی سنت ہے، جیسا کہ موزوں کا مسح ہے۔
- ☆ سر کے دو دفعہ مسح کرنے کو آئمہ اربعہ میں سے کسی بھی امام نے اختیار نہیں کیا۔

۸۳۔ باب مَسْحِ الْمَرْأَةِ رَأْسَهَا

عورت کے لیے اپنے سر کا مسح کرنا

اس باب میں عورت کے لیے سر پر مسح کرنے کا بیان ہے، جبکہ پچھلے باب میں مسح کرنے کی تعداد کا بیان تھا۔

۱۰۰۔ أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ جُعَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي ذُنَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ سَالِمُ سَبْلَانَ قَالَ: وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَعْجِبُ بِأَمَانَتِهِ وَتَسْتَأْجِرُهُ فَأَرْتَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَمَتَمَّضَتْ وَأَسْتَنْشَرْتُ ثَلَاثًا، وَغَسَلْتُ وَجْهَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلْتُ يَدَهَا الْيُمْنَى ثَلَاثًا وَالْيُسْرَى ثَلَاثًا، وَوَضَعْتُ يَدَهَا فِي مُقَدِّمِ رَأْسِهَا، ثُمَّ مَسَحْتُ رَأْسَهَا مَسْحَةً وَاحِدَةً إِلَى مُؤَخَّرِهِ، ثُمَّ أَمَرْتُ يَدَهَا بِأَذْنِهَا، ثُمَّ مَرَّتْ عَلَيَّ الْخُدَيْيْنِ قَالَ سَالِمٌ: كُنْتُ آتِيهَا مُكَاتِبًا مَا تَخْتَفِي مِنِّي، فَتَجَلَّسُ بَيْنَ يَدَيَّ وَتَتَحَدَّثُ مَعِيَ حَتَّى جَنَّتْهَا ذَاتَ يَوْمٍ فَقُلْتُ: ادْعِي لِي بِالْبَرَكَةِ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَتْ: وَمَا ذَاكَ؟ قُلْتُ: أَعْتَقَنِي اللَّهُ. قَالَتْ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَأَرَحْتَ الْحِجَابَ دُونِي، فَلَمْ أَرَهَا بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْمِ

حضرت ابو عبد اللہ سالم سبلان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایمانداری کو پسند فرماتی تھیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اجرت پر کام کرواتی تھیں): حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو کر کے دکھلایا: آپ رضی اللہ عنہا نے تین دفعہ کلی کی اور ناک سنکا، تین دفعہ چہرہ مبارک دھویا، پھر تین دفعہ دایاں اور تین دفعہ بائیں ہاتھ دھویا، پھر اپنا ہاتھ سر کے اگلے حصہ پر رکھا، اور پیچھے تک پورے سر کا ایک دفعہ مسح کیا، پھر دونوں ہاتھ دونوں کانوں پر پھیرے، پھر دونوں رخساروں پر پھیرے۔ حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب میں مکاتب (غلام) تھا، تو آپ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضری دیتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہا پردہ نہ فرماتی تھیں، بلکہ میرے سامنے بیٹھ کر گفتگو فرماتی تھیں، یہاں تک کہ ایک دن میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی، اے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا! میرے لیے برکت کی دعا فرما دیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مجھے آزاد فرما دیا ہے، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ تجھے برکت عطا فرمائے، اور فوراً میرے سامنے پردہ لٹکا دیا، اس دن کے بعد میں نے آپ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا۔

۱۔ اطراف:

احمد: ۲۲۸۶۷، السنن الکبریٰ: ۱۰۴، تحفۃ الاشراف: ۲۶۰۹۳

۲۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے:
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ہاتھ سر کے اگلے حصہ پر رکھا اور پیچھے تک پورے سر کا مسح کیا۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات گزر چکے ہیں اور باقی کے حالات درج ذیل

ہیں:

۱۔ الحسین بن حریث:

آپ کا نام ابوعمار حسین بن حریث بن حسین بن ثابت بن قطبہ خزاعی مروزی (م: ۲۴۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام ابن ماجہ کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ الفضل بن موسیٰ:

آپ کا نام ابو عبد اللہ فضل بن موسیٰ سینانی مروزی مولیٰ بنی قطیبہ (م: ۱۹۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، صدوق، صالح راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ سعید بن عبد الرحمن:

آپ کا نام سعید بن عبد الرحمن بن اوس کندی مدنی (م: ۱۴۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، امام ابن ماجہ کے علاوہ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۴۔ ابو عبد اللہ سالم بن سلمان:

آپ کا نام ابو عبد اللہ سالم بن عبد اللہ سلمان نصری مدنی (م: ۱۰۰ھ) ہے، آپ قبیلہ نصر، مالک بن اوس، اوس، مہری، شداد اور دوسی کے غلام رہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، صدوق، شیخ، تابعی راوی ہیں۔ امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)

۵۔ عائشہ: راجع: ۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، بعض نے عبد الملک بن مروان کی وجہ سے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

۱۔	تہذیب الکمال، ج ۶، ص ۳۵۸	۱۱۔	الثقات، ج ۸، ص ۱۸۷
۲۔	تاریخ الدور، ج ۲، ص ۴۷۵	۱۲۔	التاریخ الصغیر، ج ۲، ص ۲۶۸
۳۔	الجرح والتعديل، ج ۲، ص ۵۲۹	۱۳۔	تقريب التہذیب، ج ۱، ص ۴۸۳
۴۔	تاریخ الثقات، ص ۱۷۳	۱۴۔	الجرح والتعديل، ج ۲، ص ۱۸۴

۵۔ خصوصیاتِ سند:

- ☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ تینتالیسویں (۲۳) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ عبد الملک بن مردان کو ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صدوق اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔
- ☆ سند کے پہلے دور راوی مروزی اور باقی مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکشورین سبعہ میں سے ہے، جن سے بائیس سو دس (۲۲۱۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر تین دفعہ جبکہ حدیثنا عنعنہ اور قال ایک ایک دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

- تستعجب بامانتہ: ان کی ایمانداری کو پسند فرماتی تھیں
- مقدم راسھا: ان کی سر کا اگلا حصہ
- الخدین: دونوں رخسار، دونوں گال
- مکاتب: اس غلام کو کہتے ہیں، جس کو مالک کچھ رقم کے عوض آزاد کرنے کا لکھ دے
- تستأجرہ: آپ رضی اللہ عنہا ان سے اجرت پر کام کرواتی تھیں
- مسحۃ واحدة: ایک دفعہ مسح
- ارخت الحجاب: آپ رضی اللہ عنہا نے پردہ لٹکا دیا۔

۷۔ مسائل و نصاب:

- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رخساروں پر ہاتھ ملنا بطور مسح نہ تھا، بلکہ یا تو پانی پونچھنے کے لیے تھا، یا ویسے ہی خالی ہاتھ پھیرا جاتا ہے۔ (۱)
- ☆ راوی کا نام سالم، سبلان ان کا لقب اور ابو عبد اللہ ان کی کنیت ہے۔ یہ غلام تھے، بعد میں آزاد ہوئے۔
- ☆ مکاتب: اس غلام کو کہا جاتا ہے جو اپنا معاوضہ ادا کرنے کا معاہدہ، اپنے مالک سے کر لے۔ ایسا غلام جب تک معاوضہ ادا نہ کر دے، وہ اس مالک کا غلام ہی رہتا ہے۔ چونکہ غلاموں سے پردہ ضروری نہیں، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سالم سے بے حجاب بات کرنا قابل اعتراض نہیں (اسی طرح لونڈیوں پر بھی پردہ واجب نہیں)، جو نبی سالم آزاد ہوا، آپ نے ان سے فوراً پردہ کر لیا۔
- ☆ مذکورہ روایت قابل حجت ہے، اگرچہ عمومی روایات میں مسح کا یہ طریقہ منقول نہیں، لیکن چونکہ یہ طریقہ بھی مستند ذریعے سے ثابت ہے، اس لیے انسان کبھی کبھار اس سنت مسح کو بھی اختیار کر سکتا ہے۔
- ☆ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تبویب سے یوں لگتا ہے کہ وہ اس انداز مسح کو صرف عورت کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں، لیکن مسائل کے سوال اور اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وضو کر کے دکھانا، اور پھر اس مسح کے طریقے کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ طریقہ مرد و عورت سب کے لیے یکساں قابل عمل ہے۔ عورت کی تخصیص مرجوح ہے۔ (۲)
- ☆ اس حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ سر کا مسح ایک ہی دفعہ کرنا سنت ہے۔

☆ عورتوں کا مردوں کو تعلیم دینا جائز ہے، اس کے لیے بچے اور غلام کو بغیر پردہ بھی تعلیم دینا جائز ہے، البتہ بالغ غیر محرم کے لیے باپردہ ہونا ضروری ہے۔

☆ مکاتب کا آزاد اجنبی عورتوں کو دیکھنا جائز ہے۔ (۱)

۸۔ خلاصہ:

☆ اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ انداز مسح عورتوں کے ساتھ خاص ہے، اور عورتوں کو اسی طریقہ پر مسح کرنا چاہیے۔

☆ عورتوں کا مردوں کو تعلیم دینا جائز ہے، البتہ بچے اور غلام کو بلا حجاب، جبکہ بالغوں کو باحجاب جائز ہے۔

☆ اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونا سنت ہے۔

☆ پورے سر اور کانوں کا مسح ایک دفعہ کرنا سنت ہے۔

☆ امانتداری کی قدر کرنی چاہیے اور اپنے کام کا جمانتدار لوگوں سے کروانے چاہیے۔

☆ دونوں کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رخساروں پر ہاتھ پھیرنا بطور مسح کے نہ تھا، بلکہ پانی پونچھنے کے لیے تھا، کیونکہ وضو کے باب میں جتنی

احادیث مروی ہیں، ان میں سے کسی میں بھی رخساروں کے مسح کا ذکر نہیں ہے۔

☆ عورت کے لیے غلام اور بچے سے پردہ لازم نہیں ہے۔

☆ بزرگوں، علماء اور صلحاء سے برکت کی دعا کروانا پسندیدہ امر ہے۔

☆ بالغ غیر محرم سے ہر مسلمان عورت پر پردہ کرنا لازم ہے۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى اله واصحابه اجمعين۔

محمد کریم خان عفی عنہ

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ / ۲۱ اپریل ۲۰۱۴ء

بروز سوموار ۱۵:۱۲ بجے دن۔

جامعہ علمیہ، جامع مسجد حنفیہ انوار مدینہ، ونڈسر پارک، اچھرہ، لاہور

اطراف الحدیث

اطراف الحديث

٤١٣	أتى النبي ﷺ الغائط...
٥٤٨، ٥٤٦	أتى سباطة قوم فبال قائميا...
٩٦٥	أتينا علي بن أبي طالب رضي الله عنه وقد صلى...
٥٢٣	أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى...
٥٦٤	إذا أتى أحدكم الغائط...
٩٣٩، ٤٢٢	إذا استجمرت فأوتر...
٤٩٩	إذا استفتح الصلاة سكت هنيهة...
٩٥١، ٢٥٣	إذا استيقظ أحدكم من منامه...
٥٤١	إذا بال أحدكم...
٤٣٣	إذا دخل الخلاء أحمل أنا...
٥٥٠	إذا دخل الخلاء قال: اللهم...
٥٤٣	إذا دخل أحدكم الخلاء...
٢٩١	إذا دخل بيته...
٤٢٠	إذا شرب أحدكم فلا يتنفس...
٨١٨	إذا شرب الكلب...
٤٥٣	إذا كان الماء قلتين...
٨٣٢، ٨٢٨، ٨١٩	إذا ولغ الكلب في إناء...
٩٢٢	إذا توضأ أحدكم...
٥٥٣	إذا ذهب أحدكم إلى الغائط...
٩٢٥	أسبغ الوضوء، وبالغ...
٢٤٦	السواك مطهرة للفم مرضاة للرب...
٣٦٦	إقبلت إلى النبي ﷺ ومعي رجلان...
٩٠٦	ألا أخبركم بوضوء رسول الله ﷺ...
٨٣٦	إن الله ورسوله ينهاكم عن لحوم الحمر...
٨٦٣	أن النبي ﷺ توضأ فأتى بماء...

٤٨٦	إِنَّا نَرَكِبُ الْبَحْرَ...
٨٦٨	إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَإِنَّمَا لِأَمْرٍ...
٦٩٤	إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ...
٨٥٨	أَنهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ مَعَهُ...
٩٥٥	أَنَّهُ دَعَا بِوَضُوءٍ، فَتَمَضَّمَصَ...
٦٨٨	أَنَّهُ سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَبُولُ...
٦١٢	أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ لَقَدْ دَعَا بِالطُّسْتِ...
٥٣٤	أَتَيْتَنِي بِوَضُوءٍ، فَاتَيْتَهُ بِوَضُوءٍ...
٤٦٨، ٤٦٤	بِالْأَعْرَابِيِّ فِي الْمَسْجِدِ...
٩٠٩	تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا...
٩٩١	تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا...
٤٣٤	تَوَضَّأَ، فَلَمَّا اسْتَنْجَى...
٨٩٨	تَوَضَّأُوا بِسْمِ اللَّهِ...
٩٦٩، ٩٦٤	ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فِي تَوْرِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا...
٥٣٥	خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْخَلَاءِ...
٥٨٣	خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَفِي يَدِهِ...
٥١٠، ٥٠٠	خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ...
٣٦٣	دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَسْتَنُّ...
٩٤١	دَعَانِي أَبِي عَلِيٌّ بِوَضُوءٍ، فَقَرَّبْتَهُ لَهُ...
٤٦٦	دَعْوَةٌ لَا تَزْرُمُوهَ. فَلَمَّا فَرَّغَ دَعَا بِدَلْوٍ...
٤٦٩	دَعْوَةٌ وَأَهْرَبُوا عَلَيَّ بِوَلِيٍّ دَلْوٍ مِنْ...
٩٢٥	رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَوَكَّفَ ثَلَاثًا...
٨٩٠	رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ...
٩٤٤	رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ...
٩٠٢	سَكَبْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِينَ تَوَضَّأَ...
٨٩٢	فَأَتَى بِتَوْرِ فَأَدْخَلَ يَدَهُ...

٩٣٨، ٩٣٢	فَأَقْرَعْ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا فغسلهما...
٥٢٨	فَرَأَيْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى لَبْنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلٍ ...
٨٣٨	فَجَاءَتْكَ هَرَّةٌ فَشَرِبَتْ مِنْهُ ...
٣٩٣	الْفِطْرَةَ خَمْسَ الْأَحْتِمَانِ وَالِاسْتِحْدَادِ ...
٥١٢	الْفِطْرَةَ بِمِصْرٍ الْأَضْفَارِ ...
٣٨٠	قَدْ أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السُّوَالِكِ ...
٣٥٨	كَانَ إِذَا رَسُوهُ اللَّهُ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ ...
٨٦١	كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِمَكْوَكٍ ...
٨٥٥	كَانَ الرَّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّأُونَ ...
٦٠٦	كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ قَدْحٌ مِنْ عَيْدَانٍ ...
٩١٢	كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ ...
٥٣٣	كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ...
٨٥٣	كُنْتُ أَنْعَرِقُ الْعَرَقَ فَيَضَعُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ...
٤٥٠	كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَاتَى الْخَلَاءَ ...
٩٩٢	كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ ...
٥٥٨	لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا ...
٤٨٠، ٤٤٨	لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ...
٦٤٣	لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحْبِهِ ...
٦١٨	لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي جُحْرِ ...
٨٠٨	اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ ...
٣٨٣	لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي بِالسُّوَالِكِ عِنْدِي ...
٦٤٨	مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَبُولُ ...
٥٩٠	مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى قَبْرَيْنِ ...
٤٣٨	مَرْنِ أَرْوَاجِكُمْ أَنْ يَسْتَطِيبُوا ...
٥٤٩	مَشَى إِلَى سِبَاطَةِ قَوْمٍ، فَبَالَ ...
٩٣٨	مَنْ تَوَضَّأَ فَلَيْسَتْ تَنْثُرُ ...

٥٨٠	مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ قَائِمًا...
٥١٦	مَنْ لَمْ يَأْخُذْ شَارِبُهُ ...
٤٠٠	نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ ...
٤٣٥	نَهَانَا أَنْ يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا ...
٤٣٣	نَهَى أَنْ يَتَنَفَسَ فِي الْإِنَاءِ ...
٦٩٢	نَهَى أَنْ يَسْتَطِيبَ أَحَدُكُمْ ...
٦٦٦	نَهَى عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ ...
٥٢٠	وَقَتَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي قَعِّ الشَّارِبِ ...
٩٨٣، ٩٤٩	هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِينِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ...
٨١٥	يُصَلِّي عَلَى مَيِّتٍ ...

اشاریہ اسماء و رجال

اشاریہ اسماء رجال (جلد اول)

۷۵۱	ابان بن عبداللہ:
۹۷۲، ۸۲۱، ۸۱۹، ۸۹۲، ۷۳۵، ۶۱۳	ابراہیم:
۷۵۱، ۷۲۸	ابراہیم بن جریر:
۹۵۲	ابن ابی حازم:
۹۸۰، ۸۶۹، ۸۵۵، ۵۵۳	ابن القاسم:
۶۷۴	ابن المبارک:
۹۲۶	ابن اوس بن ابی اوس:
۹۷۲، ۶۰۶، ۸۲۱، ۸۲۰	ابن جریج:
۹۰۳، ۸۵۸، ۶۹۳، ۵۶۷، ۴۹۵	ابن شہاب:
۹۰۷، ۵۹۱	ابن عباس:
۵۲۳، ۸۵۵، ۵۱۳	ابن عمر:
۶۱۳، ۹۱۳	ابن عون:
۹۰۳، ۶۹۳، ۵۲۹، ۵۱۲	ابن وہب:
۹۴۸	ابو ادريس الخولانی:
۷۵۵	ابو اسامہ:
۹۷۸، ۷۱۵	ابو اسحق:
۵۷۱	ابو اسماعیل:
۹۷۷	ابو الاحوص:
۸۳۳	ابو التیاح:
۶۶۷	ابو الزبیر:
۹۳۳، ۸۱۸	ابو الزناد:
۵۶۸، ۵۵۹، ۵۵۵	ابو ایوب الانصاری:
۴۶۷، ۴۶۳	ابو بردة:
۵۸۵	ابو بکر بن ابی شیبہ:
۶۹۳	ابو عثمان بن سہ الخزاعی:

۷۲۷	ابوحازم:
۹۷۷	ابوحیة:
۵۳۵	ابوجعفر النخعی:
۸۲۹	ابورزین:
۸۰۰، ۷۲۸	ابوزرعة:
۳۵۵، ۸۲۱، ۵۳۸	ابوسلمة:
۸۲۹، ۶۹۸	ابوصالح:
۹۹۳، ۵۳۹	ابوعبدالله سالم سلان:
۷۶۸، ۷۱۵	ابوعبیده:
۵۲۱	ابوعمران الجونی:
۹۶۵، ۷۳۹	ابوعولمة:
۷۳۳، ۷۳۱، ۵۷۸، ۵۷۲	ابوقادة:
۷۰۱، ۵۸۵	ابومحاربة:
۳۶۳، ۳۶۷	ابوموسی:
۷۱۵	ابونعیم:
۹۳۳، ۵۱۰، ۸۲۹، ۸۲۱، ۸۲۰، ۸۱۸، ۸۰۰، ۷۸۷، ۷۸۰، ۷۷۹، ۷۷۱، ۷۶۸، ۶۹۸، ۳۸۳	ابوهريرة:
۳۵۵، ۵۰۱، ۳۹۵، ۹۵۲	
۳۷۷	ابی عبداللہ بن محمد:
۵۷۷، ۳۵۹	ابی وائل:
۷۵۱	احمد بن الصباح:
۷۱۳	احمد بن سلیمان:
۳۶۳	احمد بن عبدة:
۶۹۲	احمد بن عمرو:
۹۳۸	احمد بن محمد:
۶۱۳	انزهر:
۸۹۱، ۵۵۵، ۸۳۹	اسحاق بن عبداللہ:

٨٩٨، ٨٩٢، ٨٠٨، ٤٤٩، ٤٣٥، ٤٢٢، ٤٠١، ٣٥٨، ٩٣٦، ٤٠١، ٥٥٠، ٥٣٣

اسحاق بن ابراهيم:

٩٢٨

اسحاق بن منصور:

٤٨٠، ٥٣٤، ٥٥٠

اسماعيل:

٩٣٦

اسماعيل بن كثير:

٤٣١

اسماعيل بن مسعود:

٦١٣

الاسود:

٦٤٣

الاشعث بن عبد الله:

٩٢٣، ٢٨٢، ٨١٨

الاعرج:

٨٩٢، ٨٢٩، ٤٣٥، ٤٠١، ٥٣٣، ٥٩٠، ٥٨٢

الاعمش:

٨٩٨، ٨٩١، ٨٦٢، ٨٣٦، ٤٦٩، ٤٦٨، ٤٦٤

انس:

٤٣٥، ٢٨١، ٥٢١، ٥٥٠

انس بن مالك:

٨٢٦، ٤٢٢

ايوب:

٦٠٦

ايوب بن محمد الوزان:

٩١٣

بشر بن المفصل:

٥٤٩

بهر:

٨٢٠، ٨٩٨، ٤٦٦

ثابت:

٩٢٦، ٨٩٣، ٦٦٤

جابر:

٨١٦

جبير بن نفير:

٤٩٩، ٤٥١، ٨٠٨، ٤٢٢، ٣٥٨

جرير:

٥٤٤، ٥٢١

جعفر بن سليمان:

٩٩٣، ٥٣٩

جعيد بن عبد الرحمن:

٥٣٥

الحارث بن فضيل:

٥٥٣، ٥١٢، ٩٤٩، ٩٠٣، ٨٦٩، ٨٥٥، ٣٩٥

الحارث بن مسكين:

٥١٤، ٨٦٣

حبيب:

٩٤٢، ٨٢١، ٨٢٠، ٦٠٦

حجاج:

٥٣٢، ٥٤٤، ٣٥٩

حذيفة:

۶۸۹،۶۷۵	الحسن:
۷۵۴،۵۳۹،۹۹۳	الحسین بن حریش:
۹۵۵،۹۷۲	الحسین بن علی:
۹۳۳	الحسین بن عیسیٰ:
۶۸۹	هشین:
۴۶۳،۹۵۰،۸۶۹،۷۶۶	حماد:
۹۳۹،۹۳۲	حمران بن ابان:
۴۶۷	حمید بن ہلال:
۴۸۰،۹۷۰،۹۲۶،۴۷۷	حمید بن مسعد:
۵۱۲	حنظلة بن ابی سفیان:
۸۳۳،۷۴۱	خالد:
۹۷۰،۹۶۸،۹۶۵،۹۵۶	خالد بن علقمة:
۷۷۹	خلاس:
۵۵۵	رافع بن اسحاق:
۹۵۶	زائدة:
۷۱۵	زہیر:
۵۵۹،۵۱۰،۹۳۹،۹۳۲،۷۷۱،۴۵۵،۵۰۱	الزہری:
۸۲۱،۸۲۰	زیاد بن سعد:
۵۸۵	زید بن وہب:
۵۱۷	زید بن ارقم:
۹۰۷	زید بن اسلم:
۶۷۸	زید بن الحباب:
۸۹۳	سالم بن ابی جعد:
۶۸۹	سعید:
۵۱۰،۵۰۱،۴۹۵	سعید بن المسیب:
۷۸۶	سعید بن سلمہ:

۸۳۶، ۷۳۵، ۵۱۰، ۹۰۷، ۸۹۲، ۸۵۳، ۴۵۴، ۶۷۹، ۹۲۶، ۹۹۱، ۹۳۶، ۹۳۳، ۵۳۷

سفیان:

۷۳۵

سلمان:

۷۰۱

سلمان فارسی:

۹۵۰، ۷۲۲

سلمہ بن قیس:

۹۰۳

سلیمان بن داؤد:

۵۷۹، ۵۷۹

سلیمان بن عبید اللہ:

۹۶۸، ۹۳۲، ۹۰۹، ۷۶۹

سوید بن نصر:

۹۲، ۸۵۳، ۵۸۱

شرح:

۵۸۰، ۷۳۷

شریک:

۹۷۰، ۹۲۶، ۸۶۳، ۸۶۲، ۸۳۳، ۷۳۵، ۵۷۹، ۵۷۸، ۵۷۷

شعبۃ:

۹۳۸، ۹۳۹

شعیب بن ابی حمزہ:

۴۸۰

شعیب بن حجاب:

۷۵۱

شعیب بن حرب:

۷۳۵

شعیب بن یوسف:

۵۴۳

شقیق:

۹۷۲

شیبۃ:

۷۸۶

صفوان بن سلیم:

۶۷۹

الضحاک بن عثمان:

۵۹۱

طاؤس:

۹۱۳

عامر الشعمی:

۹۳۶

عاصم بن لقیط:

۸۵۸، ۴۹۲، ۹۹۳، ۸۵۳، ۷۲۸، ۶۱۳، ۵۸۱، ۵۳۹، ۴۷۷

عائشۃ:

۸۶۳

عباد بن تمیم:

۹۰۳

عباد بن زیاد:

۴۷۷، ۹۳۸، ۸۵۳

عبدالرحمن:

۷۷۰

عبدالرحمن بن ابراہیم:

۵۳۶	عبدالرحمن بن ابی قراد:
۷۴۵	عبدالرحمن بن مہدی:
۷۴۵، ۷۰۱	عبدالرحمن بن یزید:
۸۹۸، ۸۹۲	عبدالرزاق:
۷۴۳، ۹۸۰، ۹۳۲	عبداللہ:
۷۴۳، ۷۴۱، ۶۸۹، ۵۷۸، ۵۷۲	عبداللہ بن ابی قتادہ:
۹۶۸، ۹۰۹	عبداللہ بن المبارک:
۹۹۱، ۹۸۴، ۵۴۷	عبداللہ بن زید:
۶۱۹	عبداللہ بن سر جس:
۸۶۲، ۷۶۹، ۷۵۵	عبداللہ بن عبداللہ:
۷۵۵، ۶۷۹، ۵۶۹	عبداللہ بن عمر:
۸۹۳، ۶۹۳	عبداللہ بن مسعود:
۹۳۲، ۸۳۳، ۶۷۵	عبداللہ بن مغفل:
۵۵۰، ۷۲۷	عبدالعزیز:
۵۸۳	عبدالواحد بن زیاد:
۴۸۰	عبدالوارث:
۷۴۳	عبدالوہاب:
۹۷۰، ۹۶۸، ۹۶۵، ۹۵۶	عبدخیر:
۵۱۶، ۵۲۳	عبید اللہ:
۶۱۸، ۵۲۳	عبید اللہ بن سعید:
۷۷۱	عبید اللہ بن عبداللہ:
۹۸۳	عتبہ بن عبداللہ:
۹۳۸، ۹۳۹	عثمان بن سعید:
۹۳۹، ۹۳۲	عثمان بن عفان:
۹۱۳، ۹۰۳، ۸۵۸، ۷۲۸	عردہ:
۷۳۵	عطاء بن ابی میمونہ:

۹۳۲،۹۳۹،۹۳۹،۵۶۸،۵۵۹	عطاء بن یزید:
۸۶۹،۸۹۲	علقمة:
۹۷۸،۹۷۰،۹۶۸،۹۶۵،۹۵۶	علی:
۹۷۲	علی بن الحسین:
۸۲۹،۷۹۹،۶۷۲،۵۸۰،۵۱۶،۵۳۷	علی بن حجر:
۴۹۲	علی بن خشرم:
۸۲۹	علی بن مسهر:
۸۶۹	عمر بن الخطاب:
۷۷۰	عمر بن عبدالواحد:
۴۸۰	عمران بن موسیٰ:
۹۰۳	عمر و بن الحارث:
۵۳۵،۹۷۰،۸۶۲،۸۵۳،۷۴۵،۶۱۲،۴۶۶	عمر و بن علی:
۹۸۰،۹۹۱،۹۸۲،۵۳۷	عمر و بن یحییٰ:
۸۱۶،۷۷۹	عوف:
۹۵۲	عیسیٰ بن طلحة:
۵۳۳،۷۷۹،۶۹۳،۴۹۲	عیسیٰ بن یونس:
۵۶۷	غندر:
۴۶۳	غیلان بن جریر:
۹۹۳،۵۳۹	الفضل بن موسیٰ:
۶۷۹	قبیصة:
۸۹۸،۸۳۹،۶۱۹	قناده:
۹۶۵،۹۵۰،۹۴۸،۸۹۱،۸۳۹،۸۱۸،۷۸۷،۷۶۸،۷۶۶،۵۶۹،۵۲۰	قتیبة:
۸۵۸،۴۵۲،۷۲۷،۶۶۷،۴۵۸،۹۷۷،۹۳۵،۴۸۴	قتیبة بن سعید:
۴۶۷	قرّة بن خالد:
۶۹۸	الققعقاع:
۸۳۹	کبشة بنت کعب:

۹۳۶	لقیط بن صبرة:
۸۵۸،۶۶۷	الیث:
۵۶۹،۵۵۵،۹۸۳،۹۳۸،۹۰۳،۸۹۱،۸۶۹،۸۵۵،۸۳۹،۸۱۸،۷۸۶،۶۸۳	مالک:
۵۹۰	مجاہد:
۷۷۹،۸۶۳،۸۳۶،۵۷۸	محمد:
۹۱۳،۸۶۹	محمد بن ابراہیم:
۹۰۷	محمد بن الحنفی:
۷۷۰	محمد بن الولید:
۸۶۳،۵۷۸	محمد بن بشار:
۷۵۵	محمد بن جعفر:
۹۵۲	محمد بن زبور:
۹۷۹،۵۵۳	محمد بن سلمہ:
۹۱۳،۷۸۰	محمد بن سیرین:
۴۷۷،۹۵۲،۸۳۳،۵۰۱	محمد بن عبدالاعلی:
۸۶۹،۷۳۷،۸۳۶،۵۱۰	محمد بن عبداللہ:
۶۹۸	محمد بن عجلان:
۹۷۲	محمد بن علی:
۵۳۷	محمد بن عمرو:
۹۳۳،۵۷۹،۵۷۸،۵۵۸،۹۹۱،۵۳۷	محمد بن منصور:
۵۶۹	محمد بن یحییٰ:
۶۷۸	محمود بن غیلان:
۵۸۳	مسدد:
۴۹۲	مسعر:
۷۲۸	مسلم بن قرط:
۸۳۳	مطرف:
۹۱۰	المطلب بن عبداللہ:

۶۸۸	معاذ بن معاذ:
۶۱۹، ۶۱۸	معاذ بن هشام:
۸۱۶	معاویہ بن صالح:
۵۰۱	المعتمر:
۷۸۷	المغیرة بن ابی بردة:
۹۱۳، ۹۰۴، ۵۳۸	المغیرة بن شعبه:
۹۳۲، ۸۹۸، ۶۷۲، ۵۶۷، ۵۰۱	معمر:
۸۵۵	معن:
۸۵۳، ۵۸۱، ۴۹۲	المقدام:
۹۵۰، ۷۲۵، ۷۲۲، ۴۵۹	منصور:
۹۵۵	موسیٰ بن عبدالرحمن:
۵۷۷	مؤمل بن هشام:
۶۸۹	المہاجر بن قنفذ:
۷۳۵	النضر:
۹۲۶	النعمان بن سالم:
۷۵۵	الولید بن کثیر:
۸۵۵، ۵۲۳، ۶۷۹، ۵۱۳	نافع:
۵۶۹	واسع بن حبان:
۹۳۶، ۷۲۷، ۵۹۰، ۵۷۳	وکیع:
۸۵۵، ۸۱۵	ہارون بن عبداللہ:
۸۰۸، ۷۴۱، ۵۷۳	ہشام:
۸۲۱	ہلال بن اسامة:
۹۵۰، ۷۲۲	ہلال بن یساف:
۷۵۲، ۵۷۳، ۵۹۰، ۵۸۵	ہناد بن السری:
۹۰۷، ۸۶۲، ۷۶۸	یحییٰ:
۷۲۲، ۷۴۱، ۵۷۸، ۵۷۱	یحییٰ بن ابی کثیر:

۹۸۰،۹۹۱،۹۸۳،۵۳۷	یحییٰ المازنی:
۸۶۹	یحییٰ بن حبیب:
۵۷۱	یحییٰ بن درست:
۵۳۵،۸۶۹،۵۲۳،۵۶۹،۶۹۸،۴۶۶	یحییٰ بن سعید:
۹۳۵	یحییٰ بن سلیم:
۷۸۰	یحییٰ بن عتیق:
۹۷۰،۴۷۷	یزید بن زریخ:
۹۵۲	یزید بن عبداللہ:
۷۸۰،۶۹۸،۵۶۷	یعقوب بن ابراہیم:
۵۱۶	یوسف بن صہیب:
۹۰۳،۴۹۵	یونس:
۸۶۳	ام عمارۃ:
۶۰۷	امیمة بنت رقیقۃ:
۶۰۷	حکیمہ بنت امیمة:
۵۳۶،۷۹۹	عمارۃ:
۸۳۹	حمیدہ بنت عبید بن رفاعۃ:

مصادر و مراجع

مصادر ومراجع

قرآن حکیم

- ۱- ابراهیم بن عمر، ابوالحسن، بقاعی، علامة، نظم الدرر فی تناسب الایات والسور، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۵ھ
- ۲- ابراهیم بن محمد، ابوالفتح، الزجاج، امام، معانی القرآن واعرابه، عالم الکتب، بیروت، ط ۱۳۰۵ھ
- ۳- ابن ابوحاتم، عبدالرحمن، ابومحمد رازی، الجرح والتعديل، مطبوعه مجلس دائره المعارف العثمانیة، حیدرآباد، ط ۱۹۵۲
- ۴- ایضاً، المرانی، مطبوعه موسسة الرساله، بیروت، ط ۱۹۸۲
- ۵- ابن اثیر، عزالدین علی بن محمد، ابوالحسن الجزری، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابة، مطبوعه دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ط ۱۳۲۳ھ/۲۰۰۳ء
- ۶- ایضاً، الکامل فی التاریخ، دارالکتب العربی، بیروت، ط ۱۳۰۰ھ
- ۷- ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن محمد، ابوبکر، الاشراف علی مناقب الاشراف، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۲ھ
- ۸- ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن محمد، ابی بکر، التواضع والنحول لابن ابی الدنیا، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۰۹ھ
- ۹- ابن ابی الدنیا، ضوء الشموع شرح کتاب الجوع، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ط ۱۳۲۶ھ
- ۱۰- ابن ابی شامہ، عبدالرحمن، ابومحمد، شهاب الدین، کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، دارالریة، الریاض، ط ۱۳۱۰ھ
- ۱۱- ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، ابوبکر، امام، المصنف، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۶ھ
- ۱۲- ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، امام، ابوبکر، المسند، دارالوطن، بیروت، ط ۱۳۱۸ھ
- ۱۳- ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، ابوبکر، حافظ، کتاب الایمان، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۱۳۰۳ھ
- ۱۴- ابن بطلال، علی بن خلف، ابوالحسن قرطبی، شرح ابن بطلال علی صحیح البخاری، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ط ۱۳۲۳ھ/۲۰۰۳ء
- ۱۵- ابن اثیر جزری، علی بن محمد، ابوالحسن، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابة، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۳۱۷ھ
- ۱۶- ابن اثیر جزری، علی بن محمد، ابوالحسن، عزالدین، الکامل فی التاریخ، بیت الافکار الدولیة، الاردن۔
- ۱۷- ابن اثیر جزری، محمود، النہایۃ فی غریب الحدیث، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۸ھ
- ۱۸- ابن اسحاق، محمد، ابن یسار، کتاب المبدأ والمبعث والمغازی (سیرة)، (تحقیق، ڈاکٹر حمید اللہ)، دارالنفائس، لاہور، پاکستان، ط ۱۳۲۶ھ/۲۰۰۵ء
- ۱۹- ابن تیمیہ، احمد، عبداللہ، مقدمۃ فی اصول التفسیر، دارالقرآن الکریم، لاہور، ط ۱۹۷۱ء
- ۲۰- ابن تیمیہ، احمد بن عبداللہ، الصارم المسلمون علی شاتم الرسول، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۱۳۱۲ھ
- ۲۱- ابن تیمیہ، احمد بن عبداللہ، الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان، مطبوعه دار ابن حزم بیروت، ط ۱۳۲۳ھ
- ۲۲- ابن تیمیہ، احمد بن عبداللہ، ابوالعباس، مجموعۃ الفتاوی: دار ابن حزم، بیروت، الطبعة ط ۱۳۲۲ھ
- ۲۳- ابن جوزی، عبدالرحمان بن علی، المنتظم، دارالفکر، بیروت، لبنان، ط ۱۳۱۵ھ
- ۲۴- ایضاً، کشف المشکل، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ط ۱۳۲۳ھ

- ٢٥- ابن جوزي، عبدالرحمن علي، ابوالفرج، احكام النساء، دارالفكر بيروت، ط ١٣١٦هـ، ٣
- ٢٦- ابن جوزي، عبدالرحمن بن علي، ابوالفرج، بحر الدموع، مؤسسة الرسالة بيروت، ط ١٣١٣هـ، ١
- ٢٧- ابن جوزي، عبدالرحمان، ابوالفرج، صفة الصفة، دارالكتب العلمية، بيروت، ط ١٣٠٩هـ، ١
- ٢٨- ابن جوزي، عبدالرحمن، مناقب امام احمد بن حنبل، مكتبة الخانجي، مصر، ط ١٣٩٩هـ، ١
- ٢٩- ابن جوزي، عبدالرحمان، ابوالفرج، تاريخ عمر بن الخطاب، دارالمعرفة، بيروت، ط ١٣٢٥هـ، ١
- ٣٠- ابن جوزي، عبدالرحمان، ابوالفرج، المنتظم في تاريخ الملوك والامم، دارالفكر، بيروت ١٣١٥هـ
- ٣١- ابن جوزي، عبدالرحمان، ابوالفرج، اخبار النظر اف والمتمما جينين دارالكتب العلمية بيروت، ط ١٣٢٤هـ، ١
- ٣٢- ابن جوزي، عبدالرحمان بن علي، ابوالفرج، كتاب الاذكياء، مؤسسة الكتب الثقافية، الصنائع ط ١٣٠٨هـ، ١
- ٣٣- ابن جوزي، عبدالرحمان، ابوالفرج، تلخيص فهوم اهل الاثر في عيون التاريخ والسير، شركة دار ارقم بن ابي الارقم، بيروت، ط ١٣١٨هـ، ١
- ٣٤- ابن جوزي، عبدالرحمن بن علي، ابوالفرج، حنبلي، زاد المسير في علم التفسير، دارالكتب العلمية، بيروت، ط ١٣١٣هـ، ١
- ٣٥- ابن جوزي، عبدالرحمن علي، ابوالفرج، الوفاً بحوال المصطفى صلى الله عليه وسلم، دارالكتب العلمية، بيروت، ط ١٣٠٨هـ، ١
- ٣٦- ابن حبان، محمد، ابوحاتم البستي، البحر وحين من الحمد ثين والضعفاء والتمتر وكين، مطبوعه دارالمعرفة، بيروت، لبنان، ط ١٩٩٢هـ، ١
- ٣٧- ابن حبان، محمد، ابوحاتم خراساني، صحيح ابن حبان، مطبوعه دارالمعرفة، بيروت، لبنان، ط ٢٠٠٣هـ/١٣٢٥هـ، ١
- ٣٨- ابن حجر، احمد بن علي عسقلاني، ابوالفضل شهاب الدين، تقريب التهذيب، مطبوعه دارالمعرفة، بيروت، لبنان، ط ١٣٢٢هـ/٢٠٠١هـ، ١
- ٣٩- ايضاً، فتح الباري شرح صحيح البخاري، دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، ط ١٣٢٢هـ/٢٠٠٣هـ، ١
- ٤٠- ايضاً، لسان الميزان، مطبوعه دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد، ط ١٩٦٤هـ، ١
- ٤١- ايضاً، نزاهة النظر شرح نخبة الفكر، مكتبة رحمانية، لاهور
- ٤٢- ايضاً، الكافي الشاف في تخرىج احاديث الكشاف، داراحياء التراث العربي، بيروت، ط ١٣١٨هـ، ١
- ٤٣- ايضاً، حافظ، مختصر زوائد مسند المزاري، مؤسسة الكتب الثقافية، الصنائع، ط ١٣١٣هـ، ٣
- ٤٤- ايضاً، المطالب العاليه بزوائد المسانيد الثمانية، دارالباز، عباس احمد الباز، مكة المكرمة، ط ١٣٠٤هـ، ١
- ٤٥- ايضاً، موافقة الخمر الخمر في تخرىج احاديث المختصر، مكتبة الرشد، الرياض، ط ١٣١٩هـ، ٣
- ٤٦- ابن حجر، احمد بن محمد علي، كلى، الفتاوى الحمدية، داراحياء التراث العربي، ط ١٣١٩هـ، ١
- ٤٧- ابن حجر كلى، احمد، علامه، الصواعق المحرقة، مكتبة القاهرة، مصر، ١٣٨٥هـ
- ٤٨- ابن حنبل، احمد، ابوعبدالله، العلل ومعرفة الرجال، مطبوعه الدار السلفية بومبائي، الهند، ط ١٩٨٨هـ، ١
- ٤٩- ايضاً، المسند، بيت الافكار الدولية، عمان، اردن، ط ٢٠٠٣هـ، ١
- ٥٠- ايضاً، نشر السنه، ملتان، سن

- ٥١- ابن حمزة الحسيني، ابراهيم بن محمد الشهير، البيان والتعريف في اسباب ورود الحديث الشريف، دار المعرفة، بيروت، ط١، ١٣٢٢هـ
- ٥٢- ابن خزيمة، محمد بن اسحاق، ابوبكر، صحيح ابن خزيمة، مطبوعه المكتب الاسلامي، بيروت، لبنان، ط٣، ١٣٢٢هـ/٢٠٠٣ء
- ٥٣- ابن خزيمة، محمد بن اسحاق، امام، كتاب التوحيد، مكتبة الرشد، الرياض، ط٦، ١٣١٨هـ
- ٥٤- ابن خلدون، عبدالرحمان بن محمد، مقدمة ابن خلدون، مؤسسة الكتب الثقافية، الصنائع، ط١، ١٣١٣هـ
- ٥٥- ابن خياط، ابو عمرو، خليفه، الطبقات، مطبوعه دار طيبة الرياض، السعودية، ط١، ١٩٨٢ء
- ٥٦- ابن رجب، عبدالرحمان بن احمد، ابوالفرج، لطائف المعارف فيما لمواسم العام من الوظائف، دار ابن كثير، دمشق، ط٣، ١٣١٩هـ
- ٥٧- ابن رجب، عبدالرحمن بن احمد، زين الدين، شرح علل الترمذي، عالم الكتب، بيروت، ط٢، ١٣٠٥هـ
- ٥٨- ابن رجب، عبدالرحمان، حنبلي، جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثاً من جوامع الكلم، مؤسسة الرسالة، بيروت، ط٣، ١٣١٣هـ
- ٥٩- ابن زنجويه، اسماعيل بن علي، مختصر كتاب الموفقة بين اهل البيت والصحابه، دار الكتب العلمية، بيروت، ط١، ١٣٢٠هـ
- ٦٠- ابن سعد، محمد، ابوعبدالله، الطبقات الكبرى، مطبوعه دار صادر، بيروت، لبنان، ١٩٦٠ء
- ٦١- ابن صلاح، عثمان بن عبدالرحمان، حافظ، رساله في وصل البلاغات المانع في الموطاء، دار الاحياء التراث العربي، بيروت، لبنان، ط١، ١٣١٨هـ/١٣٣٢هـ
- ٦٢- ايضا، مقدمة ابن الصلاح، مؤسسة الكتب الثقافية، ط٢، ١٣١٦هـ
- ٦٣- ابن عباس، عبدالله، تنوير المقياص، قديمي كتب خانه، كراچي، سن
- ٦٤- ابن عبدالبر، يوسف بن عبدالله، ابو عمر، التمهيد لماني الموطن المعاني والاسانيد، المكتبة التجارية مصطفي احمد الباز، مكة المكرمة، السعودية العربية، ١٣١٠هـ/١٩٩٠ء
- ٦٥- ايضا، الاستدكار، دار الوعى، القايره، مصر، ط١، ١٣١٢هـ/١٩٩٣ء
- ٦٦- ابن عبدالبر، ابو عمر، مالكي، حافظ، التمهيد لماني الموطن المعاني والمسائيد، دار الكتب العلمية، بيروت، ط١، ١٣١٩هـ
- ٦٧- ابن عدي، عبدالله، ابواحمد الجرجاني، الكامل في ضعفاء الرجال، مطبوعه دار الفكر، بيروت، لبنان، ط١، ١٩٨٢ء
- ٦٨- ابن عربي، محمد بن عبدالله، ابوبكر قاضي اندلسي مالكي، القبس في شرح موطن ابن انس، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ط١، ١٣١٩هـ/١٩٩٨ء
- ٦٩- ايضا، عارضة الاحوذى شرح جامع الترمذي، دار الفكر، بيروت، لبنان، ١٣٢٥هـ-١٣٢٦هـ/٢٠٠٥ء
- ٨٠- ايضا، تفسير ابن عربي، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ط١، ١٣٢٢هـ/٢٠٠١ء
- ٨١- ايضا، احكام القرآن، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة ١٣١٦هـ
- ٨٢- ايضا، عارضة الاحوذى بشرح صحيح الترمذي، دار الكتب العلمية، بيروت، ط١، ١٣١٨هـ
- ٨٣- ابن عربي، ابوبكر، قاضي، العواصم من القواصم، دار الكتب العلمية، بيروت، ط٣، ١٣٢٥هـ
- ٨٤- ابن عربي، ابوعبدالله محمد، الفتوحات المكية، دار الفكر، بيروت، ١٣١٢هـ
- ٨٥- ابن عساكر، عبدالصمد بن عبدالوهاب، ابواليسن، اتحاف الزائر واطراف المقيم السائر، دار رقم بن ابي الارقم، بيروت
- ٨٦- ابن عساكر، علي بن حسين، ابوالقاسم، تاريخ دمشق، دار احياء التراث العربي، بيروت، لبنان، ١٣٠٤هـ

- ٨٧- ابن قتيبة، عبد الله بن مسلم، المعارف لابن قتيبة، دار الكتب العلمية بيروت، ط ٢، ١٣٢٢هـ
- ٨٨- ابن قدامه، عبد الله بن احمد، ابو محمد حنبلي، المغني، دار الفكر، بيروت، ١٣٠٥هـ
- ٨٩- ابن قيم، محمد، شمس الدين ابو عبد الله جوزي، كتاب الروح، حيدآباد، دكن، ط ٢، سن
- ٩٠- ايضاً، اعلام الموقعين عن رب العالمين، ابو عبد الله، دار الكتاب العربي، بيروت، ط ٢، ١٣١٨هـ
- ١٠٠- ابن كثير، عماد الدين، ابو الفداء، تفسير القرآن العظيم، دار احياء التراث العربي، بيروت، ط ١، ١٩٨٥هـ
- ١٠١- ايضاً، البداية والنهاية، دار ابن حزم، بيروت، لبنان، ١٣٣٠هـ / ٢٠٠٩ء
- ١٠٢- ايضاً، السيرة النبوية، دار الكتاب العربي، بيروت، ط ١، ١٣١٤هـ
- ١٠٣- ايضاً، الفصول في سيرة الرسول:، دار التراث المدينة المنورة، ط ٦، ١٣١٣هـ
- ١٠٤- ايضاً، مناقب الامام الشافعي، مكتبة الامام الشافعي، الرياض، ط ١، ١٣١٢هـ
- ١٠٥- ابن كثير، احمد بن ابراهيم، ابو عبد الله، امام، دورقي، البغدادي، مسند سعد بن ابى وقاص رضي الله عنه، دار البشائر الاسلامية، بيروت، ط ١، ١٣٠٤هـ
- ١٠٦- ابن كثير، صلابي، علي محمد، دكتور، اسمي المطالب في سيرة امير المؤمنين علي بن ابى طالب رضي الله عنه، دمشق، ط ١، ١٣٢٥هـ
- ١٠٧- ابن ماجه، محمد بن يزيد، ابو عبد الله قزويني، السنن، دار المعرفة، بيروت، لبنان، ط ١، ١٣١٩هـ / ١٩٩٨ء
- ١٠٨- ابن مديني، علي بن عبد الله بن جعفر، ابو الحسن السعدي، العلل، مطبوعه المكتب الاسلامي، بيروت، لبنان، ط ٢، ١٩٨٠ء
- ١٠٩- ابن معين، يحيى، ابو زكريا، معرفة الرجال، مطبوعه مجمع اللغة العربية، دمشق، ط ١، ١٩٨٥ء
- ١١٠- ابن مده، همام، الصحيفه الصحيفه، (تحقيق: ذاكر محمد حميد الله)، كرمانواله بك شاپ، لاهور، ط ١، ٢٠٠٤ء
- ١١١- ابن منده، عبد الوهاب بن محمد، العبدى، حافظ، الفوائد، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٢٣هـ
- ١١٢- ابن منده، محمد بن اسحاق، حافظ، كتاب الايمان، دار الفضيحة، الرياض، ط ٢، ١٣٢١هـ
- ١١٣- ابن منظور، محمد بن مكرم، لسان العرب، دار احياء التراث العربي بيروت، ط ١، ١٣١٦هـ
- ١١٤- ايضاً، مختصر تاريخ دمشق، دار الفكر، دمشق، ط ١، ١٣٠٩هـ
- ١١٥- ابن ناصر الدين، محمد بن ابى بكر، دمشق، مجالس في تفسير قوله تعالى 'لقد من الله على المؤمنين الخ'، مؤسسة الريان، بيروت، ط ١، ١٣٢١هـ
- ١١٦- ابن نجيم، زين الدين، حنفى، البحر الرائق، مطبوعه مكتبة ماجديه، كويت، سن
- ١١٧- ابن المبارك، عبد الله، امام، الزهد، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٩هـ
- ١١٨- ابن السنى، احمد بن محمد، ابو بكر، عمل اليوم والليله، مؤسسة الكتب الثقافية، الصنائع، ط ١، ١٣٠٨هـ
- ١١٩- ابن الملقن، عمر بن علي، ابى حفص، امام، غايه السؤل في خصائص الرسول صلى الله عليه وسلم، دار البشائر الاسلامية، بيروت، ط ١، ١٣١٣هـ
- ١٢٠- ابن النجار، محمد بن محمود، ابو عبد الله، الدررة الثمينة في اخبار المدينة، مكتبة دار الزمان المدينة المنورة، ط ١، ١٣٢٣هـ
- ١٢١- ابن همام، كمال الدين، فتح القدير، مطبوعه مكتبة نوريه رضويه، سكر، سن

- ۱۲۲- ابوبکر، احمد بن عمرو، امام، دار الرلیة، الرياض، الآحاد والنسائی، ط ۱۳۱۱ھ۔
- ۱۲۳- ابو حیان، اندلسی، محمد بن یوسف، النهر الماد من البحر المحیط، دار الجمان، بیروت، ط ۱۳۰۷ھ۔
- ۱۲۴- ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، حافظ بحستانی، سنن ابوداؤد، دار الفکر، بیروت، لبنان، ط ۱۳۲۵-۱۳۲۶ھ/۲۰۰۵ء۔
- ۱۲۵- ابوزرعة، عبد الرحمن بن عمرو، الدمشقی، تاریخ ابی زرعة الدمشقی، مطبوعة جامعة بغداد، عراق، ۱۹۷۳ء۔
- ۱۲۶- ابوشهبة، محمد بن محمد، اسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر، مکتبة السنة، بیروت، ط ۱۳۲۲ھ۔
- ۱۲۷- ابوغدة، عبدالفتاح، شیخ، الاسناد من الدین، مکتبة المطبوعات الاسلامیة بحلب، ط ۱۳۱۲ھ۔
- ۱۲۸- ابوغدة، عبدالفتاح، لمحات من تاریخ السنة وعلوم الحدیث، مطبوعة دار البشائر الاسلامیة، بیروت، ط ۱۳۰۴ھ۔
- ۱۲۹- ابوالشیخ، عبداللہ بن محمد، ابو محمد، ذکر الأقران وروایاھم عن بعضھم بعضا، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۷ھ۔
- ۱۳۰- ابوالشیخ، عبداللہ بن محمد جعفر، امام، کتاب العظمة، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۴ھ۔
- ۱۳۱- ابوالفداء، اسماعیل بن کثیر، شافعی، حافظ، جامع السانید والسنن، دار الفکر، بیروت، ط ۱۳۲۰ھ۔
- ۱۳۲- ابونعیم، احمد بن عبداللہ، اصفہانی، حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ط ۱۳۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔
- ۱۳۳- اثری، ابن الدبیج، عبدالرحمان بن علی، تمیز الطیب من الخبیث، دار الکتب العربی، بیروت ۱۳۲۲ھ۔
- ۱۳۴- احمد بن ادريس، مصری، شهاب الدین، الاحکام فی تمیز الفتاوی عن الاحکام، مکتب المطبوعات الاسلامیة بحلب، ط ۱۳۱۶ھ۔
- ۱۳۵- احمد بن اسماعیل، ابو جعفر، نحاس، امام، اعراب القرآن، عالم الکتب، بیروت، ط ۱۳۰۵ھ۔
- ۱۳۶- احمد بن حنبل، امام، الزهد، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۴ھ۔
- ۱۳۷- ایضاً، السنة، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۴ھ۔
- ۱۳۸- ایضاً، زوائد مسند احمد، دار البشائر الاسلامیة، بیروت، ط ۱۳۱۰ھ۔
- ۱۳۹- ایضاً، المسند، عالم الکتب، بیروت، ط ۱۳۱۹ھ۔
- ۱۴۰- احمد بن ستیوی، الدكتور، دیوان الامام علی رضی اللہ عنہ، علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، جمع وتعلیق، دار الغد الجدید، مصر، ط ۱۵۲۲ھ۔
- ۱۴۱- احمد بن عمر، قرطبی، ابوالعباس، امام، مفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، دار ابن کثیر، بیروت، ط ۱۳۱۵ھ۔
- ۱۴۲- احمد بن عمرو، ابوبکر، امام، کتاب الاوائل، دار البشائر الاسلامیة، بیروت، ط ۱۳۲۵ھ۔
- ۱۴۳- احمد بن فارس، ابوالحسین، معجم المقاییس فی اللغة، دار الفکر، بیروت، ط ۱۳۱۸ھ۔
- ۱۴۴- احمد رضا، امام، حدائق بخشش، پروگریسو بکس، لاہور۔
- ۱۴۵- ایضاً، فتاوی رضویة، مطبوعة مکتبہ رضویة آرام باغ کراچی، رضا فاؤنڈیشن جامعیة نظامیة رضویة، لاہور۔
- ۱۴۶- احمد رضا، معجم متن اللغة، مطبوعة دار مکتبہ الحیاة، بیروت، لبنان، ۱۹۵۸ء۔
- ۱۴۷- احمد شهاب الدین، مصری، خفاجی، حنفی، علامتہ، عنایة القاضی وكفاية الراضی، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۷ھ۔

- ۱۴۸- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ط ۱، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء
- ۱۴۹- الازہری، کرم شاہ، محمد پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۱۵۰- ایضاً، سنت خیر الانام، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء
- ۱۵۱- اسفرائینی، عبدالقادر بن طاہر، الفرق بین الفرق، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
- ۱۵۲- اسماعیل بن عمر، عماد الدین، حافظ، شافعی، تفسیر القرآن العظیم، دارالمعرفۃ، بیروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ
- ۱۵۳- اشعری، علی بن اسماعیل، ابوالحسن، الابانۃ عن اصول الدیانۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
- ۱۵۴- ایضاً، مقالات الاسلامیین و اصلاح المصلین، تحقیق محی الدین عبدالحمید، مکتبۃ النهضة المصریۃ۔
- ۱۵۵- اصہبانی، احمد بن موسیٰ، ابوبکر، جزء فیہ ما انتقاء ابوبکر بن مردویہ من حدیث الطبرانی لاهل البصرۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۵ھ
- ۱۵۶- اصہبانی، اسماعیل بن محمد، ابوالقاسم، دلائل النبوة، دارالعاصمۃ، الرياض، ط ۱، ۱۴۱۲ھ
- ۱۵۷- اصہبانی، ابو نعیم، مسند الامام ابو حنیفہ، مکتبۃ الکوثر، الرياض، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۱۵۸- اصہبانی، احمد بن عبداللہ، ابو نعیم، دلائل النبوة، دارالفکس، بیروت، ط ۳، ۱۴۰۶ھ
- ۱۵۹- اصلاحی، امین احسن، مبادی تدبر حدیث، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط ۳، ۲۰۰۸ء
- ۱۶۰- ایضاً، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط ۱، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۵ء
- ۱۶۱- امجدی، شریف الحق، محمد، نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، فرید بک سٹال، لاہور، ط ۱، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء
- ۱۶۲- امین، محمد ترقی، المعجم الوسیط، مطبوعہ اشرف علی الطبع حسن علی عطیہ دارالفکر، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۵ء
- ۱۶۳- آمدی، علی بن ابی علی، سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، مطبع محمد علی واولادہ، مصر، ۱۳۴۷ھ
- ۱۶۴- اندلسی، ابو حیان بن محمد، علامہ، البحر المحیط، دارالفکر، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۲ھ
- ۱۶۵- اندلسی، عبدالحق بن غالب، ابوبکر، قاضی، علامہ، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۳ھ
- ۱۶۶- اندلسی، علی بن احمد، ابی محمد، جمہورۃ انساب العرب، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۴ھ
- ۱۶۷- اندلسی، یوسف بن عبدالبر، ابی عمر، الانتقانی فضائل الائمة الثلاثة الفقہاء، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، مکتب بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۱۶۸- آجری، محمد بن حسین، ابوبکر، الشریعۃ، دارالکتب العربی، بیروت، ط ۲، ۱۴۲۰ھ
- ۱۶۹- آلوسی، محمود احمد، ابوالفضل، روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط ۴، ۱۴۱۸ھ
- ۱۷۰- الیاس، انطون، الیاس، قاموس الیاس، المصر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۲ء
- ۱۷۱- انصاری، عبداللہ، خواجہ، کشف الاسرار و عدة الابرار، مطبوعہ شہر، طہران، ط ۵، ۱۳۷۱ھ
- ۱۷۲- باجوری، محمد بن عقیلی، اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء، دار ابن محزم، ط ۱، ۱۴۲۳ھ
- ۱۷۳- الباجی، سلیمان بن خلف، ابوالید قاضی اندلسی، کتاب المنشی شرح موطاء، دارالکتب العربی، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۳۲ھ

- ۱۷۴- ایضاً، سنن الصالحین و سنن العابدین، دار ابن حزم بیروت ط ۱۴۲۲ھ
- ۱۷۵- باقلانی، ابوبکر، محمد بن طیب، امام، اعجاز القرآن، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، الصناع، ط ۴، -
- ۱۷۶- البانی، ناصر الدین، محمد، حجیت حدیث، مکتبہ محمدیہ، لاہور، ط ۲۰۰۸ھ
- ۱۷۷- البستانی، بطرس، المعلم، قطر الحیظ، ساحة ریاض الصلح، بیروت، لبنان، ۱۸۶۹ھ
- ۱۷۸- بجنوری، احمد رضا، سید، انوار الباری شرح صحیح البخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۵ھ
- ۱۷۹- بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ ﷺ و ایامہ، دار السلام، الرياض، ط ۱۴۱۹ھ
- ۱۸۰- ایضاً، خلق افعال العباد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۱۴۱۱ھ
- ۱۸۱- ایضاً، الادب المفرد، مکتبۃ المعارف، الرياض، ط ۱۴۱۹ھ-
- ۱۸۲- ایضاً، الضعفاء الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ط ۱۹۸۶ھ
- ۱۸۳- ایضاً، کتاب التاریخ الکبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ھ
- ۱۸۴- برقانی، احمد بن محمد، ابوبکر، سوالات البرقانی للدارقطنی، مطبوعہ نشرۃ احمد میاں تھانوی، لاہور، پاکستان، ط ۱۹۸۴ھ
- ۱۸۵- برهان الدین، شیخ، الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح، مکتبۃ الرشید، الرياض، ط ۱۴۱۸ھ
- ۱۸۶- برهانپوری، علی متقی بن حسام الدین، علامۃ، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۱۴۰۵ھ
- ۱۸۷- بزار، احمد بن عمرو، ابوبکر الدخار، مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، ط ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۳ھ
- ۱۸۸- ایضاً، البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، ط ۱۴۰۹ھ
- ۱۸۹- بزرنجی، سید محمد حسینی، الاشاعۃ لاشراط الساعۃ:، دار الکتب العربی، بیروت، الطبعة ۱۴۲۵ھ
- ۱۹۰- بستی، محمد بن حبان، ابو حاتم، ابو حاتم، السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، الصناع، ط ۱۴۱۱ھ
- ۱۹۱- بشطونی، علی بن یوسف، ابوالحسن، ہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۲۳ھ
- ۱۹۲- بصری، علی بن محمد، ادب الدنیا والدنیا، دار ابن کثیر، ط ۱۴۲۳ھ
- ۱۹۳- بغدادی، ابی الحسین بن قانع، قاضی، معجم الصحابۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ط ۱۴۲۶ھ
- ۱۹۴- بغدادی، احمد بن علی، ابی بکر، حافظ، امام، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ط ۱۴۲۷ھ
- ۱۹۵- ایضاً، الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع، مکتبۃ المعارف، الرياض، ط ۱۴۰۳ھ
- ۱۹۶- ایضاً، شرف اصحاب الحدیث، عالم الکتب بیروت، ط ۱۴۲۳ھ
- ۱۹۷- ایضاً، الرحلۃ فی طلب الحدیث، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۳۹۵ھ
- ۱۹۸- بغوی، حسین بن مسعود، امام، معالم التنزیل، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ
- ۱۹۹- ایضاً، مصابیح السنۃ، دار المعرفۃ، بیروت، ط ۱۴۰۷ھ

- ٢٠٠- ايضاً، امام، شرح السنة، دار الفكر، بيروت ١٣١٢هـ
- ٢٠١- ايضاً، الانور في شمائل النبي المختار، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٢٦هـ
- ٢٠٢- بغوي، عبد الله بن محمد، ابوالقاسم، مسند ابن الجعد، مؤسسة النادر، بيروت، ط ١، ١٣١٠هـ
- ٢٠٣- بلياوي، عبد الحفيظ، ابوالفضل، مصباح اللغات، مدينة پبلشنگ كيني، كراچي، ط ١، ١٩٨٢هـ
- ٢٠٤- بيسوني، حامد بن احمد، ابوانس طاهر، مقدمة، مؤطا امام مالك، دار الفجر للتراث، القاهرة، مصر، ١٣٢٦هـ / ٢٠٠٥ء
- ٢٠٥- بيزاوي، عبد الله بن عمر، ناصر الدين قاضي، انوار التنزيل واسرار التاويل، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٣١٩هـ
- ٢٠٦- بوسري، احمد بن ابى بكر، اتحاف الخيرة للمهرة بزوائد المسانيد العشرة، دار الوطن، الرياض، ط ١، ١٣٢٠هـ-
- ٢٠٧- ايضاً، زوائد ابن ماجه، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٢هـ
- ٢٠٨- بيهقي، احمد بن حسين، الحافظ ابوبكر، السنن الكبرى، دار المعرفة، بيروت، لبنان، ١٣١٣هـ / ١٩٩٢ء
- ٢٠٩- ايضاً، شعب الايمان، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ط ١، ١٣١٠هـ / ١٩٩٠ء
- ٢١٠- ايضاً، الآداب، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٠٦هـ-
- ٢١١- ايضاً، السنن الصغرى، دار الجليل، بيروت، ط ١، ١٣١٥هـ
- ٢١٢- ايضاً، السنن الكبرى، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٢هـ
- ٢١٣- ايضاً، كتاب الاسماء والصفات، دار الكتاب العربي، بيروت، ط ١، ١٣١٥هـ
- ٢١٤- ايضاً، معرفة السنن والآثار، دار الكتب العلمية، بيروت
- ٢١٥- ايضاً، دلائل النبوة ومعرفة احوال صاحب الشريعة، دار الكتب العلمية بيروت، ط ١، ١٣٠٥هـ
- ٢١٦- ايضاً، الاعتقاد والهداية الى سبيل الرشاد، اليمامة، دمشق، ط ١، ١٣٢٠هـ
- ٢١٧- پاني پتى، ثناء الله، قاضي، التفسير المظهرى، دار احياء التراث العربى، بيروت، ط ١، ١٣٢٥هـ
- ٢١٨- پنى، محمد طاهر، علامة، تذكرة الموضوعات، دار احياء التراث العربى، بيروت، ط ١، ١٣١٥هـ
- ٢١٩- تاذنى، محمد بن يحيى، فلاح الجواهر فى مناقب عبدالقادر، مطبعة مصطفى البابى الحلبي، مصر، ط ٣، ١٣٣٧هـ
- ٢٢٠- تبريزى، عبد الله محمد بن عبد الله، خطيب، امام، مشكاة المصابيح، دار الارقم بيروت-
- ٢٢١- تحقيقات اسلامى، اداره تحقيق وتصنيف، على كثره، بهارت، جنورى، ٢٠٠٩ء
- ٢٢٢- ترمذى، محمد بن عيسى، ابوعيسى، امام، الجامع المختصر من السنن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، مطبعة المجلد، دار السلام، الرياض، ط ١، ١٣٢٠هـ
- ٢٢٣- ايضاً، علل الترمذى، مطبوعه عالم الكتب، بيروت، ط ١، ١٩٨٩ء
- ٢٢٤- ايضاً، الشمايل الحمديه، المكتبة التجارية، مكة المكرمة، ط ٢، ١٣١٦هـ
- ٢٢٥- ترمذى، محمد، ابوعبد الله، امام، نوادر الاصول فى احاديث الرسول، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٣هـ

- ۲۲۶- تفتازانی، سعد الدین، شرح عقائد نسفی، نور محمد اصح المطابع، کراچی، سن
- ۲۲۷- تقی عثمانی، محمد، حجیت حدیث، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط ۱، ۱۳۱۱ھ/۱۹۹۱ء
- ۲۲۸- ایضاً، تکملة فتح الملہم بشرح صحیح الامام مسلم، مکتبہ دارالعلوم کراچی، کراچی، ط ۱، ۱۳۳۰ھ/۲۰۰۹ء
- ۲۲۹- ایضاً، علوم القرآن، مکتبہ دارالعلوم کراچی، کراچی، ۱۳۲۳ھ/۲۰۰۳ء
- ۲۳۰- تلمسانی، احمد بن محمد، ابوالعباس، شہاب الدین، فتح المتعال فی مدح النعال، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۳۲۷ھ
- ۲۳۱- تلیدی، عبداللہ، شیخ، تھذیب الخصائص النبویۃ الکبریٰ، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، ط ۲، ۱۳۱۰ھ
- ۲۳۲- ایضاً، الانوار الباہرۃ بفصائل اهل البيت النبوی والذریۃ الطاہرۃ، مکتبۃ الامام الشافعی، الرياض، ط ۱، ۱۳۱۷ھ
- ۲۳۳- تیسمی، احمد بن علی، الممشی، امام، مسند ابی یعلیٰ الموصلی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۳۱۸ھ
- ۲۳۴- تیسمی، عبدالکریم بن محمد، ابی سعد، امام، ادب الاملاء والاستملاء، دارومکتبۃ الهلال، ط ۱، ۱۳۰۹ھ
- ۲۳۵- تونجی، ابوطالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، دیوان ابی طالب علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سنۃ نبوت، تحقیق و تشریح: الدكتور محمد، دارالکتب العربی ط ۱، ۱۳۲۳ھ
- ۲۳۶- تھانوی، شیخ محمد، التقریرات الرائعۃ علی النسائی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی، سن
- ۲۳۷- تھانوی، اشرف علی، جمال الاولیاء، مکتبۃ اسلامیہ، بلال گنج، لاہور۔
- ۲۳۸- ایضاً، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبيب صلی اللہ علیہ وسلم، تاج کپی، کراچی
- ۲۳۹- ایضاً، بیان القرآن، تاج کپنی لاہور، الطبعة ۲۰۰۱ء
- ۲۴۰- ثعالبی، عبدالرحمن محمد بن مخلوف، شافعی، الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۳۱۸ھ
- ۲۴۱- ایضاً، الانوار فی آیات النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم، دار ابن حزم، بیروت، ط ۱، ۱۳۲۶ھ
- ۲۴۲- ثعلبی، احمد بن ابراہیم، ابواسحاق، الکشف والبیان، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۳۲۲ھ
- ۲۴۳- ایضاً، عرائس المجالس فی قصص الانبیاء، مطبع الحیدری، بمبئی، ہند، ۱۲۹۵ھ
- ۲۴۴- جادر، سالم العبد، مساعد، معالی الرتب لمن جمع بین شرفی الصحبۃ و المنسب، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، ط ۱، ۱۳۲۵ھ
- ۲۴۵- جرجانی، عبداللہ بن عدی، ابی احمد، الکامل فی ضعفاء الرجال، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۳۱۸ھ
- ۲۴۶- جرجانی، علی بن محمد، میرسید شریف، کتاب التعریفات، دارالفکر، بیروت، ط ۱، ۱۳۱۸ھ
- ۲۴۷- جعفر مصطفیٰ، سید، سبیب، دکتور، (المعاصر)، موسوعۃ سیرۃ سید الانام علیہ الصلاۃ والسلام: المکتبۃ المکیہ، مکة المکرمۃ، ط ۱، ۱۳۲۲ھ
- ۲۴۸- جمال رجب، سید بی، الدکتور، رسائل الجنید، داراقرء، دمشق، ط ۱، ۱۳۲۵ھ
- ۲۴۹- جمعۃ، احمد خلیل، نساء اهل البيت فی ضوء القرآن والحديث، دارالیمامة، دمشق، ط ۵، ۱۳۲۳ھ
- ۲۵۰- جمل، سلیمان بن عمیر، عجلی، الفتوحات الالہیۃ بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الخفیۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۶ھ
- ۲۵۱- جوزجانی، ابراہیم، ابواسحاق، احوال الرجال، مطبوعہ موسسة الرسالہ، بیروت، ط ۱، ۱۹۸۵

- ٢٥٢- جوزقاني، ابو عبد الله بن ابراهيم، الاباطيل والمناكير والصاح والمشاهير، دار الفكر، بيروت، ط١، ١٣١٦هـ -
- ٢٥٣- جوزي، ابن قيم، محمد بن ابى بكر، حادى الارواح الى بلاد الافراح، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، ط١، ١٣١٨هـ
- ٢٥٤- ايضا، روضة المجين ونزهة المشائقين، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، ط١، ١٣١٤هـ
- ٢٥٥- ايضا، الوايل الصيب من الكلم الطيب، المكتب الاسلامى، بيروت، ط١، ١٣١٨هـ
- ٢٥٦- ايضا، بدائع الفوائد، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، ط١، ١٣١٦هـ
- ٢٥٧- ايضا، الفوائد، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، ط١، ١٣١٤هـ
- ٢٥٨- ايضا، زاد المعاد فى هدى خير العباد، مؤسسة الرسالة، بيروت، ط٣، ١٣١٩هـ
- ٢٥٩- ايضا، الطرق الحكمية فى السياسة الشرعية، المكتبة التجارية مصطفى احمد الباز، مكة المكرمة، ط١، ١٣١٦هـ
- ٢٦٠- ايضا، جلاء الافهام فى الصلاة والسلام على خيرا لأنام، دار الكتاب العربى، بيروت، ط١، ١٣١٤هـ
- ٢٦١- ايضا، الروح، دار الفكر بيروت، ط١، ١٣١٠هـ ودار احياء العلوم، بيروت، ط٢، ١٣١٢هـ
- ٢٦٢- ايضا، فضائل الصحابة، الدمام، ط٣، ١٣٢٦هـ
- ٢٦٣- جوهرى، اسماعيل بن حماد، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، مطبوعه دار العلم للملايين، بيروت، لبنان، ط٢، ١٣٩٩هـ/١٩٤٩ء
- ٢٦٤- جوينى، عبد الملك بن عبد الله، كتاب الارشاد الى قواطع الادلة فى اصول الاعتقاد، دار الكتب العلمية بيروت، ط١، ١٣١٦هـ
- ٢٦٥- جيلانى، عبد القادر رحمته الله عليه، شيخ فتوح الغيب، مكتبة مصطفى البابى الحلى، بمصر ط٢، ١٣٩٢هـ
- ٢٦٦- الجزائرى، طاهر بن صالح، توجيه النظر الى اصول الاثر، دار المعرفة، بيروت، لبنان، ١٣٢٨هـ
- ٢٦٧- حاكم، محمد بن عبد الله، ابو عبد الله نيسابورى، المشدرك على رحمته الله عليه، دار المعرفة، بيروت، لبنان، ط٢، ١٣٢٤هـ/٢٠٠٦ء
- ٢٦٨- ايضا، سوالات الحاكم النيسابورى للذات رحمته الله عليه، مطبوعه مكتبة المعارف، الرياض، ط١، ١٩٨٢ء
- ٢٦٩- ايضا، المدخل الى كتاب الاكليل، المكتبة التجارية، مكة المكرمة
- ٢٧٠- ايضا، المدخل فى اصول الحديث، دار ابن حزم، ط١، ١٣٢٨هـ
- ٢٧١- ايضا، معرفة علوم الحديث، المكتبة العلمية، المدينة المنورة، ط٢، ١٣٩٤هـ
- ٢٧٢- حسين بن محمد، شرف الدين، طبى، الكاشف عن حقائق السنن، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، ط١، ١٣١٤هـ
- ٢٧٣- هكفى، محمد بن على، علامه حنفى، الدر المختار، دار احياء التراث العربى، بيروت، لبنان، ١٣٠٤هـ
- ٢٧٤- حصرى، روضة الجمال، دكتوراه، حياة الحسن البصرى، دار الكلم الطيب، بيروت، ط١، ١٣٢٢هـ
- ٢٧٥- حسنى، محمد بن عبد المؤمن، تقى الدين، قمع النفوس ورقية المايوس، دار الكتب العلمية، بيروت، ط١، ١٣٢٢هـ
- ٢٧٦- حصرى، محمد بن عمر، حدائق الانوار ومطالع الانوار ومطالع الاسرار فى سيرة النبى المختار، مطبوعه دار الجاوى، بيروت، ط١، ١٣١٩هـ
- ٢٧٧- ايضا، رشقة الصادى من بحر فضائل بنى النبى الهادى رحمته الله عليه، دار الكتب العلمية، بيروت، ط١، ١٣١٨هـ

- ٢٤٨- حطبي، علي بن برهان الدين، انسان العيون في سيرة الائمة الامين المآمون (السيرة المحلية)، دار المعرفة، بيروت.
- ٢٤٩- حماد، عبدالستار، ابو محمد، حجت حديث، دار السلام، الرياض، السعودية، سن
- ٢٨٠- حميد الله، محمد، ذاكتر، خطبات بهاو لپور، اداره تحقيقات اسلامي، اسلام آباد، ط ٩، ٢٠٠٣ء
- ٢٨١- حميدى، محمد بن فتوح، الجمع بين الشيخين، دار ابن حزم، بيروت، ط ١، ١٣١٩هـ
- ٢٨٢- حميدى، عبداللہ بن الزبير، امام، المسند، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٠٩هـ
- ٢٨٣- حازن، علي بن محمد، بغدادى، لباب التاويل في معاني التزويل، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٥هـ
- ٢٨٤- خالد علوى، ذاكتر، حفاظت حديث، الفصيل ناشران، لاهور، ٢٠٠٨ء
- ٢٨٥- ختلى، ابراهيم بن عبداللہ، ابواسحاق، سؤالات ابن جنيد، مطبوعه مكتبة الدار، المدينة المنورة، السعودية، ١٩٨٨ء
- ٢٨٦- خرکوشى، عبدالملك بن ابى عثمان محمد، حافظ، ابوسعده، امام، شرف المصطفى صلى الله عليه وسلم، دار البشائر الاسلامية، بيروت، ط ١، ١٣٢٣هـ
- ٢٨٧- خضرى بك، محمد، اصول الفقه، مكتبة التجارية الكبرى، بيروت، لبنان، ١٩٢٩ء
- ٢٨٨- خطابى، حمد بن محمد، ابوسليمان بستى، معالم السنن شرح سنن ابى داود، مكتبة العارف للنشر والتوزيع، الرياض، ط ١، ١٣٣١هـ / ٢٠١٠ء
- ٢٨٩- خطيب بغدادى، احمد بن على، ابوبكر، الكفاية في علم الرواية، دائرة المعارف، حيدرآباد دكن، ١٣٥٤هـ
- ٢٩٠- ايضا، تاريخ بغداد، مطبوعه مكتبة الخانجي، القاهرة، ط ١، ١٩٣٠ء
- ٢٩١- خفاجى، حمد شهاب الدين، علامة، نسيم الرياض في شرح الشفاء القاضى عياض، المطبعة الازهرية المصرية، ط ١، ١٣٢٤هـ
- ٢٩٢- خلف بن عبدالملك، ابوالقاسم، امام، كتاب القوامض والكهومات، دار لاندلس الخضراء، جدة، ط ١، ١٣١٥هـ
- ٢٩٣- خوارزمى، محمد بن اسحاق، اثاره الترغيب والتشويق الى المساجد الثلاثة والبيت العتيق، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، ط ١، ١٣١٨هـ
- ٢٩٤- ايضا، مناقب الامام ابى حنيفة، دائرة المعارف النظامية، حيدرآباد دكن، ١٣٣٢هـ
- ٢٩٥- خوارزمى، محمد بن محمود، ابوالمؤيد، امام، جامع المسانيد، دار الكتب العلمية، بيروت
- ٢٩٦- خيضرى، قطب الدين، حافظ، اللفظ المكرم بخصائص النبي المعظم صلى الله عليه وسلم، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٤هـ
- ٢٩٧- داراشكوه، شهزاده، سفينة الاولياء، نفس اكيذى، كراچي، طبع هفتم ١٩٨٦ء
- ٢٩٨- دارقطنى، على بن عمر، ابوالحسن، الضعفاء والمتر وكين، مطبوعه مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان، ١٩٨٣ء
- ٢٩٩- دارمى، عبداللہ بن عبدالرحمن، حافظ، سنن الدارمى، قدیمی کتب خانہ، كراچي، سن
- ٣٠٠- دارمى، عثمان بن سعيد، تاريخ عثمان بن سعيد الدارمى عن ابن معين، مطبوعه مركز البحوث العلمى، مكة المكرمة، ط ١، ١٩٨٠ء
- ٣٠١- دحلان، احمد بن زيني، سيد، السيرة النبوية، دار احياء التراث العربى، بيروت، ط ١، ١٣١٦هـ
- ٣٠٢- ايضا، الفتح المبين في فضائل الخلفاء الراشدين واهل البيت الطاهرين، دار الفكر، بيروت، ط ١، ١٣٢٣هـ
- ٣٠٣- دشتانى، محمد بن خلفه، ابوعبداللہ، اكمال اكمال المعلم، مطبوعه دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ١٣٠٥هـ

- ۳۰۴- دیمیری، محمد بن موسیٰ، کمال الدین، حیات الحیوان الکبریٰ، مطبعة مصطفیٰ البابی الحلبي، مصر۔
- ۳۰۵- دمشق، علی بن ابراهیم، علاؤ الدین، فتاویٰ امام نووی، دار الفکر، دمشق، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۳۰۶- دولابی، محمد بن احمد، ابوبشر، الذریۃ الطاهرة النبویۃ، الدار السلفیۃ الکویت، ط ۱، ۱۴۰۷ھ
- ۳۰۷- دیار بکری، حسین بن محمد، شیخ، امام، تاریخ النجیس فی احوال النفس نفیس من الشیطان، دار صادر، بیروت
- ۳۰۸- دینوری، احمد بن مروان، ابوبکر، الجالسة وجواهر العلم، دار ابن حزم، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۳ھ
- ۳۰۹- دینوری، عبداللہ بن مسلم، امام، تاویل مختلف الحدیث، دار الفکر بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۳۱۰- ذحیلی، وهبة، دكتور، الفقه الاسلامی وادلتہ، دار الفکر، دمشق، ط ۳، ۱۴۰۹ھ
- ۳۱۱- ایضاً، التفسیر المنیر، دار الفکر، دمشق، ط ۱، ۱۴۱۲ھ
- ۳۱۲- ذہبی، احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرة الحفاظ، دائرة المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد دکن، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء
- ۳۱۳- ایضاً، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، مکتبۃ عیسیٰ البابی الحلبي، القاہرہ، ط ۱، ۱۹۶۳ء
- ۳۱۴- ایضاً، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء
- ۳۱۵- ایضاً، الموقظة فی علم مصطلح الحدیث، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط ۲، ۱۴۱۲ھ
- ۳۱۶- ایضاً، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۳۱۷- ایضاً، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط ۱، ۱۴۲۶ھ
- ۳۱۸- ایضاً، معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۲، ۱۴۰۸ھ
- ۳۱۹- ذہبی، محمد حسین، دكتور، التفسیر والمفسرون، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۲، ۱۹۹۶ھ
- ۳۲۰- رازی، عبدالرحمن بن محمد ادریس، امام، تفسیر القرآن العزیز، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکة المکرمہ، ط ۲، ۱۴۱۹ھ
- ۳۲۱- رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، بکری، مفاتیح الغیب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۱ھ
- ۳۲۲- راغب، حسین بن محمد، اصفهانی، المفردات فی غریب القرآن، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکة المکرمہ، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۳۲۳- رزماني، محمد بن عبدالباقی، ابوعبداللہ، شرح سموط الامام مالک، مصطفیٰ البابی الحلبي، مصر، ط ۱، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء
- ۳۲۴- رسالہ ”تذیر“ لاہور، نومبر ۱۹۹۱ء
- ۳۲۵- رضوی، محمود احمد، سید، فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری، مکتبہ رضوان، لاہور، سن
- ۳۲۶- زبیدی، مرتضیٰ حسینی، سید، حافظ، امام، بلغة الاریب فی مصطلح آثار الحبيب، دار البشائر الاسلامیۃ بیروت، ط ۲، ۱۴۰۸ھ
- ۳۲۷- ایضاً، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
- ۳۲۸- ایضاً، اتحاد السادة المتقين بشرح احیاء علوم الدین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۹ھ
- ۳۲۹- زرقانی، محمد عبدالباقی، اشراق مصابح السیرۃ الحمدیۃ بمزج اسرار المواهب اللدنیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ

- ۳۳۰- زرکشی، محمد بن عبد اللہ، امام، التذکرۃ فی الاحادیث المشتملۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۳۳۱- ایضاً، البرهان فی علوم القرآن، دار المعرفۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۳۳۲- زمخشری، محمود بن عمر، علامۃ، الکشاف عن حقائق التاویل، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۳۳۳- ایضاً، الفائق فی غریب الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۳۳۴- زیلعی، عبد اللہ بن یوسف، جمال الدین، حافظ، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ، دار الکتب العلمیۃ، ط ۱، ۱۴۱۶ھ
- ۳۳۵- زین الدین، عبد الرحیم بن حسین، عراقی، امام، التقیید والایضاح لما اطلق واغلق من مقدمۃ ابن الصلاح، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ط ۱، ۱۴۱۶ھ
- ۳۳۶- ایضاً، المغنی عن جمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخیار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۳۳۷- ایضاً، الفیۃ السیرۃ النبویۃ، دار المنہاج، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۶ھ
- ۳۳۸- سبط ابن جوزی، علی بن عبد اللہ، تذکرۃ الخواص، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۶ھ
- ۳۳۹- سبکی، محمد خطاب، محمود، المنہل العذب المورود شرح سنن الامام ابی داؤد، مطبوعہ مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ
- ۳۴۰- سبکی، علی بن کافی، تقی الدین، السیف المسلول علی من سب الرسول ﷺ، دار ابن حزم، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۶ھ
- ۳۴۱- ایضاً، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، مطبوعہ نوریہ رضویہ سبکی کیشنز، لاہور، ط ۱، ۱۴۲۵ھ
- ۳۴۲- سبکی، عبد الوہاب بن علی، طبقات الشافعیۃ الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۰ھ
- ۳۴۳- ستانی، محمد بن عبد الکریم، ابی الفتح، المملل والنحل، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۹ھ
- ۳۴۴- سجتانی، عبد اللہ بن ابی داؤد، ابوبکر، کتاب المصاحف، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۵ھ
- ۳۴۵- سخاوی، محمد بن عبد الرحمن، شمس الدین، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۴ھ
- ۳۴۶- ایضاً، الأجوبۃ المرصیۃ من الاحادیث النبویۃ، دار الریۃ، الریاض، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۳۴۷- ایضاً، القول البدیع فی الصلاۃ علی الجیب الشفیع ﷺ، دار الکتب العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۵ھ و مؤسسۃ الریان، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۲ھ
- ۳۴۸- سراج الدین، محمد بن عبد الرشید، سجاوندی حنفی، السراجی فی المیراث، المیزان، لاہور، ۲۰۰۴ء
- ۳۴۹- سرخسی، محمد بن احمد، ابوبکر، المبسوط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۱ھ
- ۳۵۰- سرھندی، وارث، علمی اردو لغات جامع، علمی کتاب خانہ، لاہور، ۱۹۹۰ء
- ۳۵۱- سعید بن منصور، مکی، خراسانی، امام، سنن سعید بن منصور، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۵ھ
- ۳۵۲- سعیدی، غلام رسول، تیان القرآن، مطبوعہ فرید بک شال، لاہور، ط ۱، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
- ۳۵۳- ایضاً، شرح صحیح مسلم، فرید بک شال، لاہور، ط ۱، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
- ۳۵۴- ایضاً، نعمۃ الباری فی شرح صحیح بخاری، فرید بک شال، لاہور، ط ۱، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
- ۳۵۶- سلیمان جسیم، فرھنگ بزرگ، فرھنگ معاصر، تہران، ط ۱، ۱۳۷۹ھ

- ٣٥٤- سمرقدي، ابوالليث، نصر بن محمد، امام، بحر العدوم (تفسير سمرقدي)، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٣هـ
- ٣٥٨- سمهودي، علي بن عبد الله، نور الدين، جواهر العقدين في فضل الشرفين، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٥هـ
- ٣٥٩- ايضا، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفى عليه السلام، دار احياء التراث العربي، بيروت -
- ٣٦٠- سندي، محمد بن عبد الهادي، ابوالحسن، حاشية السندي على النسائي، دار المعرفة، بيروت، ط ٣، ١٣١٣هـ
- ٣٦١- ايضا، ابوالحسن، كفاية الجامة في شرح سنن ابن ماجه، دار المعرفة، بيروت، ط ١، ١٣١٨هـ
- ٣٦٢- سكي، زكريا بن محمد، شيخ، حافظ، انصاري، التبصرة والتذكرة، دار الكتب العلمية، بيروت -
- ٣٦٣- سهارينوري، خليل احمد، علامه محدث، بذل الجودي في حل ابى داود، قديمي كتب خانه كراچي، سن
- ٣٦٤- سهيلي، عبد الرحمن بن عبد الله، ابوالقاسم، علامه، الروض الانف، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٨هـ
- ٣٦٥- سيوهاروي، حفظ الرحمان، محمد، قصص القرآن، مكتبة رحمانية لاهور، معلوم ندارد
- ٣٦٦- سيوطي، عبد الرحمن بن ابى بكر، جلال الدين، الاتقان في علوم القرآن، دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان، ط ٨، ١٣٢٥هـ / ٢٠٠٣ء
- ٣٦٧- ايضا، تدریب الراوى في شرح تقريب النواوى، مطبوعه مير محمد كتب خانه، كراچي، ١٣٩٢هـ / ١٩٧٢ء
- ٣٦٨- ايضا، زهر الربى على هامش سنن النسائي، مطبوعه قديمي كتب خانه، كراچي، معلوم ندارد
- ٣٦٩- ايضا، الاكيل في استنباط التزويل، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٢٨هـ
- ٣٧٠- ايضا، الباهر في حكم النبي عليه السلام في الباطن والظاهر، دار السلام، القاهرة، ط ١، ١٣٠٤هـ
- ٣٧١- ايضا، البدور السافرة في احوال الآخرة، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٦هـ
- ٣٧٢- ايضا، تاريخ الخلفاء، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٩هـ
- ٣٧٣- ايضا، التعظيم والتمتة في ان ابوى رسول الله عليه السلام في الجنة، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٠٩هـ
- ٣٧٤- ايضا، جامع الاحاديث الكبير، دار الفكر، بيروت، ١٣١٣هـ
- ٣٧٥- ايضا، جمع الجوامع، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٢١هـ
- ٣٧٦- ايضا، الجامع الصغير في احاديث البشير النذير عليه السلام، مكتبة نزار المصطفى الباز، مكة المكرمة، ط ١، ١٣١٨هـ
- ٣٧٧- ايضا، الحاوى لفتاوى، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٠٢هـ وطبع دار الكتاب العربي، بيروت الطبعة ١٣٢٥هـ
- ٣٧٨- ايضا، الدرر المنتشرة في الاحاديث المشتهرة، دار الفكر، بيروت، ١٣١٥هـ
- ٣٧٩- ايضا، الدرر المشورة في التفسير بالماثور، دار الفكر، بيروت، الطبعة ١٣١٣هـ
- ٣٨٠- ايضا، ذيل اللآلى المصنوعة في الاحاديث الموضوعية، مطبع علوى لمحمد على بخش خاں لکهنوى، ١٣٠٣هـ
- ٣٨١- ايضا، زهر الربى على الجتبى (شرح سنن النسائي):، دار المعرفة، بيروت، ط ٣، ١٣١٣هـ
- ٣٨٢- ايضا، شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، دار المعرفة، بيروت، ط ١، ١٣١٤هـ

- ۳۸۳- ایضاً، طبقات الحفاظ، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۰۳ھ
- ۳۸۴- ایضاً، قطف الازهار المتناثرة فی الاحادیث المتواترة، المكتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ
- ۳۸۵- ایضاً، کفایة الطالب البیب فی خصائص الحیب من الشیخ (الخصائص الکبریٰ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۰۵ھ
- ۳۸۶- ایضاً، الكنز المدفون والفلك المشحون، ادا لکشلول، مؤسسة النعمان، بیروت الطبعة ۱۴۱۲ھ
- ۳۸۷- ایضاً، لباب النقول فی اسباب النزول، دارالکتب العلمیة، بیروت
- ۳۸۸- ایضاً، مفتاح الجنة فی الاحتجاج بالنسبة، مکتبة الصحابة جده، ط ۱۴۱۳ھ
- ۳۸۹- ایضاً، مسالك الخفاء فی والدی المصطفیٰ من الشیخ من مجموعة الرسائل العشر، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۰۹ھ
- ۳۹۰- ایضاً، نشر العلمین السیفین فی احياء الابوين الشریفین، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۰۹ھ
- ۳۹۱- شاطبی، ابراهیم بن موسی، ابواسحاق، الموافقات فی اصول الشریعة، المطبعة الرحمانية، القاهرة، مصر، ۱۴۰۲ھ
- ۳۹۲- شافعی، محمد بن ادريس، امام، الرسالة، مصطفیٰ البابی الحلی، القاهرة، مصر، ط ۱۹۸۳ء
- ۳۹۳- شامی، محمد امین، ابن عابدین، رد المحتار علی در المختار، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۳۹۴- شاه عبدالحق، محدث دهلوی، ما ثبت بالنسبة عن اعمال السنة عربی وارود، دارالاشاعت، کراچی ۱۴۰۳ھ
- ۳۹۵- شاه عبدالعزیز، دهلوی، محدث، فتاویٰ عزیز، کتاب فروشی حاجی محمد علیم وپیران، بازار کتاب فروشی کابل افغانستان
- ۳۹۶- ایضاً، تحفة اثناء عشر، حضرت میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
- ۳۹۷- شاه، ولی اللہ، محدث، دهلوی، المنشی شرح الموطا، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ط ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء
- ۳۹۸- ایضاً، حجة اللہ البالغة، داراحیاء العلوم، بیروت، ط ۱۴۱۰ھ
- ۳۹۹- ایضاً، المصطفیٰ شرح موطا، محمد علی کارخانہ، کراچی، سن
- ۴۰۰- ایضاً، ازالة الخفاء فی تاریخ الخلفاء، حضرت قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
- ۴۰۱- ایضاً، القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، سندھ ساگر اکادمی، لاہور
- ۴۰۲- شبلی، مومن بن حسن، نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار من الشیخ، شركة مطبعة مصطفیٰ البابی الحلی، مصر الطبعة الاخرة ۱۳۲۷ھ
- ۴۰۳- شبیر احمد، عثمانی، تفسیر عثمانی، مجمع الملك فهد للطباعة المصحف الشريف، مدينة منورة، الطبعة ۱۴۰۹ھ
- ۴۰۴- شعرائی، عبدالوہاب، میزان الشریعة الکبریٰ، مصطفیٰ البابی الحلی، مصر، ط ۱۳۵۹ھ
- ۴۰۵- شعرائی، عبدالوہاب، امام، البدر المنیر فی احادیث البشیر النذیر من الشیخ، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۲۰ھ
- ۴۰۶- ایضاً، کشف الغمة عن جمیع الامم، دارالفکر بیروت، الطبعة ۱۴۰۸ھ
- ۴۰۷- ایضاً، الکبریٰ الاحمر، مطبعة مصطفیٰ البابی الحلی، مصر، وداراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة ۱۴۱۸ھ
- ۴۰۸- ایضاً، لواقع الانوار وطبقات الاخیار (الطبقات الکبریٰ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۱۸ھ

- ۲۰۹- ایضاً، المنمن الکبریٰ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ط ۱، ۱۴۲۰ھ
- ۲۱۰- ایضاً، ایواقیق و الجواهر، مطبعة مصطفى البانی الحلبي، مصر، و دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۲۱۱- شمس الحق، محمد، ابوطیب عظیم آبادی، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، قدیمی کتب خانہ، کراچی، سن شنیطی، تجانی، مختار بن احمد، رسالۃ البیان والتبیین فی أن الصوفیة مذہبها السنة والقرآن، دارالکتب العلمیہ بیروت، ط ۱، ۱۴۲۳ھ
- ۲۱۲- شوکانی، محمد بن علی، قاضی، فتح القدير، دار ابن کثیر، دمشق، ط ۱، ۱۴۱۴ھ
- ۲۱۳- ایضاً، الفوائد المجموعۃ فی الاجادیت الموضوعۃ، دارالکتب العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۶ھ
- ۲۱۵- ایضاً، قطر الولی علی حدیث الولی: العلامة، دارالکتب العلمیہ بیروت، ط ۱، ۱۴۲۲ھ
- ۲۱۶- ایضاً، تحفہ الذاکرین شرح حصن حصین و دار الجلیل، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۲۱۷- ایضاً، نیل الاوطار شرح منشی الاخیار، دار المعرفۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۲۱۸- شیبانی، محمد بن الحسن، موطا الامام مالک (موطا محمد)، دار القلم دمشق، ط ۱، ۱۴۱۳ھ
- ۲۱۹- شیبانی، احمد بن عمرو، امام، الزهد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۲، ۱۴۰۸ھ
- ۲۲۰- ایضاً، السنۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۳، ۱۴۱۳ھ
- ۲۲۱- شیخ نظام، مولانا، الفتاویٰ العالمگیریہ، المکتبۃ الرشید، کوئٹہ، سن
- ۲۲۲- شیرویه بن شہر، حافظ، فردوس الاخبار، دار ابن شیریہ الدیلی، دار الریان، القاہرہ، ط ۱، ۱۴۰۸ھ
- ۲۲۳- صالحی، محمد بن طولون، الشذرة فی الاحادیث المشتهرة، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۳ھ
- ۲۲۴- صالحی، محمد بن یوسف، امام، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۴ھ
- ۲۲۵- صاوی، احمد بن محمد، حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، دار الفکر، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۲۲۶- صدیق حسن خان، نواب، بھوپالی، فتح البیان فی مقاصد القرآن، المکتبۃ العصریہ، بیروت، الطبعة ۱۴۱۲ھ
- ۲۲۷- ایضاً، مسک الختام، مکتبۃ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن، سن
- ۲۲۸- صدیقی، محمد سعد، ڈاکٹر، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری، لاہور، ط ۱، ۱۹۸۸ء
- ۲۲۹- صلابی، علی محمد، الدكتور، خامس الخلفاء الراشدین امیر المؤمنین الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، دار ابن کثیر دمشق، ط ۱، ۱۴۲۵ھ
- ۲۳۰- صنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، امام، تفسیر عبدالرزاق، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۲۳۱- ایضاً، المصنف، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۱ھ
- ۲۳۲- طبرانی، سلیمان بن احمد، ابوالقاسم، امام، جزء فیہ طرق حدیث من کذب علی متعمدا، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۲۳۳- ایضاً، کتاب الدعاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۳ھ
- ۲۳۴- ایضاً، معجم الاوسط، مکتبۃ المعارف، الرياض ۱۴۰۵ھ

- ۲۳۵- ایضاً، معجم الکبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ودار الکتب العلمیہ بیروت، ط ۱۳۲۸ھ
- ۲۳۶- ایضاً، المعجم الصغیر (الروض الدانی)، مکتب الاسلامی، بیروت، ط ۱۴۰۵ھ
- ۲۳۷- طبری، ابن جریر، ابو جعفر، تاریخ الامم والملوک، دار الکتب العلمیہ بیروت، ط ۱۳۲۴ھ
- ۲۳۸- طبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، جامع البیان، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ
- ۲۳۹- ایضاً، تہذیب الآثار تفصیل الثابت عن رسول اللہ ﷺ من الاخبار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۳۲۹ھ
- ۲۴۰- ایضاً، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، دار الفکر، بیروت الطبعة ۱۴۱۵ھ
- ۲۴۱- ایضاً، خلاصہ سیر سید البشر، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکة المکرمہ، ط ۱۳۱۸ھ
- ۲۴۲- طبری، احمد بن عبد اللہ، محبت الدین، الرياض النضرة فی مناقب العشرة، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ط ۱۹۹۶ء
- ۲۴۳- ایضاً، السمط الثمین فی مناقب امہات المؤمنین، المکتبۃ التجاریہ، مکة المکرمہ -
- ۲۴۴- طحاوی، احمد بن محمد، ابو جعفر، امام، شرح معانی الآثار، عالم الکتب، بیروت، ط ۱۴۱۴ھ
- ۲۴۵- ایضاً، تحفۃ الاخبار بترتیب شرح مشکل الآثار، دار بلنسیہ، مکة المکرمہ، ط ۱۴۲۰ھ
- ۲۴۶- الطحان، محمود، الدكتور، تیسیر مصطلح الحدیث، دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ء
- ۲۴۷- طرابلسی، القاوتی، محمد بن خلیل، اللؤلؤ المرصوع فیما لا اصل له او باصله موضوع، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ط ۱۴۱۵ھ
- ۲۴۸- طوسی، عبد اللہ بن علی، ابو نصر، الجمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۲۱ھ
- ۲۴۹- طہ محمد، الساکت، شیخ، علامہ، من ذخائر السنة النبویہ، دار نور المکتبات، ط ۱۴۱۴ھ
- ۲۵۰- طیلسی، سلیمان بن داؤد، امام، المسند، دار الکتب العلمیہ، ط ۱۴۲۵ھ
- ۲۵۱- ظہری، محمد بن سعد، امام، الطبقات الکبریٰ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۲۵۲- عامری، یحییٰ بن ابی بکر، ابو زکریا، عماد الدین، ہججہ المحافل و بغیۃ الاماکن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۲۵۳- عبد الباقی، محمد فواد، مناقب علی والحسین و امہما فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم، دار الحدیث، القاہرہ، سنۃ الطبع ۱۴۲۳ھ
- ۲۵۴- عبد المنعم، قضاء علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، مکتبۃ الرشید، السعودیہ، ط ۱۴۲۷ھ
- ۲۵۵- عبد الجبیر، خواجہ، جامع اللغات، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ط ۱۹۸۹ء
- ۲۵۶- عتر، نور الدین، منہج النقد فی علوم الحدیث، دار الفکر، دمشق، شام، ۱۹۸۱ء
- ۲۵۷- عثمانی، شہیر احمد، علامہ، فتح الملہم بشرح صحیح مسلم، مکتبہ دار العلوم کراچی، کراچی، ۱۴۲۳ھ
- ۲۵۸- ایضاً، تفسیر عثمانی، پاک کمپنی، لاہور، سن
- ۲۵۹- عثمانی، ظفر احمد، تھانوی، شیخ، اعلاء السنن، دار الفکر، بیروت، ط ۱۴۲۱ھ
- ۲۶۰- عجاج، محمد، الخطیب، السنۃ قبل التدوین، مکتبہ و ہبہ، القاہرہ، مصر، ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء

- ٢٦١- عجلوني، اسمعيل بن محمد، علامة، كشف الخفاء ومزيل الالباس، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٨هـ
- ٢٦٢- عجلي، احمد بن عبد الله، ابوالحسن، تاريخ الثقات، مطبوعه دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٩٨٣ء
- ٢٦٣- عسقلاني، احمد بن علي بن حجر، شهاب الدين، حافظ، الاصابة في تمييز الصحابة، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٥هـ
- ٢٦٤- ايضا، تلخيص الجيري في تخرج احاديث الراعي الكبير، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٩هـ
- ٢٦٥- ايضا، تهذيب التهذيب، دار الفكر بيروت، ط ١، ١٣١٥هـ
- ٢٦٦- ايضا، فتح الباري شرح صحيح البخاري، دار الفكر، بيروت، ط ١، ١٣١٦هـ
- ٢٦٧- ايضا، القول المسدوني الذب عن المسند للإمام احمد، عالم الكتب، بيروت، ط ١، ١٣٠٣هـ
- ٢٦٨- ايضا، النكت، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٢هـ
- ٢٦٩- عصفري، خليفة بن خياط، ابى عمرو، تاريخ خليفة بن خياط، تحقيق اكرم ضياء العمري، دار طيبة الرياض، ط ٢، ١٣٠٥هـ
- ٢٧٠- العطار، صدقي جميل، حاشية سنن ابى داود، دار الفكر، بيروت، لبنان، ط ١، ٢٦-١٣٢٥هـ/٢٠٠٥ء
- ٢٧١- عقاد، عباس محمود، العبريات الاسلامية، المكتبة، العصرية، بيروت-
- ٢٧٢- عقيلي، محمد بن عمرو، ابو جعفر، الضعفاء الكبير، مكتبة علمية، بيروت، لبنان، ط ١، ١٩٨٣ء
- ٢٧٣- عكبري، عبید اللہ بن محمد، ابو عبد اللہ، الابانة عن شريعة الفرق الناجية ومجانبة الفرق المذمومة، دار الرية، الرياض، ط ١، ١٣٠٩هـ
- ٢٧٤- عكري، احمد بن محمد، شذرات الذهب في اخبار من ذهب، دار ابن كثير، دمشق، ط ١، ١٣٠٦هـ
- ٢٧٥- علائي، خليل بن كيكلدي، كتاب تحقيق مديف الرتبة لمن ثبت له شرف الصحبة، دار العاصمة، الرياض، ط ١، ١٣١٠هـ
- ٢٧٦- علوي، محمد بن السيد، مالكي مكي، محمد صلي الله عليه وسلم الانسان الكامل، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٢٩هـ
- ٢٧٧- عمر بن علي، ابو حفص، حنبلي، اللباب في علوم الكتاب، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٩هـ
- ٢٧٨- عياض مالكي، قاضي، ابو الفضل بن موسى، اكمال المعلم بقوائد مسلم، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ط ١، ١٣٢٧هـ/٢٠٠٦ء
- ٢٧٩- عيني، محمود بن احمد، بدر الدين، ابو محمد، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، دار الحديث، ملتان، ط ١، سن
- ٢٨٠- ايضا، العلم الهيب من الكلم الطيب، مكتبة الرشد، الرياض، ط ١، ١٣١٩هـ
- ٢٨١- غامدي، جاويد احمد، ميزان، المورد، لاهور، ط ٣، ٢٠٠٩ء
- ٢٨٢- غربان محمد شفيق، الموسوعة العربية المسيرة، قاهرة، مصر، ١٩٦٥ء
- ٢٨٣- غزالي، محمد بن محمد، امام، احياء علوم الدين، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٩هـ
- ٢٨٤- ايضا، مستصفي من علم الاصول، اميرية كبرى، بولاق، مصر، ١٢٩٣هـ
- ٢٨٥- غياث الدين، محمد، غياث اللغات، اتج ايم سعيد كيني، كراچي، معلوم ندارد
- ٢٨٦- قاسي، محمد مهدي، امام، مطالع المسرات بجلاء دلائل الخيرات، المكتبة المكرمة الرضوية، لالپور (فيصل آباد)

- ۲۸۷۔ فزاری، ابراہیم بن محمد، ابواسحاق، کتاب السیر، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط ۱۴۰۸ھ
- ۲۸۸۔ فتی، محمد طاہر، مجمع بحار الانوار، مکتبہ دارالایمان المدنیۃ المنورۃ، ط ۱۴۱۵ھ
- ۲۸۹۔ الفلاح، محمد عبدہ، تفسیر الحدیث المسنی اشرف الحواشی، شیخ محمد اشرف ناشران، لاہور، سن
- ۲۹۰۔ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، مجد الدین، القاموس المحیط، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط ۱۴۱۳ھ
- ۲۹۱۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، سن
- ۲۹۲۔ قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور، کراچی، ط ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء
- ۲۹۳۔ قاسمی، جمال الدین، قواعد التحدیث، مکتبہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۸ھ
- ۲۹۴۔ ایضاً، محاسن التاویل (التفسیر القاسمی)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۴۱۵ھ
- ۲۹۵۔ قاضی، زین العابدین، قاموس القرآن، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۷۸ء
- ۲۹۶۔ قرطبی، احمد بن عمر، ابوعباس ابراہیم مالکی، المفہم، دار ابن کثیر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ
- ۲۹۷۔ قرطبی، محمد بن احمد، ابوعبداللہ مالکی، الجامع لاحکام القرآن، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
- ۲۹۸۔ ایضاً، التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرة، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۲۹۹۔ قرطبی، یوسف بن عبداللہ، ابو عمرو، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۵ھ
- ۵۰۰۔ ایضاً، جامع بیان العلم وفضلہ، دار ابن الجوزی، الدمام، ط ۱۴۱۹ھ
- ۵۰۱۔ قسطلانی، احمد بن محمد، ابوالعباس شہاب الدین، ارشاد السناری شرح صحیح البخاری، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۲۰۰۹ء
- ۵۰۲۔ ایضاً، المواہب الدنیۃ بانح المحمدیۃ، مکتبہ الاسلامی بیروت، ط ۱۴۱۲ھ
- ۵۰۳۔ قشیری، عبدالکریم بن ہوازن، ابوالقاسم، امام، لطائف الاشارات، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۲۰ھ
- ۵۰۴۔ قضاعی، محمد بن سلامۃ، ابی عبداللہ، دستور معالم الحکم وما ثور مکارم الشیم، شرکتہ دار ارقم بن ابی الارقم بیروت، ط ۱۴۱۸ھ
- ۵۰۵۔ قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، ط ۱۹۹۸ء
- ۵۰۶۔ قنوجی، محمد صدیق حسین، سید، البلغۃ فی اصول اللغۃ، دار البیضاء الاسلامیۃ بیروت، ط ۱۴۰۸ھ
- ۵۰۷۔ ایضاً، تکریم المؤمنین بتقویم مناقب الخلفاء الراشدین، قادری کتب خانہ، سیالکوٹ۔
- ۵۰۸۔ ایضاً، التاج المکمل من جوہر ماثر الطراز الآخردالاولی، مکتبہ دارالسلام الرياض، ط ۱۴۱۶ھ
- ۵۰۹۔ ایضاً، الدین الخالص، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۵ھ
- ۵۱۰۔ کاسانی، ابوبکر بن مسعود، علاؤ الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مطبوعہ ایتھ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، ۱۴۰۰ھ
- ۵۱۱۔ کاندھلوی، محمد ادریس، حجیت حدیث، مکتبہ عثمانیہ، لاہور، ط ۱۹۹۶ء
- ۵۱۲۔ ایضاً، التعلیق الصبح علی مشکاة المصابیح، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۴۲۵ھ

- ٥١٣- كاندهلوي، محمد زكريا، شيخ، اوجز المسالك الى موطاما لك، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ط، ١٤٢٠هـ/ ١٩٩٩ء
- ٥١٤- ايضا، بذل الجهود في حل ابى داود، مطبوعه دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ١٤١٩هـ/ ١٩٩٨ء
- ٥١٥- كاندهلوي، محمد يوسف، حياة الصحابة، دار احياء التراث العربى، بيروت، ط، ١٤٠٦هـ
- ٥١٦- الكائى، هبة الله بن حسن، ابوالقاسم، شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، دار الكتب العلمية، بيروت، ط، ١٤٢٣هـ
- ٥١٧- كاتاني، محمد بن جعفر، الرسالة المستترفة، دار الكتب العلمية، بيروت، ط، ١٤١٦هـ
- ٥١٨- كديرى، احسان محمد وحلا جمفسي سراج الطالبين، مكتبة الحرمين، جدة-
- ٥١٩- كشميرى، محمد نور شاه، التصريح بما تواتر في نزول المسيح، مكتب المطبوعات الاسلامية بحلب، ط، ١٤١٢هـ
- ٥٢٠- ايضا، العرف الشذى شرح جامع الترمذى، دار احياء التراث العربى، بيروت، لبنان، ط، ١٤٢٥هـ/ ٢٠٠٣ء
- ٥٢١- لكهنوى، عبدالحى، محمد، الرفع والتكميل في الجرح والتعديل، مكتبة المطبوعات الاسلامية، بحلب، ط، ١٤٠٨هـ
- ٥٢٢- ايضا، الاجوبة الفاضلة للسئلة العشرة الكاملة، مكتب المطبوعات الاسلامية، بحلب، ط، ١٤١٣هـ
- ٥٢٣- لكهنوى، محمد عبدالحليم بن محمد امين، قمر الاقمار لنور الانوار في شرح السنن، دار الكتب العلمية، بيروت، ط، ١٤١٥هـ
- ٥٢٤- ماتريدى، محمد بن محمود، ابى منصور، سمرقندى، حنفى، تاويلات اهل السنة، مؤسسة الرسالة، ط، ١٤٢٥هـ
- ٥٢٥- مالك، ابن انس، امام، الموطا، دار الفجر للتراث، القاهرة، مصر، ١٤٢٦هـ/ ٢٠٠٥ء
- ٥٢٦- ماينى، احمد بن محمد، ابوسعيد، امام، كتاب الاربعين في شيوخ الصوفية، دار البشائر الاسلامية، ط، ١٤١٤هـ
- ٥٢٧- ماوردى، على بن محمد، على بن محمد، علامة، اعلام النبوة، مطبوعه دار الكتاب العربى، بيروت، ط، ١٤٠٨هـ
- ٥٢٨- ايضا، النكت والعيون، مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت، ط، ١٤١٢هـ
- ٥٢٩- مباركپورى، عبد الرحمن، ابوالعلى محمد، تحفة الاحوزى شرح جامع الترمذى، بيت الافكار الدولية، عمان، اردن، سن
- ٥٣٠- ايضا، الرحيق المختوم، دار السلام، الرياض، الطبعة ١٤١٣هـ
- ٥٣١- مجاهد بن جبر، قرشى، مخزومى، التفسير الكبير، دار الكتب العلمية، بيروت، ط، ١٤٢٦هـ
- ٥٣٢- محمد بن على، ابوعلى، الصورى، الحافظ، الفوائد الممتقاة والغرائب الحسان عن شيوخ الكوفيين، دار الكتاب العربى، بيروت، ط، ١٤٠٤هـ
- ٥٣٣- محمد بن سلامة، الشافعى، القضاعى، امام، مسند الشهاب، مؤسسة الرسالة، بيروت، ط، ١٤٠٥هـ
- ٥٣٤- محمد بن هارون، ابوبكر، رويانى، امام، مسند الصحابة، دار الكتب العلمية، بيروت، ط، ١٤١٤هـ
- ٥٣٥- محمد بن محمد، ابوالسعود، عمادى، حنفى، ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم، دار الكتب العلمية، بيروت، ط، ١٤١٩هـ
- ٥٣٦- محمد امين بن محمد مختار، جكنى، علامة، اضواء البيان فى ايضاح القرآن، دار احياء التراث العربى، بيروت، ط، ١٤١٤هـ
- ٥٣٧- محمد بن يعقوب، مجد الدين، فيروز آبادى، امام، بصائر ذوى التمييز فى لطائف الكتاب العزيز، المكتبة العلمية، بيروت
- ٥٣٨- محمد بن خطيب، شربى، السراج المنير، دار احياء التراث العربى، بيروت، ط، ١٤٢٥هـ

- ۵۳۹۔ محمد علی، شیخ، صابونی، صفوة التفسیر، دار الحیا التراث العربی، بیروت، ط ۱۳۱۹ھ
- ۵۴۰۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارة المعارف، کراچی، ۱۳۲۷ھ/۲۰۰۶ء
- ۵۴۱۔ محمد بن خلیفة، ابو عبد اللہ، وشتانی، ابی الماکلی، علامة، اکمال اکمال المعلم، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۹ھ
- ۵۴۲۔ محمد بن احمد، ابو القاسم، کلبی، التسهیل لعلوم التزیل، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۵ھ
- ۵۴۳۔ محمد زکریا، سہارنپوری، مولانا، لامع الدرری علی جامع البخاری، مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
- ۵۴۴۔ محمد بن محمد، سنوسی، مالکی، علامة، مکمل اکمال الاکمال، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۵ھ
- ۵۴۵۔ محمد بن محمد، ابوالفتح، حافظ، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمال والسير، مکتبہ دار التراث، المدینة المنورة، ط ۱۳۱۳ھ
- ۵۴۶۔ محمد بن احمد، ابوالبقاء، تاریخ مکة المشرفة والمسجد الحرام والمدینة الشریفة والقمر الشریف، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۸ھ
- ۵۴۷۔ محمد بن عمر، کتاب المغازی للواقدي، عالم الکتب بیروت، ط ۱۳۰۴ھ
- ۵۴۸۔ محمد بن ادريس، دیوان امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، تحقیق محمد عبدالرحیم، دار الفکر، بیروت، ط ۱۳۱۵ھ
- ۵۴۹۔ محمد نافع، مولانا، سیرت امیر معاویہ، دار الکتب، لاہور
- ۵۵۰۔ مراد آبادی، نعیم الدین، سید محمد، خزائن العرفان، حافظ کمپنی، لاہور، س ۱۳
- ۵۵۱۔ مراغی، زین الدین ابی بکر بن الحسین، کتاب تحقیق النضرۃ بتلخیص معالم دار الحجرة، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکة المکرمہ، ط ۱۳۱۷ھ
- ۵۵۲۔ مروزی، خزاعی، نعیم بن حماد، حافظ، الفتن، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۱۸ھ
- ۵۵۳۔ مروزی، اسحاق بن ابراهیم، امام، مسند اسحاق بن راہویہ، مکتبہ الایمان، المدینة المنورة، ط ۱۳۱۰ھ و دار الکتب العربی، بیروت، ط ۱۳۲۳ھ
- ۵۵۴۔ مروزی، محمد بن نصر، امام فقیہ شیخ الاسلام، المسند، مکتبہ مصطفیٰ البابی، بولاق، مصر، ۱۳۰۲ھ
- ۵۵۵۔ مزنی، جمال الدین یوسف، ابوالحجاج، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، مطبوعہ موسسة الرسالة، بیروت، ط ۱۹۹۲ء
- ۵۵۶۔ مرغینانی، علی بن ابی بکر، ابوالحسن، الھدایة شرح بدلیة المبتدی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۳۱۶ھ
- ۵۵۷۔ مرجانی، محمد بن عبد الملک، بہجۃ النفوس والاسرار، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکة المکرمہ، ط ۱۳۱۸ھ
- ۵۵۸۔ مسلم، ابن حجاج، ابوالحسین قشیری، صحیح مسلم، دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، ۱۳۲۹ھ/۲۰۰۸ء
- ۵۵۹۔ مصری، عمر بن شبہ، ابوزید، تاریخ مدینة، دار التراث، بیروت، ط ۱۳۱۰ھ
- ۵۶۰۔ مصطفیٰ خیری، منصور، علامة، المقتطف من عیون التفسیر، دار القلم، دمشق، ط ۱۳۱۷ھ
- ۵۶۱۔ مطلی، محمد بن اسحاق، مدنی، السیرة النبویة، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۲۴ھ
- ۵۶۲۔ مغلاطی، ابو عبد اللہ بن قلیج، علاء الدین، حافظ، الاشارة الی سیرة المصطفیٰ، دار القلم، دمشق، ط ۱۳۱۶ھ
- ۵۶۳۔ مقاتل بن سلیمان، ابوالحسن، ازدی، امام، تفسیر مقاتل بن سلیمان، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۲۴ھ
- ۵۶۴۔ مقدسی، یوسف بن یحییٰ، عقد الدرر فی اخبار المنظر وهو المهدی، مکتبہ المنار، ط ۱۳۰۵ھ

- ۵۶۵۔ مقدسی، محمد بن عبدالواحد، ضیاء الدین، الاحادیث المختارة مما لیس فی التحسین، مکتبة النهضة الحديثة، مکة المكرمة، ط ۱، ۱۴۱۰ھ۔
- ۵۶۶۔ مقدسی، محمد بن طاہر، ابوالفضل، حافظ، اطراف الغراب والافراد للدارقطني، دار التدریس، الرياض، ط ۱، ۱۴۲۸ھ۔
- ۵۶۷۔ مقریزی، احمد بن علی، ابی العباس الموعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار، الطبعة بدون تاریخ، مکتبة الدینیة، القاهرة۔
- ۵۶۸۔ مقری، احمد بن محمد علی، المصباح المنیر، مطبوعة دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۴ھ۔
- ۵۶۹۔ ملا علی القاری، علی بن سلطان محمد، الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۵ھ۔
- ۵۷۰۔ ایضاً، جمع الوسائل فی شرح الشماک، نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔
- ۵۷۱۔ ایضاً، شرح مسند ابی حنیفة، دارالکتب العلمیة، بیروت۔
- ۵۷۲۔ ایضاً، شرح الفقه الاکبر، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۴ھ۔
- ۵۷۳۔ ایضاً، شرح الشفاء، دارالکتب العلمیة، بیروت۔
- ۵۷۴۔ ایضاً، فتح باب العناية بشرح النقابة، دار ارقم، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ۔
- ۵۷۵۔ ایضاً، مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، المکتبة التجاریة، مکة المكرمة۔
- ۵۷۶۔ ایضاً، المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع، دار البشائر الاسلامیة، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۴ھ۔
- ۵۷۷۔ ملا جیون، احمد، نور الانوار، محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، سن
- ۵۷۸۔ مناوی، عبدالرؤف، علامة، شرح الشماک، نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔
- ۵۷۹۔ ایضاً، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ۔
- ۵۸۰۔ ایضاً، الکواکب الدریة فی تراجم السادة الصوفیة، دارصادر، بیروت، ط ۱، ۱۹۹۹ء۔
- ۵۸۱۔ منذری، زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی، امام، الترغیب والترہیب، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ۔
- ۵۸۲۔ منصور بن الحسن، عماد الدین، گازرونی، شافعی، حاشیة الغازرونی علی البیضاوی، دار الفکر، بیروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔
- ۵۸۳۔ منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، رحمة اللعالمین، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور ۱۹۹۱ھ۔
- ۵۸۴۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ط ۱، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء۔
- ۵۸۵۔ ایضاً، سنت کی آئینی حیثیت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ط ۱، ۲۰۰۰ء۔
- ۵۸۶۔ موسیٰ شاہین، لاشین، پروفیسر ڈاکٹر، فتح المنعم شرح صحیح مسلم، دار الشروق، القاہرہ، مصر، ط ۱، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء۔
- ۵۸۷۔ مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مہر منیر، فیض احمد فیض رحمۃ اللہ علیہ، قطب عالم، پاکستان، انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ لاہور ۱۴۰۶ھ۔
- ۵۸۸۔ ایضاً، تصفیة مابین سنی و شیعہ رحمۃ اللہ علیہ، انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور ۱۴۰۶ھ۔
- ۵۸۹۔ ناصر الدین، محمد، البانی، ظلال الجہت فی تخریج السنن، المکتب الاسلامی، ط ۱، ۱۴۱۳ھ۔
- ۵۹۰۔ نبھانی، یوسف بن اسماعیل، امام، الانوار الحمدیة من المواہب اللدنیة، الطبعة الادبیة، بیروت ۱۴۲۱ھ۔

- ۵۹۱- ایضاً، جامع کرامات اولیاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۵۹۲- ایضاً، جواهر البحار فی فضائل النبی المختار، مصر ۱۳۷۹ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۵۹۳- ایضاً، حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۵۹۴- ایضاً، حزب الاستغاثات، سید السادات، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۲ھ
- ۵۹۵- ایضاً، سعادة الدارين فی الصلاة علی سید الکوین صلی اللہ علیہ وسلم، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۵۹۶- ایضاً، شواهد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق، مطبعة مصطفی البابی الحلی، مصر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۵۹۷- نجدی، محمد بن عبد الوهاب، مختصر زاد المعاد، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۳، ۱۴۰۳ھ
- ۵۹۸- ایضاً، مختصر سیرة الرسول، مکتبة نزار مصطفی الباز، مکتبة المکرمة، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۵۹۹- نجم الدین، محمد بن محمد، الغزی، الاقان ما حسن من الاخبار الواردة علی الالس، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۵ھ
- ۶۰۰- ندوی، سید سلمان، سیرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۱ء
- ۶۰۱- ندوی، علی، ابوالحسن، ماذا خسر العالم بانحاط المسلمین، دار ابن کثیر دمشق، ط ۲، ۱۴۲۶ھ
- ۶۰۲- ایضاً، المرتضی سیرة امیر المانین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، دار القلم دمشق، ط ۲، ۱۴۱۹ھ
- ۶۰۳- ندوی، سید رضوان علی، الدكتور، خانوادہ نبوی و عہد بنی امیہ، حقائق واوہام عربی ادارہ تصنیف و نشر کراچی۔
- ۶۰۴- نسائی، احمد بن علی بن شعیب، ابو عبد الرحمن، الضعفاء والمرتدکین، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء
- ۶۰۵- ایضاً، سنن النسائی المسمی بالجتبی، دار الفکر، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۵ھ- ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء
- ۶۰۶- ایضاً، تفسیر النسائی، مؤسسة الکتب الثقافیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۰ھ
- ۶۰۷- ایضاً، خصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب، دارالکتب العربی، بیروت، ط ۲، ۱۴۱۷ھ
- ۶۰۸- ایضاً، السنن الکبری، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۱ھ
- ۶۰۹- نسفی، احمد بن محمد، ابوالبرکات، علامہ، مدارک التنزیل و حقائق التاویل، دار القلم، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۸ھ
- ۶۱۰- نظام الدین بن محمد، قتی، علامہ، غرائب القرآن و غرائب الفرقان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۶۱۱- نعمانی، شبلی، سید سلیمان، ندوی، علامہ، سیرة النبی، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور۔
- ۶۱۲- نعمانی، محمد عبد الرشید، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھتان، علامہ مکتبہ الحسن، لاہور
- ۶۱۳- ایضاً، شہداء کربلاء پر افتراء، مکتبہ الحسن، لاہور۔
- ۶۱۴- ایضاً، یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں، مکتبہ الحسن، لاہور۔
- ۶۱۵- نقوی، علی رضا، سید داکتر، فرهنگ جامع (فارسی بہ انگلیسی واردو)، قرین فرہنگی سفارت، جمہوری اسلامی ایران، اسلام آباد، ط ۲، ۱۳۸۲ھ
- ۶۱۶- نواب صاحب، ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی، دار ابن حزم بیروت، ط ۱، ۱۴۲۲ھ

- ۶۱۷- نووی، یحییٰ بن شرف، ابوزکریا محی الدین، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، بیت الافکار الدولية، اردن، ط ۵، ۲۰۰۷ء
- ۶۱۸- ایضاً، تھذیب الاسماء واللغات، دار الفکر، بیروت، ط ۱، ۱۳۱۶ھ
- ۶۱۹- ایضاً، شتربیب النواوی مع تدریب الراوی، مکتبۃ الکوثر، الرياض، ط ۲، ۱۳۱۵ھ
- ۶۲۰- ایضاً، المنخبۃ من کلام سید الابرار علیہ السلام، دار ابن کثیر، دمشق، ط ۶، ۱۳۱۳ھ
- ۶۲۱- ایضاً، المنہاج بشرح مسلم لابن الحجاج، دار المعرفۃ، بیروت، ط ۱، ۱۳۱۲ھ
- ۶۲۲- نیشاپوری، حسن بن محمد، عقلاء الجانین، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط ۱، ۱۳۰۵ھ
- ۶۲۳- نیشاپوری، عبداللہ بن علی، امام، المنشی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۳۱۷ھ
- ۶۲۴- نیشاپوری، محمود بن ابی الحسن، ایجاز البیان عن معانی القرآن، مکتبۃ التوبۃ، الرياض، ط ۱، ۱۳۱۷ھ
- ۶۲۵- ایضاً، الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دار القلم، دمشق، ط ۱، ۱۳۱۵ھ
- ۶۲۶- ایضاً، الوسیط فی تفسیر القرآن المجید، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۳۱۵ھ
- ۶۲۷- ایضاً، اسباب نزول القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۳۱۱ھ
- ۶۲۸- وحید الزمان، علامۃ، سیر الباری شرح صحیح البخاری، تاج کمپنی پاکستان
- ۶۲۹- ایضاً، لغات الحدیث، نور محمد کتب خانہ، کراچی، سن
- ۶۳۰- وحید الزمان خان، فوائد سنن ابن ماجہ علی ہاشم سنن ابن ماجہ، مطبوعہ مہتاب کمپنی، لاہور، سن
- ۶۳۱- وکیع بن الجراح، امام، کتاب الزہد، دار الصمیمی، الرياض، ط ۲، ۱۳۱۵ھ
- ۶۳۲- ہاشمی، عبدالمعتم، عصر الصحابۃ، دار ابن کثیر بیروت، ط ۱، ۱۳۲۲ھ
- ۶۳۳- ہانزور، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرہ، مطبوعہ مکتبۃ لبنان، بیروت، ۱۹۸۰ء
- ۶۳۴- جویری، علی بن عثمان، کشف المحجوب، نوائے وقت پرنٹرز، لاہور، الطبعة ۱۳۸۷ھ
- ۶۳۵- ہروی، احمد بن محمد، ابو عبید، الغریبین فی القرآن والحديث، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکة المكرمة، ط ۱، ۱۳۱۹ھ
- ۶۳۶- ہروی، علی بن سلطان محمد، امام، شرح شرح نخبۃ الفکر فی مصطلحات اهل الأثر، شرکتہ دار الارقم بن ابی الارقم، بیروت۔
- ۶۳۷- ہمدانی، محمد بن محمد، ابو الفتوح، الطائی، کتاب الاربعین، در البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۳۲۰ھ
- ۶۳۸- ہیتی، ابن حجر، احمد بن محمد، امام، اسنی المطالب فی صلۃ الاقارب، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط ۱، ۱۳۲۳ھ
- ۶۳۹- ایضاً، اشرف الوسائل الی فہم الشماکل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۳۱۹ھ
- ۶۴۰- ایضاً، الدر المنصود فی الصلاۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود علیہ السلام، دار المدینۃ المنورۃ، ط ۲، ۱۳۱۶ھ
- ۶۴۱- ایضاً، الصواعق المحرقة فی الرد علی اهل البدع والزندقة، مطبوعہ مکتبۃ القاہرۃ، مصر، ط ۲، ۱۳۸۵ھ
- ۶۴۲- ہیشمی، نور الدین علی بن ابی بکر، حافظ، بغیۃ الباحث فی زوائد مسند الحارث، تحقیق: مسعد السعدنی، دار الطائع القاہرۃ۔

- ۶۴۳ - ایضاً، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱۳۲۲ھ / ۲۰۰۱ء
- ۶۴۴ - ایضاً، کشف الاستار عن زوائد البزار، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط ۱۴۰۴ھ
- ۶۴۵ - ایضاً، مجمع البحرین فی زوائد المعجمین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۳۱۹ھ
- ۶۴۶ - ایضاً، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، دارالفکر، بیروت، ط ۱۴۱۴ھ
- ۶۴۷ - ایضاً، المقصد العلی فی زوائد مسند ابی یعلی الموصلی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۳۱۹ھ
- ۶۴۸ - یافعی، محمد عبداللہ، یمینی، خلاصۃ المفایر فی مناقب شیخ عبدالقادر، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور۔
- ۶۴۹ - ایضاً، روض الریاحین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۲۱ھ
- ۶۵۰ - یحییٰ، عیاض بن موسیٰ، ابوالفضل، مشارق الانوار علی صحاح الآثار، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۲۳ھ
- ۶۵۱ - یسوعی، لوئیس معلوف، المنجد، المطبعة الكاثوليكية، لبنان، الطبعة، لبنان، ط ۱۳۹۴ھ
- ۶۵۲ - یمینی، ابوبکر بن علی، الحداد، الجوهرة النيرة علی مختصر القدوری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، سن
- ۶۵۳ - یوسف فرحات، الدكتور، دیوان الامام علی بن ابی طالب: علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، دارالکتب العربی، ط ۱۴۲۰ھ
- ۶۵۴ - یوسف بن عبداللہ، الوائل، اشراط الساعة، دار ابن الجوزی، الدمام، ط ۱۴۱۸ھ / ۱۷۵۔

655. Taqi Usmani, Muhammad, The Authority of Sunnah, Idaratul Quran, Karachi, 1425A.,

H/ 2004

